وقائع

سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب حسبِ ارشاد

نواب محمّد وزیر خاں بہادر رحمۃ اللہ علیہ (ٹونک)

مقدمہ

حضرت مولانا محمّد رابع حسنی ندوی

تکیہ کلاں رائے بریلی انڈیا

باہتمام

سید نفیس الحسینی

سید احمد شہید اکیڈمی

نفیس منزل ۲/۱۷۷ کریم پارک لاہور

وقائع

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع و ترتیب حسبِ ارشاد

نواب محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ رحمۃ اللہ علیہ (ٹونک)

مقدمہ

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی

تکیہ کلاں رائے بریلی انڈیا

باہتمام

سید نفیس الحسینی

سید احمد شہید اکیڈمی

نفیس منزل ۱۷۷/۳ کریم پارک لاہور

اشاعت اوّل	: ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء
کتاب	: وقائع سید احمد شہید
ترتیب	: نواب محمد وزیر الدولہ
مقدمہ	: مولانا محمد رابع حسنی ندوی
ناشر	: سید نفیس الحسینی
اہتمام	: سید احمد شہید اکادمی
مطبع	: شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
قیمت	:
خطاط سرورق	: سید نفیس الحسینی
تحسین کتابت	: سید دلاور حسین، سید [illegible]یم الرحمان سید کلیم الرحمان، سید سلیم الرحمان
خواندگی	: امیر عالم، سید علی رضا
مالی تعاون	: ملک محمد اشعر حسین بن ملک محمد اقبال حسین

نفیس منزل
کریم پارک، راوی روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد الرابع الحسني الندوي
ندوة العلماء، ص ب: ۹۳۔ لکھنؤ (الهند)
فاكس: ۷۸۸۳۷۵، ۷۸۷۳۱۰

Mohammad Rabey Hasani Nadwi
P.O.Box No. 93 - LUCKNOW - 226007 (INDIA)
Phones: 0522 323864, 229174 - Fax: 788375, 787310
E-Mail: [illegible] & Rabey[illegible]yahoo.com

بسمہ سبحانہ

مقدمہ برائے کتاب
''وقائع احمدی''

الحمد لله رب العالمين، و الصلاة و السلام على سيد المرسلين خاتم النبيين سيدنا محمد، و على آله و صحبه الغر الميامين، و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، و دعا بدعوتهم أجمعين، أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مورث اول حضرت آدم علیہ السلام کو اور ان کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کو جنت سے اس کرہ خاک پر جب اتارا تو ان کو اور ان کی اولاد کو اس بات کی امید لائی کہ ان کی اولاد بنی آدم نے اگر زندگی کو اپنے پروردگار کے بتائے ہوئے راستہ پر چلایا تو جنت میں اس کی نعمتوں کی طرف بخیر وخوبی وخوشی واپسی ملے گی۔ اور جو لوگ اس راستہ سے انحراف کریں گے ان کو ان کے پروردگار کی خوشنودی حاصل نہ ہو سکے گی، اور ان کی زندگی میں ان کی جو غلط کاریاں ہوں گی ان ہی کے معیار سے آخرت کی زندگی میں وہ سزا کے مستحق ہوں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نیکوکار اور شکرگزار بندوں کے لئے جنت اور اپنے نافرمان اور ناشکرے بندوں کے لئے جہنم کا ٹھکانہ طے کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد نے کچھ عرصہ تک اس بات کا خیال رکھا لیکن بتدریج اپنے ازلی دشمن شیطان کی کوششوں سے جو انسان کو ہوا وہوس کے ذریعے غلط راستوں پر ڈالنے لگا، اور اپنے پروردگار کے حکموں کے خلاف کفر و کوتاہی میں مبتلا کرنے لگا، راستہ سے بھٹکنے لگے، اور اپنے پروردگار کے اس توجہ دلانے کو بھلانا شروع کر دیا کہ دیکھو شیطان تمہارا دشمن ہے، ہوشیار رہو وہ تم کو بہکا نہ دے، پھر بھی ان کے بہکنے پر اللہ نے اپنے نبیوں کو بھیج کر ان کو سنوارنے اور بنانے کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جگہ جگہ اور یکے بعد دیگرے نبی آتے رہے، اور لوگوں کو نیکی کی طرف توجہ دلاتے رہے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبیوں کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے روک دیا گیا، اور انسانوں کو ان میں آئے ہوئے گذشتہ نبیوں کی تعلیمات کو خود سے اختیار کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا، اور کچھ مدت کے لئے نبیوں کی آمد نہیں ہوئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بھرپور اور جامع نبی کی حیثیت سے مبعوث فرمایا اور ساری دنیا کی ہدایت کے لئے ان کو مقرر کیا، اور ان کے بعد کے زمانے کے لئے نبیوں کے بجائے خود ان کی امت کے برگزیدہ بندوں پر لوگوں کی ہدایت کی کوشش کی ذمہ داری ڈالی، چنانچہ تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد جب جب بگاڑ بہت بڑھ جاتا تو کوئی مصلح اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جاتا، جو نبی نہ ہوتا لیکن نبیوں کا کام اس کو انجام دینا ہوتا۔

ہندوستان میں جہاں مسلمانوں کی خاصی تعداد عرصہ سے بسی ہوئی ہے، کئی بار ایسی بڑی شخصیتیں سامنے آئیں جنہوں نے دینی اصلاح کا زبردست کام انجام دیا اور ''مجدد'' کہلائے، ان کے کام کے اثرات ملک گیر ہوئے اور عرصہ تک ان کے اثرات باقی رہے۔

تیرہویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی زندگی میں شریعت اسلامی سے بے اعتنائی اور باطل رسم و رواج سے وابستگی اور توحید وسنت سے روگردانی جب عام ہوئی، اور مجدد وقت کی شخصیت کی ضرورت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک باہمت اور دینی غیرت رکھنے والے بندہ حضرت سید احمد بن عرفان شہید رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کھڑا کر دیا، اور ان کے کام میں ایسی اثر انگیزی پیدا فرمائی کہ جہاں جہاں وہ اصلاح اخلاق اور توحید وسنت کی دعوت کے لئے گئے گہرا اثر پڑا، اور تھوڑی مدت میں بڑی اصلاح ہوئی۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اندر ایک یہ احساس بھی پیدا ہوا کہ صرف اخلاق کی درستگی اور نیک عملوں کا اختیار کرنا کافی نہیں، بلکہ عہد اول کے اہل ایمان میں جو عملی مدارج تھے، ان مدارج کا بھی احیاء کیا جائے، مثلاً اخلاق و سیرت کی اصلاح کے بعد ہجرت و جہاد کا عمل بھی اختیار کیا جائے، اور اسلام کا پانچواں رکن حج جو کہ سفر اور راستہ کی دشواریوں کے پیش نظر تقریباً متروک ہوگیا تھا، اور ﴿من استطاع إليه سبيلا﴾ کو قابل عمل نہ سمجھ کر حج کی ضرورت کا احساس بالکل دب گیا تھا، اس کا احیاء کیا جائے، چنانچہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کا احیاء کیا۔

ان باتوں کی وجہ سے اس برصغیر میں جس کے پورے علاقہ کو ہندوستان ہی کہتے ہیں، غیر معمولی اور وسیع پیمانہ پر لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلی آئی، اور توحید و سنت سے لوگوں کے قلوب صرف آشنا ہی نہیں ہوئے، بلکہ دلوں کی گہرائی میں ان کی اہمیت اور ان کی پابندی کا جذبہ بھی راسخ ہوا، لاکھوں غیر مسلم بھی مسلمان ہوئے، اور حج و جہاد کے عمل بھی سنت کے طریقہ سے ایک بڑی تعداد نے حضرت سید صاحب کی امارت میں انجام دیئے۔

حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے یہ مختلف مدارج اور احوال ان کے بعض مسترشدین نے ضبط تحریر کئے جو وسعت کے ساتھ کتابوں کی صورت میں جو دمیں آئے، وہ کتابیں اپنی ضخامت کی وجہ سے زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکیں لیکن ان سے فائدہ اٹھا کر حضرت سید صاحب کی سیرت پر کئی کتابیں تصنیف ہوکر شائع ہوئیں، مثال کے طور پر جناب غلام رسول مہر صاحب کی کتاب "سید احمد شہید" اور مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی کی کتاب "سیرت سید احمد شہید" خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جنہیں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی لیکن یہ اصل کتابیں جو بنیادی مرجع ہیں مخطوطہ کی شکل میں اپنی جگہ پر محفوظ رہیں، ان میں "وقائع احمدی" کے نام کی کتاب اپنی خاص اہمیت رکھتی ہے۔

یہ کتاب اس جماعت کا مرتب کیا ہوا مجموعہ ہے جس کو نواب وزیر الدولہ مرحوم (والیٔ ریاست ٹونک) نے سید صاحب کی وقائع نگاری اور تاریخ نویسی کے لئے مقرر کیا تھا، اس میں سید صاحب کے بعض خاص اعزہ، آپ کے رفقائے سفر و جہاد اور آپ کے خدام تھے ہر ایک اپنی معلومات اور چشم دید واقعات بیان کرتا اور کاتب اس کو لکھ لیتا، یہ مجموعہ حضرت سید صاحب اور ان کی دعوت و تحریک سے متعلق مراجع میں سب سے وسیع ذخیرہ رکھتا ہے۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب سے متعلق اپنا تاثر یوں بیان کرتے ہیں:

"میں نے "وقائع احمدی" کے اس دفتر کو جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے لفظ بلفظ پڑھنا شروع کیا، جو وقت اس ذخیرہ کے مطالعہ اور تلخیص میں گذرا وہ عمر کے بیش قیمت ترین لمحات میں سے تھا، قلب پر ان حالات و واقعات کا عکس پڑتا تھا، ان واقعات نے جو بالکل سادی پوربی اردو میں بیان کئے گئے تھے بار بار دل کے ساز کو چھیڑا، بار بار قلب کو ایمانی حرارت بخشی، بار ہا آنکھوں کو غسل صحت دیا، اہل یقین و مقبولین کی صحبت کے جو اثرات بیان کئے گئے ہیں ان واقعات کے مطالعہ اور ان کتابوں کی ورق گردانی کے دوران میں ان کا بار ہا تجربہ ہوا، اور صاف محسوس ہوا کہ یہ وقت ایک ایمانی اور روحانی ماحول میں گذر رہا ہے، معلوم نہیں کہ ان اللہ کے بندوں کے انفاس قدسیہ اور ان کی صحبت میں کیا تاثیر ہوگی جن کے واقعات کے مطالعہ اور جن کے حالات کے دفتر پارینہ کی ورق گردانی میں یہ تاثیر ہے"۔

حضرت مولانا سید شاہ نفیس الحسینی لاہوری (أطال الله بقاءه و نفع به الأمة) جو اپنے عہد کی بڑی بزرگ شخصیت ہیں، اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق زار ہیں، اور انہوں نے حضرت سید صاحب کے کارناموں اور حالات کے بعض پہلوؤں پر بعض کتابیں بھی شائع کی ہیں، انہوں نے اپنے دل میں تقاضہ محسوس کیا کہ وقائع احمدی کو زیور طبع سے آراستہ کریں تاکہ حضرت سید صاحب کے حالات کا یہ عظیم روزنامچہ جو حالات کو رواں اور دلنشیں انداز میں پیش کرتا ہے، حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کاموں کو سمجھنے کے لئے زیر مطالعہ آسکے، کیونکہ مخطوطہ سے سب لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے، جب تک کہ وہ سینکڑوں نسخوں کی شکل میں مطالعہ عام میں نہ آسکے۔

ہم ان کو اس بات پر مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو شائع کرکے اس عظیم مجدد شخصیت کو خراج عقیدت پیش کررہے ہیں جس نے جہاد جیسے مشکل عمل کو جاری کرکے جام شہادت بھی نوش کیا لیکن اپنی کوششوں سے لوگوں کے اخلاق و عقائد میں انقلاب پیدا کردیا، اور اس طریقہ سے وہ اسلامی زندگی کے لئے ایک روشن مینار بن گئے ضرورت تھی کہ روشنی کے اس مینار کی روشنی سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اور ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے، اور اس کے نفع کو عام کرے، آمین۔

(دستخط)

(محمد رابع حسنی ندوی)

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

دائرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ

تکیہ کلاں، رائے بریلی (انڈیا)

۰۶ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ جمعرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین وصحابہ اجمعین

اما بعد کاتب الحروف سید حیدر علی کہتا ہے کہ حضرت سید عبدالرحمن صاحب کہ بھانجے

حضرت امیر المومنین احمد رحمتہ اللہ علیہ کے ہیں باعث آبادی تکیہ کہ وطن مالوف

کا ہے یوں بیان فرماتے ہیں کہ جدِّ اعلیٰ ہمارے کہ حضرت شاہ علیم اللہ قدس سرہٗ

تھے مرید حضرت آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے اور ہمیشہ بیچ خدمت انہیں حضرت

موصوف کے رہا کرتے تھے اور جب ارادہ وطن کا کہ قصبہ نصیرآباد ہے کرتے تھے

حضرت ممدوح سے رخصت لیکر وطن شریف کو تشریف لیجاتے تھے اور یہاں سے

حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کو تشریف لیجاتے تھے اور جب وہاں سے معاودت

کرتے تھے بالا بالا بیچ خدمت آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ کے جاتے تھے اور وہیں

رہا کرتے تھے اور جب پھر قصد وطن کا کرتے تھے حسب طریق مذکور کے عمل میں لاتے

تھے غرض کئی مرتبہ اسی طور پر اتفاق آنے جانے کا ہوا مگر بسبب جھگڑے اور فساد

برادری کے برخاستہ خاطر اور مکدر طبیعت رہا کرتے تھے چنانچہ ایک بار حضرت آدم بنوری رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ میرا دل بود و باش وطن سے بسبب فساد اہل برادری کے برخاستہ خاطر رہا کرتا ہے اگر اجازت آپ کی ہووے تو مع قبائل اس ملک سے ہجرت کر جاؤں اور بقیہ عمر کو حرمین شریفین میں صرف کروں حضرت ممدوح نے فرمایا بہتر۔۔

الا اگر کوئی شخص راستہ میں روکے تو وہیں رہ پڑ رہیجانا اور قصد آگے کا نہ کرنا آپ نے یہ منظور کیا اور جناب موصوف سے بارادہ ہجرت رخصت ہو کر قصبہ نصیر آباد میں تشریف لائے اور سامان سفر میں متوجہ ہوئے ہر چند کہ وہ دن سفر کے نہ تھے اس واسطے کہ وہ موسم برشکال کا تھا مگر بسبب قضیہ و فساد اور جھگڑے انواع انواع برادری کے مکدر ہو کر مع قبائل انہی ایام قصبہ نصیر آباد سے کوچ کر کے قصبہ رائے بریلی میں کہ دس کوس قصبہ نصیر آباد سے جانب مغرب واقع ہے تشریف لائے اور جب قصبہ مذکور میں داخل ہوئے نواب جہاں خان کہ مرید آپ کے تھے اور رئیس اور ذی عزت تھے چنانچہ ایک شہر چھوٹا سا انہوں نے اپنے نام پر مشہور ساتھ جہان آباد کے ملا ہوا قصبہ رائے بریلی سے سمت شرق کے آباد ہے کیا ہے اور قبر بھی ان کی وہیں ہے انہوں نے

آپ سے پوچھا کہ حضرت نے اس موسم برسات میں کہاں کا قصد کیا آپ نے فرمایا
ارادہ بیت اللہ کا ہے انہوں نے آپکی خدمت میں عرض کی کہ برسات میں پھر
یہیں تشریف رکھیئے بعد برسات کے انشاء اللہ تعالےٰ آپکو پہنچا دونگا اور اس سال برسات
میں ہرگز نہ چھوڑونگا حضرت نے بپاس خاطر اُن کی کے برسات پھر توقف کیا اور یہاں
آپ کا یہ معمول تھا کہ پہر رات باقی رہے جہاں آباد سے دریا پر کہ آدہ کوس ہے تشریف لیجاتے
تشریف لاتے تھے اور دریا میں وضو کر کے تہجد پڑتے تھے اور صبح تک وہیں رہتے تھے بلکہ
اکثر تشریف دریا پر رکہا کرتے تھے ایک روز حسب عادت کے آپ دریا پر تشریف
لائے اور وہیں دریا پر شاہ عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہ مجذوب کامل
تھے رہا کرتے تھے آپ کو دیکھ کر ایک چٹائی کو لپیٹ لیا لوگوں نے اُن سے پوچھا
کہ یا حضرت آج آپنے خلاف معمول کیوں کیا آپنے فرمایا کہ یہیں اس اثناء
میں حضرت بھی تشریف لائے دیکھا کہ ایک شخص چٹائی لپیٹے بیٹھا ہے اور گرد اسکے
چند آدمی اور بھی ہیں حضرت بھی السلام علیکم کر کے بیٹھ گئے شاہ عبدالشکور صاحب
قدس سرہ نے آپسے پوچھا کہ کیوں کیا ارادہ ہے آپنے فرمایا کہ ارادہ بیت اللہ کا ہے

انہوں نے آپکو وہاں جانے سے منع کیا اور بہت سمجھایا مگر آپنے اقرار نہ کیا
آخر شاہ عبدالشکور صاحب نے آپسے کہا اگر ہمارا کہنا نہیں مانتے ہو تعمیل
حکم پیر کی ضرور ہے یاد ہے یا نہیں مجرد اس کہنے کے آپکو فرمان حضرت بنوری
رحمۃ اللہ علیہ کا یاد آیا کہ وقت رخصت کے فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص روکے
وہیں پر رہ جانا حضرت نے کہا بہتر نہ جاؤنگا حضرت شاہ عبدالشکور صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اٹھو حضرت اُٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے آپ کا ہاتھ
پکڑ لیا اور وہاں سے چلتے چلتے چلے اب آپ کا مکان ہے وہاں پر آئے
اور آپسے کہا کہ تم یہاں پر رہو اور دریا وہاں اس طور پر واقع ہے کہ اگر اس
مکان سے مکان شاہ عبدالشکور صاحب کا دیکھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
مکان دریا کے اس پار ہے اور مکان شاہ عبدالشکور صاحب کا اس پار ہے
اس واسطے شاہ عبدالشکور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپسے فرمایا کہ ہم تم رہیں ایکی بار
لوگ جانے ییہ ییہ پار وے وہ پار اور حالانکہ دونوں مکان ایک ہی طرف
ہیں بعد اس کے ایک خط مربع کھینچا اور کہا کہ یہ مسجد بناؤ اور پھر ایک خط مربع

ہا کھینچا اور کہا کہ رنہا مقبرہ بنا دو اگر کوئی مرے یہاں دفن کرنا اور کل زمین ان تینوں
خطوں کا بارہ بیگھہ ہے اور پھر شاہ عبدالشکور صاحب نے اسکو دعا دی کہ حق تعالیٰ
اس زمین کو تمہاری اولاد سے آباد کرے اور اچھے اچھے لوگ تمہاری اولاد سے
پیدا کرے یہ کہکر وہ تو اپنے مکان تشریف لیگئے اور حضرت نے وہاں سے آکر
نواب میاں خان سے کہا کہ رنہا ہمارا اب اسی جنگل میں دریا کے کنارہ ہوگا
یہ کہہ کے قبائل کو ہمراہ لیا اور اسی جگہ پر آ کے سکونت اختیار کی اور جب آپکا
انتقال ہوا آپکے بیٹوں نے لاش حضرت کو مابین مسجد اور مکان کے بر لب دریا اسی
جگہ جہاں وہ مربع خط کھینچا تھا دفن کیا چنانچہ روضہ بھی آپکے مقبرہ کا بہت
مضبوط اور مستحکم ہے اینٹ اور چونے سے بنا ہے اور قدیمے خاندان مشائخ ہندوستان
میں ہیں سب میں یہ رسم ہے کہ بعد مرنے مورث اعلیٰ کے سب برادری کے لوگ
اور مرید اس کے جمع ہوتے اور اس کے بڑے بیٹے کو اس کے قائم مقام بٹھلاتے
ہیں اور اس کے پگڑی بندھاتے ہیں مگر یہ رسم خاص اسی خاندان عالی میں نہیں ہے
اس واسطے کہ شاہ علیم اللہ صاحب قدس سرہٗ نے وقت انتقال کے اسکی ممانعت

کردی تھی کہ ہرگز ہرگز یہ رسم نہ کرنا جس کو حق تعالےٰ اپنے محض عنایت اور فضل سے یہ درجہ

عنایت کریگا خود بخود لوگ اُس کے گرویدہ ہونگے اور یہ طریقہ جاری رہیگا چنانچہ آپکے

چار بیٹے تھے اور تفصیل اُنکی کے اس طور پر ہے کہ آپکے چار بیٹے تھے اور دو بیٹیاں

پسران سید محمد آیت اللہ و سید محمد بدہا و سید ابو حنیفہ و سید محمد

سید محمد آیت اللہ کا سید محمد آیت اللہ را پنج پسر و دو دختر پسران سید محمد حسن و سید محمد

مختار و سید محمد جامع اور دو لا ولد گئے سید محمد ضیاء و سید محمد صابر اولاد میں

اور باقی لا ولد گئے سید محمد ضیاء کے دو بیٹے سید محمد معین و سید ابو سعید

سید محمد معین کے دو بیٹے اور بیٹیاں سید محمد معتصم اور سید محمد معتصم سید محمد معتصم

کے تین بیٹے اور ایک بیٹی سید محمد ولی و سید محمد مقتدر و سید قطب الدین احمد

سید محمد ولی را ایک دختر و سید محمد مقتدر را ایک پسر سید محی الدین احمد اور

سید محی الدین کے دو بیٹے اور ایک دختر سید عبد الشکور اور عبد العزیز سید

عبد الشکور کے دو بیٹے اور ایک دختر سید علی مرتضیٰ و سید قطب الدین و سید قطب الدین

احمد لا ولد گئے سید ابو سعید کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں سید ابو اللیث و سید

محمد احسن سید ابو اللیث کے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں سید محمد کے ایک بیٹا
اور ایک دختر سید عبد الجلیل سید عبد الجلیل کے پانچ بیٹے سیّد عبد السلام
و سید عبد القیوم و سید عبد الحفیظ و سید عبد الرب و سید عبد الرشید اور ایک
دختر سید ابو الفتح و سید عبد الغنی و سید عبد الواحد سید عبد الغنی کے دو بیٹے
سیّد عبد الولی و سید عبد الخالق سید محمد صابر کے ایک بیٹا اور تین
بیٹیاں سیّد محمد واضح سیّد محمد واضح کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں سید
محمد جامع و سید غلام جیلانی و سید معصوم احمد و سید قطب الہدیٰ
سید محمد جامع کے دو بیٹے سید عبد الباقی و سید سراج الدین اور چار بیٹیاں
سید عبد الباقی کے دو بیٹے سید عبد الوہاب و سید عبد القادر سید سراج الدین
کے ایک بیٹا اور چار بیٹیاں سید رفیع الدین سید غلام جیلانی کے دو بیٹے
سید محمد طاہر و سید سعید الدین کے دو بیٹے سید رشید الدین و سید ضیاء الدین
سید رشید الدین کے ایک بیٹا سید ظہیر الدین اور دو بیٹیاں سید معصوم احمد کے
ایک دختر و سید قطب الہدیٰ لا ولد

سید محمد ہادی کے دو بیٹے سید محمد نور و سید محمد ثنا اور چار بیٹیاں سید محمد نور کے
چار بیٹے اور دو بیٹیاں سید محمد عمران و سید محمد لقمان و سید محمد عثمان و سید
محمد عرفان سید محمد عمران کے ایک بیٹا سید محمد غفران اور یہ لاولد گئے
اور سید محمد لقمان بھی لاولد گئے سید محمد عثمان کے ایک بیٹا سید عبد السبحان
سید عبد السبحان کے چار بیٹے اور ایک دختر سید محمد علی و سید احمد علی
و سید حمید الدین و سید عبد الرحمٰن سید محمد علی کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں
سید نور الہدیٰ و سید نور اللہ و سید ظہور اللہ و سید ولی اللہ سید نور الہدیٰ
کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں سید زین العابدین و سید حسن مثنیٰ و سید ابوالقاسم
کے دو بیٹیاں سید حمید الدین کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں سید محمد سعید و سید عبد المجید
سید محمد سعید کے تین بیٹے اور ایک دختر سید عبد الرزاق و سید احمد سعید و سید
حمید الدین سید عبد الرحمٰن کے ایک بیٹا سید عبد الرزاق اور یہ بھی لاولد گئے
سید محمد عرفان کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں سید محمد ابراہیم و سید محمود رکنی
و امیر المومنین سید احمد سید محمد ابراہیم کے ایک بیٹا اور ایک دختر

سید محمد یعقوب سید محمد یعقوب کے تین بیٹے اور ایک دختر سید محمد یوسف و سید محمد الیاس

و سید محمد ابراہیم سید محمد یوسف کے تین بیٹے اور ایک دختر سید محمد عرفان و سید محمد یونس

و سید محمد مصطفیٰ سید محمد ایوب لاولد گئے سید محمد اسحٰق کے ایک بیٹا سید محمد اسمٰعیل

سید محمد اسمٰعیل کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں سید محمد اسحٰق و سید محمد ابراہیم اور المونش

سید احمد کے دو بیٹیاں اور سید محمد ثنا کے چار بیٹے اور ایک دختر سید محمد ضیا

و سید محمد عطوف و سید محمد صفت و سید محمد عمر سید محمد ضیا کے دو بیٹے اور ایک

دختر سید محمد صابت و سید مہدی سید محمد صابت کے دو بیٹے سید نجم الہدیٰ

و سید علم الہدیٰ سید نجم الہدیٰ لاولد گئے سید علم الہدیٰ کے ایک بیٹا اور

تین بیٹیاں سید نور الہدیٰ سید نور الہدیٰ کے دو بیٹے سید قطب الہدیٰ و سید

شمس الہدیٰ اور سید محمد صفت کی ایک دختر

سید ابو حنیفہ کے ایک بیٹا سید عبدالباقی اور ایک دختر سید کے تین بیٹے

سید محمد مشتاق و سید محمد مختار و سید محمد منتظم یہ تینوں لاولد گئے سید

عبدالباقی نور حضرت دیوار بجا کے ہیں

سید محمد کے دو بیٹے سید محمد حکم و سید محمد عدل اور تین بیٹیاں تھے سید
محمد نثار کے نواسے سید محمد کے تھے سید محمد حکم کے ایک بیٹا سید محمد ثانی
اور ایک دختر محمد ثانی کے ایک بیٹا سید محمد مصطفیٰ سید محمد مصطفیٰ
کے دو بیٹے سید علی مرتضیٰ و سید حسن مجتبیٰ اور دو بیٹیاں سید محمد عدل کے
ایک بیٹا سید محمد مہدی سید محمد مہدی کے ایک دختر بعد انتقال حضرت
شاہ علیم اللہ قدس سرہ تین بیٹے بڑے اور منجھلے معاش دنیاوی
میں مشغول ہوئے اور چھوٹے بیٹے سید محمد بہ قدم بقدم والد بزرگوار اپنے
کے ہوئے اور سیکڑوں نے انہیں پر رجوع کیا اور جو طریقہ نقشبندیہ سے
ان کے سبب سے جاری ہوا بعد ان کے جو ان کی وضع پر ہوا وہی سجادہ نشین
ہوا چنانچہ بہت لوگ اولاد شاہ علیم اللہ قدس سرہ کامل ہوئے
اور حافظ اور مولوی اور مشائخ بڑے درجے کے مثل اولیا متقدمین کے رحمۃ اللہ
علیہم حتیٰ کہ نوبت امام المرشدین حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی
اور لوگوں نے ان پر رجوع کیا

بیان ہدایت عنوان سفر با ظفر جناب امیر المومنین امام المجاہدین مولانا و مرشدنا
حضرت سید احمد قدس سرہ العزیز کا زبانی مخبر راز کفیلہ صداقت شعار میاں دین محمد
صاحب کے جو اکثر اوقات ہمراہ رکاب فیض انتساب حضرت امیر المومنین ممدوح پر فتوح
کے رہتے تھے اس طور سے ہے کہ حضرت امیر المومنین موصوف جب سترہ اٹھارہ برس
کے ہوئے تب قصبہ رائے بریلی سے واسطے حصول علوم معرفت الہی کے طرف بلدہ مراد
شاہجہان آباد کے روانہ ہوئے تب چند روز میں بعد طے منازل اور مراحل کے بیچ
خدمت سراپا برکت امام المحدثین رئیس المفسرین قدوہ اہل تمیز حضرت مولانا و مرشدنا
شاہ عبد العزیز مرحوم و مغفور کے پہنچکر ملاقات سے شرف یاب ہوئے حضرت مولانا
ممدوح نے جناب امیر المومنین سے مصافحہ و معانقہ کیا اور اپنے پاس بٹھایا اور پوچھنا
سوال کا شروع کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے حضرت نے عرض کی کہ رائے بریلی
علاقہ لکھنؤ سے فرمایا کس قوم سے ہیں عرض کی قوم سادات سے فرمایا سید ابو سعید
اور محمد نعمان سے آپ واقف ہیں عرض کی کہ سید ابو سعید اس خاکسار کے نانا اور
سید نعمان چچا حقیقی اس فقیر کے تھے حضرت مولانا ممدوح اٹھے اور دوسرا کمرہ

مصافحہ اور معانقہ کیا اور پوچھا کس واسطے یہ مصیبت سفر دور دراز کی اختیار کی حضرت
امیر المومنین موصوف نے عرض کی کہ آپ کی ذات ستودہ صفات کو غنیمت سمجھ کر واسطے
طلب اللہ تعالےٰ جلشانہٗ کے اس خدمت بابرکت میں آیا ہوں اس وقت حضرت مولانا
ممدوح نے اپنے خادم سے فرمایا کہ سید صاحب کو مسجد اکبرآبادی میں میرے بھائی کے
ہاتھ میں دیکر میری طرف سے کہدینا کہ ان کا حال میں تم سے وقت ملاقات کے
مفصل کہونگا ان کی مہمانداری اور خدمتگزاری میں حتی الامکان کوتاہی نہ کرنا حضرت
امیر المومنین موافق ارشاد امام المحدثین کے ہمراہ خادم کے مسجد مذکور میں پاس مولوی صاحب
موصوف کے تشریف لیگئے اور انکی ملاقات فرحت آیات سے محظوظ و مسرور ہوئے بعد گزرنے
چند ایام نیک انجام کے شب جمعہ کو اوپر دست مبارک قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
مولانا ممدوح بیر فتوح کے شرف بیعت سے تینوں خاندان ہدایت نشان چشتیہ اور
نقشبندیہ اور قادریہ کے مشرف ہوئے اور شب وروز حضرت امام المحدثین کے رہنے لگے
عنایت الہی سے چند مدت میں تمام مقامات عالم سلوک کے طے فرمائے تفصیل
مختصر اسکی اس طور پر ہے کہ جلسہ اول میں حضرت امام المحدثین نے جناب امیر المومنین

کو لطائف ستہ سے لطیفہ قلب کا توجہ دیا اور اسدن اسی پر اکتفا کیا پھر دوسرے
دن جلسہ دویم میں باقی لطائف خمسہ یعنی لطیفہ روح اور لطیفہ سر اور لطیفہ
خفی اور لطیفہ اخفی اور لطیفہ نفس کا ارشاد فرمایا بعد تیسرے روز جلسہ سویم میں
سلطان الذکر بتایا بعد حصول اذکار لطائف ستہ اور سلطان الذکر کے ذکر نفی اثبات
کا تعلیم کیا بعد اس کے شغل برزخ جسکو تصور صورت پیر کا کہتے ہیں کہ اکثر صوفیہ
کرام میں معروف و مشہور ہے امر فرمایا سنتے ہی یہ کلام علالت انجام حضرت
امیر المومنین بالحاح تمام و متصل بالا کلام خدمت میں جناب خاتم المحدثین کے التماس
کیا کہ حضرت گستاخی اس خاکسار ہیچمدار کی معاف فرمائی جاے عرض خدمت
بابرکت میں یہ ہے کہ بت پرستی شعار مشرکان نابکار کا ہے اس سے اور اس سے
کیا فرق ہے مفصل ارشاد ہو حضرت امام المحدثین نے بیت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
کی پڑھی بیت بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید : کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا
حضرت سید المجاہدین نے عرض کیا کہ خاکسار بہر نوع پیر مرشد کا فرمان بردار ہے جو ارشاد
ہو بلا انکار منقاد ہے لیکن یہ فعل تو بت پرستی صریح معلوم ہوتا ہے اس خدشہ کو

دفع کرنیکے لئے کوئی سند کتاب اللہ یا حدیث رسول اللہؐ کی لائے والا اس امر

میں اس عاجز کو معاف فرمائے حضرت پیر روشن ضمیر یہ تقریر دلپذیر سنکر جناب

امیرالمومنین امام المجاہدین کو اپنے سینۂ بے کینہ سے لگالیا اور ارشاد کیا کہ صد

آفرین حق بات یہی ہے جو تو نے کہی اور بشارت دی کہ اے فرزند ارجمند تجھکو

حضرت ذوالجلال ایزد متعال نے اپنی عنایات بے غایات سے ولایت انبیا

کا مرتبہ عطا فرمایا جناب امیرالمومنین نے عرض کی کہ حضرت ارشاد کیجئے کہ ولایت

انبیا اور ولایت اولیا میں کیا فرق ہے کہ حال مختصر بطور نمونہ بیان کرتا ہوں

باقی تمام کو اسی پر قیاس کر لینا جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ

جسکو ولایت ولی کی عطا فرماتا ہے وہ شخص شب و روز مجاہدہ اور ریاضت نفس اور صوم و

صلوٰۃ اور کثرت نوافل اور خدمت خلائق میں مشغول رہتا ہے اور فاسقوں فاجروں

کو بطریق وعظ و نصیحت کے کچھ نہیں کہتا ہے پہچان اسکی یہ ہے کہ گوشۂ تنہائی

میں مسرور اور دلشاد یاد الٰہی میں محو اور صحبت لوگوں کی سے دور رہتا ہے

اس اعمال کو اصطلاح صوفیہ کرام میں قرب بالنوافل کہتے ہیں

جاننا چاہیے صاحب ولایت نبی کے دل میں محبت الٰہی اس طرح سما جاتی ہے
کہ اس کے سوا کوئی شے خیال میں نہیں آتی اور ہمیشہ بیچ ہدایت بندگان خدا کے
مستعد گنہگاروں اور فاسقوں کی وعظ و نصیحت میں تیار دنیا داروں کی طعن و ملامت
سے بے ننگ و زدوکوب سے بے عار اقامت فرائض اللہ میں جیسے احیائے
سنت رسول اللہ میں چالاک جاری کرنے میں توحید سنت کے بے خوف شرک و
بدعت کی بیخ کنی میں بے باک مجاہدہ کفار اور تادیب اشرار میں جان و مال اور عزت
و آبرو سے حاضر اور ایذائے معاندین بدعت پر صابر اور اکثر محفلوں اور مجلسوں
میں للہ فی اللہ جاتا ہے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت سناتا ہے یہی کار ہمیشہ
اسکا ہے اور یہی اس کا پیشہ ہے اصطلاح صوفیہ کرام میں اس کو قرب
بالفرائض کہتے ہیں بعد اسکے حضرت امام المحدثین نے جناب سید المجاہدین
کو بتاکید تمام و تقید بالا کلام کے ارشاد کیا کہ اپنے مکان سکونت میں جاکر
ٹھہرو اور جو کچھ اشغال میں نے تعلیم کئے ہیں بعد نماز پنجگانہ انہیں مشغول رہو
خصوصاً بعد نماز فجر اور عصر کے تسبیح و تہلیل اور مشق نفی و اثبات میں اور توجہ

اور روتے میں بیچ عالم قدس کے اور بیچ مناجات اور زاری کے جناب حق میں
کسی طور کی تقصیر نہ کرنا موافق ارشاد حضرت امام المحدثین کے جناب امیر المومنین
میں لائے اُسی ایام مبارک ایام میں کہ ماہ رمضان المبارک کی اکیسویں تاریخ
حضرت سید المجاہدین نے امام المحدثین کی خدمت میں مشرف ہوکر عرض کیا کہ
اس عشرے کی کس رات میں لیلۃ القدر ہوگی کہ اُس رات کو جاگوں امام المحدثین نے کہا
کہ جس طور سے اور راتوں میں عبادت کرتے ہو ان راتوں کو بھی کرو راتوں کو جاگنے
سے کیا ہوتا ہے اکثر پاسبان چوکیدار راتوں کو جاگا کرتے ہیں مگر نصیب ان کے تھوڑا اور
اس نعمت سے محروم رہے ہیں اور جسکو اللہ تعالیٰ یہ نعمت دیتا ہے جگا لیتا ہے یہ بات
سنکر حضرت امیر المومنین چپ رہے اور اپنے مکان پر جاکر جہاں آپ رہتے تھے تشریف
لائے پھر اُس ماہ مبارک کی ستائیسویں شب کو آپ نے بعد نماز عشاء کے چاہا کہ کچھ دیر
بیدار رہیں مگر یکبارگی خواب نے ایسا غلبہ کیا کہ حواس برجا نہ رہے زمام طاقت
قبضہ اختیار سے جاتی رہی کچھ کوشش و تدبیر اپنی کام نہ آئی بیتاب ہوکر
نفس خدا تعالیٰ کو سونپ کر سو رہے پچھلی رات کو دو شخصوں نے آپ کو آکر جگایا

آپ زلیخوں کو کھول کر کیا دیکھتے ہیں کہ جناب رسالتماب سید المرسلین رحمت للعالمین
محمد مصطفےٰ صلعم اور حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ وا‌ہنے اور بائیں
بیٹھے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اُٹھ کر غسل کر کر تو جنب ہے حضرت سید المجاہدینؒ
نے اسی دم جا کر غسل کیا بعد فراغ غسل کے نزدیک ان دونوں بزرگواروں کے
آئے ایک صاحب نے ان میں سے فرمایا کہ اے فرزند آج لیلۃ القدر ہے دعا
اور مناجات کرنے سے جناب قاضی الحاجات میں کسی طور قصور نہ کرنا پھر وہ دونوں
بزرگوار وہاں سے تشریف لے گئے حضرت سید المجاہدینؒ فرماتے ہیں کہ اُس رات کو
مجھ پر نہایت فضل الٰہی ہوا کہ واردات عجیبہ اور واقعات غریبہ مشاہدہ ہوئے کہ ابصار
ظاہری سے ہر شئے کو جس طور سے ہے نظر کرتا تھا میں اور پھر اُس حالت میں دیدہ
دل سے جسکو بصیرت باطنی کہتے ہیں تمام شجر و حجر اور دیوار و در کو سجدے میں تسبیح و
تہلیل کرتے ہوئے دیکھا میں نے عجب طور کا مقام حیرت تھا کہ شرح و بیان سے
اُس کے زبان قاصر ہے اُسی دم سر سجدہ میں رکھا میں نے اور زبان شکر الٰہی اور دعا
اور مناجات میں کھولی اور اس حالت میں بیہوش و از خود فراموش رہا میں یہاں تک

کہ موذن نے اذان صبح کی کہی دفعتہً آنکھ میری کھل گئی آپ اپنے ہوش میں آگیا میں
اُٹھکر وضو کیا اور نماز جماعت میں شامل ہوا پھر بعد نماز اشراق کے حضرت
امام المحدثین کی خدمت میں حاضر ہوا اور بعد سلام مسنون الاسلام کے جو کچھ
اس رات کو مشاہدہ کیا تھا عرض کیا آپ نے شکر فرمایا کہ شکر ہے اُس
قادر مطلق کا جس نے شاہد مقصود سے تمکو ملایا اور حاجت دلی کو روا فرمایا
بعد اُس کے روز بروز لحظہ بلحظہ آثار ترقی درجات اور نشان علوئے مراتب
کے آپ میں مشاہدہ فرمانے لگے چنانچہ یہ کل مضمون ہدایت مشحون
کتاب مستطاب صراط المستقیم میں موجود ہے کہ سید المجاہدین نے ایک شب خواب
دیکھا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین خرمے اپنے دست مبارک
سے لیکر مجھکو کھلائے اس وضع سے کہ ایک کے بعد دوسرا اُس کے بعد تیسرا
میرے منہ میں رکھا جب میں اس خواب سے بیدار ہوا آثار برکات
رویائے صادق کے اپنے میں ظاہر پائے اور یہی واقعہ ابتدائے
سلوک سے طریق نبوت کے حاصل ہوا اور اسی طور فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ

یہ خواب کہ جناب ولایت مآب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے مجھکو
اپنے دست مبارک سے غسل دیا اور خوب ساشست وشو کیا اور حضرت فاطمہ
زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے دست مبارک سے پوشاک فاخرہ مجھکو پہنائی لیس
بسبب اس واقعہ کے کمالات طریق نبوت کے جلوہ گر ہوئے اور بہت اسی طرح
کے معاملات عجیبہ اور واقعات غریبہ لے درپے ظہور میں آئے یہاں تک کہ ایک
روز حضرت معبود برحق قادر مطلق جل جلالہ وعم نوالہ نے داہنا ہاتھ سید المجاہدین
کا اپنی دست قدرت سے پکڑا اور ایک چیز نہایت عجیب وغریب آپکے سامنے کرکے
فرمایا کہ یہ چیزیں تجھکو عنایت کرتے ہیں اور سوا اسکے اور چیزیں بھی عطا کرینگے
اسی ایام تو خندہ و جام میں ایک شخص نے حضرت سید المجاہدین سے خواہش واسطے
بیعت کے کی ان دنوں تک آپنے کسی سے بیعت لینا نہیں شروع کیا تھا آپنے
اس بات کو قبول نہ فرمایا وہ شخص اس امر میں بہت الحاح وزاری سے پیش
آیا آپنے بطور تسلی اس سے فرمایا خیر دو ایک روز توقف کرو جو کچھ مناسب ہوگا
ظہور میں آئیگا پھر وہ حضرت واسطے طلب اور بسیار عجز وزاری کے عرض کیا کہ خداوندا

ایک بندہ تیرے بندوں میں سے چاہتا ہے کہ ہاتھ پر اس ناچیز کے تیری بیعت
کرے اور تو نے اس خاکسار نے مقدار کا ہاتھ پکڑا ہے اس دنیا میں جو بندہ
کسی بندہ کا ہاتھ پکڑتا ہے تو بعوض اپنی دستگیری کا خیال کرتا ہے اور تیرے
اوصاف کو ساتھ اخلاق مخلوقات کے کیا نسبت تو بڑوں کا بڑا اور بادشاہوں
کا بادشاہ ہے اس معاملے میں کیا منظور ہے جناب باری عز اسمہ سے حکم ہوا
کہ جو کوئی تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے اگرچہ لاکھ ہوں ہر ایک کو کفایت کروں گا
= انتہیٰ لہذا ظاہر ہونے ان واقعوں کہ مذکور ہوئے کہ حضرت سید العابدین وتائید تھے کہ
جس وقت بیچ عالم مراقبہ کے طرف ارواح مشائخ دہلویہ رحمہم اللہ علیہم کے متوجہ ہوتا
تھا بس آپ کو مرتبے میں اُن کے اکمل و ارفع پایا تھا چنانچہ ایک روز **طرف** روح پرفتوح
حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے متوجہ ہوا میں دیکھا میں نے کہ ایک
چتر نورانی سر پر اس قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین کے پھرتا ہے بعد ایک لحظہ کے کیا
دیکھتا ہوں کہ اسی طور کے دو چتر اوپر جبہہ خاکسار کے نمودار ہوئے یہ واقعہ دیکھ کر
مارے ندم کے گرداب حیرت میں پڑا کہ الٰہی یہ کیسا برعکس معاملہ ہے کہ میں آپ کو کمترین

مریدوں اُن حضرت کے سے گنتا ہوں اپنے وہ نمایت اور عجبہ بریہ مرحمت
او سیدم انھیں کھولدیں میں نے آپنے اس کے جواب میں خوش ہوکر فرمایا کہ اے
فرزند ارجمند آثار ولایت نبوت کے یہی ہیں اور یہ تو ابھی ایک مشت نمونہ ہے خروار
سے اور ایک گلدستہ ہے گلزار سے اس طرح کے آثار بیشمار روز بروز تجھ سے ظاہر ہونے
والے ہیں الغرض بعد طے کرنے مقامات سلوک کے حضرت سید المجاہدین جناب امام المجاہدین
سے مرخص ہو کر طرف دولتخانہ اپنے کے تشریف تشریف لیگئے اور وہاں قریب دو برس
قیام کیا اور اسی عرصہ میں موافق سنت سنیہ حضرت خیر الانام علیہ افضل التحیۃ والسلام
کے تمام رسوم و بدعات کو موقوف کرکے اپنا نکاح کیا ۔ ایک روز سید المجاہدین
بالہام الہیٰ قصبہ رائے بریلی سے بعزمت فرما ہوکر بیچ لشکر ظفر پیکر نواب نامدار والا
اقتدار عالیجناب معلے القاب نواب امیر الدولہ ولد محمد امیر خاں بہادر مرحوم و مغفور
کے تشریف لائے ان روزوں نواب ممدوح پر فتوح نے ساتھ افواج پیادہ و سوار
اور توپوں بے شمار کے تمام اس ملک میں صوبہ مالوہ وغیرہ تک دھوم مچا رکھی تھی
تمام اس نواح کے حکام ناکام یعنی راجہائے کفار نابہنجار کو مغلوب کر رکھا تھا جس

ریاست میں ساتھ فوج کثیر جم غفیر کے جاتے تھے لاکھوں روپیہ بطور نذر کے
لاتے تھے اور اگر رئیس خبیث ادائے نذر میں کچھ قیل وقال کیا بلا توقف اُس کی
ریاست کو لوٹ مار کر پامال کیا حضرت امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ خود
اپنی زبان ترجمان سے فرماتے تھے کہ جس وقت میں بیچ لشکر ظفر پیکر نواب
صاحب پر فتوح کے پہنچا اور شرف ملاقات اُنکی سے مشرف ہوا اُن روزوں
نواب صاحب ساتھ لشکر جرار پیادہ و سوار بیشمار کے شاہ پورا کے علاقہ
قصبہ دھیکولہ کے قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے مستعد جنگ تھے آخرالامر والی قلعہ نے
تنگ ہوکر نواب صاحب مرحوم سے مصالحت کرلیا اور کچھ نقد زر دیکر رخصت کیا اور اُن
روزوں بسبب قحط سالی کے غلہ کا لشکر میں یہ حال تھا کہ اکثروں کے پاس ۱۰ روپیہ پیسہ
موجود مگر غلہ کا نشان مفقود بڑی کوشش و تلاش سے قدر قلیل ہاتھ آتا تھا۔
جب وہاں سے لشکر نے اور طرف کوچ کیا ایک منزل میں یہ واقعہ پیش آیا
کہ اُسدن شام کو قریب ایک بستی کے تمام لشکر نے مقام کیا اور حضرت سید المجاہدین
کے حال خیر مآل سے اُس فوج ظفر موج میں کوئی آگاہ نہ تھا بعض بوجہ جانتے

یتھے کہ یہ شخص سید آل رسول پرہیزگار نیک کردار ہے اور تین آدمی رفاقت میں
حضرت سید المجاہدین کے تھے ایک کا نام رحمت اللہ اور دوسرے کا نام قادر بخش تھا اور
تیسرے کا نام یاد نہیں یکبار بطور بھوک کے بیقراری سے کہنے لگے کہ سید صاحب ہم نے
بارہا آپکی زبان مبارک بیان سے سنا ہے کہ ہماری اکثر دعا اللہ تعالی جلشانہ'
قبول فرماتا ہے اس وقت مناسب ہے ہمارے واسطے دعا کیجئے تاکہ وہ رزاق مطلق
معبود برحق اپنے احسان عام سے ہم کو روزی دیوے حضرت سید المجاہدین نے
فرمایا صاحبو بہتر تو یہ ہے کہ پاؤں دامن قناعت میں سمٹ کر بیٹھے رہو صبر
کرو خدا رازق ہے اُن رفیقوں نے کہا کہ حضرت صبر کہاں سے لاویں سگ نفس
نے کہا نے کیونکر سمجھاویں حضرت سید المجاہدین یہ کلام ملالت التیام سنکر کمل اوڑھ کر
لیٹ رہے وہ تینوں رفیق وہاں سے اٹھکر کہیں کہانے کی تلاش میں نکلے بعد
ایک ساعت کے ایک مرد ایک عورت کے سر پر طباق حلوے کا تازہ بتازہ گرم گرم
لیکر حضرت سید المجاہدین کے سرہانے موجود ہوا اور جگا کر کہنے لگا کہ حضرت یہ
نذر اللہ ہے آپنے جلد تناول کر لیا اور شکر خدا بجالائے اور اُن دونوں سے کہا

کہ کچھ توقف کرو ہمارے آدمی کہیں گئے ہیں آ جاویں تو طباق خالی کر دیں
انہوں نے عرض کیا کہ ہمکو طباق کی حاجت نہیں وہ بھی نذر خدا ہے
اب ہم جاتے ہیں السلام علیکم آپنے کہا وعلیکم السلام کچھ دیر میں وہ تینوں رفیق
بھی آ پہنچے آپنے وہ طباق حلوے کا انکے آگے دھر دیا انہوں نے خوب سا کھایا
اور شکر الہی ادا کیا بارہا قریب دو حبشہ تک یہ حال اپنی آنکھوں ۔۔۔
سے دیکھا کیا کہ ان دوروں لشکر ظفر پیکر میں حضرت سید المجاہدین کو تجار
آنا تھا جو وقت تجار کی آمد ہوتی اور لشکر سفر میں ہوتا اپنے لوگوں سے فرماتے
کہ شتاب یہاں کسی جگہ خیمہ کھڑا کرو لوگ عرض کرتے کہ حضرت تمام لشکر آگے
چلا جاتا ہے ہم یہاں کیونکر ٹھہریں آپ فرماتے آج اسی میدان میں مقام ہوگا
لوگونکو تعجب ہوتا کہ حضرت یہ کیا مجذوبوں کی سی بات مارتے ہیں اسی اثنا میں والے
مقام کے جھنڈا کھڑا ہوتا تب لوگونکو یقین ہوتا کہ حضرت سچ فرماتے تھے اسی طور
بارہا تمام لشکر مقام میں ہوتا اور وسوقت ایکا تجار اترتا اپنے لوگوں سے
فرماتے جلد ڈیرہ اکھاڑو کوچ کی تیاری کرو لوگ عرض کرتے کہ حضرت آپ کیا فرماتے

ہیں ابھی لشکر کے کوچ کی تیاری کا نشان بھی نہیں فوراً اسی اثنا میں نقارہ
کوچ بجا لوگ اس حال کے دیکھنے والے تعجب کرتے کہ الہیٰ یہ کیا ماجرا ہے
جب یہی حال بارہا معائنہ کیا اور موافق ارشاد کے ظہور میں آیا پھر تو جب دیکھتے کہ
علی سفر میں خیمہ حضرت امام العابدین کا لوگ استادہ کرتے ہیں اکثر آدمی اپنے اپنے
گھوڑے کسنے میں مشغول ہوتے قبل مقام کرنے لشکر کے اور اسی طور اسباب لادتے واسطے
سفر کے پیشتر کوچ کے نقارہ بجنے سے ایک بار لشکر جرار نواب نامدار والا تبار مرحوم و
مغفور کا شیر گڑھ یا اور کہیں سے آتا تھا برسات کا موسم قریب دریائے چل کے شام
کو مقام زیارات کو خوب مینہ برسا صبح کو نواب مستطاب ممدوح پر فتوح نے
لوگوں سے فرمایا کہ دریا کی خبر لاؤ جس گھاٹ پایاب ہو وہاں سے لشکر عبور
کرے موافق فرمان واجب الاذعان کے مخبروں نے اطلاع کی کہ فلانے فلانے
گھاٹ پایاب ہے حکم ہوا کہ اسی طرف لشکر اترے قریب آدھے لشکر کے پار ہوا ہوگا
کہ اچانک دریائے مذکور میں جوش آیا پانی بڑھنے لگا بہت لوگوں کا اسباب بہنے لگا
جو لوگ اترے سو اترے باقی اسی پار مضطرب و بیقرار کھڑے رہے اور حضرت امیر المومنین

امام المجاہدین اتر کر کنارے کھڑے تھے لوگوں کو اداس و بدحواس دیکھکر جناب الٰہی میں
دعا کرنے لگے کہ خداوندا تو نے اس گنہگار ناچیز سے وعدہ کیا ہے کہ جہاں کہیں کوئی
صدمہ عظیم یا حادثہ الیم پیش آوے تو دعا کیجیو میں قبول کرونگا سو اس صدمہ سے
زیادہ میں نے کوئی حادثہ نہیں اس آفت جانگزا حسرت فزا سے اپنے
بندوں کو نجات دے جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ ہم نے دعا تیری قبول
کی اور اس بلا سے لوگوں کو نجات دی اور تو بھی آپ دریا میں اتر کر جو
اسباب لوگوں کا بہا جاتا ہے نکال حضرت امیر المومنین اسی دم دریا میں اترے
اور اسباب لوگوں کا نکالنے لگے کچھ دیر کے بعد جا بجا شور و غل اٹھا کہ دریا
اترا جاتا ہے کوئی مت گھبراوے اس اثنا میں امام المحدثین امام المجاہدین نے دریا
میں لگا ہوا کہا کہ یہ بہت بڑا لشکر کا محاصرہ مثلہ کے ایک ٹیلہ پر کھڑا ہے ہر طرف سے
آ بیٹا دریا نے محاصرہ کر لیا ہے حضرت نے ان کو کہتے ہیں اشارہ
کہ یہ ہی جلدی نہ کرنا شام کو دریا اتر جاویگا پہلے اسی اثنا میں
ایک شور دوسرا ہوا کہ غلام حیدر خان بنگلہ بھی لشکر بہے جاتے ہیں

حضرت امام المجاہدین نے دوڑ کر برائے تسلی آواز دی کہ خاں صاحب مت گھبراؤ
کچھ خوف نہ کرنا اور جاکر اُن کا ہاتھ پکڑا اور ایک اونچے پتھر پر جا بیٹھے
اگرچہ خاں صاحب ممدوح تیرنا جانتے تھے مگر ماندگی کی وجہ سے بدحواس
ہو گئے تھے بعد کچھ دیر کے خاں صاحب موصوف نے حضرت سید المجاہدین
سے کہا کہ آپ دریا کے پار تشریف لیجئے آپ نے فرمایا کہ خاں صاحب کچھ دیر
میں جب دریا کم ہو جائیگا تب اُتر جانا خان موصوف نے کہا کہ یہ کس کو
معلوم کہ دریا کم ہوگا یا زیادہ آپ نے فرمایا کہ جناب الٰہی سے اُمید ہے کہ
چند عرصہ میں دریا پایاب ہو جائیگا اور آپ جاکر لوگوں کے اسباب نکالنے
میں مشغول ہوئے جب دریا کم ہوا تب خاں صاحب موصوف کو ساتھ لیکر
کنارے پر آئے لیکن اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا سے سب کی جان و مال اس
آفت سے بچایا الغرض بآرام تمام دریا اتر کر کئی دن وہاں مقام کیا
پھر جس طرف جانا منظور تھا کوچ فرمایا اس طرح کی جب کئی کرامتیں
اُس حضرت سے ظہور میں آئیں تب اکثر لوگ لشکر کے معتقد ہوئے بعض

شخص کہتے تھے کہ یہ صاحب خدمت اس لشکر ظفر پیکر کے ہیں اور بعض
کہتے کہ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامت ہیں گرمیں نواب
مستطاب مرحوم مغفور کے بسبب کثرت سیر و دور کے اکثر پیادے اور
سوار روپیہ کہانے دانے کا تنگی اور تکلیف ہوتی تھی مگر اللہ تعالیٰ
کی عنایت بے نہایت سے جماعت میں حضرت سید المجاہدین سب
طرح سے فراغت اور فراخی رہتی تھی یہ حال خیال کر کے اکثر مردم نادان
گمان کرتے تھے کہ ان کو نواب صاحب مرحوم شاید کچھ پوشیدہ
بھیجتے ہیں یا ان کو کیمیا آتی ہے یا دست غیب ہے جو آپکے یہاں تنگی
و تکلیف نہیں اور بعض یار و آشنا یہ بات آپکے سامنے کہتے آپ ان
سے فرماتے کہ ان تینوں باتوں سے ایک بھی نہیں میرا پروردگار
محض اپنے فضل و کرم سے روزی پہنچاتا ہے اور جس روز نواب
مستطاب سے عنایت ہوتا ہے سبکو معلوم ہے کہ میں لوگوں کو اسی
دم تقسیم کر دیتا ہوں الغرض ایک روز محض ہی مشیت و تقدیر الٰہی سے

کچھ کھانے دانے کا بندوبست نہ ہوسکا آپ نے سب کے ساتھ نماز عشا
ادا کی بعدہ ورد وظیفہ میں مشغول ہوئے قریب گزرنے پہر رات کے
وظیفہ سے فارغ ہوکر اپنے خیمہ میں تشریف لائے لوگوں سے
پوچھا کہ آج کھانے دانے کی کیا صورت ہے لوگوں نے عرض کی کہ
اب تک تو کچھ صورت نظر نہیں آتی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ
کے یہاں سب کچھ موجود ہے اُسی کو یاد کرو اور آپ خیمہ میں جاکر
پلنگ پر آرام فرمانے لگے اور باقی آدمی اپنے اپنے بستر پر لیٹے
راوی کہتا ہے کہ میں اور ایک عورت بیرزال سیدانی کی رہنے
والی کچھ باتیں کرتے رہے جب قریب آدھی رات کے گزری
تب وہ سیدانی مذکورہ سے کہا میں نے کہ اب رات بہت گزری
تم بھی جاکر سو رہو اور میں بھی وہاں سے اُٹھکر اپنے بستر پر چلا
جیسے قریب خیمہ کے پاؤں رکھا ٹھوکر لگی ہمارے ساتھیوں میں
شیخ بیر علی نام ایک جوان بڑی سید رکھتے تھے مجھکو گمان ہوا

کہ سیر کی ٹھوکر لگی میں نے کہا شیخ صاحب بارہا تم سے کہا میں نے
کہ اپنی سیر کو نے موقع نہ رکھا کرو دیکھو تو میرے پاؤں میں ٹھوکر
لگ گئی ارشد م سیر اُنکا طرف پائیں کے دھری تھی وہ اُٹھا کر
ہاتھ سے بجا کر کہنے لگے بیا صاحب آپ کیا فرماتے ہیں میری سیر
تو میرے پاس یہ موجود ہے تب میں نے جھک کر ہاتھ سے ٹٹولا تو
معلوم ہوا کہ خوان کھانے کا ہے جلد میں نے چراغ جلا کر دیکھا تو
دو خوان تھے اور اُن پر دو دو روٹیوں اور پتے ہوئے سالن کے
حصہ لگے ہوئے دھرے ہیں میں نے حضرت امیر المومنین کو جگا کر پوچھا
کہ حضرت کیا کوئی آدمی آپکے پاس اس وقت آیا تھا آپ نے فرمایا
کہ اس جستجو سے کہ کون آیا اور کون گیا تم کو کیا مطلب اللہ تعالےٰ
رازق ہے اپنے بندوں کو ہر طرح روزی دیتا ہے اپنے آدمیوں کو
جگا کر ایک ایک حصہ حوالہ کر دو اور ہمارا حصہ کہیں حفاظت سے
دھر دو صبح کو خدا چاہیگا کہا دینگے میں نے موافق ارشاد حضرت کے

وہ جسے تقسیم کر دیے مہ حضرت امیر المومنین تمام چھبیس آدمی تھے اور ایک ہی
آپ نے صبح کو بعد نماز اور وظیفہ کے اپنا حصہ طلب فرمایا اور اس میں سے
ایک روٹی اور کچھ سامان کھایا اس وقت خدا بخش نام حضرت کا ساربان
کہیں چلا گیا تھا چارہ لانے کو جاتا تھا آپ نے روٹی اور باقی سامان اس کے
حوالہ کیا بعدہ آپ نواب صاحب مرحوم کے دربار میں تشریف لے گئے اور میں
وہاں سے حاجی زین العابدین خاں صاحب کے پاس اس رات کے حال
کو کہنے گیا حاجی صاحب ممدوح اس وقت گھوڑوں کو راتب کھلا رہے
تھے یہ خبر سنتے ہی شکر الٰہی ادا کیا اور کہا کہ حضرت اس وقت کہاں
ہیں میں نے عرض کی کہ دربار کو تشریف لے گئے ہیں وہ کہنے لگے کہ تم تمعان
میرے چلو میں بھی پیچھے سے آتا ہوں میں وہاں سے دیر سے پھرا یا اتفاقاً اسی
وقت اللہ نور شاہ مغفور نے مولوی محمد حسن صاحب مرحوم سے رات کا
حال بیان کیا اُن کو سنکر تعجب ہوا کہ جناب سید صاحب کے ہم نے
اکثر وقائع سنے مگر یہ سب سے بڑھکر ہوا اس اثناء میں

حضرت امام المجاہدین بھی دربار سے اُنہیں کے ڈیرے پر تشریف لائے
مولوی صاحب ممدوح نے پوچھا حضرت یہ شب کو کیونکر حال گزرا آپ نے
میرا نام لیا کہ یہ حال دین محمد کو مفصل معلوم ہے اُن سے دریافت کرو
مولوی صاحب ممدوح نے مجھکو بلاکر پوچھا میں نے وہ سارا قصہ حسبطور گذرا
روبرو اُن کے عرض کیا پھر حضرت امام المجاہدین نے مولوی صاحب موصوف
سے کہا کہ اسی طور ایک بار اور بھی ایسا ہی حال گزرا کہ ایک طباق
حلوا گرما گرم نہایت نفیس اللہ تعالےٰ نے اپنی عنایت سے غائب
سے بھیجا اور کئی آدمیوں نے کھایا یہ اس حلوے کا مذکور سے جو آگے
بطور ہو چکا ہے ایک بار لشکر جرار نواب نامدار دولت مدار کا طرف
سیدگڑھ کے جاتا تھا میں ایک راہوار باد رفتار پر سوار تھا میرے پاؤں میں
ایک ملیں سا زخم دنبالہ دار ہو تھا مگر مجھکو خبر نہ تھی دفعتہ اس میں سے ایک رشتہ
سا آپ ہی آپ مقدار نیم بالشت کے باہر نکل آیا میں کبھی نارو سے واقف
نہ تھا دیکھا تو جانا کہ خدا معلوم یہ کیا بلا ہے بے تامل چٹکی سے کھینچ لیا وہ ٹوٹ گیا

شام کو جہاں مقام کیا پیر ورم کر گیا اور نہایت سخت درد شروع ہوا لوگوں
نے پوچھا یہ کیا حال ہے میں نے بیان کیا وہ کہنے لگے یہ تو نارو تیار ہوا چاہئے
اب کیا فساد کرے جو کو یہ حال پیر ملال میں نے حضرت سید المجاہدین سے ذکر
کیا آپنے اس زخم پر اپنا لب مبارک لگا کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے نکلا تھا
اور اسی کے حکم سے دفع ہوگا انشاء اللہ تعالے الرحمن چار یا پانچ روز میں
وہ زخم چنگا ہو گیا نہ ورم باقی رہا نہ درد یہ قصہ یادل خان خانزادے نے
دیرے میں ایک سپاہی تے سنا وہ بہی بہت روزوں سے اسی بلا میں مبتلا
تہا حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا آپنے فرمایا کہ اگر تم سب
برے کاموں سے توبہ کرو اور پانچوں وقت کی نماز پڑھنے کا اقرار کرو
تو میں اپنے شافی مطلق اور معبود برحق سے دعا کروں وہ اپنی عنایت
سے نہایت سے شفا بخشے وہ سپاہی بیچارہ مصیبت کا مارا اسی دم تمام
افعال شنیعہ سے تائب ہوا اور ادائے نماز پنجگانہ کا اقرار کیا آپ نے
اسی طور اس کے زخم پر بہی لب مبارک لگا دیا اور اسی طرح فرمایا

اور کہا جو کچھ دوا اسپر لگائی ہے دور کر اللہ تعالیٰ نے شفا دیگا حکمت الہی
سے کئی روز میں وہ بھی چنگا ہو گیا یہ خبر لشکر میں مشہور ہوئی ان دنوں
لشکر میں کئی آدمیوں کے نارو نکلا تہا جو آپکے پاس آتا اسکے زخم پر
اپنا لب مبارک لگادیتے اور فاسقوں نے نمازیوں سے وہی اقرار لیتے
دو چار روز میں فضل الہی سے چنگا ہو جاتا تہا ایک پانساری مدار بخش نام
رہنے والا ہیولا کنکری کا لشکر ظفر پیکر میں نور الجمال خان مغفور کے تہا
حضرت امام المجاہدین کے بیان اسکا دوکان سے گہوڑوں کا مصالحہ وغیرہ
آتا تہا اکثر لوگ حضرت امام المجاہدین ممدوح پر فتوح کے جو اسکی
دوکان پیر سودا خریدنے جاتے اسکی زبانی وہ تین وقائع جیسے نارو
کا چنگا ہونا یا روٹیوں کے خوانوں اور حلوے کے طباق وغیرہ جناب
امام المجاہدین کی کرامات سے سنے اسکو تمنا ہوئی کہ میں بہی اپنے
واسطے حضرت سے دعا کراؤں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو فراغت دیوے ایک
روز حضرت کے پاس آیا آپنے پوچھا تم کون ہو اس نے عرض کی

کہ میں آپ کا پنساری ہوں حضرت کے یہاں میری دوکان سے گھوڑوں کا مسالہ
وغیرہ آتا ہے آپ نے فرمایا کہ دستورت آنیکا کیا سبب ہے اس نے عرض کی کہ حضرت
میں بہت تنگ حال رہتا ہوں گھر میں خرچ زیادہ آمد کم دوکان میں کچھ خیر و برکت
معلوم نہیں ہوتی یہ آرزو ہے کہ حضرت کچھ میرے حق میں دعا کریں اللہ تعالے
مجھ پر اپنا فضل کرے آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے اور کہاں رہتے ہو
اس نے عرض کی نام میرا مدار بخش ہے لال کرتی میں گھر ہے آپ نے فرمایا جو
ہم تم سے کہیں اس کو مانو تو ہم اپنے اللہ تعالے سے دعا کریں اس نے کہا
آپ جو ارشاد کریں گے بلا عذر قبول کروں گا آپ نے اپنا نام اللہ بخش رکھو
اور سب برے کاموں سے تائب ہو جاؤ پانچوں وقت نماز پڑھو جھوٹ نہ بولو
دغا فریب جان بوجھ کر نہ کرو اپنا مال کسی کو کم نہ دو اور کسی غیر کا زیادہ نہ لو
اس نے عرض کی کہ یہ سب میں نے مانا انشا اللہ تعالٰے کسی امر میں کبھی قصور
نہ ہوگا آپنے فرمایا اب جاؤ اللہ تعالے اپنا فضل کریگا تمہاری دوکان
میں برکت ہوگی وہ اپنی دوکان پر گیا عنایت الہٰی سے اُسے ترقی ہونا

شروع ہوئی اول تو اس کے پاس تین چار بیل لا دنے اور ایک چھوٹا سا
پال سایہ کرنے کو تھا قریبا دو سال کے عرصہ میں حضرت کی دعا سے
نو دس بیل اور چار اونٹ اور چھ سات نوکر چاکر اور بڑا سا پال
ہوا ایک روز حضرت امیر المومنین کے پاس آکر التماس کی کہ اللہ تعالے
نے آپکی دعا سے ~~[illegible]~~ مجھکو سب کچھ دیا اب
میرا یہ آرزو ہے کہ جو کچھ دوا و مصالح وغیرہ حضرت کی سرکار میں
درکار ہو ہمیشہ نے دامون میری دکان سے آیا کرے آپ نے
فرمایا یہ ہرگز نہ ہوگا اُس نے اس بات میں بہت مبالغہ کیا آپ
نے کسی طور نہ مانا اور اپنے آدمیوں سے فرمایا کہ خبردار جو چیز انکے
یہاں سے آوے کبھی نے قیمت نہ لینا فقط

زمین ریگستان ناندوڑ وار کی مشہور ہے کہ ستر اسی ہاتھ تک کنواں کھودا جاوے
تب کہیں پانی نکلتا ہے ایک بار نواب مستطاب مغفور مرحوم نے
ایک لشکر بہ ملک ناندوڑ وار کے لشکر کشی کا زور لگا سے جو کہ میں

اُسکی گرمی سے دور تھے اُن میں خوک ملوکر ڈلوا دئے اور جو نزدیک پہنچے

اُن میں زہر ملوادیا القصہ فوج ظفر موج نواب ممدوح پر فتوح کی

وہاں پہنچی مقام کا حکم ہوا مخبروں نے خبر دی کہ کنووں میں خوک پڑے ہیں

یہ حال سنکر حضور پر نور نے فرمایا کہ آگے چلکر قریب کنوے کے ڈیرا کرو

وہاں تک نوبت اثر مانند مور وملخ کے پہنچا دیکھا ہر کنوے میں کچھ پانی

کے واسطے موذی کے بہرا ہے یہ حال لوگوں نے نواب صاحب شعور سے

عرض کیا سنکر عالم حیرت میں رہ گئے کہ الہی کیا تدبیر کریں اب اردو

یہ تمام ہلاک ہوے اگر پیویں یا نہ پیویں بہت لوگ جا بجا دوڑائے

کہ پانی کا سراغ لاویں حضرت امام المجاہدین نے لوگوں کو نہایت مضطرو

بیقرار دیکھا کہ مارے پیاس کے نیم جان ہو رہے ہیں آپنے جناب الہی میں

دعا کی کہ خداوندا اپنی مخلوق کو پانی دے اگرچہ یہاں پانی دور ہے

پر تیرے لئے دور و نزدیک سب برابر ہے جناب الہی سے الہام ہوا

کہ دعا تیری مستجاب ہوئی اُن گڑھوں کے کنارے کوئیں کہودے جاویں

۴۲ لشکر کے میں بڑی بڑی گڑھے گدے جن ایک گڑھے کا پانی پیا اسکی جگہ تالاب ہوا

پانی کمتی گیا آپ نے نواب صاحب مغفور سے کہا کہ جلد بیلداروں کو حکم ہو کہ یہاں
باؤلی کنوؤں کے کنارے کوئیں کھود دیں حضور پرنور نے کہا کہ حضرت بیلدار
کہاں تک کھود دیں یہاں ستر اسی ہاتھ سے کم کوئی نہیں ہوتا آپ نے فرمایا
کہ خدا کے حضور نزدیک و دور سب برابر ہے آخرش نواب صاحب
ممدوح نے فرمایا تمام لشکر کے بیلدار موجود ہوئے اور کھودنے لگے قدرت
الہی سے ہر جگہ چار پانچ ہاتھ کے نیچے وہ آب لطیف خوشگوار نکلا کہ
زبان بیان خوبی اسکی سے قاصر ہے تمام لشکر دل کھاکے سیراب ہوا
اور وہیں مقام کیا حاکم قلعہ نے اپنے جاسوسوں کو بھیجا کہ دیکھو لشکر والے
پانی کہاں سے پیتے ہیں آکر دیکھا اور حاکم مذکور جاکر عرض کیا کہ ایسا
حال ہے اسکو باور نہ ہوا۔ اور کئی معتبر آدمی بھیجے انھوں نے بھی اسی
طرح جاکر دیا حاکم مذکور کو سنکر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ نواب
صاحب سے لڑائی میں کون جیتے گا ان کے تو گنگا جمنا قدموں تلے
بہتی ہے القصہ قریب ایک مہینہ کے تمام لشکر نے وہاں مقام کیا

اور پانی اُس کنوئیں کا پیا پیر خاں قائم جلو نے نواب نامدار دولت مدار سے

مصالحت کری اور کچھ روپیہ دیکر با خوشی رخصت کیا راوی کہتا ہے

کہ یہ قصہ جناب امیر المومنین سید المجاہدین قدس سرہ کی بار تعبیہ

رائے بریلی میں حضرت مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اسمعیل سے ہم نے سنے

بیان فرماتے سنے فقط   حضرت سید المجاہدین علیہ الرحمۃ ایک گھوڑا

مشہد سایہ رانو دو سو روپیہ کا خرید لیا بعد دیکھنے معلوم ہوا کہ اسوار

اور تیز گام موافق قیمت نہیں ہے نواب فتح علی خاں اور رستم علی خاں

اور غلام حیدر خاں وغیرہ دوستوں آشناؤں نے کہا کہ حضرت گھوڑا

تو آپ نے لیا مگر کچھ ہے آپکی سواری کے قابل نہیں یہاں لشکر میں دوڑ

دھوپ کے دن سے گھوڑا چاہیے کہ وہ برداشت کر سکے خیر ہوا سو ہوا اب

اور کوئی گھوڑا خوش قدم تیز رو لیجیے اور اُس کے ساتھ اسکو بھی

رکھیے لشکر میں ایک گھوڑا زبردست خاں سوار کے پاس تھا وہ سید صاحب

حضرت سید المجاہدین کو دکھلائے کہ سات سو روپیہ مول اُس کا ٹھہرا مگر وہ زر قیمت

لنگ ناگہاں تھا اور حضرت سید العابدین جیتے جیتے کا وعدہ کرتے تھے القصہ دو دن کے

وہ سب صاحب نواب فتح علی خان کے ڈیرے پر آئے اور حضرت سے ازراہ

تسلی کہنے لگے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اور کوئی اچھا گھوڑا آپ کے واسطے تلاش کریں گے

حضرت نے فرمایا کہ بھائیو کچھ ضرورت نہیں ہم اپنے اسی گھوڑے کے واسطے اللہ

تعالیٰ سے دعا کریں گے اس کو وہ اپنے فضل سے صحت و عافیت کر دیگا اس کے

نزدیک کچھ دور نہیں چاہے سست کو چست کر دے اور چست کو سست اور اسی

مجلس میں فرمایا کہ بھائیو میں اپنے اللہ تعالیٰ سے اپنے گھوڑے کے حق میں دعا

کرتا ہوں تم سب ملکر آمین کہو سب لوگ موافق ارشاد کے عمل میں لائے

قدرت الٰہی سے روز بروز گھوڑے کا حال اچھا ہونے لگا آپ نے اس کے واسطے

دودھ شکر لیا اور سیدے سے شروع کر دیا اڑھائی سیر تک پہنچایا اس عرصہ میں

ان ایام نیک فرجام میں ایک روز حضرت سید العابدین اور نواب فتح علی خان

اور رستم علی خان اور غلام حیدر خان اپنے لشکر سے نکلکر ایک طرف سیر کو گئے

کئی کوس چلے گئے ناگہاں دور سے نمودار ہوئے اور انکی طرف آنیکا قصد کیا

انکو تشویش کہ خدا خیر کرے کس آفت ناگہانی میں گرفتار ہوئے تینوں صاحبوں
نے عرض کی کہ حضرت آپ اپنے گھوڑے کو ہمارے پیچھے رکھیں کہ یہ کمزور ہے
آپنے فرمایا کہ بھائی تم میں بھی تمہارے ہمراہ برابر چلونگا اور چپکے کچھ گھوڑے
کے کان میں کہدیا بقدرت الہی سے وہ گھوڑا اسی دم فوراً مانند برق کے
اوچھل کود میں چست و چالاک سا ہو گیا اور تینوں گھوڑوں کے آگے چلنے لگا
الغرض وہ غول کفار نا ہنجار کا بندوقیں سر کرتے ہوئے دور دور سے اور طرف
چلا گیا نزدیک نہ آیا یہ چاروں صاحب شکر خدا کرتے ہوئے اپنے لشکر میں
تشریف لائے جبکہ تینوں صاحبوں نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کا گھوڑا جیسا کہ
ہے سب کو معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں مگر آپنے کچھ خدا جانے اسکے کان
میں چپکے کیا کہدیا تھا کہ اسی دم برق وار باد رفتار ہو گیا آپنے فرمایا کہ
بھائی کیوں میں نے تو اس کے کان میں اللہ تعالے کا نام سنا دیا اور تو کچھ نہیں
کہا یہ سب اسی نام پاک کی برکت ہے اور ایک دوسری کرامت یہ ظہور میں
آئی اُن روزوں موسم برشگال کا تھا ایک دن دریا اتفاقاً برا کہ

مینہ بہت برسا تو وہ روٹی نہ پکا سکا مگر دال ساتھ پکانے کو رخصت ہو چلی
تھیں صاحبوں نے بازار سے کچھ ساتھ وغیرہ منگوا کر کہا کہ یہاں آدمی یوں
ہی رہے اتنے میں حضرت سید المجاہدین باہر سے تشریف لائے اور پوچھا
کہ روٹی سب نے کھائی لوگوں نے عرض کی کہ یہاں بعضوں نے روٹی کھائی
مگر اور سب شام میں ساتھ نہیں پکا رہے گھوڑے کا آدھا سیر دودھ
روز مقرر تھا ایک شخص میر جان علی نام بھیوڑی کا رہنے والا آپ کے
گھوڑے کا سائیس تھا اس سے پوچھا کہ گھوڑے کا راتب دودھ آیا ہے
یا نہیں اس نے کہا ہاں آیا ہے فرمایا شمار کرو لوگ کتنے ہیں
گنا تو تیس پینتیس آدمی نکلے فرمایا تھوڑا تھوڑا دودھ فی نفر پاؤ سیر یا
سوا پاؤ دیا جاوے تو تمام ہو جاوے لیکن گھوڑے کو کیا پلاؤں آپ نے
فرمایا کہ دودھ سب یہاں لاؤ اللہ تعالی برکت عنایت کرے گا وہ سائیس
خدا کو خفا ہو کر وہ برتن اٹھا لایا آپ نے فرمایا کہ تم لگن لاکر تھیلی دھار
سے تھوڑا تھوڑا گھوڑے کو پلاتے جاؤ اور میں ایک ایک کٹورا لوگوں کو دیتا جاؤں۔

جو آپنے فرمایا وہ عمل میں لایا اور آپ ایک کٹورا بھر بھر کر لوگوں کو دینے لگے
یہاں تک کہ عنایت الٰہی سے سب لوگوں کو دودھ پہنچ گیا اور گھوڑے نے مورا
رانچ پیا اور قریب سیر بھر کے برتن میں اور قریب آدھ سیر کے لگن میں بچ رہا
اس سائیس مذکور نے عرض کی حضرت آج گھوڑے کو کسی کی ٹوکی لگ گئی اس نے کچھ
دودھ نہیں پیا آپ نے فرمایا یہ کیونکر معلوم ہوا اس نے عرض کی کہ آدھ سیر دو
میں کٹورہ کٹورہ سبکو دیا گیا اور برتن اور لگن میں قریب ڈیڑھ سیر کے موجود
پھر گھوڑے نے کیا پیا آپ نے کہا وقت پلانے کے گھوڑے کی حلق میں سے
غٹ غٹ کی آواز کیسے آتی تھی اگر بچا یہ تھا تو کیا کرتا تھا اس نے کہا
معلوم تو ہے آپنے فرمایا کہ پہلا کٹورہ کا اندازہ کرو اس میں کتنا دودھ
آتا ہوگا آخر کو سبنے ملکر ڈیڑھ پاؤ کا تخمینہ کیا آپنے فرمایا حساب تو کرو
سب کتنا ہوا اس نے کہا اس حساب سے قریب بارہ سیر کے ہوتا ہے
آپ نے فرمایا دودھ تو آٹھ سیر تھا یہ چار سیر سوا کہاں سے آیا اس نے
کہا میں نہیں جانتا یہ کیا بھید ہے آپنے فرمایا کہ فجر کو کٹورہ کو برابر ملوانا

تو آخر شش بلوایا تو وہی ڈیڑھ پاؤ نکلا سب کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت کی کرامت
ہے آخر الامر چند روز میں اُس لنگوٹے کی چالاکی اور چابکی لوگوں میں مشہور
ہوئی قدم اسکا خوب نکلا کہ وہ تو دو قدموں چلیا تھا اور گھوڑے لشکر کے دوڑتے
تو بھی اُسکو نہ پہنچتے تھے راوی اخبار راست گفتار کہتا ہے کہ میں نے
یہ تمام حال اپنی آنکھوں دیکھا ایک روز حضرت امیر المومنین سید العابدین
در بعض آثار نواب نامدار دولت مدار سے اپنے مکان ہدایت نشان
کو آتے تھے آپکے ڈیرے کے پاس سید عبد الرزاق کا ڈیرہ تھا وہاں تشریف
ارزانی فرمائی اور سید ممدوح سے پوچھا کہ بھائی صاحب اس وقت آپ
کے یہاں کچھ کھانا موجود ہے اُنہوں نے کہا دال تو پکی ہے ایک ساعت توقف
فرمائے روٹیاں بھی پک جاوینگی تو حاضر کروں آپ نے اُسی دم بسبب فرط اشتہا
کے اُن کے باورچیخانہ میں جا کر ایک ماشوں سے فقط دال ہی چمچہ سات چمچ
دیگچی سے نکال نکال تناول فرمائے اور چمچہ اُسی دیگچی میں دھر دیا اور فرمایا کہ ہم تو
سیر ہوئے کہا بھائی اب روٹی کی حاجت نہیں اور اپنے ڈیرے مبارک میں

تشریف لائے جب سید ممدوح کے باورچی خانہ میں روٹیاں پک چکیں سب آدمی
اُس ڈیرے سے دال رکابیوں میں نکالکر روٹی کھانے لگے دال دیگچی سے
کم نہ ہوئی تھی بیان ہے کہ قریب اُن کے اکثر بالشتوں کے سادات
کے ڈیرے تھے ایک ایک رکابی میں دال اُن کے یہاں بھجوادی تو بھی
دیگچی کا وہی حال تھا مخدوم بخش نام ایک شخص جو روٹیاں پکاتا تھا
اس دیگچی کو ایک رکابی میں اوندھا کر دال نکالنے لگا دیگچی خالی ہوگئی
نہیں لوٹا جاتا اس دیگچی سے تبھی دال نکلتی ایک روز بعد عصر تند
آندھی چلنا شروع ہوئی عشاء تک اسکا جوش و خروش رہا
اکثر خیمے ٹوٹ گئے گر گئے یہاں تک کہ بارہ حضور کے خیمے اکھڑ
گئے اور چراغ گل ہوگئے مگر حضرت سید المجاہدین کا خیمہ ثابت
رہا اور چراغ بھی جلا کیا جب طغیانی باد تند کی فرو ہوئی اس خیمہ
کے قریب بقر محمد خان آفریدی جمعدار کا ڈیرہ تھا خان کا ڈیرہ تھا
خان موصوف حضرت سید المجاہدین کی خدمت میں آکر حاضر ہوئے

اور عرض کی کہ حضرت بڑا تعجب ہے کہ اس زور شور سے آندھی آئی کہ سب لوگ
واقف ہیں حاجت بیان کی نہیں آپ کا چراغ کیونکر روشن رہا اور خیمہ
بھی نہ اڑا یہ کیا سبب ہے آپ سنکر چپ رہے کچھ جواب نہ دیا جب
کئی بار انہوں نے اسکی تکرار کی تب آپ نے فرمایا کہ خان بھائی یہ
قدرت الٰہی ہے اللہ تعالیٰ جسکا چراغ چاہے روشن رکھے اس کو کون گل
کر سکے یہ بات سنکر خان موصوف خاموش ہو رہے اور اپنے ڈیرے میں تشریف
لیگئے صبح کو ذکر پھر اس بات کا چرچا شروع کیا آپنے فرمایا کہ خان بھائی
اصل بات تو یہ ہے جب آندھی چلنی شروع ہوئی تب یہ حال پر ملال
خیال کر کے جناب لایزال ایزد متعال ایکبارگی گریہ و زاری کرنے لگا
کہ الٰہی اس آفت جانکاہ سے اپنے عاجز و ناچار بندوں کو پناہ دے
سوا تیرے اسوقت کوئی معاون و مددگار نہیں جناب الٰہی سے مجکو الہام
ہوا کہ دعا تیری مستجاب ہوئی تیرا ڈیرہ مع چراغ ہم بچا لینگے سو ویسا ہی
ہوا خان بھائی یہ صدمہ بھاری تھا اللہ تعالیٰ نے سب لشکر کو بچا لیا

میں تو خدا جانے کیا ہوتا شکر ہے اس پروردگار کا جو لشکر کے نقطہ ڈیرہ دون
جیمون پیر یہ صدمہ ہوا قصبہ شیرگڑھ میں فقیر محمد خاں آفریدی کا ملاحظہ دار رجب
نواب مستطاب معلی القاب سے اپنے وطن جانے کو رخصت طلب ہو دو چھوکر یار
خردسال یا حبال ان کے پاس تھیں ایک کا نام جیونی دوسری کا نام عام
تھا حضرت امیر المومنین سید المجاہدین انکو دیکھکر فرمانے لگے کہ فقیر محمد خان بیا
یہ دونوں چھوکریاں ان شاء اللہ تعالیٰ بڑی نیکبخت ہونگی خان ممدوح نے
عرض کی کہ حضرت آپ ان کے حق میں دعا کیجیے اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے
آپ کو یہ حال کیونکر معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ خیر تم آپ ہی انکو دیکھ
لوگے ایک ان میں بڑی مالدار دوسری دین میں ہوشیار رہے تب حضرت
سید المجاہدین نے فرمایا کہ میرے دو چھوکرے ہیں ایک کا نام غلام غوث
دوسرے کا کریم بخش ہے سو انکو بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ وہاں سید
محمد بخش صاحب کو سپرد کر دینا خان ممدوح نے کہا بہت خوب لیتا جاؤنگا

راوی اخبار راست گفتار کہتا ہے کہ جب خان موصوف بر سفر تیار ہوئے
تب حضرت سید العابدین امیر المومنین نے فرمایا کہ ہمارے دونوں چھوکروں
کو اور خان صاحب کی دونوں چھوکریوں کو دو اونٹوں پر پلنگ باندھ
کر سوار کر دو میں رکھیں دم میں رفیق وہاں واجب الاذعان حضرت کے
ان کو سوار کر دیا اور خان صاحب موصوف کو کہیں دور رخصت کر
آیا آخر الامر جب خان مذکور بخیر و عافیت بلدہ لکھنؤ میں داخل ہوئے
وہاں سید محمد اکمل ممدوح کو بلا کر وہ دونوں چھوکرے سپرد کر دئے
سید صاحب ممدوح نے پوچھا یہ دونوں چھوکرے کس کے ہیں خان موصوف
نے اپنی طرف اشارہ کیا سید صاحب ممدوح وہاں سے اپنے مکان
تشریف لے گئے کچھ عرصہ دستمرد کر کے دیا لے پھر خان صاحب کے پاس
آئے اور کہا کہ فقیر محمد خان بھائی ہمارے غیر سرفراز جو سید محمد حسن ہیں
کچھ مدت سے رنا کو جنون سا ہو گیا ہے اپنی برادری میں ان کو واسطے

کوئی لڑکی تو ملنا مشکل معلوم ہوتا ہے اگر تم اپنی دونوں چھوکریوں سے ایک
کو عنایت کرو تو ان کا گھر آباد ہو جائے خان صاحب نے خوش ہو کر کہا
کہ حضرت دونو آپ ہی کی ہیں جسکو چاہو لیجاؤ سید صاحب موصوف
نے عاشورن کو پسند کر کے لیگئے چند روز کے بعد اسکا نکاح سید محمد حسن
موصوف سے کر دیا چند روز میں بڑی دیندار اور پارسا و پرہیزگار ہوئی
اور اس دوسری چھوکری کو خان صاحب موصوف اپنی خدمت میں لائے
وہ مال و دولت سے کامگار ہوئی جب اس لشکر ظفر پیکر سے حضرت
سید المجاہدین اپنے دولتخانہ ہدایت آشیانہ کو قصبہ رائے بریلی میں تشریف
لائے ایک روز مولانا عبد الحئی اور مولانا محمد اسمعیل اور مولوی وحید الدین
اور حافظ قطب الدین اور حضرت شاہ ابو سعید خلیفہ شاہ غلام علی صاحب
کے اور علاوہ ان کے بہت صاحب جمع تھے کسی نے سید محمد حسن موصوف
کی طرف اشارہ کر کے حضرت سید المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت
یہ آپ کے عزیزوں میں ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں ہمارے ناموں ہیں پوچھا

کہ ان کا یہ حال کب سے ہوا آپ نے فرمایا چند سال سے آپ کا

یہ طور ہو گیا ہے اور اسی بات پر آپنے مولانا عبدالحئی سے مخاطب

ہوکر فرمایا کہ مولانا ایک عجیب حال ہوا کہ ایک روز شیر گڑھ میں

فقیر محمد خاں صاحب کے ہاں ایسا دو چوکر یاں پیش جن میں سے ایک ایک سید

محمد حسن کے گھر میں ہے اور دوسری فقیر محمد خاں صاحب کے یہاں ہے

ان کو دیکھ کر میں نے کہا تھا کہ انشاء اللہ تعالے یہ دونو نیکبخت ہونگی

سو ویسا ہی عنایت الہی سے ظہور میں آیا حضرت شاہ ابو سعید صاحب

نے پوچھا کہ حضرت آپکو ان کا نیکبخت ہونا کیونکر معلوم ہوا آپ نے

فرمایا اللہ تعالے نے مجکو الہام کیا اور علاوہ اسکے کبھی اللہ تعالے

اپنے فضل سے یہ بھی خبر کر دیتا ہے کہ آدمی موجود نہیں ہوتا اُس کا جوتہ

دیکھ کر میں بتا دیتا ہوں کہ جس کا یہ جوتا ہے وہ آدمی ایسا صالح یا

مفسد ہے شاہ صاحب ممدوح نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں اللہ تعالے

اپنے مقبول بندوں کو کبھی کبھی ایسی ایسی باتوں سے نیک آگاہ کر دیتا ہے

شیخ محمد شفیع جو لشکر ظفر پیکر کے ہاتھی کا نشان بردار تھا ایک روز اس نے
حضرت سید المجاہدین کی ضیافت کی آپ حضرت سید ظہور احمد نگرامی
اور ان کے بھائی سید عبد الرزاق اور شیخ محمد عارف کرنالی اور شیخ محمد
رشید آبادی وغیرہ قریب چودہ پندرہ آدمی لیکر ضیافت کھانے
تشریف لیگئے۔ بعد تناول طعام کے صاحب دعوت نے آپکی خدمت میں
عرض کی کہ حضرت میں روپے پیسے سے تنگ حال اور شکستہ حال ہوں ح
ہر روز ہفتہ خرچ دینے کا وعدہ فرماتے ہیں مگر کبھی ایک پیسہ بطور
نہیں آیا آپ اس میں کچھ للّٰہ فی اللہ کوشش کیجئے شاید آپ کے دست
سے کچھ مل جاوے آپنے فرمایا کہ بھائی صاحب ہاتھی کا جو راتب سرکار سے
مقرر ہے اس کی بخوبی حفاظت کیا کرو کوئی اس میں دست اندازی
کرنے نہ پاوے اللہ تعالیٰ تمکو فراغت عنایت فرماویگا بعد اس کے
دہقان فلاں میلیان اس بات کا شکوہ آپ سے کیا کہ میں اس بلا میں
مبتلا ہوں آپنے اس سے فرمایا کہ تم اس بات سے توبہ کرو کہ جو کچھ تمہیں

ہاتھی راتب سے مقرر ہے اسکے سوا اسکے راتب سے ایک پیسہ بھر کوئی
شخص نہ لینے پاوے تم کو بھی اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ خوش رکھیگا
بعد اسکے وہاں سے اپنے ڈیرے پر تشریف لائے ایک روز کئی رفیقوں کے
ساتھ بیٹھے تھے اُن میں شیخ محمد موصوف بھی تھے اُنکی طرف مخاطب ہوکر
فرمانے لگے کہ شیخ صاحب اس روز جو ہم تم شیخ محمد عبد السمیع صاحب کے
یہاں دعوت کھانے کو گئے تھے اُنھوں نے جو اپنی تنگ حالی بیان کی
جس کا جواب با صواب ہم نے دیا اور تدبیر اسکی بتائی اس کا
سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو چند روز اس سے پہلے الہام کیا
تھا کہ یہ ہاتھی بھوکا رہتا ہے تو اس سے کہدے کہ خدا سے ڈرو اور
اسکے راتب کی محافظت کرو ورنہ تمہاری بڑی خرابی ہوگی میں نے
باب باری میں عرض کی کہ میں جو اس طرح ان سے کہوں گا تو انکو
معلوم ہوگا اور میرا کہنا نہ مانیں گے تو ہی کوئی سبب ایسا کردے کہ
وہ یہ پیام ناخوشی بقبول کرلیں سو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب نے خود یہ سبب پیدا کردیا

کہ انہوں نے گھر بلا کر میری دعوت کی اس واسطے میں نے اُنسے جو کہنا تہا کہدیا آخرالامر

چند روز کے بعد لشکر کشی نواب مستطاب معلی القاب کی ریاست جلیپور پر ہوئی

وہاں بیس بائیس روز تک مورچہ بندی رہا آخر کو حاکم جے پور سے خاطر خواہ کر کے طرف

ریاست جودہ پور کے روانہ ہوئے اثنائے راہ میں شیخ موصوف نے حضرت

امیر المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت ہمکو سرکار دولتمدار سے ابتک

کچہہ حاصل نہ ہوا آپنے فرمایا انشاءاللہ تعالے عنقریب تمہاری مراد پوری ہونے

والی ہے خاطر جمع رکہو آخرالامر جب نواب نامدار جودہ پور مذکور پہنچے وہاں

کا جو مدارالمہام تہا ناشتہ اندر اج نام اُسکو مارا اور وہاں کے رئیس خلیت سے

معاملہ کیا اور اپنے مستحقوں کو بخوبی انعام تقسیم کیا اس میں شیخ موصوف کو بارہ سو

روپئے نقد اور سوا اسکے سیلہ مندیل اور دوشالہ اور رومال بہی پایا اور پانسو

روپیہ نقد اور ایک سیلہ مندیل خلیل بن نے پایا اور ابندہ کو انعام کا اقرار کیا

پہر خداجانے ملا یا نہ ملا ایک روز حضرت سید المجاہدین ہمراہ فوج ظفر موج

نواب مستطاب کے سیر و سفر کرتے ہوئے چلے جاتے تہے وہاں ایک جگہ ہرن کرنے

مقام کیا راوی اخبار راست گفتار کہتا ہے کہ حضرت سید العابدین نے مجکو
اور شیخ محمد عارف کرنالی اور شیخ محمد ناصر نصیرآبادی اور سید عبدالرزاق
نگرامنوں اور حاجی زین العابدین خاں رامپوری کو ہمراہ لیکر شہر کے ایک
طرف دور نکل گئے وہاں مقام شہدا تھا اس میں جا کر بیٹھے اور دیر تک
مراقبہ کیا جب فارغ ہوئے ہم لوگوں سے کچھ فضائل شہدا بیان کرنے
لگے ہم سب خاموش ہو کر سنا کئے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو میں نے تم
سے یہ ذکر کس واسطے کیا سبنے عرض کی کہ ہمکو اسکا حال معلوم نہیں آپنے فرمایا
قریب ڈھائی سو برس کے گذرے کہ یہاں کچھ شہدا مدفون ہیں سو میں نے یہاں
مراقبہ کیا حال ان صاحبوں کا مختلف پایا بسبب بعض اعمال کے کمی کمی کے
مراتب میں نقصان ہے کہ وہ اعمال ان درجوں کے خارج ہو رہے ہیں
سو مجکو الہام الہی ہوا کہ تو فلانے مشہد میں جا کر اُن کے احوال معلوم کر اور اُن
کے حق میں دعا کر تیری دعا کی برکت سے اُن کے نقصان دفع ہو جاوینگے سو
میں اب دعا کرتا ہوں تم سب صاحب آمین کہو پھر آپ دعا میں مشغول ہوے

ہم سب آمین کہتے گئے جب دعا سے فارغ ہوئے فرمایا اللہ تعالےٰ نے میری دعا
مستجاب کی اور نقصان ان کے دور ہوئے اب سب صاحب اپنے اپنے درجے
میں شاد و بامراد ہیں اور فرمایا کہ ایک روز قصبہ راے بریلی میں مجکو جناب الٰہی سے
الہام ہوا کہ تو یہاں سے نواب نامدار امیر الدولہ بہادر کے لشکر میں جا اور
وہاں کی خدمت ہم نے تجکو دی کہ وہاں ہمکو بعض کام تجھ سے اور بھی ہیں یہ
مژدہ غیبی سنکر میں وہاں سے روانہ ہوا چند روز میں آکر ملازمت نواب صاحب
ممدوح کی حاصل کی اور لشکر ظفر پیکر میں رہنے لگا پھر ایک روز الہام ہوا کہ وہ
جو پہلے ہم نے فرمایا تھا کہ ہم کو تجھ سے کچھ کام لینے ہیں سو ان میں سے ایک
یہ ہے کہ اس ملک میں ایک مستہد ہے وہاں تجھ سے دعا کرا دینگے ہم نے تیری
ہی دعا پر موقوف رکھا ہے آخر یہاں آنے کا سبب یہ ہے فقط
ایک روز دو شخص حضرت سید المجاہدین کا ڈیرہ پوچھتے ہوئے لشکر ظفر پیکر میں
آئے ایک میرٹھ کے قاضی تھے ان کا نام اللہ بخش تھا دوسرے ناگور کے قاضی
تھے ان کا نام خدا بخش تھا دونوں صاحبوں کو حضرت امیر المومنین نے

مولوی محمد حسن صاحب کے ڈیرے میں اُتارا اور کچھ اُن کے کھانے کو نواب دولتمدار کی سرکار سے مقرر کرا دئے وہ دونوں صاحب وہاں رہنے لگے ایک دن حضرت امیرالمومنین مولوی صاحب کے ڈیرے میں تشریف فرما ہوئے دیکھا تو وہ دونوں صاحب قرآن مجید تلاوت کر رہے ہیں سنا تو نہایت سخت زبان ہندوستان کی ہے کوئی حرف اپنے مخرج سے مطلق ادا نہیں ہوتا آپ نے فرمایا صاحبو تم سے حروف ادا نہیں ہوتے اس طرح غلط پڑھنے سے گناہ ہوتا ہے کسی حافظ یا ناظرہ سے صحیح کر کے پڑھو انہوں نے کہا حضرت ہماری زبان تو اسی طرح کی ہے جیسا کہ آپ نے سنا اور اب ہم کس سے سیکھیں کہ سیکھ جائیں نہ سیکھائیں تب آپ نے سنا اور مولوی صاحب ممدوح سے فرمایا کہ آپ ان کے لیے کوئی حافظ یا ناظر صحیح خوان تلاش کیجئے مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت میں اس میں حتی المقدور کوشش کروں گا مگر آپ بھی تلاش میں رہیں بعد اس گفتگو کے حضرت اپنے ڈیرے میں آئے کئی روز کے بعد آپ نے ان دونوں صاحبوں کا دعوت کی کھچڑی پکوائی تھی سو آپ نے ساتھ ان کو کھلا دیا

اور بعد کھانے کے فرمایا کہ ہم نے تمہاری ضیافت اس لئے کی کہ اللہ تعالیٰ اس
کی برکت سے زبان تمہاری درست کر دے گا اب جس کے پاس جا پہونچو اور
پڑھو الفقعہ آئشہ بوچھتہ کے عرصہ میں اُن دونوں نے قرآن پڑھ لیا اور زبان
بھی درست ہوگئی تب اُنہوں نے حضرت سے کہا کہ اب ہم کو آپ حضور پر نور سے
رخصت کر دیویں ہم اپنے غریب خانہ کو جاویں گے آپنے فرمایا کہ بہت خوب
مگر ایک نصیحت ہماری مانو اور سچ جانو تو اللہ تعالیٰ تمہارا دین و دنیا میں
بھلا کریگا اُنہوں نے کہا آپ جو فرماوینگے بسر و چشم قبول ہے آپنے فرمایا شر
کے اقوال افعال چھوڑ دو یہی نصیحت ہے اُنہوں نے عرض کی کہ حضرت شرک
کیا چیز ہے ہم کو نہیں معلوم تب آپنے تفصیل وار دیر تک سمجھایا اور پھر ان
دونوں کو ایک ایک ٹوپی عنایت فرمائی اور رخصت دلادی وہ اپنے وطن کو
گئے راوی اخبار راست گفتار کہتا ہے کہ بعد مدت مدید اور عرصہ بعید کے
جب حضرت امیر المومنین سید المجاہدین نے مجکو بالاکوٹ سے طرف ہندوستان کے
کسی کام کو بھیجا میں سرلی میں پہونچا ہوا آیا قاضی اللہ بخش صاحب سے ملاقات ہوئی کہا

تو مال و دولت سے بہت خوشحال ہیں میری بہت خاطر داری کی اور کہا کہ میاں
دین محمد یہ سب میرے یہاں مال و دولت حضرت امیر المومنین کی طفیل سے
ہے اور میں نے جبکو وہیں تعلیم کیا اُسکو بھی اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا چنانچہ
کئی صاحبزادگان دیرہ کے بیاں ہم مذہب ہم مشرب ہیں اور ناگور میں قاضی
اللہ بخش کا بھی ایسا ہی حال ہے ایک بار لوہاری سے دو کمانگر
یا چار آدمی اور تین اُن کے ہمراہ تھے حضرت امیر المومنین کے دیرہ
میں آ کے سوالی کے لئے اور بیچ ترکش تیر اُن کے پاس تھے اس وقت
حضرت دربار کو تشریف لے گئے تھے جب وہاں سے آئے کمانگروں سے ملاقات
ہوئی اُن کو بیٹھنے کے قریب مولوی محمد حسن صاحب کے دیرہ میں اُتارا
وہ بہت روز وہاں رہے کچھ سودا اُن کا نہ بکا اور خرچ جو لائے تھے
ختم ہو گیا مولوی صاحب سے اُنہوں نے اپنی تنگ حالی اور سودا نہ بکنے
کا شکوہ کیا مولوی صاحب ممدوح نے یہ حال حضرت امیر المومنین سے کہا
آپ نے فرمایا کہ اُن سے کہو اگر وہ کمان سب کی ذوں سے بشمہر اور ایک ترکش

نیز ہم جسکو کہیں اسکو دیویں تو انشاء اللہ تعالے وا سب اسباب اون کا ایک

جا دیگا سوا اس کے کچھ اور بھی فتوح حاصل ہوگی مولوی صاحب موصوف

نے جاکر اون سے کہا وہ اس پر راضی ہوے مولوی صاحب نے حضرت کو

اطلاع کی آپنے ایک شخص کو بھیجا انہوں نے ایک کمان اور ترکش مع تیر حوالہ

کیا راوی اخبار راست گفتار کہتا ہے خدا جانے وہ کون شخص تھا ہم نے اسکو

نہ اوس کبھی دیکھا اور نہ بعد اس کے کبھی ملاقات ہوئی الغرض بعد کئی دن کے

نواب صاحب حضور پرنور نے حضرت امیر المومنین کے پاس شیدی کا ترکش

اور سید علی محمد منگا رکو بھیجا کہ آپ کے ڈیرے میں جو سوداگر اترے ہیں

ان کا اسباب ہمارے یہاں لاؤ ہم لینگے راوی کہتا ہے مجھ کو حضرت امیر المومنین

مجکو ہمراہ لیکر حضور میں تشریف لیگئے نواب صاحب والا مناقب نے فرمایا کہ اسباب

انکا منگاؤ تب حضرت نے مجکو بھیجا میں نے وہ اسباب وہاں سے لاکر حاضر کیا

حضور پرنور نے ملاحظہ فرمایا اور قیمت پوچھی حضرت امیر المومنین نے کہا ہمکو اسکی

قیمت نہیں معلوم مگر وہ آپس میں ایک ایک کمان اور ترکش تیر کے بیچا کئے ہیں

روتے کہتے تھے یہ نہیں معلوم کہ یہ تبسم املا کی نسبت کہتے تھے یا اونٹوں کی حضور پرنور نے
سب کا اونٹ اور کشتی پروں کو خوب دیکھکر اور دل میں تخمینہ کر کے فرمایا کہ
اُن سے کہو کہ اگر ہزار روپیہ پر راضی ہوں تو ہم یہ سب مال خریدتے ہیں
حضرت نے آکر اُن سے کہا وہ بیچارے راضی خوش ہو گئے کہ اس سے کیا بہتر حضرت
نے جاکر نواب صاحب سے کہا کہ وہ لوگ راضی ہیں تب حضور پرنور نے فرمایا
کہ یہ لوگ بہت روزوں سے ہمارے لشکر میں آئے ہیں اور دیر یاری اٹھائی
پانسو روپے ہماری طرف سے ان کو اور دو الغرض پندرہ سو روپے لے اُن کو ملا نہال
ہو گئے اور حضرت امیر المومنین سے رخصت ہو کر اپنے شہر کو روانہ ہوئے
جب نواب مستطاب مغفور نے دریا ستلج کے پار پر فوج کشی کی اور لشکر
ظفر پیکر قریب سانگھا نیر کے پہنچا اور وہاں ڈیرہ کرنے کا ارادہ کیا
اور فوج نے بسبب فوج مخالف کی سانگھا نیر میں تھی دور سے دیکھا کہ لشکر جرار
نواب نامدار کا آپہنچا نے نامل توپیں سر کرنے لگے اور گولے لشکر میں
آنے لگے سب کو تردد ہوا کہ اب یہاں ڈیرہ کرنے کا موقع نہیں اور پیچھے

ٹھنے کو ہمت تقاضا کرتی ہے آخر الامر وہاں سے آگے بڑھے قریب پہنچنے
کے پہنچے اس وقت وہاں ایک پہاڑی موتی ڈونگری مشہور ہے اس پر ایک
ضرب توپ تیرہ سیری لگی تھی اس کا گولہ آنے لگا لوگوں نے کہا کہ یہ توپ
کسی طور بند ہو تو یہاں ڈیرہ ہو سکتا ہے آخر کار وہاں سے ایک بابو
کا ٹیلہ جو سب سے بلند تھا اس پر دو ضرب توپ لگا دیں اور حضور پرنور
نے خود بعض بعض بیچ توپوں کا پہیہ پھاڑ کر ساتھ توپ مقابل کے کیا اور فرمایا
سر کرو پہلی توپ کا گولہ تو کچھ فرق سے لگا مگر دوسری توپ کا گولہ اس کے
منہ پر لگا توپ چرخ سے گر پڑی لشکر میں شادیانہ بجایا سب نے بافراغت
وہاں ڈیرہ کیا اور نواب صاحب نامدار دولتمدار لشکر جرار لیکر آگے بڑھے
موتی ڈونگری کے قریب ڈیرے ایک نالہ تھا اس میں کئی ہزار کفار ناہنجار
چھپے تھے وہاں سے بھاگ کر موتی ڈونگری کے پاس کھڑے ہوئے اور حضور پرنور
مع لشکر ظفر پیکر نالے پر جا پہنچے اور عمر خان رسالہ دار سے فرمایا کہ تم
اپنا مورچہ اسی نالہ میں کرو دو رسالہ دار ممدوح نے اپنے دل میں پس و پیش کیا

کہ میرے ہمراہ سوار ہیں اور طرف تمارے ہیں تمام پیادے ہیں دیکھا چاہئے
انجام کیونکر ہو اس سبب سے کچھ تدارک کرنے لگے حضرت سید المجاہدین نے
حضور فیض گنجور سے عرض کی کہ مجکو ارشاد عالی ہو تو میں ہمراہ عمر خاں کے
رہوں حضور والا نے فرمایا کہ ہم تمکو اپنے ساتھ رکھیں گے یہاں ہرگز نہ
چھوڑیں گے تب حضرت سید المجاہدین نے عمر خاں رسالہ دار سے کہا کہ صاحب
اس وقت کفار سے مت ڈرو خدا کو یاد کرو کوئی لمحہ میں قریب انشاء اللہ
تعالیٰ تمہاری فتح اور کفار کی شکست ہے اور حضرت نواب والا خطاب نے بھی
رسالہ دار موصوف کو بیش بہا تسلی کی اور فوج پیادوں کی دی اور چند ضرب
توپ عنایت فرمائیں اور مولوی ڈونگری کو داہنے طرف چھوڑکر آگے بڑھے
اس عرصہ میں مخبروں نے خبر دی کہ حاکم سنگہ رسالہ دار راجہ کا قریب تین ہزار
سوار کے ساتھ باغ کو لپیٹ دیے ہوئے پڑا ہے آگے چلکر جو دیکھا تو
سوار رسالہ دار مذکور کے نمودار ہوئے ویسے لشکر کے لوگ گھبرائے کہ مقابلہ
بیڈھب پڑا ہے دیکھا چاہئے کیا ہو اس وقت حضرت سید المجاہدین جناب باری

میں باگریہ وزاری دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے اقرار کیا ہے
کہ جہاں کہیں کوئی سخت مشکل پیش آوے تو دعا کر میں قبول کروں گا الہٰی ہم
اسوقت سخت ناچار دعاجز ہیں سوا تیرے کوئی ہمارا یار و مددگار نہیں ان
کافروں پر ہم کو غالب و منصور کر دیں جناب باری سے الہام ہوا کہ ہم نے
تیری دعا قبول فرمائی تو کئی آدمیوں کو لیکر چل ہم دشمنوں کا منہ پھیر دیویں گے
اس وقت حضرت سید المجاہدین نے حضور پرنور سے کہا کہ میں آگے چلتا ہوں آپ
لشکر کو ہمراہ لئے ہوئے میرے پیچھے پیچھے کچھ فرق سے آویں حضور نے فرمایا
کہ آپ اس وقت تنہا ہرگز نہ جاویں حضرت نے ذرا نہ خیال کیا چھ سواروں سے
آگے بڑھے راوی اخبار صداقت شعار کہتا ہے کہ ان میں سے ایک میں تھا اور
دوسرے سید عبدالرزاق اور تیسرے شیخ محمد عارف اور چوتھے نصرت علی خاں امروہہ
والے اور پانچویں عثمان خاں اور چھٹے قادر بخش دکھنی جب سوار دشمن قریب ایک گولے
کے مارے رہے تب ہیبت الہٰی سے چاند سنگھ رسالدار مع پیادہ و سوار ماچی کے باغ
میں گیا حضرت سید المجاہدین نے رومال ہلا کر اشارہ کیا آپ جلد فوج کو لئے ہوئے

آویں اس عرصہ میں حضرت ان چھہ سواروں کو لئے ہوئے قریب باغ
کے چھوڑکر شہر ولی کے پڑے کی طرف نکل گیا حضرت سید المجاہدین باغ کے
برج پر چڑھ کر رومال کے اشارہ سے حضور پرنور کو بلانے لگے اور اس وقت
چودہ پندرہ ضرب توپ پر دونوں طرف سے پڑتے تھے قریب ان پانچو توپ کے
اسطرف اور ہزار گیارہ سو ضرب توپ پر اس طرف اس عرصہ میں نواب
مستطاب معلی القاب باغ میں داخل ہوکر ایک مکان کے گوشے پر چڑھ گئے
اور دوربین لگا کر طرف فوج مخالف کے دیکھنے لگے اور حضرت سید المجاہدین
برج سے اتر کر ایک آم کے درخت کے سایہ میں باغبان کے جھونپڑا
کے قریب بیس اکیس آدمیوں سے بیٹھے وہاں بہ نسبت اور جگہ کے زیادہ اثر تھا
ہر طرف توپوں کے گولے مانند اولے کے برابر پڑتے تھے اس عرصے میں اپنے لشکر
کا ایک آدمی قوم پٹھان آکر کچھ دور حضرت سے بیٹھا اور مخالفوں کو دشنام [illegible]
دینے لگا حضرت نے منع کیا کہ منہ سے فحش نہ بکو اس وقت جناب الٰہی سے
خیر چاہو اور دعا مانگو اس نے نہ مانا اور حضرت کو ازروے طعن کے بھلا برا کہنے لگا

۵

کہ تم لوگ آخر کو ملا ہو ہتھیار باندھنے سے کیا ہوا اور ہم سپاہی زادے ہیں
اس عرصہ میں ایک گولا نزدیک اس شخص کے گرا کہ تمام گرد و غبار میں آلودہ
ہو گیا تب حضرت نے فرمایا کہ تو یہاں سے اٹھ جا کیوں بیہودہ باتوں سے سر
خالی کرتا ہے وہ وہاں سے چلا گیا کچھ دیر میں پھر آکر موجود ہوا اور اسی طرح
واہی تباہی بکنے لگا پھر ایک گولا اُسکے آگے گرا پھر حضرت نے اُسکو اٹھا دیا اس
عرصے میں حاجی زین العابدین خاں وہاں تشریف لائے لوگوں نے اس شخص کا بیان
کیا کہ ایک آدمی ایسا بدزبان اور بیہودہ گو تھا اور اسطرح اس کے آگے دو بار
گولا گرا مگر خدا تعالے نے خیر کی اس عرصے میں تیسرا کر پھر وہی شخص آکر حاضر ہوا
اور گالیاں بکنے لگا قدرت الہی سے پھر ایک گولا اُس کے آگے گرا پھر حضرت نے
فرمایا کہ اے عزیز تو بار بار آکر ہمکو کیوں ستاتا ہے خدا کیواسطے یہاں چلا جا
اور پھر نہ آ اُس نے کہا حضرت سلامت حق بات وہ یہ ہے کہ میں دو بار یہاں
اپنی شرارت سے آیا اور فحش بکا دونوں بار گولا میرے نزدیک گرا خدا نے
مجکو بچا لیا میں اپنے دل میں سمجھا کہ یہ بات بھید سے خالی نہیں ہے ۔

اور تیسرا کر پھر چلو اگر یہی واقعہ پیش آوے تو ایسی حرکت ناشائستہ سے توبہ کرنا

چاہئے سو اب کی بار تیسرا کر پھرا یا میں اور پھر وہی حال ہوا سو اب یا حضرت

آپکے آگے ہر ایک بُری بات سے توبہ کرتا ہوں اور جو کچھ مجھ سے آپ کی خدمت

عالی میں بے ادبی اور گستاخی ہوئی مجھکو للہ معاف کریں آپنے فرمایا ہم نے معاف

کیا اور اللہ تعالیٰ تمکو توفیق خیر عطا کرے اس گفتگو کے بعد کچھ دیر میں شام ہوئی

حضرت سید المجاہدین دوبارہ آدمیوں سے پھر اُسی برج پر تشریف لیگئے اور نماز مغرب

وہیں ادا کی بعد فراغ نماز کے لوگ آپسمیں کہنے لگے کہ آج اللہ تعالیٰ نے اپنے

فضل وکرم کیا ہے فتح ہمکو عنایت کی کہ چاند سنگھ باوجود اتنے سواروں کے

ہمارے مقابلہ سے ہٹ گیا اور بعضوں نے حضرت سید المجاہدین سے پوچھا

حضرت جو آپنے چھ سواروں سے پیش قدمی فرمائی اس کا کیا سبب آپنے

فرمایا جیسے آج ڈیروں پر سے کوچ ہوا تب سے میں جناب الٰہی میں باجلاس

تمام متوجہ ہوا یہاں تک کہ رات کو چاند سنگھ کا نمودار ہوا تب میں نے نہایت عاجزی

انکساری اور گریہ وزاری سے جناب باری میں دعا کی اللہ تعالیٰ نے فوج ہزیمت

فوج مخالف کو شکست فاش دیکر مغلوب و مقہور کیا اور لشکر نصرت اثر ہمارے کو
مظفر و منصور فرمایا آگے بڑھنے میرے کا باعث یہ تھا آخر الامر اس کے تیسرے یا چوتھے
روز بعد ادائے نماز عصر حضرت سید المجاہدین اس برج پر بیٹھے تھے وہاں
سے اٹھکر چھہ سات آدمیوں سے باہر لشکر کی طرف تشریف لیگئے کہ حاجت ضرور
استنجے سے فارغ ہوکر نماز مغرب وہیں ادا کریں الغرض وہاں جاکر لوگ واسطے
نماز مغرب کے وضو کرنے لگے قضارا وہاں دو فاختہ آپس میں لڑنے لگیں
حضرت سید المجاہدین نے فرمایا دیکھو یہ دونوں فاختہ لڑتی ہیں اگر میں نے ان
دونوں کو پکڑا اور بھون کر کھالیا تو نواب صاحب کی فتح اور راجہ کی شکست
ہوگی اور جو ایک ملی اور دوسری اڑ گئی تو دونوں میں مصالحہ ہوگا لوگوں نے
کہا کہ آپ خلاف قیاس باتیں فرماتے ہیں ان کے پکڑنے اور فتح شکست سے
کیا نسبت آپنے فرمایا میں بات کو یاد رکھو کہ یہ اس طور سے معاملہ ہے اور
آپنے جھپٹ کر منیر وستی سے ان دونوں فاختہ پر لاٹھہ ڈالا قضارا ایک اڑ گئی
اور ایک ہاتھہ آئی آپنے شاید ازار بند سے چاقو نکالکر اس کو ذبح کیا اور چقماق

آگ لگا لگا کر وحشی جگہ لگائیں بھوپیں سمیٹ کر بیٹھا اور کہا لیا اور فرمایا کہ انشاءاللہ
تعالیٰ اب ضرور نواب صاحب اور راجہ کے درمیان مصالحہ ہوگا پھر وہاں
سے اپنے ڈیرے پر تشریف لائے اور معاملہ کئی لاکھ زر نقد پر ہوا ان لشکر نے وہاں سے
کوچ کیا تب لوگوں کو یقین ہوا کہ جو کچھ حضرت امیرالمومنین سید العابدین
فرماتے تھے ویسا ہی ہوا راوی اخبار صداقت شعار لکھتا ہے کہ اس قصہ کو کئی
بار اکثر لوگوں کے سامنے قصبہ رائے بریلی تکیہ پر حضرت سید العابدین رحمہ نے فرمایا
اور واسطے صداقت کے مجکو گواہ کیا کہ جس کو باور نہ ہو دیں مجھ سے دریافت کرے
اس حال سے یہ واقف ہے جب نواب مستطاب معلیٰ القاب مرحوم و مغفور
ریاست جودھ پور کو اپنا لشکر فیروزی اثر گئے اور وہاں کا مدارالمہام ناکام جو
ناتھ اندراج تھا مقتول ہوا فوج ظفر موج نے وہاں چند مقام کئے قاتلوں
نے ناتھ مذکور کے نواب نامدار دولت مدار سے عرض کی کہ جو حضور فیض گنجور
نے ہمکو تین لاکھ روپیہ اس کے قتل پر انعام دینے فرمائے تھے سو عنایت ہوں
حضور پر نور السرور نے فرمایا کہ ایک لاکھ روپیہ ابھی لیلو اور باقی دو لاکھ

جب کہیں سے کچھ فتوح حاصل ہوگا ہم دیویں گے اونہوں نے کسی طرح نہ مانا اور
نہایت تنگ کیا کہ ہم تو ابھی لیں گے اور اگر نہ دوگے تو ہم آپکو پکڑ کر
انگریزوں کو سپرد کردیں گے یہ گفتار ناہموار نواب نامدار کو نہایت
ناگوار معلوم ہوئی ان غداروں نابکاروں کو بہت سخت سست کہا کہ بڑے
نمک حرام و بیوفا ہو میرے ہی سبب سے تم سب یہ عیش و آرام کرتے ہو اور میرے
ایسے بدخواہ و ناسپاس ہو کر انگریزوں کو مجھکو پکڑ دوگے خیر تم سے خدا سمجھے انشاء اللہ
تعالی میری بلاؤ کی رکابی کہیں نہیں گئی مگر تم کو بھیک مانگے نہیں ملیگی آخر الامر اسی
رنج و اندوہ میں چند سوار ہمراہ لیکر وہاں سے رات کو نے کہے سنے کوچ کردیا
چلتے چلتے ڈوری گوری پر آکر ڈیرہ کیا اور بہت روز وہاں مقام رہا دانہ گھاس
وغیرہ کا وہاں بہت تکلیف ہوئی اکثر لوگوں نے حضور فیض گنجور سے عرض کیا
کہ یہاں سے کوچ فرمائیے لشکر تباہ ہوتا ہے حضور ممدوح پر فتوح نے کچھ
جواب نہ دیا تب یاروں آشناؤں نے حضرت سید المجاہدین سے کہا کہ آپ ہی
اس امر میں حضور نامدار سے کہیں تب حضرت نے یہی کہا کہ اللہ تعالی نے اتنے

اپنے بندوں کو آپکے مطیع فرمان کئے ہیں اور انکو یہاں کہانے پینے دانے گہاس کی
نہایت تکلیف ہوتی ہے صلاح وقت یہی ہے کہ آپ یہاں سے کوچ کریں مجکو
خوف معلوم ہوتا ہے کہ کچھ آفت الہی یہاں نازل ہو حضور کا منگانے پہلے
کچھ خیال نہ کیا قضارا رات کو خواب دیکھا کہ ایک میدان وسیع ہے اس میں
سیکڑوں ہزاروں جانور پرند اور اُن کے انڈے بچے ہیں اور مارے بھوک پیاس
کے شور غل مچا رہے ہیں کوئی کوئی جانور کسی کسی بچے کو کچھ کھلاتا ہے اس
عرصہ میں جگب پڑے آنکھ کھل گئی دلکو تشویش ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے صبح کو بعد
برخاست ہونے دربار کے میاں محمد خریدار کو بھیجکر حضرت سید المجاہدین کو بلایا اور
اپنا خواب بیان فرمایا آپنے ارشاد کیا کہ میں نے حضور عالی میں پہلے ہی عرض کیا
تھا کہ یہاں سے کوچ کیجئے یہاں خلق کو تکلیف بہت ہے سو یہی حال اللہ تعالے
جلشانہ نے آپ کو خواب میں دکہا کر آگاہ کر دیا نمونہ یہ عنایت الہی کا ہے
مناسب یہ ہے کہ اس وقت یہاں سے کوچ ہو حضور پر نور نے فرمایا اگر ارشاد ہو
اسی وقت کوچ کریں یا موقوف رکھا جاوے مجھکو یہاں سے کوچ ہو آپنے فرمایا کہ آدمی

کہ ہمارے لشکر میں خبر کرا دو کہ صبح کو کوچ ہے لوگ آج ہی اپنی تیاری کر
رکھیں گویا آج ہی سے کوچ ہوا حضور عالی بہت خوش ہوئے اور موافق
فرمانے حضرت کے عمل میں لائے اور ارشاد کیا کہ حضرت ہمارے حق میں
دعا خیر کریں آپ نے دعا کی پھر صبح کو وہاں سے کوچ ہوا

ایک بار ملک مانڈوار میں ایک جگہ سے لشکر کا کوچ ہوا جاتے جاتے
قریب ایک بستی کے مقام کیا حضرت امیر المومنین سید المجاہدین نے فرمایا کہ یہاں
ڈیرے کچھ فرق سے کھڑے کرو گھوڑے ٹٹوؤں کو تکلیف نہ ہو لوگوں نے کہا
ڈیرے دور دور کھڑے کرنے سے کیا فائدہ ایک رات بہر صورت گزر جاوے گی
آخر صبح کو پھر کوچ ہوگا حضرت نے فرمایا کہ خدا سے امید قوی ہے کہ یہاں کچھ روز
مقام ہوگا لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے حضور پر نور سے سنا ہے کہ یہاں مقام ہوگا
آپ نے فرمایا کہ نہیں مگر خدا چاہے گا تو یہیں ہوگا آخر الامر اپنے لوگوں نے فرمودہ
فرمان واجب الاذعان حضرت کے ڈیرے کھڑے کئے کہ گروہ سپاہ نے
اس بستی کو گھیر کر قریب اترے تھے لوٹنا شروع کیا ہزاروں من غلہ مرتہ

اور باجرا وغیرہ باندہ لائے اور ایک ٹکا گھڑی لشکر میں بیچنا شروع کر دیا
مگر کون لیوے سب کو یقین تہا کہ جو کوچ ہوگا حضرت امیر المومنین سید المجاہدین
نے سید عبد الرزاق صاحب سے فرمایا کہ آٹہ دس روپیہ توڑا کر ٹکا گھڑی غلہ
بکتا ہے خرید کرو سید موصوف نے کہا غلہ لینا کیا ضرور کچہہ یہاں رہنا ہے
حضرت نے فرمایا خیر مول لیلو اگر رہنا ہوگا تو اپنے کام آئیگا اور نہیں تو
یہاں کے غربا کے کام آئیگا تب انہوں نے کہا اگر خریدیں تو رکہیں کہاں حضرت
نے فرمایا کہ ایسے ریگستان میں باؤلی کہدکر بڑے بڑے دو حوض سے کہود لو ایک
میں موتہ ایک میں باجرا بہردو انہوں نے ویسا ہی کیا اتفاقا وہاں پر قریب
ایک ایک مہینہ کے رہنا ہوا اور دانہ گہاس کی گرانی ہونے لگی یہاں تک کہ
دس سیر کا غلہ ہو گیا تب حضرت امیر المومنین سید المجاہدین نے لشکر کے اکثر
لوگوں سے فرمایا کہ غلہ ہمارا خرچ کرو اور کہیں گراں مت خریدو القصہ لوگ
اسی غلہ سے خرچ کرنے لگے یہاں تک کہ جس روز لشکر کا کوچ ہوگا اور
بچ رہا جس کو حاجت تہی اس نے باندہ لیا اور باقی وہیں چہوڑ دیا اگلے

مقام پر جاکر لوگوں نے حضرت سید المجاہدین سے پوچھا کہ آپنے جو غلہ خریدا تھا جو ہم لوگوں نے خرچ کیا وہاں رہنا اتنے روز ہوا کیا آپ کو معلوم تھا آپنے فرمایا ہاں اللہ تعالےٰ نے اس حال سے مجھکو پہلے ہی آگاہ کردیا تھا کہ یہاں یہ واقعہ گذریگا ایک بار لشکر جرار نواب نامدار کا ضلع کرڑ میں قریب موضع تھہوڑا کے پہنچا حضرت امیر المومنین سید المجاہدین کو جناب الہیٰ سے الہام ہوا کہ اس موضع کا جو رئیس ہے اس کے دو بیٹے ہیں ایک ان میں جو چھوٹا ہے اُسکی ہدایت ہم نے تیرے اوپر موقوف رکھی ہے آپنے جناب باری میں باگریہ وزاری عرض کی کہ اے معبود برحق واے ہادی مطلق میں اس سے واقف نہیں اور نہ وہ مجھسے آگاہ کیونکر میری اس سے ملاقات ہوگی جناب الہیٰ سے ارشاد ہوا کہ تو اس امر میں اپنی خاطر جمع رکھ ہم آپ اسکو تیرے پاس پہنچا دینگے آخر الامر اس موضع کا معاملہ دس ہزار روپیہ جو ہی پر ہوا وہاں کے وکیل نے پانچ ہزار روپئے تو نقد لاکر حاضر کئے اور باقی پانچ ہزار کا وعدہ کیا کہ ایک ہفتہ میں بلا عذر دے جائیں گے حضور پر نور نے

فرمایا کہ ہمارے لشکر کا یہاں سے کوچ ہے خدا جانے کہاں جاویں پھر یہ باقی روپے
کون تم سے لینے آویگا مگر یہاں کا رئیس اپنا بیٹا ہم کو اول میں دیوے تو تو
منظور ہے والا ہم نہ مانیں گے وکیل مذکور نے بلا انکار اول دینے کا اقرار
کیا اور وہاں سے رخصت ہوا قریب چار پہر کے گزرے اول منتظر رہے بعدہ
پچاس سوار جرار لڑکے لانے کو بھیجے ان میں حضرت امیر المومنین سید المجاہدین
بھی تشریف لیگئے جب اس رئیس کے مکان پر پہنچے اور دربار میں داخل ہوے اور رئیس
کے سامنے سب سوار جا بیٹھے اور اول کی درخواست کی اس کے دونوں بیٹے بھی
وہیں دربار میں موجود تھے ان کی طرف اشارہ کیا کہ ان میں سے جسکو چاہو لیجاؤ
سواروں نے کہا کہ ہمکو کیونکر یقین ہو کہ یہ دونو تمہارے بیٹے ہیں شاید کوئی اور
ہوں حضرت سید المجاہدین نے فرمایا کہ یہ رئیس اشراف ہے خلاف نہ کہے گا
یہ دونوں بیٹے اسی کے ہوں گے انہیں سے ایک کو لیجاو سب نے کہا ہم بڑے
بیٹے کو لیجلینگے رئیس نے کہا آپ تشریف لیجاویں ہم اس کو آج چار گھڑی رات
گئے آپکے لشکر میں پہنچا دینگے یہ سنکر سوار اپنے لشکر میں آئے انہوں نے

موافق اپنے اقرار کے رات کو پہنچا دیا صبح کو نت کرنے بعد مہینے کے اس رئیس کا وکیل
آیا اور پانچ ہزار روپے دیکر اپنے اہل کو لیگیا اور وہ چھوٹا بیٹا جسکے واسطے ہدایت
کے خطاب الہی اسے الہام ہوا تھا اس کا احوال حیرانی اس طرح پر تھا کہ اکثر رات
کو خواب میں نماز پڑھتا دیکھتا کہیں بتوں کو توڑتا اور ذلیل کرتا دیکھتا جب
بیدار ہوتا اپنے باپ چچا وغیرہ سے بیان کرتا کہ ایسا ایسا خیال خواب میں
دیکھتا ہوں وہ لوگ برہمنوں پنڈتوں سے پوچھنے لگے کہ یہ لڑکا ایسے ایسے خواب
متوحش خلاف اپنے دین و آئین کے دیکھتا ہے اسکا انجام کیا ہوگا وہ سنکر خاموش
ہوتے کہ یہ مسلمانوں کا معاملہ دیکھتا ہے دیکھا چاہئے آخر کو کیا ہو اور اسکو
نہلا دھلا کر بتخانے میں لیجاتے اور بتوں کے آگے سجدہ کراتے اور بتوں کی پرستش
پر رغبت دلاتے کہ اس کا عقیدہ دین دھرم پر مستحکم رہے مگر اس کے دل
سے بتوں کی بزرگی و عظمت جیسا کہ ہندوؤں کے نزدیک ہے مطلق جاتی رہی
ان کی پرستش محض لغو اور بیہودہ جاننا جیسے نادان لڑکوں کا کھیل اور دین اسلام کی
طرف روز بروز اس کا مائل ہوتا اور اس کا لکھنا واسطے طلب ہدایت کے

اس طور سے ہوا کہ جس بستی میں یہ شخص رہتا تھا یہاں کے لوگوں سے اور شاہ پوری
والوں سے ہمیشہ قصہ قضیہ رہتا تھا مگر کبھی شاہ پوری والے اپر غلبہ نہیں پاتے
تھے ایک بار لشکر شاہ پوری والے کا آکر اپنی سرحد پر اترا اس بستی والے غافل
تھے رات کو دھوکہ دیکر اس بستی کا محاصرہ کر لیا یہاں والوں نے اپنے اہل و عیال
کو بستی کے ایک ناکے سے نکالکر اپنی دوسری بستی میں گئے جمع کر ان سے اور
شاہ پوری والوں سے جدال و قتال ہوا آخر الامر شاہ پوری والوں کو مار ہٹایا
یہاں تک کہ ان کے کئی گاؤں لوٹ لئے بعد فتح لڑائی کے سب بھائی بیٹے اس پر گس
منصور مظفر کے جمع ہوئے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے سب اہل و عیال اپنے
اپنے اس بستی سے جہیں گئے تھے بلائے اور اپنے اس چھوٹے بیٹے کو جس کا بیاہ
بیاہ ہو چکا ہے پچاس پیادے اور دس سوار ہمراہ کر کے بسنت سنگھ ٹھاکر کے
پاس جو ٹھاکر شو کا کوٹے والے کی طرف سے بلیہ کے پرگنہ میں ان دنوں
وارد تھا بھیجا تا کہ شاہ پوری والوں کو معلوم ہو کہ جیسا ان کا چچا اول کوٹے
والے کے یہاں پیش تھا اب انہوں نے وہیں آمدورفت شروع کی اس سبب سے

کہ شاہ پوری والے ہماری بستی پر بہر فوج کشی نہ کریں گے القصہ بسنت سنگہ مذکور
کے پاس کچھ روز وہ لڑکا رہا بسنت سنگہ نے کوٹہ میں موتی سنگہ کو لکھا کہ فلانے
فلانے کا بیٹا اتنے دنوں سے ہمارے پاس آیا ہے موتی سنگہ مذکور نے اس کے
جواب میں بسنت سنگہ موصوف کو لکھا کہ اس شخص کے چچا نے ہمارے یہاں
بہت نمک حلالی کی ہے اس کو ہمارے یہاں بھیج دو سرکار سے اسکی باخوبی
پرورش اور خاطر داری ہوگی موافق فرمانے کے بسنت سنگہ نے اس لڑکے کو
موتی سنگہ کے پاس بھیج دیا موتی سنگہ نے کہا جس مکان پر ان کا چچا رہا کرتا
تھا سورج پول دروازے گودسال میں وہیں انکو اتارا اور سات روپے خرچیہ
مقرر کر دئے اور حویلی اور دیوانی وغیرہ میں خلعت اور انعام دینے کا وعدہ کیا چنانچہ
دو بار خلعت ملی بھی مگر طبیعت اسکی جبتک وہاں رہا پریشان و پراگندہ رہی
آخر الامر ایک روز ایک گھوڑی پر سوار ہوکر ایک سائیس کو ساتھ لیکر
بے اجازت و بے رخصت موتی سنگہ کے وہاں سے سیر و شکار کے بہانہ
چلا گیا جاتے جاتے ماندری میں ہوکر بلکہ کانکر رام پوریا میں تہا وہاں پہنچا

چند روز ادھر ادھر لشکر کی خوب سیر کی لیکن انتشار طبیعت کا دورہ ہوا وہاں سے ہمراہ لشکر مذکور کے یہاں پوری میں آیا وہاں لشکر ظفر پیکر نواب مستطاب مرحوم مغفور کا اترا ہوا تھا اس میں آمد رفت شروع کی مگر کہیں طبیعت کو تسکین و قرار نہ ہوتا تقدیر الہی سے ایک روز سیر کرتے ہوئے حضرت امیر المومنین سید المجاہدین کے ڈیرے کے قریب آیا لوگوں نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور مطلب کیا ہے اس نے کچھ بیان کیا اس عرصے میں حضرت سید المجاہدین (~~کے ڈیرے کے قریب آیا~~) بھی اپنے خیمہ سے وہاں تشریف فرما ہوئے اور پہچانا کہ یہ وہی شخص ہے جس کی ہدایت کے واسطے جناب الہی سے مجھکو الہام ہوا تھا اور فرمایا کہ اس سوار کو بٹھالو وہاں ایک ٹاٹ بچھا تھا امیر بٹھایا حضرت بھی آکر وہاں بیٹھے اور احوال پوچھنا شروع کیا اس نے کچھ کچھ اپنا حال کہا بعد کچھ دیر کے رخصت چاہی آپنے فرمایا پھر کسی روز ہمارے یہاں آنا وہ شخص آپکے اخلاق حمیدہ اور اشفاق پسندیدہ سے بہت راضی ہوا اور کہا کہ کسی وقت حاضر ہونگا صبح کو پھر آیا اور گھوڑا سئیس کو پکڑا کر آپ حضرت کے نزدیک

بیٹھا اور اپنے اگلے خوابوں کا بیان کیا جن کا آگے مذکور ہو چکا ہے حضرت کو
معلوم ہوا کہ یہ شخص طرف دین اسلام کے مائل ہے آپ نے بھی دین اسلام کے
فضائل بیان کرنے شروع کئے وہ شخص بہت خوش ہوا اور کہا اب تو جاتا ہوں
کسی وقت پھر حاضر ہونگا حضرت سید المجاہدین نے سید عبدالرزاق صاحب سے
فرمایا کہ تم ان کو ڈیرے پر پہنچا آؤ سید ممدوح اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے
ساتھ ہوئے رستہ میں سید عبدالرزاق صاحب سے اپنا حال اور ارادہ سب
مفصل بیان کیا اور ڈیرے پر جا کر کچھ بازار سے شیرینی منگائی اور ہمراہ سید
موصوف کے کھائی اور وقت رخصت سید مذکور سے کہا کہ میں صبح کو آپ کے
یہاں آؤنگا اسی طرح نے کچھ روز بلا ناغہ آمد ورفت رکھی پھر دو تین روز اتفاق
جانے کا نہ پڑا القصہ حضرت سید المجاہدین نے سید عبدالرزاق کو اس کے بلانے
کو بھیجا جب سید ممدوح اس کے ڈیرے پر گئے وہ سید صاحب کو ہمراہ لئے
ہوئے بازار میں گیا کئی سو روپیہ کی اشرفیاں پاس تھیں ان کو خوردہ کرا کر
وہیں سے فقیروں محتاجوں کو دینا شروع کیا سید موصوف نے ہر چند منع کیا

کہ یہ روپے نے ضرورت کیوں صرف کرتے ہو اس نے نہ مانا اور کہا کہ میں یہ
روپے ایک بھی اپنے پاس نہ رکھونگا پھر اپنے ڈیرے پر آیا نائی کو بلا کر
بال منڈوائے اور وہاں بھی کچھ اسباب اپنا لوگوں کو تقسیم کر دیا پھر سوار ہو کر
سید عبد الرزاق صاحب پاس چلا رستے میں ایک نالہ تھا اسمیں غسل کیا
پھر وہاں سے حضرت سید المجاہدین کی خدمت میں جا کر حاضر ہوا دیر تک حضرت
سے کچھ باتیں کرتا رہا حضرت نے فرمایا کہ اب دیر کیوں کرتے ہو کار خیر میں
تاخیر نہ چاہئے اس نے کہا میں حاضر ہوں جو ارشاد ہو بجا لاؤں آپ
نے کلمہ طیبہ پڑھا اور ایک کٹورا پانی منگایا پہلے آپ پیا پھر اسے پلایا بعد اس کے
سر برہنہ ہو کر جناب الٰہی میں دعا کی پھر ایک فقیر مظفر آبادی وہاں حاضر تھا
اس سے کچھ پیسے دیکر بازار سے روٹی اور گوشت اور کچھ کباب منگائے اور اس
شخص کو اور فقیر کو بھی اپنے ساتھ کھلایا اور وقت کھانے کے حضرت فرماتے تھے
کہ یہ گوشت گائے کا ہے وہ شخص نے کراہیت طبیعت کے خوشی میں تعریفیں کر کر
کھاتا تھا بعد کھانے کے وہیں حاضر رہا یہ خبر لشکر میں مشہور ہوئی کہ ایک شخص ایسا

ایسا آ کے سید المجاہدین کے ڈیرے میں مسلمان ہوا اکثر لوگ ملاقات کو آنے لگے
کوئی مصافحہ کرتا ہے کوئی معانقہ کرتا ہے یہ خبر رفتہ رفتہ حضور پر نور مرحوم مغفور
کو پہنچی کہ ایک کہیں کا سوار آ کے حضرت سید المجاہدین کے ڈیرے میں مسلمان ہوا ہے
چوبدار بھیجکر بلا بھیجا حضرت سید المجاہدین اپنے ساتھ لیگئے حضور سے مصافحہ کرایا
پھر وہاں سے اپنے ڈیرے پر لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ ہم اس لڑکے کو
اپنے بیٹے کی طرح رکھیں گے پھر بعد پندرہ بیس روز جو اپنے سر پر کوئی میں چھوڑ
چھوڑ آیا تھا ان میں سے تین سوار اسکی تلاش کرتے ہوئے آئے جب قریب
ڈیرے کے پہنچے تب اسنے دیکھا اور ڈر گیا کہ خدا خیر کرے کہیں مجھکو دیکھ نہ
لیویں اور گھبرا کر حضرت سے کہا کہ وہ تین سوار میری تلاش میں پڑے ہیں اب میں
کہاں چھپوں حضرت نے فرمایا کچھ اندیشہ نہ کرو اللہ تعالے مددگار ہے کوئی تمکو
نہ دیکھیگا اور نہ پاویگا اور آپ ڈیرے سے نکلکر باہر کھڑے ہوئے وہ تینوں
جاسوس مایوس ہو کر چلے گئے اور یہ شخص حضرت امیر المومنین سید المجاہدین کی خدمت
میں رہنے لگا راوی اخبار صداقت شعار کہتا ہے کہ وہ شخص میں ہوں اور یہ

تمام سرگذشت میری ہے   جب فوج کشی نواب مستطاب معلی القاب کی

مادھو راج پوری پر ہوئی اور سپاہ نے گرد شہر پناہ کے مورچہ بندی کی اور

قریب خندق شہر کے سلامت کوچے کھڑے تھے ایک روز بعد نماز عصر کے حضرت

امیر المومنین سید المجاہدین سلامت کوچے کو تشریف لئے جاتے تھے تقدیر الٰہی سے

ایک گولا توپ مخالفین کا آیا اور آپکے سینہ مبارک پر لگا مگر بسبب محافظت

الٰہی کے کچھ اثر نہ ہوا اس وقت چند رفیق شفیق آپکے حاضر تھے اُن میں سے

عثمان خاں جو کنج پوری کے نواب زادوں میں سے تھے عرض کی کہ حضرت بڑا

تعجب ہے کہ آپکے گولا لگا اور کچھ اثر نہ ہوا یہ کیا سبب ہے کیا اس کا کچھ عمل ہے

جسکی برکت سے بچ گئے آپنے فرمایا بہا صاحب مجھکو تو کچھ عمل اس کا یاد

نہیں مگر خدا ئے تعالےٰ نے اپنی قدرت سے بچا لیا پھر جب وہاں سے اپنے ڈیرے

میں تشریف لے گئے صبح کو پھر لوگ جمع ہوئے اور اسی گولا لگنے کا ذکر چھیڑا تب حضرت

نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کی طرف سے مجھکو اس امر کا کمال یقین ہے کہ میں کسی

صدمہ سے اور کسی بیماری سے نہ مرونگا میری شہادت اللہ جل شانہ نے جہاد فی سبیل اللہ

میں لکھی ہے میں کفار سے جہاد کروں گا وہاں شہید ہونگا جدال و قتال کا گرم
ہوا ناگہاں حضرت کے ساق پا میں گولی لگی زخمی ہوئے بعد چند روز کے شافی
مطلق و حکیم برحق نے شفائے کامل عطا فرمائی اور مورچے لشکر کے اسی طرح بدستور
بچے آخر الامر لشکر کے عاقلوں نے تدبیر کرکے سرنگ کھودوانا شروع کیا چند روز
میں سرنگ درست ہوا آگ لگانے کی دیر تھی اسی درمیان میں فرنگی کی طرف سے
شتر سوار فرمان انگریزی لیکر حضور پرنور کے پاس آیا دیکھتے ہی اسی وقت
حضور وہاں سے سوار ہوکر ڈیرے پر تشریف لائے اور مضمون فرمان کا اپنے سب
مصاحبوں کو پڑھ کر سنایا اور نہایت طبیعت کو رنج والم ہوا آخر الامر فرنگی
سے ملنے کی صلاح ٹھہری حضرت سید المومنین و امام المجاہدین نے ہر چند فہمائش
کی اور منع کیا کہ حضور پرنور کفار لشکر سے نہ ملیں بلکہ ہر شخص خدائے تعالیٰ
آپکے ساتھ ہے اگر آپ کو فتح ہوئی فہو المراد وگر شہید ہوئے تو بھی بہتر
مگر ان سے ملنا اور مصافحہ کرنا معیوب برا ہے تو آپ نامدار و تمدار نے فرمایا
کہ حضرت میں بھی یہی چاہتا ہوں مگر ناچار کیا کروں لشکر پاس نان و دانہ نہیں

تمام لوگ خود غرض آپس میں اتفاق نہیں اس وقت ملنا ہی مناسب ہے ان سے
دس پانچ لاکھ روپے لیکر جیسے مہاراجہ ملکر نے لئے اور پھر بدل گیا پھر سازو
سامان لشکر کا درست کر کے لڑینگے حضرت فرمایا بعد مصالحہ کرنے کے آپ سے
کچھ نہ ہو سکیگا حضور کے خیال شریف میں اس وقت سوا ملنے کے کچھ بھی نہ آیا
اور تیاری ملنے کی کرنے لگے حضرت نے فرمایا اگر آپ نصاریٰ سے ملنے کو جاتے ہیں
حضور سے میں رخصت ہوں حضور نے بہتیرا سمجھایا حضرت نے نہ مانا چند آدمی ہمراہ
لیکر وہاں سے جے پور کو چلے گئے ادھر حضور پرنور کوچ کر کے ملنے کو چلا جب
موضع منڈا میں جا کر ڈیرہ کیا راوی اخبار راست گفتار کہتا ہے کہ میں وہاں
سے حضرت سید المجاہدین کی خدمت میں گیا اور سارا احوال حضور پرنور کا بیان کیا
جب فجر ہوئی حضرت نے مجھکو رخصت کیا اور کہا جب نواب صاحب فرنگی سے
ملیں تو اس طرف چلا آنا آخر الامر میں وہاں سے شام کو اپنے لشکر میں آیا قریب
آدھی رات کے حضرت سید المجاہدین بھی آکر موجود ہوئے اس وقت حضور کو خبر ہوئی
صبح کی نماز میں مسجد تشریف لائے وہاں حضرت سے ملاقات کی اور حضرت کا ہاتھ پکڑے

باتیں کرتے ہوئے میرے ڈیرے میں تشریف لائے حضرت امیرالمومنین سیدالمجاہدین
نے کہا نواب صاحب ابھی کچھ نہیں گیا اختیار باقی ہے اب یہی آپکی فہمائش کو آیا ہوں
اگر میرا کہنا مانو تو ان کافروں سے لڑو اور ہرگز نہ ملو بعد ملنے کے آپ سے
کچھ نہ ہوسکیگا یہ کفار بڑے دغاباز و مکار ہیں کچھ آپکے واسطے جاگیر یا تنخواہ
وغیرہ مقرر کرکے کہیں بٹھا دینگے کہ روٹیاں کھایا کیجئے پھر یہ بات ہاتھ سے جاتی رہیگی
نواب نامدار دولت مدار نے پھر وہی جواب دیا کہ میں لڑ کر عہدہ برآ نہو نگا اسوقت
ملنا ہی مناسب ہے آخر الامر سیدالمجاہدین نے کہا کہ خیر آپ مختار ہیں میں آپ سے رخصت
ہوتا ہوں اور مجھ سے فرمایا کہ دین محمد میں آگے چلتا ہوں تو میرے پیچھے سے چلے آنا
آخر الامر جب رانوال میں حضور پرنور اور فرنگی سے ملاقات ہوئی میں چند لوگوں کو
ساتھ لیکر وہاں سے خے پور میں حضرت سیدالمجاہدین کے پاس آیا آپنے نواب صاحب
کا حال پوچھا کہ کیونکر فرنگی سے ملاقات ہوئی میں نے جو کچھ دیکھا تھا عرض کیا پھر وہاں
جلیپور میں آپنے مقام کیا اور لشکر حضور کا اپنی جگہ پر رہا ایک روز حضرت لشکر میں
پھر تشریف لائے جس کسی سے کچھ لینا دینا تھا لیا دیا اور نواب صاحب سے ملاقات

کی حضور پیر نور بیعت آبدیدہ ہوئے کہ حضرت جو کچھ تقدیر میں تھا وہی ہوا حکم الٰہی
سے چارہ نہیں آپ اگر دہلی کو جاتے ہیں تو صاحبزادہ محمد نور پیر خاں کے ہمراہ جائے
آپنے قبول کیا پھر کئی دن کے بعد ایک نیاز نامہ حضرت خاتم المحدثین مولانا شاہ
عبدالعزیز کو لکھا کہ یہ خاکسار سراپا انکسار حضرت کی قدمبوسی میں عنقریب حاضر
ہوتا ہے یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہوگیا نواب صاحب فرنگی سے
ملگئے اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں آخرالامر حضرت امیرالمومنین سید المجاہدین
وہاں سے ہمراہ صاحبزادہ ممدوح پر فتوح کے بلدہ مراد شاہجہان آباد میں تشریف
لیگئے صاحبزادہ موصوف تو قاضی کے حوض بلند بیگ خاں کے مکان میں اترے اور
حضرت سید المجاہدین اجمیری دروازہ کی سرا میں آئے رات کو وہیں رہے صبح کو نہا دھو
پوشاک بدل کر واسطے ملاقات حضرت خاتم المحدثین پیر و مرشد کے تشریف لیگئے
اور ملاقات مسرت آیات سے شرف یاب ہوئے اور کچھ روپے نذر دیئے آپ
نے قبول کئے پھر حضرت خاتم المحدثین نے حال لشکر ظفر پیکر کا استفسار کیا جناب
سید المجاہدین نے مشروحاً اظہار کیا بعد اس کے خاتم المحدثین نے فرمایا کہ قبل آنے

نسا ہے کہ میں نے ایک رات کو خواب دیکھا کہ گویا حضرت سرور کائنات مفخر موجودات
علیہ افضل الصلوات والتسلیمات یہاں کی جامع مسجد میں تشریف فرما ہیں اور خلائق
بیشمار ہر گوشہ و کنار سے واسطے دیدار فرحت آثار اس سید ابرار رسول مختار کے
چلی آتی ہے پہلے سب کے دست بوسی سے میں مشرف یاب ہوا اس وقت اس خیر الانام
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک میں ایک عصا ہے مجھ خاکسار نے متوجہ ہو کر فرمایا
کہ اے عبدالعزیز یہ عصا لے اور دروازہ مسجد پر بیٹھ آدمیوں کے گروہ موردملخ
کے سے انبوہ ہر جوانب واطراف سے واسطے زیارت ہماری کے آتے ہیں ہر کسی
کا حال حیرانی ہم سے عرض کیا کر جسکو ہماری طرف سے اجازت ہو آنے دے
سو میں فرمان واجب الاذعان اس شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین کا بجا لایا یعنے میں
ہر شخص کا حال جا کر عرض کرتا جسکو اجازت ہوتی اسکو لاکر حاضر کرتا اور باقی سبکو
روکتا ہوں بعد اس کے آنکھ کھل گئی میں جلد اٹھا صبح کو واسطے ملاقات مسرت آیات
حضرت شاہ غلام علی صاحب کے جو خلیفہ حضرت مرزا صاحب جانجاناں کے ہیں گیا اور اس خواب
ہدایت انتساب کو بیان کیا اور اسکی تعبیر چاہی شاہ جناب ممدوح پر فتوح نے

فرمانے لگے کہ طرفہ ماجرا ہے کہ ریاقو یوسف زمانہ اور ابن سیرین دوراں ہیں اور تعبیر مجھسے پوچھتے ہیں میں نے کہا یہ آپ اپنے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ بیان فرماتے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ اس خواب باصواب کی تعبیر آپ کی زبان فیض ترجمان سے سنوں شاہ صاحب موصوف ایک لحظہ سر گریبان تفکر میں ہو گئے بعد اس کے شادمان و فرحاں فرمانے لگے کہ صاحب میری رائے ناقص میں تو یوں آتا ہے کہ زیارت جناب ستطاب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گذرنے وقت وفات حضرت سید حسن رسول نما کے سے کم و بیش ڈیڑھ سو برس گذرے موقوف ہے شاید کہ یہ بات بدایت و ارشاد کا آپ کے یا آپ کے کسی مرید رشید کے ہاتھ سے مفتوح ہو میں نے عرض کی کہ اس خاکسار ذرہ بمقدار نے بھی تعبیر اس کا اپنے دل میں سوچا تھا مگر واسطے اطمینان طبیعت اور تسکین دل اپنے کے اس امر کو آپ کی خدمت فیضدرجت میں گزارش کیا صواب آپ کے فرمانے سے تسلی کلی ہو گئی فقط سوا اس خواب کو ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ تم آج آ پہنچے اور فرمایا کہ اب کہاں اترنے کا ارادہ ہے حضرت سید المجاہدین نے عرض کی کہ جہاں ارشاد ہو وہاں اتروں آپ نے

فرمایا کہ اپنی قدیم اسی مسجد اکبرآبادی میں اترو اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولانا عبدالحئی اور حافظ قطب الدین اور مولانا محمد یعقوب اور مولوی محمد یوسف اور مولوی وحید الدین اور کئی صاحبوں اور کو فرمایا کہ حضرت سید المجاہدین کا اسباب سرائے سے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز نفل ادا کی پھر جس حجرے میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم مغفور رہا کرتے تھے وہاں گئے مگر مولانا ممدوح پر فتوح کئی برس پہلے انتقال فرما چکے تھے پھر صحن مسجد میں آکر بیٹھے اور لوگوں سے ملاقات راوی کہتا ہے کہ دو سطے ہم لوگوں کے مولانا رفیع الدین صاحب نے حافظ قطب الدین سے فرمایا کہ مسجد میں جون سے حجرے پسند کریں ان میں ان لوگوں کا قبضہ کراکر اسباب انکا رکھوا دو پھر ہم نے پانچ حجرے پسند کئے جس ایام نیک انجام میں حضرت امیر المومنین سید المجاہدین بلدہ مراد شاہجہان آباد میں لشکر ظفر پیکر نورب منتسب بمعلی القاب سے تشریف فرما ہوئے موسم گرمی کا تھا ایک روز آپکی ملاقات کو ایک شاہزادہ آیا اور آپ کی نذر کو ایک اچار کا اچار اور دو شیشی سرکہ کے لایا ...

حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ یہ اچار ترشی میں لانا مگر یہ دوستینی سرکے کے حفاظت سے رکھے رہنا آخرالامر بعد چندے روز کے شہر دہلی میں وبا آیا اکثر لوگ مرنے لگے حضرت امیرالمومنین سیدالعابدین نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ تم نے جو دوستینی سرکے کے رکھا ئے تھے کہاں ہیں لوگوں نے حاضر کئے آپ نے تھوڑا تھوڑا سرکہ بیٹھے والے کو دینا شروع کیا مگر جس کو دیا فضل الہی سے اچھا ہو گیا کئی دن میں وہ سرکہ تمام ہوا اور وبا شہر میں بدستور باقی رہا لوگوں نے عرض کی کہ حضرت اس شہر میں وہ سرکہ بہت سے منگوائے آپ نے فرمایا اس کام کا یہی تھا اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے مجکو الہام کیا تھا کہ اس سرکہ میں میں نے شفا رکھا ہے اسکو حفاظت سے رکھے رہنا بعد چندے روز کے شہر میں وبا آویگا اسمیں خرچ کرنا آخرالامر ایک روز حضرت سیدالعابدین جناب شیخ آب خاتم المحدثین کی خدمت سراپا برکت میں تشریف لیگئے اور عرض کی کہ حضرت شہر میں وبا بکثرت ہے مخلوق بہت ضائع ہوتی ہے جناب الہی میں دعا کیجئے کہ یہ بلا یہاں سے دفع ہو آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے اس کے دور کرنے کی تدبیر تم کو بھی بتائی ہے کہ تو عنایت الہی سے یہ بلا دفع ہو جائیگی

حضرت سید المجاہدین فرماتے تھے میں نے جو مراقبہ کیا تو چار بلائیں بشکل شیروں کی سوار ہیں
سو وہ چاروں بلائیں آدمیوں کو تباہ کرتی ہیں ایک روز حکم الہی سے میں نے
ان میں سے ایک بلا کا تعاقب کیا یہاں تک کہ شہر سے باہر نکال دیا اسی طرح
دوسرے دن دوسری بلا کو اور تیسرے دن تیسری بلا کو خارج شہر کیا مگر جو چوتھی
وہ بڑی سرکش تھی اسکا جو پیچھا لیا اس نے بہت حیران کیا کبھی کس طرف بھاگتی
تھی اور کبھی کسی طرف مگر قابو میں نہیں آتی تھی یہاں تک کہ میں اس روز تھک
گیا دوسرے روز پھر نہایت حیران ہوا آخر الامر وہ بلا بھاگتے بھاگتے حضرت مولانا
رفیع الدین صاحب کے مکان میں گھس گئی پھر وہاں سے بھی اسکو نکال کر راجگھاٹ
کی طرف سے باہر کیا مگر مولانا صاحب ممدوح اسی بلا میں انتقال کر گئے بعد اسکے
فضل الہی سے تمام شہر میں امن ہو گیا — ایک شخص رہنے والا بخارا کا اس
کو سب ملا بخارا کہتے تھے واسطے طلب علم باطنی کے حضرت خاتم المحدثین عمدۃ المفسرین والا تمیز
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت سراپا برکت میں آیا اور اس امر کا سائل ہوا
اور کہا کہ میں گلشن زمانہ میں ایک مدت لیل و نہار مانند باد بہار کے ہر گوشہ و کنار

پھرا مگر اتنا جیسا کہ میں چاہتا ہوں کل مقصود سے بہبود نہ ہوا آخر کو میں آپکی خدمت
بابرکت میں آیا ہوں سو آپ مجھکو کچھ اسرار علم باطنی کی تعلیم فرماویں حضرت قدوۃ المتقین
زبدۃ المفسرین نے فرمایا کہ تم یہاں میرے پاس چند روز ٹھہرو ایک شخص میرے مریدوں
میں سے آنے والا ہے اس سے مقصد تمہارا حاصل ہوگا یہ بات سنکر وہ ملا بخاری خاموش
ہو رہا ظاہر کچھ نہ کہا مگر اپنے دلمیں اوداس ہوا کہ حضرت یہی مجھکو لیت ولعل میں رکھنا
چاہتے ہیں دیکھا چاہئے انجام اسکا کیونکر ہو اس عرصہ میں چند روز کے بعد حضرت امیر المومنین
سید المجاہدین رح لشکر فیروزی اثر نواب مستطاب معلی القاب کے سے بادہ مراد شاہجہان آباد
میں تشریف لائے اور جناب سعادت مآب خاتم المحدثین عمدۃ المفسرین کی ملاقات
مسرت آیات سے مشرف یاب ہوئے جناب ممدوح پر فتوح نے اس ملا بخاری کو بلا
کر حضرت سید المجاہدین سے مصافحہ معانقہ کرایا اور سپرد کیا کہ یہ شخص طالب خدا
ہے اسکو اپنے ساتھ رکھو اور علم اپنا اسے تعلیم کرو اور اس ملا کو سے فرمایا
کہ ہم تم سے کہتے تھے کہ ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے آنے والا ہے سو وہ
یہی صاحب ہیں تم ان کی خدمت میں چند روز رہو انشا اللہ تعالی مراد تمہارا

حاصل ہوگی ملا مذکور نے حضرت سید المجاہدین کی وضع سپاہیانہ دیکھکر اپنے دل
میں کہا کہ یہ تو ایک مرد سپاہی صورت ہیں یہ مجھکو کیا تعلیم دینگے اور حضرت
سید المجاہدین سے پوچھا کہ آپ نے کون کون سی کتاب پڑھی اور کیا کیا علم کی تحصیل
کیا ہے آپ کچھ نہ بولے حضرت خاتم المحدثین نے آپ کی طرف سے جواب بطور
دیا کہ ملا صاحب تمکو اس گفتگو لئے فائدہ سے کیا مطلب اپنے دل میں
یہ سمجھ لو کہ جو تم کو میرے پاس بارہ برس میں ملیگا ان کی خدمت میں تم کو وہ
بارہ دن میں حاصل ہوگا یہ بات سنکر ملا صاحب وہاں سے مدرسے کے حجرے
میں اپنا بستر لیتے گئے حضرت سید المجاہدین نے جناب خاتم المحدثین سے عرض
کی کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے نشکر میں الہام کیا تھا کہ ایک شخص چند روز سے
دہلی میں وارد ہے اسکی تعلیم ہم نے تجھ پر موقوف رکھی ہے سو وہ شخص یہ ہے
پھر وہ ملا بخاری اپنا بستر لیکر ہمراہ سید المجاہدین کے مسجد اکبر آبادی میں گئے اور حضرت
کے حجرے کے برابر دوسرے میں رہنے لگے اور حضرت نے انکو تعلیم شروع کیا چند روز میں
وہ اپنے شاہد مراد سے ہم آغوش اور ماسوائے اللہ سے فراموش ہوئے حضرت

امیرالمومنین سید المجاہدین اس ایام میں اکثر فرماتے تھے کہ ہم نے شائق
طالب خدا نہیں دیکھا اور وہ ملا صاحب بھی یہی کہتے تھے کہ میں بھی بہت شہروں
میں پھرا مگر ایسا مرشد شفیق تعلیم کرنیوالا نہیں پایا ایک روز حضرت سید المجاہدین
ملا بخاری کو کچھ تعلیم اسی مسجد میں کر رہے تھے دفعتہً ملا صاحب کو استفراغ شروع
ہوا حضرت سید المجاہدین نے مٹی کی چلیمچی اٹھا کر ان کے آگے کی کہ فرش مسجد ناپاک
نہ ہو اس عرصے میں ملا کا حال دیکھکر حضرت کو بھی قے آنے لگی چلیمچی چھوٹی تھی
حضرت نے کرتے کے دامن میں رکھ لی اور دونوں صاحب قے کرتے ہوئے
اس چلیمچی اور دامن میں مسجد کے چبوترے کے کنارے آئے جب قے موقوف
ہوئی دونوں صاحب کلی غرغرہ کرکے فارغ ہوئے بعد چھ سات روز کے
پندرہ بیس آدمیوں کے روبرو حضرت سید المجاہدین نے فرمایا کہ اس روز جو ملا بخاری
کا استفراغ میں نے اپنے ہاتھ میں لیا کہ مسجد نجس نہو اس کام سے اللہ تعالیٰ
جلشانہٗ مجھ سے بہت راضی ہوا اور اس کے عوض میں اس نے مجھکو بڑی نعمت
عطا فرمائی کہ اس کا شکر ادا کر نہیں سکتا اور فرمایا کہ تو نے ہماری مسجد کا

ادب کیا ہم نے تجہکو یہ انعام دیا ایک روز ایک عجیب واقعہ گذرا اس مسجد کے قریب چوکی میں غازی الدین خاں کی مشہور ہے اسمیں ایک وزیری رہتا تھا وہ اکثر قصور بے قصور اپنی عورت کو مارتا اور برا بھلا کہتا تہا اس عورت کا گود میں ایک شیر خوار لڑکا بہی تہا ایک روز وہ بیچاری آفت کی ماری مایوس ہوکر اپنی جان سے ہاتہ دہوکر بعد نماز عشا کے اپنے لڑکے کو لیکر مسجد کے کنوئیں میں گر پڑی قریب مسجد کے کئی گہوسی بہی رہتے تھے ان میں ایک اس کنوئیں پر پانی بہرنے گیا اسمیں کچھ آدمی کی سی آواز معلوم ہوتی ہے پانچ سات آدمی وہاں جمع ہوگئے حضرت سید المجاہدین اور ملا بخاری بہی وہاں گئے حضرت نے ان گہوسیوں سے کہا کہ جاؤ تم ایک کہٹولا اور رسی لاؤ میں اس میں خود اترونگا ملا بخاری نے عرض کیا کہ میں ہرگز آپ کو کنوئیں میں اترنے نہ دونگا میں خود اترونگا اس امر میں جانبین سے بار بار تکرار ہوئی۔ آخر الامر کہٹولا اور رسی آئی ملا صاحب کہٹولے پر بیٹھکر کنوئیں میں اترے جب قریب نصف راہ کے پہنچے تب گہبراکر لوگوں کو پکارنے لگے کہ جلد مجہکو کہینچو اس میں تو کوئی بلا ہے جب لوگوں نے انکو نکالا تب حضرت امیر المومنین سید المجاہدین نے فرمایا کہ

اسمیں بلا بھوت کوئی نہیں ہے فقط فلانے درزی کی عورت اور اس کا لڑکا ہے اللہ

تعالیٰ جلشانہٗ نے مجھکو اس امر سے پہلے آگاہ کیا تھا کہ فلانی عورت اپنے لڑکے کو لیکر

فلانی رات کو اس کنوئیں میں گرے گی سو تم اس کے واسطے دعا کرنا ہم اسکو بچالیویں گے

اور ہم ہاتھ پکڑ کر اس کو باہر نکالینگے پھر حضرت سید المجاہدین بنفس نفیس آپ اس کنوئیں میں کھٹولے

پر بیٹھکر اترے پانی اس کنوئیں میں کہیں تو گلے تک تھا اور کہیں گھٹنوں تک وہ عورت

بیچاری مصیبت ایک طرف جہاں پانی کم تھا اپنے لڑکے کو لئے ہوئے بیٹھی تھی حضرت

سید المجاہدین نے اس کو لڑکا سمیت کھٹولے پر سوار کیا اور لوگوں سے کہا کہ کھینچو جب

وہ اوپر آئی تب دوسرا کھٹولہ کے حضرت کو بھی اس کھٹولے پر نکالا پھر حضرت سید المجاہدین

نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو بھیجکر اس کے خاوند کو بلوایا ایک طالب علم نے اس سے پوچھا

کہ تیری عورت کہاں ہے اس نے کہا دیر ہوئی کہیں لڑکے کو لیکر مجھ سے خفا ہوکر چلی

گئی ہے اس نے کہا تیری عورت تو کنوئیں میں گر پڑی تھی سو ابھی حضرت سید المجاہدین

نے اس کو نکالا ہے اس کو جلدی وہاں سے اپنے گھر لیجا کہیں تھانہ دار نہ سنے تو تیرے

حق میں کچھ قباحت ہو اور حضرت سید المجاہدین نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو اشارہ

کیا انہوں نے اس کے خاوند کو خوب دھمکایا کہ اے بیوقوف پھر کبھی ایسی حرکت
ناشائستہ نہ کرنا نہیں تو قید ہو جاینگا اور ایک نائی خیر اللہ نام انگریز کی طرف
سے مسجد کے حجرے میں رہتا تھا اور وہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب کا
مرید بھی تھا اس کو خوشامد تمام سمجھا دیا کہ اس امر کی اطلاع تھانہ دار کو ہونے
پاوے اس عرصہ میں کسی سے سنکر تھانہ دار بھی آپہنچا مرد مسلمان اور مولانا صاحب کا
آشنا تھا مولانا صاحب نے اس سے کہا کہ یہ اپنے گھر کی لڑائی تھی خیر جو ہوا سو ہوا اسکی
خبر انگریز کو نہ ہونے پاوے ورنہ یہ بیچارہ بڑی بلا میں گرفتار ہوگا اس نے کہا آپ
ہمارے پیر و مرشد ہیں آپ کا فرمانا ہمارے سر آنکھوں پر اس امر کی ہرگز
کسی کو اطلاع نہوگی پھر ہر ایک آدمی جو وہاں تھے اپنے مکان چلے گئے بعد چند روز
کے ملا قاری نے اپنے وطن جانے کو حضرت سید المجاہدین سے رخصت چاہی اور
کہا کہ حضرت آپکی خدمت بابرکت سے جدا ہونا دلکو گوارا نہیں مگر نے اسکا کوئی
چارہ نہیں میری نیت یہ ہے کہ جو کچھ میں نے آپکی صحبت فیضدرجت میں نعمت
حاصل کی ہے اس سے اپنے عزیز و اقربا کو محروم نہ کروں وطن میں جاکر ان سے

بیعت لوں جو کچھ میں نے سیکھا ہے ان کو سکھاؤں شاید ہدایت ازلی سے راہ راست

پر آویں عاقبت بخیر ہو یہ بات سنکر حضرت نے فرمایا کہ میرا بھی دل یہی چاہتا ہے

کہ اپنے پاس سے جدا کروں مگر جو تم نے جو عذر معقول بیان کیا اس سے میں ناچار

ہوں اور قبل اسکے ملا صاحب نے کچھ زر نقد واسطے زاد راہ کے جو ان کے پاس تھا

حجرے کی دیوار میں کہیں کوئی رخنہ تھا اس میں لوگوں کی نظر بچا کر مٹی سے لیس دیا تھا

کہ وقت چلنے کے نکال لونگا سو تقدیر الٰہی سے وہ کوئی کھود لیگیا وہاں تلاش کیا

کچھ نہ پایا حال لوگوں سے ظاہر کیا سب کو افسوس ہوا حضرت سید العابدین نے سنا

فرمایا کہ ملا صاحب صبر کرو اس میں کچھ خیر تھی اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے اور کہیں سے

کچھ سامان موجود کر دیگا اور واسطے خرچ راہ کے ایک روپیہ انکو اپنے پاس سے

عنایت فرمایا اور کہا اس کو بحفاظت تمام اپنے خریطے میں رکھنا اور جو اس میں

ہو اس کو اٹھانا مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی یوسف صاحب اور حافظ

قطب الدین صاحب اور سوا ان کے اور بعض اسوقت حاضر تھے ان میں سے کسی نے

کہا کہ حضرت جانا تو بہت دور ہے ایک روپیہ سے کیا ہوگا حضرت

سید المجاہدین نے فرمایا کہ مجھکو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کیطرف سے ایک روپیہ کی اجازت
ملی ہے مرضی الٰہی جب میں کسی کو دیکر کہدیتا ہوں کہ اس روپے کو اور روپیوں
میں نہ ملانا جدا رکھنا تو پھر اسکو کفایت کرتا ہے جتنا خرچ جسکا روزمرہ کا ہوتا
ہے ایک روپیہ خواہ زیادہ خواہ کم کا اس کا بندہش رہتا اس میں سے روپے
ملے جاتے ہیں سو یہ اسی قسم کا روپیہ ہے جو میں نے ملا صاحب کو دیا ہے بعد اس کے
ملا صاحب کو جناب خاتم المحدثین کے پاس لیگئے اور عرض کی کہ اپنے وطن کو جاتے
ہیں آپ سے رخصت ہونے آئے ہیں جناب ممدوح نے فرمایا کہ ملا صاحب جس مراد
کو تم یہاں آئے تھے وہ سید صاحب سے بر آئی ملانے عرض کی کہ حضرت مجھکو اللہ تعالیٰ
ان کی صحبت کی برکت سے بہت کچھ عنایت کیا کہ اس کا شکر ادا نہیں کرسکتا ہوں
حضرت خاتم المحدثین نے فرمایا کہ اور جو کچھ تمکو پوچھنا ہو ان سے پوچھ لو اب وقت
جدائی کا ہے پھر خدا جانے ملاقات ہو یا نہ ہو کون کہتا باقی نہ رہے پھر ان کو مصافحہ
کرکے رخصت فرمایا کہ جاؤ تمکو خدا کو سپرد کیا پھر ملا صاحب کو حضرت
سید المجاہدین وہاں سے اپنے حجرے میں لیگئے اور ایک پائجامہ کو جمعہ کے روز

پہنچا۔ کبھی یا جب کبھی کسی کو وعظ و نصیحت کرنا منظور ہو تب پہنچو اللہ تعالیٰ سے
امید قوی ہے تمہاری نصیحت اسکو اثر کریگی پھر مصافحہ کر کے رخصت فرمایا کہ
جاؤ ہم نے تم کو خدا کو سونپا ایک بار بعد نماز بعد نماز اشراق کے چار پانچ
گھڑی دن چڑھے حضرت سید المجاہدین گھبرائے ہوئے اپنے حجرے سے جناب خاتم المحدثین
کے پاس گئے جناب ممدوح سرفتوح نے پوچھا خیر تو ہے آج اس طرح گھبرائے
ہوئے کس وقت آئے ہو کیا سبب ہے اس وقت کئی طالب علم بھی مدرسے کے وہاں
موجود تھے حضرت سید المجاہدین نے عرض کی کہ واسطے اطلاع کے آیا ہوں آج پاس
مردود کا بڑا غلبہ ہے یہاں تک دھوپ کا رنگ بھی مبدل ہو گیا ہے اور ہوا بھی تیز ہے
راوی کہتا ہے فی الحقیقت دھوپ اس روز ایسی تھی جس طرح کے دن زرد و
بے نور ہو گئی ہے جناب خاتم المحدثین نے فرمایا کہ ہاں سچ ہے اسی طور ایک بار
اور بھائی عبد القادر کے وقت میں اس خبیث نے غلبہ کیا تھا وہ بھی میرے پاس
اسی طرح آئے تھے سو میں نے اس کے دفع ہونیکی تدبیر انکو بتا دی تھی سو وہ
دور ہو گیا مگر بہ نسبت اس بار کے آج اس کا بڑا زور شور ہے سو تم میری طرف

سے نے فکر مت کرو جو کچھ اس کے دفع کرنے میں ہوسکیگا کرتا ہوں نہ کرونگا مگر تم اپنے
مکان پر جاکر اس کے دور ہونے کی تدبیر کرو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا یہ بات سنکر
حضرت سید المجاہدین اپنے حجرے میں آئے بڑی دیر تک قریب ایک پہر کے بیٹھے رہے
خدا جانے کیا کیا تدبیر کرلی اور وہ کئی طالب علم جو حضرت خاتم المحدثین کے پاس حاضر
تھے انھوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا مذکور تھا جو سید صاحب بیان کرتے تھے پارس ناتھ
کون شخص ہے کچھ ہم کو بھی معلوم ہو آپ نے تبسم کیا اور جواب دیا کہ اس حال کے دریافت
کرنے سے تم کو کیا کام ایک آفت الٰہی ہے خدا سے دعا کرو کہ اسکو دفع کرے وہ خاموش
ہو رہے جب وقت ظہر ہوا حضرت سید المجاہدین حجرے سے باہر آئے استنجا اور وضو کیا نماز
ظہر ادا کی اور وہ طالب علم نماز جماعت کو آئے بعد نماز کے اس مسجد کے رہنے والوں سے
پوچھا کہ آج سید صاحب نے یہاں کس امر کا تذکرہ کیا تھا سب نے کہا ہم کو کچھ خبر نہیں
خیر تو ہے انہوں نے وہ تمام قصہ بیان کیا کہ آج حضرت سید المجاہدین ایسے مکدم
لوگوں کو تعجب ہوا حضرت سے پوچھا کہ طالب علم ایسا ایسا ذکر کرتے ہیں وہ پارس ناتھ
کون ہے آپ نے بھی مجمل اسی طرح فرمایا کہ تم کو اس امر سے کیا غرض کوئی آفت الٰہی

تھی سو اتفاقاً لوگوں نے نماز وہاں پھر وقت مغرب ایک دوسرے سنکر اور صاحبوں نے
حضرت سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ماجرا ہے کچھ تو بیان فرمائیے تاکہ پتہ ہو کیا
شے ہے پھر بھی آپنے وہی جواب دیا مگر بیان مفصل نہ کیا خدا جانے یہ کیا راز
تھا   ایک رات حضرت سید المجاہدین نے خواب دیکھا خلاصہ اس کا یہ ہے
کہ کوئی بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ مسجد جب سے بنی ہے کسی نے اسکی چھت کو کبوتروں
ابابیلوں وغیرہ کی بیٹ سے گندہ ہو رہی ہے صاف نہیں کیا سو تم اسکو صاف کرو جب
آپ بیدار ہوئے صبح کو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ مسجد
جب سے بنی ہے کبھی کسی نے اسکی چھت بھی صاف کی ہے آپنے کہا یہ حال
مجھکو معلوم نہیں مگر اس سے آپکا کیا مطلب آپنے کہا اسکا تحقیق منظور ہے
مولانا ممدوح نے کہا میاں شمس الدین صاحب جو خلیفہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب
کے ہیں بڑے معمر ہیں اس سے حال کو دریافت کریں آپ اس کے پاس گئے
اور پوچھا کہ تمہاری عمر کیا ہے اس نے کہا قریب سو برس کے آپنے کہا
تمہارے زمانہ میں کبھی اس مسجد کی چھت بھی صاف کی گئی ہے اسنے کہا

حضرت میری یاد میں تو کسی نے صاف نہیں کی آگے کا حال خدا جانے تب حضرت
سید المجاہدین وہاں سے مسجد میں آئے اور مولانا محمد اسمعیل صاحب سے کہا کہ مجھکو خواب
میں حکم ہوا ہے کہ اس مسجد کی چھت کو صاف کرو سو اب اسکی تدبیر کیا چاہئے مولانا
ممدوح نے کہا مسجد بلند ہے بہت ایسی لمبی سیڑھی یہاں نہیں جو لگ سکے حضرت نے کہا
اس بات کا کچھ اندیشہ نہیں ہم کئی سیڑھیاں آپسمیں باندھ کر لگا دینگے مولانا صاحب
نے کہا تو بہتر ہے اسکی تیاری کیجئے پھر حضرت ایک روز کئی سیڑھیاں باندھ کر
اور ایک طرف مسجد کے لگا کر چھت پر چڑھے دیکھا تو چھکڑوں بیٹ جانوروں کی
گھونسلیں اور بہت جمع ہیں کہیں تو کمر تک کہیں زانو تک کہیں اس سے کم آپ نے
پھاوڑا اور کودال منگا کر ایک طرف سے کھودنا شروع کیا آپ کو دیکھکر بیس
پچیس آدمی اور بھی آپکی اتباع کے واسطے چڑھ گئے آپ نے فرمایا کہ اس امر کا
تو حکم جناب الٰہی سے مجھی کو ہے مگر اس کار خیر میں جو شریک ہو میں مانع نہیں آپ
تو پھاوڑے سے کھودتے تھے اور لوگ ٹوکروں بھر بھر کر نیچے ڈالتے تھے صبح سے تیسرے
پہر تک تمام چھت صاف کروائی پھر مشکوں میں پانی منگوا کر چھت تمام دھویا گیا

دعوت سے فارغ ہوئے اترے بعد کئی دن کے حضرت سید المبا ہوتی لوگوں کے سامنے فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اس جیب صاف کرنے کے عوض میں مجھکو بڑی نعمت عطا فرمائی کہ اس کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا اتنا ہی اظہار کیا اور اس نعمت کی تفصیل بیان نہ فرمائی واللہ اعلم بالصواب

اکبر آباد کی مسجد کے حجروں میں گھوسی رہتے تھے ان میں ایک گھوسی کی بھینس بہت سا دودھ دیتی تھی سو خدا جانے کسکی نظر لگی یا اور کوئی سبب ہوا بالکل ایکبارگی دودھ اسکا خشک ہو گیا اس نے ایک روز مسجد مذکور میں وہاں کے لوگوں سے یہ شکوہ کیا بعضوں نے موافق اپنی رائے کے کچھ کچھ تدبیر بتلائی کسی نے اس سے کہا کہ تو سید صاحب سے اسکا حال جا کر بیان کر خدا چاہے تیرا مقصد پورا ہوگا وہ حضرت سید المبا ہوتی کے پاس آیا اور اپنا حال بیان کیا حضرت نے اس سے ایک لوٹا پانی منگوا کر اس میں کچھ پانی پیا اور کچھ پڑھ کر اس پر دم کیا پھر اسکو دیا اور اس سے فرمایا کہ یہ پانی لیجا اس سے اس کے تھن دھو دے اور کچھ اسکی پشت پر چھڑک دے اور اس کا منہ بھی دھو دے اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا

اس نے جاکر ویسا ہی کیا عنایت الہی سے کئی روز میں وہ بھینس جیسے اول دودھ
دیتی تھی اسی طور دینے لگی کچھ نقصان باقی نہ رہا ایک روز وہ گھوسی آکر کہنے
لگا کہ حضرت تمہاری دعا سے میری بھینس چنگی ہوگئی سو میری نیت ہے کہ میں کچھ
شکرانہ کروں حضرت نے فرمایا کیا تمہارا ارادہ ہے اس نے عرض کی کہ میں
چاہتا ہوں کچھ کھیر پکا کر اپنے لوگوں کی اور مسجد کے سب طالب علموں کی ضیافت
کروں سو یہ تمام آدمی کتنے ہونگے حضرت نے فرمایا القبہ قریب سا ٹہہ آدمی ہوا کے
ہوں گے یہ بات سنکر وہ مکان گیا اور ایک بڑی سی دیگ بہر کے کھیر پکا کر وقت مغربا
کے آیا کہ حضرت کھانا تیار ہے اگر مرضی مبارک آپکی ہو تو لوگوں کو تیرے مکان
پر بھیجو لیکن میرے غریب خانہ کا حال حضرت کو معلوم ہے کہ بسبب برسات کے
آجکل تعفن زیادہ ہے اور اگر ارشاد ہو تو میں کھانا اسی جگہہ لاکر حاضر کروں آپنے
فرمایا اسی جگہہ لاؤ تو خوب ہے وہ بہت سے کونڈوں میں کھیر نکال کر وہیں لایا حضرت
حضرت نے فرمایا کہ تم کو جو کھانا لانا منظور تھا سو لاچکے اب ہم جسکو چاہیں کھلا دیں
اس نے کہا آپ مختار ہیں مجھ سے پوچھنے کی کیا حاجت جسکو چاہیں کھلا دیں

حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ حضرت خاتم المدثین کے مدرسے کے جو طالب علم ہیں انکو بھی بلالو کہ وہ بھی کھاویں یہ بات سنکر مصر کے طالبعلم آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ یہ کھانا سو لوگوں کو بمشکل کفایت کرے گا ہم نے اس امید پر صبح سے کچھ کھایا پکایا نہیں حضرت فرماتے ہیں کہ وہاں کے مدرسے کے لوگوں کو بلاکر کھلاؤ ان کی یہ گفتگو حضرت سید المجاہدین نے سنکر فرمایا صاحبو ایسا نہو کہ کھانا بہت ہے خدا چاہیگا تم سب آسودہ ہوکر کھاؤ گے اور کھانا بیچ رہیگا ان میں سے کسی طالبعلم نے کہا کہ حضرت اس بات کا آپ کو کیا خدا کے یہاں سے الہام ہوا کہ ہم سب لوگ شکم سیر ہوکر کھاویں گے اور کھانا بچ رہیگا ان میں سے کسی طالب علم نے کہا کہ حضرت اس بات کا آپ کو کیا خدا کے یہاں سے الہام ہوا کہ ہم سب لوگ شکم سیر ہوکر کھاویں گے اور کھانا بچ رہیگا حضرت نے فرمایا کہ اس بات میں کیا تم میں کسی کو شبہہ ہے لوگ یہ کلام سنکر خاموش ہو رہے آخر الامر کوئی چالیس طالبعلم وہاں کے بھی بلوائے اور سب کو بٹھا کر آپنے کونڈوں میں بھر بھر کے وہ کھیر دینی شروع کی اور وہ سب لوگ کھانے لگے یہاں تک کہ سب شکم سیر ہوگئے اور کھانا کوئی پچاس ساٹھ آدمیوں کا

بچ رہا تب یہ حال دیکھکر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے پہر حضرت
نے فرمایا کہ صاحبو تم سب آسودہ ہو کر کہا چکے سب نے عرض کی کہ ہاں خوب کہا چکے
آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ باقی کہانا اور مسجدوں کے طالبعلموں کو
بلا کر کہلادوں مگر اسوقت رات کو کسکو کسکو بلاؤں لوگوں کو تکلیف ہوگی
سو تم سب صاحب اس کہانے کو بحفاظت تمام رکھو فجر کو پہر سب ملکر کہا لینا
الغرض صبح کو وہ باقی کہانا ان سا ٹہوں آدمیوں نے اور کوئی بیس آدمی حضرت
خاتم المحدثین کے مدرسے کے آئے سب نے آسودہ ہو کر کہایا پہر بہی چہہ سات آدمیوں
کے موافق بچ رہا آپ نے فرمایا کہ یہ باقی کہانا سقے کو حوالہ کرو یہ اسی کا حق ہے
پہر وہ باقی کہانا سقے کو دیا پہر کچہ دن چڑہے مسجد میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
تشریف لائے طالب علم سبق پڑہنے میں مشغول ہوئے بعد فراغت کے ان طالب
علموں نے رات کے کہانے کا حال مولانا ممدوح سے عرض کیا کہ حضرت اس قدر
قلیل کہانا تہا اور اس قدر جم غفیر نے کہایا اور باقی کہانا اس قدر لوگوں نے آج صبح کو
نوش جان فرمایا سو اس کا حال آپ سید صاحب سے پوچھیں کہ یہ کیا معاملہ تہا

ہمارے کچھ خیال میں نہیں آتا مولانا موصوف نے فرمایا کہ تم آپ کیوں نہ پوچھو
انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہماری جرات نہیں پڑتی کہ عرض کریں آپ ہی
پوچھیں مولانا صاحب نے فرمایا کیا مضائقہ اگر موقعہ پاؤنگا دریافت کروں گا
اس عرصے میں حضرت امیر المومنین سید المجاہدین بھی وہیں تشریف فرما ہوئے اور
مولانا ممدوح سے کچھ باتیں کرنے لگے اس عرصے میں لوگوں نے مولانا صاحب کو اشارہ
کیا کہ وہی حال پوچھیں تب مولانا صاحب نے اس رات کے کھانے کا حال پوچھا کہ یہ
لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ طالب علم رات کو کھانے کی
قلت کا شکوہ کرتے تھے سو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ایسا نہ ہو جو یہ لوگ
کہتے ہیں آپ نے فرمایا سو میں نے جناب الہی میں دعا کی اللہ تعالی نے قبول فرمائی
کہ تو لوگوں کو کھانا کھلا دے سب سیر ہو کر کھاوینگے اور اس قدر بچ رہیگا سو
ویسا ہی ہوا راوی اخبار کہتا ہے کہ میں ایک بار قصبہ سوجت علاقہ
جودھ پور میں واسطے ایک اونٹ خریدنے کے گیا وہاں چھیپیوں کی مسجد میں ٹھہرا
جب وہ لوگ نماز کو آئے ملاقات ہوئی ان سے میں نے کہا کہ مجھکو ایک واسطے

سواری کے درکار ہے کہیں تمہاری نگاہ میں ہو تو ے دو ایک نے ان میں سے کہا
کہ ایک ٹوبا ڈیڑھ برس کا فلانے شخص کے یہاں بکاؤ ہے اگر مل جاوے تو بہت
خوب ہے اس واسطے کہ ہماں رسکی ایک دن میں سو کوس چلتی ہے اور باپ بھی
اس کا نسل میں بڑا قوی ہے یہ سنکر میں اس کے لینے پر راضی ہوا آخرالامر ساٹھ
روپے کا خرید کر لیا اپنے لشکر میں آیا اور اس کو پرورش کرنا شروع کیا
چند مدت میں وہ قابل سواری کے ہوا مگر جلیا کہ ان لوگوں نے اس کے خریدنے کے
وقت اس کی ماں باپ کی نسل کا بیان کیا تھا اس کا آدھا بلکہ تہائی بھی نہ
نکلا لیکن شکل و صورت اور ڈیل ڈول میں نہایت خوب تھا اس لئے میں نے اسکو
بیچا نہیں الغرض وہ پاس میرے رہا جب لشکر ظفر پیکر نواب مستطاب معلی القاب کے
سے میں حضرت سید المجاہدین کے ہمراہ شاہجہاں آباد کو گیا اور چند مدت رہنے
کا اتفاق پڑا ایک روز حضرت امیر المومنین سید المجاہدین رح نے فرمایا کہ ذبن محمد
تو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر شیخ محمد عارف کے پاس کرنال میں جا کچھ کام ضروری
ہے میں نے عرض کی بہت خوب میں جاونگا مگر گھوڑے یا بہلی پر سوار ہو کر

اس واسطے کہ اونٹ میرا چلنے میں نہایت کند گام ہے کہ میں اس کا کچھ
بیان نہیں کر سکتا آپ نے فرمایا کہ نہیں اپنے ہی اونٹ پر سوار ہو کر جاؤ
اس بات میں میں نے کئی اب انکار کیا اور حضرت نے بھی کئی بار فرمایا آخر الامر
حضرت ممدوح پر فتوح کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ نو مسلم بڑے صالح
اور امانت دار تھے ان سے فرمایا کہ تم دین محمد سے ہماری طرف سے کہو کہ جو کچھ ہم
کہیں وہ بات مانیں اور اسمیں کچھ چون و چرا نہ کریں میاں عبداللہ نے یہ حال
مجھ سے بیان کیا میں نے کہا میں حضرت کا مطیع و فرمانبردار ہوں جو فرماوینگے بلا
انکار مان لونگا پھر ایک روز حضرت سید المجاہدین نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی
میاں عبداللہ کو دیا کہ دین محمد کے اونٹ پر چھڑک دو انھوں نے ویسا ہی کیا
پھر میاں عبداللہ نے فرمایا کہ کل تم فجر کو بعد نماز کے اسی اونٹ پر سوار ہو کر قطب
صاحب تک آؤ مگر وہاں دیر نہ لگانا جلدی چلے آنا پھر صبح کو میاں عبداللہ
اسی اونٹ پر سوار ہو کر قطب صاحب تک گئے اور چار گھڑی کے عرصہ میں
اونٹ بھی آئے حضرت سید المجاہدین نے ان سے پوچھا کہ کہو یہ اونٹ چلنے

میں کیا ہے انہوں نے کہا بہت خوب چالاک ہے اس میں کوئی عیب معلوم
نہیں ہوتا پھر مجھ سے فرمایا کہ دین محمد جی کو تم سوار ہو کر اپنے اونٹ پر تغلق آباد
تک ہو آؤ میں بھی اسی طور وہاں گیا اور پھر چلا آیا تب حضرت نے مجھ سے پوچھا
کہ کہو تمہارا اونٹ چلنے میں کیسا ہے میں نے عرض کی کہ حضرت اب تو خوب تیز
چلتا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے جناب الہی میں تمہارے اونٹ کے واسطے دعا
کی سو اللہ تعالی نے قبول فرمائی اور عیب اس کا دور فرمایا پھر فرمایا کہ جی کرنال جاؤ
انشاء اللہ تعالی عصر کے وقت پہنچ گے سو ولیا ہی ہوا کرنال دہلی سے ساٹھ کوس مشہور ہے
میں جی کی نماز پڑھ کر سوار ہوا قبل نماز عصر کے کرنال جا کر داخل ہوا اور پھر دوسرے روز
وہاں سے سوار ہوا اسی وقت عصر کے دہلی میں آیا حضرت امیر المومنین سید المجاہدین علیہ الرحمۃ
کے بڑے بھائی مولوی سید محمد اسحاق صاحب شاہجہان آباد میں سید ممدوح پر فتوح
کے پاس آئے اور ملے بعد کئی سال کے ملاقات ہوئی حضرت نہایت خوش ہوئے
اور پوچھا کہ بھائی صاحب کیونکر آپ کا آنا ہوا سو مولوی صاحب موصوف نے فرمایا
کہ تمہاری خبر مجھکو لکھنؤ میں ملی کہ تم ان دنوں لشکر ظفر پیکر نواب نامدار دولتمدار

نواب امیر الدولہ بہادر کے سے بیچ خدمت فیضدرجت حضرت خاتم الفقہا
والمحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز کے آئے مجھکو اندیشہ ہوا کہ اب ایسا نہ ہو تم کہیں
دور چلے جاؤ پھر ملاقات ہونی دشوار ہو اسی خیال سے میری طبیعت کو قرار نہ ہوا
میں جلد محسن خاں کو ساتھ لیکر وہاں سے ادھر روانہ ہوا قصبہ پالی میں لشکر عبدالباقی
خان قندہاری کا متعین تھا اس لشکر میں ہمارے سید عبدالرحمن بھی تھے انکے
ڈیرے میں آکر اترا انہوں نے حال پوچھا کہ یہاں آپ کا کیونکر آنا ہوا اور یہاں
سے کہاں کا ارادہ ہے میں نے تمہارا بیان کیا ان کو بھی کمال خوشی ہوئی پھر تین
روز وہاں رہا چوتھے روز ادھر کو چلا فرخ آباد تک سید عبدالرحمن بھی میرے
ساتھ آئے پھر میں نے انکو وہیں سے لوٹا دیا وہ تو ادھر اپنے لشکر کو روانہ ہوئے
اور میں محسن خاں کو ہمراہ لئے ہوئے ادھر آیا یہ حال خیر مآل سنکر حضرت نے فرمایا کہ خیر بہتر
کیا جو آپ تشریف لائے اسمیں بھی کچھ حکمت الہی تھی اور میں تو سوا گھر کے یہاں سے
کہیں نہ جاتا وہاں چلکر جو ہوتا سو ہوتا یہ بات سنکر سید محمد اسحاق صاحب خوش
ہوئے پھر وہاں حضرت کے پاس چند روز رہکر فرمایا کہ اب تو ہم مکان چلینگے اور تم

بھی جلد آنا ہم وہاں چلکر تمہاری بیماری کی تدبیر کریں پھر حضرت نے مجھسے اور میاں
عبداللہ سے فرمایا کہ میاں صاحب گھبراتے ہیں انکے لئے کچھ خرچ راہ کی تدبیر
کرنی چاہئے ہم دونوں نے عرض کی کہ بنئے کے کچھ کم زیادہ سو روپے قرض ہو چکے ہیں
اب اس سے جو اور مانگیں تو شاید دینے میں پس و پیش کرے آپنے فرمایا کہ خیر اللہ تعالیٰ
اور کہیں سے کچھ سبب پیدا کریگا پھر بعد دو تین روز کے شاہ میر صاحب ایک آپکے
آشنا تھے ان کے پاس سے دو سو روپے لاکر آپنے ہم دونوں کو دئے اور فرمایا
کہ ان میں سے میاں صاحب کو بھی خرچ دیکر رخصت کرنا ہوگا اور بنئے کو بھی دیا
جاویگا مگر ایک بار نہ دینا پانچ روپے روز کردو اس طور سے اس کا قرض انشاء اللہ
تعالیٰ ادا ہو جاویگا اور باقی روپیہ تمہارے خرچ میں آویگا ہم دونوں نے عرض کی
کہ پانچ ہی روپے روز آپ کا خرچ ہے آپنے فرمایا یہ روپے تھیلی میں کرکے
صندوقچہ کے اندر رکھو بقدر حاجت اس میں سے نکال لیا کرنا مگر ایکبار کی مٹھی
بھر کر نہ نکالنا پھر موافق فرمانے کے آپکے ہم دونوں اس میں سے خرچ کرنے لگے
یہاں تک کہ بنیے کا بھی قرض ادا ہوگیا اور اپنے یہاں کا بھی خرچ روزمرہ کا جاری

رہا پھر جب مولوی سید محمد اسحاق صاحب نے گھر جانیکی تیاری کی تب ہم دونوں
نے عرض کی کہ آپکے بہائی صاحب کو کیا خرچ دنیا ہوگا فرمایا کہ تم دونوں کو اختیار ہے
آپسمیں صلاح و مشورت کرکے جو مناسب جانو دے دیا کرو رخصت کرو مجھہ سے
پوچھنے کا کچھہ حاجت نہیں پھر ہم نے عرض کی مولوی صاحب کے ہمراہ کتنے آدمی جاوینگے
فرمایا کہ ہم محسن خاں کو رکھہ لیونگے اور محمد محسن خاں کو ان کے ہمراہ کردینگے اور کوئی
نہیں جاوے گا پھر ہم دونوں مشورہ کرکے انہیں روپوں سے ساٹھہ روپئے نکال کر خرچ
کو آپکے پاس گئے آپنے پوچھا کہ بہائی صاحب کو تم نے کیا خرچ دیا ہم نے وہ روپئے
آپکے روبرو دھردے فرمایا کہ یہ کتنے ہیں ہم نے عرض کی کہ ساٹھہ روپئے آپ بہت خوش
ہوئے کہ تم نے بہت خرچ دیا پھر آپنے وہ روپئے دے کر مولوی صاحب کو رخصت فرمایا
اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے پیچھے کچھہ روز میں ہم بھی آتے ہیں اور تکملہ اس کا زبانی
حضرت سید عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ جب مولوی سید محمد اسحق صاحب
مع الخیر حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے پاس سے لکھنؤ میں محمد محسن کو ہمراہ لیکر آئے
اور حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس سے ایک پچھیرا کاٹھیاواری لائے جو لوگ برادری کے

موجود تھے واسطے ملاقات کے حاضر ہوئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کا حال خیر مآل پوچھنے لگے
کہ آپکے بیاہ صاحب سید احمد کا کیا حال ہے مولوی صاحب نے فرمایا کہ عنایت الہی سے
سید احمد کو وہ رتبہ حاصل ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا ہوں اپنی تو عمر میں نہ اس رتبے
کا آدمی دیکھا ہے نہ سنا ہے اللہ تعالٰی نے اپنی عنایت لے غایت سے ایسا علم باطنی ان
کو عطا فرمایا ہے کہ تمام علما اور فضلا دہلی کے طرف انکے رجوع ہیں اور ان کی تقریر
کے آگے کوئی دم نہیں مار سکتا اور ہم سے مولویوں کا وہاں کیا شمار کہ ان کے
آگے بولیں اور سب چون وچرا کا کھولیں ان کو علم وہبی ہے کسبی نہیں ہے یہ تمام
گفتگو سنکر وہ سب برادری والے ہنسنے لگے کہ وہ آپکے بیاہی ہیں جو چاہئے سو فرمائے
والا ہم ان کو خوب جانتے ہیں یہ مادہ اور لیاقت کہاں ہے ان میں وہ تو امی محض ہیں
مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں از روے مبالغہ کے نہیں کہتا ہوں وہ حقیقت میں یوں ہی
ہیں اگرچہ تمہاری فہم میں یہ بات نہ آوے جب تم ان کو دیکھو گے تب جانو گے اور سوائے
فرمان برداری کے تم سے نہ بن پڑیگی اور تم تو کیا ہے بلکہ تمام علمائے نامدار اور فضلائے
کامگار اور تمام اہل کرامات اس زمانہ کے ان کے مطیع اور فرمان بردار ہو جائینگے انشاء اللہ
تعالیٰ

مگران لوگوں کو یقین نہ ہوا پھر کئی روز وہاں رہکر مولوی صاحب ممدوح تکیہ شریفہ کو تشریف لیگئے اور میں بھی قصبہ پلاسے رائے بریلی کو گیا اور ان روزوں رہکر مولوی صاحب ممدوح بخیال اس بات کے کہ شاید کوئی عزیزوں مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کے سے ہمارے سید احمد کے ہمراہ تشریف لاویں طیاری پلنگ وچار پائی فرش وغیرہ کی کرنے لگے اس عرصہ میں بتقدیر الٰہی سے بیمار ہوئے اور بعد کئی روز کے انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون اور ان روزوں تکیے میں میرے سوائے مولوی صاحب مرحوم کے مکان پر کوئی نہ تھا بعد کئی دن کے برادری کے لوگ جمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ کوئی آدمی حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس واسطے خبر کے بھیجا جائے آخر الامر ایک آدمی کو کچھ اجرہ مقرر کر کے اور ایک خط دیکر حضرت کے پاس شاہجہان آباد کو روانہ کیا انتہی پھر بعد کئی روز کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے میاں عبد اللہ سے اور مجھ سے فرمایا کہ موسم جاڑے کا آپہونچا ہے ہمارے واسطے کچھ جڑاول بناؤ ہم نے عرض کی کہ جو ارشاد ہو بنایا جاوے آپنے فرمایا کہ ایک سپید دگلا اور دو سپید دوہر اور دو سرمئی فرزلئی اور ایک لبادہ اور دو پگڑی سرمئی اور چار جوڑے کپڑے اور جو لوگ دس بیس ہمارے ہمراہ ہیں ان کے واسطے جڑاول بناؤ اور ان سے دریافت کر دیکھو

کہ جو چاہے ایک دگلا اور ایک دوھر بناوے اور جو چاہے ایک مرزئی اور ایک رضائی
بناوے پھر ہم نے جو لوگوں سے پوچھا تو اکثر صاحبوں نے دگلا اور دوھر بنانا منظور کیا
اور بعضوں نے مرزئی اور رضائی بنائی فرمائی الغرض اس تمام لباس ولوتساک میں قریب
اسی روپے کے صرف ہوئے پھر ایک روز حضرت سید المجاہدین نے ہم دونوں شخصوں
سے فرمایا کہ اب کچھ اور بھی ہتھیلی میں باقی ہیں ہم نے عرض کی کہ ہاں کچھ ہونگے
مگر ہمکو تعداد ان کی معلوم نہیں فرمایا وہ ہتھیلی صندوقچہ سے نکال لاؤ ہم نے لا کر حاضر
کی اس میں سے سب روپے نکالکر گنے تو بیس یا بتیس روپے نکلے آپ نے فرمایا کہ اکیس
سے اتنے روزوں سے جب سے ہم لائے تھے کتنے روپے خرچ ہوئے ہونگے ہم نے
عرض کی کہ حضرت ہم کو شمار اس کا پورا پورا تو نہیں معلوم مگر اٹکل سے کہتے ہیں کہ کم و
بیش قریب چار سو روپے کے البتہ خرچ ہوئے ہونگے آپنے فرمایا کہ ہم غریب لوگ
ہیں اللہ تعالے اسی طور سے ہماری پرورش کرتا ہے کیونکہ سوا اس جناب پاک
کے ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں یہ سب اسی کی عنایت ہے اور وہ بیس یا بیس
روپیہ پھر ہم کو سپرد کئے کہ انکو بھی وقت حاجت کے صرف کرنا پھر خدا

خدا رزاق ہے اور کہیں سے دیگا مگر اس روز سے پھر وہ برکت ان روپیوں

نہ رہی کئی روز میں خرچ ہو گئے حضرت امیر المومنین سید المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ

کے معتقدوں میں ایک مرزا غلام حیدر شاہزادے تھے سو وہ ایک روز دو لڑکے

سات سات آٹھ برس کے اپنے ساتھ لیکر اکبر آبادی مسجد میں مولانا محمد اسمعیل

رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا یہ دونوں لڑکے نہایت کند ذہن اور بد لہجہ

اور نا حافظ ہیں آپ انکو جناب سید المجاہدین کے نزدیک لیجائیے اور ان کے واسطے دعا

کرائیے شاید اللہ تعالیٰ حضرت کی دعا سے کچھ اپنا فضل کرے تو ان کا یہ نقصان دور ہو

مولانا صاحب ان میں سے ایک کو لیکر حضرت ممدوح پر فتوح کے پاس لیگئے حضرت نے

ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور مولانا صاحب ممدوح سے پوچھا کہ یہ کس کا لڑکا ہے

انہوں نے کہا مرزا غلام حیدر صاحب کا ہے حضرت نے فرمایا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں

مولانا صاحب نے وہیں سے ان کو آواز دیکر پکارا وہ دوسرا لڑکا بھی اپنے ساتھ لیکر

حضرت کے پاس حاضر ہوے حضرت نے اس لڑکے کے سر پر بھی ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ

مرزا صاحب کچھ فرمائیے انہوں نے وہی نقصان جو ان لڑکوں میں تھا بیان کیا حضرت

یہ بات سنکر ایک لحظہ خاموش ہو رہے پھر فرمایا کہ کل ہمارے پاس آنا یہ سنکر مرزا صاحب اپنے مکان کو تشریف لیگئے وہیں حضرت کے پاس اور ایک حافظ صاحب حاضر تھے انہوں نے وہی نقصان جو اُن لڑکوں میں تھا بیان کیا۔ بھی عرض کی کہ حضرت میرے حق میں بھی کچھ دعا کیجئے میری آواز نہایت پست ہے اور لہجہ بھی کچھ اچھا نہیں جو کبھی میں امامت کرتا ہوں تو سوائے صف اوّل کے میری آواز کوئی نہیں سنتا حضرت نے انکو ٹھہرا رکھا جب وقت مغرب کا آیا مسجد کے جو امام تھے ان سے فرمایا کہ اسوقت جو حکم ہو تو یہ حافظ صاحب نماز پڑھا دیں امام نے کہا بہت خوب ہے امامت کریں پھر حافظ صاحب نے نماز پڑھائی حضرت نے ان کا پڑھنا سنا حقیقت میں جیسی وہ آواز کہتے تھے ویسی ہی تھی حضرت نے فرمایا کہ حافظ صاحب آپ کل پھر تشریف لاویں دوسرے روز مرزا صاحب بھی اپنے دونوں لڑکوں کو لیکر آئے اور حافظ صاحب بھی تشریف لائے حضرت نے پہلے روز کی طرح ان دونوں لڑکوں کو کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور فرمایا کہ میاں کوئی سورۃ قرآن کی جو تم کو یاد ہو پڑھو تو ان دونوں لڑکوں نے ایک سورۃ جسطرح پڑھتے تھے پڑھی آپنے کہا کہ مرزا صاحب یہ تمہارے صاحبزادے تو خوب پڑھتے

انہوں نے کہا ہاں حضرت اسی طرح پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مرزا صاحب انشاءاللہ تعالی
یہ صاحبزادے خوب پڑھینگے اور بڑے ذہین ہونگے ایک چھ مہینے کے بعد ان کو دیکھنا
کہ ان کا کیا حال ہوتا ہے اور ان حافظ صاحب سے فرمایا کہ آپ آج تشریف لیجائیے
مگر کل ضرور پھر آئیے دوسرے روز وہ پھر آئے حضرت نے بعد نماز مغرب کے ان کو اپنے حجرے
میں بلاکر بٹھایا راوی کہتا ہے کہ یہ مجکو بہتر معلوم کہ دونوں صاحب دیر تک حجرے میں
کیا کرتے رہے حضرت نے انکے واسطے دعا کی یا ان کو کچھ تعلیم فرمایا پھر حافظ صاحب
حجرے سے نکلکر اپنے مکان کو چلے گئے بعد چند روز کے حضرت سید العابدین مع تمام
رفقا اپنے کے سہارنپور کو تشریف لیگئے وہاں قریب چھ مہینے کے اتفاق رہنے کا ہوا
بعد اس کے وہاں سے پھر جب دہلی میں تشریف فرما ہوئے تو مرزا صاحب بھی اپنے دونوں
لڑکے ان لڑکوں سے تھوڑا تھوڑا پڑھوایا جو لوگ وہاں سنتے تھے تحسین و آفرین کرتے
تھے پھر ایک روز وہ حافظ صاحب حضرت کی ملاقات کو آئے حضرت نے ان سے پوچھا
کہ کہو حافظ صاحب آپکی آواز قرآن مجید پڑھنے میں کیسی ہے انہوں نے عرض کی کہ حضرت اب
اللہ تعالے نے آپکی دعا سے میری آواز خوب بلند کردی حضرت سید العابدین نے اسی روز

مغرب کی نماز حافظ صاحب سے پڑھوائی اس طرح کی آواز تھی کہ تمام مسجد گونج اٹھی
اور نہایت خوش الحانی اور خوش لہجے سے پڑھتے تھے کہ سننے والوں کو مزہ معلوم ہوتا
تھا حکایت راوی اخبار کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین امام المجاہدین نے فرمایا ایک
بار واسطے کسی کار کے مجھکو کرنال میں شیخ محمد عارف کے پاس بھیجا جب میں وہاں گیا شیخ
صاحب ممدوح نے بہت میری خاطرداری کی اور رات کو میٹھے چاولوں میں تل بھی پڑے تھے
میری مہمانی کی جب میں کھانے لگا تو میرے دانتوں کے نیچے معلوم ہوا کہ شاید چاولوں
میں تل بھی پڑے ہیں بعد فراغ کھانے کے میں نے شیخ صاحب ممدوح سے پوچھا کہ حضرت
کیا آپکے یہاں میٹھے چاولوں میں تل بھی پڑتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نہیں مگر آج یہ سبب
ہوا کہ شکر اسوقت موجود نہ تھی کچھ رلوڑیاں جو حضرت ابو علی قلندرؒ کی درگاہ شریف
سے آتی ہیں اُن کا شربت کر کے چاولوں میں پڑا تھا شاید کہ شربت چھاننے میں کچھ تل
بھی چلے گئے ہونگے اس کا یہ سبب ہے میں نے پوچھا کہ آپ کیا درگاہ کے خادموں میں ہیں
انہوں نے کہا ہاں وہیں کی آمدنی سے ہماری گزران ہے یہ آمدنی تو ہمارے بزرگوں سے
جاری ہے ہمارا اور کوئی پیشہ نہیں میں نے کہا شیخ صاحب یہ آپ برا کرتے ہیں اس نذر و

نیاز کا کہانا اچھا نہیں انہوں نے کہا بہا صاحب یہ تو ہم بھی جانتے ہیں مگر کیا کریں اور کوئی صورت
اوقات بسری کی ہے نہیں میں یہ بات سنکر چپ ہو رہا پھر وہاں سے حضرت سید المجاہدین کے پاس
دہلی میں آیا حضرت نے پوچھا کہو دین محمد شیخ محمد عارف صاحب نے تمہاری کیا مہمانی کی میں نے وہ قصہ
تمام بیان کیا کہ اس طور سے میٹھے چاول کہلائے اور اس طرح کی باتیں ہوئیں حضرت نے کہا
کیا وہ درگاہ کے مجاور ہیں آپنے فرمایا کہ تم نے برا کیا وہ کہانا نہ کہاتے میں نے کہا حضرت مجھکو
تو بعد کہانے کے یہ حال معلوم ہوا اگر پہلے سے خبر پاتا تو ہرگز نہ کہاتا پھر حضرت سید المجاہدین
کئی روز کے بعد ایک اور آدمی کرنال بھیجکر ان کو بلوایا جب وہ حضرت کی خدمت میں آکر
حاضر ہوئے اور چند روز رہے ایک دن حضرت نے پوچھا شیخ صاحب کیا آپ شاہ بو علی قلندر
رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے خادموں میں ہیں اور وہاں کی نذر و نیاز کہاتے پیتے ہیں
انہوں نے کہا ہمارے اہل و عیال کا وہیں سے گزران ہوتا ہے حضرت نے فرمایا کہ ہم سے
تم سے اتنے برسوں سے ملاقات ہے اور ایک جگہہ کا اٹھنا بیٹھنا ہے مگر یہ حال ہم کو
معلوم نہ تھا خیر جو کچھہ ہوا سو ہوا مگر اب سے توبہ کرو اور وہاں کی نذر و نیاز کہانا پینا
چہوڑ دو انہوں نے کہا حضرت یہ تو ہم سے چہوٹنا دشوار ہے اس لئے کہ یہ ہماری روزی ہے

اور کوئی ہمارے پیشہ نہیں ہوتا اگر اس کو ترک کریں تو ہو کہوں میں حضرت نے فرمایا
شیخ صاحب آپ کا خیال شریف کس طرف ہے روزی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے
یہ تمام حیلے اور بہانے ہیں آپ خدا پر توکل کر کے خالص دل سے توبہ کیجئے خدا رزاق ہے
اور کہیں سے تمہاری روزی مقرر کر دے گا پھر انہوں نے کوئی عذر پیش کیا حضرت نے اسکا
بھی جواب دیا آخر کو انہوں نے توبہ کی اور کہا کہ میں تو اپنی ذات سے وہاں کی آمدنی سے
دست بردار ہوا اور وہاں کی نذر و نیاز کھانے سے بیزار ہوا ہرگز اس کے نزدیک نہ جاوں
گا اور جو خدا دیگا کھاؤں گا مگر آپ میرے حق میں واسطے کشائش رزق اور فراخی کی دعا کریں
یا اس قسم کا روپیہ عنایت فرمادیں جو ملا بخاری صاحب کو وقت رخصت کے دیا تھا حضرت
نے فرمایا کہ ہاں ہم کوئی تدبیر آپ کے واسطے ضرور کریں گے پھر نہیں معلوم ان کے واسطے
دعا کی یا اس قسم کا روپیہ دیا مگر کئی روز کے بعد فرمایا اب آپ اپنے مکان کو تشریف لیجاویں
آپکے واسطے اللہ تعالیٰ نے کہیں سے روزی مقرر کر دی ہے انہوں نے عرض کی کہ مجھکو
بھی کچھ اسکا حال معلوم ہو کہاں سے روزی مقرر ہوی حضرت نے فرمایا اپنے مکان کو
جاؤ وہیں اسکا حال دریافت ہو جاویگا پھر وہ دہلی سے کرنال کو تشریف لیگئے اور اپنے

گھر والوں سے اپنے توبہ کرنیکا حال بیان کیا یہ سنکر وہ تمام درہم برہم ہوئے لڑائی بکھیڑا
ہونے لگا یہ بات تمام شہر میں مشہور ہوئی محمد خاں وہاں کے نواب تھے یہ حال سنکر شیخ محمد
عارف کو بلایا اور فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم نے درگاہ شریف کی نذر و نیاز لینی چھوڑ دی
یہ بات سچ ہے انہوں نے عرض کی بیشک یوں ہی ہے نواب ممدوح نے فرمایا اگر تم خالص
دل سے تائب ہوئے تو شاباش صد آفرین تمہارے حوصلہ عالی کو آج سے جو خرچ تمہارے
اہل و عیال کا ہے وہ سب میرے اوپر ہے آپ اس سے کچھ غم نہیں بہرحال اسی روز سے
ان کا سارا خرچ اپنی سرکار دولت مدار سے مقرر کردیا اب سن بارہ سو چوہتر ہجری ہے ۱۲۷۴
اس سے پیشتر قریب سات برس کے ہوئے ہونگے اپنی آنکھ کی دوا کیواسطے انبالہ کو گیا تھا ایک
شب شیخ صاحب ممدوح کے مکان پر رہنے کا اتفاق ہوا سب حال دریافت کیا وہی خرچ
ان کا تب تک نواب صاحب موصوف کی سرکار سے مقرر تھا مگر نواب جہدی فوت ہوگئے
تھے ان کے بیٹے یا بھتیجے نواب احمد علی خاں ان کی گدی پر برقرار تھے کشمیر کے رہنے والے
حیدر شاہ نام اکبر آبادی مسجد کے امام تھے اور بارہ تیرہ برس کا ان کا ایک بیٹا تھا
ایک روز حضرت امیر المومنین سید المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ سے گوشہ تنہائی میں جاکر کہنے

کہ حضرت میں نے مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے دست مبارک پر بیعت کی ہے اور جو میرے
مقدر میں تہا ان کی صحبت بابرکت میں حاصل ہوا اب میں چاہتا ہوں آپ سے بیعت کروں
اور اپنے بیٹے کو بہی بیعت کراؤں میں جو آپکے حالات احوال فیض مآل کو مولانا شاہ
عبدالقادر صاحب کے حال سے ملاتا ہوں تو نہر اور بحر کا فرق پاتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ وہ
ہمارے پیرو مرشد تھے ان سے مجہکو کیا نسبت اگر یہ آپ کا ارادہ ہے تو ایک چار روز توقف
کیجئے پہر میں اس کا جواب باصواب دونگا بعد انقضائے مدت معہود کے پہر شاہ صاحب نے
وہی سوال کیا حضرت نے فرمایا کہ آپ کا مقصود اصلی اس بیعت سے کیا ہے پہلے اس
کا حال بیان فرمائے انہوں نے عرض کی کہ مقصد دلی میرا یہ ہے میں چاہتا ہوں کہ متوکل
تارک الدنیا ہوجاؤں سوائے ذات خدا تعالی کے کسی سے کچہہ کام نہ رکہوں بس یہی آرزو ہے
آپنے فرمایا کہ چار روز اور توقف کرو پہر میں تم سے بیعت لونگا بعد چار دن کے آپ نے
ان سے اوران کے بیٹے سے بیعت لی پہر یہ بہتیں سوم انکو کیا تسلیم وتلقین فرمایا مگر ہنوز
بیس روز کے عرصے میں ان کا یہ حال ہوگیا کہ گیروا کرتہ اور گیروا عمامہ اور اسی رنگ کا تہبند
باندہے ہوئے خاموش اپنے مصلے پر بیٹہے رہتے نہ کسی سے بولتے نہ کسی سے بات کرتے

جب وقت جماعت کا آتا تب اٹھکر نماز پڑھا دیتے اور اسی طور خاموش اپنے مصلے پر بیٹھے رہتے

ایک روز ایک شاہزادہ مسجد میں تشریف لایا اور کہا ہم نے سنا ہے کہ حیدر شاہ کسی سے کلام نہیں

کرتے بالکل خلائق دنیا کو ترک کرکے بیٹھ رہے ہیں لوگوں نے عرض کی کہ بیشک چند روز سے

ان کا یہی حال ہوگیا ہے انہوں نے فرمایا کہ بادشاہ کے خزانہ معمورہ سے جو کچھ تین چار روپیہ انکے

ہیں سو ہیں ہم نے اپنے یہاں سے پانچ روپیہ مشاہرہ اور مقرر کئے اس روز سے اللہ تعالےٰ

نے انکے نان نفقے میں زیادہ فراغت کر دی پھر کم یا زیادہ تین مہینے گزرے ہونگے ایکروز

حضرت سید المجاہدین نے شاہ صاحب ممدوح کے اس لڑکے اس فرزند ارجمند کی طرف اشارہ

کرکے مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پوچھا کہ اس لڑکے کی امامت درست ہے یا نہیں مولانا صاحب

نے کہا حضرت یہ لڑکا ابھی بالغ نہیں معلوم ہوتا ایسے کی تو امامت کو علما نہیں فتوے

دیتے اور جو بالغ ہوگا تو کچھ مضائقہ نہیں پھر دو تین دن حضرت نے مولانا ممدوح سے یہی

مسئلہ پوچھا مولانا صاحب نے وہی جواب پھر دیا مگر دل میں ایک ترددسا پیدا ہوا کہ یہ

کیا سبب ہے جو حضرت دوبارہ اسی بات کی تکرار کر چکے ہیں کئی روز کے بعد حضرت

نے پھر وہی مسئلہ مولانا صاحب سے پوچھا تب مولانا صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت

آپ کئی روز سے اس امر کے در پئے ہیں اس کا کیا سبب ہے آپنے فرمایا میں یوں ہی پوچھتا ہوں اور اپنے حجرے میں تشریف لیگئے پیچھے سے مولانا صاحب بھی وہیں گئے اس وقت حجرے میں فقط چار شخص تھے حضرت اور مولانا صاحب اور ایک میاں عبداللہ نومسلم اور ایک میں مولانا صاحب نے حضرت سے پھر پوچھا کہ حضرت اس کا کچھہ حال معلوم ہوا آپنے ادھر ادھر دیکھا کہ یہاں کوئی اور تو نہیں اور فرمایا کہ مولانا صاحب یہ بات کہنے کی نہیں ہے مجھکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ حیدر شاہ کی وفات کا وقت قریب آیا ہے اور وہ لڑکا امامت کا مستحق ہے سو جس روز بعد شاہ صاحب کے ہم اس کو واسطے امامت کے کھڑا کریں کوئی چون چرا اس امر میں نہ کرنے پاوے میں بھی اس کے پیچھے نماز پڑھونگا اور آپ بھی لے لکان پڑھ لینا یہ سبب ہے مولانا صاحب نے کہا شاہ صاحب کی وفات کس روز ہوگی آپنے فرمایا کہ یہ علم خدا کو ہے مگر اب قریب ہی جانیں پھر چند روز کے بعد شہر میں ہیضہ کا مرض شروع ہوا اسی میں شاہ صاحب بھی انتقال فرما گئے اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب بھی رحلت کر گئے ہوے انا للہ وانا الیہ راجعون پھر بعد شاہ صاحب کے تیسرے یا چوتھے دن حضرت سید المجاہدین کے فرمانے سے سبنے اس لڑکے کو امامت کی پگڑی بندھوائی اور اسکے باپکے

کے عہدے پر قائم کیا ایک روز وہی شاہزادے صاحب مسجد میں تشریف لائے تو لوگوں نے
حیدر شاہ کے مرنے کا ان سے بیان کیا کہ یہ بیٹا انکا جگہ پر ہے انہوں نے فرمایا کہ جو شاہ صاحب کا
ہمارے یہاں سے معین تھا وہ اب انکو ملا کریگا ایک بار حضرت خاتم المحدثین امام المفسرین
والا تمیز مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی برادری کے تین شخص قصبہ پھلت سے شاہ صاحب
ممدوح پر فتوح کی خدمت سراپا برکت میں آئے اور دو شخص غیر بھی ان کے یاروں سے شاہجہاں آباد
کے تھے یہ پانچوں آدمی حضرت مولانا سے کہنے لگے کہ آپ ہمارے پیر و مرشد ہیں ہمارا جو اعتقاد
آپ کی جناب مستطاب میں ہے وہ اور کہیں ہرگز نہیں مگر اس امر میں ہم چاہتے ہیں کہ آپ
ہمارے واسطے حضرت سید المجاہدین سے کچھ سفارش کریں تو نہایت شفقت اور پرورش ہے
آپنے فرمایا کس بات کی سفارش چاہتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ ہم روزی روزگار سے
بہت تنگ حال شکستہ آل ہیں آپ ان سے فرمادیں کہ جس طرح کا روپیہ ملا بخاری صاحب کو
عطا کیا تھا ہم کو بھی عنایت کریں یا اور کوئی دعا بتا دیں جس سے کشائش روزی اور
فراخی رزق کی ہو حضرت نے فرمایا کہ بہت خوب اور یہ حال مولوی محمد یوسف صاحب
سے بیان کیا کہ ہماری طرف سے تم جاکر سید صاحب سے کہو کہ ہماری برادری کے

کئی آدمی آئے ہیں سو وہ آپ سے اس بات کی امید رکھتے ہیں مولوی صاحب ممدوح نے
یہ حال تمام حضرت سید المجاہدین سے جا کر عرض کیا آپ نے انہیں مولوی صاحب کی زبانی کہلا بھیجا
کہ حضرت پیر مرشد کا جو ارشاد ہو تو میں وہیں خدمت بابرکت میں حاضر ہوں اور اگر مناسب
ہو تو انہیں صاحبوں کو یہاں بھیج دویں مولوی صاحب نے یہ بیان جا کر شاہ صاحب سے
گزارش کیا انہوں نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے پاس آتے ہیں بلانا کچھ ضرور نہیں اور ان تینوں
صاحبوں سے فرمایا کہ تم آپ ہی ان کے پاس جا کر اپنا حال جو کہنا ہو بلا مضائقہ اظہار کرو
پھر وہ سب صاحب حضرت سید المجاہدین کے پاس گئے اور ملاقات سے مشرف یاب ہوئے
اور اپنا سارا مطلب دلی بلا تکلف بیان کیا حضرت نے ان تینوں صاحبوں کو جو شاہ صاحب
کے برادری میں تھے اسی طرح کا ایک ایک روپیہ دیا اور سمجھا دیا کہ اس روپے کو تم صرف
نہ کرنا بحفاظت تمام نگاہ رکھنا انشاءاللہ تعالیٰ کھانے کپڑے کو محتاج نہ رہو گے اور ان دو صاحبوں
سے جو شاہجہان آباد کے تھے فرمایا کہ اگر تم سے ہو سکے تو سوا لاکھ بار سورہ مزمل پڑھو
اس طور سے کہ پاک جگہ ہو اور پاک تن اور پاک پوشاک اور کچھ خوشبو بھی سلگاتے
جاؤ اور بعد نماز عشا کے علیحدہ مکان میں گیارہ بار درود اور گیارہ بار سورہ فاتحہ اول

پڑھو اور پھر سے مرتبے سورہ مزمل پڑھی جاوے پڑھو پھر آخر کو وہی گیارہ بار درود اور گیارہ
بار سورہ فاتحہ پڑھو جب کچھ مدت میں سوالاکھ بار پورا ہوچکے موقوف کرو پھر انشاء اللہ تعالےٰ
تمہارے یہاں اسقدر روزی کی فراخی ہوگی کہ میں اسکا کچھ بیان نہیں کرسکتا اور اگر تم سے
نہ ہوسکے تو اکتالیس روز یا منی ذوریا باسط گیارہ گیارہ ہزار اسی قید سے پڑھو مگر اس میں
اول آخر سات سات بار درود اور سورہ فاتحہ پڑھو جب چلہ پورا ہوچکے تب موقوف کرو
اس کے برابر تو اسمیں فائدہ نہ ہوگا مگر تو بھی اپنے اہل وعیال کے کھانے کا محتاج نہیں ہوگا انہوں
نے کہا حضرت ہم سے تو یہی ہوسکے گا اور وہ تو بہت دشوار ہے اسی میں اللہ تعالےٰ جو
ہم کو دیگا وہی بہت ہے پھر حضرت نے انکو رخصت کیا وہ اپنے اپنے گھر گئے اس عرصہ میں کچھ روز
کے بعد حضرت سید المجاہدین نے سہارنپور کا سفر کیا وہاں چھہ یا سات مہینہ رہنے کا اتفاق
ہوا جب وہاں سے شاہجہاں آباد کو تشریف لائے وہی دونوں صاحب جنکو وظیفہ پڑھنا فرمایا
تھا کچھ نذرانہ لیکر آپ کی ملاقات کو آئے حضرت نے پوچھا کہو اب تمہارا کیا حال ہے انہوں
نے عرض کی کہ حضرت اب تو بخوبی گزران ہوتی ہے جب ہم نے وہ وظیفہ اکتالیس دن
پڑھا اس کے کئی روز کے بعد ایک سوداگر اسی شہر کے نے ہم کو بلاکر نوکر رکھا اور ہزار روپیہ

روٹی کا مال واسباب ہم کو سپرد کر دیا اب ہم دونوں اسی کی دوکان پر ہیں آپ کے طفیل سے چین کرتے ہیں کسی بات کی تکلیف نہیں حضرت سید المجاہدین نے کہا اگر تم سورۂ مزمل سوالاکھ بار پڑھ لیتے تو ایسے ایسے سوداگر تمہارے گماشتے ہوتے مگر خیر جو کچھ ہوا وہی بہتر ہے یہ حال تو یہاں تک ہو چکا اب رہے وہ تین شخص حضرت خاتم المحدثین رح کی برادری کے ان کا حال حضرت سید المجاہدین کے دورہ حیات نہ معلوم ہوا مگر بعد شہادت حضرت سید المجاہدین رح کے میں نے ایک بار مولانا محمد اسحق صاحب سے مولانا محمد یعقوب کے روبرو پوچھا کہ وہ جو تین شخص شاہ صاحب کے زمانہ میں رتہک سے آئے تھے جن کو حضرت سید المجاہدین نے ایک ایک روپیہ دیا تھا ان کا اب کیا حال ہے مولانا صاحب ممدوح نے فرمایا کہ میاں دین محمد وہ تو اب دال روٹی سے بہت خوش و محفوظ تب سے ہم کئی بار ان کے یہاں گئے ہیں سب طرح سے ان کے یہاں روپیہ پیسہ کی فراخی ہے کسی چیز کی ہرج نہیں حکایت راوی اخبار صداقت شعار اس حال ہدایت مآل کو یوں اظہار کرتا ہے کہ ایک بار حضرت امیر المومنین سید المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ مجھکو اور حافظ عبد اللہ سہارنپوری کو حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار فیض آثار پر تشریف لیگئے وہاں ایک درویش مجذوب صاحب خدمت

ایرانی شاہ نام ایک حجرے میں رہتے تھے ان سے حضرت سید المجاہدینؒ نے ملاقات کی اور پوچھا آپ جو اسوقت کہا دیں تو ہم لادیں انہوں نے کہا اچھا کیا مضائقہ دودھ اور روٹی منگاؤ وقت مغرب کا قریب تھا حضرت نے مجھکو اور حافظ عبداللہ صاحب کو شہر میں بھیجا کہ جلد جاؤ اور دودھ روٹی لے آؤ اور آپ کچھ باتیں کر کے حضرت خواجہ ممدوح پر فتوح کے مزار پر انوار پر تشریف لیگئے اور ہم دونوں شہر کو رخصت ہوئے اسوقت دوکان میں دودھ نہ ملا مگر دہی اور روٹی لیگئے وہ شاہ صاحب اپنے حجرے کے اندر تھے اور ہمارے حضرت مزار شریف کے وہاں تھے ہم کو وہاں کوئی نظر نہ آیا حجرے سے دور کھڑے رہے اس عرصہ میں شاہ صاحبنے اندر سے آواز دی کہ حافظ عبداللہ دین محمد روٹی لاؤ ہم دونوں لیکر گئے آپنے تناول فرمایا اور ہم دونوں نے نماز مغرب پڑھی اس عرصے میں ہمارے حضرت بھی آپہنچے اور ہم دونوں سے فرمایا کہ اب آؤ مکان چلیں جب وہاں سے شہر کو تشریف لیچلے جو چند آدمی اسوقت ہمراہ ہم دونوں کے سوا اور بھی تھے ان سے فرمانے لگے کہ اب بعد چند روز کے ایرانی شاہ صاحب کا حال معدل ہوا چاہتا ہے انھوں نے پوچھا کہ کچھ حال ان کا ترقی پر ہوا چاہتا ہے آپنے فرمایا کہ نہیں تنزل پر ہوگا

انہوں نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ ہم سے اور ان سے کسی امر میں کچھ
گفتگو ہوگئی سو یہ بات گستاخی انکی جناب الہٰی میں ناپسند ہوئی مجھکو اللہ تعالیٰ کی طرف
سے اشارہ ہوا کہ ہم اس شخص کو اسکی خدمت سے معزول کرینگے تجھکو ہم نے اختیار دیا ہے
میں نے چاہا کہ کچھ ان کے واسطے دعا کروں حکم ہوا کہ ہم اس امر میں دعا نہ قبول کریں گے
تجھکو ہم نے اختیار دیا ہے اسکی جگہہ پر اور کسی کو منصوب کر سو ایسا کچھ معلوم ہوتا ہے کہ
حال ان بزرگ کا نہ کچے دنیداروں کا سا رہیگا اور نہ پورے دنیاداروں کا سا کچھ ایک
اور ہی طرح کا ہو جائے گا وہاں راہ میں آنا فرماکر اپنے مکان اقامت کو تشریف لیگئے پھر بعد
چند روز کے جب وہاں سے پھر دہلی میں آئے ایک روز پھر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ
علیہ کی زیارت کو تشریف لیگئے اور انہیں شاہ صاحب سے پھر جاکر ملاقات کی اور گوشہ
تنہائی میں جاکر خدا کو معلوم کیا ان سے کلام کیا تا کہ جب وہاں سے اپنے مکان اقامت کو
چلے فرمانے لگے کہ یہ شخص اپنے عہدہ خدمت سے معزول ہو گیا اب اور کوئی اسکی جگہہ پر قائم
کیا جائیگا پھر بعد کئی روز کے حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب سے فرمانے لگے کہ میاں ان شاہ
کی جگہہ پر ہم نے ایک اور شخص کو مقرر کر دیا ہے مولانا ممدوح نے پوچھا وہ کون صاحب ہیں

آپنے فرمایا ان کا نام دین علی شاہ ہے بس اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا کہ کہاں رہتے ہیں
اور کون ہیں اور ان کے ساتھ ہی دوسری جگہ پھر ایک اور صاحب کو مقرر کر دیا ہے
یہ بھی فرمایا اور ان کا بھی کچھ نام اور نشان نہ بتلایا لیکن پھر جب حضرت سید المجاہدین ؒ
شاہجہاں آباد سے چالیس پینتالیس شخص بمعیت سہارنپور دہلی وغیرہ کے ہمراہ لیکر
قصبہ رائے بریلی کو تشریف لیگئے اور وہاں قریب ایک سال کے رہکر سب
لوگوں کو ان کے گھر رخصت کیا اور فرمایا اچھے گھر ہو آؤ پھر ہم تیاری جہاد کی کرینگے
پھلت وغیرہ کے لوگ پھلت کو گئے اور مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلی کو آئے بعد چند روز
کے مولانا ممدوح نے حضرت سید المجاہدین کو لکھا کہ یہاں ایرانی شاہ کا حال تو موافق
فرمانے آپکے مبدل ہو گیا وہ جذبہ اور درویشی کچھ نہ رہا انہوں نے کسی عورت سے نکاح
کر لیا اب ان کے مکان قدیم سے ایک سو قدم کے فاصلے سے ایک برج ہے اس میں ایک
بڑا سا طاق ہے اس میں ایک شخص دین علی شاہ نام درویش مجذوب رہا کرتے ہیں
ایک روز میں انکی ملاقات کو گیا تھا اول تو وہ کسی سے بات کم کرتے ہیں اور دوسرے
انکی باتیں ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں مگر مجھ سے ہوشیارانہ کلام کیا اور فرمایا کہ

جناب سید المجاہدین کو اس بات کی اطلاع کرنا چاہیے اگرچہ انکو بھی خبر ہوگئی کہ آپ جو میرے ساتھ ایک صاحب دوسرے کو ایک جگہ پر مقرر فرما گئے تھے سو اب انکی رحلت کا وقت قریب آگیا ہے ان کی جگہ اب اور کسی کو تجویز کر رکھیں فقط جب یہ خط مولانا ممدوح کا حضرت سید المجاہدین کے پاس گیا اس کے جواب میں مولانا صاحب ممدوح کو حضرت نے لکھا کہ خط انکا ہمکو پہونچا حال اسکا دریافت ہوا اور جو دین علی شاہ مجذوب کی طرف سے لکھا تھا سو اللہ تعالی نے مجھکو پہلے اس حال سے مطلع کر دیا تھا مگر ابھی اس شخص کی زندگی سے کچھ روز باقی ہیں بعد انتقال اس کے کوئی اور اسکی جگہ پر قائم کیا جائے گا لیکن میرے خیال میں آتا ہے کہ ایک جو عورت اس کی خدمت اور کھانے پانی کی خبر گیری میں رہتی ہے اس عہدہ کی وہی مستحق ہے آگے جو مرضی الہی ہو پھر بعد چند روز کے جب اس شخص کی وفات ہوئی تب حضرت سید المجاہدین رح نے الہام الہی سے اسی عورت مذکورہ کو اسکی جگہ پر قائم کیا راوی اخبار راست گفتار یوں کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین سید المجاہدین رح جب وہاں سے سہارنپور کو جانے لگے مجھ سے فرمایا کہ تو بھی ہمارے ساتھ چل میں نے عذر کیا کہ میرا جانا نہ ہوگا مجھکو حضرت اس سفر سے کہیں معذور

آپ نے نہ مانا فرمایا کہ تجھکو چلنا ہوگا اور مجھکو جانا منظور نہ تھا میں روز سہارنپور کو جانے
لگے میں وہاں سے کہیں ٹل گیا آپنے لوگوں سے فرمایا کہ ہم تو جاتے ہیں دین محمد کو ہمارے
پیچھے ضرور بھیج دینا پھر حضرت نے سہارنپور جا کر جناب خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز
قدس سرہ العزیز کو لکھا کہ دین محمد کو آپ ہمارے پیچھے ضرور بھیج دیویں میں ہر روز کھانا
حضرت خاتم المحدثین کے پاس کھاتا تھا اور رات کو اکبر آبادی مسجد میں رہتا تھا حضرت
نے مجھ سے فرمایا کہ تم کو سید صاحب نے بلایا ہے سو تم سہارنپور کو جاؤ میں نے حضرت شاہ
صاحب سے اس وقت اقرار کیا کہ وہاں بن پڑے گا تو جاؤں گا مگر جانے کا اتفاق نہ ہوا پھر حضرت
سید المجاہدینؒ نے حافظ قطب الدین صاحب کو اور شیخ ولی محمد صاحب کے بھانجے سعیدالدین
کو میرے لینے کیلئے بھیجا میں نے ان سے بھی عذر کیا کہ میں یہاں قرضدار ہوں بغیر ادا کئے اس کے
میرا جانا نہ ہوگا انہوں نے جا کر یہ حال حضرت سید المجاہدین سے کہا کہ وہ یہ عذر کرتا ہے حضرت
نے پھر جناب خاتم المحدثین کو لکھا کہ دین محمد کے ذمہ جو ہو حضرت اس سے دریافت کر کے
مجھکو اطلاع فرماویں سو پچاس روپے جو ہوں میں یہاں سے بھیجوں مگر جس صورت سے بنے یہاں
بھیجدیں اور اس سے خبر کردیں میری طرف سے کہ تیرا حق مجھ پر بہت ہے جیسے اور کئی صاحبوں کا

صواب اس کا وقت آیا ہے سب کے ساتہہ تو بھی یہاں اگر اپنا حصہ لے خباب شاہ صاحب

نے یہ حال مجہہ سے کہا میں اس ایام میں کچہہ جھگڑے کے حال سے واقف نہ تہا کہ حضرت نے

یہ کیا معمہ لکہہ بہیجا ہے پہر میں کچہہ عذر سا کرنے لگا خباب شاہ صاحب مرحوم مغفور نے فرمایا کہ تم

کو اگر جانا ہو تو جلد رخصت ہو الا ہم تم کو باندہ کر گاڑی پر سوار کر کے چار طالب علموں کیساتہہ

بہیج دینگے تم بہت واہی تباہی عذر و حیلے کرتے ہو تب میں نے حضرت سے واسطے جانے

کے پکا اقرار کیا کہ اب میں دو تین روز میں ضرور جاؤنگا اس عرصے میں پہر حافظ قطب الدین

صاحب اور شیخ سعید الدین کچہہ روپے لیکر آپہنچے اور کہنے لگے کہ جس جس کا قرضہ تمہارے ذمہ ہو

ہم سے روپے لیکر ادا کرو اور ہمارے ساتہہ چلو میں تو کسی کا قرضدار تہا ہی نہیں فقط بہانہ

تہا اپنے جی میں بہت شرمندہ ہوا اور ان کو رخصت کیا کہ تم آگے چلو میں پیچہے سے آتا

ہوں پہر کئی روز کے بعد گاڑی کرایہ کی کر کے میں سہارنپور کو روانہ ہوا اس عرصے میں

حضرت سید المجاہدین بھی سہارنپور سے دہلی کو روانہ ہوئے اگر زانی میں ایک سر راہ

مسجد تھی اسمیں ٹہرے میں بھی جا کر وہیں پہنچا حضرت نماز فرض ظہر کی پڑہ چکے تھے

دور سے مجہکو دیکہکر دو رکعت سنت پڑہنے لگے اتنے میں میں بہی جا پہنچا اور آپ بھی

سنت سے فارغ ہوئے اُٹھ کر مجھ سے معانقہ اور مصافحہ کیا اور اپنے دست مبارک سے
میری کمر کھولی اس وقت میں کاسنی انگا اور گلابی دوپٹا گوٹا لگا ہوا اور ٹوپی بھی گوٹے دار
پہنے تھا آپنے میری ٹوپی اتار کر ایک اور آدمی کے حوالہ کی اور اپنی ٹوپی میرے سر پر رکھدی
اور اپنے واسطے اور ٹوپی منگوائی اور انگا دوپٹا میرا اتار کر حافظ ولی محمد صاحب کو دیا کہ
اس کو ابھی دہلوا لاؤ اور مجھکو اسی مسجد میں بٹھا کر مرید کیا اور حافظ ولی محمد صاحب سے فرمایا
کہ ان کو ایک گوشہ میں جا کر توجہ دو حافظ صاحب ممدوح نے مجھکو بٹھا کر توجہ دی جو کچھ حال
مجھکو اسمیں معلوم ہوا میں نے حضرت سے اظہار کیا حضرت بہت خوش ہوئے پھر لوگوں نے
حضرت سے پوچھا کہ وہی محمد امین کا نام ہے جن کا آپ اکثر بیان کرتے تھے آپنے فرمایا ہاں
یہی ہیں پھر مجھ سے لوگوں نے کہا تم حافظ صاحب سے توجہ کیوں لیتے ہو حضرت ہی سے کیوں
نہیں لیتے میں نے یہ حال حضرت سے کہا کہ مجکو آپ ہی توجہ دیا کریں آپنے فرمایا کہ خیر کیا
مضائقہ ہم ہی دیا کرینگے اور فرمایا کہ دہلی کا تو کچھ بیان کرو تم پر کیا معاملہ گزرا میں نے
حضرت خاتم المدینؒ کی خیر و عافیت کا بیان کیا اور اپنے رہنے اور کھانے پینے کا حال
کہا آپنے فرمایا کہ یہ ہم نہیں پوچھتے ہیں اس کے سوا اور جو تم پر گزرا ہو بیان کرو تب

مجھکو ایک معاملہ یاد آیا اور میں نے کہا ہاں اور بھی ہے کہ ایک روز بادشاہ سوار ہوکر
حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز کے مزار پر انوار پر واسطے زیارت کے تشریف
لیگئے تھے اور ہمارے نواب سنا کے صاحبزادے بلند اقبال خجستہ خصال محمد وزیر خاں صاحب
دام دولتہ بھی گئے تھے ان کے ہمراہ رکاب میں میں بھی گیا تھا جب سواری شاہ جہاں پناہ
کی وہاں سے مراجعت فرماکے قلعہ کو گئی اور ہمارے حضور پر نور کے صاحبزادے بلند اقبال
اپنے مکان اقامت کو آئے وقت نماز مغرب کا تھا میں وہاں سے شتاب اپنی مسجد میں
آیا دو رکعت نماز ہوچکی تھی تیسری رکعت میں شریک ہوا اس حال میں میرے کان میں آواز
آئی کہ کسی نے کہا کہ تو حج کی تیاری کر اور شتاب آمین سنکر متفکر سا ہوا کہ یہ کون کہتا ہے
پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد میں باقی نماز پڑھنے کو اٹھا دوسری رکعت میں پھر وہی
آواز آئی کہ ہم تجھ سے کہتے ہیں کہ تو حج کو جا پھر تیسری رکعت میں بھی آواز آئی کہ
تو کس بات کی فکر کرتا ہے اپنے حج کی تیاری کر اور جا جب میں نماز پڑھ چکا میرے
دلمیں ایک تشویش پیدا ہوئی کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے مسجد میں جاکر حوض پر پاؤں لٹکا کر
بیٹھا اور پست آواز سے کہا میں نے کہ میں مضمون ان تینوں آوازوں کا خوب سمجھا نہیں

جو کچھ حال ہو مجھکو آج رات کو خواب میں معلوم ہو جاوے پھر اس رات کو مجھ سے کسی نے
خواب میں کہا کہ تو حج کے جانے کی تیاری کر اور ہم اپنی طرف سے بھیج رہے ہیں کسی کے
بھیجے ہوئے ہیں پھر میں جاگ پڑا صبح کو مجھے اس بات کا خیال ہوا کہ اب کس طرح حج کو
جانا چاہئے بہتر ہے پھر کو میں نخاس میں گیا وہاں بائیس روپیہ کا ایک ٹٹو خریدا مگر تین روز
کا اقرار کر لیا کہ اگر اس عرصہ میں کوئی عیب اسمیں ظاہر ہوگا تو ہم نہ لینگے جب ٹٹو لیکر
میں وہاں سے اپنے مکان کو چلا راہ میں ایک شخص اجنبی ملا اس نے پوچھا کہ یہ ٹٹو جو تم
نے لیا کیا کہیں سفر کا ارادہ ہے میں نے کہا ہاں سفر حج کا ارادہ ہے اس نے کہا یہ ٹٹو
تو لنگڑا ہے سفر کے کام کا نہیں میں نے کہا کہ حضرت صاحب یہ تو اچھا تندرست ہے
لنگڑا تو نہیں اس نے کہا تم نہیں جانتے ہو یہ ٹٹو لنگڑا ہے میں وہاں سے لاکر اسکو
اپنے مکان میں باندھا رات کو دانہ گھاس دیا صبح کو جو کھولا تو لنگ لنگ کرنے لگا
اسی دن بہتر ہے پھر کو میں نے اس کے مالک کو پھیر دیا اور اپنے روپیے لے لئے پھر ایک رات
کو میں نے خواب میں آپکو دیکھا کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ دین محمد خاطر جمع رکھ
اللہ تعالیٰ چاہیگا تو سب کام تیرا درست ہوگا کسی بات کا اندیشہ نہ کر بعد اسکے میں

جگ پڑا پھر کئی روز کے بعد گاڑی کرائے کی کر کے میں اسطرف روانہ ہوا یہاں آکر آپ
سے ملا فقط آپنے فرمایا یہی میں پوچھتا ہوں سو خوب کیا جو تم ہمارے پاس چلے آئے اور
اس سفر وسیلۃ الظفر میں ایک یہ عجیب واقعہ گذرا کہ اس نواح میں ایک بستی شکار پور مشہور سے
حضرت سید المجاہدین کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سنکر وہاں کے اکثر شرفا اور غربا آئے
اور آپ کو بہ تعظیم و تکریم تمام اپنی بستی میں لیگئے اور آپکے دست مبارک پر بیعت کی اور اسی
بستی میں ایک کسی بزرگ ولی اللہ کے مزار فیض آثار تھے وہاں کے مجاور بھی آئے اور حضرت
کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس بات کے در پے ہوئے کہ آپ درگاہ تشریف لیچلیں وہاں
جنگل بھی ہے طاؤسوں کا شکار کھیلیں اور اس بزرگ صاحب مزار کا کچھ خدا کیطرف سے
یہ خاصہ مدت مدید سے تھا کہ جو کوئی وہاں نے ادبی کسی نوع کی کرتا یا وہاں کا کوئی
جانور مارتا یا درخت کاٹتا تو ضرور اس کو کوئی صدمہ پہونچ جاتا اندھا ہو جاتا یا کوڑی
یا لولا یا لنگڑا یا اور طرح کی بلا میں مبتلا ہو جاتا اور اس بزرگ کی اس کرامت سے اس ضلع کے
سب لوگ واقف تھے حضرت سید المجاہدینؒ نے فرمایا مجاوروں سے فرمایا کہ تم ہم کو وہاں
نہ لیجاؤ اور وہاں شکار کھیلنا کیا ضرور اگر میں وہاں جاؤنگا اور شکار کھیلونگا تو پھر یہ

کرامت اس بزرگ کی جو مشہور ہے سو موقوف ہو جاویگی اور جانور بھی وہاں کے چلے جاوینگے
اس سے بہتر یہی ہے کہ مجھکو وہاں جانے سے معاف کرو یہ بات سنکران لوگونکو تعجب ہوا
اور بہی حضرت کے لیجانے پر مجوز ہوئے کہ حضرت جو کچھ ہو سو ہو مگر آپ وہاں تشریف لیجاویں آخرالامر
حضرت ان کے اصرار کرنے سے وہاں تشریف لیگئے اور طاؤسوں پر دو تیر چلائے مگر ایک بہی
نہ لگا لیکن اسی روز سے وہاں کے طاؤس اور تمام جانور خدا جانے کہاں جاتے رہے اور آج
تک وہاں کوئی جانور نہیں رہتا اور پہر حضرت اس بزرگ کے مزار پر انوار پر تشریف لیگئے
اور وہاں کشف قبور کا مراقبہ کیا اور ان کی روح پر فتوح سے ملاقات ہوئی حضرت کے
قدوم ہدایت لزوم سے ان کو بڑا فائدہ حاصل ہوا اور وہی عالم برزخ میں کہنے لگے کہ حضرت
افسوس ہے اگر میں عالم حیات میں ہوتا تو ہمیشہ آپکے ہمراہ رکاب رہتا اور آپکی خدمت
فیضدرجت سے فائدہ حاصل کرتا اسی طرح سے اور بہت سے کلام کئے پہر حضرت وہاں سے
جہاں اُترے تھے وہاں تشریف لائے لوگوں نے حضرت سے پوچھا کہ اب کوئی وہاں کے جنگل کا
درخت کاٹے کچھ نقصان تو نہیں ہوگا آپنے فرمایا کہ وہ حال جو اول تہا بالکل جاتا رہا کہ کوئی
اندہا لولا لنگڑا یا بیمار خوار ہوئے تم ابکی صلاح و مشورے سے کاٹو اور جو کوئی وہاں کی ملکیت

کا دعوے کرے کہ میں مالک ہوں اور کوئی دوسرا کہے میں مختار ہوں اس ظاہری
لڑائی جھگڑہ کا خیال رکھو اور کبھی بھی اندیشہ ہھتیں پہر آخر کو موافق فرمانے حضرت
کے وہاں کا یہ حال ہوا کہ چند مدت کے بعد جس مسجد میں حضرت اُترے تھے موسم
برشگال میں طغیانی باران سے تینوں گنبد مسجد کے بیٹھہ گئے اور کسی طرف کی دیوار بھی اُوٹ
گئی وہاں کے غریب غربا نمازیوں نے آپس میں اتفاق کرکے دیوار تو اُسکی درست کرلی
مگر گنبد نہ بن سکے آخر کو یہ ستورہ ٹہرا کہ اس درگاہ میں پرانی شیشم کے درخت ہیں سو دو
چار درخت کاٹ کر اسکی کڑیوں سے چھت مسجد کی پاٹیں مگر مارے خوف کے کسی کی جرأت
نہ پڑتی تھی آخر کو ایک شخص لنگر اٹہرا جلالی اور بیباک تھا اس نے کہا چلو پہلے میں خدا
پر توکل کرکے ہاتھ لگاتا ہوں پہر سب لوگوں کو لیکر وہاں گیا اور ایک درخت میں دو چار
کلہاڑیاں اپنے ہاتھ سے لگائیں پہر مزدوروں سے کہا کہ اب تم کاٹو یہ حال دیکھکر
پہر تو ہر کوئی کاٹنے لگا چند روز میں اس جنگل کے درخت تمام ہوگئے اسی لکڑی سے
مسجد بھی پاٹی اور لوگوں نے اپنے گھر بھی پاٹے اور چوکی تخت کواڑ وغیرہ جو چاہے بنائے
کسی کا سر تک نہ دکھا یہ تو قصہ تمام ہوا پہر وہاں سے حضرت سید العابدین موضع ایرلی

تشریف لے گئے اس کا حال یوں ہوا اس موضع مذکور میں ایک خیراتی خان حضرت
سید المجاہدین کے آستانہ رہتے تھے آ گئے وہ نواب جمشید خاں کے پاس نوکر تھے یہ نہیں
معلوم ان سے کیا قصور صادر ہوا تھا جس کے سبب سے نواب ممدوح نے ان کی آنکھوں میں
گرم سلائیاں پھروا دی تھیں سو اس کے صدمہ سے وہ بالکل اندھے تو نہیں ہو گئے تھے
مگر آنکھیں سبز ہو گئی تھیں اور نگاہ بھی کم ہو گئی تھی سو انہوں نے سنا کہ شکارپور کی مسجد
میں کوئی بزرگ پیرزادے اترے ہیں وہ وہاں ملاقات کو گئے دیکھا تو پہچانا
کہ یہ تو ہمارے سید احمد صاحب ہیں لپٹ کر ملے اور وہاں سے حضرت کو اپنی بستی
میں لے گئے ضیافت کی اور حضرت سے اپنی نظر کا شکوہ کیا کہ میری آنکھوں کی نگاہ روز
بروز کم ہوتی جاتی ہے سو آپ کچھ جناب الٰہی میں دعا کریں حضرت نے اپنا دست مبارک
ان کی آنکھوں پر پھیرا اور دعا کی اور فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ اب جتنی نظر ہے اس سے زیادہ
تو ہو گی نہیں مگر کم نہ ہو گی پھر خان ممدوح نے اپنی معاش اور کثرت خرچ کی شکایت
کی کہ بادشاہوں کے وقت سے کچھ جاگیر ہمارے آبا و اجداد کی مقرر تھی اور اب بھی ہے سو اس میں
ایسی پیدائش نہیں کہ سال بھر با خوبی گذران ہو حضرت کچھ اس کے واسطے بھی دعا کریں

آپنے فرمایا کہ وہ زمین معافی کہ جہاں ہے وہاں مجکو لیچلو پھر خان موصوف حضرت کو
اپنی جاگیر میں لیگئے وہاں آپنے دعا کی اور فرمایا کہ اب اللہ تعالے اس میں ایسی برکت
کرے گا کہ بخوبی تمہاری گزران ہوگی اور اس میں اتنا غلہ پیدا ہوگا کہ سال بھر تمہارے
ہی کہانے اور خرچ کرنے سے نہ چلیگا وہیں پھر اس بستی کا ایک اور شخص موجود تھا
اُس نے کہا حضرت کچھ میرے کہیت واسطے بھی دعا کریں میرے یہاں بھی اللہ تعالے برکت
کرے گا کہ اس کا غلہ تمہارے کہانے اور خرچ کرنے سے سال بھر تو چلیگا پھر ایک شخص
اور بھی اپنے کہیت میں لیگیا وہاں بھی آپنے دعا کی اور اسی طرح فرمایا پھر وہاں سے
مسجد میں جہاں اُترے تھے تشریف لائے اور رات بھر رہے صبح کو وہاں کچھ لوگوں نے
آکر آپکے دست مبارک پر بیعت کی اس عرصے میں ایک شخص نے کہا میں روزی سے
بہت تنگ حال ہوں کچھ ایسا فرمائے کہ کشائش ہو آپنے فرمایا کہ تم ہر روز اول
آخر درود اور گیارہ سو بار اللہ الصمد پڑھا کرو اللہ تعالے تمہاری روزی میں برکت
کرے گا اتنے میں ایک شخص نے اور بھی سوال کیا اس کو فرمایا کہ تم اول آخر درود
اور گیارہ سو بار ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین پڑھا کرو اللہ تعالے تم کو کسی

جیز کا محتاج نہ کرے گا یہ قصہ یہاں تک ہو چکا راوی اخبار لکہتا ہے کہ جب حضرت
امیرالمومنین سیدالمجاہدین وہاں سے شاہجہان آباد کو گئے اور چند روز میں وہاں سے
قصبہ رائے بریلی جاکر حج کو تشریف لیگئے اور وہاں سے آکر جہاد کی تیاری کر کے ولایت
کو گئے ان روزوں حضرت سنہار میں تشریف رکہتے تھے مجہکو کسی کام کو ہندوستان
میں بہیجا میں وہاں سے آتے آتے قصبہ تہانہ علاقہ سہارنپور میں مولوی خدابخش صاحب
جو حضرت کے خلیفہ تھے ان کے پاس آیا ان روزوں مولوی صاحب ممدوح سرکار
انگریزی میں سرشتہ دار تھے واسطے کسی کام کے چھ سات آدمیوں سے خیراتی خاں بہی آئے
تھے مجہکو دیکہکر پہچانا اور کہا تمہارا دین محمد نام ہے میں نے کہا ہاں تمہارا کیا خیراتی خاں
نام ہے یہ سنکر وہ اٹہے مجہہ سے ملے اور مصافحہ کیا اور حضرت امیرالمومنین سیدالمجاہدین
کا حال پوچہا جو کچہ تہا میں نے بیان کیا پہر میں نے ان کا حال پوچہا اور انکی آنکہوں کا
وہ کہنے لگے سب طرح سے خدا کا فضل ہے جب سے حضرت امیرالمومنین نے میری آنکہوں
کے واسطے دعا کی تب سے نظر کچہہ زیادہ تو ہوئی مگر کم نہیں اور جو میری جاگیر کے حق میں
دعا کی تہی اس میں بہی خدا کے فضل سے اتنا غلہ پیدا ہوتا ہے کہ باخوبی اسراف ہماری گذر ہوتی

ہے پھر میں نے پوچھا کہ جو اور صاحبوں نے اسی روز دعا کرائی تھی ان کا کیا حال ہے انہوں نے کہا کہ سب خوش اور محفوظ ہیں چین کرتے ہیں وہ لوگ جو خانصاحب ممدوح کے ہمراہ تھے کہنے لگے کہ افسوس اس وقت یہ حال حضرت کی دعا کا نہیں جانتے تھے ورنہ ہم بھی دعا کراتے اور مجھ سے کہنے لگے کہ بھائی دین محمد جو کچھ تم کو حضرت نے تعلیم فرمایا ہو وہ ہم کو بتاؤ میں نے کہا صاحبو مجھ کو کچھ نہیں آتا اور میرے سکھلانے سے کیا ہوتا ہے وہ برکت کا اثر حضرت ہی کی زبان فیض ترجمان پر تھا پھر خیرالی خاں نے مجھ سے کہا کہ مولوی خدا بخش صاحب حضرت کے خلیفہ ہیں اور میں بھی حضرت کا مرید اور معتقد ہوں اور انہیں کے حکم سے میں اپنے مکان پر بیٹھا ہوں نہیں تو جہاد میں جا کر میں بھی شریک ہوتا اور یہاں میرا ایک معاملہ مولوی صاحب کی کچہری میں دائر ہے میں جو اپنی رفاقت کا حال بیان کرتا ہوں کہ میں حضرت کا ایسا رفیق اور خادم ہوں اور مجھ پر حضرت ایسی شفقت اور مہربانی رکھتے تھے تو مولوی صاحب موصوف جانتے ہیں کہ شاید یہ شخص اپنے معاملے کی خوشامد سے یہ باتیں کرتا ہے سو تم غائبانہ کچھ میرا حال ان سے بیان کرو میں نے کہا بہت خوب پھر میں نے خانصاحب

کے سامنے اول سے آخر تک رفاقت اور بیعت کا اور انکی آنکھوں کے واسطے حضرت
کے دعا کرنے کا سب مولوی خدا بخش صاحب نے بیان کیا یہ باتیں مجھ سے سنکر بہت خوش
ہوئے اور خانصاحب سے اٹھ کر ملے اور کہا اب آپ اپنے مکان پر تشریف لیجاؤ معاملہ
انکا انشاءاللہ تعالی جیسا مجھ سے ہوسکیگا درست کردونگا اور علاوہ اسکے جو کام انکا
میرے لائق ہو بلا تامل لکھ بھیجا کریں کچھ آپکے آنے کی میرے پاس ضرورت نہیں میں درست
کر دیا کرونگا یہ قصہ یہاں تک ہوچکا پھر حضرت سید المجاہدین کو ایک بستی کے لوگ آکر لیوالی
سے لیگئے جب اس بستی میں حضرت پہنچے ایک لڑکا چودہ پندرہ برس کا مجذوب عبدالرحیم
نام برہنہ مادرزاد سر راہ بیٹھا تھا لوگ اسکو چھیڑ کرنے لگے کہ حضرت سید صاحب آتے ہیں
تو ننگا بیٹھا ہے یہاں سے چلا جا وہ لڑکا کچھ خبر نہوا حضرت نے لوگوں کو منع کیا کہ اس
کو نہ چھیڑو بیٹھا رہنے دو پھر جب وہاں سے جاکر ایک شخص کے برآمدے پر اترے
تب کسی سے فرمایا کہ یہاں سے ایک تہبند لیاؤ اور اس لڑکے مجذوب کو پہنا کر ہمارے
پاس لاؤ وہ شخص تہبند لیکر گیا اور اس لڑکے کو کہا کہ یہ تہبند باندھ کر ہمارے ساتھ
سید صاحب کے پاس چلو وہ لڑکا یہ باتیں سنکر خبر نہ ہوا کہ کون کیا کہتا ہے اور تہبند بھی

نہ لیا اس شخص نے یہ حال آکر حضرت سے عرض کیا کہ وہ لڑکا دیوانہ ہے نہ بولتا ہے نہ
بات سمجھتا ہے آپنے فرمایا پھر جاؤ اور اس سے کہو کہ تم کو سید صاحب نے بلایا ہے یہ تہبند
باندھ کر ہمارے ساتھ چلو وہ شخص پھر گیا اور اسی طرح حضرت کا پیغام اس سے کہا وہ
لڑکا یہ سنکر وہ تہبند باندھ کر اس کے ساتھ چلا آیا حضرت نے فرمایا کہ ان کو بٹھا لو جب
اسکو بٹھایا تب حضرت نے کچھ شیرینی اپنے پاس سے بھیجکر لوگوں سے کہا کہ ان کو کھلاؤ
جب وہ شیرینی اس نے کھائی پھر حضرت نے اسکو خلوت تنہائی میں اپنے پاس بلایا
یہ نہیں معلوم وہاں اس سے کیا کلام کیا پھر وہاں سے اس کو لیکر حضرت باہر تشریف لائے
اور لوگوں سے فرمایا کہ ان کو لیجاؤ اور کپڑے پہنا کر ہمارے پاس لاؤ پھر جب اسکو نہلا
پھر کسی نے چادر کسی نے انکو ٹوپی دی اسکو پہنا کر حضرت کے پاس لائے پھر تو وہ لڑکا لوگوں
سے ایک دو کلام بھی کسی وقت کرنے لگا لوگوں نے اس کا حال حضرت سے پوچھا آپ
نے فرمایا کہ لڑکا یہاں کا صاحب خدمت ہونیوالا ہے مگر یہ ہمارے کام کا ہے لوگوں نے
حضرت سے کہا کہ صاحب خدمت کا تو بڑا عہدہ ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ بیشک بڑا عہدہ
ہے مگر جہاد سے بڑھ کر کوئی عہدہ نہیں ہم اسکی جگہہ پر اور کسی کو مقرر کر دیں گے

اور ان کو اپنے ساتھ جہاد کو لیچلیں گے پھر دوسرے روز حضرت اُس بستی سے کسی اور بستی میں گئے
پھر وہاں سے میرٹھ کو تشریف لیگئے وہاں کے اکثر شرفا اور غربا نے آپکے دست مبارک پر بیعت
کی وہاں کے جو قاضی حیات بخش تھے انہوں نے حضرت سے پہلے بیعت کی تھی سو وہ قاضی صاحب
اور مولانا عبدالحئی صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ یہاں کے رئیسوں میں ایک مولوی خدا بخش
صاحب ہیں کسی طرح وہ جو آپکے دست مبارک پر بیعت کریں تو بہت لوگوں کو ان سے
فیض ہو اور وہ مولوی صاحب موصوف مولانا صاحب کے شاگرد تھے حضرت نے مولانا صاحب سے
فرمایا کہ تم کو اس بات کی بڑی آرزو ہے خیر خاطر جمع رکھو خدا چاہیگا تو ایسا ہی ہوگا
لیکن تم جا کر ان کو اسکی رغبت دلاؤ انہوں نے عرض کی کہ ہم کوئی بار ان سے کہہ چکے ہیں
مگر وہ نہیں مانتے حضرت نے فرمایا کہ خیر اکبار تم ہمارے کہنے سے جاؤ اور انکو
ترغیب دلاؤ الغرض مولانا عبدالحئی صاحب پھر ان کے پاس گئے اور بہت سمجھایا مگر اس
وقت ان کے خیال میں نہ آیا پھر انکار کیا مولانا موصوف ناچار ہو کر حضرت کے
پاس آئے اور وہ حال بیان کیا حضرت نے فرمایا کہ اب آپ خاطر جمع رکھیں انشاءاللہ
تعالیٰ وہ آپ ہی یہاں آوینگے اس عرصے میں مولوی خدا بخش صاحب کے یاروں میں

ایک برہمن تھا اور وہی ہر وقت ان کی ہر ایک خدمت میں حاضر رہتا تھا اس سے کہا کہ ہمارے مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لو اور ہم انکار کرتے ہیں سو اب ہم نے ایک مضمون اپنے دل میں سوچ رکھا ہے اور سید صاحب کے پاس جاتے ہیں اگر وہ اس مضمون کے موافق پیش آئے تو ہم جانیں گے کہ وہ بیشک ولی ہیں پھر ہم اسی وقت بیعت کر لیویں گے والا یوں ہی چلے آوینگے اس نے کہا دل کا حال خدا جانے سید صاحب کیونکر معلوم کرینگے مولوی صاحب نے کہا اگر وہ ولی ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو آگاہ کر دے گا اس نے پوچھا وہ کیا مضمون ہے مولوی صاحب نے کہا ہم ابھی نہ بتاوینگے پھر مکان سے حضرت کے پاس مسجد میں جہاں اترے تھے گئے اس وقت حضرت کے گرد لوگ بکثرت تمام جمع تھے اور حضرت ان کو پہچانتے بھی نہ تھے اور وہ حضرت کی پشت کی طرف سے گئے حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب آئے ان کو بیٹھنے کی جگہ دو اور ان کا ہاتھ پکڑ کے بڑے اخلاق سے اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا آپ کیا ارادہ کر کے تشریف لائے ہیں مولوی صاحب نے کہا حضرت میری مراد تو پوری ہو گئی اور اپنا ہاتھ بڑھایا کہ مجھکو اپنے سلک بیعت میں منسلک فرماویں حضرت نے فرمایا کہ آپ ابھی تعجیل نہ کریں خوب دل میں سوچ لیویں مولوی صاحب نے عرض کی اب مجھے کچھ سوچنے کی حاجت نہیں

جو میں اپنے دل میں خیال کرکے آیا تہا کہ اگر حضرت میرے ساتہ اخلاق سے پیش آویں گے تو میں
حضرت کے ہاتہ پر بیعت کروں گا والا ملاقات کر کے چلا آؤں گا سو وہی حال موافق خیال میرے
کے پیش آیا پہر حضرت نے مولویصاحب کو مولانا عبدالحی صاحب کے سپرد کیا کہ تم ان کو توجہ
اور کچہ ذکر و شغل تعلیم کرو پہر ہم سمجہ لیں گے پہر مولانا ممدوح نے ان کو توجہ دیا اور ذکر و شغل
تعلیم کیا پہر مولویصاحب موصوف اپنے مکان کو چلے گئے حضرت سید المجاہدین نے فرمایا کہ ہم
بہی آپکے مکان پر کسی وقت آپ سے رخصت ہو کر آویں گے پہر کچہ عرصے کے بعد حضرت سے کہلا
بہیجا کہ حضرت ابہی کچہ دیر توقف کر کے تشریف لاویں بلکہ میں اپنا آدمی آپکے لینے کو بہیجوں گا
پہر مولوی صاحب کے مکان آلات معازف اور مزامیر کے تہے مثل ڈہول دائرہ سارنگی طنبور ستار
دوتارہ وغیرہ اور شراب کی بوتلیں حقہ وغیرہ سب کو توڑ پہوڑ کے دور کیا اور مکان میں عمدہ جاجم
اور چاندنی بچہوا کر حضرت کو بلوایا جب حضرت وہاں تشریف لے گئے اور ان کو توجہ دیا اور
اپنا ایک پائجامہ اور ٹوپی مرزئی اور ایک تاج عنایت کیا اور فرمایا کہ اس مرزئی کو اچہی طرح
سے اپنے پاس رکہنا جس وقت تم اسکو پہنو گے تو تمہارا حال اور طرح ہو جایا کرے گا یعنی
صاحب تاثیر درویش کامل کا سا اور یہ ٹوپی پائجامہ پہن ڈالنا یا جو چاہنا سو کرنا پہر مولویصاحب

یعنی مولوی خدا بخش صاحب نے اسی اپنے یار برہمن سے کچھ روپے منگوا کر حضرت کے
نذر کیئے اس عرصے میں کہیں حضرت نے اس برہمن کا جینو دیکھ لیا پوچھا مولوی صاحب
سے کہ یہ کیا برہمن ہیں انہوں نے کہا ہاں برہمن ہیں اور یہی میرا سب کاروبار کرتے ہیں
بلکہ مجھکو کھانا بھی کھلاتے ہیں اور کھانے پانی کو چھونے سے بہت پرہیز نہیں کرتے ہیں
حضرت نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ صاحبو اس بات کو یاد رکھنا اور چاہو تو لکھ رکھو یہ
شخص برہمن نہ مریگا جب تک مسلمان نہ ہوگا یعنی مسلمان ہوکر مریگا یہ کہکر تو حضرت
وہاں سے رخصت ہوئے پھر حج کو طرف دہلی کے کوچ کیا یہ قصہ تو چکا اب رہا حال
اس برہمن کے اسلام لانے کا سو یہ ماجرا یوں ہوا کہ اب جو سن بارہ سو چوبیس ہجری میں
اور مہینہ محرم کا اس سے پہلے قریب دو برس کے گذرے ہونگے میں ایک روز اپنے مکان سے
میر نواب کے مکان پر گیا ایک شخص لباس فاخرہ پہنے ہوئے بیٹھا تھا میر نواب نے کہا میاں زین محمد
ان بھائی صاحب سے اٹھکر معانقہ اور مصافحہ کرو میں موافق فرمانے میر صاحب مروح کے معانقہ
اور مصافحہ کیا پھر میں نے میر صاحب سے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں اور کہاں سے تشریف
لائے ہیں انہوں نے فرمایا یہہ بھائی صاحب اول تو برہمن تھے مگر اب قریب ایک

مہینے کے ہوا کہ ہمارے نواب مستطاب معلی القاب نواب وزیر الدولہ امیر الملک
محمد وزیر خاں بہادر دام اقبالہ کے یہاں مسلمان ہوئے ہیں پھر میں نے اُن سے پوچھا
کہ آپ اول کہاں کہاں رہے انہوں نے کہا کہ میں تو بہت مدت تک ایک مولوی
خدا بخش کی صحبت میں رہا اور انہیں کے پاس کچھ علم فارسی پڑھا اور بھی کچھ بیتی باتیں
میں نے کہا بہائی صاحب تمکو یاد ہے جب ہمارے حضرت امیر المومنین سید المجاہدین میرٹھ
میں تشریف لیگئے تھے جب مولوی خدا بخش صاحب نے حضرت ممدوح پر فتوح سے بیعت کی تھی
اور تمہارے حق میں فرمایا تھا کہ یہ شخص بغیر مسلمان ہوئے نہ مریگا یہ بات سُنکر وہ کہنے لگے
کہ ہاں کیوں نہیں یاد ہے کیا تم بھی سید صاحب کے ہمراہ تھے میں نے کہا ہاں میں بھی تھا یہ بات
سُنکر پھر اُٹھے اور دوسرا کر سینہ سے ملے اور مصافحہ کیا حکایت راوی اخبار کہتا ہے کہ حضرت
امیر المومنین سید المجاہدین رح جب سہارنپور کے سفر با ظفر سے مراجعت کر کے بلدہ مراد آباد
میں تشریف فرما ہوئے تب تمام خواص و عوام میں حضرت ممدوح پر فتوح کی توجہ دینے کا
بڑا شہرہ ہوا یہاں تک کہ ایک روز تین شخص ہندو قوم سراوگی ذی عزت صاحب دولت
دوشالے اوڑھے حضرت کی خدمت بابرکت میں آکر عرض کرنے لگے کہ ہم نے آپکی توجہ

دینے کا ایسا ایسا حال اکثر لوگوں سے سنا ہے سو ہم بھی اُمیدوار ہیں کہ کچھ دیکھیں
آپنے فرمایا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے پھر اپنے آدمیوں سے تین آدمی بلائے اور فرمایا کہ ان
تینوں شخصوں کو ایک گوشہ میں بٹھا کر توجہ دو اور اُن سے کہا کہ جو کچھ تم حالات دیکھنا
پھر ہم سے آکر بیان کرنا الغرض ایک ایک کو وہ تینوں لیگئے اور توجہ دیا پھر وہ تینوں
حضرت کے پاس آئے آپنے پوچھا کہ جو تم نے دیکھا ہو بیان کرو کسی نے کہا اپنے رام کو دیکھا
کسی نے کہا ہم نے مہادیو کو دیکھا کسی نے کہا ہم نے اپنے کرشن کو دیکھا حضرت نے کہا کہ تم نے
خوب اُنکو دیکھا اور پہچانا کچھ شک نہیں اُنہوں نے کہا کچھ شک نہیں ہم نے خوب دیکھا
اور پہچانا پھر آپنے کہا کہ تم نے اُن سے کچھ پوچھا بھی تھا وہ بولے کہ صاحب ہم نے تو کچھ
نہیں پوچھا آپنے فرمایا کہ کل پھر آنا اور جو ہم کہیں وہ پوچھنا پھر وہ دوسرے دن دو آدمی
لیکر اور اپنے ساتھ آئے حضرت سید العابدین نے ان پانچوں سے فرمایا کہ تم آج کی توجہ
میں اپنے دیوتاؤں سے یہ پوچھنا کہ حق دین کون ہے مسلمانوں کا یا ہندوؤں کا جو کچھ
وہ تم سے کہیں سو سچ سچ پھر ہم سے بیان کرنا پھر پانچ اپنے مریدوں سے فرمایا کہ اُنکو
جُدا جُدا بٹھا کر توجہ دو اُنہوں نے ان سبکو توجہ دے کر پھر حضرت کے پاس لائے حضرت

نے اُن سے پوچھا کہ بیان کرو کیا اُنہوں نے تمکو جواب دیا تو وہ مارے شرم کے کوئی نہ بولے
آپنے فرمایا کہ شرم نہ کرو جو کچھ ہو سو کہو آگے تمکو بہر اختیار ہے چاہو اسکو مانو یا نہ مانو انہوں نے عرض کی
کہ حضرت سچ تو یہ ہے کہ جب ہم نے ان سے پوچھا کہ دین حق کون ہے اونہوں نے فرمایا کہ دین
مسلمانوں کا حق ہے اور ہندوؤں کا باطل اور ہم نے یہ کب کسی سے کہا تھا کہ کوئی ہم کو پوجے
اور ہم سے اپنی حاجت مراد مانگے نہ سوا خدا کے ہم کسی کو پوجتے تھے اور ہم نے کسی سے کہا
سو حضرت بات یوں ہے کہ یہہ لوگ اپنے باپ دادے اور اپنے برادری کے دین دھرم
کی پابند ہیں حق و باطل کے طالب نہیں ہم سے یہ طریقہ چھوٹ نہیں سکتا سو اب آپ ہمکو
اپنا ہندو یا چیلہ جانو ہم کو ہمارے ہی دین دھرم پر رہنے دو حضرت نے فرمایا کہ تم جانو ہمارا
تم پر کچھ زور نہیں کہ تم کو مسلمان کریں جو حق تھا تم پر ظاہر ہوگیا اب چاہو مانو چاہو نہ مانو
تو پھر وہ پانچوں شخص اپنے دلمیں شرمندہ سے ہوکر وہانسے اپنے اپنے گھر چلے گئے؛ ۔
حکایت راوی اخبار راست گفتار یوں روایت کرتا ہے کہ جب حضرت امیر المومنین امام المجاہدین
نے شاہجہاں آباد آستانہ اپنے کے عزم بالجزم کیا کہ ہفتے کو روانہ ہونے کے ایک دن پہلے جمعہ کو
مولانا محمد اسمعیل صاحب رح نے حضرت کی دعوت کی حضرت کے ہمراہ قریب ساٹھہ آدمی کے تھے

اور علاوہ اسکے بیس بائیس طالب علم اکبر آبادی مسجد کے ہوں گے سو مولانا صاحب ممدوح نے

سو آدمیوں کا کہانا پکوا کر تیار کیا چاہا کہ سبکو کہلاویں اس میں اکثر شہر کے آدمی آنے لگے واسطے

اس بات کے کہ کل تو حضرت تشریف وطن شریف کو لیجاوینگے آج مولانا عبدالحیٔ صاحب وعظ

کسی مسجد میں فرماوینگے جامع مسجد میں یا اکبر آبادی میں حضرت امام العابدین نے دیکہا کہ لوگوں کے

آنے کا تار بندہا ہے اونکو چھوڑ کر کھانا کیونکر کھاویں مولانا عبدالحیٔ صاحب سے اسکی صلاح لی کہ

ان لوگوں کو بھی کہانے کو پوچھا چاہئے جو کوئی کہاویگا تو خیر اور نہیں تو نہیں مولانا صاحب نے کہا

اچھی بات ہے اور کہا کہ اسوقت اور کہانا تو پکنا دشوار ہے مگر بازار کسی دوکان پر جو اسوقت

دو چار من کی روٹیاں تیار ہوں منگوا لیجائیں اور جو کچھ وہاں سالن موجود ہو وہ بھی آجاوے

حضرت سید العابدین نے فرمایا کہ مولانا صاحب اور کھانا منگوانیکی کچھ حاجت نہیں اللہ تعالےٰ

اسمیں برکت کریگا پھر میاں عبداللہ جو آپکے کاروبار کے مختار تھے فرمایا کہ روٹیاں چادر سے چھپا کر

مولانا عبدالقادر صاحب کے حجرے میں رکہدو اور سالن کی دیگ نیچے کے حجرے میں لیجاؤ اور بڑے بڑے

کونڈوں میں سالن نکال کر اور روٹیاں وہاں سے لیکر کھلانا شروع کردو جو لوگ آتے جاویں

کھاتے جاویں پھر میاں عبداللہ صاحب نے موافق فرمانے حضرت کے لوگوں کو کھانا شروع کیا و سب

ساڑھے تین سو آدمیوں کے ہوں گے سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور دس بارہ آدمی کا کھانا بچ رہا پھر بعد فراغ کھلانے کے وقت نماز جمعہ کا قریب آپہونچا حضرت سید المجاہدین اور مولانا عبدالحی صاحب نے تو جامع مسجد میں جا کر جمعہ پڑھا اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے اوسی اکبر آبادی مسجد میں پڑھا پھر بعد نماز کے حضرت سید المجاہدین اور مولانا عبدالحی صاحب جامع مسجد سے تشریف لائے اور سینکڑوں آدمی وعظ سننے کو آپکے ہمراہ آئے حضرت سید المجاہدین نے مولانا عبدالحی صاحب سے کہا کہ یہ لوگ آپکے وعظ سننے کے امیدوار ہیں کچھہ اس مسجد میں فرمائیے مولانا صاحب اس مجمع کے درمیان ایک جگہ بیٹھکر وعظ فرمانے لگے کچھہ تھوڑا سا بیان کرنے پائے کہ اذان عصر کی ہوئی وعظ موقوف ہوا لوگ نماز عصر کی تیاری کرنے لگے مختصراً تمام ہوئے حالات دہلی کے اب آگے بیان ہے حالات سفر رائے بریلی کا راوی اخبار راست گفتار یوں روایت کرتا ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین امام المجاہدین رحؒ نے دہلی سے واسطے سفر رائے بریلی وطن شریف اپنے کے کوچ فرمایا آپکے ہمراہ کم یا زیادہ پچاس آدمی تھے سب یاروں آشناؤں سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے دریائے جون اتر کر شاہ درے تک پہونچے اس عرصہ میں یکبارگی ایک طرف سے آندھی اٹھی اور آکر سبکو گھیر لیا بالکل بہ سبب تاریکی کے رات سی ہو گئی سب لوگ جا بجا ٹھہر گئے بعد تھوڑی دیر کے کچھہ پانی بھی برسا

اوجالا ہوگیا لوگ روانہ ہوے چلتے چلتے قریب وقت عشا کے ہُندق ندی پر پہونچے موسم
گرمیوں کا تھا ندی کمر کمر تھی سب لوگ بے ناؤ ہی پار اُتر گئے پھر وہاں سے جاکر غازی آباد
پہونچے وہاں ایک مسجد میں اُترے وہاں ایک حافظ صاحب تھے اونہوں نے حضرت کی آمدنکر
پہلے سے دعوت کی تیاری کر رکھی تھی بعد نماز عشا کے سب کو کہانا کھلایا یہہ لوگ آرام کرنے لگے صبح کو
حضرت نے کوچ کی تیاری کی حافظ صاحب نے آپکو روکا حضرت دو چار روز یہاں قیام کریں یہاں کے غریب
غربا مسلمان ہیں یہ لوگ آپکے وعظ سُننے کے مشتاق ہیں اور بیعت بھی کرینگے حضرت نے فرمایا کہ یہ
مہینہ رمضان شریف کا قریب آیا ہے ہمارا رہنا یہاں دو چار دن نہیں ہو سکتا ہے خیر تمہاری
خاطر سے آجکے دن ہم رہ جاوینگے مگر کل جاوینگے پھر اسروز آپنے مقام کیا وعظ کہنے کا اتفاق
نہ ہوا مگر آپکے دست مبارک پر بہت لوگوں نے بیعت کی اس میں وقت نماز مغرب کا ہوا سب نے
نماز پڑھی بعد اسکے حضرت سید المجاہدین بیٹھے تھے کہ قصبہ رائے بریلی سے ایک بھائی آپکے یہاں سے
خط لایا آپنے چراغ نزدیک منگوا کر وہ خط پڑھنا شروع کیا پھر تھوڑا سا پڑھکر خط لپیٹ ڈالا
اور آپکا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا لوگوں نے پوچھا کہ حضرت کیا خبر ہے آپنے کچھ نہ بتایا اس عرصہ میں
صاحب دعوت نے کہا کہ حضرت کھانا تیار ہے آپنے لوگوں سے فرمایا کہ تم سب صاحب کھانا

کھاؤ میں اسوقت نہ کھاؤنگا مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے کہا کہ حضرت کچھ
سبب تو معلوم ہوا ایسے تو ہم کہا لیتے مگر اب ہم بھی نہیں کھا سکتے آپنے وہ خط مولانا کو حوالہ
کیا اور فرمایا کہ ہمارے بھائی صاحب مولوی سید محمد اسحٰق کا انتقال ہوگیا ہے یہ بات سنکر سب کو
بیک بڑا رنج ہوا پھر مولانا صاحب نے کہا کہ حضرت ابتو جو ہونا تہا ہوا سوائے صبر کے کچھ چارہ نہیں
مگر دو چار لقمہ کھانا کہا لیجئے کہ آپکے سببسے سب کھاوینگے اور بغیر آپکے کوئی نہ کہاویگا اونکے
کہنے سے حضرت نے دو چار لقمہ کھائے اور سب لوگوں نے کھایا پھر نماز عشا پڑھکر سب لوگ سو رہے
صبح کو وہانسے کوچ کیا چلتے چلتے قصبہ ہاڑ میں پہونچے وہاں ایک مقام کیا وہاں کے بہت
سے شرفا اور غربا آپکی شرف بیعت سے مشرف ہوئے قبل نماز ظہر کے حضرت غسلخانہ میں
غسل کو تشریف لیگئے بعد فراغ غسل کے جب کپڑے پہننے لگے تب اسی حال میں فرمانے لگے کہ اللہ تعالٰی
کی نعمتوں کا شکر ادا ہو نہیں سکتا اسوقت ہمکو بڑی خوشی حاصل ہے اتنا ہی فرماکر خاموش ہو رہے
ہم کئی آدمی جو وہاں موجود تھے سنا کیے کسی نے کچھ اسکا سبب نہ پوچھا پھر رات کو انہی نے
فرمایا کہ آج جناب باری تعالٰی سے مجھکو الہام ہوا کہ جو لوگ تیرے ہمراہ ہیں اونکے کہانے پینے کا
تو اپنے دل میں کچھ اندیشہ نکر میں انکو اور جو تیرے ہمراہ ہونگے سبکو کفایت کرونگا یہہ اور وہ سب

خاص میرے مہمان ہیں میں نے عرض کی کہ خداوندا میرے ہمراہیوں پر کیا موقوف ہے تمام مخلوقات کو توہی کافی ہے اور سب تیرے ہی مہمان ہیں ارشاد ہوا کہ یہہ سچ ہے مگر اسکو اسی طرح سے جان کہ توں جہاں کہیں ہوگا اور تیرے ساتھہ کتنے ہی آدمی ہوں گے سبکو بے محنت و مشقت کے اپنی جگہہ پر بیٹھے ہوے روزی پہونچاؤں گا میں یہ بشارت سنکر اسوقت اپنے دلمیں کمال خوش ہوا الغرض پھر صبح کو وہانسے روانہ ہوئے شام کو گڑہ مکتیشر کی مسجد میں جا اترے وہاں بھی بہت لوگوں نے بیعت کی اور آپکی توجہ سے لوگوں کو نہایت فائدہ ہوا اور علاوہ اسکے آپکی توجہہ کا ہر کہیں یہی حال تہا چنانچہ بعضے لوگونکو یہ گمان ہوا کہ حضرت کو کچہہ سحر کی قسم سے یاد ہے کہ جس کو توجہ دیتے ہیں وہ عجیب غریب معاملہ دیکھتا ہے حضرت نے اوسوقت کے بیعت کرنے والونکو ایک بار توجہہ دیکر فرمایا کہ تم اب اور لوگوں کو آپسمیں جسکو چاہو توجہ دو اختیار ہے اور انہوں نے آپکے فرمانے سے توجہ دیا اور انکو معاملات کشف ہوئے تب تو وہ گمان سحر کا سب کے دل سے نکل گیا کہ اگر کچہہ سحر ہوتا تو حضرت کی توجہ دینے میں یہ اثر ہوتا اور جو لوگ امی کہتے ہیں یہ کمالات انکو معلوم ہوتا ہے تو بیشک کرامت غیبی ہے حضرت دوسرے روز وہانسے کوچ کرکے شہر امروہہ کی سرائے میں جاکر رات بھر وہاں رہے صبح کو مجھسے فرمایا کہ شہر میں ایک شخص

شیخ عبدالسمیع رہتے ہیں اونکو ہمارا سلام کہہ آؤ میں نے پوچھا کہ وہ کہاں کس محلہ میں رہتے
ہیں آپنے فرمایا تم جاؤ تو اوس شہر میں ملجائیں گے پھر میں نے کہا کہ حضرت کچھہ پتہ معلوم ہو کہ میں
کسطرف جاؤں پھر آپنے وہی فرمایا کہ تم جاؤ پھر میں خدا کا نام لیکر سرا کے باہر نکلا سڑک
ہوکر سیدہا شہر کو چلا آگے چل کر جو دیکھا دوراہا ملا کہ سامنے گئی ہے اور دوسری راہ
اور طرف کو وہاں کھڑے ہوکر خیال کیا میں اب کسطرف جاؤں آخر کو دل میں آیا کہ سامنے کا راستہ
چھوڑے اور چلکر اور دیکھوں پھر وہاں سے آگے چلا وہاں ایک آبنوس کے کواڑوں کا پھاٹک
ملا وہاں ایک شخص سپہ تلوار باندھے داڑھی کانوں میں لپیٹے ہوئے کھڑے تھے وہ میری
طرف دیکھنے لگے میں نے انکو السلام علیک کیا اونہوں نے جواب سلام کا دیا اور کہا کہ تم
کہاں سے آئے ہو اور کس کے پاس جاتے ہو میری زبان سے بلا تامل یہی نکلا کہ میں دہلی
سے آیا ہوں اور سرائے میں اترا ہوں مجھکو سید احمد صاحب نے سلام کہا ہے میں تمہارے
پاس آیا ہوں اونہوں نے فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے میں نے کہا شیخ عبد السمیع وہ اپنا نام سنکر
مسکرانے لگے اور حضرت کے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ سید صاحب کہاں ہیں میں نے
کہا سرائے میں اونہوں نے کہا کہ ہمارا بھی سلام سید صاحب سے کہدینا اور کچھہ دیر میں ہم

بھی اونکی ملاقات کو آتے ہیں اب تم جاؤ میں وہاں سے پھر کر حضرت کے پاس آیا اور اُن
کا سلام پہونچایا پھر کچہ دیر کے بعد شیخ صاحب آئے حضرت سے ملاقات ہوئی آپس میں دونوں
نے معانقہ اور مصافحہ کیا خیر و عافیت پوچھی دیر تک بیٹھے رہے پھر چلے تب حضرت سید العابدین
نے فرمایا کہ جو کچہ کار ہوگا ہم دین محمد کو آپکے پاس بھیجا کرینگے اونہوں نے سست دل سے کہا اچھا
حضرت نے کہا شیخ صاحب یہہ ہمارے بڑے معتبر اور امانت دار ہیں آپ کسی بات کا کچہ اندیشہ
نہ کریں اُنہوں نے کہا بہت خوب انہیں کو بھیجا پھر وہ اپنے مکان کو تشریف لیگئے حضرت
سید العابدین نے فرمایا کہ یہہ شیخ صاحب اور اونکی بی بی دونوں اس شہر کی صاحب خدمت ہیں
پھر کئی بار حضرت نے مجھکو اُونکے یہاں بھیجا جو کچہ پیغام کہتے تھے میں پہونچا دیتا تھا اُسی روز شام کو
شیخ صاحب پھر حضرت کے پاس آئے حضرت نے فرمایا کہ کل ہم دو چار گھڑی دن چڑھے تک کار
کو میں بھی چلونگا حضرت نے کئی بار منع کیا کہ آپ کیوں تکلیف کریں مگر انہوں نے نہ مانا
آخر کو حضرت بھی راضی ہو گئے جب حج کو گھوڑے پر چڑھکر چلنے کو تیار ہوئے تب شیخ بھی
تیر و کمان باندھے ہوئے برآمد ہوئے حضرت نے فرمایا شیخ صاحب کو آپ اب ہمارے ساتھ
نہ چلیں ہم اور طرف جاوینگے پھر سید صاحب تو سیدھے قبلہ رخ سڑک پر ہوکر روانہ ہوئے

اور شیخ صاحب مجھکو لیکر دوسری طرف گئے کوئی سو سوا سو قدم چلکر ایک جگہہ کھڑے ہوئے مجھے
پوچھا سید صاحب کہاں گئے ہوں گے میں نے کہا دیکھا چاہیئے خدا کو معلوم کہاں گئے پہونچ گئیں پہلے
پھر ہنسکے فرمایا کہ ہم ایک بات تم سے کہیں مانوگے میں نے کہا کہ کیوں نہ مانونگا پھر کئی بار
مکرر کہا کہ مانوگے میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ مانونگا فرمایا کہ تم اپنی آنکھیں بند کرو جب ہم
کہیں تب کھولو میں نے آنکھیں بند کرلیں پھر ایک دم کے بعد فرمایا کہ کھولدو میں نے جو آنکھیں کھولیں
تو دیکھا کہ اونکے ساتھ ایک بڑے عظیم الشان آم کے باغ میں کھڑا ہوں شیخ صاحب میری طرف
دیکھکر مسکرائے ہیں میں نے سر اپنا جھکا لیا پھر کہا سید صاحب ابھی نہیں تشریف لائے ہیں
میں نے کہا ہاں ابھی نہیں آئے پھر ایک لحظہ کے بعد فرمانے لگے کہ سید صاحب وہ آتے ہیں میں
نے دیکھا کوئی نہ معلوم ہوا پھر ایک لحظہ کے بعد اشارہ کرکے کہا کہ وہ دیکھو آتے ہیں میں نے جو دیکھا
تو بہت دور ایک سپیدی سی نگاہ پڑی میں نے اپنے دل میں کہا کہ دیکھا چاہیئے کون شخص ہے
پھر کچھ دیر میں جب نزدیک آئے تب جانا کہ حضرت آتے ہیں پھر قریب آکر حضرت نے پوچھا
شیخ صاحب تم ہم سے پہلے یہاں آگئے انھوں نے کہا کہ ہاں میں پہلے آگیا پھر حضرت انکی طرف
دیکھکر مسکرائے اور میری طرف اشارہ کیا کہ یہ بھی آگیا شیخ صاحب نے کہا کیا مضائقہ ہے

پھر حضرت نے دو تین تو تی فاختہ وغیرہ پر چلائیں اور شیخ صاحب نے بھی کئی تیر لگائے لیکن کوئی
شکار ہاتھ نہ آیا پھر وہاں سے سرائے میں آئے وہاں سے شیخ صاحب اپنے مکان کو گئے پھر ظہر
کے وقت آکر حضرت سے کہا کہ آج میرے یہاں آپ کی دعوت ہے حضرت نے فرمایا کہ تم غریب آدمی ہو
دعوت کرنا کچھ ضرور نہیں کیوں تکلیف کرو گے انھوں نے نہ مانا آخر کو حضرت راضی ہوئے پھر وہ
اپنے مکان پر جاکر کسی کا پاجامہ تین پیسہ کی سلائی پر لائے اور اسکو جلد سی کر مالک کو دیا اور اسکی
مزدوری کے پیسوں سے کچھ باجرے کا آٹا لائے اور مولی مایک کا ساگ اور کچھ ماش کی دال پھر
شام کو دو یا تین روٹیاں باجرے کی اور یہی دونوں ساگ دال ملا کر پکائی ہوئی لائے اور کہا حضرت
کھانا تیار ہے حضرت نے اسکو بڑی تعظیم اور احترام سے لیا اور بہت خوشی سے تعریف کرکے کھانے
لگے اور اسمیں سے ایک ٹکڑا روٹی اور تھوڑا ساگ مجھکو بھی عنایت فرمایا اور باقی آپنے کھایا امروہہ
کا اتنا واقعہ تو یاد ہے پھر وہاں سے جج کو شہر مرادآباد کی طرف روانہ ہوئے کچھ دن رہے شہر
مذکور کی سرائے میں جا اوترے اوسکی صبح حاجی زین العابدین خاں سے فرمایا کہ یہاں ایک فقیر مجذوب ہے
اوس سے ہمارا سلام کہ آؤ اور کچھ اوس کا پتہ نہ بتایا کہ کس جگہہ پر ہے اور کیا نام ہے الغرض حاجی صاحب
شہر میں آئے ایک جگہہ دیوانہ فقیر ملا انھوں نے اپنے دلمیں جانا کہ شاید وہ مجذوب یہی ہے اوس

کہا کہ ہمارے سید احمد صاحب نے تمکو سلام کہا ہے اسنے یہ بات سنکر حضرت کو کچھ برا بھلا کہنا
شروع کیا حاجی صاحب کو اوس کا کلام ناگوار معلوم ہوا اور وہانسے چلے آئے اور حضرت سے
بھی کچھ نہ کہا حضرت سید العابدین نے اون کا مافی الضمیر معلوم کرکے مجھسے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے
کہ حاجی صاحب سے اس فقیر نے شاید کہ کچھ بھلا برا کہا ہوگا اس سبب سے اس کا حال آکر ہم سے نہیں
بیان کیا سو اب تم کچھ شیرینی لیکر اسکے پاس جاؤ اور ہمارا سلام کہو اور وہ کتنا ہی کچھ کہتا
بکتا ہی بکے تم برا نہ مانو اور اگر بھاگے تو اسکا پیچھا نہ چھوڑیو پھر میں جو گیا تو شہر میں اسکو ایک
جگہہ دیکھا کہ پرانی گدڑی کندھے پر ڈالے اور ایک ہانڈی ہاتھ میں پکڑے ایک دوکان پر کھڑا ہے
اور بہت سے لڑکے اسکے گرد ہیں میں نے جانا کہ وہ شخص مجذوب بھی ہے اسکے نزدیک جاکر میں نے
سلام علیک کیا اور کہا کہ ہمارے سید صاحب نے تمکو سلام کہا ہے اور یہ شیرینی بھیجی ہے
وہ یہ بات سنکر بھلا برا کہتا ہوا اپنے مکان کی طرف بھاگا اور میں اسکے پیچھے چلا جاتے جاتے
وہ اپنے مکان پر پہونچا اور میں بھی وہیں گیا اور پھر وہی اس سے کہا کہ تم کو سید صاحب نے
سلام کہا ہے اور یہ مٹھائی بھیجی ہے انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مٹھائی بھی لی اور اپنے
آدمی سے کہا کہ سید صاحب کا آدمی آیا ہے بوریا لاؤ اور پان کھلاؤ اور بہت میری خاطرداری کی

جب میں رخصت ہونے لگا فرمایا ہمارا بھی سلام سید میاں سے کہنا اور ہم بھی ملنے کو آویں گے
پھر میں لنے وہاں سے آکر یہ حال حضرت سے بیان کیا پھر اسی عرصہ میں مراد آباد کے قاضی صاحب
پینس پر سوار دس بارہ آدمی ہمراہ لیکر حضرت کی ملاقات کو آئے معانقہ مصافحہ کر کے بیٹھے اور کہا
حضرت شام کو آپ کی دعوت ہے آپنے قبول کیا پھر وہ اپنے مکان کو گئے بعد نماز عصر کے وہی
مجذوب ایک لنگوٹی اوڑھے اور ایک ہانڈی ہاتھ میں پکڑے ہوئے آپہونچے میں نے حضرت سے
کہا کہ جس کے پاس آپنے مجھکو بھیجا تھا وہ یہی مجذوب ہیں آپنے فرمایا کہ ان کو دوسرے مکان
میں بٹھالو پھر میاں ہم نے اونکو بٹھالا حضرت بھی وہیں تشریف لیگئے پھر نہیں معلوم کہ
اُنسے کیا باتیں کرتے تھے اور فرمایا کہ اُنکی ہانڈی مٹھائی سے بھر دو اور ایک روپیہ بھی
بھی دیا اس روپیہ کو اچھال اچھال وہ بار بار کہتے تھے نہ ایک لاکھ نہ دو لاکھ نہ تین لاکھ
اور خوش ہوتے تھے پھر وہاں سے اٹھکر چلے گئے جب لوگوں نے حضرت کو اونسے باتیں کرتے دیکھا
تب انکو معلوم ہوا کہ یہ فقیر دیوانہ نہیں بیابان کا صاحب خدمت ہے پھر حضرت
بعد نماز مغرب کے اپنے آدمیوں کو لے کر قاضی صاحب کے مکان پر دعوت کھانے تشریف
لیگئے بعد فراغ تناول طعام کے قاضی صاحبنے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور

اور تمام اپنے اہل و عیال کے سے بیعت کرائی پھر حضرت سے عرض کی کہ یہاں کے کئی نواب زادے خیا بخیر نواب علی محمد صاحب اور محمد میاں سوا انکے کئی صاحب اور ہیں وہ ہمارے عقاید کے خلاف ہیں اگر وہ بھی کیطرح آپکے طرف رجوع ہوں اور آپکے ہاتھہ پر بیعت کریں تو دین کا بہت کام نکلے سو آپ دو چار مقام اس شہر میں کریں تب جا کر کچھ بات بنے حضرت نے فرمایا خدا چاہیگا تو معاملہ درست ہو جائیگا مگر اس کا جواب ہم آپکو صبح کو دینگے اور ہم یہاں دو چار دن مقام کریں گے ہمکو فرصت نہیں اسواسطے کہ ماہ رمضان قریب آیا ہے اور قاضی صاحبکو اپنا خلیفہ کیا اور فرمایا کہ تم لوگونکو وعظ و نصیحت کیا کرنا پھر وہاں سے سرائے میں تشریف لائے اُسی شب نواب علی محمد خاں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص نے میری پیٹھہ میں گھوسا مارا جب جگے دلکو تشویش ہوئی کہ کیا معاملہ ہو صبح کو اپنے یاروں میں اسکا ذکر کیا کہ رات کو ایسا خواب میں نے دیکھا اور ارادہ کیا کہ آج سید صاحبکی ملاقات کو جاوینگے اونسے اسکا تعبیر پوچھیں گے اور ادھر قاضی صاحب بھی حضرت سید المجاہدین کے پاس آکر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اگر حکم ہو تو اونکے لوگوں کے پاس جا کر کہوں کہ یہاں ایک سید صاحب پیر زادے تشریف لائے ہیں تم نے اُنسے ملاقات کی یا نہیں دیکھیں وہ اسمیں کیا جواب دیتے ہیں

حضرت نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں بلکہ آپ اپنے مکان کو تشریف لیجائیں وہ لوگ خدا چاہیگا
آپ ہی آتے ہیں قاضی صاحب اپنے مکان کو جانے کو تیار تھے کہ اسمیں وہ لوگ سرائے میں بڑی
جمعیت کیساتھ آپہونچے اور حضرت سے معانقہ و مصافحہ کر کے بیٹھے قاضی صاحب بھی ٹھہر گئے
علی محمد خاں نے جو حضرت کو دیکھا تو پہچانا کہ رات کو خواب میں انہی نے میرے کچھو سا مارا تھا
اور اپنے دلمیں حضرت کے بہت معتقد ہوئے اور حضرت سے کہا کہ آپ ایک ہفتہ یہاں تشریف
رکھیں کہ ہم لوگوں کے درمیان میں کچھ نا اتفاقی ہے اگر آپکے ملانے سے ہم آپسیں ملجاویں تو بہت
خوب ہو اور آج شام کو ہمارے یہاں آپکی دعوت ہے حضرت نے فرمایا کہ دعوت آپکی ہم نے
قبول کی مگر زیادہ رہنے میں ہمارا حرج ہوگا رمضان شریف قریب آیا ہے اونہوں نے کہا اب تو کچھ
ہو آپکو رہنا ضرور پڑیگا یہ کار برائے خدا ہے پھر کچھ دیر کے بعد وہ اپنے مکان کو تشریف لیگئے
اور قاضی صاحب بھی رخصت ہوئے پھر شام کو حضرت سید المجاہدین قاضی صاحب کو لیکر اپنے
لوگوں کے ہمراہ نواب علی محمد خاں کے یہاں دعوت کہانے گئے بعد فراغ کھانے کے نواب ممدوح
نے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور اپنے گھر کی تمام بیبیوں اور باندیوں کو مرید کرا دیا
اور کہا کہ حضرت صبح کو پھر میرے یہاں دعوت ہے حضرت نے عذر کیا کہ آپکی ایک وقت ہم دعوت

دکھادینگے ہم کو بہت روز یہاں ٹہرنا منظور نہیں پھر آپ وہاں سے سرائے میں تشریف لائے

صبح کو ایک اور صاحب نے انہیں کے بھائیوں میں سے دعوت کی وہاں کے بعد کھانے کے وہاں

بھی بہت لوگوں نے بیعت کی اور انکے یہاں کوئی دو شخص بہت روز سے بیمار تھے ایک کو

کچھ فالج کی سی بیماری تھی اور دوسرے کو شاید سرسام تہا اور کوئی اسی طرح کا مرض تھا

سو انہوں نے حضرت سے کچھ اونکے حق میں دعا کرانی چاہی حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ دونوں

صاحب یہاں تک آسکیں تو یہاں لاؤ ورنہ مجھکو انکے پاس لیچلو تو یہ بات سننے پر کئی آدمی

جاکر انکو حضرت کے پاس لے آئے جسکو فالج سا مرض تھا اسکے سر سے پاؤں تک حضرتؐ اپنے

ہاتھ پھیرے اور دوسرے کیواسطے آبخورے میں پانی منگوا کر پڑھا اور فرمایا کہ انکو پلادو اور کل

روز دو صاحبوں کا حال ہم سے بیان کرنا پھر وہاں سے آپ سرائے میں تشریف لائے شام کو پھر

محمد میاں کے یہاں دعوت ہوئی اونکے یہاں بھی بہت مرد و عورتوں نے بیعت کی پھر وہانسے اپنے مکان

پر آئے صبح کو پھر اونہیں کے بھائیوں میں کسی کے یہاں دعوت ہوئی اور ایک آدمی ان دونوں بیماروں کی

خبر لایا کہ اب انکو بہ نسبت اول کے بہت آرام ہے پھر حضرتؐ ان دونوں کیواسطے جدا جدا

پانی پڑھ دیا کہ انکو جاکر پلاؤ پھر صاحب دعوت نے اور ایک دوسرے صاحب نے اپنی تنگی معاش کا شکوہ کیا

کہ ہماری قدیم جاگیریں سرکار انگریزی میں ضبط ہو گئی ہیں اور خرچ ہمارا اسی طور ادا کا ہے
اس سبب سے ہم ہمیشہ قرضدار رہتے ہیں سو حضرت ہم کو کوئی ایسی دعا بتاویں کہ جسکی
برکت سے اللہ تعالیٰ قرض سے نجات بخشے اور بخوبی گذر ہووے حضرت نے ایک صاحب سے
فرمایا کہ تم ایک چلہ بسم اللہ کا وظیفہ پڑھو اول آخر پانسو بار درود اور درمیان میں گیارہ سو بار
بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ تمہارا مقصد پورا کریگا اور دوسرے صاحبکو ایک روپیہ عنایت کیا
اور فرمایا کہ اسکو بحفاظت تمام دھر نا خرچ نہ کرنا اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے تمہاری با فراغت گذران کریگا
پھر وہاں ایک یا دو روز اور رہے بعد اسکو رام پور کو تشریف فرما ہوے اوس شہر میں کئی واقعات
گذرے مگر اب وہ تمام و کمال مجھکو یاد نہیں اس سبب سے بیان انکا نہ کیا و لیکن اونمیں ایک
واقعہ یاد ہے سو اس کا حال اسطرح سے ہے کہ حضرت سید المجاہدین رام پور میں حاجی زین العابدین خاں
کے مکان پر اترے تھے ایک روز ایک شخص طویل القامت کسان خوش تقریر نے آکر حضرت کے
دست مبارک پر بیعت کی اور وہ فتح آباد کا رہنے والا قوم ہٹی تھا حضرت سے کہا کہ اگر آپ مجھکو
فتح آباد کو رخصت فرمائیں تو میں وہاں جاکر وعظ و نصیحت کر کے سب لوگوں کو تیار کر کے
واسطے جہاد کے لاؤں حضرت نے فرمایا کہ ہم تم کو رخصت کرینگے مگر دل میں جانا کہ یہہ شخص فضول

زبانگو ہے گفتگو اسکی قابل اعتماد کے نہیں ہے جب اس نے اس بات پر زیادہ اصرار کیا کہ میرے ساتھ
کوئی اپنا آدمی کر کے زنا بیئے میں جاونگا تب حضرت نے ایک تو مجھکو اور دوسرے میر سید علیشاہ
کو اوسکے ہمراہ کیا اور دو اشرفی اور کئی روپے اور دو تھان سفید اور ایک چپہ سات روپیہ کی
پگڑی یہہ سب اسباب دیکر اسکو رخصت کیا اور مجھسے کہا کہ جب وہاں سے پھرنا تب امروہہ میں شیخ
عبد السمیع کے پاس ہوتے آنا اور جو کچھہ وہ کہیں اگر مناسب دیکھنا تو کرنا والّا کہدینا کہ مجھکو نہیں معلوم
سید صاحب جانیں میں نے یہ تمام کلام سنکر عرض کی کہ حضرت یہ آپ کیا فرماتے ہیں مجھکو فتح آباد کو بھیجنے
میں دیکھا چاہیے وہاں کتنی مدت رہنا ہو اور آپ کہاں ملیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ امروہہ میں
شیخ عبد السمیع صاحب سے بھی ملتے آنا یہ کچھہ بات میری سمجھہ میں نہیں آئی آپنے فرمایا کہ تمکو اس تقریر سے کیا
کام جو ہم کہیں سو کرو میں چپ ہو رہا آخر الامر ہم دونوں آدمی اُس شخص کے ہمراہ فتح آباد کو روانہ ہوئے
پہلے روز مراد آباد میں جا کر رہے دوسرے دن امروہہ ہو کر گئے کوس بھر ایک گانوں کی سرا میں
جا کر اُترے رات کو کہانا کہا کے نماز عشاء کی پڑھکر تینوں آدمی اپنی اپنی چارپائی پر سو رہے
پچھلے وقت جو میں اُٹھا تو دیکھا کہ اس بھٹی کی چارپائی خالی ہے میں نے جانا کہ کہیں حاجت ضروریہ یا پیشاب
کو گیا ہوگا اس انتظار میں دو تین گھڑی گزریں میں نے بھٹیا انکو جگا کر پوچھا کہ ایک ہمارا ہمراہی

کہاں گیا اسنے جواب دیا کہ میاں اپنے آدمی کو تم جانو مجھکو کیا خبر کہاں گیا ہے گفتگو میں
صبح ہوئی ہم دونوں شخصوں نے نماز پڑھی اور وہ اب تک نہ آیا آخر شس معلوم ہوا کہ وہ
بھاگ گیا مگر پھر بھی چار چھ گھڑی تک اور راہ دیکھی پھر میں نے اپنے دلمیں خیال کیا کہ یہ وہی بات
پیش آئی جو حضرت نے فرمایا تھا کہ تم کو نوکر سے کیا کام جو ہم کہیں سو کرو حضرت کو اسکا رخصت
کرنا منظور تھا اسی بہانہ سے اپنے پاس سے دور کیا مگر وہ ہمارا بھی خرچ لیگیا ہم نے اسی کے پاس
رکھوایا تھا پھر ہم اور میر علیشاہ وہانسے لوٹ کر امروہہ کی سرائے میں شام کو آکر رہے اب کیا کریں پاس
اپنے خرچ نہیں جو کھانا پکوائیں بھٹیارنی نے پوچھا میاں کچھ کھانا پکواؤگے میں نے کہا ابھی نہیں پھر جیسا
ہوگا لینگے اسنے جانا کہ شاید انکے پاس خرچ نہیں ہے تنے میں بعد نماز مغرب کے ایک بڈھی ایک لوٹی
بھر کر گلگلے لائی اور بھٹیارنی سے پوچھا کہ کوئی ملا ہو تو وہ اسپر فاتحہ کردے اسنے کہا کہ سید صاحب
کے دو آدمی اس مکان میں اترے ہیں وہاں جا اس نے پوچھا کون سید صاحب اسنے کہا جو ان
دونوں یہاں آئے تھے جنکے بہت لوگ مرید ہوئے تھے اسنے کہا ان میاں صاحب کی تو میں
بھی مرید ہوں اس سے کیا بہتر اور ہوگا گلگلوں کا لوٹہ میرے پاس لاکر کہا اور کہا کہ یہ تیخ سدو
کی نیاز کے ہیں ان پیران کا فاتحہ کردو میں نے کہا نعوذ باللہ من ذالک اے نیک بخت تو

تو کہتی ہے کہ میں سید صاحب کی مرید ہوں اور نیاز شیخ سدو کی کرتی ہے یہہ بہت برا بات ہے
اسنے پوچھا کہ کیا سید صاحب اسکو منع کرتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں بیشک منع کرتے ہیں
اور سوا خدا کے کسی کی نیاز نا کرنا چاہیے اسنے کہا کہ پھر خدا ہی کی نیاز کرو میں نے اس بات
کی توبہ کی پھر میں اسکی خاطر سے کچھہ اسیر ہاتہہ اٹہا کر پڑھ دیا اور کہا کہ مائی لیجا اس نے کہا میاں صاحب
تم کو میں کیا کروں میں نے اسمیں سے قریب تین سیر کے نکال لئے اور باقی کچھہ تمہاری کو دئے اور اسی
میں سے کہا کہ انکو لیجا پھر وہ گلگلے ہم دونوں آدمیوں نے خوب کم سیر ہو کر کھائے باقی جو بچے
صبح کے ناشتہ کو رکھے وہ فجر کو کھائے پھر چار پانچ گھڑی دن چڑھے میر سید علیشاہ کو سرائے میں
بٹھلا کر میں بازار کیطرف چلا میرے پاس ایک بڑے دانونکی صندل کی تسبیح تھی وہ مجھکو مولانا
محمد اسمعیل صاحب نے دی تھی اور اسمیں نشمنے بھی لگے تھے سو میں نے یہ ارادہ کیا کہ اگر اسکو کوئی مول
لیوے تو تسبیح ڈالواں کوئی چھوٹے دانوں کی اور لوں اور آج شیخ عبد سمیع سے بھی ملنا آوے
اسی سوچ میں کچھہ دور آگے چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ عبد السمیع ایک تلوار بغل میں ڈالے ہوئے سامنے
چلے آتے ہیں میں نے جا کر سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور پوچھا بھائی دین محمد کہاں سے آتے ہو
اور کہاں جاتے ہو میں نے کہا کہ حضرت آپ ہی کی ملاقات کو جاتا تھا اونہوں نے کہا کہ ہماری ملاقات

کو تو نہیں کچھ اور کام کو جاتے ہو میں نے کہا کہ ہاں اور بھی کام تہا اور آپ کی ملاقات کا بھی
ارادہ تھا بعد اسکے انہوں نے اپنی جیب سے ایک تسبیح نکالکر میرے سامنے کی اور فرمایا کہ اگر تم
کو یہ پسند ہے تو حاضر ہے اور اسکے تمار دانے حضرت ضیاء الدین صاحب کی تسبیح کے ہیں
میں نے وہ تسبیح لے لی انہوں نے کہا کہ اب وہ تسبیح اپنی مجھکو عنایت کرو میں نے اپنی تسبیح
انکو دی پھر پوچھا کہ حال اپنا تو بیان کرو کہاں گئے تھے میں نے وہ تمام حال اول سے آخر تک
بیان کیا کہ حضرت نے ایک بھٹی لیا تہا اور اپنے دوسرے بھائی سے کہا کہ تو بھی چل اُسنے مانا
پھر اُسکو لیکر نماز ظہر کے وقت حضرت کے پاس گئے انکو ایک جگہ بٹھا دیا ہم نے جماعت
میں نماز پڑھی لیکن بعد نماز کے پھر لوگ حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے وہ وہاں کا مجمع دیکھکر
گھبرائے کہ میرا گذر یہاں کیونکر ہوگا میں نے انکو تسلی دی کہ گھبراؤ مت یہاں بیٹھے رہو پھر
میں حضرت کے پاس گیا اور کہا ایک تو آیا ہے آپنے بلا کر اپنے پاس بٹھلایا اور اس سے
کہا تم بھی مرید ہوا اور جو ہم تم سے کہیں وہ کہتے جاؤ جب مرید کر چکے میاں عبداللہ سے
کہا کہ تم انکو لیجا کر توجہ دو میاں عبداللہ نے میرے کان میں کہا کہ میں تو توجہ نہ دونگا
تم جا کر دو میں نے حضرت سے اجازت چاہی آپنے فرمایا اچھا تم ہی دو پھر میں لیکے

انکو توجہ دیا چھیوں لطائف انکے اوسیوقت جاری ہو گئے پھر میں انکو حضرت کے پاس لیگیا آپنے ان سے
پوچھا کہ بیان کرو کیا تم کو معلوم ہوا انہوں نے تمام حال جو کہ تھا اظہار کیا حضرت نے فرمایا کہ تم
ہمارے ساتھ رہا کرو اللہ تعالی نے تمکو بہت فائدہ دیگا اور پوچھا کہ نام تمہارا کیا ہے انہوں نے
کہا کہ نام میرا حسینی ہے حضرت نے ان کا نام ہدایت اللہ رکھا پھر دوسرے روز حاجی پیر محمد
کو سپرد کیا وہ اسی شہر کے باشندہ تھے وہ انکو توجہ دیا کئے پھر وہ میاں ہدایت اللہ ہمیشہ
حضرت کیساتھ رہے حج کو بھی تشریف لے گئے جہاد کو بھی بالاکوٹ کی لڑائی تک رہے ایک بار حضرت
نے سنخار سے مجھکو ہندوستان کیطرف بھیجا میاں ہدایت اللہ نے کچھ اپنے بھائی کیواسطے
میرے ہاتھ خرچ بھیجا انکا نام امی تھا جب بریلی میں انکے پاس گیا تو دیکھا نابینا ہو گئے ہیں میں نے
وہ خرچ انکو دیدیا اور پوچھا کہ یہ حال تمہارا کب سے ہوا انہوں نے کہا کہ مجھکو ہیضہ ہوا تھا
قے قے کرتے کرتے بالکل اندھا ہو گیا سواسکے اور کوئی مرض نہ ہوا پھر جب میں ہندوستان
سے پھر کر حضرت کے پاس گیا اور میاں ہدایت اللہ سے انکے بھائی کا حال بیان کیا انکو بڑا
رنج وافسوس ہوا اکثر حضرت سے کہتے تھے کہ آپ میرے بھائی کی آنکھوں کیواسطے دعا کریں
ایک روز حضرت نے فرمایا کہ میاں ہدایت اللہ تم اپنے بھائی کیواسطے دعا کو بہت کہتے

پھر اب ہم اونکے واسطے دعا کریں گے پھر آپ نے دعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ ایکبار جو کوئی جاویگا
تو انکو اسی طور پہ جیسے کوئی تھے بینا ہو گیا پھر ایک بار حضرت نے مجھکو بھیجا پورب کی طرف پھر میاں
ہدایت اللہ نے کچھ خرچ میرے ہاتھ بھیجا دوسرا اگر جو میں نے جا کر دیکھا کہ اچھے تندرست بیٹھے ہیں دور سے
مجھکو دیکھکر سلام علیک کیا میں نے جواب دیا اور انہوں کا حال پوچھا کہ کیونکر اچھی ہو گئیں انہوں
نے کہا بھائی صاحب خدا کی قدرت ہے اور کیطرح ایک سال بھی مجھکو بیعت ہوا تھے کرتے کرتے آنکھیں
کھل گئیں جو کچھ انکے بھائی ہدایت اللہ نے میرے ہاتھوں خرچ بھیجا تھا میں نے انکو حوالہ کیا
پھر خرچ کو وہانسے اپنا رستہ لیا ہندوستان سے لوٹکر جب بخارا کو گیا یہ حال میاں ہدایت اللہ
کو بیان کیا وہ سنکر بہت شکر الٰہی بجالائے اور حضرت امیر المؤمنین سید العابدین سے
کہا کہ اللہ تعالےٰ نے آپکی دعا سے میرے بھائی کی آنکھیں روشن کر دیں حضرت یہ بات سنکر
بہت خوش ہوئے یہ تو حال تمام ہوا اب باقی حال بریلی کا بیان کرتا ہوں پھر ایکروز
بریلی کے ایک نواب اونکا نام مجھکو یاد نہیں حضرت کے پاس جامع مسجد میں واسطے ملاقات کے
تشریف لائے اور حضرت کو گاڑی پر سوار کر کے اپنے اپنے مکان کو لیچلے راہ میں حضرت نے
نواب ممدوح سے فرمایا ماشاء اللہ آپکی گاڑی کے بیل بہت خوب ہیں انہوں نے عرض کی،

کرہاں خوب تو ہیں مگر بائیں طرف کا بیل چلنے میں مٹھا ہے داہنے بیل کی برابر نہیں چل سکتا جب
شکل صورت میں برابر ہے اگر ویسا ہی تیز روی میں ہوتا تو کیا اچھا تھا حضرت نے
فرمایا دونوں بیل اچھے ہیں نواب صاحب نے فرمایا آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ ایسا ہی
کردے حضرت نے کہا کہ اچھا ہم دعا کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ آپ دو ہی تین روز
روز میں معلوم کرینگے کہ دونوں بیل تاب و طاقت اور چابکی چالاکی میں برابر ہیں
پھر جب حضرت انکے مکان پر جاکر دیوانخانہ میں بیٹھے وہاں سے چند قبریں سامنے
نظر پڑیں اس وقت حضرت نے پوچھا یہ قبریں کس کی ہیں نواب صاحب نے کہا کہ ہمارے
گھرانے کے لوگ اس جگہ مدفون ہیں آپ وہاں چلکر ان کے واسطے دعا کریں حضرت نے
فرمایا بہت خوب مگر آج نہیں کل کسی وقت ہمارے پاس آنا تو پہلے شہر کے گورستان
میں جاکر وہاں کے غرباء کیواسطے دعا کریں پھر یہاں آکر انکے واسطے بھی دعا کریں گے نواب صاحب
سُنکر اس بات پر راضی ہوئے پھر رات کو بعد تناول طعام کے نواب صاحب کے تمام
اہل و عیال نے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی پھر حضرت وہاں سے جامع مسجد میں
تشریف لائے پھر صبح تو نواب صاحب تشریف نہیں لائے مگر دوسرے دن وہی گاڑی بیل ہمراہ

لیکر ایک بہنس میں سوار ہو کر آئے اور حضرت سے کہا کہ آپ بہنس میں سوار ہوں میں
گاڑی میں چلوں گا حضرت نے فرمایا کہ انکو رخصت کر دو بہنس لے جائیں کچھ ضرورت نہیں
ہم تم دونوں گاڑی ہی پر سوار ہو کر چلیں کیونکہ تمہارے بیلوں کو دیکھیں کہ کسطرح چلتے ہیں نواب
صاحب نے کہا کہ حضرت آپکی دعا کی برکت سے اللہ تعالے نے بیل اچھا کر دیا سب شبہا بھی
دور ہو گیا مجھکو معلوم ہے کچھ حاجت امتحان کی نہیں آپ بہنس میں سوار ہوں میں گاڑی پر
بیٹھوں گا حضرت نے کسی طور نہ مانا آخر الامر دونوں صاحب گاڑی ہی پر سوار ہو کر چلے لوگوں نے
جو دیکھا تو دونوں بیل برابر چلتے تھے تسی کی تیز روی میں فرق نہ تھا حضرت شہر کے مقابر
میں تشریف لیگئے اور دیر تک وہاں دعا میں مشغول رہے پھر بعد فراغ دعا کی وہاں سے
نواب صاحب کے گھرانے کے مقابلہ میں تشریف فرما ہوئے وہاں دیر تک دعا کی پھر جامع مسجد میں آئے
رات کو کئی صاحبوں سے دوبرو کہنے لگے کہ ہم نے جو شہر کے دونوں مقابر میں دعا
کی سو اللہ تعالے جل شانہ نے قبول فرمائی اور ہر ایک پر اللہ تعالے کا فضل ہوا اور حکایت
اسی شہر بریلی کی یہ ہے کہ ایک روز حضرت امیر المؤمنین سید المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ
وہاں کی جامع مسجد میں بیٹھے تھے اسی عرصہ میں وقت ظہر کا آیا لوگ تیاری نماز کی کرنے لگے

حضرت نے فرمایا کہ اس مسجد کا امام کون ہے کہ آکر نماز پڑھاوے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت
امام تو اس مسجد کا کوئی مقرر نہیں ہے آپ ہی امامت کیجیے آپ نے فرمایا کہ اس کا کیا
سبب ہے جو یہاں کوئی امام معین نہیں لوگوں نے کہا کہ ہمکو تو سبب اس کا معلوم نہیں
مگر یہاں کا یہی حال ہے کہ جب نمازی لوگ جمع ہوتے ہیں تو انہیں میں سے کوئی امامت
کر دیتا ہے ایک طالب علم نوجوان احمد علی نام اسی مسجد میں رہا کرتا تھا حضرت نے فرمایا
اگر سب مسلمان بھائی راضی ہوں تو ہم انکو اس مسجد کا امام کریں یہی اس مسجد میں نماز
پڑھایا کریں لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ بہت بہتر ہم سب راضی ہیں مگر یہ صاحب
مجرد ہیں شادی نہیں کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ بھائی احمد علی نکاح کرو خدا چاہیگا
تمہارے دو بیٹے ہوں گے اور انہیں سے ایک روبرو ہی امامت کیا کریگا یہ بات سنکر
کسی نے کہا کہ حضرت ان کی تو ابھی شادی نہیں ہوئی آپ نے ان کے بیٹے تک بھی امامت
بنا دیا کیا اس بات کا آپکو الہام ہوا یا نہ ہوا اللہ تعالے سے امید ہے کہ یہ معاملہ یونہی
ہوگا الغرض حضرت نے انکو اسی مسجد کا امام مقرر کیا اوس دن سے وہ نماز پڑھانے لگے
پھر بعد کچھ دنوں کے انہیں نکاح بھی کیا اور قدرت الہی سے دو بیٹے بھی ہوئے ایک بیٹے کی خبر

رائے بریلی میں حضرت سید المجاہدین کو بھی پہنچی تھی بالنس بریلی میں حضرت کے مریدوں میں
ایک شیخ عظمت علی رہتے تھے اونکو حضرت نے خط لکھا تھا اسکے جواب میں شیخ صاحب
ممدوح نے میاں احمد علی کے بیٹے کا حال بھی لکھا تھا اور دوسرے بیٹے کا حال بھی اسی طور معلوم
ہوا کہ جن دنوں رائے دانارام مقید تھا میاں احمد علی دوسرے بیٹے کو ہمراہ لیکر بلدۂ ٹونک
میں آئے تھے چنانچہ حضور پرنور نواب وزیر الدولہ بہادر دام اقبالہٗ سے ملاقات کی تھی اور
سید عبد الرحمن صاحب اور سید زین العابدین صاحب سے بھی ملے تھے اونسے حال مفصل معلوم
ہوا کہ بڑے بیٹے اپنے کو جامع مسجد میں واسطے امامت کے چھوڑ آئے اور چھوٹے بیٹے کو
یہاں ساتھ لائے اور ایک حکایت اوسی شہر بریلی کی یہ ہے کہ ایک روز بریلی کے ایک نواب
کے یہاں حضرت سید المجاہدین تشریف فرما ہوئے نواب صاحب ممدوح نے اپنے خدمت گاروں سے
فرمایا کہ حضرت کے لوگوں کو شربت پلاؤ وہ خدمت گار گلاب سے معطر کرکے شربت پلانے
لگے اور حضرت کیواسطے خود نواب صاحب موصوف پیالہ شربت سے بھر کر لائے اور ایک
جدا شیشہ گلاب کا منگوا کر اوسی شربت کو معطر کرکے حضرت کو پلایا بعد پینے
شربت کے حضرت نے فرمایا نواب بھائی یہ شیشہ گلاب کا حفاظت سے رکھو اور یہ

تمہارے بڑے کام آویگا اونہوں نے عرض کی حضرت وہ کون بڑا کام ہے جسمیں یہ
گلاب صرف ہوگا حضرت نے فرمایا خدانخواستہ شاید کبھی ہیضے کی بیماری شہر میں آوے
اس گلاب میں سے جسکو دوگے اوسکو اللہ تعالے شفاء کامل عطا فرمائیگا یہ بات سنکر
نواب صاحب موصوف نے وہ بوتل گلاب کا اپنے آدمی کے سپرد کردیا کہ خبردار ایسمیں سے
گلاب خرچ ہونے پاوے پھر حضرت کی سماعت میں مشغول ہوئے الغرض جب حضرت
سید مجاہدین رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے اپنے شہر کو تشریف فرما ہوئے بعد گذرنے چند روز کے
شہر بانس بریلی میں اس زور شور کا ہیضہ شروع ہوا کہ خدا کی پناہ جسکو ہوا وہ مرا
کوئی شاذونادر اپنی قسمت سے بچا ہوگا خود نواب صاحب ممدوح کے یہاں چار پانچ آدمیوں کو ہوا
مگر فوراً وہی گلاب تھوڑا تھوڑا پلادیا اللہ تعالے نے شفا کلی عنایت کی اور باقی گلاب ایسمیں سے
اور شہر کے بیماروں کو جس کو دیا فضل الہی سے وہ جیا مگر یہاں اسکا حال ہمکو کیونکر
معلوم ہوا کہ بانس بریلی میں وبا ہیضہ کی آئی اور اس گلاب سے لوگوں نے شفاء
پائی جب حضرت سید المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے اپنے شہر کو تشریف لیگئے بعد دو
ڈھائی مہینے کے بانس بریلی کا قاصد لوگوں کے خطوط لیکر حضرت کی خدمت بابرکت میں

گیا ان خطوں میں نواب ممدوح کا بہی ایک خط تہا اسمیں وہ حال لکہا تہا پہر حضرت سید المجاہدین
کئی روز کے بعد بانس بریلی سے اپنے وطن رائے بریلی کو روانہ ہوئے راہ میں کئی
جگہہ کچہہ کچہہ حالات گزرے مگر وہ تمام و کمال یاد نہیں ہیں اس سبب سے انکا لکہنا
اس کتاب میں موقوف رکہا الغرض ماہ رمضان المبارک کی چاند رات کو حضرت
مع الخیر ساتہہ تمام رفقاء کے جاتے جاتے اپنے شہر رائے بریلی میں داخل ہوئے فجر کو
سب نے روزہ رکہا بعد سات آٹہہ روز کے حضرت نے مجمع عام میں فرمایا کہ یارو یہ ماہ
مبارک رمضان کا ہے جناب الہی میں دعا او مناجات کیا کرو اور انشاء اللہ تعالے
اب کے اس مہینے کی ستائیسویں شبکو لیلۃ القدر ہوگی ایک بات ہم تم صاحبوں سے کہینگے وہ بات
بڑی فائدے کی ہے مگر وہ بات حضرت نے اسوقت نہ فرمائی اوسکے دوسرے روز بعد ادائے نماز فجر
کے مسجد کی چہت پر جا بیٹہے اور اپنے آدمی سے آٹہہ شخصونکو بلوایا ایک ان میں میں بہی تہا
اور دوسرے مولوی یوسف صاحب اور تیسرے میاں عبد اللہ آپکے خادم اور چوتہے
میاں عبد الحکیم صاحب اور پانچویں حاجی یوسف صاحب اور چہٹے حاجی احمد جنکو لوگ یوں ہی حاجی کہتے
تہے اور دو شخصوں کا نام یاد نہیں الغرض جب یہ سب حضرت کے پاس حاضر ہوئے تب فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو آگاہ کردیا ہے کہ اس مسجد میں ایک جگہہ اجابت دعا کی ہے
سو وہاں جو کوئی دعا کریگا انشاء اللہ مقبول ہوگی مگر اسوقت اس جگہہ کا مفصل
نشان و پتہ نہ بتایا لیکن یہہ کہا کہ آج میں بعد فرض ظہر کے اس جگہہ دو رکعت سنت
پڑھونگا تم معلوم کرلینا کہ وہی جگہہ ہے مگر ہر کسی کو اطلاع نکرنا پھر بعد نماز ظہر کے آپنے دو
رکعت سنت اوسی جگہہ پڑھی ہم آٹھوں شخصوں نے جانا کہ یہی اجابت کی جگہہ ہے پھر جب رمضان کی
ستائیسویں رات آئی آپنے بعد فراغ نماز تراویح کے فرمایا کہ ما جو آج لیلۃ القدر ہے جبکو
سونا ہو ابھی سو رہے بعد آدھی رات کے ہوشیاری کیلیے سے بیدار رہے مگر مارے خوشی کے
اس رات میں کسی کو نیند نہیں آئی سبکے سب لوگ جاگتے رہے قریب پہر یا سوا پہر کے اسوقت
رات باقی ہوگی کہ اکثر لوگونکو ایک نور طلوع صبح صادق کا سا معلوم ہوا اور وہ نور دیر تک
رہا کسی نے یک لحظہ دیکھا کسی نے دو لحظہ کسی نے پاؤ گھڑی کسی نے زیادہ لوگوں نے معلوم کیا
کہ نور لیلۃ القدر کا ہے سب ملکر دعا کرنے میں مشغول ہوئے اسمیں بعضے بعضے آدمی
رونے لگے حضرت نے فرمایا کہ یہ وقت رونے کا نہیں دعا کا ہے دعا کرو پھر وہ نور کچھ
دیر میں غایب ہوگیا یہ حال اس رات کا تمام ہوا بعد انقضاء ماہ رمضان المبارک

کے ماہ شوال میں ایک روز حضرت امیر المومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ
دین محمد تو یہاں سے جا کر بلدہ لکھنؤ میں نقیر محمد خاں رسالہ دار کے رسالہ میں چند مدت
نوکری کر لے میں نے عرض کی بہت خوب لیکن میں اکیلا تو نہ جاؤنگا نوکری اور بھی میرے
سابقہ کر دیجئے تو البتہ جاؤنگا حضرت نے محمد حسن کو جو اب یہاں رجسٹ میں رہتے ہیں
میرے ہمراہ کر دیا میں وہاں سے دو گھوڑیاں لیکر روانہ لکھنؤ ہوا اور فقیر محمد خاں بہادر سے
ملاقات ہوئی خاں صاحب ممدوح بہت تعظیم و تواضع سے پیش آئے اور حضرت امیر المومنین
کا حال پوچھا میں نے بیان کیا کہ فضل الہی سے بخیر و عافیت ہیں اور میرے مادیوں جانور
اپنی طویلے میں بندھوائے اور ان کا دانہ گھاس اپنی سرکار سے مقرر کیا اور مجھکو
اور محمد حسن کو اپنے مکان میں اوتارا اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے تمہارا ایک گھوڑا
دو روپے روز کا نوکر کروا دونگا اور گھوڑیاں ہماری سرکار میں نوکر نہیں ہوسکتی ہیں میں نے
کہا کہ گھوڑیاں میں نوکری کیواسطے نہیں لایا ہوں بھر کئی روز کے بعد میرا چہرہ لکھوایا
مگر صادر نہ ہوا فرمایا انشاء اللہ تعالے اب آج کل صادر بھی ہو جاویگا اور خاں صاحب
بہادر کا یہ حال تھا کہ میری خاطر داری کھلانے پلانے سے کمال کرتے تھے جیسا کہ حق دوستی کا ہوتا ہے

مگر آپ ہر روز وقت صبح صادق سے نواب معتمد الدولہ کے دربار کو جاتے اور آدھی رات کو آتے
مجھسے ملاقات کم ہوتی کوئی سترہ بیس روز میں وہاں رہا لیکن سپہ جدیدہ کی فرد پر صاد نہ ہوا
ہر روز امروز فردا پر ٹالتے رہے میری طبیعت نہایت تنگ ہوئی ایک روز خانصاحب بہادر
تو موافق معمول اپنے کے دربار کو گئے تھے حافظ نجو خاں صاحب بہادر کے اصطبل کی داروغہ
تھے اونسے کہا میں نے کہ میاں صاحب ہوتے میں دق تنگ ہوتی ہے اور میری طبیعت گھبراتی ہے یہ دونوں
گھوڑیاں میں خانصاحب بہادر کو دے کے جاتا ہوں اور اپنے دونوں گھوڑے قندھاریوں کی
چھاؤنی میں لے جاتا ہوں خانصاحب بہادر میرے ملاتے کیواسطے کسی کو نہ بھیجیں
اب میں نہ آؤنگا مجھکو نوکری منظور نہیں نہایت تنگ اگر خانصاحب بہادر آپ تشریف لاوینگے
تو بھی نہ آؤنگا انہوں نے کہا کیوں خیر تو ہے آپ کسواسطے گھبراتے ہیں یہاں تو
لوگ مہینوں امیدوار رہتے ہیں آپ تو سترہ بیس روز میں گھبرا گئے آپ نے آج کل میں
نے سنا ہے فرد پر صاد ہو جاویگا میں نے کہا داروغہ صاحب اب تو میرا دل برداشتہ ہوا
میں نوکری سے باز آیا پھر میں اور محمد حسن دونوں گھوڑے لیکر قندھاریوں کی چھاؤنی
میں گئے وہاں سید احمد علی صاحب سید زین العابدین کے والد اور سید محمد صاحب

سید عبدالجلیل صاحب کے والد تھے اُنکے پاس اُترا اور پندرہ سولہ روز رہنے کا وہاں اتفاق
پڑا اس مدت میں سید محمد صاحب نے کئی بار مجھسے ازروے طنز کے پوچھا کہ دین قدیم جو اکثر
وظیفہ پڑھا کرتے ہو اور مراقبہ کیا کرتے ہو تمہارے پیر مرشد محمد سید احمد صاحب نے تمکو کیا
بتایا ہے بیان کرو میں سنکر خاموش رہا بزرگ سمجھکر کچھ جواب نہ دیا جب بار بار
لگاتار انہوں نے اسی بات کی تکرار کی تب ایک روز میں نے کہا کہ میرے پیر مرشد خدا کی راہ بتاتے
ہیں اور کیا بتاتے ہیں وہ یہ بات سنکر چپ ہو رہے پھر میں نے یہ نیت کرکے مراقبہ
کیا کہ الہی یہ سید مجھکو ہر روز چھیڑتے ہیں کچھ ایسا حال مجھپر ظاہر کردے کہ میں انسے
بیان کروں تاکہ پھر مجھکو نہ چھیڑیں پھر مجھکو مراقبہ میں معلوم ہوا کہ ایک بزرگ
نورانی شکل عمامہ سر پر باندھے میرے پاس آئے اور فرمایا کہ دین محمد تو غمگین
نہ ہو سید محمد صاحب سے کہدے کہ تم جو یہاں نوکری کی اُمیدواری میں اب اللہ تعالےٰ
سال بھر تک تو کچھ نہیں ہونیکا چاہو یہاں رہو چاہے اپنے گھر جاؤ بعد اس سال
اُنکو وجہ روزینے کی آسامی ہوگی سو کا تب بھی نہ ہوگی اور اوہیں بزرگ نے میرا
مونڈھا پکڑ کے ہلا دیا میں ہوش میں آگیا اور اللہ کا کیا ہوا تقدیر الہی سے سید محمد صاحب کو

مجھسے وہی سوال کیا کہ تمکو تمہارے پیر مرشد کیا بتایا کرتے ہیں کچھ ہم سے بھی بیان کرو
میں نے کہا سید صاحب بیان یہ ہے کہ آپ بیان اتنے روزوں سے فائدہ نوکری کی
کوشش و تلاش میں ہیں ایک برس تو کچھ نہیں ہونیکا بعد ایک برس کے اسی روزے کا
آساں ہوگا تب بھی سو کی نہ ہوگی بہتر یہ ہے کہ آپ آپ اپنے مکان کو تشریف
لے جائیں آپ اس بات کو میری یاد رکھیں وہ سنکر ہنسنے لگے اور کہا کہ راجہ کشن
وکیل کے پاس میری فرد ہے سو انشاء اللہ تعالی نے سو روپیہ کی اسامی پر دستخط ہونے
والا ہے میں نے کہا خیر یہ بھی دیکھ لینا اسی اثناء میں سید احمد علی صاحب وہاں تشریف
لائے اور کہا سید محمد صاحب دین محمد سے کیا بے فائدہ بحث کرتے ہو یہ بات ٹھیک نہیں
اسمیں آپ ہی کا نقصان ہے یہہ گفتگو موقوف کرو اور یہی حال وہاں قصبہ رائے بریلی
میں حضرت سید المجاہدین رح نے حضرت مولانا عبدالحی صاحب سے کہا کہ مجھکو ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ دین محمد اور سید محمد صاحب کسی امر میں گفتگو ہوگی ہے سو سید محمد صاحب نے
کچھ پوچھا نہ کیا اسمیں انہیں کا نقصان ہوگا مولانا صاحب ممدوح نے پوچھا کہ کس امر میں
گفتگو ہوئی آپنے فرمایا دین محمد آویگا اسکا بیان کریگا پھر وہاں لکھنؤ میں میں نے

دونوں گھوڑے اچھے بیچ ڈالے ایک ڈھائی سو روپے کا اور دوسرا تو دو سو روپے کا اور ایک
ٹٹو پچیس روپے کا مول لیا اور اسپر سوار ہو کر محمد حسن کو ساتھ لیا میں وہاں سے قصبہ رائے بریلی
کو روانہ ہوا اور وہ دونوں گھوڑوں کی قیمت کے روپے جا کر حضرت کے آگے دھرے آپنے پوچھا
یہ کیسے روپے ہیں میں نے کہا کہ میرے دونوں گھوڑوں کی قیمت کے روپے ہیں اور اول سے آخر
تک جو کچھ لکھنؤ میں حال گذرا تھا سب بیان کیا میں نے اور جو کچھ مجھسے اور سید محمد صاحب
گفتگو ہوئی تھی اوس کا بھی حال بیان کیا حضرت نے مولانا عبدالحی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ یہ
وہی بات ہے جو ہم نے تم سے کئی دن پیشتر دین محمد کے آنے سے کہی تھی پھر میں اوسکے دوسرے دن
وہیں سے سئی ندی کے گھاٹ پر وضو کرنے گیا تھا جب وہاں سے اوٹھا مولانا عبدالحی صاحب
میرے پاس آئے اور مجھسے کہنے لگے کہ جو کچھ سید محمد صاحب نے لکھنؤ میں تم سے چھیڑ چھاڑ کیا
تھا تمہارے آنے سے پہلے حضرت نے مجھسے فرمایا تھا کہ وہاں لکھنؤ میں دین محمد صاحب کے درمیان
ایسی ایسی گفتگو ہوئی ہے میں نے کہا کہ ہاں سچ ہے پھر ایک روز حضرت نے مولانا صاحب
مذکور سے فرمایا کہ سید محمد صاحب کو میری طرف سے ایک خط لکھکر بھیجو کہ خط کو دیکھتے ہی چند
روز کیواسطے آپ وہاں سے یہاں تشریف لائیں کچھ کام ضرور ہے پھر مولانا صاحب نے موافق فرمانے

حضرت نے خط بھیجا کئی روز میں سید محمد صاحب تشریف لائے اور حضرت سے ملے اس روز حضرت نے
سوا خیر و عافیت کے اور کچھہ ذکر نہیں کیا دوسرے روز حضرت خود ان کے پاس بنگلے میں جہاں وہ تھے
تشریف لیگئے دو یا تین آدمی حضرت کے ہمراہ تھے اور اسیقدر وہاں سید محمد صاحب کے پاس
تھے حضرت پہلے کچھہ اور باتیں کیا کئے پھر کہا سید محمد صاحب آپنے لکھنؤ میں کچھہ دین محمد سے
کلام کیا تھا یہ لڑکا تھا آپکی خدمت میں اس سے بے ادبی ہوئی اسکو لازم تھا ایسا بے ادبانہ
کلام کرنا اور آپ کو بھی لائق نہ تھا کہ لڑکوں کے منہ لگنا اور اسمیں آپ ہی کا فخر ہوا خلاصہ
کلام کا یہ ہے کہ اللہ پاک نے مجھسے وعدہ کیا ہے کہ جو کوئی تیرے مخلص لوگوں سے ناحق الجھے
گا اسکو ہرگز فلاح نہ ہوگی اور جو انکی زبان سے نکل جائیگا اللہ تعالیٰ وہی سن لیگا اسمیں آپ
کچھہ خلاف نہ جانیں انہوں نے کہا کہ آپکے مرید لوگ گویا فرشتے ہیں حضرت نے فرمایا معاذ اللہ
فرشتے کاہے کو ہیں خدا کے خاکسار گنہگار بندے ہیں ان کا خدا سے اسی طرح معاملہ ہے
یہ بات میری طرف سے کچھہ نہیں ہے اور آپ ایک سال ارادہ نوکری کا نہ کریں
کیونکہ جو کچھہ دین محمد نے کہا ہے انشاءاللہ تعالےٰ وہی ہوگا یعنی ایک سال تک نوکری
نہ ہوگی بعد سال کے جو ہوتا ہے وہ ہوگا پھر وہاں سے حضرت اپنی مسجد میں آئے اور الامر

ایک سال کئی مہینہ کے بعد وہی اسی روپیہ کی آسامی ہوئی۔ ایک روز ایام برسات میں
صبح سے شام تک بلکہ پہر رات گئے پانی برستا رہا اور ان دنوں غلہ کی بھی گرانی تھی سات
آٹھ سیر گیہوں و جوار وغیرہ بکتے تھے اور حضرت سید العابدین رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں
کچھ موجود نہ تھا کہ کھانا پکتا بعد نماز مغرب کے سید عبدالرحمٰن صاحب نے آکر حضرت سے
اطلاعاً کہا کہ آج تو گھر میں حضرت شاہ علیم اللہ صاحب تشریف فرما ہوئے ہیں مراد
انکی اس کلام سے یہ تھی کہ آج گھر میں فاقہ ہے اسواسطے کہ حضرت شاہ علیم اللہ صاحب
کے وقت میں اکثر فاقہ ہوا کرتا تھا حضرت یہ بات سنکر خاموش بیٹھے رہے اسمیں کوئی
پہر رات گئی عشاء کی نماز پڑھی مگر ہم لوگوں کو جو حضرت کے ہمراہ تھے اللہ تعالیٰ کی ذات
سے یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ کہیں نہ کہیں سے کچھ بھیجیگا مگر فاقہ نہ کروائیگا
اور ہم لوگ باہر حضرت کے ساتھ چالیس بیتالیس آدمی تھے اور اندر حضرت کے اہل و عیال
و رجال کوئی پچیس تیس تھے تو قریب ستر پچہتر آدمیوں کے کھانے والے تھے اس عرصہ
میں کوئی ڈیڑھ پہر رات گئی اور پانی اسی زور شور سے برستا رہا اور حضرت کی عادت
شریف تھی کہ ہمیشہ عشاء کی نماز پڑھکر گھڑی آدھ گھڑی کے بعد اپنے دولتخانہ

کو تشریف لیجایا کرتے تھے مگر اس شب کو نہ گئے مسجد کے در میں بیٹھے رہے اور باتیں کیا کئے اس عرصہ میں ایک شخص احمد خان نام کرنی جہانپور آباد کا باشندہ رائے بریلی کے حجلہ دار ہمراہ وار و تیں تہا حضرتکے پاس آیا اور چار روپے نذر دئے اور کہا کہ مجھکو اسوقت خبر ہوئی کہ آج حضرتکے یہاں کھانے کا سامان موجود نہیں ہے حضرتنے لینے سے ہر چند انکار کیا کہ سیاحی اہل و عیال والے ہو یہ تمہارے ایک مہینہ کا خرچ ہے مگر خان موصوفنے نہ مانا آخر کار ناچار ہوکر حضرتنے وہ روپئے لئے اور بہم کردے اور فرمایا کہ اس وقت جاکر چنے لاؤ اور لوگونکو بلاکر کھلاؤ اکثر صاحبوں نے کہا اسوقت پانی برسنے میں تکلیف رفع کیا فجر رات بہت گئی ہے صبح کو جو کچھ ہوگا ہو رہیگا آپنے فرمایا یہ کوئی بات نہیں ہم فقیر لوگ ہیں ہمارا معین کوئی وقت نہیں جسوقت اللہ تعالے نے ہم کو دیا وہی ہمارا وقت ہے رات ہو خواہ دن پھر میں اور میاں عبداللہ دو آدمی شہر کو چلے راہ میں ندی نالی کمر کمر چہاتی چہاتی اتری پڑھی آخر کار اپنے مولوی کو جاکر پکارا اسنے اٹھکر چراغ روشن کیا ہم نے چھ سیر کھچڑی تلوائی

اور ان دونوں آدمیوں کے سر پر دھر کر لائے اور ایک دیگ میں وہ سب کھچڑی پکوائی
اور اندر و باہر سب لوگوں کو حصے لگا کر تقسیم کرے حضرت نے فرمایا ہمارا حصہ
رہنے دو ہم بعد نماز اشراق کے کھاویں گے اسوقت پہر یا سوا پہر رات
باقی ہوگی کسی نے کہا کہ نماز تہجد پڑھی اور کسی نے نماز تہجد پڑھکر کھانا کھایا پھر
بعد نماز اشراق کے حضرت نے اپنا حصہ منگوا کر تناول فرمایا ۔ اس موسم برشگال
میں جسکا اگلی حکایت میں بیان ہو چکا ایک روز کمال زور شور سے پانی برس رہا
تھا اور بادل میں گرج رہا تھا بجلی بھی چمکتی تھی بعد نماز مغرب کے سید عبدالرحمن صاحب
نے آکر حضرت امیر المومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت آج کھانے
کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کسواسطے کہ گھر میں کچھ نقد جنس موجود نہیں ہے
حضرت نے یہ بات سنکر فرمایا کہ اللہ کو یاد کرو اسکے یہاں سب کچھ موجود ہے
پھر کچھ دیر میں سب نے ملکر نماز عشا پڑھی بعد نماز کے اس رات کو بھی حضرت اپنے
دولتخانہ کو تشریف نہیں لیگئے مسجد ہی میں بیٹھے باتیں کیا کئے اور روشنی ندی مسجد کی
حجرہ میں آکر لگی تھی اس عرصہ میں رات پہر سے زیادہ گذری کہ ایک شخص نے بدن کے

پار سے آواز دی کہ مجھکو اتار لو ایک شخص عبدالرحیم نام کاندلہ کے رہنے والے تھے
انہوں نے کہا کہ اسوقت پانی برس رہا ہے تجھکو کون اتارے اسی طرف کہیں سو رہو صبح
اتار دینگے حضرت نے پوچھا عبدالرحیم کس سے باتیں کرتے ہیں کسی نے کہا کہ کوئی آدمی ندی
پار سے پکار رہا ہے کہ مجھکو اتار دو اس سے عبدالرحیم کہتے ہیں کہ اسوقت کون اتارے
وہیں کہیں سو رہو حضرت نے فرمایا کہ جلد اسوقت ڈونگا لیجاؤ اور اسکو اتار دو ہم یہاں
آپ اس کا انتظار کرتے تھے وہ آدمی اللہ تعالی نے بھیجا ہے یہ بات سنکر شیخ الطاف
اور ایک یا دو آدمی ڈونگا لیکر گئے اور اسکو اتار لائے وہ شخص مسجد میں حضرت کے
پاس آیا آپنے فرمایا اسکے بھیگے ہوئے کپڑے اتار کر اور کپڑے دو کسی نے پائجامہ دیا
کسی نے لونگا کرتہ چادر اور ایک نے کمبل دیا یا رضائی وہ اوڑھکر مسجد کے کونے میں
بیٹھا جب گھڑی آدھ گھڑی میں وہ گرم ہوا تب اسنے ایک پانسو روپیہ کی ہنڈوی کا
کاغذ حضرت کو دیا اور کہا کہ کرڑی جہان آباد کے نواب نے آپ کو بھیجا ہے
آپنے وہ کاغذ لیکر رکھ لیا پھر تھوڑی دیر بعد اس سے پوچھا کہ تمہارے نواب صاحب نے کچھ اور
بھی کہا تھا اسنے کہا ہاں حضرت میں اسوقت مارے جاڑے کے بھول گیا تھا اور اپنے

کپڑے سے کھولکر پانچ روپئے حضرت کو دئے اور کہا یہ بھی نواب صاحب نے آپکو دئے ہیں
حضرت نے فرمایا بس یہی بات تھی اور وہ روپئے مجھکو دئے کہ جلد اسکی کھچڑی لاؤ
اور پکا کر سبکو کھلاؤ مولانا عبدالغنی صاحب مرحوم نے عرض کی کہ حضرت یہ کھچڑی
تو لاؤنگا مگر ایندھن کیونکر مہیا ہویگی آپ سنکر یکلحظہ خاموش ہو رہے پھر فرمایا
مولانا صاحب مرحوم سے کہ اب آدمی ندی کے پار جاویں اور باغ سے آم کا تنا کاٹکے
لاویں اور وہی چیر کر جلایا جاوے انہوں نے کہا بغیر سوکھے کیوں کر جلیگی آپ نے
فرمایا گیلی لکڑیاں سوکھی لکڑیوں سے زیادہ جلینگی اور فرمایا جب تک کھچڑی لاویں تب
تک تم باغ سے لکڑیاں لاکر دیگ کے نیچے جلا دو آخر الامر ہم چار آدمی جا کر
لکڑی لائے یہاں تک کہ نیچے آگ ہو رہی تھی کھچڑی دھوکر دیگ میں ڈالدی
اور آنچ کرنے لگے وہ تر لکڑیاں مانند خشک کے جلتی تھیں پھر جب کھچڑی دم ہو گئی
نکال کر سب کے حصے تقسیم کر دئے اور حضرت کا حصہ رکھدیا نماز تہجد کیوقت سب نے
کھانا کھایا پھر صبح کو حضرت نے اپنا حصہ طلب فرمایا ہم نے لا کر حاضر کیا آپ کھانے
لگے اور فرمانے لگے کہ آج سے ہماری طرف سے اجازت ہے کہ باغ سے لکڑیاں کاٹ

کر جلا بارود نہ ہوں یا خشک اور وہاں ایک نیم کا درخت آپکے سامنے تھا اسکی طرف
اشارہ کرکے فرمایا اگر اس نیم کی پتیاں ہمارا کھانا پکانے کو جلاؤ گے کہ مانند سوکھی
لکڑیوں کے جلیں گی پھر ہم اسی روز سے لکڑیوں کے گٹھے کم خریدتے تھے اسی باغ
سے آموں کے تنے کاٹ لاتے تھے اور چیر کر اسوقت جلاتے تھے اور اس حال کے دیکھنے والے
اب بھی یہاں ٹونک کے قافلہ میں لوگ موجود ہیں چنانچہ عبدالقیوم محمد حسن پسر عبدالرحمن
صاحب وغیرہ ہیں جس کو کچھ شبہ ہو ان صاحبوں سے دریافت کرلے ۔
حضرت امیر المومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ ایک رات مسجد خارج صحن کی دیوار کے
در میں جو شہر ندی کی طرف ہے بیٹھے تھے اور کوئی چالیس پچاس آدمی ہم سب حاضر
تھے اتفاقاً کچھ جنات اور شیاطین کا ذکر ہونے لگا حضرت نے مولانا عبدالحئی
صاحب مرحوم سے کہا کہ ہمارا بھی اکثر جنوں سے معاملہ رہتا ہے اور اس ٹیلے کے
گرد اور اس ندی کے پار بہت جن اور شیاطین رہتے ہیں اور کیا آپنے کبھی
انکا تماشا نہیں دیکھا مولانا صاحب ممدوح نے کہا کہ حضرت میں نے تو کبھی
نہیں دیکھا حضرت خاموش ہو رہے اسی عرصہ میں مولانا صاحب موصوف

اٹھنے لگے حضرت نے فرمایا ابھی آپ کچھ دیر اور بیٹھیں وہ بیٹھ گئے بعد ایک لحظہ کے سٹی ندی کے پار کیا دیکھتے ہیں کہ جابجا آگ کے شعلے اٹھنے لگے جیسے کوئی ایک دوسرے پر پھینکتا ہے اور کسی جگہ انار سا چھوٹتا ہے اور اسکی روشنی میں ان لوگوں کے جسم بھی معلوم ہوتے تھے اور ہم سب دیکھتے تھے اور یہ حال کم وبیش کوئی آدھ گھڑی رہا پھر غائب ہوگیا تب حضرت نے مولانا صاحب ممدوح سے فرمایا کہ آپنے جنوں کا سیر وتماشہ دیکھا انہوں نے کہا کہ ہاں حضرت دیکھا پھر حضرت نے فرمایا کہ تب ہی آپ جب جنوں کی باتیں کرتے تھے اسوقت ایک شخص انمیں سے میرے پاس موجود تہا اسنے کہا کہ اگر اجازت ہو تو ہم ابھی اپنے لوگوں کا سیر وتماشہ دکھادیں میں نے اس سے کہا کہ اچھا کیا مضائقہ سو اس سبب سے اسوقت یہ تماشا دیکھنے میں آیا جس سال حضرت امام المجاہدین امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ دہلی سے اپنے وطن کو تشریف فرما ہوئے آموں کی فصل تھی اور حضرت کے بزرگوں کے کئی باغ تھے انمیں سے موافق حصے کے چند درخت حضرت کے بھی تھے بلکہ اس سال حضرت کے جدی بھائیوں نے آپسمیں مشورہ کرکے کہا کہ ہم لوگ ان باغوں کے ہر سال آم کھایا کرتے ہیں اور آپ بہت برسوں کے بعد یہاں تشریف فرما ہوئے

ہیں رکھے فصل کے آم ہم نے آپکو دئے جسکو چاہیے کھلائیے سو ان باغوں پر اپنے
اپنے آدمی نگہبانی کے مقرر کر دئے چنانچہ ایک باغ مجھکو سپرد کیا وہ باغ تھا
ندی کے پار تھا میں نے اپنی طرف سے اوسکی حفاظت کو دو تین آدمی مقرر کر دئے
ایک روز وہاں کے چیطہ دار کا لشکر باغ سے کچھ دور آکر اترا اوسمیں کے کئی
سپاہی آکر آم توڑنے لگے ایک آدمی نے آکر مجھکو خبر دی اور وہیں ندی کنارے
محمد حسن نے جواب یہاں رہمٹ میں رہتے ہیں تیرلوز ہوئے تھے اور اسکے گرد
خار بندی کی تھی اسمیں سے ایک موٹی لکڑی لیکر میں وہاں گیا دیکھا تو ایک درخت
پر تین سپاہی چڑھے آم توڑ رہے ہیں میں نے انکو دھمکایا انمیں سے ایک نیچے اترا
میں نے اسکو اس لکڑی سے خوب مارا اسمیں دوسرا اوترا اوسکو بھی مارا تیسرا اترا
اسکو بھی مارا اور آم چھین لئے وہ تینوں اپنے لشکر کو گئے میں مسجد میں آیا پھر تھوڑی
دیر کے بعد وہاں لشکر میں کرنای بجی معلوم ہوا کہ انکا عوض لینے کیلئے آتے ہیں
مگر اس لشکر میں اکثر لوگ حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اوہوں نے
وہیں اس قصہ کو رفع دفع کر دیا اللہ تعالے نے وہ بلا ٹالدی پھر آٹھ دس روز کے

بعد وہاں کے عامل کے ایک تین کہار آنکر آم توڑنے لگے اونکو بھی ہمنے جاکر خوب مار لیا

تنگ کر ایک کہار وہاں سے چارپائی پر اوٹھایا گیا اور ہمنے اُنسے آم بھی چھین لئے

اور ایک کہار کے گلے میں سنگھو کی ہنسلی تھی وہ ہمنے لے لی اور ایک سنگھو کا تعویذ

پہنے تھا وہ بھی لیا اور کچھ کپڑے بھی اتار لئے انہوں نے اپنے عامل پاس جاکر

فریاد کی اسنے آنکے جمعدار کو سید عبد الباقی کے ساتھ کر کے حضرت کے پاس بھیجا کہ انسے قصور

ہوا ان کا اسباب اپنے آدمی سے دلوا دیویں پھر انسے ایسا قصور نہ ہوگا حضرت نے

مجھ سے فرمایا کہ تم نے انکو کیوں مارا پیٹا اور اسباب چھین لیا میں نے جو کچھ حال تھا

بیان کیا آپنے کہا تم نے بہت حرکت نے جا کی انہوں نے دس بیس آم توڑے

تھے تو کونسا نقصان ہوا اب انکا اسباب انکے حوالہ کردو میں نے وہ سب انکا دیدیا

وہ جمعدار عامل کے پاس گیا پھر آٹھ دس روز کے بعد ایک دن حضرت نے لوگوں سے فرمایا

کہ بھائیو آج ہم نماز ظہر کے بعد دعا کرینگے یہ سنکر خوش ہوئے کہ دیکھئے حضرت

کس امر میں دعا کرینگے پھر بعد ظہر کے تو نہیں مگر بعد عصر کے آپنے لوگوں سے فرمایا

کہ سب حاضر رہیں میں اسوقت پچھلی صف میں تھا اور مولانا عبد الحی صاحب

صف اول میں تھے انسے فرمایا کہ دین محمد کے مزاج میں بہت غصہ ہے بار بار غصہ کے جاتے جا کو نہیں دیکھتا سو اس کے لئے آج جناب باری میں دعا کریں گے کہ غصہ اسکا دور ہو پھر پوچھا دین محمد بھی یہاں ہے میں نے کہا کہ حاضر ہوں پھر بلا کر مجھے صف اول میں اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا تیرے غصے دور ہونے کے لئے ہم دعا کرینگے میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھکو منظور نہیں کہ میرا غصہ جاتا رہے میں بالکل ٹھنڈا ہو جاؤں آپ اس امر میں دعا نہ کریں آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا کہ جو تم نے جا قصہ کیا کرتے ہو اسکے ادا ہونے کے واسطے دعا کرینگے میں نے کہا بہتر ہے پھر حضرت دعا میں مشغول ہوئے اور سب لوگ آمین آمین کہنے لگے اور بہت دیر تک آپ نے دعا کی مولانا صاحب نے فرمایا کہ دعا میری جناب باری میں مستجاب ہوئی مولانا میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیونکر معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ اس کا حال اب تم دین محمد سے پوچھو کہ تیرا کیا حال ہوا پھر حضرت نے آپ ہی مجھسے فرمایا کہ اپنا حال اسوقت بیان کرو میں نے عرض کی کہ جب آپ دعا کرتے تھے مجھکو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی چیز سخت کو کوئی میرے جسم کے اندر سے اور باہر سے بزور کھینچتا ہے

اور مجھکو کچھ لے چلینی سی معلوم ہوتی ہے پھر بعد تھوڑی دیر کے طبیعت ہلکی ہوگئی اور
ایسا معلوم ہوا کہ میرے بدن میں باریک ململ کا کرتا ہے اور طبیعت میں ایک تسکین سی
ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ اگر تم پہلے انکار نہ کرتے اور خاموش بیٹھے رہتے تو پھر دیکھتے
اس دعا کے اثر سے تمہارا کچھ اور ہی حال ہوجاتا میں نے عرض کی کہ اب تو جو ہونا تھا
سو ہو گیا میری تقدیر میں یہی کچھ تھا اگر یہ حال مجھے اول سے معلوم ہوتا تو کیوں انکار
کرتا ایک بار سید محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کی والدہ ماجدہ مرحومہ مغفورہ نے
حضرت امیر المومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی ضیافت کا ارادہ کیا اور مجھسے اسکا
مشورہ لیا کہ کسقدر گوشت اور چاول چاہئیے کہ لوگوں کو کفایت ہو میں نے کہا کہ
حضرت کے ہمراہ چالیس پچاس آدمی ہیں جیسا مناسب جانو ولیا کرو انہوں نے کہا کہ
پھر بھی کچھ بتلاؤ میں نے کہا خیر ایک پانچ سیری گوشت اور چھ سیری چاول بہت
ہیں اسمیں جو کھانا باقی بچیگا وہ اندر کے لوگ کھا لیویں گے پھر یہ حال میں نے حضرت سے
عرض کیا آپنے فرمایا بہتر ہے ہمیں اسکا سامان تیار کرو پھر میں نے قصاب کے یہاں سے
گائے منگوائی اور اسکو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا پھر قصاب نے اسکو بنایا اسمیں سے

چار بنیری گوشت نے ہڈی کا اور باپسیر ہڈی دار میں نے تول لیا اور باقی گوشت
محلہ کے لوگ دو دو تین تین پیسے کا جنکو حاجت ہوں لیگئے اور چار بنیری چاول
منگوائے اور وہاں قصبات میں اکثر نائی شادی غمی میں کھانا پکاتا ہے سو اب
نائی کو بلواکر میں پکوانے لگا اب یخنی تیار ہوا اسی اثناء میں سید محمد یعقوب سلمہ اللہ
تعالے کہ اس ایام میں بارہ تیرہ برس کی عمر تھی تشریف لائے اور گوشت دیکھکر
فرمانے لگے کہ گوشت تو بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے میں نے عرض کی کہ صاحبزادہ صاحب جسقدر
تلوا لیا ہے اسیقدر موجود اسمیں سے کچھ نہیں گیا انہوں نے تکرار کئی بار یہی فرمایا کہ گوشت
کم ہے یہ بات سنکر مجھکو یہ گمان ہوا کہ شاید ان کو اس بات کا گمان ہے کہ میں نے
اسمیں سے کچھ لے لیا ہے میں نے پلاؤ دم کراکر ایک کھنی کے درخت کے تلے چادر بچھا کر
لیٹ گیا اور دیر تک رویا کیا اور جناب باری میں میں نے دعا کی کہ خداوندا سید محمد یعقوب صاحب
نے مجھپر ناحق بدگمانی کی ہے یہ کھانا حضرت کے لوگوں کو کفایت نہ کرے سب کے
سب بھوکے اٹھ کھڑے ہوں قدرت الٰہی سے یہی بات ہوئی میں تو اس درخت
کے تلے لیٹا رہا اور لوگوں نے مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کیا وہ سب کھانا

چک گیا اور مہمان بہوکے رہے سب کو تعجب ہوا کہ الہٰی یہ کیا معاملہ ہے پہوگھر میں جو کچہ بیبیں پیسیں آئے دسوں کا کھانا جو پکا تہا وہ بھی لاکر کھلایا لسیکن لوگ نے شکم سیر ہوے اور مکدر طبع ہو کر وہاں سے اُٹھے اور اسمیں سے ایک طباق کھانا حضرت کیواسطے بہیجا گیا حضرت اسوقت سوتے تھے طباق مذکور چھپاکر پلنگ کے تلے دہر دیا حضرت اٹھے اپنی بی بی صاحبہ یعنی بی بی سارا کی والدہ سے پوچھا کہ سب مہمان کھانا کھا چکے اونہوں نے کہا آج نہیں معلوم کیا سبب ہوا کہ باوجود افراط طعام کے لوگ نے شکم سیر نہ ہوئے بلکہ جو کچہ کھانا گھر میں پکا تہا وہ بہی اُنکو کھلا دیا تو بھی لوگ بہوکے رہے آپنے فرمایا اس کا کیا سبب کھانا دیگ سے کسنے نکالا تہا اور لوگوں کو کھلانے میں کون کون شخص تھے انہوں نے کہا یہ حال ہم کو نہیں معلوم تب حضرت نے سید محمد اسمعیل کی والدہ صاحبہ مرحومہ اور مولوی محمد علی صاحب مرحوم کو بلاکر پوچھا کہ آج یہ کیا معاملہ ہوا لوگوں کے کھلانے پلانے میں دین محمد بہی تھا انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اوسے بڑی دیر سے نہیں دیکہا وہاں تو وہ نہ تھا حضرت نے فرمایا بس یہی سبب ہے آج شاید کہ کسی نے اوسکو رنجیدہ کیا سب نے کہا حضرت اسکا

حال تو نہیں معلوم آپنے فرمایا کہ اسکو تلاش کو کراؤ وہ کہاں ہے اسوقت میں
اس درخت کے تلے سے آکر مسجد میں لیٹا تھا لوگوں نے حضرت کو خبر دی حضرت نے
اپنے حصہ سے ایک رکابی کھانا عبدالقیوم کے ہاتھ بھیجا وہ میرے پاس آئے اور کہا
کہ یہ کھانا تو تم کو حضرت نے بھیجا ہے میں نے کہا کہ یہ کھانا حضرت نے مجھکو نہیں بھیجا
تم لیجاؤ میں نہیں لونگا وہ لیکر چلے گئے پھر حضرت نے مولوی سید محمد علی صاحب کو بھیجا
وہ لیکر آئے اونسے بھی کئی بار میں نے انکار کیا انہوں نے کہا یہ کھانا حضرت نے اپنے حصہ
میں سے نکالکر بھیجا ہے پھر میں نے وہ کھانا لیا اور انہیں کے روبرو کچھ اسمیں سے کھایا
اور باقی طاق میں رکھدیا پھر نماز ظہر کیوقت حضرت تشریف لائے مجھکو ملے
مگر اسوقت کچھ نہ فرمایا بعد نماز عصر کے مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم سے
پوچھا کہ آج کھانا کھلانے میں کیا بے انتظامی ہوئی تم نے سب مہمانوں کو نہیں بکھیدیا
تھا اور دین محمد کو بھی نہیں تلاش کیا تھا انہوں نے کہا کہ ہاں اسمیں تو مجھسے خطا ہوئی
پھر حضرت نے اسوقت اور کچھ نہ کہا پھر دوسرے دن بعد نماز صبح کے آپ جاکر مسجد کی
چھت پر بیٹھے وہاں مجھکو بلوایا اور پوچھا کل کے روز کیا معاملہ ہوا میں نے عرض کی کہ

کس امر میں آپ پوچھتے ہیں آپنے فرمایا کہ یہی لوگوں کے کھانا کھلانے میں تب
میں نے تمام حال اپنی رنجیدگی کا اول سے آخر تک بیان کیا حضرتؐنے کہا کہ یہ بات
مجھکو اسوقت معلوم ہوگئی تھی جب میں نے سنا کہ لوگ بھوکے رہے مگر خلاصہ
کلام کا یہ ہے کہ تم نے آج حرکت بہت ہی بیجا کی ہم نے جو کچھ آج تک تعلیم
کیا ہے اسواسطے نہیں کہ تم کسی کے حق میں دعاء بدکرو اور دیکھو تیار کہ تم ہمارے
ہمراہ کس واسطے ہو میں نے عرض کی کہ اور سب لوگ آپکے ہمراہ کس واسطے ہیں آپنے فرمایا
خدا کیواسطے ہیں میں نے کہا میں بھی خدا کیواسطے ہوں پھر آپنے فرمایا آج ہمارے سامنے
توبہ کرو کہ پھر کبھی بار دگر ایسی حرکت نہ کروں گا میں نے موافق ارشاد حضرتؐ کے
توبہ کی پھر آپنے فرمایا آج سے ایک نصیحت اور بھی یاد رکھو کہ جب کسی نے تمہارا
کبھی قصور کیا ہو للّٰہ اسکو معاف کر دو اور یہ کبھی نہ کہنا کہ فلاں سے میں خدا
کے یہاں سمجھوں گا یہ بات خوب نہیں ہے اور ہمیشہ ہفتہ عشرہ میں کسی وقت یاد کرکے کہہ
لیا کرو کہ الہٰی جسنے کچھ میری خطا کی ہو میں نے معاف کیا اور تو بھی اسکو عفو فرمیے
یہ سب قبول کیا اس روز سے پھر میں نے کسی کے واسطے دعاء بد نہ کی مگر یہاں تک

میں کئی شخصوں کیواسطے نہایت ناچار ہوکر نیک بددعا کی اور انکو سزا بھی واقعی ہوگئی
اللہ تعالیٰ نے اس خطا میرے کو معاف فرمائے ایک روز حضرت امیر المومنین امام المجاہدین
رحمتہ اللہ علیہ اپنی مسجد میں بعد نماز ظہر کے بیٹھے تھے اور اسوقت اور بھی بہت لوگ
حاضر تھے مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ
نے قبل میرے تولد ہونے کے چار شخص پیدا کئے ہیں بس اتنا کہہ کر خاموش ہو رہے مولوی صاحب
ممدوح نے پوچھا وہ چاروں شخص کیسے ہیں اور کہاں ہیں آپنے فرمایا وہ چاروں شخص
صاحب خدمت ہیں انمیں کا ایک ملک دکھن میں ہے دوسرا ولایت میں اور تیسرا سندھ
میں اور چوتھا میرے ہمراہ رہیگا اور بہت کچھ اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ
بیان فرمائے مگر سوا اسکے اسوقت اور حال مفصل انکا بیان نکیا مگر مدت مدید
اور عرصہ بعید میں انکا حال اسطرح سے معلوم ہوا کہ بعد چند روز کے جب حضرت امیر المومنین
امام المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ لکھنؤ میں تشریف لیگئے اور دریا گومتی کے کنارے شاہ پیر محمد صاحب
کے ٹیلے پر قریب مسجد کے شیخ امام بخش سوداگر کے مکان میں اترے بعد تین چار دن کے
آپ شیخ ممدوح کے مکان سے شاہ پیر محمد صاحب کی مسجد میں گئے جانب شمال صحن میں

مسجد کے کونے میں ایک حجرہ تھا اسکے دروازہ پر کھڑے ہوئے انمیں ایک مدت دراز سے ایک
درویش پیر مرد رہتے تھے اونہوں نے حجرے کے کواڑ کھولے حضرت انکے پاس تشریف
لیگئے اور دیر تک خدا جانے کہ آپنے کیا کلام کرتے رہے جب حضرت وہاں سے باہر نکلے
تب پھر انہوں نے کیواڑ بند کر لئے اور حضرت مسجد میں گئے وہاں کے رہنے والوں کو
بڑا تعجب ہوا آپسمیں گفتگو کرنے لگے کہ اس درویش باکیش کو اس حجرے میں
رہتے تیس چالیس برس ہو گئے ہونگے مگر ہم نے کبھی نہ انکی صورت دیکھی اور نہ کسی سے
کلام کرتے دیکھا اور نہ کبھی کچھ کھاتے پیتے دیکھا اور نہ کبھی حاجت ضروریہ کو
نکلتے دیکھا آج حضرت کو انہوں نے اپنے حجرے میں بلایا اور کلام کیا یہ کیا سبب ہے پھر
حضرت ظہر سے عشاء تک اوس مسجد میں رہے نماز عشاء پڑھکر تشریف موصوف مکان میں
آئے بعد تناول طعام کے کسی شخص نے پوچھا کہ وہ درویش گوشہ نشین جنکے حجرے میں
آج آپ تشریف فرما ہوئے تھے کون ہیں حضرت نے فرمایا کہ جو ہم نے ایک روز مولوی محمد
یوسف صاحب سے کہا تھا کہ اللہ تعالے نے مجھسے پہلے چار شخصوں صاحب خدمت کو پیدا کیا ہے
انمیں سے ایک یہ صاحب ہیں ہم کئی آدمیوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ہم لوگ بھی

انسے ملاقات کرتے اگر آپ فرمائیں تو ہم ملاقات کو جاویں آپنے فرمایا ابھی نہیں انشاء

اللہ تعالےٰ تم پرسوں ملاقات کرنا دوسرے روز حضرت پھر انکی ملاقات کو گئے اور حجرے

کے دروازہ پر جاکر کھڑے ہوئے اونہوں نے کواڑ کھولا حضرت کو اندر لیا اور اسی طرح

کواڑ بند کر دئے پھر کچھ دیر میں انہوں نے کیواڑ کھولے حضرت باہر تشریف لائے

اور وہ بزرگ اندر دروازہ کے کوئی لحظہ کھڑے رہے ہم کئی آدمیوں نے انکو دیکھا

کہ داڑھی سفید براق تھی کوئی کنپٹی کے بال سیاہ ہونگے اور بہت ہی نورانی چہرہ اور

سر پر بال تھے الغرض پھر اسکی صبح ہم نے حضرت سے کہا کہ آج ہم انکی ملاقات کو

جاویں حضرت نے فرمایا کہ ہاں آج انسے ملاقات کر لو پھر ہم چھہ سات آدمی جاکر

آگے دروازہ پر کھڑے ہوئے اونہوں نے کیواڑ کھولکر ہم کو اندر بلا لیا ہم نے

السلام علیکم کیا انہوں نے جواب دیا اور بمعانقہ مصافحہ کر کے بٹھایا اور بہت اخلاق

سے پیش آئے اور فرمایا کہ تم ہمارے پیر بھائی ہو اور کہا ہم چار شخص ایک عہد

کے ہیں اور ہر ایک مدت مدید سے اپنے اپنے مقام پر قیام رکھتے ہیں اور

ہم یہاں حکم الٰہی سے اتنی مدت بیٹھے تھے اور حکم ہوا تھا کہ ایک سید صاحب یہاں

تشریف فرما ہونگے اونکے دست مبارک پر بیعت کرنا انہیں سے تجھکو ہدایت ہوگی اور جو کچھ
وہ فرمائیں وہ عمل میں لانا اور جہاں بھیجیں جانا اسواب ہمارا یہاں سے کوچ ہے ہم نے پوچھا
کسطرف کو انہوں نے کہا ابھی اس کا حال مفصل ہم کو نہیں معلوم جسطرف کو ارشاد ہوگا اسطرف
کو جاوینگے پھر ہم لوگ وہاں سے حضرت کے پاس سوداگر کے مکان پر آئے پھر اسکے صبح کو جو ہم
گئے تو وہاں کوئی نہ تھا حجرہ خالی پایا وہ کس طرف کو چلے گئے تھے اور حال دوسرے
صاحب کا یوں معلوم ہوا کہ جب بعد مدت مدید اور عرصہ بعید کے حضرت امیر المومنین امام المجاہدین
رحمۃ اللہ علیہ جہاد کو روانہ ہوئے اور سیر و سفر کرتے ہوئے قندہار میں مع الخیر پہونچے
اور وہاں سے انہوں نے ظہور اللہ ولایتی کو طرف شہر کابل کے بھیجا کہ جاکر وہاں کے
سرداروں سے ملاقات کریں اور دریافت کریں کہ ان کا کیا طور ہے اور آپ حضرت
قندہار سے جاکر غزنی میں مقام کیا پھر وہاں سے سات آدمی کابل کو روانہ ہوئے
اونمیں ایک بہادر شاہ خان اور دوسرے سید انوشاہ اور تیسرا میں تھا اور چار
آدمی اور واسطے خدمت ہم لوگوں کے تھے الغرض جب ہم ساتوں آدمی کابل روانہ ہوئے
اور جاکر قلعہ قاضی میں کہ وہاں سے کابل چار کوس ہے اترے پھر ہم نے آپس میں مشورہ کیا

کہ کوئی ہم میں سے کابل کو جائے اور اخوند صاحب کو خبر کرے یا بلالا وے پھر صلاح

یہ ٹھہری کہ یہاں کے اکثر میوہ فروش میوہ لیکر کابل کو جایا کرتے ہیں انمیں کسی کو

چار آنے پیسے دویں کہ وہ ہماری خبر اخوند صاحب پہونچا دیوے پھر ایک میوہ فروش

کو ہم نے بلا کر کہا اُسنے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاوگے ہم نے تمام حال

کہا کہ ہمکو غزنی سے ہمارے پیر و مرشد حضرت سید امیر المومنین امام المجاہدین

سید احمد صاحب نے بھیجا ہے اُسنے کہا کہ میں بھی کچھ اس حال سے واقف ہوں مگر تم

لوگ وہاں ہرگز نہ جانا کس واسطے کہ تمہارے سید صاحب کے بھیجے ہوئے جو اخوند صاحب بھیجے گئے

ہیں اُنکو وہاں کے سرداروں نے قید کیا ہے اگر تم جاؤگے تم بھی قید ہو جاؤگے

ہم نے پوچھا کہ اخوند صاحب کے قید ہو جانیکا کیا سبب اُنکو کیوں گرفتار کیا ہے

اُسنے کہا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بعضے بعضے سرداروں کو اسبات کا گمان ہے کہ یہ

سید صاحب لفاری کے بھیجے ہوئے ہیں اور یہ ہمارے ملک کو چھڑوا دینگے یہ بات سنکر ہم نے

آپسمیں یہ صلاح کی کہ ایک شخص ہم ہی میں سے خدا پر توکل کرکے جاوے خواہ کوئی

قید کرے یا ہتھیار چھین لیوے کس واسطے کہ حضرت امیر المومنین ضرور ہی آوینگے

پھر ہمکو کس بات کا اندیشہ ہے آخر الامر ایک آدمی ہم نے بھیجا وہ گیا وہاں اور اخوند ظہور اللہ
صاحب ایک روز پیشتر اُسکے جا نشیبے چھوٹ گئے تھے اخوند ممدوح سے ملاقات ہوئی پھر اخوند
صاحب وہاں رہے صبح ہم لوگو نکو ساتھ لیکر وہانسے شہر کابل کو آئے وہاں ایک وزیر کا
باغ مشہور تھا اسمیں ہمکو اوتارا لوگوں نے سردار سلطان محمد خاں اور یار محمد خاں کو جو اُن
روزوں وہاں کے حاکم تھے ہماری خبر کی کہ کچھ لوگ سید صاحب وزیر باغ میں آج آکر اترے
ہیں انہوں نے ایک خیمہ اور فرش وغیرہ بھیجا اور انہیں کے لوگوں نے خیمہ کھڑا کر دیا اور فرش
بچھا کر ہم سے کہا سید صاحب اب ہمیں آرام کرو پھر تین گھڑی میں انہیں کے آدمی کھانا
لیکر آئے اور ہمکو کھلایا اور کہا بعد نماز ظہر کے تمکو سردار کے پاس لیجاوینگے تب
تک یہاں آرام کرو پھر وقت موعود پر تین آدمی سردار کے آئے دونوں مصاحب
ایک کا نام گلزار خاں دوسرے کا نام منور محمد خاں تھا اور ایک سردار کا عرض بیگی پھر
تین آدمی ہم میں سے اور جو تھے اخوند صاحب کو اپنے ساتھ لیکر سردار ممدوح کے
پاس گئے ہم نے سلام علیک کیا انہوں نے جواب سلام دیا اور معانقہ و مصافحہ کرکے
ہم کو بٹھایا اور حضرت امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ کا حال پوچھا ہم نے تمام حال

بیان کیا اور کہا کہ بالفعل ہماری عرض یہہ ہے کہ آپکے قریب ہمیں ہمکو جگہہ ملے کہ جس سبب سے ہر وقت آپسے ہماری ملاقات ہوا کرے اور انہوں نے اپنے باغ کا برج جہاں ہمارا ڈیرہ تھا اسمیں اتارا اور ہم لوگ وہاں قلعہ قاضی سے آکر وزیر باغ میں دو شنبہ کے روز پہونچے تھے اور بعد اسکے حضرت امیر المومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ پنجشنبہ کو قلعہ قاضی میں آکر تشریف فرما ہوے اور بھیجا ایک آدمی واسطے خبر کے ہمارے پاس بھیجا کہ انشاء اللہ تعالے کل نماز جمعہ ہم کابل میں آکر پڑھینگے اور وہاں شہر کابل میں ایک پیر مرد بزرگ تھے وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ایک سید صاحب بڑے ولی کامل یہاں آوینگے اور انسے ہزاروں خلائق کو فیض ہوگا اور دین محمدی انسے تازہ ہوگا مگر ہفتے کو اس شہر میں داخل ہونگے سردار سلطان محمد خان و یار محمد خان نے اس بزرگ کو بلا کر کہا کہ آپ جو چند سال سے خبر دیتے تھے کہ یہاں ایک ایسے سید صاحب آوینگے مگر اس شہر میں ہفتے کو داخل ہونگے سو سید صاحب کا آنا تو صحیح ہوا مگر ہفتے کے روز کا شہر میں داخل ہونا غلط ہوا وہ تو کل جمعہ کو آوینگے اس بزرگ نے کہا کہ وہ تو ہفتے ہی کو آوینگے سرداروں نے تکرار کیا کہ تم غلط کہتے ہو وہ کل جمعہ کو آوینگے آخر الامر اس بزرگ نے گرم ہو کر کہا

کہ اگر یہہ سید میاں جمعہ کو آوینگے تو یہہ وہ سید ہونگے جنکی میں خبر دیا کرتا تھا
وہ سید پنجتن ہیں کو آوینگے پھر جمعہ کو دونوں سردار دس بارہ ہزار پیادہ و سوار
و رعایا نے تیار لیکر حضرت کے استقبال کو چلے جب آدھی دور پہنچے تو اس طرف
سے دو سوار گھوڑے دوڑائے ہوئے آتے تھے حاجی بہادر شاہ خاں نے مجھسے پوچھا یہہ
دو سوار کسکے آتے ہیں میں نے کہا یہہ تو ہمارے حضرت کے سوار ہیں پھر انہوں نے اخوند
ظہور اللہ سے کہا کہ یہہ دو سوار جو آتے ہیں سردار کو اطلاع کرو کہ اگر اجازت
ہو تو ہم جاکر انسے حال دریافت کریں کہ کیوں آئے ہو انہوں نے سردار ممدوح
کہکر اجازت لی پھر میں آگے بڑھکر ان کے پاس گیا اور آنے کا سبب پوچھا انہوں
نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ لوگ ہمارے تھکے ماندے ہیں صلاح یہ ہے کہ
آج نماز قلعہ قاضی میں پڑھیں خدا چاہیگا تو کل ہم آوینگے اور ہم نے سنا تھا
کہ سردار ہمارے استقبال کی تیاری کرتے ہیں سو یہہ تکلیف موقوف رکھیں
ہم کل پہنچتے ہی آپکے پاس حاضر ہونگے یہ حال ہم نے جاکر دونوں سرداروں سے کہا وہ سنکر
چپ ہو رہے اور ہمراہ لشکر شہر کو روانہ ہوئے پھر صبح کو پہنچنے کے دن حضرت

امیر المومنین امام المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ مع تمام رفقا آکر اسکے وزیر باغ میں داخل ہوئے اور ہمارے خیمہ میں اترے اور باقی لوگ کوئی آٹھ دس ہوں گے وہ بھی اسی باغ میں جابجا اپنے اپنے منزل سے اترے سلطان محمد خاں اور یار محمد خاں نے واسطے ملاقات کے آنے کا ارادہ کیا آپنے انکے آدمیوں سے جو ہم لوگوں کی خدمت کیواسطے حاضر تھے کہلا بھیجا کہ آپ یہاں آنیکا ارادہ نہ کریں شام کو ہم آپ ہی تمہاری ملاقات کو وہیں آوینگے پھر ان دونوں سرداروں نے کہلا بھیجا کہ اگر ایسی ہی مرضی مبارک ہے تو آج شام کو ہمیں کل صبح تشریف لاویں پھر یکشنبہ کی صبح کو حضرت امیر المومنین مولوی امام الدین صاحب اور عبداللہ اور شیخ وجیہ الدین اور مجھکو ہمراہ لیکر ان سرداروں کی ملاقات کو گئے ہم چاروں آدمی الگ بیٹھے آپ حضرت ان سرداروں کے پاس گئے اور کچھ باتیں آپسے کرتے رہے مگر ہمکو نہیں خبر کہ وہ کیا باتیں تھیں پھر ان سے رخصت ہوکر اپنے مقام کو تشریف لائے اور ہم بھی آپکے ساتھ آئے پھر دوسرے دن وہ دونوں سردار حضرت کی ملاقات کو آئے اور جگہ آپنے فرش بچھوادیا وہیں انکو بٹھایا اور آپ بھی بیٹھے پھر حضرت وہ باتیں کرنیلگے اسی اثنا میں ان سرداروں نے یہ بھی کہا کہ حضرت ہمارے شہر میں ایک پرانے بزرگ ہیں

وہ بہت برسوں سے کہا کرتے تھے اور لوگ جانتے تھے یہ درویش ہیں خدا جانے کیا کہتے ہیں
جب آپ غزنی میں تشریف فرما ہوئے تب انہوں نے فرمایا میں جس سید کی آنیکی خبر دیتا
تھا وہ سید غزنی میں آئے ہیں اور کئی دن میں یہاں بھی تشریف فرما ہونگے مگر یہاں
کابل میں ہفتے کے دن آوینگے پھر جب آپ قلعہ قاضی میں آئے اور خبر پہنچی کہ ہم جمعہ
کابل میں پڑھینگے تب ہم نے اُنکو بلا کر کہا کہ شاہ صاحب یہ تو فرمانا آپ کا صحیح نہیں ہوا
کہ سید صاحب یہاں آوینگے مگر یہ بات کہ ہفتے کو یہاں تشریف لاوینگے یہ بات
غلط ہوئی انہوں نے فرمایا کہ میری بات ہرگز غلط نہیں ہوسکتی وہ ہفتے ہی کو یہاں آوینگے
جب ہم نے انکی بات پر انکار کیا اور نہ مانا تب خفا ہو کر انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ سید
جمعہ کو آوینگے تو وہ سید نہ ہونگے جنکی خبر میں دیتا ہے وہ ہفتے ہی کو آوینگے پھر جب
آپنے کہلا بھیجا کہ ہم جمعہ کی نماز قلعہ قاضی میں پڑھینگے اور ہفتے کو کابل آوینگے تب
ہم نے جانا کہ وہ درویش سچا ہے ہم ہی غلطی پر تھے اور سب کہنا اسکا سچا ہوگا
یہ تمام قصہ ان سرداروں نے حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو بیان کیا
آپ سنکر خاموش ہو رہے پھر اور اور باتوں میں مشغول ہوئے کچھ دیر میں پھر وہ دونوں

مسرور رخصت ہوکر اپنے اپنے مکان کو تشریف گئے پھر ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل
مرحوم و مغفور نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ہم نے یہاں لوگوں سے سنا ہے کہ اس
شہر کابل میں ایک پیر مرد بزرگ ایسے ایسے کلام کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ مولانا
صاحب کیا آپنے انکو نہیں دیکھا وہ تو ہمارے پاس روز آتے ہیں بلکہ آج ایک امر
میں ہم سے اور اُنسے بڑی گفتگو رہی وہ یہہ امر تھا وہ کہتے تھے کہ آپکے زمانے سے
چار سو برس تک ترقی دین اسلام کی رہیگی اور کہتے تھے کہ آٹھ سو برس تک
ترقی رہیگی پھر تنزل اور ضعف ہونا شروع ہوگا آخرش ہم نے اپنے کشف باطنی
سے اُنکی تسلی کردی تب وہ اپنی غلطی کے معترف ہوئے کہ آپ درست فرماتے ہیں
مولانا ممدوح مرحوم نے کہا کہ حضرت ہم نے تو آپکو اُنسے باتیں کرتے نہیں دیکھا یہ گفتگو
کس وقت ہوئی تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ گفتگو زبانی نہ تھی وہ اور ہی
طور کی گفتگو تھی اسکو وہی سنتے اور سمجھتے تھے اور وہ بزرگ ایک دن چار شخصوں میں سے
ہیں جنکو ہم نے تکیہ پر رائے بریلی میں مولوی محمد یوسف صاحب سے کہا تھا کہ اللہ تعالےٰ چار
آدمی ایسے ایسے رتبے کے ہم سے پہلے پیدا کئے ہیں اور اب کس وقت انسے تمہاری بھی ملاقات

ہوگی اسی اثناء میں مولوی امام الدین صاحب مرحوم نے پوچھا کہ حضرت اکثر لوگ
تو یوں کہتے ہیں کہ اب قیامت قریب ہے اور امام مہدی آخر الزماں پیدا ہونگے حضرت
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آٹھ سو برس کے اندر امام مہدی علیہ السلام کا پیدا
ہونا تو مجھکو نہیں معلوم ہوتا آگے اس کا علم اللہ کو ہے پھر ایک روز مولانا محمد اسمعیل
رحمۃ اللہ علیہ اس باغ سے جہاں ٹھہرے تھے تھوڑی دور نہر کے کنارے چلے جاتے تھے
ملاقات ہوئی اول انہیں نے سلام علیک کیا مولانا ممدوح نے جواب سلام دیا اور اسم شریف
پوچھا اونہوں نے کہا میں وہی شخص ہوں جو آپ سے حضرت امیر المومنین نے فرمایا تھا کہ کسی
وقت اُنسے ملاقات ہوجائیگی تب مولانا موصوف نے مصافحہ اور معانقہ کیا اول پوچھا اونہوں نے
فرمایا ہم چار شخص اپنی اپنی جگہہ حکم الٰہی سے معین ہیں اور حضرت امیر المومنین کے تابعدار
اب مجھکو جہاں حکم کریں گے وہاں جاؤنگا مولانا صاحب نے پوچھا کہاں جاؤ گے انہوں نے کہا
ابھی مجھکو یہ نہیں خبر جب میں حضرت کے دست مبارک پر بیعت کرلونگا تب جو ارشاد
ہوگا بجا لاؤنگا اور پیر صاحب کا حال اسوقت معلوم ہوا جب حضرت امیر المومنین سید المجاہدین
نصرت قرین ہونگے اور لشکر ظفر پیکر کے بازار کی محافظت کیواسطے مجھکو اور اکبر خاں کو جو خوجہ

یانشکار لوپر کے رہنے والے تھے مشہور کیا تھا ایک روز سید حمید الدین خاں مرحوم و مغفور جو جناب امیر المومنین
کے خواہر زادہ تھے واسطے سیر بازار مذکور کے گئے تھے وہاں سے پھر حضرت امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ
کے خیمہ میں آئے حضرت ممدوح نے پوچھا اسوقت کدھر سے آتے ہو اونہوں نے کہا
بازار سے آپنے پوچھا وہاں کچھ شور و فساد تو نہیں ہے انہوں نے کہا سب طرح سے فضل الٰہی ہے
پھر حضرت نے پوچھا کہ اس آپکی فوج نصرت فوج کوئی بزرگ صاحب خدمت بھی ہے جیسا کہ اور فوجوں
اور لشکروں میں ہوا کرتے ہیں آپنے پوچھا اس سوال سے آپکا کیا مطلب اونہوں نے کہا مطلب تو کچھ
نہیں میں یوں ہی پوچھتا ہوں آپنے فرمایا کہ ہاں اس لشکر میں بھی ہیں تم انسے ملاقات کرو گے
اونہوں نے خوش ہوکر کہا کہ ہاں حضرت دل تو چاہتا ہے تب حضرت نے اون کا نشان اور پتہ بتایا
کہ اس جماعت لشکر سے باہر کیجانب ایک کمل کا پال میں رہتے ہیں وہاں جاکر انسے ملاقات
کرو اسمیں اکبر خاں ممدوح بھی وہیں موجود تھے حضرت نے انسے بھی فرمایا کہ انسے ملنے کا تمہارا کبھی جی
چاہتا ہے وہ سنکر چپ رہے آپنے فرمایا ان کے ساتھ تم بھی جاؤ اسی طرح سے فرما کر مجکو
بھی اجازت دی اور یہ فرمایا کہ اونکے پاس زیادہ جمعیت لیکر نہ جانا اور بہت کلام بھی انسے
نکرنا پھر ہم تینوں آدمی انکے ملنے کو چلے جاتے جاتے آخر کو اونکی پال کے قریب پہونچے اس

پال کے دروازہ پر پردہ پڑا تھا اون بزرگ نے آپ ہی پردہ اُٹھا دیا ہم تینوں شخصوں نے
سلام علیک کیا اونہوں نے جواب وعلیکم السلام کا دیا اور ہم تینوں شخصوں کو پال کے
اندر بلا کر بٹھایا اور فرمایا کہ آج تم نے حضرت امیرالمومنین کو تکلیف دی ہم خاموش
رہے پھر ہم نے پوچھا آپ یہاں کب سے رہتے ہیں اونہوں نے فرمایا کہ میں تو حضرت کے ہمراہ
رہتا ہوں جو حضرت امیرالمومنین کا حکم ہوتا ہے بجالاتا ہوں اور فرمایا ہم چار شخص
ہیں چار ہمراہ چاروں حضرت کے تابع یہ کہکر چپ ہو رہے پھر ہم تینوں آدمی اُنسے رخصت
ہوکر حضرت امیرالمومنین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے آپنے پوچھا انسے ملاقات کر آئے کہو
کیا کیا باتیں ہوئیں ہم نے جو حال تھا سب عرض کیا آپنے فرمایا خوب کیا جو تم نے انسے بہت
کلام نہ کیا اور یہ بھی انہیں چار شخصوں میں سے ہیں جن کا ذکر ہم نے ایک روز وطن میں
مولوی محمد یوسف سے کیا تھا اور چوتھے بزرگ کو میں نے تو نہیں دیکھا کیونکہ وہ صاحب دکھن میں
تھے اور میرا کبھی جانے کا وہاں اتفاق نہیں ہوا مگر ایک صاحب معتبر اور ثقہ سے معلوم ہوا کہ جب
بعد لڑائی بالاکوٹ کارخانہ جہاد کا تہ وبالا ہوگیا اور جمعیت لشکر مجاہدین کا پراگندہ ہوگئی
ہیں اون دنوں شاہجہان آباد میں رہتا تھا سو ایک روز نواب غلام محی الدین خان کے پوتے

کی اور الحمد اللہ شاہ ابن بریلی کے پیرزادے مولانا موصوف کی ملاقات کو مدرسہ میں آئے تھے اور مولانا صاحب سے
حال حضرت امیر المومنین سید المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا پوچھا کہ اسطرف کی کیا خبر ہے مولانا صاحب نے
فرمایا کہ وہاں کا حال کچھہ مفصل ابتک ہمکو نہیں معلوم مگر لوگوں سے خبر مختلف سننے میں آئی
ہیں کوئی کچھہ کہتا ہے کوئی کچھہ اون دونوں صاحبوں نے ازروئے افسوس کے کہا کہ جو مرضی خدا
کی ہے وہی بہتر ہے حضرت سید صاحب تو محض واسطے اللہ تعالی کے واسطے اپنا وطن چھوڑ کر وہاں
گئے تھے کچھہ اسمیں غرض دنیا کی اصلا نہ تھی بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ کارخانہ یکبیک زیر و
زبر ہو جاوے اور گوہر مقصود ہاتھہ نہ آوے ہمکو خدا ہی سے امید قوی ہے کہ یہ سلسلہ
جہاد کا بہت زوروں جاری رہیگا اور اسوقت مولانا صاحب شاگردوں کے سبق پڑہانے
میں مشغول تھے نواب غلام محی الدین خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت کچھہ اسکا حال مجھکو بھی معلوم ہے
میں اسوقت آپکی خدمت شریف میں عرض کرتا مگر آپکو پڑہانے میں حرج واقع ہوگا اب تک میں
دین محمد سے بیان کرتا ہوں پھر بعد فراغ درس کے آپ سے بھی عرض کروں گا سو وہ مجھسے یوں فرمانے
لگے کہ بہت برسونکی بات ہے کہ ایک شخص ساکن کنجپورہ کا دکھن حیدرآباد میں وہانکے نواب کے
یہاں سواروں میں ایکسو پچاس روپیہ ماہ کا نوکر تھا سو وہ ہمارے چچا صاحب سے بیان کرتا تھا

اور ہم بھی سنتے تھے کہ وہاں حیدرآباد میں ایک بزرگ سرکاری فروشتوں کا پیشہ کرتے تھے
اور اکثر اوقات ہر کسی سے حمد خدا اور رسول ہی کا کیا کرتے تھے میں بھی اکثر انکی خدمت
بابرکت میں جاکر مشرف باب ہوا کرتا تھا اور وہ صاحب مجھسے بہت محبت رکھتے اور مجھپر
شفقت فرماتے ایک روز میں نے انسے صلاحًا کہا کہ حضرت میرا دل چاہتا ہے کہ اب
یہاں سے نوکری چھوڑکر اپنے وطن کو جاؤں انہوں نے فرمایا ابھی مت جاؤ اونکے
کہنے سے میں نے چند مدت توقف کیا پھر میں نے ایک روز پوچھا پھر اونہوں نے مجھے
نوکری چھوڑنے کی اجازت نہ دی چند روز کو میں ٹھہر گیا جب تیسری بار میں نے اجازت
چاہی تب وہ صاحب فرمانے لگے کہ بھائی صاحب اس نوکری اپنی کو غنیمت جانو ہماری
نصیحت مانو اگر چھوڑ دوگے پچھتاؤگے پھر سوا پشیمانی کے کچھ نہ پاؤگے میں نے کہا حضرت وہاں
بھی ہزاروں نوکر ہیں میں بھی کہیں نوکری کر لونگا اور وہاں نصاری کی عملداری چہار
اب زور شور کیا ہے نہ کچھ کہیں نہ سب میں ہاں جیسے کلکتہ عظیم آباد اونہوں نے
کہا وہیں میری بات کو یاد رکھیو اب کچھ مدت کے بعد عمل نصاری کا تمام ہندوستان میں
ہو جائیگا اسوقت چار روپیہ کی نوکری بھی دنیا میں لوگ غنیمت جانینگے اور [illegible]

ہوگی میں نے پوچھا پیر اس کیسے ہوتے ہیں آپنے فرمایا جیسے ہمارے ملازمین سرکارے میں نے پوچھا پھر
یہ حال کیونکر معلوم ہوا کہ آگے چند مدت میں ایسا ایسا ہوگا انہوں نے کہا ہمکو خدا کیطرف سے
معلوم ہے اور ہم چار شخص صاحب خدمت چار مکانوں میں ہیں اور اللہ تعالے کی طرف سے ہمکو
حکم ہے کہ اپنے مکان پر بیٹھے رہو کچھ دنوں میں ایک سید محمد دین قصبہ رائے بریلی میں پیدا
ہوگا پھر بعد سن تمیز کے واسطے تحصیل علوم کے شہر دہلی میں جاوےگا پھر وہاں سے اپنے وطن کو تشریف
فرما ہوگا پھر وہاں سے جاکر دکھن میں کسی رئیس کے یہاں چند سال نوکری کریگا پھر وہاں سے
دہلی کو جائیگا پھر وہاں سے اپنے وطن میں جاکر حرمین شریفین کو واسطے حج زیارت کے
جاویگا پھر وہاں سے آکر واسطے جہاد کفار نابکار کے کمر باندھیگا اور لاکھوں آدمی اسکے دست
مبارک پر بیعت کرینگے اور ہدایت پاوینگے اور ہندوستان میں دین اسلام کی ترقی ہوگی اور اللہ
تعالی انکے طفیل سے نصاریٰ کو بھی تباہ کریگا اور ہند میں حکومت اہل اسلام کی ہوگی
اس زمانہ بہت سے لوگ ان میں پھر خواہ مخواہ نوکری چاکری ہوگی لیکن اس وقت نہ ہم ہونگے
نہ تم ہوگے اسلئے میں تمکو کہتا ہوں کہ نوکری نہ چھوڑو یہ بیان میں نے اپنے کانوں
اسکی زبانی سنا تھا یہ حال سنکر میں نے نواب غلام محی الدین خانصاحب سے ان تینوں

بزرگوں کا بیان کیا جسکو میں نے دیکھا تھا تب انکو حضرت امیرالمومنین کی طرف سے
اور زیادہ عقیدہ ہوا کہ اُس دن تو نواب صاحب ممدوح نے مولانا صاحب مرحوم سے
اپنا یہ قصہ نہیں بیان کیا مگر کئی دن کے بعد جمعہ کو پھر تشریف لائے اور پھر سامنے
مولانا مغفور سے یہ حال بیان کیا اور مولانا سے پوچھا کہ حضرت آپکو بھی کچھ حال
معلوم ہے تب انہوں نے فرمایا کہ ہاں ایک بزرگ کا حال جو لکھنؤ میں شاہ پیر محمد
کے ٹیلہ پر رہتے تھے ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھے بتا دیا تھا وہ بھی بزرگ
اسی قسم کی باتیں کرتے تھے . صاحب کشف وہ بھی کہتے تھے تمام یہ احوال ان عالی وقار
بزرگوں صاحب حضرت امیرالمومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ بعد عقد مدینہ اولیٰ اصح
جعبیہ کے شاہجہاں آباد سے اپنے وطن تشریف کو تشریف لیگئے اور اپنے عزیز واقارب کا
حال نہایت تنگ و پُرملال دیکھا یہاں تک تنگدست و نادار تھے کہ جہاں پر چند درخت
انگور کے تھے اکثر انگور کی فصل میں انہیں کو ابال کر کھاتے اور جو کوئی مہمان آتا اسکو
بھی وہی کھلاتے اور کسی روز نمک بھی میسر نہ ہوتا جو اسمیں ملاتے اور سبب اس تنگ حالی
کا یہ تھا کہ آگے حضرت شاہ علیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو آپکے اجداد بزرگوار سے تھے

دعا کی تھی کہ الٰہی میری اولاد پر روزی کی بہت فراوانی نہ کرنا کبھی کبھی فاقہ بھی ہو سو وہ دعا
جناب باری میں قبول ہو گئی حضرت امیر المومنین کو انکی حال شکستہ بار پر رحم آیا اور فرمایا
کہ ہمارے حضرت شاہ علیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ متوکل اور تارک الدنیا تھے اور انکی وقت کے
اونکے اہل و عیال بھی ویسے ہی صابر و قانع تھے انکو فقر و فاقہ میں مزہ کھانے پینے سے
زیادہ معلوم ہوتا تھا یاد الٰہی میں مشغول و مصروف رہتے تھے اور اب فی زمانہ ہم لوگوں میں اس
بات کا اثر بھی نہیں پایا جاتا محض دنیادار ہو گئے اکثروں کو حلال و حرام میں تمیز نہیں
تو پھر پرہیز گاری کا کیا ذکر وہ دعاؤں کے حق میں بلاء عظیم ہو گئی اور مقبرہ حضرت شاہ
علیم اللہ صاحب کا وہیں تکیہ کی مسجد کے قریب ہے سو ایک روز حضرت امیر المومنین
رحمۃ اللہ علیہ اونکے مزار پر انوار پر تشریف لیگئے اور وہاں دیر تک قیام رہے پھر وہاں سے
اپنی مسجد میں آئے اسی طور آپ وہاں تین روز تشریف لیگئے اور مراقب ہوئے بلکہ
دو ایک روز اور بھی آپکے ساتھ وہاں جا کر مراقبہ کرتے تھے پھر ایک روز بعد نماز
صبح کے حاضرین لوگوں سے فرمایا ابھی کوئی نہیں نہ جائے ہم ایک خوشخبری سناوینگے سب لوگ
بیٹھ گئے آپنے فرمایا کہ وہ خوشخبری یہ ہے کہ میں تین روز حضرت شاہ علیم اللہ

رحمۃ اللہ علیہ کے مزار فیض آثار پر گیا اور مراقبہ کیا اور تینوں روز آپکی روح پر فتوح سے ملاقات ہوئی اور میں نے عرض کی کہ حضرت تم نے اپنی اولاد کیواسطے یہ کیا دعا کی آپکی زبان مبارک تھی ان میں آپکی اولاد و امجاد ایسی تھیں کے تھے کہ فقر و فاقہ کو اپنا فخر جانتے تھے اور اب ہم لوگ اس وقت ویسے کہاں ہیں اب آپکو مناسب ہے کہ اونکے حق میں واسطے فراخت روزی کے دعا کریں آپنے فرمایا کہ جو کچھ ہونا تھا تقدیر الہی سے ہو گیا اور اب اس دعا کے خلاف دعا کرتے مجھے شرم آتی ہے کہ پہلے میں نے اسطرح دعا کی تھی اور اب اسطرح کروں میں نے عرض کی کہ حضرت اب تو آپ کو دعا کرنی ہوگی جس طور سے ہو سکا سو آپنے فرمایا کہ اچھا مگر تم دعا کرو میں بھی تمہارا شریک ہوکر دعا کرونگا میں نے عرض کی کہ حضرت آپکے سامنے مجھکو کیا رتبہ ہے کہ میں دعا کروں آپنے کسی طرح نہ مانا مجبور ہو کر آگے کیا سو میں نے جناب الہی میں بالحاح فراواں دعا کی اور قاضی الحاجات مجیب الدعوات نے قبول فرمائی کہ ہم نے وہ کلفت اور تنگی جو انکی دعا کے سبب سے تھی دور کئے سو یاد ہو اس بات کو یاد رکھنا کہ انشاء اللہ تعالے آج سے ہمارے خاندان کی کلفت جاتی رہی اور روز بروز ترقی روزی

کی ہوگی سو دل ہی تب سے آج تک سب کے سب خوش و خرم کھاتے پیتے زردار متمول ہیں اور چند
دنوں میں وہ سب درخت کو کر کے جن کا ذکر ہو چکا ہے خشک ہو گئے کٹ گئے اب شاید
کوئی ایک دو درخت ہو یا نہ ہو واللہ اعلم کہ جس سال حضرت امیر المومنین امام المجاہدین
رحمۃ اللہ علیہ بلدہ شاہجہاں آباد سے اپنے وطن رائے بریلی کو تشریف فرما ہوئے اور وہاں
چند ماہ مع الخیر رہے اس عرصہ میں غلہ کی گرانی ہوئی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے
پاس اون روزوں چنداں خرچ کی فراوانی نہ تھی کہ با فراغت صرف کرتے آپ کے لوگوں
کو تکلیف ہونے لگی یہاں تک کہ فی نفر جنس طعام پاؤ بھر یا ڈیڑھ پاؤ ملتی تھی مگر
اس مقدار طعام میں ایسی برکت تھی کہ کوئی آدمی بھوک کا گلہ نہ کرتا ایک روز حضرت
نے مجھسے اور میاں عبداللہ سے جو آپ کے خادم تھے پوچھا کہ ان دونوں ہمارے لوگوں کا کیا حال
ہے ہم نے عرض کی کہ آپ کس امر میں پوچھتے ہیں فرمایا یہی کھانے پینے کے مقدمہ میں
ہم نے کہا ایک وقت تو سب لوگ کھا کر آسودہ ہو جاتے ہیں مگر دوسرے وقت شاید
بعضوں کا پیٹ نہ بھرتا ہو یہ حال معلوم ہوتا ہے آپ سنکر خاموش ہو رہے پھر کئی
روز کے بعد پوچھا کہ اب کیا حال ہے ہم نے عرض کی کہ اب تو خدا کے فضل سے

کچھ تکلیف نہیں معلوم ہوتی دونوں وقت لوگ باخوبی کھاکر آسودہ ہوتے ہیں بلکہ بچے کھچے
اپنے حصے سے جو کھانا بچ رہتا ہے واسطے ناشتے کے اٹھا رکھتے ہیں پھر ایک شخص چپ رہا پھر کئی
دن کے بعد کہا اس وقت وہاں بیس پچیس آدمی حاضر تھے کہ بابا پیر جو تم پر کھانے پینے کی ان
دنوں تکلیف گزرتی ہے میں خوب جانتا ہوں سو جناب الٰہی سے مجھکو الہام ہوا ہے کہ
کہ اپنے لوگوں کی کھانے کپڑے کیواسطے جو تو دعا کریگا ہم قبول کرینگے سو تم سب باہم آپسمیں مشورہ
کرکے مجھسے کہو تو پھر میں دعا کروں جو کھانا کپڑا تم چاہتے ہو اچھے سے اچھا تمکو اللہ تعالےٰ اپنے کرم
فضل سے بافراغت عنایت کریگا اسمیں اتنی بات ہوگی کہ تمہارے پاس کھانے کپڑے کی فراوانی
دیکھکر اکثر لوگ بھی آکر تمہاری جماعت میں شریک ہونگے پھر انمیں سے کوئی کسی کا جوتہ
چرا لیگا کوئی کسی کا پائجامہ کوئی کسی کا کرتہ وغیرہ اور ظاہر میں وے لوگ صالح و پرہیزگار
معلوم ہونگے۔ اور تمہاری خدمت بھی کرینگے پاؤں دابینگے ہاتھ دابینگے سو اس بات کا
جواب ہمکو دو تین روز میں آپسمیں صلاح کرکے دو کہ اسی وقت جواب اسکا ضرور
نہیں اسمیں سب لوگ آپسمیں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کھانے پینے کا شکوہ کرنے کیا
کہنے اقبال نکیا اور کہا کہ ہم واقف نہیں یہ آپکی گفتگو سنکر حضرت علیہ الرحمۃ نے

فرمایا کہ بھائیو تم کوئی اس بات کا الزام کسی کو نہ دو مجھے کسی سے اسکا گلہ شکوہ نہیں کیا نیز آپ نے ایک صاحبزادے سے پوچھا تھا سو معلوم ہوا پھر دو گھڑی بعد نماز عصر کے سب لوگوں نے مشورہ کر کے عرض کی کہ حضرت آپ ہمارے واسطے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالے ہمکو اس لڑائی میں برکت کرے اور ہم کو صبر و تسکین عطا فرماوے ہم سب جو آئے ہیں زخمی ہیں اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالے ہمکو اپنی رضا مندی کی راہ میں ثابت قدم رکھے بس یہی ہمکو کافی ہے یہ جواب سنکر حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہی بہتر ہے ۔

جب حضرت امیر المومنین امام المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ دہلی سے اپنے وطن شریف کو تشریف لائے اس نواح کے اکثر شرفا و غربائے رنگچے دست مبارک پر بیعت کی اور پکے مسلمان دیندار متبع سنت ہوئے وہاں کے قریب لوہاری نو نام ایک موضع ہے وہاں کے لوگوں نے حضرت امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ ہمارے گاؤں کے نمازی لوگ یہاں آپکی مسجد میں ہر وقت حاضر نہیں ہو سکتے اور نہ اتنی وسعت ہے کہ مسجد بنا دیں اگر وہاں اپنی کوشش سے ایک مختصر مسجد بن جاتی تو ہمکو آرام ہوتا آپنے فرمایا بہت خوب ہم بنوا دینگے وہاں ایک قدیم مسجد تھی اسکو لوگ بلند خاں کی مسجد کہتے تھے

مگر وہ بالکل مسمار ہو گئی تھی فقط نشان باقی تھا اور کچھ نہیں سو اسکو از سر نو بنانے کا
حضرت نے ارادہ کیا کوئی چھ سات ہزار اینٹ وہاں کے پٹھانوں نے دیا کیا اور باقی
حضرت نے مول لیں اور چونا اسکے واسطے ہم لوگوں نے پکایا اور ہمارے ساتھ حضرت بھی
ہر کاروبار میں شریک تھے پھر کاریگروں کو لگا کر اور انکے ساتھ شریک ہو کر حضرت نے ایک
دو مہینے کے عرصہ میں بنا کر تیار کر دی اور اسکے ساتھ ایک دوسری مسجد تکیہ رائے بریلی
میں شیخوں کے محلہ میں جب وہ دونوں مسجدیں بن کر تیار ہوئیں تب آپنے دونوں مسجدوں
میں داخل ہو کر دو دو رکعت نماز نفل ادا کی اور آپکے ساتھ اور ہم لوگوں نے نفلیں پڑھیں
اور حضرت نے ان دونوں مسجدوں میں دو امام بھی مقرر کر دیئے پھر کئی روز کے بعد حضرت نے ہم
لوگوں سے فرمایا کہ بھائیو آج میں تمکو ایک خوشی کی خبر سناتا ہوں وہ یہہ ہے کہ آج
مجھکو جناب الہی سے یوں الہام ہوا ہے کہ تونے یہہ دو مسجدیں بنوائیں ہم بہت
راضی ہوئے ان کے بنانے اور کاروبار کرنے میں جو لوگ مسلمان شریک تھے انکا
محنت و مشقت پسند آئی ہم نے ان سبکو بخشدیا ایک شخص عنایت اللہ نام
موضع منڈیاؤ کا باشندہ حضرت امیر المومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ

کا مرید تھا اور میرے ساتھ ہر کاروبار میں شریک رہتا تھا کہ چند روز کے لاغر ہونے لگا یہاں تک کہ بلکل حقیر ہوگیا اور جو میں اسسے پوچھتا تو شرم کے مارے مجھے اپنا حال نہ بتاتا ایک روز میں نے کہا کہ بھائی عنایت اللہ تم اپنی بیماری کا حال مجھے بتاؤ ورنہ آج سے میرے پاس نہ آؤ تب اُسنے کہا کہ دو مہینے سے ایک ران میری نہ معلوم کس سبب سے سُن ہوگئی ہے بس یہی بیماری ہے اور کچھ نہیں میں نے کہا اپنی ران میں چٹکی لو دیکھو تو کچھ درد ہوتا ہے یا نہیں انھوں نے چٹکی لیکر کہا کہ مجھکو کچھ نہیں معلوم ہوتا میں نے کہا یہ تو سن بھری ہے اور اسکا حال میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آپنے فرمایا کچھ دوا کرو وہ تو ڈاکٹر کا ہمارے تیرے کام کا ہے پھر میں دوا جو کسی نے بتائی وہ کی مگر کچھ فائدہ اور تفاوت نہ ہوا پھر اسکے واسطے میں نے مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم سے کہا کہ آپ حضرت سے کہیں کہ وہ دعا کریں اس سے امید ہے کہ شفا ہو اور دوا تو میں نے بہت کی اور کچھ نہ ہوا اور اب دوا کرنا بھی نہیں مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ عنایت اللہ کو کسی وقت جب میں بھی ہوں حضرت کے پاس لانا میں عرض کر دونگا پھر ایسا وقت میں عنایت اللہ کو لیکر حضرت کے سامنے گیا آپنے پوچھا اسوقت کیونکر آنا ہوا مولوی صاحب

ممدوح نے کہا کہ آپ نے جو عنایت اللہ سے دوا کو فرمایا تھا سو کہتا ہے کہ دوا تو میں نے بہت
کی اور کچھ فائدہ نہ ہوا اب یہہ چاہتا ہے کہ آپ دعا کریں آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو
عنایت اللہ کو خوب ہی سوجھی اب ہم کسی وقت ضرور دعا کرینگے پھر میں عنایت اللہ
کو لیکر چلا آیا پھر یہ نہیں معلوم کہ حضرت نے کس وقت دعا کی مگر یہاں عنایت اللہ
کی ران رفتہ رفتہ ایک دو ہفتے کے اندر اچھی ہو گئی پھر حضرت کے پاس گئے اور
چنگے ہونیکا حال کہا آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز میں نے جناب الٰہی میں بہت دیر تک دعا کی
اللہ تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے چنگا کر دیا —
قصبہ رائے بریلی میں جو سید علم الہدیٰ صاحب جناب امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ کے بھائی
ہیں ان کی بیٹی پر جو سید عبد الجلیل صاحب کی منکوحہ ہیں بہت روز سے کسی جن کا اثر تھا
اور اونکو بہت تکلیف دیا کرتا تھا بہت سا جھاڑ پھونک کیا مگر کچھ مفید نہ ہوا یہ حال کسی
نے حضرت امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ سے کہا آپ نے فرمایا کہ اب کے جب وہ جن ان پر آوے
تب ہمکو خبر کرنا پھر ایک روز وہ جن اونپر آیا عورتوں نے حضرت کو اطلاع کی
آپ وہاں تشریف لیگئے اور دروازہ میں چادر کا پردہ بندھوا دیا پھر آپ نزدیک گئے

پردہ کے پاس اس جن نے پہلے آپ ہی حضرت کو سلام کیا آپنے جواب دیا پھر اُس نے کہا کہ حضرت
آپنے اسوقت رنج تکلیف کیوں کی کسی سے کہلا بھیجا ہوتا میں چلا جاتا اور میں نے تو آپکے
دست مبارک پر بیعت کی ہے اور میں فلاں جن کا بیٹا ہوں اور میرا فلاں نام ہے حضرت
نے پوچھا تم ان پر کیوں آتے ہو اور ناحق کسلئے ستاتے ہو انہوں نے تمہارا کیا قصور کیا اسنے
کہا کہ ایک روز انہوں نے ایک جگہ پیشاب کیا اور میں وہاں پر تھا اسکی چھینٹیں میرے اوپر پڑیں
مجھکو برا معلوم ہوا تب سے میں ان پر آتا ہوں حضرت نے پوچھا اسوقت تم کس حال میں تھے
کسی جانور کی صورت میں یا کسی آدمی کی اسنے کہا کہ اسوقت تو کسی کی صورت میں نہ تھا آپنے
فرمایا پھر کیونکر تم پر پیشاب کی چھینٹیں پڑیں اسمیں تمہاری ہی خطا ہے اور تم لائق قہر کے
ہو اگر تم کسی جانور کی صورت میں ہوتے تو بھی ہم آدمیونکو کیا خبر کہ یہہ جانور ہے یا کوئی جن
ہاں اگر تم اسوقت کسی آدمی کی شکل میں ہوتے تو البتہ ایک الزام کی جگہہ تھی مگر پھر بھی
معاف کر دینا لائق تھا اور کہتے ہو کہ میں تمہارا مرید ہوں یہ ہمنے کب تمکو سکھایا کہ
کسی مسلمان کو ناحق ایذا دو تم بہت برے ہو وہ لاجواب ہو کر کہنے لگا حضرت
مجھسے خطا ہوئی اب میں جاتا ہوں آپنے فرمایا بغیر توبہ کرائے ہم تمکو ہرگز نہ جانے دینگے

کہ پھر کسی مسلمان مرد یا عورت کو کبھی ایذا نہ دونگا پھر اُسنے توبہ کی اور جو اقرار حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کرایا سب قبول کیا اور کہا حضرت میں جاتا ہوں سلام علیکم پھر وہ ہوش میں آگئیں — اس دن سے وہ جن پھر کبھی اونکے اوپر نہ آیا جاڑوں کا موسم تہا ایک روز حاجی عبدالرحیم مرحوم مغفور حضرت امیرالمومنین امام المجاہدین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں آئے اور واسطے جڑاول کے عرض کیا حضرت ممدوح نے فرمایا کہ دو چار دن میں اسکی کچھ تدبیر خدا چاہے گا تو ہو جاویگی پھر کئی دن کے بعد حاجی صاحب نے وہی سوال کیا آپنے مجھکو فرمایا کہ ہمارے یہاں فلانی جگہ دو لبادے گٹھڑی میں بندھے رکھے ہیں اونکو لے آؤ میں نے لاکر حاضر کیے آپنے اونمیں سے ایک لبادہ حاجی صاحب کو اور دوسرا مجھکو عنایت کیا حاجی صاحب نے کہا حضرت اس لبادے کے اوڑھنے سے تو میرا جاڑا دفع نہ ہوگا اسمیں مال ڈھائی یا تین پاؤ روئی ہے اور میں چار پانسیر روئی کا لحاف اوڑھتا ہوں تب سردی دور ہوتی ہے حضرت نے فرمایا رات تو اسمیں گزر کرو انشاء اللہ تعالیٰ آپکا جاڑا اسمیں جاویگا اور اگر نہ جاویگا تو ہم اور کچھ بنوا دینگے پھر حاجی صاحب نے کہا کہ حضرت یہ لبادہ بہت ہلکا ہے آپنے فرمایا کہ اگر اس

سے آپ کا جاڑہ نہ جاوے تو پھر ہم سے کہنا اب تو اس کو اوڑھو اور اسکی طرح تکلیف فرمایا اور
جاڑے کا اون دنوں یہہ حال تھا کہ بعضے روز فجر کو ہم لوگ گرم پانی سے وضو کرتے اور ہوا
لگتی تو داڑھی جم جاتی اور پیشاب کرتے تو زمین پر جم جاتا الغرض وہ دونوں شخص لائے
میرا تو یہہ حال تہا کہ مارے گرمی کے منہ اندر کی نے نیند نہیں پڑتی تھی اور بدن میں بعضے وقت
عرق آجاتا تہا اور حاجیصاحب کا یہی حال تہا کئی دن کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حاجیصاحب سے
پوچہا کہ تم نے ہم سے پھر جاڑے کا شکوہ نہ کیا انہوں نے کہا حضرت شکوہ کس بات کا کروں
یہ حال ہے کہ رات کو مارے گرمی کے منہ ڈھک کر سویا نہیں جاتا حضرت یہ سنکر تبسم کیا اور کہا
کہ ہم لوگ غریب ہیں ہمارے پاس پشمینوں کے لحاف کہاں ہمارے جاڑے اللہ تعالیٰ اپنے
کرم و فضل سے ایسی ہی چیزوں میں دفع کرتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں ایک روز حضرت
امیر المومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھسے فرمایا کہ ہمارے آدمی ان روزوں کتنے ہونگے میں نے
عرض کی چالیس آدمی آئے فرمایا اونکے واسطے جاڑوں کی کچھ تدبیر کیا چاہیئے میں نے کہا جو ارشاد ہو
وہ کیا جائے فرمایا ہم تم سے کہدینگے پھر دوسرے روز بعد نماز صبح کے آپ مسجد کی چہت پر جا بیٹھے
اور مسجد کے زینہ پر عبدالرحیم کا مدلوانے کو بٹھایا پھر عبدالرحیم سے فرمایا کہ سید محمد علی صاحب کو

اور حاجی عبدالرحیم اور دین محمد کو بلا لو انہوں نے آواز دی تینوں شخص حضرت پاس جا کر حاضر ہوئے

آپنے فرمایا کہ چالیس کھجور کے غلاف ایک ایک روپے والے منگوا لو اور ہر ایک میں ایک ایک سیر روئی

بھروا دو تو ایک من روئی ہوئی اور ان دونوں روپیہ کی دو سیر روئی بکتی تھی پھر فرمایا کتنے

روپے ہوئے میں نے کہا چالیس غلافوں کے اور بیس روپے روئی کے سب ساٹھ روپے ہوئے آپنے

فرمایا واسطے خرچ کے دس روپیہ اور لیلو پھر میں جا کر صندوق سے ستر روپیہ لایا اور حضرت رحمۃ

اللہ علیہ کے آگے دھر دئے آپنے سب روپے زمین پر پھیلا کر ایک ایک گنے انمیں ایک زیادہ

ہوا اسکو الگ رکھدیا پھر حاجی عبدالرحیم سے کہا کہ آپ تو گنیں یہ کتنے روپیہ ہیں

ایک ایک انہوں نے بھی گنے ایک اور بڑھا اسکو بھی الگ رکھا پھر مولوی سید محمد علی

سے کہا کہ تم گنو ایک روپیہ انسے بھی بڑھا اسکو بھی الگ رکھا پھر مجھے فرمایا کہ تو گن

میں نے جو گنے تو ایک روپیہ مجھسے بڑھا آپنے فرمایا ہم سبسے بھول تو نہیں جاتے

اب کی بار پھر تو گنو پھر آپنے گنے ایک اور بڑھا تو ستر کے چوہتر ہوئے آپنے فرمایا

اللہ تعالے نے برکت کی اب انکو لیجاؤ اور سب سامان منگا دینا چالیس روپیہ

غلافوں کے باندھے اور بیس روپیہ روئی کے گدے باندھے اور دس نذر

خرچ کے جب باندھے پھر میں وہاں سے نیچے آیا اسمیں حاجی عبدالرحیم صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ
سے کہا کہ ایک ایک غلاف میں تو سیر سیر بھر روئی کم ہوگی اگر سوا سوا سیر پڑے تو خوب ہو
آپنے فرمایا حاجی صاحب جاڑا تو حکم الٰہی سے جاتا ہے روئی سے نہیں جاتا پھر آپکی خوشی دین محمد کو بھی
بلالو انہوں نے مجھکو بلایا پھر میں جا کر حاضر ہوا آپنے فرمایا کہ سب روپے یہاں دھر دو
میں نے دھر دئے آپنے زمین پر پانچ پانچ گنے پانچ روپے بڑھے انکو الگ رکھا پھر
ہم تینوں آدمیوں سے کہا کہ تم گنو جب گنے پانچ پانچ گنے ہر کسی کے گننے میں پانچ پانچ روپے
بڑھے تو بیس اور زیادہ ہوگئے اور پانچ پہلے زیادہ ہوئے تھے یہ حال دیکھکر سبکو تعجب ہوا
کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے آپنے فرمایا کہ حاجی صاحب اب جسقدر کہو اسقدر روئی منگوائی
جائے حاجی صاحب نے کہا کہ حضرت اب تو چاہو فقط ایک ایک غلاف ہی تقسیم کر دو
مجھکو یقین سا ہے کہ جاڑا نہ معلوم ہوگا آپنے فرمایا کہ بیالیس کو غلاف لو اور فی غلاف
سوا سوا سیر روئی اور باقی روئی خرچ کو رکھو اور اب یہہ روپے لے جاؤ میں وہ سب
روپیہ لیکر نیچے آیا اسمیں بیالیس روپیہ شمشیر خاں کو حوالہ کئے کہ جا کر قصبہ کھجور سے
غلاف لاوئیں اور دو روپے خان ممدوح کو واسطے خرچ راہ کے دئے وہ تو جا کر کئی روز میں

ایک ٹٹو پر لاد کر غلہ فروش کے لائے اور کو اگیارہ بستر یکا روئی بھی اٹھا بیٹھی روپیہ لیکر اور سب غلہ فروشوں کو بھروا کر اور سلوا کر ایک ایک رضائی سبکو تقسیم کر دی۔

ایک روز ہم کئی آدمی حضرت امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ کی مسجد میں بیٹھے تھے کسی نے کہا کہ بلدہ شاہجہان آباد میں ایک حافظ تھے اور انکے بدن میں خوشبو آتی تھی ایک نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ممدوح سے پوچھا کہ اون حافظ صاحب کا قصہ کیونکر ہے مولانا صاحب فرمایا کہ ہاں ہاں ایک حافظ صاحب شاہ عبد القادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مریدوں میں تھے اور وہ بزازی کرتے تھے اور وہ بہت حسین و جمیل وضع دار جوان تھے جس گلی میں جاتے اکثر عورتیں انکی صورت دیکھنے کو کپڑا لینے کے بہانے سے بلاتیں اور انسے باتیں کرتیں ایک روز انہوں نے شاہ صاحب ممدوح سے کہا کہ حضرت میرا یہی پیشہ ہے کہ ہر روز شہر کے گلی کوچہ میں جاکر دو چار تھان بیچتا ہوں اسمیں جو کچھ دو چار آنے پیسے اللہ تعالےٰ دیتا ہے وہی اپنے خرچ میں لاتا ہوں اور اکثر عورتوں ہی سے میرا لین دین رہتا ہے سو مجھکو اس بات کا خوف ہے کہ مبادا کوئی صورت مکارہ حاصل مجھکو اپنے گھر بلا کر قید کر لے وے اور حرام کاری میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں اسوقت اپنی

رہائی کا کیا تدبیر کروں اسکی کوئی صورت فرمائیے یہ سنکر شاہ صاحب ممدوح نے
کچھ جواب نہ دیا پھر اسی طرح ایک دو دفعہ حافظ صاحب نے سوال کیا آخر الامر ایک روز
شاہ صاحب نے سوال کیا فرمایا کہ اسکا جواب انشاء اللہ تعالیٰ ہم کل دینگے پھر دوسرے دن جب
آئے حافظ صاحب کے شاہ صاحب ممدوح پر منکشف تھے یہ حال حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ
سے بتا دیا کہ وہ یہ سوال کرتے ہیں تو میں انکا کیا جواب دوں حضرت امام ممدوح نے فرمایا
کہ جیسا کچھ مناسب ہو ویسا حافظ صاحب سے فرما دیجئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ صاحبزادے صاحب اسکا جواب آپ ہی دیکر انکی تسلی کر دویں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعض عذر
کیا کہ آپکے ہوتے ہوئے میری کیا مجال جو جواب دوں شاہ صاحب نے کوئی عذر حضرت کا
نہ مانا اور کہا آپ ہی انکو جواب دویں ناچار ہو کر حضرت امیر المومنین نے قبول کیا جو کچھ
میرے خیال اقدس میں آئیگا اوسے بیان کرونگا بعد حضرت واسطے پڑھنے کے مدرسہ کو حضرت مولانا شاہ
عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کے پاس چلے تھوڑی دور گئے ہونگے کہ وہ حافظ صاحب جی صاحب کی خدمت
میں آکر حاضر ہوئے آپنے فرمایا کہ بعض سید صاحب کہاں ہے سو اوسی مسئلے سے حاجت جو پوچھا ہو تو پوچھو اور وہ
ایک بات صاحب کے پاس گئے پس حافظ صاحب نے جیسے کہ حضرت کو رستہ ہی میں جا کر لیا اور کہا مجھکو شاہ

عبدالقادر صاحب نے سمجھایا ہے اور اپنا تمام قصہ بیان کیا حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ کچھ عجب نہیں جو ایسا واقعہ تم پر گزرے اور فرمایا مبادا آپ کہیں کسی عورت کے نظارہ ہو کر کے
دام میں گرفتار ہو جاؤ اور کوئی صورت رہائی کی نظر نہ آوے اس وقت اپنے مال اسباب جانے کا
اندیشہ نہ کرنا اللہ تعالیٰ سے اپنی نجات کا سوال کرنا اور جو وہ تم سے اپنی حاجت روائی
چاہے تو کہو میں حاضر مگر پیشاب پاخانہ پھر آؤں جب وہ تمکو اجازت دے تب وہاں
جاکر تمکو جو نجاست پیشاب یا موری کا کچھ نظر آوے اسکو اپنے تمام بدن پر مل اور بدن میں
مس کر لینا پھر اسکے پاس جاکر کہنا کہ میں حاضر ہوں وہ اسوقت تم کو اپنے گھر سے باہر
نکال دیگی پھر تم کہیں جاکر نہا دھو ڈالنا پھر کہیں آپ اللہ تعالیٰ ایسی بلا میں مبتلا نہ ہونگے اور تمہارا
کچھ اور ہی حال ہو جاتا تھا یہ تدبیر بتائی گئی ہے یہ سنکر حافظ صاحب اچھے بھلے باہر
آئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ کو تشریف لے گئے پھر بعد چند روز کے قضاء الٰہی سے
وہی واقعہ پیش آیا کہ ایک روز حافظ صاحب موافق دستور ہمیشہ کے شہر کے کوچوں
میں گھومتے پھرتے ہوئے پیچھے پیچھے چلے جاتے تھے ناگاہ بازار میں گذر ہوا وہاں ایک پیرزال
کہنے سلام کیا کہ حافظ صاحب ادھر تشریف لاؤ ہماری بیگم صاحبہ گھر اپنے کو بلاتی ہیں حافظ صاحب

اسکے ساتھ چلے اٹھنے جاکر ایک ڈیوڑھی پر بٹھایا اور وہ دو ایک تھان لیکر اندر گئی
ایک لحظہ میں پھر آکر کہا کہ یہ تھان تو نا پسند ہوئے اور تھان لاؤ انہوں نے اور دو بے
کچھ دیر میں وہ پھیر لائی کہ یہ بھی نا پسند ہوئے اور کہا کہ آپ بھی چلکر ڈیوڑھی
میں بیٹھیں مجھکو بار بار جانے آنے میں تکلیف ہوتی ہے وہاں جو تھان پسند پڑیگا
اسکی قیمت آپکو مل جائیگی والا اپنا مال لے لیا وہ بیچارے طمع کے مارے اپنی سادہ
دلی سے اسکے ساتھ چلے گئے ڈیوڑھیوں کے بعد ایک دالان میں گئی وہاں ایک پلنگ بچھا
نہایت مکلف بچھا تھا کہا آپ یہیں آرام سے بیٹھیں میں اندر تھان لیکر جاتی ہوں حافظ
صاحب زمین پر بیٹھ گئے اسنے کہا کہ آپ کچھ شبہ دل میں نہ لاویں اسی پلنگ
پر آویں انہوں نے نہ مانا زمین ہی پر بیٹھے رہے اس مکارہ عیارہ نے ڈیوڑھی کے
کیواڑ بند کرکے اپنی بی بی کو جاکر خبر کی بعد ایک لحظہ کے اندر سے ایک عورت نہایت
حسینہ جمیلہ بناؤ سنگار کئے ہوئے آئی اور حافظ صاحب سے کہا کہ آپکی ملاقات
مسرت آیات کی مدت مدید اور عرصہ بعید سے میں اشتیاق مند تھی سو وہ مراد میری
آج پوری ہوئی اور حافظ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر پلنگ پر بٹھایا اور وہ لگے عشق [illegible]

سوال کیا یہ معاملہ دیکھکر حافظ صاحب کے ہوش پرواز کر گئے کہ الٰہی اس بلائے ناگہانی سے
مجھکو محفوظ رکھیو اسمیں وہی بات حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی اور اس
فاحشہ سے کہا کہ جو کچھ میں حاضر ہوں مگر مجھکو اسوقت پیشاب کی حاجت ہے اُسنے ایک جگہ
بتادیا کہ وہاں جاکر حاجت رفع کرلو حافظ صاحب نے وہاں موری کا کیچڑ خوب اپنے منہ
میں اور کپڑوں میں لگایا جسطرح حضرت نے فرمایا تھا پھر وہاں سے آکر اس پلنگ پر بیٹھے اس رنڈی
نے انکو اس شکل میں دیکھکر لاحول پڑھا اور اسی پیرزال بدخصال دلالہ شیطان کی خالہ سے
کہا کہ اس شخص دیوانہ کو جلد یہاں سے نکال اُسنے کواڑ کھولا حافظ صاحب آپ یہاں سے
جلدی میں دیکھکر باہر نکلے اور جاکر دریائے جمنا میں کپڑوں سمیت گھس گئے اور خوب غوطہ لگاکر
نہائے اور کپڑے دھوئے اور باہر نکلکر کپڑے سکھلائے پھر پہنکر وہاں سے اپنے مکان کو
چلے رستے میں انکو اپنے بدن میں عطر کی سی خوشبو معلوم ہوئی اپنے دلمیں خیال کیا کہ جہاں میں
گیا تھا وہاں تو کہیں عطر نہ تھا یہ کیسی خوشبو ہے پھر بعد فکر و تامل کے دریافت ہوا کہ یہ خوشبو
وہ الٰہی ہے پھر یہ تمام حادثہ عجیب حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ سے جاکر بیان کیا
اور وہ حافظ صاحب جبتک زندہ رہے وہ خوشبو اونکے بدن سے نہ گئی پھر جس گلی کوچہ میں

سنا ہے ایک لکھتے تھے سبب خوشبو کے لوگ پہچان جاتے کہ حافظ صاحب اس گلی میں آئے ہیں

پھر کبھی ایسی بلا میں اللہ تعالیٰ نے انکو مبتلا نہ کیا یہ حال ان حافظ صاحب کا ہے راوی کہتا ہے

کہ ہم یہ حال میں نے حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا کہ مولانا محمد اسمعیل صاحب

یوں کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ سچ ہے معاملہ ویسی صورت گزرا تھا —

ایک بار حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ مجھکو اور بیمار ایمہ کے واسطے لوگوں کے کھانا پکانے کو

تکیہ میں چھوڑ گئے اور آپ ستر آدمی اپنے ساتھ لیکر ایک بستی میں وہاں سے کچھ کم دو

کوس کے محکم اور کہیں کا کوئی طرف ہو گی ایک خشک درخت آم کا اکھاڑنے کو گئے اور وہ

تنہ درخت کا تخمیناً سو کر اسوس کا ہوگا اور وہاں سے ندی کچھ کم یا زیادہ پاؤ کوس ہوگا

موسم برسات کا تھا وہ ندی کا بڑا زور و شور سے بہتی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ لکڑی کا ٹکڑا سب ملکر

ندی تک ڈھکیل کر لیچلو پھر وہاں پانی میں بہتا ہوا چلا جاوے گا سب لوگوں نے اسے ڈھکیلا تو زور کیا

مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہ تھا یہہ حال دیکھکر آپ نے فرمایا کہ ایک طرف ہمارے لیے

میرے واسطے چھوڑ دو اور دوسری طرف تم سب ملکر ڈھکیلو پھر ایسا ہی کیا ایک طرف

آپ تھے دوسری طرف سب لوگ آپ نے فرمایا ہاں بھائیو سب یکبارگی زور کرو ایک قدرت

اپنی کا تماشہ نظر آتا تھا کہ ہر چلنے میں وہ لٹھ تین چار بیٹھے کیا جاتا تھا اور جب آپ اپنا
دست مبارک نہ لگاتے باوجود اتنے آدمیوں کے وہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کرتا
آخر الامر آپ اسکو دھکیلتے ہوئے ندی کے کنارے تک لے آئے فرمایا بھائیو اب ذرہ دم
لیکر پھر پانی میں دھکیلیں دیکھنا آپ بہتا ہوا چلا جائیگا سب لوگ جابجا بیٹھ گئے اس عرصہ
میں فرمایا کہ بھائیو اسوقت جناب الہی سے مجھکو بشارت ہوئی کہ جتنے آدمی اسوقت اس
لٹھے کے کام میں شریک ہیں انکی محنت مشقت کے سبب اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایات
سے سبکو بخشدیا پھر مولوی احمد یوسف صاحب مرحوم کو فرمایا کہ اسوقت ان سب صاحبوں کے نام لکھو
انہوں نے عذر کیا کہ یہاں کاغذ قلم دوات کچھ بھی نہیں ہے مکان پر چلکر لکھ لونگا آپنے
فرمایا کہ یہ کچھ بات نہیں کسی گھاس کی پتی توڑکر اسکا قلم بنا لو اور کسی تختے سے لکڑی کا
چھپٹا جو صاف اور ہموار ہو اسپر لکھو خدا جانے اس بات میں کیا بھید تھا آخرش مولوی صاحب موصوف نے
اس صورت سے سبکے نام لکھ لئے پھر لوگوں نے اس لٹھ کو ندی میں دھکیل دیا وہ بہتا ہوا چلا اور
ہر کسی نے لکڑیوں کا ایک ایک گٹھا باندھ کر سر پر رکھا اور تکیہ کو روانہ ہوئے اسمیں کئی
شخصوں نے آکر مجھے کہا کہ آج وہاں ندی کے کنارے حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں

بشارت سنائی مجھے بڑا افسوس ہوا کہ جو لوگ وہاں نہ گئے انکو یہ بشارت صحبت کی بھی نہیں ملا پھر
کیا حاصل کیا پھر جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے تشریف لائے میں نے اپنی اور علماء رشید کی محرومی
اور بدنصیبی کا شکوہ کیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے لیے وہاں یہ معاملہ گزرا مگر اس بشارت میں
تم بھی شریک ہو اور مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم نے پوچھا کہ تم نے وہاں وصی محمد کا اور علماء رشید الله
کا بھی نام لیا تھا انہوں نے کہا حضرت اس وقت مجھکو یاد نہ تھا آپ نے فرمایا یہ دونوں بھی خدا کا
کام کرتے تھے انکو بھی لکھ لو پھر انہوں نے یہ بھی دونو نام لکھ لیے حضرت امیر المومنین
امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دست مبارک اور ناخن میں کچھ ایسی اللہ تعالی نے شفا
اور برکت عطا کی تھی کہ جس مریض پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے شفا پاتا جس سرکش اور بدبخت کے کندھا
پر ہاتھ دھرتے اسی دم مطیع و فرمانبردار ہو جاتا اور یہ حال جو کچھ حضرت کے ہمراہ تھے سبکو
معلوم ہے ایک روز تکیہ سے آ کر اپنی مسجد میں کئی آدمی آپس میں اسی بات کی گفتگو کر رہے تھے وہاں
مولانا اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے ہم نے پوچھا کہ حضرت یہ حال کیونکر ہوتا ہے اگر معلوم ہو
مفصل بیان فرمائیے مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ معاملہ مجھکو خوب معلوم ہے حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ
دہلی میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ کے پاس بیٹھے تھے ایک روز شاہ صاحب ممدوح نے متوجہ ہو کر جناب

الٰہی سے الہام ہوا کہ ایک ہمارا بندہ تیرے پاس ہے انہوں نے عرض کی کہ خداوندا سب تیرے
بندے ہیں ولیکن جس بندہ کو تو فرماتا ہے مجھے خبر نہیں کہ وہ کون ہے کئی دن کے بعد پھر الہام
ہوا کہ ہمارا بندہ تیرے پاس رہتا ہے پھر انہوں نے عرض کی کہ تیرے بندے میرے پاس
بہت پڑھتے ہیں میں کس کو خیال کروں پھر ایک روز حضرت امیرالمومنین رحمتہ اللہ علیہ اور
مولانا عبدالحی صاحب اور میں شاہ صاحب کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اس اثنا میں پھر الہام
ہوا کہ اس وقت وہ ہمارا بندہ تیرے ساتھ کھانا کھاتا ہے انہوں نے عرض کی کہ خدایا تین آدمی
اس وقت میرے ساتھ کھا رہے ہیں نہ جانے تینوں میں کس کو جانوں پھر اکثر فور کھانا کھانے کے
میں الہام ہوا کہ وہ فلاں شخص ہے بعد تناول طعام کے شاہ صاحب نے ہم تینوں شخص سے
فرمایا کہ مجھکو چار بار جناب باری سے الہام ہوا کہ ایک ہمارا بندہ تیرے ساتھ ہے کہ تم
تینوں صاحبوں میں وہ کون ہے اللہ تعالے نے جسکی مجھکو خبر دی ہے یہ سنکر ہم تینوں آدمی
ناخبر ہو کر اپنی اپنی بیان کرنے لگے کہ ہم خدا کے گنہگار بندے ہیں ہمارا یہ رتبہ کہاں کہ وہ
خداوند تعالے ہمکو اپنے بندوں میں شمار کرے آپ نے کہا مجھکو اللہ تعالے نے ملاہی دیا
کہ فرمایا ہے کہ تم میں جو ہو شخص ہرگز نہ کرے یہ تمامیت الہی جسکو چاہے پسند کرے

کچھ استاد شاگرد یا پیر و مرید پر موقوف نہیں یہ آگے سے ہوتا آیا ہے کہ استاد سے شاگرد
افضل ہوتا ہے اور پیر سے مرید مگر ہم تینوں میں سے کسی نے اقبال علیا پناہ صاحب قدس سرہ
نے حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ لیا کہ والد ہیں اور آپ کے ہاتھ کو اپنے
سینہ سے لگایا اور فرمایا اس ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے ایسی شفا رکھی ہے کہ جس مریض کے بدن
پر پھیر دیں اللہ تعالیٰ اسکو شفا دے اور جسکا تیز تر اور سرکشی مرض ہے پھر رکھ دیں تو اچھا
ہو جائے ایک بار محسن خاں جو بہادر کا رسالہ سلام میں لکھنؤ رہا ہیں نہایت بیمار تھے
کہ ظاہر میں امید زندگانی معلوم نہیں ہوتی تھی لاغری و ناتوانی سے چارپائی سے لگ
گئے تھے کسی نے یہ مذکور حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ سے کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
شفا دیگا پھر ایک روز آپ مسجد میں اپنے دولت خانہ کو جانے لگے تھے اور میں بھی ہمراہ تھا
جب آپ دروازہ کے اندر جانے لگے محسن خاں کی والدہ سامنے آئی اور کہا کہ محسن
خاں کا بہت برا حال ہے اگر اس وقت وہاں تک تشریف لے چلیں تو بہتر ہے آپ اسکے گھر چلے گئے
پھر انکے مکان پر گئے اور محسن خاں کو دیکھا تو فی الحقیقت بہت سخت بیمار تھے آپ انکے ہوتا پیر
سر سے پاؤں تک تین بار اپنے دست مبارک پھیرے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے فضل و شفا کی بات

کا اندیشہ نکرو پھر عنایت الہٰی سے اسی وقت سے انکو آرام ہوگیا کئی روز میں صحیح و سالم ہوگئے۔
ایک روز ساتھ کے لوگوں نے کہا کہ آج اچار ہوتا تو کھاتے میں نے میاں عبداللہ سے کہا کہ تم
جاکر تھوڑا اچار حضرت کے یہاں سے لیا تمہیں جاکر لاؤ میں نے کہا خیر میں ہی جاتا ہوں پھر
میں حضرت امیر المومنین کے مکان میں گیا وہاں ایک بڑی بی بی بیٹھی تھیں انکو حضرت امیر المومنین
رحمۃ اللہ علیہ چھوٹی دادی کہتے تھے انسے میں نے اچار مانگا انہوں نے کہا کہ تمکو تو معلوم ہے اندر
جاکر جتنا چاہو نکال لاؤ میں جو اندر گیا وہاں اندھیرا بہت تھا اور دیوار میں تابدان لگا تھا
میں نے اُسے کہا کہ اگر یہ تابدان نہ ہوتا تو بے چراغ کے کام نہ نکلتا انہوں نے کہا کہ ارے
اس تابدان میں ایک عجیب حال گزرا ہے میں نے پوچھا کیا حال انہوں نے کہا حضرت امیر المومنین
چودہ پندرہ برس کے تھے ایک روز اس کوٹھڑی میں آئے اسوقت ایک چھپکلی اس تابدان کے
نیچے کچھ اپنا بول بول رہی تھی حضرت نے مجھسے کہا چھوٹی دادی تم سنتی ہو یہ چھپکلی کیا کہتی ہے
میں نے کہا اللہ کا نام لیتی ہے انہوں نے کہا کہ ہاں اللہ کا نام تو لیتی ہے مگر اسوقت
یہ کہہ رہی ہے کہ کوئی تابدان میں ہاتھ نہ ڈالے اسمیں کالا سانپ بیٹھا ہے یہ بات
سنکر سب عورتیں ہنسنے لگیں میں نے کہا انہیں باتوں سے تم کو سب لوگ بڑا دیوانہ کہتے ہیں

انہوں نے کہا چھوٹے دادی صاحب تم سے پہلے کہدیا جاتا تو یہ ہوتا بس اتنا کہکر باہر چلے گئے

اس شخص سید محمد ابراہیم صاحب سید محمد یعقوب صاحب کے والد تشریف لائے یہ چال ڈھال انہوں نے انسے کہا وہ

بھی سنکر ہنسنے لگے مگر اس بات کا کچھ وہم پیدا ہوا اور فرمایا کہ وہ باتیں فریدو کی سی کہا

کرتے ہیں مگر سچ پوچھو تو کیا نقصان ہے پہاڑوں سے کودکر دیکھ لیا جا پھر کسی لگا دیکھا گا

پھر پہاڑ پر اک راستہ جو یار آدمی کے ساتھ ہی پڑا تھا سایہ سانپ آگیا پر ایک عورت بیٹھ کر

بھاگیں پھر آخر کو سانپ مار گیا سبکو یقین ہوا کہ بات تو سچ ہوئی اسدن سے انکے کہنے کا

سبکو خیال رہتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں سچ ہوگا پھر ایک دور حال میں حضرت نے کہا کہ اے

چھوٹے دادی صاحب ایک دور جیسے یوں فرماتی ہیں آپنے فرمایا کہ ہاں یہ معاملہ اسی صورت سے

گزرا ہے ۔ قصبہ رائے بریلی میں سید باقر علی نام ایک شیعہ رہا کرتا تھا ایک بار حضرت امیر المومنین

رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ جادو کیا آپکو اسوقت اللہ جل شانہٗ نے آگاہ کر دیا کہ یہ جادو فلاں شخص نے

کیا ہے مگر نہ در حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کئی روز تک کھانا نہ کھایا اور اس جادو کا اثر سے ایک

اعضاء میں درد آنا شروع ہوا جب آپکو بہت اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہونے لگی آپنے بعض

بعض خدام سے یہ تذکرہ کیا اور وہ شخص نامعقول آپکا مرید بھی تھا سید اسنے یہ حرکت ناشائستہ

آپکے ساتھ کی لوگوں نے کہا حکم ہو تو ہم اسکو پکڑ کر ماریں پیٹیں فرمایا یہ کچھ ضرور
نہیں اسکا جادو کرنیسے کیا ہوتا ہے اللہ تعالے مجھکو شفا دیگا مگر اسکو کسی طرح یہاں
تک لاؤ مگر کوئی اس سے اس بات کا چرچا نکرے اور نہ کچھ سخت وسست کہے۔
راوی کہتا ہے کہ پھر ہم تین آدمی جاکر اسکو گرفتار کر لائے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے
اسکو حسب خاطر داری کی اور اپنے پاس بڑی عزت سے بٹھایا اور فرمایا انکو اس طرح کیوں
لائے یہ سید میاں تو ہمارے مرید ہیں اور کہا کہ آپ ہمیشہ صبح آتے ہیں آیا کریں اور
اس سے کسی بات کا چرچا نکیا اور فرمایا آپ تشریف لیجائیں پھر وہ چوتھے پانچویں روز انکی
ملاقات کو آنیلگا اس عرصہ میں حضرت پر اس جادو کا اثر زیادہ ہوگیا یہاں تک کہ مسجد
زینہ پر مشغل تمام چڑھتے تھے اور ایک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ صاحبہ قلعہ میں رہتی
تھی وہیں اون کا گھر تھا تیسرے چوتھے دن ضرور آپ اونکے یہاں تشریف لیجاتے تھے اور ملاقات
کرکے پھر چلے آتے ایک روز بعد نماز ظہر کے فرمایا کہ گھوڑا تیار کرکے لاؤ ہم سوار ہو کر آج
ہمشیرہ صاحبہ کو ملنے کو جائینگے لوگوں نے گھوڑا لاکر مسجد کی کرسی کے تلے کھڑا کردیا۔
اور اسکی پشت مسجد کی کرسی سے بلند تھی۔ اور آپکو یہ طاقت نہ تھی کہ اپنا سر اٹھا کر

اسپر سوار ہوں آپنے اسکے سر سے دم تک اپنا دست مبارک پھیرا اور کہا ارے پہلو تو سوار ہونیکا
طاقت ہتی وگرنہ سوار ہوتے اور فرمایا اب تو اسکو تھان پر لیجاؤ لیکن نماز عصر کے لانا لوگ
اسکو لیگئے بعد عصر کے پھر لاکر اسی جگہ کھڑا کیا آپنے اسکی پیٹ پر اپنا ہاتھ پھونکا وہ اسطرح سے
کان ڈالکر جھک گیا کسی سے قدرے اسکی پیٹ بلند ہوگئی آپ اسپر سوار ہوئے اور لوگوں سے کہا تم ہمو
چلو لوگ بہی جلد جلد چلنے لگے اور گھوڑا بہی آپنے لوگوں سے کہا آہستہ جلد چلائیں ہم کو ایذا ہوتی ہے
لوگ آہستہ آہستہ چلنے لگے اسطرح گھوڑا بہی آہستہ موافق طبیعت حضرت کے چلنے لگا اسوقت یہ
تماشہ کوئی دو سو آدمی دیکھتے تھے اور سب کے سب ایک عالم تعجب میں تھے پھر آپ پیر ہمتیہ صاحب
کے یہاں گئے اور کچھ دیر وہاں ٹھہر کر پھر اپنے مکان کو تشریف لائے اسطور تیسرے چوتھے روز ایک اسپر سوار
ہو کر جاتے تھے اور وہ آپکی سواری کے وقت پیٹ اپنی نیچی کر دیتا اور آہستہ آہستہ موافق آپکی خواہش
کے چلتا تھا اس عرصے میں قدرے آپکو آرام بہی ہونی شروع ہوئی اور وہ رافضی جسنے آپ پر جادو
کیا تھا چوتھے پانچویں روز آپکے دیکھنے کو آتا مگر وہ جب آتا جادوگروں کی مذمت آپ بیان کرتے
کہ یہ لوگ بے ایمان ایسے ہوتے ہیں اور آخرت میں انکو ایسا ایسا عذاب ہوگا لیکن اس طور سے
آپ فرماتے کہ یہ کسی کو گمان نہ ہوتا کہ آپ اسکو سنا کر کہتے ہیں پھر ایک روز آپ ہی حضرت

رحمتہ اللہ علیہ کا دست مبارک پکڑ لیا اور کہا کہ میں آپکے دست پر بیعت کرتا ہوں آپنے فرمایا کہ
سید بہائی تم نے ایک بار میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اب بار دگر بیعت کی ضرورت کیا اور ستی کہا
از سر نو میں پھر بیعت کرونگا آپنے کہا کہ بہائی اسکا سبب تو بیان کرو اُسنے کہا حضرت
جادو کرنیکا مجھسے قصور ہوا ہے جو آپ بیمار ہیں سو اب میں اس حرکت ناشائستہ سے توبہ کرتا
ہوں اور آپ بھی میرا یہ خطا للہ معاف فرمائیں اور اب انشاء اللہ تعالیٰ آپکو آرام
ہوجائیگا آپنے فرمایا سید بہائی ہم نے خطا تمہاری معاف کی اور تم ہمارے مرید ہو پھر اسکی بیعت
کی اور اسکو رخصت کیا پھر کئی روز میں آپکو فضل الہٰی سے صحت کلی حاصل ہوئی یہ نہیں معلوم کہ اسنے
اسپر اپنے سحر کو اوتار لیا یا کیا کیا واللہ اعلم بالصواب ۔

ایک بار بعد نماز مغرب کے میاں شیخ لطافت صاحب کو کالے سانپ نے کاٹا لوگوں نے بہت
جھاڑ پھونک دوا علاج کیا مگر کچھ سود مند نہ ہوا لحظہ بہ لحظہ حالت تباہ ہونیلگی یہاں تک کہ بیہوش
ہو گئے لوگوں نے حضرت امیر المومنین رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کہ شیخ لطافت کو سانپنے کاٹا
سو آپکے احاطہ کی ڈیوڑھی میں لے ہوش پڑے ہیں یہ سنکر آپ وہاں تشریف لیگئے اور فرمایا تھوڑا
پانی کسی برتن میں لاؤ لوگوں نے پانی دیا آپنے اسپر کچھ کلام الہٰی پڑھا اور اپنے دست مبارک

سے کئی چھینٹیں انکے منہ اور بدن پر مارے اور فرمایا اب ان شاء اللہ تعالیٰ ہوش میں آجاوینگے
ان کو انکے گھر پہونچایا وہ گھر انکا احاطہ کے باہر تھا لوگ چارپائی پر انکو لیچلے اسمیں وہ کچھ بولے کسی
نے حضرت سے کہا کہ لطافت تو ہوش میں آگئے آپنے پکارا لطافت اب طبیعت کیسی ہے
وہ بولے حضرت اب تو اچھا ہوں پھر لوگ مکان پر پہونچا آئے وہ چنگے ہوگئے۔

ایک بار حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے معتبر آدمیوں سے سنا ہے میں نے یوں کہتے
تھے کہ جب اول بار حضرت امیر المومنین رح دہلی کو تشریف لیگئے تھے وہاں سے چند برس کے بعد تن تنہا
ایک کمل کا کرتا اور کمل ہی کا ٹوپ پہنے اور ایک تسمہ کمر سے لگائے ہوئے تشریف لائے اور اپنی مسجد میں
بیٹھے سید محمد صاحب مرحوم سید عبد الجلیل صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے والد واسطے نماز ظہر یا عصر کے تشریف
لائے پھر بعد نماز مذکور کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میاں صاحب آپ کدھر سے تشریف
لائے اور اپنی مسجد میں بیٹھے ~~سید محمد صاحب مرحوم~~ آپنے فرمایا کہیں لکھنؤ سے کس کس شہر سے آپ
آتے ہیں آپنے فرمایا دہلی سے یہ سنکر پھر وہ اپنے مکان کو چلے اور تھوڑا دور جاکر پھر لوٹ
آئے اور پوچھا انکا اسم شریف کیا ہے آپنے کہا عبد اللہ اور فرمایا آپ بار بار جاتے ہیں
اور پھر آتے ہیں آپکا مقصد کیا ہے انہوں نے کہا کہ آپ ایسی شکل کے ایک ہمارے بزرگ تھے

کئی سال سے تو نہیں نکل گئے ہیں اس سبب سے میں بار بار آتا ہوں اور پوچھتا ہوں اور کہا ایک
کا نام عبداللہ ہی ہے یا ان کا بیٹے کچھ اور نام بھی رکھا تھا آپنے فرمایا ہاں اور بھی نام ہے
پوچھا وہ کون نام ہے آپنے کہا احمد یہ سنکر وہ لپٹ گئے اور لوگوں سے کہا کہ کہ ہمارے سید احمد
آئے پھر تو تمام لوگ اپنے بیگانے مسجد میں جمع ہو گئے پھر آپکی والدہ شریفہ سے کہا کہ میر احمد
آپکے بیٹے مسجد میں آئے مگر فقیر ہو کر آئے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جلد میرے پاس لاؤ وہ کس
صورت میں ہوں پھر سب ملکر آپکو مسجد سے مکان میں لیگئے آپکی والدہ شریفہ دیکھتے ہی اسباب گیروی
اور سفید کپڑے منگوائے اور کہا کہ کرتے اور ٹوپی کو اوتار کر یہ کپڑے پہنو آپنے وہ کمل
کا کرتہ اور ٹوپی و تسمہ اوتار کر دیوار میں ایک میخ گڑی تھی اسپر رکھدیا اور فرمایا کہ خبردار اسکو
کوئی ہاتھ نہ لگاوے اور گھر کی سفید پوشاک پہنی پھر کئی روز کے بعد ایک دن مولوی
سید محمد صاحب مرحوم مغفور آپکا تاج مبارک اپنے سر پر دہر کر مسجد میں تشریف لائے اور فوراً
آتے ہی بے ہوش ہو گئے لوگوں میں شور اٹھا کہ مولوی محمد علی صاحب بے ہوش ہو گئے حضرت
امیر المومنین رح نے سنا تو گھر میں جا کر دیکھا کہ ٹوپی نہیں جلد مسجد کو دوڑے اور مولوی
صاحب کے سر سے وہ ٹوپ اوتار لیا اور پانی پر کچھ پڑھکر مولوی صاحب کے چہرہ پر چھینٹا مارا

بعد کچھ دیر کے افاقہ ہوا آپنے فرمایا میں نے اس روز منع کر دیا تھا کہ کوئی میرا لباس نہ چھوئے تم نے کیوں
یہ ٹوپی سر پر دھرا اگر مجھکو خبر نہوتی تو تم ہلاک ہو جاتے مولوی صاحب نے کہا حضرت یہ حال مجھکو اصلا
معلوم نہ تھا ورنہ کاہے کو پہنتا بعد چندے روز کے مولوی صاحب موصوف نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے
عرض کیا کہ مجھکو آپ بیعت کریں اور کچھ علم تصوف تعلیم فرماویں حضرت نے عذر کیا اور کہا ابھی میں کسی کو مرید
نہیں کرتا ہوں اور جو کچھ میں تمکو تعلیم کرونگا اوسکی برداشت تم سے نہ ہوسکیگی مولوی صاحب نے تا کئی
روز اس امر میں دوڑتے رہے اور حضرت انکار کیا کئے پھر ایک دن حضرت نے فرمایا کہ تم اس بات کے
بہت دوڑتے ہو خیر پیشتر آج چھوڑا باغ کے مقبرے میں لوٹا پانی لیکر چلو تم کو کچھ تعلیم کریں گے
پھر مولوی صاحب پانی لیکر آپکے ساتھ اوس باغ کے مقبرے میں گئے وہاں آپنے انکو مرید کیا اور توجہ دیا
توجہ کا گرمی سے بیتاب ہوکر بے ہوش ہوگئے اور چلانے لگے کہ جلا اور مرا حضرت نے جلد اپنے دست
مبارک سے اونکے چہرے پر پانی کے کئی چھینٹے مارے مولوی صاحب ہوش میں آئے اور وہ سوزش و گرمی
طبیعت کی موقوف ہوئی آپنے فرمایا اسی سبب سے میں کہتا تھا کہ تم سے اسکا تحمل نہو سکیگا ۔
قصبہ رائے بریلی سے قریبا دو کوس کے پچھم اور دکن کے کونے میں موضع دوڈر ہے وہ موضع
اول حضرت امیر المومنین جو کے آبا و اجداد کی جاگیر میں تھا مگر نواب سعادت علیخان نے اسکو

اپنے زمانہ میں ضبط کر لیا اور اس موضع میں ایک زمیندار تو کچھ نام قوم کنبی رہتا تھا اور اسکو حضرت
نہایت محبت تھی اکثر آپکی ملاقات کو آتا تھا اور جیسے وقت حضرت سے کہتا میں آپکا چیلا ہوں اگر
چہ ہندو ہوں سو ایک دن اسنے حضرت کے مریدوں کو مراقبہ میں بیٹھے دیکھا اور بعد فراغ مراقبہ کے پوچھا
تم لوگ کیا کیا کرتے ہو وہ کہتے ہم تمکو کیا بتائیں کہ کیا کیا کرتے ہیں تم اسکا حال ہمارے حضرت
امیر المومنین صاحب سے پوچھو وہ تمہاری تسلی کر دینگے اور بتا دینگے پھر اسنے ایک دن یہ سوال
حضرت ممدوح پر فتوح سے کیا کہ آپکے مرید لوگ چادریں اوڑھکر اکیلے اکیلے بیٹھکر کیا کیا کرتے
ہیں حضرت نے فرمایا اپنے اللہ کو یاد کرتے ہیں اسنے کہا کہ اللہ کو یاد تو اور طرح کرتے ہیں
مسلمانوں کو دیکھا ہے یہہ یاد کرنا کس طور کا ہے آپنے فرمایا ایک طور یاد کرنیکا یہ بھی ہے
اور اسکا طریقہ تو تمہارے یہاں بھی یاد الہی کرتے ہیں اوسنے کہا حضرت میں تو آپ کا چیلا ہوں
یہ مجھکو بھی سکھا دو آپنے کہا بہت خوب ہم تمکو بھی سکھا دینگے اسنے کہا تو آج آپ مجھکو سکھا دیں
آپنے میاں عبداللہ سے کہا کہ یہ لکھپت ہمارے ٹھکانے کے پاس میں اور ہم سے دوستی نہایت رکھتے ہیں انکو
ایک گوشہ میں الگ بٹھا کر آپ توجہ دو اور جو کچھ توجہ میں معلوم ہو ہم سے آکر بیان کریں تب میاں
عبداللہ صاحب نے اسکو مسجد کی چھت زینہ کی آڑ میں بٹھا کر توجہ دیا پھر بعد فراغ توجہ کے پوچھا

کہ تم نے کچھ دیکھا اُسنے کہا بہت کچھ دیکھا چلو حضرت سے بیان کرو اُسنے کہا کہ ایک بار مجھکو پھر توجہ دو
تو میں بیان کروں اونہوں نے اسوقت پھر توجہ دیا اور پوچھا اب کی بار بھی کچھ دیکھا اُسنے کہا ہاں
کہ اب کی بار بھی دیکھا مگر مجھکو کچھ شبہہ سا پڑتا ہے ایک بار پھر توجہ دو تب میں چلکر بیان کروں
اونہوں نے پھر توجہ دیا اور حضرت رحمۃ علیہ کے پاس لیگئے مگر اسوقت اسکی آنکھوں میں
آنسو تھے جیسا کوئی رونے پر تیار ہے حضرت نے اسکو اپنے سامنے بٹھایا اور پوچھا کہو یار تو نے بھی
تم نے کیا دیکھا اُسنے کہا حضرت میں نے تو سب کچھ دیکھا کہانتک بیان کروں آرام جی کرسی جی
اور چھادو جی اور اونکے سوا اور ونکو بھی دیکھا یہ تو حضرت بہت اچھی بات ہے حضرت نے کہا
کہ تم نے انکو دیکھا تو مگر کچھ پوچھا بھی کہا حضرت پوچھا تو کچھ نہیں مگر اب کی بار جو مجھسے
فرماؤ وہ پوچھوں آپنے فرمایا اب کی بار جو ملاقات ہو تو یہ اُنسے پوچھو کہ دین حق کونسا ہے پھر وہ جو
تم سے کہیں ہمسے آکر خبر کرنا اور فرمایا اب تو اپنے گھر جاؤ اور دن بھر آنا پھر وہ اپنے گھر گیا دوسرے دن
آکر پھر حاضر ہوا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر میاں عبداللہ سے فرمایا کہ آج انکو پھر توجہ دو اور میاں
اونہوں نے اسی طور بٹھلاکر پھر توجہ دیا اور پوچھا آج بھی کچھ معلوم ہوا اُسنے کہا ہاں معلوم ہوا مگر پھر توجہ
دو اونہوں نے پھر توجہ دیا پھر اوسنے کہا ایکبار اور مجھکو توجہ دو پھر میں حضرت سے چلکر بیان کروں

اونہوں نے پھر توجہ دیا اور حضرت کے پاس گئے آپ نے فرمایا کہو یار کچھ بایزید اُسنے کہا حضرت
میں نے آج اُنکو دیکھا بھی اور جو کچھ پوچھنا تھا سب پوچھ لیا مگر یہ بیان اور دن کرونگا آپ نے کہا
تمکو اختیار ہے جب چاہو بایزید دوسرا تیسرے دن پھر آیا اوسدن حضرت نے حاجی صاحب پیر محمد کو
فرمایا کہ آج تو کہو تم توجہ دو اُسدن اونہوں نے توجہ دیا اور اسکو حضرت کے پاس لے گئے آپ نے پوچھا
بایزید اونہوں نے تمہارے سوال کا کیا جواب دیا اُسنے کہا کہ میں نے سب اپنے دیوتاؤں کو
با خوبی دیکھا اور ملاقات کی اور سب سے پوچھا کہ مجھکو بتاؤ تمہارے نزدیک سچا دین کون ہے
سب نے یہی جواب دیا کہ دین مسلمانوں کا سچا ہے اور تم لوگ گمراہی اور غلطی پر ہو اور
جو تم سب لوگ اس زمانہ میں بت پرستی کرتے ہو یہ ہم نہ کرتے تھے اور نہ کسی کو تعلیم کیا اگر
تمکو اپنی نجات آخرت درکار ہو تو انکا کہنا مانو ورنہ تم جانو حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ
علیہ نے پوچھا کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے اُسنے کہا میں تو آپ کا ہندو چیلا ہوں مجھکو اسی
طرح رہنے دو آپ نے فرمایا کہ دین حق اور دین باطل دونوں تمکو تمہارے ہی دیوتاؤں کی
زبانی معلوم ہوگئے اب جسکو چاہو قبول کرو ہدایت و ضلالت اللہ کے اختیار میں ہے مگر وہ
اپنے ہی طور پر رہا کھلکر مسلمان نہ ہوا اور حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ سے کمال دوستی

رکھتا تھا جہاں کہیں سیر کو تشریف لیجاتے وہ بھی ساتھ ہوتا جب آپ جہاد کو روانہ ہوئے
اس شہر تک وہ بھی آیا اور اس کے آگے بھی ارادہ تھا حضرت نے فرمایا کہ تو کچھ اگر تم کھلکر
ہمارے دین پر ہو جاؤ تو ہمارے ساتھ چلو تمکو فائدہ ہوگا ورنہ تم اپنے گھر چھوڑ کر کہیں مت جاؤ پھر وہ
یہاں سے اپنے گھر گیا ۔ قصبہ رائے بریلی کے محلہ کے دروازہ ایک روز میں میاں عبداللہ صاحب کے ساتھ
کچھ سودا لینے گیا وہاں ایک بقال کی دوکان پر بیس بائیس برس کی عمر کا ایک لڑکا بیٹھا ملا
ہم دونوں سے پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو اور کیا کام کرتے ہو ہم نے کہا کام تو کچھ نہیں کرتے
یہاں ایک سید ہمارے پیر و مرشد ہیں انہیں کی خدمت میں رہتے ہیں اور وہیں کھاتے پیتے ہیں یا
باقی اللہ اللہ کیا کرتے ہیں تم اپنا حال بتاؤ کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اس نے کہا میں گجرات
کے سیٹھ کا بیٹا ہوں اور وہیں سے آیا ہوں بنارس مرزاپور وغیرہ میں میرے باپ کی کوٹھیاں ہیں
مگر میں اس بقال کی ملازمت میں ہوں بس اس وقت ہم سے اور اس سے اتنا ہی کلام ہوا پھر ہم سودا لیکر
مسجد میں آئے حضرت امیر المؤمنین رحمۃ اللہ علیہ نے ہم دونوں سے پوچھا کہ آج تمکو کوئی
شخص ملا تھا ہمارا خیال اس وقت اس کی طرف نہ گیا ہم نے کہا بہت لوگ ملے تھے مگر
آپ کسکو پوچھتے ہیں حضرت نے کہا خیر ایک شخص تمکو ملیگا اسکو ہمارے پاس لانا کہ یہ بات سنکر دبا

ہم نے پوچھا کہ آپ اسکو کہتے ہیں وہ شخص حضرت نے کچھ نشان اور پتہ اسکا نہ بتایا تو نہیں تحمل فرمایا
کہ تمکو کوئی بازار میں ملیگا اسکو اپنے ساتھ لیتے آنا ایک روز پھر ہم دونوں شخص کچھ سودا لینے
بازار میں گئے اسی بقال کی دکان پر پھر اُسی گنگ سین سے ملاقات ہوئی پھر وہ ہم سے حضرت رحمۃ
اللہ علیہ کا حال پوچھنے لگا ہم دونوں نے خیال کیا کہ شاید اسی شخص کو حضرت نے فرمایا ہے
جو کچھ اُسنے ہم سے پوچھا ہم نے بیان کیا اور کہا کہ گنگ سین جی آج تم بھی ہمارے ساتھ حضرت
کی ملاقات کو چلو اُسنے کہا کہ ہاں میرا بھی دل چاہتا ہے آج میں ضرور تمہارے ساتھ چلونگا
پھر جب ہم بازار سے سودا لیچکے وہ ہمارے ساتھ آیا ہم نے اسکو مسجد کے باہر املی کے درخت
کے نیچے بٹھایا اور جاکر حضرت کو اطلاع کی ایک ایسے ایسے شخص کو ہم لائے ہیں سو وہ املی کے
نیچے بیٹھا ہے آپنے کہا اُسکو یہاں لاؤ جب ہم اسکو لینے کو چلے پھر آپنے فرمایا ہم ہی اسکے
پاس چلتے ہیں پھر آپ مسجد سے اُٹھکر وہیں گئے اور اسسے ملاقات کرکے اسکا حال پوچھا
اُسنے کہا کہ میں اپنے وطن گجرات سے اس نیت سے چلا تھا کہ کہیں جاکر مسلمان ہوؤں
جب میں شہر کوٹہ میں آیا وہاں ایک قاضی صاحب تھے میں نے ارادہ کیا کہ یہاں مسلمان ہوں
مگر طبیعت نہ رجوع ہوئی پھر میں وہاں سے اس طرف آیا یہاں تک کہ آج آپکے قدم دیکھے

اب میاں خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اس نعمت سے مجھکو شرف یاب کرے حضرت رحمۃ اللہ
علیہ نے مجھے اور میاں عبد اللہ سے فرمایا کہ انکو مسجد کی چھت پر لیجاؤ ہم دونوں اسے چھت پر لیگئے
پھر حضرت بھی وہیں تشریف لائے اور ہم دونوں کو نیچے اتار دیا اور ایک آدمی مسجد کے زینہ پر
بٹھا دیا کہ اسوقت کوئی یہاں چھت پر نہ آوے پھر خدا جانے حضرت اور انمیں کیا
کیا کلام ہوا مگر جسوقت حضرت اوسکو نیچے لیکر تشریف لائے اوسوقت وہ شخص مسلمان تھا پھر
حضرت کے فرمانے سے ہم نے اسکو ندی میں نہلایا اور ایک شخص فتح محمد نام لشکر کے بال بنانے
والے نائی تھے انہوں نے اونکے بال مونڈے پھر ہم لوگوں میں سے کسی نے پائجامہ کسی نے
دوپٹہ کسی نے کچھ سہ وغیرہ دیا اور انکو پہنا کر حضرت کے پاس لیگئے میاں عبد اللہ صاحب نے حضرت
سے پوچھا کہ کچھ اب انکا نام رکھدیں آپنے فرمایا کہ جو تمہارا نام ہے وہی نام ہم نے انکا
رکھا اور آج گائے کا گوشت انکو کھلاؤ اور حاجی عبد الرحیم صاحب حجرہ کے پاس ایک حجرہ انکو
دیا کہ اسمیں رہا کرو پھر چند روز کے بعد انکا ختنہ کرایا خدا تعالیٰ نے ایسی عادت سے انکو کیا
مسلمان دیندار متبع سنت کیا نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز تہجد اشراق چاشت وغیرہ ہمیشہ
پڑھتے تھے پھر وہ حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد کو گئے اور ہمیشہ تک وہاں میں رہے

یہاں تک کہ بعد لڑائی بالاکوٹ کے کئی سال شیخ ولی محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ رہے جب شیخ
صاحب ممدوح وہاں سے ہندوستان کو آئے تب وہ اور میاں عبداللہ اوسی ملک میں رہ گئے تب سے اونکا حال
نہیں معلوم کہ اب زندہ ہیں یا وفات کر گئے واللہ اعلم —

جس روز حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ شاہجہان آباد سے آکر تکیہ رائے بریلی میں
مع الخیر داخل ہوئے اوسکے دوسرے دن مجھکو فرمایا کہ قصبہ رائے بریلی میں ایک مجذوب علی مرد شاہ کہتے ہیں
انسے ہمارا سلام کہہ آؤ میں نو وارد قصبہ رائے بریلی سے واقف نہ تھا کہ کون طرف
اور کتنی دور ہے اور وہ مجذوب صاحب کونسے محلہ میں کسطرف رہتے ہیں تب حضرت سے پوچھا کہ بریلی
کسطرف ہے اور وہاں وہ شاہ صاحب کس محلہ میں رہتے ہیں تب انہوں نے بریلی کا راستہ تو بتلا دیا کہ اوس طرف
جاؤ مگر شاہ صاحب کا مکان مطلقاً تحقیق نہ تھا فرمایا وہاں جاؤ وہ تمکو مل جائینگے غرض میں
اسطرف کو گیا چلتے چلتے بیچ بازار کے قریب پہونچا وہاں ایک دیوانہ فقیر ننگا مادرزاد بدن ایک ٹھیکرا
ہاتھ میں پکڑے چہل قدمی کر رہا تھا اگرچہ شہر میں آیا تھا مجکو خیال آیا کہ شاید وہی مجذوب
ہیں پھر نزدیک جا کر میں نے کہا شاہ صاحب ہمارے سید احمد صاحب نے آپکو سلام کہا ہے اور
خیروعافیت مزاج کی پوچھی ہے یہہ کلام مجھسے سنکر وہ بھاگے وہاں سے تھوڑی دور اونکا گھر تھا

اسیں گھس گئے میں بھی ان کے پیچھے اس مکان میں چلا گیا اور ہمارا ایک خادم سید شاہ نام تھا
کہا میرا لوٹا بھر دو بھر دے ہمارے میاں صاحب کا آدمی آیا ہے انہوں نے لوٹا بھر دیا بادشاہ صاحب نے
اس کو کہا وہ اسیر بھی شہر میں اسیر ہو گیا پھر تھے سید شاہ نے کہا کہ جلد دوکان کی
گھوڑی کا کیا کر میاں صاحب کے آدمی کو دے انہوں نے پان اور لونگ شکر میں پیش کیں بازار سے آدمی
تو میں کیا جا کر بازار سے لا کر اسی واسطے پان بازار سے لا کر خشک تھا جو پیسہ ڈالا جھکو دیا
پیش جا ب لیا پھر وہ شاہ صاحب شہر بازار گئے کہ میاں صاحب تو کل دو پہر آئے اور شام تک
آیا کئے میاں صاحب بہت جلدی کا تر لاکھ دو لاکھ سے ہیں لاکھ بھی انشاء اللہ کر لیں بار کئے اور کہا
میاں صاحب ہمارا سلام کہنا ہم بھی کل میاں صاحب کی ملاقات کو آئیں گے پھر میں آپ سے رخصت
ہو کر حضرت امیر المومنین کے پاس آیا اور ان کا سلام پہنچایا اور کہا وہ بھی آپ کے ملنے کو
کل آویں گے دوسرے روز کوئی چار گھڑی دن چڑھے وہ مجذوب ایک ہاتھ کا نجل میں دابے
اور لوٹا ہاتھ میں پکڑے دور سے نمودار ہوئے کہتے حضرت سے کہا کہ ایک مجذوب فقیر
آتے ہیں آپ نے فرمایا انکو میاں فتح بنگلہ میں جا کر بٹھاؤ پھر لوگوں نے انکو بنگلہ
میں بٹھایا پھر حضرت رح بھی وہیں تشریف لے گئے اور بنگلہ کا دروازہ بند کر کے

درویش لوگ رہتے ہیں سواونکا مزار پرانوار یہاں وہیں ہے اور انہیں کے پوتے پڑپوتے مزار فیض آثار کی
مجاور اور مجاور ہیں ان بزرگ مرحوم و مغفور کا حال اونکے زمانہ حیات میں جو کچھ تھا حقیقت
اسکی خدا کو معلوم ہے مگر حسن ظن میرا یوں ہے کہ موافق سنت نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہوگا
مگر فی زمانہ ونکے سجادہ نشین میاں کریم عطا جب تھے سنت و اعمال خلاف شرع کرتے تھے چنانچہ موسم
عرس میں انکے مزار پرانوار کے قریب قوال اور سردے گاتے بجاتے ہیں اور انکے مرید اہل کو وجد
حال ہوتے ہیں اور کوزے عطروں میں بالی بھر کر تمام مرید جمع ہو اپنے سروں پر رکھکر گاتے بجاتے
مرقد مبارک مزار پر جاتے ہیں اور اس خرافات واہیات کو بہتر کے طور کہتے ہیں جن روزوں حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ ودیعۃ تشریف فرما ہوئے تھے وہاں موسم عرس کا تھا انہوں نے اس طریقہ خرافات
واہیات کو دیکھکر کریم عطا صاحب جو وہاں کے سجادہ نشین تھے بطور وعظ و نصیحت فرمایا کہ
تم لوگ درویش ہادی دین ہو تمہارے قوال و افعال عوام الناس دیکھتے اور تقلید کرتے ہیں
یہ جو تم ہر سال ایام عرس سے کرتے ہو اور اسکے اندر انواع منہیات شرعیہ ہوتی ہیں تمہیں معلوم ہے
کہ کیا یہ طریقہ موافق سنت سنیہ کے ہے یا مخالف اگر موافق ہو تو ہم بھی ولی ہوکر
کرنا چاہئے انہوں نے کہا ہم رسالہ جواب پھر کسی وقت آپ سے ملاقات کرینگے بتاوینگے پھر دوسرے روز

حضرت علیہ الرحمۃ نے مولانا عبدالحی صاحب کو ان کے پاس بھیجا کہ وہ اس امر میں جا کر سمجھا لیں
آپ فرماتے تھے مولانا ممدوح ان کے پاس گئے اور کچھ گفتگو اس امر میں کی وہ صاحب اسکی جوابدہی
میں بند ہو گئے ان کے ایک خاص مرید ان کے مکان میں تھے کہا پورا ہونے مولانا مرحوم کیا
دیکھنے کا وقت آیا اب یہ گفتگو کسی اور وقت پر رکھیے آپ نے کہا بہتر اور کسی وقت سہی
پھر مولانا صاحب وہاں سے چلے آئے پھر بعد نماز عصر کے کریم اللہ صاحب ایک آدمی حضرت علیہ الرحمۃ کے
پاس بھیجا اور کہا کہ ہمارے میاں صاحب نے آپکو سلام عرض کیا ہے کہ آج ہم سے اور مولانا عبدالحی
صاحب سے کچھ باتیں ہوئی ہیں مگر ہم آپکی ملاقات سے بہت زیادہ مشتاق ہیں کہ کچھ کلام
حدیث انبیاء انکی زبان بعض ترجمان سے سنیں اور کچھ آپکی خدمت مسعود میں ہم بھی
عرض کریں یہ حضرت نے ان آدمی سے کہا کہ ہمارا بھی سلام اپنے میاں صاحب کو کہنا اور جو کچھ
مولوی صاحب نے کہا ہے بہت خوب ہے کسی وقت ہم انکی ملاقات کو آویں گے پھر حضرت ریساں کے
مکان پر گئے اور جو کچھ ان سے ہوا تھا حضرت علیہ الرحمۃ سے بیان اور جو ان کے پاس بیٹھے وغیرہ کہتے تھے کہ
آپ نے ہر بات کا انکو ایسا خوب جواب دیا کہ پھر انکو جگہ گفتگو کی نہیں رہی البتہ اتنا جواب
ہو کر اتنی بات کہا کہ معروف سے ہو گئے ایک کچھ لوگ ہیں منصفی کی راہ سے حق ہے مگر ہم کیا کریں

جو کچھ ہم نے سنا تھا بیشک ہو بہو پایا آپ نے بڑا مہربانی کا اور پھر انکو رخصت کیا اور نیچے لوگوں سے فرمایا

کہ ہم اس گناہ گار کو کہتے تھے مگر اس نے یہ کچھ نہ سنا اور نہ سمجھے تو یہ کہا تھا سو اسپر اتنے میں گھر گیا پھر اسکو

آپنے زمین میں دفن کر دیا اور فرمایا عجیب بات تھی وہ ایسی کچھ اور کہیں بھیجے یا آپ لاؤ مگر

اللہ تعالےٰ نے اسکا کاروبار سست اور بیکار کر دیا اور اسکے کاروبار سست ہو گئے اور سب تباہ و

خوار اس شہر میں اسکے کارخانے بھی درہم برہم ہو گئے اور اس شہر کی وہ ملکیت واللہ تعالےٰ

نے سانحہ کر کے مسمار کر دیا [illegible] ایک درجہ [illegible] دیا اور [illegible] آپ کا مزاج پوچھا

اور میں عرض کیا ہے کہ اگر آپکو کچھ تکلیف ہو تو ہم کسی وقت آپکی عیادت کو آویں حضرت

علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تمہارے آنے کی تکلیف ہوگی ہم آپ ہی کسی آدمی بھیجے دیں گے کہ اس

عرصہ میں میں آگئے قریب ہوا انہیں میاں جی سے کہیو کہ سید صاحب بیٹھے ہیں کہ ہمکو کسی طرح کی تکلیف

نہ ہوگی آپ شوق سے جب چاہیں تب آئیں ہم بھی گستاخ میاں جی کہ جیسے کہ مشتاق ہیں پھر انکو رخصت

کیا پھر ایک روز رشید و سید جیلی سانحہ اور اکثر لوگ بھی میں حاضر تھے الحمد للہ اس قسم کی

مشقت کچھ بتا یا میرا حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لیکر آپ حاضر ہوا اور وہ جو کچھ دیکھا دکھا کر نذر آپکے

نذر سے اور کچھ دیر تک باتیں کرتا رہا پھر کہا میں آپ سے خلوت میں کچھ باتیں کرونگا آپ نے فرمایا بہتر

اور مسجد کے قریب ایک حجرہ تھا اسمیں رہنے لگے پھر کچھ کچھ دیکر باہر آئے اور اس گسائیں نے کہا کہ اب
تو میں ضعیف ہو رہا ہوں پھر کس وقت آؤنگا پھر لڑکا اسکے حضرت نے فرمایا کہ جب یہ گسائیں
تیرے پاس آکر بیٹھا اور اپنی نسبت کو میری نسبت پر غالب کرنا چاہا اور مجھکو اس بات کا
کچھ خیال نہ تھا پھر یہ حال مجھکو معلوم ہوا کہ یہ تھی اپنی نسبت کو کہ لاحول اللہ وقوۃ اسکی طرف
متوجہ کیا اسی وقت وہ مغلوب ہو کر گھبرایا اور کہا میں آپ سے کچھ خلوت میں باتیں کروں گا
پھر وہاں خلوت میں جا کر اس گسائیں نے کہا کہ آپ کچھ مجھکو بھی تعلیم فرمائیں اور اپنی نسبت کی
بڑی قوی ہے میری نسبت کو انکی نسبت سے کیا نسبت آپ بڑے زبردست لوگ ہیں تھوڑی تعلیم مجھکو
کیا کروں گا مگر بہتر جو کچھ تمہاری قسمت میں ہوگا دیکھ لیا پھر میں نے اسکو توجہ دیا اور
پوچھا کہ جو تم کو معلوم ہوا ہو بیان کرو پھر جو کچھ اس نے دیکھا بیان
کیا اور بہت راضی ہوا اور کہا کہ آپ سے کچھ اور ہی حاصل کرونگا اور آپ
جب اس شہر بنارس کی سرحد میں داخل ہوئے تھے اسی وقت سے
میرے سحر اور کاروبار میں خلل واقع ہونے لگا میں نے جانا کہ اس
شہر میں شاید کوئی گسائیں مہا پرس یعنی بڑا زبردست صاحب نسبت

آیا ہے اُسی کی نسبت تو ہی سے یہ خلل میرے کاروبار میں واقع ہوا مجکو معلوم نہ تھا کہ کوئی بزرگ مسلمانوں میں سے ہے۔ پھر جب آپ کا حال مجکو معلوم ہوا تب میں نے واسطے خبر کے اپنے چیلے کو بھیجا یہ بیان کرکے آپ نے مولانا عبدالحئی صاحبؒ سے پوچھا کہ مولانا صاحب اس گشائیں کی شیرینی کا کیا فتویٰ ہے اس پر وہ کچھ سحر کرکے لایا ہے اس کو لوگ کھاویں یا نہ مولانا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس کا فتویٰ آپ ہی کو خوب معلوم ہے میں اس امر میں کچھ نہیں جانتا پھر حضرت نے اس شیرینی کو حفاظت سے الگ جگہ رکھوا دیا پھر دوسرے دن بعد نماز فجر کے آپ نے مسجد میں ایک چادر بچھوائی اور اس پر شیرینی جا بجا رکھوائی اس اثنا میں کسی نے کہا کہ حضرت اس میں تھوڑی شیرینی برائے امتحان پہلے کسی کتے کو کھلوائیے جو کچھ سحر وغیرہ ہوگا معلوم ہو جاویگا آپ نے فرمایا بھائی صاحب کیا کتے کو اپنی جان پیاری نہیں ہے جو نقصان کے امتحان کے واسطے اسکو کھلاویں کسی بات کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ نے اس کے سحر کو اس پر سے ہٹا لیا اب تم سب بے خطر کھاؤ پھر سب نے وہ شیرینی بخوبی

کھائی اور یہ بھی حضرت نے فرمایا کہ اس شہر میں ہمارے آنے کے
سبب گسائیوں کے کار و بار سحر اور استدراج کے معطل اور
بیکار ہو گئے اب اُن سے کچھ نہیں ہو سکتا بعد اس کے دوسرے روز
وہ ہی گسائیں پھر آیا پھر حضرت علیہ الرحمۃ اس کو خلوت میں لے گئے اور
بعد کچھ دیر کے وہاں سے آئے پھر جب وہ گسائیں رخصت ہوا تب حضرتؒ
نے کہا کہ جو حال میں نے کہا تھا وہی آج اس گسائیں نے آکر ہم سے بیان
کیا کہ اگلے دن جب میں آپ کے پاس سے اپنے مکان کو گیا تب اس شہر کے
دو دو تین گسائیں مہاپرس میرے پاس آئے اور کہا کہ گرو جی یہ کیا
سبب ہے کہ کئی روز سے ہمارا سحر اور استدراج بالکل بیکار اور نکما
ہو گیا میں نے ان سب کو جمع کیا کہ جدا جدا میں کس کو کس کو جواب
دوں جب سب گسائیں آچکے تب میں نے ان سے کہا کہ تمہارا تو
کارخانہ بند ہی ہو گیا خود میرے کاروبار کا بھی یہی حال ہے اور سبب
اس کا یہ ہے کہ اس شہر میں کئی روز سے ایک سید صاحب آئے ہیں
ان کی نسبت کی پر تو سے یہ ہمارا تمہارا کارخانہ درہم برہم ہو گیا

ہے اور جبتک وے اس شہر میں رہینگے یہی حال رہیگا بعد
جانے ان کے پھر بھی دکھنا چاہیئے کہ یہ کاروبار ہمارا تمہارا
جاری ہو یا نہ ہو اور اگر پھر جاری ہوگا تو انھیں کی توجہ اور
مہربانی سے ہوگا۔ اب پھر ہم ان کے پاس جاوینگے جیسا کچھ ہوگا
تم سے کہیں گے بعد اس کے دوسرے دن وہ گسائیں پھر آیا اور
پھر حضرت نے خلوت میں لیجا کر اُس کو توجہ دیا اور اُس نے
حضرت سے کچھ باتیں کیں پھر وہاں سے رخصت ہوا حضرت نے فرمایا
کہ آج یہ گسائیں اس بات کا شکوہ کرتا تھا کہ اس شہر میں جبتک
ہمارا کاروبار جاری تھا ہم کو بھی فائدہ تھا اور لوگوں کو بھی
اور لوگ ہمارے معتقد تھے اور اب کچھ کام چلتا نظر نہیں آتا
اس سبب سے اب ہمارا رہنا بھی معلوم نہیں ہوتا اگر آپ مہربانی
کریں تو بہتر نہیں تو ہم لوگ یہاں سے اور کہیں چلے جاوینگے
میں نے کہا گسائیں جی اس امر میں میرا کیا اختیار کہ تمہارا کاروبار

ہوگا یا نہ ہوگا تمہارا کارخانہ جدا ہمارا کارخانہ جدا مگر ہمارا کاروبار جو تم سیکھو تو البتہ اس کا شکوہ کرنا لائق ہے اُس نے جانا کہ میں ان کا طریق اختیار کرنے کا نہیں پھر یہ معاملہ کیونکر دُرست ہو آخر کو آج نا اُمید ہوکر وہ چلا گیا بعد اس کے دوسرے تیسرے روز اُس نے ایک اپنے چیلے کو بھیجا اس نے حضرت سے آکر کہا کہ ہمارے گروجی نے آپ کو سلام کیا ہے اور کہا ہے کہ اب ہماری یہاں سے جانے کی تیاری ہے پھر یہ حال نہیں معلوم کہ وہ وہاں سے چلا گیا یا رہا مگر حج کو جاتے ہوئے جب حضرت علیہ الرحمۃ بنارس میں تشریف لے گئے اور وہاں لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا کچھ پتہ نہ ملا واللہ اعلم بالصواب' پھر مولانا عبدالحئی صاحب نے کئی روز اس مسجد میں وعظ فرمایا بہت لوگ مسلمان شہر کے خصوص اُس محلہ کے مسلمان گندی گر اور دھوبی وعظ سننے کو آئے اس عرصہ میں

جو ان مسلمانوں کے وہاں ایک پیر تھے اُنہوں نے حضرت کے
آنے اور لوگوں کے رجوع ہونے کا حال سُنا تو ایک رنگین رومال
اور کچھ مٹھائی کے الاچی دانہ اپنے خادم کے ہاتھ حضرت
کو بھیجے اس خادم نے حضرت سے آکر کہا کہ ہمارے فلا نے
پیر و مرشد نے یہ تبرک آپ کو بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ
جو آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں مفید نہ ہوگا یہ تمام
لوگ ہمارے مرید ہیں اور یہاں کا رویہ آپ کو معلوم نہیں
اگر آپ کچھ فتوحات حاصل کرنے کو آئے ہیں تو ہم سے آکر
ملاقات کریں پھر جو ہم اس کی تدبیر بتاویں وہ آپ عمل میں
لاویں تب تو البتہ کچھ حاصل ہوگا والا آپ مختار ہیں۔ یہ
خرافات واہیات اس خادم کی زبانی سُن کر ہمارے لوگ
آپس میں ہنسنے لگے جب وہ خادم تبرک دے کر رخصت ہوا
تب کئی صاحبوں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ اگر اجازت

ہو تو ہم دو چار شخص جا کر ان پیرزادے صاحب سے ملاقات کریں اور دیکھیں کہ ان کا کیا طور طریق ہے آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے جاؤ پھر مولوی وحید الدین صاحب سادہ غریبوں کا لباس پہن کر اور کئی آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر ان کے مکان پر گئے اور اُن سے ملاقات کی اُنھوں نے پوچھا کہ آپ ہی اس شہر میں تشریف لائے ہیں اور لوگوں سے بیعت لیتے ہیں مولوی صاحب نے کہا وہ ہمارے پیر و مرشد ہیں ہم تو ان کے ادنیٰ مریدوں میں ہیں، لوگوں سے آپ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ سُن کر آپ کی ملاقات کو آئے ہیں کہ آپ ہم کو کچھ تعلیم فرماویں اُنھوں نے کہا کہ بہت خوب جو کچھ دعا تعویذ حاضرات وغیرہ ہم کو معلوم ہے بتا دینگے۔ مولوی صاحب نے کہا آپ کو توجہ دینا دینا بھی آتا ہے کہا ہاں کیوں نہیں آتا مولوی صاحب نے کہا کہ مجھکو اپنے سامنے بٹھا کر آپ توجہ دیویں پھر توجہ دینے کو اُنھوں نے مولوی صاحب کو بٹھایا اور توجہ دینے لگے اسی

حال میں مولوی صاحب نے اپنی نسبت کا پرتو اُن پر ڈالا
وہ بیہوش ہو کر ہو حق مچانے لگے اور اُچھلنے لگے پھر مولوی صاحب
نے ان پر اپنا ہاتھ رکھا وہ ہوش میں آئے اور بہت گھبرائے
اور شرمندہ ہو کر کہنے لگے کہ یہ تم نے ہم پر کچھ عمل سفلی کر دیا اُس
سے ہم بیہوش ہو گئے سو ہم تو ایسے شعبدوں کے معتقد نہیں
ہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ واللہ ہم نے تو سفلی عمل آپ پر کچھ نہیں
کیا اور ہم تو آپ سے فائدہ اُٹھانے کو آئے تھے آپ یوں فرماتے
ہیں اور کسی وقت آپ ہمارے پیر و مرشد کی ملاقات کو تشریف
لے چلیں، تو وہاں بھی ہم آپ سے فائدہ اُٹھاوینگے اور اسی
طرح کی شیریں گفتگو سے ان کو راضی کیا پھر رخصت ہو کر
اپنے مقام پر آئے اور یہ تمام حال حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ
سے بیان کیا پھر دوسرے روز بعد نماز فجر کے کچھ دن چڑھے
وہ پیرزادے صاحب حضرت کی ملاقات کو آپ آئے

حضرت نے ان کو بہت عزت اور احترام سے سمجھایا اور
عافیت مزاج کی پوچھی انہوں نے حضرت علیہ الرحمہ کو اور
ان کے آدمیوں کو دیکھا اور اُن کی گفتگو سنی ہوش پراں
ہوئے کہ یہ لوگ تو اور ہی قسم کے ہیں اور انہیں کے دو چار
مرید جنہوں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس وقت حضرت
کے لوگ ان کو توجہ دے رہے تھے مگر ان کو انہوں نے نہیں
پہچانا کہ یہ ہمارے مرید ہیں یہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ
سے باتیں کرنے لگے اور اپنا حال بیان کرنے لگے کہ حضرت سلامت
ہماری تو وجہ معاش یہ ہے کہ تمام مریدوں کے یہاں چھ ماہی
مقرر ہے کوئی ایک روپیہ کوئی دو روپیہ کوئی کم سوا دیتا
ہے اور یہ لوگ پیشہ ور ہیں ان سے پنجوقتی نماز کہاں ہو سکتی
ہے اسی کی معافی میں یہ ہم کو چھٹے چھ ماہیہ موافق مقدور کے کچھ
زر نقد نذر کرتے ہیں مگر رمضان کے روزوں کی ہم ان کو
بہت تاکید کرتے ہیں اس میں جو کوئی عذر کرتا ہے کہ ہم

حقہ پیتے ہیں یا کوئی نشہ کھاتے ہیں ہم سے روزہ نہیں رہا
جاتا تو ہم اُن سے اُس جیہ ماہی کے سوا کچھ اور نقدی یا دو چار
دعوتیں وغیرہ ٹھہرا کر کے ان کو معاف کر دیتے ہیں یہ ہم لوگوں
کے گذران کی صورت ہے اگر آپ کو کچھ فتوحات منظور ہو تو
اُس کی یہ راہ ہے جو ہم نے بیان کی اور آگے آپ کو اختیار
ہے حضرت نے یہ تمام داستان سُن کر فرمایا کہ جو کچھ آپ فرماتے
ہیں فی الحقیقت اس وقت کے پیروں کا یہی دستور ہے اور اسی
آمدنی پر ان کی گذران ہے، مگر یہ طور قرآن و حدیث کے
مخالف ہے آپ بھی بغور اس کو دریافت کریں اور ہم مسلمانوں
کا طریق تو موافق فرمانے خدا اور رسول کے چاہئیے جو موافق
قرآن و حدیث کے ہو اس کو ہم بھی عمل میں لاویں اور آپ بھی
اور جو کچھ خدا اور رسول کا طریق آپ کو معلوم ہو وہ آپ ہم کو
تعلیم فرماویں ہم سیکھیں اور جو ہم کو آتا ہے وہ ہم آپ کو

بتا دیں وہ آپ ہمیں ہمارا تو صرف مقصد یہ ہے اور روزی ورزق تو خدا کے ہاتھ میں ہے اُنھوں نے کہا بیشک یہی حق ہے جو آپ نے فرمایا اس عرصہ میں وہ دو چار شخص جن کو توجہ دے رہے تھے وہ آئے اور جو کچھ جس نے اپنے مراقبہ میں دیکھا تھا سب حضرت علیہ الرحمہ کے روبرو بیان کیا یہ سُن کر وہ پیرزادے صاحب بھی سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے پھر کئی شخص جنھوں نے اسی وقت تازہ بیعت حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی تھی حضرت نے ان پیر صاحب کے مریدوں سے جو توجہ لے کر آئے تھے اور حضرت سے بیان کیا تھا فرمایا کہ تم اپنے ان بھائیوں کو جا کر توجہ دو پھر انھوں نے ان کو توجہ دیا وہ بھی حضرت علیہ الرحمہ کے سامنے بیان کرنے لگے کہ ہم نے ایسا ایسا معاملہ دیکھا یہ حال سُن کر وہ پیر صاحب بہت حیرت میں ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ تو مرید ان کے گویا ہر ایک صاحب کمال ہیں پھر اُنھوں نے حضرت سے رخصت چاہی کہ پھر

کسی وقت میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونگا یہ کہہ کردہ
اپنے مکان کو گئے اور رات ہی کو اُس شہر سے مع اہل وعیال
کسی طرف بھاگ گئے اور حضرت علیہ الرحمہ کو منہ نہ دکھایا
اور نہ کسی مرید اپنے سے مل کر گئے۔ دوسرے روز کئی مرید
ان کے جنہوں نے حضرت سے بیعت نہیں کی تھی ان کو تلاش
کرنے لگے کہ ہمارے پیر صاحب کہاں گئے تب دو چار ان
مریدوں نے جنہوں نے حضرت سے بیعت کی تھی ان سے
کہا کہ وہ میاں صاحب توکل سید صاحب کی ملاقات
کو آئے تھے اور یہاں کا حال اُنہوں نے اپنی آنکھوں
دیکھا اور سید صاحب سے کچھ گفتگو بھی کی تھی شاید کہ اسی
ندامت اور پشیمانی سے بھاگ گئے یہ حال سن کر اُنہوں
نے تمام شہر کے مریدوں کو خبر کی کہ ہمارے پیر صاحب
اس سبب سے بھاگ گئے وہ سب کے سب اُن سے بھی بے اعتقاد

ہو گئے اور طرف حضرت کے رجوع لائے اور سب نے بیعت
کی اور کہا کہ ہم تو آج تک اسی کو دین و اسلام اور خدا کی
راہ جانتے تھے، جس طریق پر وہ ہم کو چلاتے تھے، سو اب
ہم کو معلوم ہوا کہ ہم لوگ غلطی پر تھے، دین حق اور طریق خدا
کا یہ ہے جو آپ تعلیم فرماتے ہیں، اب ہم نے اُن سب اگلی
باتوں سے توبہ کی، پھر حضرت نے دو چار روز کے بعد
وہاں سے کوچ فرمایا اور چونکہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم
مغفور نے اپنی کتاب مخزن احمدی میں بیان کیا ہے کہ
حیات النساء بیگم نے جو کسی فرنگی کی بیوی تھی، حضرت
علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر بیعت کی، سو یہ مولوی
صاحب کو شبہہ واقع ہوا، اس نے سفر حج کی بیعت کی
تھی، جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ بنارس میں تشریف
لے گئے تھے، الغرض پھر آپ نے وہاں سے کوچ فرما کر

نواح سلطانپور وغیرہ میں رونق افزا ہوئے، غلام حسین خاں جو حاکم لکھنؤ کی طرف سے وہاں کا ناظم تھا اس کے لشکر میں قریب ڈیڑھ ہفتہ کے رہے، پھر بابا وہاں سے اپنے مکان ہدایت نشان میں تشریف لائے

جب سفر بنارس سے
حضرت امیرالمومنین رحمۃ اللہ علیہ مع الخیر تکیے پر تشریف لائے، پھر بعد چند روز کے ارادہ سفر لکھنؤ کا کیا اور مجھ سے فرمایا کہ تم کو مکان پر چھوڑیں گے، میں نے کہا میں تو آپ کے ساتھ چلونگا، اور میری نیت یہ تھی کہ آپ لکھنؤ جاتے ہیں اور وہاں رافضی لوگ بہت ہیں، ایسا نہ ہو کہ وہاں کچھ کسی سے بسبب مخالفت مذہب کے کچھ لڑائی جھگڑا ہو جائے، اور میں یہاں تکیے پر رہوں، یہ بات بے مناسب ہے، آپ نے فرمایا کہ تم یہیں پر رہو، میں نے پھر بار بار انکار کیا، آپ

نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ وہاں جاکر کیا کروگے، میں نے
عرض کی کہ روز جو سب لوگ آپ کے ہمراہ رکاب جاوینگے
وہ کیا کریں گے، آپ نے فرمایا وہ ہمارے ساتھ رہیں گے
میں نے عرض کی میں بھی ساتھ رہونگا، فرمایا کہ اگر تم کو
وہاں کچھ بیماری ہو جائے تو کیا کروگے' یہ سُن کر چپ ہو رہا
کچھ نہ بولا یہاں تک کہ اسباب سفر کا گاڑی پر لادکر روانہ ہوا
اور حضرت علیہ الرحمہ آپ بھی رخصت ہوئے جب تکیۂ عالیہ سے
نکل کر چھوٹے باغ پہنچے، تب مولوی وحید الدین صاحب
سے فرمایا کہ محمد حسن کو یہاں سے لیجاکر مکان پر رکھو اور
دین محمد کو ہمارے پاس بھیجدو، پھر محمد حسن تو بموجب ارشاد
ہدایت بنیاد حضرت علیہ الرحمہ کے گھر پر رہے، اور میں آپکے
ہمراہ ہوا اور تمام آدمی میری یاد میں قریب پونے دوسو
کے ہونگے، مگر حضرت سید عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
آپ کے خواہر زادے فرماتے ہیں کہ سب اسّی آدمی تھے واللہ اعلم بالصواب

اور آپ کی سواری میں یکہ تھا، اس پر آپ اور سید محمد صاحب
سوار تھے اور سید عبدالرحمن صاحب گھوڑے پر سوار تھے،
پھر اس روز تکیہ شریفہ سے چل کر حسن گنج میں رہے، اور
دوسرے روز شب کو بعد نماز عشاء کے حضرت سید عبدالرحمن
صاحب سے فرمایا کہ کچھ رات رہے سے تم آگے چل کر قندھاریو
کی چھاونی میں اپنے مکان کو صاف کروا کر فرش بچھوا رکھو اور
جو بھنے ہوئے چنے اور نمک مرچ پسا ہوا اور کچھ گڑ بھی تیار رکھنا،
اور ہم نماز فجر کی پڑھ کر یہاں سے سوار ہوں گے، پھر سید عبدالرحمن
صاحب کچھ رات رہے سے سوار نہ ہوئے اور بعد نماز فجر کے حضرت
سوار ہوئے، اور پہر دن چڑھنے کے قریب چھاونی مذکور میں
سید عبدالرحمن صاحب کے مکان میں پہنچے، اور وہ سب سامان
تیار پایا، انہوں نے گڑ اور چنے آپ کے روبرو لا کر حاضر
کئے، سب نے تھوڑے تھوڑے چابے، اور کچھ دیر سو رہے

پھر وقت ظہر سب نے اٹھ کر وضو کر کے نماز پڑھی،
اس عرصہ میں عبدالباقی خاں قندھاری واسطے ملاقات حضرت
کے آئے اور ملے، بعد کچھ دیر کے اپنے مکان کو گئے، پھر تمام
چھاؤنی کے لوگ آنے لگے، عصر کے وقت محمد حسن خاں اور
خلیل اللہ خاں بیٹے عبدالرحمٰن قندھاری کے اور مصطفیٰ خاں بیٹے
موصوف کے اور عبدالرحیم اور عبدالمعبود خاں یہ سب حضرت
کے ملنے کو آئے، ان میں سے پانچ اشرفیاں حضرت کو محمد حسن
نے نذر دیں، اور تین مصطفیٰ خاں نے اور چار خلیل خاں نے
اور تین عبدالرحیم خاں نے، اور دو عبدالمعبود خاں نے نذر کیں،
یہ سب سترہ ۱۷ اشرفیاں ہوئیں، اور کھانا عبدالباقی خاں کے
یہاں سے آیا، سب تناول طعام سے فارغ ہوئے، تب
عبدالباقی خاں صاحب سید عبدالرحمٰن صاحب کو اپنے پاس
بلوا کر پوچھا کہ سید صاحب کی ملاقات کو کوئی آیا تھا،
انہوں نے کہا ہاں فلانے فلانے آپ کے بھانجے بھتیجے

آئے، اور نذر بھی دے گئے، چنانچہ محمد حسن خاں صاحب
نے پانچ اشرفیاں نذر کیں، اور اسی طور کسی نے تین کسی نے
چار کسی نے دو اشرفیاں دیں، جب محمد حسن خاں صاحب
کی پانچ اشرفیاں سنیں، کمال متعجب ہو کر کہنے لگے کہ سبحان اللہ
محمد حسن خاں نے پانچ اشرفیاں نذر دیں، جو کسی کو ایک
ٹکا نہ دیں، یہ گویا سید صاحب کی بابا کرامات ہے، پھر حضرت
سید عبد الرحمٰن صاحب وہاں سے سید صاحب کے پاس آئے
یہاں مرزا اسد علی بیگ کمیدان و مرزا اشرف بیگ رسالدار
کے بیٹے، چند لوگوں سے آپ کی ملاقات کو آئے تھے، اور عرض
کی کہ آپ شہر میں تشریف لے چلیں، سید صاحب نے فرمایا کہ
انشاء اللہ تعالیٰ کل شہر میں چلینگے، مرزا صاحب ممدوح بہت
خوش ہوئے، اور آپ سے رخصت ہو کر اپنے مکان کو گئے،
اور اکبری دروازہ کے ایک سید میر مسکین مشہور تھے
ان کی حویلی خالی کروائی، پھر اگلی صبح کو آکر سید صاحب

کو اور تمام ہمراہیوں کو اپنے ساتھ لے گئے، اور اسی حویلی
میں اتارا، اور اس روز سید صاحب کے مولوی عبدالرب
صاحب مولانا عبدالعلی صاحب ملک العلماء کے بیٹے نے کی
اور جب وقت نماز ظہر کا ہوا مسجد میں نماز پڑھی مگر مسجد
چھوٹی تھی، اور آدمی زیادہ، کمال تکلیف ہوئی، اگلے روز
سید صاحب نے مرزا اسد علی بیگ سے فرمایا کہ ہم لوگوں کو
یہاں ہر وقت نماز کی بہت تکلیف ہوتی ہے، کوئی اور مکان
تجویز کرو، جہاں کوئی کشادہ مسجد ہو، یہ بات سن کر مرزا صاحب
اسی وقت یحییٰ گنج کو گئے، شیخ امام بخش نام وہاں ایک
سوداگر رہتے تھے، اُنھوں نے لب دریائے گومتی شاہ
پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر ایک کوٹھی بنوائی تھی ملکہ ہنوز کہیں
کہیں بلیاں باقی تھیں اُس کوٹھی کے واسطے جاکر کہا اور
سید صاحب کا حال بیان کیا اُنھوں نے کہا سبحان اللہ

اس سے کیا بہتر کہ سید صاحب میری کوٹھی میں رونق افروز ہوں، آپ جا کر بے تامل اس میں اتاریں، پھر مرزا صاحب سید صاحب کو میر سکین کی حویلی سے اس کوٹھی میں لے گئے، اُس روز سے شاہ پیر محمد صاحب مرحوم کے ٹیلے کی مسجد میں نماز فراغت سے پڑھنے لگے، دوسرے روز کہ دن منگل کا تھا بعد نماز ظہر کے مولانا عبدالحئی صاحب نے کچھ دیر وعظ فرمایا چند آدمی شہر کے حاضر تھے وہ سن کر بہت خوش ہوئے، انہیں نے جا کر شہر میں اپنے یاروں آشناؤں سے چرچا کیا کہ آج تھوڑی دیر وعظ ہوا یقین ہے کہ جمعہ کے روز خوب وعظ ہوگا اور اس کوٹھی میں واسطے بیعت کے ہر روز صبح سے پہر رات گئے تک جمع رہتے تھے، اتنی آپ کو فرصت نہ ملتی تھی کہ کوئی گھڑی دو گھڑی تنہا بیٹھ کر کچھ اپنا عرض حال کرے پھر تین روز کے بعد جب دن جمعہ کا آیا اور بکثرت

لوگ واسطے نماز پڑہنے اور وعظ سننے کے آئے بعد نماز
جمعہ کے مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم ومغفور نے سورۂ
انبیا کا وعظ شروع کیا اور بیان یہاں تک کیا کہ عصر کا
وقت آگیا اور اس خوبی کے ساتھ صاف صاف وعظ فرمایا
کہ تمام لوگ حاضرین مجلس کیا عامی اور کیا عالم سب فریفتہ
ہوگئے اور کہتے تھے کہ کبھی ہم نے اپنی تمام عمر میں اس خوش
تقریری کا وعظ نہیں سنا اور مولانا صاحب ممدوح کے
علم وفضل اور ذہن اور تبحر کی اتنا میں جو علما تھے سنیوں کے
بھی شیعوں کے بھی سب مقر ہوئے اور ہزاروں شخصوں نے
سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی پھر نماز عصر پڑھ کر
سب لوگ اپنے اپنے مکانوں کو گئے پھر منگل کو بھی کچھ
دیر وعظ فرمایا اور شہر کے لوگ آپ کے وعظ پر اس
طرح فریفتہ ہوئے کہ اس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا
جب حضرت امیر المؤمنین علیہ الرحمہ شاہ پیر محمد مرحوم

کے ٹیلے پر امام بخش سوداگر کی کوٹھی میں اترے سات آٹھ دن تک ہم سب نے اپنے پاس سے کھانا کھایا بعد اس کے ایک روز دریائے گومتی کے پار ایک شخص نے دعوت کی، حضرت علیہ الرحمہ نے چودہ پندرہ آدمی مکان پر چھوڑے، باقی سب کو اپنے ہمراہ رکاب لے گئے، وہاں دعوت میں میں نے کوئی ایک روٹی گوشت کے شوربے سے کھائی ہوگی کہ یکایک میرے پیٹ میں درد ہونے لگا میں بے چین ہو کر اٹھا اور حضرت علیہ الرحمہ کے سامنے جاکر کھڑا ہوا آپ نے پوچھا کیا تم نے کھانا نہیں کھایا میں نے عرض کی کہ کھانا میں نے کھالیا پھر آپ نے پوچھا کہ تم سے کسی کے ساتھ گفتگو تو نہیں ہوئی میں نے عرض کی کہ کسی سے نہیں، آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو ہمارے ساتھ ٹھہر کر کھاؤ، میں نے اپنا حال عرض کیا کہ اس وقت میرے پیٹ میں درد ہوتا ہے یہ سن کر آپ خاموش ہو رہے

اور میں وہیں کھڑا رہا، جب آپ تناول طعام سے
فارغ ہوئے تب مجھ سے فرمایا کہ جو لوگ مکان پر
ہیں ان کے واسطے تم کھانا لے کر جاؤ، اب ہم ناؤ پر
سوار ہو کر قندھاریوں کی چھاؤنی میں جاوینگے، پھر وہ
حضرت میرے سامنے ہی چھاونی کو روانہ ہوئے، میں کھانا
آدمی کے سر پر دھرا کر مکان کو آیا مگر وہ درد دمبدم
بڑھتا جاتا تھا، جیسے تیسے وہ کھانا لوگوں کو تقسیم کر کے میں
چارپائی پر لیٹ گیا، قبل مغرب کے حضرت چھاؤنی سے تشریف
لائے، لوگوں نے آپ سے میرے درد کا حال کہا آپ
سُن کر چپ ہو رہے، پھر بعد نماز مغرب کے تشریف لائے
اور مجھ سے پوچھا کہ اب کیا حال ہے، میں نے کہا الحمدللہ
بہتر حال ہے مگر درد اب تک کم نہیں ہوا، یہ سُن کر آپ تشریف
لے گئے، اسی طور دن بھر دو تین بار میرے پاس ہو کر نکلتے اور
پوچھتے کہ کیا حال ہے میں کہتا الحمدللہ ویسا ہی حال ہے، آپ

سن کر چلے جاتے اور کچھ بات نہ فرماتے، شہر کے جو
لوگ حضرت علیہ الرحمہ کے ملنے کو آتے تھے، انہوں نے
میرا حال پُر ملال دیکھ کر حضرت سے عرض کی کہ اجازت
ہو تو ہم ان کی دوا کروائیں، آپ نے فرمایا کہ بہتر جو تم سے
ہو سکے کرے، ہر شخص کو یہ خیال تھا کہ میری دوا سے ان
کو آرام ہو تا کہ حضرت علیہ الرحمہ مجھ سے خوش ہوں مگر
خدا کی قدرت کسی کی دوا سے کچھ فائدہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک دوا
مخالف پڑتی، اور بیماری کو قریب مہینہ کے ہوا، آخر کو میں
دوا کرتے کرتے اکتا گیا اور دل میں خیال آیا کہ شاید یہ بیماری
اس سبب سے ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ نماز ظہر یا عصر کی پڑھ
کر مکان پر تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا اب تمہارا کیا حال
ہے، میں نے کہا الحمد للہ اچھا حال ہے، پھر آپ وہاں سے
چلے اور آپ کے پیچھے سید احمد علی سید زین العابدین صاحب
کے والد تھے اور ان کے پیچھے مولوی محمد یوسف تھے

ان کے پیچھے کوئی شخص اور تھے، میں نے مولوی یوسف
صاحب کا مونڈھا پکڑ کر کہا کہ دین محمد یوں کہتے ہیں، انہوں
نے اسی طور حضرت علیہ الرحمہ کا مونڈھا پکڑ کر عرض
کی، یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا ہے، انہوں
نے کہا کہ دین محمد یہ عرض کرتے ہیں کہ دوا کرنا تو
میں نے چھوڑ دیا آج تک دوا سے کچھ فائدہ نہ ہوا
اب آپ میرے واسطے دعا کریں، پھر حضرت نے کہا
کہ دین محمد سے پوچھو کیا کہتے ہیں، انہوں نے پھر مجھ سے
پوچھا، پھر میں نے وہی کہا اور انہوں نے حضرت سے کہا،
آپ نے تین بار تکرار پچھوایا اور تینوں بار سے وہی
کہا، پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا کیا
کہتے ہو، میں نے عرض کی کہ آپ میرے واسطے دعا کریں
آپ نے فرمایا کہ تم چاہتے ہو، میں نے کہا ہاں چاہتا
ہوں، تب حضرت نے اپنے داہنے ہاتھ کی آستین

چڑھائی اور فرمایا کہ دعا کرو انکی شیرینی دینی پڑیگی
میں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے میں کہاں سے دونگا ہاں
اگر آپ مجکو عنایت فرما دینگے تو مضائقہ نہیں، آپنے فرمایا
ہم تو کچھ نہ دینگے، میں نے کہا پھر میں شیرینی کہاں سے لاؤنگا
کہا تو پھر کسی کو ضامن دو، میں نے مولوی محمد یوسف صاحب سے
کہا کہ آپ میرے ضامن ہوں، انہوں نے حضرت سے کہا کہ
آپ کی شیرینی کا میں ضامن ہوں اگر یہ نہ دیں آپ مجھ سے لیں پھر
حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنا دست مبارک میرے سر سے پیر دن تک
پھیرا، اسی دم سینہ تک میرا بدن ہلکا ہوگیا اور وہ ساری
بیماری جاتی رہی، میں نے اس وقت اُٹھنے کا ارادہ کیا آپ نے کہا کہ
اب کیا حال ہے، میں نے کہا الحمد للہ اب میں اچھا ہوں، میرا
جی اُٹھنے کو چاہتا ہے، آپ نے اُٹھنے سے منع کیا، اور مولوی
محمد یوسف صاحب سے کہا کہ آپ ان کے کھانے پینے کی خبر
لیا کریں، مگر کچھ بدپرہیزی نہ کرنے پاویں، انہوں

نے کہا کہ یہ تو مٹھائی کے سوا اور چیز کھاتے ہیں، کنجی ان کے پاس ہے کوٹھا کھول کر جتنی چاہتے ہیں کھایا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کنجی ان سے لیلو اور سوا مٹھائی کے جو کھانا مانگیں ان کو دینا، میں نے کہا میں کنجی نہ دونگا مگر اقرار کرتا ہوں کہ چار روز تک مٹھائی نہ کھاؤنگا، آپ نے فرمایا چار روز مٹھائی نہ کھانے سے کیا ہوتا ہے، میں نے کہا آٹھ روز نہ کھاؤنگا بعد اس کے پھر کچھ ہی ہو مٹھائی کھاؤنگا۔ آپ نے کہا خیر کنجی رہنے دو، پھر آٹھ دس روز میں مجھکو طاقت چلنے پھرنے کی ہوگئی، میری کوٹھری کے سامنے حضرت کی کوٹھری تھی، ایک روز میں دوپہر کے وقت میں آپ کی کوٹھری میں گیا اُس وقت ایک شخص بڑے دونے میں تازی جلیبیاں بہت نفیس قریب دس سیر کے ہونگی لایا وہ دونا حضرت نے مجھکو پکڑا دیا اور اُس میں سے ایک جلیبی اٹھا کر تھوڑی سی کھائی اور باقی اس دونے میں رکھدی

اور جو جلیبیاں لایا تھا اُس سے کہا آپ جاویں،
اس وقت ہم سوئیں گے وہ تو چلا گیا میں وہیں رہا آپ
نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے تو کئی دن سے مٹھائی نہ کھائی
ہو گی یہ سب مٹھائی تمہیں کھانا اس میں سے کسی کو نہ دینا
پھر وہ جلیبیوں کا دونا لے کر میں اپنی چارپائی پر آیا اور کچھ
جلیبیاں وہیں بیٹھ کر کھائیں اور باقی کوٹھڑی میں رکھدیں
پھر دو یا تین وقت اس میں سے کھائیں، اس میں یاد آیا کہ
میں نے حضرت کو شیرینی دینی کہی تھی، پھر ایک روز باقی جلیبیاں
لے کر میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس گیا آپ نے پوچھا کیا
لائے ہو، میں نے کہا آپ کی شیرینی لایا ہوں، آپ نے دیکھا
اور فرمایا یہ تو وہی جلیبیاں ہیں جو ہم نے تم کو اُس دن دی
تھیں، میں نے کہا ہاں وہی ہیں، آپ نے تو میری ملک میں
کر دی تھیں، میں اپنا مال جو چاہوں کروں، آپ نے فرمایا سچ

ہے مگر تھوڑی ہیں ہم تو اور لینگے! میں نے کہا آپ نے کچھ وزن تو مقرر نہیں کیا تھا شیرینی کا اقرار تھا یہ سُن کر آپ مسکرانے لگے اور فرمایا کہ خیر ہم پا چکے اب یہ بھی تمہیں کھاؤ، پھر وہ بھی جلیبیاں میں نے کھائیں، پھر جب میں یاتو بلی تندرست ہو گیا تب ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کی ملاقات کو سبحان علی کنبوہ اور مرزا نہتو آئے آپ نے ان کو شاہ پیر محمد صاحب کی مسجد کی چھت پر بیٹھنے کو فرمایا اور آپ بھی وہیں گئے وہاں سے کچھ باتیں کرتے کرتے، اور ان دنوں حضرت علیہ الرحمۃ جیرائتہ اور شاہترہ پیتے تھے، میں ایک کٹورے میں بنا کر لے گیا وہاں معلوم ہوا کہ آپ مسجد کی چھت پر ہیں، میں جا کر سیڑھیوں پر کھانسا، آپ وہاں سے آئے اور دوا پی، اُس وقت میں نے کہا کہ حضرت میں کچھ عرض کروںگا فرمایا کسی اور وقت کہنا، میں نے کہا ایک ہی بات ہے، آپ نے فرمایا کہو، میں نے کہا، حضرت یہ کیا سبب تھا

کہ میں اتنے دنوں بیمار رہا اور ہر طرح کا معالجہ کیا مگر کچھ فائدہ
نہ ہوا اور ہوا تو آپ کی دعا سے ہوا' آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ
نے تم کو بچا لیا' نہیں تو بچنے کی کوئی صورت نہ تھی' میں نے تکیہ
پر تم کو منع کیا تھا کہ تم مکان پر رہو ہمارے ساتھ نہ چلو
تم نے نہ مانا یہ بیماری کا صدمہ اُسی سبب ہوا اور تمہاری جو نیت
بخیر تھی کہ سید صاحب رافضیوں کے شہر میں جاتے ہیں ایسا نہ
ہو کہ وہاں کچھ جھگڑا فساد ہوا اور میں تکیہ پر ہوں تو مناسب نہیں
اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے تم کو شفا عطا فرمائی یہ کہہ کر
پھر آپ تشریف لے گئے' اور اول اس قصہ بیماری کا ایک
بیان باقی رہ گیا تھا وہ یہ ہے کہ جس روز دریائے
گومتی کے پار دعوت کھانے میں میرے پیٹ میں درد اُٹھا تھا
میں تو شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر گیا تھا اور حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمہ قندھاریوں کی چھاؤنی کو تشریف
لے گئے اور وہاں عبدالباقی صاحب کے پاس ٹھہرے اُس وقت

ہتیار باندھے تھے اور جو لوگ آپ کے ساتھ تھے وہ
بھی حال خیال کرکے، خان ممدوح نے کہا کہ حضرت آپ کی
سب باتیں تو بہتر ہیں مگر ایک بات مجھکو بہت ناپسند ہے اور وہ
بات آپ کے خاندان والا شان کے خلاف ہے کہ آج تک
وہ چال کسی نے نہیں اختیار کی، آپ کو وہی کام زیبا ہے
جو آپ کے آبا اور اجداد امجاد کرتے آئے ہیں، آپ نے فرمایا
وہ کون سی بات ہے ناپسند بیان تو کرو، کہا یہ سپر تلوار
بندوق وغیرہ کا باندھنا، اسباب جہالت کا ہے یہ آپ
کو نہ چاہئے، اس بات کے سنتے ہی حضرت کا چہرہ مارے غصہ
کے سرخ ہوگیا، اور فرمایا کہ خاں صاحب اس وقت آپ
کو اس بات کا کیا جواب دوں اگر سمجھو تو بس یہی کافی ہے، یہ وہ
اسباب خیر و برکت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کو
عنایت فرمایا کہ کفار ناہنجار اور مشرکات بدکردار سے جہاد
کریں اور خصوصا ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی

اسباب سے تمام کفار اشرار کو زیر کر کے جہان میں دین حق کو رونق بخشی، اگر یہ اسباب نہ ہوتا تو اس طرح نہ ہوتے اور نہ تم ہوتے اور بالفرض اگر ہوتے تو خدا جانے کس دین وملت میں ہوتے، اس وقت تم نے یہ ایسا بیہودہ کلام زبان سے نکالا کہ جس کے سبب سے خدا کے گنہگار ہوئے، اور دنیا میں بھی تمہارا نقصان ہوگا اس بات کو خوب یاد رکھنا، اب اس نقصان کا بیان آگے اپنی جگہ پر مذکور ہوگا، پھر وہاں سے حضرت علیہ الرحمۃ اٹھ کر محمد خاں صاحب کی ملاقات کو گئے، پھر وہاں سے اسی چھاونی میں محمد حسن خاں صاحب کے پاس تشریف لے گئے، پہلے انہوں نے لیجا کر اپنے سلاح خانہ میں حضرت علیہ الرحمت کو طرح طرح کے ہتھیار دکھلائے ولایتی سلاح، جدی اور ہندوستانی جدی، کہ یہ تلوار اس قیمت کی ہے، اور یہ اس مول کی ہے اور یہ بندوق اتنے کی خرید ~~اتنے کی خرید ہے اور یہ اتنے کی اور بہت~~

ہے اور یہ اتنے کی' اور بہت اقسام کی چھڑی پیش قبض بستول
قرابین وغیرہ سب دکھلائے' پھر اپنے اصطبل میں لے گئے وہاں
گھوڑے ٹٹو وغیرہ دکھلائے ان میں ایک خچر بہت اچھا اور
بیش قیمت تھا سات سو روپے کا خرید اس کو بھی دکھلایا
اور حضرت علیہ الرحمہ سے عرض کی کہ یہ خچر بڑا تیز رو اور کمال
رہوار ہے' جس وقت کوئی اس پر سوار ہوتا ہے تو پھر یہ سوائے
چلنے کے فراز و نشیب زمین کا خیال میں نہیں لاتا کیسا ہی نالہ کھو
ہو ہرگز نہیں رکتا اس سبب سے اس پر سوار ہونا مجھکو نامناسب معلوم
ہوتا ہے اور یہ جانور میرے کمال شوق کا ہے' آپ جناب الٰہی میں
میں اس کے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو میری طبیعت کے
موافق کر دے' آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو نہیں مگر جب ہم پھر
کسی روز یہاں آویں تب اس بات کی یاد ہم کو دلانا ہم ضرور دعا کرینگے
پھر وہاں سے خیالی گنج میں فقیر محمد خاں صاحب کے مکان پر
تشریف لے گئے' انہوں نے بھی اپنے سلاح خانہ میں بلا کر

قسم قسم کے سلاح دکھائے اور اصطبل میں لیجا کر طرح
طرح کے گھوڑے ٹٹو اونٹ وغیرہ دکھلائے اور
سوال دعوت کا کیا' آپ نے فرمایا کہ ہم تمہاری دعوت
پہلے ہی روز جب آئے تھے کھا چکے ہیں اب اس کا تکلف
کرنا کچھ ضرور نہیں' خاں صاحب موصوف نے نہ مانا کئی بار
تکرار کیا' تب آپ نے فرمایا کہ کل صبح کو اپنا آدمی ہمارے
مکان پر بھیجنا' اگر دعوت کھانا ہم کو منظور ہوگا ولیا اس سے کہلا
بھیجینگے' پھر وہاں سے آپ مکان پر تشریف لے گئے' صبح کو پیر خاں
صاحب موصوف نے اپنا آدمی نوکر محب اللہ خاں کو
آپ کی خدمت فیضدرجت میں بھیجا' حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ اگر خدا چاہیگا تو بعد کئی دن کے ہماری
بھی بریلی جانے کی تیاری ہے' فقیر محمد خاں کو ہماری طرف
سے سلام کہنا اور یہ کہنا کہ جس روز ہم اپنے مکان کو
جاوینگے اس روز آپ کے یہاں دعوت کھا

لیویں گے، یہ جواب با صواب نجیب اللہ خاں توخیا گنج کو روانہ ہوئے، یہاں لوگ آپس میں اس بات کا چرچا کرنے لگے کہ حضرت علیہ الرحمۃ تو اب یہاں سے مکان پر جانے کو فرماتے ہیں، ہم تو یہ جانتے تھے کہ آپ اس شہر میں تین چار مہینے قیام فرما دینگے، لوگوں کو ہدایت ہوگی اور کچھ اگرچہ اب بھی لوگوں کو ہدایت ہوئی ہے مگر ایسے شہر میں کہ لاکھوں مسلمان ہیں، ان میں سے نو دس ہزار کو ہدایت ہوئی تو اس کا کیا شمار، پھر بعد نماز عشا کے مولانا عبدالحئی علیہ الرحمۃ حضرت کے پاس گئے اور عرض کی کہ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آپ دو چار روز میں مکان کو تشریف فرما ہونگے، آپ نے کہا ہاں اگر خدا نے چاہا تو ارادہ ضرور ہے، ہم کو مکان سے آئے ایک مہینہ سے کچھ زیادہ ہوئے ہیں، اب کی جمعہ کے بعد نیت کوچ کی ہے یہ بات سن کر مولانا صاحب دیر تک خاموش رہے

پہر کہا کہ افسوس کی جگہ ہے کہ چراغ کے نیچے اندھیرا ہی ہوتا ہے یہی
حال قصبہ رائے بریلی کا دکھیا کہ وہاں کے لوگوں کو ہدایت کم
نصیب ہوئی، اور وہی حال اس شہر کا بہی معلوم ہوتا ہے اور اگر بالفرض
لاکہوں مسلمانوں میں نو دس ہزار کو ہدایت ہوئی تو کیا یہ بات
سن کر حضرت علیہ الرحمۃ دیر تک سکوت میں رہے پہر فرمایا
کہ مولانا صاحب کیا آپ کا دل چاہتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کو
ہدایت ہو مولانا صاحب نے کہا کہ حضرت ایسا بہی کوئی مسلمان
ہوگا کہ اس بات کو نہیں چاہتا، پہر آپ نے فرمایا کہ آپ کا
دل بہت چاہتا ہے کہ یہاں کے لوگوں کو ہدایت ہو مولانا
صاحب نے کہا کہ ہاں حضرت میرا دل بہت چاہتا ہے حضرت
علیہ الرحمۃ نے تین بار یہی پوچھا اور مولانا صاحب نے وہی کہا
پہر حضرت نے فرمایا کہ مولانا صاحب ہمارا بہی دل کمال یہی
چاہتا ہے پہر دیر تک چپ بیٹھے رہے پہر آپ مولانا صاحب

کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ مولانا صاحب بہت
خوب اب آپ کمرہمت باندہیئے اور اس بات کو سمجھ لیجئے کہ آپ
کو بہت محنت کرنی ہوگی نہ دن کو چین ملیگی نہ رات کو، آج
سے کئی دن جمعہ کے باقی ہیں اگر خدا نے چاہا تو اس روز دیکھنا
کہ لوگوں کو کیسے ہدایت ہوتی ہے اور انشاءاللہ روز بروز
وہ ہدایت بڑہتی جاویگی، اور اب ہم نے بھی نیت مقام کی کرلی
پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تب مکان کو چلیں گے، اور آپ
شیخ امام بخش سوداگر کے مکان میں اترتے تھے اور دوسرا مکان
شیخ صاحب موصوف کا جس میں خود رہتے تھے وہ وہاں سے دور
نزدیک یحییٰ گنج کے تھا اور وہ کوئی چھ مہینے سے بیمار تھے اور
حضرت علیہ الرحمۃ سے ان کی بسبب بیماری کے ملاقات بھی نہیں
ہوئی تھی کسی سے اُنہوں نے سنا کہ حضرت دو چار روز میں اپنے
مکان کو تشریف لیجاوینگے، پنجشنبہ کے روز اُنہوں نے اپنا آدمی
بھیجا اُس نے آکر حضرت سے کہا کہ شیخ صاحب نے سلام کہا

ہے اور یہ عرض کی ہے کہ کل جمعہ کو آپ کی دعوت ہے اور میں تو
بہت بیمار رہوں، اس سبب سے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر
نہیں ہو سکتا، میری آرزو ہے کہ اگر آپ کسی وقت میرے غریب خانہ
میں قدم رنجہ فرما دیں، تو عین عنایت اور غریب نوازی ہے
اور طعام دعوت اگر مرضی مبارک ہو تو سب صاحب مل کر
یہاں تناول فرماویں اور اگر حکم ہو تو ہمارے آدمی وہیں
مکان پر پہنچا دیں، حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ شیخ صاحب
کو ہمارا سلام کہنا اور عافیت مزاج کی پوچھنا اور انشاء اللہ
تعالیٰ ہم ان کے ملنے کو ضرور آوینگے، اور کھانے کے واسطے
ہمارے لوگوں سے پوچھو اگر وہاں کھانے کو راضی ہوں
تو وہیں جاکر کھا دیں اگر یہاں راضی ہوں تو کھانا یہاں
بھیجدینا، پھر اس آدمی نے ہم لوگوں سے پوچھا ہم نے
حضرت علیہ الرحمہ سے عرض کی آپ نے فرمایا جو بہتر جانو
کہہ دو، ہم نے کہا بہتر تو ہم کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کھانا

یہیں بھیجدیوں، فرمایا یہی کہہ دو، ہم نے یہی کہہ دیا کہ کھانا یہیں بھیجدینا، یہ سُن کر وہ آدمی رخصت ہوا، پھر دوسرے روز جمعہ کو بیس بیس سیر کھانے کی تین دیگچی دو میں پلاؤ اور ایک میں زردہ لے کر شیخ صاحب کے آدمی آئے اور دے کر چلے گئے، قریب پہر دن کے اس وقت آیا ہوگا، مولوی محمد یوسف صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ اجازت ہو تو کھانا لوگوں کو کھلادیں، اس واسطے آج جمعہ کا روز ہے دو چار گھڑی میں نمازی آنے لگیں گے پھر اس وقت کھلانے کی تدبیر نہ بنیگی، آپ نے فرمایا کہ ہمارے لوگ بعضے بعضے دریا میں نہانے دھونے گئے ہونگے کچھ دیر توقف کرو کہ سب لوگ آلیویں تب کھلادینا کہا بہت بہتر، اس میں پانچ گھڑی کا عرصہ گذر گیا لوگ شہر کے نماز کو آنے لگے اس وقت حضرت نے فرمایا کہ اب کھانا لوگوں کو کھلادو، مگر ایک دیگچہ پلاؤ کا ڈھک کر الگ رکھدو اور دو دیگچوں کا زردہ اور پلاؤ کھلادو، پھر ہم کئی آدمی لگنوں میں نکال کر کھلانے لگے، اس کھانے میں قریب ڈھائی سو آدمیوں کے باخوبی آسودہ ہو گئے اور جو کچھ تہ دیگی

بجی وہ ہم کئی آدمیوں نے کھائی پھر کچھ عرصہ میں وقت
جمعہ کا آیا، لوگ جمع ہونے لگے اور جمعہ کو قریب ہزار بارہ
سو آدمیوں کے جمع ہوتے تھے، اس جمعہ کو قریب چار
ہزار آدمیوں کے آئے بعد فراغ نماز کے مولانا عبدالحئی صاحب
نے کچھ دیر تک وعظ فرمایا پھر لوگ مسائل پوچھنے لگے،
آپ ہر ایک کو جواب دینے لگے، اور حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
کے گرد اُس وقت بیعت کرنے والوں کا ہجوم تھا بیشمار آدمیوں
نے اُس روز بیعت کی، پھر عصر کی نماز پڑھ کر حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ تو چند آدمی اپنے ساتھ لے کر شیخ امام بخش سوداگر کی
عیادت کو سوار ہوگئے، اور مولانا عبدالحئی صاحب وہیں صحن
مسجد میں لوگوں کو سوالوں کا جواب دیتے رہے، جب آپ
شیخ صاحب موصوف کے مکان پر پہنچے، تب انہوں نے کئی
گھڑے شکر کا شربت بنوایا اور سب کو پلوایا، حضرت علیہ الرحمۃ
نے شیخ صاحب سے پوچھا کہ آپ کو کیا عارضہ ہے اُنہوں نے

عرض کی کہ طبیب لوگ کہتے ہیں کہ اول درجہ دق کا ہے اور
مجھکو بھی دق ہی کے آثار معلوم ہوتے ہیں کہ چند مہینے سے معالجہ
طرح طرح کا ہوتا ہے اور بیماری زیادہ ہوتی ہے مگر تفاوت
کچھہ بھی نہیں ہوتا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اچھا کردیگا' اپنے
دل میں کسی بات کا اندیشہ نہ کرو' اور شیخ صاحب نے اپنے
کئی نوکروں سے سنا تھا کہ ان دنوں کوئی حضرت کے ہمراہیوں
سے سخت بیمار اور جاں بلب تھا سو اس کے اوپر آپ نے ہاتھ پھیرا
فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دی' یہی بات خیال کر کے حضرت
سے کہا کہ میں اُمیدوار ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کریں جس طرح
ان دنوں آپنے اپنے کسی رفیق کے واسطے دعا کی تھی اور اُس کو
اللہ تعالیٰ نے اُسی دم صحت کامل عطا فرمائی' آپ نے پوچھا کہ
یہ بات تم نے کس سے سنی ہے' کہا فلانے فلانے نوکر بیان کرتے
تھے' آپ نے فرمایا بہتر آپ کے واسطے ہم دعا کرینگے اللہ تعالیٰ
چاہیگا اچھے ہو جاؤ گے' پھر آپ نے بسم اللہ کر کے اپنا
دست مبارک ان کے سر سے پیروں تک پھیرا اُسی دم

ان کا بدن سینہ تک ہلکا ہو گیا، پھر دوسری بار ہاتھ
پھیرا کمر تک بدن ہلکا ہو گیا پھر تیسرا کر پیروں تک ہلکا
ہو گیا، پھر آپ نے پوچھا کہ شیخ صاحب اب کیا حال ہے
عرض کی کہ حضرت اب تو میں فضل الٰہی سے چنگا تندرست
ہو گیا، اب مجھکو کچھ بیماری معلوم نہیں ہوتی، اور چارپائی
سے اٹھنے کا ارادہ کیا آپ نے منع فرمایا کہ نہ اٹھو اور خبردار
ابھی چند روز کچھ بدپرہیزی نہ کرنا پھر آپ وہاں سے رخصت ہوئے
ٹیلے پر آکر نماز مغرب پڑھی، بعد اس کے جب نماز عشا سے فارغ
ہوئے تب مولوی یوسف صاحب نے پوچھا کہ وہ دیگچہ پلاؤ کا
رکھا ہے اس کے واسطے کیا ارشاد ہے آپ نے کہا کہ حق
صاحبوں کو کھانے کی اشتہا ہو کھلا دو پھر انہوں نے سب سے پوچھا
سب نے کہا کہ اس وقت بھوک نہیں ہے صبح کو کھالیویں گے
پھر ہم چند لوگ موافق معمول ہمیشگی حضرت کے پاس جاکر بیٹھے کہ
آپ کچھ فرماویں ہم سنیں، اس وقت مولانا عبدالحئی صاحب نے

سے آپ نے پوچھا کہ مولانا صاحب آج تو آپ کو خوب ہی
محنت پڑی ہو گی کہو کیا معاملہ گذرا اُنھوں نے کہا بعد نماز کے
کچھ میں نے لوگوں کو وعظ و نصیحت سنائی تھی، آپ نے فرمایا کہ
خیر وعظ آپ نے کہا ہوگا مگر اس وقت سے عشا تک جو لوگ آپ
کو گھیرے تھے ان سے کیونکر فارغ ہوئے۔ کہا بعضوں کو بعض
بعض مسائل کی تحقیقات منظور تھی، اور بعضوں کو اعتراض اور
مباحثہ کرنا درکار تھا، غرض سب کو جو کچھ اُس وقت میرے
ذہن میں آیا، جواب دیا، اور ایک مرزا صاحب صبح کو دعوت
کر گئے ہیں، میری اور بیس آدمی اور کی ہے، فرمایا بہتر جائیے،
پھر صبح کو صاحب دعوت کا آدمی سواری لے کر حاضر ہوا اور
باتوں باتوں میں کہنے لگا آج فلانے فلانے مولوی اپنی اپنی
کتابیں لئے بیٹھے ہیں، چنانچہ مرزا حسن علی صاحب محدث بھی وہیں
ہیں، سو مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب آپ سے مناظرہ
کرینگے، مولانا عبدالحئی صاحب نے کہا کہ ہاں مجھ کو بھی یہی

سمجھ پڑتا ہے کہ آج وہاں عجب نہیں جو کچھ مناظرہ یا مباحثہ ہو، پھر مولانا صاحب نے یہی حال حضرت علیہ الرحمۃ کے آگے بیان کیا کہ صاحبِ دعوت کے آدمی کی زبانی معلوم ہوا کہ وہاں کچھ علماء واسطے مناظرہ کے جمع تھے، آپ جناب الٰہی میں دعا کریں کہ وہاں کچھ کسی طور کا شر و فساد نہ ہو، اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو وہاں جانا کچھ ضرور نہیں، اس واسطے کہ طبیعت کے تیز اور صاف گو ہیں، کسی کا پاس نہ کرینگے جو بات ہوگی صاف صاف کہیں گے، حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب طرح کی خیر ہوگی، وہاں شر و فساد کچھ نہ ہوگا جو کوئی کچھ سوال کرے تو موافق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے جواب دینا اور مناظرہ اور مباحثے سے کچھ غرض نہ کرنا، بلکہ خدائے تعالیٰ کی جناب سے یہ اُمید ہے کہ وہ صاحب کچھ دور تمہارا استقبال کریں گے، جیسے علما کی تعظیم و توقیر ہوتی ہے اسی طور کریں گے، پھر

مولانا عبدالحیٔ صاحب علیہ الرحمۃ اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولوی وحیدالدین صاحب اور بیس آدمی اور بھی ساتھ لے کر دعوت کھانے تشریف لے گئے، فی الحقیقت جو کچھ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا، وہی معاملہ بعینہٖ پیش آیا کہ انہوں نے جوان صاحبوں کے آنے کو سنا تو چند قدم مکان سے نکل کر بڑی تعظیم اور توقیر سے لے گئے، اور بہت عزت اور حرمت سے بٹھایا اور کچھ مسائل بطور استفادہ کے پوچھے، مولانا عبدالحیٔ صاحب نے ہر مسئلہ کا جواب معقول ارشاد کیا، پھر انہوں نے ہاتھ دھلائے، کھانا کھلایا، بعد فراغ طعام کے کچھ دیر اور بیٹھے، اس عرصہ میں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے ہم چھ یا سات آدمیوں کو بھیجا کہ جاکر دیکھو تو وہاں کیا حال ہے، پھر ہم لوگ وہاں گئے، دیکھا کہ سب صاحب شاد و خرم بیٹھے ہیں، اُس وقت مولوی وحیدالدین صاحب پان کھا رہے تھے، ہم کو دیکھ کر تھوکنے کے بہانہ سے

اُٹھے، اور ہم سے آکر پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو، ہم نے کہا
کہ حضرت نے ہم کو بھیجا ہے کہ وہاں جاکر دیکھیو تو کیا حال ہے
مولوی صاحب نے کہا یہاں سب طرح سے خدا کا فضل ہے، جس
چیز کا ہم کو خیال تھا وہ یہاں کچھ نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ
کسی روز حضرت علیہ الرحمۃ کو بھی بلانے کو کہتے ہیں، خیراب تو
آگئے، لحظہ بیٹھ کر چلے جانا تمہارے بعد ہم بھی آتے ہیں،
پھر ہم وہاں سے کچھ دیر بیٹھ کر چلے آئے، پھر ہمارے مولانا
عبدالحئی صاحب بھی سب لوگوں کو لے کر آپہنچے، اور جو کچھ
وہاں حال گذرا تھا، حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ سے بیان
کیا اور کہا کہ آپ کو بھی بلانے کی ان صاحبوں نے تیاری کی ہے،
آپ نے فرمایا کہ ہم کو بلاویں گے، ہم چلیں گے بھی، پھر دوسرے
روز اس محلہ کے کئی آدمی آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ
سے اطلاعاً بیان کیا کہ وہاں لوگوں نے آپ کو بلانے کا
ارادہ کیا ہے اور ان کی یہ نیت ہے کہ ہم کو جو کچھ گفتگو کرنا

ہے سید صاحب سے کرینگے اس واسطے کہ ان کو زیادہ علم بھی نہیں ہے، اگر ہم نے ان کو مغلوب کر دیا تو ان کے سب اتباع اور مرید لوگ بھی مغلوب اور لاجواب ہو جاوینگے، سو وہاں اس بات پر تمام لوگ خوش ہیں اور ہم لوگ بھی خوش ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ جب آپ کا ان سے مقابلہ ہوگا تو وہ ایک ہی کلام میں وہ سب کے سب لاجواب ہو جاوینگے آپ نے فرمایا ہم حاضر ہیں وہ جب چاہیں ہم کو بلاویں پھر ایک روز ان کا آدمی آدمی حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اور کہا کہ صبح کو فلانے محلہ میں فلانے صاحب کے یہاں آپ کی اور آپ کے تمام لوگوں دعوت ہے، آپ نے فرمایا کہ بہتر، پھر صبح کو صاحب دعوت نے سواریاں بھیجیں حضرت نے چلنے کی تیاری کی، شہر والوں کو خبر ہوئی کہ آج وہاں حضرت سے مناظرہ ہوگا تو اپنے لوگ اور وہ ملا کر قریب چار سو آدمیوں کے ہونگے آپ نے فرمایا

کہ ہاں فقط ہمارے لوگوں کی دعوت ہے' اوروں کو بے اجازت جانا مناسب نہیں' یہ سن کر لوگ وہاں سے متفرق ہو کر اپنی اپنی طرف چلے گئے مگر جب حضرت اپنے لوگوں کو لیکر وہاں پہنچے تو وہ بھی وہیں آکر موجود ہوئے' صاحب دعوت نے سب کو فرش پر بٹھایا' سب آدمی قریب چار سو کے تھے' اپنے کھانے کو خیال کر کے صاحب دعوت گھبرایا کہ کھانا کم ہے اور کھانے والے بہت' ان کا نام مرزا حسن علی بیگ تھا' حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کی طبیعت متردد دیکھ کر پہچانا اور کہا' مرزا صاحب ذرا یہاں ہمارے پاس تشریف لاؤ' وہ اس وقت اپنے لوگوں سے قلتِ طعام کا شکوہ کر رہے تھے' جواب دیا کہ میں حاضر ہوتا ہوں' آپ نے فرمایا کہ ابھی آؤ' وہ حاضر ہوئے' آپ نے پوچھا تمہاری طبیعت کیوں متردد سی ہے' مرزا صاحب نے بے تکلف بھی کہا کہ حضرت سلامت! کھانا تھوڑا ہے اور آدمی بہت ہیں اس وقت مجھکو بھی تردد ہے' آپ نے پوچھا' کھانا تم نے کس قدر پکوایا' کہا میں نے سو آدمیوں

کا سو آدمی میری طرف کے کھانے والے ہیں' اور دو
سو آدمیوں کا کھانا آپ کے واسطے' سو اس وقت
آدمی جانبین کے کم وبیش چھ سَو معلوم ہوتے ہیں' آپ
نے فرمایا کہ جو کھانا ہمارے لوگوں کے لئے ہو اس کو جدا کرکے
ہمارے لوگوں کو حوالہ کردو' ہم جائیں اور ہمارے آدمی'
اور باقی اپنے لوگوں کا کھانا جدا کرلو' اور دوسری بات
یہ کہ جو تم نے رکابیاں منگوائی ہیں ان کو تو رہنے دو' ہمارے
لوگوں کے واسطے لگنیں اور کونڈے منگا دو اور اپنے آدمیوں
کو ہمارے کھانے کے پاس سے بلا لو ہمارے لوگ اپنے کھانے
کا آپ انتظام کرلیویں گے' پھر مرزا صاحب نے ویسا ہی کیا
دو حصہ کھانا تو ہم لوگوں کے لئے جدا کر دیا اور ایک حصہ اپنے
لوگوں کے واسطے جدا رکھ لیا' پھر حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
مولوی محمد یوسف صاحب اور میاں عبداللہ اور مجکو اور ایک
یار آدمی اور کو واسطے کھلانے کے مقرر کیا اور میاں عبداللہ
صاحب سے کہا کہ تھوڑا سا کھانا کفگیر میں لاؤ تو دیکھیں کیا
کھانا مرزا صاحب نے پکوایا ہے' اُنہوں نے کہا پلاؤ

ہے اور کفگیر میں تھوڑے چاول لیکر آپ کے پاس گئے آپ نے ذرہ چار چاول کفگیر سے اُٹھاکر کھالئے اور کہا باقی چاول دیگ میں ڈال کر اور چاولوں کی تعریف کرنے لگے کہ واہ سبحان اللہ مرزا صاحب نے خوب ہی باریک عمدہ چاول پکوائے ہیں اور ہم لوگ تو موٹے چاول اور کڑھی کے کھانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کھانے میں برکت کرے، اور ہم لوگوں سے فرمایا کھلانا شروع کرو، پھر ہم لوگ انہیں لگنوں اور کونڈوں میں نکال کر کھلانے لگے، فضل الٰہی سے ہمارے سب آدمی باخوبی آسودہ ہو کر کھا لیا اور تھوڑا تھوڑا ہر لگن اور کونڈے میں کھانا بچ رہا اور کچھ دیگ میں بچا سو ہم لوگوں نے کھایا، یہ حال عجیب وغریب دیکھ کر مرزا صاحب اور اُن کی طرف کے تمام لوگ متحیر ہو گئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا، پھر مرزا صاحب اپنے لوگوں کو کھلانے کی تیاری کرنے لگے وہاں بھی قریب دو سو آدمیوں کے جمع ہو گئے، سبب یہ تھا کہ سب کو خبر تھی کہ آج سید صاحب اور یہاں کے علما سے مناظرہ اور مباحثہ ہو گا اکثر لوگ تماشا

دیکھنے کو آئے تھے اور کھانا وہاں سو آدمی کے کھانے کا
تھا قلت طعام کا مرزا صاحب کے دل میں تردد تھا پھر
یہی ذکر حضرت علیہ الرحمۃ سے کیا' آپ نے فرمایا کہ جن لگنوں
اور کونڈوں میں ہمارے لوگوں نے کھایا ہے اور کچھ کھانا ان
برتنوں میں بچا ہے وہ انہیں برتنوں میں رہنے دو اور اس میں سے
نکال نکال کر کھلانا شروع کردو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا
پھر مرزا صاحب نے ویسا ہی کیا' سب لوگ کھا گئے اور دو چار
سیر پلاؤ بچ رہا' پھر تو وہ سب صاحب جو مناظرہ اور مباحثہ
کی نیت سے جمع تھے' سر بجیب عالم حیرت میں رہ گئے' کسی نے مارے
ندامت کے گردن نہ اٹھائی' بلکہ ہر ایک شخص حضرت علیہ الرحمۃ کی
اور آپ کے آبا اور اجداد اجداد کے فضائل بیان کرنے لگے کہ
آپ ایسے ہیں اور آپ کے بزرگوار اس عالی مرتبہ کے تھے' پھر
اس وقت دوسرے مرزا حسن علی صاحب جو محدث تھے
انہوں نے دو تھان مشروع اور دو تھان چکن کے
اور ایک چھوٹا سا پاندان سفید الاچیوں سے بھرا ہوا اور

اور اس میں ایک شیشی عطر کی دھری ہوئی حضرت کے روبرو لائے
اور وہ سب نذر کیا، آپ نے ہم میں سے ایک شخص کو کہا کہ یہ
اسباب لیلو یہ مرزا صاحب کا تبرک ہے، اور یہ الائچیاں ہم
کھاوینگے، بعد اس کے لوگوں نے بیعت کرنا شروع کیا، عورت
مرد ملا کر کوئی تین سو آدمی شرف بیعت سے مشرف ہوئے
پہلے تو مردوں نے بیعت کی، پھر لوگ حضرت کو اپنے اپنے گھروں
میں لے گئے وہاں عورتوں نے بیعت کی، پھر وہاں سے آپ
تشریف لائے اور نماز عصر شاہ پیر محمد صاحب کی مسجد میں
پڑھی، پھر اگلے روز ہفتہ کو شہر کے بیشمار لوگوں نے آکر آپ
کے دست مبارک پر بیعت کی، ان میں سنی لوگ تو تھے ہی مگر
امامیہ مذہب والے بھی بہت تھے اور پہلے بھی اکثر شیعہ لوگ
بیعت کر چکے تھے، اس بات کا تمام شہر کے شیعوں میں
چرچا تھا کہ جو سید صاحب رائے بریلی کے شاہ پیر محمد
صاحب کے ٹیلے پر اترے ہیں خدا جانے ان کے پاس کیا عمل

یا سحر ہے کہ جو کوئی ان کے پاس جاتا ہے اُنہیں کا مذہب
اور طریق اختیار کرلیتا ہے، سو اس روز کسی رافضی نے چار
آدمی مسلح آپ کے مارنے کو بھیجے، سو وہ چاروں شخص وقت
نماز عشا کے جس مکان میں آپ اترے تھے اس کی ڈیوڑھی میں
آکر دونوں کواڑوں کی آڑ میں دو دو آدمی چھپ رہے
جب آپ نماز عشا سے فارغ ہوکر اپنے مکان میں تشریف
فرما ہوئے اور پلنگ پر لیٹے، تو وہ بھی چاروں شخص آپ کے
پاس فرش پر بیٹھے، آپ نے دیکھا کہ یہ اجنبی ہیں، پھر آپ
نے پوچھا کہ بھائیو تم اس وقت کہاں آئے ہو، اُنہوں نے
کہا کہ حضرت ہم اپنا حال آپ سے کیا بیان کریں، سچ تو یہ ہے کہ
کہ کسی شخص نے ہم چاروں کو آپ کے مارنے کو بھیجا تھا، سو
ہم آکر اس مکان کی ڈیوڑھی میں دونوں طرف کواڑوں
کی آڑ میں لگ رہے، جب آپ مسجد سے اس طرف کو آنے لگے
اس وقت ہم کو ایک ایسی شئی ہیبت ناک نظر آئی کہ اس کے

خوف سے ہماری جان قبض ہوتی تھی، نہ تو ہم اس کے خوف
سے باہر دروازے کے جا سکتے تھے اور نہ ڈیوڑھی میں ٹھہر سکے، اسی
میں ہم نے اپنی رہائی اور نجات دیکھی کہ اپنی اس خطا سے
آپ کے سامنے تائب ہوں اور آپ کے دست مبارک پر
بیعت کریں اور اپنے پستول اور تلوار اور چھرے چاروں
نے حضرت کے سامنے رکھدئے اور کہا کہ اب ہم آپ کے
ہاتھ پر بیعت کرینگے، آپ نے فرمایا کہ ہم حاضر ہیں تم چاہو تو
اپنا مطلب کرو، مگر تم نے خوب کیا، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور
تم کو اپنے کرم سے بچالیا اور جو بیعت کرنے کو کہتے ہو یہ تو بہت
بہتر بات ہے مگر تم پہلے اس سے ملاقات کر آؤ جس نے تم کو بھیجا
تھا اور اپنے اس حال سے اس کو اطلاع کر آؤ، پھر آکر ہم سے
بیعت بھی کرلینا، ہم تو اسی مکان میں موجود رہیں، انہوں نے
کہا کہ ہم پہلے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، پھر وہاں جاکر
اس سے ملاقات کرینگے، پھر آپنے ان سے بیعت لی اور اپنے
دو آدمیوں سے فرمایا کہ ان کو توجہ دو، وہ ان کو

توجہ دے کر آپ کے پاس لائے، آپ نے پوچھا کہ جو کچھ
تم کو توجہ میں معلوم ہوا ہو بیان کرو، ہر ایک نے اپنا حال دیکھا
ہوا بیان کیا، پھر رخصت ہو کر وہ اپنے مکان کو گئے، ہم
لوگ بھی سو رہے، صبح کو کچھ دن چڑھے وہی چاروں آدمی
چھ سات اور ذی عزت شخصوں کو اپنے ساتھ لے کر حضرت
علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آئے، پھر آپ ان کو لے کر
ایک حجرے میں مسجد کے بیٹھے، یہ نہیں معلوم کہ وہاں اُن سے آپ
نے کیا باتیں کیں، پھر انہوں نے وہیں حجرے میں آپ کے دست
مبارک پر بیعت کی، اور اُن چاروں شخصوں سے آپ نے فرمایا کہ
جس طرح کل رات کو ہمارے آدمیوں نے تم کو بٹھا کر توجہ دیا
تھا، اس طرح ان صاحبوں کو توجہ دو، پھر جب توجہ دے
کر وہ آپ کے پاس ان کو لائے، آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم
نے دیکھا ہو بیان کرو، ہر ایک نے اپنا اپنا کشف بیان کیا اور
بہت خوش ہوئے اور عرض کی کہ حضرت جو کچھ ہم جو کچھ
ہم لوگوں کی زبانی سُن سن کر اپنے گمان فاسد میں آپ کے

حق میں سمجھے تھے وہ تمام محض غلط اور لغو تھا' یہاں تو ہم نے
کچھ اور ہی کارخانہ دیکھا' فی الحقیقت آپ طریق حق پر ہیں
اور وہ سب بہتانی اور مفتری باطل پر ہیں اور یہ عرض کی
کہ حضرت اگر آپ کی توجہات اور عنایات بیغایات سے ہم
لوگوں کو زیارت حضرت مرتضٰی علی اور حضرات حسنین علیہم
الرضوان کی نصیب ہو تو بہت خوب ہو اور پھر ہم بہت لوگوں
کو لاکر آپ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر کریں' آپ
نے فرمایا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے' میرے قابو کی
نہیں ہے' مگر میں جناب باری میں دعا کرونگا اُمید قوی ہے کہ
انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا مطلب حاصل ہو' پھر وہ رخصت ہوکر
اپنے اپنے مکان کو گئے' پھر روز دس پندرہ آدمی فرقہ امامیہ
سے آتے تھے اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کرکے سنی ہو جاتے تھے
اور توجہ میں کوئی کہتا تھا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ
وجہہ کو دیکھا اور کوئی کہتا تھا میں نے حضرات حسنین رضی اللہ
عنہما کو دیکھا' رفتہ رفتہ اس بات کی تمام شہر میں شہرت

ہوئی کہ تمام رافضی لوگ سنی ہوئے جاتے ہیں، اس عرصہ میں
ایک روز حاجی عبدالرحیم صاحب مسجد کے قریب کنواں تھا اس
میں پانی بھرتے تھے اور میں اور میاں عبدالحکیم اور میاں عبداللہ
مسجد اور کنوئیں کے درمیان میں کھڑے تھے، اس میں ایک دو
آدمی اجنبی سر پر دوہر اوڑھے ہوئے ایک طرف سے آئے ہم نے
خیال کیا کہ ایام گرمی کے ہیں اور اس وقت جاڑا بھی نہیں ہے یہ
دوہر کیوں اوڑھے ہیں، پھر ہم نے اپنے دل میں کہا کہ آدمی کی طبیعت
ہر طرح کی ہے یوں ہی اوڑھے ہونگے، مگر یہ کھٹکا دل میں رہا
جب وہ نزدیک آئے ہم تینوں آدمی مسجد میں گئے اس وقت
حضرت علیہ الرحمۃ رو بقبلہ بیٹھے تھے اور بیس پچیس آدمی اور
تھے، پھر میں تو آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا اور میاں عبداللہ
صاحب سامنے اور میاں عبدالحکیم صاحب داہنی طرف کھڑے
ہوئے اور وہ دونوں دوہر پوش آکر دوزانو حضرت
علیہ الرحمۃ کے سامنے بیٹھے، آپ نے ان سے ساتھ اخلاق
کے فرمایا کہ بھائیو! اچھی طرح چہار زانو ہو کر بیٹھو، پھر وہ

بافراغت چہار زانو ہو کر بیٹھے اور دوپہر کے اندر سے اپنی
اپنی قرابین اور تلوار نکال کر حضرت علیہ الرحمۃ کے سامنے دہر
دی اور چہروں پر ان کے ایک بدحواسی معلوم ہوتی تھی، آپ
نے فرمایا کہ کچھ فرمائیے، انہوں نے کہا کہ حضرت کیا کہیں کچھ
کہنے کی بات نہیں ہے، آپ نے بتکرار اُن سے پوچھا کہ جو کچھ ہو
بے تکلف بیان کرو اُنہوں نے پھر بہت انکار کیا کہ یہ بات
قابل بیان کے نہیں اس کو آپ یونہیں رہنے دیں، ہم آپ
کے ہاتھ پر توبہ کرینگے، آپ نے فرمایا کہ توبہ تو بہت خوب ہے
مگر پہلے اپنا مطلب تو بیان کرو پھر توبہ بھی کرنا، انہوں نے کہا
کہ حضرت سلامت سچ تو یہ ہے کہ ہم دونو آدمیوں کو تاج الدین
حسین خاں نے آپ کے مارنے کو بھیجا تھا اور ہم کو کاغذ لکھ کر
مہر کر دی تھی کہ جو تم سید صاحب کو مار کر آؤگے تو اس قدر
انعام دیو ینگے اور جو تم مارے جاؤگے تو تمہارے اہل و عیال
کا کھانا کپڑا عمر بھر ہماری سرکار سے ملا کریگا اور وہ کاغذ

مہری ہمارے یہاں رکھا ہے' اور جب ہم دونو یہاں آپ کے
پاس آئے تو کچھ اور ہی حال دیکھا اور خیالِ فاسد سے بہت
نادم ہوئے' آپ نے فرمایا کہ تم جس مطلب کو آئے کیوں نہیں
کرتے ہو ہم تو حاضر ہیں' اور تم نے یہاں آکر کیا حال دیکھا وہ
بھی بیان کرو' کہا جب سے ہم آپ کے پاس آئے ہیں تب سے
اب تک دیکھتے ہیں کہ دو شخص مہیب ننگی تلواریں الم کئے ہوئے آپ
کے داہنے اور بائیں کھڑے ہیں اگر ہم آپ کی طرف ایک انگلی
بھی بدگمانی کے خیال سے اٹھا دیں تو اسی دم وہ ہم کو قتل کریں
آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہمارے داہنے بائیں تو ننگی تلواریں
لئے ہوئے کوئی نظر نہیں آتا ہے آدمی دو ایک خالی ہاتھ
کھڑے ہیں اُنھوں نے کہا کہ ہاں ان کو تو سب دیکھتے ہیں ہم
ان کو نہیں کہتے وہ تو اور ہی ہیں' وہ ہم ہی کو نظر آتے ہیں
اور کوئی ان کو نہیں دیکھتا' یہ حال بیان کر کے پھر انھوں نے
آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور کہا ہم آپ کی خدمت
میں رہینگے' تاج الدین حسین خاں کے پاس نہ جاوینگے ملکہ اپنی

جو دو لڑکے اس محلہ سے لاکر اور کہیں رکھ دیویں گے، آپ نے فرمایا کہ یہ بات ہرگز نہ کرنا، جیسے تم ان کے نوکر ہو اسی طرح رہو، تمہارا وہیں رہنا بہتر ہے، انھوں نے کئی مرتبہ انکار کیا اور کئی مرتبہ آپ نے ان کو سمجھایا، پھر وہ سمجھ کر راضی ہوئے اور دونوں نے اپنی قرابین اور تلوار آپ کی نذر کی، آپ نے فرمایا ہم نے نذر تمہاری قبول کی، اب ہم اپنی طرف سے تم کو دیتے ہیں، انھوں نے کسی طور نہ مانا، پھر وہ ہتیار لے کر اپنے ایک آدمی کو سپرد کر دیئے کہ ان کو رکھو یہ ان کی امانت ہیں ہم پھر کسی وقت ان کو دیدیویں گے، پھر رخصت ہو کر وہ اپنے مکان کو گئے، دوسرے روز پھر آئے، اور حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ ہم کل آپ سے رخصت ہو کر تاج الدین حسین خاں کے پاس گئے اور یہاں جو کچھ ہم نے دیکھا تھا ان سے سب بیان کیا، یہ حال سن کر ان کو تعجب ہوا پھر وہ ہم دونوں کو سبحان علی خاں کے پاس لے گئے اور وہی حال ہم سے اُن کے

سامنے کہلایا وہ سن کر دیر تک ایک سکوت کی حالت میں رہ گئے، پھر کہا ہمارے گروہ کے صدہا آدمی سید صاحب کے پاس گئے اور مرید ہوئے کچھ کرامت ان میں ہے تب ان کے معتقد ہوئے اور نہیں تو کیا سب کے سب بیوقوف ہیں پھر وہ ہم دونو کو لیکر مرزا نتھو کے پاس گئے اور یہی بیان ان کے پاس کرایا، یہ حال سن کر مرزا صاحب نے ان کو بہت لعنت ملامت کی کہ تم بڑے نادان ہو، بہت ہی بیجا حرکت کی تم نے، یہ بات تمہاری شان سے بہت بعید تھی، خدا نے خیر کی، وہ سید صاحب تو بڑے بزرگ حقانی عالی خاندان ہیں، ہم ان سے اور ان کے آبا اجداد سے خوب واقف ہیں، اب بہتر اس میں ہے کہ کسی روز چل کر یہ قصور اپنا معاف کراؤ، پھر وہ اپنے دل میں بہت پشیمان ہوئے فقط، پھر دوسرے یا تیسرے دن شام کو انہوں نے چوبدار حضرت کی خدمت میں بھیجا اس نے آکر کہا کہ خاں صاحب تاج الدین خاں نے آپ کو سلام اور آداب عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم آپ کی ملاقات کو صبح گھڑی دو گھڑی بجے حاضر

حاضر ہونگے، پھر دوسرے دن صبح کو آپ نے شاہ پیر محمد صاحب کی مسجد کی چھت پر شطرنجی بچھوائی اور فرمایا کہ جب وہ آدیں تو اسی پر بٹھانا، پھر کوئی دو بجے تاج الدین حسین خاں اور سبحان علی خاں اور مرزا نتھو آئے، لوگوں نے وہیں چھت پر ان کو بٹھایا، پھر حضرت علیہ الرحمۃ بھی وہیں تشریف لے گئے اور کئی گھڑی تک وہاں ان سے باتیں کیا کئے، یہ مجکو نہیں معلوم کہ وہ باتیں کیا تھیں، پھر وہ تینوں حضرت علیہ الرحمۃ سے مرخص ہو اپنے مکان کو گئے، یہ قصہ تمام ہوا، پھر جب روز جمعہ آیا تو اس کثرت سے آدمی مسجد میں پیشتر نماز کے جمع ہوئے کہ نماز پڑھنے کی جگہ ملنی مشکل ہوئی، بعض بعض صاحبوں نے عرض کی حضرت علیہ الرحمۃ سے کی کہ آج نمازی اس قدر جمع ہوئے ہیں کہ مسجد میں اُن کی گنجائش نظر نہیں آتی، اس کی کیا تدبیر کی جاوے آپ نے فرمایا کہ وقت نماز کے دیکھا جاویگا، اُنھوں نے کہا ہم کو معلوم ہے کہ اتنے لوگوں کی مسجد میں گنجائش نہیں ہے

جو کچھ تدبیر کرنا ہو رہی سے آپ فرما دیویں، آپ نے کہا دو
چار صفیں قریب قریب کھڑی ہوں اس میں گنجائش ہو جاوے گی
اور پیچھے کے لوگ اپنے آگے والوں کی پیٹھ پر سجدہ کریں، وقت
ضرورت کے یہ درست ہے، مگر مولانا عبدالحئی صاحب سے بھی
اس کو پوچھ لو، پھر انہوں نے مولانا ممدوح سے پوچھا، آپ نے
کہا ہاں یہی مسئلہ ہے جیسا حضرت علیہ الرحمۃ نے ارشاد کیا
قبل خطبہ کے دو تین آدمی سب لوگوں سے پکار کر کہہ دیویں
کہ صفیں قریب قریب کھڑی ہوں اور اپنے آگے والوں کی
پیٹھوں پر سجدہ کریں، وقت تنگی مکان کے درست ہے، پھر
ایسا ہی ہوا کہ پچھلوں نے اگلوں کی پشتوں پر سجدہ کیا، کئی صف
میں یہی حال تھا، بعد فراغ نماز کے مولانا عبدالحئی صاحب نے اس
رکوع کو " و لقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ
عالمین ہ اذ قال لابیہ و قومہ ما ھذہ التماثیل التی
انتم لھا عاکفون ہ وعظ کہنا شروع کیا اور اس کے ضمن میں
کوئی دقیقہ تعزیہ داری اور عرس اور محفل راگ اور باجے

اور گور پرستی اور پیر پرستی وغیرہ کا باقی نہ چھوڑا اور ہزاروں
سنی اور شیعہ سنتے تھے اور صدہا آدمی زار زار بیقرار روتے تھے
اور آپس میں کہتے تھے کہ سبحان اللہ آج اس بیان سے معلوم
ہوتا ہے کہ گویا آج قرآن مجید نازل ہوا ہے، افسوس کہ ہم لوگ آج
تک گمراہی میں گرفتار رہے، کسی عالم فاضل نے ہم کو اس سے آگاہ نہ کیا
اور بعد اس کے مولانا ممدوح نے اس آیت کا بیان فرمایا ولوطاً
آتیناہ حکما وعلما ونجیناہ من القریۃ التی کانت تعمل الخبائث
الخ۔ اور افعال خبیثہ قوم لوط علیہ السلام کے اٹھارہ قسم کے بیان
کئے اور اس وقت تمام علما فرنگی محل اور اکثر شاگرد مولوی دلدار علی
مجتہد لکھنو کے اور مفتی غلام حضرت صاحب کہ بڑے صاحب اخلاق
اور متقی اور پرہیز گار تھے سب اس مجلس وعظ میں حاضر تھے
اور وہ افعال خبیثہ لوطیوں کے یہ ہیں، داڑھی منڈوانی لبیں
بڑھانا، پٹے رکھنا، مسی لگانا، اعلام کرنا، کبوتر اڑانا، مرغ
لڑانا، سیٹی بجانا، ہر عورت کو کنکری مار کر منہ پھیر لینا، گالی
دے کر کسی کو پکارنا، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا، تالی

بجانا، پتنگ اڑانا، محفل میں آواز سے گوز مارنا، راہ میں
گندگی ڈالنا، رنگ زعفرانی یا کسومی لباس پہننا، اس میں سے
دو ؟دل مجکو یاد نہ رہے، پھر جب یہ سب گفتگو تمام حاضرین محفل نے
سنی سکتے کے عالم میں رہ گئے اور مولانا عبدالحئی صاحب نے سب کی
طرف مخاطب ہو کر کہا کہ صاحبو تم سب سے ایک عرض کرتا ہوں
اس کو متوجہ ہو کر سنو اور اسکا جواب دو وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی
اللہ عنہ کی ڈاڑھی بڑی تھی کہ تمام سینہ چھپا تھا اور حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کی ڈاڑھی بھی ایسی تھی، اہل سنت والجماعت دعویٰ محبت
چار یار کہتے ہیں اور شیعہ لوگ حضرت مرتضیٰ علیؓ کی محبت کا دعویٰ
رکھتے ہیں اور محبت کے معنیٰ یہ ہیں میل اور رغبت کرنا اس چیز کی طرف
کہ جو موافق مرضی محبوب کے ہو نہ یہ کہ برخلاف رضا اپنے محبوب کے
چلے، سو بڑا تعجب ہے کہ یہ دونوں فریق ڈاڑھیاں منڈواتے ہیں اور
دعویٰ دوستی صحابہ اور محبت اہل بیت کا منہ سے کئے جاتے ہیں، اس
بات کے سنتے ہی جن صاحبوں کی ڈاڑھیاں منڈی تھیں انہوں
نے منہ پر رومال باندھ لئے اور جن صاحبوں کے پائنچے ٹخنوں
سے نیچے تھے اسی دم پھاڑ ڈالے اور کبوتر اڑانے والوں

اور مرغ لڑانے والوں اور پتنگ باز وں وغیرہ نے بھی توبہ کی اور اس
روز سے ہدایت ہونی لوگوں کو شروع ہوئی اور اس دن جبہ یا ستابند
مہاجین لباس فاخرہ پہنے ہوئے وعظ سن رہے تھے اس عرصہ میں اذان
عصر کی ہوئی، مولانا صاحب نے وعظ موقوف کیا اور ان ہندوؤں نے
مولانا صاحب سے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا سب حق ہے اور دین آپ
کا سچا ہے، ہم لوگوں نے جانا کہ شاید یہ مسلمان ہونے کو آئے ہیں
پھر بعد نماز عصر کے وہ سید صاحب کے پاس آئے اس وقت آپ کے
گرد کئی ہزار آدمی سنی اور رافضی حاضر تھے اور بیعت کر رہے تھے۔
اور حضرت نے اپنا دوپٹا پھیلا دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جو
اس کو پکڑے وہ ہمارا مرید ہے، پھر بعد نماز بیعت کی ان ہندوؤں
نے عرض کی کہ حضرت ہم بھی اُمیدوار ہیں کہ کچھ دیکھیں جیسے آپ
کے لوگ توجہ میں دیکھتے ہیں، آپ نے فرمایا دکھانا خدا کے اختیار
میں ہے یہ بات ہمارے قابو کی نہیں ہے مگر ہم دعا کرینگے اُمید
ہے اللہ تعالیٰ تمہارا مطلب برلا دے، اور آپ نے دو یا تین مرید اپنے

سے فرمایا کہ ان کو بھی توجہ دو، پھر وہ توجہ دے کر
ان کو سید صاحب کے پاس لائے، آپ نے ان سے پوچھا
کہ جو کچھ دیکھا ہو بیان کرو، پھر ان میں سے کسی نے کہا میں
نے مہادیو کو دیکھا، کسی نے کہا میں نے ہنومان کو دیکھا اور
بہت زخمی ہوئے اور انہیں ہندوؤں میں ایک کو جذام تھا
تمام چہرے پر ورم آگیا تھا اُس نے کہا حضرت مجکو یہ مرض
ہے سو میں آپ سے دعا کا اُمیدوار ہوں، آپ نے فرمایا کہ بہتر
ہم تمہارے واسطے دعا بھی کرینگے مگر تم ایک دوا بھی کرو، دوا یہ
ہے کہ دو یا ڈھائی سیر سبز جھاؤ کی پتی اور آدہ سیر یا ڈھائی
پاؤ سیر والی کی بالیاں، ان دونوں کو ایک کورے مٹکے میں ڈال
کر پانی بھر دو آٹھ پہر کے بعد جب پانی پینے کی حاجت ہو تو
وہی پانی پیا کرو جیسے تک، اور جب وہ پانی گندا ہو جایا کرے
تب اس کو دور کرنا نئی دوا اور نیا پانی ڈالنا خدا چاہیگا تو
اس میں تم کو آرام ہو جاویگا، اسی اثنا میں ایک مسلمان نے سوال
کیا میرے گھر میں ایک عورت کو دق کی بیماری ہے آپ اس

کے واسطے دعا کریں اور کوئی دوا معلوم ہو تو ارشاد کریں، آپ نے فرمایا کہ ہم دعا بھی کرینگے اور یہی جھاڑو اور سروالی کی دوا تم بھی کرو انشاءاللہ تعالیٰ آرام ہو جاویگا، پھر وہ سب رخصت ہوکر اپنے اپنے مکان کو گئے مگر وہ جدائی سے دو ہر درس میں آتا تھا ہم سب اس کو دیکھتے تھے کہ ہر روز اس کو آرام ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ با خوبی صحیح و سالم ہو گیا، پھر ایک روز کچھ شیرینی بھی لے کر حضرت کے پاس آیا تھا اور وہ مسلمان بھی اکثر آپ کے پاس آکر بیان کرتا تھا کہ اس عورت کو بھی آرام ہوتا جاتا ہے، پھر ایک روز اتفاقاً کہیں اس محلہ میں جہاں وہ شخص رہتا تھا حضرت تشریف لے گئے سو وہ شخص حضرت کو اپنے یہاں لے گیا اور اس عورت کو حاضر کیا اور کہا کہ یہ وہی ہے جس کو دق کا مرض تھا سو اب اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا اور دوا سے شفائے کامل عنایت کی، پھر اس عورت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی اور اس کے توجہ دینے کو اسی مرد سے فرمایا کہ جیسے ہمارے لوگ توجہ دیتے ہیں اسی طور تم ان کو دیا کرو، پھر

وہاں سے آپ شاہ پیر محمد کے ٹیلہ پر تشریف لائے یہ تو بیان تمام ہوا، دوسرا بیان یہ ہے کہ ایک بڑی بھاری دیگ من بھر چاول پکنے کی شیخ امام بخش سوداگر نے حضرت کی نذر کی آپ نے قبول نہ کی، جب وہ بہت اس بات کے درپے ہوئے تب آپ نے بطور عاریت کے رکھ لی کہ جب مکان چلینگے تب حوالہ کر دینگے سو جس روز کہیں ہم لوگوں کی دعوت نہیں ہوتی تو وہی ایک دیگ چاول پکا لیتے اور دال دوسرے برتن میں اور بطور پیمانہ کے ایک چوبیں گہرا پیالہ تھا اس کو کرئی کہتے ہیں اس میں چاول بھر بھر کر ہم نکال لیتے تھے ہر آدمی کو دو کرئی چاول بطور حصہ کے تقسیم کرتے تھے اور وہی ابالی دال ہی بے گھی اور بے مصالح کی، مگر ان چاولوں اور اس دال کا مزہ ایسا ہوتا تھا کہ امیروں کے کھانے میں ہرگز نہ تھا، اور یہ بات میں از روئے مبالغہ نہیں کہتا ہوں، حقیقتہً یوں ہی تھا، اس وقت کے جو لوگ اب یہاں موجود ہیں سب جانتے ہیں اور اسی ایک دیگ چاول میں کوئی پونے دوسو آدمی ہمارا اور بیس پچیس آدمی شہر کے کہ ہر روز اس قدر قریب دوسو آدمیوں کے کھاتے تھے

لوگوں نے جو زبانی لوگوں کے سنا کہ سید صاحب کے یہاں
دال چاول مزے کے پکتے ہیں کہ امیروں کے زردے،
سفیدے میں ایسا مزا نہیں ہوتا سو ایک روز سو سو آدمی
ادہر ادھر سے وقت کھانے کے حاضر ہوئے ان کو دیکھ کر
حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے کہا کہ
ان بھائیوں کو بھی کھانے میں شریک کرلو، مولوی صاحب نے
ان کو بھی دو دو کڑی چاول دئے اور اسی کے موافق دال اور
وہی ایک دیگ چاول تھے کہ کچھ اوپر تین سو آدمی کھا گئے اور
کوئی بھوکا نہ رہا ایک امیر ذی عزت حسن علی نام،
سبحان علی خاں کے مصاحبوں میں اور انہیں کے ہمسایہ تھے، سو چار
پانچ مہینہ سے ان کو جنون ہو گیا تھا اپنے کپڑے پھاڑتے
تھے، لوگوں کو اینٹ پتھر مارتے تھے، ان کے عزیزوں میں سے
ایک صاحب آئے اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ سے
ان کا حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ان کو ہمارے
پاس لاؤ، دوسرے روز وہ پیروں میں بیکڑی اور

ہاتھوں میں ہتکڑیاں پیر ہوں ایک چارپائی پر رسی سے باندھ کر
چار آدمیوں کے کندھے پر دھرا کر لائے اور شاہ پیر محمد صاحب
کی مسجد کے دروازے پر رکھا، حضرت کو خبر ہوئی تشریف لائے
ان کا حال دیکھا فرمایا کہ یہ تو اچھے ہیں، ان کو کھول دو اور
بیکڑی پیتہ نکال ڈالو، انہوں نے کہا یہ لوگوں کو مارینگے اور
بھاگ جاوینگے، آپ نے فرمایا کہ تم کسی بات کو مت ڈرو جو ہم
کہتے ہیں سو کرو، پھر انہوں نے چارپائی سے کھولا اور بیڑیاں اور
ہتکڑیاں نکلوا ڈالیں، آپنے تھوڑا سا پانی منگوالیا اس پر کچھ پڑھا
اور ان کے منہ پر چھینٹا مارا، وہ دفعتہً ہوش میں آگئے، آپ نے
پوچھا کیسی طبیعت ہے کہا الحمدللہ اچھا ہوں، آپ نے فرمایا اگر
اچھے ہو تو اٹھ کر بیٹھو، انہوں نے جوانیکے گردہجوم لوگوں کا
دیکھا کہا یہ کیا معاملہ ہے، میں یہاں کیونکر آیا، آپ نے وہ بیڑیاں
اور ہتکڑیاں اٹھاکر دکھائیں کہ تم یہ پہنے تھے اور اسی سے باندھ
کر چارپائی میں تم کو لائے تھے، ان کو یہ حال سن کر تعجب ہوا
کہ آپ کیا فرماتے ہیں میں تو اچھا ہوں، آپ نے ان کے عزیزوں
سے فرمایا کہ ان کو اسی چارپائی پر لیجاؤ اور کل اسی پر پھیر

ہمارے پاس پھر لانا' بعد اس کے یہ اپنے پیروں آیا کرینگے پھر وہ ان کو لے گئے' دوسرے دن پھر لائے اور دو آدمیوں نے پکڑ کے مسجد میں حضرت کے پاس بٹھا دیا' آپ نے عافیت مزاج کی پوچھی' کہا اب تو فضل الٰہی ہے' پھر اس دن سے ہر روز اپنے پیروں آنے جانے لگے' پھر سات آٹھ روز کے بعد حضرت کی دعوت کی' اس دعوت میں حضرت کے ہمراہ اپنے اور شہر کے لوگ ملا کر قریب پانسو کے ہونگے' پھر دعوت کھلا کر حضرت کو اپنے زنانے میں لے گئے' اور عورتوں کو مرید کرایا' پھر وقت رخصت کے چار پانچ تھان سفید بیش قیمت اور پچاس روپے نقد لاکر نذر رکھے' آپ نے تھان اور روپے مولوی محمد یوسف صاحب کو سپرد کر دئے' پھر صاحب دعوت نے عرض کی کہ حضرت ایک روز اور آپ کو تشریف لانا ہوگا' آپ نے فرمایا کہ جو مطلب تمہارا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا اب اور تکلیف کرنا کچھ ضرور نہیں اُنہوں نے کہا یہ عین راحت ہے تکلیف کیونکر ہے

پھر دوسری دعوت کا اقرار کر کے آپ کو رخصت کیا اور
آپ بھی ہر روز آپ کی خدمت میں آیا کئے، اور ہم لوگوں
میں ہل مل گئے، پھر کئی دن کے بعد سو آدمیوں کی دعوت کر گئے
اور اس دعوت میں بہت مکلف کھانا طرح طرح کا پکوایا
پھر حضرت سو آدمیوں سے اُن کے یہاں تشریف لے گئے
اور دعوت کھائی، پھر انہوں نے بعد دعوت کھانے کے پانسو
روپے آپ کی نذر کئے اور رخصت کیا شہر لکھنؤ کے
کنارے دکھن اور پچھم کے کونے میں جو بودعلی کا تکیہ مشہور ہے
اسی کے قریب ایک محلہ کی ایک بڈھی شاہ پیر محمد صاحب
کے ٹیلے پر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس آئی اور
کہا کہ کل میرے یہاں آپ کی سو آدمیوں سے دعوت ہے
اور فلانے محلہ میں میرا گھر ہے، آپ نے فرمایا تو غریب آدمی
ہے یہ تکلیف تو نہ کر بلکہ ہم کو چاہئے کہ ہم سے جو ہو سکے
تیری خدمت کریں اور اتنے دور جاتے میں ہمارے لوگوں
کو تکلیف ہو گی، اس نے کہا میرے محلہ میں پندرہ بیس گھر

آسودہ لوگوں کے ہیں اور وہ سب سنی ہیں، مگر محض فاسق اور بدعتی آپ کے طور و طریق پر اعتراضیں کیا کرتے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ وہاں تک قدم رنجہ فرماویں شاید کہ آپ کے طفیل سے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے کہ ان کو فائدہ ہو اور مجھ کو بھی، آپ نے فرمایا ہم نے تیری دعوت قبول کی تیری نیت بخیر ہے مگر چار پانچ آدمی کا کھانا پکائیو، زیادہ اس سے تکلف نہ کریو، اس نے کہا یہ تو نہ ہوگا میں تو سو آدمیوں کی دعوت کا سامان جمع کر چکا ہوں اور صبح کو میرا آدمی آپ کو لینے آویگا یہ کہہ کر چلے گئے، پھر صبح کو آدمی آیا اور آپ کو لوگوں سمیت لے گیا آپ بڈھے کے مکان میں تشریف لے گئے، بڑھی پھلکی پکا رہی تھی کسی نے کہا کہ یہ آپ کے لئے پکاتی ہے اور اس کی سیر بھر کی سو پھلکی ہوتی ہیں، پھر حضرت نے اپنے لوگوں سے سو آدمی اندر بلائے اور باقی کوئی سو سوا سو آدمی باہر رہے یہ خبر بڈھے کو ہوئی کہ حضرت کے لوگ باہر اور بھی ہیں، اپنے لوگوں سے کہا یہ تو بڑی شرم

کی بات ہے آدھے لوگ کھاویں اور آدھے نہ کھاویں، روپے لیجاؤ
اور بازار سے روٹی اور سالن لے آؤ، حضرت نے اس کے آدمیوں
سے پوچھا کہ بڑی مائی کیا مشورہ تم سے کرتی ہیں، انہوں نے بیان
کیا کہ جو لوگ باہر ہیں ان کے لئے بازار سے کھانا منگوانے کو کہتی ہے
آپ نے فرمایا کہ مائی صاحب ہمارے لوگوں میں اس بات کا کچھ
عیب نہیں یہ آدمی ہر کہیں ساتھ رہتے ہیں جتنوں کی دعوت
ہوتی ہے اتنے کھاتے ہیں اور باقی بیٹھے رہتے ہیں، اس نے کہا کہ حضرت
مجکو تو اس بات کا عیب معلوم ہوتا ہے میں، تو سب کو کھلاؤنگی، آپ
نے فرمایا اگر تمہاری یہی خوشی ہے تو بہتر ہے، پھر آپ نے باہر والوں کو
بھی اندر بلا لیا اور بڑی سے کہا کہ مائی صاحب جو کچھ روٹیاں پک
چکی ہیں وہ تو ہم کو دو اور جو آٹا پکانے کو باقی ہے وہ رہنے دو اور
وقت پکا لینا اس نے کہا ابھی تو بہت آٹا باقی ہے، آپ نے
فرمایا کہ خیر جو کچھ پک چکا ہے بہت ہے اب تم کونڈے سالن
نکالنے کو ہمارے حوالہ کرو ہمارے آدمی آپ نکال کر کھالیویں گے
اور تم الگ بیٹھ کر تماشا دیکھو اور آپ نے پوچھا سالن

کیا ہے لوگوں نے کہا دال ہے اور گوشت، آپ نے دونوں کو ایک ہی میں ملوادیا اور فرمایا کہ اب کونڈوں میں نکال کر کھلانا شروع اور روٹیاں سب کے آگے دھر دو، پھر سب لوگ کھانے لگے کھاتے ہی میں آپ نے پوچھا کہ بڑے میاں تمہارے یہاں کتنے آدمی ہیں کہا میرے یہاں تین آدمی ہیں ایک میں ہوں اور دو اور، آپ نے فرمایا کہ یہ اور بھائی جو حاضر ہیں اُس نے کہا یہ میرے محلہ کے ہیں آپ نے فرمایا یہ بھی تمہارے ہی آدمی ہیں اور یہ کتنے صاحب ہونگے کہا کوئی بیس پچیس ہونگے؛ آپ نے مولوی محمد یوسف سے فرمایا کہ اتنے آدمیوں کا کھانا جدا رکھ دو ہم کھالیویں پھر یہ کھالیویں گے، پھر ان کے لئے کھانا جدا کر دیا باقی کھانے میں ہم سب با خوبی آسودہ ہو گئے اور کئی آدمیوں کا کھانا بچ رہا۔ پھر ہمارے بعد اُنہوں نے کھایا اور سب شکم سیر ہو گئے اور ایک دو آدمیوں کا بچ رہا یہ معاملہ دیکھ کر وہ سب کے سب دل و جان سے حضرت کے معتقد ہو گئے اور سب نے بیعت کی اور جو ان کے عزیز و اقربا وہاں موجود تھے ان کو گھروں سے بلا کر مرید

کرایا اور وہ بڑھی مرید ہوئی اور ایک عورت خدا معلوم کہ اس کی بہو تھی یا بیٹی، پھر وہ لوگ حضرت کو اپنے گھروں میں لے گئے اور عورتوں کو مرید کرایا اور ہر ایک نے موافق مقدور کے دس دس یا پانچ پانچ روپے نذر کئے، پھر وقت رخصت کے آپ نے لوگوں کو فرمایا کہ بڑھی مائی تم سب کی جمعدارنی ہے اسی کے طفیل سے تم سب مرید ہوئے اور تم سب اس مائی کے وارث ہو اور کبھی اسکو کسی نوع کی ایذا نہ دینا یہ فرماکر آپ وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے ایک روز بعد نماز جمعہ کے شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلہ کی مسجد میں مولانا عبدالحئی صاحب نے وعظ فرمایا اور عالم و عامی امیر و غریب ہر قسم کے لوگ بیشمار حاضر تھے، بعد فراغ وعظ کے صدہا شخصوں نے غربا میں سے حضرت علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر بیعت کی، مگر علما اور امرا سے شاید کسی نے کی ہو مجکو یاد نہیں، پھر جب رات کو بعد نماز عشا کے حضرت آرام کرنے لگے اور خاص خاص لوگ موافق دستور کے آکر آپ کے پاس بیٹھے اس وقت

مولانا عبدالحئی صاحب نے کہا کہ حضرت میں یہ چاہتا ہوں کہ اس شہر کے کئی عالم جو نامی ہیں جیسے مولوی محمد اشرف صاحب مولوی مخدوم صاحب وغیرہ اگر یہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں تو ان کے سبب سے باقی علما اور بھی رجوع ہوں، پھر شہر والوں کو بڑی ہدایت ہو اگر آپ مناسب جانیں تو دعا کریں، بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ مولانا صاحب تمہارا کام تو خدا اور رسول کا حکم صاف صاف لوگوں کو سنا دینا ہے تم اس میں کوتاہی حتی المقدور نہ کرو اور ہدایت کرنا نہ کرنا خدا کا اختیار ہے، تم اس امر میں کیوں تشویش کرتے ہو، مولانا صاحب یہ جواب با صواب سُن کر چپ ہو رہے، کچھ نہ بولے، آپ نے فرمایا مولانا صاحب آپ خاموش کیوں ہو رہے عرض کی کہ حضرت بات حق تو یہی ہے جو آپ فرماتے ہیں مگر کچھ ظاہر تدبیر بھی ہوتی تو بہتر تھا، آپ نے فرمایا اگر آپ کی خوشی ہے تو ہم دعا کرینگے آگے قبول کرنا خدا کا اختیار ہے، پھر یہ مجھکو نہیں معلوم کہ آپ نے کس وقت دعا کی مگر دوسرے روز فرمایا کہ مولانا صاحب اب کی جمعہ کو جناب الٰہی سے اُمید قوی

ہے کہ آپ کی آرزو حاصل ہو پھر اگلے جمعہ کو ویسا ہی حال ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا کہ اس روز مجلس وعظ میں مولوی محمد اشرف صاحب اور مولوی مخدوم اور مولوی امام الدین بنگالی اور مولوی امام الدین لکھنوی اور مولوی نصیر الدین کے بھائی خاتم کے بازار والے اور مولوی عبد الباسط شاگرد مولوی اشرف کے اور مولوی ابوالحسن نصیرابادی خلیفہ مولوی انور کے اور مولوی عبد اللہ اور مولوی رحیم اللہ فرنگی محل کے اور مولوی نجیب اللہ بنگالی اور شاہ یقین اللہ اور ان کے بیٹے مولوی عبد الوہاب اور میر امید علی جو وہاں صاحب خدمت مشہور رکھے اور باقی اور صاحبوں کے نام یاد نہیں ہیں یہ سب حاضر تھے اور بعد وعظ کے سب شرف بیعت سے مشرف ہوئے اکثروں نے تو وہیں مسجد میں بیعت کی اور بعضوں نے جیسے مولوی محمد اشرف اور مولوی مخدوم اور مولوی ابوالحسن وغیرہ تھے انہوں نے اسی روز حضرت کو اپنے مکان پر لیجا کر بیعت کی دو بھائی جوہری سند و لکھنو کے رہنے والے ایک سولہ سترہ برس کا اور دوسرا

بتیس چوبیس برس کا تھا سو وہ دونوں ہر جمعہ کو درس میں آتے
تھے اور وعظ سن کر سب مسلمانوں کے ساتھ چلے جاتے تھے، کسی
جمعہ کو شیخ صلاح الدین چلپی سے ان کی ملاقات ہو گئی اور ان کا
ارادہ مسلمان ہونے کا تھا، سو یہ حال انہوں نے شیخ صلاح الدین
سے پوشیدہ کہا کہ ہماری نیت یوں ہے اور کئی بار کسی وقت شیخ
صاحب ان کے مکان پر بھی گئے، پھر ایک روز شیخ صاحب نے
یہ حال حضرت علیہ الرحمۃ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم
ان کو جانتے ہیں کہ وہ درس میں آیا کرتے ہیں تم ان کو ہمارے
پاس لاؤ ہم ان کو اپنا بھائی بناویں یعنی مسلمان کریں، پھر شیخ صاحب
ان کے یہاں گئے اور کہا چلو حضرت تم کو بلاتے ہیں اُنہوں نے کہا
آج ہی چلیں یا جمعہ کو جو مناسب ہو بتاؤ، شیخ صاحب نے آکر کہا،
آپ نے فرمایا کہ جمعہ پر موقوف نہیں، جب ایمان لاویں تب ہی
بہتر، تم ان کو لاؤ، پھر شیخ صاحب دوسرے دن رات کو حضرت
کے پاس ان کو لائے، آپ نے دیر تک نظر ہدایت اثر سے اُن کی
طرف کو دیکھا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے اُنہوں نے کہا کہ آپ اپنے

دین حق میں داخل کریں، آپ نے فرمایا کہ تم کو اپنے گھر کچھ
اور کام ہو اس سے بھی فراغت کر آؤ جس میں پھر وہاں سے کچھ
غرض نہ رہے انہوں نے کہا ہم وہاں سے فارغ البال ہو کر
آئے ہیں اب ہم کو وہاں جانے کی کچھ حاجت نہیں، آپ نے اپنے
لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے یہاں سے دو جوڑے کپڑے لیجاؤ
اور ان کو گومتی سے نہلا کر کپڑے پہنا کر ہمارے پاس لاؤ
دریائے گومتی تو وہیں شاہ پیر محمد کے ٹیلے کے نیچے ہی ہے،
اسی وقت ان کو نہلا کر پوشاک پہنا کر لائے، آپ نے ان
کو مسلمان کیا، بعد اس کے انہوں نے کہا کہ حضرت ہم مسلمان
اپنی رضا و رغبت سے ہوئے ہیں نہ کسی کے جبر و کراہت سے
مگر تو بھی چاہیے کہ ہمارے عزیزوں کو اطلاع نہو تو بہتر ہے
کہ مبادا کچھ شر و فساد برپا کریں چند روز آپ ہم کو پوشیدہ رکھیں
آپ نے فرمایا کیا مضائقہ تم ہمارے لوگوں میں رہو کہیں ادہر ادہر
چند روز نہ جاؤ اور انشاءاللہ تعالیٰ کچھ شر و فساد اس امر میں نہ
ہوگا، اور بڑے کا نام عبدالہادی اور چھوٹے کا عبدالرحمٰن اور یہ

بھی آپ نے فرمایا کہ یہ دو صاحب تو آگئے ابھی تین اور
باقی ہیں جب وہ بھی آلیویں تب یکبارگی سب کا ختنہ کرادیوں
پھر کئی روز کے ان میں سے ایک آیا اور حضرت سے کہا کہ
میں مسلمان ہونگا آپ نے فرمایا کہ بہتر اور اس کو غسل دلواکر
اور پوشاک بدلواکر کلمہ طیب پڑھایا مسلمان کیا اور نام
اس کا احمداللہ رکھا، پھر کئی روز کے بعد دوسرا آیا اور
مسلمان ہوا، پھر ایک روز تیسرا آیا وہ بھی مسلمان ہوا
آپ نے فرمایا کہ ختنہ کرادینا ان کا ضروری ہے مگر اب
آٹھ دس دن میں ہمارا بریلی کا ارادہ ہے وہیں ان کا ختنہ
کرادیا جاویگا اور یہ ہم لوگوں سے فرمایا کہ ان تینوں شخصوں
کی امانت داری میں مجکو شک ہے اسباب ان سے بچائے
رہنا، اب باقی حال ان کا حضرت جب تکیہ میں پہونچینگے تب
بیان ہوگا ایک روز حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
شاہ پیر محمد کے ٹیلہ سے قندھاریوں کی چھاونی میں الہداد
خان کے یہاں چند لوگوں سے تشریف لے گئے ان میں ایک

میں ہی تھا خان ممدوح نے کہا کہ حضرت آج ہمارے یہاں
ولایتی یخنی پکتی ہے آپ کو کھلا دیں گے ہم لوگ بہت خوش ہوئے
کہ دیکھا چاہئے کیا مزہ ہے آپ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے چند
آدمیوں نے بیعت کی پھر آپ محمود خاں کے مکان پر گئے کچھ دیر
وہاں ٹھہرے وہاں بھی لوگوں نے بیعت کی پھر آپ وہاں سے آصف زماں
خاں اور محمد زماں خاں جو گینی کے رہنے والے امجد خاں کے ماموں
تھے ان کی ملاقات ہو گئی اور وہ دونوں رسالہ دار تھے وہاں بھی
چند لوگوں نے بیعت کی وہاں سے آپ عبدالباقی خاں کے مکان پر
آئے اس وقت وہ ولایتی یخنی پک کر تیار ہو گئی جبتک وہ یخنی
رکابیوں پیالوں میں خاں صاحب کے لوگ نکالنے لگے تب تک آپ
نے وہاں نماز عصر پڑھی پھر اس یخنی کے برتن حضرت کے آگے اور
ہم لوگوں کے آگے دھرے گئے ان میں ایک ایک دو دو بڑے
بڑے پچے گوشت کے تھے اور تھوڑا تھوڑا شوربا مگر فقط نمک
ہی اس میں تھا اور لہسن پیاز مرچ وغیرہ کچھ مصالح نہ تھا
پھر وہ کھا کر حضرت محمد حسن خاں قندھاری کے مکان

پر گئے وہاں خاں صاحب موصوف نے بیعت کی اور کئی اشرفیاں
اور کئی تھان سفید بیش قیمت اور ایک تلوار ولایتی اور چھرا لائے
اور یہ سب آپ کی نذر کیا اور یہ کہا کہ حضرت جب آپ اُس پار
آئے تھے میں نے اپنے خچر کے لئے عرض کیا تھا اور آپ نے ارشاد
کیا تھا کہ جب ہم پھر کسی روز آویں ہم کو یاد دلانا سو آج
آپ دعا کریں آپ نے فرمایا کہ ہاں تم نے خوب موقع پر یاد دلایا
چلو دیکھیں تو وہ خچر کہاں ہے پھر وہ آپ کو اصطبل میں لے گئے
وہ خچر بہت بلند تھا جیسے دو رکابہ گھوڑا، آپ نے اس کے سر سے
دم تک اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا کہ خان بھائی یہ خچر
آپ کا بہت خوب اور بڑا اصیل ہے اور اس میں تو کچھ عیب نہیں ہے،
آپ اپنے چابک سوار سے کہئے کہ کل اس کو خالص پور ملیح آباد تک
پھیر لاوے اور ہم کو اطلاع کرے کہ اس میں کیا عیب ہے،
اُنہوں نے چابک سوار سے کہا کہ اس کو کل ملیح آباد تک
لیجاتا اور جب ادہر سے پھرتا تو آپ سے اس کا حال کہتے ہوئے

یہاں لانا، پھر حضرت وہاں سے ٹیلہ پر تشریف لائے، صبح کو وہ
چابک سوار اس کو ملیح اباد تک کہ سات کوس ہے پھیر کر حضرت کے
پاس لائے اور کہا کہ حضرت اب تو اس میں کچھ عیب ونقصان
نہیں ہے جو اگلی اس میں شرارت تھی اب اس کا اس میں
اثر بھی نہیں، آپ نے فرمایا لیجاؤ اور اپنے خاں صاحب کو ہمارا
سلام پہنچانا، چابک سوار خچر لے گیا، دوسرے دن محمد حسن خاں
اس پر سوار ہوئے اور اپنی چھاونی میں ادہر ادہر اس کو پھیرا
اور موافق اپنی طبیعت کے اس کو پایا اور بہت راضی ہوئے اور
اپنے آدمی کو زبانی کہ حضرت آپ کی دعا کی برکت سے جیسا
میں چاہتا تھا ویسا ہی خچر ہو گیا حمایت اللہ خاں لکھنوی
نے ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کے آدمیوں سے دعوت کی
آپ کے ہمراہ اپنے اور شہر کے لاکر قریب ڈھائی سو آدمیوں
کے گئے اور میں جاکر ان کے دروازے پر کھڑا ہوا اور سو آدمی
گن کر مکان کے اندر بٹھا دئے اور باقی باہر دروازے کے

کھڑے رہے، حمایت اللہ خاں اپنے دل میں بہت متردد ہوئے
اور اپنے لوگوں سے مشورہ کیا یعنی سو آدمیوں کا کھانا ہے اور
آدمی اندر باہر ملا کر ڈھائی سو ہونگے اور یہ بھی شرم کی بات
ہے کہ آدھے کھا دیں آدھے تماشا دیکھیں، ابھی کھلانے میں کچھ
دیر توقف کرنا چاہیئے یا گھڑی میں کھانے کی دو ایک دیگ پکائی جاوے
کسی نے یہ حال حضرت سے کہا آپ نے حمایت اللہ خاں سے پوچھا
کہ تم نے آپس میں کیا مشورہ کیا اُنہوں نے عرض کی کہ میں نے
سو آدمیوں دعوت کا کھانا پکایا تھا اور آپ کے ساتھ لوگ
بہت آئے ہو یہ مشورہ ٹھہرا کہ ایک یا دو دیگ چاول اور پکا لئے
جاویں یا پکا پکایا کھانا بازار سے لا دیں حضرت نے فرمایا کہ
تم کو اور آدمیوں سے کیا غرض تم سو کو کھلا دو، باقی باہر بیٹھے
رہیں گے اور کھانا پکوانا یا بازار سے منگوانا کیا ضرور اور تم تو
ہمارے ساتھ بھی معاملہ اکثر جگہ دیکھتے ہو کہ جتنوں کی دعوت
ہوتی ہے اتنے ہی کھاتے ہیں اور باقی بیٹھے رہتے ہیں اُنہوں نے

کہا آپ حق فرماتے ہیں مگر سب لوگ کھا دیں تو بھی اور اچھا ہے
آپ نے کہا کہ تم نے ہمارے لوگوں کے واسطے کتنا کھانا پکوایا
کہا دو دیگ پلاؤ ہے اس میں سوا دیگ آپ کی دعوت کے لئے
اور پون دیگ اپنی طرف والوں کے لئے، آپ نے فرمایا کہ ہمارے
لوگوں کا حصہ ہم کو حوالہ کر دو ہم سب مل کر کھا لیویں گے اور
اپنے لوگوں کا حصہ آپ تم لے لو اور جو لوگ باہر تھے ان کو بھی
اندر آپ نے بلا لئے، حمایت اللہ خاں نے کہا کہ حضرت مجھکو یہ
نہیں منظور کہ تھوڑا تھوڑا سب کھاویں اور سب بھوکے رہیں
آپ نے فرمایا کہ بعد کھانے کے ہر ایک سے دریافت کر لینا خدا
چاہے گا کوئی نہ بھوکا رہیگا اور اپنے لوگوں کو دیگوں کے پاس
سے بلا لو، ہمارے لوگ آپ دیگوں سے نکال کر کھلا دیویں گے اور
اپنی رکابیاں رہنے دو کونڈے اور لگنیں لاؤ، پھر مجکو فرمایا کہ
دین محمد دیگ سے پلاول تم کونڈوں میں نکالو اس طرح کہ دیگ
کا منہ کپڑے ڈھانکا رہے اور رکابی لے کر ایک کنارے سے
نکالنا اور دیگ کے اندر نہ دیکھنا اور جب تک نکالنا تب تک

تب تک سورہ فاتحہ مع بسم اللہ پڑھتے رہنا' پھر کونڈوں
میں رکابی سے چاول نکالنے لگا' میرے پاس آپ تشریف لائے
اور فرمایا کہ دیکھیں تو کیسے چاول ہیں' میں نے رکابی آپ کے آگے
کی اس میں سے تھوڑے چاول اٹھائے اور اس میں سے کھائے اور
باقی دیگ میں ڈالدئے اور تعریف کرنے لگے کہ حمایت اللہ خاں بھائی
تم نے خوب ہی عمدہ چاول خریدے اور بڑے مزے کے پکے ہیں پھر
کونڈے اور طباق کھانے کے سب کے آگے دھرے گئے یہاں تک
کہ سب لوگ باخوبی آسودہ ہوگئے اور تھوڑا تھوڑا برتنوں
میں بچ رہا آپ نے مجھ سے پوچھا کہ دیگ میں اور بھی کچھ کھانا
باقی ہے میں نے کہا آپ نے دیکھنے کو منع فرمایا تھا اس سبب سے
میں نے نہیں دیکھا مگر رکابی سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
چوتھائی دیگ تو ہوگا آپ نے فرمایا کہ جس رکابی سے تم نے
کھانا نکالا ہے اس میں اپنا حصہ بھی نکال لو اور یہاں بیٹھ کر کھالو
پھر اس رکابی میں کھانا نکال کر میں نے کھایا پھر آپ نے

فرمایا بھائی حمایت اللہ خان سوا دیگ کھانا جو تم نے ہم کو دیا تھا وہ ہم نے تمہارے لئے چھوڑ دیا اور جو پون دیگ تم نے اپنے لوگوں کے واسطے کہا تھا وہ ہم سب نے کھایا اور اب ہمارے لوگوں سے پوچھہ دیکھو کہ کوئی شخص بھوکا تو نہیں رہا۔ ان کی طرف کے جتنے لوگ تھے سب ایک تعجب میں ہو گئے کہ یہ تو عجب کرامت حضرت کی دیکھنے میں آئی، پھر آپ نے چلنے کا ارادہ کیا، حمایت اللہ خاں نے پھر ایا کہ آپ کچھ دیر توقف فرماویں، آپ کے سامنے ہمارے لوگ بھی کھالیویں، پھر آپ ٹہر گئے جب وہ لوگ فارغ ہوئے تب وہاں سے آپ ٹیلہ پر تشریف لائے رحیم بخش خیاط مرحوم کے بہنوئی کلو غازی الدین حیدر والی لکھنؤ کی سرکار میں خیاط خانے کے داروغہ تھے اور رحیم بخش سے بڑی دوستی تھی اور ہر درس میں مولانا عبد الحئی صاحب علیہ الرحمۃ کے حاضر ہوتے تھے، ایک روز دونوں صاحب نے آپس میں مشورہ کیا کہ قرآن و حدیث میں جو کچھ اللہ و رسول کا حکم ہے اس کے موافق عمل کرنا اس سرکار کی نوکری میں تو بہت دشوار ہے کہ ہم سنی اور حاکم

شیعہ، اور جب تک موافق خدا و رسول کے فرمانے کے برتاؤ نہ ہوگا تب تک مسلمانی دور ہے، اور ایک روز مرنا اور دنیا سے سفر کرنا ضرور ہے سو خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ اس نوکری کو چھوڑ دیویں اور چل کر سید صاحب کے دست مبارک پر بیعت کریں اللہ تعالیٰ رزاق ہے جہاں سب کو روزی دیتا ہے وہاں ہم کو بھی دیویگا پس یہ ارادہ کر کے دونوں صاحب نوکری سے دست بردار ہوئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت میں آئے اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے، بعد اس کے اس والیٔ لکھنؤ نے کئی باران دونوں کو یاد کیا اور لالچ دیا کہ اپنی اپنی نوکری پر حاضر رہیں اور ہماری سرکار سے ان کا مشاہرہ بھی زیادہ ہو جاویگا اور یہ سب کلو دار وغہ کی زبانی کہلا بھیجا بلکہ کلو نے اس امر میں حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ آپ ان کو فہمائش کریں کہ لگی ہوئی نوکری کیوں چھوڑتے ہو اگر یہی تمہاری نیت ہے رفتہ رفتہ برس چھ مہینے میں چھوڑ دینا مگر اب حضور خاطرداری کرتے ہیں بلاتے ہیں اس وقت چھوڑنا مناسب نہیں، میاں کلو

کی خاطر سے حضرت نے ان سے فرمایا اور سمجھایا کہ ابھی نوکری کئے
جاؤ پھر آگے چاہنا چھوڑ دینا' انہوں نے کہا کہ حضرت اب تو ہم
اپنے اللہ سے عہد کر چکے کہ اس حاکم کی نوکری نہ کرینگے اور کہیں
محنت مزدوری کرکے لڑکے بالے پالیں گے اللہ تعالیٰ رزاق ہے
جب کسی طور انہوں نے نہ مانا تب آپ نے ایک روپیہ رحیم بخش
کو دیا اور ایک احسان علی کو اور کہا اس کو خرچ نہ کرنا اس کی
برکت سے بافراغت تمہارا کام چلا جاویگا اللہ تعالیٰ تم کو محتاج
نہ کریگا' پھر ایک روز کلو داروغہ نے حضرت کی دعوت کی' رحیم بخش
حضرت کو کچھ آدمیوں سے ان کے مکان پر لے گئے پھر دعوت کھلائی
کے بعد کلو نے اور اُن کے گھر والوں نے بیعت کی اور رحیم بخش کے
باپ نے اور بی بی نے بھی بیعت کی' پھر ایک روز احسان علی نے
دس بندرہ آدمیوں سے اپنے مکان پر لیجاکر دعوت کھلائی
احسان علی کے پڑوس ممتن خاں ایک شخص تھا اس کی ماں نے
ایک روز احسان علی سے کہا کہ تمہارے یہاں سید صاحب
تشریف لائے تھے اور تم مرید ہوئے میری بھی نیت تھی کہ میں
بھی حضرت کی مرید ہوں اور اپنے بیٹے ممتن خاں کو بھی مرید

کراؤں اور میرا بھائی امام بخش بھی کہتا ہے کہ میں بھی مرید ہونگا
سو یہ بتاؤ کہ یہاں مرید ہونے میں کیا کیا سامان درکار ہے' میں
مفلس محتاج ہوں اگر دو تین روپے خرچ ہونگے تو میں کسی کے
یہاں سے قرض و دام لا سکتا ہوں زیادہ مجھ میں گنجائش نہیں
ہے' احسان علی نے کہا بڑی بی صاحب مرید ہونے میں تو ہمارے
سید صاحب کے یہاں کچھ بھی سامان درکار نہیں ہے اور نہ کوئی
پیسہ ٹکا خرچ کرنا پڑتا فقط بری باتوں کا منہ سے تو یہ کرا
دیتے ہیں اسی کا نام مریدی ہے' ہمارے حضرت اور مکار پیروں
کی طرح نہیں ہیں کہ دعوت بھی کراتے ہیں اور نذرانہ بھی مانگتے ہیں
ہمارے حضرت بلکہ محتاجوں کی آپ خدمت کرتے ہیں اگر مرید
بیکار ہوتا ہے تو سعی سفارش کر کے نوکر بھی رکھا دیتے ہیں' یہ
بات سن کر وہ بڑی بی بہت خوش ہوئیں اور کہا اگر یہی بات
ہے تو ضرور مجکو مرید کرا دو' احسان علی نے کہا اس بات کا
ذمہ میرا ہے تم بے فکر رہو' پھر یہ ذکر جا کر حضرت سے کہا'

آپ نے فرمایا کہ جب ہم تمہارے یہاں دعوت کھانے گئے
تھے اسی دن تم نے کیوں نہ کہا، خیر اب ہم جس دن قندھاریوں
کی چھاؤنی کو جادیں ہم کو فقر دریا د دلانا ہم ان کے یہاں جائنگے
پھر ایک روز آپ چھاونی کو تشریف لے گئے جب ادہر سے پھرے
تب احسان علی نے یاد دلایا، آپ نے فرمایا کہ بہت خوب چلو
پھر ان کے مکان پر تشریف لے گئے، پھر ممن خاں اور اُن کے
ماموں اور کئی اس محلہ کے آدمیوں نے بیعت کی، پھر ممن خاں
کی والدہ نے حضرت کے روبرو اپنی محتاجی اور مفلسی کا شکوہ
کیا، آپ نے فرمایا کہ مطلب تمہارا کیا ہے وہ کہو، بڑی بی
نے کہا میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے واسطے دعا کریں اللہ تعالیٰ
ممن خاں کو کہیں روزی سے لگا دیوے کھانے کپڑے کی
فراغت ہو آپ نے فرمایا بہت خوب ہم دعا کرینگے، پھر آپ
وہاں سے فقیر محمد خاں کے مکان پر ہوتے ہوئے اپنے مقام
پر تشریف لائے یہ نہیں معلوم کس وقت آپ نے دعا کی
مگر احسان علی جب آپ کے پاس گئے اور ان بڑی بی

کی طرف سے واسطے دعا کے عرض کی، آپ نے فرمایا کہ میں نے
واسطے دعا کی اور جناب باری میں مستجاب ہوئی اب اللہ تعالیٰ
ان پر روزی کی فراغت کرے گا اور با خوبی فراغت ہوگی
اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے ان سے کہہ دینا کہ جبتک خدا و رسول
کے طریق پر سیدھے سیدھے چلے جاوینگے روز بروز ترقی ہوگی
اور جو بے راہی اختیار کرینگے تو وہ جانیں جیسا ہوگا آپ دیکھ
لیویں گے پھر حضرت علیہ الرحمۃ چند روز میں لکھنؤ سے بریلی
میں آئے اور کچھ دنوں میں حج کو گئے اور یہاں ممن خاں بادشاہ
غازی الدین حیدر کی سرکار میں خدمتگاروں کے دارغہ ہوئے
روز بروز دولت و اقبال کی ترقی ہونے لگی سو سوا سو آدمی
ان کے دستر خوان پر کھانے لگے، بہت عمدہ مکان بنوایا، کوٹھی
بنوائی، مسجد بنوائی، جب حضرت حج سے تشریف لائے اور لکھنؤ
کو آئے ممن خاں کو بڑے عروج پر دیکھا بڑی دہوم سے حضرت
کی دعوت کی نذر دی پھر بریلی کو آئے وہاں سے

ہجرت کر کے واسطے جہاد کے ولایت میں تشریف لے گئے وہاں
سے مجھکو ہندوستان میں کچھ کام کو بھیجا وہاں سے میں لکھنؤ
میں آیا، ممن خاں بڑی محبت اخلاق سے پیش آئے اور حافظ
قطب الدین صاحب بھی اُنہیں کے مکان پر اترے تھے، اسکل جمعہ
کو ان کی مسجد میں وعظ کہتے تھے اور شیخ فرزند علی کے پوتے
شیخ محب علی بھی ممن خاں کے رفقا میں نوکر تھے، ایک روز میں
ممن خاں کے کوٹھے کے پچھواڑے پاخانہ کو گیا وہاں ایک مکان
جدا خلوتخانہ سا تھا، اس میں تمام عورتیں بھری تھیں اور
آپس میں بول رہی تھیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ ممن خاں
کا زنانہ اور جگہ ہے یہ عورتیں کون ہیں پھر میں اسی وقت
پلٹ کر حافظ قطب الدین صاحب کے پاس گیا اور پوچھا
کہ اس کوٹھے کے پچھواڑے اس فلانے مکان میں عورتیں کیسی
ہیں، انہوں نے صاف حال کچھ نہ بتایا بہانہ کر گئے، مجکو زیادہ
خلجان پیدا ہوا پھر میں نے جاکر شیخ محب علی سے ذکر کیا
وہ کہنے لگے بھائی دین محمد اس بات کو کیا پوچھتے ہو امیروں

امیروں کا کارخانہ ہے، یہ شہر کی خانگیاں ہیں جب بادشاہ
غازی الدین حیدر یاد کرتا ہے ان میں سے دس بندرہ
ممن خاں وہاں لیجاتے ہیں وہ جس کو پسند کرتا ہے وہاں
رکھتا ہے اور باقی رخصت کر دیتا ہے، یہ بات سن کر حافظ
قطب الدین کے پاس آیا اور کہا کہ یہ تو کارخانہ تمہارے
داروغہ کے یہاں بہت بُرا ہے وہ ہنسنے لگے میں نے کہا ہنستے
کیا ہو یہ تو رونے کا مقام ہے کہا کیونکر، میں نے کہا کہ جب
ممن خاں اور ان کی والدہ اور ان کی ماموں نے سید صاحب
کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ممن خاں کی والدہ نے کشائش
روزی کی حضرت سے دعا کرائی تھی پھر حضرت نے فرمایا تھا
کہ جب تک خدا اور رسول کی راہ پر سیدھے چلے جاؤ گے
تب تک تمہارے لئے ہر طرح کی فلاح اور ترقی روزی
کی ہمیشگی اور جو اس راہ کے خلاف چلو گے پھر تم جانو تمہارا
کام جانے سو اب ان کے اقبال کے زوال کا وقت آپہنچا

اور یہ بات تم میری طرف سے ممن خاں سے ضرور کہہ دینا
اس عرصہ میں کھانے کا وقت ہوا ممن خاں اور اُن کے
ماموں امام بخش بھی وہیں آئے اور مجھ سے پوچھا کیا
باتیں کرتے ہو میں نے کہا جو ہمارے سید صاحب نے فرمایا
تھا وہ باتیں کرتا ہوں پوچھا کہ کیا سید صاحب نے فرمایا
تھا میں نے کہا حافظ صاحب دار وغہ صاحب سے بیان
کرو وہ ماننے لگے کہ ہاں کسی وقت کہہ دینگے میں نے کہا
اسی وقت کیوں نہیں کہتے ہو حافظ صاحب سے تو نہ کہا گیا
پھر میں نے کہا دار وغہ صاحب یاد ہے جب آپ کی والدہ نے
حضرت سے واسطے فراخی روزی کے دعا کرائی تھی اور
حضرت نے احسان علی کی زبانی کہلا بھیجا تھا کہ دعا ہم نے
تمہارے لئے کی اور جناب باری میں قبول ہوئی مگر اسی کے
ساتھ یہ بھی ہے کہ جبتک خدا اور رسول کے طریق پر سیدھے
چلے جاؤ گے تب تک اسی طرح کی تمہارے لئے خیر و فلاح
ہوگی اور جو تم اس کے خلاف چلو گے پھر تم جانو اور

تمہارا کام جاتے، سواب وہی وقت موجود ہے کہ تم جاؤ تو تمہارا کام جاتے، انہوں نے کہا کہ بھائی صاحب کیا آپ نے خلاف دیکھا، میں نے ان عورتوں کا حال پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے، یہ سن کر انہوں نے گردن جھکالی کچھ نہ بولے، میں نے کہا داروغہ صاحب میری بات یاد رکھنا اب یہ کارخانہ تمہارا تمام ہو چکا اور میں نے کہا کہ میرا بھی آپ کو سلام ہے اب میں کبھی آپ کے یہاں نہ آؤنگا، وہ ہنس ہنس کرتے رہے میں وہاں سے قندھاریوں کی چھاونی میں محمد زماں خاں رسالدار کے مکان پر اُترا، قدرت خدا کی پندرہ روز نہ گزرے میں وہیں تھا کہ ممن خاں داروغہ قید ہو گئے اور ڈیوڑھی پر پہرے بیٹھ گئے سب اثاث البیت بادشاہ کے یہاں ضبط ہو گیا حافظ قطب الدین بھاگ کر فقیر محمد خاں کے مکان پر چھپے، خاں صاحب ممدوح نے اسی وقت پینس میں بٹھا کر لکھنؤ کے عمل سے باہر کانپور میں کہ انگریزی عمل تھا بھجوا دیا اور یہ حال سن کر میں جلد آتے ہوئے یہ

سوار ہو کر رائے بریلی کو روانہ ہوا ایک روز
عبدالستار حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کو اپنے یہاں لے گئے
آپ تو مرید تھے ہی اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کو بھی
مرید کرایا اور حضرت سے ذکر کیا کہ میرے والد کو گھر سے نکلے
پندرہ بیس برس ہوئے ہیں کچھ خبر نہیں ہے نہ معلوم جیتے
ہیں یا مر گئے تو دل کو تسلی ہو آپ نے پوچھا کہ ان کا نام کیا
ہے کہا قادر بخش، آپ نے کچھ دیر تک سکوت کیا پھر فرمایا
تمہارا باپ زندہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تم سے ملاقات
ہوگی، لوگوں نے از راہ تعجب کے عرض کی کہ یہ بات آپ
کہاں سے فرماتے ہیں اور اگر زندہ ہیں تو کہاں ہیں اور کب
ملاقات ہوگی، آپ نے کہا میں الہام سے کہتا ہوں مگر
یہ نہیں مجھکو خبر کہ وہ کہاں ہیں اور کب ملینگے یہ سن کر سب کو
تسلی ہوئی کہ الحمدللہ زندہ تو ہیں اور جب خدا چاہیگا ملا
بھی دیویگا، پھر کئی شخصوں نے کو ان میں سے ایک ایک روپیہ

عنایت کیا اور ہر ایک سے کہہ دیا کہ اس کو حفاظت سے رکھنا
اللہ تعالیٰ اس میں برکت کرے گا۔ ان میں ایک کا نام امیر علی
تھا وہ اسمٰعیل گنج میں عطاری کی دوکان کرتے تھے اور دوسرے
نام معلوم نہیں، اور باقی اور لوگوں سے فرمایا کہ ہم روپے کے عوض
تمہارے لئے دعا کرینگے اللہ تعالیٰ تمہارے یہاں برکت کریگا
پھر آپ وہاں سے شاہ پیر محمد کے ٹیلے پر تشریف لائے اور میں اکثر
کہیں چاول خریدنے کو کہیں گھوڑے کے مصالح لینے کو اسمٰعیل گنج
چلا کرتا تھا اور امیر علی کی دوکان پر گھڑی دو گھڑی بیٹھتا تھا
ایک روز امیر علی نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت کو کس کھانے سے بڑا
شوق ہے، میں نے کہا بہت شوق تو آپ کو ماش کی ابالی
ہوئی کھچڑی یا مولی پالک کے ساگ ڈالی ہوئی دال اور جو
گیہوں کی روٹی سے البتہ شوق ہے یا سر دیانی سے یا اور بریند
کے اقسام سے زیادہ رغبت ہے، اور شیرینی مٹھائی تو آپ
بہت کم کھاتے ہیں، اور سوا اس کے جو کچھ حاضر ہوتا ہے تناول

فرماتے ہیں، یہ سن کر امیر علی کئی بار تبرید بنا کر بہت بہ تکلف
کیوڑہ گلاب ڈال کر آپ کے واسطے لائے اور آپ نے خوش
ہو کر نوش فرمائی، اسی طور ایک دن اور تبرید بنا لائے
اور آپ پیتے تھے اور تعریف کرتے تھے کہ واہ امیر علی بھائی خوب
تبرید بنائی ہے، اس وقت میں نے امیر علی کو کہا کہ اب تم حضرت
سے کچھ سوال کرو، انہوں نے عرض کی کہ حضرت میرے حق میں
دعا کریں، آپ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو ایک روپیہ تو دیا ہے
اور کیا چاہتے ہو، عرض کی کہ ہاں روپیہ آپ نے عنایت کیا
ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو اور دنیا
میں سوا خدا کے کسی کا محتاج نہ رہوں، آپ نے پوچھا کہ تم
دوکان کرتے ہو، کہا ہاں عطاری کی دوکان کرتا ہوں فرمایا
کیا دوکان میں چاہتے ہو وہ کچھ نہ بولے، آپ نے مولوی محمد
یوسف سے کہا، کہ یوسف جی ان کے واسطے جمعرات کو ہمیں
یاد دلانا، اور فرمایا بھائی امیر علی اللہ تعالیٰ کی رضامندی
کے کام کئے جاؤ وہ آپ تم سے راضی رہیگا، مگر یہ نہیں معلوم

کہ آپ نے کس وقت دعا کی، مگر جب آپ بریلی کو تشریف
لے گئے اور عبدالستار بھی آپ کے ہمراہ رکاب گئے اور وہاں چند روز
آپ کی صحبت فیضدرجت میں رہے اس عرصہ میں عنایت الٰہی سے
امیر علی کی دو دوکانیں ہو گئیں اور خوب چلنے لگیں، انہوں نے
عبدالستار کو خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا سے یہاں
روزی کی کشائش کی ہے اور دو دوکانیں عطاری کی چلنے لگیں
تم چند روز یہاں آؤ، اور حضرت کو بھی آداب و تسلیمات لکھا تھا
عبدالستار نے وہ خط حضرت کو دکھایا، آپ نے ان کو رخصت
فرمایا، پھر چند روز میں امیر علی اور عبدالستار دونوں آئے امیر علی
تو اپنی طرف سے کئی شیشی گلاب اور کیوڑے کی اور کئی شیشیاں
عطر کی اور کئی جوڑے جوتے کے اور کئی ٹوپیاں اور ازاربند
حضرت کو لائے، اور عبدالستار اسی طور کا کچھ اسباب جن کے واسطے
آپ نے دعا کی تھی ان کی جانب سے لائے، پھر یہ اسباب نذر کر
کے کئی روز کے بعد امیر علی تو لکھنو کو گئے اور عبدالستار میں

آپ نے بھی فرمایا، پھر وہاں سے مکان پر تشریف لائے
کئی دن کے بعد آپ پھر تشریف لے گئے، پھر مولوی صاحب نے
وہی دعا کا سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ ہم آپ کی بات بھول
گئے، مگر اب انشاءاللہ تعالیٰ دعا کرینگے، مگر مجھکو یہ نہیں معلوم
کہ آپ نے کب دعا کی، مگر کئی روز کے بعد مولوی محمد اشرف صاحب
نے ایک صراحی پانی اُسی کویں کا بڑے تکلف سے اپنے خدمتگار
کے ہاتھ واسطے حضرت کے بھیجا کہ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ
نے پانی میٹھا کر دیا، آپ نے پیا اور تھوڑا تھوڑا بہت لوگوں
کو پلایا اور خدمتگار سے فرمایا کہ ہماری طرف سے مولوی صاحب
کو مبارک دینا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا کواں میٹھا کر دیا اور شاہ
پیر محمد کی مسجد کا کواں ہے، اس کا پانی بھی کھاری ہے اور
ایک دوسرا کواں جو ٹیلہ پر ہے اس کا پانی بھی سرد ہے
اور شور تھا، مولوی محمد اشرف صاحب کے کویں کا حال سُن
کر اور پانی پی کر حضرت سے عرض کی کہ اس مسجد کا کواں
کھاری ہے اور بہت لوگ محلہ کے اس کا پانی لیجاتے

ہیں مگر اور خرچ میں صرف ہوتا ہے پینے کے کام میں نہیں آتا
اگر آپ کی دعا کی برکت سے یہ بھی شیریں ہو جاوے تو
لوگوں کو بہت فائدہ ہو' آپ نے سن کر کچھ جواب نہ دیا
پھر انہوں نے اسی طرح دوسرے کوین کے واسطے کہا' آپ
نے فرمایا اچھا ہم دعا کرینگے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اس کا
پانی شیریں کر دیوے' پھر آپ نے کسی وقت دعا کی ہو گی مگر
مجکو نہیں معلوم' لیکن جب دوسرے جمعہ کو مولوی محمد اشرف صاحب
ٹیلہ پر آپ کی ملاقات کو آئے' تب آپ نے اس کویں کا پانی
منگا کے مولوی صاحب کو پلایا' مولوی صاحب نے کہا سبحان
اللہ یہ بھی ہمارے ہی کویں کا سا سرد بھی پانی ہے اور شیریں
بھی' اس میں اور اُس میں کسی چیز کا کچھ فرق نہیں
حمایت اللہ خاں نے ایک بار اول سو آدمیوں سے آپ کی
دعوت کی جس کا مذکور آگے ہو چکا ہے اور دوسری بار
بھی سو آدمیوں سے آپ کی دعوت کر گئے اس بار

حضرت کے ساتھ قریب دو سو آدمیوں کے گئے سو آدمیوں کو تو حضرت نے اندر بٹھایا اور باقی لوگ دروازے کے باہر رہے، خاں صاحب موصوف نے اول دعوت کی طرح پر اپنے لوگوں سے مشورہ کیا کہ باہر کے لوگوں کے کھانے کی کیا تدبیر کریں باہر والوں کو خبر ہوئی کہ یہاں یہ مشورہ ہے، حمایت الدخاں سے بلا کر کہا کہ تم ہمارے کھانے کا کیوں فکر کرتے ہو جن کی دعوت ہے انہیں کو کھلاؤ ہم تمہارے یہاں کھانے کو نہیں آئے ہیں اور تم تو خود جانتے ہو کہ حضرت کے ساتھ جانے کو سب جاتے ہیں مگر کھانا وہی لوگ کھاتے ہیں جن کی دعوت ہوتی ہے، انہوں نے کہا یہ بات تو سچ کہتے ہو مگر دنیا داری میں اس بات کا ضرور خیال ہوتا ہے، انہوں نے کہا دنیا داری کا معاملہ دنیا داروں سے کیا چاہئے ہم دنیداروں سے کرنا کیا ضرور، یہ خبر حضرت کو پہنچی آپ نے حمایت الدخاں سے بلا کر کہا کہ تم کیوں اس بات کا اندیشہ کرتے ہو ہمارے

حصے کا کھانا جو منگوایا ہو وہ ہم کو حوالہ کر دو اور اپنے لوگوں کا آپ
جدا رکھ لو ہم اپنا کھانا جا ہنگے سب مل کر کھاویں گے وہ حضرت
کا مطلب سمجھ گئے، عرض کی جدا کرنا کیا ضرور آپ کے لوگ کھالیوں
جو بچے گا ہمارے آدمی کھالیویں گے، پھر آپ نے باہر والوں کو
بھی اندر بلا کر بٹھایا مگر پچیس تیس آدمی نہ آئے اور کہا ہم کھانا
نہ کھاوینگے اور حمایت اللہ خاں کی طرف والوں کو اپنے
لوگوں کے ساتھ بٹھایا اور مجھ سے فرمایا کہ تم تین بار سورہ مزمل
پڑھ کر کونڈوں میں چاول نکالنا شروع کر دو دو دیگ پلاؤ
تھا میں نے ویسا ہی کیا فقط ایک ہی دیگ میں چاول سب تمام سیر ہو گئے
اور ایک دیگ چاول بچ رہے مگر تھوڑے سے چاول میں نے اس
میں سے بھی نکالے کہ اس میں بھی برکت ہو جاوے بعد فراغ تناول
طعام کے آپ نے فرمایا کہ بھائی حمایت اللہ خاں ایک دیگ
چاول بچ رہے باقی ہیں ان کو تم جو چاہو سو کرو تم کو اختیار
ہے پھر وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے حکایت

میر اُمید علی خدامی لکھنؤ میں مشہور شخص تھے لوگ کہتے تھے کہ اس شہر کے صاحب خدمت ہیں مگر حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ وہ صاحب خدمت اور قطب تو نہیں ولیکن بہت صالح اور بے نظیر آدمی ہیں، ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر تھے اور ان کے خدام کا لوگ ذکر کرنے لگے، حضرت نے فرمایا کہ بیماری اور تندرستی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہ اپنے بندہ کے واسطے برا نہیں چاہتا ہے کوئی کام اس کا حکمت سے خالی نہیں ہوتا مگر ہر ایک کی فہم ناقص میں نہیں آتا ہے، اگر خدا اپنے بندہ سے راضی ہو اتو اس کے لئے وہاں جنت میں ہمیشہ عیش و آرام ہے اس راحت کے آگے چار روز کا یہ رنج کچھ حقیقت نہیں اور فرمایا کہ سید بھائی تم کیا چاہتے ہو کہا مجکو اس کی رضامندی منظور ہے یہی آپ میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو یہ مرض رہے یا جاوے اس سے میرا کچھ نہیں مطلوب، فرمایا بہت خوب ہم دعا کرینگے، پھر انہوں نے عرض کی کہ میرے گھر میں آپ کی لونڈی پر جن کا اثر ہے سو وہ دو سرے تیسرے

روز سر پر آیا ہے اور اس بیچاری کو ستاتا ہے، آپ نے فرمایا
کہ اب کی بار جب آوے تو ہمارا سلام اس سے کہہ دینا پھر وہ
جو کچھ کہے تم ہم کو خبر کرنا، پھر وہ حضرت کے پاس سے اپنے گھر گئے
ایک روز وہی جن ان کی بی بی پر آیا، اُنہوں نے کہا کہ تم کو حضرت صاحب
نے سلام کہا ہے وہ کچھ خبر نہ ہوا، اُنہوں نے دوسرا کر کہا کہ تم کو
ہمارے سید احمد صاحب نے سلام کہا ہے، اس نے سلام کا
جواب دیا اور کہا اب ہم ان پر کبھی نہ آدینگے اور جاتا رہا اُنہوں
نے یہ حال حضرت علیہ الرحمۃ سے جا کر بیان کیا، آپ نے فرمایا
کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب کبھی نہ آویگا اور یہ کہا کہ سید بھائی
میں نے آپ کے واسطے دعا کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور
راضی ہوا اب تم عیش و آرام سے پیر پھیلا کے سوؤ چین کرو

مینڈو خاں رسالدار کے سواروں کی وردی باناتی ٹوپی
اور باناتی ہی کرتے اور پائجامہ تھا اور وہ لولو کے سوار کہلاتے
تھے اور اس لقب سے ان کو کمال عار معلوم ہوتی تھی مگر
زبان خلق کی کون بند کرے اور مولوی نور محمد جو ولایت

میں حضرت علیہ الرحمۃ کے حالات کے روز مرہ کے کاتب تھے
ان روزوں رسالدار ممدوح کے پاس نوکر تھے سو وہاں رسالے
کے اکثر سواروں نے یہ مشورہ کیا کہ اگر کسی روز حضرت سید صاحب
ہماری لین میں تشریف لاتے تو بہت لوگوں کو ہدایت ہوتی اور
وہاں شاہ پیر محمد کے ٹیلے پر سب لوگ جا نہیں سکتے اور کئی افسروں
نے کہا کہ بات تو بہت خوب ہے اگر یہاں آویں تو ہم ان کی دعوت
بھی کریں مگر کسی کو بھیجا چاہئے جو آپ کو لاوے، پھر مولوی نور محمد
کو اور ایک شیخ دفعہ دار تھے ان کو بھیجا، ان دونوں صاحبوں نے یہ
تمام کیفیت آکر حضرت سے عرض کی، آپ نے فرمایا کہ بہت خوب
ہم ضرور چلیں گے مگر جس دن بلانا منظور ہو تو کوئی آدمی آ بیا بھیجدینا
اور کھانا لے اطلاع ہمارے نہ پکوانا انہوں نے قبول کیا وہاں سوائے
بیعت کرنے کے بعضے بعضے صاحب اور بھی کسی مطلب کے آپ سے عرض کرینگے
آپ نے فرمایا کیا مضائقہ، پھر دونوں صاحب رخصت ہو کر
اپنی لین میں آئے، بعد دو یا تین دن کے وہی دونوں صاحب

کئی آدمیوں سے آپ کو لینے کو آئے، کوئی دو سو آدمی سے آپ
وہاں تشریف لے گئے بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کو فرش پر بٹھایا
اور تین چار سواروں نے بیعت کی اس عرصہ میں منیڈو خاں کے
بھائی عبداللہ خاں آپ کی ملاقات کو آئے اور عرض کی آپ
یہاں سے فارغ ہو کر میرے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرماویں
آپ نے فرمایا کہ بہتر ہم آوینگے، پھر عبداللہ خاں اپنے مکان کو
گئے، مولوی نور محمد نے حضرت سے کہا کہ میں نے جو ٹیلہ پر عرض
کی تھی کہ سوائے بیعت کے کچھ اور بھی عرض کی چاہیگی، سو وہاں
رسالدار صاحب کے مکان پر آپ کے آنے سے یہی مطلب ہے
اور ان میں ایک عرض ان کی یہ ہے کہ تمام شہر میں ہم لوگوں
کا لقب لوٹوکھسوار کے ہے، اس لقب سے رسالدار صاحب بہت
عار اور ندامت معلوم ہوتی ہے، اس لقب کے چھوٹنے کے
لئے آپ سے دعا کرادینگے اور دوسری عرض یہ کرینگے کہ جیسے
بادشاہی اور رسالداروں کی حضور سے بڑی بڑی لاکھوں روپوں
کے یہاں علاقہ دلدہیں اور ہم جس دن سے اس سرکار

میں نوکر ہوئے ہیں، سو اس نوکری کی ہمارے واسطے آج تک
ترقی کی صورت نہیں ہوئی، اس کے لئے بھی آپ سے دعا کراوینگے
اور تیسری عرض ہم لوگوں کی طرف سے جنابِ عالی میں یہ ہے
کہ اکثر اوقات مہمان و مسافر ہماری ابھی لین میں اترتے ہیں اور
ہم لوگوں میں اس قدر وسعت نہیں کہ کھانا کھلانے سے ان کی
خبر لیں، سو وہ بیچارے بھوکے فاقہ کرکے سو رہتے ہیں اور رسالدار
صاحب بھی خبر نہیں ہوتے کہ مہمان مسافر یہاں کے کچھ کھاتے ہیں
یا نہیں سو اگر آپ اس امر کا انتظام ان کی طرف سے لگا دیویں
تو یہ بڑا کار ثواب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ واہ مولوی صاحب
تم نے یہ بات بڑے ہی کام کی کہی انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تدبیر
ہم ضرور کرینگے، پھر آپ منیڈ د خاں کے مکان پر گئے وہاں
منیڈ د خاں اور عبداللہ خاں نے بیعت کی اور وہی دونوں
باتوں کی جس کی اطلاع آپ سے مولوی نور محمد صاحب نے
پہلے کی تھی۔ آپ نے فرمایا ہم اس امر میں دعا کرینگے اور اللہ تعالیٰ سے

اُمید ہے کہ تمہاری دونوں حاجتیں روا فرما دے مگر اس کے ساتھ
اللہ فی اللہ ایک اور ہی کام ہے کہ جس قدر اس کا التزام اپنے اوپر
مضبوط رکھو گے اسی قدر تمہاری ترقی اللہ تعالیٰ روز بروز زیادہ
کرینگا اور جتنا اس میں قصور کرو گے اتنا ہی اس میں فتور واقع ہوگا
عرض کی کہ وہ کیا بات ہے' آپ نے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے جو تمہاری زمین
میں مہمان و مسافر اترا کرتے ہیں فاقہ سے سو رہتے ہیں ان کا خبر گیراں
کوئی نہیں ہوتا' یہ ایک صورت نزول غضب الٰہی کی ہے' تم کو اللہ تعالیٰ
نے رئیس نامدار بنایا ہے تم ان کے موافق مقدور اپنے کے خبر لینا
اور جبتک اس کا التزام اپنے ذمہ نہ رکھو گے اللہ تعالیٰ سے اُمید
ہے کہ تمہارے اقبال و دولت اور جاہ و ثروت کی ترقی رہیگی
اور جس قدر اس میں بقصور واقع ہوگا اسی قدر اس میں فتور پڑیگا
اُنہوں نے کہا کہ جو کچھ میسر ہوگا اور میں کھاؤنگا وہ ان کو بھی
کھلاؤنگا۔ یہاں تک کہ اگر میں پلاؤ کھاؤنگا وہ ان کو کھلاؤنگا
اور جو میں چنے چباونگا تو ان کو بھی چبواؤنگا' آپنے فرمایا

واہ پٹھان بھائی اگر یہ نیت تمہاری ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ سب مطلب تمہارا باخوبی پورا ہوگا اور ہم تمہارے واسطے ضرور دعا کرینگے، پھر حضرت وہاں سے ٹیلہ پر تشریف لائے اور چند روز میں بریلی کو روانہ ہوئے اور وہاں عبداللہ خاں نے اپنے رسالہ کے افسروں کو حکم سنا دیا کہ جو مہمان و مسافر مسکین و محتاج ہماری لین میں اترا کرے ہم کو اطلاع کیا کرو، اور مولوی نور محمد کو اس کا داروغہ کیا کہ جو مہمان و مسافر یہاں اترے اس کو نقد پیسے یا جنس ہماری طرف سے دلوا دیا کرو، پھر بعد دو ڈھائی مہینے کے منڈو خاں نے اپنی ترقی و بہبودی کا حال لکھ کر حضرت کو بھیجا کہ جب آپ لکھنؤ سے بریلی کو فرما ہوئے، یہاں ایک روز حضرت ظل سبحانی یعنی بادشاہ غازی الدین حیدر نے ہمارے رسالہ کا جائزہ لیا اور نواب فتح علی خاں کپتان حاضر تھے، جناب عالی نے اپنے پستول کی جوڑی دکھائی کہ ایسے ایک ہزار جوڑے پستول کے ہوتے تو ان سواروں کو دیتے، کپتان نے عرض کی کہ،

جناب عالی کے سلاح خانہ میں اس قسم کی کئی ہزار جوڑیاں
ہیں، فرمایا حاضر کرو، دوسرے روز کپتان موصوف نے ہزار جوڑی
پستول اسی قسم کے حاضر کئے، جناب عالی نے ہمارے رسالہ کے
سواروں کو عنایت فرمائے، اور وردی بھی بدلوا دی اور وہ لولو کا
لقب ہی موقوف کرا دیا اور خیرآباد کا علاقہ بھی ہم کو ہوا اور بہرائچ
کے علاقہ ہونے کی امید ہے فقط، پھر کچھ دنوں میں جب ان کو
بہرائچ کا علاقہ بھی ہوا تب تو مسکینوں مسافروں کی اطلاع
کو صبح اور شام ترم بجوانا شروع کیا کہ جو مسکین و مسافر لین
میں اترا ہو آوے اور ہمارے دسترخوان پر ہمارے ساتھ کھاوے
اور اکثر وقت تناول طعام کے سر مجلس کہتے کہ بھائیو یہ جناب
سید صاحب کی دعا کا سبب ہے اور یہی حال مسافر سروری کا
برسوں رہا جبتک منیڈو خاں جیسے پسر بعد انتقال اون کے
چند روز بیٹوں نے بھی وہی کارخانہ جاری رکھا مگر اس
کا التزام نہ ہو سکا بلکہ عبداللہ خاں نے بارہا تاکیداً

اپنے بھتیجوں سے کہا کہ دستر خوان مسافروں کا موقوف نہ
ہونے پاوے، یہ جاہ وجلال تمہارے والد کا سید احمد صاحب کی
دعا سے ساتھ اسی شرط کے تھا کہ جس قدر محتاج پروری میں
کوشش کروگے اسی قدر اللہ تعالیٰ دولت واقبال میں ترقی رکھے
گا اور جو اس میں قصور کروگے تو اس میں فتور واقع ہوگا مگر
منظور الٰہی نہ تھا انہوں نے کچھ نصیحت پر خیال نہ کیا چند سال
میں وہ کارخانہ جاتا رہا   جب حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلہ پر اترے، آپ کے
قدوم ہدایت لزوم کی شہر میں جا بجا شہرت ہوئی اور بیشمار لوگوں
نے بیعت کی، میر امید علی خدامی اور شاہ یقین اللہ اکثر آپ
کی خدمت بابرکت میں آتے تھے اور منشی جھنگا کے مکان پر بھی
جاتے تھے، ایک بار دونوں صاحب نے حضرت کے اوصاف
حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ منشی صاحب کے سامنے بیان
کئے، منشی صاحب کو حضرت کی ملاقات کا اشتیاق ہوا، انہیں

دونوں صاحبوں نے کہا کہ سید صاحب کو یہاں بلایا چاہئے
اور ان کی ضیافت ہی کرنی چاہئے' اور انہیں کو بھیجا کہ تم ہیں
جاؤ اور دعوت کر آؤ' پھر وہ حضرت کے پاس آئے اور منشی
صاحب کی طرف سے پیغام دعوت دیا' آپ نے قبول کیا' پھر
ایک روز ان کے مکان پر تشریف لے گئے' بڑی دھوم سے
منشی صاحب نے دعوت کی اور بعد کھلانے دعوت کے آپ کے
دست مبارک پر بیعت کی' اور منشی صاحب کا چھ سات برس
کا ایک بیٹا تھا بازو اور گلے میں بہت تعویذ پہنے ہوئے منشی صاحب
کی والدہ نے ایک لوکری میں شیرنی اور اس لڑکے کو ہمراہ
کیا اور میر اسید علی سے کہا کہ اس لڑکے کی طرف سے یہ حضرت
کو نذرانہ لیجاؤ وہ حضرت کے پاس لائے' آپ نے اس لڑکے
کو اپنی گود میں بٹھایا پیار کیا اور سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے
واسطے دعا کی اور منشی جینگا سے کہو کہ اس لڑکے کو واسطے پڑھانے
شاہ یقین اللہ صاحب کے سپرد کرو اور اس کے بازو اور گلے
اور اس کے بازو اور گلے کے تعویذ نکال ڈالے اور فرمایا اب

تعویذ اس کو نہ پہنانا اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو، اور یہ بیٹا ہمارا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نیک بخت اور سعادتمند کریگا، پھر خود منشی صاحب نے کہا کہ آپ میرے حق میں دعا کریں، اول تو یہ کہ اللہ تعالیٰ میرا خاتمہ بخیر کرے اور مجھ سے راضی ہو اور دوسرے یہ کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ سوا اپنے کسی کا محتاج نہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجکو روٹی بہت دی ہے کچھ کمی نہیں بادشاہ کے یہاں ان دنوں میر منشی گری کا ایک عہدہ میرے لئے تجویز ہوا تھا مگر حاسدوں نے کوشش کرکے ایک ہندو کو دلوادیا اگر پہلے سے میرا نام نہ ہوتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا اب اس میں ہمچشموں کے سامنے ندامت سی معلوم ہوتی ہے، آپ نے ان کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ جناب باری سے اُمید ہے کہ تمہارا مقصود پورا ہوگا، پھر جب لکھنؤ سے رائے بریلی کو آپ تشریف لائے، منشی صاحب نے اطلاعاً حضرت کو لکھا کہ آپ کی دعا سے میرے معاملہ کی درستی ہونے لگی ہے، اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ گوہر مقصود ہاتھ آویگا اور منیڈو خاں کا

حال بھی لکھا کہ جو آپ نے ان کے لئے دعا کی تھی سو جناب الٰہی میں
مقبول ہوئی، بادشاہ کے یہاں سے فلاں فلاں علاقہ ان کو ہوا
پھر کئی روز میں دوسرا خط اس مضمون اس کا یہ تھا کہ اس عہدہ پر آپکی
دعا سے اللہ تعالیٰ نے مجھکو سرفراز فرمایا ایک شخص ٹاٹبانی جو تو
کی سوداگری کرتی تھی ایک روز وہ میر امید علی کے ہمراہ حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس آئے اور بیعت کی، پھر آپ نے کسی سے فرمایا اسنے توجہ دیا تو جیمیں
ان کو حالات عجیب وغریب معلوم ہوئے، پھر جب اپنے گھر گئے اپنی
برادری والوں سے ذکر کیا ان میں سے دس بارہ آدمیوں کو اشتیاق
ہوا کہ ہم بھی دیکھیں کیا معاملہ ہے، پھر جب جمعہ کے دن شاہ پیر محمد کی
مسجد میں گئے اور بڑے ہی وعظ سنا اور حضرت امیر المومنین سے عرض کی
کہ کسی روز آپ ہمارے غریب خانہ پر تشریف فرما ہوں وہاں ہم بھی
اور ہماری برادری والے اور بھی مرید ہونگے اور دعوت بھی آپ کی
سو آدمیوں سے کرینگے، آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے یہاں چلینگے مگر
دعوت کا تکلف نہ کرو کہ تم غریب لوگ ہو، عرض کی کہ آپ کی دعوت
تو ہم ضرور کرینگے، بے اس کے ہم کو تسلی کیونکر ہو، پھر ایک روز

مقرر کر گئے اس دن سو آدمیوں سے حضرت کو لے گئے اور دعوت
کی اور آپ بھی مرید ہوئے اور اپنی عورتوں کو بھی مرید کرایا، اور جو
میر امید علی کے ساتھ اول روز مرید ہو آئے تھے ان کا گھر وہاں
سے کچھ دور اور محلہ میں تھا، عرض کی کہ میرے یہاں بھی تشریف لے
چلئے میرے اہل وعیال بھی بیعت کرینگے پھر وہاں سے فراغت کر کے آپ
ان کے مکان پر گئے عورتوں نے بیعت کی، پھر اس صاحب خانہ نے اپنی
محتاجی اور ناداری کا شکوہ کیا، آپ نے اپنے لوگوں سے پوچھا کسی
کے پاس کوئی روپیہ ہے ایک نے حاضر کیا، آپ نے لیکر ان کو دیا
اور فرمایا کہ اس کو کبھی نہ خرچ کرنا اسی کی برکت سے جو اور
پانا اٹھانا اللہ تعالیٰ تم کو روزی کی فراغت دیوںگا، ان کے
بھائی لوگ جو اس دن مرید ہوئے تھے وہ بھی سائل ہوئے کہ
ہم کو بھی تبرک عنایت ہو، آپ نے فرمایا ہم تمہارے لئے دعا
کرینگے، انہوں نے عرض کی کہ آپ دعا بھی کریں اور تبرک بھی
دیویں، فرمایا بہتر ہے کسی وقت ہمارے مکان پر آنا تم کو بھی
روپیہ دیوینگے، پھر دوسرے دن میر امید علی کے ساتھ پانچ آدمی

آئے، حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ ان کو توجہ دو اور اللہ
کا نام تعلیم کرو، پھر توجہ دے کر ان کو حضرت کے پاس لائے
جو کچھ جس نے مراقبہ میں دیکھا تھا آپ کے سامنے بیان کیا پھر
اُمید علی نے عرض کی کہ یہ لوگ تبرک کے امیدوار ہیں حضرت
نے اپنے لوگوں سے کہا کوئی روپیہ کسی بھائی کے پاس ہو تو لاوے
دو روپے حاضر کئے فرمایا اور بھی ہوں تو لاؤ تین روپے اور
آئے، آپ نے پانچوں روپے اپنے ہاتھ میں لئے اور کچھ دیر الٹ
پلٹ کئے، پھر پانچوں کو دئے اور کہا ان کو خرچ نہ کرنا ان
کی برکت سے جو اور روپے اللہ تعالیٰ تم کو دے وہ صرف
کرنا اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اپنے گھر کی عورتوں کو
ہمیشہ تاکید کرتے رہنا کہ کسی طور کا شرک نہ کریں اور جو
اللہ تعالیٰ تم کو روزی کی فراغت دیوے تو نیت خالص جہاد
فی سبیل اللہ کی رکھنا خواہ جان سے خواہ مال سے اور جو نیت
خالص نہ ہوگی تو تمہارے حق میں نقصان ہوگا اس بات کو
خوب سمجھ لو، انہوں نے عذر کیا کہ نیت کی جہاد کی اگر اپنے

بیانے سے کریں اور جاویں تو یہاں اہل وعیال کی ہمارے
کون خبر لیوے اور کون کھانا کپڑا دیوے اور جو نیت جہاد مالی
کی کریں تو ہمارے پاس مال کہاں ہے، فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ تم کو
مال و دولت دیوے تب تم پر حکم ہے بغیر اس کے نہیں، پھر سب نے
اس کا عہد کیا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرینگے اور آپ نے میرا سید علی
کو تاکید مزید فرمائی کہ تم ان کی عورتوں کو نماز روزہ کے مسائل
تعلیم کیا کرنا اور رخصت کیا وہ اپنے اپنے گھر گئے چند روز میں حضرت
تو لکھنؤ سے بریلی کو تشریف لائے یہاں ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے
خوشحال اور صاحب مال کر دیا ۔۔ ایک شخص خدا بخش نام گومتی
کا جو راج گھاٹ ہے وہاں لکڑی کی دوکان کرتے تھے میں اکثر انہیں
کی دوکان سے لکڑی لاتا تھا، ایک روز وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم
کہاں رہتے ہو اور کس کے واسطے لکڑیاں لینے آتے ہو، میں نے کہا
کہ شاہ پیر محمد کے ٹیلہ پر ہمارے سید صاحب بریلی کے اترے ہیں
اور اس قدر ان کے ہمراہ آدمی ہیں وہاں سے میں آتا ہوں اور
تمام حضرت کی پیری اور مریدی کا میں نے بیان کیا ان کو

حضرت کی ملاقات کا اشتیاق ہوا، مجھ سے کہا کہ میں بھی چاہتا ہوں
کہ حضرت سے چل کر ملوں اور مرید ہوں، میں نے کہا بہتر ہے جب چاہو
چلو اختیار ہے کہا اچھا، دوسرے یا تیسرے دن میں اس کا جواب دونگا
جمرات کو لکڑیاں خریدتے میں ان کی دکان پر گیا اور وہ جواب
ان سے طلب کیا، انہوں نے کہا حضرت کی دعوت کے واسطے اس قدر
دال چاول میں نے جمع کئے ہیں، سو تم اپنے یہاں پکا لینا، مجھ سے
اس کا انتظام نہ ہوگا پھر وہ سب سامان لیکر جو میں نے اس دن
ایک روپیہ کی لکڑیاں لی تھیں وہ بھی اپنی دعوت میں لگا لیں اور
مجھ کو بھی معالج لیا اور میرے ساتھ گئے، میں ان کو حضرت کے پاس
لے گیا اور ان کا حال عرض کیا فرمایا کہ بہتر دعوت ان کی رکھو اور
میاں خدابخش کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا آپ کا کیا ارادہ
ہے عرض کی کہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کرونگا، آپ نے وہیں
ان سے بیعت لی اور حاجی پیر محمد کو سپرد کیا کہ ان کو توجہ دو پھر
انہوں نے ان کو توجہ دیا، اس میں ان کا کچھ اور ہی طور ہو گیا کہ
صدہا لوگ دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا کیا حال ہو گیا، پھر

حضرت نے فرمایا کہ ان کو بوڑھے حاجی کو سیر دکر دو وہ ان
کو اس طور سے تعلیم کریں کہ بالکل یہ اپنے کاروبار سے معطل نہ ہو جاویں
اور خدا کا طریق بھی پا دیں، اور میاں خدا بخش سے کہہ دیا کہ کل جمعہ
کو تمہاری دعوت ہمارے یہاں ہے گی، تم بھی آنا، پھر ان کو رخصت
کیا کچھ دیر میں وہ آپہونچے اور کہا کہ میں جس وقت اس ٹیلہ
سے باہر گیا معلوم ہوا کہ گویا میں آگ میں جاتا ہوں اور جب وہاں
سے ادھر چلا تو دل کو ایک آرام اور راحت ملی، گویا بہشت میں
جاتا ہوں، پھر حضرت نے ایک ایسا اونی نشانہ کر دیا کہ تھوڑی دور
ان کو پہنچا آؤ، پھر اس دن تو وہ نہ آئے دوسرے دن جمعہ کو چار
پانچ گھڑی دن چڑھے آئے حاجی بڈھے نے ان کو توجہ دیا پھر
کچھ دیر میں کھانا تیار ہوا کم وبیش دو سو آدمیوں نے ہمارے اور ساٹھ ستر
شہر والوں نے شکم سیر ہو کر خدا بخش کے روبرو کھایا اور فقط
وہی معمولی ایک دیگ کھانا تھا یہ حال دیکھ کر خدا بخش کو اور
بھی تعجب نظر آیا زیادہ حضرت کے معتقد ہوئے پیر دپیر

کو کچھ دیر حضرت سو رہے، جب وقت نماز جمعہ کا آیا آپ
اٹھے استنجے کو گئے وہاں سے آکر وضو کیا کپڑے بدلے کنگھی کی اس
وقت کسی سے پانی پینے کو مانگا اس نے آبخورے میں دیا کچھ آپ
نے پیا اور باقی خدا بخش کو دیا لوگوں نے اشارہ کیا کہ اسے پی لو
انہوں نے پی لیا، پھر مل کر نماز کو گئے، بعد نماز جمعہ کے مولانا عبدالحئی
صاحب نے وعظ فرمایا لوگوں نے سنا اور حضرت علیہ الرحمۃ کا
یہ دستور تھا کہ جب مولانا عبدالحئی یا مولانا اسمٰعیل وعظ فرماتے
تو آپ وہاں سے ٹل جاتے یا دور فاصلہ سے بیٹھتے، اس لئے کہ آپ
کے روبرو دونوں صاحبوں کی جرأت نہ تھی کہ کچھ تقریر کر سکتے
سو اس وقت حضرت مسجد کے اتر طرف در میں بیٹھے تھے جب
وعظ ہو چکا میاں خدا بخش آپ کے پاس آئے اور شکایت کی
کہ جو کچھ کل مجھ پر ایک نشہ کی سی حالت سپاری وطاری تھی وہ
اب نہیں معلوم ہوتی ہے اس کا کیا سبب، اور وہی حالت مجھکو
پسند ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ حالت اس سے بہتر ہے، اس میں

تم اپنے کاروبار سے جاتے رہتے اور اس میں تمہارے دونوں
کام جاری رہیں گے، پھر انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ
کے شرف بیعت سے میرے اہل وعیال بھی مشرف ہوں اس
کی کیا تدبیر کروں، آپ نے فرمایا کہ کسی روز قندھاریوں کی
چھاونی میں جب جاؤنگے تب تمہارے یہاں بھی ہوتے چلینگے
یہ بات سن کر وہ چپ ہو رہے مگر صبر نہ ہوا، دوسرے روز
گاڑی میں اپنی عورت کو اور لڑکی لڑکوں کو سوار کرکے ٹیلہ پر
مسجد کے دروازہ پر لے آئے اور مسجد میں جا کر آپ کو خبر کی،
آپ نے فرمایا کہ تم نے کیا حرکت کی ہم نے تو تم سے کہہ دیا تھا کہ
پھر ایک مسجد کے حجرہ میں ان کو اتروا دیا اور بعد نماز عصر کے وہاں
آپ تشریف لے گئے اور ان سے بیعت لی اور ان کو رخصت کر دیا
اور میاں خدابخش کی دکان کے گرد و پیش بانس والوں کی
کئی دکانیں تھیں، انہوں نے جو میاں خدابخش کا حال دیکھا
سنا کہ یہ تو بڑے عابد و زاہد صالح و متقی ہو گئے ان سے کہا

کہ ہم کو بھی حضرت کی خدمت بابرکت میں لیچلو ہم بھی مرید ہونگے
کہا بہت خوب، پھر آئندہ جمعہ کو سات آٹھ شخصوں کو حضرت
کے پاس لے گئے اور ان کا حال بیان کیا کہ یہ بھی بیعت کرینگے آپ
نے فرمایا کہ بہتر، مگر بعد نماز جمعہ کے، پھر انہوں نے وہیں جمعہ پڑھا
مولانا عبدالحئی صاحب کا وعظ سنا، پھر سب نے بیعت کی اور توجہ لی
پھر اپنے مکان کو گئے، صبح ہفتہ کے روز آٹھ دس اور اپنے بھائی
بند لیکر آئے، انہوں نے بھی بیعت کی اور توجہ لی اور حضرت سے
عرض کی کہ ہمارے لوگوں کے کوئی تیس چالیس گھر ہونگے اور سب
کو اشتیاق ہے کہ بیعت کریں اگر کسی روز آپ ادھر قدم رنجہ فرماویں
تو عین سرفرازی ہو، آپ نے قبول کیا، پھر ایک دن معین کرکے
حضرت کی دو سو آدمیوں سمیت دعوت کر گئے، آپ نے کتنا ہی عذر کیا
کہ تم غریب لوگ ہو دعوت کی تکلیف نہ کرو، انہوں نے کہا کہ
ایک دن اس قدر آپکی دعوت کرنی ہم پر ہرگز گراں نہیں ہوگی
پھر اس روز حضرت ان کے یہاں گئے اور بعد دعوت کھانے
کے سب نے بیعت کی اور بقدر مقدور اکثروں نے نذر دی

پھر اپنے اپنے گھر لے گئے عورتوں اور لڑکوں بالوں کو مرید کرایا،
ایک صاحب کے یہاں طاق میں کئی کھلونے مٹی کے دھرے تھے،
آپ کی نظر پڑ گئی فرمایا یہ بت ہیں ان کو مشرک لوگ رکھتے ہیں
ان کو توڑ ڈالو گھر سے دور کرو پھر کبھی خبردار نہ لینا اور دیر تک
طرح طرح سے برائی شرک کی اور خوبی توحید کی بیان فرمائی
صاحب خانہ نے اسی وقت وہ کھلونے توڑ کر گھر سے باہر پھینک
دیئے ان کا یہ حال دیکھ کر جس کے جس کے یہاں تھے سب نے توڑ کر
پھینکے صدہا کھلونے ٹوٹے ہوئے دروازوں پر اس وقت پڑے
تھے، پھر دو شخصوں کو ان میں سے اپنا خلیفہ کیا اور ایک ٹوپی اگر تہ
ان کو دیا، آپ کے ہمراہی لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ ان کا خلیفہ
کسی پڑھے قابل کو کیا ہوتا جو ان کو وعظ و نصیحت کرتا رہتا
اور یہ بیچارے آپ ہی کچھ نہیں جانتے اور کو کیا تعلیم کرینگے
آپ نے فرمایا کہ ہاں تم بھی اچھا کہتے ہو مگر یہ ان کی برادری
کے جو دہری ہیں جو کچھ ان کا کہا ان پر اثر کریگا اگرچہ امی ہیں

ایسا دوسرے کا کارگر نہ ہوگا اگران کا کہنا کوئی نہ مانے تو
یہ اس کو اپنی برادری سے باہر نکال سکتے ہیں دوسری غیر برادری کے
عالم سے یہ بات ہو گی اور انشاءاللہ تعالیٰ ان کو بعد چند روز کے
دیکھا کہ خدا کی عنایت سے کس طرح کے ہونگے اور ان کو تعلیم کردیا
کہ بیاہ برات شادی غمی میں خلاف خدا اور رسولؐ کے شرک و بدعت
سوم کی کوئی نہ کرنے پاوے ہرامر میں طریق رسولؐ مقبول کا نگاہ رکھنا
اس میں چاہے کوئی خوش ہو یا نا خوش، اللہ تعالیٰ تمہارے یہاں برکت
کریگا اور خوش و محظوظ رکھیگا، پھر آپ ٹیلہ پر تشریف لائے وہاں سے
چند روز میں بریلی کو گئے، پھر مجکو لے گئے وہاں سے آکر پھر لکھنؤ گئے
ان لوگوں نے آپ سے ملاقات کی مگر اس مرتبہ حضرت کے ہمراہ
رکاب میں لکھنؤ میں نہ گیا تھا جو اپنی آنکھوں سے ان کا حال دیکھتا
مگر جب حضرت علیہ الرحمۃ جہاد کو گئے اور وہاں سے مجکو ہندوستان
بھیجا تب میں لکھنؤ میں گیا اور ان لوگوں سے ملاقات کی ان کی دینداری
اور پرہیزگاری کا حال معلوم ہوا اور کاروبار تجارت ان کے کا
بہ نسبت اول کے چہار چند بلکہ بعضوں کا زیادہ دیکھنے میں آیا

اور وہ کہتے تھے کہ حضرت علیہ الرحمۃ کی دعا سے ہمارا یہ حال
ہے کہ جس مال تجارت میں ہم ہاتھ لگاتے ہیں اگر وہ مال مٹی ہو
تو سونا ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہتے تھے کہ شادی بیاہ میں اپنے یہاں
ہم نے یہ دستور رکھا ہے کہ سوا دھوبی سوئے کپڑے کے نیا
کپڑا دولھا دولہن کے لئے نہیں بناتے ہیں اگرچہ بنانا نا درست
نہیں ہے اور سوا طعام ولیمہ یا عقیقہ کے نہ کھاتے ہیں۔ اور نہ کھلاتے
ہیں اور جو خرافات اور رسوم بدعات لوگ اپنے یہاں شادی
بیاہ میں کرتے ہیں، جیسے سہرا کنگنا باندھنا رتجگا کرنا گیت گوانا
کسبی نچوانا یا مانند اس کے ہم کچھ نہیں کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں
ان کے شادی بیاہ میں ہم نہیں شریک ہوتے ہیں اور پہلے
ہم لوگ جب لڑکوں کے چیچک نکلتی تو کیا کیا خرافات شرک
و بدعات کی کرتے تھے اور کسی کو اس کے پاس نہ جانے دیتے
اور اکثر لڑکے مر جاتے تھے اور اب ہم خدا پر لڑکے کو چھوڑ
دیتے ہیں کسی بات کا پرہیز نہیں کرتے اور نہ سوا خدا کے کسی

کسی کی نذر ونیاز مانتے ہیں، بہ نسبت اول کے اب لڑکے کم مرتے ہیں، پھر میں جب ہندوستان سے ولایت کو گیا تمام حال دینداری اور پرہیزگاری ان کی کا حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا میں نے، آپ نے خوش ہو کر ان کے واسطے دعا کی ،

امان اللہ خاں اور ان کے بھائی سبحان اللہ خاں اور کئی شخص اور کہ نام ان کے یاد نہیں چوری اور حرامکاری میں طاق اور شہرۂ آفاق تھے، ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کی ملاقات کو شاہ پیر محمد کے ٹیلہ پر آئے، لوگوں نے آتے دیکھ کر حضرت سے اطلاعاً کہا یہ لوگ بڑے بد معاش چور حرامکار ہیں' آپ نے فرمایا کہ خبردار اس بات کا کچھ مذکور ان کے سامنے نہ کرنا، اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ بد کام چھڑا ان کو نیک کاموں کی توفیق دے اور موت بھی ان کی اچھی ہو' پھر آپ سے مصافحہ اور معانقہ کیا' آپ نے ان کو بڑے اخلاق واحترام کے ساتھ بٹھایا اور دیر تک متوجہ ہو کر نظر عنایت اثر سے ان کی طرف دیکھا' بعد کچھ دیر کے اُنہوں نے رخصت چاہی فرمایا کہ بہتر مگر کسی وقت ہمارے پاس پھر آنا دوسرے دن پھر آئے اور

سوال مرید ہونے کا کیا آپ نے فرمایا کہ بہتر مگر تم کیا پیشہ کرتے ہو
اُنہوں نے بہت سا عذر کیا کہ آپ اس بات کو نہ پوچھیں اسی طور رہنے
دیویں ان کے واقف کاروں سے کسی نے کہا تبادد کیا مضائقہ ہے
بلکہ تمہارے لئے بہتر ہے اور حضرت نے بھی فرمایا کہ بیان کرو پھر
انہوں نے تمام حال چوری اور حرامکاری اپنی کا صاف صاف بیان کیا
کہ اب تک یہ ہمارا پیشہ تھا مگر اب آپ کے دست مبارک پر توبہ کرتے ہیں
اور جب کل ہم آپ پاس آئے تھے اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا فقط
واسطے سیر و تماشہ کے آئے تھے مرید ہونے کا اصلا ارادہ نہ تھا مگر جب ہم
آپ کے پاس بیٹھے اور آپ کا اخلاق دیکھا تو عجب ایک حال ہمارے دل کا
ہو گیا کہ کیفیت اس کی بیان نہیں کر سکتے ہیں یکایک یہی دل میں سما گیا کہ
سب گھر بار جورو لڑکے ترک کرکے آپ ہی کے پاس رہیں سو اسی واسطے
آج ہم آئے ہیں، آپ نے فرمایا کہ آج تو موقوف رکھو جمعہ کو انشاء اللہ
تعالیٰ تم کو مرید کرینگے یہ جواب با صواب سن کر وہ چلے گئے، جمعہ کو کچھ
دن چڑھے آکر موجود ہوئے، آپ نے فرمایا کہ بعد نماز جمعہ کے بیعت کرنا

پھر بعد نماز کے وہ مرید ہوئے اور کچھ زر نقد آپ کی نذر کیا، آپ
نے لے کر پھر ان کو حوالہ کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے اپنے لڑکوں
بالوں کو دینا، پھر انہوں نے کہا کہ اہل وعیال کو کیونکر آپ سے بیعت
کراویں فرمایا کسی روز اس طرف جانا ہوگا تو مرید کر لیویں گے، پھر
ایک روز آپ گولہ گنج کی چڑھائی پر جاتے تھے امان اللہ خاں نے
عرض کی کہ میرا غریب خانہ قریب ہے اگر حضرت وہاں قدم رنجہ فرماویں
عین عنایت ہو، پھر ہم لوگ وہیں کھڑے رہے آپ اُن کے یہاں تشریف
لے گئے اور ان کے گھر والوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، پھر
وہاں سے جب آپ تشریف لائے تب ہم لوگ آپ کے ہمراہ جہاں جانا
تھا وہاں گئے   ایک روز ایک مرد صالح ایک بچھڑے کو لے کر حضرت
علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور عرض کی کہ میری اور ان کی دوستی للہ فی اللہ
کمال ہے سو میں چاہتا ہوں کہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں
ہدایت نصیب ہو، آپ نے فرمایا کہ واہ بہت خوب بات ہے اور اس سے
پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے، اس نے عرض کی کہ ارادہ میرا بھی ہے
جو یہ کہتے ہیں مگر میرے یہاں دس بارہ آدمی ہیں ان میں سے کئی آدمی
ہیں کہ ان سے اطلاع کرنی ضرور ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ

مجکو بھی ہدایت نصیب کرے اور ان کو بھی، آپ نے فرمایا
کہ تم اس امر میں کوشش کرو اور ہم بھی دعا کرینگے خدا چاہیگا
تو وہ تمہارے ساتھ آوینگے، پھر وہ اپنے گھر گیا، تیسرے روز
تین پھر ے اور چوتھے آپ اور پانچویں ان صاحب کو جن کے ساتھ
اول روز آپ آیا تھا لایا اور ان تینوں میں ایک ان کا سردار
تھا، آپنے دیر تک ان کی طرف نگاہ توجہ سے دیکھا اور پوچھا کہ
تمہاری کیا نیت ہے، انہوں نے کہا نیت تو یہی ہے کہ آپ کے ہاتھ
پر توبہ کریں، مگر اس بات کا اندیشہ ہے کہ ہمارے باقی لوگ کچھ
فساد برپا نہ کریں اور ہم کو پکڑ لیجاویں، آپنے فرمایا کہ تم خالص
دل سے توبہ کرو، اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا کوئی تمہارا مزاحم نہ ہوگا
انہوں نے کہا کہ ہم حاضر ہیں، پھر آپ نے فرمایا لوگ ان کو گومتی سے
نہلا لائے اور کسی نے ہم لوگوں میں سے چادر دی، کسی نے پائجامہ
کسی نے انگا کسی نے ٹوپی، سب کو مردانے کپڑے پہنائے، پھر آپ
نے ان سے بیعت لی اور دعا کی اور فرمایا کہ جو ان میں سردار

ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے اس حال میں بھی سردار رکھا ہے یعنی
ان تینوں سے خدا کے نزدیک مرتبے میں زیادہ ہے' پھر ان کو
توجہ دلایا' پھر مولوی محمد یوسف کو فرمایا کہ ان کو اپنے پاس رکھو
کسی بات کی تکلیف نہ پاویں اور اپنے ساتھ نماز کو لیجایا کرو اور اپنے
ہی ساتھ لایا کرو اور مسائل روزہ نماز کے ان کو سکھاؤ پھر دو تین روز
میں ان کے باقی لوگوں کو خبر ہوئی کہ چار شخص ہم میں سے جا کر
سید صاحب کے مرید ہوئے' لوگوں سے اس کا مشورہ کیا کہ
ان کو وہاں سے کیونکر لاویں' انہوں نے کہا وہاں کا تو یہ حال ہے
کہ جو کوئی ان کے پاس جاتا ہے خدا جانے کیا ان کے پاس سحر ہے
کہ انہیں میں مل جاتا ہے اور انہیں کا طریقہ اختیار کرتا ہے اگر تم
جاؤگے تمہارا بھی عجب نہیں کہ یہی حال ہو اس سے بہتر یہی ہے کہ
ان سے صبر کرو اور باز آؤ مگر یہ بات ہے کہ جب یہ سید اپنے
مکان بریلی کو جاویں تب تم اس بات کی خبر وہاں جو تمہارے
لوگوں میں دیدار بخش الخ ہے کر دو اگر قابو ملے تو ان کو سمجھا کر
بلا لیوے' یہ مشورہ ان کا اس کی زبانی معلوم ہوا جو شخص

حضرت کے پاس ان کو لایا تھا، پھر حضرت علیہ الرحمۃ جب
لکھنؤ سے بریلی کو چلنے لگے تب ان چاروں کو ایک شخص نجو نام
رامپوری فقیر محمد خاں رسالدار کے رفیقوں میں تھے ان کے ہمراہ
رسالدار ممدوح کے پاس بھیجا کہ ہمارے طرف سے کہنا کہ چاروں
نے اپنے پیشہ سے توبہ کی ہے سو تم ان کو کھانے کپڑے سے خبر
لیا کرو اللہ تعالیٰ اس کا جزائے خیر تم کو عنایت کریگا اور مفصل
حال ان کا بروقت ملاقات کے ہم آپ سے بیان کرینگے
امان اللہ خاں اور سبحان اللہ خاں اور مرزا ہمایوں بیگ تو حضرت
کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تھے اور ان کے زمرہ کے غلام رسول
خاں اور غلام حیدر خاں اور صدر خاں بھی تھے مگر ان کو یہ حال
معلوم نہ تھا، ایک روز یہ تینوں صاحب امان اللہ خاں کے
پاس آئے اور کہا کہ ان روزوں خرچ کی تنگی ہے کچھ اس کی تدبیر
کرنی چاہیے یعنی کہیں چل کر چوری کریں، انہوں نے جواب دیا کہ ہم
سے اب کچھ نہ ہوگا، کہا کیا سبب آج کل نہ چلوگے یا کبھی نہیں، اس کا

حال مفصل بیان کرو، مرزا ہمایوں بیگ نے جواب دیا کہ بات یوں ہے کہ ہم اور یہ اس بات سے توبہ کر چکے ہیں اب انشاء اللہ تعالیٰ ہم سے یہ کام نہ ہوگا۔ انہوں نے پوچھا کب تم نے کی کہا کہ شاہ پیر محمد کے ٹیلہ پر جو بریلی کے سید صاحب اترے ہیں ان کے ہم اور یہ مرید ہوئے ہیں اور کچھ حضرت کے فضائل و کمالات بیان کئے کہ ایک روز ہم پانچ چار آدمی بطور سیر و تماشہ کے ان کے پاس گئے کہ دیکھیں تو کیا حال ہے، ملاقات جو ہوئی تو جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی، انہوں نے ہم کو توجہ دلایا اس سے ہم کو بہت فائدہ ہوا، یہ حقیقت سن کر انہوں نے کہا اگر یہی حال ہمارا بھی ہو تو ہم بھی چل کر بیعت کریں، انہوں نے کہا کہ اس سے کیا بہتر، مگر پہلے ہم ان سے یہ حال بیان کریں جو وہ فرماویں تو پھر ہم تم سے کہیں، پھر انہوں نے حضرت سے یہ حال آکر عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ تمہارے گروہ کے جو لوگ ہیں ان سب کو ہمارے پاس لاؤ انشاء اللہ تعالیٰ ان کو تم سے زیادہ فائدہ ہوگا، دوسرے روز غلام رسول خاں اور

غلام حیدر خاں اور صدر خاں کو وہ لیکر آپ کے پاس
آئے، حضرت نے ان کو بڑے اخلاق اور بہت خاطر سے بٹھایا
اور عافیت مزاج کی پوچھی، پھر بعد نماز عصر کے ان کو مرید کیا اور
امان اللہ خاں سے کہا کہ تم ان کو توجہ دو وہ عذر کرنے لگے کہ
مجھکو اس کا کیا سلیقہ، آپ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے تم جاکر ان کو
توجہ دو اب کی جو کوئی مرید ہوگا تو ہم اسی طرح ان سے توجہ دلادینگے
پھر امان اللہ خاں نے ان کو توجہ دیا اس میں غلام رسول خاں تو بیہوش
ہوکر لوٹنے لگے اور غلام حیدر خاں اور صدر خاں کا ایک سکتہ کا سا حال
ہو گیا کہ لوگ مونڈھا پکڑ کر ہلاتے تھے وہ خبر نہیں ہوتے تھے، پھر
جب کچھ دیر میں قدرے افاقہ ہوا حضرت کے پاس لائے، آپ
نے حال پوچھا حواس بیجا نہ تھے ان سے کلام نہ کیا گیا آپ
نے امان اللہ خاں سے کہا کہ ان کو گھر لیجاؤ کل پھر لانا، امان اللہ
خاں نے کہا کہ حضرت میں نے ان کو توجہ دیا ان کا یہ حال
اور مجھکو آپ کے لوگوں نے دیا میرا یہ حال نہ ہوا اس کا کیا سبب

آپ نے فرمایا کہ تم کو اس سے زیادہ فائدہ ہوگا اور ہم تمہارے لئے دعا کرینگے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا خاتمہ بخیر کرے اور تم سے اللہ تعالیٰ اچے بہت کام لیگا' انہوں نے کہا کہ بس میں یہی چاہتا تھا پھر ان کو مکان پر لے گئے' دوسرے دن یا خوبی جب ان کو ہوش آیا تب امان اللہ خاں ان کو پھر لائے اس دن سے وہ آپ ہی حضرت کے پاس آنے جانے لگے' پھر جب حضرت بریلی کے عازم ہوئے تب امان اللہ خاں اور مرزا ہمایوں بیگ آپ کے ہمراہ رکاب ہوئے اور غلام رسول خاں اور غلام حیدر خاں اور صدر خاں بھی چلنے کو مستعد ہوئے' حضرت نے فرمایا کہ تم ابھی اپنے مکان پر رہو' جب ہم ہجرت کرینگے تب تم کو ضرور ساتھ لیں گے غلام رسول خاں نے عرض کی کہ دل ہمارا تو آپ کے ساتھ ہی چلنے کو چاہتا ہے مگر آپ کا فرمانا ہم کو منظور ہے' لیکن ہم اپنے گھر میں تو نہ رہینگے کہ ہمارے یہاں مال حرام ہے اگر رہیں گے تو کھانا پڑیگا آپ نے فرمایا کہ بات تو تم نے بڑے کام کی کہی' فی الحقیقت یہی ہے کہ جو تم کچھ مال حرام سے کھاؤ گے تو یہ حال تمہارا نہ رہیگا خیر تمہاری

تو یہ نیت ہے، بھائی غلام حیدر خاں تم اپنا حال کہو، انہوں نے
کہا کہ میرے گھر کا بھی یہی حال ہے مگر ایک باغ آم کا بھائیوں کی
شرکت میں ہے فی الحال تقسیم ہونا اس کا دشوار، پھر آپ نے صدر خاں
سے پوچھا کہ تم اپنا حال بیان کرو کہا میرا بھی بعینہ ایسا ہی حال ہے کہ گھر
میں اسی قسم کا مال ہے لیکن ایک باغ آم کا ہے سو سوا سو روپے سال
کی آمد کا ہے اس میں شرکت بھی نہیں ہے سو میرا گذر اس میں اللہ تعالیٰ
کے فضل سے بخوبی ہوگا پھر آپ نے حافظ نجو خاں سے فرمایا کہ غلام رسول
خاں اور غلام حیدر خاں کو اپنے ساتھ نقیر محمد خاں صاحب کے
پاس لیجاؤ اور ہماری طرف سے کہو کہ ان صاحبوں کے کھانے کپڑے
کے لئے کچھ للہ فی اللہ موافق گذر کے کچھ مشاہرہ مقرر کر دو اس
شرط سے کہ یہ چاہیں تمہارے پاس رہیں اور چاہیں اپنے گھر بیٹھیں
حافظ موصوف ان کو فقیر محمد خاں صاحب کے پاس لے گئے اور جو کچھ
حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا عرض کیا خاں صاحب موصوف
نے پوچھا (انکے) واسطے حضرت نے زبان فیض ترجمان زبان فیض
ترجمان سے کچھ مشاہرہ فرمایا ہے کہا یہ تو مجھ سے کچھ نہیں کہا

خاں صاحب نے حافظ موصوف کو پھر آپ کے پاس واسطے اطلاع کے بھیجا کہ میری طرف سے عرض کرنا کہ یا تو دس روپے ماہواری نقد لیں یا پانچ روپے اور دونوں وقت کھانا' آپ نے کہلا بھیجا کہ آپ دس روپے ہر ایک کو دینا چاہیں وہ اپنے گھر میں رہیں چاہیں آپ کی سرکار میں حاضر رہیں' پھر ایسا ہی انہوں نے کیا اب باقی قصہ ان کے حال کا سفر ہجرت میں بیان ہو گا

شاہ پیر محمد کے ٹیلہ پر مولانا عبدالحی صاحب کے ہر درس میں دو چار رافضی ضرور توبہ کر کے سنی ہوتے تھے' یہ خبر تاج الدین حسین خاں اور سبحان علی خاں کمبوہ کو ہوئی اور وہ دونوں فرقہ امامیہ کے سرگروہ تھے یہ امر طبیعت کو ناگوار گذرا' آخر الامر جا کر نواب معتمد الدولہ سے اس کی شکایت کی' نواب موصوف نے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس اپنا چوبدار بھیجا اس نے آ کر کہا کہ ہمارے نواب صاحب نے فرمایا ہے کہ جو آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے ہیں بہت خوب کرتے ہیں' مگر ہمارے امامیہ مذہب والوں کو سنی نہ کیا

کرو، حاکم یہاں کا امامیہ مذہب ہے مبادا کچھ صورت فساد کی ہو، آپ نے فرمایا کہ جس طرح اپنے نواب کا حکم تم نے ہم کو پہنچایا اسی طرح ہمارا پیام بھی اپنے نواب کو پہنچا سکتے ہو، چوبدار نے کہا کیوں نہیں پہنچا سکتے، آپ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے کہنا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کلمۂ حق بیان کرتے ہیں اس میں جو کوئی آوے گا اور شک کرا ہیات لاویگا ہم اس کو ہرگز نہ روکیں گے اور یہ ہمکو تمہارا منع کرنا بہت بیجا ہے ہم ہرگز نہ مانیں گے، اسی طرح چوبدار نے نواب معتمد الدولہ سے جا کر عرض کیا بار دگیر پھر نواب ممدوح نے چوبدار بھیجا اس نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ والی شہر شیعہ ہے اور مخلوق شہر میں ہر طرح کی ہے ان کو وعظ و نصیحت کرو امامیہ مذہب والے کو نہ چھیڑو والا حاکم شہر کی طرف سے کچھ صدمہ آپ کو پہنچے ہم بری الذمہ ہیں، آپ نے پھر اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم لوگوں کو خدا کا نام سکھاتے ہیں اگر تم اس میں فساد کرتے ہو تم جانو اور سوا خدا کے ہم کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا سکتا

اس بات سے ہم بیفکر ہیں، یہ مضمون چوبدار نے پھر جا کر عرض کیا، پھر نواب موصوف نے فقیر محمد خاں رسالدار سے کہا کہ سید صاحب تمہارے پیر و مرشد بھی ہیں اور آشنا بھی ہماری طرف سے تم جا کر سمجھاؤ کہ حاکم وقت سے مقابلہ نہ چاہئے، اگر شاہ پیر محمد کے ٹیلہ کے گرد دو چار توپیں لگا کر اڑوا دے تو پھر کچھ آپ سے نہ ہوگا، اس سے تو آپ موافق مرضی حاکم کے کام کرو، رسالدار موصوف نے یہ تمام تقریر مذکور حضرت سے بیان کی، آپ نے فرمایا کہ فقیر محمد خاں تم مدت سے میرے آشنا ہو اور میرے حال سے باخبر ہو، یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا کہ کلمۃ الخیر کہنے سے باز رہوں، اور معتمد الدولہ دو چار توپوں سے کیا ڈراتا ہے اگر سو توپ لگا دیگا تو کیا ہے، خدا میرا مددگار ہے اس کے نقصان پہنچانے سے کچھ نہ ہوگا، اور انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے نواب اور اس کے نیب کا جس پر وہ مغرور ہے مارے جوتوں کے بھیجا گرا دونگا، انہیں لفظوں کے ساتھ اس وقت آپ نے فرمایا اگرچہ ایسے الفاظ منہ سے نکالنا آپ کی عادت شریف

نہ بھی اور یہ گفتگو بواسطہ نقیر محمد خاں صاحب حضرت علیہ الرحمۃ
اور معتمد الدولہ کے درمیان کئی روز رہی یہاں تک کہ والی لکھنؤ
کے لشکر میں جو حضرت کے مرید تھے انہوں نے سنا اور خفیہ سرنے
کہلا بھیجا کہ حضرت ہم لوگ تیار ہیں جو ارشاد ہو بجا لاویں آپ
کسی بات کا اندیشہ نہ کرنا' آپ نے ان کو کہلا بھیجا کہ تم خاطر جمع رکھو
اللہ تعالیٰ کافی ہے' کچھ فتنہ و فساد نہ ہوگا' آخر الامر نقیر محمد خاں
صاحب نے یہ پہلا پیام معتمد الدولہ کو پہنچایا اور یہ کہا کہ سید صاحب
نے یہ فرمایا ہے کہ منع کرنے کا طریق اور تھا اگر کہتا کہ تم میری رعیت
ہو میرے شہر سے چلے جاؤ' اس میں مجھکو کچھ عذر و حیلہ نہ تھا اور
یہ کیا بات کہ کلمۃ الحق لوگوں کو تعلیم نہ کرو' یہ بات اہل اسلام کے خلاف
ہے' طالب خدا کا سنی ہو یا شیعہ جو میرے یہاں آویگا میں اس کو
سکھا ؤنگا اور یہ بھی فرمایا کہ تم معتمد الدولہ کے نوکر ہو اور میرے مرید
تم کو میری طرف سے اجازت ہے کہ ہر وقت دنگے و فساد کے تم
میرے ساتھ نہ ہونا انہیں کی طرف ہونا یا کسی طرف نہ ہونا الگ

رہتا، یہ تمام گفتگو زبانی خان ممدوح کے سن کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے سید صاحب اور ان کے ساتھ کے علما بڑے حقانی اور خاندانی ہیں، تب خان موصوف نے حضرت کے آباو اجداد کے فضائل اور کمالات بیان کئے، اور مولانا عبدالحیٔ اور مولانا محمد اسمٰعیل کے بزرگواروں کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ذکر کئے کہ ایسے تھے، یہ سن کر نواب معتمد الدولہ اپنے دل میں نادم ہوا اور کہا کہ ان کی دعوت کرنی چاہیے اگر وہ قبول کریں، پھر فقیر محمد خاں کو بھیجا کہ ہماری طرف سے ان کی دعوت کرآؤ، بشرطیکہ کوئی ان کے لوگ ہمارے یہاں ہتھیار باندھ کر نہ آویں خاں ممدوح نے کہا کیا مضائقہ ہے کوئی ہتھیار لے کر نہ آویں گے اور اگر لاویں گے تو باہر ڈیوڑھی پر رکھوا دیں گے، پھر خاں صاحب موصوف حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور پیام دعوت لائے، آپ سن کر تبسم کرنے لگے اور فرمایا کہ دعوت کا تکلف کرنا کیا ضرور، انہوں نے کہا اب تو آپ قبول کریں، فرمایا بہتر چلیں گے، پھر دوسرے روز

شام کو نواب صاحب ممدوح نے سواریاں بھیجیں، ہاتھی بھی گھوڑے اور بینیس بھی، حضرت اپنے لوگ لیکر گئے اور ان کی ڈیوڑھی پر پہرے والوں کے ہتھیار سپرد کر دئے، اور اندر ایک چبوترے پر فرش بچھا تھا جا کر سب بیٹھ گئے اور وہیں نواب معتمد الدولہ کے پاس تاج الدین حسین خاں اور سبحان علی خاں کمبوہ اور فقیر محمد خاں رسالدار اور بنیڈو خاں رسالدار وغیرہم حاضر تھے، اور حضرت کی مہانداری اور خدمتگزاری میں مستعد، اس وقت سبحان علی خاں کمبوہ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باب میں کچھ سوال کیا، مولانا صاحب سن کر دیر تک سکوت میں رہے، اکثر جانبین کے لوگوں کو گمان ہوا کہ شاید جواب مولانا صاحب کو نہ آیا بعد اس کے سر اٹھا کر فرمایا کہ سبحان علی خاں صاحب کیا پوچھتے ہو، انہوں نے پھر وہی سوال کیا مگر وہ علمی گفتگو تھی مجھکو یاد نہیں ولیکن اس طرح کی تقریر کی کہ سبحان علی خاں لاجواب ہو گئے اور سوائے آمنا و سلمنا کچھ کہتے نہ بن پڑا

پھر معتمد الدولہ نے کہا کہ اب گفتگو موقوف کرو ہاتھ دھلاؤ کھانا کھلاؤ، پھر ہاتھ دھلاکے کھانا دھرا گیا اور ہر قسم کا کھانا نہایت نفیس اور مکلف تھا اور ہر کسی کے آگے تین چار آدمی کا کھانا تھا اور یہ اجازت دی کہ ہر کوئی اپنے حصہ کا کھا ہے چاہے کھائے چاہے لیجائے، مگر سب نے وہیں جو کچھ کھایا سو کھایا باقی چھوڑ دیا، نواب نے پوچھا کہ اپنا اپنا حصہ تم نے کیوں نہ لیا، لوگوں نے کہا کہ یہ ہمارا دستور نہیں کہ کھا کر باقی باندھ لیویں جس خدا نے آج کھلایا ہے وہی کل بھی کھلاویگا، نواب نے فقیر محمد خاں سے کہا کہ یہ تو کوئی عجیب قسم کے لوگ ہیں، ہم نے اس قسم کے لوگوں کی مجلس آج مجلس دیکھی، پھر وقت رخصت کے پانچ ہزار روپے حضرت کے نذر کئے، آپ نے کتنا ہی انکار کیا کہ نہ لیں مگر نواب نے نہ مانا آخر کو قبول کئے، پھر نواب ممدوح نے کہا میں آپ سے خلوت میں دو چار باتیں کرتا، فرمایا کہ اس وقت رات زیادہ گئی ہے ہمارے لوگوں کو تکلیف ہوگی ہم دو چار دن میں بریلی کو جاوینگے اس طرف آپ سے ملاقات کرتے جاوینگے، تب باتیں کرلینا عرض کیا بہت خوب، پھر آپ یہاں

وہاں سے ٹیلہ پر تشریف لائے   حافظ نجو خاں حضرت

علیہ الرحمۃ کے پرانے یار تھے یعنی نواب امیر الدولہ بہادر کے لشکر ظفر

پیکر میں جب تھے تب سے آشنائی تھی، اور فقیر محمد خاں صاحب بھی وہیں

تھے سو جب والی لکھنؤ کی سرکار میں فقیر محمد خاں بہادر کا زیادہ

عروج ہوا، تب حافظ نجو خاں کو صاحب ممدوح نے آشنا قدیم اپنا

سمجھ کر نوکر رکھ لیا اور پندرہ روپے مشاہرہ کیا اور اپنے اصطبل

اور کبوتر خانہ کے جو داروغہ تھے ان پر ان کو داروغہ کیا اور حافظ

نجو خاں کے ایک بھانجے محب اللہ خاں سترہ اٹھارہ برس کے تھے ان کو

سات روپے مشاہرہ کر کے اپنی اردلی میں رکھ لیا، حافظ صاحب ایک

روز محب اللہ خاں کو حضرت کے پاس لے گئے اور کہا یہ لڑکا آپ کو دیتا

ہوں اور اپنا حال بیان کیا کہ جب میں نواب امیر الدولہ بہادر کے لشکر سے نوکری

چھوڑ کر رامپور میں اپنے گھر آیا تو محب اللہ خاں اور اس کی ماں اور خالہ

کو زندہ پایا اور سب مر گئے تھے، یہ سن کر حضرت نے محب اللہ خان

کو بہت پیار کیا اور فرمایا کہ جب تک ہم یہاں ہیں تب تک تم ہمارے پاس

کھانا کھایا کرو، سو وہ ہر روز فقیر محمد خاں کی سواری دربار میں پہنچا کر ٹیلہ پر حضرت کے پاس آتے اور وہیں رہتے اور کھانا کھاتے اور سواری کے وقت پھر جاتے، ایک بار کئی شخص جوان کے ہم عمر تھے پوچھنے لگے کہ محب اللہ خاں تم کو رامپور چھوڑے کتنی مدت ہوئی اور یہاں فقیر محمد خاں بہادر کے کب سے نوکر ہو کہا آٹھ برس سے رامپور جانے کا اتفاق نہیں ہوا اور نو برس کی عمر تھی جب وہاں سے نکلے تھے اور کچھ زیادہ ایک سال سے یہاں نوکر ہیں، یہ حال ہم لوگوں نے حضرت سے کہا، پھر ایک روز حضرت نے محب اللہ خاں سے پوچھا کہ تم کتنی مدت سے اپنے گھر نہیں گئے، کہا آٹھ برس سے، فرمایا کیوں نہیں جاتے ہو عرض کیا کہ نہ اتنا خرچ میسر ہوتا ہے نہ ہم جاتے ہیں، فرمایا کس قدر خرچ ہو جو گھر جاؤ کہا کم سے کم دو سو روپے تو ہوں، فرمایا کہ تمہارے ماموں حافظ نجو خاں بھی اس خرچ میں جاویں گے، کہا نہیں ان کے لئے جدے ہزار روپے ہوں تب ان کا جانا ہو، فرمایا کہ جاؤ حافظ صاحب کو ہماری طرف سے سلام پہنچاؤ اور پوچھو کہ تم اپنے گھر رامپور

جانا چاہئے ہو یا دعا منظور ہے، محب اللہ خاں نے جاکر کہا کہ حضرت یوں فرماتے ہیں، حافظ صاحب محب اللہ خاں کو ساتھ لئے ہوئے ٹیلہ پر حضرت کے پاس آئے، آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب آپ نے کیوں تکلیف کی، عرض کیا کہ محب اللہ خاں نے جاکر آپ کی طرف سے یوں کہا اس سبب سے خدمت شریف میں حاضر ہوا، فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے سو آپ کیا چاہتے ہیں گھر جانا یا دعا کرانا، کہا گھر جا کے کیا کروں، میں تو آپ کی دعا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں مجکو سوا اپنے کسی کا محتاج نہ کرے اور آخرت میں اپنے عذاب سے بچاوے، آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب آپ ہمارے قدیمی آشنا ہیں اور آپ نے ہم سے کسی بات کا سوال نہیں کیا سو ہم آپ کے واسطے دعا کرینگے، اب آپ تشریف لیجائیے، پھر حافظ نجو خاں وہاں سے فقیر محمد خاں صاحب کی چھاونی کو گئے یہ نہیں معلوم کہ حضرت نے کب ان کے لئے دعا کی مگر آٹھ دس روز کے بعد ایک دن حافظ صاحب محب اللہ خاں کو ساتھ لئے اور

اور ایک گٹھری کپڑوں کی بغل میں دبائے ہوئے آئے اور حضرت کے آگے دھری، آپ نے پوچھا اس میں کیا ہے، کہا آپ کی دعا کی برکت سے پانسو سواروں کی رسالداری فقیر محمد خاں صاحب نے محب اللہ خاں کو دی ہے اور دو روپے روز نوکری کی ہے اور یہ محب اللہ خاں کو خلعت ملا ہے سو میں نے کہا کہ آپ کی نذر کر دوں، حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ خلعت ہم نے قبول کیا اور اپنی طرف سے محب اللہ خاں کو دیا اور ابھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ امید ہے کہ محب اللہ خاں کی زیادہ ترقی ہو، محب اللہ خاں نے کہا کہ حضرت میں تو آپ کے ساتھ جہاد کو چلونگا مجکو یہ نوکری نہیں پسند ہے، آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب تمہارے ماموں بوڑھے ہیں تم ان کی خدمت میں رہو اور نوکری کرو، جب ہم جہاد کو جاوینگے اور وہاں سے اور لوگوں کو بلائیں گے تم بھی آنا، پھر جب لکھنؤ سے حضرت بریلی کو گئے تب وہاں خبر پائی کہ محب اللہ خاں کے تین سو روپے روز ہوئے، پھر کچھ روز دن میں سفر حج کو گئے اور وہاں

سے مع الخیر آکر جہاد کو گئے اور وہاں سے مجکو ہندوستان میں بھیجا
میں لکھنؤ میں آیا محب اللہ خاں سے ملاقات ہوئی تب پانچ سو
روپے روز تھے، پھر جب میں ہندوستان سے ولایت کو گیا اور دوسری
بار پھر مجکو ہندوستان کو بھیجا اور میں لکھنؤ میں آیا حافظ محمد
خاں سے ملاقات ہوئی محب اللہ خاں کو پوچھا انہوں نے کہا
علاقہ خیرآباد میں فلاں گڑھی لڑتے تھے سو وہاں محب اللہ خاں
ہمارے شہید ہوئے جب حضرت علیہ الرحمۃ لکھنؤ سے
بریلی کو کوچ فرما ہوئے اکثر لوگوں کو آپ نے روانہ کر دیا کہ قندارولی
کی چھاونی میں چل کر ٹھہریں اور آپ چند لوگوں سے نواب معتمد الدولہ
کی ملاقات کو گئے آپ نے لوگوں کو ڈیوڑھی پر کھڑا کر دیا اور آپ
فقیر محمد خاں رسالدار کے ساتھ اندر گئے، نواب ممدوح سے ملاقات
ہوئی کوئی دو گھڑی تک آپس میں گفتگو رہی، مگر مجکو نہیں معلوم
کہ وہ باتیں کیا تھیں مگر یہ بات البتہ میں نے سنی تھی کہ معتمد الدولہ
نے کہا کہ حضرت میں آپ کے سامنے بڑے کاموں سے تو بہ
کرتا ہوں اور اپنے دل سے میں سنی ہوں مگر والی مشہور شیعہ ہے،

اس سبب سے میں نیت اپنی ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا توبہ کرنا تو سب بُرے کاموں سے بہتر ہے، مگر اس کام سے توبہ کرو جو بیچارے غریبوں محتاجوں کے زبردستی گھر کھداتے ہو یہ مردم آزاری سب سے بُرا کام ہے، انہوں نے اقرار کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب کسی کا مکان بے راضی کئے ہوئے اور بے واجبی قیمت دئے نہ کھدوائیگا بلکہ چند مکانوں کی پیمائش ہو چکی تھی ان کو بھی موقوف رکھا، پھر جب حضرت رخصت ہوئے تو اپنی گھوڑی کہ بہت بلند تھی جس پر اس دن سوار تھے مع بچہ نواب معتمد الدولہ کو دی انہوں نے لینے اس کے میں عذر کیا اور کہا آپ کو میرے اصطبل سے جو دو چار گھوڑے پسند ہوں تو آپ کی نذر ہیں، آپ کی گھوڑی لینی مجھے کب مناسب ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے گھوڑے لینے تو مجکو منظور نہیں مگر اپنی گھوڑی تم کو دیویںگے، پھر آپ نے وہ گھوڑی مع بچہ ان کو دے کر وہاں سے فقیر محمد خاں کے مکان میں آئے وہاں کھانا اول سے تیار ہو رہا تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تناول فرمایا اور فقیر محمد خاں صاحب سے فرمایا کہ

اب ہم رخصت ہوتے ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ آج یہاں
تشریف رکھئے کل چھاؤنی کو جائیے فرمایا کہ وہاں بھی بہت لوگوں
سے ملنا اور رخصت ہونا ہے، اب رہنے کی نہ تکلیف دو، پیر خاں صاحب
ممدوح نے اپنے خریطہ سے نکال کر دو اشرفیاں نذر دیں، آپ نے
لے کر مجھکو دیں اور فرمایا کہ ان کو میدار رکھنا، پھر آپ نے ننگے سر ہو کر دعا
کی اور فرمایا فقیر محمد خاں بھائی تم میرے آشنا ہو اور قدیم سے میرے
حال کے واقف، اور میں تمہارا حال جانتا ہوں باوجود اس کے مجھکو لحاظ
آیا کہ اس وقت میں تم سے کچھ مانگوں سو تم نے آپ ہی بے مانگے جو دینا
تھا دیا اگر تم اس وقت چار دیتے اشرفیاں ہوتیں خواہ روپے خواہ
پیسے کوئی چار عدد ہوتے تو پھر تم اس کا حال دیکھتے مگر خیر یہی تقدیر
میں تھا اب انشاء اللہ تعالیٰ آج ہی یا کل یا پرسوں دیکھنا تمہارے
لئے کیا ترقی اقبال کی ہوتی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ ارشاد ہو
تو دو اشرفی اور لاؤں فرمایا کہ اب کیا ہوتا ہے وہ وقت جاتا رہا
پھر وہاں سے رخصت ہو کر قندھاریوں کی چھاؤنی کو چلے راہ
میں ایک شخص پیر بخش نام غلام حسین داروغہ کے قریبوں میں

تھے ملے اور آپ کو ہٹر انے لگے کہ آپ کی آج دعوت ہے، آپ
نے عذر کیا کہ اب دعوت معاف رکھئے مجکو جانا ضرور ہے رہنا نہیں
ہو سکتا، پھر انہوں نے بیعت کی اور دو اشرفیاں نذر کیں اور کئی
آدمیوں اور نے بھی بیعت کی اور سب نے موافق مقدور کے نذر دی
پھر پیر بخش نے عرض کی کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ
مفسدوں کے شر سے محفوظ رکھے اور والی لکھنؤ کے رتھ خانے کے
وہ داروغہ تھے اور داروغہ غلام حسین اور ان کے درمیان عداوت
تھی انہیں کے فساد کا ان کو خطرہ تھا آپ نے ان کے لئے دعا کی اور
ایک روپیہ واسطے برکت کے دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو شرو
فساد حاسدوں کے سے مامون رکھے مگر تم اپنا نام بدل ڈالو یہ نام
بُرا ہے، پھر وہاں سے قندھاریوں کی چھاونی کو گئے وہاں سب
ملے، پھر آصف زماں خاں اور ان کے بھائی محمد زماں خاں جو امجد خاں
کے ماموں تھے آئے اور عرض کی کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ
تعالیٰ ہماری عاقبت بخیر کرے اور دنیا تو بہر صورت گذر جاویگی
اس کا اندیشہ ہم کو چنداں نہیں ہے اور آصف زماں کا خاں کا بیٹا

سدخاں تھا اس کو بھی آپ کے زیر دکیا کہ اس کے لئے بھی کریں پھر
آپ نے تینوں کے لئے دعا کی پھر رات کو آپ اسی چھاونی میں رہے پچھلی
رات سے کوچ کیا نماز صبح کی ہم سب نے راہ میں پڑھی لکھنؤ سے
سات کوس دولت گنج تھا وہاں جا کے اترے کھانے پکانے کی تدبیر
کرنے لگے قریب ڈھائی سو آدمیوں کے تھے اور سوا من کھچڑی پکائی
ایک دیگ میں تیئس سیر اور دوسری میں بتیس سیر پکی تھی پھر حضرت
سے پوچھا کہ حکم ہو تو دو دیگ کھچڑی اور پکالیں اور دو دیگ جو
تیار ہے تب تک لوگوں کو کھلانا شروع کریں آپ نے فرمایا کہ
اور کھچڑی پکانا کیا ضرور ہے لوگوں کو کھلا دو اگر آٹھ دس آدمی
باقی رہ جاوینگے پھر دیکھ لینا عرض کیا کہ اگر آپ کی دعا سے اس
کھچڑی میں اتنے لوگ کھاویں تو عجب نہیں ورنہ موافق قاعدہ کے تو
اگر دو دیگ اور پکے گی اس میں بھی پورا نہ پڑیگا فرمایا انشاءاللہ
تعالیٰ اسی کھچڑی میں سب شکم سیر ہو کر کھا وینگے اور جو آوینگے وہ
کھا وینگے اور اس میں سے بھٹیارے کو بھی دینگے پھر ہم لوگوں نے بعد
نماز ظہر کھلانا شروع کیا عصر تک سب کھا چکے آٹھ دس لوگ

باقی رہے، اس عرصہ میں آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کی ٹاپ کی آواز
آئی ہے دیکھو تو کوئی سوار لکھنؤ سے تو نہیں آتا چار پانچ آدمی سرا کے
باہر دیکھنے لگے کہیں کوئی نظر نہ آیا، انہوں نے آکر آپ سے عرض کیا
کہ ہم کو تو کوئی سوار نظر نہیں آتا، آپ نے ایک لحظہ سکوت کر کے پھر
فرمایا کہ گھوڑے کی ٹاپ کی آواز آتی ہے جاکر دیکھو کوئی سوار ضرور آتا
ہے، پھر وہ لوگ جا کے دیکھنے لگے تب تو بہت دور سر راہ ایک غبار سا نظر
آیا مگر تمیز نہیں ہوتی تھی کہ کیا ہے، آکر یہ حال آپ سے عرض کیا
فرمایا کہ جاؤ دیکھو سوار ہی آتا ہے، پھر لوگ گئے اس عرصہ میں معلوم ہوا
کہ البتہ کوئی سوار آتا ہے پھر کچھ دیر وہاں توقف کیا یہاں تک کہ
وہ سوار نزدیک آیا تو معلوم ہوا کہ مولوی سید محمد صاحب میں سید
حمید الدین صاحب کے سالے، یہ خبر حضرت کو کی فرمایا ان کا گھوڑا جا کے
پکڑو وہ ہمارے پاس آویں پھر جا کے ایک شخص نے ان کا گھوڑا پکڑا
وہ آپ کے پاس آئے سلام علیک کیا اور خط نقیر محمد خاں رسالدار
کا دیا، آپ نے فرمایا کہ بھائی صاحب خط لانا کیا ضرور تھا تم تو
خود بجائے خط کے ہو پھر وہ خط پڑھا گیا اور زبانی حال انہوں

نے بیان کیا کہ کل کی رات جب آپ قندھاریوں کی چھاونی میں
تھے تب معتمد الدولہ بہادر کے یہاں سے نیقر محمد خاں بہادر کو خلعت
ہوا دس ہزار روپے ملے اور ہاتھی پالکی شملہ مندیل دوشالہ سپر
تلوار سوا اس کے اور بہت اسباب ملا پہلے تین سو روپے کا مشاہرہ تھا
اب ہزار روپے گا اور پندرہ سو سوار اور دو ہزار پیادے کا حکم دیا کہ
نوکر رکھ لو اور پرگنہ محمدی کا علاقہ ہوا' حضرت علیہ الرحمۃ یہ حال
سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ابھی تو یہ شروع ہے انشاء اللہ
تعالیٰ آگے کو دیکھنا ان کے واسطے کیسی ترقی ہوگی' مولوی سید
محمد صاحب نے کہا کہ کچھ میرے واسطے بھی اپنی طرف سے بطور سفارش کے
خاں صاحب بہادر کو ایک خط لکھوا دیں' آپ نے فرمایا بہت خوب
اور مولوی سید محمد صاحب خان ممدوح کے یہاں سواروں میں بیس روپے
کے نوکر تھے اور نوکری چاکری چوکی پہرہ معاف تھا' پھر آپ نے
خاں صاحب کو لکھا کہ یہ مولوی سید محمد صاحب ہمارے بھائی ہیں ان کو
اچھی طرح سے رکھنا فقط اور فرمایا بھائی صاحب کھچڑی تیار ہے
اب کھا لو پھر شام کو ہمارے یہاں کھانا نہ پکے گا پھر وہی کھچڑی ہوگی

صاحب اور ان کے سئیس تے اور آٹھ دس ہمارے آدمیوں نے کھائی اور جو بچی وہ بھیارے کو دی پھر مولوی صاحب رات بھر وہیں حضرت کے پاس رہے صبح کو حضرت نے ان کو طرف لکھنؤ کے رخصت کیا اور آپ بریلی کو روانہ ہوئے شام کو جا کے حسن گنج میں رہے وہاں کے اٹھے ساتھ خیر و عافیت کے تکیہ میں داخل ہوئے اور تمام عزیز و اقربا اور یار و آشنا سے ملے تمام ہوا احوال مختصر سفر لکھنؤ کا ایک روز حضرت المومنین علیہ الرحمۃ اپنے تکیہ کی مسجد میں مولانا عبدالحئی اور مولانا اسمٰعیل اور بہت صاحبوں کے سامنے فرمانے لگے کہ ایک رات میں اپنے مکان میں بیٹھا تھا کہ الہام الٰہی سے مجھکو معلوم ہوا کہ فلانے سمندر میں ایک جہاز بسبب کم پانی کے تباہ ہوتا ہے سو تو جلد جا کر اس کو گہرے پانی میں کر دے اس کی نجات ہم نے تجھ پر رکھی ہے میں نے عرض کی کہ الٰہی میں تن تنہا وہاں جا کے کیا تدبیر کروں حکم ہوا کہ تدبیر تیری کچھ نہیں ہم کو خود اس کا نکالنا ضرور ہے تو فقط اپنی پشت اس میں لگا کے زور سے ڈھکیل دے ہم اپنے حکم سے اس کو ہٹا دینگے اس کے لوگ ہلاکی سے نجات پا وینگے اور ہم تیرا درجہ

بڑھا دینگے، پھر میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ تمام لوگ اس جہاز کے
واویلا اور نالہ و فریاد مچا رہے ہیں کہ اب ہلاک ہوئے اب ہلاک
ہوئے اور سب اپنی اپنی تدبیر کر رہے ہیں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا
پھر میں نے بسم اللہ کر کے اپنی پشت لگا کے زور کیا وہ جہاز وہاں
سے گہرے پانی میں جا رہا تمام لوگ اسکے ہشاش ہو گئے اور خوشی کرنے
لگے، میں وہاں سے اپنے مکان کو آیا، پھر اس کے بعد آپ نے یہ فرمایا
کہ اسی طرح کا ذکر ہے کہ ایک روز سید محمد واضح سید عبد الباقی
کے دادا سے مسجد میں بیٹھے کئی طالب علموں کو پڑھا رہے تھے یکبارگی
ننگے پاؤں جلد دوڑ کے کپڑوں سمیت اس پیٹی ندی میں کود پڑے
گلے تک پانی تھا اور بہت دیر تک غوطہ لگائے رہے پھر جب اس میں
سے نکلے مسجد میں آئے تمام کرتہ پارہ پارہ ہو گیا تھا شاگردوں
نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ تھا آپ نے کئی باران کو ٹالا کچھ
حال نہ بتایا جب وہ اس بات کے بہت درپے ہوئے تب فرمایا کہ ایک
جگہ سمندر میں اس وقت ایک جہاز تباہ ہو رہا تھا مجکو الہام الہٰی
ہوا کہ تو جلد اس ندی میں پھاند اور غوطہ لگا کر اس جہاز کو تباہی

سے بچا، پھر میں نے جا کر غوطہ لگایا اور آنکھ کھولی تو اس جہاز کے
پاس آپ کو پایا پھر اپنی پیٹ سے اس کو ڈھکیلا وہ گہرے پانی میں چلا گیا
میں ادھر آیا اور یہ کرتا دشمن زور کرنے میں پھٹ گیا یہ معاملہ تھا

ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ مع تمام رفقا اپنے مسجد میں قریب پیرون
حجرے کے بیٹھے تھے کہ ایک قاصد نواب معتمد الدولہ کا آیا اور خط نواب محمود
اور فقیر محمد خاں بہادر کا لایا اور آپ کو دیا دونوں خطوں کے لفافوں
پر تاریخ اسی روز کی لکھی تھی، آپ نے دیکھ کر پوچھا کہ ان میں تاریخ
تو آج ہی کی ہے اس نے کہا ہاں آج ہی کی ہے میں سو کوس دن بھر میں
چلتا ہوں اگر آپ اس وقت اس کا جواب لکھ دیں تو آج ہی پہنچا دوں
پھر وہ دونوں خط پڑھے گئے حاصل مطلب دونوں کا ایک ہی تھا یعنی
جو حضرت علیہ الرحمۃ شہر لکھنؤ میں تشریف لے گئے اور کئی مہینے رہ کر
چلے آئے بعد آپ کے آنے کے یہ خبر غازی الدین حیدر والی لکھنؤ
کو ہوئی نواب معتمد الدولہ کو فرمایا کہ ہماری شہر رائے بریلی کے ایسے
بزرگ صاحب کمالات اتنے روزوں رہے اور ہزاروں آدمی
ان کے مرید ہوئے اور ان کی ذات سے مستفید ہوئے اور صد ہا

کرامتیں ان کی لوگوں نے دیکھیں بڑے افسوس کی جائے ہے
کہ تم نے ہم کو اطلاع نہ کی اب جس صورت سے بنے ان کو جلد بلاؤ
اور ہم سے ملاؤ، سو آپ کے بلانے کو وہ خط لکھے تھے، آپ نے
اپنے لوگوں سے فرمایا کہ اس امر میں کیا صلاح دیتے ہو، انھوں نے
عرض کی جو آپ کے خیال شریف میں آوے وہی ہماری صلاح ہے
آپ نے فرمایا کہ میں تو بالفعل کسی صورت سے جانے کا نہیں اسلئے کہ
وہاں جانے میں کچھ فائدہ نظر نہیں آتا میری صلاح تو یہ ہے کہ
اب آگے تم جانو جو کچھ تم بہتر جانو وہ کہو، انھوں نے کہا کہ اگر آپ
نہ جائیے تو مولانا عبدالحئی اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو بھیجے کہ
وہ حاکم وقت ہے ان کے جانے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نصیب
کرے والا چند روز رہ کر چلے آویں گے آپ نے فرمایا کہ خیر یوں ہی
سہی مگر وہاں کچھ ہونا نہیں ہے، آخر الامر یہی جواب لکھا گیا کہ
بالفعل ہمارا آنا تو کسی طور نہیں ہوتا مگر انشاء اللہ تعالیٰ دس پندرہ روز
میں مولانا عبدالحئی اور مولانا اسمٰعیل صاحب پہنچیں گے پھر وہ قاصد
جواب لے کر روانہ ہوا ادھر کئی روز کے بعد مولانا عبدالحئی اور

مولانا اسمٰعیل صاحب کے بھیجنے کی تیاری ہوئی، پھر پچیس آدمیوں سے لکھنؤ کو روانہ کیا، جب وہ وہاں پہنچے نواب معتمد الدولہ کو خبر ہوئی ایک مکان میں اتارا، پھر غازی الدین حیدر والیِ لکھنؤ کو اطلاع کی کہ جہاں پناہ نے جو بریلی کے سید صاحب کو یاد فرمایا تھا سو وہ تو کچھ عذر سے نہیں حاضر ہوئے مگر مولانا عبدالحیٔ اور مولانا محمد اسمٰعیل کو اپنی طرف سے بھیجا ہے سو شہر میں اترے ہیں، انہوں نے پچیس روپیہ روز کا کھانا مقرر کیا سو پکا ہوا کھانا دونوں وقت خوانوں میں آنے لگا، اس میں بعضے شخصوں نے مولانا عبدالحیٔ صاحب سے کہا کہ اس کھانے سے تو نقدی آپ کرلیں تو بہتر ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم کو اس بات سے کچھ غرض نہیں چاہیں وہ کھانا بھیجیں چاہیں نقدی، پھر وہاں سید رہ سولہ روز رہے مگر والیِ لکھنؤ سے ملاقات نہ ہوئی فقیر محمد خاں رسالدار اور منیڈو خاں رسالدار درمنشی جھنگا ایک روز پوشیدہ کہنے لگے کہ سبحان علی خاں اور تاج الدین حسین خاں وغیرہ نے اس امر میں بہت روپے رشوت نواب معتمد الدولہ کو دئے ہیں کہ جہاں پناہ سے ان کی ملاقات نہ ہونے پاوے والا ایک ہی ملاقات میں یہاں پناہ کو بستی کر ڈالینگے پھر تمام شہر کے

اہل تشیعہ اہل تسنن ہوجاوینگے سو تو اب معتمد الدولہ نے جہاں پناہ
کے خدمتگار سے جو شراب اور بھنگ پلاتا ہے تاکید کہہ دیا ہے کہ جبتک
سید صاحب کے دونوں مولوی شہر میں رہیں تب تک جہاں پناہ
کسی وقت ہوش میں نہ آنے پاویں، سو یہاں کا تو حال یہ ہے
اب آپ کو اختیار ہے چاہیں رہیں اور چاہیں جائیں، آپ نے کہا اب
رہنا ہمارا بے فائدہ ہے اور صبح کو نواب معتمد الدولہ سے بے ملے اور
بے خبر کئے بریلی کو چلدئے اور آکے سب حال حضرت علیہ الرحمۃ سے
بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ ہم اول ہی کہتے تھے کہ وہاں جانے سے
کچھ فائدہ نہ ہوگا آخر کو وہی ہوا تکیہ کے اتر طرف
جو چھوٹی باغ مشہور ہے جس میں سید محمد اسحٰق صاحب کی قبر ہے اس
کے کنارے جو پختہ کنواں ہے اسی کوئیں کا پانی حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
کے واسطے میں بعد نماز عشا کے لایا کرتا تھا، ایک بار میں پانی بھرنے
چلا برسات کا موسم اور نہایت اندھیرا تھا اور قطرہ افشانی
بھی ہو رہی تھی، جب میں کوئیں پر پہنچا وہاں سے تھوڑی دیر ارہر کا
ایک کھیت تھا، اس میں کچھ گھڑ بڑاہٹ معلوم ہوا جیسے اندر کوئی

ہے، مجکو وہم ہوا کہ اس میں گیدڑ ہیں یا چور ہیں یا جن ہیں کیونکہ جنیات
بھی اکثر وہاں رہتے تھے، میں نے دل میں کہا کہ جو میں اس میں گھڑا ڈالوں
ایسا نہ ہو تب تک کوئی دیو بھوت آ پہونچے اور کچھ ایذا پہنچا دے
اس وقت شور کرنا بھی مناسب نہیں لوگ کہینگے ڈر گئے کچھ دیر تک
یہی پس وپیش میں کیا کیا پھر خدا پر توکل کرکے میں نے گھڑا
کوئیں میں ڈالا اور پھر نکالنے کا ارادہ کیا اس میں دو تین شخص آ
پہنچے اور مجھ پر حملہ کرنے لگے میں نے رسی کا سر اگھمایا کہ خبردار نزدیک
ہوگے تو مار ڈالونگا وہ ہنستے بھی تھے اور مجکو دھمکاتے بھی تھے پھر وہاں
سے اسی کھیت میں چلے گئے، میں نے جلد گھڑا نکال کر کوئیں پر رکھدیا
اور کھیت کی طرف میں گیا کہ دیکھوں تو کون لوگ ہیں مگر سوائے کھڑکھڑاہٹ
کے اور کچھ معلوم نہ ہوا، پھر میں گھڑا لے کر تکیہ میں آیا شیخ رحیم علی سے
میں نے کہا کہ یہ گھڑا عبدالقیوم یا اور کسی کے ہاتھ حضرت کے پاس
بھیجا دو اور امان اللہ خاں سے میں نے اپنا تمنچہ اور تلوار مانگی انہوں
نے کہا اس وقت کیا کروگے میں نے کہا میں کہیں جاؤنگا وہ مجھ سے
پوچھنے لگے کہ کچھ سبب تو بتاؤ، شیخ لطافت مسجد میں تھے یہ گفتگو

سُن کر وہاں آئے اور کہا کچھ حال تو بتاؤ کہاں جاؤ گے میں نے
وہ تمام قصہ ان سے بیان کیا انہوں نے کہا میں بھی چلوں گا میں نے
کتنا ہی منع کیا نہ مانا تلوار بندوق لیکر میرے ساتھ ہو لئے جاتے
جاتے وہیں پہنچے وہ ہمارے جانے سے اس ارہر کے کھیت کے باہر
نکل گئے ہم نے ان کا پیچھا کیا پھر کئی مشعلیں سامنے نظر آئیں اور ان
کی روشنی میں بڑے بڑے قد آور لوگ معلوم ہونے لگے میں نے شیخ لطافت
سے کہا بندوق مارو جیسے انہوں نے بندوق سامنے کی وہ لوگ مشعلوں
سمیت غائب ہو گئے پھر ہم وہاں سے پھرے داہنی طرف پندرہ بیس
مشعلیں لئے لوگ معلوم ہوئے اور کچھ شور و غل سنائی دینے لگا مگر
سمجھ میں کوئی کلام نہ آتا تھا پھر لطافت نے بندوق سامنے
کی پھر وہ سب غائب ہو گئے میں نے شیخ لطافت سے کہا یہ معاملہ
اپنے قابو کا نہیں اب یہاں سے چلو پھر ہم دونو تکیہ پر آئے اور
سو رہے صبح کو لوگوں نے ہمارے جانے کا حال حضرت سے عرض کیا
آپ نے اکیلے ہو کر مجھ سے پوچھا کہ رات تم کہاں گئے تھے کیا
معاملہ تھا میں نے اول سے آخر تک سب حال جو تھا عرض

کیا، آپ نے فرمایا اگر تم ان سے یہ کہتے کہ میں سید صاحب کے لئے پانی لینے آیا ہوں تو کوئی تم کو نہ چھیڑتا، میں نے کہا کہ ان کو کیا نہیں معلوم تھا کہ آپ کے واسطے پانی لینے آتے ہیں فرمایا کہ بے کہے ان کو کیا خبر کہ کس کے لئے پانی لینے آئے ہیں خیر اب تم وہاں پانی لینے نہ جایا کرو لوہانی پور کے پاس جو ملیشیا کا پرانا کنواں ہے اس میں سے لایا کرو، میں نے پوچھا کہ وہ کنواں کس جگہ ہے، فرمایا اس روز آم کا باغ خریدنے کو گئے تھے اور اسی کوئیں پر ہم کھڑے تھے، میں نے کہا وہ کنواں تو خشک معلوم ہوتا ہے، میاں عبداللہ نے کہا کہ ایک طرف کچھ تھوڑا سا پانی ہے، کبوتر اڑانے کو جو ڈھیلے ہم نے ڈالے تھے سو ایک طرف کچھ پانی کی آواز معلوم ہوتی تھی، پھر میں نے میاں عبداللہ کے ساتھ ڈولچی لیکر وہاں گیا اور دیکھا تو پانی بھرا تھا، پھر ڈولچی بھر کر نکالی تو صح ڈولچی تین ہاتھ رسی تر ہوتی تھی، پھر وہ پانی ہم دونوں حضرت کے پاس لائے اور کہا کہ اس کوئیں میں تین ہاتھ پانی ہے، آپ نے فرمایا کہ ڈولچی نیچے تک پہونچی ہوگی اس میں پانی اس سے زیادہ

ہے، اب کی بار جانا تو ڈولچی میں کوئی اینٹ یا بھاری کنکر رکھ کر ڈالنا تب اندازہ پانی کا معلوم ہوگا، پھر میں رات کو بعد نماز عشا کے گیا اور ڈولچی میں اینٹ رکھ کر ڈالا تو تو ہاتھ پانی تھا، میں نے آکر حضرت سے عرض کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ اس وقت تو تین ہاتھ پانی نہ تھا اور اب نو ہاتھ ہے اور دو چار روز پہلے اس میں کچھ پانی نہ تھا شاید کچھ ایک طرف پانی تھا یا نہ تھا آپ نے فرمایا کہ اس بات کا چرچا کسی سے نہ کرنا اللہ تعالیٰ میں سب قدرت ہے چاہے بھرے کوئیں کو خشک کردے اور چاہے خشک کو بھردے

جب پہلی بار حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ تکیہ سے کابیور کو تشریف لے گئے تھے تب جاتے وقت موراٹھ میں اترے تھے، آپ کو سن کر شمشیر خاں اور اللہ بخش خاں اور شیخ رمضان اور مہربان خاں واسطے ملاقات کے آئے اور وہ چاروں شخص بڑے بڑے لمبے جوان تھے، آپ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ایسے جوان ہمارے کام کے ہیں پیرزادے لوگ ہمارے کام کے نہیں ہیں اور بہت تعریف کی وہ آپ کا

اخلاق دیکھ کر خوش ہوئے کہ ہم غریب آدمی ہیں چار روپے کے سپاہی آپ ہماری اس طرح تعریف کرتے ہیں، پھر حضرت نے فرمایا کہ اب تو ہم کانپور کو جاوینگے ادھر سے آتے وقت دیکھا جائیگا ادھر اتفاق پڑے نہ پڑے مگر جب تم ہماری خبر پانا کہ تکیہ پر آئے ہیں تب وہاں تم ہمارے پاس آنا، انہوں نے اقرار کیا کہ ہم ضرور آوینگے، پھر وہاں سے آپ کانپور کو تشریف لے گئے پھر جب وہاں سے مع الخیر تکیہ پر تشریف آئے آپ کی خبر پاکر وہ چاروں صاحب آپ کی خدمت فیضدرجت میں جاکر حاضر ہوئے اور چند روز وہاں رہے، ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ مسجد کی چھت پر بیٹھے تھے وہیں ان چاروں صاحبوں کو بلایا وہ جاکر حاضر ہوئے فرمایا کہ آج ہم تم کو مرید کرینگے اور مولوی محمد یوسف صاحب سے کہا کہ وہ جو ہماری پگڑیاں دھری ہیں لاؤ انہوں نے حاضر کیں پھر آپ نے ان چاروں صاحبوں سے بیعت لی بعد اس کے ایک ایک پگڑی ہر ایک کو بندھوائی سوا اس کے کچھ بھی کپڑا اور کچھ موٹا ہر ایک کو اور بھی عنایت کیا اور مولوی ممدوح سے روپے منگواکر

چاروں کو دس دس روپے دئے بعد اس کے ایک ایک روپیہ واسطے برکت کے اور دیا اور فرمایا ساتھ اس لفظ کے کہ اس کو خرچ نہ کرنا اس سے اور بہت روپے پیدا ہونگے' پھر ان کے واسطے دعا کی اور چاروں کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جہاد میں اپنا کام تم سے بہت لیگا' پھر مہربان خاں نے کہا کہ تم سے اللہ اور کام لیگا اور ان تینوں سے اور کام لیگا اور وہ دونوں کام خدا کی رضامندی کے ہونگے' پھر وہ چاروں آپ سے رخصت ہو کر اپنے مکانوں کو گئے اور چند روز میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کھانے پینے سے آسودہ حال اور فکر معاش سے فارغ البال کر دیا اور کچھ روز وں اپنے یہاں رہ کر پھر تکیہ پر آئے اور آپ کے ساتھ سفر حج کو گئے اور وہاں سے آکر جہاد کو گئے' مہربان خاں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے متعلقوں کی خدمت کے واسطے ستھانہ میں رہے' پھر وہاں سے ان کے ساتھ شہر ٹونک میں آئے اور اب تک کہ سن بارہ سو چوہتر ہجری ہے خوش و خرم کھاتے پیتے چین کرتے ہیں اور وہ تینوں خاں اول چھاپے میں اکوڑی کے شہید ہوئے

حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے ہزار روپے لکھنؤ میں فقیر محمد خاں

بہادر کے پاس بطور امانت کے دھرے تھے آپ نے مجھ سے فرمایا کر وہاں سے روپے لے آؤ، میرے پاس ایک بڑا تیز گام یابو تھا اُسی پر سوار ہو کر میں بریلی سے لکھنؤ خان صاحب ممدوح کے پاس گیا اور حال کہا اور وہ روپے لئے اور تین روز وہاں رہا جس روز میں چلنے لگا تو وہ روپے میں نے یابو کے آدھے ایک طرف رکھے اور آدھے دوسری طرف اور دو سو روپے ان روپوں کے سوا اور کسی کے تھے وہ میں نے کمر میں باندھے اور اس وقت کوئی ڈیڑھ پہر دن چڑھا ہوگا، خان صاحب بہادر نے مجھ سے کہا کہ دن بہت آیا ہے اور منزل دور ہے آج رہ جاؤ کل سویرے چلے جانا، میں نے کہا کہ رہونگا تو نہیں آج ہی جاؤنگا، انہوں نے کہا خیر اگر جاتے ہو تو آج بجنور میں رہنا اور ہمارا خط لیتے جاؤ اور ہمارا فلانا عامل ہے اس کو دینا اور وہ سید صاحب کا مرید بھی ہے تم کو آرام سے رکھیگا، پھر خان صاحب بہادر کا خط لیکر میں روانہ ہوا قبل وقت عصر کے میں بجنور میں اس عامل کے پاس پہنچا اور وہ خط دیا، انہوں نے بہت خاطر داری کی اور کچھ کھانا کھلایا اور کہا کہ رستہ خطرہ کا ہے اور دن تھوڑا ہے آج یہاں آرام

سے میرے پاس رہو کل چلے جانا، میں نے کہا ابھی دن زیادہ ہے
چلا جاؤنگا، پھر میں وہاں سے چلا دو ڈھائی کوس ایک بستی تھی
وہاں پہنچا اسی دن وہاں کی بازار بھی تھی اور ایک چبوترے پر اترا
اور کمر سے وہ روپے کھولے ان میں سے واسطے خرچ کے میں نے یک
روپیہ نکال کر خردہ کیا اور کچھ پیسوں کا گھوڑے کے واسطے مصالح
لیا اور باقی پیسے آگے کے خرچ کو رہنے دئے، پھر میں اپنے دل میں
ڈرا کہ لوگوں نے میری کمر کے روپئے دیکھے ہیں خدا خیر کرے، اس وقت
مجھہ سے یہ حرکت بہت بیجا ہوئی میری کمر میں دو تھیلے تھے وہ میں
میں نے دونوں کو خالی کرکے پھیر پھیرا اُس واسطے کہ دیکھنے والوں کو
خوف ہو کہ یہ بھی ہتھیار اس کے پاس ہے، پھر میں سوار ہوا وہاں سے
چلا ڈھاک کا جنگل کئی کوس کا ملا اور میرے دل میں وہی دغدغہ
تھا کہ بازار میں میرے روپے لوگوں نے دیکھے ہیں ایسا نہ ہو کسی نے
پیچھا کیا ہو یکایک داہنی طرف آگے چل کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک
آدمی سپر تلوار باندھے میری جانب چلا آتا ہے، میں نے اپنے دل
میں جانا کہ یہ بھی کوئی مسافر ہوگا پھر آتے آتے نزدیک آیا

اور میرے پیچھے پیچھے ساتھ چلنے لگا اور مجھ سے کہا میاں جی کہاں سے آتے
ہو اور کس کے نوکر ہو، میں نے کہا فقیر محمد خاں بہادر کے مکان سے
آتا ہوں اور میرے یابو کا بانا تی زین پوش تھا پھر کہا کہ میاں جی
تمہارا زین پوش بہت اچھا ہے یہ تم مجھے دے ڈالو، میں نے کہا تجھکو
کیوں دوں، میں نے اپنے شوق کے واسطے بنایا ہے، میں نے جانا کہ یہ
مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے بیشک راہزن ہے اور عجب نہیں کہ دوسرا
کوئی اور بھی کہیں اس کے ساتھ کا ہو، میں نے اپنا تمنچہ کمر میں ہاتھ
ڈال کر چڑھایا اس کی آواز چٹ چٹ سن کر وہ چونکا اور میری
طرف دیکھنے لگا مگر اس کو تمنچے کا حال نہ معلوم ہوا پھر مجھ سے زین پوش
مانگنے لگا اور میں وہی جواب دیتے ہوئے یابو کو ہانکے چلا جاتا تھا
اس میں ایک آدمی نے ایک ڈھاک کے درخت کے نیچے سے نکل کر
مجھ پر لٹھ چلایا وہ لٹھ میرے گھٹنے میں لگا قریب تھا کہ میں اس
کے زور سے گر پڑوں مگر خدا نے بچالیا میں نے جلد تمنچہ نکال کر اس
پر فیر کیا وہ اسی جگہ مردار ہوا رہا وہ دوسرا میں نے اس کو للکارا
خبردار تیرا کیا ارادہ ہے وہ حواس باختہ ہو کر ہاتھ جوڑنے

لگا کہ میاں جی میں مسافر ہوں اس کے ساتھ کا نہیں ہوں
اُس نے جیسا کیا دیسا پایا اور میرا ساتھ چھوڑ کر وہیں رہا اور میں
آگے چلدیا جنگل سے نکل کر ایک جگہ تیمم کرکے نماز عصر پڑھی اور آفتاب
قریب غروب کے تھا پھر میں آگے چلا ایک جگہ جاکر مغرب پڑھا پھر
سوار ہوا جاتے جاتے وقت عشا کے ایک بستی میں پہنچا بھٹیارے سے
ہلدی پسوا کر گرم کروا کے گھٹنے میں لگائی اس نے کہا اس وقت
کوئی کہتا تھا کہ فلانی جگہ رستے میں ایک آدمی مارا گیا ہے میں نے
کہا کیا عجب ہے مارا گیا ہوگا تو سرائکا پھاٹک بند کرلے کوئی کھلواوے
میری بے اطلاع کے مت کھولیو اس نے جانا شاید ان سے کہیں جھگڑا
ہوا ہے مگر وہ مجھ سے پوچھ نہ سکی، پھر میں نے روٹی پکوائی اور کہا
کہ چارپائی پر لیٹ گیا دیر تک اسی خیال سے نیند نہ آئی شاید
کوئی چار گھڑی رات پھر میں سویا ہونگا پھر صبح کو کوئی چار کوس
حسن گنج تھا وہاں جاکر سرا میں اترا اور اپنے گھٹنے کو خوب سینکا
اور اس روز وہیں رہا، دوسرے دن قبل دوپہر کے تکیہ پر آیا حضرت
علیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوئی آپ نے پوچھا یہ گھٹنے میں کیا ہوا

میں نے کہا کہیں راہ میں چوٹ آگئی آپ چپ ہو رہے اور لوگوں سے پوچھا کہ سنا ہے کہ رستے میں کوئی قزاق مارا گیا کہیں تم سے تو نہیں یہ واقعہ ہوا میں نے کہا تم کو کیونکر ثابت ہوا کہ مجھ سے یہ واقعہ ہوا اسی طور باہم گفتگو کر کے میں چپ ہو رہا دوسرے دن حضرت علیہ الرحمۃ مسجد کی چھت پر بیٹھے تھے وہیں مجکو بلا کر پوچھا کہ اب بتاؤ یہ تمہارے گھٹنے میں کیونکر چوٹ لگی' میں نے وہ تمام قصہ اول سے آخر تک عرض کیا آپ نے میرا گھٹنا ٹٹولا اور اس پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ تعالیٰ اشفا دیگا اور اس کی خبر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی روز مجکو معلوم ہو گئی تھی کہ رستے میں تم پر کچھ صدمہ واقع ہوا اس بات سے مجکو تردد ہوا پھر جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ اس کو مع الخیر تیرے پاس پہنچا دینگے پھر آپ چھت سے اتر کر مسجد میں اپنی جگہ معمولی پر بیٹھے' لوگ آکر حاضر ہوئے' آپ نے فرمایا کہ وہ جو رستے میں آدمی مارا گیا ہے اس کا حال ان سے پوچھو اس کو انہیں نے مارا ہے وہ قزاق تھا لوگوں نے مجھ سے پوچھا میں نے وہ تمام ماجرا اول سے آخر تک بیان کیا

حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ بامراد

سفر شاہجہاں آباد سے مع الخیر آئے اور سلخ شعبان کو تکیہ پر تشریف
لائے صبح کو سب نے روزہ رکھا اس ماہ مبارک میں حضرت علیہ الرحمۃ
کی توجہ سے نماز میں اور مراقبہ میں طرح طرح کے انوار خیر و برکت کے
ہر کسی کو موافق استعداد کے حاصل ہوئے، بعد انقضائے شہر رمضان
رفتہ رفتہ ان انوار فیض آثار میں تنزل واقع ہونے لگا یہاں تک کہ
بہ نسبت کے اول کے بڑا تفاوت پڑ گیا سب کو تردد ہوا ایک دوسرے
سے اپنے حال کی شکایت کرنے لگے، اس میں قریب چار مہینے گذر گئے
آخر کو سب آپس میں مشورہ کر کے ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس گئے اور یہ حال عرض کیا، آپ نے سن کر کچھ جواب نہ دیا
پھر بعد چودہ پندرہ روز کے سب نے مل کر عرض کیا پھر آپ چپ
رہے کچھ نہ بولے پھر کوئی پندرہ روز کے بعد ایک دن آپ
نے خود لوگوں سے پوچھا کہ بھائیو وہ جو دو بار تم نے ہم سے
سوال کیا تھا آج پھر بیان کرو اس وقت ایک دوسرے کا منہ
دیکھتا تھا اور کوئی جواب نہ دیتا تھا پھر بتکرار آپ نے پوچھا
مگر کوئی نہ بولا آپ نے مولوی یوسف صاحب سے فرمایا

کہ یوسف جی وہ حال جو دوبار بھائیوں نے ہم سے پوچھا تھا اور جو حال کہ اب ان دنوں بھائیوں کا ہے دریافت کرکے ہم سے کہو پھر مولوی صاحب موصوف نے چند لوگوں سے جدا بھی اور اکٹھے بھی پوچھا اُنہوں نے کہا کہ آپ بھی تو ہم میں شریک ہیں کیا آپ کو نہیں معلوم ہے کہ رمضان المبارک میں جو انوار خیر و برکت کے نماز اور مراقبہ میں ہم لوگوں کو حاصل تھے چار مہینہ کے عرصہ میں دسواں حصہ بھی باقی نہ رہا تھا مگر اب پندرہ سولہ روز بہ نسبت رمضان المبارک کے دوسری صورت انوار کی خیر و برکت دوچند بلکہ سہ چند ہر کسی کو ہو گئی یہ حال ہے اسی سبب سے کسی نے جواب نہ دیا، پھر مولوی صاحب ممدوح نے جا کر یہ حال حضرت علیہ الرحمۃ سے گزارش کیا، آپ نے فرمایا کہ یوسف جی جس بات کا بھائی لوگوں نے دوبار ہم سے سوال کیا تھا سو ان دنوں دوسرا کام اس سے افضل ہمارے درپیش ہے اب اس کی طرف ہمارا دل مشغول وہ کام کون ہے یعنی کوشش جہاد فی سبیل اللہ کی اس کے سامنے اس حال کی کچھ حقیقت نہیں ہے اس واسطے وہ کام یعنی تحصیل

علم سلوک اس کام کے تابع ہے، اگر کوئی تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات زہد و ریاضت گذارے اور نوافل پڑھتے پڑھتے پیروں پر ورم آ جائے، اور دوسرا شخص نیت جہاد سے ایک ساعت رات یا دن کو رنجک اڑا دے کہ مقابلہ کفار میں آنکھ نہ جھپکے تو وہ عابد اس مجاہد کے رتبہ کو ہرگز نہ پہنچے گا اور وہ کام اس وقت کا ہے جب اس کام سے فارغ البال ہوا اور اب جو پندرہ سولہ روز سے دوسرے انوار کی ترقی نماز یا مراقبہ میں معلوم ہوتی ہے وہ اسی کار و بار کے طفیل سے ہے کہ کوئی بھائی جہاد کی نیت سے تیر اندازی کرتا ہے کوئی بندوق لگاتا ہے کوئی پھیری گدکا کھیلتا ہے کوئی ڈنڈ پیلتا ہے اگر ہم اس کام کی اس وقت تعلیم کریں تو یہ ہمارے بھائی لوگ اس کام سے جاتے رہیں اور یوسف جی تم خود اپنے ہی حال کو خیال کرو کہ گردن ڈالے ہوئے ایک سکوت کے عالم میں رہتے ہو اسی طرح اور لوگ بھی کوئی کمل اوڑھے مسجد کے کونے میں بیٹھا ہے کوئی چادر لپیٹے حجرہ میں بیٹھا ہے کوئی جنگل میں

جاکر مراقبہ کرتا ہے کوئی ندی کے کنارے میں گڑھا کھود کر بیٹھا رہتا ہے، ان صاحبوں سے توجہاد کا کام ہونا دشوار ہے، تم ہمارے بھائی لوگوں کو سمجھاؤ کہ اب اسی کاروبار میں دل لگاؤ یہ تمہارے واسطے اس سے بہتر ہے، پھر مولوی محمد یوسف صاحب نے بھی تقریر ان لوگوں سے جاکر کی کہ حضرت یوں ارشاد کرتے ہیں سب نے کہا حضرت علیہ الرحمۃ کا فرمانا ہم کو منظور ہے اب ہم اسی کام میں مشغول ہونگے مگر اب کی باری یہ بھی ہماری طرف سے عرض کرو کہ وہ حالِ اول جس قدر ہم لوگوں میں اب باقی ہے اگر اسی قدر رہے تو بھی غنیمت ہے اور آگے جو حضرت کو منظور ہو وہ ہم کو منظور ہے، مولوی صاحب موصوف نے حضرت سے یہی عرض کیا کہ ہمارے بھائی لوگ یوں کہتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ہر طرح کی اپنی نعمتیں انعام فرمائی ہیں، بھائی لوگ جو یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ حال جس قدر ہے اسی قدر ہم میں باقی رہے یہ تو فقط سو پچاس ہی آدمی ہیں اگر ان کے علاوہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں شخص ہوں

جناب الٰہی سے مجھکو قوی امید ہے کہ اگر میں فضل الٰہی سے کوشش کروں تو ان سے بہتر حال ان سب کا ہو جاوے سو یوسف جی تم بھائیوں سے کہو کہ اس بات کا مشورہ حاجی عبدالرحیم صاحب سے کر کے ہم کو اطلاع کرو پھر جیسا ہوگا ویسا ہم کہیں گے، پھر مولوی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ آپ یوں فرماتے ہیں وہ سب مل کر حاجی صاحب ممدوح کے پاس گئے اور اس اپنے سوال کی گفتگو کی اور کہا کہ آپ اس امر میں کیا بات مناسب جانتے ہیں، حاجی صاحب وہ تقریر سن کر اپنا حال بیان کرنے لگے کہ جب مجھکو حضرت علیہ الرحمۃ سے بیعت نہ تھی اور اپنے مشائخ کے طور طریق پر تھا اور چلہ کشی کرتا تھا اور جو کی روٹی کھاتا تھا اور موٹے کپڑے پہنتا تھا اور صدہا مرید میرے تھے اور جو کوئی طالب درویشی کا میرے پاس آتا اس کو تعلیم کرتا تھا اور کسی سے کچھ غرض نہیں رکھتا تھا اور جو کوئی اپنے مطلب کے لئے دو چار کوس یا ایک دو منزل لیجانے کی درخواست کرتا تو للہ فی اللہ چلا جاتا تھا اور میری نسبت کا یہ طور تھا اگر وہ کوس یا کوس بھر سے کسی پر توجہ کی نظر

ڈالتا تو اسی جگہ اس کو حال آتا اور بعضی بعضی باتیں مجھ میں اس سے بھی بڑھ کر تھیں اور میں اپنے اس حال میں بہت خوش تھا اور میرے مریدوں میں بھی بعضے بعضے صاحب تاثیر تھے باوجود ان سب باتوں کے جب اللہ تعالیٰ نے ان سید صاحب کو سہارنپور میں پہنچایا اور مجھ سے ملایا اور مجھکو توفیق دی کہ میں نے آپکے دست مبارک پر بیعت کی اور ان کا طریقہ دیکھا اس وقت اپنے نزدیک مجھکو یہ خیال ہوا کہ اگر میں اس حالت میں مرجاتا تو میری موت بری ہوتی' پھر میں نے اپنے سب مریدوں سے کہا کہ اگر تم اپنی عاقبت بخیر چاہتے ہو تو ایسے دوسرا کے ان سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلو اور جو نہ کرے گا وہ جانے میں نے آگاہ کر دیا ہے اس کا مواخذہ روز قیامت کے مجھ سے نہیں' پھر سب نے دوسرا کے بیعت کی سو میں نے تمام اس عیش و آرام اور ناموس و نام کو ترک کر کے سید صاحب کے یہاں کی محنت و مشقت اور تنگی و کلفت اختیار کی' اینٹیں بھی بناتا ہوں دیوار بھی اٹھاتا ہوں گھاس بھی چھیلتا ہوں لکڑی چیرتا ہوں اور ہر طرح کے کام کرتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ

نے اپنے فضل سے جو اس کاروبار کی بدولت مجکو نعمت دی اور خیر و
برکت عطا کی اس کے دسویں حصہ کے برابر اس اول معاملات کی تمام
خیر و برکت کو نہیں پاتا ہوں اگر ایسا نہ ہوتا تو اس راحت کو چھوڑ کر یہ
محنت کیوں اختیار کرتا سو میری تو صلاح اس بات میں یہ ہے کہ
تم سارا کاروبار حضرت پر چھوڑ دو وہی جو کچھ بہتر جان کر تم کو فرماویں
اسی کو مانو اور اس میں اپنی بہتری جانو اور اپنی رائے ناقص کو دخل نہ دو
پھر اس تقریر کو حاجی صاحب سے سن کر لوگ چپ رہے اور جو کچھ حاجی
صاحب نے فرمایا مان لیا اور پھر اپنے سوال کا مذکور نہ کیا اور کاروبار
جہاد میں مشغول ہوئے پھر باری بھی کرتے تھے تیر اندازی بھی کرتے تھے
چو رنگ بھی لگاتے تھے جتنے فن سپہ گری کے ہیں سب کی مشق کرتے تھے اور
وہ کارخانہ توجہ اور مراقبہ کا بالکل ترک دیا

جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ سفر لکھنؤ سے تکیہ پر تشریف لائے
قصبہ رائے بریلی میں دیدار بخش نام ایک مخنث تھا ایک اور مخنث کو
اپنے ساتھ لے کر حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آیا اور

عرض کی کہ ہمارے بھائی بندوں نے لکھنؤ سے ہم کو لکھا کہ رائے بریلی کے سید صاحب ہمارے طائفہ کے چار آدمیوں کو یہاں سے ورغلا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں سو تم جس طور سے بنے ان کو یہاں پہنچاؤ بغیر ان کے ہمارا طائفہ بگڑ گیا ہے سو اس واسطے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ ان چاروں شخصوں کو عنایت فرماویں اس واسطے کہ وہ ہمارے ہی کام کے ہیں آپ کا ان سے کوئی کام نہیں نکلنے کا' آپ نے دیر تک نظر ہدایت اثر سے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہم تو کسی کو بھی زور سے اپنے پاس بلاتے نہیں اور جو کوئی آپ سے آتا ہے اس کو ہم روکتے بھی نہیں مگر اس کو ہم حکم خدا اور رسول کا سنا دیتے ہیں آگے اس کو اختیار ہے چاہے مانے چاہے نہ مانے اور وہ تو لکھنؤ میں نفیر محمد خاں رسالدار کے یہاں ہیں اگر تمہارے سمجھائے سے مانیں تو ان کو وہاں سے لیجاؤ اور ان کے بھائیوں میں پہنچاؤ ہم تم کو اس بات سے مانع نہیں ہیں پھر وہ رخصت ہوا اور کہا کہ میں کسی وقت پھر حاضر ہونگا' آپ نے کہا کہ تم ضرور کسی وقت ہمارے پاس آؤ' پھر جب وہ چلا گیا تب

آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ہم کو سمجھانے کو آیا تھا سو اللہ تعالیٰ نے خود اس کو سمجھا دیا، اب انشاء اللہ تعالیٰ یہ آپ اگر تائب ہو گا پھر کئی روز کے بعد دیدار بخش آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس دن آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس دن آپ کے پاس ان کو لینے کے لئے آیا تھا اور منظور الہٰی یوں تھا کہ مجکو اس نے توفیق توبہ کی عطا فرمائی، آج میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنے آیا ہوں اور میرے دل میں اس بات کا یقین ہوا کہ حقیقت میں آپ ہی کا طریق حق ہے اور سب غلط پھر آپ نے اس سے بیعت لی، اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی ہدایت دی کہ جبتک آپ تکیہ پر رہے اکثر آپ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوا کیا اور نماز جمعہ تکیہ کی مسجد کی بلا عذر اس نے کبھی ناغہ نہ کی اب سے سن بارہ سو بہتر ہجری تک مجکو اس کا حال معلوم ہے کہ نماز جمعہ تکیہ کی مسجد میں پڑھتا ہے اور جو کوئی ادہر سے یہاں ٹونک میں آتا ہے تو مجکو ضرور سلام کہلا بھیجتا ہے اب ایک سال اس کی خبر مجکو نہیں ملی

جب حضرت علیہ الرحمۃ سفر لکھنؤ سے تکیہ پر تشریف لائے بعد کئی مہینہ کے مولوی سید محمد صاحب پانچ ہزار روپے

کی ہنڈوی فقیر محمد خاں بہادر کے پاس سے حضرت کے واسطے لائے
اور خاں صاحب ممدوح کا ایک خط، خلاصہ مضمون اس کا یہ تھا کہ
آپ کی دعا کی برکت سے نواب معتمد الدولہ کی سرکار سے میرے واسطے دو تمغہ اور
اس قدر ترقی ہوئی اور فلانے فلانے پرگنے چکلہ داری ملے اور جو میں
نے آپ کی جناب ہدایت مآب میں شکرانہ بھیجا ہے اس کو آپ قبول
فرماویں اور سوا اس کے اور بھی کچھ حال ہوگا مگر وہ مجکو ہنوز معلوم
حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کے جواب میں لکھا کہ آپ کا خط ہمکو پہنچا
کیفیت اس کی معلوم ہوئی اور جو بات آپ سے ہم نے وقت
نذر دینے کے کہی تھی یعنی خدا اور رسول کے موافق تم جبتک چلے
جاؤگے روز بروز تمہارے اقبال کی ترقی رہیگی اس بات کو
خوب یاد رکھنا اور آپ نے جو نذرانہ بھیجا ہے وہ آپ کے
پاس واپس آتا ہے اس واسطے کہ ہم نے آپ کے لئے للہ فی اللہ
دعا کی تھی کچھ نذرانہ کی اُمید سے نہیں کی تھی اور اس بات
سے کچھ اپنے دل میں کدورت نہ لانا فقط

فقیر محمد خاں بہادر مرحوم کے نکاح میں ایک کسبی تھی اس پیروہ

نہایت فریفتہ اور عاشق تھے، قضائے الٰہی سے وہ مر گئی اس کے
غم میں خاں صاحب موصوف کا یہ حال ہوا کہ گھڑیوں بلکہ پہروں اس کی
قبر پر بیٹھے رویا کرتے اور اس کی قبر پر بوسہ بھی دیتے سوائے
گریہ و زاری کے کوئی کام نہ تھا، تو اب معتمدالدولہ کے دربار میں اور
وہاں کی آمدورفت بہت روز وں تک ترک کر دی، یہ خبر تواتر زبانی
معتبر لوگوں کے تکیہ پر حضرت علیہ الرحمۃ کو پہونچی، آپ کو بڑا رنج ہوا
کہ یہ تو بہت بڑی بات ہے اس میں ان کی دین و دنیا دونوں کا ضرر ہے
پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ہمارا خط لے کر واسطے ماتم پرسی کے جاؤ
اور جو ہم زبانی پیام کہہ دیں وہ ان کو پہنچانا اس لئے کہ وہ تمہارے
قدیم آشنا بھی ہیں، تم بے تکلف ان سے کلام کروگے، میں نے کہا کہ میں
حاضر ہوں، جب ارشاد ہو تب چلا جاؤں، اس میں خط لکھنے میں ایک
دو روز کا عرصہ گذرا، میں نے عرض کیا کہ میرے ساتھ کوئی پڑھا
قابل آدمی ہوتا کہ وہ آپ کی طرف سے ان کو وعظ و نصیحت سناتا
خوب ہوتا، آپ نے فرمایا کہ بات تو تم نے بہتر کہی مگر کس کو
ساتھ کریں، میں نے کہا جس کو آپ کی خوشی ہو پھر آپ نے

مولوی محمد یوسف کو میرے ہمراہ کیا پھر ہم دونوں ایک اونٹ
پر سوار ہو کر لکھنؤ کو گئے اور جا کر قندھاریوں کی چھاونی میں
میر احمد علی صاحب کے پاس اترے، رات بھر وہاں رہے صبح کو
ہم دونوں خاں صاحب بہادر کے پاس چلے، جب وہاں پہنچے تو دیکھا
حاطے کے پھاٹک کے دونوں طرف پہرے والے ننگی تلواریں لئے
کھڑے ہیں اور کوئی بیس پچیس قدم کے فاصلہ سے اندر احاطے
کے محب اللہ خاں حافظ بجو خاں کے بھانجے سواروں سے باتیں کر رہے
ہیں، ہم کو تردد ہوا کہ اب اندر کیونکر جاویں، اس میں تو اتفاقاً لیتے
لیتے محب اللہ خاں کا منہ ہماری طرف ہوا، میں نے پکار کر سلام علیک
کیا انہوں نے پہچانا اور جواب سلام کا دیا اور ہم کو اندر بلایا
اور پہرے والوں سے کہا ان کو آنے دو، پھر ہم دونوں اندر
احاطے کے چلے گئے، انہوں نے ایک آدمی سے کہا ان کو خاں صاحب
بہادر کے پاس پہنچا آؤ، پھر وہ آدمی خاں صاحب بہادر
کے سامنے لے گیا، ڈیوڑھی کے سامنے ایک چبوترے پر
خاں صاحب کئی امیروں کے ساتھ باتیں کر رہے تھے ہم

دونوں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا، چبوترے کے نیچے مونڈھے
بچھے تھے ہم ان پر بیٹھے، آپ خیر و عافیت پوچھی اور کہا کیونکر آنا ہوا۔
میں نے کہا سید صاحب نے واسطے ماتم پرسی کے بھیجا ہے اور حضرت کا خط
میں نے ان کو دیا اور کہا کچھ زبانی پیام بھی ہے وہ الگ آپ سے عرض
کرونگا، پھر مجھ سے پوچھا کہ تم اترے کہاں ہو میں نے عرض کیا میر احمد علی
کے پاس قندھاریوں کی چھاؤنی میں، فرمایا بستر یہیں اٹھا لاؤ، میں نے
عرض کیا کہ وہ بھی آپ ہی کا مکان ہے، فرمایا بہتر وہیں بستر رہنے دو
مگر کھانا یہاں کھائیو، پھر وہ چبوترے سے اُترے دو تین قدم کے
فاصلہ سے ایک طرف کرسی بچھی تھی اس پر بیٹھے، وہیں وہ خط پڑھا
اور زبانی حال پوچھا، میں نے عرض کیا کہ سید صاحب نے فرمایا ہے کہ
یہاں ہم نے کئی شخصوں کی زبانی سنا ہے کہ آپ ان دنوں بسبب غم
فراق اپنی بی بی کے قبر پر بیٹھے رہتے ہیں اور بوسہ بھی دیا کرتے ہیں اور
آہ و نالہ کیا کرتے ہیں اور نواب صاحب کے دربار میں جانا موقوف
کر دیا ہے، اول تو ہم کو آپ کی طرف سے یقین نہیں کہ ایسی حرکت

نامناسب کرتے ہوں' دوسرے اگر یہ بات صحیح ہے تو بہت بُرا ہے کہ دین
ودنیا دونوں کا اس میں نقصان ہے فرمایا کہ کہنے والوں نے صحیح کہا ہے
یہ سب باتیں ٹھیک ہیں آج تک میرا یہی حال ہے' میں نے عرض کی کہ سیدنا
نواب کی بار جب آپ نے نذر دی تھی انہوں نے آپ کو نصیحت کی تھی
کہ موافق فرمانے خدا ورسول کے چلے جانا کوئی کام خلاف شرع عمل
میں نہ لانا اس میں تمہاری دنیا ودین دونوں کا فائدہ ہوگا سو
دنیا کا فائدہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ تب سے کس قدر آپ کی دولت
وحشمت کی ترقی ہوئی اور ان دنوں جو یہ امر خلاف شرع آپ
سے ظہور میں آیا اس کا یہ ثمرہ پایا کہ دین ودنیا دونوں کا نقصان ہوا
دین کا نقصان تو یہ کہ جو حرکت خلاف شرع آپ سے سرزد ہوئی
اس کی جزا سزا خدا کے نزدیک دیکھا چاہئے کہ کیا ہو' اور نقصان دنیا
ظاہر ہے کہ نواب معتمد الدولہ کی دربا داری اور وہاں کی آمدرفت آپ نے
موقوف کر دی اگر نہ کرتے تو اب تک خدا جانے کیا کیا فوائد دنیا آپ
کو حاصل ہوتے' فرمایا کہ بھائی صاحب سچ کہتے ہو مگر میں کیا کروں کچھ ایسا
غم فراق سے میرے دل پر غفلت کا پردہ پڑ گیا کہ ان بھلا برا کچھ نہ سوجھا
اور جو کچھ آج تک ماتم پرسی کو آیا بے صبری کے کلام کرکے مجکو رلایا

سو تمہاری طرح تسکین و تسلی کی بات کسی نے نہ کی، اب مجکو اپنے
خیال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت گویا خود جناب سید صاحب مجکو
سمجھا رہے ہیں اور انہیں کی توجہ اس وقت مجھ پر پڑ رہا ہے کہ دفعۃً ان
باتوں سے وہ پردہ میرے دل کا دور ہو گیا اور اپنی اس حرکت
ناشائستہ کی قباحت مجکو نظر آنے لگی، سو اب میں توبہ کرتا ہوں کہ
انشاء اللہ تعالیٰ بار دیگر پھر ایسا کام نہ کرونگا، میں نے کہا کہ سید صاحب
نے جو فرمایا تھا سو میں نے آپ سے عرض کیا، اب مولوی محمد یوسف صاحب
آپ سے کچھ کلام کرینگے۔ اس کو خیال فرمائیے، پھر مولوی صاحب نے
کئی آیتوں اور حدیثوں کا وعظ فرمایا خاں صاحب بہادر آبدیدہ
ہوئے اور اپنی خطا کا اقرار کیا اور دوسرا کے لفظ توبہ زبان پر لائے
کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب ایسی حرکت خلاف شرع نہ ہو گی اور ہم دونوں
سے فرمایا چند روز ہمارے یہاں رہو، ہم نے عرض کی کہ ہم کو جانا
ضرور ہے، فرمایا کچھ روز تو ٹھہرو، ہم نے عرض کی بہتر ہے پانچ چار
دن اور ہم رہ جاوینگے، پھر اس کے دوسرے دن نواب معتمد الدولہ
کا چوبدار آیا اور خبر لایا کہ کل نواب صاحب بہادر آپ کے

یہاں ماتم پرسی کو تشریف لاوینگے، یہ سن کر خاں صاحب بہادر نے سامان
ان کے آنے کا تیار کیا اور سوا لاکھ روپے کا چبوترہ بنوایا، پھر دوسرے روز
نواب صاحب ممدوح بڑے تجمل سے آئے دو گھڑی ٹہرے پھر رخصت ہو گئے
اور وہ سوا لاکھ روپیہ کا چبوترہ ان کے خدمتگاروں چوبداروں وغیرہ
مستحقوں نے آپس میں تقسیم کر لیا، پھر اس کی صبح کو خاں صاحب بہادر نواب
صاحب کے دربار کو گئے دوسرے روز پھر گئے اس دن ہاتھی پالکی وغیرہ خلعت
ہوا اور تین لاکھ روپیے نقد لے اور ڈیڑھ ہزار روپے کا مشاہرہ ہوا اور
ایک رسالہ سواروں کا اور کسی پرگنہ کی چکلہ داری بھی ملی، جب دربار سے
شادباد مراد اپنے مکان پر تشریف لائے ہم دونوں مبارکباد دینے گئے اور
میں نے عرض کی کہ خاں صاحب خیال کیجئے کہ ابھی کسی عمل کی نوبت نہیں
آئی فقط زبان سے اپنی حرکت ناشائستہ سے توبہ فرمائی ہے اس برکت کا
ثمرہ آپ کو حاصل ہوا اور اب ہم آپ سے رخصت ہوتے ہیں فرمایا سچ
کہتے ہو یہی بات ہے یہ تمام سید صاحب کی دعا کی برکت ہے اور ابھی دو
چار روز اور رہو ہم نے عرض کی کہ اب تو ہم جاوینگے، پھر رخصت
ہو کر دونوں تکیہ کو روانہ ہوئے اور آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے

تمام کیفیت عرس کی حکایت جب حضرت امیر المومنین امام المجاہدین
علیہ الرحمۃ سفر با ظفر لکھنؤ سے مراجعت فرما کر تکیہ پر تشریف لائے اور
کچھ یا زیادہ ایک سال وہاں رونق افروز رہے ان ایام مبارک فرجام
کا یہ واقعہ ہے کہ کئی روز تک ہم لوگوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کے چہرہ مبارک
کو کمال بشاشت دیکھا مگر کسی نے اس کا سبب معلوم نہ کیا اور نہ آپ
سے پوچھا، ایک روز آپ ہی حضرت علیہ الرحمۃ فرمانے لگے کہ فلانی رات
کو میں اپنے مکان کے کوٹھے پر طرف مغرب کے سر کئے ہوئے چارپائی پر
لیٹا تھا اس وقت مجکو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایات بے غایات کا تصور
بندھا کہ اے پروردگار عالم کیسی کیسی تو نے اپنے بندوں کو انعام عطا فرمائے
ہیں اور کیا کیا رتبے ان کو دئے ہیں کسی کو ابدال کا رتبہ دیا کسی کو
غوث و قطب کیا، اگر مجھ خاکسار ذرۂ بےمقدار کو بھی کسی رتبۂ عالی سے
ممتاز اور سرفراز فرمائے تو تیرے نزدیک کچھ دور نہیں ہے اسی وقت جناب
قادر ذوالجلال لایزال سے الہام ہوا کہ ہم نے تجھ کو بھی اپنی نعمتوں سے
دیا ہے اور ابھی اور دیویں گے، ہمارا ایک بندہ ملک شام میں ہے تو
اس کی ملاقات کو جا اور وہ قطب الاقطاب ہے اس کی حیات ابھی ساڑھے
تین برس باقی ہیں بعد وفات اس کی کے وہ بھی رتبہ ہم تم کو عطا کرینگے پھر

میں اسی وقت حکم الٰہی سے ملک افغانستان اور خراسان اور ایران کی کوہستان کی سیر کرتا ہوا چلا یہاں تک کہ ملک شام میں ان کے مکان فیض آستاں پر پہنچا وہاں ایک نالہ جاری تھا اس کے کنارے ایک بلند ٹیلے پر مٹی کی چھوٹی چھوٹی دیواروں کے کئی گھر گھاس سے چھائے ہوئے تھے اور جوان گھروں کے صحنوں کی چھوٹی چھوٹی دیواریں تھیں ان پر چھتیاں گھاس کی پڑی ہوئی تھیں سوانہیں گھروں میں ایک گھر تھا کہ اس میں وہ حضرت عالی منزلت والامرتبت رونق افزا تھے اس وقت ان کی خدمت سراپا برکت میں چھ آدمی اور بھی حاضر تھے اور وہ ان کے مریدوں میں تھے یا عزیز ان میں یا عزیز و مرید دونوں طرح سے فیضیاب تھے لیکن بہر تقدیر وہ سب کے سب ولی اللہ تھے اور وہ بزرگ باشان سترگ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور قدرت سے باطن میں نہایت بڑے رتبہ کے تھے اور اس تمام ملک شام میں ان کے کمالِ عرفان اور کمالِ بزرگی سے کوئی آگاہ نہ تھا الا من شاء اللہ اور ظاہر میں حلیۂ نورانیہ اور شمائل پر فضائل یہ رکھتے تھے کہ قد شریف چھوٹا بدن لاغر چہرہ نہایت زیبا اور حسین اور خوبصورت اور بال ریش مبارک ان کی کے تھوڑے سے ذقن شریف پر تھے اور چہرہ سعادت بہرہ

کمال نورانی تھا ایک تو صورت نہایت پاکیزہ اور خوب تھی دوسرے انوار عبادت وایمانی وعرفانی ونسبت مع اللّٰہی کے چہرے پر بہت ہی تابانی اور درخشانی تھی اور اسم شریف ان کا قطب الدین تھا پھر میں ان کی شرف ملاقات سے مشرف ہوا مگر حال اس کا اللہ تعالیٰ کو معلوم کہ انہوں نے مجھ پر التفات کم فرمائی جو خلق لائق شان ان کی کے تھا وہ ظہور میں نہ آیا اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجکو تو تم سے سوائے طلبی راہ اللہ تعالیٰ کے اور طلب رضائے اس جل علٰی کے اور کچھ غرض نہ تھی میرے ساتھ جس طرح چاہو پیش آؤ اور سوائے ان چھ شخصوں مذکور کے چالیس بندگانِ غیبی خاصان خدا نظر عوام سے پوشیدہ اور بھی ان کے پاس حاضر تھے کہ اللہ تعالیٰ جس اپنے بندۂ خاص کو مرتبہ قطب ارشاد کا عنایت فرماتا ہے اُس کے ہمراہ یہ جماعت سراپا برکت چالیس اپنے خاص بندگان غیبی کے بھی متعین فرماتا ہے، پھر جب میں ان سے رخصت ہو کر اپنے مکان کو چلا تو ساتھ فرمان عالیشان حضرت یزداں جل وعلا کے سترہ شخص ان چالیس بزرگوں میں سے میرے ساتھ متعین ہو کر میری رفاقت میں میرے ہمراہ آئے پھر

جناب الہیٰ سے یہ بھی بشارت مجکو ملی کہ بعد انتقال اس بزرگ کے باقی شخص وہ بھی ہم میتری رفاقت میں کردینگے فقط بعد اس کے اللہ تعالیٰ وتقدس کے حکم سے ان بزرگ کی ملاقات بار دیگر مجھہ سے دوسری ہوئی تو جناب الہیٰ کی طرف سے ان کو میرا حال معلوم تھا کہ یہ بھی ہمارا ایک بندہ ہے اور بعد تمہارے ہم اس کو یہ مرتبہ جو تمہارا ہے عنایت فرماوینگے۔ قدرت الہیٰ سے ان بزرگ نے اس دوسری ملاقات میں میری بہت سی تعظیم و توقیر اور خاطر داشت کی اور بہت سے اخلاق میرے ساتھہ کئے اور میرے روبرو بہت ہی بڑی بزرگی اور نہایت ہی بڑی عظمت حضرت اللہ تعالیٰ وتبارک کی مجھہ سے بیان کی، راقم الحروف محمد علی غفرہ اللہ و لی کہتا ہے کہ اس حکایت سراپا ہدایت میں جو مذکور ہے کہ بزرگ عالی منزلت والا مرتبت کی خدمت با برکت میں چھہ آدمی حاضر تھے اور ان چالیس خاصان خدا سے ستر ۷۰ آپ کے ہمراہ ہوئے ان ذاتوں کی تعداد اور تعریف حلیہ نورانیہ ان بزرگ کی اور وہاں کے مکانوں کے صحنوں کی دیواروں پر گھاس کی پتیاں پڑی تھیں اور حال دوسری ملاقات کا اور بیان عظمت الہیٰ وغیرہ حالات کا میاں دین محمد صاحب

کی روایت میں نہ تھا اس لئے کہ جوان کو یاد تھا انہوں نے لکھوایا اس
کی سند مجکو میرے آقائے نامدار ہدایت مدار نواب والا جناب وزیرالدولہ
امیرالملک محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ دام اقبالہ سے ملی اور ان کی سند
مولوی امام الدین مرحوم ومغفور بنگالوی سے پہنچی کہ وہ حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقدوں اور بڑے خلیفوں اور بڑی محبت یافتوں اور
بڑے صادقوں سے تھے، انہوں نے خود زبان ہدایت بیان حضرت علیہ الرحمۃ
کے سے سنا تھا اور بعضی حال کی سند میرے آقائے ممدوح کو حاجی زین العابدین
خاں افغان ساکن مصطفےٰ آباد عرف رامپور سے پہنچی کہ وہ بڑے خاص
مریدوں حضرت علیہ الرحمۃ کے سے تھے اور بڑے صوفی اور عارف باللہ اور
صادق القول اور راسخ الاعتقاد تھے اور بعضے حال کی سند زبانی مولوی
صابرین شیخ احسن بن بنیرہ مولانا الٰہی بخش علیہ الرحمۃ سے پہنچی اور وہ
رہنے والے کاندھلہ کے کہ واقع ملک میان دوآب کے ہے اور یہ تینوں
صاحب موصوف باعتبار بیان حالات شریف حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
کے میاں دین محمد سے کم نہیں اور وہ سید حسنی تھے اس لئے کہ نہیں ہوتا
ہے قطب الاقطاب کہ اس کو قطب الارشاد بھی کہتے ہیں مگر سید حسنی

وجہ اس کی کتب تصوف میں بتفصیل تمام بیان ہے واللہ اعلم بالصواب

حکایت جب حضرت علیہ الرحمۃ بامراد بلدہ شاہجہان اباد سے اپنے وطن کو تشریف لائے اور بعد کئی مہینے کے واسطے ملنے اپنے عزیزوں آشناؤں کے نصیر آباد کو گئے اور کئی دن وہاں رہے اور لوگوں سے ملے پھر وہاں سے قصبہ جائس کو گئے اور مولوی امین الدین کے دروازہ پر مسجد ہے اس میں اترے اور وہاں اپنے عزیزوں دوستوں سے ملے بہت شرفا غربا نے وہاں کے آپ کے دست مبارک پر بیعت بھی کی رات کو اس مسجد میں میں نے یہ خواب دیکھا کہ گویا کسی جگہ میں ایک چارپائی پر لیٹا ہوں چند آدمی اجنبی آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ چل حج کو میں نے کہا کہ میرا حج کو جانا کیونکر ہو سکے ایک تو میرے پاس کچھ سامان سفر موجود نہیں دوسرے سید صاحب تیاری سفر جہاد کر رہے ہیں یہ سن کر ان میں سے گویا چاروں آدمیوں نے میری چارپائی اٹھائی اور جا کر ایک دریا کے کنارے رکھ دی اور آپ کہیں چلے گئے اور اس دریا میں جہاز بھی تھے پھر گویا ایک جہاز کے لوگوں نے مجھکو جہاز پر چڑھا لیا اور مکہ کو روانہ ہوئے اس جہاز پر گویا ہمارے بھی بہت لوگ ہیں اور ان

میں سے ایک آدمی گویا مر گیا تو لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اب اس مردہ
کو کیا کریں کفنا کر دریا میں چھوڑ دیں یا جب جہاز کنارے پر لگے
تب خشکی میں دفن کریں آخر کو اس کا حکم ناخدا سے جا کر پوچھا
اُس نے گویا قاعدہ کلیہ بیان کیا کہ اگر کوئی بیچ دریا کے مرتا ہے اور
کنارہ وہاں سے کئی دن کا رستہ ہے تو اس کو کفن دے کر دریا میں
چھوڑ دیتے ہیں اور جو کنارہ قریب ہوتا ہے یعنی پہر دو پہر کا رستہ
تو کنارے کا انتظار کرتے ہیں اور خشکی میں اس کو دفن کرتے ہیں
یہ قاعدہ ناخدا سے سن کر گویا انہوں نے اس مردہ کو کفنا کر دریا
میں چھوڑ دیا پھر ایک روز گویا دوسرا آدمی مرا اس کو بھی دریا
میں چھوڑنے کی تدبیر ٹھہری اس میں ناخدا کو گویا خبر ہوئی اس
نے کہا کنارہ نزدیک ہے خشکی میں دفن کرنا پھر کچھ دیر میں گویا
جہاز کا لنگر ہوا ہم سب لوگ اتر کر خشکی میں آئے اور اس کو
دفن کیا اور پھر وہاں سے پیادہ پا آگے چلے پھر وہ اپنے ہمراہی خدا
جانے کہاں چلے گئے پھر میں آگے چل کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک میدان

نہایت وسیع ہے اور اس میں لاکھوں آدمی عرب و عجم ہر ملک کے موجود
ہیں، کچھ کچھ ڈیروں خیموں میں اور باقی میدان میں ہیں اور لاکھوں دنبے بھیڑیں
بکریاں ذبح ہو رہی ہیں گویا ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ یہ کون مکان ہے
اس نے مجھکو کچھ جواب نہ دیا، میں وہاں سے ایک اور طرف چلا گیا وہاں
کیا دیکھتا ہوں کہ دو کانوں پر بھیڑ بکری کا گوشت بک رہا ہے اور آدمی
کا بھی یہ حال دیکھ کر میں اس مجمع سے نکل کر باہر چلا وہاں کیا دیکھتا ہوں
کہ مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا محمد اسماعیل اور شمشیر خان اور اللہ بخش خان اور
شیخ رمضان اور چند آدمی اور چلے آتے ہیں، میں نے سلام علیکم کیا انہوں
نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہاں سے آتے ہو، میں نے کہا وہاں ایک
ایسا لوگوں کا انبوہ ہے اور لاکھوں بھیڑیں بکریاں ذبح ہو رہی ہیں
اور دوکانوں میں بھیڑ بکری کا گوشت بک رہا ہے اور آدمیوں کا بھی یہ
حال دیکھ کر میں وہاں سے چلا آیا اور آپ کہاں جاتے ہیں کہا جہاں
سے تم آتے ہو وہیں ہم بھی جاتے ہیں، میں نے کہا کہ آپ رات کو وہیں آدمی کے
گوشت دریافت کر کے لینا وہاں آدمی کا بھی گوشت بکتا ہے انہوں
نے کہا کہ تم بھی چلو ہم کو تو وہاں کا حال نہیں معلوم، پھر میں بھی ان کے

ساتھ چلا رستے میں میں نے کہا کہ میں پیشاب کرلوں پھر وہاں جگہ نہ ملیگی تم آگے چلو پیچھے سے میں بھی آتا ہوں، وہ تو آگے گئے میں پیشاب کرنے لگا، پھر میں جب گیا اور کنارہ پر اس انبوہ کے پہنچا وہ تو مجکو نہ ملے کہیں ان لوگوں میں رل مل گئے، وہاں زمین نشیب میں ایک نالہ تھا اس پر دکانیں قصابوں کی تھیں میں وہاں گیا ایک دکان پر ایک قصاب تھا اور اس کی جورو ان دونوں نے سنکر مجکو بلایا کہ ادہر آؤ اور چھرے سے چھری وہ قصاب تیز کرنے لگا میں جا کر ان کے پاس بیٹھا انہوں نے کہا ہم تمہارے بدن کا گوشت اتارینگے، میں نے جانا کہ یہ خوش طبعی سے کہتے ہیں یہاں تک کہ مجھ سے کہا کہ کھڑے ہو ہم گوشت اتاریں تب مجکو یقین ہوا کہ یہ تو سچ کہتے ہیں میرے پاس تلوار تھی میں نے ارادہ کیا کہ ایک ان دونوں کے مار کر یہاں سے چلوں پھر مجکو یاد آیا کہ میں نے سید تھا سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو کوئی کسی کو بے قصور ایذا دیتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو بڑا درجہ ملتا ہے اور جو اس نے اپنا عوض لے لیا تو برابر ہو گیا پھر اس کے لئے وہاں کچھ بھی اجر نہیں ہے سو میں

وہاں کا اجیر کیوں چھوڑوں اور یہ لوگ مسلمان ہیں ان کو کیا ماروں یہ جو چاہیں مجھ پر ظلم کریں پھر میں موافق کہنے ان کے کھڑا ہوا انہوں نے پہلے میری دونوں پنڈلیوں کا گوشت اتارنا شروع کیا پھر رانوں اور پیٹ اور پیٹھ کا اور ہاتھوں کا فقط گردن اور سر باقی رکھا اور مجھکو کچھ درد کچھ نہ معلوم ہوا پھر مجھ سے کہا اب تم جاؤ کل پھر آنا باقی گوشت ہم کل اتار لینگے اور مجھ سے عہد لیا کہ کل ضرور آنا میں نے کہا آؤنگا پھر میں اپنی تلوار لے کر وہاں سے ایک طرف چلا ایک جگہ اونٹ کی ایک شتبری پر پردہ در رکھی تھی میں نے دل میں کہا کہ میں اس ہیئت سے کہاں جاؤں رات بھر اسی شتبری میں بیٹھ رہوں صبح کو پھر اسی قصاب کے پاس جانا ہوگا پھر میں اس کے اندر گھس گیا اور اس کے سوراخوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اس عرصہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا عبدالحئی صاحب اپنے سب آدمیوں سمیت باتیں کرتے چلے آتے ہیں کہ نہیں معلوم دین محمد کہاں ہے جب وہ میری برابر سے چند قدم آگے بڑھ گئے تب میں شتبری سے نکل کر ان کے پاس گیا اور سلام کیا انہوں نے جواب سلام کا دے کر پوچھا کہ یہ تمہارا کیا حال ہے میں نے تمام قصہ اپنا ان سے بیان

ساتھ چلا رستے میں میں نے کہا کہ میں پیشاب کرلوں پھر وہاں جگہ نہ ملیگی تم آگے چلو پیچھے سے میں بھی آتا ہوں، وہ تو آگے گئے میں پیشاب کرنے لگا، پھر میں جب گیا اور کنارہ پر اس انبوہ کے پہنچا وہ تو مجکو نہ ملے کہیں ان لوگوں میں رل مل گئے، وہاں زمین نشیب میں ایک نالہ تھا اس پر دکانیں قصابوں کی تھیں میں وہاں گیا ایک دکان پر ایک قصاب تھا اور اس کی جورو، ان دونوں نے سنکر مجکو بلایا کہ ادہر آؤ اور چھرے سے چھری وہ قصاب تیز کرنے لگا۔ میں جاکر ان کے پاس بیٹھا انہوں نے کہا ہم تمہارے بدن کا گوشت اتارینگے، میں نے جانا کہ یہ خوش طبعی سے کہتے ہیں یہاں تک کہ مجھ سے کہا کہ کھڑے ہو ہم گوشت اتاریں تب مجکو یقین ہوا کہ یہ تو سچ کہتے ہیں میرے پاس تلوار تھی میں نے ارادہ کیا کہ ایک ان دونوں کے مارکر یہاں سے چلوں پھر مجکو یاد آیا کہ میں نے سید صاحب سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو کوئی کسی کو بے قصور ایذا دیتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو بڑا درجہ ملتا ہے اور جو اس نے اپنا عوض لے لیا تو برابر سر ہو گیا پھر اس کے لئے وہاں کچھ بھی اجر نہیں ہے سو میں

وہاں کا اجر کیوں چھوڑوں اور یہ لوگ مسلمان ہیں ان کو کیا ماروں یہی
جو چاہیں مجھ پر ظلم کریں پھر میں موافق کہنے ان کے کھڑا ہوا انھوں نے
پہلے میری دونوں پنڈلیوں کا گوشت اتارنا شروع کیا پھر رانوں اور
پیٹ اور پیٹھ کا اور ہاتھوں کا فقط گردن اور سر باقی رکھا اور مجھکو کچھ
درد کچھ نہ معلوم ہوا پھر مجھ سے کہا اب تم جاؤ کل پھر آنا، باقی گوشت
ہم کل اتار لینگے اور مجھ سے عہد لیا کہ کل ضرور آنا۔ میں نے کہا آؤنگا
پھر میں اپنی تلوار لے کر وہاں سے ایک طرف چلا ایک جگہ اونٹ کی
ایک ستبری پڑی ہوئی رکھی تھی میں نے دل میں کہا کہ میں اس ہیئت سے
کہاں جاؤں رات بھر اسی ستبری میں بیٹھ رہوں صبح کو پھر اسی قصاب کے
پاس جانا ہوگا پھر میں اس کے اندر گھس گیا اور اس کے سوراخوں سے ادھر
ادھر دیکھنے لگا اس عرصہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا عبدالحئی صاحب اپنے
سب آدمیوں سمیت باتیں کرتے چلے آتے ہیں کہ نہیں معلوم دین محمد کہاں
ہے؛ جب وہ میری برابر سے چند قدم آگے بڑھ گئے تب میں ستبری سے
نکل کر ان کے پاس گیا اور سلام کیا انھوں نے جواب سلام کا دے
کر پوچھا کہ یہ تمہارا کیا حال ہے؛ میں نے تمام قصہ اپنا ان سے بیان

کیا اور کہا کہ قصاب نے مجھ سے عہد کیا ہے کل میں اس کے پاس پھر
جاؤنگا، مگر آپ یہاں سے جلد چلے جاویں ایسا نہو کہ رات کو تجھے سالن میں
دھو کہا سہ جاوے، انہوں نے کہا کہ ہم تو آج روکھی روٹی کھاوینگے
سالن نہ منگاوینگے اور رات بھر رہ کر یہاں سے چلے جاوینگے پھر تو
وہ آگے چلے گئے میں پیچھے ہٹ کر پھر اسی شہر میں آیا اور رات بھر
اُسی میں رہا، جب صبح ہوئی پھر میں اسی قصاب کے پاس گیا اور کہا کہ
میں اپنے وعدہ پر آیا ہوں وہ مجکو دیکھ کر ہنسا اور کچھ اپنی جورو سے
مشورہ کیا اور وہی گوشت میرا جو اگلے دن کاٹا تھا اپنی دکان
سے نکال کر میرے بدن میں لگانے لگا، میں نے کہا یہ کیا کرتے ہو تم
نے تو کہا تھا کل باقی گوشت تمہارا وہ بھی اتارینگے اس نے کہا کہ نہیں
اور تمام گوشت میرے بدن میں لگا دیا میں جنگا تندرست ہو کر وہاں
سے چلا جہاں مولانا صاحب تھے ان کے پاس گیا اُنہوں نے مجکو دیکھا اور
کہا اب ہمارے ساتھ یہاں سے چلو پھر میں وہاں سے ان کے
ساتھ چلا کچھ دور پھر ایک کھاری دریا سمندر کا سا ہوتا ملا

اُس میں ناویں چل رہی تھیں ایک ناؤ پر ہمارے لوگ چڑھ کر چلے اور
میں اسی پار رہ گیا دوسرا کر جب پھر ناو آئی تب میں سوار ہوا جب وہ
میری ناؤ نزدیک اس کنارے کے پہنچی تب ایسا ایک جھونکا ہوا
کا لگا کہ وہ ناؤ لوٹ کر بیچ دریا کے آ گئی پھر ملاح اس کو لیجلا
جب قریب کنارے کے گئی پھر ایک جھونکا ہوا کا لگا اور پھر ناؤ
بیچ میں آ گئی اسی طرح کئی بار ہوا مولانا عبدالحئی صاحب نے اس پار سے
پکار کر ملاح کو کہا اگر یہ ہمارا آدمی ضایع ہوا تو ہم تیرا بھی وہی
حال کرینگے اور جو صحیح سالم اتار لایا تو ہم تجکو انعام دینگے پھر ایک
اور ملاح ناؤ کی رسی لے کر اس پار گیا اور ناؤ کو کھینچ کر کنارے
پر لایا میں اتر کر اس پار گیا مولانا صاحب ممدوح نے ملاح کو کچھ
انعام دیا پھر وہاں سے میں سید کے ساتھ آگے چلا وہاں ایک
مکان چاندی کا ملا اور اس کے اندر صحن میں سیر سیر دو سیر کے ٹکڑے
ٹکڑے چاندی کے پڑے ہیں اور مولانا عبدالحئی صاحب چند قدم
آگے تھے اور ہم لوگ پیچھے تھے اس عرصہ میں ایک ٹکڑا چاندی کا
اس میں سے شمشیر خاں نے اٹھالیا میں نے کہا یہ مالِ غیر ہم کو

لینا حرام ہے یہ سن کر مولانا عبدالحئی صاحب موصوف نے پیچھے پھر کر دیکھا
شمشیر خاں نے وہ ٹکڑا ڈال دیا پھر وہاں سے آگے چلے تو ایک مکان سونے کا
ملا اس میں سونے کے ٹکڑے پڑے تھے اس میں سے بھی ایک ٹکڑا ہمارے ہمراہیوں
سے کسی نے اٹھا لیا میں نے اسی طور اس کو بھی کہا اُس نے بھی ڈال دیا پھر میری
آنکھ کھل گئی میں جاگ پڑا اس وقت لوگ نماز تہجد پڑھ رہے تھے میں نے
بھی اٹھ کر وضو کیا اور نماز تہجد پڑھی اور مولوی محمد یوسف صاحب سے یہ خواب
اور اس کی تعبیر پوچھی اُنہوں نے کہا کہ میرے ذہن میں تو یوں آتا ہے کہ تم
کبھی حج کو ضرور جاؤ گے اللہ تعالیٰ تمہارے حج نصیب کریگا اور گوشت بدن
سے کاٹنے اور پھر اس میں لگا دینے کی تعبیر یہ ہے کہ تم کسی امیر مالدار کے
پاس رہو گے وہاں لوگ تم پر خیانت کی تہمت لگا دینگے اور اس امیرسے
تمہاری چغلی کھاوینگے اس میں تمہارے دل کو رنج ہوگا جیسے کوئی بدن کا
گوشت کاٹتا ہے پھر اس امیر کو ثابت ہوگا کہ تم علت خیانت سے پاک ہو
اور غماز لوگ مفتری ہیں وہ رنج تمہارے دل کا دور ہو جاویگا گویا گوشت
لگا دیا ہے اور جو وہ مکان چاندی سونے کے دیکھے اس کی تعبیر ہے کہ یہ

کہ یہ مجمع لوگوں کا ہمارے حضرت سید صاحب کے ہمراہ ہے یہ محض اللہ ہی کے واسطے ہے اور حضرت کا ارادہ جہاد کرنے کا ہے سوان میں جو شہید ہوگا یا موت سے مریگا وہی مکان چاندی سونے کے عنایت الہی سے پاویگا وہ مکان جنت کے ہیں اور وہ ٹکڑے چاندی سونے کے جو کسی صاحب نے اٹھالئے اور پھر خوف خدا سے ڈالدئے یہ دنیا ہے کہ ان صاحبوں نے گویا لے جانے پہلے کیا پھر جب معلوم ہوا کہ یہ بُری چیز ہے تب چھوڑ دیا مجکو تو اس خواب کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے مگر مولانا محمد اسماعیل صاحب سے بھی پوچھو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں پھر میں نے اسی وقت مولانا ممدوح سے جا کر خواب کہا اُنھوں نے بھی بے کم وبیش حاصل مضمون وہی بیان کیا جو مولوی محمد یوسف صاحب نے بیان کیا تھا اور مجھ سے کہا اس کی تعبیر مولانا عبدالحئی صاحب سے بھی پوچھو دیکھئے وہ کیا فرماتے ہیں پھر میں نے اسی وقت ان سے اپنا خواب کہا اُنھوں نے بھی وہی تعبیر دی اور کہا کہ اپنا خواب تم سید صاحب سے بھی بیان کرو دیکھو تو وہ کیا فرماتے ہیں پھر میں نے حضرت سے جا کر عرض کیا آپنے بھی وہی فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حج پہنچا دیگا، میں نے کہا کہ آپ تو تیاری سفر جہاد

کی کرتے ہیں اور میں آپ کے ساتھ ہوں واسطے حج کے میرا جانا کیونکر ہوگا، آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ تو ہے مگر کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ تم کو کسی صورت سے وہاں لیجاوے فقط پھر قصبہ جائس میں دو رات رہ کر آپ قصبہ نصیر آباد کو آئے اور قلعہ کی مسجد میں اترے اس کے دوسرے روز ایک آموں کے باغ میں سادات کا گورستان تھا وہاں کئی آدمیوں سے تشریف لے گئے اور دعا کی اور اس تمام گورستان میں کچھ دیر تک پھرے، پھر ایک قبر پر بیٹھے اور مراقبہ کیا جب اٹھے تب فرمایا کہ اور تو یہاں کے سب لوگ جو مدفون ہیں اپنے اپنے حال میں خوش و خرم ہیں مگر جو صاحب قبر اس میں ہیں ان کو ایک طور کا عذاب ہے، آپ نے ان کا نام بتایا اور فرمایا کہ اور تو سب طور کے ان کو چین آرام ہے کہ قبر بھی روشن ہے اور کشادہ بھی ہے اور وہ لباس بھی نفیس پہنے ہیں مگر ایک بڑا کالا سانپ منہ میں کاٹ رہا ہے اس کی ایذا سے وہ ہر وقت پڑے رہتے ہیں اٹھنے کی طاقت نہیں ہے اور اس عذاب کا دفع ہونا اللہ تعالیٰ نے میری دعا پر موقوف رکھا ہے اور ان بزرگ سے جب ملاقات ہوئی تب بہت خوش ہوئے

اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میری قسمت سے یہاں پہنچایا آپ
میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس بلا کو دور کرے، آپ کی
زبان ہدایت بیان سے یہ حال سُن کر میں نے اور شیخ صلاح الدین ہملی
نے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو ہم بھی یہاں مراقبہ کر کے کچھ حال دیکھیں
آپ نے فرمایا کیا ضرور ان باتوں میں فائدہ تو کم ہوتا ہے مگر نقصان
زیادہ، پھر میں نے اور صلاح الدین نے تکرار کئی بار عرض کی تب آپ
نے فرمایا کہ خیر جب ہم چلے جاویں تب تم دونوں بیٹھنا اور مراقبہ میں
سبوحٌ قدوسٌ ربنا و رب الملائکۃ والروح" پڑھتے رہنا
جبتک کچھ معلوم نہ ہو، پھر آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور ہم دونوں
وہاں بیٹھ کر مراقبہ میں مشغول ہوئے آخر کو دیکھا کہ زمین سے کچھ بلندی
پر ایک فرش سفید بچھا ہے اس پر وہ بزرگ سپید پوشاک پہنے لیٹے ہیں
اور ایک بڑا سانپ سیاہ ان کے منہ میں اپنا منہ لگائے کاٹ رہا ہے
میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ یہ سید صاحب
کی صحبت کا اثر ہے جو تم یہاں تک آئے ورنہ ہر کسی کو یہاں تک پہنچنا
دشوار ہے اور مجھکو دیکھ کر کمال خوش ہوئے اور کہا کہ جناب سید صاحب

سے میرا سلام کہنا اور یہ عرض کرنا کہ میرے واسطے دعا کریں' پھر میں مراقبے
فارغ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور شیخ صلاح الدین بھی اٹھے' پھر وہاں سے ہم دونوں
حضرت کے پاس آئے آپ اس وقت مسجد کے غسلخانہ میں گئے تھے' ہم کو دیکھ کر
فرمانے لگے کہ کہو کچھ دیکھا ہم دونوں نے جو کچھ دیکھا تھا عرض کیا اور ان کا
سلام اور پیام پہنچایا' پھر وہاں سے ہم مسجد میں آئے' دوسرے دن بعد نماز
فجر کے آپ نے فرمایا کہ اب تم دونوں بھیرہ جاؤ اور وہاں مراقبہ کر کے ان
کی خبر لاؤ' پھر ہم دونوں نے جا کر ان کی قبر پر کشف قبور کا مراقبہ کیا اور
ان کو دیکھا کہ خوش و محظوظ اُسی فرش پر بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن مجید
کی کر رہے ہیں اور وہ سانپ اللہ تعالیٰ نے ان سے دور کر دیا' پھر میں
حال خیر مآل دیکھ کر اٹھا اور شیخ صلاح الدین بھی اُٹھے اور وہاں سے
ہم دونوں حضرت کے پاس آئے' آپ نے حال پوچھا ہم دونوں نے جو دیکھا
تھا عرض کیا' آپ نے فرمایا کہ خیر بہتر ہوا مگر یہ حال کسی سے ذکر نہ کرنا پھر
دوسرے روز آپ وہاں سے تکیہ پر آئے **حکایت** ایک رات کو حضرت
علیہ الرحمۃ نے خواب دیکھا کہ گویا ایک بھاری گٹھا لکڑی کا ہے اور

اکثر لوگ اس کے اٹھانے کا ارادہ کرتے ہیں مگر بسبب بھاری پن کے اٹھا نہیں سکتے اور وہیں میری بھاوج یعنی سید محمد اسحاق مرحوم کی زوجہ شریفہ بھی موجود تھیں، میں نے ان سے ساتھ کمال الحاح و تملق کے کہا کہ آؤ ہم اور تم اس بشتارے کو اپنے گھر اٹھالے چلیں چلانے کو کام آئیگا، انہوں نے بھی اس کو بھاری جان کر انکار کیا جب میں نے نہایت خوشامد سے ان کو کئی بار تکرار کہا تب وہ راضی ہوئیں، پھر ہم اور وہ دونوں مل کر اٹھالے گئے فقط اور ہمیشہ آپ کی عادت شریفہ کہ بعد نماز فجر کے لوگوں کو توجہ دیا کرتے تھے اس دن آپ نے مولانا عبدالحیٰ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ آج توجہ موقوف رکھو، میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر دو اور اُس خواب کو آپ نے بیان کیا، دونوں مولانا صاحب نے سُن کر عرض کیا کہ آپ ہی اپنی زبان گوہر فشاں سے بیان فرمائیے، آپ نے کچھ دیر سکوت فرما کر کہنے لگے کہ تعبیر اس خواب سراسر ثواب کی مجکو جناب الہٰی سے الہام ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ بعضے امر خداوند تعالیٰ شانہ کے ایسے ہیں کہ لوگ ان کے بجالانے میں عار و ننگ جانتے ہیں خصوصاً ہمارے ملک ہندوستان کے شرفا و نجبا اور جو کوئی اس امر عالی کو بجا لاتا ہے اس کو مطعون کرتے ہیں اور اس کے

ادا نہ کرنے کی قباحت کو نہیں سمجھتے ہیں چنانچہ ایک ان میں سے بیوہ
عورت کا نکاح ثانی ہے کہ اس کے کرنے کی تاکید اور خوبی کس قدر کلام
الہی اور حدیث حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور جو کہ
قباحتیں اور برائیاں نہ کرنے اس کے میں واقع ہوتی ہیں سب جانتے ہیں کچھ حاجت
بیان کی نہیں ہے، سو انشاء اللہ تعالیٰ جاری کرنا اس امر شریف کا پہلا میں اپنے
پر اور اپنے عزیز واقربا پر کرونگا پھر واسطے اس کے دوسروں پر حکم کرونگا اور ابھی
میں اوروں کو اس کی تکلیف دے نہیں سکتا ہوں، یہ تقریر دلپذیر سر مجلس
روبرو لوگوں کے فرما کر اپنے مکان ہدایت نشان میں تشریف لے گئے اور اپنے
عزیز واقربا کی تمام عورتوں کو بلا کر ایک مکان میں اکٹھا کیا اور اس وقت
سے دوپہر تک اسی امر کا وعظ فرمایا اور طرح طرح کی مثالوں سے سمجھایا کہ مسلمان
فقط گائے کا گوشت کھانے اور ختنہ کرانے سے نہیں ہوتا ہے جب تک تمام
اوامر ونواہی جناب الہی اور حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا عار
وانکار کے نہ مانے اور یہ نکاح ثانی کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج
مطہرات اور بنات طاہرات سے ثابت ہے اور جو کوئی اس فعل محبوب کو اپنے نفس
کی خباثت سے معیوب جانتا ہے گویا کہ وہ حضرت کی بیبیوں اور بیٹیوں

کو دربردہ عیب لگاتا ہے، اسی طور وعظ ونصیحت سنا کر ان سب بیبیوں کو رخصت فرمایا، دوسرے دن صبح کو پھر سب کو بلایا اور اسی طرح کا وعظ سنایا، پھر جب وہ سب اپنے اپنے گھر گئیں تب اپنی خالہ صاحبہ سے نہایت کمال خوشامد وچاپلوسی کے کہا کہ ہماری بھاوج سید اسماعیل کی والدہ شریفہ کو جس طور سے ہو سکے سمجھا کر راضی کرو کہ ہم سے نکاح کریں اور یہ امر میں واسطے حظ نفس اپنے کے نہیں چاہتا ہوں بلکہ محض واسطے ترویج سنت حضرت خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کے، القصہ کئی مہینے تک آپ کی خالہ صاحبہ نے واسطے حصول اس مقصود محمود کے کوشش وجانفشانی کی آخر کو راضی کیا اور یہ مژدہ حضرت علیہ الرحمۃ کو دیا، پھر ایک روز خفیہ جانبین سے روبرو گواہوں شاہدوں کے ایجاب قبول ہوا، پھر کئی روز کے بعد چند خطوط بمضمون واحد واسطے ترغیب نکاح ثانی بیوہ عورت کے لکھوا کر جابجا دہلی پھلت رامپور بریلی وغیرہ میں اپنے مریدوں کے پاس روانہ فرمائے پھر چند ماہ کے بعد ہر کہیں سے ان کے جواب بھی آئے کہ فلانے صاحب نے اپنی فلانی بیوہ کا نکاح فلانے سے کر دیا اور فلانے شخص نے اپنی فلانی بیوہ کا نکاح فلانے سے کر دیا **حکایت** حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ

نے اپنے ہمراہیوں کو رخصت کرنا چاہا اور ہر ایک سے فرمایا کہ چھ مہینے سے
کم اپنے مکان میں نہ رہنا اور زیادہ ایک برس کی اجازت ہے، پھر چلے
آنا جب سب تم آؤ گے تب تیاری سفر ہجرت کی ہوگی، پھر ایک روز شام
کو بیس سیر آٹا اور بیس گوشت واسطے زادراہ ان کے کے منگوایا، پھر
آٹا تو اپنے گھر میں بھیج دیا کہ چار گھڑی رات رہے روٹیاں تیار ہو جاویں
اور گوشت ہم لوگوں کو دیا کہ واسطے روٹیوں کے وقت اس کو بھی تیار
کر دینا، اس عرصہ میں رات ہی کو بریلی اور جہان اباد کے لوگوں کو خبر ہوئی
انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر سید صاحب بہت سویرے نہ جاویں گھڑی دو گھڑی
دن چڑھے تک توقف کریں تو ہم لوگوں سے بھی ملاقات ہو پھر دیکھا
چاہیئے اللہ تعالیٰ کب ملاوے، حضرت نے کہلا بھیجا کہ خیر جس کو ملنا ہو سویرے
آ جاوے تمہاری خاطر سے گھڑی دو گھڑی دن چڑھے تک یہ لوگ ٹھہر جاویں
پھر بعد نماز فجر کے لوگ آنے لگے. ملتے رخصت ہوتے پھر دن چڑھ گیا، پھر
یہ صلاح ٹھہری کہ ناشتہ بھی یہیں کر لیں حضرت نے فرمایا کہ جو لوگ
رخصت کرنے آئے ہیں کھانے کو ان سے بھی پوچھا جاوے جو کوئی

چاہے گا کھاویگا اور نہ کھاویگا تو نہیں سہی سو کھانا تھوڑا ہے اور آدمی بہت، ایک دیگ چاول اٹھ ایک جاویں تو خوب ہو، پھر ایک لحظہ سکوت کرکے آپ نے فرمایا کہ اور کھانا پکانے میں بہت دیر لگے گی جو روٹیاں موجود ہیں وہی لوگوں کو کھلا دو اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیگا، پھر کھانے کی صلاح تو سب سے پوچھی مگر چند لوگوں نے نہیں کھایا اور باقی سب کھاپی کر فارغ ہوئے اور کوئی چالیس پچاس روٹیاں بچ رہیں اور سالن بھی بہت بچا، پھر سالن تو ہم حضرت کی اجازت سے آپ کے مکان میں بھیج دیا اور وہ روٹیاں ایک دسترخوان میں باندھ کر ان کے ساتھ کردیں کہ جہاں چاہینگے راہ میں تھوڑی تھوڑی کھالینگے، پھر سب لوگ ساتھ لے کر آپ ان کو رخصت کرنے چلے تکیہ سے کوس بھر آم کے باغ میں ایک پختہ کنواں تھا اس کے چبوترہ پر آپ جاکر بیٹھے اور فرمایا کہ بھائیو آؤ اب تم کو رخصت کریں، پھر سب آپ کے پاس جمع ہوئے اس وقت آپ ننگے سر ہوکر دعا میں مشغول ہوئے پھر ایک کے دل کو ایسی رقت ہوئی کہ بے اختیار ہوکر رونے لگے پھر

بعد فراغ دعا کے مصافحہ کرکے ہر ایک کو رخصت فرمانے لگے
اس وقت لوگ پہلے سے زیادہ غم جدائی سے یکبارگی رونے لگے
یہ حال دیکھ کر جلد آپ اپنی گھوڑے پر سوار ہوئے اور طرف تکیہ کے
چلدئے وہ لوگ بھی روانہ ہوئے جب تھوڑی دیر نکل گئے آپنے جانا
کہ اب رونا ان کا موقوف ہوا، پھر گھوڑا پھیر کر ان کے پاس گئے اور
باقی لوگوں کو مصافحہ کرکے رخصت فرمایا اور اپنے مکان کو تشریف
لائے **حکایت** محرم کی پانچویں یا چھٹی تاریخ تھی کہ قصبہ
نصیرآباد سے ایک بھاٹ آیا اس وقت حضرت علیہ الرحمۃ کھانا کھا کر
اپنے مکان ہدایت نشان میں قیلولہ فرماتے تھے اور میں مسجد میں تھا
اس بھاٹ نے مجھ سے پوچھا کہ سید صاحب کہاں ہیں میں نے کہا
اس وقت آرام میں ہیں کہو کیا کام ہے، اس نے کہا کہ قصبہ نصیرآباد
کے اکثر سنی شرفا اور غربا اپنی اپنی نوکری پر جابجا مقرر ہیں قصبہ
کو خالی جان کر وہاں رافضیوں نے آپسمیں اتفاق کیا ہے کہ ساتویں
تاریخ کو جب ہمارے علم اٹھیں گے تو ہم سنیوں کے گھروں میں گھس
گھس کر تبرا کہیں گے سو جو لوگ وہاں ہیں انہوں نے مجکو

بھیجا ہے کہ یہ خبر سید صاحب کو پہنچا کر جلد یہاں اپنے لوگوں
سمیت تشریف لاویں کہ ہم کو اطمینان ہو یہ خبر سن کر میں نے حضرت
علیہ الرحمۃ کو جا کر خواب سے جگایا اور عرض کیا کہ نصیر آباد سے ایک
بھاٹ آیا ہے اور ایسی ایسی خبر لایا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس بھاٹ سے
کہہ دو کہ سید صاحب کہتے ہیں کہ دیکھئے اگر ہمارا آنا ہو گا تو ہم
آوینگے اور نہیں تو نہیں، میں نے جا کر اس بھاٹ سے اسی طور کہا وہ
اسی وقت نصیر آباد کو لوٹ گیا کوئی آدھ گھڑی نہ گذری ہو گی کہ حضرت
کے دروازے سے ایک لونڈی نے مجکو آواز دی کہ جلد کھڑکی کے نیچے
آؤ اندر نہ جانا، میں مسجد سے جا کر کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا، آپ نے
مجکو دیکھ کر فرمایا کہ اس وقت مجکو حکم الٰہی ہوا ہے کہ تو نے اس بھاٹ
کو کیوں جواب دیا کہ آنا ہو گا تو آؤنگا اور نہیں تو نہیں، ابھی جلد جا
سو تم جلد چلنے کی تیاری کرو، میں نے عرض کی کہ آج ہی آپ چلیں گے
یا کل، آپ نے فرمایا کہ آج ہی بلکہ نماز عصر راستے میں پڑھینگے تم جلد اپنے
لوگوں کو گولی یا رود جا گمی تقسیم کر دو اور کچھ گولیاں اور بھی بنا لو اور
بریلی اور جہان آباد والوں کو کہلا بھیجو کہ جو لوگ ہوں کمر کس کر
نصیر آباد کے چلنے کی تیاری کریں اور ایک مزدور کے سر پر دیگ

رکھواکر آگے روانہ کردو، میں نے اسی وقت دو آدمی بریلی اور جہان آباد کروئے کہ لوگوں کو خبر کر دو کہ سید صاحب نصیر آباد کو جاتے ہیں وہاں کچھ رافضیوں اور سنیوں میں قصہ ہو لیے جس کو چلنا ہو چلے اور ایک چیار کے سر پر دیگ رکھ کر روانہ کردیا اور گولی بارود جا گی لوگوں کو تقسیم کردی اور بہت سی گولیاں اور ڈھالیں اور جنکے پاس ہتھیار نہ تھے انہوں نے لاٹھیاں لے لیں، پھر قبل عصر کے حضرت امیر مومنین علیہ الرحمۃ گھوڑے پر سوار ہو کر اور لوگوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے کوئی چند قدم چل کر ٹھہر گئے اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے کہ کچھ خرچ تمہارے پاس ہے، میں نے عرض کیا کہ کچھ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ خیر کچھ مضائقہ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے مگر بیٹے سے کہتے چلو کہ دو روپے کے چاول ہمارے یہاں پہونچا دیوے یہ کہہ کر آپ روانہ ہوئے اس عرصہ میں آپ کے دولتخانہ سے مجکو ایک لونڈی نے آواز دی کہ ذرا یہاں کھڑکی کے پاس آؤ، اس وقت بی بی سارہ کی والدہ شریفہ نے پیروں کے دو کڑے نقرئی مجکو دئے کہ ان کو بیچ کر خرچ کرنا، میں نے اپنے تھیلے میں ڈال لئے، اس عرصہ میں سید محمد اسماعیل صاحب کی والدہ شریفہ آ کر

فرمانے لگیں کہ وہ جو بڑی گڈیوں کی ان کو بھیر دو میں روپے
لائی ہوں وہ لیجاؤ، پھر میں نے وہ کپڑے حوالہ کر دئیے، انہوں
نے پچیس روپے مجکو دئیے، میں وہ لے کر چلا بنئے کی دکان پر گیا
ان میں دو روپے اس کو دئیے کہ ان کے چاول آج سید صاحب کے
یہاں پہنچا دینا اور دو روپے دے کر پیسے لئے، پھر وہاں سے میں چلا
حضرت لوگوں کو لے کر جہاں آن اباد سے نکل گئے تھے جہاں گورستان ہے،
اور بڈو شہید کے مزار وہاں ٹھہرے نماز عصر کی اقامت ہوئی تھی کہ
میں بھی جا پہنچا اور وضو کر کے جماعت میں شریک ہوا پھر نماز پڑھ کر جب
سوار ہوئے آگے چل کر مغرب کی نماز پڑھی پھر وہاں سے آگے عشا
کے وقت ایک چھوٹے سے تالاب کے کنارے اترے نماز عشا ادا کی اور
فرمایا کہ اب اس وقت رات کو ستر پچھتر آدمی ہیں چلنا کچھ ضرور نہیں ہے،
یہیں لیٹ بیٹھ رہو نماز فجر کی پڑھ کر چلینگے، پھر سب رات بھر وہیں رہے
اول نماز فجر کی پڑھ کر روانہ ہوئے کوئی دو تین گھڑی دن چڑھا
ہوگا کہ باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے نصیر آباد میں جاکر داخل ہوئے، دیوان
جی کی مسجد میں جو اترے پر سید محمد مستقیم صاحب سر تلوار باندھے ہوئے
کھڑے تھے حضرت علیہ الرحمۃ کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور

اور لوگوں کو پکار کر کہنے لگے کہ سید صاحب بریلی سے آپہنچے یہ
خبر فرحت اثر سُن کر سب سنی لوگ کیا شرفا کیا غربا اور اہل جو اپنے دلوں
میں مایوس اور شرمردہ تھے گویا زندہ ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں
سے نکل کر حضرت کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے آنے کی خبر سُن کر
تمام روافض گویا مر گئے، اور اس وقت اپنے علم شدے نکالنے
کی تیاری میں تھے سب یک لخت موقوف کر کے اپنے اپنے گھروں میں
گھس رہے، پھر حضرت اسی دیوان جی کی مسجد میں اترے اور اپنے
لوگوں سے بتاکید مزید فرما دیا کہ خبردار کوئی یہاں سے نہ جاوے
اور کسی فرقہ ثانی والے سے چھیڑ چھاڑ نہ کرے اور ادھر شیعوں سے
کہلا بھیجا کہ ہمارے لوگ تمہاری طرف نہ آوینگے اور جو تمہاری
طرف کے لوگ ہماری طرف آوینگے تو خوشی سے آویں ہمارے
لوگ کوئی مزاحم نہونگے اور اپنے محرم کی تعزیہ داری اور گریہ
وزاری وغیرہ جس طور سے تم ہمیشہ کرتے آئے ہو کرو ہم سے
کچھ کام نہیں مگر سابق دستور سے کوئی نئی بات نہ کرنا اس کے

جواب میں اُنھوں نے کہلا بھیجا کہ اب کی سال ہم تعزیہ داری تمہارے
سبب سے موقوف کرینگے اور نہ آج اپنے علم نشان نکالینگے، پھر آپ
نے کہلا بھیجا کہ یہ تم کو اختیار ہے چاہو کرو یا نہ کرو اس میں ہماری طرف
سے کچھ نہیں ہے اور نصیر آباد علاقہ سلون میں ہے اور وہ علاقہ ان
دنوں بادشاہ غازی الدین حیدر کی بیگم کی جاگیر تھا اس بیگم کی
طرف سے ایک عامل شیعہ نصیر آباد میں مع لشکر رہتا تھا وہ رافضی نابکار
بد کردار سب مل کر اس عامل کے پاس نالش کو گئے اور یہ اظہار کیا کہ
بریلی کے خلافے سید اتنے لوگوں سے ہمارے اوپر چڑھ آئے ہیں اور ہم کو
تعزیہ داری سے مانع ہیں یہ بات سن کر وہ زشت خو ترش رو ہوا
اور کہا وہ کون ہوتے ہیں جو روکتے ہیں تم کو اختیار ہے جیسا چاہو ویسا
کرو اگر تم کو روکیں گے ان کے واسطے اچھا نہ ہوگا، سید محمد اسحاق وغیرہ
سادات کرام اور شرفا ذوی الاحترام جو اس عامل کے پاس متعین تھے
سب کمریں باندھ ہتھیار لگا کر اس کے پاس گئے اور کہا ہمارے سید صاحب
نے ان سے کہلا بھیجا ہے کہ جس طور سے تعزیہ داری سابقہ سے کرتے چلے
آئے ہو کرو ہم کوئی مزاحم نہیں ہیں اس پر یہ بہتان باندھ کر آپ سے

آکر نالش کی اور آپ نے ان کو اجازت دی کہ تم کو اختیار ہے
جو چاہو سو کرو وہ منع کرنے والے کون ہیں' یہ بات ہرگز نہ ہونے پاویگی
کہ سابق دستور سے کچھ زیادتی کریں ہم بھی ان کے بھائی اور مرید
ہیں وہ ہماری حفاظت کے واسطے آئے ہیں جو آپ ان کو یوں
اجازت دیتے ہیں تو ہم سب ان کے جان ومال سے شریک ہیں جو
ہوگا دیکھ لینگے اور تمام اہل سنت والجماعت جو اس شامل کے لشکر
میں تھے سب سید صاحب کی طرف ہوگئے جب اپنے لشکر کا اس نے یہ
رنگ دیکھا تب تو گھبرایا اور کہنے لگا کہ جو سید صاحب نے ان کو یوں
کہلا بھیجا ہے تو خوب کیا ہے میں بھی ان سے یہی کہتا ہوں اگر یہ
نہ مانیں گے اور سابق دستور سے کچھ زیادہ کرینگے تو بہ جائیں اپنی
سزا کو پہنچیں گے میں ان کا شریک نہیں ہوں اور اُن سب کو اپنے پاس
سے اٹھا دیا پھر وہ تمام بدسرانجام شرمندہ وپشیمان ہو کر اپنے اپنے
مکان پر آئے اور اس دن علم اپنے نہ اٹھائے اور خاموش ہو کر بیٹھ
رہے پھر اس روز وہاں کے سادات جو حضرت کے عزیز واقربا اور بھائی
بند تھے سب نے مل کر حضرت کی اور حضرت کے لوگوں کی دعوت

کی دوسرے روز پھر چاہا کہ آج ہی دعوت کریں آپ نے نہ
مانا اور فرمایا کہ کل ہم نے تم صاحبوں کی خاطر سے دعوت کھالی اب
اپنے پاس سے کھاوینگے اور سید صاحب نے پھر مجھ سے نہ پوچھا کہ
کہ دو روپے کے چاول گھر میں بنئے سے دلوا آنا وہ دلوائے یا نہیں
اور نہ میں نے کہا کہ میں آپ کے گھر سے پچیس روپے لایا ہوں
اور چاول بھی دلوا آیا ہوں، اس میں سید عبدالرحمن صاحب نے آپ
سے پوچھا کہ آج لوگوں کے کھانے کی کیا تدبیر ہے، آپ نے فرمایا
کیا چاہئے کہا پانچ روپے، فرمایا کہ دین محمد سے جاکر پوچھو وہ میرے
پاس آئے اور کہا کہ سید صاحب نے پانچ روپے دلائے ہیں، میں نے
پانچ روپے تھیلی سے نکال کر ان کے حوالہ کئے، پھر لوگوں کو بھیج کر
قصبہ جائس سے دال چاول اور گھوڑے ٹٹوؤں کا دانہ گھاس انہوں
نے منگوایا اور رات تک بریلی کے اطراف وجوانب سے سنی لوگ دو دو
چار چار چلے آتے تھے دو روز میں سوار و پیادہ سب ملا کر قریب دو
سو آدمی کے ہوگئے، پھر آپ نے منع کر بھیجا کہ اب کوئی یہاں نہ آوے
کچھ ضرورت نہیں ہے، تیسرے دن سید عبدالرحمن صاحب نے پھر آپ

سے خرچ طلب کیا' آپ نے فرمایا کہ جہاں سے کل لیا تھا وہیں سے
جا کر آج بھی لو پھر وہ میرے پاس آئے اور کہا دس روپے
دو میں نے حوالہ کئے اور کھانے کے سوا کوئی دس بارہ روپے ا
متفرقات اور بھی خرچ ہوئے' کسی کو آپ نے چار آنہ دلائے
کسی کو آٹھ آنے نقط للعد فی اللہ' پھر چوتھے روز سید عبدالرحمن
صاحب نے حضرت سے جا کر واسطے کھانے لوگوں کے خرچ طلب
کیا' آپنے پوچھا کیا چاہئے کہا اب آدمی زیادہ ہیں پندرہ
روپے دلوائیے' آپ نے فرمایا کہ دین محمد سے جا کر مانگ لو پھر وہ
میرے پاس آئے اور پندرہ روپے مانگے' میں نے حوالہ کئے الغرض
بارہویں تاریخ تک وہاں آپ رہے اور اس دن سے ہر روز پندرہ
پندرہ روپے سید عبدالرحمن صاحب آپ سے پوچھ پوچھ مجھ سے
لے گئے اور دس بارہ روپے متفرق ہر روز ملد فی اللہ تھا جوں مسکینوں کو
چار چار آنہ آٹھ آٹھ آنہ کرکے آپ نے مجھ سے دلوائے اور روپے
حقیقت میں وہی اکیس میں لایا تھا اور دو روپے کے پیسے اور حضرت
علیہ الرحمۃ نے کسی دن مجھ سے نہ پوچھا کہ تم کیا لائے تھے اور

آج تک کیا خرچ ہوا اور ایک حال عجیب وغریب انہیں روز دل کے اندر یہ گذرا کہ آپ بعد نماز مغرب کے واسطے قضائے حاجت کے تشریف لے چلے اور کوئی چالیس پچاس آدمی مسلح آپ کے ہمراہ ہوئے نصیرآباد کے باہر جا کے ایک تالاب پر پہنچے۔ وہاں آپ نے سب لوگوں کو ٹہرایا فقط چار شخصوں کو ساتھ لیا حاجی بورہے اور اخوند عظیم اور عبدالرحیم کاندلے والے اور مجکو اور پانی کا لوٹا اخوند عظیم کے پاس تھا تالاب کے سرے کنارے ایک آموں کا باغ تھا اور اس کے کنارے ایک جوار کا کھیت تھا گرداس کے کانٹے لگے تھے وہاں اخوند صاحب نے لوٹا دھر دیا پھر دو آدمی واسطے پہرے کے ایک طرف جا کھڑے ہوئے اور دوسری طرف ایک آدمی اور تیسری طرف میں کھڑا ہوا اور کھیت کی جانب خالی رہا اور آپ واسطے قضائے حاجت کے گئے اسی وقت میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ کھیت کی طرف خالی ہے ایسا نہ ہو کہیں کھیت میں کوئی مفسد چھپا بیٹھا ہو تو کچھ فساد لاوے مگر کوئی تدبیر ذہن میں نہ آئی بھیر اللہ تعالیٰ کو یہ معاملہ سپرد کر کے کھڑا ہو رہا بعد ایک لحظہ کے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص اسی جوار کے کھیت کی طرف نمودار ہوا سپید

براق پوشاک پہنے ہوئے، میں اس کو دیکھ کر ڈرا کہ اللہ تعالیٰ خیر کرے
جیسا خیال میرے دل میں گذرا تھا ویسا ہی پیش آیا اگر میں اس وقت
شور کرتا ہوں تو لوگ کہیں گے ڈر گئے اس عرصہ میں وہ شخص دو قدم
کے برابر بلند ہو گیا میں نے اپنے جی میں کہا کہ یا رب یہ کیا معاملہ ہے اس میں
ایک دوسرا نمودار ہوا ویسا ہی لباس پہنے اور اسی کے برابر ہو گیا پھر دو شخص
اور یہی انہیں کے برابر کھڑے ہو گئے، میں نے جانا کہ یہ کچھ اسرار الٰہی سے ہے
جب حضرت وہاں سے اٹھے تب وہ میری نظر سے غائب ہو گئے پھر وہاں
سے آپ طرف قصبہ کے چلے، آپ تو آگے تھے اور آپ کے پیچھے حاجی بوڑھے
ان کے پیچھے اخوند عظیم اور پیچھے عبدالرحیم ان کے پیچھے میں، پھر مجھ سے نہ رہا گیا
میں نے عبدالرحیم سے پوچھا کہ جب تم پہرے کو کھڑے تھے کچھ تم نے دیکھا بھی
تھا انہوں نے کہا کیا چیز، میں نے کہا کوئی چیز ہو انہوں نے کہا میں نے
تو کچھ نہیں دیکھا تم کچھ بیان تو کرو، میں نے ان سے وہ تمام حال کہا انہوں
نے کہا مجکو خبر نہیں، خیر پھر میں نے اسی طرح اخوند عظیم سے ذکر کیا انہوں نے
کہا مجکو نہیں معلوم، پھر میں نے حاجی بوڑھے سے پوچھا انہوں نے بھی
انکار کیا، اس میں حضرت نے کہا کہ بھائیو کیا باتیں کرتے ہو سو میں

نے کہا کہ کچھ آپس میں باتیں کرتے ہیں، آپ نے فرمایا جو باتیں آپ کرتے ہو مجھ سے بھی کہو ہم اس کا جواب دیں، پھر میں نے وہی تمام حال آپ کے روبرو عرض کیا، آپ نے فرمایا ہاں یہ بات سچ ہے، چار شخص ایسے سپید پوش وہاں کھڑے تھے سبب اس کا یہ ہے ہمارے لوگ آپس میں بحث کیا کرتے ہیں کوئی کہتا ہے آپ کے پلنگ کی چوکی ہم دینگے کوئی کہتا ہے ہم دینگے اور ہم نے کئی بار کہہ دیا ہے کہ ہماری حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس کی طرف سے کچھ لوگ ہماری حفاظت کو مقرر ہیں مگر ان کی سمجھ میں نہیں آتا ہے سو اللہ تعالیٰ نے آج چار شخص انہیں لوگوں میں سے تم کو دکھلا دئے یہ وہی ہیں جن کو ہم کہا کرتے ہیں، پھر تیرہویں تاریخ کو وہاں سے کوچ کی تیاری ٹھہری مسجد کے باہر جاجم پر آپ بیٹھے تھے اور لوگ کمریں باندھے تھے اُس وقت مجھ سے فرمانے لگے کہ کچھ خرچ تمہارے پاس ہے میں نے کہا کہ ہاں ہے، فرمایا کس قدر ہوگا میں نے عرض کیا یہ مجکو نہیں معلوم فرمایا کہ تین روپے ہم کو چاہئیں، میں نے کہا بہت خوب لیجئے، پھر آپ نے تھیلی میرے ہاتھ سے لیکر جاجم پر اوندھائی سات

روپے اور کچھ پیسے نکلے اور کچھ کوڑیاں بھی، دور وپے تو آپ نے
محسن خاں کو دے کر تکیہ کو روانہ کیا کہ جبتک ہم آویں لوگوں کے
لئے اس کا کھانا پکا رکھنا اور تین روپے اس میں سے اپنے لئے اور
فرمایا کہ میں لوگوں سے رخصت ہونے جاتا ہوں اور دور وپے
اور پیسے میں نے اسی تھیلی میں رکھ لئے اور کوڑیاں اس میں ڈالدیں
پھر کچھ دیر میں آپ رخصت ہو کر تشریف لائے تب سوار ہوئے اور
لوگوں کو ہمراہ لیکر چلے کوئی دو ڈھائی کوس آئے ہونگے وہاں
میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے کہ کہو کیا حال ہے، میں
نے کہا الحمدللہ بڑا احسان اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساتھ خیر کے لے چلا
اور مفسدوں کے فساد سے محفوظ رکھا فرمایا بیشک اسکا احسان
ہے ہر شور و شر سے مامون رکھا، تھوڑی دیر چل کر پھر فرمانے
لگے کہ کہو کیا حال ہے، میں نے کہا جو آپ فرماویں عرض کروں
کہ تمہیں قرضہ کس قدر ہوا ہوگا، میں نے عرض کی کہ یہ حال
مجکو نہیں خبر، اللہ کو معلوم یا آپ جانیں فرمایا سچ ہے اللہ
تعالیٰ ہی، خوب جانتا ہے ہم نہ کہیں کے حاکم نہ ہمارے پاس

کوئی ملک نہ کہیں خزانہ، ایک عاجز فقیر ہیں وہ محض بنے فضل اور
احسان سے ہماری پرورش کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے انعام و
احسان کا بیان کرتے چلے جاتے تھے پھر کچھ دیر میں تکیہ پر داخل ہوئے
اس وقت محسن خاں نے کچھ تیاری کھانے کی نہیں کی تھی اور اول
وقت ظہر کا تھا مسجد میں اذان نہیں ہوئی تھی، حضرت علیہ الرحمۃ
دو رکعت نماز مسجد میں پڑھ کر اپنے دولتخانہ میں تشریف لے گئے پھر
کچھ دیر میں اذان ہوئی، لوگ تیاری نماز کی کرنے لگے، پھر آپ تشریف
لائے اور نماز پڑھائی، بعد فراغ نماز کے بریلی اور جہان آباد وغیرہ
کے لوگوں نے رخصت چاہی، اس وقت ہم کئی آدمی کھانا پکا رہے تھے
آپ نے ان سے فرمایا کہ تم بھوکے ہوگے کھانا پکتا ہے کھا کے جانا اس میں
بعضوں نے عذر کیا اب تو اس وقت معاف رکھئے ہم پھر حاضر ہونگے
آپ نے فرمایا خیر تم کو اختیار ہے پھر وہ رخصت ہوگئے اور کچھ لوگ
پہلا رستے سے رخصت ہو کر چلے گئے تھے، الغرض اس وقت ڈیڑھ سو
آدمیوں کے ہونگے اور علاوہ ان کے کوئی چالیس پچاس آدمی لوہانی پور
بریلی جہان آباد وغیرہ کے حضرت سے ملنے آئے تھے وہ تھے اور

انہیں سب جگہوں کی بیس پچیس عورتیں مبارکباد دینے کو آئی تھیں
اور چالیس مرد عورت آپ کے یہاں تھے سب اندر باہر کے ملاکر قریب
تین یا پونے تین سو آدمی کے تھے، جب کھانا پک چکا تب میاں عبداللہ نے
جاکر عرض کیا کہ کھانا تیار ہے اور اس قدر اندر باہر کے آدمی ہیں کیونکر
تقسیم کیا جاوے، فرمایا کھانا کس قدر ہے عرض کی کہ دو دو بے چاول
کچھ کم من بھر آئے ہیں وہی پکائے گئے ہیں اور چار آنہ کی دال ماش
تھی کچھ کم چھ سیر، فرمایا قدیمی لوگ ہمارے ساتھ کے ہیں ان کو تو حصہ
دیدو اور مہمان ہیں ان کو بٹھا کر کھلا دو اور یہ وقت عصر کا کھانا
نماز ہم سب پڑھ چکے تھے، پھر میں نے عبدالقیوم سے کہا کہ کھانا کھلانے
کی اجازت تو حضرت دے چکے ہیں اب تو اختیار ہے چاہو اب کھلانا شروع
کرو چاہو بعد مغرب کے میں اس وقت شہر کو جاتا ہوں کہ گھوڑوں ٹٹوؤں کے لئے
دانہ لاؤں خدا چاہیگا تو مغرب تک آجاؤنگا، پھر میں تو ادھر گیا ادھر
انہوں نے کھلانا شروع کردیا وہاں سے آکر نماز مغرب میں نے تکیہ پر پڑھی
جو لوگ باقی تھے، پھر میں نے اور انہوں نے مل کر کھلایا جب باہر کے سب لوگ
کھا چکے تب دو دو لوٹے کھانے کے اندر بھیجدئے اور کہہ دیا جو کچھ

کھانا بچے پھر یہاں بھیجدیا شاید ایک دو آدمی کوئی اور آجاویں
پھران دونوں ٹوکروں میں اندر کے سب آدمی کھانا کھاگئے اور جو کھانا
بچا وہاں سے پھر ہمارے پاس آیا پھر بعد نماز عشا کے آپ نے فرمایا
کہ بھائیو اب اپنے اپنے مکان کو رخصت ہو ہم بھی مکان کو جاوینگے
پھر مہمان لوگ بھی رخصت ہوئے اور آپ بھی اپنے دولتخانہ کو تشریف
لے گئے ان میں میں بھی تھا اور میاں عبداللہ اور حاجی عبدالرحیم بھی تھے
آپ نے پوچھا کہ رات سب لوگ بخوبی کھانا کھا چکے تھے، میں نے عرض کی
کہ فضل الہی تھا سب لوگوں نے اچھی طرح کھایا اور جو آدمی آپ کے پاس
حاضر تھے اُنہوں نے کہا کہ ہم نے تو رات کو بھی آسودہ ہو کر کھایا اور
موافق معمول ہمیشہ کے اس میں سے کھانا اب بھی دھرا ہے اور اسی طرح اور
بھائیوں کے پاس بھی ہوگا' آپ نے مجھ سے پوچھا کہ سب چاول
کتنے پکے تھے، میں نے عرض کی وہی دو روپے کے کچھ من بھر چاول
تھے اور چار آنے کی دال ماش، حاجی عبدالرحیم صاحب من بھر چاول
سُن کر ہنسنے لگے کہ آدمی تو بہت تھے، میں نے کہا کہ حاجی صاحب آپ
کو اس میں تعجب ہی کیا آپ ہر روز یہاں کا معاملہ نہیں دیکھتے ہیں

انہوں نے کہا کہ ہاں بھائی صاحب سچ کہتے ہو، حضرت نے پوچھا کہ سب کتنے لوگوں نے کھایا ہو گا میں نے کہا البتہ کچھ اوپر ڈھائی سو ہونگے، آپ نے کہا الحمدللہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کھانا کھانے سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھرتا ہے اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت ہمارے شامل حال نہ رہے نہ ہمارے پاس ملک نہ خزانہ، ہم غریبوں محتاجوں کو وہی اپنے فضل و کرم سے پرورش کرتا ہے، پھر آپ وہیں رہے ہم سب کو رخصت کر دیا پھر اس روز چھٹے دن چھٹے سے واسطے ملنے کے اور نئے لوگ بریلی اور جہان آباد اور مغل بیگ کی ٹیالن وغیرہ کے آنے لگے اور حبیب خاں رسالدار کے یہاں کی عورتیں اور ان کے ہمراہ اور بھی عورتیں ڈولیوں اور گاڑیوں پر سوار ہو کر مبارکباد دینے کو آئیں، میاں عبداللہ نقطہ گھر والوں کے کھانے کو بازار سے جا کر نیچے دو روپے کے چاول اور چار آنہ کی دال لائے، اس میں سے تھوڑی اور چاول دوپہر کے پکا کر لڑکوں کے لئے اندر بھیجدئے اور باقی بعد نماز عصر کے ہم نے پکائے اور کڑیاں بنا کر تیار کیں پھر بعد نماز مغرب پڑھ کر حضرت سے پوچھا کہ کھانا تیار ہے اور اندر عورتیں بہت آئی ہیں اور یہاں باہر بھی آدمی زیادہ ہیں جو ارشاد ہو کیا جاوے، آپ نے فرمایا کہ اندر پوچھو جتنے

حصے مانگیں بھیجا دو اور باہر اپنے لوگوں موافق معمول کے حصے حوالہ کر دو اور دو لگنوں میں کھانا نکال کر رکھ دو اور لوگوں کو کہہ دو کہ کھانا آیا ہے آ کر کھالو، پھر اندر ہم نے پوچھا کہ کتنے حصے چاہئیں، انہوں نے کہا اسّی حصے بھیجد و پھر اور جو حاجت ہو گی منگوالیں گے، ہم نے نوّے ۹۰ حصے بھیجدیئے اور اپنے لوگوں کو موافق ہر روز کے حصے حوالہ کر دیئے اور دو لگنوں میں چاول نکال کر اور بھائیوں سے کھانے کی صلاح پوچھی ان میں سے پندرہ بیس آدمیوں نے نہیں کہا باقی چالیس پچاس نے کھایا اور دس کری کی چاول بچ رہے، حسن مصطفیٰ نام حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک بھانجے تھے اس وقت کسی نے حضرت کے آگے ذکر کیا کہ آپ کے بھانجے حسن مصطفیٰ ایک بار سات کری کی چاول کھا گئے اور ایک بار نو کری کی چاول، آپ نے پوچھا کس کے سامنے، کسی شخص نے کہا ہمارے سامنے، مولانا محمد اسماعیل صاحب ان کو دیتے گئے وہ کھاتے گئے اور وہ کہتے تھے کہ دونوں بار میں نے اپنے گھر میں جا کر کچھ روٹی بھی کھائی، آپ نے فرمایا کہ کل صبح کو ان کو ہمارے پاس لانا، مکان اُن کا بریلی کے قلعہ میں تھا اور اکثر اوقات نماز عصر کے آپ کے پاس آیا کرتے تھے اتفاقاً صبح کو آپ ہی آ کر حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا کہ حسن مصطفیٰ ہم نے سنا ہے

کہ تم ایک روز سات کرئی چاول اور ایک روز نو کرئی چاول کھا گئے یہ
بات سچ ہے، انہوں نے کہا ہاں سچ ہے، مولانا محمد اسماعیل صاحب مجکو ایک
ایک دو کرئی دیتے گئے اور میں کھاتا گیا، آپنے پوچھا پھر گھر میں جاکر کچھ
اور بھی کھایا، کہا ہاں گھر میں روٹی بھی کھائی، آپنے کہا یہاں اور چاول نہ
تھے کہا چاولوں سے مجکو سیری نہیں ہوتی لے روٹی کے، آپ نے پوچھا
اس وقت ہم کھلادیں اسی طرح کھا سکتے ہو کہا ہاں کیوں نہیں کھا سکتا
ہوں مگر آپ کے سامنے نہیں الگ بیٹھ کر کھاؤنگا، آپ نے کہا کیا مضائقہ
ہمارے روبرو نہ کھاؤ جہاں چاہو وہاں کھاؤ میاں عبد اسد سے کہا کہ رات کے
بچے چاول لاؤ اور دال ہو وہ بھی لاؤ، دس کرئی چاول تھے انہوں نے لاکر
حاضر کئے اور ایک جگہ بیٹھ کر کھلانے لگے، اس وقت وہ سات یا آٹھ کرئی
چاول کھا گئے حضرت کو خبر ہوئی، آپ نے فرمایا کہ اب پھر کسی روز کھلادینگے
پھر اس کے تیسرے روز بعد نماز مغرب کے آپ نے پوچھا کہ حسن مصطفےٰ ا
اس وقت اُسی طرح کھاؤ گے، کہا ہاں کھلائیے، آپ نے لوگوں سے کہا کہ
ان کو کھلاؤ، پھر الگ لیجاکر کھلانے لگے، پھر ایک کرئی چاول اُن کے آگے
دھرے، وہ تو با خوشی کھا گئے، پھر ایک کرئی چاول اور دھرے آدھی

کرئی مشکل کھائے گئے زیادہ نہ کھا سکے' یہ حال لوگوں نے حضرت سے عرض کیا' آپ نے بلا کر پوچھا کہ حسن مصطفیٰ آج تم نے تھوڑے کیوں کھایا کہا آج شاید کسی کی نظر لگی یا کچھ آپ نے کر دیا' فرمایا تم کو کسی کی نظر نہیں لگی اور اگر نظر لگنے کا تم کو گمان ہے تو کل پرسوں پھر ہی دیکھیں تو کیونکر کھاتے ہو' الغرض بعد اس کے دو یا تین بار حضرت نے ان کو پھر کھلایا مگر ڈیڑھ کرئی سے زیادہ ہرگز نہ کھایا گیا' پھر آپ نے ان سے کہا کہ بس یہی تمہاری ہمیشہ خوراک رہیگی اس سے زیادہ نہ کھاؤ گے' پھر اس روز سے انتقال تک ان کی خوراک رہی اور بیس یا بائیس برس کی عمر تھی اور جوان ہی وہ مرے انا للہ وانا الیہ راجعون' مختصر بیان ہدایت عنوان حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا جو ماہ محرم میں گذرا تھا وہ تو ہو چکا' باقی رہا اب بیان ماہ صفر کا وہ یوں ہے کہ روز چہلم' مابین ہمایون حسینین رضی اللہ عنہما کا قریب آیا تب قصبہ نصیرآباد کے رفاضیوں نے وہاں کے سنیوں پر پھر ایک صورت بلوہ کی نمودار کی کہ اس چہلم میں اب کی بار ہم ضرور تبرا کہتے ہوئے تعزیہ اور علم لے کر سنیوں کے محلہ میں گذر کرینگے اور جو سنی اس بات میں مزاحم ہوگا اس کو مارینگے یہ خبر وحشت اثر سن کر وہاں کے سنی بیچارے خوف کے مارے گھبرا گئے

کہ عاشورہ کی بلا تو اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کے آنے سے دفع کردی

تھی، اب یہ دوسری بلا چہلم کی پیش آئی دیکھا چاہیئے اس میں کیا کیا فتنہ و فساد

برپا ہو، آخر الامر آپس میں مشورت کر کے اسی بھاٹ کو جسے اول عشرہ

محرم میں حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں بھیجا تھا پھر بھیجا کہ یہاں

رافضیوں نے ایسا ویسا ارادہ کیا ہے آپ ہماری للہ مدد کریں، پھر وہ

بھاٹ وہاں سے تکیہ پر آیا اور حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس یہ خبر لایا

کہ رافضیوں نے نصیر آباد میں اب کی بار ادھر ادھر سے بہت لوگ جمع کئے

ہیں کہ امامین ہمامین رضی اللہ عنہما کے چہلم کو علانیہ تبرا کہتے ہوئے بستی میں

نشان اور تعزیہ نکالیں گے اور جو سنی لوگ مانع ہونگے ان کو مارینگے

اگرچہ اب کی وہاں کے سنی بھی یہ خبر سن کر اپنی اپنی نوکری سے رخصت

لیکر آئے ہیں مگر نسبت سنیوں کے رافضیوں کی جمعیت بہت ہے، اسواسطے

مجھکو آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ہماری للہ فی اللہ مدد کریں یہ سُن کر

آپ نے فرمایا کہ ان بھائیوں سے کہنا کہ ہراساں نہوں ہم آتے ہیں

اور بھاٹ کو رخصت کیا وہ تو اس طرف روانہ ہوا، آپ نے یہاں

بعد نماز ظہر کے دو دیگیں چاروں کے سروں پر دھرا کر نصیر آباد کو روانہ کردیں اور ہم لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے ہتھیار نکال کر باہر لاؤ ہر ایک کو تقسیم کردو اور گولی بارود وغیرہ بھی بانٹ دو کہ ہر ایک اپنے ساز و سامان سے تیار رہیں بر وقت چلنے کے کوئی چیز تلاش نہ کرنی پڑے اور بریلی جہان آباد وغیرہ میں کہلا بھیجا ہم لوگ نصیر آباد کو جاتے ہیں وہاں رافضیوں نے پھر کچھ فساد برپا کیا ہے، تم میں سے جس کو فرصت ہو وہ ہمارے ساتھ چلے یا کل پیچھے سے آوے پر قبل نماز عشا کے آپ گھوڑے پر سوار ہو کر اور ساٹھ ستر آدمی مسلح ہمراہ رکاب لے کر روانہ ہوئے اور نماز عشا قصبہ رائے بریلی میں جاکر پڑھی اور پھر وہاں سے کوچ فرمایا اور نماز صبح کی راہ میں ادا کی، پھر کچھ دن چڑھے قریب قصبہ نصیر آباد کے پہنچے اور وہاں سے مع جماعت باآواز بلند تکبیر اللہ اکبر کہتے ہوئے اندر قصبہ کے آئے اور جو مسجد قاضی صاحب کے مکان کے قریب ہے چند آدمیوں سے اس میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی۔ آپ کو دیکھ کر اور بھی کسی نے نماز پڑھی اور باقی لوگ مسلح باہر مسجد کے کھڑے رہے، پھر بعد ادائے تحیۃ المسجد کے آپ سوار ہوئے اور

باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے چلے، سامنے قلعہ کے اندر امام باڑے میں
سو سوا سو رافضی چبوترے پر جھنڈے نشان وغیرہ لئے ہوئے بیٹھے
تھے جب آپ ان کے قریب پہنچے باآواز بلند السلام علیکم کیا ان میں
سے کسی کسی نے جواب سلام کا دیا اور باقی چپ بیٹھے رہے، پھر آپ ان
کو دست چپ کی طرف چھوڑ کر اپنی مسجد میں تشریف لے گئے اور یہاں
آپ اُترے اور سب کو اُتارا اور قبل تشریف لانے آپ کے حال
پر ملال تمام اہل سنت والجماعت کیا شرفا اور غربا یہ تھا کہ ہوش و
حواس کھوئے ہوئے ہاتھ اپنی جانوں سے دھوئے ہوئے دل افسردہ
خاطر پژمردہ ترساں ولرزاں مایوس اپنے اپنے گھروں میں منتظر بیٹھے
تھے کہ دیکھئے اب کی بار مفسدین بیدین کیا فساد اٹھاویں اور حضرت
امیرالمومنین امام المجاہدین کب تشریف لاویں، ادھر رفاض بدشعار ابلیس
کردار بر سر شر و فساد تیار تھے کہ دیکھو تو سنیوں کو کیسا ذلیل اور
مغلوب کرتے ہیں کہ بار دیگر پھر کبھی اپنی سنیت کا نام زبان پر نہ
لاویں اور ہمارے مقابلہ کو نہ آویں، جس وقت حضرت سید المجاہدین
باگروہ مومنین نصرت قرین وہاں جاکر داخل ہوئے تمام معاملہ بالعکس

ہو گیا کہ سنیوں کے دلوں میں ایک تقویت اور توانائی آگئی اور رافضیوں
کے چہروں پر مردنی سی چھا گئی، خوف جان سے لئے اپنے اپنے گھروں میں جا
گھسے بلکہ کتنوں کو مارے ہیبت کے دست آنے لگے اور حضرت علیہ الرحمۃ
نے اپنے ہمراہیوں سے بتاکید شدید فرمایا کہ خبردار کوئی تمہارا شیعوں
کے محلہ میں سیر و تماشے وغیرہ کو نہ جاوے والا ہم اس کو سزا دے کر
اپنے یہاں سے نکال دینگے اور جو ان کے یہاں سے لوگ ہماری طرف
آویں تو کوئی ان سے مزاحم نہ ہو بلکہ ساتھ محبت اور خوش اخلاقی کے
پیش آوے اور جس کو یہ بات منظور نہ ہو وہ اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا
رہے اور اسی طور بستی کے سنی لوگوں سے کہہ دیا کہ کوئی تمہارا اذن سے
بے اجازت ہماری کی دنگا بکھیڑا نہ کرے بلکہ ان میں سے اگر کوئی کسی
امر میں سخت یا سست کلام کرے تو سُن کر نہ بولے اور کلام لا یعنی سے
اپنے لب نہ کھولے اس واسطے کہ جو تم لوگوں نے ہم لوگوں کو وہاں
سے بلایا ہے تو ہماری رائے کے موافق کام کرو، پھر اس دن بعد نماز ظہر
کے عبداللہ نے عرض کی کہ اس وقت کھانے کی کیا تدبیر کی جاوے آپ
نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ خرچ ہے، میں نے کہا ہاں کچھ تو ہے

اور میں پچیس روپے لایا تھا مگر آپ کو اس کی خبر نہ تھی، آپ نے فرمایا کھچڑی بازار سے لاکر موافق اپنے لوگوں کے پکالو، میں نے عرض کی کہ آپ نے تو اس وقت فرمایا تھا کہ کوئی ہمارا آدمی یہاں سے کہیں نہ جاوے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے اور میاں عبداللہ اور سید عبدالرزاق اور عنایت اللہ اور عبدالقیوم کے لئے اجازت ہے، بازار سے جاکر من بھر کھچڑی اور آٹھ دس گھوڑوں ٹٹوؤں کا دانہ گھاس لائے، پھر ہم نے وہ کھچڑی پکائی تب تک ایک ایک دو دو کرکے دس بارہ آدمی اور بھی آگئے، پھر کڑیاں بناکر وہ کھچڑی ہم نے سب کو کھلائی اور آدھی سے زیادہ کھچڑی بچ رہی، پھر آپ کو اطلاع کی فرمایا تھوڑی تھوڑی اس میں سے اس محلہ کے محتاجوں کو پہنچادو، میں نے کہا کہ میں تو یہاں کسی کو نہیں جانتا ہوں، آپ نے وہیں کے لوگوں میں سے ایک کو فرمادیا وہ چند آدمیوں کے یہاں دے آیا، تسپر بھی بہت باقی رہی، آپ کو اطلاع کی فرمایا کہ رہنے دو صبح کو ناشتہ کے کام آویگی، پھر صبح کو کچھ دن چڑھے آپ نے فرمایا کہ یہاں دہی خوب ہوتا ہے دو چار آنے کا مول لے کر کھچڑی کے ساتھ لوگوں کو ناشتہ کرادو، پھر کئی ہنڈے دہی کے ہم نے اسی کے ساتھ کھچڑی سب کو کھلا دی، اور آپ سے جاکر عرض کی کہ سب لوگ ناشتہ کر چکے

اور یہاں چھ آدمیوں کی خوراک کھچڑی تیسرے بھی بچ رہی، پھر بعد اس کے
حضرت علیہ الرحمۃ نے جو جو معزز اور ممتاز لوگ شیعوں میں تھے ان کو کہلا
بھیجا کہ ہم تمہاری بستی میں مہمان آئے ہیں، تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو
ہماری ملاقات کو تم تشریف لاؤ والا ہم کو فرماؤ ہم تمہاری ملاقات کو
حاضر ہوں، پھر لیفٹے لیفٹے نامی لوگ ان میں کے ایک ایک دو دو کرکے آپ کے
پاس آنے لگے اور آپ بطور ہمیشہ کے ہر ایک سے ساتھ خوش اخلاقی اور
محبت کے پیش آئے اور اچھے اچھے صلاحیت کے ان سے کلام کئے اس عرصہ
میں ظہر کا وقت آیا سب نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر میاں عبداللہ نے واسطے
کھانا پکانے کی عرض کی یعنی کل کھچڑی بہت بچ رہی تھی آج کس قدر پکے
مگر اس وقت سب قریب سو آدمیوں کے ہونگے اور آتے ہی جاتے ہیں آپ
نے فرمایا کہ خیر آج کل کے انداز سے ڈھائی سیر جنس کم کردو، پھر اس دن
ڈھائی سیر کم ایک من کھچڑی آئی اور پکاتے پکاتے پچیس تیس آدمی اور
آکر شامل ہوئے، پھر جب کھچڑی تیار ہوئی آپ نے پوچھا میاں عبداللہ آج
کیا کھانا پکایا ہے کہا کھچڑی پکی ہے، آپ نے فرمایا کاہے کے ساتھ لوگ
کھچڑی کھاوینگے اگر اچار ہوتا تو خوب تھا، انہوں نے کہا کہ ہم اچار کہاں سے

لادیں، آپ نے دو چار اپنے بھائی بندوں سے کہا کہ اس وقت اپنے اپنے یہاں سے اچار لاؤ تو کھچڑی کھائی جاوئے پھر وہ پیالوں رکابیوں میں تھوڑا تھوڑا اچار لائے، آپ نے دیکھ معلوم کیا کہ اتنے اچار میں پورا نہ پڑے گا مجھ سے بلا کر کہا کہ تم جا کر ایک گھڑا اچار حلوائی کے یہاں سے مول لاؤ، میں اس وقت جا کر ایک مسلمان حلوائی کی دکان سے ایک گھڑا اچار لایا پھر اس وقت اسی اچار کے ساتھ سب نے کھچڑی کھائی، پھر آدھی سے زیادہ کھچڑی کی کریاں بچ رہیں اور کوئی سو سوا سو آدمی شکم سیر ہو گئے پھر یہ حال حضرت سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ خیر کریاں تخت پر چادر سے ڈھک کر رہنے دو کل صبح کو پھر لوگ ناشتہ کر لیں گے، الغرض اگلے روز کچھ دن چڑھے پھر ہم نے کئی ہنڈے دہی کے مول لے کر وہ کھچڑی کوئی سو سوا سو آدمیوں کو با خوبی کھلائی اور حضرت کو اطلاع کی، آپ نے فرمایا کہ بھائی لوگوں کو ہر روز کھچڑی کھانی خوش نہ آتی ہو گی، آج دال چاول الگ الگ پکانا، ہم نے عرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ دونوں وقت لوگ تازہ کھانا کھاویں مگر رات کو کھانا اس قدر بچ رہا ہے کہ دوسرے وقت اس میں کفایت ہو جاتا ہے تازہ پکانے کی نوبت نہیں آتی، آپ نے فرمایا کہ ڈھائی سیر جنس آج

اور بھی کم کردیں اور لوگ تو ابھی آتے جاتے ہیں اور شیعوں کی طرف سے
ان کے بڑے بڑے رکن حضرت کے پاس آتے تھے اور آپ بہر نوع ان کو
سمجھاتے تھے کہ ہمارا ایک بستی میں بود و باش قدیم الایام سے ہے ایسا شر
و فساد نہ کرو کہ نوبت خونریزی کی پہنچے جس طرح سے ہمیشہ محرم میں اپنا
کاروبار تعزیہ داری کا کرتے آئے اسی طرح کئے جاؤ کسی طور کی زیادتی
نہ کرو یہ بات اچھی نہیں آپ کے سامنے تو کہتے تھے کہ آپ بجا فرماتے ہیں
ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ کسی طور کا فساد نہ ہو مگر ہماری طرف چند لوگ مفسد
ہیں وہی شرارت کرتے ہیں اور جب اپنے لوگوں میں جاتے تو ان کو ورغلا
فساد پر آمادہ کرتے اس لئے کہ لکھنؤ میں جو مولوی دلدار علی ان کا مجتہد تھا
اسی مفسد نے ان سب کو بہکایا تھا کہ تم کسی طور کے دنگے فساد سے سنیوں
کے نہ ڈرنا جو کچھ ہوگا میں یہاں بادشاہ غازی الدین حیدر کے دربار میں
موجود ہوں دیکھ لونگا والا ان نامعقولوں کی کیا جرأت اور طاقت تھی کہ
مرد ہی کا دم مارتے آخر الامر جب یہاں ہم لوگوں سے تاب مقابلہ کی نہ
لاسکے تب کچھ لوگ گئے تعزیہ اور علم لیکر حسین یا حسن کرتے ہوئے نالش
کو طرف لکھنؤ کے روانہ ہوئے کہ وہاں جاکر خاطر خواہ ہم سنیوں کو سزا
دلوادینگے کہ محرم میں ہم کو تعزیہ داری نہ کرنے دی اور اب جہلم

بھی نہیں کرنے دیتے ہیں اور اب تک یہاں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس
کوئی دو سو آدمیوں کے جمعیت ہوگی' اس روز ساڑھے چھ پنسیری چاول
پکائے دال جدی پکائی' اس روز بھی سب لوگ باخوبی کھا کر فارغ ہوئے
اور بطور ہر روز کے کڑیاں چاولوں کی بچ رہیں' اگلے روز پھر وہی مول
لے کر ان چاولوں کے ساتھ لوگوں کو کھلایا اور جانا کہ یہ معاملہ کھانے
کا اسی طرح رہیگا تازہ کھانا پکانے کی نوبت نہ آوے گی' پھر اس روز
آپ سے پوچھا کہ آج کس قدر چاول پکاویں چاول بہت بچ رہتے ہیں
کہ صبح کو ناشتہ ہوتا ہے مگر دال اس قدر نہیں بچتی کہ چاولوں کو کفایت
ہو' آپ نے فرمایا کہ آج بھی ڈھائی سیر چاول کل سے کم کر دو اور
سیر بھر دال بھی چاہو تو کم کر دو' مگر آج سے پالک کا ساگ دال میں ضرور
ڈالا کرو خدا چاہے گا دونوں وقت کو کفایت ہوگی اور باسی چاولوں
کے ساتھ باسی دال ساگ بڑی بہت مزہ دیتی ہے اور کچھ دہی بھی لیا کرو
جس کو دال خوش نہ آوے وہ دہی کے ساتھ چاول کھاوے' اور آدمی
قریب تین سو کے ہونگے اور کوئی پچاس گھوڑے اور کچھ کم یا زیادہ
چالیس ٹٹو' پھر اس دن چھ پنسیری چاول اور چار سیر دال اور پالک کا ساگ اور

گھوڑوں ٹٹوؤں کا دانہ گھاس بازار سے لائے اور سوائے اس خرچ کے
حضرت کسی روز ایک روپیہ کسی روز دو روپے کسی روز تین بلکہ چھ سات تک
خرچ کرتے، کسی کو چار آنے کسی کو آٹھ آنے دلاتے، حسین روز سے وہاں
گئے تھے ہر روز خرچ کرتے تھے، پھر اس روز بھی تمام آدمی کھا کر سیر ہو گئے
اور کڑیاں چاولوں کی اسی دستور بچ رہیں اور دال بھی اس قدر بچی کہ صبح
کو چاولوں کے ساتھ بافراغت سب نے کھائی، پھر اس دن سے ہر روز
ساگ یا الک کا دال میں پڑنے لگا اور ڈھائی ڈھائی سیر چاول ہر روز ایک
ایک پوچھ کر کم کرنے لگے یہاں تک کہ ساڑھے سترہ سیر چاولوں کی نوبت پہونچی
اور آدمی کھانے والے وہی قریب تین سو کے تھے اور بیشتر اس کے چو چند مفسدین
متیدعین علم اور تعزیہ لے کر واسطے نالش کے روانہ لکھنؤ ہوئے تھے وہاں پہنچنے
بھی نہ پائے تھے تب تک اس بلوہ کا ایک پرچہ جاسوس کے اخبار نویس کی طرف
سے بادشاہ غازی الدین حیدر کو پہنچا اس نے دیکھ کر نواب معتمد الدولہ کو
حوالہ کیا اور ان دنوں علاقہ سلون کا بادشاہ مذکور کی بیگم کی جاگیر میں
تھا اُسی علاقہ میں نصیر آباد بھی ہے اور نواب معتمد الدولہ کو اس بیگم سے عداوت
قلبی تھی کبھی قابو نہیں پاتا تھا جوزک دیوے وہ پرچہ اخبار کا جو اس کے

ہاتھ آیا اُس نے جانا کہ اب میں نے قابو پایا، جب دربار سے اپنے مکان کو
آیا جلد محمود خاں قندھاری اور فقیر محمد خاں رسالدار کو بلا کر اور یہ دونوں
کٹّے نامی سنی مشہور تھے اور فقیر محمد خاں تو حضرت علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں تھے
دونوں سے بتاکید مزید فرمایا کہ دونوں اپنے اپنے رسالے کے سوار اخوند
زادے کے ہمراہ واسطے مدد سید احمد صاحب کے جلد روانہ کرو اور دس ہزار
روپے نواب ممدوح نے کہا کہ میری طرف سے سید صاحب ممدوح پر فتوح
کی خدمت بابرکت میں عرض کرنا کہ یہ رافضی تمہارے دشمن ہیں ان کے مارنے
بلے عزت کرنے میں حتی المقدور کوتاہی اور درگذر نہ کرنا اور ادہر بادشاہ
کی طرف سے خاطر جمع رکھنا تمہارا وکیل یہاں موجود ہوں اور اس میں نواب
ممدوح کا مقصد دلی یہ تھا کہ بیگم موصوفہ کی جاگیر میں فتنہ وفساد برپا ہوگا
تو اس کی خبر انگریز کو ہوگی وہ اس کا شکوہ بادشاہ غازی الدین حیدر
سے کرے گا بادشاہ اس کی تدبیر مجھ سے پوچھیگا میں عرض کرونگا کہ
اس کی تدبیر یہی ہے کہ آپ جاگیر بیگم صاحبہ کی ضبط کرلیں اور اپنے
خزانہ معمورہ سے اس کے عوض تنخواہ نقدی مقرر کردیں اور اخوند
زادہ موصوف کی رخصت میں کوئی آٹھ دس روز کی دیری ہو گئی

اس میں وہ لوگ ناستی بھی روتے پیٹتے اپنے مجتہد کے یہاں آ پہنچے اور طوفانات
و بہتانات باندھ کر مجتہد سے اپنا حال بیان کیا کہ سنیوں نے ہم کو تعزیہ داری
نہیں کرنے دی اور تعزیے توڑ ڈالے اور ہم کو ذلیل و خوار کیا، اس کو نواب
معتمد الدولہ کے دربار کا حال معلوم تھا کہ اس نے یہ تدبیر کی ہے یہاں ان کی
نالش کی شنوائی ہرگز نہ ہوگی، یہی حال ان شیعوں سے بیان کیا کر اور
کہا کہ تم آج ہی یہاں سے جلد رخصت ہو، اخوندزادہ سوار لے کر نہ پہنچے
یا وے جس صورت سے ہو سکے تم سید احمد صاحب کو راضی کر مصالحت کر لو تمہارے
واسطے اسی میں خیر ہے ورنہ تم جانو یہ حال پر ملال سن کر ان کے ہوش جاتے
رہے اور جلد افتاں و خیزاں وہاں سے بھاگے اور لیفر آباد میں آ کر دم لیا
اور اپنے لوگوں کو حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس بھیج کر مصالحہ کا پیام دیا کہ آپ
ہم سے صلح کر لیں ہم نے بھی اپنے لوگوں کو دھمکا کر راضی کیا ہے اور آپ کو بھی
تکلیف ہوتی ہے کہ اتنے لوگوں کا خرچ کھانے پینے کا اپنے ذمہ ہے اور
لکھنؤ سے محمود خاں اور فقیر محمد خاں کے خطوط حضرت کے پاس بھی آ چکے
تھے کہ آپ خاطر جمع رکھیں آپ کی مدد کو اس قدر ہمارے سوار آتے ہیں مگر آپ
نے اس وقت تک وہ خطوط اپنے لوگوں میں ظاہر نہیں کئے تھے کہ ایسا
نہ ہو اس کی تقویت سے ہمارے لوگ بلوا کر بیٹھیں، آپ نے ان سے

فرمایا کہ الحمدللہ ہم تو یہی بات چاہتے تھے ہیں، اس سے کیا بہتر کہ آپس
میں صلح ہو جاوے مگر ساتھ اس شرط کے کہ پھر کبھی محرم یا چہلم وغیرہ
میں کوئی تم لوگوں سے تبرا نہ کہے اور نہ کسی طور کا خلاف دستور فساد
کرے اور اسی مضمون کا بازنامہ لکھ کر اور اپنے رئیسوں کی مہریں اور
گواہیاں کر کے ہم کو دو اُنہوں نے کہا کہ آپ جس طرح فرماویں ہم
اُسی طرح راضی ہیں، پھر اسی مضمون کا حضرت نے ایک کاغذ لکھا کر
ان کو دیا اُنہوں نے اس پر اپنی اپنی مہریں اور گواہیاں کر کے حضرت
علیہ الرحمۃ کو حوالہ کیا، پھر اس کے اگلے روز لکھنؤ سے اخوند زادہ موصوف
مع تین سو سواروں کے نواب معتمد الدولہ کا حکمنامہ لے کر قریب قصبہ
نصیر آباد کے داخل ہوا، یہ خبر وحشت اثر سن کر تمام محلہ شیعوں کا مارے
خوف کے تہ و بالا ہونے لگا، وہی لوگ جنہوں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے
مصالحہ کیا تھا پھر بہراس بدحواس ہو کر آپ کے پاس آئے اور عرض
کی کہ آپ کی سرکاری مدد لکھنؤ سے آ پہنچی، ہم کو خوف ہے کہ باہر
قصبہ کے ہماری موٹھ جوار وغیرہ کے کھیت ہیں، تمام گھوڑے کھا کر
خاک سیاہ کر دینگے، آپ کو اطلاع کرنے ہم آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا

کہ اگر آتے ہیں تو آنے دو کیا مضائقہ ہے، آخر وہ سوار ہماری ہی
مدد کو آئے ہیں اور ہمارے پاس حکم سرکاری لائے ہیں اور جو کچھ تعمیل
حکم سرکاری کرینگے تو ہماری مشورت سے کرینگے، انہوں نے کہا ہاں یہ
تو آپ حق فرماتے ہیں کہ بے اجازت اور مشورت آپ کے ہم پر کچھ نہ کرینگے
مگر ابھی قصبہ کے باہر کچھ فاصلہ سے ہیں اور وہیں ہمارے کھیت ہیں اگر گھوڑوں
سے پامال کر ڈالیں یا چرا دیویں تو ہم کیا کریں اور کیا ان سے لیویں اس
کا تدارک آپ کو ابھی چاہئے، آپ نے فرمایا کہ تم جمع خاطر سے جا کر اپنے
گھروں میں بیٹھو انشاء اللہ تعالیٰ کسی طور کا کچھ نقصان نہ ہوگا اور اگر وہ
نہ مانیں گے اور تم پر کچھ زور زیادتی کرینگے پھر اس وقت ہم تمہاری طرف
ہیں اس لئے کہ ہمارے تمہارے درمیان مصالحہ ہو گیا ہے خلاف مرضی
ہمارے کے وہ کون زور و تعدی کرنے والے، پھر آپ نے چار شخص اپنی
طرف سے اخوند زادہ کے پاس جو کہنا تھا کہہ کر روانہ کئے، انہوں
نے بستی کے باہر کوئی پاؤ کوس پر اخوند زادہ موصوف سے ملاقات
کی اور وہاں سے ان کو اپنے ساتھ لائے اور واسطے ڈیرہ کرنے
کے بستی کے کنارے ایک آموں کے باغ میں قریب تالاب کے

جگہ بتائی اور کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور شیعوں کے درمیان صلح ہو گئی ہے اور اُن کے یہاں جوار موٹھ وغیرہ کے کھیت ہیں، تم سے کسی کا گھوڑا ٹٹو ان میں نہ جانے پاوے اور ہم آپ کے ملنے کو کچھ دیر میں آتے ہیں جب تک ہماری آپ کی ملاقات نہ ہو تب تک آپ کے لشکر کا کوئی سوار و پیادہ بستی میں نہ آوے یہ پیام خیر انجام سن کر اخوندزادہ نے اُن سے کہا کہ حضرت نے کیا فرمایا ہے کہ ہم نے اُن سے مصالحہ کر لیا، ہم تو نواب معتمد الدولہ کے یہاں سے ان مفسدوں کے قتل کا حکم لے کر آئے ہیں بے مارے اور قرار واقعی سزا دئے ہم اُن کو ہرگز نہ چھوڑینگے، یہ سوار تو وہاں اپنے ڈیرے کھڑے کرنے لگے اور اخوندزادہ تنہا اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان چاروں شخصوں کے ساتھ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آیا اور آپ کی شرف ملاقات سے مشرف ہوا اور کہا کہ ہم نے آپ کے لوگوں سے سنا ہے کہ آپ نے ان رافضیوں موذیوں سے مصالحہ کر لیا اور ہم کو نواب معتمد الدولہ نے آپ کی مدد کو بھیجا ہے اور دس ہزار روپے نواب صاحب ممدوح نے آپ کے واسطے خرچ بھیجے ہیں اور دو ہزار روپے فقیر محمد خاں بہادر نے، اور کہا ہے کہ سوا اس کے اور جو کچھ حاجت خرچ

کی ہو آپ ہم کو لکھ بھیجیں، ہم یہاں سے ارسال کریں اور کہا ہے کہ آپ
ایک مفسد کو زندہ نہ چھوڑیں سب کے سر کاٹ کر کراچی میں بھر کر یہاں
سے بھیجدیں، آپ نے فرمایا کہ خیر اب تو ہونا تھا تھا ہو چکا اور آپ جو
اتنی دور واسطے مدد مسلمانوں کے آئے اس کا اجر اللہ تعالیٰ تم کو عنایت
کریگا، اخوندزادہ نے کہا کہ ان سے مصالحہ آپ نے کیا ہے ہم نے تو نہیں
کیا، ہم تو بے مارے ان کو نہ چھوڑینگے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے نواب
صاحب نے تم کو اگر ہماری مدد کو اور ہماری پاس بھیجا ہے تو جس بات
میں ہماری خوشی ہو وہ کرو اور جو ہمارے پاس نہیں بھیجا صرف ان کے
مارنے کو بھیجا ہے، تو اس میں ہم سے کچھ غرض نہیں تم جانو اور تمہارا
نواب جانے بلکہ اس امر میں ہم ان کے شریک ہیں، انہوں نے کہا کہ
نہ بھیجا تو ہم کو آپ ہی کے پاس ہے آپ ہی کی مدد کو، آپ نے فرمایا
تو خیر جس میں ہم راضی ہیں اُس میں آپ بھی راضی ہوں، اور جو خطوط
محمود خاں قندھاری اور فقیر محمد خاں رسالدار کے آپ کے پاس آئے
تھے وہ اخوندزادہ کو دکھائے کہ جو حکم آپ آج لائے ہیں
اس کی خبر ان خطوں سے ہم کو مصالحہ کرنے سے پیشتر ہوئی تھی

ہماری غرض تو فساد مٹنے سے تھی، خونریزی منظور نہ تھی اور فرمایا
کہ جو بارہ ہزار روپے دونوں صاحبوں نے ہمارے خرچ کو بھیجے
ہیں جب آپ یہاں سے جانا ان کو واپس کر دینا اس لئے کہ جس کام کو
اُنہوں نے دئے تھے وہ تو ہو چکا اب کچھ حاجت نہیں رہی، اخوندزادہ
نے کہا کہ وہ تو روپے دونوں صاحبوں نے آپ کو بطور نذر کے بھیجے
ہیں واپس کس لئے کرتے ہیں اور بلکہ فقیر محمد خاں بہادر نے کہا ہے کہ یہاں
نواب معتمد الدولہ کے پاس آپ کی طرف میں وکیل ہوں جس قدر آدمی
اور روپے درکار ہوں یہاں سے روانہ کروں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
محض اپنی عنایات بے غایات سے دُرست کر دیا، اللہ تعالیٰ آخرت میں
اُن سے راضی اور دنیا میں ان کو مال جان عطا فرما دے اور ہم اور یہی
دونوں صاحبوں کے واسطے جناب الٰہی میں دعا خیر کریں گے، اور سوا
ان بارہ ہزار روپوں کے نو سو روپے جدے محمد حسن خاں قندھاری
نے نذر بھیجے تھے وہ آپ نے رکھ لئے، پھر اخوندزادہ موصوف نے
آپ سے عرض کی کہ جس کام کو ہم لوگ وہاں سے آئے تھے وہ تو
موقوف رہا اور اب دنیا تھوڑا رہا ہے اور ہمارے لوگ بھوکے ہیں

اس وقت ہم لوگوں سے کھانا پک نہ سکے گا کچھ اس کی تدبیر آپ کر دیں
آپ نے فرمایا کہ بہتر کھانے کی تدبیر یہاں ہو رہی ہے کچھ کہتے کی حاجت نہیں
آج آپ اور آپ کے لوگ ہمارے یہاں کھاویں، انہوں نے کہا میں نے
سنا ہے کہ تین سو آدمی آپ کے ہمراہ ہیں فقط ایک دیگ میں کھانا پکوایا
ہے اس میں کیا ہوگا اور دیگیں منگوا کر جیر پکوا دلویں جلد کھانا تیار ہو جائے
آپ نے فرمایا کہ یہ تیار کھانا آپ لوگ کھالیویں گے، پھر ہمارے لوگ دوسرا
کر جیسا ہوگا دیکھ لینگے' کہا یہ بات آپ نے خوب فرمائی، پھر حضرت نے مجھ سے
بلا کہا کہ کھانا تیار ہے، میں نے عرض کی کہ ہاں تیار ہے مگر وہی ساڑھے سترہ
سیر چاول پکے ہیں اور چار سیر ساگ ڈالی ہوئی دال، آپ نے فرمایا بہت ہے
اللہ تعالیٰ برکت کرے گا بعد نماز مغرب کے ایک ٹوکرے میں بھر کر روٹیاں
اور ایک دیگچی میں دال دونوں چادر سے چھپا کر جن کے پاس اخوند زادہ صاحب
کہیں لیجانا اور سب کو تقسیم کر کے اور کھلا کے ان کا ایک آدمی ساتھ
لیتے آنا تاکہ آکر اخوند زادہ کو خبر کرے' اخوند زادہ نے ایک جمعدار کو
بتایا کہ ان کے ڈیرے میں کھانا لیجانا نام اس جمعدار کا مجھکو فراموش
ہو گیا، پھر بعد نماز مغرب کے مولوی امام الدین لکھنوی مولوی نصیر الدین خان تم

بازار والے کے بھائی نے ٹکرا کریبوں کا لیا اور ہمارے لوگوں میں ایک
ملیح ابادی جمعدار تھے نام ان کا یاد نہیں انہوں نے دال کا دیگچہ لیا اور دال
نکالنے کا ایک پیالہ چوبیں میں نے لیا اور ہم تینوں شخص وہاں لشکر
میں اس جمعدار موصوف کو پوچھتے ہوئے گئے وہ اپنے ڈیرے سے باہر
نکلے ہم نے کہا حضرت نے کھانا بھیجا ہے اپنے لوگوں کو بلاؤ لیجاویں انہوں
نے پوچھا کھانا کہاں ہے ہم نے کہا اس ٹکرے اور دیگچی میں یہ بات
سن کر وہ خفا ہوئے اور کہا اس میں کے آدمیوں کا حصہ ہے یا حضرت
نے تبرک بھیجا ہے میں نے کہا کہ آپ خفا نہ ہوں لوگوں کو تو بلاویں اگر کم
ہوگا تو اور آجاوے گا انہوں نے کہا کہ تم کھانا لائے ہو یا خوش طبعی
کرنے آئے ہو میں نے کہا یہ کلام آپ اس وقت کریں جب کھانا سب
کو نہ پہنچے پہلے سے یہ باتیں کرنی کیا ضرور اس میں ان کے دو چار
سواروں نے کہا کہ جمعدار صاحب یہ بات معقول کہتے ہیں آپ لوگوں کو
بلاویں اس کو تقسیم کر کے جو کمی ہو ان سے کہیں پھر انہوں نے اپنے لوگوں
کو بلایا وہ برتن لے کر آنے لگے اور میں دو دو ٹکڑیاں چاول اور
ایک ایک پیالہ دال دینے لگا جب کوئی تیس چالیس آدمی کھانا

لے گئے تب تو ان لوگوں نے آکر گرد ٹوکرے اور دیگچہ کے ہجوم
کیا اور دونوں برتنوں کے تلے اوپر دیکھنے لگے کہ اس میں کہاں سے کھانا آتا
ہے جو نہیں چکتا، میں نے ٹوکرا اور دیگچی زمین سے اٹھا کر ان کو دکھا دیا
کہ ان کے پیندے میں رستہ بھی تو نہیں جو شاید زمین کی طرف سے آتا
ہو وہ یہ بات سن کر ہنسنے لگے پھر جب ستر اسی آدمیوں کو میں
دے چکا تب تو وہ جمعدار اور اُن کے لوگ پوچھنے لگے کہ یہ کیا معاملہ
ہے بھائی صاحب کچھ ہم کو بھی بتاؤ تم لوگوں کو دیتے جاتے ہو اور کھانا
دونوں برتنوں کا کم نہیں ہوتا، میں نے کہا کہ یہ حال مجکو نہیں معلوم وہی
جانیں جنہوں نے بھیجا ہے، پھر تو وہ لوگ حضرت کی تعریفیں کرنے لگے
کہ یہ سید صاحب کی کرامت ہے یہ کھانا کسی طور نہ چکیگا، پھر سب
لوگ وہ کھانا لے گئے اور کھایا اور جو نہ کھا سکے وہ اپنے گھوڑوں ٹٹوؤں
کو کھلایا اور دس بارہ کُرّیاں ہمارے ٹوکرے میں بچ رہیں اور دیگچی میں
دال بھی بچ رہی، اور میں نے جمعدار سے کہا کہ اپنے لوگوں سے پوچھ
دیکھو کوئی شخص باقی تو نہیں رہا جس نے نہ پایا ہو ہم سے لیجاوے
جمعدار نے کہا کہ سب لوگ با خوبی پا چکے اور کھا چکے میں نے کہا

کہ ایک اپنا آدمی ہمارے ساتھ کردو وہ اخوندزادہ سے چل کر
کہہ دے کہ سب لوگوں کو کھانا پہنچ گیا' اُنہوں نے کہا اور کس کو بھیجوں
تمہارے ساتھ میں آپ چلونگا اور حضرت سے ملاقات کرونگا
پھر وہ اپنے لشکر سے ہمارے ساتھ حضرت کے پاس آئے' اخوند
زادہ نے پوچھا کہ جمعدار صاحب کھانا ہمارے سب لوگوں کو پہنچگیا
اُنہوں نے کہا کہ ایک ٹوکرے میں چاول تھے اور ایک دیگچہ میں
دال تھی اس کا حال کچھ مجھ سے بیان نہیں کیا جاتا' اخوندزادہ
نے ایک ٹوکرے چاول کا نام سُن کر نہایت غصہ ہوکر کہنے لگا کہ
کیسے ایک ٹوکرا چاول' اُس نے کہا کہ آپ خفا کیوں ہوتے ہیں میں
آپ سے زیادہ پہلے خفا ہو چکا ہوں اب اس کا حال سنیں' اُنہوں
نے کہا کہ خیر بیان کرو کہا فقط ایک ٹوکرے میں چاولوں کے بدلے
بنے ہوئے تھے اور ایک دیگچہ میں ساگ پڑی ہوئی ماش کی دال' یہ
تین آدمی میرے پاس گئے اور کہا کہ اپنے لوگوں کو بلاؤ اپنے اپنے
برتن لیتے آویں اور کھانا لیتے جاویں میں نے کہا کھانا کہاں ہے
اُنہوں نے کہا کہ اس ٹوکرے میں اور دیگچہ میں' میں بہت خفا ہوا

کہ اتنا کھانا کس کے واسطے لائے ہو' انہوں نے کہا کہ تم خفا نہ ہو لوگوں کو تقسیم کرنے دو جب کسی کو نہ پہنچے جو کچھ خفا ہونا ہو خفا ہو لینا' پھر میں نے لوگوں کو بلایا اور یہ دو دو پیڑے چاول اور ایک ایک پیالہ دال دینے لگے حصہ کو تو تمام ہمارے لوگوں کو پہنچ گیا اور کھانا ان کے پاس بچ رہا وہ یہ اپنے ساتھ پھیر لائے' یہ حال سن کر اخوندزادہ نے کہا کہ جمعدار واللہ سچ کہتے ہو ایک ہی ٹوکرے چاولوں میں سب آسودہ ہو گئے کہا واللہ ایک ہی ٹوکرے میں سب آسودہ ہو گئے بلکہ جو لوگوں سے نہ کھائے گئے' وہ اپنے اپنے گھوڑوں ٹٹوؤں کو کھلا دیا' اخوندزادہ نے حضرت علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے' آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج بندے ہیں نہ کہیں کے حاکم نہ مالک' اتنا کھانا کہاں سے لاتے جو اتنے لوگوں کو کھلاتے' اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے کھانے میں اپنے کرم اور فضل سے اسی طرح برکت کرتا ہے' اخوندزادہ نے کہا کہ میں آپ کے دست مبارک پر اس وقت بیعت کرتا ہوں اور اس جمعدار نے بھی یہی کہا' آپ نے فرمایا کہ آج تم تھکے ماندے راہ چل کر آئے ہو جا کر اپنے ڈیرے میں آرام کرو کل صبح کو بیعت کر لینا' پھر ان

دونوں کو آپ نے رخصت کیا اور باقی کھانا جو ہم یہاں چھوڑ گئے
تھے اس میں ہمارے تین سو آدمیوں نے کھایا اور موافق ہر روز کے بچ
رہا وہ ہم سب نے دوسرے دن کھایا، پھر اس روز حضرت نے اخوند
زادہ کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ جاکر کہہ آؤ کہ آپ کی مع لشکر آج
پھر ہمارے یہاں دعوت ہے، اس نے جاکر اخوند زادہ سے کہا، اُنہوں
نے اس آدمی سے کہا کہ تم چلو میں حضرت کے پاس آپ آتا ہوں جو عرض
کرنا ہوگا کروں گا، پھر وہ آدمی وہاں سے چلا آیا اور بعد کچھ دیر میں اخوند
زادہ بھی آئے اور حضرت سے ملاقات کی، آپ نے فرمایا کہ آپ ہمارے
مہمان ہیں آج بھی ہمارے یہاں آپ کی دعوت ہے، اُنہوں نے عرض کیا
کہ کل کے روز جو ہم لوگوں نے آپ کی دعوت کھائی امر نا چاری کا
تھا کہ اس وقت ہم لوگوں سے کھانا پکنا دشوار تھا اب آپ کی دعوت
نہ کھاویں گے یہ بات بے مناسب ہے کہ لشکر تو سرکاری آوے اور
کھانا آپ کے یہاں کھاوے، آپ نے پھر کئی بار تکرار کہا مگر اُنہوں نے
نہ مانا اور کہا کہ اگر آپ کی ایسی ہی شفقت و عنایت ہم پر ہے تو

کوئی بنیا ایسا تیار دیویں کہ ہمارے لوگ اُس کے یہاں سے اُٹا دال گھی گھوڑ دانہ وغیرہ دام دے کر لیجایا کریں یہی آپ کی دعوت ہے' آپ نے اسی وقت بنیوں کے چودھری کو بلا کر تبا کید تمام فرمایا کہ اُٹا دال گھی گھوڑ گھوڑوں کا دانہ وغیرہ تیار رکھنا جو اخوند زادہ صاحب کے لوگ لینے آویں دام لے کر دے دینا' اور چاروں سے لکڑیوں کی تاکید کر دی کہ آج لشکر میں جا کر بیچو اور کماروں سے برتنوں کو کہہ دیا' پھر بعد نماز ظہر کے واسطے بیعت کرنے کے اخوند زادہ آیا اور من بھر یا دو من شیرینی لایا' آپ نے فرمایا کہ بیعت کرنے میں ہمارے یہاں شیرینی کا دستور نہیں ہے' تم نے کس لئے یہ تکلف کیا اس کو واپس کر دو' انہوں نے عذر کیا اب تو آگئی رہنے دیجئے لوگوں کو تقسیم ہو جاوے گی' پھر آپ نے ان سے بیعت لی اور قریب سو کے اور بھی ان کے سواروں نے بیعت کی اور آپس میں مشورت کر کے حضرت سے کہا کہ کل کے دن ہم لوگ آپ کی دعوت کرینگے اخوند زادہ نے ان سے کہا کل تو ہمارا کوچ ہے دعوت کس وقت کرو گے آپ نے اخوند زادہ سے فرمایا کہ ابھی دو تین روز رہو ستا لو ایسی کون سی جلدی ہے پھیر چلے جانا اور آپ کی دعوت ہم کل کھاوینگے

نہ پرسوں مگر جب اللہ تعالیٰ ساتھ خیر کے کبھی لکھنؤ میں ہم لیجاویگا
اور تم بھی وہاں ہوگے تب جو دعوت کروگے تو البتہ کھاوینگے، یہاں
تو تم ہمارے مہمان ہو اگر ہم تمہاری دعوت کریں تو لائق ہے، پھر جب
وہ لوگ آپ کے پاس سے اپنے لشکر کو جانے لگے تب ان میں سے کئی
شخصوں نے آپ سے سوال کیا کہ ہم نے بیعت کی ہے کچھ اور بھی ہم کو آپ
تعلیم کریں، آپ نے کہا بہت خوب ہم ضرور تم کو تعلیم کرینگے، پھر آپ
نے آٹھ دس آدمیوں سے کہا کہ تم اپنے لشکر میں جاکر پانچ چھ چھ آدمیوں
کو جدا جدا بٹھا کر توجہ دو اور ان کو نصیحت کرو کہ شرک و بدعت کے
کاموں سے بچتے رہیں اور نماز روزہ ادا کرتے رہیں اور اخوندزادہ کے لئے
آپ نے حاجی عبدالرحیم سے فرمایا کہ ہمارے قدیمی یار ہیں ان کو تم توجہ
دو اور کچھ ذکر اللہ تعلیم کرو، پھر حاجی صاحب موصوف نے ان کو توجہ
دیا اور کچھ ذکر و شغل تعلیم کیا، پھر وہ سوار لوگ توجہ لے کر لشکر سے
آپ کے پاس آکر اپنا عجیب و غریب معاملہ بیان کیا اور کہا کہ جب
آپ لکھنؤ میں تشریف لے گئے تھے وہاں میں نے کسی کسی کو آپ کے مریدوں

میں سے توجہ لیتے اور مراقبہ کرتے دیکھا تھا اور اپنے دل میں میں
نے کہا کہ یہ کیا نہ لیات سا کارخانہ ہے مگر جب آج خود میں نے
حاجی صاحب سے توجہ لیا اور جو جو حالات ایسے ایسے مجکو نظر آئے تب کہا کہ الٰہی
یہ کیا شئے عجیب وغریب ہے کہ نہ حاجی صاحب نے مجکو کچھ سکھایا نہ
پڑھایا فقط ان کے کہنے پر میں آنکھیں بند کر کے خاموش بیٹھا رہا
اور حالات عجیب جو نہ کبھی دیکھے تھے اور نہ سنے تھے معلوم ہوئے
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وتقدس کی نعمتیں ہیں جس کو چاہتا
ہے عنایت کرتا ہے اگر آپ دو چار روز ہمارے پاس ٹھہرتے
تو انشاءاللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوتا' انھوں نے کہا کہ اب تو
رہنا میرا نہیں ہو سکتا لکھنؤ میں جاکر جو حاجی صاحب نے تعلیم
فرمایا ہے عمل میں لاؤنگا' آپ نے فرمایا کہ شاید کبھی یہ معاملہ آپ
کا بند ہو جاوے تو دورۂ قادریہ کرنا انشاءاللہ تعالیٰ پھر کھل
جاویگا' انھوں نے پوچھا کہ دورۂ قادریہ کیا ہے' آپ نے اس
کی ترکیب ان کو بتادی اور کئی ضرب لگا کر ان کو دکھایا

کہ اس صورت سے کرتا پھر وہ آپ سے رخصت ہو کر اپنے لشکر کو گئے' اور اس دن بھی ہم نے ساڑھے سترہ سیر چاول پکائے اور چار سیر دال ساگ ڈال کر اور سب لوگ کھا کر آسودہ ہوئے اور موافق معمول ہر روز کے چاول بھی بچ رہے اور دال بھی بچ رہی' پھر اگلے دن اخوندزادہ مع لشکر کوچ کر گیا' میں نے ان رات کے چاولوں کے واسطے کئی ہانڈی دہی مول لیا اور پیسے اس کے دے کچھ کوڑیاں دینی باقی رہیں میاں اپنی تھیلی سے کہ اس میں روپے پیسے بھی تھے کوڑیاں ٹٹول ٹٹول کر نکالنے لگا اس میں دیر ہو گئی میں نے وہ تھیلی اوندھا دی جو کچھ اس میں تھا گر پڑا اور حضرت نے منع کیا تھا کہ تھیلی اوندھا کر کبھی خالی نہ کرنا' کوڑیاں تو میں نے گن کر دہی والے کو حوالے کیں مگر مجھ کو ایک سکوت کا عالم ہو گیا کہ یہ کیسی حرکت بیجا ہوئی اس میں سات یا آٹھ روپے تھے اور نو دس ٹکے پیسے اور کچھ کوڑیاں' پھر میں نے لے کر سمیٹ کر اسی تھیلی میں بھر لئے' پھر میں وہاں سے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس غمزدہ سا جا کر کھڑا ہوا' آپ نے پوچھا کہ اس وقت تمہارا چہرہ

اداس سا معلوم ہوتا ہے خیر تو ہے' میں نے وہ حال اپنی خطا کا بیان
کیا' آپ بھی سن کر دیر تک سکوت میں رہ گئے' بعد اس کے فرمایا کہ خیر جو
کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ ہوا اب کہیں سے خرچ کی تدبیر کرو' میں
نے عرض کی جہاں سے آپ فرماویں وہاں سے میں تدبیر کروں' آپ نے
فرمایا کہ جاؤ کسی سے کہو' میں آپ کے پاس سے مسجد کے صحن میں آیا وہاں
ایک طرف سید احمد علی صاحب آپ کے بھانجے کھڑے تھے اور ایک
طرف میاں عبداللہ' میں نے میاں عبداللہ سے وہ حال بیان کیا وہ
بھی سن کر ایک سوچ میں رہ گئے' پھر کہا اس کی کیا تدبیر کی جاوے
بھلا سید احمد علی صاحب سے تو کچھ مانگو' پھر میں نے ان سے جا کر یہی بیان
کیا اور کچھ خرچ مانگا وہ سن کر ہنسنے لگے اور جانا کہ شاید خوش طبعی
سے کہتے ہیں' میں نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں واقعی یہی حال گذرا ہے تب
ان کو یقین ہوا پھر مجھ سے تو وہاں انہوں نے کچھ نہ کہا مگر حضرت کے
پاس چلے گئے وہاں حضرت سے خدا جانے انہوں نے کیا کلام کیا یا
نہ کیا' پھر وہاں سے اپنے گھر تشریف لے گئے اور وقت نماز عصر کے آکر
مجھ کو اشرفیاں دیں پھر ان کو تو ڈر اکر میں روپے لایا اور اپنی ہتھیلی کے

دونوں میں ملا دئے، پھر اس روز حضرت سے پوچھا کہ آج کس قدر
چاول پکیں، آپ نے من بھر سے کچھ کم بتائے اندازہ یاد نہیں رہا
اور کھانے میں تو کچھ کم یا زیادہ دو ہی روپے اٹھتے تھے مگر گھوڑے
ٹٹو ملا کر قریب سو جانوروں کا دانہ گھاس لاتے تھے، اس میں بہت
خرچ ہو جاتا تھا اور سوا اس کے نقدی پانچ چار روپے ہر روز
خرچ ہوتے تھے، پھر کچھ کم یا زیادہ آدھے روپے کھانے میں صرف
ہوئے اور آدھے باقی رہے، پھر دوسرے روز حاجی عبدالرحیم سے ہم نے
خرچ طلب کیا کہ تمہارے پاس کچھ ہو تو دو، پھر دو اشرفیاں انہوں
نے دیں ان کے بھی خوردہ کرکے روپے لائے پھر کئی روز میں وہ بھی
روپے صرف ہو گئے، اس میں سید میر علی صاحب نے واسطے دعوت
کے حضرت سے عرض کی، آپ نے فرمایا کہ یہ تکلف تم نہ کرو کچھ ضرورت
نہیں، انہوں نے نہ مانا، آپ نے فرمایا کہ ہمارے لوگوں سے جو کھانا
پکاتے ہیں ان سے پوچھو اگر وہ پکانے پر راضی ہوں تو خیر کیا مضائقہ
انہوں نے آکر ہم لوگوں سے ذکر کیا کہ ہمارا ارادہ حضرت کی دعوت

کاہے، ہم نے کہا حضرت سے کہو جیسا وہ فرماویں گے ہم بجالاوینگے
اُنہوں نے کہا کہ حضرت ہی نے مجکو تمہارے پاس بھیجاہے، ہم نے
جانا کہ شاید حضرت نے دعوت قبول کرلی ہے اور ان سے کہا
کہ خیر ہم بھی اس کا حال حضرت سے دریافت کرلیں پھر ہم آپ
کو جواب دیں، پھر یہ حال جاکر ہم نے حضرت سے عرض کیا، آپ
نے فرمایا کہ وہ تو دعوت کچھ خدا کے واسطے کرتے نہیں فقط اپنے
نمود کے لئے کرتے ہیں ان کو منع کرد اگر نہ جاویں تو بہتر ہے
والاپوں ہی سہی مگر ہمارے کھانے کی طرح ایک من بھر میں دونوں
وقت باسودگی لوگ کھاتے ہیں ان کے کھانے میں خیر وبرکت نہ ہوگی
لوگوں کے شمار سے کھانا پکانا، پھر ہم نے جاکر ان سے کہا کہ جنس آپ
کی بہت خرچ ہوگی اور آپ یہ تکلیف نہ کریں تو بہتر ہے کیونکہ ہم کو
بھی پکانے میں بہت محنت ہوگی، انہوں نے کہا کیا مضائقہ جس قدر جنس چاہئے
ہم سے لو مگر پکانا تمہیں کو پڑیگا، ہم نے کہا خیر آپ کی خاطر سے آج
تو ہمارے یہاں کھانا پکتا ہے کل آپ دعوت کریں، پھر وہ اپنے مکان
کو گئے، ہم نے جاکر حضرت سے کہا کہ سید ببر علی صاحب کے یہاں کل

دعوت ہے، آپ نے فرمایا بہتر مگر آج اپنے کھانے سے جو واسطے ناشتہ
کے بچے تو آٹھ دس کڑیاں جدی برتن میں اٹھا رکھنا شاید کسی وقت
کل کام آویں، ہم نے عرض کی کہ ناشتہ بھر کے چاول تو روز بچتے ہیں
آٹھ دس کڑیاں چاول کہاں سے بچیں گی اور اگر کچھ بچے بھی تو رات کے
پکے ہوئے چاول دوسرے دن کی شام تک بگڑ جاویں گے، آپ نے
فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ چاول بچ رہیں گے اور لگن میں ڈھک کر ہمارے
پلنگ کے تلے ہوا میں دھر دینا جاڑوں کے دن ہیں نہ بگڑینگے، پھر اگلے
دن فی الحقیقت وقت ناشتہ کے آٹھ یا نو کڑیاں چاول بچ رہے
پھر میں نے جس طور آپ نے فرمایا تھا لگن میں ڈھک کر پلنگ کے
تلے دھر دئے، پھر اس دن عصر کے بعد سے سید بر علی صاحب کا کھانا
پکانے لگے، تین من یا چار من چار من تو چاول اُسی اپنی دیگ میں کئی
بار کرکے پکائے اور دو دیگ دال دو دفعہ کرکے پکائی اور حضرت کو
اطلاع کی کہ کھانا تیار ہے، فرمایا کہ سید بر علی صاحب سے کہو کہ
آکر لوگوں کو اپنے سامنے تقسیم کرادیں، پھر ہم نے ان سے جاکر

کہا کہ آپ کا کھانا تیار رہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے پوچھنے کی کیا حاجت

تھیں اپنے لوگوں کو تقسیم کر دو، پھر بعد نماز مغرب کے جہاں جہاں ہمارے

لوگ تھے وہاں ان کے حصے بھجا دئے اور باقی جو لوگ قریب آدھے

کے رہے ان کو مسجد میں بٹھا کر کھلایا سب لوگ کھا چکے فقط نو آدمی

کھلانے والے باقی رہے اور کھانا ہو چکا، حضرت نے پوچھا کہ سب لوگ

دعوت کھا چکے کوئی باقی تو نہیں رہا ہم نے عرض کی کہ ہاں کھا چکے مگر

ہم کئی آدمی باقی رہ گئے، پوچھا کون کون آدمی رہے، میں نے کہا میاں

عبداللہ اور عبدالقیوم اور سید عبدالرزاق نگراتوں والے اور عنایت اللہ

منڈھیاں وے اور مولوی امام الدین لکھنوی اور جمعدار ملیح آبادی اور

مولوی قاسم پانی پتی اور عبدالرحیم کاندھلوی کے اور ایک میں، فرمایا آپ

نے کہ پھر اب اور کھانا پکالو، میں نے کہا اب کون اس وقت پکاوے گا وہی

رات کی ٹکڑیاں دھری ہیں وہی کھالیویں گے، آپ نے فرمایا کہ ہاں

سچ تو کہتے ہو ہمارے پلنگ کے تلے ٹکریاں نکالو مگر کچھ دال بھی بچی ہے، میں

نے کہا دال تو نہیں بچی، فرمایا پھر کاہے کے ساتھ کھاؤ گے، میں نے کہا یوں

ہی روکھے کھالیویں گے، پھر وہ ٹکریاں آپ کے پلنگ کے نیچے سے لاکر

دو لگتوں میں نکالیں، آپ نے فرمایا سید احمد علی کے گھر سے راب مانگ لاؤ اس کے ساتھ کھاؤ، میں نے کہا کہ اب اس وقت رات کو راب مانگنے کون جاوے فقط چاول ہی سب کھالیونگے، آپنے فرمایا کہ سید احمد علی صاحب کے یہاں جو نہ جاؤ تو حلوائی کی دکان سے جا کر لاؤ، میں نے کہا اب تو کہیں نہ جاوینگے یوں ہی چاول کھاوینگے اس میں ہم میں سے کئی آدمی آپس میں آہستہ آہستہ کہنے لگے کہ اخوند زادہ جو اس دن بہت سی شیرینی لایا تھا اس میں کی شیرینی ایک ٹوکری میں دھری ہے، آپ نے پوچھا، کہ یہ کیا باتیں کیے جیکر رہے ہو، میں نے کہا کہ یہ کہتے ہیں کہ اس دن جو اخوند زادہ شیرینی لایا تھا اس میں سے کچھ ایک ٹوکری میں دھری ہے اگر اجازت ہو تو وہ تھوڑی سے لیویں، آپ نے فرمایا کہ ہاں خوب تم نے اس وقت یاد کی سب اٹھا لاؤ، پھر میں وہ ٹوکری شیرینی کی کوٹھری سے اٹھا لایا اور وہ شیرینی فقط لڈو تھے مگر ایسے نفیس تھے کہ ان سے بہتر وہاں نہ بنتے تھے، حضرت تو اس وقت اپنے پلنگ پر بیٹھے تھے

اور ہم نو آدمی آپ کے قریب زمین میں چاول لئے ہوئے بیٹھے تھے
فرمایا کہ شیرینی چاولوں میں ملاتے جاؤ اور چکھتے جاؤ جب خوب
خاطر خواہ میٹھے ہوں تب کھاؤ' ہم نے بہت سی شیرینی مل ملکر ملائی
آپ نے پوچھا کہ اب تو مطلب تمہارا پورا ہوا' میں نے آہستہ سے کہا ہاں
پورا ہوا فرمایا کہ اب کیوں سست بولتے ہو کیا اب بھی کچھ کسر باقی
ہے' پھر آپ نے فرمایا کہ ہاں معلوم ہوا کہ ابھی کچھ کسر ہے' حسن نام
اُسی محلہ کا ایک شخص تھا فرمایا کہ ہمارے یہاں سے جا کر دودھ کی
ہانڈی تو لاؤ وہ اس وقت اٹھا لایا' میں نے وہ تمام دودھ
انہیں چاولوں میں چھوڑ دیا' پھر آپ نے پوچھا کہ اب تو مطلب ہوا
پھر میں نے اسی طرح آہستہ جواب دیا' پھر آپ نے کہا کہ اب کیا
کسر رہی جو سست بولتے ہو' میں کچھ نہ بولا' پھر آپ نے کہا ہاں بھائی
ایک کسر بھی اور ہے مگر ٹھنڈے چاولوں میں اس کا مزہ نہیں'
میں سمجھ گیا کہ آپ گھی کو فرماتے ہیں' میں نے عرض کی کہ ہاں آپ
بجا فرماتے ہیں اس وقت اس کا مزہ نہیں ہے' پھر ہم سب نے شکم
سیر ہو کر وہ چاول کھائے اور کچھ بچ رہے پھر وہ دو دو لقمہ

دو چار اور بھائیوں کو تقسیم کر دئے۔ پھر اگلے روز آپ نے فرمایا
کہ آج کہیں سے اور خرچ تلاش کرو، میں نے عرض کی کہ اب کس
کے پاس سے خرچ لاؤں، میرے خیال میں تو کہیں نہیں آتا مگر
سوا سو روپے محمد حسن خاں قندھاری کے بھیجے ہوئے موجود ہیں اگر ارشاد
ہو ان میں سے خرچ کروں، یہ سن کر آپ نے سکوت کیا اور کچھ
جواب نہ دیا، آپ کی مرضی تھی کہ ان کو واپس کر کے بھیجدوں سید
حمد علی صاحب وغیرہ نے عرض کی کہ آپ اس میں پس وپیش کیا
کرتے ہیں اگر واپس کرنے تھے تو اول ہی واپس کر دیے ہوتے اور
جو رکھ لئے ہیں تو اپنے تصرف میں لاویں، آپ نے فرمایا کہ خیر انہیں
نہ خرچ کرو اور کہا کہ پچھلے روپے بھی دو چار تمہاری تھیلی میں باقی
ہیں، میں نے کہا کہ ہاں کچھ تو ہیں، فرمایا انہیں میں نکلا دو تم کو
کھانا پکانے کی محنت کم پڑیگی یعنی تھوڑے میں کفایت ہوگی
اور نہیں تو سید محمد علی صاحب کی دعوت کا سا حال ہوگا پکانے
پکاتے حیران ہو گئے اور کچھ پورا نہ پڑیگا، پھر میں نے چند روپے
تھیلی میں جو باقی تھے انھیں میں سوا سو روپے وہ بھی ملادئے

اور خرچ کرتے شروع کئے، پان چھ روز کے کھانے پینے دانے
گھاس وغیرہ میں وہ بھی صرف ہوئے فقط پندرہ بیس روپئے باقی
رہے، اور انہیں ایام مبارک فرجام میں کئی وقائع عجیب وغریب اور بھی گذرے
ان کا حال خیر آل بیان کرنا رہ گیا تھا سو یہاں اب بیان کرتا ہوں
ایک ان میں سے یہ ہے کہ ایک روز سب لوگوں نے تو کھانا کھایا مگر
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے نہیں تناول فرمایا اور ارشاد کیا کہ
ہمارے حصہ کا کھانا رکابی میں ڈھک کر مسجد کے طاق پر دھر دو ہم
اور وقت کھاوینگے، پھر موافق ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے آپ کا
حصہ رکھ دیا گیا، کچھ عرصہ میں مولوی عبدالباسط صاحب جائس
چند لوگوں سے آپ کی خدمت سراپا برکت میں حاضر ہوئے اور عرض
کی کہ آپ میرے واسطے دعا کریں کہ مجھ سے حرف قاف ادا نہیں
ہوتا کبھی بجائے قاف کے کاف تازی نکلتا ہے اور کبھی کاف
فارسی، آپ نے فرمایا مولوی صاحب تعجب کی بات ہے کہ آج
تک نہ کبھی ہم کو یہ حال معلوم ہوا اور نہ کبھی آپ نے ہم سے ذکر
کیا بھلا کوئی لفظ جس میں حرف قاف ہو آپ کہیں تو سہی انہوں

انہوں نے چند الفاظ جن میں قاف تھا کہے' فی الحقیقت مولوی صاحب سچ کہتے تھے' کسی میں تو کاف تازی معلوم ہوتا تھا اور کسی میں کاف فارسی مگر قاف نہ نکلتا تھا' حضرت علیہ الرحمۃ نے وہ کھانا اپنے حصہ کا جو طاق میں دھرا تھا منگایا اور مولوی صاحب ممدوح کو فرمایا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ تناول فرماویں' پھر مولوی عبدالباسط صاحب آپ کے ساتھ کھانے لگے کھاتے ہی میں آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اب تو کوئی لفظ جس میں قاف ہو اپنی زبان سے نکالئے' کئی الفاظ قاف والے مولوی صاحب نے اپنی زبان سے نکالے بخوبی حرف قاف ادا ہونے لگا گویا کبھی کچھ خلل زبان میں اُن کی واقع نہ تھا' پھر بعد تناول طعام کے سب لوگوں کے روبرو آپ نے فرمایا کہ اب بھی کوئی الفاظ جن میں قاف ہو کہئے کہ اور صاحب بھی سنیں' پھر مولوی صاحب نے قاف والے الفاظ کہے اور سب نے سنے اور کہا اب تو بخوبی قاف ادا ہوتا ہے' اور دوسرا حال یہ ہے کہ ایک روز میں کچھ سودا لینے بازار میں گیا وہاں ایک مسلمان حلوائی کی دکان کے قریب دس بارہ برس کا ایک کسی شخص کا لڑکا بیٹھا تھا حلوائی نے مجھ سے کہا کہ اس لڑکے بیچارے کو بہت روزوں سے مرگی آتی ہے'

بسبب اس کے بہت حیران ہے، تمہارے سید صاحب کے ہمراہ سب طرح
کے لوگ ہیں بھلا دریافت تو کرنا شاید کسی کو اس کی بھی دوا یاد ہو
میں نے اس سے کہا کہ خیر پوچھونگا، پھر وہاں سے آکر میں نے حضرت
سے مذکور کیا، آپ نے فرمایا کہ اس کی دوا اللہ تعالیٰ نے مجھکو بتائی ہے
اب کی بار وہ لڑکا تم کو ملے تو اپنے ساتھ اس کو لیتے آنا انشاءاللہ تعالیٰ
وہ چنگا ہو جاویگا، پھر میں اگلے دن اس لڑکے کو بعد نماز عصر کے آپ کے
پاس لایا اور آپ سے عرض کی کہ اس لڑکے کو مرگی آتی ہے، آپ نے
اس سے پوچھا کہ بہت سخت مرگی آتی ہے یا نرم اور جلد آتی ہے یا کبھی
کبھی، اس نے کہا بہت شدت سے آتی ہے مگر کبھی کبھی آتی ہے اور کھڑا بیٹھا
جس حال میں ہوتا ہوں پھر مجھکو خبر نہیں لوگ مجھکو اٹھا کر گھر پہنچاتے
ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھے رہو بعد مغرب کے تمہاری دوا کر دینگے
جب بعد نماز مغرب کے لوگ کھانا کھانے لگے، آپنے فرمایا کہ ان کو بھی
کھلاؤ، پھر میں نے اس کو کھانا کھلا کر آپ سے عرض کی کہ اب کچھ دوا
فرمائیے یہ کھانا کھا چکا ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کی یہی دوا تھی اب
ان کو گھر پہنچا دو انشاءاللہ تعالیٰ اب مرگی نہ آوے گی، پھر میں اس

کو پہنچا آیا اس دن سے اُس کی مرگی جاتی رہی۔ اور تیسرا حال یہ ہے
کہ اکثر میں اُسی حلوائی کی دکان پر جایا کرتا تھا، ایک روز اُس نے
مجھ سے یہ کہا کہ ایک شخص اس محلہ میں رہتا ہے اس کو کوئی دو برس
سے بخار آتا ہے کبھی چار روز آتا ہے دو روز نہیں آتا ہے کبھی آٹھ روز
آتا ہے چار روز نہیں آتا مگر جاتا نہیں اس کی بھی دوا تمہارے لوگوں
میں کسی کو آتی ہو پوچھ کر مجھ سے کہنا، میں نے کہا بہتر پوچھونگا،
پھر وہاں سے آکر میں نے حضرت سے یہ ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ اس کو
ہمارے پاس لانا انشاءاللہ تعالیٰ اس کی بھی دوا ہو جاوے گی، پھر
اگلے روز میں نے اس حلوائی سے جا کر کہا کہ ہمارے حضرت نے اس بخار والے
کو کل کے دن جس کا تم نے ذکر کیا تھا مجھ سے فرمایا کہ اپنے ساتھ لیتے
آنا، اگر اس کو میرے ہمراہ کردو تو میں بعد نماز عصر کے لیجاؤں اُس نے
بلا کر اس کو میرے ہمراہ کر دیا، میں اس کو حضرت کے پاس لے گیا، آپ
نے اس کے بخار آنے کا حال پوچھا کہ کیسے آتا ہے اور کیونکر آتا ہے، اُس نے
سب بیان کیا، آپ نے مجھ فرمایا کہ ان کو کہیں بٹھا دو پھر ان کی دوا
کے لئے کچھ دیویںنگے، میں نے اس کو ایک جگہ بٹھا دیا، بعد نماز مغرب

کے پھر میں اس کو آپ کے پاس لے گیا اور اپنے لوگوں کو اس وقت
کھانا تقسیم ہو رہا تھا' آپ نے فرمایا کہ سب کے ساتھ ان کو بھی کھانا
کھلاؤ' پھر میں نے اس کو بھی انہیں لوگوں میں بٹھا کر کھانا کھلوایا اور پھر
اس کو آپ کے پاس لے گیا اور عرض کی کہ ان کو کھانا کھلوا لایا' آپ نے
فرمایا کہ بس یہی ان کی دوا تھی اب ان کو ان کے گھر پہنچا دو انشاءاللہ تعالیٰ
اب ان کو بخار نہ آوے گا' میں ان کو ان کے گھر پہنچا آیا' پھر اُس دن
سے ان کا بخار جاتا رہا' اور چوتھا حال یہ ہے کہ ایک عورت نرگس نام
بڑی نماز گذار اور پرہیزگار وہاں ایک مکان میں رہتی تھی اور حضرت
علیہ الرحمۃ واسطے قضائے حاجت کے ہر روز اس کے مکان میں جایا
کرتے تھے اور آپ کے ہمراہ میں ہوتا تھا اور میاں عبداللہ اور وہ نرگس
نہایت مفلس اور محتاج تھی' صرف چرخہ کاتنے پر اس کی گذران تھی
کئی بار اُس نے ہم دونوں سے اپنی مفلسی و محتاجی کا مذکور کیا ایک روز
میں نے اس سے کہا کہ مائی تو یہ حال حضرت سے کیوں نہیں کہتی؟ اس نے کہا
کہ مجھکو شرم آتی ہے میں تو نہ کہوں گی' یہ سن کر اس وقت میں نے اُس سے
کچھ نہ کہا' اگلے روز جب حضرت اس کے گھر تشریف لائے اور قضائے حاجت

پھر وہ لکڑی نرگس کو حوالہ کی اور وہاں سے مسجد کو تشریف لائے پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ نصیرآباد سے تکیہ پر آئے اور کوئی سات آٹھ مہینے کے بعد پھر نصیرآباد کو تشریف لے گئے اس وقت میں نے نرگس کو دیکھا تو دس روپے کی بڑی سی نتھ ناک میں اور گلے میں ہنسلی ہاتھوں میں کڑے بازو میں بازوبند پہنے ہوئے چرخہ کات رہی ہے، میں نے پوچھا کہ نرگس اب تیرا کیا حال ہے، اُس نے کہا کہ اب تو حضرت کے طفیل سے اللہ تعالیٰ نے مجکو سب کچھ دیا ہے گھی گڑ اب گیہوں چاول میرے گھر میں سب موجود ہے اور مجکو نہیں خبر کہ یہ اللہ تعالیٰ کہاں سے دیتا ہے، چرخہ تب بھی کاتتی تھی کہ پیٹ بھر کر روٹی نہیں میسر ہوتی تھی اور رہی چرخہ اب بھی ہے یہ سب حضرت کی دعا کا اثر ہے، پھر اس حلوائی سے میں نے پوچھا کہ اس لڑکے کا کیا حال ہے جس کو مرگی آتی تھی اور اس بخار والے کے کیا حال ہے اُس نے کہا کہ دونوں خدا کے فضل سے صحیح وسالم ہیں تب سے نہ اس کو کبھی مرگی آئی اور نہ اس دوسرے کو بخار آیا یہ تو چاروں حال تمام ہو چکے، پھر اس جگہ سے بیان ہوتا ہے جہاں سے قصہ چھوٹا تھا جب کہ وہ سوا سو روپے محمد حسن خاں قندھاری

کے خرچ ہوتے تھے ان میں سے بیس پچیس روپے باقی رہے
اور حضرت کو اس کی میں نے اطلاع کی، آپ نے فرمایا کہ جس
کام کو یہاں آئے تھے ساتھ خیر کے اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اپنے
محض فضل و کرم سے خاطر خواہ درست کر دیا اب یہاں رہنے کا
کیا کام، سب کو خبر کر دو کہ کل صبح کو کوچ ہے، یہ بات زبان سے
آپ کے سن کر اسی وقت سے اپنی اپنی تیاری کرنے لگے بلکہ بہت
لوگ اسی دن اپنے اپنے گھر چلدئے باقی آدمیوں سے حضرت نے صبح کو کوچ
فرمایا، رستے میں مجھ سے پوچھا کہ کھواٹ کی بار تکیہ سے تم کتنے روپے
لائے تھے، میں نے عرض کی کہ اب کی بھی بیس پچیس روپے لایا تھا
فرمایا آج تک سب کس قدر خرچ ہوا ہوگا، میں نے کہا حساب
تو اس کا اللہ تعالیٰ کو معلوم، بلا قید خرچ ہوتا تھا کسی روز
دس روپے کسی روز پندرہ کسی روز بیس، ایک اندازہ تھا ہی
نہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی اگر تم اس دن
اپنی ہتھیلی خالی نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ سے امید تھی انہیں روپوں
میں سب کام نکل جاتا مگر اس میں بھی کچھ حکمت الٰہی تھی، پھر وہاں سے

چلتے چلتے مع الخیر تکیہ پر داخل ہوئے اس وقت کوئی ڈیڑھ سو
آدمی آپ کے ہمراہ ہونگے پھر بعد نماز عصر کے سوا من چاول ہم نے
دو بار کر کے ایک دیگ میں پکائے اور چھ سیر دال ایک دیگچہ میں
پکائی، اتنے لوگ آپ کے ہمراہی تھے اور کوئی پچاس آدمی عورت
مرد ملاکر آپ کے گھر کے تھے اور اس قدر اور بھی لوگ ادہر ادھر کے
آپ کے ملنے کو اس دن آگئے تھے بعد نماز مغرب کے میاں عبداللہ
نے آپ سے عرض کی کہ کھانا تیار ہے، آپ نے پوچھا کھانے والے
اپنے بیگانے سب کس قدر ہونگے عرض کی گئی کہ قریب ڈھائی سو کے
ہونگے، فرمایا کہ حصے والوں کو تو حصے بھیجا دو اور باقی لوگ جو رہیں
ان کو بٹھا کر کھلادو، ہمارے ہمراہیوں میں نو سوار مینڈو خاں کے
رسالہ کے تھے ان میں ایک دفعہ دار حضرت کے مریدوں سے تھے پھر
ان حصہ داروں کے حصے پہنچا دئے، ان نو سواروں میں سے ایک
آدمی حصہ لینے آیا میں نے اٹھا کر کڑیاں چاولوں کی دیں اور
ایک چھوٹی سی ہانڈی میں دال حوالہ کی اور کوئی بڑا برتن موجود

نہ تھا اور اس ہانڈی میں دال دیکھ کر واہی تباہی باتیں کہنے لگا
نہ تنی دال سے کر میں کس کو دوں دو آدمی بھی تو کھاوینگے میں نے
کہا یہاں میرے پاس دال بہت ہے اپنا ایک آدمی تمہارے
پاس بھیجونگا جب تمہاری ہانڈی کی دال چک جاویگی تب
وہ اسی ہانڈی میں میرے پاس سے اور لیجاویگا اس وقت میں
کی نوبت دو کوئی برتن ہی نہیں تھا ان میں سے ایک سوار نے
اس کا شکوہ جاکر حضرت سے کیا آپ نے مجھ سے بلا کر فرمایا
ان کو تیرے برتن میں دال کیوں نہیں دیتے میں نے عرض کی کہ
کہ اس وقت اور کوئی بڑا برتن نہیں ملتا تھا میں نے ان سے جاکر کہا
کہ اپنے لوگوں کو کھلاؤ میں اپنا ایک آدمی تمہارے پاس بھیجدونگا
جب دال چک جاویگی تب اسی ہانڈی میں وہ آدمی میرے پاس آئیگا اور
لیجاویگا آپ نے فرمایا بھائی یہ بات تو معقول کہتے ہیں
ان سے کہو کہ پہلے یہ دال لیجاؤ اوران کو کھلاؤ چک جاویگی تو

وہ آدمی اور لاؤ لگا اُس سوار نے اس کو سمجھا دیا وہ چاول کی کڑیاں
اور وہ دال کی ہانڈی لے گیا اور وہ سب مل کر اپنی اپنی رکابی میں
کھانے لگے آخر الامر کھاتے کھاتے سب کے سب اُکتا گئے اور اُس
ہانڈی کی دال تہ چکی اور تہ وہ چاول چکے، انہوں نے اپنے دفعدار سے کہا
کہ شیخ صاحب یہ کیا معاملہ ہے ہماری تو عقل میں نہیں آتا کھاتے کھاتے
ہم سب آسودہ ہو گئے اور کھانا نہیں چکتا، دفعدار نے کہا کہ یہ معاملہ کیا
تم نے اتنے دنوں نصیر آباد میں نہیں دکھا وہاں بھی تو یہی حال تھا انہوں
نے کہا کہ ہو گا مگر اپنی آنکھوں سے ہم نے تو اس وقت دیکھا دفعدار نے
کہا کہ چل کر اس کا حال حضرت سے پوچھو وہ تم کو سمجھا دیویں گے، پھر انہوں
نے جو رکابیوں میں کھانا تھا وہ اپنے اپنے گھوڑوں کو کھلا دیا اور جو
کڑیاں چاولوں کی ثابت باقی تھیں ان کو اور اس دال کو ہانڈی کو کپڑے
سے ڈھک دیا اور حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور وہ قصہ بیان کیا،
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو وہ اسی طرح اپنے بندوں
کو پرورش کرتا ہے اور کیا تم نے نصیر آباد میں یہ معاملہ نہیں دیکھا

تھا کہ ساڑھے سترہ سیر چاولوں میں چھ سو آدمی کھاتے تھے بلکہ ایک روز نو سو آدمیوں نے کھایا جس دن اخوندزادہ آیا تھا پھر وہ یہ کرامت عظمیٰ آپکی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کمال معتقد ہوئے اور عرض کی کہ اس وقت ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کرینگے، آپ نے فرمایا کہ اس وقت نہیں انشاءاللہ تعالیٰ کل بعد نماز ظہر کے تم سے بیعت لینگے یہ سن کر وہ جاکر اپنے اپنے بستروں پر سو رہے اگلے دن وقت موعود پر حاضر ہوئے اور لوگ تو نماز ظہر پڑھ کر مسجد کے باہر چلے گئے اور حضرت علیہ الرحمۃ اپنے مصلیٰ پر بیٹھے رہے اور ان سواروں کو اپنے روبرو بٹھایا اور اُن سے بیعت لینے لگے، اس وقت مولوی محمد علی صاحب آپکے بھانجے سید محمد صاحب سید عبدالجلیل صاحب کے والد ماجد کے بنگلے میں کہ وہاں سے بیس پچیس قدم کے فاصلہ سے تھا اپنا نا سدان چھوڑ آئے تھے وہاں سے لے کر آئے اور مسجد کے زینے پر چڑھنے لگے مولوی صاحب نے کہا اس وقت چند لوگ حضرت کے پاس بیعت کر رہے ہیں پوچھا وہ کون سے لوگ ہیں، میں نے کہا وہی منڈو خاں کے رسالے کے سوار جو رات کو دال کے لئے جھگڑا کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ ایسے ڈاڑھی منڈے بے شرع کسوی

سرخ بتیاں سر پر باندھے ہوئے جن کے دو دو بیچ کندہوں تک لٹکتے ہیں
ان کو بیعت کرنے سے کیا فائدہ ہوگا، میں نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہیں
اس وقت تو ان پر ایک رحمت الٰہی کا جوش ہو رہا ہے کہ زمین سے آسمان
تک ایک ستون سا نور کا نظر آتا ہے، اُنہوں نے کہا تو تو یوں ہی زٹل
ہانکتا ہے میں تو خاک بھی نہیں دیکھتا ہوں، میں نے کہا کہ میں زٹل نہیں
ہانکتا ہوں سچ کہتا ہوں آپ اس طرف خیال تو کریں، انہوں نے کہا کہ
اگر یہ بات سچ ہے تو سیر بھر شیرینی میں تجکو دوں والا میں تجھ سے لونگا
میں نے کہا یہ دونوں طرف کی شرط ہار جیت کی جوا ہے لیکن یہ بات اگر
سچ نہ ٹھہرے تو میں آپ کو سیر بھر شیرینی دونگا اور جو سچ ہو تو آپ مجکو
کچھ نہ دیویں، اُنہوں نے کہا کہ اچھا یوں ہی سہی، میں نے کہا تو آپ اسی جگہ
ٹھہر جائیے لوگ بیعت کرنے سے فارغ ہوں، پھر حضرت سے چل کر پوچھیں
پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ ان سے بیعت لے چکے اور ان میں سے دو آدمی
حاجی پیر محمد بانس بریلی والے کو واسطے توجہ دینے کے سپرد کئے اور تین
آدمی مولوی امام الدین لکھنوی مولوی نصیر الدین حاکم کے بازار والے کے بھائی کو
اور دو آدمی حاجی عبد اللہ اکبر آبادی کو اور دو آدمی کسی اور شخص کو کہ
نام ان کا یاد نہیں سپرد کئے، پھر جب وہ چاروں صاحب ان
کو توجہ دینے کو لے گئے، مولوی سید محمد علی صاحب مرحوم و مغفور

مجھکو لے کر حضرت کے پاس گئے اور بیٹھے اور میں کھڑا رہا۔ مجھ سے
کہا کہ تم بھی بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا کہ اب آپ حضرت سے پوچھیں میں
بھی بیٹھونگا' حضرت علیہ الرحمۃ نے پوچھا کہ ملا کیا بات ہے' مولوی صاحب
موصوف نے وہ تمام حال جو میں نے اُن سے کہا تھا' آپ کی خدمت
فیضدرجت میں گزارش کی کہ یوں مجھ سے دین محمد کہتے تھے' آپ نے
فرمایا کہ ملا تم کیا اس میں کچھ شک معلوم ہوتا ہے۔ مولوی صاحب
نے کہا کہ حضرت مجھکو شک ہی معلوم ہوتا ہے اور جو آپ اکثر اوقات
دین محمد کو فرمایا کرتے ہیں کہ یہ میرا ہاتھ ہے یہ میری زبان ہے
سو یہ بات بھی کچھ میرے خیال میں نہیں جمتی' حاصل اس گفتگو کا یہ ہے
کہ اس آج کی بات کا فیصلہ آپ کر دیویں اگر یہ اس بات میں
سچے نکلے تو جو کچھ آپ نے ان کے حق میں فرمایا ہے میں ویسا ہی ان کو جانونگا
ورنہ کچھ نہیں' آپ نے فرمایا ملا یہ بات غلط نہیں ہے بلکہ جو کچھ انہوں نے دیکھا
ہے وہ حال تمام وکمال تم سے بیان نہیں کیا اور بلکہ جو کچھ حال یہاں
مسجد میں گزرا وہ سارا انہوں نے بھی نہیں دیکھا اور فرمایا کہ اب تم چلکر
ہمارے پاس بیٹھو انشاءاللہ تعالیٰ تم کو خود معلوم ہو جائیگا' پھر

آپ وہاں سے اُٹھ کر مسجد کے صحن میں مغرب اور جنوب کے کونے میں
سی ندی کے قریب جا بیٹھے اس عرصہ میں وہ جو چاروں صاحب ان
سواروں کو توجہ دینے کو لے گئے تھے وہاں ہو حق کا ایک شور و غل سا
ہونے لگا، لوگوں نے کہا یہ کیا شور ہے، اسی عرصہ میں حاجی پیر محمد اور
مولوی امام الدین نے آکر عرض کی کہ وہ لوگ تو بیہوش پڑے ہیں، آپ
نے مٹی کے لوٹے میں ندی سے پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ سے لوٹا لے کر
ان کو دیا اور فرمایا کہ ایک ایک چلو پانی اس میں سے جا کر ان پر چھڑک
دو ہوشیار ہو جاویں گے وہ تو پانی لے کر ادھر گئے، وہ دو تو صاحب اپنے
لوگوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے آئے اور آپ کے پاس بیٹھے اور اُن سے
کہا کہ جو تم نے دیکھا ہے حضرت کے روبرو بیان کرو، پر وہ اپنا اپنا
جدا جدا حال بیان کرنے لگے، کسی نے کہا کہ مجکو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کی مجلس کی زیارت ہوئی کسی نے کہا کہ میری حسنین رضی اللہ عنہما سے
ملاقات ہوئی کسی نے کہا کہ میں نے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو
دیکھا اور کسی نے کہا کہ میں نے ایسا باغ میوہ دار اور ایسا دریا رواں
دیکھا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بزرگ بنا دیا اب تم اس
کام کو نہ چھوڑیو اور اگر تم چند روز یہاں رہتے تو ہم تم کو اور

بھی کچھ تعلیم کرتے مگر خیر یہی بہت ہے اور ہمیشہ تم اپنے روزہ نماز سے
غافل نہ رہنا اور شرک و بدعت سے بچنا، اس عرصہ میں دونوں صاحب
وہ بھی اپنے لوگوں کو لائے مگر اس وقت ان کے ٹھکانے نہ تھے، ایسے
معلوم ہوتے تھے کہ جیسے کوئی نشہ میں ہوتا ہے، آپ نے اُن سے اُس
وقت کچھ احوال نہ پوچھا اور کہا ان کو لیجاؤ بعد نماز عصر کے ہمارے
پاس لانا، اور مولوی سید محمد علی صاحب سے فرمایا کہ ملا تم نے ان کا
حال دیکھا اب کچھ دیر میں ان باقی لوگوں کا حال ان سے زیادہ انشاء اللہ
تعالیٰ دیکھنا، مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ جب آپ کی مسجد میں
ان کا حال اس طرح ارشاد فرمایا اس میں میرا شک جاتا رہا اور تسلی
ہو گئی اگر اب ان کا اس طرح کا حال جیسا آپ فرماتے ہیں ہو تو کیا
عجب ہے اب تو مکان کو جاتا ہوں عصر حاضر ہونگا، یہ کہہ کر مولوی صاحب
تو چلے گئے وقت عصر کے پھر آئے اور بعد فراغ نماز کے حضرت نے ان
لوگوں کو اپنے پاس بٹھا کر پوچھنا شروع کیا ہر ایک نے اپنا اپنا
جدا ایک حال عجیب و غریب بیان کیا کسی نے کہا میں نے حضرت سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار فیض آثار دیکھا اور کسی نے کہا کہ میں نے
بہشت دیکھی اور اس کے انہار اشجار اور اثمار کا عجیب و غریب بیان

بیان کیا کرتے والے حیران تھے کہ یہ شخص کہاں کا بیان کرتا ہے، اور
کسی نے کہا میں آسمان پر گیا اور وہاں کے عالم کا عجیب و غریب بیان کیا، خیر
جب اسی طرح سے ایک نیا واقعہ ہر ایک بیان کر چکا تب آپ نے مولوی سید
محمد علی صاحب سے کہا کہ ملا تم نے ان لوگوں کی باتیں سنیں اور شکر کرنے لگے
کہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، پھر حضرت نے ایک
گھڑا کہ اس میں شیرینی دھری تھی منگایا اور کوئی دو سیر مجھکو دی اور اسی قدر مولوی
صاحب کو عنایت کی، مولوی صاحب تو اپنی شیرینی رومال میں باندھ کر اپنے گھر
لے گئے اور میری مٹھائی اسی جگہ چند یاروں آشناؤں نے لوٹ کھائی **حکایت**
ایک بار حضرت امیر المومنین علیہ الرحمت نے روز جمعہ کے سید محمد یعقوب صاحب
سلمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ آج خطبہ بھی تم ہی پڑھو اور نماز بھی تمہیں پڑھاؤ
اس ایام مبارک فرجام میں سید محمد یعقوب صاحب کا سن تخمیناً چودہ پندرہ
برس کا ہوگا، اور کہا اگر خطبہ تم کو یاد ہو تو خیر والا دیکھ کر ابھی سے یاد کر لو
انہوں نے عرض کی کہ خطبہ مجھکو یاد ہے اور پھر بھی دیکھ لونگا، آپ خاموش
رہے، پھر جب وقت نماز کا آیا آپ نے ان سے فرمایا، انہوں نے
خطبہ پڑھا پھر نماز پر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھانے لگے بعد فراغ
نماز کے آپ نے ان سے پوچھا کہ نماز پڑھانے میں تمہارا کیا حال

تھا، انہوں نے عرض کی کہ رکعت اول میں تو کچھ دیر پیروں پر رعشہ سا واقع ہوا مگر پھر آپ ہی آپ جاتا رہا پھر باقی نماز میں نے اچھی طرح سے تمام کی پھر اس کے دوسرے یا تیسرے دن حضرت علیہ الرحمۃ مسجد کی چھت پر اکیلے بیٹھے تھے اور زینہ پر عبدالرحیم کاندھلہ والے بیٹھے تھے آپ نے اُن سے فرمایا کہ حاجی عبدالرحیم صاحب کو بلا لو، وہ حاجی صاحب ولایتی تھے اور بعضے وقت حضرت علیہ الرحمۃ اُن کو دادا عبدالرحیم کہتے تھے، پھر انہوں نے بلا لیا وہ جاکر حضرت کے پاس بیٹھے وہاں اُن سے اور حضرت سے جو باتیں ہوئیں مجھکو نہیں معلوم، پھر کچھ دیر میں واسطے کسی کام کے میں بھی وہیں جاکر حاضر ہوا اور آپ کے پاس بیٹھا، اس میں حاجی صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ مجھ سے محمود نو مسلم اور حاجی عمر ولایتی نے پوچھا کہ اب کی جمعہ کو سید محمد یعقوب صاحب سے نماز کیوں نہیں پڑھوائی فقط اتنا ہی کلام حاجی صاحب کرنے پائے، آپ نے ان سے فرمایا کہ حاجی صاحب مجھکو میرے پروردگار کی طرف سے الہام ہوا کہ تو سید محمد یعقوب کو تعلیم دے، میں نے عرض کی الہی تعلیم کرنا تیرے اختیار میں ہے تیرا ہی تعلیم کرنا صحیح ہے، پھر میرا ارادہ یہ ہوا کہ پہلے میں ان سے نماز جمعہ کی پڑھواؤں مگر یہ بھی خدشہ دل پر گزرا کہ وہ ابھی کم سن ہیں ایسا نہ ہو کہ نماز پڑھانے

میں لغزش کھا جاویں کہ نماز میں کچھ خلل واقع ہو' پھر جناب باری عزاسمہٗ
سے یہ ارشاد ہوا کہ اس بات کا تو اندیشہ کیوں کرتا ہے دل تو ہمارے
قبضہ میں ہے بے حکم ہمارے لغزش نہ ہوگی' میں نے جانا کہ اس امر کا اس
طرف بھی اشارہ ہے' اس سبب سے نماز پڑھنے ان کو کھڑا کیا اور اب
میرے دل میں یہ بھی آتا ہے کہ ان سے کہہ دوں کہ میں جس وقت حاضر
نہ ہوں یا دور گیا ہوں تو امامت لوگوں کی تم کیا کرو اور کبھی کبھی میرے
روبرو بھی جب میں کہوں نماز تمہیں پڑھایا کرو' پھر بعد اس کے آپ نے
ایسا ہی کیا یعنی سید محمد یعقوب صاحب کو نماز پڑھانے کی اجازت دی
اور اُنہوں نے بارہا روبرو آپ کے اسی مسجد میں امامت لوگوں کی کرتے تھے

قصہ اجرائے حکم سفر حج اور اس کی روانگی کا

ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ بات تنہا بعد نماز اشراق کے اپنے تکیہ کی مسجد کی
چھت پر بیٹھے تھے اور عبدالرحیم صاحب کاندھلہ والے چھت کے زینہ پر تھے
آپ نے آواز دی کہ یہاں کوئی حاضر ہے وہ بولے کہ میں حاضر ہوں' آپ
نے فرمایا کہ جو کوئی نیچے ہوں ان کو یہاں بھیج دو' انہوں نے زینہ پر سے
مجھکو دیکھ کر کہا کہ حضرت بلاتے ہیں تم بھی آؤ اور جو صاحب اور ہوں
اُن سے بھی کہہ دو' بعد کئی شخصوں سے میں نے کہہ دیا' اور میں سب سے

پیشتر آپ کے پاس جاکر حاضر ہوا' اُس وقت آپ مسجد کی چھت کی منڈیر پر کر گھٹنوں سے کچھ بلند ہو گئے دونوں ہاتھ ٹیکے ہوئے کسی بلندی کی طرف دیکھ رہے تھے' پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ دین محمد خواب تمہارا مبارک ہو' میں نے عرض کی کہ کون سا خواب' فرمایا جو بیت اللہ شریف جانے کا جو تم نے کئی مہینے ہوئے دیکھا تھا' سو خدا الٰہی سے مجکو الہام ہوا کہ تو پہلے حج کو جاؤ وہاں سے آکر جہاد کو جانا اور اُس وقت آپ کے پاس وہاں حاجی عبدالرحیم پیر محمد یاسین بریلی والے اور مولوی قاسم پانی پتی اور حاجی عبداللہ اکبرآبادی اور کئی صاحب اور بھی حاضر تھے اُن کے نام یاد نہیں' آپ نے ان سب سے از روئے خوشی کے کہا کہ بھائیو اب اپنے اپنے سامان کی تیاری کرو' حاجی عبدالرحیم صاحب نے عرض کی کہ آپ تو سفر ہجرت (جہاد) کی تیاری میں تھے یہ بیچ میں کیا معاملہ آگیا' آپ نے فرمایا کہ منظور الٰہی یوں ہی تھا اس میں بڑی حکمت اور اسرار الٰہی کے معاملات ہیں کسی وقت ہم تم سے اس کا بیان کریں گے' پھر آپ چھت سے اتر کر یہی باتیں حج کی جانے کی کرتے ہوئے اپنے دولتخانہ میں تشریف لے گئے' اور ہم لوگوں میں سفر حج کی بشارت سن کر نہایت خوشی ہونے لگی کہ مراد دل کی پوری ہوئی اور اپنے اپنے مکان میں جاکر سب کو یہی بشارت سنائی ہر ایک کو

کمال خوشی حاصل ہوئی، پھر کئی روز کے بعد آپ نے ارادہ کیا کہ شاہجہان آباد
اور پھلت سہارنپور، رامپور، بانس بریلی وغیرہ کے مریدوں معتقدوں کو
واسطے اعلام حج کے چند خطوط بھیجیں کہ نیت ہماری پہلے سفر ہجرت کی تھی
مگر اب مرضی الٰہی یہی ہے کہ پہلے حج کو جاویں، سو جن بھائیوں کو ارادہ
واسطے ادائے حج کے ہمارے ساتھ چلنے کا ہو یہاں آکر حاضر ہوں، پھر
آپ نے واسطے لکھنے خطوط کے کاتب تلاش کیا، آپ کی مرضی شریف کے موافق
نہ ملا، آپ نے سید زین العابدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ جو آپ کے بھانجے
سید احمد علی صاحب کے بیٹے ہیں فرمایا کہ تم خط لکھو، انہوں نے عذر کیا
کہ آپ تو جانتے ہیں مجھکو اس میں مہارت نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ اب تو
جس طور سے ہو سکے تم ہی لکھو، انہوں نے پھر وہی عذر کیا، آپ نے فرمایا
کہ ہمارے پاس آؤ جس طرح سے ہم تم کو بتاتے جاویں اس طرح تم
لکھتے جاؤ، پھر قلم دوات کاغذ لے کر وہ آئے، آپ نے ان کے واسطے دعا
کی اور فرمایا کہ دعا میری اللہ تعالیٰ وتقدس نے مستجاب کی انشاء اللہ تعالیٰ
تم کو خط لکھنا آجاویگا، پھر الگ بٹھا کر ان سے آپ نے مسودہ کرانا شروع
کیا کئی روز کے اندر وہ باخوبی لکھنے لگے، پھر تمام خطوط جو حاجت تھی
ان سے لکھا کر آپ نے جابجا ارسال فرمائے اور مضمون خطوں کا یہ
تھا کہ ہم واسطے ادائے حج کے بیت اللہ شریف کو جاتے ہیں جن

صاحبوں کو ہجرت کرنا منظور ہو ان کو اپنے ہمراہ لاؤ مگر ساتھ اس شرط
کے کہ ہمارے پاس نہ کچھ مال ہے نہ خزانہ محض اللہ تعالیٰ پر توکل
کرکے جاتے ہیں اور ہم کو اُس کی ذات پاک سے اُمید قوی ہے کہ وہ
اپنے کرم و فضل سے ہماری مراد پوری کریگا اور جہاں کہیں رستے میں
واسطے حاجت ضروری کے خرچ نہ ہوگا وہاں ٹھہر کر ہم لوگ محنت مزدوری
کرینگے جب باخوبی خرچ جمع ہوگا تب وہاں سے آگے کو روانہ ہونگے اور
جو عورتیں اور مرد ضعیف قابل مزدوری کے نہوں گے وہ اپنے ڈیروں
کی نگہبانی پر رہینگے اور اُس خرچ میں کمانے والے اور ڈیروں میں رہنے
والے سب شریک ہونگے اور اسی مضمون کے خطوط مولانا عبدالحئی صاحب
کو قصبہ برہانی میں اور بلدۂ دارالخلافت دہلی میں مولانا محمد اسماعیل صاحب
کو اور پھلت میں مولوی وحید الدین صاحب اور اُن کے بھائی حافظ
قطب الدین صاحب اور اُن کے والد حافظ معین الدین صاحب کو اور
مولوی وجیہ الدین صاحب اور حافظ عبدالرب صاحب اور حکیم مغیث الدین
صاحب اور اُن کے بھانجے شہاب الدین وغیرہ کو لکھے اور حکیم مغیث الدین
صاحب بڑے طبیب حاذق اور بڑے دیندار اور متقی و پرہیزگار اور
صاحب اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ اور بڑے عابد زاہد صاحب
تاثیر اور بڑے نامی خلیفوں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے سے

تھے، اُنھیں حکیم صاحب ممدوح کے خلف الصدق فرزند سعادتمند متصف باوصاف حمیدہ اور موصوف باخلاق پسندیدہ حکیم مشتاق احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اب سہارنپور کے آقائے نامدار دولتمدار حضور پرنور دام اقبالہ کی سرکار فیض آثار میں ملازم ہیں اور ایک خط ملا دوندے کو بھیجا تھا جس طرح حکیم صاحب موصوف کی ذات بابرکات سے سہارنپور والوں کو ہدایت ہوئی اسی طرح ملا دوندے کے سبب سے اطراف اور نواح سہارنپور میں بے شمار لوگوں کو ہدایت ہوئی، پھر بعد چند روز کے جواب باصواب ان خطوں کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور مضامین اشتیاق آگیں ان کے یہ تھے کہ آپ کا بشارت نامہ ہدایت شمامہ آیا اور نہایت معزز و ممتاز اور خوشدل اور سرفراز فرمایا اور کیفیت فیض طویت جو اس میں درج تھی دریافت ہوئی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب آپ کی خدمت سراپا برکت میں ہم لوگ حاضر ہوتے ہیں اور موافق ارشاد ہدایت بنیاد حضور پرنور موفور السرور کے جو صاحب عازم بیت اللہ شریف کے ہونگے ان کو اپنے ساتھ لاوینگے، بعد اس کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے واسطے سفر باظفر کالپی پورکے کوئی پچاس ساٹھ آدمیوں سے تیاری کی، پہلے روز تکیہ شریفہ سے روانہ ہوئے وہاں سے چھ سات کوس پہ ایک بستی میں کہ نام اس کا بھوا ہے ایک پالن

والی لکھنؤ اتری تھی، جب آپ مع رفقا وہاں پہنچے اور وہاں سے آگے
کا ارادہ کیا تب اس تپالن کے مسلمان لوگوں نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کو
آگے نہ جانے دیا اور سب نے مل کر آپ کی ضیافت کی اور اکثر لوگ آپ کے
دست مبارک پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور بعض لوگوں مستقیم جان
مولیش والے بھائی مہربان خاں کی تیر و کمان باندھے ہوئے تھے مگر
وہ چند ماہ پیشتر سے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تھے، پھر اگلے روز
بعد نماز فجر کے وہاں سے بہری پور کے لوگ جو بیسواڑے میں تھے اپنی بستی کو
لے چلے موسم گندہ بہار کا تھا اور مینہ برستا تھا، حضرت علیہ الرحمۃ سب
لوگوں کو لیکر آگے بڑھ گئے اور کچھ دن رہے سے بہری پور میں جاکر داخل
ہوئے اور حاجی عمر ولایتی اور ایک میں اور ایک گاڑی بان یہ پانچ آدمی
گاڑی پیچھے رہ گئے اور رات ہو گئی اور مینہ برستا تھا اور رستہ بھی بھول گئے
اس وقت یہ نہیں معلوم تھا کہ رستہ کہاں ہے اور بہری پور کس طرف اور
کتنی دور ہے گاڑی بان بہت گھبرایا کہ ایسا نہ ہو کہ چور یا ٹھگ گاڑی
اور بیل چھین لیجاوے تو بڑی قباحت ہو اس عرصہ میں ایک طرف
حضرت علیہ الرحمۃ کی اللہ اکبر کی آواز سنائی دی ہم لوگوں کو یہ گمان
ہوا کہ شاید حضرت علیہ الرحمۃ بھی رستہ بھول گئے ہیں ہم چاروں

آدمی گاڑی سے اُتر کر پیدل چلنے لگے اور گاڑیبان نے اُسی آواز کی طرف گاڑی ہانکی، کوئی آدھ کوس چل کر ٹھہر گیا اس عرصہ میں وہاں دوسری آواز حضرت علیہ الرحمۃ کی ہم سب نے سنی کہ اس طرف چلے آؤ، پھر ہم چاروں آدمی وہیں گاڑی کے پاس کھڑے رہے اور وہ گاڑیبان اسی آواز کے سامنے اکیلا روانہ ہوا کوئی دو سو قدم گیا ہوگا وہاں بریپور کا رستہ ملا، پھر وہاں سے وہ پلٹ آیا اور اُسی طرف گاڑی کو ہانکا اور اُسی رستے میں گاڑی لے کر چلا کوئی تین چار گھڑی رات گئے گاڑی لیکر ہم سب بریپور میں پہنچے وہاں ایک آدمی سے پوچھا کہ یہاں کوئی آج مسافر لوگ بھی اُترے ہیں، اس نے کہا ہاں تکیہ کے سید صاحب فلانے مکان پر آج کچھ دن رہے سے اُترے ہیں، پھر ہم لوگ وہیں گاڑی لے کر جا داخل ہوئے، وہاں ہمارے واسطے بھی جگہ لوگوں نے لے رکھی تھی، ہم چاروں شخصوں نے وہاں کمر کھولی پھر حاجی عبدالرحیم صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس گئے ان کے بعد میں بھی جا کر وہیں حاضر ہوا، آپ نے پوچھا کہ حاجی صاحب آج تو رستہ میں خوب ہی بھٹکے ہوگے، انہوں نے تمام رستہ کی سرگذشت آپ کے روبرو عرض کی اور کہا کہ دوبار دو جگہ راستہ میں ہم سب نے آپ کی آواز سنی یہ کیا معاملہ تھا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی

نے ساتھ خیر دعا نیت کے تم کو یہاں پہنچایا اب اس معاملہ کے معلوم
کرنے سے کیا غرض، یہ سُن کر حاجی صاحب خاموش ہو رہے، پھر رات
بھر وہاں رہے، بہت شخصوں نے وہاں کے آپ کے دست مبارک پر
بیعت کی، پھر صبح کو وہاں سے چند لوگ موانئیں میں لے گئے وہاں بہت
لوگ آپ کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے، پھر اگلے دن لوگ
آپ کو وہاں سے ریخیت پردے بدلہ رن بیر میں لے گئے وہاں بھی
بہت لوگ مرید ہوئے وہاں رات ٹھیرہ کر اگلے دن ہرکی میں
لے گئے وہاں رجب خاں وغیرہ بہت صاحب نے بیعت کی ایک رات
رہ کر وہاں سے کانپور کو تشریف لے گئے اور کانپور میں منڈرو صاحب
فرنگی کی بی بی ہندوستانی تھی اس کے مکان پر جا کر آپ اُترے اور
وہاں اُترنے کا سبب یہ ہوا کہ جب ایک بار اس سے پیشتر آپ کانپور
کو تشریف لے گئے تھے تو چھاونی میں اُترے تھے شہر میں آنے کا کم
اتفاق ہوا تھا اور منڈرو صاحب کی بی بی آپ کے دیدار فرحت آثار
کی کمال مشتاق اور آرزو مند تھی اور کئی بار اُس نے اپنا آدمی بھیج کر
آپ کو بلایا مگر آپ نے حیلہ بہانہ سے ٹالدیا اور وہاں نہ گئے اور تکیہ
شریفہ کو تشریف لائے وہاں جناب الٰہی سے آپ کو الہام ہوا کہ
ہم نے منڈرو کی بی بی کی ہدایت تجھ پر موقوف رکھی ہے اور تو

وہاں سے چلا گیا، اب یہاں سے پھر جا اور اس کو ہدایت کر، آپ نے
پھر کانپور جانے کا ارادہ کیا، اس عرصہ میں اُس عورت نے اپنے،
لیپالگ کے خاوند مرزا عبدالقدوس کشمیری کو آپ کے بلانے کو بھیجا
پھر آپ ان کے ساتھ کانپور کو تشریف لے گئے اور منڈرو صاحب کی بی بی
کے مکان پر اُترے اور مرزا عبدالقدوس سے کہا کہ ہم کو کوئی جگہ بتادو وہاں
ہمارے آدمی کھانا پکالیا کریں، انہوں نے عرض کی آپ کے آدمی کیوں
تکلیف کرینگے کھانا ہمارے یہاں پکا کریگا، آپ نے فرمایا کہ ہم اپنا ہی
کھانا پکوا دینگے، مرزا صاحب آپ کا عذر سمجھ گئے کہ آپ منڈرو کی بی بی
کے گھر کا کھانا نہ کھاوینگے، پھر آپ کو ایک گوشہ میں لیجاکر عرض کی
کہ میرا کار دیار تمام جدا ہے ان کا اس میں کچھ علاقہ نہیں ہے میں سوداگری
کیا کرتا ہوں میرا روپیہ تجارت کا ہے اور جو کچھ روپیہ نقد یا کوئی اسباب وہ
اپنے بیٹے کو دیتے ہیں وہ اُن کے بیٹے کے پاس جدا رہتا ہے اُس نقد اور
مال سے مجھکو کوئی غرض نہیں، آپ نے فرمایا کہ خیر اگر یہ بات ہے تو کچھ
مضائقہ نہیں تمہیں اپنے یہاں سے پکوانا اور ایک روز اپنی ساس کی
طرف سے دعوت کی پھر اور جا بجا شہر میں لوگوں کی یہاں دعوتیں
ہونے لگیں، مرزا صاحب کی نوبت کھانے کی نہ آئی، پھر ایک روز
منڈرو کی بی بی کوئی چار نہر ار مد لے نقد آپ کو دینے لگی کہ یہ

آپ کی نذر ہیں، آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم کو روپیوں کی کچھ حاجت نہیں انشاءاللہ تعالیٰ حج سے آ کر جب جہاد کو چلیں گے تب جیسا کچھ مناسب ہوگا تم سے کہہ دیوینگے، پھر اس نے کہا کہ میں نے یہ اپنا مکان جو میری ملک ہے آپ کی نذر کیا اور وہ بڑا مکان عالیشان لمبا چوڑا کوئی بیس چالیس ہزار روپے کا ہوگا، آپ نے فرمایا کہ ہم اس کو لے کر کیا کریں ہم حج کو جاتے ہیں اپنا ہی مکان چھوڑ جاوینگے، اُس نے کہا اب تو میں آپ کی نذر کر چکی آپ جو چاہیں سو کریں، آپ نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو یہ مکان ہماری طرف سے اپنے داماد مرزا عبدالقدوس کو دو، پھر اس نے وہ مکان مرزا صاحب موصوف کو دے دیا اور جب تک کانپور میں آپ نے قیام فرمایا اُسی مکان میں رہے اور منشی رد صاحب کی بی بی اور اُس کے دولیپا لگ لڑکیوں اور دولیپا لگ لوگوں نے اور مرزا عبدالقدوس نے اور بہت اس محلہ کے لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور جو اس کے نوکر چاکر تھے اُنہوں نے بھی بیعت کی، پھر اکثر شہر کے شرفا اور غربا آپ کو اپنے مکانوں پر واسطے بیعت کے لیجانے لگے، شہر کے کئی ہزار آدمیوں نے بیعت کی اور وہاں شہر میں شیخ محمد تقی اور شیخ عبداللہ جو بڑے بڑے امیر کبیر تھے

اور وہ دونوں بھائی پیشتر سے حضرت کے مرید اور معتقد تھے اور کمال خاں اور امان یہ دونو چوڑا اور تھے اور یہ بھی بڑے مالدار لاکھوں روپے کے آدمی تھے اور اُن کے درمیان عداوت اور نااتفاقی تھی اور سبب اس عداوت کا یہ تھا کہ وہ دونو حضرت کے مرید اور بڑے دیندار اور پرہیزگار رہتے اور یہ دونوں بدعتی پیر پرست اور تعزیہ دار تھے اور ہزاروں لوگ شہر والے ان کے شریک اور طرفدار تھے سو کئی بار دو تین دن کے بعد منذرو صاحب کی بی بی نے صلاحاً حضرت سے عرض کی کہ آپ ان دونوں بوچڑوں کے واسطے جناب الٰہی میں دعا کریں اگر یہ دونوں آپ کی طرف آجاویں تو بسبب اُن کے ہزاروں آدمی شہر کے مشرک و بدعتی تائب ہوکر پکے مسلمان ہو جاویں کیونکہ یہ دونوں بڑے جتھے والے ہیں، پھر ایک روز آپ نے فرمایا کہ بہت خوب ہم دعا کرینگے ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، پھر کئی روز کے بعد اُس نے یہی سوال کیا، آپنے اُس کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے اُن کے واسطے دعا کی ہے اور جناب الٰہی میں مستجاب ہوئی، اب انشاء اللہ تعالیٰ وہ آپ ہی ہم کو یہاں سے اپنے مکان پر لیجاوینگے تم خاطر جمع رکھو کچھ اندیشہ نہ کرو، پھر کئی دن کے بعد کوئی پچاس ساٹھ آدمیوں کے دونوں

وہ دونوں بوجھڑ آپ کے پاس آکر حاضر ہوئے اور اپنا عذر بیان
کر کاروبار دنیاوی سے ہم کو فرصت نہیں ملی اس سبب سے آپ کے دیدار
فیض آثار سے آج تک ہم محروم رہے اور اب آپ ہمارے غریب خانہ
کے تشریف لے چلیں اور کل آپ کی دعوت ہے اور وہیں ہم بھی اور
ہمارے ان چار سو آدمی اور بھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے مرید ہونگے
آپ نے ان کی دعوت قبول کی اور فرمایا کہ تمہارے یہاں آوینگے' پھر
یہ کہہ کر وہ اپنے مکان کو گئے اور پہلے دعوت کمال خاں نے کی اور
اگلے روز بعد نماز اشراق کے کئی آدمی ان کے آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ
کو اور آپ کے لوگوں کو لے گئے اور ان کے دیوانخانے میں جا کر
بٹھایا اور کھانا کھلایا' بعد اس کے کمال خاں حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے
زنانے مکان میں لے گئے اور اپنی عورتوں کو مرید کرایا جب وہاں سے
آپ باہر دیوان خانہ میں تشریف لائے کمال خاں نے بیعت کی'
ان کے بعد کئی سو ان کے رفیقوں اور یاروں آشناؤں نے بیعت کی
اور کمال خاں نے آپ کے سامنے اسی مجلس میں اقرار کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
اپنی زندگی بھر تو کوئی فعل شرک و بدعت کے نہ کرونگا اور نہ

اپنے گھر میں کسی کو کرنے دونگا میرے بعد وہ جائیں جیسا کرینگے ویسا
پاوینگے، پھر حضرت وہاں سے اپنے مکان اقامت کو آئے، دوسرے دن اُسی
وقت الامن خاں کے یہاں دعوت ہوئی اور اُن کے لوگ آکر حضرت
کو مع رفقا لے گئے اور الامن خاں کے امام باڑے میں جاکر بٹھایا اور وہاں
سب کو کھانا کھلایا، بعد اس کے حضرت کو الامن خاں اپنے زنانے مکان
میں لے گئے اور اپنے یہاں کی تمام عورتوں کو مرید کرایا، پھر امام باڑے
میں آکر الامن خاں نے بیعت کی پھر اپنے رفیقوں اور آشناؤں کو مرید
کرایا پھر وہاں سے حضرت اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے **حکایت**
بلدہ لکھنؤ میں محمد زماں خاں نام ایک امیر کبیر کرنیل تھے اُنھوں
نے اپنے بیٹے کے بیاہ کی بڑی دھوم دھام سے تیاری کی اور اُس
کے سامان اور اسباب میں کوئی چالیس پچاس ہزار روپے صرف کیا اور
براتیوں کے کھانے کا حکم دیا کہ ہر شخص کے آگے ہر قسم کا کھانا پانچ
پانچ چھ چھ آدمیوں کا رکھا جاوے اور ہر کسی کو اجازت ہے چاہے
برات میں بیٹھ کر کھاوے چاہے اپنے گھر لیجاوے اور دولھا کے باپ
نے بڑی بڑی کسبیوں اور کشمیریوں اور بھانڈوں کے ناچی طائفوں کو
بلایا اور ہزاروں روپے کے کاغذی اور ابرک کی پھولوں کی آرائش
بنوائی اور آتشبازی منگوائی اور کئی معزز آدمی بھماٹ اپنے واسطے

واسطے لاتے حضرت علیہ الرحمۃ کے بھیجے اُنہوں نے آکر آپ کی خدمت
شریف میں عرض کی کہ محمد زماں خاں کرنیل کے بیٹے کا بیاہ ہے سو آپ
کو بھی بلایا ہے، آپ نے فرمایا کہ یہاں غربا لوگ واسطے بیعت وغیرہ
کے اکثر اوقات آتے ہیں اس سبب سے جانے کی فرصت نہیں اور ہم وہاں
کیا نباویں گے ان کے لئے ہم اسی جگہ سے دعا خیر کرینگے خاں صاحب کو
ہمارا سلام پہنچانا اور کہنا کہ اس تکلیف سے ہم کو معذور رکھیں، آپ کی
زبان مبارک سے یہ تقریر سُن کر وہ چلے گئے اور اُسی دن وقت عصر کے
پھر آئے اور وہی پیام لائے اور وہی سوال کیا، آپ نے پھر وہی جواب
دیا، پھر وہ چلے گئے، اگلے روز کچھ دن چڑھے پھر آئے اور وہی پیغام
لائے کہ خاں صاحب نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ میرے
غریب خانہ میں ضرور قدم رنجہ فرماویں آپ کے آنے سے میرے یہاں
برکت ہوگی حضرت نے تو ان کو کچھ جواب نہ دیا مگر اس وقت مولوی
عبدالحق صاحب حافظ عبداللطیف صاحب کے بڑے بھائی اور حاجی عبدالرحیم صاحب
اور مرزا عبدالقدوس نے اُن سے کہا کہ صاحبو! تم دو روز سے حضرت
کے لینے کو آتے ہو اور آپ عذر کرتے ہیں کچھ آپ کے عذر کی وجہ
بھی سمجھتے ہو، تمہارے خاں صاحب امیر دنیادار آدمی ہیں سو سب طرح

کی بدعت اور معصیت کے کام وہاں موجود ہیں، حضرت کے لیجانے سے
کیا فائدہ، وہ لوگ سمجھ گئے اور کہا تم سچ فرماتے ہو مگر ہم اس کا بندوبست
ابھی کئے لیتے ہیں اور اپنے میں سے ایک صاحب کو خاں صاحب کے پاس بھیجا
کہ تم اس کا تعفیہ کر کے جلد خبر لاؤ، وہ گئے کچھ دیر میں پھر آئے اور حضرت
کی خدمت میں عرض کی کہ خاں صاحب نے کہا ہے کہ آپ میرے غریب خانہ
میں تشریف رکھیں گے کوئی خلاف شرع کام آپ کے روبرو نہ ہوگا، آپ
نے فرمایا کہ اگر یہ اقرار ہے تو ہم چلینگے، پھر آپ نے کئی شخصوں کو مکان
پر چھوڑا اور باقی رفیقوں کو ساتھ لیا اور ان کے ساتھ تشریف لے گئے
اور خاں صاحب مذکور کے مکان میں لوگوں کا بکثرت ہجوم تھا، ہر طرح کے
آدمی فاسق و فاجر داڑھی منڈے خلاف شرع موجود تھے اور چاندی
کے حقے اور چاندی کے خاصدان عطردان پاندان وغیرہ ظروف دھرے تھے
اور معازف و مزامیر بھی مگر اس وقت راگ ناچ موقوف تھا، وہیں
حضرت کو ایک جگہ بٹھا دیا وہاں سامان خلاف شرع کا دیکھ کر آپ کا
چہرہ مبارک متغیر ہوگیا، اس میں خاں صاحب کے آدمی عطر اور پان لائے
اور دینے لگے، آپ نے نہ لیا، محمد زماں خاں نے عرض کی کہ ارشاد ہو کہ
اور عطر اور پان منگاؤں، آپ نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں، اس عرصہ میں
مولوی عبدالحق صاحب نے ان لوگوں سے کہا جو اقرار کر کے آپ کو

لائے تھے کہ تم وہاں سے حضرت کو جو وعدہ کرکے لائے تھے یہاں یہ
کاروبار اس کے خلاف پایا یہ تم کو مناسب نہ تھا اور یہ حرکت تم
سے بیجا ہوئی پھر کچھ دیر میں آپ وہاں سے ناخوش ہوکر اٹھے اور پینس
میں سوار ہوکر چلے کوئی پچاس ساٹھ قدم جو آپ کو لائے تھے وہ ساتھ
آئے اور عذر کرنے لگے کہ حضرت میرا کچھ قصور اس امر میں نہیں ہے جو کچھ
مجھ سے خاں صاحب نے کہا تھا وہ میں نے حضور عالی میں عرض کیا آپ
نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ اپنے اقامت کو آئے، حاجی عبدالرحیم صاحب
نے مولوی عبدالحق صاحب سے پوچھا کہ بہت جلد حضرت وہاں سے تشریف
لائے، مولوی صاحب ممدوح نے وہاں سے آنے کا تمام ماجرا
تفصیل بیان کیا اور کہا کہ انہوں نے وعدہ خلافی کی اور حضرت کا
اس میں کچھ نقصان نہیں مگر انھیں کے حق میں یہ بات بے مناسب ہوئی
پھر جب مولوی صاحب یہ کلام کر چکے، حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ
مولوی صاحب اس امر میں اللہ تعالیٰ خیر کرے، مولوی صاحب نے عرض کی
کہ آپ ان کے واسطے دعا کریں، آپ نے فرمایا کہ مولانا اس امر میں دعا
میری مستجاب نہ ہوگی، پھر اسی روز بعد مغرب کے یکبارگی شہر میں
ایک شور و غل اٹھا لوگوں کو گمان ہوا کہ کہیں دھاڑ پڑا یا تھا۔

چلا، پھر کچھ دیر میں حال مفصل معلوم ہوا کہ محمد زماں خاں کرنیل کے
یہاں چھپر میں آگ لگ گئی اور بہت سامان سپاہ کا جل کر خاک ہو گیا
اور بہت اسباب ناقص ہو گیا اور آگ بجھانے میں ہزاروں روپیوں
کا مال لٹ گیا، حضرت نے سُن کر اس امر میں کچھ نہ فرمایا اور لوگ
آپس میں کہنے لگے کہ سید صاحب کو جو انہوں نے اپنی بد عہدی سے
ناخوش کیا اللہ تعالیٰ نے اسی کی سزا ان کو دی پھر اس کے اگلے دن
منڈرو صاحب کی بی بی نے مرزا عبدالقدوس کے یہاں سے جنس منگاکر
حضرت علیہ الرحمۃ کی دعوت کی، اور ان دونوں صاحبوں کے ساتھ اور
بھی آئے ان میں حضرت کے کئی خلیفہ بھی تھے چنانچہ ایک خلیفہ رحم علی اور
دوسرے خلیفہ محمد بخش اور تیسرے خلیفہ یاسین خاں صوبہ دار سوا ان کے اور
بھی معزز لوگ تھے اور دو آدمی محمد زماں خاں کے بھی واسطے عذر و
معذرت کے آئے تھے اور مسجد میں حضرت کے پاس بیٹھے تھے اور محمد زماں
خاں کی طرف عذر کرنے لگے اور کمال خاں اور امن خاں کے لوگ
ان کو الزام دینے لگے کہ تمہارے خاں صاحب کو مناسب نہ تھا کہ حضرت
سے ایسی وعدہ خلافی کی، حضرت نے فرمایا کہ ان کو کچھ نہ کہو حقیقت
میں تو بات یوں ہی ہوئی کہ ایک تو خدائے تعالیٰ کی امر منی کے کام
کر رہے تھے، دوسرے اپنے وعدہ کے خلاف کیا، تو انہوں نے

اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل کا کام کیا مگر اب کچھ کہنا نہ چاہئے پھر
لوگ دعوت کھا کر اپنے اپنے مکانوں کو رخصت ہو گئے، اس کے کئی روز
کے بعد محمد زماں خاں کے بیٹے کے جہیز کا اسباب دولہ کے یہاں پہنچایا جاتا
تھا تمام اسباب پہنچ چکا تھا کہ قضائے الٰہی سے محمد زماں خاں کے
بیٹے مر گئے اور وہاں کا نیو ربیں خلیفہ محمد بخش رفوگر کی دکان کے متصل
ایک تاکو والے کی دکان تھی اور وہ غریب آدمی بڑا نمازی تھا
کہ وہ دو چار روپے کا اسباب دکان میں رکھتا تھا اور خرچ اُس
کے گھر کا زیادہ تھا اور آمدنی کم، ایک روز خلیفہ محمد بخش اس کو حضرت
کے پاس لائے اور عرض کی کہ یہ میرا پڑوسی ہے اس کو آپ مرید کریں
آپ نے اس کو مرید کیا اور خلیفہ صاحب سے فرمایا کہ یہ تمہارے پڑوسی
ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کا نام تعلیم کیا کرنا، اُنہوں نے کہا کہ ان کے اہل و عیال
بھی اُمیدوار ہیں کہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں، آپ نے فرمایا کہ
ان کو تم مرید کر لینا پھر اُنہوں نے عرض کی کہ آپ ان کے واسطے دعا کریں
خرچ ان کا زیادہ ہے اور آمدنی کم ہے، حضرت نے ایک روپیہ ان کو دیا
اور فرمایا اس کو کبھی خرچ نہ کرنا جب تک یہ تمہارے پاس رہیگا انشاء اللہ
تعالیٰ کبھی محتاج نہ ہو گے، پھر وہ تو اپنے مکان کو گئے، وہیں خلیفہ

محمد بخش کے حقیقی بھائی حسین بخش بھی حاضر تھے اور وہ بھی نہایت محتاج اور مفلس تھے، مرزا عبدالقدوس نے ان کے لئے بھی حضرت سے عرض کی آپ نے ایک روپیہ ان کو بھی عنایت فرمایا اور کہہ دیا اس کو خرچ نہ کرنا اور ان کا نام بھی آپ نے بدل کر محمد حسین رکھا پھر یہی نام اُن کا مشہور ہوا اور تکملہ اس حکایت کا یہ ہے کہ جب حضرت کانپور سے تکیہ شریفیہ کو گئے اور چند روز میں سفر حج کا کیا اور وہاں سے حج کر کے مع الخیر آئے اور مجکو واسطے لینے ایک گھوڑے کے ملک پنجاب کو روانہ کیا جب میں کانپور میں پہنچا اور اپنے گروہ کے لوگوں سے ملا ان کی زبانی معلوم ہوا کہ جس دن سے سید صاحب زماں خاں کرنیل کے مکان سے ناخوش ہو کر اٹھ گئے تھے تب سے ان کی تباہی اور خرابی ہوتی ہے، تمام مال واسباب اور گاؤں وغیرہ نیلام ہو گئے چنانچہ پچاس ہزار روپے کے گاؤں نیلام ہو گئے، فقیر محمد خاں رسالدار نے لئے اسی طور باقی اور لوگوں نے لئے اور اب کچھ حالت امیری کی باقی نہیں ہے اور اس تماکو والے کو جو میں نے دیکھا تو بہت خوشحال پایا صدہا روپے کا آدمی ہو گیا بڑی بڑی دیگیں تلے اوپر دکان میں دھری تھیں اور صدہا روپے کی تماکو میں نے پوچھا کہو بھائی صاحب اب کیا طور ہے، انھوں نے کہا کہ یہ

حضرت کے ردیہ کی برکت کا طفیل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے
سب کچھ مجکو دیا ہے، اور اسی طور خلیفہ محمد بخش صاحب کے بھائی کا حال دیکھا
کہ دکان پر کاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور دس بارہ سنار گیران کے نوکر دوکان
وغیرہ میں رفو کر رہے تھے، اور وہاں میں جن مسجدوں میں گنتی کے لوگ نماز پڑھتے
تھے ان میں بکثرت بڑی بھاری جماعتیں ہونے لگیں اور کتنی مسجدیں نئی بن گئیں
اور صدہا لوگوں نے تعزیہ داری چھوڑ دی اور پکے مسلمان موحد ہو گئے
اور جن جن صاحبوں کے لئے حضرت علیہ الرحمۃ نے دعا کی تھی ان سب کو نہایت
خوشحال اور تنگی و افلاس سے فارغ البال دیکھا **حکایت** جب
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمت کانپور سے تکیہ شریف کو چلے اس وقت مرزا
عبدالقدوس نے اپنے ایک پیارے لڑکے کو کہ عبدالواحد نام تھا ایک
ٹٹو پر سوار کرکے آپ کے ساتھ کر دیا کہ یہاں یہ لڑکوں میں آوارہ
ہو جاویگا اور وہاں آپ کی صحبت میں رہیگا تو دین اسلام سے خبردار
ہو جاویگا، اور وہاں کانپور میں حضرت کے ہمراہ قاضی حمایت اللہ سنجاونی
کے بڑے بھائی بھی تھے وہ کانپور سے آپ کو سنجاون کو اس روز لے
گئے، اور کانپور سے خلیفہ رحیم علی صاحب کہ حضرت نے ان کو واسطے
تعلیم خلائق کے موقع ارشاد میں خلیفہ کیا تھا اور کئی آدمی اور بھی آپ

کے ہمراہ رکاب ہوئے اور اس دن کندہ مبارک کا چیتہ برس رہا تھا پھر
آپ جاکر قاضی صاحب کے مکان میں اُترے، قاضی صاحب نے دعوت کی
اور رات کو آپ وہیں رہے اور مسجد بستی کے باہر تھی، صبح کو آپ واسطے نماز
کے وہیں گئے اور بعد فراغ نماز کے حلقہ میں بیٹھے جب فارغ ہوئے مولوی
قاسم پانی پتی سے فرمایا کہ اس وقت جو لوگ حلقہ میں حاضر ہیں ان سب کے
نام کاغذ میں لکھ لو اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے سب کو بخش دیا، یہ
بشارت سن کر اُنہوں نے سب کے نام لکھ لئے اور اُس وقت حضرت
مجکو مکان پر چھوڑ گئے تھے وہ کاغذ مولوی قاسم نے لاکر میرے سامنے
پڑھا اور حال اُس کا بیان کیا اور مجھ سے ہنس کر کہا کہ تم یہاں رہ گئے
اگر وہاں ہوتے تم بھی اس بشارت مغفرت میں شریک ہوتے، یہ سُن کر مجکو
بڑا افسوس ہوا، جب حضرت وہاں سے تشریف لائے تب میں نے اپنی محرومی
کا حال حضرت سے عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ تم کو تو ہم نے یہاں چھوڑا
تھا اس بشارت میں تم بھی شامل ہو بلکہ تم نے جس کو اپنے پاس ہمارے
کام کو رکھ لیا ہو وہ بھی شامل ہے اور میرا نام بھی اسی فرد میں لکھوا دیا
اس امر میں کسی کسی نے اور بھی کہا کہ ہم بھی تو آپ کے ہمراہ ہیں، آپ
نے فرمایا اس میں میرا اختیار نہیں، پھر قاضی صاحب ممدوح حضرت کو

کو اپنے زنانے مکان میں لے گئے اور اپنی عورتوں کو مرید کرایا اور جب
آپ باہر آئے اُس وقت بستی کے بہت مزدوروں نے بیعت کی پھر
قاضی صاحب موصوف کو اپنی خلافت دی اور اُن کے لئے دعا کی اور ایک
روپیہ برکت کا عنایت فرمایا، اور قاضی صاحب بڑے خوش خلاق
اور عالی ہمت اور مہمان نواز تھے اور اسی سبب قرضدار بھی رہتے تھے۔
قاضی صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ یہاں مخنثوں کا ایک طائفہ رہتا
ہے میں ان کو اکثر وعظ و نصیحت کیا کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ ناچنا گانا
چھوڑ کر اور حلال محنت مزدوری کیا کریں مگر وہ قابو میں نہیں آتے اور
ان میں بارہ تیرہ برس کا ایک لڑکا عبداللہ بسم اللہ نام مجھ سے بہت
محبت رکھتا ہے اور اس کی نیت توبہ کرنے کی ہے مگر اُس کے اولیا اس
امر میں حارج ہیں آپ دعا کریں شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نصیب
کرے اور اس وقت اس کو بلا بھی لیا اور حضرت سے ملاقات کرائی آپ نے
اُس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور قاضی صاحب سے رخصت ہو کر چلنے لگے انہوں
نے عرض کی کہ آپ نے اس لڑکے امر میں کچھ ارشاد نہ کیا، آپ نے فرمایا
کہ آپ خاطر جمع رکھیں اس کا نام اہل ہدایت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں

لکھا ہے، یہ بشارت فیض اشارت سن کر قاضی صاحب بہت
خوش ہوئے اور کچھ نہ بولے، تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ جب
بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے اور حج کر کے مع الخیر تکیہ شریفہ پر تشریف
شریف لائے، اس وقت قاضی صاحب موصوف عبد اللہ بسم اللہ کو ہمراہ لیکر آپ
کی ملاقات کو آئے، بعد کئی روز کئی ہیجڑے دوڑے آئے اور حضرت کے
پاس فریاد کی کہ ہمارا لڑکا قاضی صاحب کے ساتھ چلا آیا ہے سو ہم کو
ملجاوے، آپ نے قاضی صاحب سے ملاکر فرمایا کہ یہ لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں وہ
لڑکا آپ کے ساتھ کیوں آیا ہے، انہوں نے کہا وہ لڑکا تو اکثر اوقات
میرے ساتھ رہا کرتا ہے میں نے دین اسلام اس کو تعلیم کیا ہے، آپ نے
ان لوگوں سے کہا کہ اس کو راضی کرو اگر تمہارے ساتھ جاوے لیجاؤ، پھر
وہ اس کو سمجھانے لگے، اس نے کسی طور نہ مانا، پھر وہ سب بریلی کے ہیجڑوں
کے پاس گئے اور اپنا ماجرا بیان کیا اور کہا اس کی کوئی تدبیر بتاؤ کہ وہ
ہم کو ملے، جو ان ہیجڑوں کا سردار تھا اس نے کہا کہ جن روزوں
یہ سید صاحب لکھنؤ سے آئے تھے وہاں سے ہماری برادری والوں نے ہم کو
خط لکھا تھا کہ تمہارے یہاں کے سید صاحب ہمارے طائفہ کے چار
آدمی پھسلا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں سو کسی طور سے ان کو ہمارے

پاس پہنچو، پھر میں اپنے دیدار بخش کو ساتھ لے کر تکیہ پر سید صاحب کے پاس
گیا اور ان چاروں کا حال پوچھا، آپ نے کہا کہ وہ تو چاروں آدمی یعقوب
خان رسالدار کے مکان پر ہیں وہاں جاؤ اور اُن کو سمجھاؤ اگر مانیں تو ان کو
اپنے لوگوں میں پہنچا دو، سو ان کو تو وہاں جا کر کون سمجھاتا، ہمارے
دیدار بخش کو بھی اُنہوں نے ہم سے جدا کرالیا، حاصل کلام یہ ہے کہ اپنے اس
لڑکے سے ہاتھ اُٹھاؤ اور جلد چلے جاؤ نہیں تو کسی اور کو تم میں سے دل
پھیر کر تم میں سے جدا کرلینگے، یہ بات سن کر چپکے سے اُنہوں نے اپنا رستہ
لیا، پھر عبداللہ بسم اللہ حضرت علیہ الرحمت کے ساتھ رہا، یہاں تک
کہ جب آپ ہجرت کر کے ہندوستان سے واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے
ولایت افغانستان کے نوشہرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں سے پہلا
چھاپہ اکوڑی میں پہنچا، عبداللہ بسم اللہ کے پاس کوئی سلاح نہ تھا جو کچھ جناب
کیتی کے ہیں اُنہوں نے اپنی بہت عمدہ ایک برچھی دی اس برچھی سے
اس چھاپے میں عبداللہ بسم اللہ نے پانچ یا چھ سکھوں کو مار کر سلامت
سب غازیوں کے ساتھ نوشہرہ میں حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت
بابرکت میں آ کر حاضر ہوا اور جنگ سیدو میں بھی شریک تھا، پھر
جب حضرت علیہ الرحمت پنجتار کو گئے اور بعد چند روز کے اکثر مجاہدین

ہمارے بیمار ہو گئے اسی بیماری میں عبداللہ نسیم اللہ فوت ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون، پھر پنجتارہ سے حضرت کوچ کر کے کوڑی میں تشریف لے گئے اور وہاں ایک یا دو مقام کئے، بہت شرفا اور غربا نے اس بستی کے بیعت کی، اور وہیں کوڑی میں شب اول کو قریب آدھی کے میں اور حاجی عظیم ولایتی دونوں پہرے پر بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ دو آدمی چلے آتے ہیں، میں نے کہا کون ہے انہوں نے میری آواز پہچان کر کہا السلام علیکم میں نے کہا وعلیکم السلام اور جانا کہ شیخ ولی محمد اور شیخ عبدالحکیم پھلتی ہیں، حضرت علیہ الرحمت سوتے تھے اس آواز سے جگ پڑے اور پوچھا کون ہے، میں نے عرض کی کہ شیخ ولی محمد اور شیخ عبدالحکیم ہیں، پھر ان دونوں صاحبوں نے حضرت سے سلام علیک کر کے مصافحہ کیا آپ نے پوچھا کہ تم دو ہی صاحب آئے ہو یا اور بھی کوئی ہے انہوں نے کہا اس وقت تو ہم ہی دو ہیں ہم مولانا عبدالحئی صاحب کے قافلہ کے ساتھ ناؤ پر آئے تھے جب ناؤ کا بور کے گھاٹ پر لگی وہاں کے لوگوں نے مولانا صاحب سے کہا کہ سید صاحب آئے تھے سو تشریف لے گئے ہم لوگوں نے بیعت تو کر لی اور کچھ آپ نے فرمایا وہ سنا اب آپ دو چار روز رہیے اور وعظ فرماویں، پھر مولانا صاحب نے منظور کیا

آدمیوں سے وہاں ٹھہر گئے، ہم دو تو یہاں آپ کے پاس آئے پھر
وہاں سے جہان آباد قریب تھا وہاں گئے وہاں بھی بہت لوگوں نے
بیعت کی، پھر اگلے روز وہاں سے چل کر موضع کجھوے میں رہے، پھر اگلے
دن وہاں سے فتحپور کو گئے وہاں پرانا پختہ ایک مکان وسیع بڑا
تھا اس میں شام کو جا کر اُترے، پھر ہم لوگ کارواں سرائے کھچڑی
پکوالئے وہی سب نے کھائی، وہاں رات کو تکرار آپ نے کئی بار یہی فرمایا
کہ ان شاءاللہ تعالیٰ کل کے روز مولانا عبدالحیٰ صاحب کشتی پر ہم سے ملاقات
کرینگے اور اس وقت تک مولانا صاحب کا کسی کو پتہ بھی نہ معلوم تھا کہ کہاں پر
ہیں، پھر اگلے روز فتحپور سے روانہ ہوے گنگا پر جا پہنچے اور ناؤ پر سوار
ہو کر اس پار کو چلے، اس عرصہ میں یکایک مولانا صاحب ممدوح کی
ناؤ نمودار ہوئی، بیچ دھار میں دونوں ناویں مل گئیں وہیں ملاقات
ہوئی پھر دونو ناویں دلمؤ کے گھاٹ پر جا لگیں سب لوگ اتر کر
اس پار گئے وہاں ایک رئیس عبدالصمد نام رہتے تھے ان کی مسجد میں
حضرت اُترے اور کھانا پکانے کی تدبیر کرنے لگے، اس میں عبدالصمد نے
آکر عرض کی کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپ کھانا نہ پکوا دیں
پھر دال چاول اُنھوں نے پکوائے مگر کھانا تھوڑا اور آدمی

بہت تھے، انہوں نے آپ سے عرض کی کہ میرے یہاں پکانے کے
برتنوں کی قلت ہے، پہلے آپ آدھے لوگوں کو کھلا دیں باقی لوگوں
کو انھیں برتنوں میں پکا کر پھر کھلا دینگے، آپ نے فرمایا کہ یہ جو
کھانا پکا ہوا تیار رہے یہ ہم کو حوالہ کردو ہم لوگوں کو تقسیم کردیں پھر
جو کمی پڑیگی ہم تم سے کہہ دینگے، انہوں نے کئی بار انکار کیا، آپ نے نہ مانا
آخر کو انہوں نے وہ کھانا اور رکابیاں آپ کے پاس لائے، آپ نے
ہم لوگوں سے فرمایا کہ رکابیوں میں چاول نکال کر انھیں پر تھوڑی
تھوڑی سی دال بھی دھردو اور ایک ایک رکابی ہم سب کو تقسیم کردو
پھر ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا، اس کھانے میں جتنے لوگ تھے سب کھا کر آسودہ
ہوگئے اور کچھ کھانا بچ رہا، عبدالصمد آکر عذر کرنے لگے کہ کھانا تھوڑا
تھا آپ کے لوگ بھوکے رہے، آپ نے فرمایا کہ سب نے شکم سیر ہوکر کھایا
بھوکا کوئی نہیں رہا اگر آپ کو شک ہو تو لوگوں سے پوچھ کر دریافت کرلیں
انہوں نے کہا پوچھنے کی کیا حاجت آپ کی دعا سے سب لوگ آسودہ
ہوگئے اور کھانا تو بظاہر تھوڑا ہی تھا پھر آپ عبدالصمد سے بہت خوش
ہوئے کہ تم نے ہم لوگوں کی بہت خدمت کی اور ہم تمہارے لئے دعا
کرینگے اور ایک روپیہ برکت کا آپ نے ان کو عنایت کیا اور کہہ دیا
کہ اس کو کبھی خرچ نہ کرنا اللہ تعالیٰ اس میں برکت کریگا پھر

اگلے دن آپ وہاں سے روانہ ہوئے، قبل نماز ظہر کے تکیہ پر پہونچے
تمام ہوئے حالات سفر کانپور کے، جب حضرت علیہ الرحمۃ سفر کانپور سے
سے تشریف لائے اور آپ کے ساتھ مولانا عبدالحئی صاحب بھی ساتھ اپنے
قافلہ کے آئے، یہ حال دیکھ کر حضرت کے عزیز و اقربا اور مرید وغیرہ
آپس میں باتیں کرنے لگے کہ سید صاحب جو کہتے تھے کہ ہم بیت اللہ
کو واسطے حج کے جاوینگے سو یہ بات سچ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ مولانا
عبدالحئی صاحب اتنے لوگوں سے ارادہ کرکے آئے ہیں پھر ایک روز
حضرت نے مولانا عبدالحئی صاحب سے پوچھا کہ آپ تو اپنا قافلہ لے کر آگئے
اور بھی کسی کے آنے کا حال آپ کو معلوم ہے کہ وہ کب آوینگے، مولانا
صاحب نے عرض کی کہ آنے والے تو بہت لوگ تھے اور مجھ سے کہتے تھے کہ
آپ کے ساتھ ہم بھی چلیں گے، مینے اپنے دل میں خیال کیا کہ جبتک میں
کوچ نہ کرونگا یہ لوگ اسی طرح لیت و لعل میں رہینگے اور جلد اپنے گھر
سے باہر نہ نکلیں گے پھر میں کوچ کرکے اتنے لوگوں سے چل کھڑا ہوا سو
انشاء اللہ تعالیٰ یقین ہے کہ اب وہ بھی چلے ہونگے یا اب چلیں مگر
آویں گے ضرور، آپ نے فرمایا کہ اب مولانا صاحب آپ جلد اسی
طرف جا بجا لوگوں کو خط لکھ کر اطلاع کریں کہ جن صاحبوں کو

کو ہمارے قافلہ کے ساتھ چلنا منظور ہو وہ جلد آ جاویں اور جو آنے
میں دیر کرینگے تو ہم یہاں سے کوچ کر کے چلدینگے پھر پیچھے سے جس
کو آنا ہوگا چلے آوینگے جہاں کہیں ملینگے وہاں سے ہمارے قافلہ کے شامل
ہو جاویں گے مگر انہیں شرطوں کے ساتھ جو اول خط میں ہم نے لکھی ہیں
اس میں لوگ جو آویں ایک سے ہزاروں تک سب کو ہم لے چلیں گے اور جن کو
وہ شرائط منظور نہوں وہ ہرگز نہ آویں پھر مولانا صاحب ممدوح
ایسے مضمون واحد کے بہت سے خط اپنے وطن کے اطراف اور نواح وغیرہ
کے لوگوں کو لکھے اور میاں محمد شیخ لاسی والے کو وہ خطوط دے کر روانہ
کیا اور ادھر حضرت علیہ الرحمۃ اپنی برادری والوں کو ان کے مکانوں میں جا
جا کر دعوت حج کرنے لگے کہ تم بھی ہمارے ساتھ بیت اللہ شریف کے چلنے
کی تیاری کرو وہ لوگ تو اول ہی سے آپ کے حج کے جانے کا ارادہ سُن کر
آپس میں قیل وقال کرتے تھے اور ہنستے تھے جب حضرت اس امر کی ترغیب دینے
لگے کہ ہمارے ہمراہ تم بھی چلو تو وہ بالمشافہہ کہنے لگے کہ جو لوگ ہندوستان
مالدار اور صاحب مقدور ہیں اور ادا کرنا حج ان پر فرض ہے بعضے علماء
انہیں پر حج فرض ہونے میں اختلاف کرتے ہیں کہ جیسے واسطے ادائے حج
کے زاد راحلہ شرط ہے ایسے ہی امن راہ بھی شرط ہے سو امن کا یہ حال
ہے کہ بے سواری جہاز کے وہاں جانا محال ہے اور دریا میں خوف تلف جان
اور مال دونوں کا متصور ہے اس لئے اہل ہند پر ادائے حج فرض نہیں ہے

اگرچہ کیسا ہی نہ رد ارہو اور آپ کے پاس تو ایک روز کا بھی خرچ موجود نہیں ہے، باوجود اس بے سروسامانی کے جو آپ خطوط بھیج بھیج کر دور دور سے لوگوں کو واسطے سفر حج کے بلاتے ہیں اور ہم سے بھی فرماتے ہیں، شاید کہ اپنے ساتھ ان کو بھی خراب اور حیران کرینگے اور ہم تو تمہارے ساتھ نہ جاویں گے اگر تم جاتے ہو تو ہماری بہنوں، بھاجوں وغیرہ کو اپنے ساتھ لے جا کر نہ تباہ کرو۔ آپ اُن سے کہتے تھے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ ہم اور تم ساتھ ہی ہونگے۔ رستے میں چل کر دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو کس طرح اپنی قدرت اور عنایت سے کھانا پینا پہنچاتا ہے اور اپنی طرح طرح کی نعمتوں سے پرورش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے یہ یقین کامل ہے کہ ہم سب اپنے عاجز و محتاج بندوں کو یہاں سے حرمین شریفین کو بآرام تمام پہونچا دے گا اور پھر وہاں سے ساتھ خیر و عافیت کے یہاں لا دیگا اور اسی طرح کے کمالات ہدایت آیات کر کے ان صاحبوں کو دو یا پونے دو مہینے تک سمجھایا کئے مگر اُن لوگوں کو آپ کا فرمانا کچھ خیال میں نہ آتا تھا وہ اپنی وہی اول تقریر کرتے تھے کہ آپ کے پاس تو ایک ٹکا بھی نہیں ہے بیت اللہ شریف کو کیونکر جاوینگے اور اس گفتگو اور انکار میں آپ کے عزیز و اقربا تکیہ والے اور قلعہ والے اور نصیرآباد اور جائس والے اور پٹھان بریلی اور جہان آباد والے سب شریک تھے کوئی خفیہ اور کوئی علانیہ مگر سید محمد یعقوب صاحب

اور اُن کی والدۂ ماجدہ اور مولوی سید محمد علی صاحب اور سید عبدالرحمٰن صاحب یہ چاروں ساتھ اہل و عیال اور والدہ شریفہ آپ کی اور سید محمد صاحب کی خوشدامن صاحبہ جو حضرت علیہ الرحمت کی خالہ تھیں اور سید مولوی ظاہر صاحب اور سید محمد عمر صاحب نصیر آبادی اور میاں محمد قائم صاحب جائسی جو حضرت علیہ الرحمتہ کے ہم زلف تھے یہ سب صاحب اول روز سے واسطے ہمراہی اور ہمرکابی آپ کے مستعد اور تیار تھے اور باقی سب برادری کے لوگ منحرف تھے اسی عرصہ میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمۃ کا خط حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اس کے مندرجہ مضمون نہایت مسرت کا یہ تھا کہ یہاں ہمارے ہمراہ حکیم مغیث الدین صاحب اور مولوی وجیہ الدین صاحب وغیرہ سہارنپور کے اور مولوی وحید الدین اور حافظ قطب الدین وغیرہ قصبہ پھلت کے اور اُن میں اکثر صاحب مع اہل و عیال عورت و مرد وغیرہ ملا کر قریب ڈھائی سو آدمیوں کے ہیں اور ہم سب گڈھ مکتیسر کے گھاٹ سے کشتیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے ہیں فقط یہ خط مسرت نمط حضرت علیہ الرحمۃ نے پڑھا اور اس کی صبح کو اپنا تمام اسباب سفر کا ڈلمؤ کو روانہ کرنے لگے اور سب اپنی برادری کے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ ہم کب صاحبوں کو اتنے روزوں سے سمجھاتے رہے کہ ہمارے ساتھ اس سفر باظفر میں تم بھی شریک ہو کسی صاحب کے خیال شریف میں نہ آیا اور اب یہ اخیر سمجھانا ہے کہ تم سب محض اللہ تعالیٰ کی قدرت

کامل پر توکل اور اعتماد کرکے اپنا اپنا اسباب سفر ما لاؤ کر دلشاد کو روانہ
اور اس امر میں اپنی رائے ناقص کو دخل نہ دو اور ہمارے ساتھ ہو انہوں
نے جواب دیا کہ ہمارا اسباب تو نہیں آسکتا اور نہ ہم آپ کے ساتھ جا سکتے
ہیں اور نہ آپ کو منع کر سکتے ہیں خیر ہم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا
اب آپ تشریف لے جاویں یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ جب سے میں
سفر دہلی سے آیا ہوں کچھ کم ڈیڑھ برس کا عرصہ گذرا ہے تب سے ہمیشہ تم
سب صاحبوں کی خیر خواہی دنیا و آخرت کی بوجھ کر اکثر اوقات بطور
نصیحت کے کہتا رہا اور تم صاحبوں کے خیال شریف میں نہ آیا اور ان
روزوں واسطے سفر حج کے طرح طرح سے سمجھا کر کہتا رہا اور اس کو بھی
تم نے افسانہ سمجھ کر باتوں میں اڑا دیا اور انکار کیا مجھ پر جو حق قرابت
اور برادری اور اسلام کا تھا وہ میں نے حتی الامکان ادا کیا اور اسی طور
تمہارے جو بھائی مسلمان کہ بریلی اور جہان آباد اور نصیر آباد اور جائس
وغیرہ کے ہیں بہ نسبت دور والوں کے ان کا حق مجھ پر زیادہ ہے
جہاں تک ہو سکا ان کو بھی میں نے وعظ اور نصیحت سے سمجھایا اس میں
جنہوں نے مانا اور نہ مانا نہ مانا مگر میں نے ان کا حق جو مجھ پر تھا ادا کیا
اور سبب تم صاحبوں کے نہ ماننے کا تمہاری ہی گفتگو سے دریافت
ہوا کہ تمہارے ذہنوں میں یہ ہے کہ یہ ایک مفلس بے سروسامان

محتاج نان ہے، چند لوگ مفلس و محتاج اپنے پاس جمع کر رکھے ہیں ہم اس کے ہمراہ کیوں جاویں اور مفت کا رنج اٹھاویں سو بات حقیقت میں یوں ہے کہ جو لوگ غربا ضعفا مسکین و محتاج میرے ہمراہ ہیں اور اُنہوں نے ساتھ اخلاص کے فی سبیل اللہ کمر ہمت کی میرے ہمراہ باندھی ہے ان کے واسطے اس رزاق مطلق اور قادر برحق نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اس سفر بالظفر میں تیرے ہمراہ ایک سے ہزاروں تک جتنے ہوں گے تجھ سے کچھ سروکار نہیں وہ سب میرے مہمان ہیں اُن میں جن کی اسی سفر میں موت ہے وہ مرینگے اور باقی سب کو بامراد ان کے گھر پہنچا دوں گا، سو جب تک میں اس بریلی کے علاقہ میں ہوں تب ہی تک ان سب پر تنگی و افلاس ہے انشاء اللہ جس وقت میں ان کو ساتھ لے کر اس علاقہ سے باہر ہوا تب ان کا حال دیکھنے والے دیکھینگے کہ پروردگار عالم بے نشان و گمان اپنے بندوں کے ہاتھوں کیونکر پہنچاتا ہے اور خدمت کراتا ہے اور جو میں نے لوگوں کو خطوں میں لکھ کر بھیجا تھا کہ ہمارے پاس نہ کچھ مال ہے نہ خزانہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر توکل اور اعتماد کر کے واسطے ادائے حج کے کمر باندھی ہے اور جہاں کہیں کہ خرچ راہ ضروری ہو گا وہاں ٹھہر کر محنت مزدوری کرنے کی پھر جب خرچ جمع ہو گا تب

وہاں سے آگے چلیں گے اس میں بڑی بڑی مصلحتیں ہیں یہ خلاف توکل کے
نہیں ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجکو معلوم ہے کہ جب ہم لوگ یہاں
سے بیت اللہ شریف کو جاوینگے تب پیچھے سے مخالف لوگ موافق لوگوں کے
رنجیدہ کرنے کی طرح طرح خبریں اڑا وینگے، کوئی کہینگے جہاز تباہ
ہوگیا اس میں ڈوب گئے کوئی کہینگے ہوائے مخالف مذا جانے ان کے جہاز
کو کہاں لے گئی کوئی کہینگے ان کو فرنگی پکڑلے گئے کوئی کہینگے کہ عرب
میں ترکوں نے مار ڈالا سو ان باتوں پر تم یقین نہ کرنا انشاء اللہ
تعالیٰ یہ کچھ نہ ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو ساتھ خیر کے لیجاویگا
اُسی طرح بعافیت تمام پھیر لاویگا بلکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان غریب لوگوں
کو ایسا خوشحال صاحب مال کرکے لاویگا کہ لوگ دیکھ کر تعجب کرینگے
کہ یہ وہی محتاج لوگ ہیں یا اور کوئی اور ہیں اور از رہ حسرت کے کہینگے
کہ ہزار افسوس کیا تباہت دامنگیر تھی جو ہم نہ گئے' اس تمام گفتگو کے
بعد سلام علیکم کرکے آپ اُن سے جدا ہوئے' پھر جس روز آپ کوچ
کرینگے اس کے ایک رات پیشتر بعد نماز عصر کے کہ اس وقت آپ مسجد کے
اندر تشریف رکھتے تھے سید محمد جامع صاحب نے اپنے آدمی کی زبانی
کہلا بھیجا کہ آپ ایک لحظہ فرش مسجد کے شرقی یا شمالی کونے پر

آ دیں وہیں میں بھی آتا ہوں مجھ کو آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں یہ
پیام سُن کر وہیں تشریف لے گئے اور ادھر سے سید محمد جامع صاحب
تشریف لائے اور بڑے جسیم اور تنا ور وفربہ تھے آپ نے ان کا ہاتھ
پکڑ کر مسجد کے چبوترے پر اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کیا ارشاد ہے
اُنھوں نے کہا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی مجھ پر عنایت ہوئی میں آپ کے
دست مبارک پر بیعت کرنے آیا ہوں یہ بات تو یوں ہے کہ جب آپ دہلی
سے تشریف لائے ہیں آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں
کو فضل الٰہی سے ہدایت اس ملک میں ہوئی ہم نے سنا بھی اور بچشم خود دیکھا
بھی اور آپ کے طریقہ حق میں کچھ شک وشبہ نہ تھا مگر آج تک ہم بھی اپنے
نفس وشیطان کی شامت اور شرارت سے محروم اور بے نصیب رہے کہ
آپ کے فیض سے بہرہ مند ہوتے سو آگے جو قصور ہم سے ہوا سو ہوا اُس
سے ہماری توبہ ہے اور اب ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور ہمارا کہا
سنا آپ معاف کریں یہ بات سُن کر آپ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا
کہ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان ملعون کو پشیمان کیا اور آپ کو توفیق
خیر عطا فرمائی اور اس وقت چاروں طرف ان کے گرد بہ کثرت لوگوں
کا ازدحام تھا اور اس بات سے سب کو کمال خوشی ہوئی پھر

پھر آپ نے اُن سے بیعت لی اور ان کے واسطے دعا کی اُس وقت
آپ کی دعا کا یہ اثر تھا کہ اس مجمع میں کم لوگ ایسے ہونگے کہ اُن کی
آنکھوں سے آنسو جاری نہ ہوا، پھر سید محمد جامع صاحب وہاں سے
اپنے مکان کو تشریف لے گئے اور حضرت وہیں مسجد میں رہے پھر اسی دن
بعد نماز مغرب کے سید محمد طاہر صاحب اپنے والد سید غلام جیلانی صاحب
کو سید محمد جامع صاحب کے منجھلے بھائی بھی واسطے بیعت کرانے کے لائے
حضرت نے ان کو بھی بڑی تعظیم اور توقیر سے اپنے پاس بٹھایا اور سبب
تشریف لانے کا پوچھا، اُنہوں نے بھی سید محمد جامع صاحب کی طرح
اپنا قصور اور عذر بیان کیا، پھر آپ نے اُن سے بھی بیعت لی اور اُن کے لئے
بھی دعا کی، پھر اس کی صبح کو آپ کوچ کی تیاری کرنے لگے اور اپنے دولتخانہ
میں تشریف لے گئے اُس وقت بے شمار لوگوں کا انبوہ تھا، حضرت
کے ہمراہ جانے والے بھی لوگ تھے اور رخصت کرنے والے بھی تھے، پھر آپ
مکان سے باہر تشریف لائے اور مستحق لوگوں کو اپنے دست مبارک
سے روپئے بانٹتے ہوئے نائی، دھوبی، بھنگی، فقیر مسکین وغیرہ جو
حقدار جس لائق تھے سب کو روپئے دے کر با خوبی راضی کیا جب
اس سے فارغ ہوئے تب لوگوں کو ساتھ لے کر چلے اور سٹی نوری

اتر کر کچھ دیر آموں کے باغ میں جو کنارے سئی کے تھا ٹھہرے اُس وقت
سید معصوم احمد صاحب کہ سید محمد جامع صاحب کے چھوٹے بھائی اور
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے بہنوئی تھے سید محمد یعقوب صاحب سلمہ
اللہ تعالیٰ نے کہا کہ پھوپھا صاحب آپ کے دونوں بھائیوں نے حضرت
کے ہاتھ پر بیعت کر لی فقط آپ ہی رہے جاتے ہیں اور حضرت حج کو
جاتے ہیں دیکھا چاہیے کب اللہ تعالیٰ ساتھ خیر کے یہاں لاوے مناسب
یہی ہے کہ آپ بھی چل کر بیعت کر لیں وہ کچھ نیم راضی ہوئے اور کہا کہ
ابھی میرے ساتھ چلو اور اُن کو لے کر سئی ندی کے پار باغ میں
حضرت کے پاس لے گئے اور بیعت کرائی اور سوا ان کے بہت تھوڑوں نے وہاں
بیعت کی پھر حضرت وہاں سے روانہ ہوئے کوئی آدھ کوس کے فاصلہ
پر ایک اور آموں کا باغ تھا وہاں جا کر ٹھہرے کہ پیچھے کے لوگ بھی
آ جاویں اس باغ میں بھی بے شمار آدمیوں نے بیعت کی پھر اس وقت
آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے کہ آپ کے خانساماں تھے پوچھا کہ
کچھ خرچ تمہارے پاس ہو گا اُنہوں نے عرض کی کہ سات روپے ہیں
آپ نے فرمایا کہ اتنے روپیوں سے تو ایک روز کا بھی خرچ پورا نہ
پڑیگا اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے یہ بھی سات روپے محتاج لوگوں کو
حوالہ کر دو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا خزانہ معمور ہے اور اس کے یہاں

کسی چیز کی کمی نہیں ہے وہ آپ ہم عاجز و محتاج مریدوں کی پرورش کریگا، مولوی صاحب ممدوح نے وہ ساتوں روپیے ایک شخص کو حوالہ کئے اور کہا کہ ان کو خرد کر کے تم سب آپس میں برابر بانٹ لینا، اور کئی دلمؤ کے بھی وہاں حاضر تھے اور آپ کے کوچ کی خبر لینے کو آئے تھے کہ جو آپ یہاں سے روانہ ہوں تو وہاں چل کر ہم دعوت کی تیاری کریں اور حضرت سے عرض کی ہم نے اپنے یہاں کا قلعہ خالی کر رکھا ہے اور باقی گھوڑے اور فرش وغیرہ سب اس میں جمع کر دئیے ہیں کہ آپ کے ساتھ کی عورتیں یہاں سے جو جاویں سو وہیں اتریں، آپ نے فرمایا کہ یہ کام تم نے خوب کیا مگر کھانا ہم لوگوں کے واسطے تب پکانا کہ جب ہم یہاں سے چل کر وہاں داخل ہوں اور تم کو اجازت دیں اور جو اسباب ہم لوگوں کا یہاں سے جاوے اُس کو محافظت سے وہیں رکھو اور اُن کو وہیں رخصت فرمایا پھر اور لوگوں کو اُسی باغ میں رخصت کرنے لگے اور سید عبدالرحمٰن صاحب کو اور مجھکو واسطے باقی اسباب اور زنانی سواریاں روانہ کرنے تکیہ شریف پر بھیجا اور آپ تمام لوگوں سے دلمؤ کو روانہ ہوئے پھر میں تکیہ پر آیا اور باقی اسباب اور زنانی سواریوں کو روانہ کر لیے لگا پھر کئی روز کے بعد ایک دن آگے زنانی کے ساتھ سید عبدالرحمٰن صاحب وہاں سے دلمؤ کو روانہ ہوئے اور کچھ اسباب اور تین یا چار زنانی سواریوں کے لئے میں رہ گیا اور سید

محمد احسن مجذوب کی والدہ شریفہ کو حضرت اپنے مکان پر چھوڑ گئے تھے اور وہ آپ کی سوتیلی نانی تھیں، حضرت کے مکان تبرکہ کی کنجیاں جو میرے پاس تھیں میں نے اُن کے حوالہ کر دیں اور باقی اسباب اور زنانی سواری کے ساتھ سید عبدالرحمٰن صاحب کے ایک دن پیچھے میں بھی دہلی کو روانہ ہوا اور وہاں جا کر قافلہ میں شامل ہوا اُس وقت حضرت اپنے زنانے مکان میں تھے، میں نے میاں عبداللہ کے پاس جا کر پوچھا کہو بھائی صاحب کھانے پینے کا حسن سے آئے ہو کیا طور ہے، اُنہوں نے کہا الحمدللہ دونوں وقت پکا پکایا تیار کھانا اللہ تعالیٰ اپنی عنایت سے کھلاتا ہے جس دن تم کو حضرت نے ادھر تکیہ روانہ کیا اور آپ ادھر روانہ ہوئے، جب دہلی قریب دو کوس کے رہا ایک آموں کے باغ میں کچھ دیر حضرت ٹھہرے، یہاں سے دو سوار حضرت کے پاس گئے اور وہ دونوں سگے بھائی تھے اور وہ دونوں آپس میں جھگڑتے ہوئے آئے تھے، بڑا بھائی کہتا تھا کہ میں پہلے دعوت حضرت کی کرونگا اور چھوٹا بھائی کہتا تھا کہ میں پہلے دعوت کرونگا اور اس کا تصفیہ حضرت سے چاہا، آپ نے دونوں کو سمجھا کر راضی کیا اور چھوٹے بھائی سے کہا کہ یہ تمہارے بڑے بھائی ہیں ان کا حق تم پر ہے جو یہ کہتے ہیں وہی سہی، پہلے یہ دعوت کریں پھر دوسرے دن تم کرنا خدا چاہیگا تو ہم دونوں کی میافت کھاویں گے، پھر وہ راضی ہو کر یہاں اپنے اپنے

گھر میں آئے، جب وہاں سے حضرت تشریف لائے اُس دن بڑے
بھائی کے یہاں دعوت کھائی اور دوسرے دن دوسرے بھائی نے
دعوت کھلائی بعد ان کے بستی کے اور لوگوں نے ضیافتیں کرنی شروع
کیں، آج تک دعوتوں کے کھانے سے فرصت نہیں ملی یہ اللہ تعالیٰ
کی عنایت اور احسان ہے، اس عرصہ میں حضرت تشریف لائے میں جا
ملا، آپ نے پوچھا کہو وہاں سے فراغت کرکے آئے یا نہیں، میں
نے عرض کی کہ ہاں فراغت کرکے آیا ہوں مگر ابھی باربرداروں کے پاس
روپیے دینے ہیں، آپ نے خوش ہو کر الحمد للہ روپیے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ دو دینگے
پھر اس وقت ایک وہیں کے شریفوں میں سے آپ کو اپنے مکان پر واسطے
بیعت کے لے گئے اور میں بھی ساتھ گیا آپ تو اندر گئے میں باہر مردانے
مکان میں ٹھہر رہا جب کچھ دیر میں آپ وہاں سے باہر تشریف لائے آپ
کی مٹھی میں پچیس روپیے تھے وہ مجھ کو حوالہ کئے، اُن میں سے بائیس روپیے
میں نے باربرداروں کو دئے اور باقی اپنے پاس رکھ لئے اور آپ کو
اس کی اطلاع کی، آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم بیت اللہ کو جاتے ہیں جب
اللہ تعالیٰ لاوینگا تب آوینگے یہ تین روپیے جو تمہارے پاس ہیں وہ بھی
انھیں مزدوروں کو بطور انعام کے حوالہ کرو، پھر میں نے ویسا ہی کیا
اور اپنے لوگوں میں جا کر بیٹھا اور میاں عبد اللہ سے پوچھا کہ

کہ میرے پیچھے یہاں اور کیا حال گذرا اُنہوں نے کہا کہ چار روز تو
مولانا عبدالحئی صاحب نے فرمایا اور اس میں شرک و بدعت کی برائی
اور توحید و سنت کی خوبی اور حج و عمرے کے فضائل کا بیان کیا، پھر
پرسوں رات کو بعد نماز عشا کے حضرت علیہ الرحمۃ نے ہم سب لوگوں سے
فرمایا کہ بھائیو تم نے کئی روز مولانا صاحب کا وعظ تو سنا اب چند باتیں
ہماری بھی انشاء اللہ تعالیٰ صبح کو بعد نماز کے سُن لینا، پھر کل فجر کو سب
لوگ نماز پڑھ کر آپ کے پاس حاضر رہے، آپ نے سب کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ بھائیو اگر تم سب اپنے اپنے گھر بار چھوڑ کر واسطے ادائے
حج و عمرے کے اس نیت سے جاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو تو تم کو لازم
ہے کہ آپس میں مل کر ایسا اتفاق اور خلق رکھو کہ جیسے ایک ماں باپ کے
نیک بخت بیٹے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی راحت کو اپنی سی راحت اور ہر کسی
کے رنج کو اپنا سا رنج جانو اور ایک دوسرے کے کاروبار میں بلا انکار
حامی مددگار رہو اور ایک دوسرے کی خدمت کرنے کو ننگ و عار
نہ جانو بلکہ عزت و افتخار سمجھو یہی کام اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے
ہیں اور جب ایسے اخلاق تم میں ہونگے تو اور غیر لوگوں کو شوق ہوگا
کہ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں ان میں شریک ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ پر
توکل کامل کرو کسی مخلوق سے کسی چیز کی آرزو ہرگز نہ رکھو رزاق

مطلق اور حاجت روائے برحق وہی پروردگار عالم ہے
بے حکم اس کے روزی پہنچاتا ہے پھر وہی وہاں سے ساتھ
آسانی کے باہر لاتا ہے اور پہلے باہر لانے سے ماں کے پستان
میں روزی تیار رکھتا ہے پھر وہ لڑکا اسی کی تعلیم سے
دودھ پیتا ہے اور جتنا چاہتا ہے اتنا ہی پی لیتا ہے' باقی مکھی
بال گرد وغبار سے محفوظ تازہ بتازہ ماں کے پستان میں
رہتا ہے پھر دوسرے وقت پیتا ہے یہ اسی پروردگار کی روزی
رسانی ہے پھر چند مدت میں دودھ چھڑا کر اور غذا کھانے
کی تعلیم فرماتا ہے اسی طور سے پرورش کر کے جوان اور جوان سے
بوڑھا کرتا ہے اور جو کچھ اس نے جس کی تقدیر میں روزی لکھی ہے
وہ بہر صورت اس کو بلا شک و بے شبہ پہنچیگی اور یہاں ایک
ادنیٰ آدمی جو ہم لوگوں کی دعوت کرجاتا ہے اور چاہے جھوٹ
ہی کرجاوے مگر ہم لوگ اس کے اعتماد پر اپنے گھر میں منع کردیتے
ہیں کہ ہمارے واسطے کھانا نہ پکانا فلانے کے یہاں ہماری دعوت
ہے یا مثلاً غازی الدین حیدر والی لکھنؤ اگر اس بات کا وعدہ

کرے کہ میرے فلاں امیر کے ہمراہ کہ بیت اللہ شریف کو جاتا ہے جو کوئی
جاوے زاد راحلہ اس کو میں دونگا تو ہزاروں آدمی خوشی با خوشی جانے
پر مستعد ہو جاویں کچھ بھی اس کی وعدہ خلافی کا شک وشبہ اپنے دل میں نہ لاویں
اور مجھ سے تو اُس شاہنشاہ عالم پناہ قادر برحق رزاق مطلق نے وعدہ
کیا ہے کہ جو تیرے ساتھ لوگ اس سفر میں ہیں ان کے کھانے کپڑے کا کچھ اندیشہ
نہ کر وہ سب میرے مہمان ہیں اور وہ اپنے وعدہ کا سچا ہے کہ جس میں کسی طور
وعدہ خلافی کا احتمال بھی نہیں ہے پھر میں کیونکر نہ سچ جانوں اور کس بات
کا اندیشہ کروں وہ آپ تم سب بھائیوں کی پرورش کرے گا سو حاصل کلام
کا یہ ہے کہ جن بھائیوں کو یہ سب باتیں منظور ہوں اور میرے کہنے کو سچ جانتے
ہیں وہ تو میرے ساتھ چلیں میں اُن کے رنج راحت کا شریک ہوں اور
وہ میری یہی باتیں اپنی اپنی عورتوں کو کچھ سمجھا دیں والا ابھی مکان نزدیک ہے
تکلیف سفر کی اُٹھانے کی موقوف کریں سفر میں ہر طرح کی تکلیف اور مصیبت
ہوتی ہے اور راحت بھی ہوتی ہے والا پھر کوئی بھائی گلہ شکوہ کسی بات کا زبان
پر نہ لاویں اور مجھکو عنایات الٰہی سے اُمید قوی ہے کہ اس سفر با ظفر میں اللہ تعالیٰ
میرے ہاتھ سے لاکھوں آدمیوں کو ہدایت نصیب کرے گا اور ہزاروں لوگ کہ دریائے
شرک و بدعت اور فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے اور شعار اسلام سے مطلق ناواقف

ہیں وہ پکے موحد اور متقی ہونگے اور جناب الہی میں میں نے بہت سی واسطے
اہل ہند کے دعا کی کہ الہی ہندوستان سے راہ تیرے کعبہ کی مسدود ہے
ہزاروں مالدار صاحب زکوۃ مرگئے اور بہکانے نفس و شیطان کے سے کہ
رستہ امن کا نہیں ہے حج سے محروم رہے اور ہزاروں صاحب ثروت اب
جیسے میں ایدا اسی وسوسہ سے نہیں جاتے ہیں سو اپنی رحمت سے ایسا رستہ
کھولا ہے کہ جو ارادہ کرے بے دغدغہ چلا جاوے اور اس نعمت عظمی سے
محروم نہ رہے سو یہ دعا میری اس ذات پاک نے مستجاب کی اور ارشاد
ہوا کہ بعد حج سے اپنی تیرے کے یہ رستہ علی العموم ہم کھول دینگے سو انشاء اللہ
جو بھائی مسلمان زندہ رہینگے وہ یہ حال بچشم خود دیکھینگے اس کے سوا اور
بھی باتیں اسی قسم کی آپ نے فرمائیں مگر وہ باتیں مجھکو یاد نہیں رہیں بہر تقریر
آپ کی زبان ہدایت بیان سے سن کر کتنے لوگ جو صبر و توکل میں کچے
تھے وہ ایک ایک حیلہ بہانہ کرکے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے فقط تیسرے
روز میرے روبرو جس دن کوچ تھا اور زنانی سواریاں کشتیوں پر سوار
کی جاتی تھیں اور اسباب بھی رکھا جاتا تھا اُس وقت موضع دلمئی ڈہمری
کے کئی لوگوں نے آکر حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ بہت لوگ دور دور کے
ہماری بستی میں بیعت کرنے کو جمع ہیں سو جب آپ کی کشتیاں یہاں سے چلیں تو

ہماری بستی کے کنارے چل کر ٹھہریں وہاں آپ کی دعوت کا بھی سامان ہم لوگوں نے جمع کر رکھا ہے' آپ نے اُن سے فرمایا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری بستی میں ضرور چل کر اتریں گے مگر دعوت کی تکلیف ہمارے واسطے نہ کرو' اُنہوں نے کہا ہم کو عین راحت ہے دعوت آپ کو ضرور قبول کرنی ہوگی' آپ نے فرمایا کہ خیر تمہاری خوشی ہم کو منظور ہے' پھر آپ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ آج کشتیوں پر تنگی زیادہ ہے آپ مجرد لوگوں کو لے کر خشکی کے رستہ سے چل کر دلمئو میں چل کر ٹھہر و لوگوں کو وعظ و نصیحت سناؤ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی وہیں آوینگے پھر مولانا صاحب کوئی ڈیڑھ سو آدمیوں سے ادہر کو روانہ ہوئے اور ادہر لوگ کشتیوں پر سوار ہونے لگے اس عرصہ میں دلمئو کے ایک شخص نے آکر آپ کی خدمت میں عرض کی کہ چند لوگ بیعت کرنے کو میرے یہاں باقی رہ گئے ہیں اگر آپ وہاں تک قدم رنجہ فرماویں تو بہتر ہے' آپ نے فرمایا کہ بہت خوب چلو پھر آپ اُس کے مکان میں تشریف لے گئے اور اُن لوگوں سے بیعت لے کر آئے اور وہاں سے سات روپیے لائے اور مولوی محمد یوسف صاحب کو دئے اور فرمایا ان کو کسی کپڑے میں باندھ کر بحفاظت تمام اپنے پاس رکھو یہی ہمارا راہ خرچ ہے اور بابرکت کے روپیے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بہت سے نیچے دوینگے پھر جب سے فراغت کر کے آپ بھی کشتی پر سوار ہوئے اُس وقت کوئی پہر دن باقی

ہوگا پھر کشتیاں گھاٹ سے ملاحوں نے کھول کر روانہ کیں سب آدمی بیچ
کشتیوں پر سوار تھے اور شام کو نماز مغرب کی حضرت نے کشتی پر پڑھ کر سورہ
الحمد للہ کا وعظ کہنا شروع کیا اس میں اندھیرا ہو گیا، ملاحوں کو کچھ خیال نہ
رہا، کشتیاں دلمئی دہمدہی کے گھاٹ سے آگے نکل گئیں اور وہاں کے لوگ جو
آپ کا انتظار کر رہے تھے وہ ملاحوں کو پکارنے لگے کہ گھاٹ پیچھے رہ گیا
کشتیاں ادھر لاؤ موسم برسات کا تھا دریائے گنگا چڑھا ہوا تھا جبتک ملاح
کشتیاں پھیریں تب تک پانی کے زور سے بہت دور نکل گئیں آخر الامر رسیوں
سے کھینچتے کھینچتے پانچ چھ گھڑی رات گئے گھاٹ پر لائے پھر وہ لوگ حضرت
کو پینس میں سوار کر کے اپنی بستی میں لے گئے، اور چند آدمی آدمی آپ کے ساتھ اور بھی
گئے اور کوئی ڈیڑھ سو آدمی آگے سے آکر اُترے تھے اور باقی لوگ جو کشتیوں پر
اسباب اور عورتوں کی محافظت کر رہے تھے اُن کے واسطے بستی سے کھانا وہیں کشتیوں
پر آیا اور وہاں کے لوگوں نے حضرت کے ساتھ کھایا اور کھانا پلاؤ تھا بعد اس
کے بہت لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی رات ہی کو پھر اگلا روز صبح سے پہر دن
چڑھے تک بیعت کرنے کی دھوم رہی پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم
حاصل بیعت کرنے کا یہ ہے کہ جو تم شرک و بدعت کرتے ہو، تعزیہ بناتے ہو جھنڈے
نشان کھڑے کرتے ہو، پیر و شہیدوں کی قبریں پوجتے ہو ان کی نذر و نیاز مانتے
ہو ان سب کاموں کو چھوڑ دو اور سوائے خدا کے کسی کو اپنے نفع و ضرر

کا مالک نہ جانو اور اپنا حاجت روا نہ سمجھا تو اور اگر یوں نہ کرو گے تو فقط بیعت
کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہو گا یہ کلام ہدایت انجام آپ کی زبان فیض ترجمان
سے سُن کر بہت لوگوں نے اُسی وقت اپنے اپنے تعزیوں کے چبوترے کھود ڈالے
اور کچھ چاندی نشانوں اور پنجوں کی بھی اُن لوگوں نے لا کر آپ کی نذر کی کہ
آپ اس کو اپنے خرچ میں لاویں پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر سب ہمراہیوں سے
کشتیوں پر سوار ہوئے اور کشتیاں روانہ ہوئیں جب قریب موضع ڈگڈگی کے
پہونچیں شیخ محمد پناہ نام ایک شخص کنارے دریا کے حضرت کے انتظار میں کھڑے
تھے باواز بلند پکار کر ملاحوں سے کہنے لگے کہ کشتیاں ادہر لاؤ ملاحوں نے حضرت سے
عرض کی آپ نے اجازت دی وہ کشتی کنارے پر لائے شیخ صاحب ممدوح کشتی پر
آئے اور آپ سے سلام علیکم کرکے مصافحہ اور معانقہ کیا اور عرض کی کہ بہت روزوں
سے آپ کی مہمانی کے لئے میں نے سامان تیار کر رکھا ہے اور آپ کے آنے کی خبر سُن کر
بہت لوگ اس نواح کے کئی دن سے میرے غریب خانہ میں واسطے بیعت کے جمع ہیں
آپ میرے یہاں قدم رنجہ فرماویں آپ نے حکم کیا ملاحوں نے کشتیاں کنارے پر باندھیں
عورتیں تو کشتیوں پر رہیں مردوں کو لے کر ان کے مکان پر گئے اُس وقت کچھ کم
پہر دن ہو گا بہت سے تھہرات گئے تک لوگوں سے بیعت لی وہاں بھی چبوترے تعزیہ
داری کے بہت تھے ان لوگوں سے بھی تعزیہ داری کی بُرائی بیان فرمائی اسی وقت
کو اُنہوں نے تمام چبوترے کھود ڈالے اور پنجے نشان توڑ کر جو ان کی چاندی تھی
لاکر آپ کی نذر کی پھر صبح کو آپ وہاں سے رخصت ہو کر کشتی پر سوار ہوئے اور

اور کشتیاں روانہ ہوئیں شام کو ایک جگہ کشتیاں ملاحوں نے باندھیں وہاں سے کوئی بستی نزدیک نہ تھی اور آسمان پر بہت ابر غلیظ تھا اور کچھ قطرہ افشانی بھی ہو رہی تھی آپ نے لوگوں کے واسطے کھانا پکانے کو فرمایا اُنھوں نے عذر کیا کہ کنارے دریا کے کوئی پانچ کوس تک تمام کیچڑ اور دلدل ہے اور قطرہ افشانی بھی ہو رہی ہے کھانا پکانے کی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی اُس وقت سب کو یقین کلی ہوا کہ آج فاقہ ہوا اور فی الحقیقت اُس وقت یہی حال تھا کہ فاقہ کرنا آسان تھا اور کھانا پکانا دشوار اور ہوا بھی زور سے چل رہی تھی اور نہ کہیں سے دعوت کی اُمید تھی آخر الامر سب نے نماز عشاء کی پڑھی اُس وقت جو کشتی پر ایک نگہبان بیٹھا تھا اُس نے کہا کہ یہاں سے دور کوئی آدھ کوس کے فاصلہ پر کئی شمعیں نظر آتی ہیں لوگوں نے کہا کوئی آدمی کہیں جاتے ہونگے بعد کچھ دیر کے اُس نے کہا کہ وہ تو اسی طرف آتے معلوم ہوتے ہیں اور نزدیک آپہنچے ہیں ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ برسات کا موسم ہے شاید کوئی حضرت خضر کا بیڑا دریا میں چھوڑنے آتا ہو یا کچھ اور ہی معاملہ ہو ہم لوگ آپس میں یہی گفتگو کر رہے تھے کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار اور کئی مشعلچی ہمراہ نزدیک کشتی کے پہنچا اور پوچھا کہ تمہارے پادری صاحب کہاں ہیں حضرت نے کشتی سے جواب دیا کہ ہم یہاں ہیں اس طرف آؤ وہ اپنے گھوڑے سے اُتر کر حضرت کے پاس آیا اور اپنی ٹوپی اُتار کر آداب بجا لایا اور عرض کی کہ کئی روز سے میں نے اپنے مخبر لگا رکھے تھے کہ جب آپ تشریف لاویں تو

مجھکو خبر کریں آج مجھ کو آپ کی خبر ملی سو آپ کے واسطے طعام دعوت لے کر آیا ہوں حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ وہ کھانا اپنے برتنوں میں لے لویں اور سب کو بانٹ دیویں اور وہ کھانا پلاؤ تھا' پھر وہ انگریز کچھ دیر ٹھہر کر رخصت ہوا اور وہ کھانا سب نے با خوبی آسودہ ہو کر کھایا پھر زبانی ملاحوں کے معلوم ہوا کہ وہ انگریز نیل کا سوداگر تھا' اس رات کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح اپنی قدرت کاملہ سے ہم لوگوں کو روزی پہنچائی کہ یہ بات کسی کے وہم وخیال میں نہ تھی محض اس کی پرورش اور رزاقی تھی' پھر صبح کو وہاں سے کشتیاں روانہ ہوئیں شام کو ایک جگہ پہنچیں کہ وہاں گنگا کی دو دھاری ہو گئی تھی بڑا دھارا طرف گڑھی مانکپور کے گیا تھا اور چھوٹا دھارا طرف گنتی کے اور اسی طرف جانا تھا مگر بسبب پانی کم ہونے کے رات کو کشتیاں لیجانا دشوار تھا' آخر الامر ملاحوں نے وہیں کشتیاں باندھیں کچھ تو پلاؤ انگریز کی دعوت کا بچا ہوا کشتی پر تھا اور ایک دیگ کھچڑی ارہر کی اور پکائی گئی' پھر کھاپی کر لوگ فارغ ہوئے' اس عرصہ میں چند آدمی گنتی سے آئے اور حضرت علیہ الرحمت سے عرض کرنے لگے کہ آپ نے یہاں مقام کیا اور آپ کی دعوت کی تیاری ہمارے یہاں ہو رہی ہے اب ہم لوگ کیا کریں' آپ نے فرمایا کہ اس دھارے میں پانی کم ہے اندھیری رات میں کشتیوں کا چلنا اس میں مشکل ہے ان شاء اللہ تعالیٰ کل سویرے تمہارے یہاں آویں گے یہ جواب باصواب سن کر وہ لوگ چلے گئے اور ہم لوگ سب وہیں رہے' پھر صبح کو سویرے کشتیاں کھلیں دو گھڑی دن چڑھتے کنارے گنتی کے پہنچیں' عورتیں کشتیوں

پر رہیں، مرد سب اتر کر حضرت کے ساتھ بستی میں آصف زماں خاں سیالدار
کے مکان پر گئے وہیں دعوت بھی، پھر کچھ دیر میں کھانا تیار ہوا، پہر دن چڑھے تک ہم
سب لوگ کھا پی کر فارغ ہوئے اور عورتوں کے واسطے کھانا وہیں کشتیوں پر
گیا وہاں تین مقام ہوئے اس تین روز کے عرصہ میں بہت مرد عورتوں نے بیعت
کی، پھر چوتھے روز وہاں سے کوچ ہوا، کشتیاں جاتے جاتے جہان آباد کے
گھاٹ پر پہنچیں، شیخ حسن علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کشتی سے حضرت کے ہمراہ تھے
اور ان کا بھی ارادہ مع اہل و عیال بیت اللہ شریف جانے کا تھا، بموضع
گیا ان کا گاؤں اس گھاٹ سے تین کوس تھا، وہ اپنے لوگوں کو لانے
کو وہاں سے روانہ ہوئے اور حضرت کو بلا گئے بعد ان کے کچھ دیر میں چالیس
پچاس آدمیوں سے حضرت بھی وہیں تشریف لے گئے ایک رات بھر رہ کر
حضرت وہاں سے چلے آئے اور شیخ صاحب اپنا اسباب اور غلہ وغیرہ وہاں
سے بھیجنے لگے، پھر تیسرے روز اہل و عیال اور اپنے بھائیوں سے آکر کشتی پر
سوار ہوئے، پھر چوتھے روز وہاں سے کشتیاں روانہ ہوئیں چلتی چلتی
موضع اچھی کے گھاٹ پر پہنچیں، شیخ لعل محمد نام اس بستی کے قدیم زمیندار
تھے اور لب دریا ان کا مکان تھا حضرت کے آنے کی خبر سن کر انھوں نے کئی کوس
آگے اپنے آدمی واسطے لینے حضرت کے بھیجے تھے، انھوں نے عرض کی تھی کہ
ہمارے مکان پر ڈھائی تین سو مسلمان دو دو چار چار کوس کے بستیوں

کہ آپ کی آمد کی خبر سُن کر واسطے بیعت کرنے کے جمع ہیں اور ہمارے ہی یہاں کھانا کھاتے ہیں سو ہمارے ہی یہاں چل کر اُتریں پھر وہیں کشتیاں باندھی گئیں حضرت علیہ الرحمۃ اور تمام لوگوں کو شیخ لعل محمد اپنے مکان میں لے گئے اور جو لوگ مسلمان اُن کے یہاں جمع تھے ان کو مرید کرایا اور حضرت علیہ الرحمۃ سے اُن کا حال بیان کیا کہ ان لوگوں کی چوراسی بستیاں ہیں نام کو تو یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں مگر کام سب ہندوؤں کے کرتے ہیں بت بھی پوجتے ہیں ہولی دیوالی بھی کرتے ہیں بے قلعی کے پھول پیتل کے برتنوں میں پکاتے کھاتے ہیں اور طریق اسلام سے بالکل بعض بے خبر ہیں آپ نے مرید تو کیا ہے مگر کچھ تعلیم دین اسلام کی بھی ان کو کریں' آپ نے ان سے فرمایا کہ بھائیو مرید تو ہم نے تم کو کیا مگر دس یا پنچ روز یہاں رہنے کی ہم کو فرصت نہیں ہے جو ہم تم کو تعلیم دین کریں سو اس کے لئے شیخ لعل محمد کو ہم اپنا خلیفہ کرتے ہیں جو کچھ نصیحت تم کو یہ کریں اس پر عمل کرنا' تم ہمارے مرید ہو ہم تمہارے پیر ہیں' اور جو نہ مانو گے تو ہم نہ تمہارے پیر نہ تم ہمارے مرید' اس بات کو خوب یاد رکھنا اُنہوں نے کہا کہ آپکا فرمانا ہم کو قبول ہے' جو کچھ شیخ صاحب ہم سے کہیں گے وہ ہم کرینگے اور جبتک آپ یہاں کے لوگوں کو مرید کریں مولانا عبدالحئی صاحب سے آپ فرماویں کہ تب تک کچھ وعظ و نصیحت اور دین اسلام کی باتیں ہم کو سناویں' پھر کچھ مولانا صاحب نے وعظ فرماکر موقوف کیا اکثر لوگ انہیں سے رخصت ہو کر

اپنی اپنی بستیوں کو گئے اور جنمیں میں کئی گھر پیرزادوں کے تھے اُن میں ایک صاحب کا نام مظہر علی تھا شیخ لعل محمد ان کے مکان پر گئے اور وہ بڑے خاندانی شریف النسب مشہور اور معروف پیرزادے تھے اُن سے کہا کہ ہمارے یہاں شاہ علی پیر کے تکیہ کے پیرزادے سید احمد صاحب تشریف لائے ہیں اور حج کو جاتے ہیں اور وہ بڑے عالی خاندان اور صاحب تاثیر اور صاحب کرامات ہیں اگر آپ اُن کی ملاقات کو تشریف لے چلیں تو بہت مناسب اور خوب ہے اُنہوں نے کہا کہ ہاں اچھا کہتے ہو ہم تکیہ کے پیرزادوں کو جانتے ہیں اور اپنے بزرگوں سے بھی سنا ہے کہ اچھے اچھے بزرگ اُن میں ہوئے ہیں مگر یہ صاحب جو تمہارے یہاں تشریف لائے ہیں اُنہوں نے بہت بیباکی کی ہے اور اسی سیر و سفر میں کسی سے کوئی عمل یا سحر اُن کے ہاتھ آگیا ہے اُسی کے باعث ہزاروں لاکھوں آدمی اُن کی طرف رجوع ہوتے ہیں والا بڑے بڑے خاندانی پیرزادے اس ملک میں موجود ہیں اور لوگ اُن کی طرف رجوع نہیں ہوتے اس کا کیا سبب ہے یہی سبب ہے کہ ان کے پاس سحر نہیں ہے سو اُن کی ملاقات کی ہم کو کچھ حاجت نہیں، یہ گفتگو سن کر شیخ لعل محمد وہاں سے حضرت کے پاس آئے اور تمام حال آپ سے عرض کیا اور کہا کہ یہاں ہماری بستی میں یہ نامی پیرزادے اور اپنے گھر سے خوشحال ہیں اور میں اس نیت سے اُنکے پاس گیا تھا کہ وہ آپ سے

اور ہم لوگوں کے عقائد کے موافق ہو جاویں ایک ہی بستی میں ہمارا ان کا بود و باش ہے دل میں ایسا لغو شبہ پڑا کہ اُس کا دور ہونا دشوار ہے سو اب اُن کے لئے آپ دعا کریں کہ ان کے دل سے اللہ تعالیٰ یہ خدشہ رفع کرے اور ہمارے موافق ہو جاویں' آپ نے فرمایا کہ اگر وہ ہمارے ملنے کو نہیں آئے کچھ مضائقہ نہیں ہم اُن کے ملنے کو چلیں گے ہم کو اس امر میں کچھ عار نہیں' مگر تم ایک کام کرو جو لوگ اُن کے مریدوں میں بڑے بڑے رشید ہوں اور تم سے بھی راہ و رسم دوستی کی اُن سے ہو اُن کو کسی طور سے ہمارے یہاں لاؤ اور تمہاری بستی والوں نے جو آج ہم سے بیعت کی ہے اور ہم نے ان کو کچھ اللہ تعالیٰ کا نام بتایا ہے اُن سے اُن کو توجہ دلاؤ پھر اُن کو پیرزادے صاحب کے پاس لیجاؤ کہ وہ ان کے سامنے کشف کا حال بیان کریں خدا چاہیگا تو وہ خدشہ ان کے دل کا دفع ہو جاویگا اسی پر ہمارا اُن کا تصفیہ ہے' پھر شیخ لعل محمد نے ویسا ہی کیا' کئی مریدوں سے انکے لاکر اور اپنے پیر بھائیوں سے توجہ دلا کر مظہر علی شاہ کے پاس لے گئے اور اُن کے سامنے بیان کرایا' ان کے حالات سُن کر ان کو کمال تعجب ہوا کہ خاص ہمارے مرید اپنا دیکھا ہوا حال بیان کرتے ہیں یہ معاملہ سحر و جادو کا ہرگز نہیں ہم بڑی غلطی پر تھے سید صاحب بیشک عارف باللہ اور صاحب کرامات ہیں اب چل کر ہم اُن سے ملاقات کرینگے اور چلنے کی تیاری کرنے لگے شیخ لعل محمد نے یہ خبر سید صاحب

کو بھیجی کہ مظہر علی شاہ آپ کی ملاقات کو آتے ہیں، یہ خبر سن کر حضرت نے کہا
وہ کیوں آنے کی تکلیف کرتے ہیں ہم آپ چل کر اُن سے ملیں گے، پھر حضرت
اُن کے مکان کو چلے اور وہ اُس طرف آئے شیخ لعل محمد کے دروازے پر ایک
سایہ دار بڑا بھاری درخت تھا۔ اُس کے نیچے فرش بچھا تھا وہیں ملاقات
ہوئی اور اُسی فرش پر اُن کو بٹھایا، مظہر علی شاہ نے حضرت سے کہا کہ جن روزوں
لکھنؤ میں شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلہ پر آپ تشریف رکھتے تھے میں بھی اُسی شہر
میں تھا اور کئی جمعہ کو آپ کے وہاں نماز کو گیا اور مولانا عبدالحیٔ صاحب کا
وعظ بھی سنا مگر بسبب وسوسہ ڈالنے بعض مقیدین مستدعین کے میں آپ کی
ملاقات مسرت آیات سے محروم اور بے نصیب رہا اور وہاں بھی میں نے
آپ کے مریدوں کا حال دیکھا تھا کہ ایک دوسرے کو توجہ دے کر آپ کے
پاس لے جاتے تھے اور اپنے اپنے کشف کا حال بیان کرتے تھے، میرے دل کا شک
تو بہت سا وہیں دفع ہو گیا تھا مگر آج اپنے خاص مریدوں سے حال سن کر رہا
سہا جو کچھ شک و شبہ تھا بالکل جاتا رہا، بعد اُس کے وہ شاہ صاحب حضرت علیہ
الرحمۃ کے عالی خاندان کے فضائل اور بزرگواروں کے کمالات بیان کرنے
لگے کہ آپ کے فلانے بزرگ ایسے صاحب کرامات تھے اور فلانے ایسے اور اس
خاندان والاشان میں اللہ تعالیٰ و تقدس نے آپ کو سب سے اعلیٰ و افضل
پیدا کیا، پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ شیخ لعل محمد کا آپ سے رابطۂ محبت

بسبب ایک جگہ بود و باش کے بہت ہے اور مسلمانوں میں یوں ہی محبت اور
اتفاق چاہئے آپس کے اتفاق میں بڑے بڑے فوائد ہوتے ہیں اور نااتفاقی میں
طرح طرح کے نقصان ہوتے ہیں' انہوں نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں بلکہ اب ہم کو
شیخ صاحب سے زیادہ محبت کرنا چاہئے کہ اب یہ ہر ایک شرک و بدعت سے تائب ہوئے
ہیں' اور کہا کہ چند لوگوں کی طرف سے آپ کی خدمت شریف میں یہ عرض ہے کہ
بعض لوگوں کی روزی بستی کے شرفا و غربا کے یہاں سے متعلق ہے جیسے ڈوم ڈھاڑی
دفالی وغیرہ' اور بستی کے جن صاحبوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ہر ایک
مکروہات اور بدعات سے توبہ کی ہے آگے یہ لوگ اپنی شادی غمی میں جو کچھ ان کو
دیتے تھے اب کاہے کو دیوینگے سو وہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہمارا پیشہ تو یہی
ٹھہرا اور اسی پر ہماری روزی کا مدار رہے اور کوئی ہنر ہم لوگوں کو یاد نہیں اب ہمارا
گذران کیونکر ہوگا' آپ نے فرمایا کہ بہت کام کی بات آپ نے کہی اس کی
تدبیر ضرور کرنی چاہئے مگر بعض پیشے مکروہات اور مشکوک اور حرام ہوتے ہیں
مسلمانوں کی روزی کا مدار ان پر ہرگز نہیں ایسی ناپاک روزی سے اللہ تعالیٰ
مسلمانوں کو بچاوے روزی تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے' اور اب تو ہمارا کوچ
ہے مگر شیخ لعل محمد وغیرہ الہٰ آباد تک ہمارے ساتھ جاوینگے وہاں جا کر ان
کو چند باتیں ضروری اور بھی تعلیم کرینگے وہیں اس کی بھی کوئی راہ معقول
بتا دیوینگے اس بات سے آپ اُن لوگوں کی بخوبی تسلی کر دیں' پھر آپ

اُن سے رخصت ہوکر کشتی پر سوار ہوئے اور ملاحوں کو حکم دیا کہ کشتیاں کھولو اس عرصہ میں ایک شخص نے آکر حضرت سے عرض کی کہ شیخ لعل محمد نے کہا ہے کہ ایک لحظہ کشتی کھولنے میں آپ توقف کریں جبتک میں نہ آؤں آپ نے ملاحوں سے کہا ہماری کشتی رہنے دو باقی روانہ کرو ہم پیچھے سے آتے ہیں آپ کی کشتی کے ساتھ ایک کشتی اور رہی اور تین کشتیاں ملاح لے چلے بعد ایک لحظہ کے ہوا تند چلنے لگی ملاحوں نے چاہا کہ کشتیاں کنارے پر لاکر روکیں مگر ہوا اس زور کی تھی کہ کشتیاں تھامنے سے نہ تھمیں کئی کوس نکل گئیں اور دوسرے کنارے پر جالگیں، اور یہاں حضرت کے پاس ایک انگریز کی ہندوستانی بی بی آئی اور کہا کہ آج میرے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپنے کہا ہماری کشتیاں آگے جاتی ہیں اُسنے کہا آپ دعوت قبول کرنی تو سنت ہے حضرت نے فرمایا کہ تمہاری دعوت کرنی نہیں سنت ہے اُسنے کہا کیوں نہیں سنت بڑے بڑے دعوت تو بڑے بڑے درویش اور مشائخ پیرزادے قبول کرتے ہیں اور اپنی عزت اور بزرگی بوجھ کر کھاتے ہیں اور اس بات کی تمنا رکھتے ہیں اور جو کچھ نقد روپیے دیتی ہوں وہ لیتے ہیں، آپ نے کہا کہ تمہارے یہاں کا کھانا اور نقد سب حرام اور ناروا ہے، اُس نے کہا کہ پھر وہ لوگ کیوں کھاتے اور لیتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ مسئلہ ان کو معلوم نہ ہوگا بعد اس کے دو چار کلام ہدایت التیام بطور نصیحت کے آپ نے اُس سے کہے پھر وہ اپنے مکان کو

گئی اور آپ نے فرنگی سے یہ حال کہا وہ اس مسئلہ سے واقف تھا کہا وہ
بازری صاحب سچ کہتے ہیں، پھر وہ فرنگی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ
ہماری بی بی صاحب آپ کی دعوت کرنے آئی تھی آپ نے قبول نہ فرمائی
اور جو کچھ اس امر میں آپ نے اُس سے کہا ہم نے اُس کی زبانی سنا، آپ نے
بجا فرمایا، آپ کے یہاں مسئلہ یہی ہے ولیکن اگر ہم دعوت کریں وہ تو آپ قبول
کرینگے، آپ نے فرمایا کیوں نہ قبول کرینگے مگر کئی کشتیاں ہماری جا چکیں
اور ہم بھی تیار ہیں، دعوت نہ کھانے کا یہ عذر ہے اُس نے کہا ابھی آندھی
چلتی ہے دیکھا چاہیے کب تک موقوف ہو، میں آپ کی ضیافت ضرور کرونگا
آپ نے کہا اُس کا قبول فرمایا، پھر اُس دن اُس کی دعوت کھائی صبح
کو بستی والوں سے کسی نے دعوت کی، دعوت کے بعد قریب دوپہر کے آپ
سوار ہوئے کشتیاں کھلیں وہاں سے کوئی چار کوس موضع اسرولی ہوگا
شیخ وزیر نام وہاں کا زمیندار آپ کو لینے وہاں آیا تھا عرض کی کہ حکم ہو
تو میں آگے چل کر آپ کی دعوت کی تیاری کروں آپ نے فرمایا جبتک ہماری
کشتیاں وہاں نہ پہنچیں کھانا نہ پکانا اور اُن کو ادھر رخصت کیا اور ادھر
آپ روانہ ہوئے آگے چل کر کئی کوس پر تینوں کشتیاں وہ بھی ملیں، جس
گھاٹ پر شیخ وزیر نے کشتیاں ٹھہرائی تھیں بسبب طغیانی دریا کے اس
گھاٹ سے کشتیاں کوس سوا کوس آگے نکل گئیں اور شیخ وزیر کو لوگ لگاتے

رہے ملاحوں نے نہ سنا، پھر شیخ وزیر سواری لے کر وہیں پہونچے کوئی
ڈیڑھ سو آدمیوں سے حضرت ان کے مکان پر گئے بہت لوگوں کو آپنے
وہاں مرید کیا اور رات پھر وہیں رہے اور وہ سب لوگ ہندوں کی سی
پوشاک پہنے ہوئے تھے اور ویسے ہی اُن کے تمام برتن تھے اور شیخ وزیر
جو ان کے چودھری تھے حضرت نے اُن سے فرمایا کہ جن بھائیوں نے بیعت
کی ہے اُن کو آج نماز پڑھاؤ، شیخ موصوف نے عرض کی کہ ان میں تو
کسی کو بسم اللہ بھی نہیں آتی نماز کیونکر پڑھاؤں، آپ نے فرمایا کہ ان کو وضو
کرا کے کھڑا کرو جو کچھ آگے امام فعل کرتا جاوے اس کے ساتھ پیچھے یہ بھی اُسی
طور کرتے جاویں اللہ تعالیٰ چاہیگا اسی طرح ان کو نماز آجاویگی اور شیخ وزیر کے
کہا کہ ہم تم کو الٰہ آباد تک اپنے ساتھ لے چلینگے وہاں تم کو جو تدبیر بتاویں وہ عمل
میں لانا انشاء اللہ تعالیٰ یہ لوگ درست ہو جاوینگے اور مولانا عبدالحئی صاحب
سے کہا کہ ان بھائیوں کو کچھ وعظ سناؤ اور نصیحت بھی کرو کہ جو کام شرک
و بدعت کے کرتے ہیں اُن کو چھوڑ دیں اور نماز روزے پر مستعد ہوں، اور
قریب ہزار آدمیوں کے اور بھی اُس نواح کی بستیوں سے آئے تھے اُن کو
بھی آپ نے مرید کیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ان بھائیوں کو توجہ دو اور اللہ کا
نام بتاؤ، پھر ہر کسی نے پندرہ پندرہ بیس آدمیوں کو بٹھا کر توجہ دیا ایک
ہی توجہ میں اُن لوگوں کے لطائف ستہ جاری ہوگئے اور بعضوں کو سلطان الذکر
جاری ہو گیا، اور مولانا عبدالحئی صاحب نے سنت کی بڑائی کا بیان کیا یہ سُن کر

اُس بستی والوں نے تو اُسی وقت تمام چبوترے تعزیوں کے کھود کر برابر کر دئے اور علم اور پنجے وغیرہ توڑ تاڑ کر بانس تک جلا دئے اور اُن کے کپڑے اور چاندی لا کر حضرت کی نذر کی کہ اپنے قافلہ کے صرف میں لاویں اور اُس اطراف کی بستی والوں نے کہا کہ ہم بھی اپنے مکان پر جا کر یہی کام کرینگے اور نشانوں کا کپڑا وغیرہ لے کر الہ آباد میں آپ کے پاس حاضر ہونگے، پھر حضرت نے فرمایا کہ تمہارے چودھری شیخ وزیر کو جو ہم اپنے ساتھ الہ آباد تک لیجاوینگے یا وہ ہمارے پیچھے سے آوینگے ہم ان کو وہاں تمہارے لئے چند باتیں بتا دیوینگے وہ تم کو تعلیم کرینگے، اُن کے کہنے کے موافق جو تم میں سے عمل کرے گا وہ ہمارا مرید اور بھائی ہے اور جو نہ مانیگا وہ نہ ہمارا مرید اور نہ ہم اس کے پیر، سب نے ماننے کا اقرار کیا کہ جو راہ شیخ جی ہم کو چلا دینگے وہی ہم چلینگے، اور شیخ وزیر کے چار بیٹے تھے، عبد العلی اور عبد الحی اور عبد الشکور اور فقیر اللہ اور چاروں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، آپ نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ جن بھائیوں نے ہم سے بیعت نہ کی ہو وہ شیخ وزیر یا اُن کے بیٹوں کے ہاتھ پر بیعت کریں اور ہم چند روز الہ آباد میں چل کر ٹھہرینگے جو صاحب چاہیں وہاں آ کر ہمارے ہاتھ پر بیعت کریں اور اپنے دل میں شیرینی اور نذرانے کا خیال نہ کریں بیعت کرتے میں ہمارے یہاں نذر اور شیرنی لینے کا دستور نہیں ہے، پھر وہاں سے رخصت ہو کر جہاں کشتیاں تھیں وہاں گئے اور رات بھر وہیں رہے، شیخ وزیر نے کھانا لے کر وہیں کشتیوں پر حاضر ہوئے اور سب نے کھایا، پھر صبح کو کشتیاں کھل کر الہ آباد کو روانہ ہوئیں قریب دوپہر کے الہ آباد کے مقابل گنگا کے دوسرے کنارے پر موضع

چیری ہے اُس گھاٹ پر کشتیاں لگیں، دو بھائی شیخ اُس بستی کے زمیندار تھے نام اُن کے یاد نہیں اُس اطراف کے بستیوں کے کوئی تین ہزار آدمی بیعت کے لئے اُن کے یہاں جمع تھے، پھر وہ دونوں زمیندار حضرت کو اپنے مکان پر لے گئے اور تمام قافلہ کی ضیافت کی پھر جو لوگ وہاں جمع تھے سب نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ بھی تمام لوگ محض عامی اور شعائر اسلام سے بے خبر تھے، ہنود میں اور اُن میں بظاہر اصلا امتیاز نہ تھا، جو الہ آباد کی جو راسی بستیاں مشہور ہیں جن کا آگے بیان ہو چکا ہے اُنھیں کے رہنے والے وہ بھی تھے اور سوا تعزیہ داری اور گور پرستی اور بت پرستی کے کچھ نہیں جانتے تھے پھر حضرت نے اُن کو ان سب باتوں کی برائی سمجھائی اور نماز روزہ وغیرہ کی تاکید فرمائی وہاں بھی چبوترے تعزیہ کے اور امام باڑے تھے اُسی روز سب نے کھود کر برابر کئے اور شدوں نشانوں کے بانس توڑ تاڑ کر دریا میں بہا دئے اور اُن کا کپڑا اور چاندی سونا لا کر آپ کے آگے دھرا کہ اپنے صرف میں لاویں، پھر مولانا عبدالحئی صاحب نے کچھ دیر وعظ فرمایا اور وہیں شیخ غلام علی صاحب کے آدمی الہ آباد سے حضرت کو لینے آئے اور رات بھر وہیں رہے اگلے روز کچھ دن چڑھے گھاٹ کی کشتی پر کوئی دو سو آدمیوں سے سوار ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ شیخ غلام علی صاحب کے آدمیوں کے ہمراہ چلے اور اُس پار

آپ کے استقبال کو کنارے دریا کے شیخ غلام علی اور اُن کے بیٹے
پوتے وغیرہ اور مولوی کرامت علی صدر امین اور حافظ اکرام الدین دہلوی
اور شیخ محمد تقی بوچڑ یعنی قصاب اور اُن کے بھائی شیخ عبداللہ اور وہ
بڑے مالدار لاکھوں روپے کے آدمی تھے اور وہاں کے بڑے نامی پیرزادے
شاہ اجمل کے بیٹے نام اُن کا ابوالمعالی تھا اور قلعہ الہ آباد کے داروغہ بستی
میاں اور رنجیت خاں میواتی علاوہ اُن کے بہت شرفاء اور غرباء شہر کے کھڑے
تھے جب کشتی اُس کنارے پر لگی اور حضرت اپنے لوگوں سمیت اُترے سب سے
مصافحہ اور معانقہ کیا، پھر شیخ غلام علی صاحب حضرت کو اپنے بنگلہ پر کر جمنا کے کنارے
لے گئے اور اُس بنگلہ سے کوئی ساٹھ ستر قدم پر راجہ اودت نرائن کی
بڑی وسیع دو منزلہ کوٹھی تھی، پھر بنگلہ سے حضرت کو شیخ صاحب وہ کوٹھی
دکھلانے کو لے گئے اور عرض کی اپنے لوگوں کو اس میں اتاریں اور اُس میں
مکان جدا تھے اور مردانے جدا، آپ وہ تمام مکان نیچے اور اوپر دیکھ کر
بہت خوش ہوئے اور شیخ صاحب ممدوح نے ہر ایک مکان میں بستر سے
پلنگ اور فرش بچھوا دئے تھے اور جو اسباب ضروری تھا وہیں رکھوا دیا
تھا، پھر وہ کوٹھی پسند کر کے آپ بنگلہ پر آئے اور اپنی کشتیوں کو لانے کو
لوگ بھیجے اور وہاں گنگا اور جمنا دونوں دریا کے کچھ دور آگے بڑھ کر ملگئے
ہیں ملاح کشتیوں کو موضع جھری سے جمنا میں لے گئے اور بہت محنت
اور مشقت سے لائے لاتے کئی کوس چل کر کہا کہ شیخ صاحب کے بنگلہ کے

پیچ لگائیں، پھر عورتوں کو کشتیوں سے اُتار کر ڈولیوں پینسوں میں سوار کرا کے اُس کوٹھی کے زنانے مکانوں میں لے گئے'' پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے وہاں جا کر ہر ایک مکان موافق گذران ہر کسی کو تقسیم کر دیا اور مردانے مکان میں آپ اُترے اور جو لوگ مجرد تھے اُن کو اُتارا اور جو لوگ حضرت کے ساتھ آئے تھے اُن کو شیخ صاحب نے اول کھانا کھلا دیا تھا اور باقی جو کشتیوں کے ساتھ آئے تھے اُن کے لئے جدا کھانا بھیجا اور وہ کھانا پلاؤ تھا اور حضرت نے بھیلی بھیلی بورانی اُس کو تقسیم کرا دیا پھر اگلے روز پانچ چھ گھڑی دن چڑھے کہار پلاؤ کی دیگیں اور برتن اور برتن اور وہی بوراتی حضرت کے پاس لائے اُسی دستور سے آپ نے سب کو تقسیم فرمایا، پھر دو گھڑی دن رہے وہی کہار خمیری روٹیاں اور دیگیں گوشت لائے، پھر بعد نماز مغرب کے حضرت نے وہ کھانا تقسیم کرایا اور سب نے کھایا اُس کے اگلے روز اپنے معمول پر وہی کھانا دیگوں میں زردہ اور وہی بورانی لائے اور دوسرے وقت شام کو قورمہ اور شیرمال، پندرہ روز سے زیادہ آپ وہاں رہے اور کھانے کا یہی دستور رہا کہ ایک روز صبح کو زردہ اور بورانی اور شام کو قورمہ اور شیرمال اور اسی مدت اقامت مذکور میں وہاں کے ہزاروں آدمیوں نے بیعت کی اور شیخ غلام علی صاحب سے لوگوں نے صلاحاً کہا کہ حضرت سید صاحب آپ کے یہاں اُترے ہیں اور آپ ہی کی ہر روز دعوت کھانے

ہیں، اور ہم لوگوں کی بھی آرزو ہے کہ ہم بھی حضرت کو اپنے مکان
پر لیجاویں اور خدمت کریں کھانا کھلادیں، شیخ صاحب ممدوح نے
اُن سے بہ خوشامد کہا کہ بھائیو ضیافت کرنے کا تو احسان میرے ہی اوپر رکھو
تم کوئی تکلیف نہ کرو اور جو تمہاری یہی خوشی ہے تو بھی دعوت کرو اور یہی بات
کہ ہم بھی حضرت کو اپنے مکان پر لیجاویں یہ تم کو اختیار ہے شوق سے لیجاؤ لوگوں کو
سے بیعت کراؤ نذر دو پان کھلاؤ عطر لگاؤ، یہ کہنا شیخ صاحب کا سب کے خیال
میں پسند آیا اور سب نے مانا پھر لوگ اپنے اپنے مکانوں پر سید صاحب کو لیجانے لگے
اور اپنے اپنے اہل و عیال کو مرید کرانے لگے اور نذر دینے لگے اور سوا نذرانہ کے
جن کو دعوت کرنی منظور تھی کسی نے دعوت کی دو دو سو روپے دئے کسی نے سو کسی نے
پچاس اور کسی نے پچیس، چنانچہ مولوی کرامت علی صدر امین اور شیخ محمد تقی اور
بستی میاں اور نجف خاں ان سب نے دو دو سو روپے دئے اور چند لوگ وہاں
جوتوں کے سوداگر تھے جیسے حافظ نجابت علی اور محمد حسین اور عبدالقادر وغیرہم
اُنہوں نے آپس میں مل کر دو سو روپے دئے اور قلعہ کے میگزین کے خلاصیوں نے
مل کر دو سو روپے دئے اور باقی صاحبوں کے نام یاد نہیں اور وہ تمام نذر اور
دعوت کے روپے مولوی محمد یوسف صاحب وغیرہ کے پاس رکھائے تھے اور ایک روز
مولوی صاحب ممدوح نے حضرت سے عرض کی کہ جو میرے پاس تھیلی روپوں
کی ہے وہ بھر گئی بلکہ باقی روپے میں نے اوروں کے پاس رکھوا دئے

اور سید صاحب ہمارے پیر و مرشد ہیں اگر فساد ہی کرنا منظور ہے ولیا
ہم کو جواب دو پھر جو کچھ ہوگا ہم بھی دیکھ لیں گے، یہ بات سن کر حضرت نے
فرمایا کہ آپ یہ کیا حرکت بیجا کرتے ہیں فساد کرنا کچھ ضرور نہیں ہم اُس رستے
نہیں جاتے اور رستے ہو کر چلے جاوینگے، اُنہوں نے کہا حضرت سلامت یہ بات
ہرگز نہو گی ہم آپ کو اُسی رستے میں ہو کر لے چلینگے اگر ہم آج اُس سے دب گئے
تو اسی طرح ہمیشہ وہ ہم کو دبایا کریگا، آپ کچھ دیر توقف کریں ہم اس کا بندوبست
کئے لیتے ہیں اور اُس اپنے آدمی سے کہا کہ دہومن خاں کے پاس تو ہیں اتو جنرل
صاحب کے پاس جاکر اطلاع کر کہ بستی میاں نے عرض کی ہے کہ ہمارے مکان پر
ہمارے سید احمد صاحب رائے بریلی کے تشریف لائے ہیں اور دہومن خاں پر سر
فساد لوگوں کو لیکر رستے میں بیٹھا ہے اس نیت سے اگر سید صاحب ادھر نکلیں گے
تو میں اپنے لوگوں سے تیر اکھلاؤنگا، سو ہم نے آپ کو اطلاع کردی ہے اس میں
فساد ضرور ہوگا اب آپ جانیں، پھر اُس آدمی نے جا کر اسی طرح جنرل صاحب سے
عرض کی جوں ہی یہ حال سن کر دہومن خاں پر کمال خفا ہوا اور حالانکہ دہومن خاں
سرکار انگریزی میں بڑا معزز تھا اس لئے کہ بستیوں کا اجارہ دار تھا اور حاصل گزار
تھا، پھر جنرل صاحب نے بستی میاں کے آدمی سے فرمایا کہ تم جا کر بستی میاں سے
کہو کہ تم اس بات سے بے فکر رہو ہم اس کا بندوبست کئے دیتے ہیں، پھر وہ آدمی
یہ خبر لے کر ادھر گیا اور ادھر جنرل صاحب نے اپنے چپراسی سے کہا کہ تم جا کر
کوتوال سے کہو کر رائے بریلی کے سید صاحب شاہ اجمل کے دائرے میں

اور وہ آج بستی میاں کے مکان پر آئے ہیں' اور دہومن خاں کچھ سپاہیوں سے فلانی جگہ رستے میں بیٹھا ہے اور اس کا ارادہ سید صاحب سے کچھ فساد کرنے کا ہے تم جلد اس کا بند وبست کرو اور شہر کے ہر تھانے میں حکم پہنچا دو کہ سید صاحب جس وقت اور جہاں چاہیں شہر میں جاویں کوئی مزاحم نہو' اُس چپراسی نے جاکر یہی حکم کوتوال کو پہنچایا اُس نے فوراً ایک جمعدار اور دس برقنداز کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ فلانی جگہ دہومن خاں لوگوں کو لئے بیٹھا ہے اُس سے جاکر کہنا کہ جنرل صاحب کا حکم ہے کہ تم یہاں سے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور وہاں سے سب کو اٹھا کر بستی میاں کے مکان پر جانا وہاں رائے بریلی کے سید صاحب آئے ہیں ان کو بحفاظت تمام شاہ اجمل کے دائرے میں پہنچا کر چلے آنا اور سید صاحب سے کہنا کہ جنرل صاحب کی طرف سے اجازت ہے جس وقت اور جس جگہ شہر میں آپ چاہیں تشریف لیجاویں کوئی مزاحم نہوگا' پھر وہ برقنداز دہومن خاں کو وہاں سے اُٹھا کر بستی میاں کے یہاں حضرت کے پاس آئے اور حکم جنرل صاحب اور کوتوال صاحب کا سنایا اور عرض کی آپ تشریف لے چلیں ہم آپ کو شاہ اجمل کے دائرے میں پہنچا آویں' پھر آپ وہاں سے تشریف لیچلے' برقنداز ساتھ ہوئے بستی میاں کے مکان سے نکلتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ پندرہ بیس بندوقچیوں کے ربخیت خاں آپ کی حفاظت کو کھڑے ہیں اور سب کے توڑے شیر جب آپ اُن کے نزدیک گئے سب نے سلام کیا' آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا

کہ جاؤ اپنے مکان پر کمر کھول کر شام کو شیخ محمد تقی کے مکان پر ہم سے ملنا
یہ سن کر وہ اپنے گھر گئے" اور حضرت شاہ اجمل کے دائرے میں آئے اور
برقنداز وں کو رخصت کیا' پھر شام کو چوک کی مسجد میں آپ تشریف لے گئے
وہیں رنجیت خاں اور اُن کے لوگ بھی حاضر تھے' پھر بعد فراغ نماز مغرب
سب کو لے کر آپ شیخ محمد تقی کے مکان پر گئے اور بیٹھے' اُس وقت آپ نے شیخ
محمد تقی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اُس وقت جب بند وقچیوں کو لئے وہاں
رنجیت خاں ہمارے لئے کھڑے تھے وہاں کھڑا ہونا ہتھیار باندھ کر ہم کو ناپسند آیا
کہ ایک صورت بلوے کی تھی مگر اُن کی چالاکی اور دلیری اور خیر خواہی سے ہم
بہت خوش ہوئے' آپ شیخ بھائی تم اُن کے لئے ہم سے کیا کہتے ہو' اُنہوں
نے عرض کی کہ یہ بھائی بھتیجے بھی جو یہ حاضر ہیں اور میں بھی اُمیدوار ہوں
کہ آپ میرے اور سب بھائیوں کے واسطے دعا کریں اور اُس وقت شیخ محمد تقی
کے بھائی شیخ عبداللہ اپنے زنانے مکان میں تھے ان کو بھی بلوالیا اور قادر بخش
نام ایک لڑکا ان کا بھانجا یا بھتیجا تھا اس کو بھی بلوالیا اور حضرت سے عرض
کی کہ یہ لڑکا یتیم ہے اس کے واسطے بھی آپ دعا کریں' حضرت نے اُس کو اپنے
پاس بٹھایا' اس وقت اس مجلس میں تیس چالیس آدمی حاضر تھے پھر آپ ننگے
سر ہو کر کمال الحاح و زاری کے جناب باری میں دعا کرنے لگے اور سب حاضرین
مجلس آمین کہنے لگے پھر بعد فراغ دعا کے آپ نے اپنی ایک دستار منگائی
اور رنجیت خاں کو بند ھائی اور خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ بنایا اور

کشائش روزی کے لئے ان کو پانچ روپے برکت کے دئے اور ایک
تاج خلافت کا اور ایک روپیہ برکت کا اُن کے بھائی کو عنایت کیا
اور دو شخص اُن کے عزیزوں میں تھے ایک ایک روپیہ اُن کو دیا اور ایک
روپیہ برکت کا شیخ عبداللہ کو دیا اور قادر بخش کے واسطے شیخ محمد تقی سے
فرمایا کہ ابھی تو یہ نابالغ لڑکا ہے مگر جب بالغ ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ تب
اس کا حال دیکھنا کہ کیا خیر و برکت و فلاح اُس کے نصیب میں ہوتی ہے پھر
آپ وہاں شاہ اجمل کے دائرے میں آئے پھر بعد ایک دو دن کے بنارس
کو تشریف لے گئے وہاں سے جب مع الخیر تکیہ شریف کو تشریف لائے تب آپ
کے ہمراہیوں سے یہ تمام حال خیر مآل سنا انتہیٰ اور وہیں شیخ لعل محمد موضع جہنی
کے اور شیخ وزیر اور اُن کے چاروں بیٹوں موضع اسر ولی کے اور دونوں
بھائی زمیندار موضع چیری کے آکر حاضر ہوئے اور ہر ایک کے ساتھ ان کے
اطراف کی بستیوں کے بہت لوگ تھے اُن میں جنہوں نے بیعت نہیں کی تھی
اُنہوں نے بیعت کی، پھر مولانا عبدالحیٔ صاحب سے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا
کہ ان زمیندار بھائیوں کو مسائل ضروری نماز روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ
کی تعلیم کر کے ہمارے پاس لاؤ پھر جو ہم کو کہنا ہوگا ہم اُن سے کہہ دینگے
پھر مولانا صاحب نے وہیں کو ٹھے کے ایک مکان میں بٹھا کر مسائل اُن کو
تعلیم کئے اور آپ کی خدمت بابرکت میں لے گئے، پھر آپ نے شیخ لعل محمد
اور شیخ وزیر محمد اور اُن کے بیٹوں کو اور چیری کے دونوں بھائی

زمنیا اور ان کو خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور جن کو انہوں نے
اپنے اپنے آدمیوں سے لیتی جانا ان کے لئے کہا' آپ نے اُن کو بھی خلیفہ
اپنا کیا اور کسی کو کرتا اور کسی کو عمامہ اور کسی کو تاج عطا فرمایا اور سب کے
لئے دعا کی اور شیخ وزیر کو ایک روپیہ برکت کا عنایت کیا اور سب کی طرف
مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائیو کچھ مدت لللہ فی اللہ اپنی نواح اور اطراف کی بستیوں
میں دورہ کرو اور مسلمانوں کو توحید اور طریق اسلام کا سکھاؤ اور شرک و بدعت
سے بچاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اجر عظیم عطا کرے گا، یہ کلام حضرت کا سُن کر سب
نے عرض کی کہ آپ کا فرمانا صحیح ہے اور درست' مگر ہم کو عذر یہ ہے کہ اول تو ہم تمام
اقسام شرک و بدعت سے واقف نہیں کہ کن کاموں کو شرک کہتے ہیں اور
کن کو بدعت' اور دوسرے یہ لوگ تمام عوام کالانعام شعار اسلام سے محض
ناواقف ہیں ان کو یہ باتیں سکھانا اور راہ راست پر لانا ہم لوگوں سے تو یہ
امر دشوار ہے' آپ نے فرمایا کہ اُن کی ہدایت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے نہ میرے
اختیار میں ہے نہ تمہارے جو تم اس امر میں لللہ فی اللہ چند مدت کوشش کروگے
تو اس کا اجر عظیم خدا سے پاؤگے اور مفت میں جنت کماؤگے' یہ بشارت
فیض اشارت سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا آپ کا فرمانا ہم کو قبول ہے
پھر اس عرصہ میں وقت عصر کا آیا آپ نماز پڑھ کر شیخ غلام علی صاحب کے
بنگلہ پر تشریف لے گئے' پیچھے سے وہ لوگ بھی جا کر وہیں حاضر ہوئے شیخ صاحب
موصوف نے حضرت سے پوچھا کہ آپ نے ان لوگوں کو رخصت کرنے کی

کیا تدبیر کی' آپ نے فرمایا کہ کچھ باتیں تعلیم کرنی ان کو باقی ہیں وہ تعلیم
کرکے ایک دو روز میں رخصت کرینگے' ان لوگوں نے عرض کی کہ لوگوں کی
تعلیم وتلقین کو جو آپ نے ہم کو فرمایا ہے اگر آپ شیخ صاحب کو بھی اس کام پر
مقرر کردیں تو اُن کے سبب سے ہم لوگوں کو اور بھی قوت ہو جاوے اس لئے کہ
یہاں کے نامی سردار ہیں اور بڑے علاقہ دار اور صاحب اقتدار ہیں آپ
نے فرمایا کہ میرا بھی یہی ارادہ تھا مگر تم نے جو اُس وقت کہا بہت خوب کہا
اور شیخ صاحب ممدوح سے کہا کہ شیخ بھائی تمہارے علاقہ کی بستیوں
میں جو مسلمان بستے ہیں اُن کی تعلیم اور تلقین کے لئے ہم نے تم کو مقرر کیا
شیخ صاحب نے کہا آپ کا فرمانا بجا ہے مگر میں خود بھی آپ کی تعلیم اور
تلقین کا محتاج ہوں بھلا میں اُن کو کیا تعلیم کرونگا اور سوا اس کے وہ تمام
لوگ نسل حیوانوں کے طریق اسلام سے محض بے خبر ہیں ان کو کیونکر کوئی تعلیم
کرے' آپ نے فرمایا کہ شیخ بھائی ایک ذرا تم پس و پیش نہ کرو ان کو ہمت
تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کرے گا تم جو چند روز ان کو دین اسلام
سکھاؤ گے مفت میں اجر عظیم پاؤ گے اور اس کی تدبیر بہت آسان ہے وہ
یہ ہے کہ اُن زمیندار لوگوں کا اکثر کاروبار سرکار و دربار سے تعلق رکھتا
ہے تم اُن کے حامی اور مددگار رہو اور وہ تمہاری سرکار کے مال گزار ہیں
اس میں جس قدر تم سے ہو سکے موافق لیاقت ہر ایک کے روپیہ لینے میں
تخفیف کر دو یہ احسان تمہارا جب ان پر ہوگا تب جو کچھ ان سے کہوگے

بے انکار سب مانیں گے، شیخ صاحب نے کہا اگر یہی بات ہے تو بہت
ہی آسان ہے انشاء اللہ تعالیٰ میں یہ کام کرونگا اور اسی وقت اپنے
چپراسی سے کہا کہ توشہ خانہ کے داروغہ نصرت کو بلاؤ وہ اُسی دم بلا لایا
شیخ صاحب نے تاکید مزید داروغہ سے کہا کہ جو زمیندار ہماری بستیوں کے یہاں
تحصیل کا روپیہ لے کر آویں لوٹ ملے ہمارے نہ جانے پاویں اور شیخ صاحب
موصوف کے جو قدیمی پیر تھے وہ بھی اسی مجلس میں حاضر تھے مگر حضرت کو
یہ حال معلوم نہ تھا کہ ان کے پیر ہیں، شیخ صاحب نے حضرت سے عرض کی
کہ جو کچھ واسطے تعلیم اور تلقین کے فرمایا سب بجا ہے مگر یہاں اس ملک میں ایک اور
بلا ہے اس کو کیا کریں کہ یہاں صدہا بستیاں علاقہ الہ آباد کی ہیں اور اُن میں یہ
دستور ہے کہ ہر بستی میں پیرزادے دورہ کرتے ہیں اور اُن کی دعوتیں اور
مہمانیاں مقرر ہیں اور وہ پیرزادے کسی مرید کو روزہ نماز کچھ لے کر معاف
کر دیتے ہیں اور کسی کو شراب تاڑی بھنگ وغیرہ پینے کی اجازت دیتے ہیں
ان لوگوں کا یہی وتیرہ ہے اور سی طور ڈوم ڈھاری دفالی نخنث وغیرہ ہر کسی
کے یہاں شادی غمی میں آتے ہیں اور گاتے بجاتے ہیں اور اپنا معمول جو مقرر ہے لے
جاتے ہیں اور ان لوگوں میں سے کچھ یہاں بھی اس وقت اس وقت حاضر ہیں اور
مجھ سے کہتے ہیں کہ تمہارا تو یہ حال ہوا کہ ہر ایک بُری بات سے توبہ کر کے سید صاحب
کے مرید ہوئے اب ہم کو کیا فرماتے ہو سو اب میں اُن کے سوال کا کیا جواب

دوں، حضرت نے فرمایا کہ شیخ بھائی خوب تم نے بات یاد دلائی یہی سوال موضع اچھنی وغیرہ کے لوگوں نے کیا تھا حقیقت اس کی یہ ہے کہ جو پیرزادے اپنے مریدوں سے کچھ لے کر نماز روزہ معاف کر دیتے ہیں یا کچھ لیکر شراب تاڑی وغیرہ پینے کی اجازت دیتے ہیں اگر ان سے از روئے قسم پوچھو کہ تمہارے معاف کر دینے سے یہ چیزیں معاف ہوتی ہیں تو ہرگز نہ کہیں گے یہ صرف پیٹ کے واسطے مکر و فریب ہے اور اس طور تمہارا دینا اور ان کا لینا تم دونوں کے حق میں برا ہے مگر اب اس کی یہ تدبیر کرنی چاہیے کہ جو کچھ تم اپنے پیرزادوں کو بطور چھ ماہی یا سالیانے کے دیا کرتے تھے اس سے کم یا زیادہ بلا تعین للہ فی اللہ سمجھ کر ان کو دیا کرنا اسکے کیا نفع ہی ان کے معاش کی اور کوئی صورت نہیں ہے پھر چند مدت میں انشاءاللہ تعالیٰ یہ لوگ اس طرح خیرات لینی تم لوگوں سے برا جان کر خود ترک کر دینگے اور اپنی روزی کے واسطے کوئی پیشہ اختیار کرینگے اور اسی طور للہ فی اللہ سمجھ کر اپنی شادی غمی میں ڈوم ڈھاری ڈفالی وغیرہ کو دیا کرنا مگر ان سے گانے بجانے کی خدمت نہ لینا اس آپ کے فرمانے کو سب نے پسند کیا کہ آپ نے خوب تدبیر بتلائی اب ایسا ہی ہم لوگ کیا کرینگے، پھر آپنے حافظ اکرام الدین دہلوی کو کہ وہاں جوتوں کی دوکان کرتے تھے بلایا اور ان سے فرمایا کہ ہم تم کو اپنا خلیفہ بناوینگے اور جو بھائی زمیندار اچھنی اسرولی وغیرہ

کے ہیں ان کو تمہارے تابع کرینگے تم الہ آباد کے اطراف و نواح کی بستیوں میں
واسطے ہدایت لوگوں کے دورہ بھی کرنا اور ہر جمعہ کو شیخ صاحب کے اسی بنگلہ پر
وعظ بھی کہنا یہ تمام کلام ہدایت التیام سُن کر حافظ صاحب نے عذر کیا کہ اول
تو میں سوا دکانداری کے کوئی صورت اپنی گذران کی نہیں رکھتا ہوں تنگ
معاش آدمی ہوں اور دوسرے یہ کہ وعظ و درس کہنے کی مجھکو لیاقت نہیں کم علم
ہوں اس کے لئے بہت علم چاہئے مجھ سے یہ کار کیونکر ہوگا' آپ نے فرمایا کہ آج
عشا تک ہمارے پاس حاضر رہو' اُنھوں نے کہا بہت خوب' اور ہم لوگوں کا وہاں
دستور تھا کہ کھانا بعد نماز مغرب کے کھاتے تھے اور سید صاحب کے واسطے ایک
خوان کھانے کا جدا آتا تھا اس کو آپ بعد نماز عشا تناول فرماتے تھے اس روز
نماز عشا کی وہیں شیخ صاحب کے وہیں بنگلہ پر پڑھی بعد فراغ نماز کے
حافظ صاحب اور جھبی وغیرہ کے زمینداروں کو اپنے پاس بٹھایا اور اپنا
کرتا حافظ صاحب کو عنایت فرمایا اور خلیفہ بنایا اور اُن کے واسطے دعا کی اور
شیخ غلام علی صاحب سے کہا کہ پانچ روپے ماہ بماہ ان کو واسطے خرچ کے دیا کریں
اور جب یہاں ہوں تب اپنے دسترخوان پر ان کو کھانا کھلایا کریں اور ہر جمعہ
کو یہ آپ کے اس بنگلہ پر وعظ کہا کرینگے' اُنھوں نے عرض کی جو کچھ آپ نے
فرمایا مجھکو قبول ہے مگر مسجد یہاں نہیں ہے جو بعد جمعہ کے وعظ فرمادیں اور اگر
اس وقت وعظ کہینگے سننے والے کم آوینگے سو اس کی یہ صلاح میرے خیال

آتی ہے کہ بعد نماز فجر کے سورج نکلے وعظ کہنا شروع کیا کریں اور
جو لوگ سننے کو آویں اُن کے واسطے میرے یہاں کھانا تیار ہو پانچ چھ
گھڑی دن چڑھے وعظ سُن کر کھانا کھا کر سب اپنے اپنے مکان کو چلے جایا
کریں، حضرت نے شیخ صاحب کی یہ بلند ہمتی بہت پسند کی اور یہی وقت وعظ
کہنے کا مقرر فرمایا پھر آپ وہاں سے حافظ صاحب اور چھنی وغیرہ کے
زمینداروں کو ساتھ لے کر اپنے مکان پر آئے اور جو خوان کھانے کا
آپ کے واسطے آیا تھا اُس کو منگایا اور ان سب کو بٹھا کر اپنے ساتھ کھلایا
اور بعد تناول طعام کے آپ نے دعا کی اور ان زمینداروں سے کہا کہ ہم نے
واسطے تعلیم اور تلقین تمہاری کے ان حافظ صاحب کو مقرر کیا ہے تم سب ان
کے تابع رہنا اور حافظ صاحب سے کہا کہ تم ان بھائیوں کی تعلیم اور خیرخواہی
میں کوتاہی نہ کرنا اور انشاء اللہ تعالیٰ تم اپنے وعظ و نصیحت کا حال اب دیدم
اور روز بروز دیکھنا کہ کس قدر ترقی ہوتی ہے اور یہاں کی جو اُسی بستیوں کے
مسلمانوں کی تعلیم و تلقین کے لئے تم کو مقرر کیا ہے اور ہدایت ان مسلمانوں کی
اللہ تعالیٰ کے یہاں مقرر ہو چکی ہے اور سوا ان کے صدہا بستیوں کے **لوگوں**
کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے گا تم اپنے دوروں و سیر اور تعلیم و تلقین میں
کوتاہی نہ کرنا تم مفت میں ماجور اور مشکور ہو گے یہ حال خیر مآل تو ہو چکا
اب یہاں تھوڑا سا حال ہدایت اشتمال شیخ غلام علی صاحب کا لکھا جاتا ہے

وہ یہ ہے کہ وہ شیخ صاحب موصوف بیعت تو حضرت علیہ الرحمۃ کے دست
مبارک پر پیشتر کر چکے تھے جس ایام مبارک فرجام میں پہلی بار الٰہ آباد
میں تشریف لے گئے تھے ان روزوں شیخ صاحب کا اور ہی حال تھا
جب سے اور ہندوستانی امر کا شراب تاڑی حقہ مدک چرس وغیرہ سب
کچھ پیتے تھے اور صدہا روپے کی شراب اور طرح طرح کے ظروف پیالہ
صراحی وغیرہ ان کے یہاں موجود تھے اور اسی طرح انواع طرح کے حقے
سنہرے روپہلے بدری شیشے وغیرہ کے ان کے نیچے ہر قسم اور ہر طرح کے
بیش قیمت دھرے تھے، جب حضرت علیہ الرحمۃ کے سبب منہیات شرعیہ سے
تائب ہو کر مرید ہوئے سب کو توڑ پھوڑ کر دریا میں ڈلوا دیا بلکہ جو حقے اور
نیچے اور شراب پینے اور رکھنے کے ظروف بیش قیمت تھے، لوگوں نے صلاح دی
کہ ان کو توڑ پھوڑ کر ضائع نہ کرو بیچ ڈالو ان کی قیمت لے کر اپنے خرچ
میں لاؤ، شیخ صاحب نے کہا نعوذ باللہ من ذالک میں تو برا جان کر بیچ ڈالوں
اور سب کے ہاتھ کہ اس بلا میں مبتلا ہو یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا کسی طور سے نہ مانا
سب کو توڑا جو ظروف چاندی کے تھے ان کو توڑ کر اپنے توشک خانہ میں داخل
کیا اور باقی سب کو دریا میں پھکوا دیا، اور حضرت علیہ الرحمۃ کے ایسے معتقد صادق
اور مخلص بے ریا اور محب باوفا تھے کہ میں نے تو آج تک تو کسی کو نہیں دیکھا
اور اب کی بار جب اس سفر حج میں ان کے یہاں تشریف لے گئے، اور جتنے روز

وہاں رہے شیخ صاحب نے یہ وتیرہ اختیار کیا کہ جب مرتبہ آپ کی
خدمت فیضدرجت میں آتے تھے تو کوئی ہتھیار عمدہ بیش قیمت ضرور لاتے
تھے دن بھر میں ایک بار بھی اور دو بار بھی اور تین بار بھی کسی وقت ایک
یا دو یا تین تلواریں مصقل روپہلی قبضہ کی ہر ایک میں دریائے سرخ کا رومال
گوٹدار بندھا ہوا لا کر نذر کرتے کسی وقت عمدہ پولادی چھرا چھری یا کوئی
بیش قبض یا کوئی بندوق یا کوئی جوڑی پستول لاکر پیشکش کرتے دو یا تین
روز تک تو حضرت نے کچھ نہ فرمایا جو وہ لائے وہ آپ نے لے لیا جب ہر وقت
اور ہر روز اُنھوں نے یہی دستور مقرر کر لیا تب آپنے فرمایا کہ شیخ صاحب ہم
تو بیت اللہ شریف کو واسطے اداء حج کے جاتے ہیں وہاں ہتھیار لے جانے کا تو کچھ کام ضرور نہیں
آپ ہر وقت اور ہر روز یہ تکلیف کیوں کرتے ہیں وہاں سے جب اللہ تعالی
ہم کو مع الخیر لاویگا تب ہم آپ سے لے لیویں گے ابھی یہ ہتھیار اپنے پاس رہنے
دیں اس کے جواب میں شیخ صاحب نے عرض کی کہ اول تو مجھکو یہ نہیں معلوم
کہ آپ کہاں جہاد کرینگے اس ملک میں یا کسی اور ملک میں اور دوسری بات
یہ ہے کہ مجھ کو خود اپنی زندگی کا بھروسہ نہیں کہ جب تک آپ وہاں
سے ساتھ خیر کے تشریف لاوینگے تب تک میں زندہ رہونگا یا نہیں
اور اس عرصہ میں جو میں مرگیا تو میری آرزو باقی رہ جاویگی اور بعد

میرے خدا جانے یہ مال واسباب کس کے ہاتھ لگیگا سو میری خوشی یہی ہے کہ آپ میرے یہاں سے لیجاویں پھر آپ کو اختیار ہے جہاں چاہیں وہاں رکھدیویں، آپ نے فرمایا کہ آپ کی خوشی اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دیوے پھر جو کچھ وہ لاتے تھے آپ لیتے تھے اور الہ باد میں حضرت کے ہمراہ عورت مرد ملاکر کچھ کم یا زیادہ پانسو آدمی تھے پھر ایک روز شیخ صاحب نے کیا مرد اور کیا عورت ایک ایک روپیہ اور دو دو جوڑے کپڑے دئے، مردوں کو دو پاجامے اور دو انگرکھے اور دو ٹوپیاں اور ایک چادر اور ایک جوڑا جوتا یہ تو عام تقسیم تھی کہ اس میں سب شامل تھے اور دوسری خاص تقسیم تھی کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے عزیزوں اور قریبوں کو سراسم دس دس روپے دئے علاوہ انکے قافلہ میں جو اور عالم فاضل مولوی حافظ ذی عزت لوگ تھے اُن میں موافق وجاہت ہر کسی کے کسی کو پانچ کسی کو دس کسی کو آٹھ روپے دئے اور ایک روز پانچسو یا کچھ زیادہ لٹھے کے احرام نو یا دس ہاتھ لمبے ایک کپڑے میں باندھ کر لائے اور عرض کی کہ جہاں سے احرام باندھتے ہیں وہاں سب صاحب کو تقسیم کردینا پھر ایک روز آپنے تمام اہل دیہال کو مرید کرایا اور کوئی بیس پچیس کشتیوں میں اسباب اور نقد آپ کی نذر کو لائے دو کشتیوں میں تو روپے تھے مگر شمار نہیں معلوم کہ کے ہزار تھے اور کئی کشتی میں زنانے کپڑے سلے ہوئے تھے کسی میں کمخواب کے تھان، کسی میں ڈھاکے ململ کے تھان، کسی میں گلبدن اور اطلس کے تھان، کسی

میں پگڑیاں اسی طور پر کشتی میں ایک جدے قسم کا کپڑا تھا، اور دو جلد قرآن مجید نہایت خوشخط مطلا کئی ہزار روپے کے خرید شیخ صاحب موصوف نے لاکر حضرت علیہ الرحمۃ کو سپرد کئے اور عرض کی کہ ایک ان میں سے بیت اللہ شریف میں وقف کرنا اور ایک مدینہ منورہ میں، پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے ساتھ اس مضمون ہدایت مشحون کہ الٰہی جو کچھ زر نقد اور اسباب شیخ صاحب نے تیری رضامندی کے لئے دیا ہے اس کو اپنی رضامندی ہی کے کاموں صرف کرانا اور جو امانت سونپی ہے اس کو اسی جگہ پہونچانا فقط، اور انتظام شیخ صاحب کی سرکار فیض آثار کا کمال خوبی کے ساتھ تھا کہ میں نے کسی امیر کبیر کے یہاں نہیں دیکھا، سنا تو فقط خدمتگار تھے پچیس تیس ان میں ہر وقت اپنے اپنے کار پر تیار اور ہوشیار رہتے تھے اور باقی اپنے اپنے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے اپنے بدلے کے روز حاضر ہوتے تھے، اور جو اپنے نوکر پچاس حاضر رہتے وہ دونوں وقت شیخ صاحب کے دسترخوان پر کھانا بھی کھاتے تھے اور جس روز حضرت علیہ الرحمۃ ان کے مکان پر جاکر رونق افزا ہوئے تھے اس روز شیخ صاحب نے سب کو بلا لیا، اور مشاہرہ ان کا تین روپے سے سات روپے تک تھا، علاوہ ان کے جو دار وغہ اور کارخانہ دار وغیرہ ممتاز لوگ تھے ہر کسی کا مشاہرہ حسب لیاقت جدا تھا، اور کئی طبیب بھی نوکر تھے اور دواخانہ ان کا ایسا تھا کہ ہر ایک دوا اس میں موجود تھی بازار جانے کی حاجت واسطے کسی دوا کے کم پڑتی تھی کوئی تو شربت بناتے تھے اور کوئی عرق کھینچتے تھے کوئی سفوف اور معجون وغیرہ تیار کرتے تھے

ہر کوئی اپنے اپنے کاروبار میں مشغول و مصروف رہتے تھے اور یہ اذن عام تھا کہ غریب و محتاج واسطے جس دوا کے آوے لیجاوے اور جو بیمار اور دردمند آوے طبیب نبض اور قارورہ دیکھ کر جو نسخہ لکھے اس کو دیدیا کریں اور جبتک حضرت وہاں رہے تب تک اُنھوں نے اپنے چند خدمتگار متعین کردیئے کہ ہر روز قافلہ کے بیمار اور دردمندوں کی خبر لیتے رہتے تھے جو کوئی بیمار ہوتا تھا اُسکو طبیب سے پوچھ کر دوا پلاتے تھے اور پرہیزی کھلاتے تھے، اور شیخ صاحب کے مطبخ کا یہ بندوبست تھا کہ ہمارے لوگ ملاکر ڈیڑھ دو ہزار آدمی کا کھانا پکتا تھا پندرہ سولہ روز ہم لوگ وہاں رہے کبھی کسی وقت مطبخ کے لوگوں کی آواز نہ سنی کہ فلانی چیز لاؤ یا فلانے کام کرو اسی طور پر کاروبار کا بندوبست اُن کے یہاں تھا، ایک روز شیخ صاحب اپنے بنگلہ میں حضرت علیہ الرحمۃ سے کچھ اپنے کارخانے کی باتیں کر رہے تھے اُس میں مولوی کرامت علی صدر امین اور رحمت خاں وغیرہ نے باتوں باتوں میں حضرت سے کہا کہ شیخ صاحب کوئی سوا لاکھ روپے کے قرضدار ہیں اور اس قدر اُن کا عالیجاہ کارخانہ ہے، یہ بات سُن کر حضرت نے شیخ صاحب سے کہا یہ کیسی بات ہے، اُنھوں نے کہا ہاں بات تو یوں ہی ہے، یہ سچ کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اتنا لمبا چوڑا اپنا خرچ کیوں رکھتے ہو یہ تو بہت بیجا بات ہے، شیخ تو نہ بولے اور لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کا قرض ادا کردے، یہ سُن کر آپ دیر تک سکوت میں رہ گئے بعد اس کے فرمانے لگے کہ شیخ بھائی یہ بات آپ ہم سے اور کسی وقت پوچھ لیویں، پھر کچھ دیر کے بعد وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے اس کے اگلے روز

بعد نماز فجر ان کے بنگلہ پر گئے اور وہاں الگ بیٹھ کر شیخ صاحب سے کچھ باتیں کیں پھر وہاں سے شیخ صاحب اور آپ لوگوں میں آکر بیٹھے اور سب سے کہا کہ بھائیو شیخ صاحب کے واسطے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کا قرضہ ادا کردے اور ننگے سر ہو کر آپ دعا کرنے لگے اور سب لوگ آمین آمین کہنے لگے پھر بعد فراغ دعا کے شیخ صاحب سے فرمایا کہ اس سفر حج میں کم و بیش تین برس ہم کو لگینگے انشاءاللہ ہمارے آتے آتے تمہارا قرضہ ادا ہو جاویگا یا قدرے قلیل کچھ باقی رہ جاوے اور ایک عمل مجرب ہم تم کو بتلادیں اگر اس کو کرو تو بہت خوب ہو اور وہ عمل پورا نہ ہونے پاوے کہ انشاءاللہ تعالیٰ تمہارا مطلب پورا ہو جاوے وہ یہ ہے کہ سورہ مزمل پڑھو جتنے روز میں ہو سکے اس طور سے کہ ہر روز اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ اور سورہ فاتحہ پڑھو اور بیچ میں جس قدر پڑھی جاوے سورۂ مزمل پڑھو اور جہاں پڑھو وہ جگہ پاک ہو اور جو پوشاک پہنے ہو وہ بھی پاک ہو اور کپڑوں میں خوشبو لگایا کرو اور قبلہ رو ہو کر پڑھو اور جو خوشبو نہ ملے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جبتک یہ ختم پورا نہ ہو تب تک اس میں یہ شرط ہے کہ کسی مسلمان کی غیبت نہ کرو صحبت بد میں نہ بیٹھو اور گوشت بھی نہ کھاؤ اگر ان منہیات سے کوئی بات کروگے تو جسمی بھی نقصان ہوگا اور یہ عمل بھی اثر نہ کرے گا اور اگر چاہو کر توبہ کرکے پھر شروع کرو تو سات برس تک کچھ نہیں ہونے کا بعد سات برس کے اگر پڑھو تو شاید اثر کرے اور اگر نہ کرے تو بھی عجب نہیں، یہ تمام گفتگو سن کر شیخ صاحب نے عرض کی کہ مجھ کو تو بیماری فالج

کی ہے مجھ سے تو ہونا اس امر کا دُشوار ہے اگر آپ فرما دیں تو کسی اور سے پڑھوا لوں' آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے مگر جو کچھ اپنے پڑھنے میں خیر و برکت اور تاثیر ہے وہ غیر کے پڑھنے میں نہیں ہو گی یہ سُن کر شیخ صاحب چپ ہو رہے یہاں تک بیان مختصر شیخ صاحب کا ہو چکا' اب باقی بیان الٰہ آباد کا یہ ہے کہ جب تک آپ الٰہ آباد میں رہے دعوت شیخ صاحب ممدوح نے کی مگر دو روز دو جگہ اور بھی دعوت کھانے کا اتفاق پڑا ایک تو قلعہ میں بستی میاں کے یہاں اور دوسری شاہ اجمل صاحب کے دائرے میں اول تو دعوت قافلہ سمیت حضرت علیہ الرحمۃ کی شاہ اجمل صاحب کے یہاں ہوئی پھر اس کے بعد بستی میاں نے آپ کے پاس آکر عرض کی کہ سو آدمی کی پروانگی قلعہ دار صاحب سے میں نے لی ہے سو آپ کو واسطے قلعہ دیکھنے کے وہاں تک چلنا ضرور ہو گا' آپ نے فرمایا کہ ہاں جانا سو آدمیوں کو لے کر ہم کو مناسب نہیں معلوم ہوتا خدا جانے وہ اپنے دل میں کیا خیال کریں اُنہوں نے کہا کہ حضرت یہ کوئی بات نہیں ہے آپ کے واسطے تو اذن عام ہے جتنے لوگوں سے آپ چاہیں تشریف لے چلیں اور جہاں چاہیں وہاں پھریں اور سو دو سو آدمیوں کو تو بے پروانگی بھی میں خود لیجا سکتا ہوں' آپ نے فرمایا تو خیر ہم چلیں گے پھر وہ تو یہ کہہ کر رخصت ہوئے اس کے اگلے روز کچھ دن چڑھے آپ کوئی دو سو آدمیوں سے قلعہ میں تشریف لے گئے'' یہ خبر قافلہ میں اور لوگوں کو ہوئی کہ حضرت قلعہ دیکھنے گئے ہیں دو دو چار چار کرکے سو دو سو آدمی اور بھی جا کر وہیں داخل ہوئے' پہلے تو بستی میاں آپ کو

بادشاہی مکان میں جو سب مکانوں سے بلند تھا وہاں لے گئے آپ تو ایک
ایک جگہ بیٹھے اور ہم لوگ ادھر ادھر سیر کرنے لگے، وہیں بستی میاں نے شیرانی
منگوا کر سب کو تقسیم کی وہیں سب نے کھائی اور انھوں نے رات کو کورے گھڑوں
میں ٹھنڈا پانی بھروا کر رکھا تھا وہی ہم سب نے پیا پھر حضرت بھی اٹھ کر گنگا جمنا
کا وہاں سے تماشا دیکھنے لگے عجیب کیفیت دریا میں نظر آتی تھی کہ بیان اس کا نہیں ہو
سکتا، موسم برسات کا تھا کوسوں تک پانی ہی پانی معلوم ہوتا تھا پھر
آپ وہاں سے اتر کر نیچے آئے وہاں انگریزی میگزین کا کارخانہ دیکھا طرح
طرح کے ہتھیار اور قسم قسم کے جنگی باجے رنگ برنگ کی توپیں اور ان کے گولے
اور خدا جانے کیا کیا جنگی آلات تھے کہ ان کا نام بھی ہمیں معلوم، اس عرصہ میں کھانا
پک کر تیار ہوا مگر بستی میاں نے سو آدمیوں کا کھانا پکوایا تھا اور یہاں لوگ دونے
سے زیادہ ہو گئے ان کو تردد ہوا کہ اب کیا تدبیر کریں آخر کو اپنے لوگوں سے صلاح
مشورہ کرنے لگے کہ یا تو جلد اور کھانا پکایا جاوے یا بازار سے اور شیرینی آوے
یہ خبر سید صاحب کو ہوئی کہ بستی میاں اپنے لوگوں سے یہ گفتگو کر رہے ہیں آپ
نے پوچھا کہ جمعدار بھائی یہ کیا مشورہ کر رہے ہو انھوں نے کہا کچھ یوں ہی
باتیں کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ کچھ ہم سے بھی تو بیان کرو کیا بات ہے تب
انھوں نے عرض کی کہ کھانا تھوڑا پکا ہے اور آدمی بہت ہیں سو یہ تدبیر ہے کہ اور
کھانا بقدر حاجت کے جلد تیار کر لیا جاوے تب کھانا شروع کریں یہ بات

ہے، آپ نے فرمایا کہ "کھانا پکانا کچھ ضرور نہیں، جو کھانا پکا ہوا موجود ہے وہ کھانا اور برتن ہم کو حوالہ کرو اور جتنے لوگ آپ کے ہیں ان کو بھی ہمارے ساتھ بٹھادو دیکھو اللہ تعالیٰ اتنے ہی کھانے میں کیسی برکت کرتا ہے، پھر انہوں نے ایسا ہی کیا یعنی برتن بھی لاکر دھر دئے اور کھانا بھی حاضر کیا اور وہ کھانا پلاؤ تھا، پھر آپ نے سب کھانا برتنوں میں نکلوایا ان میں دو کونڈے کھانا الگ رکھوادیا کہ یہ کھلانے والوں کا حصہ ہے اور بستی میاں کے جو کچھ آدمی تھے ان کو بھی اپنے لوگوں کے ساتھ بٹھایا اور لگنوں اور کونڈوں میں کھانا نکلوا کر سب کے آگے دھر دیا اور سب نے کھانا شروع کیا، سنبھو مزدور جو وہاں قلعہ میں سرکاری کام کر رہے تھے وہ بھی دور سے کھڑے ہو کر دیکھنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ آدمی کھانے والے اتنے ہیں کہ یہ کھانا سراسم پاؤ پاؤ سیر بھی نہ آویگا ان لوگوں کا پیٹ کیونکر بھرے گا، تمام لوگ باخوبی کھا کر فارغ ہوئے اور ہاتھ دھوئے تب بستی میاں نے عرض کی کہ کھانا تھوڑا تھا لوگ بھوکے ہونگے اور کھانا آپ نے نہ پکوانے دیا، سید صاحب نے فرمایا کہ اپنے آدمیوں سے تو پوچھو کہ تم کوئی بھوکے نہیں رہے اگر وہ بھوکے رہے ہونگے تو ہمارے لوگ بھی بھوکے ہونگے، انہوں نے دو چار آدمیوں سے پوچھا وہ کہنے لگے کہ ہم نے تو اس طرح آسودہ ہو کر کھایا کہ اور کھانے کی جگہ پیٹ میں نہیں رہی مگر اوروں کا حال نہیں ہم کو معلوم تب وہ کہنے لگے صرف آپ کی دعا کی برکت تھی واللہ کھانا تو آدھے آدمیوں کا نہ تھا اور سنبھو لوگ جو تماشہ دیکھ رہے تھے وہ کہنے لگے کہ یہ میاں صاحب تو کوئی دیوتا ہیں یہ لوگ ہیں، اور بستی میاں سے کہا کہ

داروغہ صاحب آپ اپنے میاں صاحب سے کہو کہ ہمارے واسطے بھی کچھ
دعا کریں انہوں نے حضرت سے عرض کی آپ نے فرمایا کہ ان سب کو کہو کہ ایک
طرف کھڑے ہوں پھر انہوں نے الگ ان کو کھڑا کیا، آپ نے فرمایا کہ
سب بھائیو ہاتھ اٹھا کر اُن کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت
نصیب کرے اور اُن سے راضی ہو، پھر آپ نے اور سب نے دعا کی پھر وہاں
سے رخصت ہو کر اپنے مکان اقامت پر تشریف لائے، جب حضرت علیہ الرحمۃ
بلدۂ الہ آباد میں داخل ہوئے تھے اس کے دوسرے یا تیسرے روز
کہ آپ کی محفل ہدایت منزل میں اُس وقت آدمی بے شمار واسطے دیدار فیض
آثار آپ کے حاضر تھے، اس وقت آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا مولانا
عبدالحی صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کہ جس وقت میں
اپنے تکیہ سے واسطے سفر حج بیت اللہ شریف کے عازم ہوا اُس وقت میری
حویلی اور مسجد کی تمام در و دیوار غم فرقت سے زار زار بے قرار ہو کر رونے لگے
کہ آپ ہم سے جدا ہوتے ہیں میں نے ان کو تسلی دے کر کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد
چند مدت کے پھر آ کر تم سے ملونگا، بعضے مخالفین متدعین کہ وہاں حاضر تھے یہ
سن کر متعجب ہوئے کہ کیا یہ گفتگو خلاف قیاس کرتے ہیں بھلا اینٹ پتھر در و دیوار
بھی کہیں کسی کے غم فرقت سے روتے ہیں، پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے خفیہ
استفتا لکھا اور ڈاک میں دہلی کو حضرت مولانا و مرشدنا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز

کے پاس بھیجا کہ ایک شخص یہاں اس طور خلاف قیاس تقریر کر کے لوگوں
کو اپنے دام تزویر میں لاتا ہے اور اپنی کرامت جتاتا ہے ایسے شخص کی کیا سزا
ہے' مولانا صاحب ممدوح پر فتوح نے جواب باصواب تحریر فرما کر بھیج دیا کہ
خاصان خدا کے غم فرقت سے رونا زمین و آسمان کا رونا ثابت ہے چنانچہ
اللہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے فما بکت علیہم السماء
و الارض اور ستون حنانہ غم مفارقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے رویا تھا جو شخص اس رتبہ کا ہو مسلمانوں کو لازم ہے کہ اُس کی عزت
اور بزرگی کریں اور اُس کی حقانیت کے معتقد ہوں فقط' جب اس طرح
کا جواب دندان شکن وہاں سے آیا سب مخالفین مبتدعین اپنے اپنے گریبان
خجالت میں سر ڈال کر رہ گئے یہ حال لوگوں نے بہت چھپانا چاہا مگر ظاہر ہو گیا
ہم لوگوں نے بھی سنا کہ فلانے فلانے پیر زادوں نے اس امر کا دلی میں شاہ صاحب
ممدوح کے پاس استفتا بھیجا تھا اور وہاں سے ایسا جواب آیا فقط' حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ بلدۂ الہ آباد میں داخل ہوئے پہلا جمعہ چوک کی مسجد میں پڑھا مسجد کوتاہ
تھی آدمیوں کی گنجائش نہ ہوئی صدہا لوگ کپڑے بچھا بچھا کر بازار میں کھڑے ہوئے
بسیار بہت لوگوں کو وہاں جگہ نہ ملی یوں ہی رہ گئے بعد فراغ نماز کے حضرت کو
یہ حال معلوم ہوا آپ کی طبیعت نفیس طہارت کو کمال ناگوار گزرا آخر آپ نے لوگوں
سے فرمایا کہ بادشاہی مسجد قلعہ کے سامنے کی بہت وسیع ہے آج سے نماز اسی مسجد میں ہوا
کرے' یہ بات آپ کی سب کو بہت پسند آئی اور وہ مسجد خدا جانے کتنی مدت سے

ویران پڑی تھی ایک آدمی بھی وہاں نماز نہیں پڑھتا تھا پھر آپ نے اُس مسجد کو پاک صاف کرایا اور دوسرے اور تیسرے جمعہ کو اسی میں جا کر نماز پڑھی اور مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم و مغفور نے وعظ فرمایا تب سے وہیں نماز جمعہ کی ہونے لگی الٰہ آباد سے کلکتہ تک تمام شہروں اور بستیوں کے لوگوں میں کیا شرفا اور کیا غربا علی العموم برسوں سے یہ رسم جاری تھی کہ شادی غمی کی دعوت وغیرہ میں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے تو ہندوؤں کی طرح دیہاتی لوگ پتریوں میں کھلاتے اور اکثر شہر والے مٹی کی رکابیوں میں اور جو کچھ کھانا بعد کھانے کے بچتا تو اس کو پتریوں اور رکابیوں سمیت گھوڑے پھینک دیتے جب حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ میں تشریف لے گئے اور یہ حال لوگوں کا سنا اور دیکھا آپ کو یہ عادت نہایت بُری اور ناپسند معلوم ہوئی اول تو اس عادت بد سے شیخ غلام علی صاحب کو منع کیا اور فرمایا کہ یہ کھانا نعمت الٰہی ہے اور جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے جھوٹے میں شفا ہے سو اس کو اس طرح ساتھ ذلت و خواری کے پھینکنا جیسے کوئی گندگی کو پھینکتا ہے کمال بے ادبی اور نہایت بُری رسم ہے یہ بات سن کر شیخ صاحب نے تو اس فعل سے توبہ کی اور جن لوگوں نے سنا وہ بھی تائب ہوئے رہے اور لوگ اُن کے واسطے آپ نے حافظ اکرام الدین صاحب کو تاکید مزید فرمایا کہ ہم نے تم کو اپنا خلیفہ اور واسطے وعظ و نصیحت مسلمانوں کے حکم دیا ہے سو جہاں کہیں تم وعظ کہنا اور شرک و بدعت وغیرہ کی بُرائی بیان کرنا وہاں اس بد کی بھی بُرائی ضرور کرنا اور یہ بُری عادت لوگوں سے چھڑانا مختصر حال خیر مال لمیرہ الٰہ آباد و کا تو مذکور ہو چکا اب آگے اس کی

تیاری ہونے لگی اور حضرت علیہ الرحمۃ نے کشتیوں پر اسباب چڑھانے کی اجازت دی
تمام اسباب قافلے کا دو روز کے اندر پانچوں کشتیوں پر چڑھ گیا پھر عورتوں کو سوار
کرنے لگے کچھ عورتیں تو بعد نماز عشاء کے سوار ہوئیں اور باقی بعد نماز فجر کے سوار
ہونے لگیں اور آپس میں ان کے کچھ پردے اور بے دگی کی قیل و قال ہونے لگی
کہ برقع اوڑھ کر آنا جانا مردوں میں شرم معلوم ہوتی ہے ڈولیوں پر لاکر سوار
نہ کرایا، اور مولانا عبدالحئی صاحب نے یہ گفتگو سنی مگر اس وقت خاموش رہے پھر بعد
اس کے سب مرد سوار ہوئے اور ناویں کھولی گئیں، موسم برسات کا اور دریا نہایت
طغیانی اور زور پر تھا اور ہوا موافق تھی اسی روز شام کو ناویں مقابل مرزاپور
کے دوسرے کنارے پر جا لگیں اور کنارہ برابر میدان ریت کا تھا سب لوگ اترے
اور وضو کیا، حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہم اس وقت نماز مغرب اور عشا ملاکر پڑھینگے
پھر اکثر لوگوں نے آپ کے ساتھ دونوں نمازیں پڑھیں اور بعضوں نے فقط مغرب کی پڑھی
پھر سب لوگ سوار ہوئے اور ملاح کشتیوں کو اس پار لے چلے اور جاکر مرزاپور کے نیچے لگا دیا
اور بہت کشتیاں سوداگروں کے مال کی تھیں انھیں کے پاس جہاں موقع پایا وہاں کھڑا کر دیا
اور رات بھر وہیں کشتیوں پر ہم سب رہے اور قیل و قال پردے کا تب تک عورتوں میں
باقی تھا پھر بعد نماز فجر کے شیخ عبداللطیف ناگوری مرزاپور کے سوداگر کو ہندوستان
کے شہروں میں ستائیس کوٹھیاں ان کی اور بہت شرفا غربا حضرت کو
لینے آئے اور ہماری کشتیوں کے گرد و پیش جو سوداگروں کے مال و اسباب

کی ہماری کشتیوں سے پہلے کھڑی تھیں ملاحوں سے کہا کہ ان اور کشتیوں کو یہاں سے ہٹا کر
اور جگہ لے جاؤ، حضرت نے فرمایا کہ نہیں یہ کیا بات ہے ہماری کشتیاں اب لگائی
ہیں اور یہ پہلے سے یہاں کھڑی تھیں ان کو جہاں ہیں وہیں رہنے دو انہوں نے عرض
کی کہ حضرت یہاں کا یہی قانون ہے کہ جو کسی معزز شخص کی ناؤ آتی ہے تو سوداگر
کے مال کی ناویں ہٹا دی جاتی ہیں، آپ نے فرمایا کہ ہم کو یہ قانون تمہارے یہاں
کا پسند نہیں ہے کہ اپنے کو آرام لو دوسرے کو ایذا دیں اور ایک ناؤ روئی لدی
ہوئی ہماری ناؤ کے برابر تھی آپ نے اس روئی کے مالک سے پوچھا، آپ نے اس روئی
کے مالک سے پوچھا کہ تمہاری ناؤ کو ہٹانے میں کیا نقصان ہے اور یہاں رکھے رہنے
میں کیا فائدہ، اس نے کہا گودام ہمارا دھ معلوم ہوتا ہے وہیں یہ سب روئی
جاوے گی مزدور لانے کے لئے لوگ گئے ہیں وہ آویں تو دو چار گھڑی میں ناؤ
خالی ہو جاوے گی پھر ملاح جہاں چاہے وہ ہٹا کر لگا دے اور جو آپ کہیں اور ہٹا کر
لگائی جاوے تو مجھکو مزدوری زیادہ پڑے گی، آپ نے کہا کہ بس اتنی ہی بات ہے
اس نے کہا اس نے کہا ہاں صاحب یہی بات ہے پھر آپ نے ملاح سے بلا کر پوچھا کہ
اگر روئی اتار لی جاوے پھر تو یہاں کشتی رہنے کا تیرا کام نہیں اس نے کہا میں خدا سے
چاہتا ہوں کہ کب ناؤ خالی ہو کب میں ناؤ یہاں سے لیجاؤں اور وہ گودام اس کا وہاں
چالیس پچاس قدم پر تھا آپ نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ ہاں بھائیو یہ روئی کے گٹھے
اتار کر ناؤ خالی تو کر ڈالو اتنا آپ کا فرمانا کہ صدہا آدمی اس کشتی میں لپٹ گئے اور وہ روئی کے گٹھے

اتارنے لگے اور دھینگا دھینگا کر اسکے گودام کے دروازے تک پہنچانے لگے دو گھڑی کے عرصہ میں ناؤ خالی ہو گئی جو لوگ حضرت کو لینے آئے تھے یہ حال دیکھ کر متعجب ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ لوگ تو عجیب طرح کے ہیں کہ روٹی والوں نے جان پہچان بے مزدوری للہ فی اللہ اتنا کام اکل کر دیا بیشک یہ خدا والے لوگ ہیں اور جاہل کہ وہابی اور بزرگوں کا منکر کہتے ہیں محض مفتری اور پریشانی ہیں یہ صرف سید صاحب کا اثر ہے پھر کچھ لوگوں نے وہیں دریا پر حضرت سے بیعت کی بعد شیخ عبداللطیف وغیرہ سب مل کر آپ کو شہر میں لے گئے اور شیخ موصوف نے اپنے مکان میں جا کر ٹھہرایا پھر محمد خان وہاں سے اپنے لوگوں کو لے کر چلے گئے، پھر وہاں بیعت کرنے والوں کا ہجوم ہوا تمام لوگوں نے بیعت کی، اس عرصہ میں کئی معزز صاحبوں نے آپ سے عرض کی کہ یہ جو محمد خان ابھی یہاں سے اپنے لوگوں کو لے کر گئے ہیں مالداروں میں نہیں مگر بڑے جتھے والے اور نامی ہیں آٹھ نو سو تو خود ان کی برادری اور عزیز و اقربا ہیں سوا ان کے اور بستی والے شریک اور طرفدار ہیں یہ سب بدعتیوں کے سرگروہ ہیں اگر کسی طور یہ راہ راست پر آجاویں تو گویا تمام شہر پاک ہو جاوے آپ اُن کے لئے دعا کریں تو خوب ہو آپ نے فرمایا کہ ہدایت کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے میرے قابو کی یہ بات نہیں، اس میں پھر لوگ بیعت کرنے لگے بعد کچھ دیر کے پھر لوگوں نے وہی دعا کا سوال کیا، آپ کچھ دیر سکوت میں رہے بعد اس کے فرمایا اچھا سب بھائی مل کر ان کے لئے دعا کرو اور آپ بھی ہاتھ اٹھا کر ساتھ اس مضمون کے دعا کرنے لگے کہ الٰہی ہدایت ہم سب کی تیرے قبضہ میں ہے ہم سب لوگوں کو ہدایت کر اور اپنی صراط مستقیم

پر ثابت قدم رکھ اور ہم کو اور اُن کو اپنے غلاموں اور فرماں برداروں میں شمار کر اور دین محمدی کا تابعدار کر اور تو ہم سے راضی ہو اور برائیاں ہماری دور کر اور حلال روزی ہم کو اور اُن کو عطا فرما اور نفاق سے ہم کو اور اُن کو بچا اور اسی اقسام کے بہت الفاظ فرمائے مگر وہ یاد نہیں پھر بعد فراغ دعا کے انھیں لوگوں میں سے کسی نے جا کر محمد خاں سے جا کر کہا کہ شیخ عبداللطیف کے مکان پر ابھی تمہارے لئے سید صاحب سے یوں دعا کرائی اس میں بے دریے اور کئی شخصوں نے جا کر یہی کیفیت بیان کی خانصاحب موصوف یہ حال خیر آل سُن کر اپنے دل میں کمال متعجب اور خوش ہوئے پھر جب وقت نماز ظہر آیا حضرت علیہ الرحمہ نے شیخ عبداللطیف سے پوچھا کہ نماز کہاں پڑھیں؟ اُنہوں نے عرض کی کہ اس محلہ میں دو مسجدیں ہیں ایک تو میری اور دوسری محمد خاں کی، آپ نے فرمایا کہ ہم اُسی مسجد میں چل کر نماز پڑھینگے، یہ خبر محمد خاں کو ہوئی کہ سید صاحب نماز کو اس وقت تمہاری مسجد میں آوینگے، اُنہوں نے اپنی برادری والوں سے کہا کہ اس وقت سید صاحب نماز کو یہاں تشریف لاوینگے تم بھی سب صاف کپڑے بدل کر یہیں حاضر ہو، غرض سید صاحب وہاں تشریف لے گئے، سب نے وضو کر کے سنتیں پڑھیں، موذن نے اقامت کہی اور اس مسجد میں جو امام مقرر تھے وہ نیک بخت اور دیندار شخص تھے اُنہوں نے حضرت سے عرض کی کہ آپ امامت کریں، آپ نے فرمایا کہ تم اس مسجد کے امام ہو حق تمہارا ہے، اُنہوں نے کہا کہ لائق اور سزاوار امامت کے آپ ہیں آپ ہی پڑھاویں آپ کے ہوتے ہوئے مجھکو لائق نہیں کہ امامت

کروں، پھر سید صاحب نے نماز پڑھائی، پھر بعد فراغ نماز اور دعا کے آپ مصلے پر
جانب مشرق سب کی طرف منہ کرکے بیٹھے، محمد خان نے عرض کی کہ حضرت میری خطا
معاف ہو آپ کی خدمت میں مجھ سے بہت گستاخیاں اور بدگمانیاں ہوئیں بسبب کہنے
سننے لوگوں کے، آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے بھائی ہیں اور تم ہمارے بھائی ہو گستاخی
اور خطا تمہاری کچھ نہیں ہے پہلے محمد خان نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اس کے
بعد جو ان کے عزیز و اقربا اور یار و آشنا تھے سب نے بیعت کی، بعد اس کے مولانا
عبدالحی صاحب نے وعظ فرمایا اُسی مجلس میں ایک عورت فاحشہ کسبن اپنے پیشہ ناپاک
سے تائبہ ہو کر مرید ہوئی اور کہنے لگی کہ اب میں آپ ہی کے قافلہ میں رہونگی،
یہاں میرے رہنے کی کوئی صورت نہیں آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے چلو پھر آپ وہاں
سے اُس کو ساتھ لے کر کشتیوں کے پاس آئے اور سید عبدالرحمن سلمہ اللہ تعالیٰ
سے فرمایا کہ اس نیکبخت کو بہلت والوں کی ناؤ میں کہیں بٹھا دو وہ اس کو لیکر
گئے کہ اس ناؤ پر اس کو کہیں بٹھا دیں، سب عورتیں چیخ مچانے لگیں کہ یہاں کوئی
خالی جگہ نہیں اور ناؤ پر لے جاؤ، سید صاحب موصوف نے جاکر حضرت علیہ الرحمہ سے یہ عرض
کی، آپ نے فرمایا کہ مولوی وحیدالدین صاحب سے کہہ کر اُسی ناؤ پر کسی جگہ بٹھا دو
پھر اُنہوں نے جاکر مولوی صاحب ممدوح سے کہا، اُنہوں نے عورتوں
سے کہا وہ عورتیں کہنے لگیں کہ یہ عورت بازاری فاحشہ ہے ہم تو اپنی ناؤ پر نہ بٹھانے دینگے
سید عبدالرحمن نے یہ حال حضرت سے جاکر عرض کیا، مولانا عبدالحی صاحب

نے یہ بات سنی اور وہاں سے اُٹھ کر قریب ناؤ کے گئے اور سب عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ تم اس نیکبخت کو اپنی ناؤ پر کیوں نہیں بٹھاتی ہو آج اس نیکبخت نے سب بُرے کاموں سے توبہ کی اس وقت یہ تم سب سے افضل ہے اور جو کچھ خدا رسول کا شرعی حکم تم سب پر ہے وہی اس پر ہے اُن سب نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو اس کو پردہ کر کے چھت پر الگ بٹھا دو، مولانا صاحب نے کہا کہ چھت پر تم میں کوئی کیا نہیں بیٹھ سکتی وہی کیوں نہ جا کر بیٹھے اس میں کچھ اور زیادہ گفتگو ہوئی، مولانا صاحب نے خفا ہو کر کہا کہ ان میں جو عبدالحئی کی بی بی ہو وہ چادر اوڑھ کر ناؤ سے اُتر آوے تین بار یہی کلمہ فرمایا دو بار کہنے سے تو وہ نہیں اُتریں تیسرا کر جب مولانا صاحب نے کہا کہ جس طور سے شرعی پردہ ہم نے بتا دیا ہے اُسی طور چادر اوڑھ کر چلی آوے پھر اسی طرح سر سے پاؤں تک چادر اوڑھ کر مولانا صاحب کی بی بی ناؤ سے اُتر کر خشکی میں کھڑی ہوئیں، مولانا صاحب ان سے کچھ دور کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ کیا گھر میں ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اس سفر حج میں تم کو چکی بھی پیسنی پڑے گی روٹی بھی پکانا ہو گی جو کار ضروری ہیں سب کرنے ہونگے پیروں بھی چلنا ہو گا جب تم نے سب قبول کیا تب ہم نے تم کو ساتھ لیا اس عرصہ میں دور سید صاحب نے یہ معاملہ دیکھا وہیں سے پکار کر کہا کہ ہاں ہاں مولانا صاحب یہ تم نے کیا حرکت کی یہاں تشریف لاؤ مولانا صاحب نے کہا کہ حضرت آتا ہوں یہ جواب

دے کر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر آواز دی کہ دیکھو عبدالحی کی بی بی
یہ کھڑی ہے اور شرعی پردہ موافق حکم خدا و رسول کے اس کو کہتے ہیں
اور یہ کلام تین بار فرما کر اپنی بی بی صاحبہ سے کہا کہ اب وہیں ناؤ میں جا کر
بیٹھو پھر وہ ناؤ میں آئیں اور آپ سید صاحب کے پاس تشریف لے گئے پھر وہاں
سے مولانا محمد اسماعیل صاحب اسی ناؤ کے قریب آ کر کھڑے ہوئے اور مولوی وحیدالدین
صاحب سے کہا کہ ہماری بہن رقیہ سے کہہ دو کہ اس عورت کو اپنے پاس
بلا کر سمجھالیں اور اس کو نیک بات کی نصیحت کریں اور دین اسلام کی باتیں
سکھاویں بی بی رقیہ بھی یہ باتیں سنتی تھیں مولوی وحیدالدین صاحب سے کہا کہ کہنا
سے کہہ دو کہ اُن کو کہاں بھیجدو پھر مولوی صاحب نے مولانا صاحب سے کہا اُنہوں نے اس عورت
کو اس ناؤ پر سوار کرا دیا پھر سید صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ اس عورت کو
ناؤ میں بٹھا دیا پھر اس کے اگلے روز آپ شیخ عبداللطیف کے مکان پر تشریف
لے گئے، شیخ صاحب موصوف نے اپنے اہل و عیال کو مرید کرایا اور آپ مرید ہوئے
اور ایک تھالی میں چار سو روپے لا کر سید صاحب کے آگے دھرے اور کہا یہ
روپے زکوٰۃ کے ہیں جن کو آپ مناسب جانیں اپنے لوگوں میں بانٹ دیں اور
اسی روز شام کو محمد خاں کے مکان پر ان کے بھائی بندوں نے آپس میں
مل کر قریب تین سو آدمیوں کے دعوت کی بعد تناول طعام کے آپ نے محمد
خاں سے فرمایا کہ خان بھائی دعوت تم نے خوب کی اور کھانا تمہارا
بڑے مزے کا پکا خاں ممدوح نے عرض کی کہ ان سب بھائیوں نے مل کر دعوت

کی ہے میں اس لائق کہاں کہ آپ کی دعوت کروں میں فقط پندرہ روپے
مہینہ کا ایک گوشائیں کے پاس نوکر ہوں اس مشاہرہ میں میرا بھی خرچ
پورا نہیں پڑتا سو میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے میری نیت ہے کہ اُس
کافر کی نوکری چھوڑ دوں اللہ تعالی رازق ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تم خدا کے
واسطے یہ نوکری چھوڑ دو گے تو اس سے زیادہ اللہ تعالی تم کو بہتر روزی دیگا
پھیر محمد خاں نے عرض کی کہ حضرت یہاں شادی غمی محرم وغیرہ کی شرک و بدعتیں
مجھ کو لوگوں نے انگشت نما کر رکھا ہے اور حالانکہ یہ سب میری برادری والے جو
یہاں حاضر ہیں یہی کرتے ہیں اور یہ بھی سب آپ کے مرید ہوئے اور میں بھی اب آپ ان
کو نصیحت کر دیں کہ ان سب باتوں سے باز آویں یا آپ ان کو میرے سپرد کر دیں کہ
میں ان کو نصیحت کرتا رہوں آپ نے فرمایا بہت خوب آپ کو ہم نے اس بات کی
اجازت دی اور سب سے پکار کر کہہ دیا کہ بھائیو جو کچھ تم شادی غمی محرم وغیرہ
میں خلاف شرع کام کرتے ہو سب چھوڑ دو اور جو محمد خاں تم کو نصیحت کیا کریں
اس کو مانا کرنا اور جو نہ مانو گے تم جانو ہمارا کیا نقصان جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے
یہ بات سن کر اُن لوگوں نے آپس میں مشورت کر کے اُسی وقت بہت چبوترے
تعزیئے رکھنے کے کھود ڈالے اور بعضوں نے اگلے روز ابدانکے حضرت علیہ الرحمۃ
نے ایک روپیہ برکت کا محمد خاں کو عنایت کیا اور فرمایا اس کو بحفاظت تمام
روپیوں کی تھیلی میں دھرنا اور خرچ نہ کرنا اس کی برکت سے

اللہ تعالیٰ بہت روپیے دیگا، پھر آپ وہاں سے شیخ عبداللطیف کے مکان پر پر آئے اور وہیں نماز عشا کی پڑھی اور کچھ دیر بیٹھے خدابخش نام ناگور کے میاں جی شیخ صاحب موصوف کے جو لڑکوں کو پڑھاتے تھے، اُنہوں نے حضرت سے عرض کی کہ آپ میرے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو اور دین و دنیا میں مجھکو فلاح دے، آپنے ہنس کر فرمایا کہ تم تو آپ میاں جی ہو اور تم کو معلوم ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خزانہ ہے اسی میں سے کوئی آیت پڑھا کرو، اُنہوں نے عرض کی کہ بیشک قرآن مجید نعمتوں کا خزانہ ہے مگر آپ جس آیت کی اجازت دیویں میں پڑھا کروں، آپنے فرمایا کہ ہر روز "انّ اللّٰہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین" گیارہ سو بار اور گیارہ گیارہ بار اول و آخر درود پڑھا کرو اللہ تعالیٰ تمہارا مقصود دنیا کا پورا کریگا اور واسطے فلاح آخرت کے "سلامٌ قولاً من ربٍ الرحیم" پڑھا کرو اور وہیں شیخ صاحب موصوف کی مسجد کے امام بھی حاضر تھے یہی سوال اُنہوں نے کیا اور امام ممدوح کے ایک بھائی تھے اُنہوں نے بھی اسی بات کی عرض کی، آپنے دونوں کو اجازت دی کہ تم بھی یہی وظیفہ پڑھا کرو تمہارا بھی مقصود اللہ تعالیٰ برلاویگا پھر ان سب نے کہا کہ اب آپ دعا کریں، پھر آپ ننگے سر ہو کر دعا کرنے لگے اور سب حاضرین مجلس آمین کہنے لگے، پھر بعد فراغ دعا کے آپ وہاں سے کشتی پر تشریف لائے اور سو رہے، صبح کو پھر واسطے نماز فجر کے شیخ موصوف کی مسجد میں گئے اور وہاں سے تھوڑی دور شیخ ممدوح کا نیبو نارنگی امرود کیلے وغیرہ کا باغ تھا بعد فراغ نماز حضرت کو

وہاں لے گئے اور وہاں ایک پختہ مکان بنوایا تھا اُس میں بٹھایا اور دو تین
توڑ کری امرود اُسی باغ کے لاکر آپ کے روبرو رکھے' آپ نے اپنے لوگوں کو
تقسیم کرا دئے' بعد اس کے شیخ عبد اللطیف نے اس باغ کی زمین کا حال
بیان کیا کہ اس طرح کی زمین ناکارہ اور خراب ہے کہ صد ہا روپے میں نے اس باغ
کے اوپر خرچ کئے درخت اسکے رونق نہیں پکڑتے ہیں اور نہ موافق خدمت کے
بڑھتے ہیں اور حاصل اس میں موافق خرچ نوکروں کے بھی نہیں ہوتا اور یہ
باغ میں نے اپنی والدہ کے نام کا بڑے شوق سے لگایا تھا اور جو گرد و پیش
باغ ہیں اُن کی بھی زمین کا یہی حال ہے سو میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس کے لئے
دعا کریں' یہ گفتگو سُن کر آپ وہاں سے اُٹھے اور اِدھر اُدھر چہل قدمی کرنے
لگے اور مالیوں سے پوچھنے لگے کہ تم کتنی مدت سے اس باغ کی خدمت کرتے ہو
اور زمین تو اس باغ کی بہت اچھی ہے' اُنہوں نے عرض کی کہ یہ باغ تو ہمارے
ہی ہاتھوں کا لگایا ہے تب ہی سے ہم خدمت بھی کرتے ہیں' آپ نے شیخ عبد اللطیف
سے کہا کہ اس زمین میں تو کچھ نقصان نہیں معلوم ہوتا بات یہ ہے کہ تم اس کی زکوٰۃ
نکالو' اُنہوں نے پوچھا کہ زکوٰۃ اس کی کیا ہے' آپ نے فرمایا کہ اب کی سال جو
کچھ میوہ اس کا پیدا ہو وہ سب مسکینوں محتاجوں کو بانٹ دو بعد اس
کے دوسرے سال جو میوہ پیدا ہوا کرے اُس کو اپنے صرف میں لایا کرو مگر
اس میں بھی کچھ تھوڑا دیا کرنا پھر انشاء اللہ تعالیٰ اس باغ کا حال دیکھنا کہ اس کے گرد و پیش

کہ باغ والوں کو تعجب ہوگا کہ یہ وہی باغ اور زمین ہے یا کوئی اور بلکہ تم سے پوچھینگے
کہ تم کیا خدمت کرتے ہو جو تمہارا باغ اس طرح کا سرسبز اور تازہ ہو گیا شیخ صاحب
نے آپ کے فرمانے کو قبول کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرونگا' پھر آپ وہاں سے کشتی
پر تشریف لائے' اور محلہ مرزاپور کے احوال کا یہ ہے کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ نے
بیت اللہ شریف سے آکر سفر ہجرت کا اور ولایت افغانستان میں جاکر بیچ کارزار
جہاد فی سبیل اللہ کے مشغول ہوئے وہاں سے واسطے کسی کار کے مجھ کو ہندوستان میں
بھیجا وہاں سے میں مرزاپور کو آیا محمد خان کو بہت خوشحال اور فکر معاش سے
فارغ البال پایا کہ ایک کرتا پہنے عمامہ باندھے تھے اور داڑھی سینہ تک میں
نے نوکری چاکری کا حال پوچھا' انہوں نے کہا کہ جب یہاں سے کوچ کر کے سید صاحب
بیت اللہ شریف کو روانہ ہوئے بعد چند روز کے میں اس گسائیں کی نوکری چھوڑ
کر اپنے گھر بیٹھ رہا ایک روز اس نے مجھکو بلا کر پوچھا کہ تم نے ہمارے یہاں کا آنا کیوں
موقوف کیا' میں نے اس سے کہا کہ میں سید صاحب کا مرید ہوں اور سب برے
کاموں سے توبہ کی ہے اور نوکری بیگانی تابعداری ہے اس میں درست نادرست
سب کام کرنا پڑتا ہے اگر وہ نہ کرو تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور کرو تو اللہ تعالیٰ
ناراض ہوتا ہے اسی خیال سے میں بیٹھ رہا یہ تقریر سن کر وہ گوسائیں بہت
خوش ہوا کہ تم نے خوب کام کیا اور کہا اب تم میرے یہاں بطور نوکری
چاکری کے نہ آیا کرو اور ایسے آپ کا گھر ہے جب جی چاہے آؤ اور
میرے یہاں جو پندرہ روپے ماہوار مقرر ہے وہ تمہارے گھر بیٹھے پہنچا کرینگے

تب سے ماہ بماہ پندرہ روپے مجھ کو بھیجدیتا ہے سوا اس کے اور اللہ تعالیٰ
ادھر اُدھر سے کچھ خرچ بھیجدیتا ہے غرض کہ باخوبی گذر ہوتی ہے اور جو
سید صاحب نے برکت کا روپیہ دیا تھا وہ بھی میرے یہاں موجود ہے
یہ سب اُسی کی برکت ہے اور اپنی برادری میں میں نے یہ دستور مقرر کیا ہے کہ
جن بھائیوں نے شرک و بدعت اور تعزیہ داری سے توبہ کی ہے اگر اُن میں
کوئی کسی کے تعزیہ میں شریک ہوا اور مجھ کو اس کی خبر ملی تو پچیس روپے
واسطے دعوت برادری کے لئے جاویں اور جو عشرہ محرم کے کھچڑا پکاوے یا
شربت کرے اُس سے گیارہ روپے جرمانہ لئے جاویں اور جو کسی کا تعزیہ
دیکھنے جاوے اُس کے جرمانہ میں ایک طالب علم کو ایک مہینہ اپنے گھر سے کھانا کھلاوے
اور جس کی ایک وقت کی نماز قضا ہو جاوے اُس کے پیس زیر بند لگائے جاویں سو
اس خوف سے سب لوگ شرک و بدعت چھوڑ کر پکے سنی موحد خدا کے فضل سے ہوگئے
ہیں اور شیخ عبداللطیف کے عزیزوں میں کوئی فوت ہو گیا تھا اُس کے چھماہی
کے کھانے کی تدبیر شیخ ممدوح کر رہے تھے یہ خبر سن کر محمد خاں اُن کے پاس آئے
اور کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم چھماہی کے کھانے کی تیاری میں ہو اُنہوں نے کہا
ہاں کچھ ہے تو سہی خاں صاحب موصوف نے کہا کہ ہم نے اور تم نے سید صاحب
کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور ہر ایک بدعت اور بُری بات سے توبہ کی ہے اور چھماہی
برسی سوم دہم چہلم وغیرہ بدعت ہے تم کو لائق ہے کہ یہ کھانا نہ کرو اس سے
اوروں کو سند ہوگی اگر بہ نیت ثواب کے کرتے ہو تو مسکینوں محتاجوں کو جو تم

سے ہو سکے نقدی دیدو کہ اُس میں اُن کے بہت ضروری کام نکلیں گے تم کو بڑا
ثواب ہوگا اور اگر تم کروگے تو ہم کوئی تمہارے یہاں نہ آوینگے اور نہ کھاوینگے
اور آج ہماری تمہاری دوستی موقوف۔ یہ گفتگو سن کر ان کو تردد ہوا اور اپنے لوگوں
سے اس کا مشورہ کیا کہ محمد خاں یوں کہتے ہیں آخر کو یہ صلاح ٹھہری کہ کچھ روپے نقد
اور کچھ کپڑا محتاجوں کو تقسیم کر دیا جائے اور محمد خاں اور اُن کے بھائی سیدوں کو بلا کر
اس کا مشورہ کیا اور اپنے اپنے یہاں سے رسمِ غمی کا کھانا یک قلم موقوف کر دیا
اور شیخ عبداللطیف مجھکو اپنے باغ میں لے گئے اور ہنس کر کہا کہ بھائی دین محمد
یہ وہی باغ ہے کہ اُس زمانہ میں تم نے دیکھا تھا کہ ہر ایک درخت پژمردہ اور
بے رونق تھا اور جو درخت اس زمین میں لگایا جاتا تھا سرسبز نہ ہوتا تھا اور
اب اس کا یہ حال ہے کہ ہر درخت سرسبز اور شاداب اور بارونق ہے اور جو
درخت اس زمین میں بویا جاتا ہے تھوڑی خدمت میں جلد تیار ہو جاتا ہے اور میوہ
بھی بافراط ہوتا ہے ہر قسم کا میوہ نارنگی ، سنگترہ امرود شریفہ کیلہ آم جامن وغیرہ
اور باغوں کے مالی مجھ سے آکر اکثر پوچھتے ہیں کہ تم کیا خدمت کرتے ہو کہ تمہارا باغ
اس طرح کا ہو گیا میں اُن سے کہتا ہوں کہ خدمت تو وہی ہے جو تم سب اپنے باغوں
کی کرتے ہو مگر اس کے واسطے ہمارے پیر و مرشد نے دعا کی تھی اُسی کا برکت کا یہ
اثر ہے میں جبتک اس شہر میں رہا کئی بار مجھ کو اس باغ میں لے گئے اور سب میوے
جو اس موسم کے تھے کھلائے اور شیخ جی کے جو میاں جی خدا بخش جو امام مسجد کے تھے
ان کو جو دیکھا تو اپنے گھر سے بہت خوشحال اور فارغ البال تھے شیخ موصوف نے اپنے روپوں
سے ہزار روپے کی تجارت اُن کے لئے جدی مقرر کر رکھی تھی کہ سال بھر میں جو کچھ نفع ہو اس

میں نصف نصف دونوں تقسیم کرلیں سو وہ دونوں تھا کہتے تھے کہ کسی سال ڈھائی سو روپے نفع کے ہوتے ہیں اور کسی سال پانچ سو ہم دونوں آدھے آدھے بانٹ لیتے ہیں اس میں ہمارا باخوبی گذارا ہوتا ہے انتہیٰ مرزاپور میں چھ سات مسلمان خشت پزوں کے تھے اور بڑے تو انگر اور دولت ور تھے اور ہر کسی کے پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ گدھے خچر بھی تھے جو ان سے اینٹیں مول لیتا اور مزدوری باربرداری کی دیتا وہ اپنے نوکروں سے انھیں گدھوں خچروں پر اینٹیں کو لدوا کر اس کے یہاں پہنچوا دیتے تھے اور انھیں پر وہ نوکر جا کر بعد کو گوبر گھاس پھوس ادھر ادھر سے لادتے تھے اور پژوہ لگا کر اینٹیں پکاتے تھے یہی ان کا پیشہ تھا اور اس شہر میں وہ گدھے والے کر کے مشہور تھے اگرچہ وہ اپنی قوم کے شریف تھے مگر بسبب حقارت اور کراہیت اس نام اور پیشہ کے مرزاپور کے کوئی مسلمان شرفا اور غربا اُن کے گھر کا کھانا پانی نہیں کھاتا پیتا تھا اور نہ اُن کی شادی غمی میں جاتا اور نہ اپنے میں اُن کو بلاتا جس وقت حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ اس شہر میں تشریف لے گئے اور وہاں کے ہزاروں مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت اور عنایت الٰہی سے ہدایت پائی ان لوگوں نے بھی آکر حضرت سے عرض کی کہ آپ ہمارے غریب خانہ میں تشریف فرما ہوں اور ہم کو بھی اپنے شرف بیعت سے مشرف کریں، آپ نے قبول کیا، وہاں کے مسلمانوں نے عرض کی کہ آپ ان کے یہاں نہ جاویں یہ لوگ گدھے والے ہیں، کوئی مسلمان شہر کا ان کے گھر کا کھانا پانی نہیں کھاتا پیتا، آپ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے بھی

تو مسلمان بھائی ہیں اور حلال پیشہ کرتے ہیں اس پیشہ میں کچھ برائی نہیں ہے اور نہ
کچھ عیب اس کو معیوب جاننا بہت معیوب ہے اس لئے کہ گدھے خچر پالنا اور ان
پر سواری پیغمبروں کی سنت ہے، اولیا نے گدھے خچر پالے ہیں اور ان پر سوار ہوئے ہیں بلکہ آج تک
حرمین شریفین میں یہی دستور ہے اور اکثر مسلمان شرفا غربا سب پالتے ہیں اور ان پر
سوار ہوتے ہیں اور اکثر وہاں یہی سواری ہے یہ خیال فاسد تم کو اپنے دلوں سے دور
کرنا چاہئے اور بہت اس امر میں نصیحت اور فہمائش کی اور ان خستہ تنوں کی تسلی کی کہ
انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہم تمہارے یہاں آوینگے اور دعوت کھاوینگے، پھر ایک روز وے
لوگ آپ کو اپنے یہاں لے گئے اور سب نے بیعت کی اور اپنی عورتوں کو بھی مرید کروایا
اور آپ کی دعوت کی جب آپ تناول طعام سے فارغ ہوئے تب وے لوگ ایک
تھالی میں تین سو یا چار سو روپے آپ کی نذر کو لائے اور بہت سے کمخاب گلبدن
مشروع جامدانی محمودی ململ وغیرہ کے تھان، آپ نے کچھ نہ لیا اس میں بہت سا
انہوں نے اصرار کیا، آپ نے کسی طرح نہ مانا اور ان کے مکان سے اٹھ کر جہاں اترے
تھے وہاں تشریف لے گئے، سید عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کے خواہرزادے
شریف کچھ دیر وہاں ٹھہرے ان لوگوں نے عرض کی اور اپنی پگڑیاں قدموں پر رکھیں
کہ اس نذر کو آپ قبول فرمالویں، انہوں نے فرمایا کہ سید صاحب نے تمہاری نذر
نہیں لی میں کیونکر لوں یہ کام مجھ سے ہرگز نہ ہوگا، پھر انہوں نے کہا کہ تم
حضرت کے بھانجے ہو یہ روپے اور تھان ہم تم کو دیتے ہیں، انہوں نے
فرمایا کہ فی واقع تم سچ کہتے ہو میں ان کا بھانجا ہوں مگر میں نہ لونگا

یہ کہہ کر وہ بھی وہیں تشریف لے گئے جہاں سید صاحب تھے اور یہ ماجرا بیان کیا، آپنے ان کو بلوا کر ہر طور سے سمجھایا اور فرمایا کہ تم اس بات سے دلگیر نہ ہو ہم نے جو تمہاری نذر نہ لی سبب اس کا یہ ہے کہ اگر ہم لیتے تو سب لوگ تمہارے شہر کے یہی جانتے کہ سید صاحب فقط روپوں کے لالچ سے اُن کی دعوت کھائی اور کبھی نہ کھاتے اور اب انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی تمہارے گھر کے کھانے پانی کو مکروہ نہ جانینگے اور کھاوینگے پیوینگے، یہ بات سُن کر وہ لوگ راضی ہوئے اور ان کے دل کی کدورت جاتی رہی، پھر اس کے اگلے روز حضرت علیہ الرحمہ نے وہاں سے کوچ کی تیاری کی، شیخ عبداللطیف بھی اپنی والدہ کو لے کر اور اُن کے میاں واسطے حج کے آپ کے ساتھ ہوئے کوئی اتنی ایک چھوٹی سی ناؤ جدی کرایہ کر کے اور کچھ مال تجارت اس میں دھر کے سوار ہوئے، پھر سواتین پہر چڑھے سب ناویں کھل کر مرزاپور سے روانہ ہوئیں، شام کو ایک جگہ لب دریا سندوں کا تبخانہ تھا وہاں کوئی گانوں تھا اور نہ گھاٹ وہیں ملاحوں نے ناویں لگائیں اور رات بھر وہیں رہیں اگلے روز کچھ دن چڑھے ناویں چنار گڑھ میں پہنچیں وہاں تین مقام ہوئے کئی سو آدمیوں نے بیعت کی اور پانچ وقت پانچ جگہ ضیافت ہوئی ایک تو تماکو والے کے یہاں اور دوسری ایک چودھری کے یہاں جس سے چاولوں کی منڈی کا علاقہ تھا اور اُس کے کوئی لڑکا بالا نہ تھا واسطے اولاد کے آپ نے دعا کی اور تیسرے شہر کے چودھری کے یہاں اور تینوں کو حضرت نے خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ کیا اور چوتھے

قلعہ کے سپاہیوں نے ضیافت کی اور پانچویں قلعہ کے خلاصیوں نے ضیافت کی
اور ان دونوں فرقوں سے آپ نے تین شخصوں کو خلافت نامہ دے کر اپنا
خلیفہ بنایا اور تکملہ یہاں کے احوال کا یہ ہے کہ جب حضرت سفر حج سے آئے اور
یہاں سے ہجرت کر کے واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے ولایت افغانستان میں
تشریف لے گئے اور وہاں سے مجھ کو واسطے کسی کام کے ہندوستان بھیجا جب
وہاں سے چیا و گڑھ میں آیا اور اپنے پیر بھائیوں میں ملا اور چاولوں کے
منڈی لے جو دہری کا سے ملاقات ہوئی میں نے ان کی خیر و عافیت پوچھی
اور اُنہوں نے اپنا حال بیان کیا کہ جب سید صاحب حج کو جاتے تھے
اُس وقت میرے لڑکا بالا کوئی نہیں ہوا تھا یہ حال میں نے سید صاحب سے عرض
کیا آپ نے میرے واسطے دعا کی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایک لڑکا
دیا اور ایک لڑکی اور اُن دونوں کو لا کر میرے سامنے کھڑا کیا کہ یہ ہیں اور
آپ نے آسودگی اور مالداری کا بیان کیا کہ عنایت الٰہی سے اپنی کئی ناویں چلتی
ہیں یہاں سے مال تجارت کا کلکتہ کو بھیجتا ہوں اور وہاں سے چاول منگاتا
ہوں اور یہ سب حضرت کی دعا کی برکت ہے اور اسی طرح اس تماکو والے
سے جب ملاقات ہوئی اس کا کارخانہ دیکھا کہ ہزاروں روپے کی سوداگری
ہوتی تھی اور مراقبہ اور مشاہدہ میں بڑا شیخ کامل ہو گیا تھا بہت لوگ
اس کے مرید رشید تھے اور ہر ایک کو نسبت باطنی حاصل تھی اور سب موحد اور متبع
سنت تھے اور ہر روز وہاں کے لوگ اپنے بیمار لڑکوں کو اس کے دروازہ پر لاتے تھے جس

کچھ کلام الہی پڑھ کر دم کر دیتا اُس کو فضل الہی سے آرام ہو جاتی اور وہ
کہتے تھے کہ مجھکو ایک بار حضرت نے اپنے ساتھ کھلایا اور میرے لئے دعا کی یہ اسی برکت
کا اثر ہے پھر میں شہر کے چودہری کے مکان پر گیا تو وہاں ایک امرانہ کارخانہ دیکھا
کہ کرسیاں مونڈھے تخت بچھے ہیں اور ایک دربار سا لگ رہا ہے نوکر چاکر خدمتگار موجود
ہیں میری بڑی مہمانی اور خاطر داری کی اور کہا کہ بھائی وہ بن محمد یوسف کچھ سید صاحب
کی دعا کا اثر ہے پھر ان تینوں صاحبوں نے آپس میں صلاح کر کے ایک عرضی لکھ کر
مجھکو دی کہ حضرت کو جا کر دینا خلاصہ مضمون اُس کا یہ تھا کہ جو کچھ آپنے ہم کو تعلیم کیا
تھا اُس کے موافق اپنی شادی غمی کے کاروبار میں کرتے ہیں یعنی موافق سنت نبوی کے
ہر ایک کام کرتے ہیں اور شرک و بدعت کی کوئی بات نہیں ہونے پاتی الہی پھر جو تھے
روز وہاں سے ناویں کھلیں کچھ دنوں بنارس میں عملیا کی گھاٹ پر جا کر پہنچیں آپ
نے عبدالرحیم کاند ھلہ والے سے کہا کہ جا کر مرزا کریم اللہ بیگ اور حکیم سلامت علی
سے ہمارا سلام کہو اور حکیم صاحب کی پینس مانگ لاؤ اور ان سے کہو کہ تم کو یہاں
نہ آنا ہم کندی گروں کی مسجد میں جا کر ٹھہرینگے وہاں آ کر ملاقات کرنا پھر وہ گئے
اور آپ کا سلام اور پیام پہنچا کر پینس لائے آپ اُس پر سوار ہو کر چند آدمیوں سے
کندی گروں کی مسجد میں گئے اور دمبدم لوگ ملاقات کو آنے لگے پھر کچھ دیر میں
وقت ظہر کا ہوا اور بعد فراغ نماز کے آپ سے لوگوں نے عرض کی کہ مکان جو
مسجد سے ملا ہوا ہے اس کو ہم نے آپکے اہل و عیال کے لئے خالی کرایا ہے اور یہ مکان بڑا وسیع ہے آپ جا کر

دیکھ لیں پھر آپ اس مکان میں تشریف لے گئے اور اس کو دیکھ کر بہت خوش
اور پسند کیا اور اُن لوگوں کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم کو خیر لائے خیر دے اور
جہاں ناویں لگیں تھیں اس گھاٹ پر ہندؤں کے مردے جلائے جاتے تھے
اس سبب سے ناویں وہاں سے ہٹا کر اور گھاٹ لگیں بعد نماز مغرب کے حضرت کشتی
پر آئے کچھ دیر کے بعد مرزا ابلاقی اور مرزا حاجی جو بنارس میں شاہزادے
تھے ان کا آدمی آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ کو مرزا ابلاقی اور مرزا حاجی
نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم بعد نماز عشا کے بجرے پر سوار ہو کر خفیہ
آپ کی ملاقات کو آوینگے اور پتہ ہمارے بجرے کا یہ ہے کہ لالٹین اس پر
روشن ہوگی' آپ نے فرمایا کہ بہتر آویں ہمارا بھی اُن سے سلام کہنا پھر
اس آدمی کو رخصت کیا وقت موعود پر ان کا بجرا آپ کی ناؤ کے قریب آیا
آپ اپنی ناؤ سے اُس پر تشریف لے گئے اور اُن سے ملے اور کچھ دیر تک اُن سے
باتیں کیا کئے' پھر وہاں سے اپنی ناؤ پر آئے اور وہ بجرے پر سوار ہو کر اپنے مکان
کی طرف چلے گئے اور کچھ مجرد لوگ کندی گروں کے مسجد میں اُترے اور کچھ بیسیر
کی مسجد میں اترے اور ناؤں پر سے سب اسباب اُتروالیا بنارس ہی تک
اور حضرت علیہ الرحمۃ کسی وقت کندی گروں کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے
اور کسی وقت بیسیر کی مسجد میں' یہ دو مسجدیں ہیں ایک کندی گروں کی مسجد مشہور
ہے اور دوسری بیسیر کی' زبانی معتبر لوگوں کے یوں معلوم ہوا اور یوں ہی ہے کہ
بیسیر نام ایک بت کا ہے پہلے اس کا مندر وہاں تھا جہاں کندی گروں کی مسجد

سلطان ابراہیم شرقی جونپوری نے اس کو توڑ کر یہ مسجد تعمیر کی چنانچہ کچھ دیوار
اس مندر کی پشت میں اس مسجد مذکور کی موجود ہے پھر ہندؤں نے اس بت کا
دوسری جگہ اور مندر بنایا اس کو بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب غازی نے توڑ کر یہ مسجد
تعمیر کی جواب بسیر کی مسجد مشہور ہے چنانچہ اس مسجد کی دیوار بھی اس مسجد کی پشت
میں موجود ہے اور اس بت کو لوگوں نے اسی مسجد کے نزدیک جو کنواں ہے اس میں
ڈال دیا سو اب تک اس کنویں کو ہندو لوگ پوجتے ہیں منشی اور ان روزوں برسات
کا موسم تھا شدید رہ سولہ روز تک رات دن مینہ کی جھڑی رہی اور اسی بارش میں وہاں
کے لوگ اپنے گھروں میں حضرت کو واسطے بیعت کے لیجاتے اگر بعد نماز فجر کے لیجاتے تو
آپ ظہر کی نماز ان دونوں مسجدوں میں سے ایک میں پڑھتے اور اگر بعد نماز ظہر کے لیجاتے
تو نماز مغرب یا نماز عشا آکر مسجد میں پڑھتے اور اگر بعد مغرب کے لیجاتے تو ڈیڑھ
پہر رات گئے بلکہ بعضی دفعہ آدھی رات گئے مکان پر تشریف لائے اور آپ کا ایسا
تعلق تھا کہ باوجود بارش اور کیچڑ اور سیلاب کے آتے جانے میں کسی سے عذر وحیلہ نہ کرتے جس
وقت لوگ آپ کو لینے آتے اسی وقت آپ ان کے ساتھ چلے جاتے اندھیری رات
بجلی چمکتی ہوئی مینہ برستا ہوا لالٹین روشن لوگوں کے ہمراہ خانہ بخانہ واسطے بیعت
لینے کے پھرتے بعضے وقت بہت رات جاتی تو لوگوں سے فرماتے کہ بھائیو اب ہم کو
چھوڑ دو انشاء اللہ تعالیٰ اور وقت آوینگے کوئی کوئی کہتا کہ حضرت میرا
مکان قریب ہے ابھی تشریف لے چلئے اور وقت خدا جانے آپکے آنے کا اتفاق ہو یا نہ ہو

پھر اُس کی خاطر سے آپ اس کے مکان میں جاتے وہاں سے نکلتے دوسرا بھی تملق
و چاپلوسی کر کے اپنے گھر لیجاتا وہاں سے نکلتے یہی تار رہتا آپ کہتے بھائیو رات
بہت گئی ہمارے آدمیوں کو پانی کیچڑ میں تکلیف ہوتی ہے مگر کون سنتا تھا اور
بعضے وقت ہم لوگوں سے جو آپ کے ہمراہ ہوتے تھے فرماتے کہ بھائیو یہ پانی کیچڑ
میں رات کو تمہارا پھرنا محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اگر وہ پروردگار اسی پھرنے
تمہارے کو پسند کر کے اپنے غلاموں تابعداروں میں شمار کر لے تو کیا عجب ہے
یہ بات سُن کر ہم لوگ خوش ہوجاتے اور اس وقت کی تکلیف کو عین راحت جانتے
اور ہرگز نہ گھبراتے، ایک بار پٹیالے میں مولوی شکر اللہ صاحب حضرت کو اپنے یہاں
لے گئے اور بیس پچیس برس کا ان کا داماد تھا اس کو لاکر آپ کے روبرو بٹھایا اور
عرض کی کہ کچھ مدت سے اس کو جنون ہوگیا ہے کوئی دوا علاج اس کو فائدہ نہیں
کرتی ہے آپ نے اس کا اسی سے پوچھا وہ بھلے چنگے آدمیوں کی سی باتیں کرنے لگا
گھر والوں کو تعجب ہوا کہ یہ تو ہم لوگوں سے اس طور کبھی نہیں بولتا تھا آج کیا سمجھا
ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کو جنون کی بیماری نہیں اور ہی کچھ بیماری ہے مگر کسی وقت اس
مرض زور ہی ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ ہاں ہوتا ہے اس وقت یہ زیادہ واہی تباہی
باتیں بکتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اب جس وقت اس کی بیماری کا غلبہ ہو تو ہم کو خبر کرنا
پھر ہم کچھ اس کی تدبیر کر دینگے، پھر آپ وہاں سے اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے
اس کے دوسرے یا تیسرے روز مولوی صاحب کا آدمی آیا کہ اس وقت اس کی طبیعت زیادہ بگڑی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک

آبخورہ میں پانی لاؤ اُس نے لاکر حاضر کیا، آپ نے اس میں سے کچھ پیا باقی مع آبخورہ اس کو دیا اور فرمایا کہ یہ پانی تھوڑا سا اس کو پلا دینا اور باقی چلوسے ایک یا دو چھینٹے چہرے پر مار دینا اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا اور ہمارا سلام اس سے کہنا پھر وہ آدمی پانی لے کر گیا وہ شخص دور سے اس کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا جیسا کوئی کسی کی تعظیم کرتا ہے اور کہا پانی سید صاحب نے بھیجا ہے ہم کو دو آپ اپنے ہاتھ سے پی لیویں اور تم کسی چیز کا اندیشہ نہ کرو اب ہم اس پر نہ آوینگے اور سید صاحب نے تکلیف آج کیوں کی اگر اسی روز مجھ سے فرماتے تو میں چلا جاتا، اس آدمی نے وہ آبخورہ اس کو حوالہ کیا، حضرت علیہ الرحمۃ کا سلام کہا، اُس نے سلام کا جواب دیا اور وہ پانی پیا اور کہا کہ اب ہم رخصت ہوتے ہیں ہمارا سلام بھی سید صاحب سے عرض کر دینا یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور یہ مولوی شکر اللہ صاحب کا داماد صحیح و سالم ہو گیا پھر مولوی شکر اللہ صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ سے آکر اپنے داماد کے چنگے ہو جانے کا حال بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ جن اس پر سے اتر کر میرے پاس آیا تھا اور شکایت کرتا تھا کہ ان کے گھر میں ایک جگہ ہے وہ میرے رہنے کا ٹھکانا ہے سو وہ اس کو بہت گندہ اور ناپاک رکھتے ہیں اسی رنج سے میں نے اتنے دنوں اس کو تکلیف دی اور وہ مکان میں نہیں چھوڑوں گا، آپ ان سے فرما دیویں کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھا کریں، یہ سُن کر مولوی صاحب نے کہا بہت خوب انشاء اللہ تعالیٰ اس جگہ کو گندہ نہ رکھیں گے، ایک مرزا ابلاقی شاہزادے کے آدمی حضرت علیہ الرحمۃ کو تیلیا نالے پر جہاں ان کا مکان تھا سوار کر کے لے گئے اور مرزا ابلاقی صاحب کی

والدہ اور بی بی اور اُن کے تمام نوکروں چاکروں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ نے مناسب وقت کے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا نام تعلیم کیا اور توجہ دلایا اور اُن کی والدہ اور اُن کی بی بی کو توجہ دی اپنی استعداد کے موافق ہر ایک کو فائدہ ہوا مگر سب سے زیادہ فائدہ مرزا صاحب کی والدہ شریفہ کو ہوا جبتک آپ اس شہر میں رہے اس مدت کے درمیان مراقبہ میں حالات عجیبہ اور معاملات غریبہ منکشف ہوئے ہر روز نئی نئی قسم کے کبھی حضرت سرور مختار سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہوتیں کبھی حضرت کے اہل بیت عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین محفل فیض منزل سے شرف اندوز ہوتی تھیں اور کبھی سوا اس کے اور حالات عجیبہ اور معاملات غریبہ دیکھتی تھیں کہ افسوس اگر میں مرد ہوتی سو دونوں باتوں سے بعد در ہوں اور چار وقت وہاں حضرت علیہ الرحمۃ کے مع قافلہ ضیافت ہوئی دو وقت تو مرزا صاحب کی والدہ نے ضیافت کی اور ایک وقت مرزا صاحب نے اور ایک وقت مرزا صاحب کی بی بی نے پہلے وقت مرزا صاحب کی والدہ نے ضیافت کی زردے اور سفیدے اور فیرنی اور قورمہ اور شیرمال کی جو حضرت کے ہمراہ رکاب تھے اُنھوں نے وہیں حضرت کے ساتھ تناول فرمایا اور جو مکان پر تھے اور کھانا وہاں پہنچایا حضرت نے اُن سے فرمایا ہماری ضیافت کے لئے ایک قسم کا کھانا پکایا کرو کہ بانٹنے میں ہمارے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے پھر دوسرے وقت اُنھوں نے فقط پلاؤ کھلایا اور وہی ڈیرے پر لوگوں کو

بھجوایا، پہ اگلے روز مرزا ابلاقی نے ضیافت کی فقط زرد ے اور سفید ے اور پورانی کی اور ایک وقت اُن کی بی بی نے ضیافت کی صرف زردے اور باقرخانی اور میٹھے دہی کی اور مرزا ابلاقی کو حضرت نے خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ کیا مگر یہ مجھکو یاد نہیں کہ مرزا بلاقی اور اُن کے بھائی مرزا حاجی نے بیعت اپنی والدہ کے ساتھ کی یا اور روز کی کہ جب بجرے پر سوار ہو کر آپ کی ملاقات کو گئے تھے یا سال گذشتہ میں جب بھی بنارس میں تشریف لے گئے تھے واللہ اعلم بالصواب، بنارس کے لچ گھاٹ پر مولوی عبداللہ اور بھولا چابک سوار یہ دونوں بڑے ذی عزت اور نامدار تھے اور وہاں کے تمام اہل بدعت کے سرگروہ اور سردار تھے، خدا کی قدرت ایک بار انہوں نے اسی سر کی مسجد میں حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ جمعہ پڑھا اور مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم و مغفور کا وعظ سنا اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت نصیب کی اور شاہزادہ محمد بخت عرف مرزا بلاقی کی والدہ شریفہ کے مکاشفہ اور مشاہدہ کا بھی حال سن چکے تھے بعد فراغ وعظ کے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ ہم اور ہمارے محلہ والے اپنی تمامت نفس سے شرک و بدعت میں گرفتار ہیں اگر آپ ہمارے محلہ میں تشریف فرما ہوں تو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ بہتیرا لوگ پرہیزگار اور دیندار ہو جاویں اور شرک و بدعت چھوڑ کر توحید و سنت پر آجاویں، آپ نے فرمایا کہ ہم کئی بار مرزا بلاقی کے مکان پر گئے وہاں تم نے ہم سے کیوں نہ کہا وہیں سے ہم تمہارے ساتھ چلتے انہوں نے عرض کی کہ یہ تو ہم سے بڑا قصور ہوا مگر اب آپ ہم کو سرفراز فرماویں، آپ نے کہا کہ

بہتر جب کہو انشاء اللہ تعالیٰ ہم چلیں گے، پھر اگلے روز ہفتہ کو وہ بیس لیکر آئے، دو ڈھائی سو آدمیوں کے حضرت علیہ الرحمۃ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، انہوں نے سب کی ضیافت کی، پلاؤ اور نان گوشت کھلایا اور کچھ کھانا ڈیرے بھی پہنچایا بعد اس کے ان دونوں صاحبوں نے بیعت کی اور کئی سو بلکہ کئی ہزار آدمیوں نے اس محلے کے بیعت کی صبح سے عصر تک بیعت کرنے والوں کا ہجوم رہا، آپ نے فرمایا کہ بھائیو بیعت لیتے لیتے ہم تھک گئے ہیں اب ہم کو فرصت دو انشاء اللہ تعالیٰ اگر دن موقع پڑیگا تو پھر آوینگے جو لوگ باقی رہے ہیں اُن سے بھی بیعت لیں گے لوگوں نے عرض کی کہ بہتر جو آپ فرماتے ہیں ہم کو منظور ہے مگر اس وقت آپ مسجد میں چل کر عصر پڑھیں وہاں کئی بیمار آپ کے منتظر ہیں ان کو بھی آپ دیکھ لیویں آپ نے فرمایا کہ بہت خوب چلو پھر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھی اور بعد فراغ نماز وہ بیمار آپ کے پاس حاضر ہوئے ایک کو ان میں جنون تھا اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی تھیں اور ایک کو تیسرے درجہ کی تپ دق تھی اور ایک کو کئی سال سے درد سر تھا پھر آپ نے تینوں شخصوں کے بدن پر اپنا دست مبارک پھیرا، اس مجنون کے وارثوں سے کہا کہ اس کو گھر میں لیجا کر اس کی ہتھکڑیاں نکال ڈالنا، انہوں نے عرض کی کہ گھر میں نقصان کریگا، آپ نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ کچھ نقصان نہ ہوگا تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ اس کو اچھا کر دیگا پھر وہ اس کو لیگئے، بعد اس کے آپ نے اس تپ دق والے سے فرمایا کہ ایک سیر پھر شتر دالی کے پال اور دو سیر برگ جھاؤ ایک بھاری مٹکے میں پانی بھر کر ڈالدیا اُس کے دوسرے روز سے وہی پانی پینا شروع کرنا اور جب وہ پانی گندا ہو جاوے اس کو دور

کر دینا اسی قدر شروالہ اور برگ جھاؤ دو سرے پانی میں ڈالنا مگر چالیس روز تک وہ
پانی ضرور پینا آگے تم کو اختیار ہے پینا یا نہ پینا انشاء اللہ ایک چلہ میں تمہارا مرض
دفع ہو جاویگا۔ پھر آپنے اس درد سر والے کے سر پر کچھ کلام الٰہی پڑھ کر دم کر دیا اور
فرمایا کل اور پرسوں ہمارے پاس آنا پھر ہم کر دینگے اللہ تعالیٰ چاہیگا تمہارا
بھی درد جاتا رہیگا یہ فرما کر پھر وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے اس کے دوسرے
یا تیسرے دن پھر اس محلہ کے لوگ آپ کو لیگئے اور کہا کہ آج دونوں وقت آپ کی
ضیافت ہے اور کئی سو تختے توڑ کر ان کے کاغذ اور لکڑیوں کے انبار لگائے تھے آپ
کو وہاں لیجا کر دکھایا اور عرض کی کہ کھانے پکانے کا ایندھن ہے دونوں وقت یہی
لکڑیاں جلائی جاوینگی پھر دونوں وقت انھیں لکڑیوں سے اُنہوں نے پلاؤ پکایا اور
تمام قافلہ کو کھلایا اور بہتیرا آدمی جو بیعت کرنے سے باقی رہے تھے اُنہوں نے
بیعت کی۔ پھر اُس کے دوسرے یا تیسرے دن وہ درد سر والا بھی آپ کی خدمت
فیضدرجت میں آیا اور وہ مجنون بھی۔ اور فضل الٰہی سے وہ دونوں صحیح و سالم تھے
نہ اس کو درد سر تھا نہ اس کو جنون۔ اور اس تیسرے تپ دق والے کا حال
کئی سال کے بعد معلوم ہوا جب ولایت افغانستان سے بنارس جانے کا اتفاق میرا
ہوا تھا اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی دوا سے شفا عنایت کی تھی۔ بنارس میں ایک تھا
پر تلو کا نام ایک چمار رہتا تھا مولوی عبداللہ صاحب اور پھولا چابک سوار نے
اس سے کہا کہ تلوکا تو ہمارا یار ہے ایک بات ہم تجھ سے کہتے ہیں کہ یہ جو سید صاحب

حج کو تشریف لئے جاتے ہیں اس شہر کے ہزاروں شخصوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی
چنانچہ ہم نے بھی کی ہے اگر تو بھی کر لے تو اچھا ہے، اُس نے پوچھا بیعت کرنا کس کو
کہتے ہیں، اُنہوں نے کہا کہ بُری باتوں سے توبہ کرنا اس کو بیعت کہتے ہیں، اُسنے کہا کہ بُری
بات سے توبہ اگر کہو تو میں ابھی تمہارے روبرو کر لوں یہ تو بہت اچھی بات ہے، اُنہوں نے کہا
کہ یوں نہیں اُنہیں کے ہاتھ پر کر، اُسنے کہا کچھ مضائقہ نہیں سید صاحب کو میرے غریب خانہ
میں لاؤ میں تو کچھ تمہاری باتیں سمجھتا نہیں ہوں پھر اس نیت جو تم کہوگے وہ کرونگا، انہوں
نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے یہ عرض کیا، آپ نے فرمایا بہت خوب ہم کو وہاں لے چلو
پھر وہ دونوں صاحب حضرت کو اس کے مکان پر لے گئے وہ مکان ایک چھوٹا سا چھپرہ
تھا اس میں وہ دونوں میاں بی بی رہتے تھے، پھر حضرت جا کر وہیں بیٹھے اور اس سے بیعت
لی بعد اس کے اُس نے مولوی عبداللہ سے پوچھا کہ آپ کے میاں صاحب کو کچھ دینا بھی
چاہئے، حضرت نے خود فرمایا کہ اس میں دینے کی کچھ حاجت نہیں، اسنے عرض کی کہ کچھ
تو نذرانہ ضرور چاہئے فرمایا کہ تم خود محتاج اور غریب آدمی ہو ہم کو لازم ہے کہ کچھ
تم کو دیویں اُسنے نہ مانا اور اپنی عورتوں سے کہا کہ کچھ مزدوری کے پیسے دھر میں ہیں وہ
لا کر میاں صاحب کو دے اسنے پانچ یا سات ٹکے لا کر آپ کے سامنے حاضر کئے، آپ نے
نہایت خوش ہو کر لئے اور اپنے کسی آدمی کو دئے اور فرمایا کہ یہ پیسے جدا رکھنا خیر یہ
ہے آپ نے دعا کی اور مولوی عبداللہ صاحب سے فرمایا انشاءاللہ تعالیٰ کچھ روزوں میں تم
دیکھوگے کہ اس دعا کی کیسی خیر و برکت ہوگئی اور فرمایا کہ مولوی صاحب اس کی تعلیم تمہارے
ذمہ ہے، مسائل نماز اور روزے وغیرہ کے سکھلاؤ اور نماز پڑھاؤ۔
مولوی صاحب ممدوح نے قبول کیا اور اس سے کہا کہ تم کو اس وقت موقع ہے جو تیرے

برادری والے لوگ ہوں ان کو بھی لاکر مرید کرا وہ بھی اس کارخیر میں شریک ہو جاویں تو خوب ہو یہ سُن کر وہ گیا اور تیئیس بتیس اپنے بھائی بندوں کو لاکر حاضر کیا حضرت نے اُن سے بھی بیعت لی اور ان سب کے لئے دعا کی اور ان کو بھی مولوی عبداللہ صاحب کے سپرد کیا کہ ان کو بھی تم نماز پڑھانا اور مسائل ضروری سکھانا اور اس تلو کا کا نام بدل کر آپ نے الٰہی بخش رکھا اور جو اس کی برادری والے تھے ان میں بھی اکثروں کے نام یوں ہندوؤں کے سے تھے ان کے لئے مولوی عبداللہ صاحب کو اجازت دی کہ جو نام نامناسب جاننا ان کو تم بدل دینا' پھر ان لوگوں نے عرض کی کہ ہم تو دین اسلام کی باتوں سے واقف نہیں تمام دن محنت مزدوری کرتے ہیں شام کو جو کچھ اللہ تعالیٰ دیتا ہے کھا پی کر گھر میں سو رہتے ہیں آپ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان باتوں کی سمجھ دے حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو سمجھ بھی دیوےگا اور تمہاری مفلسی اور محتاجی بھی دور کریگا' پھر آپ وہاں سے اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے اور تکملہ اس حکایت کا یہ ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے ولایت افغانستان سے طرف ہندوستان کے مجھکو بھیجا اور بنارس میں آکر میں نے مولوی عبداللہ سے ملاقات کی انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم الٰہی بخش سے بھی ملے ہو میں نے کہا کون الٰہی بخش وہی تلو کا جس کو بھولا اور میں نے سید صاحب سے مرید کرایا تھا میں نے کہا کہ مجھ سے تو ابھی نہیں ملاقات ہوئی' پھر مولوی صاحب مجھکو ایک مسجد میں لے گئے وہاں کچھ لڑکے پڑھتے تھے ان سے پوچھا کہ الٰہی بخش کہاں ہیں جا کر بلا لاؤ' ایک لڑکا ان میں سے جا کر

بلا لایا وہ غرارے دار پائجامہ اور عمدہ کرتا پہنے ہوئے اور سفید عمامہ سر پر باندھے
ہوئے لمبی سی داڑھی آئے اور سلام علیکم کیا میں نے جواب دیا اور جانا کوئی مولوی ہے
مجھ سے مولوی عبداللہ نے کہا کہ ان سے ملو میاں الٰہی بخش یہی ہیں میں نے اٹھ کر مصافحہ
اور معانقہ کیا اور کئی آدمی ان کے ساتھ اور بھی تھے ان سے بھی میں نے مصافحہ اور
معانقہ کیا پھر سب بیٹھے مولوی عبداللہ صاحب نے کہا میری طرف اشارہ کر کے
کہ میاں الٰہی بخش ان کو تم نے پہچانا کون ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں کہا یہ سید صاحب
کے پاس سے آئے ہیں نام ان کا دین محمد ہے یہ سُن کر وہ ڈبرا کر اٹھے اور بڑے اشتیاق
سے ملے اور اُن کے ہمراہی بھی ملے پھر الٰہی بخش نے حضرت کی خیر و عافیت پوچھی میں نے
بیان کی وہ حضرت کی مفارقت یاد کر کے آبدیدہ ہوئے پھر مولوی عبداللہ صاحب ان
کا حال مجھ سے بیان کرنے لگے کہ یہ مسجد میاں الٰہی بخش ہی نے بنوائی ہے اور ایک بہت
عمدہ خوش قطع پختہ محل اسی کے قریب تھا اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ مکان بھی
انہی کا بنوایا ہے اور دو حافظ اس مسجد میں طالب علموں کے قرآن پڑھانے کو انہی کے نوکر ہیں
اور تیس بتیس جو طالب العلم یہاں پر رہتے ہیں ان کا بھی کھانا کپڑا انہی کے ذمہ تھا پھر ان
کے بھائی بندوں نے کہا کہ تمہارے ساتھ ہم نے بھی سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی
ان کے طفیل سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت نصیب کی اور تم نے مسجد بنوائی اور مدرسہ جاری
کیا اس کار خیر میں ہم کو بھی شریک کرو یہ تو نہیں مانتے تھے پھر ہم نے اور بھولا نے ان کو
سمجھا کر مسجد کے بوریئے بدھنے چراغ بتی اور طالب علموں کا کھانے کپڑے کا خرچ ان کے ذمہ
کیا اور دونوں حافظوں کا ان کے ذمہ اور جو مہمان و مسافر اس مسجد میں آویں

ان کو بھی یہی کھلاویں اور مسجد کے متصل طرف دریا کی اشارہ کرکے کہا کہ یہ احاطہ بھی میاں
الٰہی بخش کی برادری والوں نے کھینچ کر اس میں چند حجرے طالب علموں کے رہنے کو بنوائے
ہیں، بنارس کے جولاہوں میں ایک شخص لال محمد نام بہت خوشحال اور صاحب مال اور اپنی
برادری میں نامور تھے ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان پر لے گئے اور وہاں
حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی بعد ان کے اور اُن کی برادری والوں نے مرد و عورت
ملا کر کوئی دو ہزار شخصوں نے بیعت کی پھر بیعت لینے کے بعد جب حضرت وہاں سے مسجد میں
جا کر بیٹھے تب لال محمد نے عرض کی کہ ہم اتنے لوگوں نے تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے
اس شہر میں ہم لوگوں کے ہزاروں گھر ہیں مگر اکثروں کے درمیان میں مخالفت اور نااتفاقی
ہے اگر بسبب آپ کے کسی صورت ان میں اتفاق اور ملاپ ہو جاوے تو بہت خوب ہو
اور ان سب میں دو شخص بڑے نامی اور مالدار اور جتھے والے ہیں ایک دین محمد دوسرے اللہ رکھو اور
ان دونوں میں بھی نہایت بغض و عداوت ہے اگر ان دونوں میں ملاپ ہو جاوے تو سب
میں اتفاق اور صلح ہو جاوے اور ہزاروں آدمی راہ راست پر آجاویں، آپ نے فرمایا
کہ بھائی صاحب یہ بات تو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اختیار میں ہے میرے قابو کی نہیں ہے
میرے اختیار میں جو بات ہو اس میں حاضر ہوں، انہوں نے عرض کی کہ آپ ان کے واسطے دعا
کریں، آپ نے فرمایا بسم اللہ یہ میں کر سکتا ہوں آگے قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی
پر ہے، پھر آپ نے ننگے سر ہو کر بہت دیر تک دعا کی اور سب حاضرین لوگ آمین

آمین کہنے لگے جب آپ دعا کر چکے تب لال محمد نے بھی عرض کی کہ دین محمد اور اللہ رکھو تو
مجھ سے موافق ہیں ان سے اور مجھ سے کچھ مخالفت نہیں مگر یارو نام میرے محلہ میں ایک شخص
بڑا مالدار اور نامی ہے اس سے اور مجھ سے بگاڑ ہے اس کے لئے بھی آپ دعا کریں میرے
اور اس کے درمیان میں صفائی ہو جاوے' آپ نے فرمایا کہ تم کو کچھ بتا دیں وہ
پڑھا کرو انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان ملاپ ہو جاویگا' لال محمد نے عرض
کی کہ حضرت میں اُمی آدمی ہوں مجھکو پڑھنا لکھنا کچھ نہیں آتا' آپنے دیر تک سکوت کر کے
فرمایا کہ خیر تمہارے پڑھنے کے لائق بتاتے ہیں اور پڑھنا اس کا تو چالیس روز چاہئے اوتنے
روز ہمارا رہنا یہاں نہیں ہو سکتا اور ہم کو منظور ہے کہ ہمارے رہتے رہتے تمہارے اور
یارو کے درمیان صفائی ہو جاوے تو بہتر ہے' سو تم ساٹھ روز بعد نماز تہجد کے
پڑھو انشاء اللہ تعالیٰ اسی مدت میں مطلوب تمہارا حاصل ہو جاویگا وہ پڑھنا یہ ہے
کہ تین سو اکتالیس بار اللہ الصمد اور اول و آخر سات سات بار درود پڑھو' لال محمد
نے کہا کہ ہاں یہ تو میں پڑھونگا' ان کی برادری جو اس وقت وہاں حاضر تھے یہ سن کر
اُنھوں میں سے کئی شخصوں نے عرض کی کہ حضرت اگر اجازت ہو تو ہم بھی اس کو
پڑھیں اسی مطلب کے لئے آپنے دی وہاں سے مکان پر چلنے کا ارادہ کیا لال محمد نے عرض
کی کہ کل میرے یہاں آپ کی دعوت ہے' آپنے فرمایا کہ ابھی نہیں جب تمہارے اور
یارو کے ملاپ ہو جاوے تب دعوت کرنا اور پھر جو دعوت کریگا اس کی
دعوت کھا وینگے' پھر اس وقت کسی نے بطور نذر گلبدن مشروع وغیرہ کے تھان دئے

کسی نے نقد روپے، وہ سب آپنے قبول کئے پھر وہاں سے جائے اقامت پر تشریف
لائے دوسرے یا تیسرے دن روز جمعہ کا ہو البیسر کی مسجد میں سوائے غربا کے امیر امراء
بھی نماز کو آئے، مرزا الماقی اور مرزا حاجی شاہزادے اور مرزا کریم اللہ بیگ اور مولوی
غلام یحییٰ اور حکیم سلامت علی خان وغیرہم یہ سب تھے، پھر بعد نماز کے مولانا عبد الحئی
صاحب مرحوم نے وعظ فرمایا یہاں تک کہ نماز عصر کی ہوئی پھر جب نماز عصر کی ہو چکی
تب وہ سب معزز لوگ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آئے اور آپس میں
مشورت کرکے عرض کی کہ حضرت ہمارے اس شہر میں ہر قوم سے جولاہوں کی بڑی
جماعت ہے کوئی سات آٹھ ہزار گھر ہونگے اور بڑے بڑے ان میں مالدار اور
تونگر ہیں اور اکثروں کے درمیان آپس میں مخالفت اور نااتفاقی ہے اور خصوصا ان سب
میں دین محمد اور اللہ رکھو بڑے نامی اور سمجھے والے ہیں اور ان میں بھی مخالفت ہے اور
اکثر افعال شرک و بدعت کے بھی لوگ کرتے ہیں، تعزیہ داری گور پرستی توحیدی جمعرات
کا میلہ اور غازی میاں کا میلہ وغیرہ سب میں یہ شامل ہیں اگر کسی طور دین محمد اور
اللہ رکھو کے آپس میں ملاپ ہو جاوے اور گویا تمام اس شہر کا شرک و بدعت دفع
ہو اور سب طریق ہدایت پر آجاویں، آپنے فرمایا کہ ہاں ہم اس حال سے واقف ہیں
لال محمد نے ہم سے کہا تھا بلکہ اس میں ہم سے دعا بھی کرائی تھی سوا اس گفتگو
سے تم بھائیوں کی کیا مرضی ہے، اُنھوں نے عرض کی کہ ہماری بھی مرضی یہی ہے

کہ مسلمانوں کے آپس میں اتفاق اور ملاپ ہو جاوے اور یہ سبب اس کے ترقی دین
اسلام کی ہو اور شرک و بدعت دور ہو جاوے تو بہت خوب بات ہے، حضرت نے فرمایا
کہ یہ بغض و عداوت ان میں برسوں سے ہے اور بڑے بڑے لوگوں کے درمیان میں ہے
یہ کسی بندہ کے قابو کی بات نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ اس میں مدد کرے تو سب کچھ ہو جاوے
مگر ہم پھر کسی وقت دعا کرینگے اور تم دین محمد اور اللہ رکھو کے پاس خبر کرنے کے لئے کسی کو
تجویز کرو انشاء اللہ تعالیٰ ہم پرسوں یکشنبہ کے دن وہاں چلیں گے، پھر سب نے مل کر لعل محمد
سے کہا کہ وہ تمہارے رشتہ داروں میں بھی ہیں اب ہم سب کی طرف سے تم کل پرسوں
تم ہی جا کر ان کو خبر پہنچا دینا، لعل محمد نے اس بات کو قبول کیا پھر سب لوگ حضرت
سے ہو کر اپنے اپنے مکان کو چلے حضرت نے لعل محمد سے کہا کہ کل ہم سے مل کر وہاں جانا
پھر لعل محمد بھی اپنے مکان کو گئے، اگلے روز حضرت کی خدمت بابرکت میں آکر حاضر ہوئے
آپ نے فرمایا کہ ان سے کہنا کہ اول تو تم یہاں کے باشندے ہو اور سید صاحب مسافر بطور مہمان
کے اس شہر میں وارد ہیں لائق تم کو تھا کہ تم خود ان کے ملنے کو جاتے خیر اگر تم نہ گئے وہی
کل تمہارے یہاں آوینگے مگر تمہاری مسجد میں اتریں گے کسی کے مکان پر نہ جاوینگے،
وہیں تم سب ملاقات کو جانا اور دوسری بات ان سے کہنا کہ تم کوئی دعوت مہمانی
کا تکلف نہ کرنا جب تک تمہارا قضیہ طے نہ ہوگا تب تک وہ تمہارے کسی کے یہاں کا
پانی تک نہ پیوینگے بعد فیصلہ کے جو کچھ ہوگا وہ ہو رہیگا اور لعل محمد سے فرمایا کہ
تمہارے اور یار و کے درمیان ناموافقت ہے ان کے یہاں بھی اسی طرف سے ہوتے
جانا کہ وہ بھی مسجد میں ہمارے پاس آویں، پھر لعل محمد نے عرض کی کہ اچھا

وہاں جاتا ہوں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ معاملہ درست کردے آپ
نے فرمایا کہ تم جاؤ ہم نے رات دعا کی تھی انشاء اللہ تعالیٰ سب قصہ پاک ہوجائیگا
پھر وہ بارو کے آدمیوں سے بھی کہتے گئے کہ بارو سے کہہ دیا کہ کل سید صاحب دین محمد
اور اللہ رکھو کے ملانے کو تشریف لیجائینگے تم بھی وہیں مسجد میں حاضر ہونا پھر وہاں سے
دین محمد اور اللہ رکھو کے مکان پر گئے اور جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا سب اُن سے کہا
اُنہوں نے کہا کہ سید صاحب کا فرمانا ہم کو منظور ہے مگر یہ تو بہت بے مناسب ہے کہ سید صاحب
آویں اور ہمارے یہاں کچھ نہ کھاویں کتنے لوگوں سے آپ تشریف لاوینگے لعل محمد نے
کہا کہ اس سے تمہاری کیا غرض تم مہمانی کا سامان ابھی نہ کرنا بعد فیصلہ کے جیسا ہو دیا
دیکھ لینا یہ پیام دیکر لعل محمد اپنے گھر کو گئے اس کے اگلے روز سویرے سورج نکلے حضرت
علیہ الرحمۃ نے وہاں چلنے کی تیاری کی اور آپنے لوگوں سے فرمایا کہ کوئی ہتھیار باندھ کر
نہ چلے پھر کوئی دو سو آدمیوں سے آپ تشریف لے گئے اور اُن کے محلہ میں جو مسجد تھی
اس میں اُترے اور آپ کے وہاں آنے کا حال سُن کر ہزاروں آدمی کیا ہندو
کیا مسلمان سب آکر جمع ہوئے کہ دیکھیں تو سید صاحب کیونکر ان کو ملاتے
ہیں اور لوگوں کے ازدحام خبر پاکے وہاں کا انگریزی تھانہ دار اور ناظر بھی
چند برقندازوں سے آکر حاضر ہوا کہ کہیں لڑائی بکھیڑا نہ ہونے پاوے پھر
حضرت علیہ الرحمۃ نے دین محمد اور اللہ رکھو اور بارو کو بلوایا وہ آکر حاضر
ہوئے اور کچھ شربت بنانے کی تدبیر کرنے لگے حضرت کو اس امر کی خبر

ہوئی، آپ نے فرمایا کہ یہ تکلیف ہرگز نہ کرو بغیر فیصلہ تمہارے کے پان تک تمہارے یہاں کا ہم نہ کھاویں گے، پھر شربت اُنہوں نے موقوف کیا پھر آپ نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور اُن سے فرمایا کہ ہم نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ تمہارے درمیان میں بہت برسوں سے خصومت اور نا اتفاقی ہے اور کسی طور سے دفع نہیں ہوتی اور یہ سب فریب شیطانی ہے اور اس میں طرح طرح کے نقصان ہیں دین کے بھی اور دنیا کے بھی اور سب سے بڑھ کر نقصان قطع رحمی کا ہے کہ تم اُن کی شادی غمی میں شریک ہوتے نہ وہ تمہارے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو مالدار کیا ہے اور طرح طرح کا ہنر دیا ہے کہ اس کو کار دنیا میں جس طور چاہتے ہو صرف کرتے ہو اور اپنی ناموری پر مرتے ہو تم کو لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو اور اُس کے کفران نعمت سے ڈرو اور اس لائعنی آپس کے جھگڑے کو دور کرو اور آپس میں مل جاؤ اور طرح طرح کی مثالوں سے اُن کو سمجھانا شروع کیا جو لوگ وہاں حاضر تھے حیرت کا ایک حال سا واقع ہوا جب بطور وعظ و نصیحت سے خوب سمجھایا اور وہ راضی ہوئے تب آپ نے اُٹھ کر دین محمد اور اللہ رکھو اور لعل محمد اور یار د کو ملایا ان چاروں نے آپس میں مصافحہ اور معانقہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ بھائیو جس کو ہم پہچانتے تھے کہ ان کے آپس میں نزاع ہے ان کو تو ملا دیا اور باقی صاحبوں کو ہم پہچانتے نہیں وہ سب اٹھ کر ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کرلیں پھر تو صدہا آدمی جن جن سے نزاع تھی آپس میں ملنے لگے اور جتنے ہندو اور مسلمان ان کی برادری والوں کے سوا وہاں حاضر تھے یہ حال دیکھ کر عالم حیرت میں تھے اور کہتے تھے کہ برسوں سے یہاں کے سیٹھ ساہوکار

اور سترقا اس امر کی کوشش کرتے تھے اور کسی سے کچھ نہ ہو سکا سب عاجز ہو کر بیٹھ
رہے اور سید صاحب نے ایک ہی حلے میں برسوں کا یہ قضیہ طے کر کے ان کو ملا دیا اور
کسی نے کچھ بھی چون وچرا نہ کیا بیشک یہ سید صاحب مقبول خدا اور صاحب کرامات ہیں
پھر دین محمد نے عرض کی کہ کل آپ کی اور آپ کے تمام قافلہ کی میرے یہاں دعوت ہے
آپ نے قبول کی پھر وہاں سے اپنے ٹھکانے پر جہاں اُترے تھے تشریف لائے اور نماز
ظہر پڑھی کچھ دن رہے پھر دین محمد کے لوگ واسطے ضیافت کے گئے اگلا روز سویرے
کوئی دو سو آدمیوں سے آپ دین محمد کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں دعوت میں اللہ رکھو
اور یار محمد کو بھی دین محمد سے کہہ کر بلوایا اور کھانا پلاؤ اور زردہ اور نان وگوشت اور
شیرمال اور قورمہ تھا پھر آپ نے آپ کے ساتھیوں نے وہیں کھانا کھایا اور جو باقی
لوگ مکان پر تھے اُن کے لئے کھانا میاں عبداللہ کے ہمراہ وہاں بھجوایا پھر جب کھانا کھا کر
سب فارغ ہوئے تب دین محمد نے اور اُن کے عزیز واقربا نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی
بعد اس کے زنانے مکان میں عورتوں کو ایک اور حویلی میں کر کے حضرت کو اور ہم سب
کو لے گئے اور وہاں بٹھایا اور اس مکان کے طاقوں میں صدہا کھلونے طرح طرح کے دھرے تھے
کوئی آدمیوں کی صورت کے تھے اور کوئی جانوروں کی آپ ان کو دیکھ کر بہت ناخوش
ہوئے مگر کچھ زبان سے نہ کہا اور ایک پختہ اینٹوں کا چبوترہ تھا دین محمد نے حضرت
سے عرض کی کہ یہ چبوترہ تعزیہ رکھنے کا عورتوں نے بنایا ہے اور ایک چبوترہ باہر
امام باڑے کے لئے مردوں نے بنوایا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ تو بہت بُری بات ہے ان تمام تصویروں

کو جو طاق میں ہیں سب کو توڑ ڈالو اور چبوتروں کو کھود کر برابر کر دو' انہوں نے
عرض کی کہ حضرت اسی واسطے میں آپ کو اس مکان میں لایا ہوں کہ یہاں کا حال آپ ملاحظہ
فرما کر کچھ ارشاد کریں اور میں جو ان خرافات چیزوں کو دور کرونگا تو عورتیں برا
مانیں گی اور لڑنے کو موجود ہونگی سواب بعد بیعت لینے کے ان کو نصیحت اور فہمائش
کریں یہ کار درست ہو' آپ نے پھر ان کی عورتوں سے بیعت لی اور تعزیہ داری اور
تصویروں کی برائی اُن کے سامنے بیان کی اور فرمایا کہ بیعت کرنا اسی کا نام ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی جناب پاک میں آدمی اپنے سچے دل کے ساتھ سب بُری باتوں سے توبہ کرے اور
ان کو چھوڑ دے ورنہ بیعت کرنی نہ کرنی برابر ہے' ان عورتوں نے عرض کی کہ بہتر جو
ہو وہ آپ کریں ہم راضی ہیں پھر آپ نے دین محمد سے فرمایا کہ اپنے یہاں کے دونوں چبوتروں
کو کھود ڈالو پھر انھوں نے اول تو چبوترے کو کھود کر اسی کی اینٹوں سے ان تمام تصویروں
کو توڑ پھوڑ کر انبار لگا دیا بعد اس کے جو کچھ علم اور پنجے اور تعزیے تھے وہ توڑے اور
باہر کا چبوترہ تھا وہ کھودا پھر حضرت نے ان لوگوں کے واسطے جناب الٰہی میں دعا کی کہ یا
اللہ تو ان سب لوگوں کو ہدایت نصیب کر اور اپنی صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ' پھر
آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں نماز ظہر کی پڑھی' اور مولانا عبدالحئی صاحب سے
واسطے وعظ کے ارشاد کیا وہ وعظ فرمانے لگے' پھر آپ نے کچھ لوگ مولانا صاحب کے پاس
چھوڑ کر مکان پر چلنے کی تیاری کی' دین محمد نے عرض کی کہ کل آپ تشریف لاویں
میں اپنی برادری کا کھانا کرونگا آپ کی بھی سب لوگوں سے دعوت ہے' آپ نے
بہت سا عذر کیا کہ آپ ہم کو معاف رکھو' اُنھوں نے نہ مانا آخرش آپ نے

دعوت قبول کی پھر وہاں سے مکان پر تشریف لائے پھر بعد فراغ وعظ کے نماز
عصر کی پڑھ کر مولانا صاحب آئے اگلے روز سویرے پھر آپ اتنے ہی آدمیوں
سے تشریف لیگئے اور کوئی چار ہزار آدمی صاحب دعوت کی برادری کے تھے اس
دن کھانا زردہ اور پلاؤ تھا آپ نے اور آپ کے آدمیوں نے وہاں کھانا تناول
فرمایا اور جو باقی لوگ مکان پر تھے ان کے لئے مزدوروں کے سر پر منگایا اور بعد فراغ
تناول طعام کے ہزار آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور بعد نماز ظہر کے
اس دن بھی مولانا عبدالحئی صاحب نے وعظ فرمایا پھر وہاں سے سب مل کر آپ مکان
پر تشریف لائے اس کے اگلے روز اللہ رکھے نے دعوت کی اور جو کھانا پہلے روز
دین محمد نے پکوایا تھا وہی انہوں نے پکوایا اور کھلایا اور مکان پر کھانا پہنچایا
اور بعد ضیافت کے اللہ رکھا اور ان کے خویش واقربا نے بیعت کی اور اپنی عورتوں
کو بیعت کرائی پھر اللہ رکھو نے عرض کی کہ حضرت بیعت تو ہم سب نے آپ کے ہاتھ
پر کرلی مگر کئی باتیں ہمارے یہاں اور ہیں جب وہ دور ہوں تب ہم لوگ پورے
مسلمان ہوں آپ نے فرمایا کہ بیان کرو وہ کیا باتیں ہیں کہا ایک تو ہم لوگ
اپنے گھرانے میں بیاہ شادی نہیں کرتے ہیں ہندوؤں کی طرح عیب جانتے ہیں
اور دوسرے عورتیں پردہ نہیں کرتی ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے شہر
میں نوچندی جمعرات کا میلہ ہوتا ہے تمام مرد عورت ہندو مسلمان ہزاروں
جمع ہوتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور اس نوچندی کا اس طور اہتمام ایسا

و پوشاک میں ہوتا ہے کہ عیدین میں اس کا چہارم بھی نہیں کرتے ہیں یہ سن
کر آپ نے کہا نعوذ باللہ من ذالک یہ تو بہت بُری باتیں ہیں ان کو ضرور ترک
کرنا چاہیئے اور خوب ان باتوں کی برائی کیں اور فرمایا کہ اکثر عوام الناس بلکہ
بعض بعض خواص جو کہ نام کو عالم اور درویش کہلاتے ہیں ان کے دلوں میں یہ بات
سمائی ہے کہ جہاں کہیں ہم نے کسی بزرگ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر ہم کو
کوئی بڑا چھوٹا گناہ نقصان نہ کرے گا ہمارے پیر صاحب ہم کو اللہ تعالیٰ سے بخشوا
لینگے اور بہشت میں لیجائینگے سو محض ان کا خیال خام اور وہم غلط ہے پیر صاحب
خود اپنے ہی آل کار سے بے خبر ہیں کچھ نہیں جانتے کہ وہاں روز قیامت کے ہمارا
کیا حال ہوگا اور وہاں کا تو حال دریافت کرنا محال ہے یہاں دنیا میں جن
کاموں کے دن رات خوگر ہو رہے ہیں ان کا حال نہیں جانتے ہیں چنانچہ بھوک
پیاس سونا جاگنا جائے ضرور پیشاب وغیرہ ہی خود میں اپنا حال کہتا ہوں کہ مجھکو
نہیں معلوم کہ کس وقت مجھکو پیاس لگے گی یا کب نیند غلبہ کرے گی یا کس وقت حاجت
جائے ضرور یا پیشاب کی ہوگی یوں ہی اور بہت کام ہیں جب ان ادنیٰ باتوں کو
بالیقین ہم نہیں جانتے ہیں تو اور بڑے بڑے کاموں سے ہم کو کیا خبر اور یہاں ہم
کسی کی مصیبت دور نہیں کر سکتے وہاں کب کسی کی مصیبت دور کر سکیں گے مگر وہاں
جو طریقہ پیر موافق خدا و رسول کے بتا دیوے مرید کو لازم ہے کہ اس کو نہ چھوڑے
اسی پر چلا جاوے وہی اس کی نجات کا وسیلہ ہے اور لیکے اسکے یہ تمام نفس کا فریب اور شیطان
کا مکر ہے خدا کے مخالف کو کوئی پیر بخشا سکیگا نہ کوئی پیغمبر جن صاحبوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی

اُن سے تم سمجھا دو کہ جو کام خلاف حکم خدا اور رسول کے ہیں سب کو ترک کرو تب تو اس بیعت کرنے سے تم کو فائدہ ہوگا ورنہ محض بے حاصل ہے نہ میں ان کا پیر ہوں نہ وہ میرے مرید ہیں' السد رکھو نے عرض کی کہ جو بھائی لوگ یہاں حاضر نہیں ہیں اُن کو میں سمجھا دونگا اور جو موجود ہیں وہ خود سنتے ہیں پھر سب حاضرین بولے کہ حضرت آپ حق فرماتے ہیں بات یہی ہے مگر کیا کریں ہم لوگ ان بلاؤں میں مبتلا ہیں اب انشاء اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کو چھوڑ دینگے پھر وہ سب آپ کو نذریں دینے لگے' آپ نے فرمایا کہ ہم نذریں تمہاری تب ہی لینگے جب تم ان سب بُری باتوں کے چھوڑنے کا عہد کرو بے اس کے ہم کسی کی نذر نہیں لینے کے' اور جو جو تیرے تعزیے کے تمہارے گھروں کے اندر ہوں اُن کو کھود کر مسجدیں بنا لو کہ تمہاری عورتیں ان میں نماز پڑھا کریں' جب سب نے اس کا عہد و پیمان کیا تب آپ نے ان کی نذریں قبول فرمائیں' پھر سب نے کہا کل صبح کو میرے یہاں ضیافت ہے کسی نے کہا کل شام کو میرے یہاں کسی نے کہا پرسوں شام کو میں کھلاؤنگا' آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے فرمایا کہ اس کی ترتیب ہم کو یاد نہ رہیگی کہ پہلے کس نے دعوت کی اور اس کے بعد کس نے کی تم ایک کاغذ کے فرد پر لکھ لاؤ انہوں نے لکھی' پوچھا کتنے نام ہوئے' انہوں نے گن کر عرض کئے کہ پانچ اوپر پچاس نام تو لکھ چکا ہوں باقی نہیں معلوم ابھی کتنے رہے ہیں' آپ نے فرمایا کہ ان بھائیوں کو سمجھا دو کہ ہم تو فقط آٹھ دس روز کے یہاں مہمان ہیں مہینوں برسوں تو رہنا نہیں اس

اس عرصہ میں جو دعوت کریگا اس کے یہاں ہم لوگ کھالیوینگے اور زیادہ ہم نہیں رہ سکتے پھر جب اللہ تعالیٰ ساتھ خیر کے لاویگا تب جیسا موقع ہوگا دیکھا جاویگا پھر مولوی صاحب نے ان لوگوں کو سمجھا دیا وہ خاموش ہو رہے پھر یہ سوال کیا کہ کشمیر میں آپ نے جس طرح اور ہمارے بیعت لی اور ان کو توجہ دی ہم چاہتے ہیں کہ ہم بھی اس نعمت سے مشرف ہوں آپ نے حاجی محمد یوسف صاحب کو جو کشمیر کے تھے اور قادر شاہ گوہریانی کے تھے دین محمد اور اللہ رکھو کے یہاں ایک ایک صاحب کو مقرر کیا کہ ایک روز تم ان کے یہاں ہو صبح کو یہ کہیں ان کو توجہ دو اور آٹھ آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ باقی اور صاحب بھی روز روز تم ان کے یہاں رہو جو تم سے کہے اس کو توجہ دو بعد اس کے آپ نے ان سب کے واسطے دعا کی حاصل مضمون اس دعا کا یہ تھا کہ الٰہی دنیا میں تو ان سب بھائیوں کو طریقہ سنت توحید پر ثابت قدم رکھ اور آخرت میں تو ان سب سے راضی ہو اور اپنی رضامندی کے گھر میں لیجا پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر تشریف لائے، بنارس میں قطب علی نام رافضی مذہب ایک تھا ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آیا اور عرض کی کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرونگا اور میرا باپ مکان پر ہے وہ بھی بیعت اگر اجازت ہو تو بلا لاؤں آپ نے فرمایا بہتر ہے بلا لاؤ وہ اپنے باپ کے پاس گیا لوگوں نے حضرت کو اطلاع کی کہ یہ شخص رافضی ہے آپ نے فرمایا خبردار کوئی اس کے سامنے جب آوے ایسی بات نہ کہے اللہ تعالیٰ جو چاہیگا وہ پکا سچی مسلمان ہو جاویگا پھر کچھ دیر میں اس نے آکر عرض کی کہ میں نے اپنے باپ سے جا کر واسطے بیعت کے کہا وہ کہنے لگے کہ ہمارا مذہب امامیہ ہے سب جانتے ہیں اور سید صاحب سنی ہیں ہے سنی

کے وہ مجھ کو کاہے کو مرید کرینگے میں تو اُن کے پاس جاؤنگا پھر میں وہاں
سے چلا آیا اور پھر بھی وہی طریقہ ہے اب جو کچھ آپ فرماویں میں حاضر ہوں آپ اس
کی صاف گوئی سے نہایت خوش ہوئے کہ یہ سچا آدمی ہے اور فرمایا کہ تم دو باتوں
سے توبہ کرو اول تو اپنے مذہب سے اور دوسرے اور جو گناہ ہیں اُن سے توبہ کرو
پھر آپ نے اسے توبہ کرائی اور بیعت لی پھر اس نے عرض کی کہ یا حضرت میں نے واسطے
خدا کے بیعت کی ہے طمع دنیا سے نہیں کی مگر مفلس اور تنگ دست ہوں یہ چاہتا ہوں
کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے افلاس کو دور کرنے آپ نے فرمایا
کہ ضرور ہم تمہارے واسطے دعا کرینگے اور جناب الٰہی سے اُمید ہے کہ تمہارا مقصود
پورا کرے اور مولوی محمد یوسف صاحب سے ایک روپیہ لے قطب علی کو دیا اور فرمایا
کہ اس کو اپنے پاس رکھنا خرچ نہ کرنا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تم کو کسی چیز
کا محتاج نہ کرے گا بعد اسکے آپ نے اس کے واسطے دعا بھی کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ
تعالیٰ چند روز میں دیکھیو کہ اللہ تعالیٰ کیسی کشائش اور فراخ دستی کرتا ہے اور
تکملہ اس کا یہ ہے کہ کئی سال کے بعد ولایت افغانستان سے حضرت نے مجھکو طرف
ہندوستان کے روانہ کیا اور میں بنارس میں گیا اور قطب علی سے ملاقات ہوئی اور
ان کو خوشحال اور صاحب مال پایا اور بڑا کارخانہ ان کا دیکھا اور ان کی خوشحالی
و فارغ البالی کا سبب پوچھا انہوں نے کہا کہ شروع اس کا یوں ہے کہ ایک روز
میں اپنی دوکان پر عقیق کے چند نگینے اور ایک پرانی عینک لئے بیٹھا تھا ایک فرنگی

میرے پاس آکر کھڑا ہوا اور عنیک کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ عنیک تمہاری ہے اس کو بیچوگے میں نے کہا ہاں میری ہے اور اس کو بیچوں گا تمہارے کام کی ہو تو یوں ہی لیجاؤ اور وہ عنیک میرے نزدیک دو تین آنہ سے زیادہ کی نہ تھی اس نے کہا کہ یوں تو ہم نہ لینگے تم اس کی قیمت کہو میں نے کہا میں قیمت اس کی کیا کہوں جو کچھ تم دوگے میں لے لونگا اس نے کہا کہ پانچ روپے لوگے میں نے جانا یہ شراب پیئے ہوئے ہے خوش طبعی کرتا ہے میں نہ بولا اس نے کہا دس روپے لو میں نے کہا تم اتنے روپے رہنے دو عنیک تمہاری نذر ہے اس نے کہا مفت ہم نہ لیں گے تم پچیس روپے لو بلکہ پچاس تب تو کچھ میں بھی سمجھا کہ یہ قیمتی ہوگی پھر میں وہی جواب دیتا رہا کہ روپے بھی آپ کے ہیں اور عنیک بھی آپ کی ہے وہ قیمت بڑھاتا گیا آخر الامر اس نے اپنے خریطے سے نکال ستر اشرفیاں میرے سامنے دھر دیں اور کہا یہ لو اور عنیک دو پھر میں نے وہی جواب دیا اس نے کہا اس وقت میرے پاس اور کچھ حاضر نہیں والا اور بھی دیتا میں نے غنیمت جان کر وہ اشرفیاں اٹھالیں اور وہ عنیک اس کے حوالہ کی اس نے تین بار تکرار کہا کہ یہ عنیک میری اور یہ اشرفیاں تمہاری میں نے کہا ہاں اشرفیاں میری اور عنیک تمہاری پھر پندرہ بیس قدم وہاں سے جاکر پھر لوٹ آیا اور میرے پاس کھڑا ہوا اور کہا کہ اگر تم اس عنیک کے ہزار دو ہزار بلکہ پانچ ہزار روپے مانگتے تو میں تم کو اپنے مکان سے لاکر دیتا اور یہ عنیک لیتا میں نے کہا خیر میری قسمت میں یہی تھا جو کچھ ملا اب اس کا وصف تو بیان کرو یہ کیسی عنیک ہے تب اس نے ولایت کے ایک کاریگر کا نام لیا اور کہا اس نے اس قسم کی چار عنیکیں بنائی تھیں ان میں سے

ایک اُس نے شاہ لندن کی نذر کی اور عینک اُس نے کسی اور رئیس کو دی اور ایک
اُس نے اپنے پاس رکھی اور ایک فلانے صاحب نے لی بہت دنوں ان کے پاس رہی
وہ جیٹ پٹ کسی بیماری سے مرگیا کسی کو کچھ وصیت بھی نہ کرنے پایا یہ عینک اس
کی صندوقچی میں دہری رہی اور کسی کو اس کا حال معلوم نہ تھا جب اس کا مال و اسباب
نیلام ہوا تب کہیں یہ تمہارے پاس آگئی تم اس کی خوبی کی کیا خبر خاصیت اس کی یہ ہے
کہ کسی قسم کا موتیا بند ہو اگر چھ مہینے اس عینک کو لگا وے صاف موتیا بند جاتا ہے
اور پھر عینک لگانے کی اس کو حاجت نہ رہے اور نہ کبھی اس کی آنکھوں میں اور کوئی
مرض ہو یہ عینک ایسی ہے یہ بیان کر کے وہ چلا گیا واللہ اعلم بالصواب پھر میں نے
ان اشرفیوں سے تجارت کرنی شروع کی عنایت الٰہی سے جو مال میں نے خرید اس
میں با خوبی مجھکو فائدہ ہوا یہاں تک چند عرصہ میں ہزاروں روپے اللہ تعالیٰ
نے مجھکو دئے اب کلکتہ سے میرا مال تجارت کا آتا ہے اور دہلی اور اکبرآباد سے بھی اور
یہ سب سید صاحب کی دعا کا اثر ہے یہ حال میری ثروت اور خوشحالی کا ہے
بنارس میں اکسیس برک فرنگی کی ایک ہندوستانی بی بی حیوۃ النسا بیگم نام حضرت
علیہ الرحمۃ کی مرید تھی جب ایک سال پہلے آپ بنارس میں تشریف لے گئے تھے تب
وہ اس فرنگی سے اپنا علاقہ زوجیت کا قطع کر کے آپ کے شرف بیعت سے مشرف
ہوئی تھی اور اس کو حضرت کے ساتھ نہایت اخلاص اور کمال اعتقاد تھا اور
ہزاروں روپے نقد اور ہزاروں روپے کا مال و اسباب اور مکان جو اس فرنگی کا تھا

جب اس کی یہ حالت تھی جب آپ کی بار حج کو جاتے ہوئے آپ بنارس میں تشریف لے گئے اور ایک مہینے کچھ زیادہ دن وہاں رہے تب ایک روز آپ کو اپنے مکان پر بلایا آپ تشریف لے گئے ہم سب لوگ باہر رہے اور حضرت کو اُس نے اندر بٹھایا اور چھ سات ہزار روپے کا مال و اسباب جمع کر رکھا تھا چاہا کہ وہ آپ کی نذر کرے آپ نے فرمایا کہ یہ حرام اور خبیث ہے ہم نہ لینگے آپ کی زبان سے یہ کلام سُن کر وہ رونے لگی اور کہا کہ میں نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس نیت سے کہ میری نجات ہو اور گناہوں سے پاک ہو جاؤں تس پر میں ناپاک رہی اور کوئی صورت میری اس ناپاکی سے نکلنے کی نہ ہوئی اس کے رونے سے آپکے دل کو بھی ایک قلق سا ہوا اور اُس سے فرمایا کہ تم اپنے جی میں رنجیدہ نہ ہو اللہ تعالیٰ تم کو بھی اس مال خبیث کے کھانے پینے سے بچاوے اور اس کی گرفتاری سے چھڑاوے اب ہم کسی وقت تمہارے لئے دعا کرینگے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ کوئی صورت نجات کی ہو جاویگی اُس نے عرض کی کہ حضرت ظاہر میں مجھکو تو اس بچاؤ کی کوئی راہ نہیں معلوم ہوتی ہے وہ کون سی صورت ہوگی آپ نے فرمایا اسکا علم اللہ ہی کو ہے مجھکو خبر نہیں وہ جس صورت سے چاہیگا بچاویگا اسکے بعد آپ وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے پھر دوسرے یا تیسرے روز حکیم سلامت خان اس بیگم موصوفہ کے نوکر آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا کہ ہم نے تمہاری بیگم صاحبہ کے لئے دعا کی تھی سو جناب الٰہی میں مقبول ہو یہ حال اُن سے کہہ دینا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب قریب ہے کہ کوئی راہ تمہاری مخلصی کی نکل آویگی اور تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ جب اس کے

کئی سال کے بعد ولایت افغانستان سے حضرت نے طرف ہندوستان کے بھیجا اور
میں بیمار ہو گیا اور بیگم صاحبہ موصوفہ سے ملاقات کی تب انھوں نے حضرت کی خیر و عافیت
کی بہت سی باتیں بیان کیں۔ ایسا حال انھوں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کی دعا
کی برکت سے مجھ پر بڑا ہی فضل کیا وجہ یہ ہے کہ سید صاحب تو سب کے واسطے دعا کر کے حج کو
تشریف لے گئے اور میرے دل میں تردد ایسے تھا کہ باقی رہا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ گزران کی
کیا صورت کی میرے لئے نکالتا ہے آخر اللہ ہر چند روز کے بعد ایک دن حکیم مسلمات علی
خاں اور مولوی سید محمد یحییٰ صاحب اور مرزا کریم اللہ بیگ اور مولوی عبد القادر خان اور
کئی اور صاحبوں نے آپس میں مشورت کی کہ سید صاحب نے بیگم صاحبہ کی نذر مال حرام جان
کر نہیں قبول کی بیگم کو اس کا بڑا غم ہے اور چاہتی ہیں کہ میں بھی اس مال کو اپنے کھانے
پینے میں نہ صرف کروں اور سید صاحب اس امر میں اُن کے لئے دعا بھی کر گئے ہیں سو
اس کی کوئی صورت نکالنی چاہئے آخر سب نے یہ تدبیر کی کہ سب نے مل کر دس ہزار روپے
جمع کئے اور میری طرف سے چند آدمی نوکر رکھ کر تجارت کرنی شروع کی ادھر سے
ادھر سے ہندوستان سے اسباب کلکتہ کو بھیجنے لگے اور ادھر سے مال انگریزی منگانے
لگے چند عرصہ میں ہزاروں روپے منافع کے مل گئے پھر میں نے اس اپنے فرنگی کا جو
کچھ مال اسباب مکان وغیرہ تھا سب چھوڑ دیا اور دو سو روپے کرایہ کے اور مکان لئے
اب انھیں میں میری تجارت کا سب مال و اسباب رہتا ہے اور بافراغت چین کرتی ہوں
یہ حال سن کر بہت خوش ہوا کہ الحمد للہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہوا پھر انھوں نے مجھ سے

کہا کہ اس دفعہ جو کچھ میں سید صاحب کو دیتی تھی مال جنیت جان کر آپ نے نہ لیا اور بیشک وہ مال ایسا ہی تھا مگر اب آپ اس مال تجارت سے حضرت کے واسطے کچھ روپیہ لیتے جاؤ میں نے کہا کس قدر بھیجنے کا تم نے ارادہ کیا ہے کہا پانچ ہزار روپے، میں نے سن کر کچھ جواب نہ دیا، مجھ سے کہا کہ تم نے کچھ جواب نہ دیا کیا تم کو اس مال میں بھی کسی طور کا شبہہ ہے یہ تو میری تجارت کا روپیہ ہے، میں نے کہا شبہہ تو مجھ کو کسی طرح کا نہیں مگر بات یہ ہے کہ بے اجازت سید صاحب کے میں نہ لیجاؤنگا کہا کیا سبب میں نے کہا یہی سبب ہے جو میں نے عرض کیا، پھر انہوں نے حکیم سلامت علی خاں اور مولوی غلام یحیٰی سے جو ان کی طرف سے سرکار انگریزی میں وکیل تھے یہ مذکور کیا کہ تم دین محمد کو سمجھا کر یہ روپیہ حضرت کے پاس بھیجدو اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ بیگم صاحبہ اس قدر روپیہ سید صاحب کو دیتی ہیں تم لیجانے میں کیوں انکار کرتے ہو وہی جواب میں نے ان کو بھی دیا، اُنہوں نے کہا بہتر ہے حضرت سے پوچھ کر پھر لیجانا تب تک بطور امانت کے یہ روپے یہاں دھرے رہیں گے، پھر میں اُن سے رخصت ہو کر اور جہاں کہیں کام تھا وہاں گیا اور سب کاموں سے فراغت کر کے جب میں حضرت کے پاس گیا اور یہ حال عرض کیا، آپ نے فرمایا بہت خوب تم نے کیا جو تم یہاں نہ لائے گو لینے میں اس کے کچھ قباحت نہ تھی اب کی بار اس طرف جب بھیجیں گے تب اس کی تدبیر تم کو بتادینگے جب بعد کچھ مدت کے پھر مجھ کو اپ طرف ہندوستان کے روانہ کرنے لگے تب فرمایا کہ وہ پانچ ہزار روپے حیوۃ النساء بیگم سے لے کر یہ کام کرنا کہ ان میں سے تین سو روپے تو قلعہ بریلی میں جا کر ہماری ہمشیرہ

کو دینا اور دو سو روپے سید محمد صاحب کو جو سید عبدالجلیل صاحب کے والد ہیں دینا
اور اُس کی تقسیم کا ایک رقعہ لکھ دیا کہ ان میں سے اس قدر فلانے فلانے کو بانٹ
دیں اور یہ حال سوا تمہارے اور سید محمد کے تیسرے کو خبر نہ ہو اور ایک کو دینا جو آپ کے
ہمراہ لشکر مجاہدین میں تھا پچیس روپے اس کے باپ کو کہ ٹونک میں تھا فرمائے اور کہا کہ
رام پور میں سو روپے حاجی زین العابدین خاں صاحب کے یہاں دینا اور پچاس
روپے حاجی بہادر شاہ خاں صاحب کے یہاں دینا اور پچیس روپے حافظ عبدالغفار
خاں اور پچیس روپے عبداللہ خاں بربار کے یہاں دینا اسی طور اور چند صاحبوں کے
یہاں بتایا اور قریباً دو ہزار یا کچھ زیادہ جو باقی رہیں ان کو سند میں سید عبدالرحمن
صاحب کے پاس ہنڈوی کر کے بھیج دینا پھر جب میں وہاں سے بنارس میں گیا،
بیگم صاحبہ موصوفہ میرے جانے سے کئی مہینے پیشتر مر چکی تھی اور تمام کارخانہ
اس کا تہ و بالا ہو گیا تھا، حکیم سلامت علی خاں کو میرے آنے کی خبر ہوئی انہوں
نے مجھکو بلایا اور بیگم صاحبہ کے مرنے اور ان کے کاروبار بگڑنے کا بیان کیا اور
ان پانچ ہزار روپیوں کا بیان کیا کہ اکثر تو روپے ان میں سے خرچ ہو گئے ہیں
اب بیگم صاحبہ کے خانساماں سے جا کر دریافت کرو کہ کس قدر روپے باقی ہیں پھر
ویسا تم سے کہوں، میں نے کہا آپ کو اختیار ہے جیسا مناسب جانیے" پھر انہوں
نے جا کر معلوم کیا تو ڈھائی ہزار روپے تو خرچ ہو گئے تھے اور ڈھائی ہزار
باقی تھے پھر وہ منگا کر مجھ کو دیے کہ یہ کچھ باقی ہیں، میں نے کہا خیر یہی غنیمت

ہیں، پھر وہ روپے میں نے اپنی رائے کے موافق جس طرح مناسب جانے تقسیم کئے اور
سب کو دے کر ہزار روپے بچے پھر میں نے شاہ جہاں آباد میں آکر ایک علمی ترجمہ
قرآن شریف کا اور ہزار روپے کی ہنڈوی سند کے شکارپور میں قاضی محمد صاحب
کی معرفت ایک قاصد کے ہاتھ روانہ کرکے پیر کوٹ میں سید عبدالرحمن صاحب کو بھیجے
تفصیل اس کی یہ ہے کہ بنارس میں پچیس روپے خدایار خاں کے یہاں اور پندرہ روپے
ایک اور صاحب کے یہاں نام ان کا یاد نہیں دئے اور بلدۂ الہ آباد میں پندرہ روپے الٰہی بخش
خلاصی کے یہاں دئے اور رائے بریلی میں حضرت علیہ الرحمۃ کی ہمشیرہ شریفہ معظمہ
مکرمہ کو دوسو روپے دئے اور سید عبدالجلیل صاحب کے والد سید محمد صاحب مرحوم کو
دوسو روپے دئے اور دس روپے واسطے لکھمیر کی ماں کے اور پندرہ روپے واسطے
چھیدو کی ماں کے اور دس روپے لوہانی پور میں واسطے دلاور کی ماں کے اور پچیس
واسطے نور داد خاں کے نانی کے اور پچیس ایک سنہ دلونیے کے باپ کے لئے یہ بھی سب
سید محمد صاحب کو سپرد کئے کہ وہ پہنچا دیویں اور پندرہ روپے بریلی میں میاں
جمال الدین کے یہاں دئے اور پچیس سید اسماعیل کی ماں کو اور قصبہ نگرانوں میں
پچاس روپے سید عبدالرزاق کی ماں کو اور بیس روپے مخدوم کی ماں کو دئے اور
لکھنؤ میں پچاس روپے شیخ احسان علی کو اور پچیس حمایت اللہ خاں کے یہاں اور
پچیس میر امید علی صاحب کو اور پچیس روپے شاہ یقین اللہ صاحب کو اور پچیس روپے

جو مولوی مخدوم صاحب کے عزیزوں میں بخش الکریم تھے ان کے یہاں دئے اور کانپور میں پچیس روپے شیخ رحم علی کی بی بی کو دئے اور رامپور میں پچیس روپے قاری خان محمد صاحب کے بیٹے قاری محمد جان کو دئے اور پچیس عبداللہ خاں بہار اور پچیس روپے عبدالغفار خاں اور پچاس بہادر شاہ خاں اور سو روپے حاجی زین العابدین خاں صاحب کے یہاں دئے اور دہلی میں سو روپیہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ بی بی رقیہ کو اور سو روپے مولانا صاحب کے فرزند ارجمند محمد عمر مرحوم کو اور پچیس روپے کشمیری گڑھی میں ایک مولانا صاحب کے ہمنام اور آشنا کو دئے اور مظفر نگر میں پچیس روپے کریم بخش کے یہاں دئے اور کرانی میں اخوند ظہور اللہ صاحب کے یہاں پچاس روپے اور کرنال میں مولوی حسین علی صاحب کے یہاں پچاس روپے اور سہارنپور میں سو روپے حکیم مغیث الدین صاحب کو دئے کہ کئی شخصوں کو تقسیم کر دیویں اور ہزار روپے کی ہنڈوی سندھ میں سید عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالی کو ارسال کئے یہ سب ڈھائی ہزار روپے ہوئے انتہی حکایت بنارس میں رمضانی اور تاج محمد نام دو بھائی کندی گر تھے اور وہ دونوں بیعت حضرت علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر اول کر چکی تھی جب پہلی بار حضرت بنارس میں تشریف لے گئے تھے اور دونوں نیکبخت آدمی تھے مگر محتاج اور غریب تھے فقط ایک دوکان کندی کی چلتی تھی اس میں جو کچھ ملتا تھا اسی پر گذر تی تھی اب کی بار سفر حج میں حضرت علیہ الرحمۃ بنارس کو تشریف لے گئے اور انھیں کے

محلہ کے قریب اُترے' انھیں روزوں ان کی بہن کا بیاہ مقرر ہوا اور تاریخ ٹھہرائی گئی' رمضانی نے آکر عرض کی کہ حضرت میری بہن کا فلاں روز بیاہ ہے اُمیدوار ہوں کہ آپ بھی کچھ آدمیوں سے میرے مکان میں قدم رنجہ فرماویں' آپ نے پوچھا کہ تمہارے یہاں شادی بیاہ میں کیا کیا رسمیں ہوتی ہیں' انہوں نے عرض کی کہ جو شہر میں اور غریب مسلمانوں کے یہاں دستور ہے وہی رسمیں ہمارے یہاں بھی ہوتی ہیں گانا بجانا ناچ وغیرہ آپ نے فرمایا کہ ایسی شادی بیاہ میں ہم نہ جاوینگے اگر موافق شریعت اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرو تو ہم چلیں والا جو تمہارے یہاں کھانا پکے بھیجدینا ہم کھالیں گے' رمضانی نے کہا کہ میں آپ کا فرماں بردار ہوں جیسا آپ فرماویں بجالاؤں' دولہ کی طرف میرا اختیار نہیں اس کا تدارک آپ جو فرماویں کیا جاوے' آپ نے ارشاد کیا کہ دولہ کے گھر والوں کو ہمارے پاس لاؤ تو ہم ان کو سمجھاویں اگر وہ مان لیویں تو بہتر ہے پھر وہ دولہا کے باپ بھائی چچا وغیرہ کو حضرت کے پاس لائے وہ سب حضرت کے مرید بھی تھے' آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہاری طرف بیاہ میں کسی طور کی بدعت اور خلاف شرع کام نہ ہونے پاوے موافق سنت کے نکاح کرلو تو ہم تمہاری برات میں چلینگے والا ہم کو وہاں لیچلنے کی تکلیف نہ دو' انہوں نے عرض کی کہ ہم آپ کو ضرور لے چلیں گے اور جیسا آپ ہم سے فرماویں گے انشاء اللہ تعالیٰ ہم ویسا ہی بجالاوینگے کسی امر میں کچھ فرق ہونے نہ پاویگا

آپ یہ سُن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب ہم ضرور چلیں گے پھر آپ نے جو جو باتیں کرنے کی تھیں اور جو نہ کرنے کی تھیں سب ان کے آگے بیان کر دیں پھر وہ رخصت ہو کر اپنے مکان کو گئے پھر رمضانی سے جو کہنا تھا کہہ دیا کہ یہ بات کرنا اور یہ نہ کرنا پھر جیسا آپ نے رمضانی کو تعلیم کر دیا تھا جیسے ویسا ہی اپنے یہاں کیا نہ اپنی بہن کو مایوں بٹھایا اور نہ اس کا اُبٹن لگوایا نہ کنگنا نہ سہرا نہ سیندھ سوایا نہ ڈھول بجانے دیا یہاں تک کہ نہ کسی کو گانے دیا غرض کوئی بدعت نہ ہونے دی دولھن نے آپ ہی نہایا اور آپ ہی اپنے بیاہ کے کپڑے پہنے فقط سر کے بال تو دوسری عورت نے کنگھی کر کے گوندھ دیئے اور سب کام اس نے آپ کئے پھر جب برات آئی تب حضرت سو سوا سو آدمیوں سے رمضانی کے مکان پر تشریف لے گئے اور آپ کی اجازت سے مولانا عبد الحئی صاحب نے دولھا کا نکاح پڑھا بعد اس کے اسی مجلس میں آپ نے رمضانی کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ جو کام موافق حکم خدا و رسول کے ہوتا ہے اس میں خیر و برکت بہت ہوتی ہے دنیا اور آخرت دونوں میں اور جو اس کے خلاف ہوتا ہے اس میں دنیا کی بھی خرابی ہوتی ہے اور آخرت کی بھی اور اسی جگہ جہاں آپ بیٹھے تھے دو لکڑیاں کندی گری کی گری تھیں ان پر آپ نے ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ بیاں رمضانی ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے ابھی تو تمہاری یہ دو لکڑیاں ہیں اور تمہیں کیلئے

کام کرتے ہو انشاء اللہ تعالیٰ بعد چندے ورنہ کے جتنک ہم حج کرکے آویں تم دیکھنا کہ یہاں کتنی لکڑیاں گڑی ہونگی اور کتنے کاریگر اس مکان میں کام کرینگے کہ آدمیوں کو جگہ بیٹھنے کو نہ ملیگی اور اس محلہ کی سب دوکانوں سے تمہاری دکان نامی اور مشہور ہو جاویگی مگر جو کچھ تم کو فائدہ ہو اس میں سے ایک حصہ اپنے چھوٹے بھائی تاج محمد کو بھی دیا کرنا اس لئے کہ اس سے مشقت کا کام نہیں ہوتا ہے اور جو وہ تمہارے ساتھ کام کرے تو اس قدر حصہ دیا کرنا' یہ باتیں سن کر تعجب سا جان کر رمضانی ہنسنے لگے اور کہا حضرت میری یہی دکان چلی جاوے میں اسی کو غنیمت جانتا ہوں' آپ نے فرمایا کہ جو ہم کہتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یوں ہی ہوتا ہے تم اس بات سے خاطر جمع رکھو' انہوں نے عرض کی کہ الحمد میں اور کیا چاہتا ہوں' تاج محمد تو میرا بھائی ہے اور آپ جو کچھ فرماویں ویسا کرونگا القصہ پھر آخر کو ایسا ہی ہوا کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ حج کرکے تشریف لائے اس وقت بیس کاریگر اس رمضانی کے مکان میں کام کرتے تھے اور رمضانی ہزاروں روپیوں کے آدمی ہو گئے اور تاج محمد بیس میں سوار ہوتے تھے اور تمام بنارس میں رمضانی کی دکان مشہور ہو گئی حکایت بنارس میں حضرت علیہ الرحمۃ تشریف لے گئے اور قریب مسجد گنڈی گروں کے ایک مکان میں اترے

اس کے کئی روز کے بعد میں سخت بیمار رہا یہاں تک نوبت پہنچی کہ میں
بیہوش ہو گیا اور دانت بند ہو گئے کسی کو اُمید نہ تھی کہ یہ بچیگا حکیم
مغیث الدین صاحب قافلہ کے ہمراہ تھے' انہوں نے آکر دیکھا اور کہا کہ دوا
تو بتا دیویں ہم مگر دانت بند ہیں پلائی کیونکر جاوے وہ اسی فکر میں تھے
اسی عرصہ میں میاں عبداللہ نے حضرت کو خبر کی کہ دین محمد کا ایسا حال ہے
آپ اُسی وقت میرے پاس تشریف لائے اور میرا حال دیکھکر فرمایا کہ اس
بیماری سے اللہ تعالیٰ ان کو نجات کر دیگا مریگا نہیں اب ایک دوا ہم بتاتے ہیں
وہ پلاؤ انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جاویگا میاں عبداللہ نے عرض کی کہ
حضرت ان کے دانت تو بند ہیں دوا پلائی کیونکر جاوے' آپ نے فرمایا کہ تم
دوا تو تیار کرو اور ایک ماشہ جائے پھل اور اسی قدر جاوتری اور زعفران
منگا کر فرمایا کہ ان تینوں کو ایک دو پیسہ بھر پانی میں پیسکر دونوں ہاتھ
کھول کر ڈلوا دیا نہ کرنے پاوے جہاں دانتوں میں دوا پہنچی انشاء اللہ تعالیٰ
اُسی وقت منہ کھل جاویگا اور وہ ہوش میں آجاویگا' میاں عبداللہ نے
ویسا ہی کیا اُسی وقت منہ میرا کھل گیا اور دوا حلق میں اتر گئی اور میں
ہوش میں آگیا اور اپنے گرد لوگوں کا ہجوم دیکھا میاں عبداللہ سے میں
نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اُنہوں نے سب حال بیان کیا پھر

پھر کئی روز میں اللہ تعالیٰ نے مجھکو تندرست کر دیا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا اور سب کاروبار کرنے لگا **حکایت** بنارس میں جو بڑا لی ٹکسال مشہور تھی اُس میں انگریزوں نے اسپتال بنایا یعنی دارالشفا اور اُسی کے قریب ایک دوسرا اسپتال بنایا ٹکسال کے اسپتال میں پچاس ساٹھ مریض تھے اُنہوں نے حضرت کے پاس اپنا آدمی بھیج کر درخواست کی کہ ہم لوگ تو معذور ہیں وہاں تک ہمارا آنا دشوار ہے اگر لِلّٰہ فی اللّٰہ یہاں تشریف ارزانی فرماویں تو ہم بیعت کریں، آپ ایک روز چند لوگوں سے تشریف لے گئے اور ان مریضوں سے بیعت لی اور آپ کے ہمراہ جو لوگ گئے تھے ان میں تین شخصوں کے بدن میں برساتی پھنسیاں بہت تھیں اس میں ایک آدمی دوسرے اسپتال کا آکر وہاں کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میاں تم اپنی پھنسیوں کی دوا کرو تو ہم دیویں، حضرت نے اس سے پوچھا تم کہاں رہتے ہو، اس نے عرض کی کہ اس اسپتال میں رہتا ہوں، آپ نے پوچھا کیا کام کرتے ہو، کہا اسی اسپتال کا کام کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ جو دوا تمہارے پاس ہو ان کو دو اُس نے تینوں آدمیوں کو تین پڑیاں دوا کی دیں اور کہا تین روز صبح کو ایک ایک پڑیا کی دوا کھانا مگر ایک دن ناغہ کر کے اور تینوں روز تم کو پانچ پانچ دست آویں گے اور پانچ ہی پانچ بار قے ہو گی پچھلی قے کے بعد آدھ پاؤ یا دو چھٹانک دہی پی لینا، متلائی طبیعت کی موقوف ہو جایا کرے گی

خدا چاہیگا اسی دوا میں سب پھنسیاں خشک ہو کر اچھی ہو جائینگی پھر حضرت وہاں سے مکان پر تشریف لائے اور تینوں شخصوں نے اسی ترکیب سے وہ دوا کھائی ایک ہفتہ میں صاف چنگے ہوگئے، ایک روز اتفاقاً حضرت علیہ الرحمۃ چند لوگوں سے پھر اسی اسپتال کی طرف تشریف لے گئے اور وہی شخص آپ کے پاس آیا اور جن کو دوا دی تھی ان کو دیکھ کہنے لگا کہ میاں صاحب پھنسیاں تو آپ کی اچھی ہوگئیں، انہوں نے کہا ہاں وہ اچھی ہوگئیں، حضرت نے اس سے پوچھا کہ تمہیں نے اس روز ان کو دوا دی تھی، اُس نے کہا ہاں حضرت میں نے دی تھی، آپ نے فرمایا کہ تشخیص تمہاری بہت خوب ہے اور تم اس فن میں ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہو اُس نے عرض کی کہ حضرت سات روپے کا میں نوکر ہوں اور خرچ گھر میں زیادہ ہے اس نوکری میں گذران کی صورت نہیں معلوم ہوتی ہے آپ میرے حق میں دعا کریں کہ مجھکو کھانے کپڑے کی فارغ البالی ہو، آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے اور تم کون لوگ ہو اس نے کہا کہ میں تو چمار ہوں اور نام میرا اجیا لک ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے دعا کرینگے مگر اس شرط پر کہ جو غریب مسلمان مریض تمہارے اسپتال میں آویں اُن سے نہ لینا ہاں جو مالدار ہو اس سے لینا مضائقہ نہیں اور اللہ تعالی تمہارے ہاتھ میں شفا دیگا کہ جس کی دوا کروگے وہ اچھا ہو جائیگا اور دور دور تک تم مشہور ہو جاؤ گے اور سیکڑوں آدمی تمہارے کاروبار میں رہینگے اور

باخوبی اللہ تعالیٰ تمہاری روزی میں کشائش کریگا، اس نے عرض کی کہ
حضرت یہ بات کیا ہے اس کے سوا اور جو کچھ فرماویں وہ میں کیا کرونگا، پھر آپ
نے اس کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ چند روز میں اس دعا کی خیر و برکت دیکھنا
کہ کیسا تمہارا عروج ہوتا ہے، پھر وہاں سے جائے اقامت پر تشریف
لائے اور تکملہ اس قصہ کا یوں ہے کہ بعد واقعہ شریفہ بالاکوٹ کے ایک
بار حضرت علیہ الرحمۃ کے برادر زادہ سید محمد اسماعیل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
کے اس بلدۂ اسلام ٹونک سے میں غازی پور گیا اور وہاں شیخ فرزند علی
صاحب کے مکان میں اترا پھر کئی روز کے بعد سید صاحب ممدوح نے مجھکو
وہاں سے عظیم آباد میں مولوی ولایت علی صاحب مرحوم کے پاس بھیجا ستائیسویں
تاریخ رمضان المبارک کی میں وہاں پہنچا، مولوی صاحب موصوف سے
ملا اور نماز عید بھی وہیں پڑھی اس کے اگلے روز میں مولوی صاحب کو ہمراہ
لے کر کئی روز میں پھر غازی پور میں آیا سید محمد اسماعیل صاحب میرے پیچھے
بنارس کو تشریف لے گئے تھے اس عرصہ میں میں بیمار ہو گیا اور بیماری یہ
تھی کہ پیشاب میرا مانند دہی کے جم جاتا تھا اور اس پر مکھیاں بیٹھتی تھیں
وہاں سے مولوی ولایت علی صاحب بنارس میں سید محمد اسماعیل صاحب کی
ملاقات کو گئے مگر وہاں بھی ملاقات نہ ہوئی سید صاحب ممدوح
اپنے مکان کو رائے بریلی میں چلے آئے تھے اور میں وہیں غازی پور

میں شیخ فرزند علی صاحب کے مکان پر رہا اور وہاں طبیبوں کی دوا کرتا رہا
مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، شیخ صاحب موصوف نے مجھ سے کہا کہ یہ بیماری سخت ہے یہاں
طبیبوں سے اس کی دوا نہ ہو گی تم بنارس کو جاؤ وہاں اسپتال میں اچانک نام
ایک چمار بڑا ہوشیار اور سید صاحب کے معتقدوں سے ہے اور بڑا صاحب اخلاق ہے
وہ اس مرض کی دوا کریگا اور انشاء اللہ تعالیٰ تم اچھے ہو جاؤ گے، میں نے کہا میں
تو اس کے پاس نہ جاؤنگا نہ میں اس کو پہچانوں نہ وہ مجھکو جانے میں تو آپ
ہی کے مکان پر رہونگا اور جو کچھ دوا ہو گی یہیں کرونگا، انہوں نے کہا کہ میں
اپنا ایک رقعہ لکھ دونگا اس کو جا کر دینا اور تم اس سے کہنا کہ میں سید صاحب
کا خادم ہوں وہ تمہاری بہت خاطر کریگا، آخر میں جانے پر راضی ہوا انہوں
نے ایک رقعہ لکھ دیا، پھر حضرت علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں ایک ناظر عدالت
انگریزی کے تھے نام ان کا یاد نہیں، انہوں نے ایک ٹانگھن بہت عمدہ پیلو کا مجھکو
دیا میں اس پر سوار ہو کر وہاں سے بنارس میں مرزا محمود بخت شاہزادہ کے
مکان پر آکر اترا اگلے روز اسپتال میں اچانک کے پاس گیا اور وہاں ایک
فرش مکلف بچھا تھا اس پر میں بیٹھا اور اس نے بغور کئی بار میری طرف
دیکھا پھر پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں، میں نے کہا غازی پور سے
اس نے کہا کہ غازی پور کی بولی تو تمہاری نہیں معلوم ہوتی اور میں تم کو کچھ
پہچانتا بھی ہوں، میں نے کہا کہ میں اکثر سفر میں رہتا ہوں کہیں تم نے مجھکو دیکھا
ہوگا اس نے کہا مسافری میں تو نہیں مگر مجھکو یاد پڑتا ہے کہ ایک بار رائے بریلی

کہ ایک سید صاحب حج کو جاتے تھے سو وہ چند روز اس شہر میں بھی اُتر رہے
ان کے ہمراہ ہم کو دیکھا اور اکثر آدمی تم سے اُنہیں کے گروہ کے ہوتے ہیں میں
نے کہا ہاں بیشک ایک بار سید صاحب اس ٹکسال میں تشریف لائے تھے میں بھی اُنکے
ہمراہ تھا یہ بات سُن کر وہ اٹھا اور بغلگیر ہو کر مجھ سے ملا پھر بڑی تعظیم سے مجکو
بٹھالا اور آپ بیٹھا پھر میں نے شیخ فرزند علی صاحب کا رقعہ دیا اس کو پڑھ کر
پھر اٹھا اور مجھ سے ملا اور حضرت علیہ الرحمۃ کا حال مجھ سے پوچھا میں نے مختصر
حال مناسب وقت کے بیان کیا وہ سُن کر بہت دیر تک روتا رہا اور افسوس
کیا کہ اب ایسے دیوتا آدمی کہاں پیدا ہیں اور مجھ سے کہا کہ تم کو یاد ہے جب
اسی بار سید صاحب نے میری کشائش روزی کے لئے دعا کی تھی اور فرمایا تھا کہ
اب چند روز میں دیکھنا کہ تمہارا کیسا عروج ہوتا ہے ان دنوں میں سات روپے
کا اسی اسپتال میں نوکر تھا بہت تنگی سے میری گذر ہوتی تھی پھر حضرت آپ
تو حج کو تشریف لے گئے بعد کئی مہینے کے میرا وہ مفلسی کا حال بدلنے لگا یہاں تک کہ
جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی میرا کارخانہ ہوا آپ کی دعا سے لکھ پتی میں ہو گیا ہوں اور
سیکڑوں آدمی میری تابعداری کرنے لگے اور جس مریض کی دوا کرتا ہوں سید صاحب
کی دعا سے اللہ تعالیٰ اس کو جھٹ پٹ اچھا کر دیتا ہے اور ایسے ایسے بیمار لوگ کہ بڑے
بڑے ڈاکٹر جن کی دوا کر کے ہار جاتے ہیں وہی میرے ہاتھوں چنگے ہو جاتے ہیں یہ
سید صاحب کی دعا کا اثر ہے پھر مجھ سے پوچھا کہ اپنی بیماری کا حال بتاؤ میں نے
جو کچھ تھا بیان کیا اُس نے کہا یہ بیماری تو خدا چاہیگا ایک دن میں جاتی رہیگی

گر آپ کل سویرے تشریف لاویں میں آپ کی دوا کر دونگا بلکہ وہاں جا کر کیا کروگے میں اپنے آدمی بھیجوں وہ تمہارا گھوڑا اور اسباب وہاں سے لے آویں تم اسی اسپتال میں رہو مسلمان باورچی کھانا پکاتے ہیں سب کچھ تمہارے لئے موجود ہے میں نے عذر کیا کہ مجکو وہیں آرام ہے یہ تکلیف مجکو تم نہ دو کئی بار اسنے کہا کئی بار میں نے انکار کیا آخر کو اسنے مانا کہ خیر تم کو اختیار ہے پھر میں وہاں سے وہیں گیا جہاں اُترا تھا دوسرے روز سویرے پھر میں اس کے پاس گیا اور بٹھا اسنے اپنے نوکر سے دوا کا ایک چھوٹا سا شیشہ منگایا کوئی عرق سا تھا اُس میں سے بقدر تین ماشہ کے مجکو پلایا اور کوئی چار قطرے وہی عرق میرے دونوں کانوں میں ڈالا اور اسی قدر ناک دونوں نتھنوں میں ڈالا اور ایک دوسرا روغن منگا کر میرے دونوں مونڈھوں پر ملا اور ایک دوا کی دو پڑیاں مجکو دیں اور کہا کہ ایک پڑیا کی دوا آج رات کو سوتے وقت کھا لینا اور دوسری پڑیا کی دوا کل صبح کو کھا کر میرے پاس آنا پھر میں وہاں سے اپنے مکان پر آیا اور ایک پڑیا کی دوا رات کو کھائی اور صبح کو دوسری پڑیا کی دوا کھا کر پھر میں اس کے پاس اسپتال میں گیا اُسنے کہا کہ میاں اب سچ سچ مجھ سے کہو کہ تمہارا کیا حال ہے میں نے کہا کہ آج صبح کو میرا پیشاب صاف ہوا جیسا قبل بیماری کے ہوتا تھا، اُس نے کہا کہ آپ اچھے ہو گئے وہ بیماری اللہ تعالیٰ نے دور کر دی اب خدا چاہیگا نہ ہو گی، میں نے کہا کہ ہاں معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر ابھی دو روز تم بھی اور کر دو اُس نے کہا کہ خیر آپ کی خوشی دو روز اور کر دونگا حاجت تو نہیں ہے پھر دو روز وہی دوا اسی طرح اس نے پھر کی میں بالکل

اچھا ہوگیا اس نے کہا کہ فضل الٰہی سے اب تو تم اچھے ہوگئے اب دس پندرہ روز
میرے پاس رہو میں تمہاری خدمت کروں، میں نے عذر کیا کہ کئی کار ضروری مجھکو کرنے
ہیں اور روز بہت لگ گئے اب میرا رہنا ہوگا چار پانچ دن میں جاؤنگا پھر کبھی جو اتفاق
یہاں آنے کا ہوگا تو رہونگا اُس نے کہا نہ رہوگے تو ایک روز میرے مکان پر
تشریف لے چلو وہاں کا کارخانہ میرا دیکھ لو، میں نے کہا خیر مضائقہ نہیں جب چاہو
لیچلو میں حاضر ہوں، اور مکان اس کا ڈیڑھ کوس شہر کے باہر چھاؤنی میں تھا پھر
اگلے روز مجھکو اپنے ساتھ بگھی پر سوار کر کے لے گیا وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ بڑا
عالیشان مکان امیرانہ تھا اس کی عمارت میں پچاس ساٹھ ہزار روپے سے زیادہ
صرف ہوئے ہونگے سات آٹھ بگھیاں اور گاڑیاں دروازہ پر کھڑی تھیں،
بھینسیں دہری تھیں طویلے میں آٹھ دس عمدہ گھوڑے اور ٹانگن بندھے تھے اور ایک
کارخانہ امیرانہ تھا نوکر چاکر خدمتگار وغیرہ سب تھے اس نے کہا اول میں فقط سات
روپے کا نوکر تھا اچھی طرح کھانا کپڑا میسر نہ تھا اب جو کچھ میرا کارخانہ امیرانہ دیکھتے
ہو یہ سب سید صاحب کی دعا کی برکت سے ہے اور میں سید صاحب کا چیلہ ہوں،
افسوس ہے کہ ان کی خدمت مجھ سے نہ ہو سکی پھر دو اشرفیاں مجھکو دیں اور کہا تم نے
میرے یہاں کھانا نہیں کھایا یہ تمہاری دعوت ہے اور جب کبھی اس شہر میں آنا تو
میرے مکان پر اُترنا، پھر میں اُس سے رخصت ہو کر شاہزادہ محمود بخت کے مکان
پر آیا، پھر بعد کئی روز کے وہاں سے چلا تکیہ شریف پر سید محمد اسماعیل صاحب کے پاس آیا

حکایت بنارس میں کندی گروں کی مسجد کا کنواں بہت گہرا ہے چالیس ہاتھ سے زیادہ رسی لگتی ہے اور کوئیں کے قریب سقا ہے رحمو نام ایک شخص تھا وہ سقائی میں وضو کے واسطے پانی بھرتا تھا جب سفر حج میں حضرت علیہ الرحمۃ وہاں تشریف لے گئے اور چند روز مسجد کے قریب ایک مکان میں رہے ایک روز ہم لوگوں کے روبرو اس مسجد کے کئی نمازی اس رحمو کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگے کہ جب اول مرتبہ سید صاحب یہاں تشریف لائے تھے تب مسجد میں ایک نمازی بمشکل آتا تھا اور تمام خس و خاشاک مسجد میں بھرا رہتا تھا یہی رحمو بیمار سا ایک لنگوٹ باندھے اس سہ دری میں پڑا رہتا تھا اور نہایت لاغر تھا محنت مزدوری کرنے کی اس کو طاقت نہ تھی لِلّٰہ فی اللہ جو کوئی روٹی دے جاتا تھا وہی یہ کھاتا تھا ایک روز سید صاحب نے یہاں آکر اس مسجد کو خس و خاشاک سے صاف کروایا اور پانی سے خوب دھلوایا پھر نماز جماعت کی اس میں ہونے لگی مگر وضو غسل کی تکلیف ہوتی تھی بھرنے والا پانی کا کوئی نہیں ایک روز سید صاحب نے فرمایا کہ لوگوں کو وضو غسل کی تکلیف ہوتی ہے کوئی بھرنے والا لاؤ تو اس کو یہاں مقرر کردیں لوگوں نے عرض کی کہ کسی کو تلاش کریں گے اس وقت یہ رحمو اسی سہ دری میں لیٹا تھا سید صاحب نے فرمایا کہ یہ کون شخص ہے اسی کو پانی بھرنے کو مقرر کردو لوگوں نے کہا کہ یہ تو محتاج مریض سا ہے اس کو ایسی طاقت کہاں کہ پانی یا محنت کا کام کرے جو کوئی خدا کے واسطے روٹی دے جاتا ہے وہی یہ کھاتا ہے اور اسی جگہ پڑا رہتا ہے اس وقت سید صاحب مسجد کے اس صحن میں بیٹھے تھے فرمایا کہ اس کو ہمارے پاس بلا لاؤ

ہم نے اُس سے کہا وہ آپ کے پاس گیا، آپ نے پوچھا کہ تم کچھ کام کروگے
اس نے کہا حضرت کام کرنے کی مجھکو طاقت نہیں ہے، آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ
تم کو طاقت دیوے تب تو کروگے اُس نے کہا ہاں کیوں نہ کرونگا، آپ نے
فرمایا کہ اس مسجد کا پانی بھرا کرو تین روپے ماہواری اور روٹی تمہارے لئے مقرر
کرادیں۔ اُس نے کہا ابھی تو اس قدر مجھ میں طاقت کہاں جو پانی بھروں، آپ
نے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے دعا کرینگے اللہ تعالیٰ تم کو طاقت عنایت فرمائیگا پھر
آپ نے دعا کی اور بعد اس کے ہم لوگوں سے فرمایا کہ آج ایک ڈولچی اور رسی لاؤ
اور اس کوئیں کی چرخی بنواؤ پھر اسی روز دوپہر کے عرصہ میں سب سامان جو آپ
نے فرمایا درست ہوگیا اور حضرت آپ کوئیں پر تشریف لیگئے اور چبوترہ اس کا
سینہ تک اونچا تھا، آپ نے رحمو کو بلا کر اپنے پاس چڑھالیا اور اسی چرخی
پر کرکے کوئیں میں ڈول ڈالا اور فرمایا کہ ہمارے ساتھ اس کو کھینچو پھر آپ
بھی کھینچنے لگے اور رحمو بھی، اسی طور تین ڈول نکال کر رحمو سے پوچھا کہ تھکے تو
نہیں اُس نے کہا کہ ہاں بہت تو نہیں تھکا ہوں، آپ نے اپنے ہاتھ سے اُس
کی پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا کہ اسی طرح تم ہر روز پانی بھرا کرو انشاء اللہ تعالیٰ
تم نہ تھکوگے پھر اس روز سے جتنا پانی اس مسجد میں خرچ ہوتا ہے بھی بھرتا
ہے اور کوئیں کے قریب چند درخت لگے تھے ان کی طرف اشارہ کرکے کہا
کہ یہ درخت توت انار نیبو نارنگی وغیرہ کے اس نے لگائے ہیں اور یہی ان
کو پانی دیتا ہے اور ہم سب اس محلہ کے لوگ مل کر تین روپے ماہواری

اور ہر روز کی روٹی اس کو دیتے ہیں اب چین سے اس کی گذران ہوتی ہے بلکہ دو ایک آدمی کو ہر روز یہ آپ روٹی کھلاتا ہے **حکایت** کندی گروں کی مسجد میں کہ احاطہ میں امام بخش نام ایک آئینہ ساز رہتا تھا لال ٹین آئینہ وغیرہ بنایا کرتا تھا ایک روز ہم لوگوں کے سامنے کہا جب اول مرتبہ سید صاحب یہاں آئے تھے ان دنوں میں اکیلا اپنی دکان پر کام کیا کرتا تھا جو کچھ دو چار پیسے شام تک ملجاتے تھے وہ میرے ہی گھر کا خرچ تھا اس محلہ کے سب لوگوں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی میں نے بھی کی ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس محلہ میں بہ نسبت اوروں کے تم پر اس مسجد کا زیادہ حق ہے کیونکہ تم یہاں رہتے ہو اور مسجد کا حال یہ ہے کہ منوں خس و خاشاک اس میں پڑا ہے، نہ کوئی اس میں بوریا ہے نہ بدھنا تم اس کی خدمت کیا کرو میں نے عرض کی کہ حضرت میں خود اپنے کھانے کپڑے کو محتاج ہوں مجھ میں اتنی گنجائش کہاں کہ یہاں کی چراغ بتی بوریئے بدھنے وغیرہ کی خبر لوں ہاں میرے لئے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجکو فراغت دیوے اور روزی میں برکت کرے پھر البتہ میں موافق اپنے مقدور کے خدمت کیا کرونگا اس کام سے اور کیا بہتر ہے، پھر آپ نے اسی وقت میرے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ خبردار اس کی خدمت نہ چھوڑنا اللہ تعالیٰ تمہاری کمائی میں برکت کریگا پھر آپ تو کئی روز میں اپنے وطن شریف کو تشریف لے گئے پھر اس دن سے روز بروز مجکو

مجکو اپنی بہبودی اور فراخی کی صورت نظر آنے لگی یہاں تک کہ اب پانچ چھ کاریگر میرے نوکر ہیں اور بافراغت گذران ہوتی ہے اور یہ سب حضرت ہی کی دعا کا طفیل ہے اور خدمت اس مسجد کی میں نے اپنے ذمہ پر لازم کر لی ہے تیل بتی بورئے بدھنے وغیرہ میں جو اُٹھتا ہے میں خرچ کرتا ہوں **حکایت**

بنارس میں کندی گروں کی مسجد کے پاس جس مکان پختہ میں حضرت علیہ الرحمۃ کے اہل و عیال فروکش تھے اولتی اس کے کپریل کی صحن مسجد میں ٹپکتی تھی اور ان دنوں بارش کی کمال طغیانی تھی کہ پندرہ سولہ روز کی جھڑی رہی صحن مسجد کی دیوار دو جگہ سے پھٹ کر قدرے جھک گئی تمام عورتیں مکان کی گھبرائیں کہ اب دیوار گرنا چاہتی ہے، پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے عورتوں کو وہاں ایک اور مکان میں کر دیا اور آپ چند آدمیوں سے وہاں تشریف لے گئے ہر کوئی اپنی سمجھ کے موافق تدبیر بتلانے لگا کوئی کہتا تھا کہ اس کی چھت میں کئی جگہ ایک ٹیک لگا دی جاوے کوئی کہتا تھا کہ ایک لمبا شہتیر چھت میں لگا کر جابجا ٹیکیں گھڑی کی جاویں کوئی کہتا تھا کہ یہ مکان ہی چھوڑ دینا مناسب ہے، حضرت علیہ الرحمۃ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کوئی تدبیر کام کی نہیں اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس کو اسی طور سے رہنے دو اور مکان اگر گر پڑے تو عجب نہیں مگر انشاء اللہ تعالیٰ یہ ابھی نہ گریگا برسوں اسی طرح رہیگا

اور اپنے ہاتھ سے ایک جگہ بسم اللہ کر کے ایک ٹیک کھڑی کر دی اور سب عورتوں سے
فرمایا کہ اب اس مکان میں آ کر رہو پھر سب لوگوں کو لے کر وہاں سے آپ باہر
تشریف لائے پھر سب عورتیں اس میں رہنے لگیں اور مینہ اسی طرح رات دن
برستا رہا اور تکملہ اس حکایت کا یہ ہے کہ بعد چند روز کے آپ وہاں سے بیت اللہ
شریف کو تشریف لیگئے اور وہاں سے مع الخیر سفر ہجرت کیا ولایت افغانستان
میں گئے اور وہاں سے مجکو طرف ہندوستان کے روانہ کیا اور میں غازی پور میں
شیخ فرزند علی صاحب کے مکان پر گیا اور سید ابو القاسم سلمہ اللہ تعالی سید احمد علی
صاحب مرحوم کے بیٹے بھی میرے ساتھ تھے، پھر شیخ صاحب ممدوح کئی آدمیو
سے ہم کو رخصت کرنے کو بنارس تک آئے اور اسی مکان میں اُترے اور قریب
ڈیڑھ مہینے کے رہے تب تک وہ دیوار پھٹی ہوئی اسی دستور سے قائم تھی اور
حضرت کی لگائی ہوئی وہ ٹیک ہی لگی تھی، میں نے یہ قصہ شیخ صاحب موصوف
سے بیان کیا اس وقت قصبہ جائس کے حکیم محمد والی صاحب اور خواجہ احسان اللہ
کشمیری شیخ صاحب کے کاروبار کل مختار بھی بیٹھے تھے یہ حال سُن کر ان کو تعجب
سا معلوم ہوا اور مجھ سے کہا کہ چلو ہم بھی اس مکان کی زیارت کریں پھر میں ان
کو معلوم ہوا اور دکھلایا وہ حضرت علیہ الرحمۃ کی محبت کے سبب اس ٹیک میں
لپٹ گئے اور اس کو سید صاحب نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا تب سے اس دیوار

کا حال نہیں معلوم کہ اب ہے یا نہیں انتہیٰ **حکایت** حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ کو عید بنارس میں واسطے قربانی کے آپ نے مینڈھے اور بکرے بہت
مول منگائے اور بہت وہاں کے امیروں نے جو آپ کے مرید تھے بطور نذر کے
بھیجے جب روز عید کا آیا تب بعد نماز عید کے اسی حویلی میں جس میں آپ اُترے
تھے اور وہ اوسان سنگھ بابو کی مشہور تھی بکریوں کے ذبح کرنے کو چھریاں طلب کیں
لوگوں نے کئی چھریاں حاضر کیں ان میں یہ نسبت اوروں کے ولایتی پولادی جوہردار بہت
عمدہ تھی اسی کو آپ نے لیا اور واسطے ذبح کے پسند کیا' لوگوں نے بہت سے عرض کی کہ یہ چھری
اس کام کی نہیں ناکاری ہو جاویگی اور چھری سے ذبح کیجئے آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس
یہ جتنے ہتھیار ہیں سب خدا کے واسطے ہیں اس کام سے اور کون سا کام بہتر ہوگا جس میں یہ
چھری کام آئیگی اس میں تو اسکا شرف ہے پھر لوگوں نے عرض کی کہ تھوڑے جانور ذبح
کیجئے اسلئے کہ بنانے والے کم ہیں فرمایا اس بات کا کچھ اندیشہ نہ کرو پھر اس چھری بیش قیمت
سے آپ نے دست شریف سے ان کو ذبح کرنا شروع کیا تھوڑی دیر میں آپ نے سو
جانوران میں سے ذبح کئے اور اُس چھری کی آبداری بدستور ویسی ہی قائم رہی
کہیں نہ چھری نہ مڑی بغیر جانور بنائے گئے وہ تو اپنے لوگوں نے بنائے اور باقی یوں ہی
بے بنے ان میں سے آپ نے لے بنائے اُسی طور ذبح کئے ہوئے لوگوں کو بانٹ دئے
اور کچھ ان میں سے پڑے پڑے پھول گئے وہ بھی لوگ اُٹھا لے گئے اور بنارس میں

ہندوں کا غلبہ ان روزوں زیادہ تھا مجال نہ تھی کہ کوئی شہر میں اس
طرح بے دھڑک جانور ذبح کرتا اور بلوہ نہ ہوتا سید الٰہی سے کسی نے دم نہ مارا
اور نہ کچھ چون وچرا کیا یہ حضرت کا رعب ربانی اور دبدبہ رحمانی لوگوں پر چھا گیا حکایت
بنارس کی چھاونی میں ایک انگریزی عہدے کے ناظر رہتے تھے نام ان کا یاد نہیں ایک
روز حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان پر لے گئے اور آپ کے دست مبارک
پر انہوں نے بیعت کی اور بخشش علی نام ایک سید قصبہ جائس کے ان کے مکان پر ان کے
لڑکوں کو کلام اللہ شریف پڑھاتے تھے اور دونوں وقت کھانا کھاتے تھے اور سید صاحب
موصوف کے دو بیٹے تھے انہوں کے ساتھ رہتے تھے ان کا نام یاد نہیں اور سید بخشش علی صاحب
کو بہت روزوں سے بیماری فالج کی تھی آدھا بدن نیچے کا بالکل نکما ہو گیا تھا کہ
بیٹھے بیٹھے اور بعض وقت لیٹے لیٹے نماز پڑھتے تھے اور اسی جگہ دو تین قدم کے فاصلہ سے
پائخانہ کی چوکی لگی تھی ہلتی ہلتی اسی پر جا کر پیشاب اور قضائے حاجت کرتے
تھے حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کے پاس بیٹھ کر پوچھا کہ سید بھائی کیا حال آپ کا
ہے انہوں نے جو کچھ حال تھا بیان کیا اپنی بیماری کا اور اپنے بیٹوں کی بیماری کا اس
عرصہ میں ناظر موصوف نے اپنے زنانے مکان میں پردہ کروا کر اپنی عورتوں کو مرید
کروایا کو حضرت کو بلایا' آپ نے سید بخشش علی صاحب سے فرمایا کہ اب تو ہم اندر
بیعت لینے کو جاتے ہیں وہاں سے آکر پھر آپ کا حال سنیں گے اور پھر آپ نذر

تشریف لے گئے اور وہاں سے عورتوں سے بیعت لے کر پھر باہر آئے اور
ان کے پاس بیٹھے اور کہا کہ سید بھائی اب اپنا باقی حال بیان کرو پھر انہوں نے
جو کچھ تھا عرض کیا اور کہا کہ حضرت آپ میرے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجکو اس
مرض سے شفا دے یا ساتھ ایمان کے دنیا سے اٹھا لے اور میرے دونوں بیٹے
بیکار بیٹھے ہیں اللہ تعالیٰ کہیں ان کو روزی سے لگا دیوے نوکر ہو جاویں اور فکر
معاش سے فراغت پاویں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہیگا تمہارے بیٹے بھی نوکر
ہو جاوینگے اور تم بھی اچھے ہو جاؤگے اور ہم اس امر میں دعا بھی کرینگے اور اس تمہارے
مرض کے دفع ہونے کو دعا تو ہم کریں اور دوا اس کی تم کرو دوا اس کی تمہارے
پاس ہے تم اس کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ اچھا کر دے گا ایسے ہو جاؤگے کہ اپنے
پیروں جائے ضرور پیشاب کو ہو آؤگے مسجد میں نماز جماعت پڑھوگے، انہوں نے عرض
کی کہ میرے پاس کون سی دوا ہے مجکو نہیں معلوم ارشاد ہو تو کروں، اس وقت وہ ناظر
بھی وہیں حاضر تھے، آپ نے بتانے میں کچھ تامل کیا مگر پھر فرمایا کہ وہ دوا یہ ہے
کہ تم ناظر صاحب کے لڑکوں کو کلام اللہ شریف پڑھاتے ہو اس کی مزدوری نہ لیا
کرو پھر دیکھو تو چند روز میں کیسے تندرست ہو جاتے ہو اور تمہارے بیٹے بھی اپنی روزی
سے لگ جاوینگے یہ بات سن کر وہ خاموش ہو رہے، اس عرصہ میں وہ ناظر بھی
وہاں سے اٹھ کر کہیں گئے اس وقت انہوں نے عرض کی کہ جو آپ نے کلام اللہ شریف
پڑھانے کی مزدوری لینی منع فرمائی اگر میں نہ لوں تو کیا کروں اسی پر میرے
کھانے کپڑے کا مدار ہے، میں معذور آدمی اور کہیں سے کچھ آمدنی نہیں، آپ نے فرمایا

کہ روزی تو اللہ تعالےٰ دیتا ہے تم اسی پر توکل کرکے چھوڑ دو وہ کسی اور صورت سے اس سے دو چند سہ چند بلکہ زیادہ روزی مقرر کر دیگا، پھر انھوں نے عرض کی کہ اگر یہی بات ہے تو آج سے یہ مزدوری لینی میں نے محض خدا کے واسطے چھوڑ دی انشاء اللہ تعالیٰ کسی سے کبھی نہ لونگا، آپ نے فرمایا خیر اب تو ہم حج کو جاوینگے ہمارے آتے آتے دیکھنا کہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کسی بہودی کی صورت کرتا ہے، اُنہوں نے پھر عرض کی کہ حضرت آپ نے میرے مقدمہ میں کئی بار ارشاد کیا اور مجھکو بھی آپ کے فرمانے سے یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کریگا مگر ایک اور عرض میری آپ کی خدمت شریف میں یہ ہے کہ ہمارے ناظر صاحب بہت اچھے آدمی ہیں اور سرکار انگریزی میں بہت خوب معاملات سمجھ بوجھ کر کرتے ہیں اور انگریز لوگ بھی اُن سے خوش ہیں مگر اُن کی طبیعت بعض وقت معاملات کرنے میں تند ہو جاتی ہے غصہ کرنے لگتے ہیں اس سبب سے انگریز ان سے ناخوش ہو جاتا ہے اور برا بھلا کہنے لگتا ہے یہ بلا ان کی طبیعت سے کسی طور دور ہو جاوے تو بہتر ہو، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو ایک دم میں دور کر دے ہمارے اختیار کی بات نہیں ہے، پھر ناظر جی نے عرض کی کہ حضرت کل سویرے دو سو آدمیوں سے آپ کی ضیافت ہے، آپ نے عذر کیا کہ مکان تمہارا دور بہت ہے ہمارے لوگوں کو آنے جانے میں تکلیف ہوگی اس سبب سے تو آپ معاف ہی کریں اُنہوں نے کسی طور سے نہ مانا آخرش آپ کو قبول ہی کرنا پڑا، پھر آپ وہاں سے مکان پر

تشریف لائے پھر اگلے روز سویرے سو آدمیوں سے ناظر جی کے مکان پر گئے
اور ضیافت اُن کی کھائی مگر مجکو یہ یاد نہیں کہ ضیافت میں کیا کیا کھانا تھا
پھر جب آپ کھانا تناول فرما چکے اور کچھ کھانا آپ کی رکابی میں بچ رہا آپ
نے فرمایا کہ ناظر صاحب یہ حصہ تمہارا ہے تم کھانا اور جس کو چاہنا اس کو کھلانا
اُنھوں نے خوش ہو کر وہ رکابی اُٹھالی اور اپنے زنانے مکان میں لے گئے
اس میں سے کچھ ناظر جی نے کھایا اور باقی نوالہ نوالہ اپنے اہل و عیال کو تقسیم کر دیا
پھر بہت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر آپ وہاں سے اپنی جائے اقامت
پر تشریف لائے تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ جب کئی سال کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ
نے ولایت افغانستان سے مجکو طرف ہندوستان کے اپنے کچھ کام کو روانہ فرمایا
اور میں جا بجا سے سیر سفر کرتے ہوئے شہر بنارس میں آیا اور ناظر جی کے مکان
پر گیا اور سید بخشش علی صاحب سے ملا اور اُن کو تندرست پایا تب میں نے اُن کا
حال پوچھا اُنھوں نے اول سے بیان کرنا شروع کیا کہ جب اس سال سفر حج
میں سید صاحب یہاں تشریف لائے تھے اور میرے لئے دعا کی تھی پھر بعد کئی روز
کے آپ تو بیت اللہ شریف کو تشریف لیگئے اور ادھر رفتہ رفتہ چند روز میں مجکو
اللہ تعالیٰ نے تندرست کر دیا اور جو میں نے کلام اللہ شریف کے پڑھانے کی نوکری
لینی ناظر جی سے موقوف کر دی ناظر جی نے کہا کہ پانچ روپے ماہواری پڑھانے
کے ہم تم کو دیا کرتے تھے تم نے اس کو صرف خدا کے واسطے چھوڑ دیا خیر بہتر کیا
اب آج سے ہم نے خدا ہی کے واسطے تمہارے دس روپے مقرر کئے تب سے آج تک
میں دس روپے ماہ بماہ پاتا ہوں اور دونوں وقت عمدہ کھانا اُن کے

خاصہ کا کھاتا ہوں اور انھیں روزوں دونوں بیٹے میرے محرروں میں بیس
بیس روپے درماہی کے نوکر ہو گئے اس رزاق مطلق نے سید صاحب کی دعا
کی برکت سے روزی کی طرف سے با خوبی آسودہ کر دیا اور سید صاحب نے
جو پس خوردہ طعام اپنا ناظر جی کو عنایت کیا تھا وہ ناظر جی نے کھایا اور لقمہ
لقمہ اس میں سے اپنے اہل و عیال کو کھلایا مگر جس نے کھایا اس کا حال بدل گیا خصوصاً
ناظر جی کا حال تو عنایت الٰہی سے ایسا درست ہو گیا کہ وہ تندی اور بد مزاجی
طبیعت کی بالکل جاتی رہی اور کمال صلاحیت مزاج میں آ گئی یہاں تک کہ
کئی بار انگریزوں نے پوچھا کہ ناظر جی اب تو تمہاری طبیعت بہت اچھی ہو گئی
پہلے کی سی ہرگز نہیں یہ کیا سبب ہے کچھ حال تو بیان کرو، اُنھوں نے کہا کہ
رائے بریلی کے جو ایک سید صاحب یہاں تشریف لائے تھے میں ان کا مرید
ہوا اور اپنے گھر والوں کو مرید کروایا اور اُن کی میں نے مہمانی کی اور اُن کے آگے
کا بچا ہوا کھانا میں نے کھایا اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرا یہ حال کر دیا یہ
سبب ہے اُنھوں نے کہا تم سچ کہتے ہو یہی سبب ہو گا وہ سید صاحب ایسے ہی
بزرگ اور خدا والے ہیں اور بھی اکثر حال عجیب و غریب اسی طور کے ہم نے شہر
والوں سے سنے ہیں وہیں بنارس میں پتلیا نالہ پر مولوی عبد اللہ صاحب کی ملاقات
کو گیا اور اُن سے ملا اور اُن دنوں میرے پیٹ میں ایک عارضہ تھا کہ اکثر
اوقات درد رہا کرتا تھا اور جو کھانا کھاتا تھا وہ ہضم نہ ہوتا تھا یہ اپنا حال
میں نے مولوی صاحب ممدوح سے بیان کیا، اُنھوں نے کہا کہ یہاں شہر میں

فلانی جگہ ایک برہمن بید یعنی طبیب بھاو بھٹ کرکے مشہور ہے اور اُس کی دوا اکثر لوگوں کو بہت فائدہ کرتی ہے ہمارے بھی لڑکے کو کچھ عارضہ ہے ہم وہاں جاوینگے چاہو تم بھی چلو' میں نے کہا کہ میرے پاس کچھ چورن کی گولیاں تھیلے میں پڑی رہتی ہیں جب بہت مجھکو خلل عارض ہوتا ہے تو وہی کھالیتا ہوں کچھ فائدہ ہوجاتا ہے میری طبیعت نہیں چاہتی ہے کہ اس ہندو کے پاس جاؤں اُنھوں نے کہا کہ تم چل کر ملاقات تو کرو وہ بڑا صاحب اخلاق ہے اور مرد آدمی ہے اور وہ ہمارے سید صاحب کا کمال معتقد اور دعاگو اور مداح ہے اس سبب سے اور بھی تمہاری خاطرداری اور خدمت گزاری کریگا اور کچھ دوا تم کو دیگا انشاء اللہ تعالی جھٹ پٹ تمہارا عارضہ دور ہوجاویگا' میں نے کہا خیر چلئے میں بھی چلونگا پھر انہوں نے آدمی سے گاڑی منگوائی اور مجھکو اس پر بٹھایا اور محی الدین نام ان کا سالا تھا وہ ان کے بیٹے کو لے کر بیٹھا اور وہ آپ سوار ہوئے اور اُس کے پاس گئے اور بھی بہت مریض وہاں بیٹھے تھے' پھر مولوی صاحب نے میری طرف اشارہ کرکے اس سے کہا کہ ان سے ملو وہ اٹھ کر مجھ سے ملا اور مولوی صاحب سے کہا کہ ان کا حال بیان کریئے یہ صاحب کہاں سے تشریف لائے ہیں' مولوی صاحب نے کہا کہ مختصر حال ان کا یہ ہے کہ ہمارے سید صاحب کے رفیق ہیں اور انھیں کے بھیجے ہوئے آئے ہیں سو ان کو کچھ بیماری ہے اس لئے ہم ان کو تمہارے پاس لائے ہیں یہ بات سن کر وہ کمال خوش ہوا اور نہایت اشتیاق سے حال حضرت علیہ الرحمۃ کا مجھ سے پوچھنے لگا' میں نے بیان کیا اُس نے کہا تم میرا کارخانہ

دیکھتے ہو سید صاحب کی دعا کے سبب سے ہے اگرچہ میرے یہاں پشتوں سے
یہی پیشہ بیدائی کا ہوتا آیا ہے مگر ان میں کوئی نامی اور صاحب شہرت نہ ہوا اور میں
سید صاحب کی دعا سے منزلوں دور دور مشہور ہوں جب سید صاحب حج کو
جاتے تھے تب چند روز یہاں بھی ٹھہرے تھے اور میں اکثر بلکہ ہر روز ان کے پاس
جایا کرتا تھا ایک روز آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ہر روز ہمارے پاس
آتے ہو مگر کچھ اپنا مطلب ہم سے نہیں کہتے ہو جو کچھ مقصد ہو ہم سے کہو میں نے عرض
کی کہ حضرت میں اپنا کیا مطلب بیان کروں بات یہ ہے کہ تم سا بزرگ آدمی کوئی
نہ کبھی میری یاد میں یہاں آیا ہے کہ میں اس کو دیکھتا اور نہ کہیں میں کسی سے
سنا ہے جبتک ہر روز ایک بار میں آپ کے پاس نہیں آتا ہوں تب تک میرا
جی اپنے مکان میں نہیں لگتا' آپ نے فرمایا کہ شوق سے آیا کرو اور جو کچھ تمہارا
کام ہمارے لائق ہو اکرے ہم سے کہا کرو' میں نے عرض کی کہ حضرت میرے یہاں
پشتوں سے یہی پیشہ بیدائی یعنی طبیبی کا ہوتا چلا آیا ہے اور یہی میں بھی کرتا ہوں
مطلب میرا یہ ہے کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ میں شفا دے
اور لوگوں میں بسبب اس کے نیکنام ہوں' آپ نے فرمایا کہ خیر مطلب بجا ہم کو معلوم
اس کے لئے ایک تدبیر کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ تم ہمارے مسلمان بھائیوں
کی دوا اللہ فی اللہ کیا کرو اور ہندوں میں تم کو اختیار ہے اس کی برکت سے
اللہ تعالیٰ تمہارا مطلب پورا کریگا' میں نے حضرت کا فرمانا قبول کیا کہ ایسا ہی
کیا کرونگا' پھر حضرت تو حج کو تشریف لے گئے اور میں اسی روز سے دوا

علاج لوگوں کی موافق فرمانے حضرت کے کرنے لگا میری روزی میں ترقی اور
شہرت ہونے لگی اب طرح طرح کے امراض والے لوگ میرے پاس آتے ہیں اور
حضرت کی دعا سے چنگے ہو جاتے ہیں جس کا معالجہ میں کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو
شفا دیتا ہے یہ اپنا حال بیان کر کے مولوی عبداللہ صاحب سے پوچھا کہ آپ
کے اس لڑکے کو کیا عارضہ ہے انہوں نے کہا کہ پیٹ اس کا سخت ہو رہا ہے
معلوم نہیں کیا بیماری ہے اُس نے لڑکے کی نبض دیکھ کر پوچھا کہ مولوی صاحب تم نے
اپنے گھر میں کوئی بکری تو نہیں پالی ہے اُنھوں نے کہا ہاں ہمارے یہاں ہے
تو یہی کہا تو بس لڑکے کی بیماری کا سبب مجھکو معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ اس
کے آگے واسطے کھانے کے جو یا گیہوں کا چوکر دہرا ہوگا اور یہ بھی وہیں کھیلتا ہوگا
اس میں سے تھوڑا بہت یہ بھی کھا گیا ہے اسی کے سبب پیٹ میں اسکے یہ خلل ہے یہ
بات سن کر مولوی عبداللہ صاحب ہنسنے لگے کہ دیکھا چاہئے شاید یوں ہی ہو
اُس نے کہا یہی بات ہے اور دو گولیاں اپنے پاس سے دیں کہ ایک اس کو آج کھلانا
ور ایک کل دو تین دست آ جاویں گے سختی پیٹ کی جاتی رہیگی اور جوان گولیوں
سے آرام نہ ہو تو پھر تم میرے پاس آنا پھر مجھ سے پوچھا کہ تم اپنا حال
بیان کرو میں نے کہا اور تو سب طرح سے فضل الٰہی ہے مگر اکثر اوقات
میرے پیٹ میں تھوڑا تھوڑا درد رہتا ہے اور کھانا جلد ہضم نہیں ہوتا اس نے
کہا کہ تم نے جا بجا کا پانی پیا ہے اسی کے سبب سے یہ خلل ہے اور کوئی بیماری
نہیں معلوم ہوتی ہے ایک تھیلی منگائی اس میں کسی دوا کی چھوٹی چھوٹی مونگ
برابر گولیاں بھری تھیں اس میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھکو دیں اور

کہا ان میں سے سات دن تک پانچ پانچ گولیاں رات کو بعد کھانے کے
کھاؤ ہر روز دو تین دست آویں گے سبز پانی کے بس تم اچھے ہو جاؤ گے
اور باقی گولیاں اپنے پاس رکھنا پھر کبھی کام آوے گی بعد اس کے مولوی محمد اللہ
صاحب کے ساتھ ان کے مکان پر آیا اُنھوں نے اپنے لڑکے کی دوا کی اور
میں نے اپنی فی الحقیقت دوسرے دن اس کے دستوں میں صاف چوکر کھا
گیا تھا سب نکلا، تب ان کو یقین ہوا کہ وہ بید سچ کہتا تھا پھر وہ لڑکا اچھا
ہو گیا اور مجھکو بھی نرے سبز پانی کے دست آئے اور میں بھی چنگا ہو گیا پھر
میں ایک روز کندی گروں کی مسجد میں نماز ظہر پڑھ کر بیٹھا تھا مرزا کرم اللہ
بیگ صاحب سے ملاقات ہوئی، اُنھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کا حال پوچھا میں
نے بیان کیا پھر انھوں نے کہا ہم نے ایک نیا مکان بنوایا ہے اس کو چل کر
دیکھو پھر میں ان کے ساتھ گیا دیکھا تو اس میں قفل پڑا تھا، میں نے
پوچھا کیا اس میں رہتے نہیں ہو کہا ڈیڑھ برس سے یوں ہی خالی پڑا ہے، میں نے
سبب پوچھا، اُنھوں نے اول سے اُس کا حال بیان کرنا شروع کیا کہ
جب سفر حج میں سید صاحب اس شہر میں تشریف فرما ہوئے تھے کچھ دنوں
اس سے پیشتر ہمارے والد مرحوم نے یہ زمین کئی شخصوں سے خریدی تھی
دو تین چھوٹے ٹوٹے مکان بھی یہاں بنے تھے ایک دن ہمارے والد سید
صاحب کو یہاں لائے اور یہ زمین دکھائی اور عرض کی کہ میں نے یہ زمین
مول لی ہے اب اس میں مکان بنانے کا ارادہ ہے سو آپ دعا کریں آپ
اُس وقت ادھر اُدھر چہل قدمی کر رہے تھے والد کو کچھ جواب

نہ دیا کچھ دیر میں والد نے عرض کی کہ آپ کو کھڑے کھڑے تکلیف ہوتی ہے
آپ دعا کریں، آپ نے فرمایا کہ یہاں مکان نہ بناؤ یہ جگہ صدمہ کی ہے
والد نے کہا کہ میں نے تو مول لی ہے اور قیمت بھی دے چکا ہوں، آپ نے فرمایا
کیا مضایقہ ہے ابھی چند روز توقف کرو یہ فرما کر کئی روز میں آپ توجہ کو
تشریف لے گئے پھر بعد چند روز کے والد نے مکان کی نیو ڈالی نیو انا شروع
کیا اور سید صاحب کا منع کرنا خیال میں نہ لائے پھر مکان آہستہ آہستہ بنتا
رہا چند روز کے بعد والد نے انتقال کیا کئی مہینے تعمیر موقوف رہی پھر میں نے مزدور
لگائے جب یہ مکان بن کر درست ہوا ہماری والدہ اس میں آکر رہنے لگیں
ایک مہینہ تک تو کچھ نہ خلل واقع ہوا بعد اس کے رات کو کبھی کوئی چارپائی
الٹ دیتا کبھی کوئی چارپائی سے آدمی گرا دیتا کبھی گھر کے برتن توڑتا تھا یہی
حال ہر رات کو ہونے لگا پھر ہم نے لوگوں سے جہاں تک ہو سکا دعا تعویذ
کروائے کچھ فائدہ نہ کیا بلکہ اور زیادہ خرابی ہونے لگی یہاں تک کہ اسی صدمہ
سے ہماری والدہ بھی قضا کر گئیں پھر بھی فساد دن کو ہونے لگا تب ہم نے
اس مکان کا رہنا موقوف کر دیا تب سے یہ مکان مقفل ہے یہ حال سن کر
چند روز میں ولایت کو حضرت کے پاس چلا گیا بعد چند مہینے پھر مجھکو حضرت
نے طرف ہندوستان کے بھیجا، پھر میں بنارس میں آیا سنا کہ کئی مہینے ہوئے
کریم اللہ بیگ بھی مر گئے ان کے بیٹے مرزا ابراہیم بیگ تھے اُن سے میں نے
جا کر ملاقات کی اور اُن کے باپ کی تعزیت کی اور اس مکان مقفل کا

کا حال پوچھا، اُنھوں نے کہا وہ بیت ہی سے بند پڑا ہے، میں نے کہا کہ انشاء
اللہ تعالیٰ اب میں کوئی اس کی راہ نکالتا ہوں، مولوی محمد علی صاحب مرحوم
رامپوری چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد حیدر علی صاحب مغفور کے ان دنوں وہیں
رونق افزا تھے میں اُن کے پاس گیا اور یہ حال مکان کا بیان کیا کہ آپ کوئی
اس کی تدبیر کریں کہ وہ رہنے کے قابل ہو اور اس بلیات کے دفع کرنے کی حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ سے آپ کو اجازت بھی ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں ہے تو
سہی مگر کیا تم معلوم نہیں ہے، میں نے کہا مجھکو حضرت نے اس کی اجازت نہیں دی ہے آخرش
مولوی صاحب مرحوم کو میں وہاں سے لیکر کندی گروں کی مسجد میں آیا اور وہاں
بٹھا کر مرزا ابراہیم بیگ کو بلا لایا اور بھی کئی آدمی اس محلہ کے حاضر تھے پھر مرزا
صاحب موصوف مولوی صاحب کو اور ہم سب کو اُسی مکان پر لے گئے اور قفل
کھولا ہم سب مولوی صاحب کے ہمراہ اندر گئے مولوی صاحب نے ادھر اُدھر اس مکان کو
دیکھا اور باآواز بلند فرمایا کہ میں امیر المومنین امام المجاہدین سید احمد صاحب کا خلیفہ ہوں
اور جو کچھ کام کرتا ہوں اُنہیں کی اجازت سے کرتا ہوں جو کوئی عالم جنات سے اس
مکان میں رہتے ہو اگر تم اہل اسلام اور ہمارے حضرت ممدوح کے مریدوں سے
ہو یا ان کے مریدوں کے مرید ہو تو تم کو لائق ہے کہ اس مکان کے مالک کو کسی طور کی
ایذا اور تکلیف نہ دو اور خوشی با خوشی اس مکان سے چلے جاؤ ہم اپنے حضرت کا سلام
تم کو پہنچاتے ہیں یہ بات تم سے اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صاحب مکان بھی انھیں کے مریدوں
اور معتقدوں سے ہے اور جو تم ہمارے حضرت ممدوح سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے ہو

اس میں اہل اسلام ہو یا اور کوئی تو بھی تم کو لازم ہے کہ کسی طرح کی تکلیف صاحب
مکان کو نہ دو اور یہاں سے چلے جاؤ اور جو تم نہ مانو گے تو خطا پاؤ گے اسی طرح
تین بار فرما کر دعائے خیر کی اور مرزا ابراہیم بیگ سے کہا کہ اب اس مکان میں چند روز
کسی کو رکھ دو تا کہ حال اس کا معلوم ہو جاوے ابھی آٹھ دس روز ہم بھی اس شہر
میں ہیں ہم کو بھی اس کا حال معلوم ہو پھر مولوی صاحب وہاں سے اپنے مقام پر گئے
اور مرزا احمد وح نے اس میں کسی کو بسا دیا وہ اچھی طرح سے رہنے لگا جب مرزا صاحب
کو یقین ہو گیا کہ اب اس میں کچھ خطرہ نہیں ہے تب اس کو نکال کر اپنے اہل و عیال اس
میں لائے پھر عنایت الٰہی سے کسی طور کا خلل اس مکان میں واقع نہ ہوا تیسرے کئی بار
بنارس جانے کا اتفاق ہوا اور اس مکان کا حال دریافت کیا سب طرح کی خیر تھی
بعد اس کے حضرت علیہ الرحمۃ نے بنارس سے چلنے کی تیاری کی چار ناویں کرایہ پر مقرر
کر کے لوگوں کے لئے لیں اور ایک منزل بجرا اپنے واسطے لیا اور سب کو سوار کر کے
کوچ کیا اس روز کچھ دن رہے قصبہ زمانیہ کے کنارے ناویں لگیں اور اُس دن دسویں
تاریخ محرم کی تھی لوگ تعزیوں کو گاڑ تو پ چکے تھے کنارے دریا کے ریتی کا
صاف برابر میدان تھا اور قافلہ میں لڑکے بہت تھے سو وہ بعد نماز مغرب کے اس ریتی
میں کبڈی کھیلنے لگے ان کو دیکھ کر اکثر نوجوان بھی راغب ہوئے اور اس کی اجازت حضرت
علیہ الرحمۃ سے چاہی آپ نے فرمایا کہ مشاقی کرنی تو بہتر ہے خصوصاً مجاہدین کے لئے کفار کے
مقابلہ کی نیت سے پھر اکثر لوگ مستعد ہوئے اور آدھے ایک طرف ہو گئے اور آدھے دوسری
طرف اور کھیلنے لگے اس وقت اس بستی کے چند لوگ حضرت کے پاس حاضر تھے ان میں
سے کسی نے ذکر کیا کہ یہاں بستی کے باہر جنگل میں کئی سال سے ایک مجذوب برہنہ مادر زاد

رہتے ہیں اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے اور جو جاتا ہے اس کو اینٹ پتھر
مارتے ہیں یہ سن کر سید صاحب نے فرمایا کہ ہم ان کی ملاقات کو جاوینگے
اور بیس پچیس آدمیوں سے آپ پیادہ تشریف لے چلے سو آپ کے ہمراہ ہیں
گیا مگر حضرت سید عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حضرت کے خواہر زادے
گئے پھر جب وہاں سے آئے تب انھوں نے وہاں کا حال بیان کیا کہ ہم
سب حضرت کے ہمراہ گئے پھر جب کوئی بیس قدم کا فاصلہ رہا تب حضرت نے
ہم سب کو ہاتھوں سے اشارہ کیا پھر ہم سب وہیں ٹھہر گئے اور وہاں جابجا
جھاڑیاں بھی تھیں اور برابر زمین بھی تھی پھر آپ وہاں سے اکیلے آگے بڑھے چند
قدم آگے گئے ہونگے کہ وہ مجذوب صاحب آپ ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے
اور باآواز بلند بکمال خوش الحانی سے دیوان حافظ کی غزل کا یہ مطلع پڑھا
تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب :: کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب :: اور
آگے بڑھ کر سید صاحب سے بڑے تپاک سے دیر تک کیا اور اسی میدان
میں ایک طرف دوزانو بیٹھ گئے اور کچھ فرق سے اسی طرح سید صاحب
بیٹھ گئے پھر انہوں نے اسی خوش الحانی سے وہ غزل تمام کی، پھر سید صاحب
سے پوچھا کہ ارادہ آپ کا کدھر جانے کا ہے سید صاحب نے کہا حرمین شریفین
کا، انہوں نے پوچھا کہ بیت المقدس اور کربلائے معلی اور بغداد شریف کا بھی
ارادہ ہے، آپ نے کہا کہ مجکو ایک اور کار ضروری درپیش ہے سو بعد ادائے
حج کے اس کی تدبیر کرنی ہے اس لئے اور کہیں کا ارادہ نہیں ہے بعد اس کے پھر

انہوں نے دوسری غزل اُسی دیوان کی اسی الحان سے پڑھنی شروع کی اور تمام کرکے پھر کچھ دوچار کلام حضرت سے کئے بعداس کے تیسری غزل اسی دیوان کی پڑھی اور پھر حضرت سے کچھ باتیں کرنے لگے اسی طور پر پھر کر خدا جانے کتنی غزلیں دیوان حافظ کی اُنھوں نے پڑھیں مگر ان میں کی کوئی بیت مجکو یاد نہیں رہی اور میں ایک جھاڑی کی آڑ سے ان بزرگ کو دیکھتا تھا کہ وہ اس وقت گھٹنوں تک تہبند باندھے تھے اور گورے خوبصورت تھے اور بڑی بھاری گول داڑھی سپید تھی اور حضرت ان کے پاس پانچ چھ گھڑی ٹھہرے پھر ہم سب کو لے کر وہاں سے ادھر آئے اور مجھ سے فرماتے تھے کہ وہ مجذوب اچھے شخص ہیں انتہیٰ اور دو شب حضرت زمانیہ میں ٹھہرے مگر یہ یاد نہیں کہ وہاں کسی نے ضیافت کی یا نہیں اور ایک رستم علی خاں نام حضرت کے وہاں آشنا رہتے تھے مگر ان دنوں وہ بلدہ ٹونک میں نواب امیرالدولہ بہادر مرحوم کی ملازمت میں حاضر تھے وہاں اُن کا ایک بیٹا تھا نام اس کا یاد نہیں وہ حضرت کو اپنے مکان پر لے گیا اور وہاں بہت پٹھانوں نے حضرت سے بیعت کی پھر تیسرے روز نادمیں وہاں سے روانہ ہوئیں اور غازی پور گھاٹ پر قریب ایک مسجد کے ٹھہریں اور وہاں آپ نے کئی مقام کئے اور کئی جگہ ضیافت ہوئی ان میں سے ایک تو شاہ منصور عالم کے یہاں اور ایک منشی غلام ضامن کے یہاں اور ایک قاضی محمد حسن کے یہاں اور ان سب نے اپنے اہل وعیال سمیت حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے لئے حضرت سے دعا کروائی اور وہاں ایک بڑے

کئی گاؤں کے مستاجر بڑے مالدار اور امیر کبیر تھے ایک روز انھوں نے بھی دعوت کی مگر شرف بیعت سے مشرف نہ ہوئے اور وہ بڑے بدعتیوں میں تھے مگر حضرت علیہ الرحمۃ اُنھوں نے بیاہ شادی کے رسوم کی بابت میں بہت سی گفتگو بھی کی کہ سہرا کنگنا باندھنا ناچ کروانا باجے بجوانا گیت گوانا آتشبازی چھوڑنا اور جو کچھ ہی خرافات بیہودہ ہیں اُن کے کرنے میں کچھ برائی نہیں ہے بڑے بڑے نامی بزرگ اپنے بیاہ شادی میں کرتے ہیں حضرت نے فرمایا یہ سب باتیں گناہ کی ہیں اور ان کو چاہیئے کہ اچھا نہ جانے اگرچہ اپنے نفس کی شامت سے کوئی ان بلاؤں میں مبتلا ہو گناہ کے کام کو گناہ جان کر کرنا فسق ہے اور بہتر جان کر کرنا کفر ہے تم کو لازم ہے کہ ایسے عقیدہ سے توبہ کرو اور اپنے دل میں پشیمان ہو انھوں نے ایک نہ مانی اپنی ہی بات پر اڑتے رہے حضرت نے فرمایا کہ مجکو خوف معلوم ہوتا ہے کہ اس امر میں تم پر کہیں غضب الٰہی نہ نازل ہو پھر آپنے ان سے کلام نہ کیا تکملہ اس حال کا یہ ہے کہ جب بعد کئی سال کے میرا اتفاق غازی پور میں جانے کا ہوا اور شیخ فرزند علی صاحب کے مکان پر اترا انھیں روزوں ان میرزا دے صاحب کی بیٹی کا بیاہ ہوا مولوی رحیم اللہ صاحب کے بیٹے کے ساتھ موضع جو کیا میں غازی پور سے چار کوس تھا وہ حضرت علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور اُن کا بیٹا عبدالرحمن بھی جس کا بیاہ تھا اور شیخ فرزند علی صاحب ان کے بڑے بزرگ اور گویا مربی تھے ایک روز شیخ صاحب نے مولوی رحیم اللہ صاحب کو اپنا آدمی

بھیج کر بلوایا اور بطور نصیحت کے فرمایا کہ عبدالرحمن کے بیاہ میں کچھ خلاف
شرع کام نہ کرنا میں نے بھی سید احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور تو نے
بھی ورنہ مارے لاٹھیوں کے ہاتھ پیر تیرے توڑ ڈالوں گا اُنھوں نے کہا کہ
پیر مرشد میں تمہارا فرمانبردار ہوں اور میرا بیٹا بھی میں کب راضی ہوں کہ مال کا
مال خرچ کروں اور خدا رسول کا مخالف بنوں مجھ سے کچھ کام نہیں تم آپ
عبدالرحمن کا بیاہ جس طرح چاہو کرو اور اس امر میں جو کچھ کہنا ہو دولھن کے
باپ سے کہو اور اس کو سمجھاؤ شیخ صاحب نے کہا سبحان اللہ وہ نامعقول ہمارے
سید صاحب کے سمجھانے سے تو سمجھا ہی نہیں مجھ سے کب سمجھیگا اُنھوں نے کہا کہ پھر
میں اس امر میں ناچار ہوں پھر مولوی رحیم اللہ صاحب اپنے مکان کو گئے آخر الامر
کچھ بن نہ پڑا جو کچھ دولھن کے باپ نے کہا وہی اُنھوں نے مانا کئی ہزار روپے کی
تو آتشبازی مول لی اور خرافات واہیات کا تو کیا ذکر غازی پور کے باہر کوس
بھر سے دولھن کے دروازے تک دورویہ آتش بازی کھڑی کی اور جس دن برات
آنے والی تھی اُس روز بعد نماز ظہر کے شیخ فرزند علی صاحب کے پاس بیٹھا تھا
اُنھوں نے مجھ سے ان پیرزادے صاحب کا نام لیکر کہا کہ آج ان کے یہاں تمام
کرامات آوے گی سو چلو تو اس وقت ہم بھی دو گھڑی ان کے دروازے پر
بیٹھ کر چلے آویں میں نے کہا شیخ صاحب وہاں جانا مناسب نہیں اسلیے تمام
کہ تمام بدعات خرافات کا کارخانہ وہاں آج ہوگا اُنھوں نے کہا کہ ہے
تو یہی بات جو تم کہتے ہو مگر نہ جاویں تو وہ اپنے دل میں ناخوش ہونگے

اس سے تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آویں گے پھر رات کو نہ جاویں گے پھر وہ اسی وقت تیار ہوئے اور اپنے ساتھ مجھکو بھی لے گئے اور ایک خیمہ میں جاکر مجھے ان پیرزادے صاحب نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ پان کھلایا عطر لگایا پھر وہاں سے اپنے دروازے پر لے گئے دروازے پر چھپر کا سائبان پڑا تھا اور اس کے پاس تک آتشبازی کھڑی تھی میں نے چھپر کی طرف اشارہ کر کے شیخ صاحب موصوف سے کہا کہ یہاں آتشبازی کھڑی ہے ایسا نہ ہو کہ چھپر جل جاوے اُنہوں نے یہی حال پیرزادے صاحب سے کہا اُنھوں نے کہا پیر و مرشد آپ سچ فرماتے ہیں مگر میں اس چھپر کو ابھی اتروا ڈالوں گا پھر شیخ صاحب وہاں سے اپنے مکان پر آئے پھر یہ نہیں معلوم کہ اُنھوں نے وہ چھپر اتروایا یا نہیں اور جس گلی میں اُن کا مکان تھا ایسی تنگ تھی کہ ایک گاڑی جاتی ہو یا نہ جاتی ہو اور ان کے مکان کے قریب ہی تھوڑی دور پر گنگا بہتی تھی القصہ بعد نماز عشا کے بڑی دھوم دھام سے برات آئی ہاتھی گھوڑے گاڑی جھکڑے بینس ہوادار اور ہزاروں آدمیوں کی جمعیت تھی یہ نہیں معلوم کہ اپنی جگہ پر برات بیٹھی یا نہیں اور آتشبازی چھوٹنی شروع ہوئی اور اس گلی میں جا بجا مزدور ٹوکروں میں لئے کھڑے تھے اور آدمی کثرت سے بیٹھے ہوئے تھے اس عرصہ میں ایک مزدور کے ٹوکرے میں آگ لگ گئی اُسنے اپنے سر سے ٹوکرا پھینکدیا اوروں کے ٹوکروں میں آگ لگ گئی اور کسی طرف لوگوں کو بھاگنے کا رستہ نہیں اور تمام گلی میں آگ ہی آگ ہو گئی اور ایک شور و غوغا قیامت کا سا برپا ہوا قصہ کوتاہ دو سو آدمی تو جل کر مر گئے اور نیم سوختہ لوگوں کا تمام

نہ تھا اور خدا جانے کتنے آدمی گنگا میں جا کر گر پڑے اور ڈوب مرے تمام کارخانہ
اور سامان برات کا درہم برہم ہو گیا ہزاروں روپے کا مال جلنے کے سوا لٹ گیا
اور اس طور کی لے دے پڑی کہ نہ مجھکو تیری خبر اور نہ تجھکو میری اور جو دولھن کے باپ
نے براتیوں کے لئے صدہا سن طرح طرح کا کھانا پکایا تھا ضائع ہوا کسی نے نہ کھایا
اگلے دن کچھ دن چڑھے دولھا کا نکاح ہوا اُسی وقت دولھن کو بینس میں سوار
کرکے چند آدمیوں سے وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا اب کوئی شخص مارے خوف کے
وہاں کا حال دریافت کرنے کو نہیں جاتا کہ مبادا گرفتار ہو جاویں اور اس نقصان کے
علاوہ سرکار انگریزی میں ہزارہا روپیہ دولھن کے باپ کا صرف ہوا تب پچھتایا جو
حضرت علیہ الرحمۃ کے منع کرنے اور اُن کے نہ ماننے کا یہ انجام ہوا پھر جب میں
اس کے بعد دوسری بار غازی پور گیا تب وہاں لوگوں سے سنا کہ اب کی سال اُن
پیرزادے صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر جو حضرت علیہ الرحمۃ کے
خلیفہ ہیں بیعت کی اور اُن کے سامنے درمیان مجلس کے مقر ہوئے کہ میں خطا پر
تھا اور سید صاحب حق فرماتے تھے اور جو کچھ حادثہ میرے یہاں بیاہ میں پیش
آیا اسی کا عوض تھا انتہیٰ **حکایت** غازی پور میں مرزا غلام محی الدین بیگ
کشمیری شیخ فرزند علی صاحب کے نوکر تھے ایک روپیہ روز پاتے تھے اور دسترخوان
پر کھانا کھاتے تھے اور اُن روزوں شیخ فرزند علی صاحب غازی پور میں
نہ تھے اپنے کسی علاقہ ساحری پر تھے اور اُن کے تمام کاروبار کے
مختار وہی مرزا صاحب تھے پھر اُنھوں نے بھی حضرت علیہ الرحمۃ سے بیعت

کی اور اپنا حال عرض کیا کہ میرے یہاں آمدنی کم ہے اور خرچ زیادہ سو آپ میرے لئے دعا کریں، آپ نے دعا بھی کی اور ایک روپیہ برکت کا بھی دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے بہت خیر و برکت کرے گا پھر مرزا صاحب نے اپنے سالے مرزا ابراہیم بیگ کا ہاتھ حضرت علیہ الرحمۃ کے ہاتھ میں پکڑا دیا کہ اسے بھی آپ بیت اللہ شریف کو لیجاویں آپ نے ان کو مولوی محمد یوسف صاحب کے سپرد کیا کہ ان کو اپنے ساتھ رکھو تکملہ اس کا یہ ہے کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ حج کرکے پھر غازی پور میں آئے اس وقت مرزا غلام محی الدین بیگ وکیل کمپنی تھے اور ہزاروں روپے کا امیرانہ ٹھاٹھ اور ہزاروں روپے کی آمد تھی اور شیخ فرزند علی صاحب کی نوکری اُنہوں نے موقوف کی مگر شیخ صاحب نے اپنی سرکار سے ان کے بیس روپے تو موقوف کئے اور دس روپے جاری رکھے مرزا صاحب موصوف نے کئی بار عذر بھی کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں مجکو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا ہے مگر شیخ صاحب نے وہ دس روپے موقوف نہ کئے اور مرزا صاحب کہتے تھے کہ یہ سب ترقی اور عروج مرا حضرت ہی کی دعا کی برکت سے ہے انتہیٰ ۔

حکایت شیخ فرزند علی صاحب کا ایک مرغ باز تھا اور اُس کے بیٹے کو مرگی آتی تھی کئی بار وہ گنگا میں گر پڑا غیر لوگوں نے نکالا ایک روز اس لڑکے کو حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لایا اور اس کی بیماری کا حال بیان کیا آپ نے اُس لڑکے کو اپنے پاس بٹھاکر

اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کے باپ سے پوچھا کہ اس کو کتنے دنوں سے یہ عارضہ
ہے اس نے کہا کچھ کم چار برس سے' آپ نے فرمایا کہ ایک سبز مکھی کو پیس کر دو تین
بار اس کی ناک میں ڈال دو بطور ناس کے انشاء اللہ تعالیٰ عارضہ جاتا رہیگا اور
اس کی ہم دعا بھی کسی وقت کرینگے سبز مکھی کا اس کو ناس دیا دو یا تین بار بالکل
اس کی مرگی جاتی رہی **حکایت** حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے غازی پور میں
کئی مقام کر کے وہاں سے کوچ فرمایا ایک بستی پٹھانوں کی پار آ ہی اس کے گھاٹ پر
ناویں جا لگیں دن زیادہ تھا' آپ نے آگے چلنے کا ارادہ کیا وہاں کے لوگوں نے
آپ کو ٹھہرالیا آگے نہ جانے دیا پھر آپ وہاں اترے اور وہ گاؤں شیخ فرزند علی
صاحب نے نیلام میں لیا تھا ان کا بیٹا محمد امیر بھی وہیں تھا پھر اس نے اور وہاں
کے اکثر شرفا اور غربا نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں ایک شیخ علی جان
اور سردار خاں تھے ان کو آپ نے اپنا خلیفہ کیا اور خلافت نامہ دیا اور ان
سب نے مل کر آپ کی ضیافت کی اگلے روز ناویں وہاں سے روانہ ہوئیں'
موضع بلیا میں آدھا گاؤں وہ شیخ صاحب ممدوح نے نیلام میں لیا تھا
وہاں بھی بہت لوگ شرفا اور غربا آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے اگلے
روز وہاں سے ناویں روانہ ہوئیں بکسر کے کنارے گئیں دن بہت تھا وہاں کے
قاضی صاحب نے نام ان کا یاد نہیں حضرت کو ٹھہرانے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا کہ
رہنے میں حرج ہوگی اور ابھی دن کئی کوس جانے کا ہے اگر اتنی اتنی دور پر اترا
کریں تو اب کی سال بیت اللہ شریف تک پہنچنا دشوار ہوا اور آپ کو منظور ہے
بیعت ہی کرنی سو اس کے لئے دو چار گھڑی ہم ٹھہر جاوینگے پھر اپنا بجرا آپ نے

ٹھہرادیا اور کشتیوں کو روانہ کیا اور فرمایا کہ پیچھے سے ہم بھی انشاءاللہ تعالیٰ آتے ہیں
اور وہ قاضی صاحب ٹٹے سر پر ڈاڑھی منڈائے دہوتی گھٹنوں تک باندھے بعینہ
ہندو سے معلوم ہوتے تھے اور وہ قاضی صاحب کیا سب مسلمان وہاں کے یوں ہی
تھے قاضی صاحب تعزیہ بھی بناتے تھے امام باڑہ اور چبوترہ بھی اُن کے یہاں
تھا اور یہی بہت مسلمان بستی میں تعزیہ دار تھے پھر قاضی صاحب نے بیعت کی
آپ نے ایک روپیہ برکت کا ان کو دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور فرمایا کہ امام باڑہ اور
چبوترہ توڑ کر واسطے نماز کے مسجد بناؤ پھر اور بستی کے شرفا غربا اور انگریزی
پلٹن کے مسلمانوں نے آکر بیعت کی اور جلد کھانا پکوا کر حضرت کے لوگوں کو کھلایا
اور وہاں سے آگے ناویں بھی ٹھہر گئیں تھیں ایک دیگ پلاؤ گاڑی پر لدوا کر ان پہنچایا
پھر کچھ دیر کے بعد حضرت بھی تشریف لائے پھر اگلے روز وہاں سے ناویں روانہ ہوئیں
چیران چھپرے میں ٹھہریں بہت شرفا غربا آپ کے لینے کو آئے ان میں فرحت علی نام
ایک شخص بڑے دیندار دل اور پرہیزگاروں میں تھے وہ سب مل کر حضرت
کو گھاٹ پر سے شہر میں لے گئے اور وہاں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع
کی بعد فراغ بیعت کے فرحت علی حضرت کو اپنے مکان پر لائے اور اپنے اہل
وعیال کو مرید کروایا اور حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ اس شہر میں تین چار
کسبیں بڑی نامی اور مالدار ہیں ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے میں ان کے
در پے ہوں کہ کسی طور وہ اپنے پیشہ ناپاک سے توبہ کریں اور راہ راست

شریعت پر آجاویں اور کسی نیکبخت پرہیزگار مرد سے نکاح کریں مگر قابو میں نہیں آتی ہیں اور سو طرح کے عذر و حیلے لاتی ہیں بڑے بڑے دنیادار مالدار مرحوم خوار پیرزادوں نے ان کو پھکار کھا ہے سال بھر میں کئی بار آتے ہیں اور ان کی دعوتیں اور ضیافتیں کھاتے ہیں اور صدہا روپے نذرانہ لیجاتے ہیں نہ کسی گناہ و خفا پر ان کو ٹوکتے نہ حرامکاری و زنا سے ان کو روکتے ہیں کہ اس پیشہ میں کون سی برائی ہے یہ تو مشقت کی کمائی ہے تمہارا تو یہی پیشہ ہے غیروں کے واسطے البتہ حرام ہے ایسی ایسی باتیں اپنے مطلب کی اُن سے سُن کر حق جانتی ہیں ہماری وعظ و نصیحت کو اپنی طبیعت کے خلاف جان کر الگ بھاگتی ہیں سو میرا مقصد یہ ہے کہ آپ اس امر میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو راہ راست پر لائے اور ہدایت عطا فرما دے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بہتر بات کہتے ہو انشاء اللہ تعالیٰ ہم کسی وقت دعا کرینگے اور قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے یہ فرما کر آپ وہاں سے اپنے حجرے پر آئے اور نماز مغرب پڑھی پہر کچھ رات گئے بعد نماز عشاء کے شہر کی طرف کئی لالٹینیں روشن نظر آنے لگیں اس عرصہ میں فرحت علی نے آکر حضرت کو اطلاع کی کہ وہی تینوں چاروں کسبیں آپ سے بیعت کرنے کو آتی ہیں اور کچھ نذرانہ بھی آپ کے لئے لاتی ہیں کیا ارشاد ہے' آپ نے فرمایا آنے دو جب آویں تو ان کو بٹھانا جب وہ قریب آئیں تب حجرے سے لوگ اُتر گئے تین چار صاحب بیٹھے رہے ان میں ایک مولوی وحید الدین پھلت والے تھے اور ایک ان کے بڑے بھائی حافظ قطب الدین صاحب مرحوم' پھر انھوں نے ان کو اسی حجرے پر بلا لیا وہ

آکر بیٹھیں، پھر اندر سے حضرت علیہ الرحمۃ بھی وہیں تشریف لائے اُنھوں نے
آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو سلام کا جواب دیا پھر وہ ایک پیتل کی
تھالی میں جو روپے لائی تھیں تخمیناً معلوم ہوتے تھے کہ چار سو یا پانسو ہونگے
اور چند تھان بیش قیمت سوتی اور ریشمی آپ کے سامنے دھرے اور عرض کی
کہ یہ آپ کا نذرانہ ہے اور آپ ہم کو مرید کریں، آپ نے فرمایا کہ یہ نذر تمہاری
ہم نہ لینگے اور بیعت اگر چاہو تو کرو مگر اس کی شروط کے موافق ورنہ ہم بیعت
نہ لینگے وہ تینوں چاروں آپس میں ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہنے لگیں کہ نذر شاید
کم سمجھ کر آپ نہیں لیتے ہیں، پھر انہوں نے مل کر عرض کی کہ آپ ہم کو مرید کریں ہم
اور بھی آپ کو زیادہ نذر دیویں گی، حضرت نے مولوی وحید الدین صاحب سے
فرمایا کہ تم ان کو سمجھا دو، پھر مولوی صاحب نے اُن سے فرمایا کہ یہ نذر تمہاری
حرام پیشہ کی کمائی سے ہے اس لئے شاہ صاحب لینے میں انکار کرتے ہیں اور ہرگز
نہ لینگے اس میں تم دلگیر اور ناخوش نہ ہو اور جو بیعت کرنی چاہتی ہو تو حال اس
کا یہ ہے کہ اگر تم کو اپنا یہ پیشہ جو کرتی ہو چھوڑ دینا منظور ہو تو آپ کے ہاتھ
پر بیعت کر لو ورنہ یہ بھی کچھ ضرور نہیں اپنے گھر چلی جاؤ، یہ گفتگو سن کر انہوں
نے کہا مولوی صاحب آپ یہ کیا فرماتے ہیں بڑے بڑے نامی پیرزادے ہمارے
مکان پر تشریف لاتے ہیں اور دعوتیں کھاتے اور نذریں لیجاتے ہیں اور جو کچھ
تم کہتے ہو کہ تمہارا مال حرام پیشے کا ہے یہ تو آج تک ہم سے کسی نے نہ کہا اور ہم
بڑی تمنا تھی کہ ایسے پیرزادے نامی آئے ہیں کہ جن سے لاکھوں آدمیوں کو فائدہ
ہوا ہم کو بھی ہوگا مگر اس وقت سے ہماری اُمید منقطع ہوئی اسی طور کی باتیں

کرکے وہ چلی گئیں، پھر فرحت علی نے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ مجکو بڑی اُمید تھی کہ یہ کسبیں آج آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی ہیں کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت ان کو فائدہ ہوجاویگا سو معلوم ہوا کہ اب اسی طرح یہ ہدایت سے بے نصیب رہینگی، آپ نے فرمایا کہ بھائی فرحت علی ہدایت خدا کے اختیار میں ہے جس کے ہاتھ چاہے کروادے ہم تم کو خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ بناویں گے اور ہم تو تخم بوئے جاتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے جانے کے بعد یہ سب تمہارے ہاتھ پر توبہ کرکے نیکی مسلمان دیندار اور پرہیزگار بن جاوینگی اور بعد توبہ کے اگر تم سے اپنے مال واسباب کا حکم پوچھیں کہ اب ہم اس کو کیا کریں اور کس خرچ میں لادیں سو تم سوا اس کے اور کچھ نہ کہنا کہ مال تمہارا حرام اور خبیث ہے تم جانو تمہارا مال جانے ہم نہیں جانتے تمہاری رہائی اسی میں ہے، پھر فرحت علی نے عرض کی خیر اُن کے لئے تو آپ نے یہ فرمایا اب میرے لئے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری روزی بابرکت کرے اور بے ریا اور بے اپنی رضامندی کے کام مجھ سے لے، پھر آپ نے برکت کا ایک روپیہ ان کو دیا اور دعا کی اور کرتہ اور ٹوپی دے کر ان کو اپنا خلیفہ کیا اور وہاں کے اپنے مریدوں سے کہہ دیا کہ ان کو میری جگہ سمجھنا اور جو دین یا دنیا کا کام ہو ان سے پوچھ کر کرنا تحملہ اس کا یہ ہے کہ جب میں پہلی بار ولایت افغانستان سے حضرت علیہ الرحمۃ کا بھیجا ہوا دانا پور میں آیا اور وہاں شیخ علی جان کشتیبانوں کے چودھری اور صدرالدین بوچیڑ سے ملاقات ہوئی اور یہ دونوں حضرت کے بڑے مخلص صادق اور معتقد بے ریا

تھے اُنھوں نے کہا کہ جب سید صاحب اس سال حیران چھپرے ادہر ہوتے ہوئے حج کو تشریف لے گئے شاید کہ کلکتہ تک پہونچے ہونگے یہاں ان تینوں چاروں کسبیوں کی طبیعت میں بے چینی اور بیقراری پیدا ہوئی اور افسوس کرنے لگیں کہ نہایت ہماری شامت اعمال اور بے نصیبی کمال تھی کہ جو ہم نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اب کہاں ہم اور کہاں سید صاحب پھر آخر الامر اُنھوں نے فرحت علی کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنے پیشہ حرام کو چھوڑ دیا اور فرحت علی سے مال واسباب وغیرہ کا حکم پوچھا اُنہوں نے وہی جواب حضرت علیہ الرحمۃ کا دیا کہ مال تمہارا خبیث اور حرام ہے اس کے سوا اور ہم نہیں جانتے' پھر اُنھوں نے اپنے چھوکروں سے کہا یہ مال واسباب ہمارے کام کا نہیں تم جانو سو کرو اور فرحت علی سے اپنے نکاح کرنے کے لئے پوچھا کہ جس کے ساتھ آپ فرماویں ہم اپنا نکاح کرلیں' اُنھوں نے کہا کہ اس بات کو تم آپ خوب جانتے ہو جس کو پسند کرو اس کے ساتھ کرلو اُنہوں نے کہا کہ تم یہ بات ٹھیک کہتے ہو مگر اب ہماری پسند نہ چاہیئے تم جس کو دیندار اور پرہیزگار جانو اس کے ساتھ نکاح ہمارا کردو یہ سُن کر وہ بہت خوش ہوئے تیاں کی طرف کے کئی آدمی بڑے نیکبخت صالح اور دیندار تھے ان سے ان کا نکاح کردیا بعد نکاح کے چند روز تو وہ حیران چھپرے میں رہے پھر ان کو بڑی عزت اور حرمت سے اپنے وطن کو لے گئے اور اب تو وہ وہاں بہت خوش و محظوظ ہیں اور جو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرحت علی کے واسطے دعا کی تھی اس کی خیر و برکت کا ظہور یہ ہوا کہ وہ فرحت علی بعد رخصت ہونے حضرت علیہ الرحمۃ

کے ایسے للہی اور باخدا آدمی ہو گئے کہ جو کوئی دیندار و پرہیزگار واسطے کسی حاجت ضروری کے ان سے سائل ہوتا ہے تو حتی الامکان اس کو محروم نہیں رکھتے اگر اپنے پاس سے ہو سکتا ہے تو اس کو دیتے ہیں ورنہ شہر کے امرا اور اغنیا سے للہ فی اللہ کوشش کر کے حاجت اس کی پوری کرتے ہیں اور جو یہاں بھی خاطر خواہ مطلب نہیں نکلتا تو اس کے لئے بنارس اور الہ آباد ملک اکبر آباد اور شاہجہاں آباد تک جاتے ہیں اور ان کے لئے جو کچھ ملتا ہے لاتے ہیں اور ان کو دے کر رخصت کرتے ہیں اور حضرت کے پیچھے حج بھی کر آئے ہیں اور صدہا آدمی اُن کی ذات سے شرک و بدعت چھوڑ کر پکے موحد بن گئے انتہیٰ پھر اگلے روز جیران چھپرے سے ناویں روانہ ہوئیں دانا پور کے گھاٹ پر جا لگیں شیخ علی جان جو ملاحوں کے چودھری تھے حضرت علیہ الرحمۃ کو بجرے سے اتار کر اپنے مکان پر لے گئے اور وہ بڑے خوشحال اور صاحب مال تھے اور صورت ان کی یہ تھی کہ ہندوؤں کی طرح دھوتی باندھے سر پر چٹیا داڑھی منڈی ہوئی کمر تک ایک مرزائی پہنے ہوئے مگر پردہ مرزائی کا بائیں طرف تھا فقط اس سبب سے لوگ جانتے تھے کہ یہ مسلمان ہیں سوا اس کے اور کوئی نشان مسلمانی کا بظاہر ان میں نہ تھا اور علی جان کیا سب شرفا اور غربا اسی ہیئت سے تھے، پھر انھوں نے سب قافلہ کی دعوت کی اور پلاؤ پکوایا اور حضرت نے خود فرمایا تھا کہ ایک ہی کھانا پکوانا کہ کھلانے میں آسانی ہو بعد کھلانے کھانا کے حضرت کو اپنے زنانے مکان میں لے گئے وہاں عورتوں اور لڑکوں بالوں کو مرید کروایا پھر اوروں ان کے برادری کے خویش واقربا تھے ان کو مرید کروایا اور اُن کے گھروں میں لے جا کر ان کے اہل و عیال کو مرید کروایا جب ان

سے فارغ ہوئے تب حضرت سے عرض کی کہ حضرت میری گستاخی اور بے ادبی
میری معاف ہو بات صاف صاف میرے دل کی یہ ہے کہ یہاں میرے مکان
پر پیرزادے بہت آئے ہیں اور بہتیروں کے ہاتھ پر میں نے بیعت بھی کی مگر جیسا
تھا ویسا ہی رہا کچھ میرا حال نہ بدلا اگر اسی صورت سے آپ کی بھی بیعت کا حال
ہے تو بیعت کرنی کچھ ضرور نہیں کئی بار کر چکا ہوں اور جو میرا حال مبدل ہو جائے
تو آپ مجھ سے بیعت لیں، آپ نے فرمایا شیخ بھائی حال بدل دینا تو اللہ تعالیٰ
کے قبضہ قدرت میں ہے مگر تم بسم اللہ کر کے بیعت کر لو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک
سے ہم کو اُمید قوی ہے کہ حال تمہارا ایسا تبدیل ہو جاوےگا کہ تم جانوگے اور
دیکھنے والے تم کو دیکھ کر کہینگے کہ یہ شیخ علی جان وہی ہیں یا اور، یہ بات
سُن کر اُنھوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ سے دعا چاہی
آپ نے دعا کی پھر انھوں نے کچھ روپے نذر کئے یاد نہیں کس قدر تھے، مگر یہ
یاد ہے کہ چھ سات کرسیاں حضرت کی نذر کو وہ لائے ان میں دو بہت بیش
قیمت تھیں ان پر کھا روے کا غلاف چڑھا تھا، آپ نے فرمایا کہ ہم تو مسافر
ہیں ہم ان کرسیوں کو کیا کریں اور کہاں اپنے ساتھ لادے پھریں یہ تمہارے
ہی کام کی ہیں تم ہی رکھو، انھوں نے کئی بار بتکرار عرض کی کہ آپ
قبول کریں، آخر الامر ان دونوں بیش قیمت کرسیوں میں سے آپ نے
ایک کرسی اُن کی خاطر سے لی باقی وہ اپنے مکان پر لے گئے اور
علی جان کے مکان کے قریب ان کا ایک تعزیہ رکھنے کا چبوترا اور

امام بارہ تھا لوگوں نے حضرت کو اطلاع کی آپ نے علی جان سے فرمایا کہ اس چبوترہ کو کھود کر یہاں مسجد بناؤ کہ محلہ کے لوگ اس میں نماز پڑھا کریں اور امام بارہ رہنے دو مہمانوں مسافروں کے رہنے کے کام آویگا شیخ علی جان نے اُسی وقت وہ چبوترہ کھود ڈالا اور عرض کی کہ حضرت اپنے ہی دست مبارک سے مسجد کی نیو ڈالیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نمازیوں سے آباد رکھے، پھر آپ نے مسجد کی نیو ڈالی اور پلاؤ پکوا کر تمام محلہ کی دعوت کی اور جو کچھ علی جان کی ہیئت مذکور ہو چکی ہے ویسی ہی صدر الدین کی تھی، پھر انھوں نے پہلے اپنے اہل وعیال عزیز واقربا کو مرید کروایا پھر ایک ان کا احاطہ تھا جہاں اُن کے جانور ذبح ہوتے تھے اُس میں فرش بچھوایا اور حضرت کو لیجا کر بٹھایا اور وہیں بیعت کی اور ایک پانچ چھ برس کا لڑکا عبدالرحیم نامی اُن کے پاس تھا عرض کی کہ میرے تو کوئی لڑکا بالا نہیں یہ میرا بھتیجا ہے اور یتیم ہے حضرت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ بھائی صدر الدین تم للہ فی اللہ اس اپنے بھتیجے کو بجائے بیٹے کے پرورش کرو انشاءاللہ تعالیٰ دنیا میں بجائے بیٹے کے یہی تمہارے کام آویگا پھر آپ نے صدر الدین کے لئے اور جہاں بیٹھے تھے اُس مکان کے لئے دعا کرنے لگے کہ الٰہی تو اپنے فضل وکرم سے ان کو خوش وخورم رکھ اور شرک وبدعت سے اُن کو بچا اور توحید وسنت پر ان کو ثابت قدم کر اور اس زمین کو سرسبز اور آباد کر کہ یہاں مہمان ومسافر اُترا کریں اور یہ للہ فی اللہ ان کی خدمت

کیا کریں اور دنیا اور آخرت میں ان کو ساتھ حسرت کے رکھے اور تتمہ تکملہ اس کے
حال کا یہ ہے کہ جب میں کئی سال کے ولایت افغانستان سے حضرت علیہ الرحمۃ کا
بھیجا ہوا پہلی بار دانا پور میں آیا اور شیخ علی جان صاحب کی مسجد میں اترا وہ بھی
وہیں تھے اور میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب سلام کا دیا اور مجھ سے
معانقہ اور مصافحہ کیا اور میں نے ہرگز ان کو نہ پہچانا کہ یہ شیخ علی جان ہیں اس لئے
کہ اول جب میں نے سفر حج میں ان کو دیکھا تھا تب اور ہی اُن کی صورت تھی
چنانچہ ذکر اس کا ذکر اول ہو چکا ہے اور اب جو دیکھا تو لمبی شرعی خوبصورت
داڑھی اور موچھیں بڑی بڑی لبیں کتری ہوئی عمامہ باندھے کرتہ پہنے جیسے کوئی
بڑا عالم فاضل یا درویش کامل، اس میں میں نے ان کا نام پوچھا، اُنھوں نے کہا کہ
علی جان، اس وقت مجھکو خیال آیا کہ شیخ علی جان یہی ہیں، پھر میں نے دوہرا کر ان سے
معانقہ اور مصافحہ کیا اور میرا حال اور نام اُنھوں نے پوچھا، میں نے بتایا وہ کمال
خوش ہوئے اور دیر تک حضرت کا حال پوچھتے رہے اور میں بیان کرتا گیا اور
ان دنوں ان کا حال یہ تھا کہ جو کچھ کاروبار تجارت اور کشتیوں کی سوداگری
کا تھا سب اُنھوں نے اپنے اور بیٹوں کو سپرد کر کے مسجد میں رہنا اختیار کیا تھا
دن رات میں شاید کوئی پہر آدھ پہر گھر میں رہتے ہوں باقی مسجد میں رہتے تھے اور
لوگوں کو مسائل دین کی تعلیم و تلقین کیا کرتے تھے اور توحید و سنت کی خوبی اور
شرک و بدعت کی برائی کما زبانی وعظ لوگوں کو سنایا کرتے تھے اور جو ان کا
اول امام باڑہ تھا اس کو مسافرخانہ بنایا تھا دو چار دس پندرہ ہر روز

بیٹھے ہی رہتے تھے اور دونوں وقت ان کو کھانا کھلاتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر آپ بھی کھالیتے تھے اور مہمان و مسافر جس رتبہ کا ہوتا اسی قدر اُس کو خرچ دے کر رخصت کرتے تھے دو آنے اور چار آنے اور ایک روپے اور دو دو روپے سے لیکر پانچسو روپے تک، اور اُسی مسجد کے دروازہ ایک باغ لگایا تھا صرف مہمان و مسافروں کے میوہ کھانے کو، اور ہر روز بعد نماز فجر کے ایک دیگ کھچڑی پک کر تیار ہو جاتی تھی کسی مسافر و مہمان کو بے کھلائے نہیں جانے دیتے تھے، مجھ سے کہنے لگے کہ بھائی صاحب تم نے پہلے اس زمانہ میں بھی میرا حال دیکھا تھا یہ کچھ بھی کارخانہ نہ تھا اگرچہ تب بھی میں مالدار تھا اور جواب دیکھتے ہو یہ صرف سید صاحب کی دعا کے سبب سے ہے" پھر ایک دن اُن کے گھر کی عورتوں نے اُن سے درخواست کی کہ کسی وقت دین محمد کو یہاں بلالاؤ تو ہم اُن سے کچھ پوچھیں سید صاحب کے اہل و عیال کا حال پھر وہ ایک وقت مجکو اپنے مکان میں لے گئے اور ایک پردہ ڈلوا دیا اس طرف عورتیں بیٹھیں اس طرف اپنے پاس مجکو بٹھایا، پھر انھوں نے پوچھا کہ بھائی صاحب ہماری مرشد زادیاں اور پیرزادیاں اچھی ہیں، میں نے کہا فضل الٰہی سے سب ساتھ خیریت کے ہیں، پھر پوچھا کہ ہمارے سید صاحب نے ان کو دینیات میں ان کو کیا تعلیم فرمایا ہے اور وہ کیا کرتی ہیں، میں نے کہا جو تم کو سید صاحب نے تعلیم و تلقین فرمایا تھا، انھوں نے کہا کہ ہم کو فرمایا تھا کہ پانچوں وقت فرض نماز پڑھا

کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھا کرو اور اگر ہو سکے روزے ایام بیض

اور عرفے اور عاشورے اور شش عید کے رکھا کرو اور شرک و بدعت کے کام اور

کسی کی چغلی غیبت نہ کیا کرو سو ہم آج تک موافق فرمانے سید صاحب کے

سب کچھ کرتے ہیں اور باقی دین کے کام جو ہمارے شیخ جی بتاتے ہیں وہ ہم

کرتے ہیں' میں نے کہا کہ بس یہی باتیں سید صاحب نے تمہاری مرشدزادیوں کو

تعلیم فرمائی ہیں دین تو ایک ہی ہے جن چیزوں کا خدا رسول کی طرف سے

ان کو حکم ہے وہی تم کو ہے' اور علی جان بھائی تو سید صاحب کے خلیفہ ہیں ان

کو تم اُس شخص کی جگہ جانو ہو تم کو بتایا کریں وہی کیا کرو اس میں تمہارے لئے دین

و دنیا کی بہتری ہے' پھر ان میں سے تین عورتیں دو دو اشرفیاں اور ایک ایک

تھان سپید عمدہ قیمتی میرے پاس لائیں اور کہا کہ ہمارے پیرو مرشد کے لئے نذرانہ

ہماری طرف سے لیتے جانا' پھر میں نے وہ چھ اشرفیاں تو اُٹھالیں اور اُن

سے کہا کہ یہ تھان تم رہنے دو بسبب بوجھ کے نہیں لیجا سکتا ہوں' اُنھوں نے کئی بار

تکرار کر کہا کہ یہ بھی لیتے جاؤ میں نے انکار ہی کیا اور ایک وہاں سے اٹھ کر باہر مکان

میں آیا وہاں چھ سو روپے شیخ علی جان نے دئے پھر وہاں سے میں صدرالدین

کے مکان پر گیا اور اُن سے ملاقات کی ان کی بھی صورت شرعی شیخ علی جان کی

سی تھی اور وہ شخص قابل پڑھے لکھے تھے اور بعد سلام علیک کے اور پوچھنے خیر و

عافیت کے مجھ سے اپنا حال اول سے بیان کرنا شروع کیا اور کہا بھائی

دین محمد جب سید صاحب میرے مکان پر تشریف فرما ہوئے تھے تو اسی جگہ جہاں بیٹھا ہوں میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بعد بیعت کے آپ نے میرے لئے دعا کی تھی اور فرمایا تھا کہ انشاءاللہ تعالیٰ تمہارے واسطے ایسی ایسی ترقی اور بہبودی ہونگی اور حال تمہارا ساتھ صلاحیت کے ایسا بدل جاویگا کہ تم بھی جانوگے آپ کے فرمانے سے میرے دل میں اسی دم ایک اُمید قوی ہو گئی تھی کہ انشاءاللہ تعالیٰ یوں ہی ہوگا مگر اپنا حال خیال کرکے طبیعت میں گذرتا تھا کہ دیکھا چاہئے کیونکر ہو اور جتنے میرے نوکر چاکر میرے تھے شکل وصورت لباس و پوشاک بات چیت میں ویسا ہی میں بھی تھا کچھ ان میں اور مجھ میں فرق نہ تھا پہچاننے والے تو البتہ جانتے تھے کہ یہ مالک ہے اور وہ نوکر پھر بعد تشریف لیجانے سید صاحب کے چند روز میں میرا حال تبدیل ہونے لگا اول میں روزہ و نماز وغیرہ امور دینیات سے بے خبر تھا کہ مجھ پر فرض ہے یا نہیں اور شرک و بدعت کا تو نام بھی معلوم نہ تھا پھر فضل الٰہی سے میرا یہ طور ہوا کہ جہاں نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی دل میں بے قراری اور بے چینی پیدا ہوئی جب تک نہ پڑھتا دل کا وہ خلجان نہ جاتا اور شادی غمی کی رسوم بدعت خرافات پر جو طبیعت مصر تھی وہ اصرار دل سے بالکل دور ہو گیا اس کا وہم وخیال بھی دل میں نہ رہا اب جو گھر میں لڑکے کا بیاہ ہوتا ہے تو وہی پرانے دھوئے کپڑے یا کوئی نیا جوڑا دولھا یا دلھن

کو بیاہ کر موافق سنت کے نکاح کر دیتا ہوں اور بے تکلفت سو پچاس مسلمان
بھائیوں کو کھانا کھلا دیتا ہوں اور غمی میں بھی بلا قید روز اور تاریخ کے محتاجوں
کو کچھ نقدی دیتا ہوں اور سوم دہم چہلم ششماہی برسی کچھ نہیں کرتا ہوں اور
سید صاحب نے چلتے وقت مجھ سے فرمایا تھا کہ جو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے للہ
فی اللہ مہمان و مسافروں کے لئے خرچ کروادے تو اس مال کو اپنے مال سے
علیحدہ رکھ دینا پھر اس میں سے خرچ نہ کرنا سو ویسا ہی کرتا ہوں اور اس
کا حال یہ ہے کہ میں نے اپنی انداز سے جانتا ہوں کہ اتنے روزوں میں خرچ
ہوگا یا اتنے اتنے لوگوں کو پہنچیگا پھر میں اتنے دنوں کے بعد اس برتن کو دیکھتا
ہوں تو ویسا ہی معمور پاتا ہوں اور میرے رکھنے سے دو چند سہ چند بلکہ چہار چند
خرچ ہوتا ہے اور پھر بھی کچھ باقی رہتا ہے یہ سب حضرت کی دعا کی برکت
ہے اور اس زمین کی آبادی کے لئے بھی آپ نے دعا کی تھی سو اللہ تعالیٰ
نے اس کو اس طرح سے آباد کیا جو تم دیکھتے ہو وہ کیا تھا ایک مسافر خانہ
تھا اور ایک بنگلہ یکدرہ اس کے اندر تختوں کا فرش تھا اوس پر قالین
یک لخت بچھے تھے اور دیواروں میں جا بجا کئی شیشے کے قندیل لٹکے ہوئے
غرض کہ بہت اچھا وہ مکان تھا اور باغیچے کے اندر تھا اس باغیچے
میں پختہ کوئیں اور آم نیبو نارنگی امرود انار شریفہ جامن بیر وغیرہ
کے درخت تھے، مجھ سے انھوں نے کہا کہ میں نے یہ باغیچہ صرف مہمانوں

مسافروں کے للّٰہ فی اللّٰہ لگایا ہے اس کا تمام میوہ وہی کھاتے ہیں یا
ان کے ساتھ کچھ میں کھالیتا ہوں میرے گھر میں ایک بھی نہیں جاتا اور
وہاں سے جانب مشرق بندوق کی گولی کی زد پیران کا گھر تھا وہاں مجکو لے گئے
وہاں پہلے ایک امام باڑہ اور ایک چبوترہ تعزیہ رکھنے کا تھا امام باڑے کا
انہوں نے تو دوسرا مسافرخانہ مقرر کیا تھا اور وہ چبوترہ کھود کر کچی مسجد بنوائی
تھی اور صدرالدین تو شب در روز اکثر اوقات اُسی باغیچہ مذکور میں رہا کرتے
تھے اور وہ میں مہمانوں مسافروں کے ساتھ کھانا بھی کھاتے تھے اور پیاں مکان
پیران کا بھتیجا عبدالرحیم رہتا تھا اور اُس اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کرکے
مجھ سے کہا کہ یہ وہی لڑکا ہے کہ اس کی لئے سید صاحب نے دعا کرکے مجھ سے
فرمایا تھا کہ اس کو اچھی طرح سے پرورش کرو یہ تمہارے بیٹے کی جگہ ہوگا
مگر یہ نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے بھی اولاد ہوگی یا نہوگی ہم نے جانا کہ سید صاحب
یوں ہی پیار کی راہ سے فرماتے ہیں پھر آپ توجّ کو تشریف لے گئے اور
وہاں سے مع الخیر آئے اور ہجرت کرکے ہندوستان سے ولایت میں تشریف
فرما ہوئے اس میں کئی برس کا عرصہ ہو گیا اور میری دو بیبیاں ہیں ان
میں سے کسی کے اولاد نہ ہوئی تب مجکو اور سب کو خیال ہوا کہ وہ جو سید صاحب
نے فرمایا تھا کہ اس اپنے بھتیجے کو اچھی طرح سے پرورش کرنا یہ تمہارے بیٹے
کی جگہ ہوگا واللّٰہ اعلم شاید کہ مراد اس سے یہی تھا کہ تمہارے اولاد نہوگی

اس لحاظ سے پھر میں اس کو اور پیار کرنے لگا اور اس کی تعلیم و تلقین میں بہت کوشش
اور جانفشانی کرنے لگا پھر چند روز میں میں نے اپنا تمام کاروبار اسی کو سپرد کر دیا کہ
تو جان اور تیرا کام جانے اور میں الگ ہو گیا اب یہی سب کارخانہ سنبھالے ہے مجھ
سے کچھ علاقہ نہیں اور فی الحقیقت وہ ان کا بھتیجا بہت صالح اور سعادتمند نکلا اور
دینداری اور پرہیزگاری میں صدر الدین سے بڑھ کر تھا انھیں روزوں ایک دن آٹھ
دس آدمیوں سے صدر الدین کھانا کھا رہے تھے ان میں میں تھا اور وہ لڑکا الگ کھڑا
تھا صدر الدین نے کہا اگر یہاں نہیں کھاتے ہو تو گھر سے کھانا لے کر مسافر خانے میں مسافروں
کے لئے لیجاؤ انھیں کے ساتھ بیٹھ کر تم بھی کھا لینا اور مجھ سے کہا کہ بھائی دین محمد تم
اس لڑکے کو نصیحت کر دو کہ یہ مسافروں کے ساتھ کھانا کھایا کرے اس کو عار نہ آنے
اور یہ سب خیر و برکت سید صاحب کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عنایت کی ہے کوئی
ایسی حرکت ناسپاسی کی ظہور میں نہ آوے کہ اس کی شامت سے یہ نعمت ہاتھ سے
جاوے پھر میں نے بطور نصیحت کے اس کو سمجھا دیا اور وہ خود دانا اور سعادتمند تھا
پھر وہ گھر سے کھانا لے کر مسافر خانے میں گیا اور وہیں اُس نے بھی کھایا پھر جب
کھانا کھا کر فارغ ہوئے تب صدر الدین نے مجھ سے کہا کہ چلو محلہ کے دو چار گھروں
میں ہو آؤ سب عورتیں سید صاحب کی خیر خیریت کی اشتیاق مند ہیں ان کی بھی تسلی
کرا آؤ پھر مجھ کو لے گئے اور ایک مکان میں محلہ کی سب عورتوں کو جمع کیا پھر
انھوں نے مجھ سے حضرت کی خیر و عافیت پوچھی میں نے بیان کیا کہ فضل الٰہی

سے اچھے ہیں، پھر اُنھوں نے آپس میں ملکر چار سو روپے جمع کئے اور مجکو دئے
کہ یہ نذرانہ ہماری طرف سے سید صاحب کے واسطے لیتے جاؤ پھر میں وہ روپے لے
کر صدرالدین کے ساتھ وہاں سے انکے مکان پر آیا وہاں تین سو روپے صدرالدین
نے دئے وہ میں نے لئے اور بارہ سو روپے کی ہنڈوی وہاں سے بنارس میں مرزا کریم اللہ
بیگ صاحب کے پاس میں نے ارسال کی اور باقی جو روپے بچے وہ میں نے اپنے
پاس رکھے اور ایک واقعہ صدرالدین نے مجھ سے یہ بیان کیا یعنی کئی مہینے ہوئے
کہ سرکار کمپنی نے میرے پاس حکم آیا کہ سرکاری بیل دانہ خوار جو تمہارے یہاں
ہیں جو گوشت ان کا ہماری سرکار میں آوے تو بیلوں کو ذبح نہ کروانا اس
لئے کہ خون نکل جانے سے گوشت کم ہو جاتا ہے چاہئے کہ بجائے ذبح کے موگری
سے سر ان کا کوٹا جاوے یہاں تک کہ ہلاک ہو اور تمام خون اسی کے بدن میں
رہے اور کئی سو مگریاں بھی میرے پاس بھیجیں یہ حکم سن کر مجکو کمال تردد
ہوا کہ یہ تو بات بیدینی کی مجھ سے نہ ہو گی نوکری چاہے رہے یا نہ رہے پھر
تین رات میں نے جناب الٰہی ساتھ کمال گریہ وزاری اور عاجزی و انکساری
کی دعا کی کہ خداوندا میں نے سید احمد صاحب کے ہاتھ پر سب برے کاموں سے
توبہ کی ہے اور انھوں نے میری خیر و صلاح کے واسطے دعا کی ہے سو ان کی دعا کی
برکت سے اس بلا سے مجکو نجات دے بے مدد تیری کے کوئی صورت مخلصی کی
نہیں ہے پھر تیسری رات کو میں نے خواب دیکھا کہ گویا سید صاحب مجھ سے فرماتے
ہیں کہ صدرالدین کسی بات کا اندیشہ نہ کر اللہ تعالیٰ نے وہ بلا تیری

مجھ سے دفع کر دی پھر میں جاگ پڑا طبیعت بہت خوش ہوئی، صبح کو یہ خواب میں
نے اپنے عزیزوں آشناؤں سے بیان کیا وہ بہت خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یوں
ہی کرے مگر پھر بھی دل میں وسوسہ گذرتا تھا کہ یہ خواب جو میں نے دیکھا ہے خدا
جانے سچ ہے یا یوں ہی خیال ہے اس کی دوسری شب کو پھر دعا کر کے میں رہا
اس نیت سے کہ الٰہی تو اپنی جناب پاک سے میری تسلی کر دے اس رات کو کیا دیکھتا ہوں
کہ ایک بزرگ اجنبی صورت پاکیزہ پوشاک پہنے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور
فرمایا کہ صدرالدین تو اپنے دل میں کیوں اندیشہ کرتا ہے وہ بلا تو اللہ تعالیٰ نے
تیرے سر سے دور کر دی اب کچھ خطرہ نہیں بعد اس کے میری آنکھ کھل گئی اور جو کچھ
خطرہ اور وسوسہ طبیعت میں تھا وہ بھی جاتا رہا پھر آٹھ دس روز کے بعد سرکاری چپراسی
آیا اور یہ حکم لایا کہ فلانے صاحب وہ مونگریاں بیل کے سر توڑنے کو جو بھیجی تھیں اور
ہیں اور کہا کہ یہ کام سر توڑنے کا تمہارے لائق نہیں ہے تم اپنا وہی کام کرتے
رہو یہ کام ہم اوروں سے لیویں گے پھر میں نے وہ مونگریاں چپراسی کے حوالہ کر دیں
وہ چلا گیا اور میں نے جناب الٰہی میں شکر ملنے کا سجدہ کیا مفت اس بلا سے بچ گیا
انتہی، پھر جب شہر دانا پور کے لوگ حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تب انگریزی
چھاؤنی کے مسلمان سپاہی لوگ حضرت کو چھاؤنی میں لے گئے اور بے شمار لوگوں نے
وہاں بیعت کی اور وہاں سب مسلمان سپاہیوں کا ایک تعزیہ داری کا چبوترہ

اور امام باڑہ تھا بعد بیعت کے لوگوں نے حضرت سے چبوترہ اور امام باڑہ
کے مقدمہ میں عرض کی آپ نے فرمایا کہ اب تو تم سب نے تمام شرک و بدعت
سے توبہ کیا تم کو لازم ہے کہ چبوترہ کو کھود ڈالو اور وہاں نماز پڑھنے کو مسجد
بنا لو سب نے عرض کی کہ اگر آپ کے روبرو کھد جاوے تو خوب ہو آپ
نے فرمایا کہ بہتر ہے ابھی کھود ڈالو پھر چبوترہ تو کئی آدمیوں نے مل کر اسی دم کھود
ڈالا اور امام باڑہ کے واسطے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس کو مسجد مقرر کر لو اس میں
نماز پڑھا کرو سب نے عرض کی کہ جب تک اس میں نماز پڑھا کرینگے مگر مسجد ان
شاء اللہ تعالیٰ ہم پختہ بنوا دینگے اور علاوہ اسکے دوسری عرض یہ ہے کہ ہم لوگوں
کو وردی کے پائجامے اس قدر تنگ ہیں کہ نماز پڑھنا ممکن نہیں اور تیسری عرض
یہ ہے کہ ہم لوگ داڑھی نہیں رکھا سکتے اس کی تشویش ہم کو کمال ہے مگر کچھ اختیار
نہیں سوا اس کے کہ نوکری چھوڑ دیں سو آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بلا سے
ہم لوگوں کو نجات دیوے آپ اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے اور سب
لوگ آمین کہنے لگے پھر بعد فراغ دعا کے آپ نے فرمایا کہ بھائیو جناب الٰہی سے امید
قوی ہے کہ بعد کچھ مدت کے یہ دونوں مرادیں تمہاری پوری ہوں تکملہ اس
حکایت کا یہ ہے کہ پھر حضرت بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے جب حج کر کے
ملح الخیر دانا پور میں آئے اور اس چھاؤنی کے لوگوں کی کئی جھتے آگے سے بدلی
ہو گئی تھی مگر شہر والوں کی زبانی سنا کہ حضرت جب بیت اللہ شریف کو
روانہ ہوئے اس کے پانچ یا چھ مہینے کے بعد آپ ہی آپ اون تمام پلٹن

ہندوسلمانین کے لئے حکم سرکاری آیا کہ یہ لوگ اس قدر کشادہ پائجامہ پہنیں کہ
بیٹھتے اُٹھتے میں ان کو تکلیف ہو اور داڑھیاں بھی ہندو مسلمان رکھاویں مگر اس
صورت کی کہ سب کی داڑھیاں گول وضع اور ایک قطع کی ہوں اور وہ سب مسلمان
سید صاحب کی ملاقات کے کمال مشتاق تھے کہ پھر کسی طور ہماری ملاقات حضرت
سے ہوتی انتہیٰ القصہ شہر دانا پور میں تین یا چار مقام ہوئے تھے پھر عظیم آباد کے لوگ
آئے آپ کے لینے کو پھر آپ نے کوچ کیا نادریں کشتیاں اور چار لوگ گھاٹ دیکھاتے
ہوئے چلے کہ جو گھاٹ پسند ہوں وہاں کشتیاں لگائی جاویں کوئی گھاٹ ایسا واقع
کا نہ پایا کہ اس کے کنارے میدان وسیع پاکیزہ قابل نماز جماعت کے ہوتا جاتے
جاتے عظیم آباد کے پرلے سرے پر ایک گھاٹ پسندیدہ ملا وہیں کشتیاں لگائی
گئیں اور حضرت علیہ الرحمۃ کو لوگ پینس پر سوار کر کے شہر میں لے گئے وہاں جامع
مسجد میں جا کر آپ نے نماز ظہر پڑھی اور بیشمار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت
کی پھر آپ نے مولانا عبدالحیٔ صاحب سے فرمایا کہ تم یہاں دو چار گھڑی مسجد میں
لوگوں کو وعظ سناؤ پھر مولانا صاحب تو وعظ کہنے لگے اور وہاں کے سید مولوی
مظہر علی صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کو پینس پر سوار کر کے اپنے مکان کو لے گئے اور
اپنے تمام اہل وعیال اور عزیز و اقربا اور اہل محلہ کو مرید کروایا اور حضرت سے عرض
کی کہ جیسا کہ اور مرید آپ کی توجہ سے فیضیاب ہوتے ہیں ہمارے لوگ بھی اُمیدوار

ہیں کہ ہم بھی اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوں' آپ نے فرمایا کہ بہت خوب' اور آپ
کے ہمراہ رکاب سید کا لڑکا دس گیارہ برس کا رہنے والا سہلٹ کا محمد حسین نام تھا
آپ نے اس کو توجہ دینا تعلیم کیا تھا سید مولوی مظہر علی سے فرمایا کہ اسے لڑکے کو لیجاؤ اور
جن کو چاہو توجہ دلواؤ پھر وہ اس لڑکے کو اپنے ساتھ لے گئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کو مولوی
الٰہی بخش صاحب اپنے مکان پر لے گئے اور دیوان خانے میں بٹھایا بیشمار لوگوں نے وہاں آپکے ہاتھ
پر بیعت کی پھر وہاں سے حضرت کو اپنے زنانے مکان میں لے گئے اور تمام اہل و عیال کو مرید کروایا
پھر حضرت علیہ الرحمۃ وہاں سے گھاٹ پر تشریف لائے اور نماز مغرب پڑھی اور غول کے غول شرفا
اور غربا کے شہر سے وہیں گھاٹ پر آنے لگے اور بیعت ہدایت کرکے جانے لگے عظیم آباد میں ایک
امیر لکھی بیان کرکے مشہور تھے اگلے روز وہ حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان کو لے گئے اور بیعت کی
پھر ایک شخص شاکر جان کشمیری تھے وہ حضرت علیہ الرحمۃ کو ایک مکان میں لے گئے وہاں اُن کی
بی بی اور ایک بیٹی تھی اور ایک بیٹا تھا پھر وہاں خود اُنھوں نے بیعت کی اور ان تینوں کو
بیعت کروایا حضرت علیہ الرحمۃ نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں اپنے اہل و عیال سے کیونکر آئے
تب اُنھوں نے اپنا حال بیان کیا کہ میں کئی مہینے ہوئے ملک کشمیر سے بارادہ حج آیا تھا مجھ
زاد راہ کی تنگی ہو گئی یہاں کئی آشنا وطن کے تھے اُنھوں نے ٹھہرا رکھا اور خرچ کا وعدہ
کیا ہے' حضرت نے فرمایا کہ خیر اب تم ہمارے ساتھ حج کو چلو جو ہمارا حال ہے وہ تمہارا حال
ہوگا اپنا اسباب اُٹھا لے چلو ہمارے لوگوں کے ساتھ کشتی پر رکھو وہ اس پر راضی ہوئے
اور اُسی مکان میں نو مسافر اور بھی تھے چھ مرد اور تین عورتیں حضرت علیہ الرحمۃ نے شاکر
جان سے پوچھا کہ یہ لوگ بھی تمہارے رفیقوں میں ہیں اُنھوں نے کہا رفیق تو نہیں مگر
تبتوں کے رہنے والے ہیں کسی کا پانچویں پشت میں گھر ہے اور کسی کا چھٹے میں مگر ان کا بھی بیت اللہ شریف کا ارادہ ہے

میرے سبب سے یہ بھی ٹھہر گئے پھر حضرت نے ان کی طرف مخاطب ہوکر
ان کے ملک کے اہل اسلام کا حال پوچھا تب انھوں نے کہا کہ دوسر
اور تیسرے تبت تک تو مسلمان بستیوں میں زیادہ ہیں اور کفار کم اور
باقی چار بستیوں میں مسلمان کم اور کفار زیادہ ہیں کوئی کوئی لوگ نماز
روزے سے واقف ہیں اور باقی لوگ صرف نام کے مسلمان ہیں گور
پرستی اور پیر پرستی میں مبتلا ہیں پھر حضرت نے اُن سے پوچھا کہ جو بیت اللہ
شریف جانے کا ارادہ کرتے ہو کس قدر زادِ راہ تمہارے پاس ہے اگر
اس قدر ہو کہ اپنے پاس سے کھاتے جاؤ گے اور کھاتے آؤ گے تو خیر جاؤ
انھوں نے عرض کی اتنا خرچ تو ہمارے پاس نہیں ہے مگر ہم نے سنا ہے
کہ آپ نے اذن عام دیا ہے کہ جو چاہے سو چلے ہم اس کو اپنے ساتھ لے چلینگے
سو ہم بھی اُمیدوار ہیں آپ نے فرمایا کہ بات تو سچ ہے کہ جن شرطوں کے
ساتھ ہم نے اذن دیا ہے ان شرطوں کے ساتھ البتہ جو چاہے سو چلے مگر چونکہ
زاد راہ تمہارے پاس کم ہے اس لئے حج تم پر فرض بھی نہیں ہے اور مراد
بیت اللہ شریف جانے کی یہ ہے کہ اللہ راضی ہو اگر تم سب صاحب مانو
تو ایک بات ہم بھی کہیں اس طرح کے حج کرنے سے ثواب دوچند بلکہ اس
سے بھی زیادہ ہو انھوں نے عرض کی کہ اس سے اور کیا بہتر بات ہے جو
کچھ ارشاد ہو سو ہم حاضر ہیں آپ نے فرمایا آؤ اور پہلے بسم اللہ کرکے ہمارے

ہاتھ پر بیعت کرو پھر ہم وہ بات تبلاویں پھر اُن سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی پھر آپ نے فرمایا کہ تم سب کو خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ کرینگے اور جہاں ہم تم کو بھیجیں وہاں تم جاؤ انھوں نے عرض کی ہم حاضر ہیں آپ جہاں بھیجیں فرمایا ہم تم کو تمہارے ہی ملکوں کو رخصت کرینگے اور اعلام نامے لکھوا دینگے وہاں جاکر مسلمانوں کو احکام توحید اور سنت کے سکھاؤ اور شرک و بدعت کے کاموں سے بچاؤ مگر ایک بات ضرور کرنا کہ کوئی تم کو لکڑی پتھر لات گھونسا مارے تم اس پر صبر کرنا اور اُن کو کچھ نہ کہنا اسی طور تعلیم و تلقین کئے جانا پھر عنایت الہی سے تھوڑی سی مدت میں دکھیا کہ کیسی دین اسلام کی وہاں ترقی ہوگی اور وہ سارے ایذا دینے والے خود آخر کو آکر تم سے اپنی خطا معاف کروا دینگے یہ تمام گفتگو سُن کر انھوں نے اپنا عذر بیان کیا کہ ہم تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور وعظ و نصیحت کے لئے علم چاہیے زبانی جو کچھ ہو سکے گا لوگوں سے کہینگے آپ نے فرمایا کہ تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو دین اسلام اللہ تعالی کا ہے وہ آپ مدد کریگا اور انشاء اللہ تعالی ہزاروں آدمی تمہارے ہاتھ سے ہدایت پاوینگے پھر آپ نے اُن سب کو خلافت نامے دئے اور آٹھ آدمیوں میں چار روپے برکت کے عنایت کئے یعنی دو دو شخصوں میں ایک ایک روپیہ اور فرمایا اپنے ملک میں جہاں جہاں وعظ و نصیحت کے لئے جانا تو دو ہی دو آجانا اور ایک آدمی کو سب کی راہ خرچ کے لئے پچیس روپے دئے اور کئی ورقوں میں چند آیات و احادیث اور اُن کا

ترجمہ لکھوا دیا۔ بیچ بیان توحید و شرک و بدعت کے اور ہر مرد کو ایک ایک کرتا
عمامہ اور ایک ایک تھان سوسی کا دیا اور تین عورتوں کو ایک ایک
سفید اور دو تھان سوسی کے دئے اور جس کو پچیس روپے سپرد کئے
سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم سب اپنے وطن کو باخوبی کھاتے پیتے
جاؤگے اور یہ روپے باقی رہینگے بلکہ اللہ تعالیٰ اور بہت تم کو خرچ دیگا بعد اس
کے ان سب کو ان کی ولایت کو رخصت کیا اور تکملہ اس کا یہ ہے کہ جب
حضرت بیت اللہ کو تشریف لے گئے اور بعد ادائے حج کے مع الخیر کلکتہ
آئے اور وہاں اکثر ملکوں کے لوگ تجارت پیشہ رہتے ہیں انھوں نے آکر
حضرت علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کی ان میں بہت لوگ چین اور تبت
کے بھی تھے ان سے حضرت نے فرمایا کہ تم آج رات کو ہمارے پاس آنا آپ
سے کچھ باتیں پوچھنی ہیں پھر کئی آدمی بعد عشا کے آئے حضرت اُن سے ان کے
ملک کے مسلمانوں کا اور اُن کی دینداری کا حال پوچھا اُنھوں نے جو
کچھ کہ حال تھا بیان کیا اور کہا کہ جو طریق آپ دین اسلام کا لوگوں کو
بتاتے ہیں اور خوبی توحید و سنت کی اور بُرائی شرک و بدعت کی بیان کر
تے پھرتے ہیں ان میں سے تین شخصوں کو ہم نے بھی دیکھا ہے بہت لوگ اُن کے
مرید بھی ہوتے ہیں اور بہت لوگ ان کو ایذا بھی دیتے ہیں اور بھلا اور بُرا
بھی کہتے ہیں مگر وہ صبر کرتے ہیں اور لوگوں کو نیک راہ بتاتے ہیں یہ نہیں معلوم

کہ اُنھوں نے یہ طریقہ کس سے سیکھا یہ بات سُن کر حضرت نے فرمایا کہ
بتیس کے تو آدمی ہمارے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت نامے لے گئے ہیں
اُن میں تین عورتیں بھی ہیں اور ان کا نشان و پتہ بھی بیان کیا تب انھوں
نے عرض کی کہ بیشک وہی لوگ ہیں اتنا حال مجملاً تو ان کا کلکتہ میں معلوم ہوا
بعد اس کے جب حضرت علیہ الرحمۃ ہندوستان سے ہجرت کر کے ولایت افغانستان
میں تشریف لے گئے اور وہاں سے مجھکو واسطے کسی کام کے طرف ہندوستان کے
روانہ کیا تب میں وہاں سے بلدۂ لکھنؤ آیا اور خیالی گنج میں داروغہ نمن خاں
کے مکان پر اُترا وہاں سے تھوڑی دور اسی گنج میں امام بخش نام ایک جراح
تھے اور وہ حضرت سے بیعت رکھتے تھے ایک میں ان کی ملاقات کو گیا اور اکثر
اوقات میں ان کے پاس جایا کرتا تھا سو وہ اس دن کہنے لگے کہ تین شخص تبت
کے چند روز سے اس شہر میں آئے ہیں ان میں دو مرد ہیں ایک عورت اور وہ
تینوں کہتے ہیں کہ ہم سید احمد صاحب کے مرید ہیں اور خلیفہ کر کے ہم کو سید صاحب
نے واسطے وعظ ونصیحت کے ہمارے ملک کو بھیجا تھا اور وہ تینوں کبھی کبھی ہمارے
پاس بھی آتے ہیں یہ بات سُن کر میں نے کہا کہ ہاں یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ تین
عورتیں اور چھ مردوں نے عظیم آباد میں حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سب
کو حضرت نے خلافت نامے دے کر اُن کے ملک کو بھیجا تھا مگر یہ نہیں معلوم کہ
یہ تینوں انھیں میں کے ہیں یا اور ہیں مجھکو ملیں تو معلوم ہو انھوں نے مجھ سے کہا

کہ ہم ان کو کسی وقت بلادینگے تب اُن سے تم دریافت کرلینگے پھر میں وہاں سے
محمن خاں دارونہ کے مکان پر آیا اس کے تیسرے روز وہ تینوں شخص امام بخش
جراح کے یہاں آئے تب انھوں نے مجھکو بلایا میں گیا اور اُن کو دیکھا اور پہچانا اور
انہوں نے مجھکو پہچانا اور وہ بہت مال و اسباب لباس و پوشاک سے سواری وغیرہ
سے خوشحال تھے میں نے ان سے پوچھا کہ تم تو تین شخص تھے اور تمہارے ساتھی کہاں
ہیں تب ایک نے اُن میں سے اپنا حال اول سے شروع کیا کہ جب ہم نو آدمی عظیم آباد
سے اپنی ولایت کو گئے اور جو تھی تبت میں پہنچے اور موافق ارشاد فیض بنیاد حضرت
پیر و مرشد کے وہاں کے لوگوں میں توحید و سنت کی خوبی اور شرک و بدعت کی
بُرائی کا بیان شروع کیا وہ تمام لوگ یکبارگی مخالف ہوگئے پھر ہم پر زور و
زیادتی اور مار و دھاڑ کرنے لگے اور یہ حال ہم سے سید صاحب نے پہلے ہی فرما دیا
تھا کہ تم پر جو ایسا ایسا واقعہ ہو تو صبر ہی کرنا اور کلمۂ حق سے باز نہ رہنا ہم نے
ویسا ہی کیا اور جو نہ کرتے تو بہت ایذا اٹھاتے یا اپنا ملک چھوڑ کر اور کہیں بھاگ جاتے
مگر بعد چند روز کے کچھ ایسی تائید الٰہی ہوئی کہ دو دو چار چار بھی لوگوں میں سے
ٹوٹ ٹوٹ کر ہم سے ملنے لگے اور یہی طریقۂ حق قبول کرنے لگے اور اس ملک کے اکثر
طالب علموں اور مولویوں کو حضرت علیہ الرحمۃ کا نصیحت نامہ ہم نے دکھلایا بعضوں نے
تو اسے دیکھ کر کہا کہ طریق اسلام کا یہی ہے تم شوق سے لوگوں کو تعلیم کرو ہم راضی
ہیں اور بعضے اُسے دیکھ کر ناخوش ہوئے اور کہنے لگے کہ کسی نے یہ نیا طریقہ ایجاد
کیا ہے لوگوں کے بہکانے کو غرضکہ وہاں دو گروہ ہوگئے موافق لوگ جدے اور

مخالف جدے اور ہزاروں آدمی فضل الہی سے راہ ہدایت پر آگئے پھر ہم نو شخصوں نے آپس میں مشورت کی کہ اب تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے راہ ہدایت کی جاری کر دی اب ہم کو ایک جگہ رہنا نہ چاہیئے پھر چار آدمی ہم میں سے ملک چین کو گئے اور دو شخص چھٹے اور ساتویں تبت کی طرف اور تین ہم اس طرف آئے اور ہم سب کا آپس میں عہد و پیمان ہے کہ ایک بار اور سید صاحب سے ملاقات کر لینگے مگر جو ہم یہاں آئے تو سُنا کہ سید صاحب بیت اللہ شریف حج کر کے اپنے وطن شریف کو آئے بھی اور ہجرت کر کے ولایت افغانستان کو گئے سو اگر ہمارے باقی لوگ آ جاویں تو ہم سب مل کر وہیں حضرت کی قدمبوسی حاصل کریں پھر کئی برس کے بعد جب واقعہ بالاکوٹ کا گذرا ان دنوں میں دہلی میں مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم و مغفور کے پاس مدرسہ میں اُترا ہوا تھا اور اُس واقعہ جانگداز کا حال پُر ملال سُن کر دل میرا بہت گھبرایا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں اس عرصے میں ملک سندہ سے ایک خط حضرت علیہ الرحمۃ کی بی بی صاحبہ مکرمہ معظمہ کا مولانا صاحب ممدوح کے پاس میرے نام آیا کہ اگر دین محمد وہاں دہلی میں تمہارے پاس یا اور کہیں ہو تو یہاں بھیج دو اور اس سے کہہ دو کہ ایک بار ہم سے کسی طور یہاں آکر ملاقات کر جاوے یہ خبر سُن کر پچاس روپے کی ایک اونٹنی مول لی اور ان روزوں جو حضرت کے مریدوں نے ولایت میں بھیجنے کو روپے دیئے تھے سو میرے پاس قریب چوبیس ہزار کے جمع تھے ان میں سے ڈھائی ہزار کی ہنڈوی میں نے کروائی اور سندہ کو روانہ ہوا اور وہاں جا کر وہ ہنڈوی بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ

موصوفہ کو دی اور چند روز وہاں رہ کر پھر میں بلدۂ اسلام ٹونک میں آیا اور
وہاں سے دہلی روانہ ہوا جب جاتے جاتے بھابری اور کوٹ پتلی کے بیچ میں پرگنہ پورا
ہے وہاں پہنچا اور ایک تالاب کے کنارے اُترا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھا اس
عرصہ میں دہلی کی طرف سے چار آدمی دو اونٹوں پر سوار آئے اور میرے ہی قریب
وہ بھی اُتر کر بیٹھے اور تمام لباس اُن کا سوسی کا تھا عمامہ بھی اور کرتا بھی اور
پائجامہ بھی بلکہ اونٹوں کی گدی بھی سوسی کی تھی اور وہ چاروں شخص سپید رنگ
اور پست بینی تھے میں نے ان کو سلام کیا اُنہوں نے جواب سلام کا دیا اور مجھ سے
پوچھا تم کہاں سے آتے ہو اور کہاں جاؤ گے میں نے کہا کہ اب تو میں ٹونک سے
آتا ہوں اور دہلی کو جاؤنگا پھر میں نے ان سے پوچھا انھوں نے کہا ہم تبت سے آتے
ہیں اور حج کو جاتے ہیں میں نے جانا کہ شائد یہ اجمیر کو جاتے ہیں کہ اکثر گور پرست
پیر پرست لوگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی زیارت
کو برابر حج کے جانتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ جو کوئی سات مرتبہ واسطے زیارت
کے اجمیر جاوے تو ایک حج کا ثواب پاوے اسی خیال سے میں نے اُن سے کہا کہ اب
تو تم قریب آ پہنچے چھ روز کا رستہ ہے اُنھوں نے کہا کہ یہ کیسی بات ہے ابھی
تو بیت اللہ شریف کئی مہینے کا رستہ ہے میں نے کہا کہ اجمیر یہاں سے قریب ہے
مجھے یہی خیال ہوا کہ آپ وہیں جاوینگے لوگ وہاں کی زیارت کو حج کہتے ہیں
یہ بات سن کر وہ بہت ناخوش ہوئے اور ناخوشی کا اثر ان کے چہرے پر

یہ ظاہر ہوا مگر زبان سے کچھ نیک و بد انھوں نے نہیں کہا مجھکو معلوم ہوا کہ
میری بات ان کو ناگوار ہوئی شاید کہ یہ کچھ شرک و بدعت توحید و سنت سے
واقف ہیں پھر میں نے کہا کہ تم میری بات سے ناخوش ہوئے اُنھوں نے کہا
ہم مسافر ہیں ناخوش کیوں ہونگے لوگ جیسا جانتے ہیں ویسا ہی کہتے ہیں پھر
میں نے اُن سے اپنا عذر بیان کیا کہ جو بات میں نے کہی تھی سو فقط اس خیال سے
کہ تمہارے ملک کے اکثر اور ہر کہیں کے یہاں اجمیر میں عُرس کے دن آتے ہیں اور
خواجہ صاحب سے اپنی حاجتیں و مرادیں مانگتے ہیں اور نذریں نیازیں چڑھاتے
ہیں اور اس میں بڑا ثواب جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے حج کیا میں نے
اپنے دل میں جانا کہ تم بھی شاید انھیں میں ہو انھوں نے کہا کہ ہمارا خاص وطن جہاں
ہے وہاں سے کوئی شاذ و نادر آتا ہوگا اس لئے کہ مُلک دُور ہے اور رستہ
دُشوار اس میں گذر آدمی کا بسبب تکلیفات کے بہت کم ہے مگر ہمارے ورے
جو ملک ہے اس کے البتہ لوگ بہت آتے ہیں اور جیسا تم کہتے ہو ویسا ہی اُن
لوگوں کا حال ہے اور اول ہمارا بھی یہی حال تھا بلکہ ہمارے باپ دادے
اور ہمارے مُلک کا یہی حال تھا بلکہ اب تک بہتیروں کا ہے مگر چند مدت
سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور اکثر ہمارے مُلک کے لوگوں کو اس بلا سے نجات
دی ہے اور ہدایت کی ہے جو کچھ تم نے بیان کیا وہ عقیدہ مشرکوں اور
بدعتیوں کا ہے اس میں کوئی شخص ہو وہ مُشرک اور بدعتی ہے اس کو

لازم ہے کہ توبہ کرے اگر تمہارا بھی ویسا ہی عقیدہ ہے تو تم بھی توبہ کرو
میں نے کہا جزاکم اللہ تم اچھے لوگ ہو اور میرا تو ویسا ہی نہیں عقیدہ ہے اور جو
نادانستہ کوئی بُری بات مجھ میں ہو میں نے اس سے توبہ کی مگر اب یہ بات
مجھ کو بتاؤ کہ یہ طریق توحید و سنت کا کس سے پایا اور تم کو کس نے سکھلایا
انھوں نے کہا کہ یہ قصہ بہت طویل ہے اس کے بیان کو بہت دیر چاہئے
مگر مختصر ہم تم سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خاص وطن کے کئی آدمی
بہ ارادہ حج اپنے وطن سے نکلے تھے جب وہ آتے آتے یورپ کے شہروں
میں عظیم آباد ہے وہاں پہنچے اور چند روز اُس شہر میں ٹھہرے انھیں دنوں
تمہارے ہندوستان کے ایک سید صاحب ایک بڑا قافلہ کئی سو آدمیوں
کا کشتیوں پر سوار لے کر آئے اور اُسی شہر میں اُترے اور وہ بیت اللہ
شریف کو جاتے تھے اور اس شہر کے بیشمار آدمیوں نے اُن سے بیعت کی
اور راہ خدا سیکھی اور اُن کا یہ اذن عام تھا کہ جو کوئی چاہے ہمارے
ساتھ حج کو چلے کسی کو ہم نہیں روکتے یہ خبر زبانی لوگوں کے سنی وہ
ہمارے وطن کے لوگ بھی اُن حضرت کے پاس جاکر حاضر ہوئے اور اُن
اُن کے دست مبارک پر بیعت کی اور اُن کے لوگوں سے توجہ لی اور
اپنا ارادہ بھی بیت اللہ شریف جانے کا اظہار کیا کہ ہم بھی آپ کے
ہمراہ رکاب چلینگے انھوں نے اُن سے پوچھا کہ تم کس ملک کے رہنے

والے ہو انھوں نے یہ عرض کی کہ ہم تبت کے ہیں پھر آپ نے اُن سے تبت کے مسلمانوں کا حال پوچھا انھوں نے جو کچھ تھا گزارش کیا آپنے ان سے فرمایا کہ ہم تو تم کو حج کو لے چلتے مگر تم محتاج لوگ ہو حج تم پر فرض نہیں اور تم کو وہاں جانے سے تو ثواب ہی تو غرض ہے سو ہم تم کو ایک اور تدبیر بتاویں کہ حج سے زیادہ ثواب تم کو حاصل ہو اور اپنے وطن ہی میں رہو وہ اس پر راضی ہوئے کہ سبحان اللہ اس سے کیا بہتر ہے تب ان سید صاحب نے ایک ایک خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور آیتوں وحدیثوں سے مدلل کر کے ایک نصیحت نامہ ان کو عطا فرمایا کہ اس میں توحید وسنت کی خوبی اور شرک وبدعت کی برائی کا بیان تھا اور اُن کو فرمایا کہ تم اپنے ملک میں جاؤ اور وہاں کے مسلمان بھائیوں کو راہ حق بتاؤ اس میں تم کو دین ودنیا دونوں کا فائدہ ہوگا اور یہ بھی اُن سے فرما دیا کہ تم کو اول وہاں لوگ ایذا وتکلیف بھی دینگے اور بُرا بھی کہینگے مگر تم صبر ہی کرنا اور کلمہ حق سے باز نہ رہنا انشاءاللہ تعالیٰ پھر آخر کو وہی لوگ راہ حق پر آکر تمہارے دوست ہو جاوینگے پھر وے وہاں سے اپنے وطن کو آئے اور وہی نصیحت نامہ ان لوگوں کو سُنانا شروع کیا اول تو ایک مدت اُن کا وہی حال رہا کہ جدہر جاتے تھے ادہر ان پر مار دھاڑ ہوتی تھی یہ کہیں سے نئے دین کی کتاب

لائے ہیں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں پھر آخر کو ان میں بعضے بعضے سمجھنے
لگے اور اپنی خطا سے توبہ کرنے لگے رفتہ رفتہ چند روز میں ہزاروں لوگ
راہ راست پر آکر نیک دیندار ہو گئے اور انھیں کے ہاتھوں پر انہوں نے
بیعت کی اور ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں کی بدولت یہ راہ توحید و
سنت کی عطا فرمائی اور یہ تمام قصہ جو ہم نے تم سے بیان کیا یہ سب انھیں
کی زبانی سُنا تھا کہ وہ اپنی ہدایت پانے کا حال بیان کرتے تھے اور
وہ دو آدمی تھے لیکن وہ کہتے تھے کہ ہم تو آدمی سید صاحب سے بیعت
کرکے خلافت نامے لائے تھے تین عورتیں اور چھ مرد جب بعد ایک مدت
کے عنایت الٰہی سے ہدایت ہونے لگی تب چار شخص ہم میں سے ملک چین
کے دارالسلطنت میں گئے واسطے ہدایت لوگوں کے اور تین شخص اور چین کے
شہروں میں گئے اور دو ان میں سے ہم ہیں ہماری ہدایت پانے کا حال
یہ ہے جو ہم نے بیان کیا اب تم اپنا حال ہم سے بیان کرو کہ تمہارا
کیا طریق ہے اور کہاں سے خاص آئے ہو اور کہاں کو خاص جاؤ گے
میں نے اُن سے کہا کہ میں اپنا حال کیا تم سے بتاؤں اُنھوں نے کہا تم
نے ہمارا حال جو پوچھا ہم نے بیان کیا اب تم بھی کچھ مختصر اپنا حال بتاؤ
میں نے کہا خیر بہتر ہے میرا حال تو یہ ہے کہ میں انھیں سید صاحب
کا مرید اور خادم ہوں اور ہمیشہ انھیں کی کفش برداری میں رہا جن

سید صاحب کا تم نے حال بیان کیا مگر جب سے جنگ بالاکوٹ میں
ان کا کارخانہ جہاد فی سبیل اللہ کا درہم برہم ہو گیا تب سے میں حیران
وپریشان ادہر سے ادہر پھرتا ہوں نہ میرا کہیں گھر بار ہے نہ کوئی
شہر و دیار ہے بقول سعدی علیہ الرحمۃ کے ؎ درویش ہر کجا کہ شب آید سرائے
اوست ؎ جب یہ حال انھوں نے مجھ سے سُنا تب وہ چاروں آدمی
اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھ سے معانقہ و مصافحہ کیا اور میرا ہاتھ کبھی
اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور کبھی اپنے سینے پر پھیرتے تھے اور سید صاحب
کے غم سے روتے تھے پھر وہ بیٹھے اور میں بھی بیٹھا پھر انھوں نے مجھ سے
پوچھا کہ اب تم کہاں سے آتے ہو اور کہاں جاؤ گے میں نے کہا کہ
سید صاحب کے اہل و عیال اور بھانجے بھتیجے ملک سندہ میں ہیں اُن کی
ملاقات کو گیا تھا سو اب وہیں سے آتا ہوں یہاں شہر ٹونک میں سید
صاحب کے بھانجے سید حمید الدین صاحب ہیں وہاں سے آکر قریب دو
ہفتے کے میں اُن کے مکان پر رہا اس عرصہ میں پانچ چار ملاقاتیں
وہاں کے نواب صاحب سے ہوئیں پھر وہاں سے میں یہاں آیا تم صاحبوں
سے ملاقات ہوئی اب یہاں سے شاہجہان آباد کو جاؤنگا پھر وہاں سے
دیکھا چاہئے کہ کدہر کو جانا ہو بغیر سید صاحب کے یہ ہی سرگردانی میرے
واسطے ہے پھر میں نے اُن سے کہا کہ اب تم بھی سوار ہو اور اپنی منزل
پر جاکر اُترو اور میں بھی اپنی منزل پر پہنچوں اور میں نے بہتیں خدا

کے سپرد کیا اور تم مجھ کو خدا کے سپرد کرو انھوں نے کہا کہ ہم تو
آج اسی پوراگ پوری میں رہینگے اور تم کو بھی یہیں رکھینگے پھر
وہیں سرا میں جاکر سب اُترے اور ایک بکرا مول لائے اس کو
ذبح کیا اور انھیں نے پلاؤ پکایا اور پراٹے پکائے اور کچھ شہد
اور کچھ میوے کی مٹھائی بہت عمدہ بنی ہوئی اُن کے پاس تھی وہ
انھوں نے نکال لی پھر جب ہم کھانا کھا کر فارغ ہوئے پھر وہ
سید صاحب کا حال مجھ سے پوچھنے لگے اور میں بیان کرنے لگا تمام رات
یہی گفتگو رہی پھر وہ بعد نماز صبح کے سوار ہو کر طرف بیت اللہ کے
روانہ ہوئے اور میں طرف شاہجہان آباد کے انتھی' اب یہاں سے
پھر بیان ہوتا ہے حال عظیم آباد کا کہ حضرت علیہ الرحمۃ خواجہ جان کشتی
کی کشتیوں میں سوار ہو کر اپنے قافلہ میں تشریف لے گئے اور رات کو وہیں
رہے شام کو مولوی الٰہی بخش صاحب نے اپنا آدمی بھیجا وہ آکر حضرت
سے کہہ گیا کہ صبح کو مولوی الٰہی بخش صاحب کے یہاں آپ سب لوگوں
کی مہمانی ہے پھر اگلے روز کئی گھڑی دن چڑھے ڈھائی تین سو آدمیوں سے
حضرت ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں دیوانخانہ میں فرش
کیا گیا تھا اس میں آپ بیٹھے تھے اور وہ مکان بہت وسیع تھا
اور آدمیوں کی اس قدر وہاں کثرت ہوئی کہ آٹھ نو سو آدمیوں کے

کے قریب ہونگے وہ مکان بھر گیا اور جگہ نہ رہی مولوی الٰہی بخش
صاحب متردد تھے کہ آدمی بہت ہیں کھانا تھوڑا اگر لوگ حضرت سے
ملاقات کر کے چلے جاویں تو اس وقت کھانا کھلائیں اس عرصہ میں
کچھ کچھ لوگ وہاں سے باہر نکلنے لگے یہ حال حضرت کو معلوم ہوا تب آپ
نے اپنے آدمیوں سے فرمایا کہ حاضرین لوگوں سے پکار کر کہہ دو کہ کوئی
ہم سے بغیر ملے اپنے مکان کو نہ جاوے جو بھائی گئے ہیں ان کو بلا لو
کہ یہاں اندر ہمارے پاس آویں اُن سے ہم ملاقات کر لیویں پھر جو
لوگ گئے تھے وے آنے لگے اُس وقت مولوی الٰہی بخش اپنے بھائیوں
سے مشورہ کرنے لگے کہ قریب چھ سو آدمیوں کے حضرت کے ہمراہ
ہیں یہاں اور وہاں ملا کر اور کچھ کم و زیادہ تین سو ہماری طرف کے
ہیں اور ہزار آدمی کا کھانا ہم نے تیار کیا ہے سو اس کھانے میں اتنے
لوگ بافراغت کھا لیوینگے اور اس کے علاوہ چھ سات سو اسی شہر کے
ہیں ان کو بھی کھلانا ضرور ہے سو یہ تدبیر کی جاوے کہ جو ہمارے
تین سو آدمی ہیں ان کو ابھی رہنے دیویں اور جو باقی موجود ہیں
ان کو بٹھا کر حضرت کے ساتھ کھلا دیں اور جو اپنے لوگ اور کشتیوں
پر حضرت کے لوگ باقی رہے ان کے واسطے یا تو میٹھے چاول پکائے
جاویں یا شکرانہ کا طور کر لیا جائے یہی مشورہ وہ آپس میں کر رہے
تھے کہ اس عرصے میں سید صاحب نے مولوی محمد یوسف صاحب اور

عنایت اللہ اور میاں عبد اللہ اور مجھکو مولوی الٰہی بخش صاحب کے پاس
بھیجا کہ اُن سے جاکر کہو کہ کھانا تمہارے یہاں تیار ہے جو ہمارے حصے کا
ہے وہ ہمارے حوالے کر دو ہم آپ سب مل کر کھالیویں اور جو مولوی صاحب
موصوف کچھ اس میں عذر کریں تو ان کو ہمارے پاس بلالاؤ پھر ہم چلدئے
شخص نے جاکر یہی حال مولوی الٰہی بخش صاحب سے کہا اُنھوں نے کہا کھانا
ایک قسم کا ہے تو ہے نہیں جو تم کو حوالہ کردیں یہاں کھانا پلاؤ بھی ہے
اب تم کو کیا کیا چیز حوالے کریں ہم نے کہا تو آپ پھر حضرت کے پاس
تشریف لے چلیں جو کچھ عذر کرنا ہو آپ وہیں چل کر عذر کریں پھر وہ اٹھ
کھڑے ہوئے اور ہمارے ساتھ حضرت کے پاس آئے حضرت نے اُن سے
فرمایا کہ ہمارے حصے کا کھانا ہم کو دیدو اور کسی بات کا اندیشہ نہ کرو انشاء
اللہ تعالیٰ اور کھانا پکانا نہ پڑیگا اس میں اللہ تعالیٰ برکت کریگا اور سب
لوگ با فراغت کھا چکینگے مولوی صاحب نے اقبال کیا کہ بہت خوب کھانا حاضر
ہے آپ نے فرمایا کہ کھانے کے برتن ڈھکے رہنے دینا اور بعد اس کے بسم اللہ
الرحمن الرحیم کرکے رکابیوں میں نکالنا اور ہمارے آدمی بھی نکالیں اور
تمہارے بھی پھر یوں ہی ہوا دو یا تین آدمی حضرت کے بھی نکالنے میں شریک
ہوئے پھر کھانا رکابیوں میں ہر قسم کا آنے لگا رکابیاں پہونچ گئیں اور
باخوبی سب لوگ کھاکر آسودہ ہوئے اور ہمارے لوگ جو کشتیوں میں
تھے اُن کو بھی پہنچ گیا اور جو لوگ اُن کے تھے وہ بھی با فراغت کھاکر شکم سیر

ہوئے اور کھانا بچ رہا اور یہی عرض مولوی صاحب نے آکر حضرت سے کی
آپ نے خوش ہوکر فرمایا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے پھر مولوی فتح علی
صاحب کے والد سے مولوی شاہ محمد حسین صاحب اور مولوی الٰہی بخش صاحب
کہنے لگے کہ سید صاحب کے فضائل جو غائبانہ زبانی لوگوں کے سنے تھے اُن سے
بڑھ کر پائے اور جو حالات و فضائل کمال و تمام اُن کو اللہ تعالیٰ نے عطا کئے
ہونگے اُن کا معلوم کرنا بہت دشوار ہے اور بیعت تو اُن کے ہاتھ پر کر لی
ہے مگر اب بجز خوشامد اور چاپلوسی کچھ حاصل کیا چاہئے پھر ایسا وقت دیکھا چاہئے
ہاتھ لگے یا نہ لگے انھوں نے درجواب اس کے کہا کہ بات تو تم نے خوب
کہی اب ان کو اپنے زنانے مکان میں لے چلئے اور دعا کروائیے اس سے کیا
بہتر ہے پھر وہ سب صاحب حضرت کو مولوی الٰہی بخش صاحب کے زنانے
مکان میں لے گئے اور وہاں حضرت کے بہت فضائل و کمالات بیان کرنے
لگے اور اپنی عاجزی و انکساری اور بعد اس کے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ
نعمت عظمیٰ ہم کو گھر بیٹھے عطا کی جو آپ کو یہاں لایا ہماری یہ تمنا ہے کہ آپ
ہمارے اور ہمارے سب اہل و عیال کے واسطے دعائے خیر کریں کہ اللہ تعالیٰ
اپنی رضامندی کے کاروبار میں ثابت قدم اور چست و چالاک رکھے اور دنیا
کی محبت ہم سے دور کرے اور مولوی فتح علی صاحب نے عرض کی کہ ایک
بیٹا میرا ولایت علی نام یہاں ہے نہیں وہ لکھنؤ میں طالب علمی کرتا ہے
اور وہ بہت بے راہ اور بد چلن ہے اس کے لئے بھی آپ دعا کریں اور ایک

ایک لڑکا احمد علی نام میرے عزیزوں میں ہے وہ بھی وہیں ہے اس کے ساتھ اس کے لئے بھی دعا کریں یہ سوال سن کر آپ نے فرمایا کہ بہت خوب ہم دعا کرینگے اور اس دعا میں جو حاضر ہیں اور جو غائب اللہ تعالی سب کے لئے کفایت کریگا اور انشاء اللہ تعالی جو جیسا بدراہ بدچلن ہوگا وہ ویسا ہی سیدھا اور نیک چلن ہو جاویگا پھر آپ نے بہت دیر تک جناب الہی میں ساتھ کمال عجز وزاری کے دعا کی اور فرمایا کہ اس وقت دعا تو ہم نے عطا کی مگر ظہور اس کی خیر وبرکت کا آپ چند روز کے بعد دیکھینگے کہ انشاء اللہ تعالی جدا جدا ہر ایک کا نیک حال ہدایت کا ہوتا ہے پھر وہاں سے باہر دیوانخانہ میں تشریف لائے اور بیٹھے اور ان تینوں صاحبوں کو خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا انھوں نے عذر کیا کہ ہم لائق خلافت کے نہیں ہیں ہم سے یہ بار گراں کب اٹھیگا کہ یہاں سے کہیں جاویں اور خلق اللہ کو حکم خدا اور رسول سناویں اور ان کو راہ ہدایت پر لاویں آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کا پس وپیش نہ کرو دیکھو اللہ تعالی یہیں سے بیٹھے بیٹھے کیسی راہ ہدایت نکالتا ہے کہ تم کو کہیں جانے کی حاجت نہ پڑیگی اور ہم بہت خوش ہوگے اور ایک حال شہر عظیم آباد کا یہ ہے کہ ان دنوں وہاں رافضیوں کی بہت کثرت تھی اور اب بھی ہے ان لوگوں نے جو سینوں کی رجوع سید صاحب کی طرف بہت دیکھی

کہ ہزاروں آدمی بیعت کرتے ہیں عداوت مذہب سے ان میں سے
چند ناکسوں نے وہاں کے بڑے انگریز سے جا کر کہا کہ یہ سید صاحب
جو یہاں شہر میں اتنے لوگوں سے آئے ہیں ہم نے سُنا ہے کہ ان کی نیت جہاد
کی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں سے جہاد کرینگے اور اُن کو مارینگے اور
یہ حال ہم آپ سے از روئے خیر خواہی کے کہتے ہیں وہ انگریز بڑا دانا اور
عاقل تھا اُس نے جانا یہ رافضی لوگ بڑے مفسد ہیں اور فتنہ انگیز یہ
بات سینوں کی عداوت سے کہتے ہیں کہ کسی طور ان کو ذلت دیویں اُن
کو تو کچھ جواب نہ دیا اپنے منشی سے کہنے لگا کہ ان کا کیا دین ہے اس نے
کہا یہ بھی مسلمان لوگ ہیں اُس نے کہا کہ اگر یہ مسلمان دیندار ہوتے
تو ہم سے ایسی بات اپنے دین کی بدخواہی کی ہرگز نہ کہتے ہم لوگوں سے جہاد
کرنا کیا یہ اپنے دین میں دُرست نہیں جانتے ہیں جو ہم سے اپنی خیرخواہی
جتلاتے ہیں یہ لوگ تو بے دین اور مفسد معلوم ہوتے ہیں اور یہ جن کا حال
کہتے ہیں وہ پادری صاحب تو بہت نیک بخت حقانی شخص ہیں اس لئے
کہ جاسوس اُن کے حال کی تلاش میں رہتے ہیں ہم سے کسی نے یہ بات
اب تک نہیں کہی جو یہ کہتے ہیں اور وہ پادری صاحب تو حج کو جاتے ہیں
اُن کے ساتھ لڑکے بالے عورتیں جوان بوڑھے غریب غربا ہر قسم کے
لوگ ہیں اور جنگی سامان تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور ان سے
کہہ دو کہ خبردار اب بار دگر ایسی فساد کی بات ہم سے نہ کہیں اور اپنے

گھر کو جاویں اور اپنی طرف سے وہاں کے کوتوال کو لکھا کہ اپنے تھانیدار کو کہلا بھیجو کہ یہاں کے رافضی لوگ مفسد ہیں تم گھاٹ پر جا کر جو پادری صاحب حج کو جاتے ہیں اُن سے کہہ دو کہ تم جب تک چاہو یہاں رہو اور اپنے مسلمانوں کو وعظ و نصیحت کرو اور ہتیار باندھے دن کو رات کو جہاں چاہو وہاں جاؤ تمہارے لوگوں سے کوئی مزاحم نہ ہوگا اور یہاں کے رافضی لوگ تم سے جو کچھ شرارت اور فتنہ انگیزی کرینگے تو اپنی سزا کو پہونچینگے تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرنا پھر اس کوتوال نے بھی حکم اپنے تھانیدار کو سنا کر سید صاحب کے پاس بھیجا وہ وہاں سے کئی برقنداز اپنے ہمراہ لے کر گھاٹ پر آیا اور سید صاحب کے بجرے پر گیا اور سید صاحب سے ملاقات کی اور وہی حکم سرکاری آپ کو سنایا اور چلا گیا اس عرصے میں وہاں کے سنیوں نے جو سید صاحب کے مرید ہوئے تھے اپنے اپنے تعزیوں کے چبوترے کھود ڈالے اور تعزئے توڑ ڈالے اور چند رافضیوں نے بھی سید صاحب کے ہاتھ پر آکر توبہ کی اور ہدایت ازلی سے پکے سنی ہو گئے یہ حال دیکھ کر پھر ان مفسدوں نے جا کر اسی انگریز کے پاس جا کر نالش کی کہ ہم نے پہلے آکر اطلاع عرض کی تھی کہ سید صاحب اس ارادے کے شخص ہیں آپ نے کچھ خیال و تدارک اس کا نہ کیا اب دیکھئے وہ تعزیوں کے چبوتروں کو بھی کھود دیتے ہیں اور

تعزیوں کو توڑتے ہیں اور ہمارے بھی بہت ہم مذہبوں کو اپنے
مذہب میں کر لیا اور صد ہا بلوائی ان کے ساتھ ہیں اس انگریز
نے پوچھا کہ وہ پادری صاحب جو چبوترہ کھود دیتے ہیں اور
تعزیے توڑتے ہیں یہ کام اپنے زور سے کرتے ہیں یا ان تعزیہ
داروں کی خوشی اور نصیحت کر کے انھیں سے یہ کام کراتے ہیں اور
تمہارے ہم مذہبوں کو وہ اپنے زور سے اپنے مذہب میں لاتے ہیں
یا وہ لوگ بخوشی ان کا مذہب قبول کرتے ہیں اس کے جواب میں انہوں
نے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے تو نہیں چبوترے کھودتے اور نہ تعزیہ
توڑتے ہیں انھیں تعزیہ داروں کو ایسی بات سکھاتے ہیں کہ وہ
اپنے ہاتھ سے یہ کام کرتے ہیں اور اسی طور ہمارے لوگوں کو بھی
ایسی باتیں سُناتے ہیں کہ وہ خود بخود ان کے مذہب میں جاتے ہیں ا
اس انگریز نے کہا کہ اس امر میں تو ان پر کوئی الزام کی صورت نہیں
اگر وہ زور و زیادتی سے یہ کام کرتے تو ہم اس کا تدارک کرتے
اور ان کو روکتے اور وہ تو موافق اپنے دین کے لوگوں کو وعظ و
نصیحت کرتے اور سمجھاتے ہیں اس میں جس کا جی چاہے وہ مانے اور اُس
پر عمل کرے اور دل میں نہ آوے نہ مانے مختار ہے اس امر میں ہم
ان کو خلاف قانون کے روک نہیں سکتے اور تم اب ایسی فتنہ انگیز
باتیں ہم سے نہ کرنا ورنہ تم پر جرمانہ سنگین ہوگا یہ جھڑکی انگریز

کی سُن کر ان مفسدوں کے دل تو ٹوٹ گئے اور اپنے دلوں میں بہت
پشیمان ہوئے اور اپنی شرارت سے باز رہے اور عظیم آباد میں ۹ بہ اثنیٰ
مذہب بڑے نامی جاگیر دار تھے ان میں سے تین شخصوں نے حضرت
علیہ الرحمۃ کو پیام دیا کہ ہمارے لوگوں سے بڑا قصور ہوا جو انگریز کے پاس
جا کر آپ پر نالش کی اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے دست مبارک پر برے
کاموں سے اور اپنے مذہب سے توبہ کریں اگر آپ یہاں قدم رنجہ فرماویں
عین ہماری سرفرازی ہے اور آپ کی بندہ نوازی ہے والا ارشاد ہو تو
ہم وہیں آکر حاضر ہوں آپ نے اُن کے آدمی سے فرمایا کہ ان صاحبوں سے
کہنا کہ خدا کے کار میں ہم کو کسی طرح عار اور انکار نہیں ہے آپ کا آنا
کچھ ضرورت نہیں آپ جس وقت ہم کو بلاوینگے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بے تکلف
چلے آوینگے جب اُن کا آدمی یہ جواب پا کر چلا گیا تب شہر کے جو ذی عزت
لوگ حضرت کے پاس حاضر تھے وہ کہنے لگے کہ حضرت آپ ان کے یہاں تو
ہر گز جانے کا ارادہ نہ کریں یہ رافضی لوگ بڑے مکار اور دغا باز ہوتے
ہیں اُن کی بات کا کچھ اعتماد نہیں اس لئے کہ تقیہ ان کے مذہب میں فرض
ہے پھر ان کی توبہ کرنے اور سنی ہونے کا کیا ٹھکانا جب چاہیں توبہ
کر کے سنی بن جاویں اور جب چاہیں پھر شیعہ ہو جاویں آپ نے اُن سے
فرمایا تم جو کہتے ہو یہ سب باتیں ہم جانتے ہیں کہ یوں ہی ہیں مگر جب
کوئی شخص سنی ہو یا شیعہ توبہ کرنے کا ارادہ کرے تو ان سب

تقریروں کو اٹھا رکھے اور اس کی توبہ کرانے میں توقف نہ کرے
توبہ کراکے اس کو نصیحت کرے کہ یہ کام کرنا اور یہ نہ کرنا اور ہدایت
اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یہ کلام کرکے آپ نے مہربان خاں کے بھائی
شمشیر خاں سے کہ وہ حجرے کے پہرے پر مقرر تھے فرمایا کہ ہم تو
اب حجرے میں جاتے ہیں شاید کوئی آوے ان نواب زادوں میں
کا تو ہم کو خبر کر دینا یہ فرماکر آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور
ان تینوں نواب زادوں میں ایک شخص قطب الدین خاں ہزاری کرکے
مشہور تھے درمیان ظہر اور عصر کے پینس لے کر ان کا آدمی آپ کے
لینے کو آیا شمشیر خان نے آپ کو اطلاع کی آپ تشریف لائے اور
اس پینس میں سوار ہو کر ان کے مکان پر گئے اور کوئی سو آدمی ،
قافلہ کا آپ کے ہمراہ تھا اور جا کر اُن کے دیوانخانے میں بیٹھے اس وقت
نواب قطب الدین خاں اپنے زنانے مکان کے کچھ پردوں کی درستی ،
کر رہے تھے کہ حضرت کو وہاں بٹھالیں پھر باہر حضرت کے پاس آئے
اور معانقہ و مصافحہ کیا عافیت مزاج کی پوچھی اور آپ کے پاس بیٹھے
حضرت نے اُن سے پوچھا کہ فرمائیے آپ کا کیا ارادہ ہے عرض کی آپ
کے ہاتھ پر بیعت کرونگا اور اندر بھی قدم رنجہ فرمانا ہوگا وہاں عورتیں
بھی بیعت کرینگی حضرت نے فرمایا آپ تو یہاں بیعت کرلیں پھر
اندر چلینگے انھوں نے عرض کی کہ بہتر میں حاضر ہوں پھر اول حضرت

نے ان کے مذہب کی برائی اور اپنے مذہب کی خوبی میں بیان،
فرمایا اور اُن سے بیعت لی اور سب بری باتوں سے توبہ کرائی بعد
اس کے انھوں نے عرض کی کہ اب آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ
مجکو اس توبہ پر ثابت قدم رکھے پھر آپ نے دیر تک اُن کے واسطے
ننگے سر ہوکر دعا کی اور فرمایا کہ تم نے اس وقت توبہ کی اللہ تعالیٰ تم
کو اس توبہ پر راسخ اور ثابت قدم رکھے انشاءاللہ تعالیٰ چند روز کے
بعد تم اس کی خوبی اور برکت دیکھو گے پھر وہ اپنے زنانے مکان میں
حضرت کو لے گئے وہاں اُن کی عورتوں سے توبہ کرائی اور بیعت لی اور
حضرت اندر ہی تھے کہ نواب قطب الدین خاں نے ایک سینی میں پانسو
روپے اور ایک سرخ دوشالہ اور ایک بوٹے دار رومال اور کئی
تھان سپید اور کئی تھان گلبدن اور مشروع کے اپنے آدمی کے ہاتھ
بھیجے اور ایک سینی میں پان اور دو شیشیاں عطر کی دوسرا آدمی لایا اور
ایک ٹوکرا بھر شیرینی تیسرا آدمی لایا پھر کئی آدمی ہم میں سے اُٹھے
اور اس شیرینی کو لوگوں میں تقسیم کردیا اور ایک شیشی عطر اور وہ پان
بھی بانٹ دئے اور باقی اسباب اور روپے رکھ لئے اس عرصے
میں حضرت بھی اندر سے تشریف لائے اور دیوانخانہ میں بیٹھے
اس وقت جو لوگ نواب قطب الدین خاں کے نوکر چاکر خدمتگار
حاضر تھے اُن کو نواب ممدوح نے حکم دیا کہ تم بھی حضرت کے ہاتھ پر

بیعت کرلو پھر ان سب نے بیعت کی جب بیعت سے حضرت فارغ
ہوئے اس وقت نواب ممدوح ایک تلوار گجراتی پرانی بیش قیمت
روپہلی قبضے کی کہ اس میں سنہری دھاریاں تھیں اور ایک سپر بہت عمدہ
ولایتی قبہ دار اور ایک خرد پستول انگریزی اور ایک بندوق نہایت
عمدہ اور دو کمانیں اور دو ترکش تیروں میں ناوک کے تیروں کا
تھا آپ کے سامنے واسطے نذر کے لاکر رکھا حضرت نے فرمایا کہ اب
توجہ کو جاتے ہیں ان ہتھیاروں کو کہاں لئے پھریں ان کو تم اپنے
پاس رہنے دو انشاء اللہ تعالیٰ اُدھر سے آکر لیوینگے نواب ممدوح
نے عرض کی کہ میں تو آپ کی نذر کر چکا اب میں اپنے یہاں نہ رکھونگا،
موت پیچھے لگی ہے کیا خبر کس وقت آوے یہ ہتھیار آپ ہی لیتے
جاویں اس میں کئی بار جانبین میں تکرار ہوئی آخر کو حضرت نے وہ
سب ہتھیار لئے اور وہاں سے رخصت ہو کر چلے دوسرے نواب
زادے کے آدمی آپ کو لینے کو آئے تھے پھر وہ مل گئے اور اُن کے
دیوانخانے میں بٹھایا اور اس نواب زادہ نے آکر حضرت سے معانقہ
اور مصافحہ کیا اور واسطے بیعت کے حضرت سے عرض کی آپ نے اول
نصیحت کرنی شروع کی کہ بیعت کہتے ہیں اللہ سے عہد کرنے کو کہ میں
نے سب بُرے کاموں سے توبہ کی کہ آئندہ نہ کرونگا سو جس نے سچے
دل سے توبہ کی اور اس کے اوپر قائم رہا اس کے لئے دنیا میں بہتری ہے

اور آخرت میں ثواب پاویگا اور جس نے دغابازی سے توبہ کی اور
دل میں اس کے کچھ اور ہے تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کے بندوں کو فریب
دیا بلکہ اللہ تعالیٰ سے فریب کیا اور عذاب الٰہی اپنے سر پر لیا اور اپنی
عاقبت کو تباہ کیا اور اگر دنیا میں بھی اُس کی خرابی اور تباہی ہوجاوے
تو بھی کچھ عجب نہیں اور بہت سی نصیحت اس صورت کی آپ نے کی وہ
تمام و کمال کلام ہدایت التیام جو آپ نے فرمائے تھے مجھ سے کہاں
بیان ہو سکتے ہیں یہ وعظ و نصیحت سن کر انھوں نے عرض کی کہ سچے
دل سے خدا ہی کے واسطے توبہ کرتا ہوں اور میری کچھ غرض نہیں آپ نے
فرمایا بسم اللہ اس سے اور کیا بہتر ہے اور ان سے توبہ کرائی اور
بیعت لی پھر وہ حضرت کو زنانے مکان میں لے گئے اور عورتوں کو مرید
کروایا اور پھر وہاں سے لاکر حضرت کو دیوانخانہ میں بٹھلایا پیچھے اُن کا
آدمی ایک سینی میں سو روپے اور سات اشرفی اور پانچ تھان سپید
قیمتی اور دو بنارسی دوپٹے لایا حضرت نے اس کو قبول فرمایا پھر
ہم لوگوں میں کسی نے وہ نقد و اسباب سب لے لیا پھر ایک ٹوکرے
میں شیرینی آئی وہ بھی ہم نے رکھ لی اور جو پان تھے وہ تقسیم کردیے
پھر حضرت کو وہاں سے تیسرے نواب زادے کے آدمی لے گئے وہاں
بھی اول وعظ و نصیحت کا طور اسی طرح ہوا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا
ہے پھر اس نواب زادے نے بیعت کی اور اپنے زنانے مکان میں لیجاکر

عورتوں کو مرید کرایا اور پھر وہاں سے لاکر اپنے دیوانخانہ میں بٹھایا
اور چار توڑے پچاس پچاس روپے اور ایک تھان کمخواب کا اور
ایک بنارسی دوپٹہ اور ایک پیش قبض فولادی ولایتی اور چار پانچ تھان
سفید لاکر حضرت کی نذر کئے اور ایک ٹوکرا شیرینی آئی اور پان آئے
پھر شیرینی کا ٹوکرا اہم لوگوں نے رکھ لیا اور پان تقسیم کر دئے پھر وہاں
سے سید صاحب کشتیوں کے قریب آئے اور اُسی روز ظہر و عصر کے
درمیان ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اُس کی بیٹی پندرہ سولہ
برس کی تھی اور دو لڑکے ایک تو کوئی تیرہ چودہ برس کا اور دوسرا
اٹھارہ انیس برس کا تھا بڑے کا نام عنایت اللہ اور چھوٹے کا نام
ہدایت اللہ تھا پھر عورت نے حضرت سے عرض کی کہ میں ڈومنی ہوں اور
گانے بجانے کا پیشہ کرتی ہوں سو میرا کئی مہینے پیشتر سے ارادہ تھا کہ
میں اس اپنے پیشہ حرام سے توبہ کروں مگر شرارت نفس سے باز رہی سو
اب اس نیت سے آپ کے پاس آئی ہوں حضرت نے خوش ہو کر فرمایا
کہ ہم تم کو مرید بھی کرینگے اور جو تم ہمارے ساتھ چلو تو حج بھی کرا لائیں
یہ بات سن کر وہ کمال خوش ہوئی پھر حضرت نے اس سے اور اس کی
بیٹی اور دونوں بیٹوں سے بیعت لی اور اس سے فرمایا کہ تمہارے یہاں
جو کچھ ساتھ لینے کا اسباب ہو آج ہی یہاں لاکر کشتی میں چڑھا دو
پرسوں یہاں سے کوچ ہے پھر اس نے اُسی روز شام کو اپنا اسباب

لاکر تاؤ پر چڑھادیا پھر اگلے روز صبح کو رحیم خاں افغان سوداگر کے
یہاں سے حضرت کے لئے بینس آئی کوئی سو آدمی سے وہاں تشریف
لے گئے اور اُن کے بنگلے میں جاکر بیٹھے اول رحیم خاں نے بیعت کی
پھر ان کے بھائی بھتیجے داماد امیر خاں نے بیعت کی پھر وہ اپنے اندر
زنانے مکان میں حضرت کو لے گئے وہاں لپنے اہل وعیال کو مرید
کروایا بعد اس کے پھر وہاں سے حضرت بنگلے میں آئے اور آپکے
ساتھ ہی رحیم خاں کے بھائی نذرانہ لائے اور ایک تانبے کے طباق
میں کھلے ہوئے روپے تھے کوئی سو ہوں یا پچاس اور کوئی سو روپے
ایک رومال میں بندھے ہوئے وہ اس طباق میں دھرے تھے اور
سات یا آٹھ تھان سپید اور رنگدار و مشروع کے تھے حضرت نے
اپنے لوگوں سے اشارہ کیا پھر طباق جس میں روپے تھے مولوی
محمد یوسف صاحب نے لے لیا اور تھان عبدالرحیم کا ندہلے والے نے لے لئے
پھر حضرت نے رحیم خاں سے پوچھا کہ تمہارے یہاں کیا شغل و کاربار
رہتا ہے انھوں نے عرض کی میں ادنےٰ آدمی آدمی ہوں کوئی دس
ہزار روپے کے چمڑے کی تجارت کرتا ہوں اور ان کے مکان میں ایک
بڑا انبار چمڑے کا لگا تھا اس کی طرف اشارہ کیا اور حضرت کی
تعریف بیان کر کے کہنے لگے کہ اب مجھکو کس چیز کی کمی ہے کہ آپ
سا شخص میرے یہاں تشریف لایا اور آپ کی خدمت میں قدرت

میری عرض یہ ہے کہ عاقبت میری اور میرے اہل وعیال کی بخیر ہو اور
دنیا میں عزت وآبرو سے رہوں اور میرے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ اپنے
بندوں کو فائدہ پہونچاوے سوا سی مطلب کے واسطے آپ دعا کریں پھر
حضرت نے اُن کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ حج سے آتے
ہوئے پھر ہم تم سے ملاقات کرینگے اور آپ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے
واسطے وعظ کہنے کے فرمایا انھوں نے وعظ کہنا شروع کیا اور حضرت وہاں
سے کہ دوسرے سوداگر تھے عبدالرحمن خاں اُن کے مکان پر تشریف لے گئے
عبدالرحمن خاں نے بیعت کی اور زنانے مکان میں لے جاکر اپنے اہل وعیال سے
بیعت کرائی اور دوسو روپے اور کئی تھان سپید اور چند پارچہ دریائی
کے انھوں نے نذر کئے جب حضرت مردانے مکان میں آکر بیٹھے تب انھوں
نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم لوگوں کی قسمت سے لایا ورنہ ایسے بزرگوں
خدا والوں کا دیدار ہم کو کہاں نصیب ہوتا آرزو ہماری یہ ہے کہ آپ ہمارے
لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری عاقبت بخیر کرے اور دنیا میں ہم سے اپنی
رضامندی کے کام کرائے اور ساتھ آبرو وعزت کے رکھے اور جو باتیں
دین اسلام کی ہم نے آپ کی زبان ہدایت بیان سے سنیں وہ اپنی عمر میں کسی عالم
اور پیر زادے سے نہیں سنیں اور حق یہی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل
نصیب کرے پھر حضرت نے ان کے لئے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی اور فرمایا کہ
اپنے مال سے ہر سال حساب کر کے موافق حکم خدا ورسول کے زکوٰۃ نکالا کرنا کیونکہ
اللہ تعالیٰ کا حکم یہ فرض ہے اور یہ زکوٰۃ اپنے خویش اقربا اور اپنے ہمسائے میں جو

محتاج ہوں ان کو دینا اور اس کے سوا جو تم سے ہو سکے اپنے مال سے مسکین اور
مسافروں کی خدمت کیا کرنا اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں خیر و
برکت کریگا اور اس دعا کی برکت کا حال انشاء اللہ تعالیٰ بعد چند روز کے
تم کو معلوم ہوگا اور اب تو ہم حج کو جاتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ساتھ خیر کے اس طرف
لائے گا تو پھر ہم تم سے ملاقات کرینگے پھر آپ وہاں سے کشتیوں کے پاس
آئے اس میں رحیم خاں کے آدمی آئے اور عرض کی کہ آج شام کو آپ کی اور تمام
قافلے کی ضیافت ہے جو آپ کے ساتھ چلینگے وہ وہاں کھاوینگے اور باقی لوگوں
کو یہاں کھانا آویگا یہ کہہ کر وہ آدمی اپنے مکان کو گئے اور جب کشتیاں عظیم آباد
کے گھاٹ پر لگی تھیں تب حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی محمد یوسف صاحب کی طرف
مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہاں سات آٹھ مقام ہونگے اور ہمارے پاس سامان کم
ہے اگر اس عرصے میں پان سات پال اور دو تین چھپر تیار ہو سکیں تو بنا لو اور لگے
چل کر یہاں سے چل کر کلکتہ میں دیکھا چاہئے کہاں اترنے کا اتفاق ہو تو لڑکے بالوں
کو تکلیف ہوگی اگر یہ سامان یہاں بن جاویگا تو وہاں لوگوں کو آرام ہوگا پھر اگلے
روز ہم اور رحیم بخش خیاط اور میاں ظہیر اللہ اور شیخ باقر اور ہمدی والے وہاں
کے بازار میں گئے کہ دیکھیں یہاں کیا کیا سودا بکتا ہے وہاں جا کر جو دیکھا تو
ٹاٹ بہت کثرت سے تھا اور ارزاں بکتا تھا کہ ٹاٹ کے دوہرے تھیلے جن
میں دوسرت جنس سماوے وہ ڈیڑھ آنے کا ایک تھیلا بکتا تھا ہم چاروں
شخصوں نے از روئے خوش طبعی کے آپس میں کہا کہ ٹاٹ تو یہاں ارزاں ہے اگر
بن سکتا تو اسی کے پال اور اسی کے چھپرے بنا لیتے پھر رحیم بخش کے خیال میں

یہ بات جم گئی اور وہیں ایک ٹاٹ والے کی دوکان پر بیٹھ گئے اور حساب لگایا کہ لتے ٹاٹ میں اس قدر لمبے چوڑے پال تیار ہونگے اور کہا کہ سائے سے غرض ہے ٹاٹ ہو یا کپڑا اگر اس کے پال بنا لئے جاویں تو بن سکتے ہیں پھر ہم سب سے صلاح کر کے پانچ پالوں کا ٹاٹ انھوں نے واسطے حضرت کے خریدا اور وہیں سے اس کی رسیاں اور بانسے اور سُتلی واسطے سینے کے خریدی اور وہیں سینے والوں کو بلا کر اور دو آنے پال اُن کی مزدوری مقرر کر کے وہیں ان کو سب اسباب سپرد کر دیا کہ آج ہی پانچوں پالیں تیار کر کے ہمارے وہاں گھاٹ پر پہنچا دو اور کھڑے کر کے ہم کو دکھا دو پھر ہم چاروں شخص وہاں سے گھاٹ پر چلے آئے پھر اسی روز دوپہر کو وہ مزدور پانچوں پالیں لے کر اور دُرست کر کے ہمارے پاس لائے اور وہیں گنگا کے کنارے سب کو کھڑا کر دیا اور وہ چلے گئے بعد نماز ظہر کے ہم نے حضرت سے عرض کی کہ پالیں کھڑی ہیں چل کر ملاحظہ فرمائیے آپ نے فرمایا پالیں تیار ہو گئیں ہم نے عرض کی کہ ہاں تیار ہو گئیں پھر آپ وہاں تشریف لے گئے اور ملاحظہ فرما کر کمال خوش ہوئے کہ تم نے خوب اچھی پالیں بنوائیں اور یہ عیالداروں کے واسطے بہت خوب ہیں اور پوچھا کہ ہر ایک پال کتنے کو تیار ہوئی رحیم بخش خیاط نے عرض کی کہ مع دونوں طرف کے پردے اور زمین کا فرش بانس رسیاں اور میخیں سب ملا کر چھ چھ آنے اور ایک ایک روپے میں ہر ایک پال تیار ہوئی ہے یہ بات سُن کر حضرت اور نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہر ایک شخص بی بی والے کے لئے ایک ایک پال بنوا کر حوالے کر دو پھر ان کو اختیار رہے

جب چاہیں کھڑی کریں اور اپنے ہی قبضے میں رکھیں پھر قریب ساٹھ
پالوں کے ہم نے دو روز میں تیار کرائے اس میں بعضے صاحبوں نے اپنے
پاس سے قیمت دی اور باقی پالوں کی قیمت حضرت نے مرحمت فرمائی
اور ایک ایک سب کو تقسیم کر دی اور فرمایا اور اسباب ضروری کھانے
پکانے وغیرہ کا جن کے پاس نہ ہو چنانچہ توے لوہے کے چولھے لوہے
کے پرایتں یعنی طاش اور کڑاہی وغیرہ مول لے لو دو دو اور ایک
ایک انگیٹھی بھی مول لے کر ہر کشتی میں دھر دو پھر یہ سب اسباب
مذکورہ خرید کر حضرت کے روبرو لائے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ پہلے
پہلے جس کو حاجت ہو تقسیم کر دو پھر موافق فرمانے آپ کے ہم نے
اس کو بانٹ دیا اب باقی رہا حال رحیم خاں کی دعوت کا سو وہ یہ ہے کہ
شام کو ان کے مکان پر (حضرت) تشریف لے گئے اور کھانا پلاؤ تھا اور
گوشت روٹی پھر جو سید صاحب کے ہمراہ تھے انھوں نے وہاں کھایا
اور جو باقی لوگ کشتیوں پر تھے ان کا کھانا وہاں گیا پھر حضرت نے دعا
کی اور مولوی سید مظہر علی صاحب کو اپنا خلیفہ کیا اور خلافت نامہ دیا پھر
وہاں سے اپنے بجرے پر تشریف لائے پھر اگلے روز صبح کو ناویں کھلیں
عظیم آباد سے کوچ ہوا وہاں سے سولہ کوس قصبہ باڑہ ہے بعد دوپہر کے
اس کے کنارے ناویں لگیں قصبہ مذکور کے صدہا شرفا غربا نے آ کر
واسطے بیعت کے ہجوم کیا اور حضرت کی آمد سن کر اس اطراف کی
بستیوں کے لوگ بہت پہلے سے آئے تھے انھوں نے بیعت کی اور

وہاں کے شرفا نامی سے ایک خواجہ مولابخش اور خواجہ افضل علی اور شیخ سوہن اور واحد علی خاں اور اکرام الحق تھے اور سب کے بڑی بڑی شرعی ڈاڑہیاں تھیں اور ان میں دو صاحب نمازی بھی تھے ایک تو خواجہ مولابخش اور دوسرے خواجہ افضل علی اور ایک وہاں کے نامی رئیسوں میں شاہ گھسیٹا تھے یہ سب صاحب مل کر شاہ ممدوح کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آج ایک سید صاحب رائے بریلی کے کشتیوں پر قافلہ بڑا بھاری لے کر آئے ہیں تمام لوگ شرفا و غربا ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں سو آؤ چل کر ان سے ملاقات کریں اور دیکھیں تو وہ کیسے شخص ہیں شاہ گھسیٹا نے ان سے کہا از روے طعن کے تم لوگ متشرع ڈاڑہی والے ہو تم جاؤ اور میں تو ان کے سامنے نہ جاؤنگا اس لئے میری وضع چال ڈھال تم سب دیکھتے ہو داڑہی میں منڈاتا ہوں ٹوپی انگرکھے پاجامہ میں دوپٹے میں گوٹا لگا ہے بھنگ تاڑی دربھرہ شراب میں پیتا ہوں فاحشہ رنڈیاں ہر روز میرے پاس حاضر رہتی ہیں اور علاوہ اس کے کمشنری کا میں نایب ہوں کہ وہاں حلال و حرام میں کچھ امتیاز نہیں جو کچھ ہاتھ آیا نوش ہے سو وہاں مجھ سے ناکارہ آدمیوں کا کیا کام پھر شاہ گھسیٹا تو نہ گئے وہی سب صاحب حضرت کی ملاقات کو گئے وہاں گنگا کے کنارے پر ایک بڑی جاجم بچھی ہوئی تھی اس پر بیٹھے ہوئے حضرت

لوگوں سے بیعت لے رہے تھے جو لوگ وہاں کھڑے تھے ان صاحب
کو دیکھ کر ادہر اُدہر ہٹ گئے حضرت نے ان کو دیکھتے ہی کہا السلام علیکم
اُن سب نے اس کے جواب میں موافق دستور اس زمانے کے کہا بندگی
آداب پھر حضرت نے واسطے مصافحہ کرنے کے اُن کی طرف اپنا ہاتھ بڑہایا
اُن سب نے مصافحہ کیا اور اسی جا جم پر بیٹھے حضرت نے خواجہ مولا بخش
کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بجائے سلام علیکم کے یا وعلیکم السلام کے
آداب اور بندگی کہنا نہ چاہیئے یہ بُری عادت ہے لڑکا ہو یا بوڑھا
غریب ہو یا امیر سب کے واسطے السلام علیکم وعلیکم السلام ہے اس
کلام کے سنتے ہی کچھ ایسا اثر ان کے دل میں ہو گیا کہ خود بخود خواجہ مولا بخش
نے عرض کی کہ حضرت میں بھی آپ سے بیعت کرونگا حضرت نے فرمایا
بسم اللہ ہاتھ لائیے انھوں نے اپنے نوکر سے کہا کہ دو روپے کے خرمے
بازار سے جلد جا کر لا حضرت نے فرمایا کہ بیعت کرنے کے واسطے خرمے
شیرینی وغیرہ کچھ ضرورت نہیں تم بیعت کر لو اور بیعت کیا ہے اپنے
اللہ تعالیٰ سے عہد کرنا ہے کہ ہم کوئی بُرے کام نہ کرینگے پھر خواجہ
مولا بخش صاحب نے بیعت کی اُن کے بعد اور جو صاحب تھے انھوں نے
بھی بیعت کی پھر ان میں سے کسی صاحب نے حضرت شاہ گھسیٹا صاحب
کا ذکر کیا کہ وہ یہاں کے نامی سرداروں میں ہیں اگر وہ آپکے دست
مبارک پر بیعت کر لیتے تو ان کے سبب سے اور بہت لوگوں کو

فائدہ ہوتا حضرت نے یہ گفتگو سن کر کچھ جواب یہ دیا سکوت میں
رہ گئے بعد اس کے کچھ تھوڑی ہی دیر گذری ہو گی کہ شاہ گھسیٹا
بھی خدا جانے اپنے دل میں کیا سمجھ کر منہ لپٹے ہوئے اسی مجمع میں آکر
کھڑے ہوئے خواجہ مولا بخش ان کو دیکھ کر اٹھے اور ان کا ہاتھ
پکڑ لائے اور حضرت کے پاس بٹھلایا انھوں نے بے تامل یہی عرض
کی کہ میں بھی بیعت کرونگا آپ نے ان سے بھی بیعت لی پھر انھوں نے
پانچ روپے کے چھوہارے منگا کر حضرت کے آگے رکھے آپ نے حاضرین
لوگوں کو تقسیم کروائے اور پھر ان سب صاحبوں نے پوچھا کہ ابھی
تو دو تین مقام آپ یہاں کرینگے حضرت نے فرمایا کہ ہم کو یہاں
رہنے کی فرصت نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ کل یہاں سے کوچ
کرینگے انھوں نے عرض کی کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کر جائیں کہ ہم لوگوں
کو دین اسلام کی تعلیم کیا کریں آپ نے یہ سوال ان کا سن کر تھوڑی
دیر سکوت فرمایا بعد اس کے فرمایا کہ تم نے بہتر بات کہی اور ہم نے
تمہارے درمیان شاہ گھسیٹا کو اپنا خلیفہ کیا یہ تم کو خدا و
رسول کی باتیں تعلیم کیا کرینگے شاہ صاحب کا نام سن کر تمام
حاضرین لوگ ایک تعجب میں خاموش رہ گئے اور ایک دوسرے
سے چپکے چپکے کہنے لگے کہ شاہ صاحب ہم لوگوں کو کیا تعلیم کرینگے
دین اسلام کی جو یہ خود یہ حال رکھتے ہیں مگر ہاں جیسی ان

کی چال ڈھال ہے وہ البتہ دوسرے کو تعلیم کرینگے حضرت نے
ان لوگوں کا عندیہ معلوم کیا کہ ان کو یہ بات ناگوار ہوئی پھر آپ
نے ایک تاج اور ایک کرتا شاہ صاحب کو عنایت کیا اور
خلافت نامہ دیا اور ان کے لئے دعا کی اور لوگوں کی طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ بھائی چند روز میں انشاء اللہ تعالی دیکھنا کہ شاہ
گھسیٹا کا ایسا حال ہوگا کہ تم لوگ کہو گے کہ یہ شاہ گھسیٹا ہی
ہیں یا کوئی اور ہیں پھر شاہ صاحب موصوف نے حضرت سے عرض
کی کہ کل آپ کا یہاں سے کوچ ہے مگر میرے غریب خانے سے ناشتہ
کرکے کوچ کیجئے حضرت نے قبول فرمایا پھر شاہ صاحب حضرت سے
رخصت ہو کر اپنے مکان گئے پھر اگلے روز کچھ دن چڑھے شاہ
گھسیٹا اور خواجہ مولابخش اور خواجہ افضل علی اور شیخ سوین اور اکرام الحق
اور واجد علی خاں حضرت کے پاس آئے اور عرض کی کہ کھانا تیار
ہے تشریف لے چلئے اور اسی قصبہ میں ایک رنڈی فاحشہ بخش نام
بڑی نامی اور ناچنے گانے میں طاق اور حسن و جمال میں شہرۂ آفاق
تھی کہ اکثر عیاش لوگ اس پر مبتلا تھے اس روز اپنے چند آشناؤں
سے از روئے تمسخر کے اپنے مکان پر کہتی تھی کہ کل یہاں گھاٹ پر
جو ایک پیر زادے صاحب اترے ہیں اس بستی کے بہت لوگ

مُرید ہوئے ہیں اور میں نے سُنا ہے کہ شاہ گھسیٹا بھی اُن کے مرید ہوئے ہیں وہی مثل ہے کہ نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی اور آج اُنھوں نے اپنے پیر کی دعوت کی ہے اور چند لوگوں سے ان کو لینے گئے ہیں سو میرا دل چاہتا ہے کہ اب وہ پیر جی شاہ صاحب کے مکان پر دعوت کھانے جاوینگے میں بھی کہیں راستے میں کھڑے ہو کر اُن کو دیکھوں کہ وہ کیسے پیر ہیں جنھوں نے شاہ گھسیٹا کو مُرید کیا یہ کہہ کر اپنے مکان سے باہر نکلے جانو نام ایک نائی تھا اس کے چبوترے پر جا کر بیٹھے اور وہی حضرت علیہ الرحمۃ کے آنے کا رستہ تھا پھر حضرت دریا سے شاہ گھسیٹا کے مکان پر چلے اور آپ کے ساتھ کئی سو آدمیوں کا ہجوم تھا جب حضرت چلتے چلتے جانو کے مکان کے قریب پہنچے تب وہ چبوترے سے اٹھ کر رستہ میں حضرت کے سامنے آئے اور اپنا حال عرض کیا کہ میرا یہ پیشہ ہے سو میں اس پیشہ حرام سے بچی تو یہ کرتی ہوں آپ مجھکو مُرید کریں حضرت نے فرمایا واہ سبحان اللہ اس سے کیا بہتر ہے اور وہیں رستے میں کھڑے اس سے بیعت لی اور اُسی کے لئے دعا کی اور شاہ گھسیٹا سے فرمایا کہ یہ تمہاری دینی بہن ہے اس کو تم دین اسلام کی باتیں سکھلانا یہ فرما کر آگے چلے اور شاہ صاحب کے مکان میں داخل ہوئے وہاں فرش بچھے تھے حضرت بیٹھے اور جو ہمرکاب تھے وہ سب بیٹھے

اور کھانا نان گوشت پلاؤ اور دہی تھا ہمہ سب کے ہاتھ دھلا کر کھانا
سب کے آگے دھر اگیا پھر سب نے کھانا شروع کیا اور حضرت کے آگے
بہت کھانا افراط سے کئی رکابیوں میں دھر اگیا جب حضرت اور تمام
لوگ تناول فرما چکے حضرت نے دعا کی اور لوگ برتن اٹھانے لگے تب
حضرت نے شاہ گھسیٹا سے فرمایا کہ ہمارے آگے کی رکابیاں تم اپنے
گھر لیجاؤ یہ تم کھانا اور جس کو چاہو کھلانا پھر شاہ صاحب وہ
رکابیاں اٹھا لے گئے اور شاہ صاحب ممدوح کے یہاں ایک چوبین
کشتی دیگ سے کھانا نکالنے کو سوا گز کی لمبی اور دس گرہ کی چوڑی
تھی اور اس میں دونوں طرف اٹھانے کے دستے تراشے ہوئے تھے
جب حضرت وہاں سے اُٹھے اور رخصت ہو کر چلے تب وہ کشتی آپ کی
نگاہ پڑی اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ یہ برتن بہت خوب ہے ا
شاہ صاحب نے کہا کہ یہ آپ کی نذر ہے آپ نے فرمایا اپنے آدمی سے
اس کو دریا پر پہنچاؤ پھر حضرت وہاں سے گھاٹ پر تشریف لائے اور
شاہ گھسیٹا حضرت کو پہونچانے آئے اور حضرت کے قافلے میں محمد حسین
ایک نابالغ نو دس برس کا پھلت کا رہنے والا ایک لڑکا تھا حضرت
نے اس کو توجہ دیکر تعلیم کیا تھا اُس وقت آپ نے شاہ گھسیٹا سے
فرمایا کہ محمد حسین کو اس عورت کے پاس جس نے آج رستے میں
بیعت کی تھی لے جاؤ اور اس کو توجہ دلاؤ پھر شاہ صاحب ا

محمد حسین کو اس عورت کے پاس لے گئے انھوں نے بٹھا کر ایک مکان میں اُس کو توجہ دی ایک جلسہ میں لطائف ستہ اس کے جاری ہو گئے اور سلطان الذکر بھی جاری ہو گیا اور بعد اس کے حالت نفی کی اُس پر واقع ہوئی پھر بعد اس کے جب وہ ہوش میں آئی تب محمد حسین نے اس سے حال پوچھا اُس نے اپنے بدن پر ہر لطیفہ کی جگہ پر ہاتھ رکھا اور کہا اول تو ان جگہوں سے اللہ کا ذکر مجھکو معلوم ہوا اور ہر لطیفہ کے نور کا جدا جدا رنگ اُن سے بیان کیا اور کہا بعد اس کے تمام بدن کے بند بند سے وہی ذکر جاری ہوا اور پھر کچھ دیر کے بعد میں سو گئی پھر مجھکو نہیں معلوم کہ کیا ہوا یہ سُن کر محمد حسین اور شاہ گھسیٹا حضرت کے پاس آئے اور یہ سب حال اس کا حضرت سے عرض کیا حضرت نے فرمایا اس کو تو بڑا بزرگ بنانا ہے ابھی ایک بار جا کر اس کو اور توجہ دو پھر اسی وقت محمد حسین اور شاہ گھسیٹا اس کے مکان پر گئے اور محمد حسین نے اس کو توجہ دی اور بعد فراغ توجہ کے اس سے پوچھا اس نے عجیب عجیب حالات اور معاملات جو اس نے دیکھے تھے بیان کئے جدا جانے کئی مقام اس توجہ میں اس کے طے ہو گئے اور کہا اس کے بعد جو کچھ اور حال میں نے دیکھا وہ زبان سے بیان نہیں کیا جاتا ہے پھر محمد حسین اور شاہ گھسیٹا حضرت کے پاس آئے اور محمد حسین نے تمام وہ کیفیت کشف و شہود کی اس کی عرض کی بعد

اس کے شاہ گھسیٹا نے عرض کی کہ حضرت یہ توجہ کا کیا معاملہ ہے ہم
تو آپ کی اس نعمت سے محروم ہیں آپ کے خلیفہ کس بات کے ہوئے
ہم کو بھی اس نعمت سے آپ مشرف کریں آپ نے فرمایا اب تو ہم بر سر
سفر ہیں کشتیاں کھلنی چاہتی ہیں اگر تم کو اس بات کی آرزو ہے تو
دو چار منزل ہمارے ساتھ چلو اگر اللہ چاہیگا تو تم کو بھی یہ دولت حاصل
ہو جاویگی یہ بشارت فیض اشارت سُن کر شاہ صاحب بھی گئے اور
اپنے یاروں دوستوں سے آپ کے ہمراہ چلنے کو مستعد ہوئے پھر اس روز
بعد نماز ظہر کے کشتیاں کھلیں اور حضرت نے کوچ کیا وہاں سے چار
پانچ پہر ایک بستی تھی نام اس کا یاد نہیں اس روز شام کو وہاں کشتیاں
ٹھہریں اور چند غربا نے بیعت کی اگلے روز وہاں سے کشتیاں روانہ ہوئیں
اور ایک بستی کے کنارے ٹھہریں وہاں چند لوگوں نے حضرت سے بیعت
کی پھر اگلے روز کشتیاں مونگیر کے کنارے لگیں وہاں بھی غربا لوگوں
نے بیعت کی اگلے روز کشتیاں بھاگلپور کے کنارے لگیں اگلے روز راج
محل کو گئیں وہاں بھی غربا لوگوں نے بیعت کی اپنے قافلے میں محمدی نام
ایک شخص تھے ان کو حضرت انصاری بھائی کہا کرتے تھے انھوں نے
حضرت سے عرض کی کہ میرا غریب خانہ یہاں سے دس گیارہ کوس
ہے مجھکو کیا ارشاد ہے آپ نے فرمایا جاؤ ہم کلکتہ میں جا کر ٹھہرینگے
وہاں بیس پچیس روز میں آجانا اور جو کوئی تمہارے ساتھ آوے اس

کو بھی لیتے آنا انھوں نے عرض کی کہ میں تو بغیر آپ کے نہ جاؤنگا
وہاں جو میرے بھائی عزیز واقربا ہیں وہ بیعت کرینگے حضرت نے فرمایا
کہ خیر ہم کو تمہاری خاطر منظور ہے چلینگے پھر اگلے روز محمدی بستی سے کہار
لائے اور حضرت کی بینس کشتی میں تھی پھر حضرت سوار ہو کر تیس چالیس
آدمیوں سے اُن کے ساتھ گئے اور ایک رات وہاں رہے محمدی کے
والد منشی رؤف الدین اور اُن کے عزیزوں میں منشی مخدوم بخش اور
منشی حسن علیؒ اور منشی عزیز الرحمن نے بیعت کی سوا ان کے اور بہت مرد
عورتوں نے بیعت کی پھر وہاں کے لوگوں نے حضرت سے آکر عرض کی
کہ آپ تین چار دن یہاں تشریف رکھیں تو یہاں کے کئی شخص آپ کے
ہمراہ حج کو چلینگے آپ نے فرمایا رہنا تو ہمارا نہ ہوگا جن صاحبوں کو چلنا
ہو ہمارے ساتھ چلیں یا پیچھے سے کلکتے میں ہم سے آملیں پھر محمدی کے
والد اور منشی فضل الرحمن حضرت کے ساتھ آئے اور اگلے روز کشتیاں روانہ
ہوئیں مرشد آباد کے کنارے جا کر ٹھہریں اور اس وقت قریب ڈیڑھ
پہر کے دن رہا ہوگا اور حضرت کے تشریف لانے کی خبر شہر کے مسلمانوں
کو ہوئی اور وہاں مسلمانوں کے دو گروہ تھے ایک گروہ سنیوں کا دوسرا
رافضیوں کا مگر وہاں کے سنی بھی رافضیوں میں ملے جلے رہتے تھے بظاہر
شکل و صورت اور لباس و پوشاک اور اقوال و افعال میں ان کے
اور ان کے کچھ فرق نہ تھا اور وہاں کا جو نواب تھا وہ بھی رافضی
تھا اور غلبہ بھی انہی کا پھر شہر کے غربا لوگ کنارے دریا کے

فضل الرحمن

آنے لگے وہاں سے کوئی دو سو قدم پر جانب مشرق ایک بہت بلند اور
وسیع مسجد وہاں کے نواب کی پختہ تھی چند غربا نے درخواست کی کہ
آپ اس مسجد میں تشریف لے چلیں وہاں اور بھی غربا لوگ مرید ہونگے
اور وہیں نماز کو بھی آرام ہے اس میں کسی نے انھیں میں سے کہا کہ وہ
مسجد یہاں کے نواب کی ہے اور وہ رافضی ہے ایسا نہ ہو کہ کچھ فساد
ہو حضرت نے یہ دونوں باتیں سنیں اور جواب کسی کو نہ دیا اور بہت دیر
تک سکوت میں رہے اسی عرصے میں وہاں کے ایک رئیس نے پینس
حضرت کے لینے کو بھیجی اور وہ رئیس وہاں کے مسلمانوں کی نسبت بڑا
دیندار اور پرہیزگار تھا اور عربی و فارسی کا کچھ علم بھی رکھتا تھا
اور وہ وہاں کے نواب کے نوکر بھی تھے مگر یہ نہیں یاد رہے کہ ان کو
کیا عہدہ تھا اور نام بھی اُن کا یاد نہیں پھر حضرت سوار ہو کر سوا
سو آدمیوں سے ان کے مکان پر گئے اور سب ہمراہی حضرت کے
سلاخ بند تھے انھوں نے اپنے دیوانخانے میں حضرت کو بٹھایا
اور انھوں نے بیعت کی اور بعد اس کے حضرت کے کان میں آہستہ
سے کہا کہ یہاں کے سنی اور رافضی ایک سے ہیں کسی میں کچھ امتیاز
نہیں ہے اور سب آپ کی ملاقات کو آوینگے پھر لوگ شہر کے آنے
لگے اور بیعت کرنے لگے اور ان میں سنی و رافضی دو قسم کے لوگ
تھے اور حضرت کو اپنے اپنے مکان پر لے جانے لگے مگر حضرت کو بھی

تردد ہوا کہ ان میں سنی کون ہے رافضی کون ہے پھر حضرت نے
مولانا عبدالحیٔ صاحب سے فرمایا کہ یہاں لوگ سنی اور شیعہ آپس
میں ایسے ملے ہیں نہ یہ ان کو برا جانتے ہیں نہ وہ ان کو بلکہ جانتے
ہیں کہ دونوں مذہب درست ہیں جیسے حنفی اور شافعی اور ہم کو
یہ اپنے گھروں میں لے جاتے ہیں اور ہم بھی نہیں پہچانتے ہیں کہ ان
میں کون سنی ہے اور کون رافضی سو آپ وعظ کہئے اور اہل سنت
والجماعت کے مذہب کی خوبی اور رافضیوں کے مذہب کی برائی
صاف صاف بیان کیجئے تا دونوں فرقوں کے لوگوں کو ظاہر ہو جائے
کہ یہ مذہب حق ہے اور یہ باطل پھر مولانا صاحب نے خوب کھول
کر بیان کیا کہ دونوں قسم کے لوگ سن کر ایک تعجب میں ہو گئے کہ
یہ کیسا معاملہ ہے اور دونوں فرقوں میں تفرقہ پڑ گیا سنی لوگ
کہنے لگے کہ ہم تو سید صاحب کے طفیل سے آج مسلمان ہوئے اور یہ
حال سن کر رافضی لوگ بھی حضرت کے ہاتھ پر اپنے مذہب سے آ کر
توبہ کرنے لگے اور یہ غرباً رافضیوں کا حال تھا اور تعزیوں کے
صدہا چبوترے کھدنے لگے یہ معاملہ دیکھ کر جو رافضی اپنے گھر سے آسودہ
تھے انھوں نے جا کر وہاں کے نواب سے نالش کی اور وہ نواب کوئی
کم عمر چودہ پندرہ برس کا تھا سو اس نے اپنے یہاں کے ایجنٹ کو
لکھا کہ یہاں ایک سید کئی سو آدمیوں سے سلاح بند سے آئے ہیں اور

انھوں نے ہمارے مذہب کے لوگوں میں تفرقہ اور فساد ڈالا ہے
ایسا نہ ہو کہ بلوہ ہو جاوے اس فرنگی نے اپنے تھانیدار کو کہلا
بھیجا کہ یہاں جو قافلہ لے کر سید صاحب آئے ہیں اور لوگ یہاں
کے اُن پر بلوے کا گمان رکھتے ہیں سو وہ غلطی پر ہیں شاید کہ نواب
صاحب کو اُن کے حال سے خبر نہیں ہے ہم کو پہلے سے کئی اخباروں میں
خبر آچکی ہے کہ وہ اچھے شخص اور بے شر آدمی ہیں لوگوں کو نیک
راہ موافق اپنے دین کے تعلیم کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے لوگوں
کو منع کرتے ہیں اور جو یہ لوگ کہتے ہیں کہ اُن کے آدمی تہیار باندھے
پھرتے ہیں سو اپنا جمعدار اُن کے پاس بھیج دو کہ سید صاحب سے جاکر
کہہ دے کہ یہاں شہر میں تہیار باندھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اپنے
آدمیوں کے تہیار رکھوا دیویں اور بے خطرہ جہاں چاہیں وہاں
شہر میں جاویں اور اگر آپ کے لوگ تہیار باندھینگے تو بھی ہم کو
کچھ ضرورت نہیں اور غرض نہیں اور تمہاری محافظت کے لئے ہمارا
جمعدار تمہارے ساتھ رہیگا جو کوئی تمہارے لوگوں سے مزاحم
ہوگا اس کو تعزیر ہوگی اور جو کوئی امیر کچھ فساد کریگا اس پر
سنگین جرمانہ ہوگا پھر اس جمعدار نے آکر حضرت سے یہی حال عرض
کیا پھر حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ تہیار کھول رکھیں جن
کے مکان پر حضرت تشریف رکھتے تھے انھوں نے عرض کی کہ حضرت

ہتھیار آپ ہرگز نہ کھلواویں ورنہ آپ کے جانے کے بعد یہاں کے
رافضی کہینگے کہ ہم نے سید صاحب کے لوگوں کے ہتھیار کھلوا ڈالے
اور وہ لیتے نواب کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ نے اجنٹ کے
یہاں کیا کہلا بھیجا ہے انھوں نے کہا کہ ہم سے شہر کے لوگوں نے آکر
کہا کہ یہاں کوئی سید صاحب کئی سو آدمیوں مسلح بند سے آئے ہیں اور شہر کے
لوگوں کو بہکا کر اپنے مذہب میں لاتے ہیں یہی ہم نے اجنٹ کو کہلا
بھیجا کہ کہیں شہر میں بلوہ نہ ہو وہ اس کا بندوبست کریں انھوں
نے عرض کی کہ یہ وہی سید صاحب ہیں جن کی خبر پہلے کئی بار اخبار میں آ
چکی ہے کہ وہ قافلہ لئے ہوئے حج کو جاتے ہیں اور مسلمانوں کو وعظ و
نصیحت کرتے ہیں کہ برے کام چھوڑ دو اور اچھے کام کیا کرو جس سے
خدا راضی ہو اور عاقبت بخیر ہو یہ سُن کر اس نواب نے کہا کہ ہم سے تو
لوگوں نے اس تفصیل کے ساتھ ان کا حال نہیں بیان کیا اگر وہ شخص
صاحب ہدایت ہیں تو شوق سے وعظ و نصیحت کریں اور اُن سے تو
ہمارا بھی سلام عرض کرنا اور ہمارے واسطے اُن سے دعا کروانا پھر انھوں
نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے نواب کا سلام عرض کیا اور جو نواب سے
وہاں کلام ہوا وہ سب بیان کیا اور اُن کے واسطے حضرت سے دعا کرائی
جب نواب کے یہاں کا یہ معاملہ وہاں کی رعایا نے سُنا تب اور صدہا لوگ
دونوں فرقوں کے آکر حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور انھوں نے
حضرت سے واسطے توجہ کے عرض کی حضرت نے اپنے لوگوں میں سے کئی

آدمیوں کو واسطے توجہ دینے کے مقرر کیا وہ دس دس بارہ بارہ
آدمیوں کو بٹھا کر توجہ دینے لگے اور اکثر رافضیوں کو حضرت مرتضیٰ
علی اور امامین ہمامین رضی اللہ عنہم کی زیارت ہوئی اس سبب سے
اور زیادہ لوگ معتقد ہوئے اور کہنے لگے عمر بھر ہم نے تعزیہ داری
کی اور صدہا روپیہ اس میں برباد کیا مگر یہ نعمت ہم کو کبھی نہ حاصل
ہوئی جو سید صاحب کی بیعت میں حاصل ہوئی بعد تعزیہ توڑنے اور
چبوترے کھود دینے کے بیشک انہی کا مذہب حق ہے اور یہ حقانی شخص
ہیں پھر جن کے مکان پر حضرت تشریف رکھتے تھے اُنھوں نے حضرت
سے عرض کی کہ آپ کسی شخص کو ہم لوگوں میں سے مقرر کر دیں کہ بعد
آپ کے وہ لوگوں کو تعلیم کیا کریں یہ سوال سُن کر حضرت نے انہی
کو اپنا خلیفہ کیا بلکہ اُنھوں نے کئی بار انکار کیا کہ میں تو لائق خلافت کے
نہیں ہوں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے تم ہی کو اپنا خلیفہ کیا اب تم کو
اجازت ہے اپنی طرف سے جس کو چاہو خلیفہ کر دو اور چاہو نہ کرو پھر
وہاں سے حضرت گھاٹ پر آئے اور آپ نے مرشد آباد میں چار یا
پانچ مقام کئے پھر کوچ ہوا کشتیاں کھلیں ایک بستی کٹواہے
اس کے کنارے کشتیاں جا لگیں ایک شب وہاں رہے اگلے روز وہاں
سے کوچ ہوا کئی روز کے بعد قصبہ ہوگلی کے کنارے ناویں لگیں اگلے
روز صبح کو ناویں روانہ ہوئیں تین یا چار کوس پر وہاں سے پرسٹ تھا

جب اس کے مقابل ناویں گیں تب وہاں نقارہ بجا ملاحوں نے کہا
پیرمٹ والے ناویں ٹھہرانے کو نقارہ بجاتے ہیں حضرت علیہ الرحمۃ نے
فرمایا کہ ناویں روک دو پھر وہیں ملاحوں نے لنگر کرکے ناویں ٹھہرائیں
حضرت قاضی احمد اللہ میرٹھی اور قاضی عبدالستار گڑھ مکتیسری کو
پیرمٹ والوں کے پاس بھیجا وہ وہاں سے محصول کا فیصلہ کرکے آئے
اس عرصے میں کلکتہ کی طرف ایک ناؤ جس کو بینس کہتے ہیں معلوم
ہوئی کہ مانند تیر کے تیز چلی آتی ہے جب کچھ قریب آئی تب معلوم
ہوا کہ اس پر ایک شخص جامہ پہنے اور گولے پر کی پگڑی باندھے
اس پر سوار ہیں پھر جب بہت قریب وہ کشتی آئی تب انہی صاحب
نے پکار کر پوچھا کہ یہی قافلہ حج کو جانے والا ہے ہم لوگوں میں سے کسی
نے جواب دیا کہ ہاں یہی قافلہ حج کو جاتا ہے اور آپ کہاں سے آئے ہیں
انھوں نے کہا میں کلکتہ سے آیا ہوں اور نام میرا امیر الدین ہے ہمارے
اکثر لوگوں نے بسبب خط و کتابت کے ان کا نام سن رکھا تھا معلوم
کیا کہ کلکتہ میں میر منشی ہیں پھر انھوں نے پوچھا حضرت جی کہاں تشریف
رکھتے ہیں لوگوں نے بجرے کی طرف اشارہ کیا انھوں نے اپنی ناؤ
لے جاکر بجرے سے لگادی اور بجرے پر گئے اور حضرت سے کمال اشتیاق
کے اور اشتیاق کے ملے اور بعد پوچھنے عافیت مزاج کے حضرت سے
کہنے لگے کہ جب آپ نے اپنے وطن شریف رائے بریلی سے مجھ کو

سرفراز نامہ بھیجا تھا کہ اب کے سال ہمارا ارادہ ہجرت کا ہے
تمہاری طرف ہمارا آنا نہ ہو سکے گا جن صاحبوں کو اشتیاق
ہماری بیعت کا ہو وہ ایک مجلس کسی جگہ مقرر کریں اور اپنے
سچے عقیدے سے سب شرک و بدعت اور فسق و فجور سے توبہ
کریں اور سچے دل سے جناب الٰہی میں ساتھ عجز و انکساری کے دعا
کریں کہ خداوندا ہم کو اس توبہ پر ثابت قدم رکھ اور کچھ خرمے
یا شیرینی لوگوں میں تقسیم کر دیں اس لئے کہ لوگوں کو خبر ہو جائے
کہ فلانے فلانے شخص نے بُرے کاموں سے توبہ کی ہے سو ہم لوگ
اس امر کی تجویز میں تھے اسی عرصے میں آپ کا دوسرا عنایت نامہ وارد
ہوا اس مضمون ہدایت مشحون کا ابھی ہم نے سفر ہجرت کا موقوف
کیا پہلے ہمارا ارادہ حج کا ہے اور قریب پانسو آدمیوں سے ہم
آتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ تم صاحبوں سے ملاقات ہوگی سو
ہم لوگوں کو کمال خوشی ہوئی کہ اب اللہ تعالیٰ ہماری مرادیں پوری کریگا
پھر جب اور الطاف نامہ اسی مضمون کا بلدۂ بنارس سے ہم لوگوں
کے نام آیا تب ہر ایک کو اشتیاق ہوا کہ آپ کے اُتارنے کو کوئی
مکان وسیع تلاش کریں پھر اکثر صاحبوں نے موافق اپنے حوصلہ
کے مکان تلاش کئے اور مول لئے ہیں نے بھی ارادہ کیا کہ کوئی
مکان اندر شہر کے ملے تو بہتر ہے تو موافق خواہش کے ایک باغ

وسیع سایہ دار اور میوہ دار مجھکو مل گیا وہ میں نے خرید لیا اس
میں میٹھے پانی کے تین تالاب ہیں اور ایک کوٹھی مردوں کے رہنے کو
اور بہت زنانے مکان ہیں کہ اس میں عیالدار لوگ اُتریں سو حاصل اس
کا یہ ہے کہ سب سے پہلے میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا ہوں
اور بہت لوگ میرے پیچھے چلے آتے ہیں میرا حق آپ پر ثابت ہو چکا
ہے آپ میرے ہی باغ میں مع قافلہ چل کر رونق افروز ہوں صرف
اسی واسطے میں آیا ہوں سید صاحب نے فرمایا کہ بیشک آپ ہی پہلے
آئے ہیں اور آپ ہی کا حق ہم پر ثابت ہے انشاءاللہ تعالیٰ آپ جمع
خاطر رکھیں ہم آپ ہی کے باغ میں چل کر اُتریں گے پھر انھوں نے وہیں
حضرت کے پاس مولانا عبدالحئی صاحب سے ملاقات کی اور اُن سے
مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو پوچھا کہ وہ کہاں ہیں مولانا عبدالحئی صاحب
نے دوسری ناؤ پر آدمی بھیج کر ان کو بلوایا وہ اسی طرح سفری کپڑے
میلے کچیلے پہنے اپنی ناؤ سے خشکی میں آئے اور بجرے کی طرف چلے لوگوں
نے منشی امین الدین سے کہا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب آتے ہیں انھوں نے
اس طرف دیکھ کر پوچھا کہ کہاں آتے ہیں لوگوں نے ان کی طرف اشارہ
کیا کہ وہ آتے ہیں منشی صاحب نے جانا کہ یہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب
کوئی اور ہونگے کہا اُن مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو پوچھتا ہوں
جو مولانا مرشدنا شاہ عبدالعزیز صاحب کے برادرزادہ ہیں لوگوں

نے کہا ہاں وہ بھی ہیں منشی جی آبدیدہ ہو کر تعجب میں ہو گئے اور بجرے سے
خشکی میں اُترے دو چار قدم استقبال کر کے ملے اور معانقہ و مصافحہ
کیا اور خیر و عافیت مزاج کی پوچھی پھر مولانا صاحب کو بجرے پر لائے
اور حضرت سے یہ عرض کی کہ ایک بات میں یہ چاہتا ہوں کہ جس دن کوئی
بھائی آپ کی دعوت کرے آپ اس کے مکان پر تشریف لیجائیں اور
جس روز کہیں دعوت نہ ہو اس روز آپ میرے یہاں کھائیں اور کلکتہ
سے کشتیوں پر اور لوگ حضرت کی ملاقات کو اس وقت آتے تھے اُن کی
طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ لوگ آتے ہیں مجمع ہو جاویگا فرصت نہ ملیگی
آپ جلد میرے سوال کا جواب دیویں میں رخصت ہوؤں حضرت نے فرمایا
اس کا اقرار تو ہم نہ کرینگے اس کو یوں ہی اللہ تعالیٰ پر رہنے دو انھوں نے
کہا یہ بھی تو اللہ ہی کی طرف سے ہے آپ مانیں یا نہ مانیں میں یوں ہی کرونگا
اس عرصے میں وہ لوگ بھی آپہنچے اور حضرت سے ملے اور اپنے اپنے مکان
پر اُتارنے کے لئے کہنے لگے کوئی کہتا تھا کہ میں نے اس قیمت کو آپ کے لئے
مکان مول لیا ہے اب آپ جیسا مناسب جانیں ویسا فرمائیں حضرت نے
فرمایا تم سب آپس میں صلاح کر کے اتفاق کر لو ہم تو سب بھائیوں
کے مہمان ہیں جو کوئی ہم کو لیجاویگا اس کے یہاں جاوینگے اور اس کی
مہمانی کھاوینگے ایک شخص کا نام رمضانی تھا اس سے منشی امین الدین
نے کہا کہ میں حضرت سے اول ہم سے عرض کر چکا ہوں کہ میں اپنے مکان

پر اتارونگا اور جس دن کہیں دعوت نہ ہو گی میں کھانا بھیجونگا اب تم سب صاحب کو اختیار ہے شوق سے حضرت کی دعوت کرو میں اس میں راضی ہوں اور اب تم حضرت سے بیٹھ کر باتیں کرو میں اپنے مکان کو چلتا ہوں یہ کہہ کر منشی جی رخصت ہوئے اور وہ لوگ حضرت کے روبرو آپس میں کہنے لگے کہ حضرت کا منشی جی کے مکان پر اترنا ایک بات کے لئے تو بہتر ہوا کہ منشی جی براہ راست پر آجاوینگے اور ان کے سیدھے ہونے سے اور بہت لوگ ہدایت پاوینگے پھر اُن سب نے حضرت سے عرض کی کہ ہم رخصت ہوتے ہیں اب آپ کی کشتیاں کھلنے کا بھی وقت قریب ہے یہ کہہ کر وہ سب اپنی اپنی ناؤ پر سوار ہوکر روانہ ہوئے اس میں ہمارے لوگ حضرت کے سامنے آپس میں کہنے لگے اتنے لوگ آئے اور گئے بھی مگر یہ ذکر کسی سے نہیں کیا گیا کہ وہاں کلکتہ میں گھاٹ پر چل کر اسباب اور ہتھیاروں کی تلاش کا کیا حال ہوگا یہاں کلکتہ میں کوئی چھری بلکہ لاٹھی تک باندھ کر نہیں جانے پاتا ہے اور یہاں ہم لوگوں کے پاس تھوڑی اسباب بھی ہے اور ہتھیار بھی ہیں حضرت نے فرمایا کہ بات تو تم نے اچھی کہی اور وہ لوگ چلے گئے اب یہاں اللہ تعالیٰ ہے اس سے دعا کرنی چاہئے اس نے اپنے فضل کرم سے ہم سب کو یہاں تک پہونچایا اور وہی ہماری سب مشکلیں آسان کر دیگا یہ فرماکر آپ سر برہنہ جناب باری میں ساتھ کمال

الحاح وزاری وعجز وانکساری کے دعا کرنے لگے اور بہت دیر تک دعا
کی پھر بعد فراغ دعا کے آپ نے فرمایا کہ اس سفر میں ایک جگہ اس بات
کا مجھے خیال آیا کہ لوگوں سے سنتے ہیں کہ کلکتہ میں میٹھے پانی کی قلت
بہت ہے سو مجھکو تو شاید لوگ پیر سمجھ کر کہیں نہ کہیں سے میٹھا پانی لادینگے
مگر اتنے بھائی مسلمان جو میرے ساتھ ہیں ان کو کیونکر ملیگا اس تشویش
میں تھا کہ جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ ہم تو تجھ سے پہلے پہلے ہی کہہ چکے ہیں
کہ یہ سب لوگ تیرے ہمراہی ہمارے مہمان ہیں جس طرح آرام سے ان کو
لئے جاتے ہیں اُسی طرح ساتھ آرام کے لے آوینگے پھر تو کیوں اس کا فکر و
تردد کیے کرتا ہے اور جس چیز کی تو ان کے لئے تشویش کرتا ہے
سو اس کے لئے وہاں تو انہیں کا محتاج ہوگا سو یہی بات ظہور میں
آئی کہ منشی امین الدین نے آتے ہی پہلے یہی خوشخبری سنائی کہ میرے
باغ میں تین تالاب میٹھے پانی کے ہیں سو فی الحقیقت میں اُن کا محتاج
ہونگا اس لئے کہ وہی لوگ تالاب سے لاکر مجھکو پلاوینگے اس عرصے
میں اور بہت سے لوگ کشتیوں پر سوار ہوکر آپہنچے اور کہنے لگے
حضرت ناویں کھلوائیے بھاٹا شروع ہوگیا وہاں دریا کا رات دن
میں دو حال رہتا ہے ایک بار جوار یعنی پانی بڑھنا اور بھاٹا
یعنی کم ہونا پانی کا اس کو عربی میں مد اور جزر کہتے ہیں پھر کشتیاں

کھل کر روانہ ہوئیں کلکتہ میں جو بالو گھاٹ مشہور ہے کچھ دن رہے وہاں
ناویں جا لگیں پھر رات بھر وہیں گھاٹ مذکور پر سب لوگ رہے
صبح کو سویرے منشی امین الدین اپنے لوگوں سے طرح طرح کی سواریاں
لے کر حاضر ہوئے خدا جانے کتنی پینسیں اور ڈولیاں اور گاڑیاں
اور کھڑکھڑیاں اور بگھیاں اور کراچیاں تھیں چھکڑے تامدان اور
ہوادار تھے اور صدہا مزدور پھر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو خبر
ہوئی کہ منشی امین الدین صاحب سواریاں مزدور باردار لے کر حاضر
ہیں یہ سن کر پھر حضرت بجرے سے اتر کر ایک بڑی سطرنجی دریا کے
کنارے بچھوادی اور اس پر سب کو آپ نے بٹھایا پھر منشی جی نے عرض
کی کہ ہر قسم کی سواریاں زنانی اور مردانی حاضر ہیں جیسا ارشاد ہو وہ
کیا جاوے پھر حضرت نے ہر کشتی کے سرگروہ کو بلایا اور ان سے فرمایا
کہ ہر کشتی کے سامنے تین تین چار چار ڈولیاں پینس وغیرہ بلوالو اور
بجائے قنات کے جاجمیں پکڑ کر کھڑے ہو جاویں اور عورتیں ڈولیوں،
پینسوں میں سوار ہونے لگیں پھر منشی جی نے عرض کی کہ جو بھاری اسباب
ہیں ان کے اٹھانے کی آپ تشویش نہ کریں وہ ہمارے لوگوں کو آپ
دکھلا دیویں پھر اسی طرح سے باغ میں جا کر آپ کے لوگ پہچان
کر لے لیوینگے ایک ذرہ کسی کے اسباب میں انشاء اللہ تعالیٰ فرق

فرق نہ پڑیگا پھر جب زنانی سواریوں سے کشتیاں خالی۔
ہو گئیں تب ہر کشتی پر چار چار یا پانچ پانچ آدمی واسطے محافظت
اسباب کے رہ گئے اور باقی سب حضرت کے ہمراہ باغ کو روانہ
ہوئے لیکن پھر بھی بشمار سواریاں بچ رہیں اور خالی پھر گئیں پھر
منشی کے لوگوں نے واسطے اسباب اُٹھانے کے کشتیوں پر ایک
ہلہ کیا کہ تھوڑے عرصے میں سب اسباب اٹھا کر کراچیوں پر
رکھ دیا اور کشتیاں خالی ہو گئیں اور کراچیاں باغ کو روانہ
ہوئیں اور وہاں سے باغ کم یا زیادہ دو کوس تھا اور
میں گھاٹ پر واسطے حساب وکتاب اجرت اور انعام ملاحوں
کے رہ گیا اور سب کے پیچھے ملاحوں کو لے کر باغ میں گیا اور اپنے
لوگوں سے میں نے پوچھا کہ وہاں سے یہاں تک کسی جگہ اسباب یا
ہتھیاروں کی بابت روک ٹوک تو نہیں ہوئی تھی انھوں نے کہا
کہ گھاٹ سے یہاں تک دو رویہ بازار سے تھے اور ہر قسم
کے لوگ ہند و مسلمان یہود ولفاری وغیرہ تھے اور اکثر
ان میں ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ یہ کون لوگ ہیں اور
کہاں سے آئے ہیں اور ہتھیار بھی کھلے ہوئے کراچیوں میں
لئے جاتے ہیں اور مال واسباب بھی بعض کہتے تھے کہ ڈاکو تو نہیں

ہیں یہ لوگ تو اشراف و اچھے معلوم ہوتے ہیں اگر کہیں کا
راجہ کسی الزام سے پکڑ آیا ہو تو عجب نہیں اور جن کو خبر
پہنچ گئی تھی وہ کہتے تھے یہ پیرزادے ہیں قافلہ لئے حج
کو جاتے ہیں یہ حال تھا جب ہم لوگ باغ میں داخل ہوئے تو
سب عورتیں ایک مکان میں اُتاری گئیں اور تمام مکانوں میں
فرش اور اسباب ضروری کی تیاری ہو رہی تھی سوا ب حضرت علیہ الرحمۃ
کی تجویز سے عورتیں جُدے جُدے مکان میں اُتاری جاویں گی پھر
میں کئی آدمیوں کو لے کر اُن مکانوں کو دیکھنے گیا کسی مکان میں
پلنگ بچھا تھا کسی میں شطرنجی کسی میں جاجم کسی میں چٹائی بچھی تھی
اور اسباب ضروری گھڑے بدھنے جھاڑو چراغ بتی وغیرہ ہر مکان
میں موجود تھی پھر وہاں سے مردانے مکانوں میں گیا وہاں بھی
چٹائیوں کے فرش بچھے ہوئے تھے اور سولہ پائخانے اور چار
غسل خانے مردانے تھے اور زنانے ہر مکان میں پائخانہ و غسلخانہ
جدا تھا پھر اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ نے جاکر وہ ہر ایک زنانے
مکان اور مردانے مکان دیکھے اور جس کے لئے جو مکان مناسب
جانا اس میں اس کو اتارا اور جو کوٹھی سے ملا ہوا ایک احاطہ تھا
اس کے اندر حضرت نے اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقربا اُتارے
اور بی بی رقیہ مولانا محمد اسمعیل صاحب کی ہمشیرہ بھی اسی احاطہ میں

اُتریں اور جو پندرہ بیس آدمی رہ گئے ان کو مکان نہ ملے انھوں
نے اسی باغ میں اپنی ٹاٹ کی پالیں کھڑی کرلیں اور ان میں اُترے
اور جس روز سے حضرت اس باغ میں تشریف لائے تب سے تین
دن تک دونوں وقت منشی امین الدین کے یہاں سے کھانا آیا
اور سب قافلے کے لوگوں نے کھایا اس میں دونوں وقت بہت
نفیس اور مکلف کھانا کئی طرح کا آیا قورمہ بھی تھا اور شیرمال
بھی تھی باقرخانی بھی تھی اور زردہ ماہی پلاؤ اور بکری کے
گوشت کا پلاؤ اور کئی قسم کے مربے اور اچار تھے اور حضرت کے
لئے اس سے بھی مکلف خوانوں میں آتا تھا اور حضرت کے زنانے
مکان میں جاتا تھا اور حضرت وہیں تناول فرماتے تھے پھر ایک
روز حضرت نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ کھانے کا کیا حال ہے ہم لوگو
نے عرض کی کہ کھانا بہت افراط سے اور بہت عمدہ آتا ہے مگر طرح
طرح کا آتا ہے تقسیم کرنے میں مشکل ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ منشی
جی کے آدمی جو کھانا لاتے ہیں اُن سے اب کی بار کہہ دو کہ تم ایک
قسم کا کھانا ہمارے یہاں لایا کرو طرح طرح کا تکلفی کھانا لانا
کیا ضرور اول تو ہم لوگ تکلف والے ہیں نہیں اور دوسرے تقسیم
کرنے میں ہم کو مشکل ہوتی ہے پھر یہی بات ہم نے اُن کے آدمیوں
سے کہی انھوں نے جاکر منشی جی سے عرض کی کہ سید صاحب کے لوگ

اس طرح کہتے ہیں وہ اپنے دل میں سمجھے کہ شاید ہمارے باورچی
کچھ کھانے کے تکلف میں کچھ قصور کرتے ہیں سو سید صاحب کے
لوگوں نے اس کو اس تقریر سے کہا پھر وہ اپنے داروغہ سے خفا
ہو کر کہنے لگے کہ تم کیسا کھانا سید صاحب کے لوگوں کو بھیجتے ہو
جو وہ اس طرح کہتے ہیں خبردار بہت عمدہ اور تکلف کھانا بھیجا کرو
اور کسی امر میں قصور نہ ہونے پاوے پھر اس روز شام کو اور بھی تکلف
کرکے طرح طرح کا کھانا وہ لوگ لائے ہم نے اُن سے کہا کہ بھائیو
یہ تم اسی طرح کا کھانا لائے ہم نے تم سے کہا تھا کہ ہر ایک قسم کا
کھانا لایا کرو ہم کو بانٹنے میں حیرانی ہوتی ہے انھوں نے کہا کہ ہم نے اسی
طرح سے آپ کا پیام منشی جی سے کہا تھا مگر وہ اُلٹا سمجھے اور اپنے
داروغہ پر خفا ہوئے اور تاکید اُن سے کہا کہ بہت عمدہ اور تکلف کھانے
وہاں بھیجا کرو سو انھوں نے موافق فرمانے اُن کے یہ کھانے بھیجے ہم تو نوکر
ہیں ہماری اس میں کیا خطا پھر ہم نے جا کر یہی ماجرا حضرت سے عرض کیا
آپ نے فرمایا خیر کیا مضائقہ اب تو تم اسی طرح تقسیم کردو انشاء اللہ
تعالیٰ کل ہم خود جا کر منشی صاحب کے مکان پر اُن کو سمجھا دیں گے پھر ہم
کھانے کے پاس آئے لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت نے کیا فرمایا ہم
نے حضرت کا کہنا اُن سے بیان کیا منشی جی کے لوگ بھی وہیں حاضر تھے یہ
سُن کر انھوں نے جا کر منشی جی سے کہا کہ وہاں اس وقت کھانے کی بابت

یہ گفتگو ہوئی سو کل اسی لئے سید صاحب آپ کے پاس آوینگے یہ خبر
سن کر منشی جی کو تردد ہوا اور اگلے روز سورج کے نکلتے ہی حضرت
علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت سے دیر تک اور اور
باتیں کرتے رہے پھر حضرت نے کہا آپ کھانے میں بہت تکلف کرتے
ہیں ایسا نہ چاہئے ہم لوگ تو ماش کی دال کی کھچڑی یا ماش کی دال
چاول کھانے والے ہیں انھوں نے عرض کی کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں ہم
کس لائق ہیں جو آپ کے لائق تکلف کھانا پکوائیں آپ کے واسطے
تو جس قدر کسی سے کھانے میں اور خدمت گاری میں ہوسکے وہ تھوڑا
ہے اور ہم نے تو اپنی اس عمر میں سب طرح کے کھانے کھائے بھی اور
کھلائے بھی ہیں لوگوں کو اور سب طرح کے آدمیوں سے ملاقات کی
ہے مگر آپ سے حقانی ربانی خداپرست بے ریا نہ اپنی آنکھوں کبھی دیکھے
اور نہ کسی سے ہم نے سنے آپ اسی طرح رہنے دیویں جو کچھ دال دلیا آتا
ہے اس کو قبول فرمادیں اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ طرح
طرح کی خدمتگزاری سے تو یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل
ہو سو وہ کام آدمی کرے کہ اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور اسراف
اور ریا اور نمود سے پاک ہو تب وہ کام لائق رضامندی کے ہو اور
یہ جو آدمی کے پاس روپیہ پیسا و اسباب ہوتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ
ہی کو ایک دن اس کا حساب دینا ہوگا اس کو بیجا برباد کرنا نہ چاہئے
اسی کے فرمانے کے موافق اس کو صرف کرنا چاہئے سو حاصل کلام

یہ ہے کہ اس کی راہ ہم تم کو بتادیں وہ یہ ہے غرض تو کھانے سے
پیٹ بھرنا ہے سو آپ ہم لوگوں کے واسطے ایک قسم کا کھانا جیسا
چاہیں ویسا بھیجا کریں اور طرح طرح کے کھانوں کا تکلف کچھ ضرور
نہیں ہے اور ہم آپ کے لئے جناب الٰہی میں دعا کرینگے اللہ تعالیٰ
تمہارے یہاں خیر و برکت کرے منشی جی نے عرض کی کہ مجھکو آپ کا
فرمانا منظور ہے پھر حضرت نے اُن کے واسطے دعا کی اور فرمایا ہم دعا
تو تمہارے لئے بہت کرینگے مگر انشاء اللہ تعالیٰ خاص اس دعا کا اثر
تم اپنے اندر دیکھ لینا اور بعد چار پانچ روز کے تم چالیس پچاس اپنے
شہر کے اچھے اچھے مسلمان ایک جگہ جمع کرنا ہم کچھ خدا اور رسول کا ذکر
بیان کرینگے تمہارے سبب سے وہ بھی سُن لیوینگے تم کو اور ان کو ا
سب کو دین و دنیا دونوں کا فایدہ ہوگا پھر بعد اس کے تین وقت
اور اُنھوں نے دعوت کی کسی وقت تو پلاؤ آتا تھا کسی وقت زردہ
فقط اور ایک روز کچھ دن چڑھے منشی جی باغ میں حضرت کے پاس
آئے اور دیر تک حضرت سے باتیں کیا کئے اس میں حضرت نے اُن سے
فرمایا کہ منشی بھائی رستے میں ہم سنتے تھے کلکتہ میں میٹھے پانی کی
بڑی قلت ہے اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے تم نے ہم لوگوں کو اچھے
کشادہ مکان میں اُتارا جہاں تین تالاب عنایت الٰہی سے بھرے
ہیں منشی جی نے عرض کی کہ حضرت ان تینوں تالابوں کا یہ معاملہ ہے
کہ کوٹھی کی جانب شمال جو تالاب ہے جس کی سیڑھیاں کوٹھی کی

بجانب شمال جو تالاب ہے جس کی سیڑھیاں کوٹھی کی دیوار سے پانی
کے اندر تک ہیں وہ تو صرف پینے کے لئے ہے اور یہ تالاب چشمہ دار ہے
اور دوسرا تالاب کوٹھی سے جنوب طرف گاڑی بھر فاصلے پر ہے وہ
فقط کپڑے دھونے کا ہے اور یہ چشمہ دار نہیں ہے اور جو تالاب شرقی
اور شمالی کونے پر ہے وہ غسل اور وضو کے لئے ہے مگر آپ کو اختیار
ہے جیسا چاہیں ویسا کریں، اور اس باغ کے میوے آپ کی نذر ہیں،
جس کو چاہیں آپ کھلاویں اور اس باغ کا یہ حال تھا کہ قسم قسم کے
اس میں میوے دار درخت خوبصورتی کے ساتھ موقع موقع پر لگے
تھے نارنگی لیمو چکوترے سنترے انجیر انار توت امرود ناریل کیلہ،
سپاری آم اناناس انگور وغیرہ اور منشی صاحب کی یہ پروانگی
حضرت کے لوگوں کے لئے تھی کہ جو میوہ چاہیں درخت سے توڑ کر
کھاویں کوئی باغبان ان کو نہ روکے مگر ان لوگوں کو یہ احتیاط،
تھی کہ درخت کا گرا ہوا میوہ بھی زمین سے نہ اٹھاتے تھے درخت،
سے توڑنے کا تو کیا ذکر جو ڈالیوں میں لگ کر حضرت کے پاس میوہ اکثر
آیا کرتا تھا آپ اس کو تقسیم کرتے تھے وہ تو البتہ لوگ کھاتے تھے
اور کچھ نہیں پھر جب منشی جی اپنے مکان کو چلنے لگے تب انھوں نے
حضرت سے عرض کی کہ آپ کو میرے غریب خانے تشریف لے جانا
ہوگا وہاں میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کرونگا اور میرے
اہل وعیال بھی کرینگے حضرت نے فرمایا کہ جس وقت کہو ہم حاضر ہیں
چلینگے پھر منشی جی اپنے مکان کو گئے اور بیعت جاری تھی ہر روز سیکڑوں

آدمی شہر کے آتے تھے اور بیعت کرتے چلے جاتے تھے پھر اس کے
اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ نماز فجر کی پڑھ کر سورج نکلے کوٹھی کی
چھت پر سائبان کے آگے چھوٹی چارپائی پر تکیہ لگائے ہوئے بہت،
بشاش لیٹے تھے اور مولانا عبدالحئی صاحب اور مولوی محمد یوسف صاحب
اور حاجی عبدالرحیم صاحب اور یہاں سات ہم لوگ بھی وہیں حاضر تھے
حضرت کو بشاش دیکھ کر ہم لوگ آپس میں کہنے لگے کہ حضرت کے چہرۂ
مبارک پر اس وقت بشاشت بہت معلوم ہوتی ہے شاید کچھ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام یا اشارہ کسی طور سے ہوا ہے یا کچھ اللہ
و رسول کا کلام ہم لوگوں کو سنایا چاہتے ہیں اس میں مولوی محمد یوسف
صاحب نے حاجی عبدالرحیم صاحب سے آہستہ سے کہا کہ اس وقت سید
صاحب بہت بشاش بیٹھے ہیں کوئی بات پوچھو کہ آپ اس کا بیان
کریں اس عرصے میں سید صاحب نے خود مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا
کہ مولانا صاحب آپ کو لکھنؤ کی بات یاد ہے انھوں نے عرض کی کہ ارشاد
کیجئے تو معلوم ہو فرمایا وہ جو آپ نے کہا تھا کہ یہ لاکھوں آدمیوں کا شہر
ہے اور عجب ہے کہ لوگوں کو ہدایت جیسا کہ چاہئے نہیں ہوتی ہے اس کے
جواب میں میں نے آپ سے تین بار کہا تھا کہ آپ کا دل بہت چاہتا ہے
کہ لوگوں کو ہدایت ہو آپ نے تینوں بار یہی فرمایا تھا کہ ہاں میرا دل،
بہت چاہتا ہے اور یہ پورا قصہ حالات لکھنؤ میں لکھا گیا ہے یہ سن کر
مولانا عبدالحئی صاحب نے عرض کی کہ ہاں اب یاد ہوا آپ نے فرمایا خیر جو

وہاں ہدایت خلایق کا جو کچھ حال ہوا تھا سو وہ تم نے دیکھا ہی تھا مگر
اب ہم اپنے تکیہ پر سے یہ بات اپنے دل میں سوچتے آتے تھے کہ ہمارے پاس زادراہ
کو تو ایک حبہ نہیں سو اگر کوئی صورت خرچ کی ہو گئی تو حج کو اب کے سال
چلے جاوینگے والا محنت مزدوری کرینگے اس میں چاہو برس گذریں جب باخوبی
خرچ جمع ہوگا تب حج کے لئے جہاز پر سوار ہونگے بلکہ یہی بات ہم نے سب اپنے
ہمراہیوں سے کہہ دی تھی کہ راہ سفر میں جب خرچ کی ضرورت ہو گی تب اس
کے واسطے محنت مزدوری بھی کرنا ہو گی اور چکی بھی پیسنی ہو گی اور گھاس بھی
چھیلنی پڑیگی اور ہر طرح کی مزدوری جو جس سے ہو سکے گی کرنی پڑیگی میرے
پاس کچھ خرچ نہیں ہے اسی اقرار پر اتنے لوگ ہمارے ہمراہ آئے سو یہاں آکر
اللہ تعالی نے کچھ اور ہی معاملہ اس کے خلاف بدل دیا اور وہ خیال ہمارا سب
غلط ہو گیا اور اس معاملہ سے اللہ تعالی نے مجھکو آگاہ کر دیا ہے انشاء اللہ
تعالی اب دیکھنا کس طرح سے باب ہدایت کا کھلتا ہے اور کس طرح سے
فراغت اللہ تعالی ہم لوگوں کے لئے کرتا ہے کہ اس کا بیان ہم سے نہیں ہو سکتا
ہم تو بیعت لیتے لیتے لوگوں سے تھک جاوینگے اور تم وعظ کہتے کہتے تھک جاؤگے
اور لوگوں کی کثرت کم نہ ہو گی انتہی پھر ایک روز بعد صبح کے منشی امین الدین
باغ میں آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کو پینس میں سوار کرا کے اپنے یہاں لے گئے اور
وہاں حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی پھر اپنے زنانے مکان میں لے گئے اور
اپنے اہل وعیال سے بیعت کرائی پھر وہاں سے حضرت مردانے مکان میں تشریف
لائے اور جو کچھ منشی جی کو نصیحت کرنی تھی وہ کی اور منشی جی کا ظاہر یہ

حال تھا کہ جو کچھ فسق و فجور کے سب افعال ہیں سب میں مبتلا تھے اور مذہب سنت والجماعت کا ایسا جانتے تھے جیسا کہ اور روافض خوارج اور نواصب وغیرہم کا ہے نہ کچھ اس مذہب کی خوبی کو جانتے تھے اور نہ اس مذہب مخالف کی برائی اپنے عقیدے سے یہ جانتے تھے جیسے اور ہیں ویسا یہ بھی سنیوں کا مذہب ہے پھر منشی جی نے حضرت سے عرض کی کہ میں نے آپکے دست مبارک پر بیعت تو کر لی مگر میں ہر ایک فسق و فجور میں گرفتار ہوں اپنے آپ کو ایسا نہیں پاتا ہوں کہ جن برائیوں سے آپکے ہاتھ پر توبہ کی ہے اُن سے باز رہوں آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اس توبہ پر ثابت قدم رکھے بغیر تائید الٰہی کے کوئی صورت میرے بچنے کی نہیں ہے پھر حضرت نے سر کھول کر ان کے واسطے دیر تک ساتھ کمال و زاری اور عجز و انکساری کے دعا کی اور فرمایا کہ منشی بھائی اس فسق و فجور کے ترک کرنے پر کمر ہمت کی باندھو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ تم بچاویگا اور فرمایا کہ اس دن جو ہم نے تم سے کہا تھا کہ ایک روز تم لوگوں کو جمع کرو تو ہم تم کو اور اُن کو ذکر اللہ اور وعظ و نصیحت سُناویں سو اب کسی دن یہ کام کرو انھوں نے عرض کی کہ جس روز ارشاد ہو میں لوگوں کو جمع کروں آپ نے فرمایا کل سویرے سورج نکلے سب کو ہمارے وہاں باغ میں لاؤ انھوں نے اس بات کا اقرار کیا پھر حضرت وہاں باغ میں تشریف لائے پھر اگلے روز سورج نکلے منشی جی ڈھائی تین سو آدمیوں سے باغ میں سید صاحب کے پاس آئے اور کوٹھی میں بیٹھے

پھر پہلے سید صاحب نے دعا کی کہ الٰہی جو کچھ میں جانتا ہوں وہ بیان کرونگا
اور ہدایت بندوں کی تیرے اختیار میں ہے تو محض اپنے فضل وکرم سے ان
بھائیوں کو ہدایت دے کر اور شرک و بدعت سے اور فسق وفجور سے
ان کو محفوظ رکھ اور سنت و توحید پر ان کو قایم رکھ اسی طور کے اور طرح
طرح کے الفاظ فرمانے کے بعد فراغ دعا کے وعظ سورہ فاتحہ کا شروع
کیا اور انواع انواع حکمتوں و قدرتوں اور نعمتوں الٰہی کے سے بیان
کرنے لگے اور لوگ سنتے تھے بلکہ بعضے بعضے بیہوش ہو جاتے تھے اس روز کوئی
تین گھڑی تک حضرت نے وعظ فرمایا اور بعد وعظ کے آپ نے دعا کی اور
سب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا جن بھائیوں کا دل چاہے وہ اسی وقت
روز تشریف لایا کریں اور خدا و رسول کا ذکر سن کر چلے جایا کریں بعد
اس کے اکثر لوگوں نے حاضرین میں سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر رخصت
ہوکر سب اپنے اپنے مکان کو گئے اور اسی طرح بعد نماز فجر کے سید صاحب نے
پندرہ بیس روز تک وعظ فرمایا اور دو دو ہزار سے زیادہ علما و درویش
ہر روز آتے تھے اور غربا لوگوں کا تو کچھ شمار نہ تھا اور اکثر لوگ ہر روز سید
صاحب کے روبرو کہتے تھے کہ حضرت ہم تو سوائے نام مسلمانی کے اور کوئی
بات اسلام کی نہیں جانتے تھے اسلام کا حال آج ہم نے آپ کی زبان
ہدایت نشان سے سنا اور گویا آج ہی مسلمان ہوئے اور اکثر کم علم آدمی
آپس میں کہتے تھے امام مہدی یہی ہیں یہ بات سن کر عالم لوگ کہتے کہ اس

طرح نہ کہو یہ کہو کہ نائب رسول اللہ ہیں پھر بعد آٹھ دس روز کے وہاں کثرت بیعت کا یہ حال ہوا کہ صبح سے پہر رات تک مردوں عورتوں کا ہجوم رہتا حضرت علیہ الرحمۃ کو سوائے نماز پڑھنے اور کھانا کھاتے اور جائے ضرور پیشاب جانے کے کچھ فرصت نہیں ملتی تھی تمام دن واسطے بیعت کے ہزاروں مرد وزن کی کثرت رہتی تھی اور رات کو عورتوں کا ہجوم ہوتا کوٹھی کے زنانے مکان کے متصل کا کمرہ تین چار سو عورتوں سے بھرا جاتا اور سید صاحب کمرے کے دروازے پر تشریف لاتے اور دو تین پگڑیاں اُن میں پھیلوا دیتے اور فرماتے کہ ان کو سب مل کر پکڑو جب وہ پکڑتیں تب آپ اُن سے الفاظ بیعت فرماتے اور کھلواتے پھر کمرہ اُن سے خالی کرا کے اور عورتوں سے بھرتے اسی طور ان سے بیعت لیتے ہر شب کو آٹھ دس بار عورتوں سے وہ کمرہ بھرا جاتا اور خالی کیا جاتا تھا اور عورتوں کے پاس تھالی یا کسی اور برتن میں کچھ مٹھائی اور بتاسے چوتی یا اٹھنی یا روپیہ ضرور ہوتا کئی آدمی اُن سے مٹھائی وغیرہ لے کر کمرے کے ایک کونے میں ڈالتے جاتے تھے اور ہر ایک عورت ایک بتاسہ لے کر آتی اور حضرت سے عرض کرتی کہ آپ اس میں اپنے لب مبارک لگائیے سو وہ بتاسوں میں لب لگاتے لگاتے ہونٹوں میں چھالا پڑ گیا تھا جس روز سے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ منشی امین الدین صاحب وکیل کمپنی کے باغ میں مع قافلہ فروکش ہوئے اسی روز سے بلاکیر نام ایک انگریز

کلکتے کا کوتوال آپ کے پاس حاضر ہوا اور جو کچھ حضرت آپ یا مولانا
عبدالحئی صاحب وعظ و نصیحت مسلمانوں کو فرماتے تھے سب کے ساتھ
مودب کھڑا ہو کر وہ بھی سنا کرتا تھا اور بعد دو چار گھڑی کے پھر
واسطے بند و بست شہر کے چلا جاتا تھا پھر اپنے کار ضروری سے فراغت
کر کے آتا تھا اور حاضر رہتا تھا اسی طور چار یا پانچ بار ہر روز اس
کے آنے کا معمول تھا اور کمال محبت و اخلاص آپ کے ساتھ رکھتا تھا
حضرت کو وہاں اترے کم و زیادہ ایک ہفتہ ہوا ہوگا اسی عرصے
میں ادھر فرخ آباد کے رافضیوں نے ایک بڑا بھاری محضر کوئی ڈیڑھ
سو مہروں اور گواہیوں کا وہاں کے لاٹ کے پاس بھیجا اظہار اس
میں یہ تھا کہ ایک شخص سید احمد نام نواب امیر خاں ڈاکو کے لشکر کا
نشان بردار کہ ہمیشہ ہمراہ لشکر نواب ممدوح کے تمام شہروں اور
بستیوں کو لوٹا مارا کرتا تھا جب نواب صاحب موصوف سرکار کمپنی سے
مل گیا اور اپنی جاگیر سرکار کمپنی سے لے کر لوٹنے مارنے سے کنارہ گیر ہوا
تب اس شخص مذکور نے پیری و مریدی کا ڈول ڈالا لاکھوں شرفا
اور غربا ہندوستانی اس کے مرید ہوئے ہیں اور ہر روز ہوتے جاتے
ہیں اور یہ شخص محض امی بے علم ہے مگر دو عالم متبحر مولوی عبدالحئی صاحب
اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نام اس کے ہمراہ ہیں جو کچھ لوگوں سے
فتوحات حاصل ہوتا ہے وہ آپس میں جو جو اس کے شریک ہیں،

تقسیم کر لیتے ہیں یہی پیشہ اپنے معاش کا اُن سب نے مقرر کیا ہے
اور ارادہ اُن کا یہ ہے کہ ہم کلکتہ میں جا کر کمپنی سے جہاد کرینگے اور
ان کو مار کر ملک پر ہم قابض اور متصرف ہونگے سو ہم نے سرکار کمپنی
کی خیر خواہی سمجھ کر یہ محضر ارسال کیا ہے کہ سرکار سے اس کا تدارک
کیا جاوے انتہیٰ اور یہ محضر کلکتہ کے لاٹ کے پاس بھیجا اُس نے
بلا کر کوتوال کو دکھایا اور فرمایا کہ جلد از جلد اس کا تید و بست کرو
وہ کوتوال حضرت علیہ الرحمۃ کا بڑا مخلص اور آپ کے حال سے بہت
واقف تھا اور جانا کہ یہ حاسدوں اور مفسدوں کا افترا ہے اُس لاٹ
سے کہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے دو فرقے ہیں ایک سنی اور ایک
شیعہ جن کو رافضی بھی کہتے ہیں اور دونوں میں عداوت دینی ہے سو یہ سید
صاحب اور اُن کے سب رفیق سنی ہیں اور جنھوں نے یہ محضر بھیجا ہے
وہ رافضی ہیں صرف عداوت دینی سے یہ تہمت ان پر کی ہے ان کا
ذمہ دار میں ہوں جب تک یہ سید صاحب یہاں رہینگے اگر کسی
طور کا شر و فساد اُن سے یا ان کے لوگوں سے ظہور میں آوے اس کی
جوابدہی سرکار کمپنی میں میں کرونگا اور اس امر کا ضمانت نامہ
لکھ کر اس لاٹ کو حوالے کیا اور سید صاحب سے اس کو اس قدر محبت
تھی کہ تیس چالیس چپراسی اس نے صرف اس لئے باغ میں مقرر کر دیئے تھے کہ جو
سودا سید صاحب کے لوگوں کو حاجت ہو تم لا دیا کرو اور ہر قسم کے سودے کے دکاندار کو باغ

کے دروازے پر بازار لگوادی کہ کسی بات کا کسی کو حرج نہو اور جو اہل شہر مسلمان سید صاحب کے مرید ہوئے ان کو شجرے کی خواہش ہوئی سو جتنے شخص قافلہ میں لکھنا جانتے تھے لکھنے لگے اور شجرے دو قسم کے تھے ایک مختصر تھا اور دوسرا مفصل اور طویل تھا شجرہ مختصر تو لوگ آٹھ آنہ کا لیتے تھے اور مفصل ایک روپے کا صدہا روپے لوگوں نے کمائے یہ خبر وہاں کے کتاب چھاپنے والوں کو ہوئی کہ شجرے اس قیمت بکتے ہیں اُنھوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں شجرے چھاپ ڈالے اور اُن کے آدمیوں نے باغ کے دروازے پر شجروں کی دکانیں لگائیں پہلے تو انھوں نے بھی روپے روپے کا شجرہ بیچا پھر کئی دن کے بعد بارہ آنہ کا شجرہ لگا دیا پھر آٹھ آنے پھر چار آنے شجرہ پھر دو آنے شجرہ ہو گیا

(حکایت) جتنے علما اور فضلا اور مولوی اور مدرس کلکتہ کے تھے سب نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر بیعت کی الا مولوی غلام سبحان مدرس کہ وہ بڑے منطقی اور فلسفی اور عالم متبحر تھے اُنھوں نے بیعت نہ کی اور حضرت علیہ الرحمۃ کے معتقد ہوئے اکثر علما ان کے درپے ہوئے کہ تم کو کس بات کا انکار رہے جو تم نے بیعت نہ کی اُنھوں نے جواب دیا کہ میں تو بیعت نہ کرونگا اور کسی کو بیعت کرنے سے منع بھی نہیں کرتا ہوں جس کی طبیعت میں آوے وہ بیعت کرے یہ بات میری فہم میں نہیں آتی ہے کہ تمام لوگ بھیڑیا دہسان بیعت کرتے چلے جاتے ہیں یہ کیا معاملہ ہے بلکہ ایک بار اپنے دل میں مشکل مسئلہ پوچھنے کے ارادہ

سے کئی عالموں کو ساتھ لے کر رات کو باغ میں حضرت کے پاس آئے اور کچھ
ایسا رعب الٰہی ان پر چھا گیا کہ جو مسئلہ پوچھنے آئے تھے وہ تو نہ پوچھا گھبرا کر تقدیر
کا مسئلہ پوچھ بیٹھے ان کے ساتھ جو اور مولوی تھے اُنھوں نے کہا کہ مولوی صاحب
آپ کیا سوال کرتے ہیں، حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے یہ بھی کام کی
بات ہے جو کچھ پوچھیں پوچھنے دو پھر جو سوال ان کو کرنے تھے جب کر چکے تب
حضرت علیہ الرحمہ نے ایک مختصر جواب اُن کے سب سوالوں کا ایسا دیا کہ وہ
بالکل بند اور لاجواب ہو گئے اور ندامت زدہ حضرت سے رخصت ہو کر مدرسہ
میں تشریف لیگئے اور تمام علما کے نزدیک اُن کی بہت سُبکی ہوئی اس کے اگلے روز
ایک مدرس مولوی احمد کبیر نام کہ وہ حضرت محبوب رحمانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ
کی اولاد امجاد سے تھے اُنھوں نے حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ مدرسہ
کے ہم سب عالم مولوی غلام سبحان صاحب سے امر بیعت میں طرح طرح کی تقریر کرتے
ہیں ولیکن وہ اپنے اُسی انکار پر جمے ہوئے ہیں اور نہیں معقول ہوئے ہیں اگر آپ
کسی روز مدرسہ میں تشریف فرما ہوں تو خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ سمجھ کر
مان جاویں، آپ نے فرمایا کیا مضائقہ حسن ظن کہو ہم حاضر ہیں پھر وہ دن مقرر
کر کے تشریف لے گئے پھر اس وعدہ پر حضرت علیہ الرحمہ کو لینے آئے گھڑی
دو گھڑی دن باقی ہوگا حضرت مدرسہ میں تشریف لے گئے مولانا عبد الحیٔ اور
مولانا محمد اسماعیل اور مولوی وحید الدین اور مولوی محمد یوسف اور حضرت سید عبد الرحمٰن

اور حضرت محمد یعقوب اور شیخ ولی محمد صاحب اور بہت علمائے کلکتہ اور بہت لوگ
اپنے قافلہ کے یہ سب حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ تھے اور وہ مدرسہ دو درجہ
کا تھا سب لوگ اوپر ہی کے درجہ پر گئے اور وہاں بیٹھے پھر جو علما تھے وہ
حضرت علیہ الرحمۃ کو لے کر جدے بمکان میں جا بیٹھے وہیں مولوی غلام سبحان
بھی تھے پھر وہاں دیر تک کچھ علمی گفتگو حضرت علیہ الرحمت سے ہونے لگی مگر ہم کو یہ نہ
معلوم کہ وہ کیا تقریر اور گفتگو تھی اور کس امر میں بحث تھا بعد فراغ گفتگو کے حضرت
باغ میں تشریف لائے وہاں مدرسہ میں تو ہم کو کچھ حال معلوم ہوا مگر یہاں باغ
میں زبانی لوگوں کے سنا کہ مولوی غلام سبحان نے آخر کو عالموں کے سمجھانے سے یہ اقرار
کیا کہ سید صاحب کے ہاتھ پر میں تنہائی میں پوشیدہ بیعت کرونگا پھر اسی شب
کو خدا جانے ان پر کیا حادثہ گذرا کہ آدھی رات سے اُنھوں نے آہ و نالہ اور
گریہ و زاری شروع کی کہ غلام سبحان تو کافر ہو گیا جو اس نے سید صاحب کی بیعت
سے انکار کیا پھر بعد نماز صبح کے مولوی غلام سبحان صاحب بہت علما اور طلبہ ساتھ
لے کر باغ میں سید صاحب کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضرت مجھ سے کمال خطا اور
بے توفیقی ہوئی اور نفس و شیطان نے مجکو بُرا فریب دیا جو آج تک آپ کی بیعت
سے میں محروم رہا اور آخر کو دل میں آیا تو خیال فاسد آیا کہ تنہائی میں پوشیدہ
بیعت کروں نعوذ باللہ من ذالک بیعت میں تو یہی بات ہے کہ الٰہی میں نے سب
گناہوں اور بُرے کاموں سے توبہ کی اور خداوندا سب خطائیں میری معاف

کہ سو کون سی یہ بات بڑی ہے جو بیعت نہ کروں اسی طور اور بہت سی اپنی خطا کی باتیں
بیان کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اب مجکو ہدایت کی اور یہ خیال دل میں آیا کہ علی الاعلان
جم غفیر اور مجمع کثیر میں چل کر بیعت کر پھر انھوں نے بیعت کی اور کئی خوان شیرینی لائے
تھے بعد بیعت کے وہ تقسیم ہوئے پھر جتنے لوگ وہی ان کے میل کے تھے سب نے
بیعت کی کوئی باقی نہ رہا **حکایت** سید حمزہ نام ایک شخص ملک بیگو سے کلکتہ میں
ان روز دن سونا بیچنے آئے تھے حال اس کا یہ ہے کہ ملک بیگو میں سونے کی کھان ہے
اور وہاں کے راجہ کے تحت تصرف میں ہے اور سید حمزہ اس راجہ کے بڑے معتمد اور
معزز نوکروں میں تھے اور اس کان کے کھودنے میں ہمیشہ مدد جاری رہتی تھی جب
سونا کھد کر بہت جمع ہوتا تب سال بھر میں ایک بار وہ راجہ سونا بیچنے کو کلکتہ میں
ان کو بھیجتا تھا چنانچہ اس سال اسی کام کو آئے تھے اور سید صاحب بھی وہیں تھے اور
بیعت کرنے والوں کی کثرت تھی کہ ہزاروں آدمی ہر روز آکر بیعت کرتے تھے ایک
روز سید حمزہ نے بھی آکر بیعت کی اور کمال سید صاحب کے معتقد ہوئے اور ہر روز
توجہ لینے آنے لگے اور چند روز میں بہت سے مقامات طے کئے اور سید صاحب سے بہت فیض
ان کو حاصل ہوا پھر جب وہ اپنا سونا بیچکر فارغ ہوئے اور بیگو کے چلنے کی تیاری
کی تب سید صاحب نے ان کو خلافت نامہ لکھوا کر دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور ایک کرتا
اور عمامہ ان کو عطا فرمایا اور سید صاحب سے رخصت ہونے لگے اس وقت حضرت
سید عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے جناب سید صاحب سے عرض کی کہ آپ
نے سید حمزہ صاحب کے داڑھی بھی دیکھی ہے یہ بات ظرافت کے سے آپ ناخوش

معلوم ہوئے اور فرمایا کہ ڈاڑہی کا دیکھنا کیسا جو ہے سب دیکھتے ہیں؛ اُنھوں
نے پھر عرض کی کہ حضرت یہ داڑہی اُن کی تو کم سب دیکھتے ہیں ایک داڑہی ان کی اس داڑہی
میں اور بھی ہے، یہ سُن کر آپ نے سید حمزہ سے فرمایا کہ سید بھائی یہ کیا کہتے ہیں،
اُنھوں نے عرض کی کہ ہاں یہ بجا فرماتے ہیں تب سید صاحب نے پوچھا کہ وہ داڑہی
کیسی ہے دکھلاؤ وہ داڑہی لپٹی ہوئی ان کی داڑہی کے نیچے دبی تھی اُنھوں نے کھولی اور
پھیلائی تو گھٹنوں کے نیچے تک آئی سید صاحب بھی اور تمام لوگ تعجب میں رہ گئے
کہ سبحان اللہ فی الحقیقۃ ہم نے ایسی داڑہی کبھی نہیں دیکھی ہے سید حمزہ صاحب نے عرض
کی کہ میں ایسی داڑہی کے سبب سے راجہ کے یہاں نوکر ہوا تھا اس ملک میں کسی آدمی کے
بالکل داڑہی نہیں جمتی ہے سب بے داڑھی ہوتے ہیں اور میں رہنے والا وہاں کا نہیں ہوں
میرا وطن ہندوستان میں ہے اور اپنے شہر کا نام لیا مگر مجکو یاد نہیں رہا پھر ان کی
داڑہی ناپی گئی تو کچھ زیادہ دو ہاتھ کی ہوئی پھر وہ سید صاحب سے رخصت ہو کر
ملک بیگو کو تشریف لے گئے **حکایت** مولوی عبدالمجید صاحب رہنے والے چاٹگام
کے کلکتہ کے قاضی تھے اور تحصیل علم کی اُنھوں نے تکیہ شریف پر مولوی عبدالسبحان
صاحب مرحوم و مغفور سے کی تھی جب حضرت علیہ الرحمۃ منشی امین الدین صاحب
کے باغ میں مع قافلہ فروکش ہوئے اور غربا اور امرا شہر کے بیعت کو آنے لگے ایک
قاضی صاحب بھی حضرت علیہ الرحمۃ کی ملاقات مسرت آیات کو آئے اور
حضرت سے ملے اور اپنا حال اُنھوں نے حضرت سے بیان کیا حضرت نے

پہچانا اور عافیت مزاج کی پوچھی پھر قاضی صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ کے یہاں کی مستورات کے نام بنام خیر و عافیت پوچھی، حضرت نے فرمایا کہ ہماری والدہ شریفہ تو انتقال کر گئیں باقی سب بعافیت ہیں اور ہمارے ہمراہ ہیں، انھوں نے عرض کی کہ میں بھی ان کو سلام کر آتا، آپ نے فرمایا کہ فلانے مکان میں سب ہیں وہاں جائیے پھر وہ اپنی پینس پر سوار ہو کر زنانی ڈیوڑھی پر آئے وہاں کہاروں نے پینس رکھ دی وہ اس سے باہر نکلے حضرت سید عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اس وقت ڈیوڑھی پر کھڑے تھے قاضی صاحب نے سلام علیک کی، انھوں نے جواب دیا قاضی صاحب نے پوچھا کہ آپ کا بھی مکان تکیہ پر ہے انھوں نے کہا ہاں میں وہیں مکان ہے پوچھا کہ تمہارے والد کا کیا نام ہے انھوں نے کہا مولوی سید عبدالسبحان، یہ سن کر وہ بڑے تپاک اور اشتیاق سے ان کے لپٹ گئے اور کہا تم سید عبدالسبحان صاحب کے بیٹے ہو اور نام لے کر اُن کی والدہ کا پوچھا کہ وہ اچھی ہیں اور سب بیبیوں کے نام لے لے کر پوچھنے لگے فلانی اچھی ہیں فلانی اچھی ہیں اُنھوں نے کہا سب فضل الٰہی سے بخیر و عافیت ہیں مگر ان کو کمال تعجب ہوا کہ یہ کون صاحب ہیں جو ہمارے گھرانے کی سب عورتوں کے نام سے واقف ہیں، پھر قاضی صاحب نے کہا کہ اپنی والدہ صاحبہ سے اور سب بیبیوں سے جا کر کہو کہ عبدالحمید طالب العلم چاٹگام کا رہنے والا جو تمہارے یہاں رہتا تھا وہ ڈیوڑھی پر حاضر ہے اور تم سب کو اُس نے سلام کہا ہے

پھر وہ سب آپ مجکو پہچان جاوینگی پھر انھوں نے جاکر اپنی والدہ صاحبہ سے کہا
کہ ایک شخص بڑے لیستہ قد جامہ پہنے پگڑی باندھے اور جاٹ گام کے رہنے والے عبدالحمید
ان کا نام ہے وہ تم کو سلام کہتے ہیں اور گھر بھر کی سب عورتوں کو سلام کہا ہے اور
سب کے نام وہ جانتے ہیں ان کی والدہ شریفہ نے سب بیبیوں کو بلا کر ان کا سلام
کہا سب کو قاضی صاحب کا نام سن کر کے کمال تعجب ہوا حضرت سید عبدالرحمن صاحب
نے اپنی والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ یہ صاحب کس زمانہ میں ہمارے یہاں پڑھتے تھے
اُنہوں نے کہا کہ کوئی پچاس برس ہوئے ہونگے تب یہ ہمارے یہاں آتے تھے اس
زمانہ میں ان کی آٹھ نو برس کی عمر تھی ہم نے ان کے لئے ایک کھٹولا بنوا دیا تھا
اسی پر یہ ہمارے یہاں زنانے مکان میں رہتے تھے اور کھانا کھاتے تھے اور دن کو
پھرا کرتے تھے پھر جب سیانے گیارہ بارہ برس کے ہوئے تب باہر مردانے مکان میں
رہنے لگے پھر کئی سال میں جب پڑھ کر مولوی ہوئے تب اپنے وطن کو گئے تب سے
ان کا حال ہم کو نہیں معلوم کہ کہاں رہے آج تم سے ان کا نام سنا پھر وہ بیبیوں
کو لے کر ڈیوڑہی میں آکر کھڑی ہوئیں حضرت سید عبدالرحمن صاحب نے ان سے کہا
کہ جن کو آپ نے سلام کہا تھا وہ سب ڈیوڑہی میں آئی ہیں انھوں نے سب
کو سلام کہا اور سب کی خیر و عافیت پوچھی اور سب نے ان کی خیر و عافیت پوچھی
پھر سید عبدالرحمن صاحب ممدوح کی والدہ ماجدہ نے پوچھا کہ عبدالحمید تم جب
سے ہمارے یہاں سے پڑھ کر وطن کو آئے تب سے تم کہاں رہے انھوں نے
کہا وہاں سے آئے مجکو چالیس برس ہوئے تب سے میں اسی کلکتہ کا

قاضی ہوں اور کہیں میں نے نوکری نہیں کی پھر سب سے رخصت ہو کر گھر کو
سوار ہو گئے اور سب اہل وعیال ان کے کلکتہ میں تھے اور جبتک حضرت علیہ الرحمۃ
کلکتہ میں مقیم رہے تب تک قاضی صاحب نے کوئی پندرہ سولہ بار حضرت کی
دعوت کی مگر سب قافلہ کی نہیں فقط پچیس چھبیس بتیس تیس آدمیوں کی اور
ہر دعوت میں بہت اقسام مکلف کھانا ہوتا تھا آخر دعوت میں انھوں نے
ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ اپنی ایک ضیافت آپ کی ہم اپنے دیس کی سی کرینگے
اور یہیں باغ میں کھانا لادیں گے اور ہم بھی یہیں کھاویں گے پھر اس دعوت میں بھی
بہت مکلف اور نفیس طرح طرح کے کھانے پلاؤ زردہ متنجن فرنی شیرمال قورمہ
کباب وغیرہ پکوا کر اور خوانوں میں لگا کر پیچھے پیچھے لوگوں کے سر پر خوان اور
آگے آگے پینس پر قاضی صاحب آپ باغ میں حضرت کے پاس آئے مگر کھانا اسی
قدر پچیس تیس آدمیوں کا تھا اور قاضی صاحب نے اپنے ہی ہاتوں سب کے آگے کھانا
رکھا بلکہ جتنے دن دعوت قاضی صاحب کے یہاں ہوا کی ہر دعوت میں کھانا اپنے
ہاتوں سے قاضی صاحب ہر ایک کے آگے رکھا کرتے اور آپ کھڑے رہتے
بعد کھانا کھانے کے برتن آگے سے اٹھائے جاتے تب قاضی صاحب کھانا حضرت
کے آگے کا اپنے ہاتھ سے اٹھا کے بہت احتیاط سے اندر گھر کے لیجاتے اور تاکید
کرکے با احتیاط رکھ آتے کسی خدمتگار کو بھی وہ رکابی نہ دیتے کہ شاید کالی
ملا نہ دے بعد فراغت کے گھر میں جاتے اور وہی کھانا حضرت کے آگے کا منگوا
کے آپ بھی کھاتے اور گھر والوں کو بھی تقسیم کرتے کہ یہ اولش حضرت علیہ الرحمۃ
کے آگے کا ہے جس وقت کھانا روبرو لاتے شیرمال گرم گرم پکتی جاتی

اور قاضی صاحب اپنے ہاتھ سے ہر ایک کے آگے رکھتے جاتے اور اس کو اپنی سعادت دارین جانتے بلکہ حضرت نے قاضی صاحب سے فرمایا ہمارے لوگ کھلاوینگے آپ تکلیف نہ کریں اُنھوں نے کہا سبحان اللہ ایسا بھی کوئی دن ملیگا کہ عبد الحمید آپ کی خدمت کرے پھر جب سب صاحب کھا چکے اور رکابیاں اُٹھائی گئیں اور ہاتھ دہولائے گئے تب قاضی صاحب نے سب کی طرف مخاطب ہوکر پوچھا کہ فرمائیے تم نے پہچانا یہ کھانا کیسا تھا سب نے کہا کہ کھانا تو بہت نفیس اور لذیذ تھا سوائے اس کے اور تو ہم کو اس کا حال نہیں معلوم تب انھوں نے کہا کہ یہ تمام کھانا تیل میں پکا تھا گھی کا اس میں نشان نہ تھا اور یہ تیل ہمارے دلیس میں صاف کیا جاتا ہے وہاں بجائے گھی کے تیل ہی کھاتے ہیں یہ بات سن کر سب کو کمال تعجب ہوا کہ ہم نے ایسا نفیس کھانا تیل کا پکا نہیں کھایا ہے تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ جب کلکتہ سے حضرت بیت اللہ شریف کو تشریف لے چلے قاضی صاحب ممدوح نے اپنے بیٹے عبد الباری کو آپ کے ساتھ کر دیا حضرت کے ساتھ وہ بھی حج کر آئے اور جب قاضی صاحب نے وفات پائی تب ان کے عہدہ قضا پر عبد الباری ہوئے اور اب تک کہ سن بارہ سو چہتر ہجری ہیں اُسی عہدہ پر قائم ہیں انتہیٰ

حکایت ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ منشی امین الدین صاحب کے باغ کی کوٹھی میں جہاں فروکش تھے بیٹھے تھے اور لوگ بیشمار آپ کے حضور ہدایت ظہور میں حاضر تھے محمد قاسم نام ایک خواجہ سرا آیا اور بعد سلام کے اس نے عرض کی کہ یہاں شہر میں جو شاہزادے سلطان ٹیپو کے خاندان کے

بطور بند کے رہتے تھے اُنھوں نے جب سنا کہ تکیہ شریف کے ایک پیرزادے صاحب منشی امین الدین کے باغ میں اُترے ہیں اور ہزاروں آدمی ہر روز جاکر ان سے بیعت کرتے ہیں تب مجھ سے اُنھوں نے فرمایا کہ تو جا کر حال ان کا دریافت کر وہ کن کی اولاد امجاد ہیں چنانچہ ابوسعید اور سید ابواللیث صاحب مرحوم ومغفور جو ہمارے خاندان کے مرشدوں میں ہیں ان کا بھی وہیں مکان ہدایت نشان ہے اگر اسی خاندان والاشان سے کوئی صاحب ہیں تو ہم بھی ان کی قدمبوسی سے شرفیاب ہوں، حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سید ابواللیث صاحب تو ہمارے حقیقی نانا اور سید ابواللیث صاحب ماموں تھے یہ بات سُن کر وہ قاسم خواجہ سرا آپ سے رخصت ہو کر چلا گیا اور ادھر کلکتہ کے بعض معتمد لوگوں نے حضرت سے بیان کیا کہ ان شاہزادوں کے مکان میں عبدالرحیم نام ایک بڑا منطقی اور فلسفی دہری رہتا ہے اُسی کے وہ سب معتقد ہیں اس شیطان بے ایمان نے اول سب کو مرتد اور کافر کر ڈالا ہے نہ وہ خدا کو خدا جانتے ہیں اور نہ رسول کو رسول وہ کہتے ہیں کہ نہ تمام مخلوقات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ کوئی مارنے والا ہمیشہ سے اس عالم کا یہی خاصہ ہے کہ سب چیزیں خود بخود پیدا ہوتی ہیں اور پھر خود بخود فنا ہو جاتی ہیں، یہ اُن سب کا عقیدہ ہے، آپ نے یہ حال سُن کر کچھ دیر سکوت کیا اور فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ دو چار ملاقات میں وہ سب دُرست ہو کر راہ راست پر آجاوینگے پھر دوسری بار اسی دن یا اگلے روز وہ محمد قاسم خواجہ سرا پھر آیا اور اُن شاہزادوں کا پیام حضرت کے پاس لایا کہ شاہ زادوں نے آداب وتسلیمات کے بعد عرض کی ہے کہ آپ تو ہمارے خاندان کے پیر ومرشد ہیں بڑی ہم لوگوں کی بے نصیبی ہے کہ تمام

اہل شہر آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور ہم اب تک اس نعمت عظمیٰ
رہیں آپ صرف ہمارے غریب خانہ میں آویں اور اپنے دیدار فیض آثار
کو محظوظ فرماویں، آپ نے فرمایا کہ بہتر ہم چلیں گے پھر پینس پر سوار ہوکر مجھ
کے ساتھ تشریف لے چلے اور مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب اون
کے خواہرزادے سید احمد علی صاحب علاوہ ان کے اور بھی کوئی دو ڈھائی سو آدمی
ہمراہ رکاب ہوئے اور باغ سے ان شاہزادوں کا مکان کوئی دو کوس تھا اور نام اسکا
رسا نگلا تھا اور باغ سے وہاں جاتے ہوئے عبدالرحیم دہری کا مکان رستے میں بائیں ہاتھ
تھا مگر سر راہ سے کچھ دور الگ تھا جب حضرت کی سواری برابر اس مکان کے پہنچی
تب آپ نے مولانا محمد اسماعیل صاحب سے فرمایا کہ تم عبدالرحیم کے پاس جاؤ اور دیکھو تو اس
کا کیا حال ہے اگر جیسا کہ لوگ اس کو کہتے ہیں یوں ہی ہے تو اس کو سمجھا کر معقول کرونگا
ایک آدمی اور ساتھ لے لو پھر سید احمد علی صاحب اُن کے ساتھ گئے اور اس سے جا کر
ملاقات کی اور مولانا صاحب کا وہ قدیم سے آشنا تھا جب وہ دلی میں مولانا شاہ عبدالعزیز
قدس سرہ العزیز کے پاس پڑھتا تھا اور مولانا محمد اسماعیل صاحب بھی اس زمانہ میں
پڑھتے تھے پھر مولانا صاحب نے اُس سے گفتگو کرنی شروع کی جو کچھ وہ اعتراض
کرتا تھا اسکا جواب مولانا صاحب دیتے تھے اور گفتگو خیال باری عزاسمہ کی الوہیت کے
باب میں تھی اس کو محض اس کا انکار تھا اور وہ معقولی نامعقول کسی طور معقول نہ ہوتا
تھا طرح طرح کے اشکال اور شکوک پیش کرتا تھا آخر الامر چار پانچ گھڑی کی گفتگو
میں وہ مغلوب اور معقول ہوا اور کوئی جواب اس کو نہ آیا اور تقریر میں بند ہوا

بھیر مولانا صاحب اور سید احمد علی صاحب وہاں سے حضرت کے پاس گئے اور اُس کے مغلوب کرنے کا حال عرض کیا' یہ خبر سلطان ٹیپو کے شاہزادوں کو پہنچی کہ آج تمہارا پیر و مرشد عبدالرحیم مولانا محمد اسماعیل صاحب سے تقریر میں بند ہو گیا ان کو یہ بات سُن کر بہت ندامت ہوئی اور انمیں جو بڑا شاہزادہ تھا وہ اس ابلیس تبلیس دہری کا بڑا شاگرد رشید تھا اور کچھ عربی فارسی انگریزی علم بھی رکھتا تھا اور ہر ایک شاہزادے کا ایک ایک جدا بنگلہ بہت نفیس و مکلف بنا تھا جس وقت حضرت علیہ الرحمۃ کے آنے کی خبر بڑے شاہزادے کو پہنچی اسی وقت اُس نے اپنے بنگلہ کا دروازہ بند کروا لیا اور سلام کو بھی نہ آیا اور محمد قاسم خواجہ سرا نے حضرت کو ایک بنگلہ میں جا کر بٹھایا اور ہر ایک شاہزادہ کو وہیں بلا لایا اور ہر ایک کا نام لے کر بتلانے لگا کہ یہ فلانا شاہزادہ ہے اور یہ فلانا پھر جو دس بارہ برس کے شاہزادے تھے ان کو محمد قاسم حضرت کے پاس لا کر بٹھایا اور حضرت نے اُن سے بیعت لی پھر محمد قاسم حضرت کو شاہزادوں کے دو یا تین زنانے مکانوں میں لے گیا وہاں بیگموں نے بیعت کی اور چند تھان نذر کئے پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے محمد قاسم کی تسلی کی کہ انشاءاللہ تعالیٰ تین چار بار کے آنے میں تمام شاہزادے درست ہو جاویں گے پھر آپ وہاں سے باغ میں تشریف لائے اور محمد قاسم بھی ساتھ آئے اور وہ تمام دن حضرت ہی کی خدمت میں رہتے تھے اور دونوں وقت کھانا اپنے مکان سے منگا کر یہیں کھاتے تھے اور نماز عشا کی پڑھ کر ہر روز جاتے تھے اور صبح کو آ کر پھر حاضر ہوتے تھے

اور وہ تین سو روپے کے نوکر تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے جن دو چھوٹے شاہزادوں نے بیعت کی تھی ان کو توجہ دینے کو حاجی احمد صاحب لقب ولایتی افغانستان ساکن دیہہ بجکائی ملک سم کو اور شیخ سعد الدین شیخ ولی محمد صاحب کے بھانجے کو مقرر کر آئے تھے پھر جب دوسری بار ایک روز حضرت وہاں تشریف لے گئے اور اسی بنگلہ میں بیٹھے جس میں پہلے روز بیٹھے تھے وہیں اور شاہزادے آکر حاضر ہوئے اور حاجی صاحب مذکور نے حضرت سے عرض کی کہ اب آپ ان شاہزادوں توجہ کا حال پوچھئے آپ نے اُن سے پوچھا تو وہ ہر ایک عجیب و غریب حالات اور مکاشفات بیان کرنے لگے کہ تمام لوگ سننے والے حیران تھے کہ یہ کیا خواب کے سے حالات بیان کرتے ہیں اور جن شاہزادوں نے نہیں بیعت کی تھی ان کو بھی کمال اشتیاق ہوا کہ ہم بھی بیعت کرنے کے اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوں پھر ان شاہزادوں نے بیعت کی مگر جو سب میں بڑے شاہزادے تھے انہوں نے اب تک بھی ملاقات نہ کی پھر محمد قاسم خواجہ سرائی شاہزادوں کو لے کر ان کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ آپ سید صاحب سے چل کر ملاقات تو کر لیویں اس میں آپ کا کیا نقصان ہے اور بیعت میں آپ کو اختیار ہے چاہیں کریں یا نہ کریں پھر ان کو راضی کر کے وہاں سے آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کو ان کی کوٹھی میں لے گئے وہ کوٹھی کے دروازے تک واسطے استقبال کے آئے اور حضرت کو اندر کوٹھی کے لے گئے دو یا تین آدمی ہمارے آپ کے ساتھ گئے اور باقی ہم سب باہر کھڑے رہے پھر حضرت سے

انھوں نے چند اعتراض اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر کیے، حضرت نے مختصران کو ایسا جواب دیا کہ وہ لاجواب اور بہت نادم ہو گئے سوائے اقرار کرنے کے کچھ نہ بن پڑا پھر وہاں سے حضرت باہر آئے اور محمد قاسم آپ کو بیگمات میں لے گئے اس لئے کہ ٹیپو سلطان کے جو بیٹے تھے اُس نے آپ کو بلایا تھا اور عرض کی کہ ہمارے بڑے بھائی صاحب نے آپ سے ملاقات کی الحمدللہ ہم کو کمال خوشی حاصل ہوئی ہم کو یہ اُمید ان کا خیال کرکے ہرگز نہ تھی سواب خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ بیعت بھی وہ کرینگے پھر اُس نے اور بیگموں کو وہاں بلایا اور سب سے بیعت کروائی اور اُس نے بیعت کی اور حضرت سے عرض کی کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے بھائی صاحب کو ہدایت نصیب کرے کہ راہ راست پر آجاویں پھر آپ نے اُن سب کے لئے دعا کی پھر ان بیگموں نے کوئی چالیس پچاس چھوٹی چھوٹی تشتریوں میں اقسام اقسام کی شیرینی آپ کی پیش کی کسی تشتری میں مٹھائی کی الائچیاں تھیں اور کسی میں شیرینی کے جائے پھل اور بادام اور کسی میں شیرینی اور میوے تھے اور وہ تشتریاں بھی رنگا رنگ آبگینے کی تھیں کوئی سبز کوئی زرد کوئی گلابی کوئی نیلی کوئی سپید شفاف کوئی منقش اور چینی کی پھر وہ سب تشتریاں حضرت نے باہر لوگوں کو بھیجدیں وہ شیرینی تھوڑی تھوڑی سب لوگوں میں تقسیم ہوئی پھر حضرت وہاں سے باہر نکلے اور سوار ہو کر باغ میں تشریف لائے پھر اس کے کئی روز کے بعد محمد قاسم خواجہ سرا آئے اور حضرت سے عرض کی کہ کل آپ کی اور تمام قافلہ کی بڑے شاہزادے کے یہاں دعوت ہے پھر اگلے روز سویرے شاہزادے کے یہاں سے بہت سواریاں طرح طرح کی آئیں کوئی چھ گھڑی دن چڑھے حضرت باغ سے سوار ہوئے اور کوئی تین سو آدمی

قافلہ کے آپ کے ہمراہ رکاب ہوئے، شیخ ولی محمد صاحب بہلتی سلمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں حضرت کی پینس کے داہنی طرف بائیں ہاتھ سے پینس پکڑے تھا باغ سے چالیس پچاس قدم سواری گئی ہو گی اس وقت حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ پینس کے دروازے بند کرلو جب اترنے کی جگہ نزدیک رہے تب تختہ پینس کا بجا کر ہم کو اطلاع کر دینا پھر میں نے اپنی طرف کا دروازہ بند کرلیا اور دوسری طرف والے نے دوسرا دروازہ بند کرلیا میں نے اپنے دل میں جانا کہ آپ نے شاید سونے کے لئے دروازے کروائے مگر بعض صاحبوں نے کہاروں سے سنا کہ پینس ہلکی، معلوم ہوتی ہے جیسے کہ خالی ہو پھر جاتے جاتے جب شاہزادوں کا مکان قریب آیا تب میں نے موافق فرمانے آپ کے پینس کا تختہ کھٹکھٹایا آپ نے اندر سے پوچھا کیا آ پہنچے میں نے عرض کی کہ ہاں. آ پہنچے فرمایا دروازے کھول دو میں نے اپنی طرف کا کھول دیا پھر قریب بنگلہ کے پینس رکھی گئی آپ اُتر کر بنگلہ میں تشریف لے گئے اور بیٹھے سب شاہزادے جمع ہو کر آپ کو بڑے شاہزادے کی کوٹھی میں لے گئے وہاں بڑے شاہزادے نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی پھر کئی من شیرینی انگریزی بھی اور ہندوستانی بھی رنگارنگ کی باہر لوگوں میں تقسیم کروائی ہر شخص کو اس قدر ملی کہ اس وقت کے ناشتہ سے فراغت ہوئی پھر وہ شاہزادہ حضرت کو اپنے زنانے محل لیگیا وہاں عورتوں نے بیعت کی قریب دوپہر کے آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور قدرے طعام تناول کر کے سو رہے مگر ہم لوگوں میں سے کسی نے کھایا پھر وقت ظہر کے آپ نے اٹھ کر وضو کیا نماز پڑھی بعد

اس نے بیٹھ کر دو چار گھڑی وعظ فرمایا اس عرصہ میں محمد قاسم خواجہ سرا نے آکر عرض کی کہ ایک بیگم صاحبہ کا محل باقی ہے وہاں چلئے آپ انکے ساتھ وہاں تشریف لے گئے وہاں کی تمام عورتوں نے بیعت کی قریب عصر کے آپ وہاں سے باہر آئے اور اس بیگم نے بھی بہت شیرینی بھیجی وہ تقسیم کی گئی، پھر حضرت نے نماز عصر کی پڑھائی اس کے دو تین گھڑی کے بعد ہم سب نے کھانا کھایا پھر حضرت نے نماز مغرب بھی وہیں پڑھی اور عشا بھی وہیں پڑھی بعد اس کے آپ نے کھانا تناول فرمایا پھر سب شاہزادے چھوٹے بڑے جمع ہو کر آپ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہم تو گویا آج از سر نو مسلمان ہوئے اور آج ہی قدر دین اسلام کی جانی اب آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو تا حین حیات اسی صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے اور ہر ایک شیطان بے ایمان کے مکر فریب سے محفوظ رکھے پھر آپ نے ان کے لئے بہت دیر تک جناب باری میں کمال الحاح و زاری اور عجز و انکساری سے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اب شیطان کو تمہارے یہاں سے دفع کر دیا اور بعد چند روز کے تم دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے یہاں کیسی خیر و برکت کرے گا اور ان شاہزادوں نے اپنے نوکروں سے بتاکید کہہ دیا کہ خبردار عبدالرحیم دہری ہمارے یہاں نہ آنے پاوے پھر ان سے رخصت ہو کر آپ باغ میں تشریف لائے یہاں بھی ہزاروں آدمی آپ کے منتظر تھے ان سے آپ نے ملاقات کی اور بیعت لی پھر

قریب آدھی رات کے سب رخصت ہوکر اپنے اپنے مکان کو گئے اور
حضرت بھی سو رہے صبح کو بعد نماز کے حضرت کوٹھے اوپر مکان میں بیٹھے تھے
مولانا عبدالحیٔ اور مولانا محمد اسماعیل اور مولوی محمد یوسف اور حافظ قطب الدین
اور شیخ سعدالدین اور شیخ عبدالروف اور شیخ ضیاءالدین علاوہ ان کے
اور بھی کئی صاحب حاضر تھے اور میں وہیں تھا کہ اس میں منشی امین الدین خاں جب
گھبرائے ہوئے سے آئے اور پہرے والے سے پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں اُس
نے کہا کوٹھے کے اوپر بیٹھے ہیں کہا میری عرض کردو کہ امین حاضر ہے اُس
نے حضرت کو جاکر اطلاع کی آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ نیچے وہیں بیٹھو
ہم بھی وہیں آتے ہیں اُس شخص نے آکر اسی طرح کہا منشی صاحب نے کہا کہ
تم جاکر کہو کہ وہ عرض کرتے ہیں کہ مجھکو وہیں آپ بلا دیں کچھ عرض کرنی
ضرور ہے اُس نے اسی طرح جاکر عرض کی، آپ نے فرمایا کہ خیر یہیں بلالاؤ پھر
اُس نے جاکر کہا منشی صاحب حضرت کے پاس گئے اور کچھ دیر بیٹھ کر عرض
کی کہ سب صاحب یہاں سے تشریف لیجاویں تو میں تنہائی میں عرض
کروں، آپ نے سب سے فرمایا کہ نیچے تشریف لیجاؤ سب اُٹھ کر چلے
گئے فقط شیخ ولی محمد صاحب کہتے ہیں کہ میں وہیں کھڑا رہا اور میں کچھ
دور حضرت سے کھڑا رہا اُنھوں نے حضرت سے عرض کی کہ ان کو
بھی آپ رخصت کردیں تو میں کچھ عرض کروں، آپ نے فرمایا کہ ان

کو رہنے دو یہ ہمارے ہمرازہیں اور مجھ سے فرمایا کہ تم بھی آؤ میں جاکر آپ کے پاس بیٹھا پھر منشی صاحب نے عرض کی کہ حضرت ایک عجیب وغریب مجھے گذرا کہ میں اس کا بیان نہیں کر سکتا ہوں کہ وہ کیا معاملہ تھا، آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ بیان کرو انھوں نے عرض کی کہ کل چھ گھڑی دن چڑھے جب آپ محلہ برسا بگلے میں شاہزادوں کے یہاں تشریف لے گئے اس وقت نفس وشیطان نے مجکو ورغلایا میں نے اپنے مکان میں ایک کنچنی بلائی اور کئی بوتل شراب منگائی اور سب اپنے پہرے داروں سے بتاکید شدید کہہ دیا کہ شاید اگر سید صاحب یہاں تشریف لاویں تو مجکو پہلے تم اطلاع کر دینا خبردار اس میں فرق نہ پڑنے پاوے پھر میں اس کنچنی کے پاس اپنی کوٹھی میں گیا اور گلاس میں شراب ڈالنے لگا اس عرصہ میں ایک طرف مکان سے ایک سونٹھا ہاتھ میں لیے ہوئے آپ بڑے غصہ سے آئے اور مجکو بہت سخت وسست فرمایا کہ تو یہ ہمارے ہاتھ پر بیعت کر کے کیا نامعقول حرکت کرتا ہے میں آپ کو دیکھ کر بدحواس ہو گیا وہ گلاس میرے ہاتھ سے گر پڑا شراب گر گئی اور وہ کنچنی مارے خوف کے پلنگ کے نیچے دبک گئی پھر آپ بھی مجکو وہاں نظر نہ آئے پھر میں چوکیداروں کے پاس گیا اور اُن پر غصہ کیا کہ سید صاحب مکان کے اندر چلے آئے اور تم میں سے کسی نے مجکو اطلاع نہ کی، انھوں نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں سید صاحب یہاں کب آئے اور سید صاحب جب آتے ہیں تو ڈیڑھ دو سو آدمی ان کے ساتھ ہوتے ہیں اور سید صاحب بالفرض اکیلے بھی آتے تو اسی

ہوکر جاتے ہم کو یہ بات نہیں معلوم ہے سو عرض خدمت عالی میں یہ ہے
کہ واقع میں یہ کیا معاملہ تھا' آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ بات یوں ہی
ہے جب میں بینس میں سوار اساگیلا کو جاتا تھا اس وقت مجکو جناب
الہٰی سے الہام ہوا کہ تیرا مرید اس وقت ایسی حرکت بیجا کرنے پر ہے جلد
جاکر اس کی خبر لے اور اس کو روک' تب میں وہاں گیا اور تم کو روکا'
جب آپ نے یہ بات فرمائی تب مجکو یاد آیا کہ کل جو آپ نے بینس کے
دروازے بند کروا لئے تھے اس کا یہی سبب تھا انتہیٰ **حکایت**
جب حضرت علیہ الرحمۃ کلکتہ میں مع قافلہ کے پہنچے اور منشی امین الدین صاحب
کے باغ میں اُترے اس کے چند روز کے بعد شیخ ہیبت اللہ مولانا عبدالحئی صاحب
کے والد کئی روز بیمار ہوکر فوت ہو گئے پھر جب غسل دے کر اور کفنا کر اُن کا
جنازہ تیار ہوا تب حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہمارا دوہر جنازہ پر
اڑھا دو پھر وہ دوہر ڈالا گیا پھر جب ان کو دفن کر چکے اس کے اگلے
روز حضرت نے فرمایا کہ مجکو جناب الہٰی سے الہام ہوا کہ جس مردے پر
یہ دوہر ڈالا جائیگا اس کو میں کفایت کروں گا سو اس دوہر کو بحفاظت
تمام رکھنا جس کے جنازے پر ڈالا جاویگا اللہ تعالیٰ اس کو کفایت
کریگا پھر وہ دوہر حضرت کے سامان اور اسباب میں رکھ دیا گیا اور
باقی حال اس کا یوں ہے کہ جب حضرت مع الخیر مکہ معظمہ میں پہنچے تب
اس دوہر کو آب زمزم سے تر کروا کر خشک کروایا پھر ایک روز

وہاں پانی بہت برسا اس وقت حضرت میزاب رحمت کے تلے نہا رہے تھے یاد کرکے اس دوہر کو منگوایا اور میزاب رحمت کے پانی میں بھگایا پھر خشک کرکے رکھوا دیا جو کوئی اپنے ہمراہیوں اور قافلہ کا مرتا تھا اس کے جنازے پر ڈال دیتے تھے پھر جب حضرت بیت اللہ شریف سے شہر غازی پور میں آئے اور فرزند علی صاحب نے لوگوں سے اس دوہر کا حال سنا تب انھوں نے اس کے لئے عرض کی کہ اس میں سے کچھ مجکو عنایت ہو میں اپنے یہاں رکھونگا حضرت نے ہاتھ بھر کا لمبا اور چوڑا ایک ٹکڑا اس میں سے پھاڑ کر ان کو عنایت کیا پھر جب وہاں سے الہ آباد میں تشریف لائے تب شیخ غلام علی صاحب نے یہ حال سنا انھوں نے اپنے یہاں کے لئے حضرت سے عرض کی آپ نے اس میں سے ایک طرف کا تو رکھ لیا اور ایک طرف کا جس میں سے شیخ فرزند علی صاحب کو دیا تھا وہ ان کو عطا فرمایا پھر جب وہاں سے تکیہ شریف میں داخل ہوئے پھر اس ایک طرف کے دوہر کو اپنی بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ والدہ سید محمد اسماعیل صاحب کے پاس رکھوا دیا سو وہ فضل الہی سے اب تک یہاں بلدہ اسلام ٹونک میں حضرت سید محمد اسماعیل صاحب کے یہاں موجود ہے اور جو کوئی قافلہ وغیرہ سے مرتا ہے اس کے جنازے پر ڈالا جاتا ہے انتہی

حکایت حضرت علیہ الرحمۃ کلکتہ میں کچھ کم تین مہینے رہے تھے اور جس دن سے مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم و مغفور نے وعظ کہنا شروع کیا اور تمام شرک و بدعت اور فسق و فجور اور منہیات شرعیہ کا بیان کرنے لگے تب سے یہ حال

ہوا کہ وہاں کے اکثر بے علم مسلمانوں میں نکاح اور ختنہ کرنے کے کا رواج نہ تھا اور شراب تاڑی اور بھنگ وچرس مدک وغیرہ مسکرات کا برا نہیں جانتے تھے جب لوگوں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور مولوی صاحب کا وعظ سنا تب انھوں نے حضرت سے اپنا اپنا حال بیان کرنے لگے اور باوجودیکہ لڑکے بالے ہمارے موجود ہیں مگر نکاح ہمارا نہیں ہوا' آپ نے فرمایا کہ یہ تو صریح زنا کاری اور حرام ہے اور اکثر لوگ آکر کہتے کہ ہمارا ختنہ نہیں ہوا پھر حضرت نے اپنے قافلہ سے چند لوگ واسطے نکاح پڑھنے کے مقرر فرمائے کہ جو بھائی مسلمان آویں ان کا نکاح کر دیا کریں چنانچہ نکاح پڑھنے والوں میں ایک مولوی عبدالحق صاحب نیوتنی والے بھی تھے اور دوسرے مولوی محمد علی صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کے خواہر زادے اور تیسرے مولوی عبدالرحمن سندیلوی' ہر ایک رات کو چالیس پچاس بلکہ ساٹھ ساٹھ شخص اپنی عورتوں کو ساتھ لاتے اور نکاح کروا کر چلے جاتے' کوئی کہتا کہ میرے چار بیٹیاں ہیں کوئی کہتا دو ہیں یا تین ہیں مگر نکاح نہیں ہوا یوں ہی عورت کو گھر میں رکھ لیا تھا الغرض ہر شب کو پچاس ساٹھ نکاح ہوتے تھے اور ہر روز اسی قدر ختنے ہوتے تھے باغ کی دیوار پر دور تک چھپر پڑے تھے انھیں کے تلے کوئی پچاس ساٹھ چارپائیاں پڑی تھیں جو لوگ شہر کے ہوتے وہ تو ختنہ کروا کر اپنے گھر چلے جاتے تھے اور جو مسافر دیہاتی ہوتے وہ ختنہ کروا کر ان چارپائیوں پر رہتے تھے کھانا اور دوا اور خدمت ان کی حضرت کے یہاں سے مقرر

تھی جو لوگ آٹھ دس روز میں چنگے ہوتے جاتے تھے وہ اپنے گھروں کو چلے
جاتے ان کی جگہ اہنیں چار پایئوں پر اور آتے ہی تار تھا اور وہاں شراب
کی دُکانوں کا یہ حال تھا کہ یک لخت شراب بکنی موقوف ہوگئی دوکانداروں
نے جاکر سرکار انگریزی میں اس کا شکوہ کیا کہ ہم لوگ سرکاری محصول بلاعذر
ادا کرتے ہیں اور دکانیں ہماری بند ہیں وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ بند ہونے
دوکانوں کا کیا سبب کس نے بند کرادیں اُنھوں نے کہا کہ جب سے ایک
پیرزادے صاحب مع قافلہ اس شہر میں آئے ہیں تمام مسلمان شہر اور دیہات
کے ان کے مرید ہوئے اور ہر روز ہوتے جاتے ہیں اُنھوں نے شراب تاڑی
اور کل مسکرات سے توبہ کی اب کوئی ہماری دکانوں کی طرف ہو کر بھی نہیں
نکلتے مول لینا تو دوسری بات ہے اُنھوں نے کہا کہ اگر کسی نے تم پر زور زیادتی
کرکے دکانیں بند کروائی ہوں تو ہم اس کا تدارک کرتے اور اس بات کو ہم
کیا کریں کہ تمہاری شراب بکتی نہیں تم جانو تمہارا کام پھر وہ لوگ نااُمید
ہو کر بیٹھ رہے **حکایت** کلکتہ سے کئی منزل سُریا نام ایک بستی ہے
وہاں کا ایک بڑا نامی مہاجن ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت
میں واسطے مسلمان ہونے کے آیا اور اپنا حال اُس نے بیان کیا کہ اپنے مکان
میں ایک رات میں سوتا تھا حالت نوم میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سیڑھی زمین
سے آسمان تک کھڑی ہے میں اس پر چڑھ کر قریب آسمان کے پہونچا اس
میں ایک دروازہ دیکھا میں اس کے اندر گیا تھوڑی دور چل کر کیا دیکھتا

کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک کرسی نہایت خوبصورت زریں جواہر نگار بچھی ہے اور اُس پر ایک شخص نہایت حسین وجمیل کہ اوصاف اس کے سے زبان قاصر ہے بیٹھا تھا، میں نے نزدیک جاکر عرض کی کہ اسم شریف حضرت کا کیا ہے اُنھوں نے فرمایا کہ نام ہمارا آدم صفی اللہ ہے اسی عرصہ میں دو دروازے میری نگاہ پڑے ایک ان کی داہنی طرف اور ایک بائیں جانب جو دروازہ بائیں سمت تھا اس کے اندر دھواں اور آگ کے شعلے نہایت ہولناک معلوم ہوتے تھے اور لوگ اس میں واویلا نالہ وفریاد کر رہے تھے ان کا حال دیکھ کر مرغ ہوش میرے کا آشیانۂ دماغ سے پرواز کر گیا کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے اور بیہوش ہوکر گر پڑا انھیں صاحب نے جو کرسی پر جلوہ فرما تھے ایک اپنے خادم سے فرمایا کہ اس شخص کو داہنی طرف کے دروازہ میں لیجاؤ اور وہاں کا حال اس کو دکھلاؤ پھر وہ شخص مجکو اٹھا کر وہاں سے داہنی طرف کے دروازہ میں لے گیا وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عجیب وغریب باغ سایہ دار اور خوش بہار ہے اور درختوں میں طرح طرح کے میوے لگے اور قسم قسم کے گل کھلے ہیں کہ ان کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آیا پھر وہ حال دیکھ کر میں اس کرسی نشین کے پاس آیا اور التماس کیا کہ ان دونوں مکانوں کا کیا نام ہے فرمایا کہ اس داہنی طرف کے مکان کا نام بہشت ہے مسلمانوں کے رہنے کی جگہ ہے اور اس بائیں طرف کے مکان

کا نام دوزخ ہے کافروں اور مشرکوں کا ٹھکانا ہے اور تو زمرۂ کفار اشرار اور فرقہ مشرکین بیدین سے ہے مگر ابھی عالم اختیار میں تو بود وباش رکھتا ہے اپنے کو اس مکان ذلت نشان سے محفوظ اور مامون رکھ اگر کسی روز رشتہ عمر تمام ہو گیا تیری جان لے جاویگا پھر اس وقت نالہ وزاری اور عجز وانکساری کچھ کام نہ آویگی اور اسی مکان ہیبت نشان میں محبوس ہوگا اور کبھی نجات نہ پاویگا علیحدہ اس دین باطل کو چھوڑکر اور اس طریقہ ضلالت سے منہ موڑ کر بیچ دین حق اہل اسلام کے داخل ہو تا کہ لائق اور سزاوار اس باغ ہمیشہ بہار کا ہو یہ تمام کلام ہدایت التیام سُن کر میں نے اُن سے عرض کی کہ خدا کے واسطے مجکو اس آتش خونخوار اور شعلہ پر شرار سے بچاؤ اور اس سے نجات کی راہ بتاؤ، انہوں نے فرمایا کہ ایک بزرگ ولی اللہ ایک قافلہ لئے ہوئے واسطے حج بیت اللہ کے جاتے ہیں اور ان روزوں کلکتہ میں مقیم ہیں تو ان کے پاس جا اسلام لا اسی میں تیری صورت رہائی اور نجات کی ہے پھر ایکایک میں جاگ پڑا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ خواب سچا ہے اور باقی رات مارے خوف کے مجکو نیند نہ پڑی صبح کو میں نے سامان سفر کا درست کیا اور سوار ہو کر چلدیا کہ دیکھوں تو جاکر کلکتہ میں کوئی شخص نو وارد ایسا ہے یا نہیں اگر کوئی ہے تو میرا خواب ٹھیک ہے والا خدا جانے کیا بات ہے آخر الامر آتے آتے جب چند کوس کلکتہ باقی رہا اور میں نے اودہر سے جانے والوں سے پوچھا کہ کلکتہ میں کہیں سے کوئی بزرگ آئے ہیں اور وہ حج کو جانے والے ہیں، انہوں نے آپ کا تمام حال بیان کیا پھر مجکو یقین کامل ہوا کہ خواب میرا سچا ہے پھر میں پوچھتے پوچھتے یہاں آپ کے پاس آکر حاضر ہوا یہ میری سرگذشت ہے یہ واقعہ عجیب وغریب سُن کر تمام لوگوں کو کمال تعجب ہوا پھر حضرت علیہ الرحمۃ

نے اسی وقت کلمہ شہادت کا پڑھا کر اس کو مسلمان کیا اور نام اس کا احمد اللہ
رکھا اور اس کا ختنہ کروایا اور کئی آدمی اس کی خدمت کو مقرر کر دئے جب چند
روز میں زخم ختنہ کا اچھا ہو گیا تب حضرت نے اس سے بیعت لی اور لوگوں کو فرمایا
کہ ان کو مسائل ضروری نماز و روزے وضو غسل وغیرہ کی سکھاویں اور برائی
شرک و بدعت کی اور خوبی توحید و سنت کی بتادیویں پھر چند روز میں لوگوں نے
تعلیم کر کے ان کو پکا کر دیا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے چاہا کہ کچھ خرچ زاد راہ
ان کو رخصت کریں کہ اپنے وطن کو جاویں، اُنھوں نے عرض کی کہ میں تو وہاں
ہرگز نہ جاؤنگا کہیں مجھکو کھلا پلا کر ہندو نہ بنا ڈالیں میں تو آپکے ہمراہ حج کو چلونگا
حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ اس سے کیا بہتر ہم تم کو اپنے ساتھ لے چلیں گے تمہ اس
قصہ کا یہ ہے کہ پھر وہ قافلہ میں رہنے لگے اور سب کے ساتھ حج کو گئے اور حج کر کے حضرت
کے ساتھ پھر کلکتہ میں آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ اب مجھکو کیا ارشاد
ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو اُنھوں نے کہا کہ میرا یہ ارادہ ہے کہ میں اپنی
بستی میں بنیا کو جاؤں اور جو میرے گھر میں مال و اسباب ہے اس میں سے اپنا حصہ لوں آپنے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو کفر سے نکال کر مسلمان کیا اب تم ہمارے ساتھ چلو وہاں سے ہجرت
کر کے جہاد کو چلیں گے اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتحیاب کیا تو بیشمار مال و اسباب تم کو ملیگا اور
جو کہیں تم شہید ہوئے تو تمام ملک و مال ابدی جنت میں تم کو اللہ تعالیٰ عطا فرماویگا،
اب اس مال کو دور جانے دو اُنھوں نے عرض کی کہ میں آپ ہمراہ چلنے کو حاضر ہوں
ولیکن اگر کچھ مال ملجاوے تو کیا برا ہے اور مسلمان بھائیوں کے کام آویگا آپ
نے فرمایا کہ خیر تم جاؤ مگر جب تک ہم یہاں کلکتہ میں ہیں تب تک تم کو نہیں رخصت کرینگے جب

یہاں سے چلیں گے تب رستہ میں تم کو بھی رخصت کر دینگے پھر جب حضرت کلکتہ سے
طرف اپنے وطن شریف کے روانہ ہوئے اور مرشد آبا دیا کسی اور جگہ پہنچے وہاں
بیرنیاں کی مسلمان رانی کا آدمی خط لے کر حضرت کے پاس آیا خلاصہ مضمون اس کے
کا بعد القاب و آداب کے یہ تھا کہ اول مرتبہ جب آپ اس اس رستہ سے بیت اللہ
شریف کو تشریف لے گئے میں آپ کی قدمبوسی سے محروم رہی اور اب کی بار جو
آپ تشریف لائے ہیں اگر اس طرف قدم رنجہ فرماتے جاویں تو عین سرفرازی
اور غربا نوازی ہو یہاں ہزاروں آدمی آپ کی ذات بابرکات سے ہدایت
پاویں گے اور جو ادھر آپ کا آنا نہ ہو سکے تو ارشاد ہو تو میں وا کر میں
حاضر ہوں فقط اس کے جواب میں حضرت نے اس رانی کو یہ لکھا کہ تم اس
طرف آنے کا ہرگز ارادہ نہ کرنا ہم آپ ہی تمہارے پاس وہاں آئینگے
مگر یہ بات ہے کہ جب ہماری کشتیاں تمہاری بستی کے مقابل پہنچیں تب
کسی اپنے آدمی کو ہمارے پاس بھیجدینا فقط اور پھر آپ نے میاں
احمد اللہ سے فرمایا کہ اب ہم تم کو اپنے ساتھ تمہاری بستی کو لے چلیں گے
اور تم کو وہاں کی رانی کے سپرد کر دینگے وہاں تم اپنا معاملہ جس طرح
چاہنا کر لینا پھر جب آپ بیرنیا کو تشریف لے چلے تو میاں احمد اللہ

کو بھی ہمراہ لے گئے وہاں اس رانی نے اور ہزاروں آدمیوں نے بیعت
کی پھر احمد اللہ کو اس رانی کے سپرد کیا اس نے ان کی خوراک و پوشاک
کے لئے دس روپے مہینہ مقرر کر دئے میاں احمد اللہ وہاں رہے اور حضرت
اپنے وطن شریف کو چلے آئے تبت سے پھر میاں احمد اللہ کا حال ہم کو نہ معلوم
ہوا کہ کہاں ہیں اور کیا ہوئے انتہیٰ **حکایت** ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ
منشی صاحب کے باغ میں لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اس میں ایک شخص آئے اور
اور سب کے ساتھ اُنہوں نے بیعت کی پھر کچھ دیر میں فرصت پا کر اُنہوں نے
حضرت سے عرض کی کہ میں بھی آپ کے وطن شریف کے ضلع کا رہنے والا ہوں
اور اپنی بستی کا نام بتایا مگر مجکو یاد نہ رہا اور کہا کہ میں نے سنا کہ کوئی پیرزادے
صاحب رائے بریلی سے تشریف لائے ہیں اور لوگ اُن سے بیعت کرتے ہیں
مجکو خیال ہوا کہ چل کر دیکھوں تو کہ کوئی صاحب حضرت شاہ علیم اللہ صاحب
کے خاندان سے تو ہیں ہیں پھر میں یہاں آپ کی ملاقات کو آیا سو لوگوں سے
معلوم ہوا کہ آپ اُسی خاندان ہدایت نشان کے ہیں حضرت علیہ الرحمۃ نے
ان سے پوچھا کہ تم اپنے گھر کے کتنے آدمی ہو اس شہر میں کتنی مدت سے رہتے
ہو اُنہوں نے عرض کی کہ ایک میں ہوں اور ایک لڑکا اور ایک میری
بی بی ہے فقط اور میں بیس بائیس برس سے یہاں ہوں اور اپنی

تنگدستی اور مفلسی کا حال بیان کیا اور کہا کہ حضرت کچھ میری تقدیر کی بات ہے کہ جو پیشہ یا مزدوری کرتا ہوں کچھ خیر و برکت نظر نہیں آتی اور تنگدستی نہیں جاتی ہے اور یہ شہر ایسا ہے کہ اس میں ہر کوئی آسودہ حال اور روزی سے فارغ البال ہے میں اپنے خیال سے جانتا ہوں کہ مجھ سا مفلس کوئی اس شہر میں کم ہوگا اور اسی طور بہت باتیں اُنھوں نے کیں، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو، اُنھوں نے عرض کی کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے واسطے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری روزی میں برکت کرے اور عاقبت بخیر ہو، آپ نے فرمایا کہ تم تو ہمارے وطن کے قریب کے نکلے اب تم یہاں ہر روز آیا کرو یہ لوگ سب تمہارے بھائی ہیں کسی روز ہم تم سے کچھ کہہ دیویں گے پھر وہ اس روز سے آنے لگے اور کھانا بھی اکثر اوقات ہم لوگوں کے ساتھ کھانے لگے پھر ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن سے پوچھا کہو بھائی صاحب اب کیا چاہتے ہو، اُنھوں نے پھر وہی اول کا حال عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ اس وقت ہم تم کو دوا بتاتے ہیں تو وہ دوا موتیابند کی فقط مگر انشاء اللہ تعالیٰ آنکھ کے ہر مرض کو فائدہ کرے گی اور اس دوا کو سونے کے برابر تول کر دینا اور لینے والے کے کہنا کہ اگر بسبب فائدہ نہ کرے تو اپنا سونا ہم سے پھیر لیجانا اور جو اللہ تعالیٰ بسبب اس دوا کے تم کو

فراغت دلوے تو مہمانوں مسافروں کی خدمت للہ فی اللہ کیا کرنا ان کو اپنے افلاس پر خیال کرکے اس بات پر تعجب معلوم ہوا کہ حضرت جب میرے گھر کے اخراجات سے بچیگا تب میں للہ فی اللہ ان کی خدمت کرونگا، آپ نے ان کی تسلی کی اور فرمایا انشاءاللہ تعالیٰ ہمارے جانے کے بعد چند روز میں تم دیکھ لینا کہ کس طرح خیر و برکت اور ہر چیز کی فراغت تمہارے گھر میں ہو گی پھر آپ نے اس دوا کے اجزا ان کو بتلا دئے اور جناب الٰہی میں خوب ان کے لئے دعا کی پھر وہ اپنے مکان کو گئے **حکایت** جب حضرت حج کرکے پھر کلکتہ میں مع الخیر آئے تب تک مع الخیر آئے تب تک وہ اُسی دوا کی بدولت اس قدر خوشحال اور صاحب مال ہو گئے کہ کوئی دو ہزار روپے کی ایک حویلی اُنھوں نے بنائی اور ایک امیرانہ کارخانہ کارخانہ ہو گیا نوکر چاکر کھرلوں میں وہ ہی دوا پیس رہے ہیں اور صدہا خریدار آتے ہیں اور سونے کے برابر تلوا کر لیجاتے ہیں اور تمام شہر میں اُن کی دوا کی شہرت ہو رہی ہے اور حضرت علیہ الرحمۃ غلام حسین کے بیٹے عبداللہ کے باغ کی کوٹھی میں اترے پھر حال پوچھا اُنھوں نے اول سے آخر تک اپنی روزی کی کشائش کا بیان کیا اور واسطے دعوت کے عرض کی، آپ نے ان سے عذر کیا کہ یہ تکلیف معاف رکھو اُنھوں نے

نہ مانا پھر حضرت کوئی دو سو آدمیوں سے ان کے یہاں گئے اور دعوت
کھائی اور اُنھوں نے ایک دیگ پلاؤ وہاں سے باغ میں بھیجا اور
کوئی دو مہینے حضرت اس باغ میں رہے تب تک وہ ہر روز حضرت ہی کے
پاس کھانا کھایا کئے اور بہت حضرت کے شکر گذار ہوئے اور بارہا کہتے
تھے کہ حضرت یہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے یہ سب آپ
ہی کی دعا کی برکت سے ہے انتہیٰ **حکایت** کلکتہ میں ایک شخص
قطب الدین نام چٹائیوں کی سوداگری کیا کرتے تھے سو ایک روز آکر انھوں
نے بھی بیعت کی اور ہر روز توجہ لینے کو آنے لگے اور کئی بار اپنا حال
ہم لوگوں سے بیان کیا کہ میرے پاس فقط سو روپے راس المال ہیں
انھیں روپوں کی چٹائیاں لے کر بیچتا ہوں ہر روز دو چار آنے نفع
کے ملتے ہیں ان سے میں اپنی گذران کرتا ہوں شہر کا خرچ ہے اس سبب
سے پورا نہیں پڑتا ہے بمشکل اوقات بسری ہوتی ہے ہم لوگوں نے ان سے
کہا کہ تم اپنا حال حضرت سے عرض کرو یقین ہے کہ وہ تمہارے لئے
یا تو دعا کرینگے یا کچھ تم کو بتا دیوینگے پھر انشاءاللہ تعالیٰ تمہارے
واسطے کوئی صورت بہبودی کی ہو جاویگی پھر انھوں نے یہ حال اپنا حضرت

سے عرض کیا، آپ نے فرمایا بہت خوب مگر تم ہر روز ہمارے یہاں آیا
کرو اور ہم کو یاد اس کی دلایا کرو کسی روز جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا
تمہارے واسطے ہو جاویگا پھر اس دن سے بلا ناغہ ہر روز آنے لگے بعد
دس بارہ روز کے ایک وقت انھوں نے پھر ہم لوگوں سے کہا اور اس وقت
حضرت کوٹھی کے کمرہ میں پوشاک بدلنے کو تشریف لے گئے تھے وہیں ہم
لوگ ان کو لے گئے اور عرض کی کہ فلانے صاحب حاضر ہیں، آپنے اُن سے
فرمایا کہ خیر اب تم جاؤ پنجشنبہ کی رات کو اللہ چاہیگا تو ہم تمہارے لئے دعا
کرینگے یا تمہیں کچھ بتادیوینگے مگر اس دن ہم کو کوئی یاد دلادیوے یہ بات سُن
کر وہ تو اپنے مکان کو گئے پھر اس کے دوسرے یا تیسرے دن پنجشنبہ کی
رات ہوئی کسی نے آپ کو یاد دلادیا پھر آپ نے اُس شب کو اُن کے
لئے دعا کی پھر اس کے اگلے روز جب وہ حضرت کے پاس آئے تب آپ نے
ان سے فرمایا کہ ہم نے رات کو تمہارے لئے جناب الٰہی میں دعا کی سو
اب چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ تم آپ دیکھ لینا کہ اسی پیشہ میں تمہارے
اللہ تعالیٰ کسی کشائش اور خیر و برکت کرتا ہے اور اب تو کچھ روزوں میں
ہم بیت اللہ کو جاوینگے پھر انشاء اللہ تعالیٰ جب آوینگے تب تمہارا
حال دیکھینگے **حکایت** کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ حج کرکے

بیت اللہ شریف سے پھر کلکتہ میں آئے اور غلام حسین سوداگر کے بیٹے
عبداللہ کے باغ کی کوٹھی میں اُترے اور باغ کے ایک کونے کی طرف
جانب شمال زنانہ مکان تھا اس میں حضرت کے اہل وعیال فروکش
ہوئے اور باقی اور مکانوں میں باغ کے اور صاحبوں کی عورتیں اُتریں
جن مکانوں میں پردے نہ تھے اُن کے پردوں کی لوگوں کو خواہش تھی
اور واسطے کار ضروری کے عبداللہ بیٹے نے ایک داروغہ کو اور کئی آدمی اور
مزدور مقرر کر دئے تھے اس میں وہ جو سوداگر چٹائیوں کے تھے ایک
روز بہت سی چٹائیاں اور بانس مزدوروں کے سروں پر لاکر اُنھوں نے
باغ میں ڈلوادئے مزدوروں نے جانا کہ شاید عبداللہ نے یہ اسباب پردوں
کا منگوایا ہے اُنھوں نے اُن چٹائیوں کے پردے جہاں جہاں حاجت تھی لگادئے
اور چند زنانے پائخانہ اُنھیں چٹائیوں کے بنا دئے پھر ایک روز اُن صاحب
نے آکر داروغہ سے کہا کہ اگر کچھ اور بانس چٹائیاں درکار ہوں حاضر کروں
داروغہ نے پوچھا کہ یہ اسباب تم ہماری سرکار سے لاتے ہو اُنھوں نے
کہا کہ سید صاحب کا میں خادم ہوں سو اپنی دُکان سے للّٰہ فی اللہ
لاکر حاضر کیا کہ میں تو اب میں داخل ہوں داروغہ نے کہا کہ حق تو اس
عبداللہ پر تھا تم کیوں بے پوچھے اپنے یہاں سے لائے اُنھوں نے

کہا للّٰہ فی اللّٰہ بزرگوں کی خدمت کے واسطے کسی سے پوچھنے کی کیا
حاجت جس کو اللّٰہ تعالیٰ توفیق دے وہ خدمت کرے پھر داروغہ
نے جاکر اس کا شکوہ حضرت سے کیا، آپ نے ان صاحب کو بلایا
اور فرمایا کہ ہم تو عبد اللّٰہ کے باغ میں اُترے ہیں اس خدمت کا حق
انھیں پر تھا اور جو تم نے للّٰہ فی اللّٰہ جان کر یہ کام کیا ہے تو بھی
کچھ مضائقہ نہیں ہے اور ہم تو مسافر ہیں جو للّٰہ فی اللّٰہ ہم لوگوں کی
خدمت کریگا اللّٰہ تعالیٰ اس کو ثواب دیگا پھر ان صاحب نے آکر حضرت
سے عرض کی کہ میرے یہاں آپ کی اور تمام آپ کے قافلہ کی دعوت
ہے، حضرت نے کئی بار عذر کیا کہ تم یہ تکلیف نہ کرو اُنھوں نے کسی طور
نہ مانا اور کہا اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے بہت کچھ مجکو دیا ہے میں
آپ کی دعوت ضرور کرونگا، آپ نے فرمایا کہ خیر تمہاری خوشی
پھر اس کے اگلے روز اُنھوں نے دعوت کی، حضرت علیہ الرحمۃ ڈھائی
تین سو آدمیوں سے ان کے مکان پر تشریف لے گئے نان گوشت اور
پلاؤ اُنھوں نے پکوایا تھا پھر سب کو کھلایا اور جو لوگ باغ میں
تھے ان کو کھانا پہنچایا پھر حضرت نے ان کو خلافت نامہ دیا اور
اپنا خلیفہ کیا اور حضرت سے اُنھوں نے اپنی کشائش اور فراخی

کا بیان کیا کہ پہلے اس مکان کی دُکان میں چٹائیاں رکھ کر بیچتا تھا اور تین روپے مہینہ کرایہ دیتا تھا اور اب میں نے تلے اوپر تینوں دکانیں مع حویلی بیع کر لی ہیں اور با خوبی گذران ہوتی ہے آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اور تم کو دیوے پھر وہ کوئی دو سو روپے نقد اور کوئی سو روپے کا کپڑا اور ایک جوڑی سرخ ٹٹو کی واسطے نذر کے لائے، حضرت نے قبول کیا، پھر انھوں نے عرض کی کہ آپ نے جو مجھکو اپنا خلیفہ کیا اور خلافت نامہ دیا ہے اب میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری زبان میں اثر دیوے کہ جس کو میں للہ فی اللہ کچھ دین کی بات تعلیم کروں وہ قبول کرلے پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن کے لئے دعا کی انتہیٰ اور دوسرا حال انھیں صاحب کا یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب برادر خرد حضرت مولانا محمد حیدر علی صاحب مرحوم و مغفور رامپوری کے مجھ سے بلدۂ الہ آباد میں نقل کرتے تھے کہ جب ہم مدراس سے کلکتہ میں آئے اور اپنی نوشدامن کے باغ میں اُترے اور شہر کے لوگوں سے ملاقات ہونے لگی وہ چٹائیوں کے سوداگر بھی ایک روز میری ملاقات کو آئے اور مصافحہ اور معانقہ کیا جو لوگ اور میری ملاقات کو آئے تھے اُنھوں نے مجھ سے

کہا کہ یہ صاحب بھی حضرت سید صاحب کے خلیفہ ہیں اور حضرت نے
ان کے لئے دعا کی تھی یہ بڑے متبرک شخص ہیں لوگوں کو توجہ بھی
دیتے ہیں اکثر لوگوں کو ان سے فائدہ ہوتا ہے، پھر انھوں نے میری
دعوت کی اور ایک دن اپنے مکان پر مجکو لے گئے اور کھانا کھلایا پھر
میں نے لوگوں کے کہنے سے کچھ دیر وہاں وعظ کہا بعد فراغ وعظ کے
ان صاحب نے دو قصے عجیب وغریب مجھ سے نقل کئے ان میں سے ایک یہ ہے
کہ انھوں نے کہا کہ یہاں شہر میں ایک شخص کوئی دو برس سے بیمار تھا
کوئی تو کہتا تھا کہ اس کو جنون ہے اور کوئی کہتا تھا اس پر کوئی جن
ہے اور اس کو رات دن گھر میں قید رکھتے تھے اور باہر گھر سے نہیں
نکلنے دیتے تھے کہ مبادا کسی کو اینٹ پتھر مارے یا کسی کا کچھ نقصان کرے
اور ننگا مادر زاد رہتا تھا اور جو کچھ اس کے وارثوں سے دوا اور
دعا کروانے میں ہو سکا سب کچھ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا پھر ان میں
سے ایک شخص میرے پاس ایک روز آیا اور اس کا حال بیان
کیا اور مجھ سے کہا کہ تم بھی چلو شاید کچھ اللہ تعالیٰ تمہارے ہی چلنے
سے اس کو اچھا کر دے، میں نے اس سے عذر کیا کہ تم نے اس میں
بہت کچھ کوشش کی ہے اور کچھ فائدہ نہ ہوا میں وہاں جا کر کیا بنا
لونگا اور مجکو کیا آتا ہے اس نے کسی طور نہ مانا آخر مجکو لے گیا اور

میں رستے میں دعا کرتا جاتا تھا کہ الٰہی مخلوق تو کچھ آتا نہیں ہے اور شفا تیرے
قبضہ قدرت میں ہے، میں نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے ان کی دعا
کی برکت سے اگر جنون ہو یا جن ہو دور کر دے پھر میں جب اُس کے دروازہ
کے قریب پہنچا اور وہ شخص بیمار کوٹھڑی میں بند تھا اُس نے اپنے گھر والوں
سے پکار کر کہا کہ دروازہ کھول دو میرا پیر بھائی آتا ہے اُنھوں نے سن کر کھول
پھر جب میں دروازے پر گیا تب پردہ کروایا گیا اور میں اندر مکان کے
گیا اُس شخص نے خود بخود کہا السلام علیکم آؤ بھائی صاحب قطب الدین،
میں نے جواب سلام کا دیا گھر والوں نے یہ سن کر مجھ سے کہا کہ یہ کیا معاملہ
ہے یہ تو آج تم سے اچھی طرح باتیں کرتا ہے، میں نے کہا خیر یہ حال تم کو
نہیں معلوم ہے اب تم دروازہ کھول دو، پھر انھوں نے قفل کھول کر
دروازہ کھولا وہ تہبند ایک کپڑے کا باندھ کر کوٹھڑی سے باہر نکل
آیا اور مجھ سے پوچھا کہ بھائی صاحب آپ کا یہاں آنا کیونکر ہوا میں نے
کہا کہ انہوں نے مجھ سے جا کر کہا کہ ہمارا بھائی بیمار ہے سو تم چل کر
ان کو دیکھو میں ان کے ساتھ چلا آیا پھر میں نے پوچھا کہ تم یہاں کیونکر
آئے اُنھوں نے کہا کہ یہ جو صحن میں درخت شہتوت کا لگا ہے ایک
روز میں اس کی ٹہنی پر بیٹھا تھا اِس شخص نے درخت پر چڑھ کر
ٹہنی ہلائی میں دوسری ٹہنی پر جا بیٹھا اس نے اس کو بھی ہلایا

میں تیسری ہٹنی پر جا بیٹھا اس نے اس کو بھی جا کر ہلایا غرضکہ مجکو
کمال تکلیف ہوئی اُس دن سے میں اس کے اوپر ہوں اور میرا قصور اس نے
کچھ نہیں کیا اور یہ بھی میرا پیر بھائی ہے اس نے بھی سید صاحب کے ہاتھ
پر بیعت کی ہے اور میں نے بھی سو یہ تو قصور مجھ سے ضرور ہوا کہ اتنے دنوں
میں نے اس کو ایذا دی اور آپ سید صاحب کے خلیفہ ہیں آج جو یہاں تشریف
لائے خوب ہوا اب میں بھی جاتا ہوں آج سے انشاء اللہ تعالی اس کو ایذا
نہ دونگا اور اب آپ بھی تشریف لیجائیے" پھر وہ شخص اسی وقت ہوش
میں ہو گیا" پھر میں بھی وہاں سے اپنے مکان پر چلا آیا اور تیسرا قصہ یہ ہے
کہ اس شہر میں ایک شخص کا آدھا بدن نیچے کا بیکار ہو گیا تھا کہ وہ
بیٹھے بیٹھے چلتا تھا جب اس جن والے کا قصہ مشہور ہوا کہ قطب الدین کے جانے
سے وہ جن دفع ہو گیا" اس لنجے نے بھی سنا اُس جن والے سے کہا کہ
اللہ تعالی نے ان کے سبب سے تم کو اچھا کر دیا مجکو بھی ان کے پاس
لے چلو شاید کہ اللہ تعالی مجکو بھی صحت نصیب کرے پھر وہ شخص اس
کو میرے پاس ایک روز لایا اس کا حال بیان کیا اور کہا اس کے لئے
بھی آپ کچھ تدبیر کریں میں نے کہا بھائی صاحب یہ تو مرض ہے

ان کو کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ ایسے مرضوں کی دوا وہی
لوگ کیا کرتے ہیں، اس نے کہا تم سید صاحب کے خلیفہ ہو تمہارے لئے سید
صاحب نے دعا کی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہاری زبان میں برکت دی ہے تم
میرے لئے دعا کرو اور طبیبوں اور ڈاکٹروں کی بہتیری دوا علاج میں
نے کی کچھ فائدہ نہ ہوا میں نے کہا خیر جو کچھ مجکو آتا ہے میں قصور نہ کرونگا
تم کسی کے ہاتھ ایک آبخورے میں ہر روز پانی بھیجا کرنا میں دم کر دیا
کرونگا اس میں سے کچھ پیا کرنا اور کچھ اپنے بدن میں لگایا کرنا اللہ تعالیٰ
چاہیگا تم اچھے ہو جاؤ گے، پھر اُس نے ویسا ہی کیا کوئی چھ سات روز
کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عنایت کی وہ کھڑے ہو کر چلنے لگا ا
انتہیٰ **حکایت** منشی امین الدین صاحب کے باغ میں ایک روز نماز ظہر
یا عصر کا حضرت علیہ الرحمۃ وضو کر رہے تھے اور حضرت سید عبدالرحمٰن
صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ لاٹھی ٹیکے ہوئے سامنے کھڑے تھے اس عرصہ میں
ایک شخص نے آکر حضرت سے عرض کی کہ فلانے امیر نے پانسو روپے
آپ کو واسطے دعوت کے بھیجے ہیں، آپ نے سید عبدالرحمٰن صاحب سے
فرمایا کہ روپے ان سے لیکر رکھ آؤ پھر نماز پڑھو، سید صاحب
ممدوح نے اس سے روپے لے لئے اور دو شخص شہر کے اپنے اپنے لڑکے

گود میں لئے کھڑے تھے اور ان لڑکوں کو کچھ بیماری تھی جب حضرت علیہ الرحمۃ داہنا پانوں دھونے لگے تب ایک نے ان دو شخصوں سے حضرت کے پیر کے نیچے ہاتھ کر کے اپنے چلو میں پانی لیا، مولوی محمد یوسف صاحب بھی وہیں کھڑے تھے اس سے کہنے لگے کہ یہ کیا کرتے ہو؟ حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے لینے دو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ جو بیمار یہ پانی پیویگا اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیویگا پھر وہ پانی اپنے لڑکے کو پلادیا پھر جب بایاں پانوں دھونے لگے تب اس دوسرے شخص نے پانی اپنے چلو میں لے کر اپنے لڑکے کو پلایا پھر وے دونوں چلے گئے دوسرے روز اسی وقت ان لڑکوں کو لے کر دونوں شخص وہ آئے اور تین شخص اور بھی ایک ایک لڑکا گود میں لئے ہوئے ان کے ساتھ آئے اور ان دونوں نے حضرت سے عرض کی کہ ہم نے آپ کے وضو کا پانی ان کو پلایا اللہ تعالیٰ نے بہت فائدہ کیا سو اسی لئے یہ تین شخص اور بھی آئے ہیں؛ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی شفا دیگا اور اس دن وہ کٹورا لائے پھر جب حضرت وضو کرنے لگے اور پانوں دھونے کی نوبت آئی تب وہ کٹورے میں پانی لینے کو جھکے، آپ نے فرمایا کہ ابھی رہ جاؤ وہ ٹھہر گئے جب آپ پانوں دھو چکے تب ان سے کہا کہ ہاں اب کٹورا نیچے کرو اُنھوں نے کٹورا نیچے کیا اور پانی اپنے پانوں پر ڈالا اور کٹورے میں گرا پھر انھوں نے تھوڑا تھوڑا پانی پانچوں لڑکوں کو پلایا اور اپنے گھر گئے اگلے روز پانچوں شخص وہ آئے اور دو بیماروں کو دو چار پانچ

پر ڈال کر لائے اور حضرت سے عرض کی کہ ہمارے لڑکوں کو تو اللہ تعالیٰ نے
شفا دی اب ان کے لئے آپ دعا کریں' ایک بیمار ان میں کا چارپائی پر رسّی
سے بندھا تھا اور اس کے پیروں میں بیکڑی بھی پڑی تھی یہ نہیں یاد ہے کہ اس
کو جنون تھا یا کوئی اور مرض تھا اور دوسرا نہایت لاغر تھا کہ فقط ہڈی اور
چمڑا نظر آتا تھا' حضرت نے فرمایا کہ کھول دو' انھوں نے رسّی کھول دی' پھر آپ
نے وضو کیا اور ایک پانوں کا پانی ان پانچوں لڑکوں کو پلوایا اور دوسرے پانوں
کا ان دونوں بیماروں کو' اور فرمایا کہ گھر میں جا کر اس کی بیکڑی کٹوا دینا
اور اگر کل یہ شخص ہمارے پاس آنے کا ارادہ کرے تو آنے دینا اور
اس دوسرے کو نہ تکلیف دینا اس کے واسطے پانی یہاں سے لیجانا پھر وے
سب اپنے اپنے مکانوں کو گئے اگلے روز وہ بیکڑوں والا سپید لوٹا ک
پہن کر اپنے پیروں حضرت کے پاس آیا اور آپ سے مصافحہ کیا' آپ
نے اس پوچھا کہ اب تمہارا کیا حال ہے اُس نے کہا فضل الٰہی ہے اب میں اچھا
ہوں مگر پانی مجھکو اور عنایت ہو' آپ نے پانی آبخورے میں منگوا کر کچھ
آپ نے پیا اور باقی اس کو دیا اس نے پیا اور عرض کی کہ دوسرا آدمی بھی '
چارپائی پر کوٹھی کے دروازہ حاضر ہے' آپ نے دوسرا آبخورہ پانی کا
منگایا اور تھوڑا سا پانی اس میں سے پی لیا اور باقی اس کو دیا اور

فرمایا کہ تھوڑا اس میں سے اس کو ابھی پلا دینا اور باقی گھر اس کے
لیجانا اور اب اس کو یہاں نہ لانا خدا چاہیگا تو اس کو آرام ہو جاویگا
پھر کئی روز کے بعد اس کے وارثوں میں سے کوئی شخص حضرت کے پاس
آیا اور عرض کی کہ اب اس کو آرام ہے مگر طاقت چلنے پھرنے کی ابھی نہیں ہے
آپنے فرمایا کہ وہ تو بیمار تھا جب رفتہ رفتہ طاقت آویگی تب چلنے
پھرنے لگیگا یہ سن کر وہ چلا گیا **حکایت** جب حضرت علیہ الرحمہ نے
تکیہ شریف سے تیاری سفر حج کی کی اور جابجا شہروں میں واسطے بلانے
لوگوں کے خط روانہ کئے لہاری میں حاجی حمزہ علی خاں جو رئیسوں میں تھے
ان کو بھی خط بھیجا کہ ہم واسطے حج کے تیاری کرتے ہیں تم بھی آؤ اور
اپنے بڑے بھائی منصب علی خاں کو بھی لیتے آؤ اور جو کہ مسلمان بھائی حج
کا ارادہ رکھتے ہوں ان کو بھی ساتھ لاؤ اور ان دنوں حاجی حمزہ علی
خاں کے ساق پا میں ایک عرض تھا کہ اس کا زخم کوئی بالشت بھر کا لمبا
اور ڈھائی انگل چوڑا تھا بسبب اس کے وہ چلنے پھرنے سے معذور تھے اور
وہ مرض ان کے کئی برس سے تھا سو انھوں نے اپنے عارضہ کا تمام حال
لکھ کر حضرت کے پاس روانہ کیا کہ میرا بسبب اس عذر کے آنا نہیں ہو سکتا
ہے جب یہ جواب خط کا حضرت کو پہنچا اور پڑھا پھر اس کے جواب میں

آپ نے دوسرا خط ان کو اس مضمون کا بھیجا کہ تمہارا خط ہم کو پہنچا اور حال اس کا معلوم ہوا کہ تمہارے پانوں میں عارضہ ہے سو تم اس بات کا اپنے دل میں کچھ اندیشہ نہ کرو جس طرح ہو سکے یہاں آؤ اللہ تعالیٰ سے مجکو امید ہے کہ اسی سفر میں انشاءاللہ تعالیٰ تمہارا پانوں اچھا ہو جاویگا پھر جب یہ خط ان کو پہنچا تب وہ اور لوگوں کے ساتھ حضرت کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ ہوئے کلکتہ تک وہ زخم اسی دستور تھا کہ زرد آب اور لہو پیپ اس میں جاری تھا ایک روز وہ منشی امین الدین صاحب کی کوٹھی میں جہاں حضرت علیہ الرحمۃ فروکش تھے چارپائی پر لیٹے تھے اور موسم جاڑے کا شروع تھا کسی شخص نے ایک لبادہ لاکر حضرت کی نذر کیا سرخ دریائی کی اس میں سنجاف تھی اور آبی اس کی زمین تھی بوٹی دار سو حضرت نے وہ لبادہ کسی کے ہاتھ حاجی حمزہ علی خاں کو بھیجا کہ وہ اوڑھا کریں اُنھوں نے دو یا تین روز اس کو اوڑھ کر کسی کی زبانی حضرت کو کہلا بھیجا کہ آپ یہ لبادہ اور کسی کو عنایت کریں میرے پاس یہ ناپاک ہو جاویگا میرے زخم میں ہر وقت پیپ لہو بہا کرتا ہے سوتے میں مجھ سے احتیاط ہونی دشوار ہے مجکو تو ایسا کپڑا چاہئے کہ اگر ناپاک ہو جاوے تو دھو کر اس کو پاک کر لوں حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو کہلا بھیجا کہ اس کو بھی اوڑھا کرو اس میں

دو تین بار انھوں نے وہی عذر کہلا بھیجا اور حضرت نے وہی فرمایا کہ
کہ تھی اپنے پاس رکھو، جب حاجی صاحب ممدوح نے نہ مانا تب حضرت اس دن
بعد نماز عصر کے ان کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ حاجی صاحب کیا
چاہتے ہو انھوں نے وہی عذر مذکور بیان کیا وہ عذر ان کا سُن کر وہاں آپ
بیٹھ گئے اور ان کے زخم پر تین چار بار اپنا داہنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ لیاؤ
کم اور پڑھے رہو انشاء اللہ تعالیٰ پانی تو تمہارے زخم کا جو بہتا ہے وہ آج
ہی سے بند ہو جاویگا اور باقی زخم چند روز میں وہ بھی چنگا ہو جاویگا انھوں
نے عرض کی کہ حضرت میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ زخم میرا چنگا ہو جاوے پھر
وہاں سے حضرت اپنی جگہ پر تشریف لائے، اور حاجی صاحب کے زخم کا پانی
بہنا تو اسی وقت سے بند ہو گیا اور رفتہ رفتہ وہ زخم خشک ہونے لگا چند
روز میں بالکل اچھا ہو گیا اور وہ اچھی طرح چلنے پھرنے لگے **حکایت**
حاجی عبدالرحیم صاحب کہ جو خادم حاجی محمد عمر ولایتی تھے ان کو اکثر اوقات بیماری
ناف کا خلل رہتا تھا اور یہ مرض ان کو برسوں سے تھا چنانچہ کلکتہ میں بھی
بسبب عارضہ کے ان کو دست آتے تھے اور مارے درد کے بیتاب پڑے تھے
جب حضرت علیہ الرحمۃ حاجی حمزہ علی خاں کے پاس گئے جس کا اوپر کی حکایت
میں بیان ہو چکا ہے تب حاجی محمد عمر نے حاجی عبدالرحیم صاحب سے

کہاکہ سید صاحب حاجی حمزہ علی خاں کے پاس تشریف لائے ہیں میرا حال بھی آپ ان سے عرض کردیں، حاجی عبدالرحیم صاحب نے جاکر عرض کی کہ حضرت جب حاجی حمزہ علی خاں کے پاس سے اُٹھے تب حاجی محمد عمر صاحب کے پاس گئے اور پوچھا کہ حاجی عمر تمہارا کیا حال ہے اُنھوں نے وہی اپنی ناف کا عارضہ بیان کیا، حضرت ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان کی ناف پر اپنے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت رکھی اور کچھ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب یہ عارضہ دفع ہو جاویگا اور پھر کبھی نہوگا پھر اُس روز سے جب تک وہ زندہ رہے پھر کبھی وہ عارضہ ان کو نہ ہوا

حکایت حافظ نبی بخش نابینا سہارنپوری جو سفر حج میں ہمراہ حضرت کے تھے ان کو بھی حاجی محمد عمر کی طرح چند سال سے درد ناف کا خلل تھا میاں جی ڈونڈے جو ضلع سہارنپور کے تھے وہ حضرت کے پاس آئے اور حافظ نبی بخش کے درد ناف کا بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ ان کو ہمارے پاس لاؤ میاں جی صاحب ان کو پکڑ لائے، حضرت نے پوچھا کہ حافظ صاحب یہ عارضہ تم کو کب سے ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ اتنے برسوں سے ہے، پھر آپ نے ان کی ناف پر انگلی شہادت کی رکھ کر کچھ پڑھ کر دم کردیا اور کہا کہ حافظ صاحب اللہ تعالیٰ سے مجکو اُمید ہے کہ پھر کبھی تمکو یہ عارضہ نہوگا

اور جو کبھی ہو تو پھر تم ہم سے کہنا مگر عنایت الٰہی سے پیران کو خلل نہ ہوا

حکایت ایک روز کلکتہ میں حافظ عبدالرب سہارنپوری نے حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ ضامن علی نام ایک شخص ہماری بستی کے کہ ہمارے ساتھ ہیں اُن کو خدا جانے کئی سال سے کیا بیماری ہے کہ فقط ہڈی اور چمڑا باقی ہے اور گوشت ان کے بدن پر نہیں چڑہتا ہے اور وہ سپاہی آدمی ہیں اور جہاد کا بھی ان کو اشتیاق ہے مگر کیا کریں بیماری سے ناچار رہیں آپنے فرمایا کہ وہ تو ہمارے کام کے آدمی ہیں ان کو ہمارے پاس لاؤ ہم اُن کے لئے دعا کرینگے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ اچھے ہو جاوینگے پھر حافظ عبدالرب صاحب ان کو لانے کو تیار ہوئے آپنے فرمایا کہ اب تو اس وقت موقوف کرو اور کسی وقت لانا پھر اسی روز بعد فراغ نماز مغرب کے حافظ عبدالرب نے حضرت سے عرض کی کہ ضامن علی حاضر ہیں فرمایا کہ لاؤ وہ آکر آپ کے روبرو کھڑے ہوئے اس وقت حضرت بھی کھڑے تھے پھر آپنے ایک ہاتھ اپنا حافظ عبدالرب کے کندھے پر رکھا اور دوسرا ضامن علی کے کندھے پر اور پوچھا کہ بھائی ضامن علی تمہارا کیا حال ہے اُنھوں نے کہا الحمد للہ اچھا ہوں مگر کئی سال سے میرا یہ حال ہے کہ روز بروز لاغر ہوتا چلا جاتا ہوں اور کبھی کبھی بخار بھی آجاتا ہے اور میری نیت جہاد کی بھی ہے کہ آپ کے ساتھ چلوں آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور تمہیں جہاد کو لے چلیں گے اور ہم تمہارے واسطے دعا کرینگے ان شاء

اللہ تعالیٰ تم خوب موٹے ہو جاؤ گے مگر سیر بھر کھانا کھایا کرنا انھوں نے عرض کی کہ کھانا تو مجکو ہضم نہیں ہوتا کیونکر میں سیر بھر کھاؤں آپنے فرمایا کہ تم کو خوب ہضم ہوگا اور تم خوب کھانا کھایا کرو اور آج سے ہم نے تمہارے سوائے جنس مقرر کی پھر آپ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بیت اللہ شریف پہنچتے پہنچتے تم اپنا حال دیکھیا کہ کیسے موٹے ہوتے ہو اور تتمہ اس قصہ کا یہ ہے کہ پھر بیت اللہ شریف تک جاتے جاتے وہ خوب موٹے تازے ہو گئے اور بیت اللہ شریف میں حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو دیکھکر پوچھا کہ کہو بھائی حاجی ضامن علی کیا حال ہے انھوں نے عرض کی کہ اب تو فضل الٰہی سے اچھا ہوں

حکایت

جب حضرت علیہ الرحمۃ مع الخیر کلکتہ میں پہنچے اور منشی امین الدین صاحب کے باغ کی کوٹھی میں اُترے اس کے کئی روز کے بعد مولوی امام الدین صاحب سے فرمایا کہ جب تک ہم اس شہر میں ہیں تب تک تم اپنی والدہ کو دیکھ آؤ اور اگر واسطے حج کے تمہارے ساتھ آویں تو ان کو بھی اپنے ساتھ لانا ورنہ تم ہی چلے آنا اور بستی ان کی کلکتہ سے جانب مشرق نو دس منزل تھی اور نام اس کا حاجی پور تھا اور ایک دوسری بستی وہاں سے قریب دو کوس کے سودارام نام ہے وہاں بھی ان کا گھر تھا پھر وہ حضرت علیہ الرحمۃ سے رخصت لے کر اپنے گھر کو گئے جو راہ میں دوست آشنا مسلمان لوگ ملتے تھے ان سے حضرت علیہ الرحمۃ کا حال خیر مآل بیان کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ ہمارے سید صاحب

ایسے بزرگ اور صاحب کرامات ہیں اور حج کے ارادہ سے قافلہ لے کر آئے ہیں، جس کو بیعت اور راہ خدا کی سیکھنی منظور ہو وہ کلکتہ میں جا دے پھر جب اپنے مکان کو پہنچے وہاں سے اپنے پرگنہ اور ڈھاکے اور سلہٹ کے مسلمانوں کو خط لکھ کر بھیجے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے حال سے مطلع کیا اور اپنی والدہ صاحبہ سے کہا کہ تم بھی میرے ہمراہ کلکتہ کو چلو اور حضرت سے بیعت کرو مگر انھوں نے عذر کیا کہ میرا چلنا تو نہ ہوگا پھر بعد چند روز کے مولوی صاحب ممدوح اپنی والدہ صاحبہ سے رخصت ہو کر اور کوئی چالیس پچاس آدمیوں سے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آکر حاضر ہوئے اور اُن سب سے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کروائی پھر کئی روز کے بعد کچھ لوگ ڈھاکے کے آئے اور ان کو کلکتہ کے رئیسوں نے خطوط بھیج کر بلوایا تھا پھر انھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی اور مولانا عبدالحئی صاحب کا وعظ سنا اور جنھوں نے ان کو خطوط بھیج کر بلوایا تھا انھیں کے مکانوں پر وے اُترے تھے ان سے جاکر بیان کیا کہ ہم لوگ تو جانتے تھے کہ تعزیہ بنانا نشان کھڑے کرنا پیروں شہیدوں کی نذر و نیاز کرنی اور اُن سے مراد مانگنی اور شادی اور غمی میں طرح طرح کی خرافاتیں کرنی یہی کام دینداری کے ہیں سو اب وعظ کے سننے سے معلوم ہوا کہ وہ سب کام بُرے ہیں اور کرنے والا

ان کا مشرک اور بدعتی ہے ہم لوگ آج تک بڑی غلطی پر تھے انہوں نے
کہا کہ تم کیا خود ہم بھی یوں ہی جانتے تھے سید صاحب کے سبب سے اللہ تعالیٰ
نے ہم کو ہدایت کی اور ہم تو سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اب
تم بھی چل کر بیعت کرو پھر ان کو حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لائے اور
ان کا حال عرض کیا کہ یہ لوگ ڈھاکے سے واسطے بیعت کے آئے ہیں پھر
آپ نے ان سے بیعت لی پھر بعد فراغ بیعت کے انھوں نے اپنی تعزیہ داری
اور پیر پرستی وغیرہ شرک و بدعت کا حال حضرت سے عرض کیا اور کہا
کہ ہم لوگ آج تک اس کو دینداری جانتے تھے سو یہاں وعظ کے سننے سے
معلوم ہوا کہ یہ سب کام برے ہیں اور ان کے کرنے والے مشرک اور
مبتدع ہیں اور ایک خط وے اپنے شہر سے لائے وہ حضرت کو دیا اور عرض
کی کہ ہمارے شہر کے تمام شرفا اور غربا آپ کے دیدار فرحت آثار کے
مشتاق ہیں اگر وہاں آپ تشریف ارزانی فرماویں تو ہزاروں غریب
و امیر مسلمان راہ راست پر آجاویں اور آپ کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم اور
ثواب فخیم عطا فرماوے گا' آپ نے وہ خط دیکھ کر اور ان کی عرض
سن کر ارشاد کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا جواب تم کو کسی اور وقت
دیوینگے اور جو لوگ مولوی امام الدین صاحب کے ہمراہ آئے تھے مولوی

صاحب ممدوح نے ان سب کو حضرت کے پاس لاکر حاضر کیا، آپنے
ان سب سے بیعت لی اس عرصہ میں سلہٹ اور چاٹ گانون اور ملک
آشام وغیرہ کے لوگ کشتیوں پر سوار ہوکر کلکتہ میں آئے اور وہاں کے لوگوں سے
ملاقات کرکے حضرت کی خدمت فیضدرجت میں آئے اوران کے ہمراہ عورتیں
بھی تھیں اور سب نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی پھر بعد فراغ بیعت کے جو
لوگ ان میں ہوشیار تھے اُنہوں نے مولوی امام الدین صاحب سے اطلاع کرکے
حضرت سے عرض کی کہ جو ڈھاکے کے لوگوں نے اپنا حال بیان کیا ہے یہی
حال بعینہ تمام ملک بنگالے کے مسلمانوں کا ہے اور نہ کوئی کبھی نماز پڑھتا ہے
اور نہ کوئی روزہ رکھتا ہے بعد اس کے سلہٹ اور چاٹ گانوں کے کئی
شخصوں نے یہ حال بیان کیا کہ ہمارے یہاں جو شادی اور غمی میں واسطے برادری
کے کھانا پکتا ہے اس کا یہ حال ہے کہ مٹی کے برتن تو کم ہوتے ہیں مگر اکثر کیلو
کے پتوں میں لوگوں کو کھلاتے ہیں اور بعد کھانے کے جو کھانا برتنوں اور
پتوں میں بچتا ہے اس کو پھینک دیتے ہیں وہ کوے کتے کھاتے ہیں
پھر سوداآرام اور ملک آشام کے لوگوں نے عرض کی کہ کھانا تو کیلے کے پتوں
ہی کھاتے ہیں علاوہ اس کے بنگالے میں طرح طرح کی اور بھی بہت بلائیں

ہیں ان میں سے یہ ہے کہ گوشت بکری کا تو کھاتے ہیں اور بکرے کا گوشت
حرام جان کر نہیں کھاتے ہیں اور ہندو ان کے برعکس بکرا کھاتے ہیں بکری
نہیں کھاتے، پھر جاٹ گانوں کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے یہاں یہ دستور ہے
کہ ہر روز عورتیں ہندوں کی طرح برتن مانجتی ہیں اور گوبر سے لیپ کر اور
چوکا دے کر کھانا پکاتی ہیں اور مجال نہیں کہ ان کے چوکے میں دوسرا شخص کوئی
جاوے، پھر جب کھانا تیار ہوا تب کھانے والے آئے اور اپنی اپنی تھالی یا رکابی
دھو کر چوکے کے قریب لائے اور الگ بیٹھے بعضے تو ننگے سر اور بعضے کچھ کپڑا سر میں
باندھ کر پھر اُس عورت پکانے والی نے جو کھانا ان کے برتن میں الگ سے رکھ دیا
وہ انھوں نے کھالیا اور جو کھانا برتن میں بچ رہا اس کو اُنھوں نے موافق
اپنے ملک کی رسم کے ایک جگہ ڈال دیا اور اس برتن کو راکھ سے دھو مانج
کر چوکے میں رکھ دیا اور یہ رسم ہمارے یہاں بزرگوں سے چلی آتی ہے
اور ایک دستور ہمارے یہاں یہ ہے کہ جو لوگ عیدوں کے تیوہار کرتے ہیں وے
اپنے کو بڑا مسلمان جانتے ہیں اور بعضے لوگ عیدین اور محرم بھی کرتے ہیں اور
ہولی دیوالی دسہرا بھی کرتے ہیں اور بھوانی کا پوجا بھی کرتے ہیں اور پیروں
شہیدوں کی نذر و نیاز بھی کرتے ہیں اور ایک یہ بھی رسم ہمارے
بزرگوں سے چلی آتی ہے کہ عورتوں سے نکاح بھی کرتے ہیں اور بے نکاحی

عورتیں بھی گھر میں ڈال لیتے ہیں اور اُن سے جو لڑکے بالے پیدا ہوتے ہیں
ان کو کوئی برا نہیں جانتا پھر جب یہ حال اپنے اپنے دیس کا بیان کر چکے
تب جو لوگ ان میں رئیس اور نامی تھے اُنھوں نے عرض کی کہ یا حضرت
جس طرح ہو سکے آپ ہمارے ملک میں تشریف ارزانی فرماویں
تو ہم لوگوں کو گویا از سر نو مسلمان بناویں اس کے جواب میں آپ نے
ارشاد فرمایا کہ یہ ملک بہت وسیع ہے اگر برس دو برس ہمارا رہنا ہوتا
تو تمہارے ملکوں کا دورہ کرتے اور اب موسم جہاز کھلنے کا قریب آیا
اب بہت ٹھہرنا نہیں ہو سکتا ہے مگر مولوی امام الدین صاحب کو جو سودرام
کے رہنے والے ہیں اور صوفی نور محمد صاحب سلہٹی کو جو اب کلکتہ میں رہتے ہیں
اور تمہارے قریب الوطن ہیں سو ان سے کہہ دیوینگے وے تم سب کو مسائل
دینی ضروری تعلیم کیا کرینگے جو مسئلہ تم کو حاجت ہوا کرے اُن سے
پوچھ لیا کرنا خواہ خط بھیج کر خواہ آپ آکر پھر کئی دن کے بعد ان
دونوں صاحبوں سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بعد فراغ حج کے فرصت ہوگی
تمہارے ملک کو چلیں گے اور جو دس بیس آدمی ہوشیار ہوشیار ان صاحبوں
میں ہوں ان کو تم توجہ دیا کرو اور مسائل ضروری بھی سکھلاؤ پھر ہم
ان کو خلافت نامہ دے کر رخصت کرینگے پھر مولوی امام الدین صاحب

اور صوفی نور محمد صاحب نے ان لوگوں میں سے چوبیس یا پچیس آدمی ہوشیار ہوشیار انتخاب کئے اور موافق ارشاد ہدایت بنیاد حضرت علیہ الرحمۃ کے ان کو توجہ دینے لگے اور طرح طرح کے معاملات عجیبہ اور غریبہ مراقبہ میں مشاہدہ کرکے وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا معاملات ہیں ہم تو حضرت کے ساتھ نہ چھوڑیں گے اور اب معلوم ہوا کہ ہم لوگ مسلمان ہوئے پھر مولوی امام الدین صاحب اور صوفی نور محمد صاحب ان لوگوں کو حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت میں لائے اور عرض کی کہ جو حالات ان پر گذرے ہیں آپ ان سے پوچھیں پھر آپ نے ان سے فرمایا کہ بھائیو جو کچھ دیکھا ہو بیان کرو پھر جدا جدا سب نے اپنا اپنا حال بیان کیا' آپ نے خوش ہو کر ان کے واسطے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اور زیادہ تم پر اپنا فضل کرے' پھر انھوں نے عرض کی کہ حضرت ہم تو آپ ہی کی خدمت میں رہینگے اور اپنے گھر نہ جاویں گے' آپ نے ان کو سمجھا کر فرمایا کہ جہاں ہم تم کو بھیجیں وہاں جاؤ وہاں کا جانا گویا ہمارے ہی ساتھ کا رہنا ہے انھوں نے کہا کہ ہم فرماں بردار ہیں جو ارشاد ہو بلا عذر حاضر ہیں پھر سب کو ایک ایک خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور سب کو کرتا دیا اور کسی کو عمامہ عنایت کیا اور کسی کو فقط تاج عطا فرمایا اور دعا کرکے ان کو ان کے

ملکوں کو رخصت کیا اور ہر ایک سے کہہ دیا کہ جا بجا سیر و دورہ کرتے رہنا اور جو یہاں تم نے توحید و سنت کا مضمون سیکھا ہے وہی لوگوں کو سکھانا اور ان سے شرک و بدعت کے کام چھوڑانا اور جو کوئی تم کو مارے کوئی رنج و ایذا دیوے صبر کرنا اور وعظ و نصیحت سے باز نہ رہنا اور ہم تمہارے لیے پھر بھی جناب الٰہی میں دعا کرینگے اور اللہ تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ تمہارے ہاتھوں سے بہت لوگوں کو ہدایت ہوگی اور جو کوئی زندہ رہیگا چند مدت میں اس ملک بنگالے کا حال دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ہدایت عام کرتا ہے اور لوگ اپنے دل میں کہینگے کہ یہ وہی ملک بنگالہ ہے اور یہ وہی آدمی ہیں کہ کوئی توحید و سنت کا نام بھی نہ جانتا تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ کرم اور فضل کیا پھر وے سب اپنے اپنے شہر کو گئے اور جو لوگ کلکتہ کے اطراف کے کشتیوں میں سوار ہوکر آئے تھے اور حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی تھی' آپ نے ان سے فرمایا کہ جن کو ہم نے اپنا خلیفہ کیا ہے اور خلافت نامہ لکھ دیا ہے اگر تمہاری بستیوں میں جاویں جس کسی کو اللہ پاک کا نام سیکھنا منظور ہو ان سے سیکھ لیوے اور جو لوگ ملک جاوے سے آئے تھے اُنھوں نے حضرت سے ملاقات کی اور اپنا حال عرض کیا کہ ہم نے اپنے ملک میں فلانا فلانا خواب دیکھا اور اکثروں نے اپنا اپنا خواب روبرو حضرت کے بیان کیا وہ حال مجکو یاد

نہیں ہے کہ کیا بیان کیا پھر حضرت نے ان سے بیعت لی اور انھیں بھی واسطے توجہ کے مولوی امام الدین صاحب اور صوفی نور محمد صاحب کو سپرد کیا کئی روز تک اُنھوں نے توجہ دی اور تعلیم کی پھر دو آدمیوں کو ان میں سے حضرت نے اپنا خلیفہ کیا اور خلافت نامہ ان کو دیا اور وے دونوں کچھ علم بھی رکھتے تھے اور خوبی توحید وسنت کی اور برائی شرک وبدعت کی خوب ان کو سمجھادی پھر ان کو رخصت کیا **حکایت** ایک روز چار آدمی آدمی کلکتہ کے حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے مکانوں پر لے گئے اور اپنی عورتوں کو مرید کروایا اور ان کے متصل ناریل اور سپاری کے باغ تھے وہاں حضرت کو بٹھایا اور اپنے اپنے درختوں سے کچے ناریل حضرت کے سامنے رکھے جو آپ کے ہمراہ آدمی گئے تھے وے ایک ایک دو دو توڑ کر کھانے لگے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے ناریل اور سپاری کے درختوں کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ درخت تو پتلے ہیں ان پر کیونکر چڑھتے ہونگے' انھوں نے ایک آدمی کو ایک سپاری کے درخت پر چڑھایا اور حضرت سے عرض کی کہ آپ ملاحظہ فرماویں وہ آدمی ایک درخت پر چڑھا اور اس کو ہلایا وہ جھک کر دوسرے درخت میں جالگا وہ آدمی اس پر سے دوسرے درخت پر ہو رہا اسی طور سے سب درختوں پر گیا یہ حال دیکھ کر حضرت بہت خوش ہوئے پھر ان درختوں کے مالکوں نے حضرت سے عرض کی کہ انھیں درختوں کی آمدنی سے ہماری روزی ہے مگر سات

تنگی کے گذر ہوتی ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر روزی کی
کشائش کرے یہ سن کر حضرت اُٹھے اور اُن کے ہر باغ میں بطریق
سیر کے تشریف لے گئے اور ہر باغ میں ایک جگہ بیٹھ کے آپ نے دعا کی
اور فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ تم کو بہت کشائش روزی کی ہوگی پھر
وہاں سے اپنے مکان پر تشریف لائے **حکایت** کہ جب حضرت بیت اللہ
کو تشریف لے گئے اور حج کر کے مع الخیر کلکتہ میں آئے اور شیخ غلام حسین
خاں فخر التجار کے بیٹے شیخ عبد اللہ کے باغ میں اُترے اور وہی باغوں والے
آپ کی ملاقات کو آئے اور عرض کی کہ ہم لوگ وہی باغوں والے ہیں کہ
ہمارے لئے آپ نے دعا کی تھی سو اب آپ ہمارے یہاں تشریف لے
چلیں اور اُن باغوں کو دیکھیں پھر اس کے اگلے روز حضرت بہت لوگوں
سے ان کے مکان پر گئے ہر ایک نے آپ کو نذر دی اور انھیں باغوں
میں آپ کو لے گئے اور عرض کی کہ حضرت یہ وہی باغ ہیں کہ اول
آپ یہاں تشریف لائے تھے اب آپ کی دعا کی برکت سے ان باغوں
کا یہ حال ہے کہ خوب ہی پھلتے ہیں اور باخوبی ہم لوگوں کو فائدہ ہوتا
ہے اور آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو بہت آسودہ
حال اور فارغ البال کیا ہے یہ سن کر آپ بہت خوش ہوئے پھر
وہاں سے اپنے مکان پر آئے **حکایت** ایک روز منشی امین الدین

صاحب کے باغ میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس سیاہ فام نو یا دس
آدمی آئے اور اُن کے تمام بدن میں پھوڑوں کے سے داغ تھے حضرت
نے ان کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ کیا سبب ہے کہ ہر
کسی کے تمام بدن میں ایک ہی انداز کے داغ ہیں مگر کچھ پوچھا نہیں
پھر ان میں سے ایک آدمی آپ ہی کہنے لگا کہ حضرت جو آپ ہم لوگوں کے
بدن پر یہ داغ دیکھتے ہیں سبب اس کا یہ ہے کہ ہم لوگ ملک آشام
کے رہنے والے ہیں اور تجارت پیشہ ہیں اور ہمارے ملک میں عملداری کافر
کی ہے نہ وہاں اذان کوئی کہنے پاتا ہے اور نہ گائے ذبح ہونے پاتی ہے
اور ہم لوگ وہاں سے ایک ملک واسطے سوداگری کے اکثر جایا کرتے ہیں
سو وہاں دو بلائیں ہیں ایک تو خشکی جو کیں موٹی موٹی اور وے اُچھل
اُچھل کر آدمی کو لپٹ جاتی ہیں اور خون پی لیتی ہیں اور بہت مشکل سے چھوڑتی
ہیں اور دوسری بلا مچھر کہ ٹڈی سے بھی بڑے ہوتے ہیں اور آدمیوں
کو کاٹتے ہیں سو اسی کے ہمارے بدن میں یہ داغ ہیں سو اب ہم یہ چاہتے
ہیں کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلا سے بچاوے
آپ نے فرمایا کہ اب تم ہمارے ہاتھ پر بیعت تو کرلو پھر ہم تمہارے
لئے دعا بھی کرینگے پھر ان سب نے بیعت کی پھر بعد فراغ بیعت کے
آپ نے ہر ایک کے بدن پر اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا کہ

انشاء اللہ تعالیٰ اب تمہارے کسی کے نہ وے جونکیں کاٹیں گی اور
نہ وے مچھر اور اگر شاید کسی کے کاٹیں گے تو اثر ہوگا پھر آپ نے ان
میں سے دو شخصوں کو خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور توحید و
سنت کی خوبی اور شرک و بدعت کی برائی کے مسائل ان کو خوب سے
سمجھا دئے اور فرمایا کہ تم جب تک اس شہر میں ہو تب تک ہر روز ہمارے
ہمارے پاس آیا کرو ہم تم کو توجہ دیا کرینگے اور جب اپنے ملک کو جانا
تب وہاں لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیا کرنا اور لوگوں سے بیعت لیا کرنا
اور ان کو توجہ دینا پھر آپ نے ان کے لئے دعا کی اور
کہ چند روز میں وے بھی حضرت سے رخصت ہو کر اپنے ملک کو گئے اور
حضرت علیہ الرحمۃ بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے ان لوگوں کا
حال ہم کو معلوم ہوا مگر جب حضرت بیت اللہ شریف سے آکر اور
ہجرت کا ارادہ کرکے ولایت افغانستان میں گئے اور وہاں سے مجکو
واسطے کام کے طرف ہندوستان کے روانہ فرمایا اور میں وہاں سے ا
غازی پور میں شیخ فرزند علی صاحب کے مکان پر آکر چند روز
رہا انھیں دنوں ایک روز شیخ فرزند علی صاحب اور ان کے
بھتیجے شیخ سلامت علی اور ان کے یہاں کے کل مختار خواجہ احسن اللہ

اپنے مکان میں تخت پر بیٹھے تھے اور میں بھی ان کے پاس تھا اس عرصہ میں ان کے ایک متصدی نے آکر سلام کیا اور عرض کی کہ چاولوں کی کشتی ملک آسام سے سوداگر لوگ لائے ہیں سو وہ گولہ گھاٹ پر لگی ہے، شیخ صاحب نے خواجہ احسن اللہ سے کہا کہ دیکھا چاہئیے وہ چاول کیسے ہیں یہی باتیں کر رہے تھے کہ انھیں کشتی والوں میں سے تین آدمی آکر حاضر ہوئے اور سلام کیا، شیخ صاحب نے مونڈھے بچھوا دئے وہ ان پر بیٹھے ان میں سے ایک نے ایک ٹوکری شیخ صاحب کے آگے دھری اس میں دس اننّاس تھے اور دوسرے نے ایک ٹوکری دھری اس میں بیس کیوڑے تھے اور تیسرے نے چار ستیل پٹیاں رکھیں، شیخ صاحب نے ان سے اس اسباب کی قیمت پوچھی اُنھوں نے عرض کی کہ یہ تو آپ کی نذر کو لائے ہیں، شیخ صاحب نے کہا کہ نذر جو لائے ہو تو کیا مضائقہ مگر قیمت ضرور چاہئیے اس میں خواجہ احسن اللہ نے کہا کہ قیمت تو ان سب چیزوں کی کھلی ہوئی ہے کہ ایک روپے کے چار اننّاس اور چار ہی کیوڑے بکتے ہیں اور اس قسم کی ستیل پاٹی چار روپے کی بھی آتی ہے اور پانچ کی بھی، پھر شیخ صاحب اُن تینوں سے باتیں کرنے لگے اور ان کے بدن میں وہی چوکوں اور چہروں کے داغ تھے ان کے بدن کو دیکھ کر پوچھا کہ تمہارے بدن میں یہ کیسے داغ ہیں کیا تم سب کے سب کہیں

خلل گئے ہو یا کچھ اور سبب ہے اُنھوں نے وہی قصہ مچھروں کا جو
آگے مذکور ہو چکا ہے بیان کیا اور کہا کہ کلکتہ میں ہندوستان سے
جو ایک سید صاحب قافلہ لے کر بارادۂ حج تشریف لائے تھے سو
ہم ان کی ملاقات کو گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اُنھوں نے بھی اسی
طرح ہم سے پوچھا تھا ہم نے یہی بیان کیا، پھر اُنھوں نے ہمارے واسطے
دعا کی پھر جو ہم اس ملک میں گئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بلا سے مامون
اور محفوظ رکھا اور یہ داغ جو ہیں سوا ول کے ہیں بلکہ اس ملک کے رہنے والے
ہم سے کہتے تھے کہ شاید تم کو کوئی جادو آتا ہے جو تم مچھروں اور جونکوں
کی بلا سے محفوظ رہتے ہو اگر ہم کو بھی وہ جادو بتلا دو تو تمہارا بڑا
احسان ہے، ہم نے کہا کہ ہم کو تو نہ کوئی جادو آتا ہے اور نہ کوئی منتر
یہ ہمارے پیر کی دعا کا سبب ہے یہ تمام قصہ سن کر شیخ فرزند علی صاحب
نے کہا کہ ہم بھی انھیں سید صاحب کے مرید ہیں اور تم ہمارے پیر بھائی
ہو پھر اٹھ کر ان سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور کہا کہ جب تک تم اس
شہر میں رہو ہمارے مہمان ہو اور جو کچھ وے نذر لائے تھے اُس
کی قیمت دی اور پچاس روپے کا ان سے چاول لئے اور سو روپے

ان کو دئے، پھر انھوں نے اس میں سے پچیس روپے شیخ صاحب کے آگے دھر دئے اور کہا کہ جب تم سید صاحب کو کچھ نذر بھیجنا اسی کے ساتھ یہ بھی بھیجدینا اور ہمارا پتہ لکھدینا کہ یہ نذران ! لوگوں کی ہے جن کے لئے آپ نے کلکتہ میں دعا کی تھی اور اب وے آپ کی دعا سے بہت خوشحال ہیں انتہی **حکایت** سید احمد نام ایک بغداد کے پیرزادے منشی امیر کے مکان پر اترے تھے اور وہ منشی بڑا مالدار اور صاحب اعتبار تھا اور وہ پیرزادے صاحب بھی حج کے ارادہ سے آئے تھے اور جہازوں کی روانگی کے موسم کے منتظر تھے اور ان کو دعویٰ اپنی درویشی اور بزرگی کا بھی تھا اور وہ منشی ان کی خدمتگزاری کرتا تھا اور اُن کا مرید بھی تھا سو ان کو شدت نفسانیت سے یہ خیال ہوا کہ حضرت علیہ الرحمۃ کسی طور پہلے میری ملاقات کو آویں اس میں اس میں میری عزت و عظمت لوگوں کے دل میں زیادہ ہوگی پھر پیچھے سے میں بھی ان کی ملاقات کو جاؤنگا، اس لئے انھوں نے زبانی ایک شخص کے حضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ میں بسبب بیماری کے آپ کی ملاقات کو نہیں آسکتا ہوں اور آپ سے

ملنے کو دل بہت چاہتا ہے' اس کے جواب میں حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا
کہ عیادت بیمار کی کرنی سنت ہے ہم ہی ان کی ملاقات کو چلینگے ان سے
کہنا کہ وہ یہاں آنے کی تکلیف نہ کریں' پھر آپ نے مولوی محمد علی صاحب
سے جو بھائی مولانا حیدر علی صاحب کے تھے رہنے والے رامپور کے فرمایا کہ آج
بعد نماز مغرب کے ہم کو یاد دلانا ہم سید احمد بغدادی کی ملاقات کو جاوینگے
پھر موافق فرمانے آپ کے مولوی صاحب ممدوح نے بعد نماز مغرب کے یاد دلائی
پھر آپ چند آدمیوں سے تشریف لے گئے اور اُن سے ملاقات کی اور عافیت
مزاج کی پوچھی اور کچھ باتیں کیں اس میں اُنہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ
یہ قافلہ لے کر بارادۂ حج تشریف لائے ہیں اس جم غفیر اور جماعت کثیر
سے آپ کو مناسب نہ تھا اتنے لوگوں کو کون جہاز پر بٹھاویگا اور کھانے
کپڑے کا خرچ کہاں سے آویگا' حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن سے فرمایا کہ ہم
تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر حاکم انگریز چاہے تو ہزار دو ہزار آدمی جہاز پر سوار
کرکے حج کو یا اور کسی ملک کو پہنچا وے تو ہو سکتا ہے یا نہیں' اُنھوں نے
کہا ہزار دو ہزار کی کیا حقیقت ہے اگر وہ چاہے دس پانچ ہزار آدمیوں
کو جہاز پر سوار کرکے جہاں چاہے وہاں پہنچا دیوے' حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ
حاکم انگریز مخلوق جو ہر امر میں محتاج جناب باری تعالیٰ کا ہے اس کو تو یہ مقدور
کہ ہزاروں آدمی جہازوں پر چڑھا کر جہاں چاہے وہاں پہنچا دیوے اور

وہ شاہنشاہ عالم پناہ پروردگار جہاں کا کہ اس کے آگے حاکم انگریز
ادنیٰ فقیر سے محتاج تر ہے اتنا مقدور نہ رکھے کہ ہم چھ سات سو غربا
کو مکہ میں پہنچادے یہ آپ کا عجیب عقیدہ ہے یہ تقریر پر تاثیر سن کر وہ
اپنے دل میں نہایت پشیمان اور شرمندہ ہوئے اور کچھ نہ بولے پھر حضرت
علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم سن لوگے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں جہازوں کا کرایہ
دے کر اور سب بھائیوں کو ہمراہ لے کر جاؤنگا اور حج کر کے مع الخیر پھر
آؤنگا اور خیراتی جہازوں پر نہ آپ سوار ہونگا نہ اوروں کو سوار کراؤنگا
پھر عنایت الٰہی سے ایسا ہی ہوا اگر سب جانتے ہیں حاجت بیان کی نہیں اور ان
سید احمد بغدادی کا یہ حال ہوا کہ باوجودیکہ وہ منشی امیر اکثر ناخداؤں سے
تعارف رکھتا تھا اور صاحب مقدور تھا اگر وہ دو چار آدمیوں کو اپنے پاس
سے کرایہ دے کر جہاز پر سوار کروا دیتا تو کچھ مشکل نہ تھا مگر ہر چند سعی اور
کوشش کی کوئی جہاز نہ پایا کہ سید بغدادی کو سوار کروا تا جب حضرت علیہ الرحمۃ
تا ملے کر بیت اللہ شریف کو تشریف لے گئے اس کے چند روز کے بعد ایک ناخدا
آشنا منشی امیر کا بمبئی کو جاتا تھا منشی امیر نے سید بغدادی کو اس کے جہاز
پر سوار کروادیا اور ایک مغل کی جورو اس ناخدا سے آشنائی رکھتی تھی وہ
بھی ناخدا کے جہاز پر سوار ہو گئی اور وہ جہاز کلکتہ سے روانہ ہوا دوسرے
روز اس مغل کو خبر ہوئی اس نے عدالت میں جا کر اس ناخدا پر نالش کی

عدالت سے واسطے پھیرلانے جہاز کے حکم ہوا کہ وہ جہاز جانے نہ پاوے پھر
کئی دن کے بعد کلکتہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ سید احمد جو قافلہ لے کر حج کو گئے،
ہیں وہ پکڑے گئے جو حضرت علیہ الرحمۃ کے مخلص اور معتقد لوگ تھے یہ خبر
وحشت اثر سُن کر اگرچہ یقین نہ تھا مگر پھر بھی اپنے دل میں ملول ہوئے اور معاندین
سفاہت قرین خوش ہونے لگے پھر جب وہ جہاز پھر کر کلکتہ میں آیا تب
معلوم ہوا کہ اس جہاز میں سید احمد بغدادی ہیں اس وقت معاندین
بد آئین کے منہ میں خاک پڑی، اس ماجرے میں عجیب کرامت حضرت علیہ الرحمۃ
کی ظاہر ہوئی اول تو تقریر حضرت علیہ الرحمۃ کی اور سید احمد بغدادی کی
کی خیال کرنی چاہیئے کہ حضرت موافق ارشاد ہدایت بنیاد کے ساڑھے
سات سو آدمیوں سے کرایہ جہازوں کا دے کر اور جہازوں پر سوار ہو کر
بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ کو گئے اور حج کر کے اور پھر کرایہ جہازوں
کا دے کر سوار ہوئے اور مع الخیر کلکتہ میں آئے اور سید احمد بغدادی باوجود یکہ
تن تنہا تھے اور مریدان کا منشی امیر بڑا مالدار اور ذی اقتدار تھا اس
سال حج میسر نہ ہوا اور دوسری یہ بات کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے جہازوں
پر سوار ہونے سے بیشتر خبر دی تھی کہ ہمارے جانے کے بعد معاندین مخالفین
جھوٹی خبریں اڑاویں گے سو ویسا ہی ظہور میں آیا **حکایت** مولوی خیرالدین
صاحب شیرکوٹی فرماتے ہیں کہ جب دس جہاز کرایہ دے کر ٹھہر گئے اور

اسباب جہازوں پر چڑھایا جانے لگا اس میں روز جمعہ کا آیا حضرت علیہ الرحمۃ نے آپ خطبہ جمعہ کا پڑھا اور آپ ہی نے نماز پڑھائی اور دعا کی پھر کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج جتنے نمازی ہمارے اس جمعہ میں تھے اللہ تعالیٰ شانہ نے سب کے گناہ بخشدئے اور جس دن حضرت علیہ الرحمۃ آپ جہاز پر سوار ہونے والے تھے اس دن کا حال یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب رامپوری کے بھائی مولانا حیدر علی صاحب کے نے مجھ سے کہا کہ خیر الدین آج سید صاحب نماز ظہر کی امین الدین خاں کے مکان پر پڑھینگے چلو آگے سے منشی صاحب موصوف کے مکان میں بیٹھیں پھر جگہ اُس وقت ملنی دشوار ہوگی میں نے کہا کہ چلئے پھر ہم دونوں چلے رستے میں سعد الدین ناخدا اور ایک کوئی اور صاحب ملے وے بھی اسی ارادہ سے جاتے تھے کہ آگے سے چل کر بیٹھیں پھر جگہ نہ ملیگی پھر ہم چاروں شخص متفق ہو کر چلے اور منشی صاحب ممدوح کے مکان پر پہنچے اس وقت منشی صاحب ایک سنار سے زیور تلوا رہے تھے بعد سلام علیک کے ہم چاروں شخص وہیں بیٹھ گئے سعد الدین ناخدا نے پوچھا کہ منشی صاحب یہ زیور کیسا ہے اُنھوں نے ہنس کر کہا کہ سید صاحب کی کرامت نے ظہور کیا سعد الدین نے پوچھا کہ بیان کرئے کون سی کرامت نے ظہور کیا منشی صاحب نے کہا کہ جب سید صاحب اس شہر میں آئے اور میرے باغ میں اُترے اور ہزاروں شرفا اور غربا آپ کے دست مبارک

پر بیعت کرنے لگے اور میں بیعت کرنے سے پس وپیش کرتا تھا اس واسطے کہ مجھ میں تین عیب سخت تھے ایک تو شراب پینا دوسرے نماز نہ پڑھنا تیسرے عشق سبحانی رنڈی کا سوچیں وقت میں لئے دل سے مشورہ کرتا اور کہتا کہ اے دل میں سید صاحب سے بیعت کرونگا تجکو یہ تینوں عیب چھوڑنے پڑینگے دل کہتا تھا کہ شراب چھوڑونگا نماز پانچوں وقت پڑھونگا مگر عشق اُس رنڈی کا نہ چھوڑونگا تب میں یہ سوچتا تھا کہ اگر یہ بلا نہ چھوٹی تو پھر بیعت کرنے سے کیا فائدہ اور وہ رنڈی مجھ سے نکاح کرنا منظور نہیں کرتی تھی پھر ایک روز سید صاحب نے آپ بیعت کے لئے مجھ سے فرمایا، میں نے یہی تقریر آپ کے سامنے بیان کی، آپ نے فرمایا کہ بیعت تو کرلو انشاء اللہ تعالیٰ دو کاموں سے ایک کام ضرور ہو رہے گا یا تو وہ رنڈی زناکاری سے توبہ کرکے تمہارے نکاح میں آجاویگی یا اللہ تعالیٰ اس کے عوض ایسی عورت خوبصورت تمہارے نکاح میں لاویگا کہ وہ رنڈی فاحشہ اس کے سامنے چڑیل سے بدتر معلوم ہوگی اور اس کے پانوں کی ایڑی کی بھی برابری نہ کرسکیگی اور تمہارے دل میں خود بخود اس رنڈی کی طرف سے نفرت آجاویگی، پھر میں نے بموجب آپ کے فرمانے کے خدا پر توکل کرکے بیعت کرلی سو بعد چند روز کے سید صاحب کا فرمانا سچ ہوا کہ ایک مرزا سوداگر ہیں ان کی بیٹی سے

میں نے نکاح کیا اور جب اس کی صورت میں نے دیکھی تو فی الحقیقت وہ
رنڈی مردار نابکار میری نگاہ میں چڑیل سے بدتر معلوم ہوئی اور
دل کو اس کی طرف سے نفرت آگئی سو اُس اپنی بی بی کے لئے میں نے
یہ زیور پہنایا ہے اس عرصہ میں وقت نماز مغرب کا آیا پھر ہم چاروں
شخص منشی صاحب کی مسجد میں نماز کو گئے **حکایت** مولوی صاحب موصوف
فرماتے ہیں کہ جب تک حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ منشی امین الدین خاں صاحب
کے باغ میں فروکش رہے ہر روز صبح سے آدھی رات تک ایک ہنگامہ کثیر
اس باغ میں رہتا تھا اور متصل اس باغ کے جانب مشرق ایک بڑے انگریز
کی کوٹھی تھی اس میں وہ رہتا تھا فقط دیوار باغ درمیان میں حائل تھی
اتفاقاً ایک رات اس کوٹھی سے کچھ اس کا اسباب چوری گیا فجر کو اس نے محلہ کے
تھانہ دار کو بلا کر کہا کہ ہماری کوٹھی میں رات کو چوری ہوئی اور خوب معلوم
ہے کہ چور اسی باغ کی دیوار سے آیا تھا اور اسی طرف سے گیا سو یہ حال اس
پادری سے جو اس باغ میں اترا ہے جا کر کہو پھر اس تھانہ دار نے آکر یہ
تمام تقریر جناب سید صاحب سے بیان کی جواب میں آپ نے فرمایا کہ
یہ بات سچ ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ رات کو اس صاحب کا اسباب
چوری گیا اور چور اسی دیوار سے گیا اور اسی رستے سے آیا اور میں اس
چور کو خوب پہچانتا ہوں مگر میرے ہمراہیوں سے نہیں ہے شہر والوں سے

ہے اگر آپ کی آیا تو میں ضرور ہی پکڑ دونگا اس وقت آپ کے پاس
ایک مجمع کثیر تھا اس تقریر سے وہ تھانہ دار متحیر ہوکر کھڑا رہا اور سب
لوگ مجلس کے بھی حیران تھے چنانچہ سعدالدین ناخدا نے عرض کی کہ حضرت
یہ تقریر مناسب نہیں ہے اسلئے کہ مقدمہ سنگین ہے آپ نے فرمایا کہ میں
سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کی بار وہ چور آویگا تو میں پکڑ دونگا پھر تھانہ دار
نے کہا کہ حضرت میں اُس صاحب کو کیا جواب دوں آپ سمجھا کر فرما دیں آپ
نے فرمایا کہ تم جاکر یہی تقریر ہو بہو اس صاحب سے کردو اس میں کچھ فرق
نہیں ہے تھانہ دار حیران ہوکر چلا گیا اور یہی تقریر بعینہ اس صاحب سے
بیان کی اُس نے سن کر کہا کہ پادری صاحب سچ کہتا ہے کہ چور اس کے ہمراہیوں
سے نہیں ہے پھر اُس تھانہ دار نے عرض کی کہ اس کی رپٹ پولس صدر
میں صاحب کے پاس کروں اُس نے کہا کچھ ضرور نہیں پادری سچا ہے

حکایت مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ مولانا محمد حیدر علی
صاحب مصطفیٰ آبادی عرف رامپوری کی طبیعت کچھ علیل تھی ایک روز حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اسی وقت
مولانا صاحب ممدوح نے بیعت بھی کی پھر وہاں سے واسطے نماز مغرب
کے حضرت علیہ الرحمۃ منشی امین الدین خاں صاحب کے مکان پر

تشریف لے گئے بعد نماز کے کئی گھڑی آپ وہاں ٹھہرے اور منشی صاحب
سے باتیں کرتے رہے اور کلام پیری مریدی میں چلا اور منشی صاحب ہر
کسی سے کلام بیباکانہ کرتے تھے سید صاحب سے کہنے لگے کہ پیر اتنا
تو ہو کہ مرید کو اپنی طرف رجوع کرلے اور منہیات شرعیہ سے دل اس
کا پھیر دے سید صاحب نے اس کے جواب میں کلمات مناسب ارشاد فرما کر
ارشاد کیا کہ منشی صاحب تم میں ایک وصف ایسا ہے کہ تمہاری نجات کے
لئے کافی ہے یعنی سخاوت کسی وقت کسی بندہ خدا بارگاہ کبریائی کی
خدمت ہوئی ہو گی کہ اس کو کوئی پیسہ یا روپیہ دیا ہو گا اور وہ دینا
جناب الٰہی میں مقبول ہوا ہو گا کہ وسیلہ تمہاری نجات کا وہی ہو گا اس وقت
منشی صاحب کے دل پر ایک رقت سی ظاہر ہوئی اور اعتقاد سید صاحب
کا دل میں جم گیا مگر بیعت کرنی دوسرے وقت پر موقوف رکھی اور مولانا
محمد حیدر علی صاحب کہتے تھے کہ جس وقت سے میں نے حضرت کے دست
مبارک پر بیعت کی اُسی وقت سے مجھ پر آثار صحت کے ظاہر ہوئے چند
روز میں بدون دوا علاج کے صحت کلی حاصل ہوئی **حکایت** ایک
روز منشی امین الدین خاں صاحب کے یہاں سے چار گٹھری کپڑوں کی
آئیں ایک میں سپید تھان لٹھے ینن سکھ ململ وغیرہ کے تھے اور دوسری
میں سوسی اور چارخانہ اور چھیٹ وغیرہ کے تھان تھے

اور دو گٹھریوں میں موٹے کپڑے کے تھان تھے عرضداراس کپڑے
کو وہاں سلّم کہتے ہیں اور علاوہ اس کے دو گٹھریوں میں سرخ دھاری
کے سوسی کے تھان تھے اور وہ سوسی بہت خوش رنگ تھی اور کچھ کم یا زیادہ
تین سو جوڑے جوتے اور پانچ ہزار روپے اور دو گٹھریاں انگریزی
بہت عمدہ اور یہ سب اسباب مع زر روپے منشی صاحب کا داروغہ لایا تھا اور
اس نے حضرت سے عرض کی کہ ہمارے منشی صاحب نے آپ کو سلام عرض
کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے آپ کی جناب ہدایت مآب میں پہلے قصبہ ہونگی
میں عرض کی تھی کہ شہر میں جس دن کہیں آپ کی دعوت نہ ہوگی اس دن
میں کرونگا سو اکثر دنوں کی مجھکو خبر پہنچی کہ کسی روز کسی نے آپ کے آدھے
لوگوں کی دعوت کی اور آدھوں کے واسطے یہاں بازار سے جنس خرید کر
کھانا پکا اور کسی دن کہیں تین حصے آدمیوں کی دعوت ہوئی اور چوتھائی
آدمیوں نے یہاں بازار سے خرید کر کھانا کھایا سو دو چار بار ہم نے باقی
لوگوں کے لئے اپنے یہاں سے کھانا پکوا کر بھیجا پھر ہم سے اس کا بندوبست
نہو سکا سو یہ پانچ ہزار روپے اسی کے عوض میں ہیں آپ ان کو قبول
فرمادیں اور باقی اسباب کپڑے وغیرہ کا آپکے لوگوں کے لئے ہے جس طرح
آپ مناسب جانیں تقسیم فرمادیں یہ حال سُن کر حضرت علیہ الرحمۃ نے

منشی صاحب کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا
کرے پھر وہ داروغہ منشی صاحب کے مکان کو گیا بعد اس کے حضرت
علیہ الرحمۃ نے قاضی احمد اللہ صاحب میرٹھی اور میاں عبد اللہ صاحب اور اس
خاکسار دین محمد سے فرمایا کہ تم تینوں شخص جماعت جماعت میں دریافت
کرلو کہ کس قدر مردانہ زنانہ کپڑا چاہئے پھر ہم تینوں آدمی جماعت
والوں اور متفرقات لوگوں سے پوچھنے گئے اور ایک فرد کاغذ پر لکھتے گئے
کہ قریب چار سو آدمی کے ہوئے کہ ان کو کپڑے کی حاجت تھی اور ان
میں سو آدمی تو ایسے تھے کہ ان کے پاس فقط ایک ہی جوڑا کپڑا تھا اور
باقی لوگوں کے پاس دو دو تین جوڑے تھے مگر پرانے تھے اور سوا ان کے
چار سو آدمی اور تھے ان کا یہ حال تھا کہ کچھ لوگوں نے ان میں کہا کہ
ہمارے کپڑے پھٹ جاوینگے تب ہم لے لیویں گے اور کچھ لوگ ایسے تھے
کہ انھوں نے کہا کہ ہم کو حاجت نہیں ہے جب ہمارے پاس کپڑے نہ ہونگے
تو ہم آپ اپنے پاس سے بنا لیویں گے، پھر ہم نے یہ سب حال حضرت سے
جا کر عرض کیا اور وہ فرد لوگوں کے ناموں کی دکھلائی، پھر آپ نے
فرمایا کہ تینوں آدمی تم اور شیخ ولی محمد اور یوسف جی سب آپس میں
مشورہ کرکے لوگوں کے کپڑے بنوا دو پھر ہم سب نے صلاح کی کہ اگر
خدا چاہے گا تو چار مہینے میں بیت اللہ شریف کو پہنچیں گے اور جہازوں

میں آب و ہوا کا یہ حال ہے کہ کپڑے جلد گل جاتے ہیں سو بہتر یہ ہے
کہ جن کے پاس ایک جوڑا ہو ان کو تین جوڑے دو اور جو لوگ باقی
ہیں ان کو دو دو جوڑے دو اور جتنے لوگ جس جہاز پر سوار ہوں ان
کے موافق اس جہاز پر کپڑا رکھ دیا جاوے کہ جب ان کو حاجت کپڑے کی
ہو گی تب وے بنا لیویں گے اور حضرت جن کو بارک کپڑا دنیا فرما دیں
ان کو بارک پہنچا دیا جاوے اور جن لوگوں کے واسطے کھانا اور سواری
حضرت کے یہاں سے مقرر ہے ان کو کپڑا بھی حضرت ہی بنوا دیوینگے لیکن
دو دو جوڑے ان کو بھی بنوا دو یہ مشورت ٹھہری پھر مولوی محمد یوسف
صاحب سے کہا کہ تم حضرت کے پاس ہر وقت حاضر رہتے ہو وقت موقع
کے یہ حال عرض کر دینا پھر جب مولوی صاحب نے یہ حال حضرت سے بیان
کیا آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم نے خوب تجویز کی اپنے بھائی
بندوں کو ہم سمجھ لیویں گے باقی جیسا کہ تم سب نے مشورہ کیا ہے اسی طور سے
تقسیم کر دو پھر ہم پانچوں آدمی جہاں کپڑا تھا وہاں گئے اور گٹھریاں کھول
کر کپڑا ناپنے لگے اور جماعت جماعت کے کپڑے جدی جدی گٹھریوں میں
باندھنے لگے جب کام سے فارغ ہوئے تب ہر جماعت والے کو بلا کر ایک ایک
گٹھڑی حوالہ کر دی اور کہہ دیا کہ اپنی اپنی جماعت کے لوگوں میں تقسیم کر دیں اور
جن لوگوں کو جوتوں کی حاجت تھی ان کو بلایا اور کہا کہ جون سا جوڑا

جس کے پانوں میں آوے وہ پہن لیوے اور جن کو باریک کپڑا دیا تھا
حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے یہاں سے مکان میں بھیجدیا یہ حال مجکو نہیں معلوم
کہ کس کو دیا اور جس وقت ہم لوگ گٹھریاں کپڑوں کی تقسیم کرتے تھے اُس
وقت شیخ رمضانی اور سعدالدین ناخدا اور منشی حسن علی اور امام بخش وغیرہم
حاضر تھے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ کپڑا منشی امین الدین خاں کے یہاں کا
ہے پھر اس وقت تو سب حضرت سے رخصت ہو کر اپنے مکانوں کو گئے
اس کے اگلے روز پھر آئے اور ایک فرد حساب کی لائے اور حضرت کو ایک نے
اپنی اپنی فرد دکھلائی اور عرض کی کہ ہم نے اس قدر یہاں اس قسم کے آپ
کے لئے خریدے ہیں اگر ارشاد ہو تو گٹھریوں میں باندہ کر یہاں لاویں
والا جب جہازوں پر آپکا اسباب چڑھایا جاویگا تب ہم بھی چڑھادویں
اور پانسو احرام کی ہم سب نے تدبیر کی ہے اگر آپ کے آدمیوں کا شمار
معلوم ہو تو حساب سے اس قدر تدبیر کی جاوے یہ سُن کر حضرت نے
فرمایا کہ احرام تو اپنے لوگوں کے موافق ہمارے پاس تیار ہیں اب احراموں
کی کچھ حاجت نہیں اور جو کپڑا تم نے تیار کیا ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ تم کو
دنیا اور آخرت میں دیوے وہ نہ ہمارے پاس لاؤ اور نہ جہاز پر
چڑھاؤ جس قدر حاجت تھی اس قدر کپڑا ہم نے لے لیا اب زیادہ
بوجہ لادنا کیا ضرور جب پھر کہیں حاجت ہوگی تب پھر اللہ تعالیٰ ہم کو

دیویگا، اُنہوں نے کئی بار تکرار کہا کہ حضرت آپ قبول فرماویں ہماری یہی خوشی ہے، آپ نے فرمایا کہ لینے میں تو کچھ نقصان نہیں ہے مگر لاد کر لیجانا اور اُس کی نگہبانی کرنا کچھ کام کی بات نہیں ہے سبب نہ لینے کا یہ ہے تب اُنھوں نے کہا کہ اگر اور کپڑا آپ نہیں لیتے ہیں مگر خیر احرام تو آپ ضرور قبول کریں، آپ نے فرمایا کہ خیر تمہاری خوشی تم بھی کچھ ساتھ کردو یہ بات سُن کر وہ خوش ہوئے اور ہر ایک کہتے تھے کہ ہم ہی سب احرام دویں بلکہ آپس میں یہی بحث کرنے لگے حضرت نے فرمایا کہ اس میں تزاع کرنی کیا ضرور تم سب موافق اپنے اپنے حصہ کے جمع کرکے ہمارے پاس لے آؤ پھر اُنہوں نے الگ بیٹھ کر صلاح کی کہ حضرت کے ہمراہی معلوم کرکے فی نفر دو دو احرام دینے چاہیئے پھر دریافت کیا، ساڑھے سات سو آدمی ہوئے اس کے پندرہ سو احرام اُنہوں نے تجویز کئے اور حضرت سے اطلاع کی کہ اس قدر احرام ہم نے تجویز کئے ہیں اگر آپ اپنے پاس کے احرام لوگوں کو میقات یلملم سے بندھوا دویں تو ہمارے احرام بہ وقت جانے عرفات کے بندھوا دویں یا بالعکس اس کے جس طرح مناسب جانیں کریں یہ ان کی تجویز آپ کو بہت پسند آئی اور خوش ہوئے پھر وے سب صاحب اپنے اپنے مکان کو گئے اگلے روز بعد نماز فجر کے سعدالدین ناخدا حضرت کے یہاں آئے اور ایک جگہ دیکھا کہ شیخ رمضانی لٹھے کے تھان پھاڑ رہے ہیں اُنھوں نے

پوچھا کہ شیخ صاحب یہ کپڑا کس کے لئے پھاڑتے ہو' اُنھوں نے کہا کہ
احرام بناتا ہوں اور قریب چار سو عدد کے اُنھوں نے پھاڑے تھے پھر سعدالدین
نے پوچھا کہ کتنے پھاڑو گے کہا جتنے خدا چاہے اُنھوں نے ان کا ہاتھ پکڑ
لیا اور وہاں سے ان کو حضرت کے پاس لائے اس وقت آپ لوگوں سے
بیعت لے رہے تھے سعدالدین نے بعد سلام کے کہا کہ کچھ عرض کرنی ہے
آپ نے بیعت لینی موقوف کی اور پوچھا کہ کیا عرض ہے' انہوں نے گزارش
کی کہ میں اس وقت جو آپ کے یہاں آیا تو دیکھا کہ شیخ صاحب بیٹھے ہوئے
لٹھے کے تھان پھاڑ رہے ہیں' میں نے پوچھا کہ آپ یہ کپڑا کیوں پھاڑتے
ہیں' کہا واسطے احراموں کے اور قریب چار سو کے پھاڑے ہونگے' میں نے
پوچھا کہ آپ کتنے احرام پھاڑینگے اُنھوں نے کہا جتنے خدا چاہے تب
میں ان کو یہاں آپ کے پاس لایا اس لئے کہ آپ کے پاس کل اقرار ہوا تھا
کہ موافق اپنے اپنے حصہ کے سب لوگ احرام بنا لاویں سو یہ چاہتے ہیں کہ سب
میں ہی بناؤں یہ خلاف اقرار کے کرنا کیسی بات ہے' آپ نے شیخ رمضانی
کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ شیخ بھائی عہد شکنی تو عنداللہ بہت ناپسند
بات ہے یہ حرکت تمہارے لائق نہ تھی' انہوں نے عرض کی کہ حضرت میری
نیت تو یوں ہی تھی کہ بہ نسبت اور بھائیوں کے مجھ میں گنجائش زیادہ
ہے اوروں سے زیادہ دوں سوا اس کے اور کچھ میرا خیال نہ تھا اب

آگے جو کچھ آپ ارشاد کریں، آپ نے فرمایا کہ جزاک اللہ نیت تمہاری بہت خوب تھی اللہ تعالیٰ تم کو اجر دیوے مگر خلاف اقرار کے کرنا نہ چاہیئے، پھر شیخ صاحب ممدوح نے اپنی خطا سے حضرت کے سامنے توبہ کی۔ بات اور جو اس کار میں شریک تھے اُنھوں نے سنی پھر کسی نے اپنے عہد سے تجاوز نہ کیا اور سب موافق اقرار کے اپنے اپنے احرام گٹھریوں میں باندھ کر حضرت کے پاس لائے اور ہمراہ احراموں کے کچھ تھان سوسی اور سلم کے بھی اور مہین بھی، پھر آپ نے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دیوے اور یہ کپڑا اپنی راہ میں خرچ کروا دے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم تمہارے لئے بیت اللہ میں بھی جا کر دعا کرینگے پروردگار سے اُمید ہے کہ وہ تمہارے یہاں بہت خیر و برکت کریگا اور انشاء اللہ تعالیٰ جب ہم زیارت حرمین شریفین سے مع الخیر پھر یہاں آوینگے اس وقت تم ہر ایک ہم سے اپنی خیر و برکت کا حال بیان کروگے جس وقت حضرت علیہ الرحمۃ اپنی زبان الہام بیان سے یہ کلام ہدایت التیام فرماتے تھے اس وقت آپ کے چہرہ مبارک پر ایک حال سا ظاہر تھا اور ہر ایک حاضرین مجلس پر خیر و برکت کا سایہ پڑا تھا اور سعدالدین ناخدا اور بعضے بعضے اور صاحب بھی اس وقت روتے تھے بعد اس کے پھر آپ لوگوں سے بیعت لینے لگے پھر موقع پا کر سعدالدین ناخدا نے عرض کی کہ حضرت کل پہر دن

چڑھے میرے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپ نے فرمایا کہ بہتر ہم تمہارے یہاں چلینگے پھر سعدالدین نا خدا رخصت ہو کر اپنے مکان کو گئے اور تیاری کھانے پکوانے کی کرنے لگے پھر اگلے دن سویرے کھانا تیار کروا کر حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان پر لائے اور کوئی تین چار سو آدمی حضرت کے ساتھ آئے اور وے اکثر لوگ شہر کے تھے حضرت کو تردد ہوا، سعدالدین سے فرمایا کہ لوگ بہت جمع ہو گئے اس کی کیا تدبیر ہوگی، انہوں نے عرض کی کہ خیر کچھ مضائقہ نہیں اس کا آپ کچھ اندیشہ نہ کریں جو کھانا کفایت نہ کریگا بازار نزدیک ہے وہاں سے کھانا آجاویگا یا مٹھائی منگوالی جاویگی آپ سب لوگوں کو مکان کے آنے دیجئے، پھر حضرت نے اپنے لوگوں سے فرمایا کہ کسی کو نہ روکو جو آوے اس کو اندر آنے دو اور ان کی نیک نیتی خیال کر کے حضرت نے فرمایا کہ بھائی سعدالدین بازار سے کھانے منگوانے کا ارادہ تم کچھ نہ کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسی کھانے میں برکت کریگا مگر تم نے جو کچھ ہم لوگوں کے لئے کھانا پکوایا ہو وہ تم ہم کو حوالہ کر دو ہم سب مل کر کھالیونگے پھر انھوں نے عرض کی کہ حضرت بازار قریب ہے جس چیز کی حاجت ہوگی منگالی جاویگی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے سب کچھ مجکو دیا ہے آپنے فرمایا کہ بازار سے منگوانا کچھ ضرور نہیں جو ہم کہتے ہیں وہی کرو انہوں نے ناچار ہو کر کہا کہ میں فرماں بردار ہوں جو کچھ آپ ارشاد کریں اور وہ اسی

قسم کے حالات حضرت کے بہت سُن چکے تھے، پھر حضرت علیہ الرحمہ نے
ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم کھانا اپنے حصہ کا الگ کر لو اور ناخدا کے آدمیوں
سے کہو کہ تم اپنے لوگوں کے حصے جدا کر لو پھر کونڈوں اور لگنوں میں
نکال کر لوگوں کو کھلانا شروع کرو اور سب چھ دیگ کھانا تھا
چار دیگوں میں تو پلاؤ اور دو میں زردہ، پھر ہم نے ان کے لوگوں سے
کہا کہ تم ہمارے حصہ کا کھانا ہم کو حوالہ کر دو اور اپنے حصہ کا تم لے لو
پھر انھوں نے فقط ایک دیگ پلاؤ کی جدی کر لی باقی پانچ دیگ کھانا
ہم کو دیا، پھر حضرت نے مولوی محمد یوسف سے فرمایا کہ تم شیخ باقر علی اور
عبداللہ اور عنایت اللہ اور دین محمد کو لیجاؤ اور کھانا برتنوں میں نکلواؤ
اور حضرت آپ بھی دیگوں کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور سعدالدین سے
فرمایا کہ تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو کھانے سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا
اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے اور قدرت سے بھرتا ہے، پھر آپ نے ہماری طرف مخاطب
ہو کر فرمایا کہ کیا کھانا بھائی سعدالدین نے پکوایا ہے ہم کو تو دکھلاؤ ہم نے
دیگوں کے منہ کھول دئے، آپ نے ہر ایک دیگ کے چاول اپنے ہاتھ میں اٹھا کر
دیکھے اور بہت تعریف کی کہ دونوں کھانے خوب نفیس پکے ہیں اور حضرت نے
جو سب دیگوں کے چاول اپنے دست مبارک میں اٹھا کر دیکھے
اس نکتہ سے ہم چند آدمی واقف تھے اور کسی کو خبر نہ تھی نکتہ یہ ہے

کہ آپ کو اس بہانے واسطے برکت کے کھانے میں ہاتھ لگانا منظور تھا اور آپ کے دونوں دست مبارک میں بلکہ تمام جسم مبارک میں اللہ تعالیٰ نے اثر برکت کا رکھا تھا خصوصاً داہنے ہاتھ کی گدی اور ناخن میں سب جگہ سے زیادہ اثر برکت کا عنایت کیا تھا اس کا مفصل بیان حالات دہلی میں اول لکھ چکا ہوں اور حضرت علیہ الرحمۃ کی زبان الہام بیان سے بھی میں نے سنا تھا اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم ومغفور علیہ الرحمۃ والرضوان بھی فرماتے تھے خاص علیہ الرحمۃ سے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے آپ کے داہنے ہاتھ کی گدی اور ناخنوں میں وہ اثر برکت کا عطا فرمایا ہے کہ جس بیمار کے بدن میں لگ جاوے وہ عنایت الٰہی سے شفا پاوے اور جس چیز پر لگے اس میں خیر وبرکت زیادہ ہو جاوے اور یہی حال خیر مآل آپ کی زبان برکت نشان کا تھا اس کا حال مفصل آگے اپنی جگہ پر لکھا جاویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ الغرض پھر حضرت علیہ الرحمۃ کھانے کو ملاحظہ فرما کر اپنی جگہ پر جا بیٹھے اور ہم پانچوں آدمی کونڈوں میں چاول نکالنے لگے اور اول دو کونڈے آپ کے آگے دھرے پھر بعد اوروں کے دھرنے شروع کئے لبارتی کے میاں جی احمد کہ وے پہلے مرید حاجی عبدالرحیم صاحب کے تھے ان سے آپ نے فرمایا کہ ناخدا صاحب کے بیٹے شہاب الدین کو ہمارے پاس بلا لاؤ ہم ان کو اپنے ساتھ کھانا کھلاویں گے پھر میاں جی موصوف شہاب الدین کو حضرت کے پاس بلا لائے، آپ نے ان کو اپنے ساتھ

کھانا کھلایا بعد فراغ کھانا کھلانے کے آپ نے پوچھا کہ کھانے کا کیا
حال ہے، ہم لوگوں نے عرض کی کہ سب آدمی باخوبی آسودہ ہوکر کھا
چکے اور بہت سا کھانا دیگوں میں بچ رہا، آپ نے کہا الحمدللہ، اور ہم
سے فرمایا کہ اب تم پانچوں آدمی کھالو پھر ہم نے بھی کھایا یہ حال برکت
اشتمال دیکھ کر دیکھ کر سعدالدین نے کہا کہ الحمدللہ کہ اتنے کھانے میں تمام
آدمی کھا چکے اور کھانا بچ رہا یہ تمام سید صاحب کی برکت اور کرامت ہے
اور آپ سے عرض کی کہ چند آدمی اندر مکان میں بیعت کرنے کو باقی ہیں
آپ وہاں قدم رنجہ فرماویں، پھر تمام لوگ وہاں سے باہر آئے اور حضرت
اندر تشریف لے گئے وہاں کا حال نہیں معلوم کہ کس نے بیعت کی پھر جب آپ
اندر سے باہر تشریف لائے تب سعدالدین نے عرض کی کہ میں نے آپ کی
خدمت بابرکت میں اول بھی ایک بار گزارش کی تھی اور اب بھی کرتا ہوں
کہ یہ شہاب الدین جو آپ کا خادم زادہ ہے اس کی طبیعت پراگندہ
سی رہتی ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم کو یاد ہے تم نے اس کا ذکر کیا
تھا پھر آپ نے میاں جی احمد صاحب سے فرمایا کہ شہاب الدین کو ہر روز
توجہ دے کر ان کو ہمارے پاس لایا کرو یہ تمہارے سپرد ہیں پھر میاں
جی صاحب ممدوح ہر روز شہاب الدین کو توجہ دینے لگے اور حضرت
کے پاس لانے لگے پانچ سات روز کے عرصہ میں ان کا دل ایسا لگ

گیا کہ اپنے گھر جانے کو جی کم چاہتا تھا اکثر اوقات وہیں کھانا کھاتے اور وہیں رات کو سو رہتے اور کئی بار انھوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں سید صاحب کے ہمراہ حج کو چلوں پھر ایک دن مولوی محمد یوسف صاحب کو حضرت کے پاس لیجا کر عرض کروائی کہ میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں آپ کے ہمراہ رکاب حج کو چلوں، آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے فرمایا کہ بہتر ہم ان کے والد سے کہینگے اور یہ بھی ان سے اجازت لیویں پھر شہاب الدین میاں جی احمد صاحب کو ساتھ لے کر اپنے باپ کے پاس گئے اور میاں جی صاحب سے کہا کہ تم میری طرف سے عرض کرو انہوں نے سعدالدین سے کہا کہ تمہارے بیٹے کہتے ہیں کہ اگر والد صاحب اجازت دیویں تو میں بھی سید صاحب کے ساتھ حج کو جاؤں یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ الحمدللہ یہ سید صاحب کی ملازمت میں رہیں اس سے کیا بہتر ہے اور میری طرف سے اجازت ہے اور پھر جاکر حضرت سے عرض کی کہ شہاب الدین یوں کہتا ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم سے بھی یہی کہتے تھے مگر تم اجازت دو تو وہ ہمارے ساتھ چلیں اور انشاءاللہ تعالیٰ وہ ہمارے ساتھ بہت آرام سے اور خوش رہینگے اور بزرگ بن کر تمہارے پاس آوینگے اُنھوں نے کہا کہ میری اجازت ہے آپ ساتھ اپنے لیتے جاویں پھر جب یہ بات ٹھہر گئی اُس وقت لہاری کے حاجی حمزہ علی خاں نے حضرت سے عرض کی کہ حاجی عبدالرحیم صاحب کے مریدوں کی نسبت انبساطی ہے اس سبب سے وہ ہنستے بہت ہیں اور

میاں جی احمد صاحب بھی ان کے مرید ہیں اور یہ بھی بہت ہنستے ہیں
اور ان کی طبیعت میں جذبہ بھی ہے اور آپ کو ان کا یہ حال خوب
معلوم ہے کہ اکثر اوقات وہ نماز جماعت میں الا اللہ کہہ کر گر پڑتے
ہیں اور بیخود ہو کر لوٹنے لگتے ہیں جماعت پریشان ہو جاتی ہے اور اسی
طور مجلس وعظ میں ان کا حال ہوتا ہے سو مجکو خوف معلوم ہوتا ہے
کہ کہیں جہاز پر سمندر کو دیکھ کر میاں جی صاحب کا یہی حال ہو اور
شہاب الدین کو لے کر پانی میں گر پڑیں تو بہت بڑی بات ہو ان کے
ساتھ شہاب الدین کو رکھنا خوف کا مقام ہے' حضرت نے فرمایا کہ
تم نے اچھی بات دانائی کی کہی مگر اللہ تعالیٰ کوئی اس کی بھی تدبیر کر دیگا تو
پھر بعد کچھ دیر کے آپ میاں جی احمد صاحب کو علیحدہ ایک جگہ لیگئے مگر مجکو یہ
نہیں خبر کہ وہاں اُن سے کیا معاملہ کیا ان کے لئے دعا کی یا کچھ بات تعلیم
فرمائی واللہ اعلم مگر بعد چار پانچ روز کے جو ہم لوگوں نے خیال کیا تو
نہ ان کا جذبہ رہا اور نہ پہلے کی سی ہنسی رہی مگر ہنسی کچھ باقی تھی ایک
دن پھر حاجی حمزہ علی خاں نے حضرت سے عرض کی کہ میاں جی صاحب
کا جذبہ تو بالکل جاتا رہا مگر ہنسی ابھی کچھ باقی ہے' آپ نے کہا الحمد للہ
اب اس ہنسی سے کچھ حرج نہیں اتنی ہنسی یہ حاجی عبد الرحیم صاحب کے
طریقہ کی نشانی ہے انتہیٰ اور بقیہ اس قصہ کا یہ ہے کہ پھر شہاب الدین بغرض
حج میں حضرت ہی کے جہاز پر سوار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مع الخیر

بیت اللہ شریف میں ان کو پہنچایا اور وہاں ایک جدا مکان کرایہ دے
کر اُنھوں نے لیا اور اس میں اُترے اور حضرت نے دو آدمی اُن
کے پاس متعین کر دئے اور ان سے فرمادیا کہ ان کو ہر روز ایک بار ہمارے
پاس لایا کرنا پھر ایک روز وقت نماز مغرب کے حضرت علیہ الرحمۃ نے
مالکی مصلے پر بیٹھ کر کے سامنے بیت اللہ شریف کے ہے شہاب الدین کے
والد کے لئے دعا کی بعد اس کے بایاں ہاتھ شہاب الدین کی پشت پر
رکھا اور داہنے ہاتھ سے ان کی داڑھی پکڑی اور فرمایا کہ اب یہاں
اللہ تعالیٰ نے تم کو بزرگ بنادیا اور وہاں تمہارے والد کو پھر جب بعد
فراغ حج کے حضرت بیت اللہ شریف سے اپنے وطن کو تشریف لے چلے
پھر شہاب الدین کو اپنے ساتھ جہاز پر سوار کیا اور مع الخیر کلکتہ میں
آئے اور اُن کے والد سعدالدین کو بلایا اور ان کو سپرد کیا وہ شہاب الدین
کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور کہا سبحان اللہ کیا ہی اللہ تعالیٰ نے
آپ کی دعا سے میرے بیٹے کا حال بدل دیا بڑی میری قسمت ہے اور
شہاب الدین ان کو دیکھ کر کمال راضی ہوئے کہ الحمدللہ کیا ہی خوب میرے
باپ کا حال ہو گیا انتہیٰ **حکایت** شیخ امام بخش نام ایک سوداگر بڑا
مالدار اور صاحب اقتدار تھا اُس نے اول دوبار حضرت علیہ الرحمۃ
کی بڑی دھوم دھام سے ضیافت کی اور کھانا کئی طرح کا بہت
نفیس کھلایا تھا چنانچہ پلاؤ زردہ شیرمال قورمہ وغیرہ سب

تھا اور حضرت کے تمام لوگوں کی دعوت کی بعد اس کے ایک روز اور
حضرت کے تمام لوگوں کی دعوت کی بعد اس کے ایک روز اور وہ حضرت
کو اپنے مکان میں لے گیا اور جو لوگ ہمراہ رکاب ہدایت انتساب حضرت
علیہ الرحمۃ کے گئے تھے ان سب کو زردہ اور پلاؤ کھلایا پھر حضرت
سے عرض کی کہ میرے زنانے مکان میں آپ تشریف لے چلیں ہم
لوگوں نے ان سے کہا کہ اندر جاکر پردہ کرواؤ وہ اندر گئے اور پھر
وہاں سے آئے اور کہا کہ پردہ ہوگیا پھر حضرت علیہ الرحمۃ ان کے
ہمراہ اندر مکان کے تشریف لے گئے وہاں تمام عورتیں لباس فاخرہ پہنے
ہوئے بے پردہ فرش پر بیٹھی تھیں آپ یکایک ان کو دیکھ گھبرائے اور
دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر دھر کر لاحول پڑھتے ہوئے باہر آئے
عورتوں نے شیخ امام بخش سے کہا کہ حضرت دونوں ہاتھ آنکھوں پر
دھر کر باہر کیوں تشریف لے گئے خیر تو ہے یہ سن کر وہ باہر آئے حضرت
علیہ الرحمۃ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے فرمایا کہ یہ لوگ مانند جانور
کے ہیں، اُنہوں نے پوچھا کہ حضرت خیر تو ہے، آپ نے فرمایا کہ شیخ جی
اس وقت مجکو اپنے مکان میں لے گئے اور کہا کہ پردہ ہوگیا ہے وہاں
جو میں گیا تو دیکھا تمام عورتیں ایک فرش پر بے پردہ بیٹھی ہیں میں
وہیں سے لوٹ آیا اور باہر مکان میں بہت کرسیاں بچھی ہوئی تھیں پھر
ایک کرسی پر حضرت بیٹھ گئے اور شیخ امام بخش بھی آکر ایک کرسی پر

حضرت کے پاس بیٹھ گئے باقی اور کرسیوں پر اور لوگ بیٹھ گئے پھر
آپ نے شیخ امام بخش کی مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمہارے اس ملک
میں پردے کا دستور نہیں ہے اور یہاں کے لوگ اس کی بھلائی
بُرائی سمجھ نہیں سمجھ بوجھتے ہیں، اُنھوں نے عرض کی کہ اس وقت
موافق کہنے آپ کے لوگوں کے میں اندر گیا اور وہاں کوئی غیر مرد
نہ تھا میں نے فرش بچھوایا اور عورتوں کو اس پر بٹھا کر میں باہر
چلا آیا، میں نے جانا آپ اسی کو پردہ فرماتے ہیں، حضرت نے اُن سے
فرمایا کہ اندر جاؤ اور عورتوں کو ایک طرف دالان میں بٹھا کر
دروں کے پردے چھوڑ دو پھر ہم یہاں باہر آکر پردے کا
حال تم کو بتا دیوینگے اور اس ملک کا یہ دستور ہے کہ جو جس کے نوکر
چاکر خدمتگار ہیں وے بے تکلف اس کے زنانے مکان میں
عورتوں کے پاس چلے جاتے ہیں اور جو چیز دینی ہوتی ہے وہ ان کو
دے آتے ہیں اور جو چیز لینی ہوتی ہے وہ مانگ لاتے ہیں وے
عورتیں اُن سے نہیں پردہ کرتی ہیں، پھر شیخ امام بخش اندر مکان
کے گئے اور پردہ کرواکر باہر آئے پھر حضرت نے ہم لوگوں سے
فرمایا کہ یہاں مولانا عبدالحئی صاحب کو بلا کر بٹھانا ہم تھوڑی

دیر میں آتے ہیں یہ فرما کر تھیر آپ تو اندر گئے ہم نے مولانا صاحب
ممدوح کو بلا کر وہاں بٹھایا کچھ عرصہ میں حضرت بھی اندر سے تشریف
لائے پھر شیخ امام بخش تین سو روپے اور بیس اشرفیاں اور
پندرہ تھان سفید اور چھینٹ کے اور کوئی پانچ پانچ تولے عطر
کی دو شیشیاں اپنے مکان سے لائے اور یہ سب سامان حضرت
کے سامنے رکھا اور نذر کیا، آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ یہ سب
اٹھا لو ہم نے اٹھا لیا پھر حضرت پردہ کرنے کی خوبی اور نہ
کرنے کی برائی شیخ امام بخش سے بیان کرنے لگے یعنی پردہ نہ
کرنا رسم کفار کی ہے اور اس میں بڑے بڑے فساد اور بہت
قباحتیں ہیں اور اس میں نا فرمانی خدا و رسول کی ہے یہ سب
سے بڑھ کر گناہ ہے اور اسی طور کے کلمات جو مناسب جانے
فرمائے، شیخ امام بخش نے عرض کی کہ ہمارے اس تمام ملک
میں کسی کے یہاں یہ شرعی پردہ نہیں ہوتا ہے تمام شرفا
غربا کے گھروں کا یہی حال ہے اور اب لکا یک اس کا بندوبست
کرنا امر دشوار ہے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں
سے یہ بیدینی رفع کرے اور بغیر اس کے تو میرے خیال

میں نہیں آتا ہے کہ اس امر کو عورتیں مانیں، پھر حضرت نے مولانا
عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو دور دور تک یہاں وعظ
ونصیحت اس امر میں سناویں، مولانا صاحب نے عرض کی کہ میں حاضر ہوں
جو ارشاد ہو بجالاؤں مگر یہاں کی عورتیں تو طرح طرح کی بلاؤں
میں مبتلا ہیں فقط ایک پردہ نہ کرنا ہی تو نہیں شرک و بدعت کیا کم
کرتی ہیں آپ ان کے لئے دعا کریں اور ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار
میں ہے پھر حضرت نے ننگے سر ہو کر بہت دیر تک کمال الحاح وزاری
اور عجز وانکساری کی جناب باری میں دعا کی اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
شیخ بھائی تھوڑے دنوں میں تم دیکھو گے حال ان کی عورتوں کا کہ جو کو
اپنے یہاں پردہ کروانے سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے اس کا
بندوبست کرنا مشکل ہے کہ وے آپ خوشی با خوشی پردہ کرینگے اور
جو شرک و بدعت میں مبتلا ہیں وے توحید و سنت پر قائم ہو جاوینگے
اور جب اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو مع الخیر حرمین شریفین سے پھر یہاں لاوےگا
تب تم ہی لوگ ہم سے بیان کروگے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسی ہدایت
کی اور بہی اسی طور کی بہت باتیں آپنے فرمائیں اور جس وقت حضرت علیہ الرحمۃ
شیخ امام بخش کے زنانے مکان میں تشریف لے گئے تھے اس وقت ہم چند
آدمی ایک چبوترے پر جوتا پہنے کھڑے تھے شیخ امام بخش کے نوکر چاکر

اور محلہ کے لوگ ہم لوگوں سے تو نہ بولے مگر آپس میں چپکے چپکے کچھ
کہنے لگے ہمارے ساتھ کے شیخ باقر علی نے ان سے پوچھا کہ بھائیو کیا ہم
لوگوں کی طرف اشارہ کرکے باتیں کرتے ہو ان میں سے ایک نے کہا کہ
یہ چبوترہ تعزیہ رکھنے کا ہے ہم لوگ اس کا ادب کرتے ہیں اور تم سب
جوتا پہنے اس پر کھڑے ہو یہی باتیں آپس میں کرتے تھے ہم لوگ یہ سُن کر خاموش
ہو رہے جب حضرت علیہ الرحمۃ اندر سے تشریف لائے تب ہم نے یہی حال
عرض کیا، آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر شیخ امام بخش نے کہا کہ حضرت یہ چبوترہ
ہمارے دادا نے بنوایا تھا تب سے ہمارے یہاں تعزیہ بنتا ہے، آپ نے فرمایا
کہ شیخ بھائی اب تم نے تمام شرک و بدعت سے توبہ کی ہے یہ چبوترہ دُور
کرو، انھوں نے عرض کی کہ حکم ہو تو اس کو ابھی کھود ڈالوں، آپ نے فرمایا
کہ ہے یہی بات مگر اس پر چھوٹی سی مسجد بنالو کہ تمہارے نوکر چاکر اس میں
نماز پڑھا کریں گے شیخ موصوف یہ بات سُن کر بہت خوش ہوئے کہ انشاء
اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرونگا، پھر حضرت اُسی چبوترے پر بیٹھے اور چاہا کہ شیخ
موصوف کو اپنا خلیفہ بناویں انھوں نے عرض کی کہ میں اس امر کی لیاقت
نہیں رکھتا ہوں اور یہ بار گراں مجھ سے نہ اُٹھیگا، آپ نے فرمایا کہ شیخ
تم اس سے انکار نہ کرو ہم ضرور تم کو خلیفہ کرینگے اور یہ بھاری بوجھ
نہیں ہے بلکہ بھاری بوجھ کو ہلکا کرنے والا ہے یہ بات سُن کر وہ

آبدیدہ ہوئے پھر حضرت نے اپنے یہاں سے منگا کر ایک ٹوپی ان کے سر پر رکھی اور ایک کرتا پہنایا اور خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ شیخ بھائی خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ بعد چند روز کے اس خلافت کی خیر و برکت ظہور میں لاویگا پھر حضرت اُن سے رخصت ہونے لگے، اُنہوں نے عرض کی کہ میرے باغیچہ تک بھی تشریف لے چلئے پھر آپ جائیے۔ آپ نے فرمایا کہ خیر چلئے پھر وہ حضرت کو اپنے باغیچہ میں لے گئے وہاں ایک بہت مکلف کوٹھی بنی تھی شیخ ممدوح نے اس کا دروازہ کھولا حضرت اُس کے اندر گئے بہت نفیس فرش بچھا تھا اور دروازوں میں آئینے اپنے موقع پر لگے تھے اور شیشہ کے جھاڑ چھت میں لٹکے تھے غرضکہ بڑی تیاری کی کوٹھی تھی پھر ایک کرسی پر حضرت کو بٹھایا اور سب کارخانہ اور اسباب وہاں کا آپ کو دکھایا اور عرض کی کہ یہ کوٹھی آپ کی خادمہ نے بنوائی ہے سو اس کی طرف سے آپ کی نذر ہے للہ آپ قبول فرماویں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا اجر ان کو دیوے ہم نے اس کو قبول کیا اور اب ہم نے اپنی طرف سے یہ کوٹھی تم کو دی تم جو چاہو کرو اور ہم لوگ تو مسافر ہیں ان مکانوں کو کیا کریں شیخ موصوف نے عرض کی کہ حضرت یہ بات تو نہ ہوگی یہ مکان آپ کا ہے چاہئیے بیچ ڈالئے اور چاہئیے کسی کرایہ دار کو دیجئے اس میں شیخ موصوف کے نوکروں نے ہم لوگوں سے کہا کہ حضرت اس کوٹھی کو کیوں نہیں قبول کرتے ہیں اگر کسی کرایہ دار کو رکھ دیویں تو سو روپے ماہوار آویگا اور

اگر بیج ڈالیں تو پندرہ ہزار روپے کا بکے گا اس عرصہ میں قادر بخش
لکھنوی جو کلکتہ میں دلالی کرتے تھے اُنھوں نے جا کر حضرت کے کان
میں کہا کہ شیخ امام بخش کے نوکر چاکر یوں کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم تو
غریب مسافر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہم کو ہر روز نیا کھانا نیا پانی اور نیا
مکان دیتا ہے پھر بھلا ہم مکان کیا کریں پھر حضرت نے شیخ صاحب
موصوف سے فرمایا کہ یہ مکان ہم نے اپنی طرف سے تم کو دیا یہ تم کو مبارک
رہے اور اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ اپنی جنت میں اس سے بہتر مکان تم کو عطا
کرے پھر آپ نے ان کے لئے دیر تک خوب دعا کی بعد فراغ دعا کے شیخ
صاحب موصوف نے اپنے اُس باغیچہ کا میوہ جو اس فصل میں تھا منگوا
کر حضرت کے آگے رکھا آپ نے سب کو تقسیم کروا دیا وہ میوہ نارنگیاں
اور کیلے کی پھلیاں تھیں اور اناناس بھی اور نیبو وغیرہ بھی تھے پھر
وہاں سے حضرت مکان پر تشریف لائے اس وقت مولوی محمد یوسف
صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ آپ نے اکثر امیروں کو خلافت نامہ
دئے ہیں اور غریبوں کو کم آپ نے فرمایا یہ خلافت نامے تو بجائے
تخم کے ہیں جیسے کوئی بوتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے فوائد آگے کو ظاہر
ہونگے **حکایت** کلکتہ میں ایک پیرزادے صاحب تھے ان کا نام

نہیں یاد ہے اُنھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کو کہلا بھیجا کہ آپ
میرے غریب خانہ میں تشریف لاویں آپ نے فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ
ہم کسی وقت آوینگے یہ سُن کر شہر کے چند شخصوں نے آپ سے عرض کی کہ
آپ نے ان پیرزادے صاحب کے مکان پر جانے کا اقرار کیا ہے
وہ شخص تو کچھ خلاف شرع سے ہیں آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا کام
خلاف شرع کرتے ہیں انھوں نے عرض کی کہ وہ نجومی ہیں اور شہر
کے اکثر پنڈت نجومی ان کے پاس جاتے ہیں اور قواعد نجوم اُن سے
دریافت کرتے ہیں اور آپ کو جو وہاں اپنے مکان پر وہ بلاتے ہیں سو
صرف اسی امر کی بحث کرنے کو بلاتے ہیں سوا اس کے اور کوئی غرض ان
کی نہیں ہے یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ خیر جو کچھ ہوگا دیکھا جاویگا
اور ان پیرزادے صاحب کے آدمی سے فرمایا کہ تم پرسوں آنا انشاء
اللہ تعالیٰ ہم تمہارے ساتھ چلیں گے پھر موافق وعدہ کے وہ آدمی
بینس لے کر آیا اور عرض کی کہ سواری حاضر ہے آپ تشریف لے چلیں
آپ اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے یہ سُن کر بیعت لینی موقوف
کی اور ان لوگوں سے فرمایا کہ اس وقت ہم کو کسی صاحب کی ملاقات
کو جانا ہے انشاءاللہ تعالیٰ وہاں سے آ کر بیعت لیوینگے پھر بینس پر

سوار ہوئے اور پچیس تیس آدمی ہم لوگ آپ کے ہمراہ چلے' آپ نے ہم
لوگوں سے فرمایا کہ بھائیو ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مگر جو بات
ان پیرزادے صاحب نے اپنے دل میں سوچ رکھی ہوگی انشاءاللہ تعالیٰ
وہ بات ایک ہی ان سے بن پڑیگی اور وہ راہ راست پر آجاوینگے اور
تم لوگ وہاں آپس میں کسی طور کی گفتگو نہ کرنا خاموش بیٹھے رہنا اور
مولوی امام الدین صاحب اور صوفی نور محمد صاحب کو بھی آپ نے اپنے
ساتھ لیا تھا پھر جب آپ کی سواری پیرزادے صاحب کے حاطہ کے
پھاٹک پر پہنچی آپ سواری سے اُترے تو دیکھا کہ پھاٹک کی چوکھٹ
سے پیرزادے صاحب کی کوٹھی تک پگڑیاں بچھی ہیں ان کے لوگ جو وہاں
سے آپ کو لینے آئے انھوں نے عرض کی کہ آپ ان پگڑیوں پر چلیئے آپ
نے ان سے فرمایا کہ پگڑی تو سر میں باندھنی چاہیئے اور چلنے کے واسطے اللہ
تعالیٰ نے زمین بنائی ہے ہم تو زمین پر چلیں گے انھوں نے کئی بار تکرار
وہی عرض کی کہ آپ انہی پر چلیئے آپ نے کسی طور سے نہ مانا اور زمین پر
ہو کر ان کے بنگلہ میں جہاں وہ پیرزادے صاحب تھے تشریف لیگئے
اور سلام علیکم کیا اُنھوں نے جواب سلام کا دیا اور مصافحہ اور معانقہ
کرکے حضرت کو فرش پر بٹھایا اور عافیت مزاج کی پوچھی' آپ نے
ان کی خیر و عافیت پوچھی' اور ہم لوگ وہیں فرش پر جابجا بیٹھ

گئے پھر ان کا آدمی عطر اور پان لایا سب نے عطر لگایا اور پان کھایا پھر وہ بزرگ کچھ اودھر ادہر کی حضرت سے باتیں کرنے لگے اور حضرت موافق عادت شریف اپنی کے ان کی طرف دیکھنے لگے اس عرصہ میں وہ بزرگ یکایک چپ ہوگئے اور ہم لوگوں کی طرف دیکھنے لگے اور ہم لوگ عطر لگا رہے تھے پھر انھوں نے حضرت سے عرض کی کہ جو حال آپ کا میں نے زبانی بعض لوگوں کے سنا تھا اس سے بہت بڑھ کر پایا کہ بیان اس کا مجھ سے نہیں ہو سکتا اور آپ کے دیدار فیض آثار سے طبیعت بہت خوش ہوئی اور جو سوال بطور اعتراض کے میرے خیال میں تھے کہ آپ سے پوچھونگا وے سب دل سے محو ہو گئے اور اب ایک بھی یاد نہیں یہ آپ کی ظاہر کرامت اور بزرگی ہے آپ نے فرمایا کہ جو بات آپ کو یاد ہو بے تکلف آپ پوچھیں انشاءاللہ تعالیٰ مجکو جو معلوم ہوگا بیان کرونگا انھوں نے عرض کی کہ اب سوال یہی ہے کہ میں اُن سب باتوں سے توبہ کرتا ہوں آپ مجھ سے بیعت لیویں پھر حضرت نے ان سے بیعت لی اور جو مرید ان کے وہاں حاضر تھے ان سب سے بیعت کروائی اور جو وہاں حاضر نہ تھے ان کو حکم دیا کہ جو ہمارا مرید سید صاحب کے دست مبارک پر بیعت نہ کریگا وہ ہمارا نہیں ہے اور پھر ایسا وقت نہ ملیگا یہ سُن کر حضرت نے فرمایا کہ آپ کو میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ ان سے بیعت لیں اور ہم

آپ کو خلافت نامہ بھی دیوینگے یہ بات سُن کر وہ بہت خوش ہوئے پھر
انہوں نے بہت سی مٹھائی منگوائی اور تقسیم کروائی بعد اس کے حضرت وہاں
سے اپنے مکان پر تشریف لائے اس کے اگلے روز سویرے اپنے چند مریدوں
سے وہ پیرزادے صاحب حضرت کی ملاقات کو آئے اور وقت رخصت
کے عرض کی کہ کل میرے یہاں آپ کی ضیافت ہے، آپ نے عذر کیا کہ
آپ تکلف ضیافت کا نہ کریں، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے
سبب سے مجکو ہدایت نصیب کی اس لئے دعوت کرتا ہوں، پھر حضرت نے ان
کی دعوت قبول کی پھر انھوں نے پوچھا کہ آپ کے ہمراہ کتنے آدمی ہیں
آپ نے فرمایا کہ قریب ساڑھے سات سو آدمی کے ہونگے، انہوں نے
عرض کی کہ مجھہ سے کھانا پکوانے کا انتظام نہ ہوسکیگا نقد روپے
بھیجدونگا آپ اپنے یہاں ہزار آدمی کا کھانا پکواویں، آپ نے فرمایا
کہ خیر جو آپ کی خوشی ہو پھر وہ اپنے مکان کو گئے اور وہاں سے دو سو
روپے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ کل سویرے میں آکر حاضر ہونگا پھر حضرت
نے بازار سے دس من چاول منگوائے اور ہم لوگوں سے جو کھانا پکاتے
تھے فرمایا کہ اگر تم کو تکلیف نہ ہو تو پلاؤ اور زردہ پکالو ورنہ ایک
ہی ان میں سے جو چاہو، ہم نے عرض کی کہ جیسا ہم لوگوں سے ہوسکیگا
ویسا کرینگے پھر ہم نے اور باقی سامان لاکر دونوں طرح کا کھانا

پکایا اور پیرون نہ چیڑھنے پایا کہ پلاؤ بھی تیار ہوگیا اور زردہ بھی
اور وہ پیرزادے صاحب بھی حضرت کے پاس آئے آپ نے اُن سے
فرمایا کہ کھانا پکتا ہے جاکر دیکھو تو کیا دیر ہے پھر وہ ہمارے پاس آئے
اور دونوں کھانے دیکھ بہت خوش ہوئے اور وہ دن جمعہ کا تھا شہر
کے لوگ سویرے سے واسطے نماز کے آنے لگے جب لوگوں کی کثرت ہوئی
تب ہم لوگوں نے عرض کی کہ جو لوگ گھر والے اور جماعت والے ہیں وہ
تو اپنا کھانا لیجاویں گے اور جو آپکے پاس رہنے والے ہیں اور چالیس
پچاس آدمی شہر کے یہ سب قریب تین سو آدمیوں کے ہونگے اگر ان
کو کہیں بٹھا کر کھلاویں اور شہر کے لوگ بہت جمع ہیں اگر وہ ان کے ساتھ
بیٹھ جاویں تو اس کا کیا انتظام کیا جاوے یہ سُن کر آپ ایک ساعت
چپ رہے پھر آپ نے فرمایا کہ ہم بھی چل کر دیکھیں گے کہ کھانا کیسا پکا
ہے پھر آپ وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا دیکھیں تو تم نے کیسا کھانا
پکایا ہے ہم لوگ سمجھ گئے کہ واسطے برکت کے آپ کو کھانے میں اپنا دست
مبارک لگانا منظور ہے اور دیکھنا کچھ ضرور نہیں پھر ہم نے دیگوں کے
منہ کھول دئے پھر آپ نے کئی دیگوں کے چاول ہاتھ میں لے کر دیکھے
اور کہا کہ کھانا بہت خوب پکا ہے جمعہ کی نماز کا وقت قریب ہے
اب ایک طرف سے تقسیم کرنا اور کھلانا شروع کرو کہ جلد فراغت

ہو جاوے اور جو کوئی کھانا کھانے کو بیٹھے اس کو منع نہ کرو اللہ
تعالیٰ اس میں برکت کریگا تم خاطر جمع کسی امر کا اندیشہ نہ کرو اور اُن
پیرزادے صاحب سے فرمایا کہ آپ چاہیں تو مکان میں چل کر بیٹھیں
اور چاہیں یہاں کھانے کا حال دیکھیں یہ کہہ کر آپ مکان کو تشریف
لےگئے پھر ہم نے گھر والوں کو اور جماعت والوں کو بلایا وے سب اپنے
اپنے برتن لے کر آئے اور ہم نے بسم اللہ کر کے زردہ اور پلاؤ نکال
نکال کر دینا شروع کیا جب یہ سب اپنا اپنا کھانا لےگئے تب جو اور
لوگ باقی رہے ان کو بٹھا کر کھلانا شروع کیا اور پیرزادے صاحب کے
ایک درخت کے نیچے شطرنجی بچھادی تھی اس پر بیٹھے ہوئے یہ تمام
حال دیکھ رہے تھے جب قریب سو آدمیوں کے کھانا کھا چکے تب ہم
نے ان پیرزادے صاحب سے کہا کہ اب آپ اپنے آدمیوں سے بھی
کہہ دیویں کہ وے آ کر کھا لیویں انہوں نے ہر چند عذر کیا مگر ہم لوگوں
نے نہ مانا قریب سو آدمیوں کے ان کے ہمراہ تھے پھر ان کو بھی بٹھا
کر کھلایا اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ ایک تو کھا کر اٹھتے تھے اور دوسرے
آ کر وہیں بیٹھتے تھے اور کھانا کھاتے تھے یہی تار تھا اور کھانے والوں کی
کثرت دیکھ کر وہ پیرزادے صاحب اپنے دل میں گھبرائے کہ خدا

خیر کرے، ہم لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کسی بات کا اندیشہ نہ کریں کھانا بہت ہے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی بھوکا نہ رہیگا پھر جب سب کھا کر فارغ ہوئے تب ہم لوگوں سے پہلے اُن پیر زادے صاحب نے جا کر حضرت سے عرض کی کہ حضرت میں تو لوگوں کی کثرت دیکھ کر گھبرا گیا اور کہنے لگا خدا خیر کرے مگر اللہ تعالیٰ نے سب کام پورا کر دیا اور دو دیگ کھانا بچ رہا یہ آپ کی دعا کی برکت ہے اس عرصہ میں میاں عبداللہ اور خدا بخش باورچی نیارسی اور یہ خاکسار دین محمد ان تینوں نے جا کر حضرت کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ تمام لوگ اپنے اور بیگانے بخوبی کھا چکے اور دو دیگ کھانا بچ رہا ایک دیگ زردہ کی اور ایک پلاؤ کی آپ نے پوچھا کہ کتنے لوگوں نے کھایا ہوگا ہم نے عرض کی یہ شمار ہم کو نہیں معلوم جو لوگ جماعت کے آئے تھے وہ کھا گئے مگر شہر کے اور پیر زادے صاحب کے آدمیوں نے حضرت سے عرض کی کہ آپ کے ہمراہیوں کے سوا قریب ہزار آدمیوں کے کھا گیا ہوگا پھر وہ پیر زادے صاحب اور جو اہل شہر وہاں حاضر تھے اس کرامت ظاہرہ سے نہایت حضرت کے معتقد ہوئے اور

آپس میں کہنے لگے کہ یہ محض سید صاحب کی دعا برکت ہے
والا اس قدر کھانے میں اتنے آدمی کیونکر کھاتے پھر حضرت نے
ان پیرزادے صاحب سے فرمایا کہ آج تو روز جمعہ کا ہے ہم کو فرصت
نہیں کل کے روز انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کو خلافت نامہ دینگے یہ
خوشخبری سن کر وہ بھی اپنے مکان کو رخصت ہوگئے اگلے روز پھر آکر
حاضر ہوئے، حضرت نے ان کو ایک کرتا دیا اور ایک پگڑی عنایت
فرمائی اور مولانا عبدالحئی صاحب سے خلافت نامہ اُن کو لکھوا دیا
اور ان کو حاجی عبدالرحیم صاحب کے سپرد کیا کہ توجہ دیویں پھر حاجی
صاحب نے کئی روز ان کو توجہ دی، ایک دن انھوں نے حضرت
سے عرض کی کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے اگر میں آپ کے
دست مبارک پر توبہ نہ کرتا اور یوں ہی مرجاتا تو میری عاقبت تباہ
ہوتی اللہ تعالیٰ نے اس شہر میں آپ کو گویا میری ہی ہدایت کے لئے
بھیجا ہے اور اب آپ دعا کریں کہ پروردگار مجکو تا دم موت اسی توبہ
پر قائم رکھے۔ پھر حضرت نے ان کے لئے دعا کی پھر وہ رخصت ہو کر
اپنے مکان کو گئے اور اس دعوت کا کھانا ہم لوگوں کے ساتھ خدابخش
باورچی بنارسی نے پکایا تھا حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ

خدابخش تم نے کھانا خوب پکایا اُس نے کہا کہ حضرت مجھکو کیا
شعور اور سلیقہ ہے مجھکو اپنی عمر بھر میں یاد نہیں پڑتا کہ پانسات
سیر سے زیادہ آٹا اور تین چار سیر سے زیادہ گوشت کبھی میں نے
پکایا ہو اسی قدر ہمیشہ پکا کر بیچا کیا جو کچھ دو تین آنے خدا نے دلوائے
اس میں اپنا گذارا کیا یہ آپ کے آدمی آج کھانا پکا رہے تھے میں
بھی اس میں شریک ہو گیا اور آپ کی دعا سے کھانے کی درستی ہو گئی
حضرت نے فرمایا کہ آج سے تم بھی میاں عبداللہ اور دین محمد کے
ساتھ کھانا پکانے میں رہا کرو جو کچھ تم سے یہ کہا کریں للّٰہ فی اللہ
کیا کرو حاجیوں کی خدمت کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت
دونوں کی خیر کریگا پھر ہم لوگوں سے حضرت کو معلوم ہوا کہ خدابخش
کو اچھی طرح سے نماز یاد نہیں ہے' آپ نے فرمایا کہ ان کو میاں جی
محی الدین کے سپرد کرو کہ ان کو نماز سکھلاویں اور اللہ تعالیٰ کا نام بتادیں
اور بزرگ بناویں پھر ان کو میاں جی ممدوح کے سپرد کیا اُنھوں نے
ان کو نماز سکھائی اور خدا کا نام تعلیم کیا اور تتمہ اس حکایت کا یہ
ہے کہ خدابخش حضرت کے ہمراہ حج کو گئے اور حج کرکے مع الخیر بنارس
میں آئے اور حضرت سے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے

مکان کو جاؤں اور آپ میرے لئے دعا کریں پھر حضرت نے
دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ سے مخلوق کو نائدہ
پہنچاویگا اور روزی سے تم کو محتاج نہ کرے گا اور اجازت
گھر جانے کی دی پھر حضرت تو اپنے وطن شریف کو اپنے ہمراہیوں
کے ساتھ تشریف لے گئے اور خدا بخش اپنے گھر میں رہے اور اپنی
دوکانداری لیطو اولئے کرنے لگے پھر جب حضرت اپنے وطن شریف
سے ہجرت کر کے ولایت افغانستان میں گئے اور وہاں سے مجکو واسطے
کسی کار کے ہندوستان میں بھیجا اور میرا اتفاق نیارس جانے کا ہوا
اور وہاں تیلیانالے پر مرزا ایلاقی شاہزادے کے مکان میں اترا میں
خدا بخش سے ملاقات ہوئی وہ مجکو اپنی دکان پر لے گئے اور وہاں
بٹھایا اور اپنا حال مجھ سے بیان کرنے کہ بھائی دین محمد میں ایک
دہی پان سات سیر آٹا اور تین چار سیر گوشت معمولی پکا کر اسی
دکان پر رکھتا ہوں اور بیچتا ہوں سید صاحب کی برکت سے اللہ تعالیٰ
با خوبی میری گذران کرتا ہے پھر وہاں سے تھوڑی دیر میں اپنے
مکان پر مجکو لے گئے اور کہا کہ یہ مکان میں نے خریدا ہے اور
یہ کنواں بنایا ہے اور اس محلہ میں کسی کوئیں کا میٹھا پانی سوائے اس
کے نہیں ہے ہمیشہ صبح سے پہر رات گئے تک پانی بھرنے والوں کا مجمع

اس پر رہتا ہے اور یہ حضرت کی دعا کی برکت ہے جو آپ نے
میرے حق میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں سے لوگوں کو
فائدہ پہنچاوے والا اس قدر روپے میرے پاس کہاں تھے جو
میں کنواں بھی بنواتا اور مکان بھی مول لیتا پھر وہاں سے مجکو اپنے
دکان پر لاکر بٹھایا اور مجکو کھانا کھلایا اور مجھ سے کہا کہ کل
سویرے تمہاری دعوت ہے' پھر میں وہاں سے شاہزادے محمود
کے مکان پر آیا اور میرے ساتھ حسین خاں نام ایک اور بھی آدمی
تھا اس کو میں بستر پر چھوڑ گیا تھا پھر اگلے روز سویرے خدا بخش ہم
دونوں کو اپنے مکان پر لے گئے اور کھانا کھلایا پھر بعد فراغ کھانے
کے میں نے حسین خاں کو مکان پر واسطے حفاظت اپنے اسباب کے
بھیجدیا پھر میں خدا بخش کے ساتھ ان کی دکان پر آیا پھر وہ
اپنی دکان کے کاروبار میں مشغول ہوئے اس عرصہ میں لوگ
شہر کے اپنے لڑکے پڑکے بیمار لے کر آنے لگے اور کہنے لگے حاجی صاحب
دم ڈال دو پھر انھوں نے کچھ پڑھ کر ان سب پر دم کیا جب
وے لوگ اپنے گھروں کو گئے تب میں نے خدا بخش سے پوچھا کہ تم
کیا پڑھ کر لڑکوں پر دم کرتے ہو انھوں نے کہا بھائی صاحب
تم تو خوب جانتے ہو کہ میں پڑھا لکھا کچھ نہیں ہوں مگر سید صاحب

کی دعا کی برکت کا اثر ہے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دم کر دیتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے شفا دیتا ہے ہر روز اس دکان پر یہی حال رہتا ہے اور ابتدا اس دم کرنے کی یہ ہے کہ جب میں سید صاحب کے ساتھ حج کر کے یہاں آیا تب بعض بعض آدمی اپنے بیمار لڑکوں کو میرے پاس واسطے دم ڈالنے کے لانے لگے میں ان سے کہتا کہ بھائیو تم سب جانتے ہو کہ میں اُمّی آدمی ہوں مجکو اس امر میں کچھ دخل نہیں وہ کہتے کہ اگرچہ تم کچھ پڑھے نہیں ہو مگر حج تو کر آئے ہو ہمارے لڑکوں پر تم دم ڈال دو مجکو حضرت کا فرمانا یاد آیا آپ نے مجھ سے ارشاد کیا تھا کہ جو کوئی تجھ سے ملنے کو آوے اس کو تو نماز روزے کی تاکید کیا کرنا اور توحید وسنت کی خوبی اور شرک وبدعت کی برائی ناواقفوں کو بتا دیا کرنا سو یہی بات میں نے اختیار کی اور ان لوگوں سے میں نے کہا کہ بھائیو جب تم نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا اقرار کرو تب ہم تمہارے لڑکے بالوں پر دم ڈالا کرینگے پھر رفتہ رفتہ صدہا آدمیوں نے اقرار کیا اور نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے لگے اور شرک وبدعت سے تائب ہوئے اور تب سے میں دم

ڈالنے لگا انتہیٰ **حکایت** حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے خواہر زادے سید احمد علی صاحب مرحوم و مغفور لکھنو میں قندھاری کے رسالے کے سواروں میں نوکر تھے جب حضرت علیہ الرحمۃ وطن سے بیت اللہ شریف کو چلنے لگے تب سید احمد علی صاحب نے اپنے اہل و عیال حضرت کے ہمراہ کر دئے اور حضرت سے عرض کی کہ آپ آگے تشریف لیجلیں میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے پیچھے کار ضروری سے فراغت کرکے آؤنگا پھر جب حضرت مع الخیر کلکتہ میں پہنچے تب سید احمد علی صاحب آکر حضرت سے ملے اور پانچ ہزار روپے کی ہنڈوی لائے اور حضرت کو اطلاع کی کہ یہ ہنڈوی ان روپیوں کی ہے جو نواب معتمد الدولہ غازی الدین حیدر والی لکھنو کی طرف سے آپ کی نذر کئے تھے اور آپ نے نہیں لئے تھے اور اس کا حال آگے لکھا گیا ہے اور سید احمد علی صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ سے اور سب عزیزوں اور دوستوں سے کہا کہ میں سب صاحبوں کو ایک خوشخبری سناتا ہوں سب نے بڑے اشتیاق سے پوچھا کہ فرمائیے کیا خوشخبری ہے کہا شاہ عبدالقادر صاحب کا قلمی ترجمہ ستر روپے کا لایا ہوں اور سب کو دکھلایا سب لوگ دیکھ کر کمال خوش ہوئے کہ ستر روپے میں گویا مفت ملا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے وہ پانچ ہزار روپے

کی سنڈوی شیخ قادر بخش لکھنوی کو دی اور پانچ ہزار روپے کے انگریزی
نوٹ جو منشی امین الدین خاں نے دئے تھے وہ حوالہ کئے اور فرمایا کہ یہ
دس ہزار روپے کی رقم واسطے نول جہازوں کے شیخ رمضانی کی کوٹھی
میں جمع کرا آؤ اور اس سے پہلے تیرہ ہزار روپے معرفت دین محمد کے
وہیں جمع ہیں یہ سب تیئیس ہزار روپے ہوئے اور باقی روپے جو اور
ہمارے یہاں جمع ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی ہم بھیجدینگے پھر وہ
دسوں ہزار کی رقم شیخ قادر بخش اس کوٹھی میں جمع کرائے **حکایت**
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس ہر روز منشی امین الدین خاں صاحب
کے باغ میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی کی جمعیت رہتی تھی خصوصاً روز
جمعہ کے اتنی کثرت لوگوں کی ہوتی تھی کہ جس کا کچھ شمار نہیں ایک دن
جمعہ کو اس قدر آدمی جمع ہوئے کہ جگہ ملنی لوگوں کو دشوار ہوئی پھر وقت
نماز کا ہوا اذان کہی گئی اور جانمازیں بچھائی گئیں اور مصلیٰ امام کا کنارے
تالاب کے بچھایا گیا اور لوگوں نے سنتیں پڑھیں اور حضرت علیہ الرحمۃ کوٹھی
میں تھے مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ آج لوگوں کی کثرت زیادہ
ہے ہم تو نماز پڑھ کر چلے آوینگے اس لئے کہ لوگ مصافحہ کرنے کو ہجوم کرینگے
ایسا نہ ہو کہ آدمی کمزور بیچارے کچل جاویں اور آپ ہمارے مصلیٰ پر
بیٹھ کر وعظ فرماویں اور آٹھ آدمی حضرت نے واسطے محافظت مولانا

ممدوح کے مقرر کئے وہ یہ تھے پھلت کے شیخ جلال الدین صاحب مولانا صاحب کے سالے اور شیخ عبداللہ مولانا صاحب کے ہمزلف اور سہارنپور کے شیخ کریم بخش اور شیخ محمد حسن اور ضامن علی اور ساڈ ربوری کے جانی جراح اور کریم بخش گنگوہی اور نادر شاہ ہریانوی اور مولانا صاحب کے وعظ میں قرآن مجید مولوی وحید الدین صاحب پھلتی پڑھا کرتے تھے ان کو واسطے قرآن پڑھنے کے فرمایا پھر حضرت مکان پر نشیں پڑھ کر مکان سے باہر نکلے تو دروازے تک نمازیوں کی صفیں تھیں کسی طرف مارے کثرت کے لوگوں کے رستہ نہ معلوم ہوتا تھا جو لوگ کوٹھی میں حضرت کے ساتھ تھے اُن سے آپ نے فرمایا کہ ادھر تو کہیں باہر نکلنے کا رستہ نہیں ہے تم کوٹھی کے دوسرے دروازے کی طرف سے جاؤ جہاں کہیں جگہ پانا وہاں کھڑے ہو جانا اور میں اور میاں عبداللہ اور پھلت کے شیخ عبدالحکیم اور شیخ ضیاء الدین یہ چاروں حضرت کے ساتھ چلے گئے پھر حضرت تو مصلے پر کھڑے ہوئے اور ہم چاروں کو کہیں جگہ نہ ملی کہ وہاں کھڑے ہوں پھر حضرت نے ہم میں سے دو کو اپنی داہنی طرف کھڑا کیا اور دو کو بائیں طرف اپنی ایڑیوں کے برابر پھر اقامت ہوئی آپ نے اللہ اکبر تحریمہ نماز کا باندھا اور نماز پڑھائی اور دعا کر کے آپ نے چاہا کہ وہاں سے کوٹھی کو تشریف لیجاویں ہر طرف سے لوگوں نے معانقہ کرنے کو گھیر لیا اور اس طرح کا اس وقت

شور و غل لوگوں کا تھا کہ کوئی کسی کی بات نہیں سنتا تھا یہ حال
دیکھ کر حضرت کو اندیشہ ہوا کہ آدمی دب نہ جاویں اُس وقت آپ
مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑے تھے پھر جانب شمال منہ
کیا اور رنگ آپ کے چہرہ مبارک کا سرخ ہوگیا اور بال بدن پر کھڑے
ہوگئے یہ آپ کا حال دیکھ کر میں نے اور میاں عبداللہ نے شیخ عبدالحکیم اور
شیخ ضیاء الدین کو اشارہ کرکے بلایا کہ ان سے یہ حال کہیں وہ دونوں
ہم تک نہ آنے پائے کہ حضرت علیہ الرحمۃ دفعتہً ہم سب کی نظروں
سے غائب ہوگئے سب ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ سید صاحب کہاں ہیں
اس عرصہ میں آپ نے کوٹھی کے دروازے سے بآواز بلند پکار کہا کہ بھائیو
السلام علیکم سب نے کہا کہ یہ آواز سید صاحب کی کدھر سے آئی پھر جو
دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کوٹھی کے دروازے پر ایک ہاتھ سے دروازے
کا اترنگ اور دوسرے ہاتھ سے باز و پکڑے ہوئے کھڑے تھے اس
میں کچھ لوگ مولانا صاحب کا وعظ سننے کو وہیں بیٹھ گئے اور باقی حضرت
علیہ الرحمۃ کی طرف مصافحہ کرنے کو جھکے آپ ان کو دیکھ کر اندر کوٹھی کے
چلے گئے اور اپنی جگہ پر جا بیٹھے پھر لوگوں نے وہیں جا کر مصافحہ کرنا شروع
کیا اور آپ لوگوں سے مصافحہ بھی کرتے جاتے تھے اور بیعت والوں سے بیعت
بھی لیتے جاتے تھے یہاں تک کہ اذان عصر کی ہوئی آپ نے بیعت لینی موقوف

کی اور نماز پڑھ کر بیعت لینی شروع کی یہاں تک کہ ڈیڑھ پہر رات سے زیادہ گئی تب ہم لوگوں نے بیعت کرنے والوں سے کہا کہ آپ جاکر اپنے گھر میں سو رہو اور حضرت بھی آرام کریں پھر سب آدمی رخصت ہو کر چلے گئے ہم نے دروازہ بند کرلیا' حضرت نے مولانا عبدالحئی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے جو وعظ فرمایا اس میں کیا بیان تھا انھوں نے کہا کہ فلانے فلانے بیان تھے مگر وہ تقریر مجکو یاد نہیں ہے پھر پھلت کے مولوی محمد یوسف صاحب نے آپ سے پوچھا کہ حضرت جبکہ بعد نماز' لوگوں نے آپ پر ہر طرف سے ہجوم کیا تب آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور بال بدن پر کھڑے ہوگئے اور ہزاروں آدمیوں کے انبوہ سے دفعتہً آپ غائب ہوگئے اور یہاں کوٹھی کے دروازے پر آکر کھڑے ہوئے یہ کیا معاملہ عجیب و غریب تھا' آپ نے فرمایا کہ وہ معاملہ یہ تھا کہ جب ہزاروں لوگ میری طرف یکبارگی واسطے مصافحہ کے جھکے مجکو خیال اس بات کا ہوا کہ ایسا نہ ہو اسی اثنا میں مجکو جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ جلد تو یہاں سے نکل جا نہیں لوگ دب جاوینگے میں نے عرض کی کہ الٰہی میں کیونکر یہاں سے باہر نکلوں یہ امر تو میرے اختیار سے باہر ہے پھر حکم ہوا کہ ہم تجکو نکالتے ہیں بعد اس کے تمام لوگ اسی کثرت سے کھڑے رہے اور جناب باری نے وہاں سے مجکو کوٹھی کے دروازے پر پہنچادیا پھر میں نے شکر الٰہی ادا کرکے سب لوگوں کو سلام

کیا تاکہ سب لوگ آگاہ ہوجاویں کہ میں یہاں ہوں اور جو اس وقت
دیکھنے والوں نے وہ حال میرے بدن اور چہرہ کا دیکھا وہی وقت الہام کا
تھا اور الہام کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے اور جب کوئی کسی
درویش یا بزرگ کو اس حال میں دیکھے تو اس سے کچھ کلام نہ کرے بلکہ دعا
طلب کرے یہ بات سن کر ہم لوگوں نے عرض کی کہ حضرت ہم کو یہ حال
معلوم نہ تھا ورنہ آپ سے دعا کرواتے مگر اب اس کا کیا علاج کریں
آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ انشاء اللہ
تعالیٰ سب بھائیوں کے لئے ہم ابھی دعا کرینگے پھر آپ سر برہنہ ہو کر دعا میں
مشغول ہوئے اور ہم سب لوگ آمین آمین کہتے تھے اور اس وقت تمام
حضار مجلس پر ایک حال واقع تھا کہ گویا اپنے آپ میں نہ تھے پھر
جب دعا سے فارغ ہوئے تب مولانا عبدالحیٔ صاحب سے فرمانے لگے
کہ مولانا صاحب جب ہمارے سید احمد علی صاحب لکھنؤ سے یہاں آئے
اور یہاں کی ہدایت خلق اللہ کا حال دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور یہ تمام
کارخانہ ہدایت کا اختیار الٰہی میں ہے اس میں کسی کا دخل نہیں ہے جن
روزوں میں تکیہ پر تھا وہاں ایک روز جناب باری عز اسمہ سے مجکو
الہام ہوا کہ جو تیرا ارادہ ہجرت کا ہے سو اب موقوف کر ہم کو منظور ہے
کہ پہلے تو حج کو جا اس سفر حج میں ہم اپنے بندوں کو تجھ سے بہت فائدہ

پہنچاویں گے اور تیرے درجہ بڑھاوینگے جب پروردگار نے مجکو
یہ امر ہوا تب پہلے میں نے یہ حال اپنے بھانجے سید عبدالرحمٰن سے کہا کہ
پہلے میرا ارادہ ہجرت کرنے کا تھا سو منظور الٰہی یہ ہے کہ پہلے میں حج کو
جاؤں وہاں سے آکر پھر ہجرت کروں کہو تمہارا کیا ارادہ ہے انھوں
نے کہا کہ جدھر ارادہ آپ کریں میں آپ کے ساتھ ہوں یہ بات سُن کر
میں بہت خوش ہوا اور میں نے ان سے کہا کہ ہم کو بہت آرام سے لے
چلیں گے اور باخوبی خدمت کرینگے اور کھانے کپڑے سے انشاءاللہ تعالیٰ
کسی بات کی تم کو تکلیف نہ ہونے پاویگی، انھوں نے کہا کہ یہ آپ کیا
فرماتے ہیں جب ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ارادہ کیا تب آپ کی
خدمت گذاری اور خبرگیری کی کیا حاجت وہی پروردگار کافی ہے اس
امر میں کئی بار تکرار میں نے ان سے کہا کہ میں تمہارے کھانے کپڑے
اور خرچ راہ کی خبر لونگا مگر انھوں نے نہ مانا اپنے اُسی توکل پر رہے
پھر میں نے کہا کہ تم اپنی بی بی کو بھی لے چلنا اُنھوں نے کہا کہ مجکو اپنی جان
کا اختیار ہے اور کسی کا میں ذمہ دار نہیں ہوں وہ آپ کی بھتیجی ہیں آپ ان کو راضی کریں
اگر چلیں تو بہتر ہے پھر میں نے ان سے کہا وہ چلنے پر راضی ہوئیں پھر میں
نے سید محمد علی صاحب سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ حج کی تیاری کرو انھوں
نے کہا میں چلنے کو حاضر ہوں مگر اس شرط پر کہ میری سواری اور خوراک

کا آپ ذمہ لیویں، میں نے کہا کہ خیر کیا مضائقہ سب کچھ اللہ تعالیٰ
سامان کردیگا آپ تیاری تو کریں اور ہم دس روپے ماہ بماہ دیا کرینگے
اس سے باخوبی آپ کا گذارہ ہوگا وہ بھی راضی ہوئے پھر میں نے سید احمد علی
صاحب سے کہا اُنھوں نے کہا میں چلنے کو حاضر ہوں مگر آپ میرے
اہل وعیال کو اپنے ہمراہ لیتے چلیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ بعد چند روز کے کار
ضروری سے فراغت کرکے میں بھی کہیں رستے میں آپ سے آکر ملونگا پھر
میں نے سید حمید الدین سے کہا وہ بھی اپنے اہل وعیال سے چلنے کو مستعد ہوئے
اور مجھ سے کہا کہ آپ میری زادراہ کا فکر نہ کرنا میرے پاس بیت اللہ
شریف کے جانے آنے کا خرچ ہے پھر میں نے تکیہ اور بریلی اور نصیرآباد کے
بھائی بندوں سے کئی بار سمجھا کر کہا کہ تم بھی میرے ساتھ زیارت حرمین
شریفین کو چلو وہ طرح طرح کے اعتراض لایعنی کرنے لگے کوئی تو کہتے
تھے کہ تمہارے پاس ایک روز کھانے کا تو خرچ نہیں ہے اور ہر ایک سے
کہتے ہو کہ تم بھی چلو کیا لوگوں کو تباہ کرنے کا ارادہ ہے اگر تم کو جانا ہے
تو دو چار آدمیوں سے چلے جاؤ ہر ایک کا بار اپنے اوپر کیوں لیتے ہو اور
کوئی کہتے تھے کہ تم جو کچھ دکن سے کما لائے ہو وہ چند روز گھر میں بیٹھ
کر چین سے کھاؤ اور جو لوگ مسکین ومحتاج تم نے جمع کئے ہیں ان کو
جواب دو کہ وہ اپنے اپنے گھر جاؤ نہیں تو چند روز میں جو کچھ تمہارے

پاس ہے کھائی کرا اپنا سا فقیر و محتاج تم کو بھی کر دینگے میں اُن سے کہتا تھا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو تیرے ساتھ جاوینگے ان کا ذمہ دار میں ہوں کہ با آرام تمام ان کو لیجاؤنگا اور حج کرا کر مع الخیر لے آؤنگا سو تم بھی چلو اور کسی امر کا اندیشہ نہ کرو میرے پروردگار کا خزانہ معمور ہے اس کے یہاں کسی بات کی کمی نہیں ہے مگر میرا کہنا کسی صاحب نے نہ مانا جن لوگوں کو پروردگار نے چاہا وہ تو آئے اور باقی لوگ اپنی تقریر لا یعنی پر رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم و فضل سے ہم غریبوں عاجزوں کو مع الخیر یہاں پہنچایا اور مجھکو یقین کامل ہے کہ یہاں سے حرمین شریفین میں بھی پہنچاونگا اور پھر ساتھ خیر کے وہاں سے لاونگا یہ تمام قصہ سن کر مولانا عبد الحئی صاحب نے کہا کہ حضرت آپ نے بجا فرمایا یہ بات قدیم سے یوں ہی چلی آتی ہے کہ جہاں کہیں کوئی مقتدا صاحب ارشاد و ہدایت ہوا ہے اس کے قرب و جوار کے اگانے اور بیگانے اس کی نعمت عظمیٰ سے اکثر محروم رہے ہیں **حکایت** شیخ عبد الستار لکھنوی جو حضرت کے ہمراہ آئے تھے ان کا باپ قادر بخش نام بہت برسوں سے کہیں گھر سے چلا گیا تھا اور پھر اس کا حال کسی نہ معلوم تھا کہ کہاں ہے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے لکھنو میں عبد الستار کی والدہ اور عزیزوں سے فرمایا تھا کہ مجھکو جناب الٰہی سے امید

قوی ہے کہ اُن کو ان کے باپ سے ملا دیگا مگر یہ نہیں معلوم ہے کہ کہاں
ملا دیگا سو ایک روز کلکتہ میں ایک شخص بڈھے حضرت کے پاس آئے
اور سب کے ساتھ انھوں نے بھی بیعت کی اور حضرت سے حال پوچھا
کہ آپ کا وطن شریف ہندوستان میں کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ
رائے بریلی کے تکیہ میں تب انھوں نے کہا کہ میرا بھی مکان لکھنؤ میں فلانی
جگہ ہے اور میں کئی برس سے یہاں دلالی کرتا ہوں اور مجھکو اپنے وطن کا
حال معلوم نہیں آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اُنھوں نے کہا قادر بخش
آپ نے پھر پوچھا کہ تمہارے کوئی لڑکے بالے بھی تھے اُنھوں نے
کہا کہ ہاں ایک لڑکا تھا مگر اب ہمیں معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مرگیا
آپ نے پوچھا کہ اس کا نام کیا تھا اُنھوں نے کہا کہ عبدالستار تب
حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمہارے بیٹے کو ہم اپنے ساتھ لیتے آئے
ہیں اور کسی سے فرمایا کہ بلاؤ عبدالستار کو اور کہا کہ تم اپنے بیٹے
کو عبدالستار آئے دونوں کو ملایا اور فرمایا کہ یہ تمہارا بیٹا ہے تم
ان کے باپ ہو اس کا قصہ مفصل ہم آگے لکھ چکے ہیں جب سے اُنھوں
نے بیعت کی دلالی کلکتہ بھی کرتے اور حضرت کے پاس بھی حاضر رہتے پھر
عبدالستار نے اپنی والدہ اور بھائی بندوں کو لکھنؤ کو خط لکھا کہ
جیسا حضرت علیہ الرحمہ نے لکھنؤ میں فرمایا تھا کہ تمہارا باپ جہاں

کہیں ہو ویگا اللہ تعالیٰ تمہارے باپ سے تمکو ملا دیگا سو ویسا ہی ہوا کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا کی برکت سے یہاں کلکتہ میں ہمیں باپ سے
ملا دیا تم خاطر جمع رکھو پھر ایک روز قادر بخش اس خاکسار دین محمد
کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چلو تم کو کوٹھی میں شیخ عبداللطیف صاحب
بلاتے ہیں، میں نے جواب دیا کہ میں حضرت سے پوچھ لوں، انھوں نے
کہا کہ حضرت کے پاس مجمع کثیر ہے ہم نے حضرت سے پوچھ لیا ہے تم
چلے چلو پھر میں ساتھ ان کے گیا اور جا کے ملاقات کی، شیخ صاحب نے
فرمایا کہ پانچ طرح کی بانگی چاولوں کی آئی ہوئی رکھی ہے اور وہ کوٹھی
شیخ رمضانی اور شیخ صاحب کے ساجھے کی تھی اور آگے حال شیخ عبداللطیف
کا لکھ چکا ہوں کہ ستائیس کوٹھیاں ان کی ہندوستان کے شہروں میں
تھیں، گماشتے سے لینے کہا کہ بانگی چاولوں کی جو رکھی ہوئی ہے لاکر ان
کو دکھلاو، گماشتے نے بانگی لاکر کھول کھول کر دکھلانا شروع کیا
وہ چاول پانچ قسم کے تھے اور پانچوں قسم کی بانگی میں نے لی اور ان
سے ہر ایک کا نرخ پوچھا اُنہوں نے ایک روپیہ من کی اور ایک اٹھارہ
آنے من، اور ایک سوا روپے من اور ایک ڈیڑھ روپے من اور ایک
دو روپے من، پھر وہ پانچوں بانگیاں لے کر حضرت کے پاس گیا اس وقت تیاری نماز عصر کی

ہو رہی تھی پھر بعد فراغ نماز کے میں نے حضرت سے عرض کی کہ میں چاولوں
کی بانگیاں لایا ہوں آپ دیکھ کر جو پسند کریں وہ چاول خرید کئے جاویں
آپ نے فرمایا کہ کوٹھی کے اوپر چلو وہاں آکر ہم دیکھیں گے بعد اس کے
آپ بھی تشریف لائے اور وہ ہر قسم کے چاول ملاحظہ فرمائے اور مجھ
سے ہر ایک قسم کا نرخ پوچھا میں نے جدا جدا عرض کیا، آپ نے ڈیڑھ
روپے کے من کے چاول پسند کئے اور فرمایا کہ یہ چاول ٹوٹے بھی ہیں
ہیں اور لمبے بھی ہیں اور دو سیر روپے من کے چاول بھی پسند کئے مگر وہ ابالے
دھانوں کے تھے یہ نقص ان میں تھا اس سبب سے آپ نے وہ نہ لئے قادر بخش
دلال بھی وہیں حاضر تھے اُنھوں نے عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو بے اُبلے دھانوں
کے چاول اسی قسم کے تلاش کئے جاویں، آپ نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں ہے ڈیڑھ
روپے من کے خوب ہیں اور یہ پرانے اور خوشبودار ہیں، شیخ بھائی یہی چاول
خرید کرو اور دین محمد تمہارے ساتھ ہیں، شیخ جی نے عرض کی کہ بہت اچھا اور
مجھ سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ رہو، پھر شیخ جی نے عرض کی کہ تینتیس ہزار
روپیہ معرفت میاں دین محمد اور قادر بخش کے اور سات ہزار روپیہ اور جو
آپ نے بھیجے سو یہ تیس ہزار روپیہ آپ کے ہمارے یہاں کوٹھی میں جمع ہیں
آپ نے فرمایا کہ لینے میں کسی اسباب ضروری کے فرق نہ پڑے اور جو روپیہ

کی حاجت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہم تمہاری کوٹھی میں جمع کر دینگے انہوں نے کہا بہت اچھا، یہ کہہ کر وے تو رخصت ہوئے دوسرے روز سعدالدین ناخدا اور منشی امین الدین اور شیخ امام بخش اور شیخ رمضانی اور منشی حسن علی ضلع بیربھوم کے اور پانچ چار ناخدا جہازوں کے اور بہت سے ذی عزت سو دو سو آدمی جمع ہو کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے گیارہ جہازوں کی تدبیر کروادی مگر گیارہواں جہاز ہم نے موقوف کردیا یہ خبر فرحت اثر سُن کر آپ نے جزاک اللہ اور الحمدللہ شکر ہے اس پروردگار کا کہ جس نے اپنی عنایت بے غایت سے ہم عاجزوں کا چار بندوں کا سامان مہیا کردیا، پھر آپ نے فرمایا کہ ان جہازوں کے کیا کیا نام ہیں اُنھوں نے عرض کی کہ ایک دریا بقی دوسرا عطیۃ الرحمٰن تیسرا فتح الکریم چوتھا فیض ربانی پانچواں فتح الباری چھٹا فتح الرحمٰن ساتواں غرابِ احمدی آٹھواں عباسی نواں تاج دسواں فیض الکریم شیخ غلام حسین خاں فخر التجار کو جب تحقیق خبر معلوم ہوئی کہ مجھ سے الگ ہی الگ یہاں کے سوداگروں نے سید صاحب کے واسطے جہاز کرایہ کرلئے تب ایک دن حضرت کے پاس آکر اُس نے عرض کی کہ چار جہاز ان دنوں میرے خالی کھڑے ہیں آپ انھیں پر اپنے لوگوں کو سوار کرکے بیت اللہ شریف کو تشریف لے جاویں یہاں سے مکہ تک کا جو کچھ زادِ راہ اور اسباب ضروری حاجت ہوگا وہ سب جہازوں

پر سوار کردیا جاویگا اور زیارت حرمین شریفین سے فراغت کرکے پھر
اسی سامان کے ساتھ انھیں جہازوں پر وہاں سے آپ تشریف لانا اس
امر کا میرا ذمہ ہے، آپ نے فرمایا کہ شیخ بھائی تم نے بات معقول کہی
مگر ہم نے اپنے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ جب ہم کو اللہ تعالیٰ زاد راحلہ
کا سامان کردیگا تب ہم جہازوں کا کرایہ دے کر اور اپنے ہمراہیوں
کو ساتھ لے کر بیت اللہ شریف کو جاوینگے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی
مخلوق کا بار احسان نہ اٹھاوینگے اس میں چاہیں برس گذر جاویں اس
بات کا کچھ غم نہیں، جب شیخ موصوف نے حضرت سے یہ صاف جواب سنا
تب اُس نے عرض کی کہ آپ کو میرے جہازوں پر اس طرح سوار ہونا
منظور نہیں ہے تو جو صاحبوں نے آپ کے واسطے جہاز کرایہ کئے ہیں اُن
میں میری بھی شراکت ہو جاوے، آپ نے فرمایا کہ اس میں میرا دخل نہیں
ہے تم جاکر ان سے صلاح کرو اگر وہ مانیں تو کیا مضائقہ ہے تم بھی شریک
ہو جاؤ، جب اُس نے جانا کہ یہ بھی پیچ میرا پیش نہ گیا اور جو لوگ میرے
بجائے محکوم کے ہیں سید صاحب مجھ سے اُن کی خوشامد کروانی چاہتے ہیں
یہ مجھ سے کب ہوگا تب وہ مایوس ہو کر حضرت کے پاس سے اُٹھا اور
ان جہاز والوں سے جاکر کہا کہ تم بڑے نادان ہو جو سولہ روپے آدمی
تم نے کرایہ منظور کیا سید صاحب تو امیر کبیر اور مالدار شخص ہیں اگر تی

نقد پچیس روپے تم ان سے مانگتے تو وے اپنی غرض کو دیتے مگر
اب ایک صورت تمہارے انکار کی ہے کہ ان کا غلہ اور اسباب بھی تو
جہازوں پر رکھا جاویگا اس کا کرایہ تم دو روپے من کے حساب سے
ان سے جدا طلب کرو اور جو وے نہ مانیں تو تم بھی نہ مانو یہ بات
سن کر وہ اپنے اقرار سے پھر گئے اور جن صاحبوں کے جہاز کرایہ
کئے تھے ان سے کہنے لگے کہ سولہ روپے تو ہم نے صرف آدمیوں کے نول
لئے ہیں غلہ اور اسباب اس سے خارج ہے اس کا کرایہ دو روپیہ من کے
حساب سے ہم جدا لیویں گے اُنھوں نے کہا کہ اس کا کیا سبب کہ پہلے
تم نے خوشی باخوشی سولہ روپے آدمی قبول کیا اور اس وقت اور اسباب
کے کرایہ کا تم نے کچھ ذکر نہ کیا اور اب تم نے یہ شاخ نکالی ہم کو معلوم
ہوا کہ تم کو شیخ غلام حسین خاں نے بہکایا ہے اور تم غلام حسین
خاں کے دبیل ہیں اگرچہ وہ ہم لوگوں سے بڑا مالدار ہے مگر وہ اکیلا ہے
اور ہم چھوٹے چھوٹے سوداگر بہت ہیں اور اکثر تمہارا جہازوں کے بابت میں
ہم لوگوں سے بھی پڑتا ہے فقط شیخ غلام حسین خاں سے ہی نہیں یہ تم جو
عہد شکنی کرتے ہو یہ بات تمہاری لیاقت کے خلاف ہے اور تمہارے تو
صرف دس ہی جہاز ہیں اور یہاں دریا میں تم بھی جانتے ہو کہ چھوٹے بڑے
سب جہاز ملاکر دس ہزار سے کم نہوں گے ان کا کاروبار ہم ہی لوگوں

سے متعلق ہے، انہوں نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے اقرار تو ہم نے تم سے بیشک کیا تھا مگر کیا کریں اس میں ہمارا بڑا نقصان ہے اور جہازوں کی بار برداری کا حال تم خود جانتے ہو کہ دو درو پیہ من سے کم نہیں ہے اب تم ہی جو ہمارے لئے مناسب جانو سو کرو پھر ان سب نے مشورہ کیا کہ چاولوں اور اسباب وغیرہ کا بوجھ پانچ چھ ہزار من سے کم نہ ہوگا دو روپے من کے حساب سے دس بارہ ہزار روپے ہونگے اس کی صلاح یہ ہے کہ فی نفر چار روپے اور زیادہ کر دو اس میں ان کی بھی خوشی ہوگی اور سید صاحب کو بھی فائدہ ہوگا کہ ساڑھے سات سو آدمیوں کے تین ہزار روپے ہوتے ہیں اتنے اور بڑھا دو پھر یہی بات ان سے کہی اس میں وہ راضی ہوگئے اور آپس میں مبارکباد دے کر وہاں سے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور اول سے یہ سب حال عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ جزاکم اللہ تم نے بہت خوب کام کیا اور پھر آپ نے ان کے واسطے دعا کی، پھر انھوں نے حضرت سے کہا کہ اگر مرضی مبارک میں آوے تو چل کر جہازوں کا بھی ملاحظہ کرلیویں سب جہاز کنارے گنگا کے کھڑے ہیں، آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے ہم چلیں گے پھر آپ نماز ظہر کی پڑھ کر تشریف لے گئے اور تختوں کی سڑک پر جا پہنچے اور وہ سڑک بہت ہی مکلف اور خوبصورت بنی تھی پھر آپ اس سڑک پر کھڑے

ہوئے اور کنارے سڑک کے گنگا ہے وہیں سب جہاز کھڑے تھے
پھر آپ ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاز پر گئے اور سب مکان اس کے
دیکھے نیچے کے بھی اور اوپر کے بھی پھر آپ نے کہا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ
یہ دن تو لایا کہ جہاز دیکھنے میں آئے اور اُس جہاز کا ناخدا تھا آپ
نے اس کو ایک سقطی لنگی بیش قیمت عنایت فرمائی اور کئی تھان نین سکھ
وغیرہ کے اس کو دئے گنتی ان کی مجکو یاد نہیں اور اس سے فرمایا کہ ہمارے
لوگوں کو آرام کے ساتھ لیجانا کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پاوے انشاء
اللہ تعالیٰ تمہارا جہاز جلد ساتھ خیر و عافیت کے جدہ میں پہونچیگا اور ہر
صدمہ سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا اور بر تقدیر اگر کسی طرح کا صدمہ
پیش آوے تو نہ گھبرانا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محفوظ رکھیگا پھر سعد الدین
ناخدا اور شیخ امام بخش اور شیخ رمضانی اور شیخ عبد اللطیف وغیرہم
نے حضرت سے عرض کی کہ سب جہازوں کے ناخدا منتظر ہیں کہ حضرت ہمارے
جہاز دیکھنے تشریف لاوینگے اگر آپ مناسب جانیں تو تشریف لے چلیں
آپ نے فرمایا کہ وقت عصر کا قریب ہے اب جاکر نماز پڑھینگے اس وقت
ہم کو فرصت نہیں ہے پھر کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ دیکھ لیوینگے پھر آپ
وہاں سے آپ باغ کو تشریف لائے **حکایت** ایک روز سعد الدین

ناخدا اور شیخ رمضانی اور شیخ عبد اللطیف وغیرہم محبہ سے پوچھنے لگے کہ سب آدمی حضرت کے ہمراہ کتنے ہونگے، میں نے کہا کہ جن لوگوں کا نول دینا ٹھہرا ہے وہ تو سات کم سو آدمی ہیں اور علاوہ ان کے سات اوپر پچاس ساکین ہیں اور قریب سو کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں ان کا نول نہیں دیا جاویگا یہ سب ملا کر قریب ساڑھے آٹھ سو آدمیوں کے ہیں مگر کھانا اس طور سے تقسیم ہوتا ہے نابالغ لڑکوں کا مردوں کا آدھا ملتا ہے اور نابالغہ لڑکیوں کا آدھا عورتوں کا دیا جاتا ہے اور یہ مقرر کیا ہوا حضرت علیہ الرحمۃ کا ہے سعد الدین نے کہا کہ خیر انداز آدمیوں کا معلوم ہوا اور آدمی پیچھے دو لستے چاول کے مقرر ہیں اور ایک لستے میں دو من چاول ہوتے ہیں تو ساڑھے آدمیوں کے سترہ سو لستے چاہئے سو ہم دو ہزار لستے چاولوں کے اور تین سو لستے دال کے اور جس قدر حاجت آٹے کی ہو اس قدر آٹا بھی جہازوں پر چڑھا دیا جاویگا، میں نے کہا ہاں آٹا تو ضرور چاہئے پھر پچاس لستے آٹا انہوں نے تجویز کیا بعد اس کے یہ سب جنس مذکور خریدی گئی تفصیل اس کی یہ ہے مع ظروف وغیرہ کے دو ہزار لستوں میں چار ہزار من چاول ڈیڑھ روپے من کے حساب سے چھ ہزار روپے کے اور تین سو لستوں میں چھ سو من دال سو رکی

روپے من کے حساب سے چھ سو روپے کی اور دال سور کی جہازوں
پر اس لئے چڑھاتے ہیں کہ تھوڑے ایندھن پانی میں جلد پک جاتی ہے
اور باورچیخانہ جلد خالی ہو جاتا ہے کہ اوروں کے کام آوے اور پچاس
بستوں میں سو من آٹا دو روپے کے حساب سے دو سو روپے کا اور
سوا آنہ قیمت ہر بستے کی اور وہ دوہرے ٹاٹ کے بستے تھے یہاں ان
کو بورے کہتے ہیں اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے نام کے یعنی سید احمد
کے ایک سو ستائیس عدد ہوتے ہیں وہی عدد واسطے پہچان اپنے مال کے ہر
بستے پر لکھوائے گئے تھے سو ہر بستے پر وہ عدد لکھوائے اور بستوں کے منہ
سلوائے فی بستہ پاؤ آنہ مزدوری دی گئی اور شہر سے جہازوں تلک
کی باربرداری عمالوں کی بستے پیچھے ڈھائی آنے دی گئی مع قیمت اور
ڈھلوائی وغیرہ یہ سب فی بستہ چار آنے ہوئے اور سب بستے دو ہزار اور
ساڑھے تین سو تھے سب کے پانسو ساڑھے ستاسی روپے ہوئے اور
تانبا ان دنوں کلکتہ میں سوا روپے سیر تھا سو پانچ دیگیں وزن میں
کچھ اوپر چھ چھ پنسیری کے تھیں ان میں سے ایک دیگ میں تو من بھر چاول
پکتے تھے اور چار میں سات سات پنسیری وہ پانچوں دیگیں قیمت میں کچھ
کم دو سو روپے کی تھیں اور پانچ دیگچے وزن میں سوا دس سیر کے تھے
کہ ہر ایک میں سات آٹھ سیر دال پکتی تھی وہ پانچوں دیگچے قیمت میں کچھ

اوپر ستر سیٹھ روپے کے تھے. اور چھ دگیں وزن میں کچھ اوپر پانچ پانچ
پنسیری کے تھیں اور ہر ایک میں چھ چھ پنسیری چاول پکتے تھے اور قیمت
میں وہ کچھ اوپر ایک سو اٹھاسی روپے کے تھیں اور چھ دیگچی سوا آٹھ آٹھ
سیر کی تھی کہ ہر ایک دیگچے میں چھ سیر دال پکتی تھی اور وہ قیمت میں قریب
باسیٹھ روپے کے تھے اور پانچ سینیاں بڑی دیگوں کی کچھ کم یا سوا
پچیس روپے کی اور گیارہ سینیاں گیارہ دیگچوں کی قیمت میں کچھ
کم یا سوا چالیس روپے کی اور دس کفگیر کچھ کم یا سوا بیس روپے کے
اور دس چمچے پانچ روپے کے غرضکہ سب ظروف سی چھ سو تیس روپے
کے تھے اور سات کم سات سو آدمیوں کا تول فی نفر بیس روپے سب
کے تیرہ ہزار آٹھ سو اور ساٹھ روپے دئے گئے اور تین جہازوں کے
ڈبو سے بچنے کے واسطے عورتوں کے لئے گئے اور فتح الکریم جہاز آدھے
ڈبو سے کے چار سو روپے ہوئے اور غراب احمدی ساڑے دیو سے کے
آٹھ سو روپے یہ روپے تول سے زیادہ دئے گئے اور سب عورتیں
چار جہازوں پر سوار تھیں یعنی دریا لیقی اور فتح الکریم اور غراب احمدی
اور فیض ربانی پر سو حال دریا لیقی کا جس پر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ

تھے اس کا حال حضرت سید عبدالرحمٰن صاحب نے لکھا ہے انتہیٰ،
پھر خرید اسباب اور درستی سامان وغیرہ کے سعد الدین اور شیخ رمضانی
اور شیخ عبداللطیف وغیرہم تاجروں نے جاکر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
سے تمام حال خرید اسباب کا عرض کیا، آپ نے سن کر اور خوش ہوکر
فرمایا کہ جزاکم اللہ جو کچھ تم نے کیا بہت خوب کیا اور جو کچھ سامان کی درستی
باقی ہو سب درست کردو پھر کسی اسباب ضروری کی حاجت نہ ہو انہوں
نے عرض کی کہ سب سامان کی درستی ہو گئی ہے اب انشاء اللہ تعالیٰ کسی امر
کی تکلیف نہ ہوگی مگر ایک ایک دو دو پیپے پانی کے ہر جہاز پر رکھوا دینا
ضرور چاہئے یہ بات البتہ باقی ہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ کسی امر میں حرج
نہ ہوگی، آپ نے فرمایا کہ جتنے پیپے مناسب جانو رکھوا دو تم کو اختیار ہے
پھر جہاز فتح الکریم پر تو کوئی پانی کا پیپا نہیں دھرا گیا باقی اور سب جہازوں
پر دھرا گیا مگر محکم ٹھہرا بہتر کہ ایک ایک پانی کا دھر گیا یا دو دو، پھر ایک روز
حضرت نے سب جہازوں کے ناخداؤں کو بلوا کر فرمایا کہ ہمارے لوگوں کو ساتھ
آرام کے لیجانا کسی طور ان کو رنج و تکلیف نہ ہونے پاوے اس میں تمہارے
لئے دنیا میں بہتری ہوگی اور آخرت میں بھی، انشاء اللہ تعالیٰ دنیا کا
فائدہ تم اسی سفر میں دیکھ لوگے اور آخرت کا فائدہ جو اللہ تعالیٰ چاہیگا

وہاں دیکھوگے اور اگر کسی نوع کی تکلیف دوگے تو تمہارا دنیا میں بھی
نقصان ہوگا اور آخرت میں بھی کیونکہ یہ سب لوگ اپنے گھر بار چھوڑ
کر محض واسطے رضامندی اللہ تعالیٰ کے جاتے ہیں اور اسی طور کے کلام
ہدایت التیام آپ نے ان سے کئے مگر مجکو یاد نہیں ہیں اور آپ نے یہ بھی
فرمایا کہ اگر دریا میں کوئی جگہ صدمہ کی آجاوے تو تم ان لوگوں سے دعا
کروانا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے منزل مقصود کو ساتھ خیر و عافیت
کے پہنچا جاویگا پھر ان سب نے اقرار کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان کو
با خوبی ساتھ آرام کے لیجاویں گے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو
کچھ تکلیف نہ ہوگی اب آپ ہمارے لئے دعا کریں پھر آپ نے ان سب صاحبوں
کے واسطے دعا کی، پھر ان سب نے عرض کی کہ آپ اپنے سب جہازوں کے آگے
سوار ہوکر روانہ ہوں گے یا سب کے پیچھے جو منظور ہو ارشاد کریں، آپ نے
فرمایا کہ جس طرح تمہاری خوشی ہو ہم کو منظور ہے، انہوں نے کہا کہ
اگر آپ سب کے بیشتر روانہ ہوں تو بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لوگوں
کو بآرام تمام سوار کرکے ہم لیجاویں گے اور اگر سب کے بعد سوار ہوں
تب تک اور بھی خدا کے بندے آپ کے فیض سے فیضیاب ہونگے
آپ کو یہ صلاح ان کی پسند آئی پھر وہ ہر ایک ناخدا اپنے اپنے جہاز
کی تعریف کرنے لگے کہ ہمارا جہاز ایسا تیز رفتار اور اس خوبی کا

ہے آپ ہمارے ہی جہاز پر سوار ہوں یوں ہی سب ناخدا کہتے تھے اور
سب صاحبوں سے جو شہر والے تھے ان سے آپ نے فرمایا کہ سب کے پیچھے
یہاں سے کونسا جہاز روانہ ہوگا اس کو دریافت کرو ہم اسی پر سوار
ہوں گے پھر انھوں نے شہر میں جاکر ناخداؤں سے پوچھا انھوں نے کہا
کہ سب کے پیچھے دریا بقی روانہ ہوگا' پھر انھوں نے اُن سے کہا کہ دریا بقی
تو بہت پرانا اور نہایت کندرو ہے اس کی اطلاع تو سید صاحب سے
ضرور کرنی چاہیے آگے وہ مختار ہیں پھر ان سب نے آکر یہی حال حضرت
سے گذارش کیا' آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا جواب تم کو
تیسرے یا چوتھے روز دیویں گے اگر ہم اس پر نہ چڑھے تو اور ہمارے بھائی
لوگ اس پر چڑھیں گے یہ جواب باصواب سن کر وہ چلے گئے پھر یہ حال
شہر کے جو معتبر شخص تھے انھوں نے سنا کہ سید صاحب کی سواری کو
جہاز دریا بقی مقرر ہوا ہے اس بات سے ان کو تشویش ہوئی سب نے
آکر حضرت سے عرض کی کہ جہاز دریا بقی تمام شہر میں مشہور ہے کہ بہت کم
چلتا ہے اور بہت کہنہ اور شکستہ بھی ہے آپ تو کسی اور جہاز پر سوار ہوں
آپ نے فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے نئے پرانے
سب یکساں ہیں اگر وہ چاہیگا تو اسی کو تیز رو کر دیگا اور بھی اسی قسم
کی آپ نے باتیں کیں پھر اس کے تیسرے یا چوتھے روز آپ نے شیخ عبداللطیف
مرزاپوری سے فرمایا کہ مجکو اپنے پروردگار کی طرف سے اشارہ ہے کہ

کہ اسی جہاز پر سوار ہوئے سو تم عبدالرحمن ناخدا سے کہہ دو کہ سید صاحب
تمہارے ہی جہاز پر سوار ہوں گے پھر شیخ صاحب نے سب تاجروں کے سامنے
یہی بات ناخدا ممدوح سے کہہ دی یہ بات سن کر سب لوگ شہر کے آپس میں
کہنے لگے کہ دیکھا چاہیئے سید صاحب دریا بقی پر سوار ہو کر کتنے روز روز میں جدہ
تک پہونچیں پھر ایک روز اکثر لوگ غربا اور امراء شہر کے اور نیز لوگ حاضر
تھے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب انشاء اللہ تعالیٰ ہم جہاز پر سوار ہو کر
جاویں گے تب ہمارے پیچھے بعضے لوگ تو کہیں گے کہ جہاز دریا بقی لوٹ لیا
اور بعضے یہ خبر اڑاویں گے کہ تباہی میں آ گیا اور بعضے کہیں گے کہ عرب میں جاتے
ہوئے ترکوں نے گرفتار کر لیا سو ان باتوں کی تم کوئی صاحب یقین ہرگز نہ
کرنا اور یہی حال حضرت مولانا و مرشدنا شاہ عبدالعزیز صاحب کو بھی لکھا کہ
اور جہاز دریا بقی اللہ تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ جو جہاز یہاں سے پیشتر روانہ
ہوں گے انہیں کے قریب قریب جا کر پہنچیگا اور اگلے جہازوں اور دریا بقی
کی منزلوں کا شمار کیا جاوے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب کے آگے پہنچیگا اور
ناخدا وغیرہ لوگ تعجب میں ہوں گے کہ جس طرح تیز آب کی بار ہمارا
جہاز چلا ہے اس طرح کبھی نہیں چلا **حکایت** جہاز دریا بقی
پر چار سو لپتے چاول کے اور ساٹھ لپتے دال کے اور دس لپتے
آٹے کے دھرے گئے اور دو دیگیں اور دو دیگچے اور چار سینیاں

اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے جہاز فیض ربانی پر دو سو لپتے چاول کے اور چالیس لپتے دال کے اور پانچ لپتے آٹے کے دھرے گئے اور ایک دیگ اور ایک دیگچہ اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے غراب احمدی پر دو سو لپتے چاول کے اور چالیس لپتے دال کے اور پانچ لپتے آٹے کے دھرے گئے اور ایک دیگ اور ایک دیگچہ اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے، جہاز فتح الکریم پر دو سو لپتے چاول کے اور چالیس لپتے دال کے اور پانچ آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی اور بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن تھے جہاز فتح الباری پر دو سو لپتے چاول کے اور چالیس لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے، جہاز عطیہ الرحمٰن پر ڈیڑھ سو لپتے چاول کے اور بیس لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے، جہاز فیض الکریم پر ڈیڑھ سو لپتے چاول کے اور بیس لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے

گئے، جہاز عباسی پر ڈیڑھ سو لپتے چاول کے اور بیس لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور ایک بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے، جہاز تاج پر ڈیڑھ سو لپتے چاول کے اور پندرہ لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور دو چھوٹی بڑی دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن دھرے گئے، جہاز فتح الرحمٰن پر ڈیڑھ سو لپتے چاول کے اور پندرہ لپتے دال کے اور چار لپتے آٹے کے دھرے گئے اور دو دیگیں اور دو سینیاں اور ایک کفگیر اور ایک چمچہ اتنے برتن رکھے گئے، پھر بعد اس کے حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اب کوچ کا وقت قریب آیا ہے سب سے خبر کردو کہ اپنے اپنے کار ضروری سے فراغت کرکے سب صاحب تیار رہیں مگر اس وقت سوائے چند شخصوں کے جو آپ کے مشیر تھے اور کسی کو خبر نہ تھی کہ کون صاحب کس جہاز پر سوار ہوں گے اور کون کس پر انھیں روزوں ایک دن میں اپنے مکان سے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس جاتا تھا راہ میں مولانا عبدالحئی صاحب مرحوم و مغفور ایک درخت سے پیٹ لگائے بیٹھے تھے اور کچھ لکھ رہے تھے مجکو دیکھ کر کہا کہ دین محمد یہاں آؤ میں جاکر ان کے پاس بیٹھا انھوں نے

وہ کاغذ لکھ کر مجھکو دیا، میں نے پوچھا اس میں کیا لکھا ہے اُنہوں
نے کہا کہ پچاس تو مرد ہیں اور پچیس عورتیں اور اُن کے نام بتلائے
اور کہا کہ سید صاحب نے فرمایا ہے کہ فتح الکریم جہاز آج کھلنے والا
ہے سو دین محمد ان سب لوگوں کو اس پر سوار کرکے روانہ ہوں اور ان
سب کی خدمت تمہارے ذمہ ہے اور ان لوگوں سے کہہ دینا کہ جو
کوئی عذر کرکے رہ جاویگا اور نہ سوار ہوگا وہ اور جہاز پر چڑھنے
نہ پاویگا اور یہ بھی سید صاحب نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم دین محمد
کو خوب طرح سے سمجھا دینا کہ اس امر میں عذر نہ کریں اور آج تک
اس طور کی مفارقت ہم سے ان کی نہیں ہوئی ہے اس کا بھی رنج ان
کو ہوگا سو یہ رنج واسطے رضامندی اللہ تعالیٰ کے ہے اور ابھی آگے
آگے بہت بار کار جدائی اور مفارقت کے پیش آوینگے کس کس کا رنج
کرینگے اور بھی اسی قسم کی بہت سی فہمائش مجھکو کی اور مجھ سے کہا کہ تم
پہلے سب اپنے لوگوں کو یہاں سے روانہ کرکے اور تیار ہوکر سید صاحب کے
پاس رخصت ہونے اور مصافحہ کرنے کو جانا پھر میں اسی وقت مولانا
صاحب سے مصافحہ کرکے رخصت ہوا اور امان اللہ خاں اور مرزا ہمایوں بیگ
لکھنوی اور شیخ لطافت وغیرہم کو بلایا اور شیخ موصوف سے کہا کہ
پانچ کراچیاں بازار سے جلد جاکر لاؤ اور تمام سب چلنے والوں کو

سب چلنے والوں کو خبر کر دے کہ جلد اپنا اپنا اسباب باندھ کر تیار ہو
کراچیاں آتی ہیں ان پر مع اسباب عورتوں کو سوار کر کے دریا پر
جاؤ اور جہاز فتح الکریم پوچھ کر اس کے پاس کھڑے رہو اور نماز عصر کی
وہیں پڑھنا پھر کوئی پہر دن رہے وہی کراچیاں آئیں سب اسباب
لاد کر اور عورتوں کو سوار کروا کر اور ساڑھے سات روپے مزدوری
کراچی والوں کو دے کر اور سب مردوں کو ساتھ کر کے روانہ کیا پھر
میں نے نماز عصر کی جا کر حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ پڑھی بعد فراغ نماز کے آپ
اپنے زنانے مکان میں گئے ڈیوڑھی تک میں آپ کے پیچھے چلا گیا اور وہاں
دستک دی آپ نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے میں نے اپنا نام لیا آپ
نے فرمایا کہ ٹھہر و اندر پردہ دوسرا پڑا تھا آپ نے بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ
کو اس کی آڑ میں کر کے مجھ سے فرمایا کہ اندر آؤ میں جا کر حاضر ہوا آپ
پلنگ پر بیٹھے تھے مجکو بھی بٹھا لیا اور فرمایا کہ ہم تم کو رخصت کرتے ہیں
اور یہ ہم سے جدائی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور اپنے ساتھیوں کی خدمت
کرتے ہوئے آرام سے لیجانا اور تمہارے جہاز کے بیچ کا آدھ درجہ
چار سو روپے کا کرائے لیا گیا ہے اس میں عورتوں کو رکھ دینا میں نے
عرض کی کہ اس درجے میں ان کے لئے پائخانہ کو کہاں جگہ ہے آپ
نے فرمایا کہ ہم نے ناخدا سے کہہ دیا ہے وہ پردے کی تدبیر کر دیگا

اور ہم تم کو آگے رخصت کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہیں ہم سب
تم سے آکر ملیں گے اور اگر کہیں دریا میں کسی طرح کا صدمہ ہو تو مت
گھبرانا اللہ تعالیٰ ہر صدمہ سے تم کو محفوظ رکھیگا اور آپکے اسی
پلنگ پر روپے بھی بہت سے دھرے تھے اور اٹھنیاں اور چونیاں بھی
دھری تھیں ان میں سے آپ نے چار تو روپے مجکو دئے اور چار اٹھنیاں
اور چار چونیاں دیں اور بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ سے فرمایا کہ ہم نے سات روپے
دین محمد کو دئے ہیں تم بھی کچھ دو یا پانچ روپے اُنھوں نے مجکو عنایت
کئے پھر میں نے عرض کی کہ میں یہ روپے جہاز پر کیا کرونگا، آپ نے فرمایا
تمہارے کام آوینگے اور یہ پانچ روپے انھیں میں ملالو اور تم کو مٹھائی
کا بہت شوق ہے اور ہم نے سنا ہے کہ جہاز پر مٹھائی خراب ہو جاتی ہے ورنہ
کچھ رکھوادیتے، میں نے عرض کی کہ بھلا اس قدر تو آپ رکھوادویں کہ دس
بیس روز میرے کھانے میں آوے، آپ نے فرمایا کہ ایک تھیلا بتاسوں
کا اور ایک مرتوان دس پندرہ سیر گھی کا ناخدا کے ہاتھ تمہارے لئے
بھیجیں گے سو چاولوں کے ساتھ گھی اور بتاسے کھایا کرنا یہی تمہاری مٹھائی
ہے اور اسی طور ایک ایک دو دو تھیلے بتاسوں کے انشاء اللہ تعالیٰ اور
جہازوں پر بھی دھروادیوینگے پھر آپ نے اپنے سر مبارک سے ٹوپی
اتار کر میرے سر پر رکھ دی اور دوسری ٹوپی بی بی صاحبہ سے لے کر

اپنے سر مبارک پر رکھی پھر آپ نے دعا کی اور دونوں ہاتھ اپنے
میرے سر پر رکھ کر ایک میرے سینہ تک لائے اور دوسرا پشت تک
پھر میں نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور رخصت چاہی آپنے فرمایا کہ
جاؤ تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اُس وقت جناب بی بی صاحبہ نے ایک
ٹوکری بہت نفیس مٹھائی مجکو عنایت فرمایا پھر میں اس کو اپنی لنگی میں باندھ
کر اور سلام علیک کرکے روانہ ہوا پھر وہاں سے شیخ رمضانی اور
شیخ عبداللطیف کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ میں حضرت سے رخصت
ہو کر تم سے رخصت ہونے کو آیا ہوں اور اب فتح الکریم جہاز پر جا کر
سوار ہونگا اُنھوں نے کہا کہ جہاز فتح الکریم تو تین پہر بجے کھل کر روانہ
ہو گیا اور تمہارے سب لوگ کنارے دریا کے بیٹھے ہیں اور جلد ایک رقعہ
لکھ کر انھوں نے مجکو دیا اور کہا کہ اپنے لوگوں کو کسی کرایہ کی ناؤ پر جا کے
سوار کرو ابھی تو جوار آئی ہے دریا چڑھاؤ پر ہے جس وقت پچھلی رات
کو بھاٹا ہو یعنی دریا اُترنے لگے اس وقت اپنی ناؤ کھولنا جو جہاز آتے جاتے
ملیں ان سے تو غرض نہ کرنا مگر جو جاتے ہوں ان کا نام پوچھ لینا جس کا نام
فتح الکریم ہو اس پر عبدالرحمن کمعلم ہے اُس سے کہنا کہ ہم سید صاحب کے
لوگ ہیں ہم کو سوار کر لو اگر معلم کچھ عذر کرے تو یہی رقعہ اُس کے حوالہ
کرنا پھر میں اُن سے مصافحہ اور سلام کرکے رخصت ہونے لگا تب

شیخ رمضانی نے بیس پونڈے اور دس انناس اور دس سیر بسکٹ
اور پچاس نارنگیاں یہ سب سامان ایک مزدور کے سر پر دھرا کر میرے
ساتھ کر دیا اور بیس ریال نقد مجھکو دئے اور کہا یہ تمہاری نذر ہے پھر
میں وہاں دریا پر اپنے لوگوں کے پاس آیا اور دو کشتیاں سوا سو روپے کرایہ
پر لیں ایک پر عورتوں کو اور اُن کے علاقہ کے مردوں کو سوار کیا اور
دوسری پر مجرد لوگوں کو بھیج پچھلے پہر رات کو جب دریا اُترنے لگا تب کشتیاں
کھل کر روانہ ہوئیں جو جہاز ملتا تھا میں اُس کا نام پوچھ لیتا تھا یہاں تک
کہ پہر دن چڑھے جہاز فتح الکریم ملا میں نے اس کے معلم سے کہا کہ سید صاحب
نے ہم کو اس جہاز پر سوار ہونے کو بھیجا ہے اُس نے کہا کہ ہم کو کیوں کر
معلوم ہو کہ سید صاحب کے آدمی ہو میں نے وہ رقعہ شیخ رمضانی اور
سعد الدین ناخدا کا اپنے پاس سے نکال کر دکھلایا کہ میرے پاس یہ سند ہے
اُس نے وہ لے کر پڑھا اور کہا کہ اس میں مرد و عورت سب چھیتر ۷۶ آدمی ہیں
اور مجھ سے کہا کہ اپنی کشتیاں ہمارے جہاز سے لا کر ملاؤ ہم نے جا کر ملا دیں
انھوں نے جہاز پر سے ایک سیڑھی ہماری کشتی پر لگا دی تمام مرد لوگ اس پر سے چڑھ کر
جہاز میں جا داخل ہوئے اور عورتوں کے لئے کرسی رسے میں بندھی ہوئی
لٹکا دی اس پر سوار کر کے عورتوں کو جہاز میں چڑھا لیا اور جو نیچے
کا زدہ بوسا چار سو روپے کرایہ دے کر لیا گیا تھا اس میں مال و اسباب

کے بورے دھرے ہوئے تھے انھیں پر معلم نے چٹائیاں بچھوا کر فرش کروایا وہاں میں نے سب عورتوں کو اُتارا اور وہیں ایک طرف پردہ لگا ان کے لئے پاخانہ بنوادیا اور جہاں ہمارے چاولوں کے لیتے تھے وہیں معلم نے اپنے خلاصیوں سے کہہ کر ہم لوگوں کا اسباب رکھوادیا اور اس جہاز پر دو معلم تھے ایک کا نام عبدالرحمن اور دوسرے کا نام محمد قاسم تھا سو محمد قاسم معلم نے میرے کان میں کہا کہ تم ہمارے خلاصیوں کے بھروسہ پر نہ رہنا یہ بڑے دغاباز اور چور ہیں تم اپنے اسباب و مال کی آپ نگہبانی کرنا یہ بات سُن کر میں نے اپنے دس آدمی وہاں متعین کر دئے کہ ہر وقت اپنی باری سے اپنے مال و اسباب کی محافظت کیا کریں اور وہیں اپنے بستر رکھیں اور باقی آدمیوں سے کہہ دیا کہ تم کو اختیار ہے جہاں چاہو وہاں رہو چلتے چلتے ہمارا جہاز گنگا ساگر میں جا کر پہنچا جہاں حضرت علیہ الرحمۃ کا جہاز دریا لقی کھڑا تھا معلم نے کہا کہ یہی جہاز سید صاحب کا ہے میں نے معلم سے کہا کہ مجکو اس پر سے کچھ برتن لانے ہیں اُس نے اپنے خلاصیوں سے کہا اُنھوں نے ایک پنجوا لگا دیا میں اُس پر سوار ہو کر جہاز دریا لقی پر گیا وہاں سید احمد علی صاحب خواہر زادہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے اور امام خاں خیر آبادی اور سوائے ان کے اور کئی آدمی اور واسطے حفاظت اسباب کے حضرت کی طرف سے متعین تھے میں نے ان کو سلام کیا اُنھوں نے جواب سلام کا دیا اور مجھ سے آنے کا سبب

پوچھا میں نے کہا کہ کچھ برتن مجکو درکار ہیں ابھی میرے جہاز کے برتن آئے نہیں
پیچھے سے ناخدا لاویگا اُنہوں نے کہا کہ اگر اور کوئی ہوتا تو بے اجازت حضرت علیہ آخر
کے ہم اس کو نہ دیتے اور اپنے ہاتھ سے تم کو بھی نہ دیوینگے مگر جو حاجت ہو
اپنے ہاتھ سے اُٹھا لیجاؤ پھر میں ایک دیگ اور دیگچہ اور ایک سینی اور ایک لگن
وہاں سے لیکر اپنے جہاز پر آیا اور کھانا پکانے کی تدبیر کی اس عرصہ میں دیگر
سے عورتوں نے مجکو بلا کر کہا کہ پائخانہ کی یہاں ہم کو بہت تکلیف ہے میں نے
کہا کہ اوپر کے پائخانہ میں جایا کرو اُنہوں نے کہا کہ وہاں دو حبشنیں ہیں وہ
ہم سے لڑتی ہیں ہم کو پائخانہ کی اور جگہ بتادو میں نے معلم سے ان حبشنوں
کا حال بیان کیا اُس نے کہا وہ شریر ہیں بیشک لڑتی ہونگی مگر بدون
ناخدا کے ہمارے سمجھانے سے وہ نہ مانینگی بس یہی کہا اور اُن کا کچھ بندوبست
نہ کیا اور وہ کر سکتا تھا مجکو معلوم ہوا کہ تمام شرارت اسی معلم کی ہے پھر
میں نے کہا کہ خیر تم اگر اس کا انتظام نہیں کرتے تو ہم آپ ہی کر لینگے اس نے
کہا کہ تم کو اختیار ہے پھر میں نے وہاں کے عورتوں کو کہا کہ تم وہیں پائخانہ جایا
کرو اگر وہ حبشنیں کچھ لڑائی بکھیڑا کریں تو تم ان کو یان چھ عورتیں مل کر
خوب مارو آگے جو کچھ ہوگا دیکھا جاویگا پھر ایسا ہی حال ہوا کہ ہمارے یہاں
کی عورتوں اور اُن حبشنوں سے خوب مارکوٹ ہوئی اور اُن حبشنوں نے
واویلا مچایا مگر معلموں سے کوئی مزاحم نہ ہوا پھر میں نے محمد قاسم سے
کہا جو تمہارا اسباب ہمارے دبوسے میں رکھا ہے اس کو اٹھوا لو اُس نے

جانا کہ یہ ناخوش ہیں کہا کہ تم ناراض نہ ہو اس کا ہم انتظام کئے
دیتے ہیں، میں نے کہا کہ بہتر ہے میں بھی یہی چاہتا ہوں پھر اس معلم نے
اوپر کے آدھے دبوسے میں سیڑیاں بنوا کر حبشنوں کو رکھ دیا اور
جہاں وہ حبشنیں تھیں وہاں ہمارا قبضہ کروا دیا اور اُن حبشنوں سے کہہ دیا
کہ تم فقط پائخانہ کو وہاں جایا کرنا اور اس طرح کبھی نہ جانا اور میں نے
اُس میں آٹھ عورتوں کے بستر کروا دئے اور آٹھ آٹھ روز کی بدلی رکھی
اور نیچے کا جو آدھا دبوسا ان کے تحت میں تھا اُس میں بھی ہمارا قبضہ کروا دیا
اور جو کھانا پکا ہوا رکھا تھا بعد اس فیصلہ کے ہم نے تقسیم کیا اور اُنہوں نے
سوا فق دستور کے اُس وقت ایک تام لوٹ پانی دیا اُس کے اگلے روز معلم
عبدالرحمن نے کھانا پکانے کے واسطے آٹھ لوٹے پانی اور اُس لوٹے میں قریب
سوا دو سیر کے پانی آتا تھا اور کہا کہ اتنے پانی میں تمہارے جدے جدے
تو دال چاول نہ پک سکینگے مگر کھچڑی پکا لو ہم نے اُس روز کھچڑی ہی
پکائی اور سب کو تقسیم کی مگر لوگ بھوکے رہ گئے کس لئے کہ آٹھ دس
سیر کھچڑی اس پانی میں پکی تھی اور کھانے والے بہتر آدمی تھے، رات
کو میں نے معلم سے کہا کہ آج ہمارے لوگ بسبب قلت پانی کے بھوکے
رہ گئے ہمارے پانی کا بندوبست کرو اس قدر پانی میں ہمارا گزارہ
نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک دو روز کا کام نہیں ہے اُس نے کہا کہ جہاز

پر پانی تو بہت ہے مگر زیادہ خرچ کرنے میں اندلیشہ ہے کہ اگر راہ میں
کہیں ہوا مخالف ہوئی یا جہاز نہ چلا دن بہت لگے اور پانی چک گیا تو پھر
کیا کرینگے، میں نے کہا کہ اس وقت جیسا ہوگا دیکھا جاویگا مگر ہم تو پانی
موافق خرچ کے لیویں گے اُنھوں نے کہا کہ ہم پانی اسی قدر دیوینگے زیادہ
نہیں دے سکتے جب ناخدا جہاز پر آدے تب اپنا اُن سے عذر و معذرت
کر لینا میں نے اُن سے یہ بات سُن کر اپنے لوگوں سے کہا کہ جس وقت اُن
کی دیگ پک کر تیار ہوا کرے تم دس بارہ آدمی آکر اُٹھا لیجایا کرو اور
کچی جنس اُن کو تول کر دیدیا کرو اگر اس میں یہ کچھ قصہ وقضیہ کریں تو تم
بھی اُن سے درگذر نہ کرنا جب ناخدا آویگا ہم سمجھ لینگے یہ بات کہہ کر میں
وہاں سے اپنی جگہ پر آیا پھر تھوڑی دیر کے بعد محمد قاسم معلم میرے پاس آئے اور کہنے
لگے کہ تم کچھ اندلیشہ نہ کرو یہ سب شرارت معلم عبدالرحمن کی ہے ناخدا
کے آنے تک تو یہ تکلیف رہیگی پھر خدا چاہیگا سب درستی ہو جاویگی میں
نے کہا خیر یوں ہی سہی پھر اُس کے اگلے روز معلم عبدالرحمن نے مجھ سے کہا کہ
دین محمد آج کھانا کیوں نہیں پکاتے ہو میں نے کہا کہ بغیر بندوبست پانی کے
ہم کھانا نہ پکاویں گے پھر میں وہاں سے مستول کے پاس جا بیٹھا اور جناب
الٰہی میں دعا کرنے لگا کہ سید صاحب نے تو ہم سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تیرے لوگوں کو ساتھ آرام تمام کے حجہ میں

پہونچاویں گے اور کسی طرح کی تکلیف نہ ہو گی اور یہاں جہاز والے
مجھ سے یہ معاملہ کرتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں یہ کیا بات ہے اگر تیری
اس میں رضامندی ہے تو ہم بھی راضی ہیں ہم کو کچھ انکار نہیں والا ہماری
تکلیف دور کر اور بہت دیر تک جناب باری میں اسی طرح سے گریہ وزاری
اور عجز وانکساری کرتا رہا پھر وہاں سے اُترا اور کرسیوں پر معلم عبدالرحمن
اور معلم محمد قاسم وغیرہ بیٹھے تھے اُنھوں نے مجکو بلا کر بٹھلا لا اور کہا کہ تم کھانا
کیوں نہیں پکاتے ہو میں نے کہا کہ پکالونگا پھر اُنہوں نے ایک شخص محمد نام
جو کہ پانی اور گری ناپ کر دیتا تھا اُس سے کہا کہ دین محمد کے یہاں پانی
کے آٹھ لوٹے ناپ کر بھجوا دے، میں نے کہا کہ پانی تو بتہ بھجنا جب پہلے
میرے سوالوں کا جواب دو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے یہاں کتنے
آدمیوں کا مجمع ہے اُنہوں نے کہا پون سو آدمی تو فی الحال جہاز پر
موجود ہیں اور باقی چھ سات آدمی اور ناخدا کے ساتھ آوینگے یہ سب
کچھ اوپر اسی آدمی ہونگے، میں نے کہا کہ اس وقت ہمارے اور تمہارے آدمی
برابر ہیں جس قدر پانی تمہارے یہاں خرچ ہوا کرے اتنا پانی ہم کو بھی
دیا کرو جب ہم تم سے لیویں گے اُنہوں نے کہا کہ ہمارے آدمی تو بہت
جفاکش اور محنتی ہیں ان کے برابر پانی تم کو کیونکر دیویں اس میں بہت دیر تک آپس میں

رد بدل وہی آخر الامر یہ بات ٹھیری کہ جتنا پانی ہمارے یہاں خرچ
ہوتا ہے اس کا آدھا حصہ تم لیا کرو میں نے کہا خیر یہ بھی مجکو منظور ہے پھر
انہوں نے حساب کرکے بتیس لوٹے پانی روز کا مقرر کیا اور کہا کہ روز اسی قدر
پانی تم منگوالیا کرو پھر میں وہاں سے اپنی جگہ پر آیا اور بہت دیر تک جناب
باری میں شکر کرتا رہا پھر میں نے چار لوٹے پانی تو ہر روز ان کی کوٹھار
میں امانت رکھنا شروع کیا اور ان سے کہہ دیا کہ جس وقت مجکو حاجت ہوگی
اُس وقت منگا لونگا اور چار لوٹے روز پانی اپنے یہاں دیگ میں رکھا گیا جب
میرے ہمراہیوں میں سے کسی کے پاس پانی نہ ہوتا تب اُس میں سے اُن کو
دیتا اور بیس لوٹے پانی میں بافراغت کھانا پکنے لگا پھر چلتے چلتے ایک دن
سبز پانی دکھلائی دیا اور وہ بہت پانی بہت خوشرنگ تھا ہم لوگوں کو ایک
تعجب ہوا کہ الٰہی ابھی تو پانی کا رنگ سفید تھا اور اب سبز مائل کیا ہو گیا میں نے
معلموں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ پانی سبز رنگت کا کیونکر ہوا اُنہوں نے
کہا کہ ابھی تو یہاں سبز پانی ہے اور آگے سیاہ مثل نیل کے آویگا اور اب
یہاں سے لال تمام ہوئی ہم یہاں لنگر کرینگے اور جب تک ناخدا جہاز
پر داخل نہ ہوگا جہاز کا لنگر نہ اُٹھیگا پھر اُنھوں نے قبل نماز عصر کے وہیں جہاز
کا لنگر کر دیا اور نماز عصر کی پڑھی اور وہاں پانی قریب آٹھ دس بام کے ہوگا پھر بعد تھوڑی

دیر کے ایک کشتی جہاز کے پاس آئی اُس پر مسکین لوگ سوار تھے انہوں
نے حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک رقعہ معلم کو دیا اور ایک مجکو اُن میں لکھا تھا کہ
پانچ مرد اور ایک عورت یہ چھ مسکین تمہارے پاس پہنچتے ہیں ان کو جہاز پر
سوار کر لینا اور اپنے ہمراہ ان کو رکھنا اور ان کے کھانے پینے کی خبر لینا معلم
نے اُس مشرف نامہ کو دیکھتے ہی چھ مسکینوں کو سوار کر لیا اور ایک بارہ
تیرہ برس کی اُس عورت کی بیٹی تھی وہ چھ آدمیوں سے زیادہ تھی اس
کو نہ سوار کیا ہر چند ہم لوگوں نے معلم سے کہا اُس نے نہ مانا پھر میں نے اُس
کی ماں سے کہا کہ یہ تو جہاز پر نہیں سوار کرتے ہیں تو اسے کلکتہ کو روانہ کرو
اُس نے کہا کہ یہ تو کبھی نہ ہوگا جہاں میں وہاں میری بیٹی اگر معلم اُس کو نہ سوار
کریگا تو میں دریا میں کود پڑوں گی اور اپنی جان دونگی اور وہ اسی بات
پر مستعد ہوئی اُس وقت مجکو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ دریا میں گر کر ڈوب جاوے
آخرش دس ریال میں نے اپنے پاس سے معلم کو دے کر اور بڑی خوشامد اور
چاپلوسی کر کے اُس کو سوار کروایا اس عرصہ میں قبل نماز مغرب کے ناخدا کی
بھی کشتی آپہنچی جہاز پر سے رسا پھینکا گیا اور کشتی والوں نے وہ رسا پکڑ کے
کشتی کو جہاز کے قریب ملا دیا اُس وقت سرخ نبات کی سیڑھی جہاز سے
لٹکائی گئی ناخدا اُس پر سے جہاز میں داخل ہوا اور باقی لوگ دوسری سیڑھی

سیڑھی سے جہاز پر آئے اور جو اسباب کہ کلکتہ سے ناخدا لایا تھا وہ بھی تمام و کمال کانٹے سے اٹھوا کر جہاز پر رکھوالیا اور جو اسباب کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے میرے اور میرے ہمراہیوں کے واسطے بھیجا تھا وہ ناخدا نے مجکو بلا کر سپرد کیا اُس میں چار لیتے تو آٹے کے تھے اور ایک گٹھری احرام کے کپڑوں کی اور ایک سفید تھان لٹھے کا اور کچھ تھان سفید اور سوسی کے اور کچھ برتن دیگ وغیرہ اور کوئی پندرہ سیر گوشت بہت نفیس پکا ہوا ایک مرتبان میں اور پچاس سیاہ پونڈے اس ملک میں سیاہ گنا ہوتا ہے بہت موٹا اس واسطے اس کو پونڈا کہتے ہیں اور دو سو کیلے کے گودے اور دس ریال اور دو پوستین یہ سب اسباب مجکو دیا اور کہا کہ ناخدا سعد الدین نے تم کو بھیجا ہے پھر بعد فراغ نماز عشا کے لنگر جہاز کا اُٹھا اور روانہ ہوئے پھر یان چھ روز کے بعد لوگوں کو دوران سر شروع ہوا اور قے آنے لگی اور بعضوں کو دست بھی آنے لگے جن کو قے آتی تھی ان کے واسطے روٹی پکائی جاتی اور دوسروں کو دال چاول

حکایت جب لسین خاں رامپوری کہ جو ہمارے ساتھ تھے اور اُنہوں نے کلکتہ میں شجرے بہت سے قریب چھ سو روپے کے بیچے تھے سو روپے تو کم زیادہ اُنہوں نے اپنے خرچ کے لئے رکھے اور پانسو روپے اُنہوں نے بطور امانت کے سپرد کئے ایک روز میں نے اُن سے پوچھا کہ لسین خاں تمہارے عزیز

واقارب میں کوئی ہے اُنھوں نے کہا فقط ایک والدہ ہے اور کوئی نہیں
میں نے کہا کہ اگر تم نکاح کرو تو ہم بہتر اوس یہ سُن کر وہ خاموش ہو گئے اور
شرم سے کچھ نہ بولے پھر میں نے دوسرا کر پوچھا تب اُنہوں نے کہا کہ بہت
بہتر اگر کہیں ہڑے تو ہم کرلیں گے اور عنایت علی اور ہدایت علی عظیم آبادی اور
ان کی ماں اور ایک بہن یہ بھی چاروں ہمارے جہاز پر تھے میں نے عنایت علی
اور اُن کی ماں سے کہا کہ تم اپنی لڑکی کا نکاح کردو اُس نے کہا کہ
میں مکہ میں چل کر اس کا نکاح کروں گی میں نے کہا کہ مجکو حضرت علیہ الرحمۃ
نے کہہ دیا تھا کہ تم اس لڑکی کا نکاح کسی نیک بخت کے ساتھ کر دینا
تو میں نے لسین خاں رامپوری کو تجویز کیا ہے اُن کے پاس روپیہ بھی قریب
پانسو کے ہے اور یہ آدمی بھی نیک بخت ہے اگر مناسب جانو تو ان کے ساتھ
کر دو کچھ اس میں زور کی بات تو ہے نہیں پہلے تو اُنہوں نے بہت سا عذر و معذرت
کی پھر آخر کو راضی ہوئیں تب میں نے اپنے پاس سے تباشوں کا شربت بنا کر
ان کا نکاح کر دیا پھر بعد کئی روز کے کنارے بندر الفے کے جہاز کا لنگر
ہوا معلم اور ناخدا چھوٹے پر سوار ہو کر شہر کو گئے اس کے سویرے چھوٹے
معلم نے الفے کے جانے کی تیاری کی اور جہاز سے چھوا اُتارا اور مجھ سے کہا کہ تم
بھی ہمارے ساتھ چلو میں نے عذر کیا کہ مجکو معاف کریں اور لوگ جاتے ہیں
کار ضرورت سے فراغت کرآئینگے اُنھوں نے کسی طور نہ مانا اور مجکو اپنے

ساتھ لے گئے اور جہاں ناخدا اترا تھا وہاں جا کر ٹھہرے اور وہ مکان ایک ناخدا کا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ بازار کو گئے اور کچھ میوہ وغیرہ خرید کیا اور میرے خیال میں آیا کہ اگر یہاں بکرا مل جاوے تو مول لیں یہ سوچ کر وہیں کے ایک شخص سے بکرے کو پوچھا وہ ہماری زبان نہ سمجھا اور ہاتھ آگے کو اٹھا دیا ہم آگے گئے وہاں کچھ لوگ اور کھڑے تھے اُن سے بھی پوچھا وہ بھی نہ سمجھے تب میر واصل لکھنوی اُن کے سامنے زمین پر لیٹ گئے اور ہاتھ گردن پر پھیر کے منہ سے مے مے کہا جب ایک شخص دوڑا گیا اور ایک بکرا پکڑ لایا پھر ہم نے اُس کو مول لیا اور اُسی ناخدا کے مکان پر آئے کہ جہاں ہمارے جہاز کا ناخدا اترا تھا اور چلنے کی تیاری کی اس میں معلم ورناخدا نے محکو روکا کہ ایک دو روز یہاں رہو میں نے کہا کہ اس شہر میں عورتیں بے ستر ہیں کہ تمام بدن تو ننگا رکھتی ہیں برائے نام کچھ کپڑا لپیٹے رہتی ہیں اس سبب سے میرا دل گھبراتا ہے میں جاتا ہوں پھر میں چھوٹے پر سوار ہو کر جہاز پر آیا اور تیسرے پہر کو چھوٹا معلم دو تو ہوڑیوں میں میٹھا پانی الفے سے پھر کر اپنے ساتھ لایا اور دبوسے کی چھت پر دوربین لگا کر بیٹھا اور مجھ سے کہا کہ دین محمد ایک جہاز کلکتہ کی طرف سے آتا ہے اور پھر دوسرا کر کہا کہ یہ جہاز تمہارے یہاں کا عباسی ہے میں نے پوچھا یہاں سے کتنی دور ہے اُس نے کہا کہ کوئی پندرہ بیس کوس پر ہے پھر چند گھڑی کے بعد وہ جہاز آیا جہاں ہمارا جہاز کھڑا تھا وہاں کچھ فاصلہ پر اُس کا بھی لنگر ہوا پھر

آپس میں دونوں ناخداؤں نے پیار کیا دی کی توپیں سرکیں بعد اس کے
میں ناخدا سے پہوالے کر واسطے ملاقات لوگوں کے اس جہاز پر گیا اور سوائے
ملاقات کے ایک سبب یہ تھا کہ وقت رخصت کے حضرت علیہ الرحمۃ نے مجھ
سے فرمایا تھا کہ اول اپنے جہاز پر سوار ہو کر تو روانہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ تیرے
پیچھے اور جہاز روانہ ہوں گے راہ میں تم کہیں ٹھہرو ان پچھلے جہازوں میں سے
کوئی جہاز تمہارے پاس پہونچے تو اپنے جہاز سے اتر کر اس جہاز پر جانا
اور لوگوں کی آپس میں موافقت کا اور کھانے پینے کا حال دریافت کرنا اگر
تمہارے طور پر ہو تو چپ رہنا اور اگر خلاف قاعدہ تمہارے کے ہو تو اُن
کو فہمائش کرنا جب میں اس جہاز پر گیا اور حاجی پیر محمد بانس بریلوی اور
سب لوگوں سے ملاقات کی اور خیر و عافیت پوچھی پھر حاجی صاحب موصوف
نے اپنی تمام حقیقت کھانے پینے کی مجھ سے بیان کی کہ ہمارے لوگ بیماری میں
ایک دوسرے کی خدمت نہیں کرتے اور جو بیمار ہیں وہ کچا کھانا لیتے ہیں
ہر چند میں سمجھاتا ہوں میرا کہنا نہیں مانتے اور لے لے کر جمع کرتے ہیں اس کی کیا
تجویز کریں میں نے کہا کہ تم دریا میں کسی کو کچا کھانا نہ دو اگر بیمار آدمی دال
چاول نہ کھا سکے اس کو روٹی دو اور اگر روٹی نہ کھاوے دال چاول دو
اگر کہیں کنارا آوے اور جہاز کا لنگر ہو وہاں تم سے کوئی شخص کچا کھانا
طلب کرے مضائقہ نہیں دیدو اور جو لوگ وہاں بیمار تھے ان کے تمام

کپڑے گندگی سے ناپاک ونجس تھے اور کوئی نہیں دھوتا تھا اور نہ کوئی
خبر لیتا تھا پھر ان بیماروں کے کپڑے میں نے اور میرے ہمراہیوں نے
لے کر خوب دریا میں دھویا اور اُن سب تندرست لوگوں کی طرف مخاطب
ہو کر میں نے کہا کہ بھائیو ہم لوگ اس طرح سے اپنے جہاز پر بیماروں کی
خدمت کیا کرتے ہیں اور اس کو اپنی عین سعادت جانتے ہیں اور ہمارے
حضرت کا بھی یہی دستور ہے اور بیماری آزاری ہر کسی کے ساتھ لگی رہتی
ہے آج کو ان پر اور کل کو تم پر' آدمی کو چاہیئے کہ آپس میں موافقت رکھے اور
شریک حال ایک دوسرے کا رہے اور حضرت کا فرمانا ہے اگر کسی نے حاجی صاحب
کی عدول حکمی کی تو گویا حضرت کے برخلاف کام کیا اور اگر حاجی صاحب کے
کہنے پر چلوگے تو بڑے بڑے فائدے حاصل کروگے اور نہیں تو دین و دنیا کا
ہے پھر اسی طرح سے ان کو سمجھا بجھا کر میں نے ایک بیمار پر دو آدمی مقرر کردئے
پھر میں اپنے جہاز پر آیا پھر بعد نماز عصر کے معلم نے دوربین سے دیکھ کر کہا
کہ ایک جہاز اور کلکتہ کی طرف سے آتا ہے اور یہ جہاز تاج ہے پھر وہ جہاز
دو گھڑی دن رہے آیا اور اس کا بھی لنگر ہمارے جہاز کے برابر ہوا پھر
آپس میں مبارکباد کی توپیں چلیں اور اس جہاز پر حاجی یوسف صاحب کاشمیری
سردار تھے پھر حاجی صاحب موصوف اپنے جہاز سے چھوٹے پر سوار ہو کر
مع چند آدمیوں کے ہمارے جہاز پر آئے اور ملے ہمارے یہاں کی تقسیم کھانے

کی اور آپس میں لوگوں کی موافقت اور خدمت گذاری ایک دوسرے کی دیکھ
کر نہایت خوش ہوئے اور اپنے یہاں کے لوگوں کی کاہلی اور بدانتظامی بیان کی
اور کہا کہ میں ہر چند لوگوں کو سمجھاتا ہوں مگر کوئی میرا کہنا نہیں مانتے اگر تم ہمارے
ساتھ چل کر ان کو نصیحت کرو تو شاید تمہارا کہنا مانیں پھر میں ان کے جہاز
پر گیا اور دیکھا تو ہو بہو عباسی جہاز کے لوگوں کا سا حال پایا پھر میں نے اُن
لوگوں کو خوب سمجھایا اور کہا کہ اگر حاجی صاحب کے کہنے کے برخلاف کروگے اور
اس کی خبر مجکو ہوئی تو میں حضرت کو اس امر کی اطلاع ضرور کرونگا اور انشاءاللہ
تعالیٰ ہماری تمہاری جدہ میں ضرور ملاقات ہو گی یہ کہہ کر میں اپنے جہاز پر
آیا اور صبح کو تاج ہی کا لنگر اُٹھا اور روانہ ہوا پھر قریب وقت ظہر کے
جہاز غراب احمدی بھی وہیں آن پہنچا اور اس کا بھی اسی جگہ لنگر ہوا اس پر حکیم
مغیث الدین صاحب سردار تھے بعد تھوڑی دیر کے حکیم صاحب نے میاں شہاب الدین
اور حافظ عبدالرب اور میاں جی دونبے اور دو چار آدمی اور مگر ان کے نام
یاد نہیں ان سب صاحبوں کو چھوٹے پر سوار کر کے ہمارے جہاز پر بھیجا انہوں
نے تمام حال رستے کا بیان کیا اور مجھسے کہا کہ حکیم صاحب نے بلایا ہے پھر
میں اُن کے ساتھ سوار ہو کر جہاز غراب احمدی پر گیا اور حکیم صاحب سے ملاقات
کی پھر انہوں نے اپنے لوگوں کا حال بیان کیا کہ تابعداری اور خدمت گذاری
میں تو یہ لوگ مثال لونڈی غلام کے ہیں مگر اکثر لوگ کچا کھانا لیتے ہیں اور

کپڑا بھی طلب کرتے ہیں اس کی کیا تدبیر کی جاوے، میں نے فقط اسی بندوبست کے لئے تم کو بلوایا ہے، میں نے سب لوگوں کو جمع کرکے کہا کہ بھائیو تم جو حکیم صاحب سے کپڑا طلب کرتے ہو اور کھانا کچا لیتے ہو اس کا کیا سبب ہے کلکتہ میں ہر شخص کو مخ تک کا کپڑا بنوا دیا تھا اور اب یہاں رستے میں تو کوئی صورت کپڑے کی نہیں ہو سکتی انشاء اللہ تعالیٰ جس جگہ میں پہنچیں گے وہاں کپڑے کی تدبیر کرینگے اور سوائے پکے کھانے کے کسی کو کچا کھانا نہ ملے، پھر یہ کہہ کر میں بعد عصر کے اپنے جہاز پر آیا اور دیکھا تو بیس آدمی خارجی لے مذہب ان میں سولہ مرد اور چار عورتیں اور تین آدمی جاوے کے ان میں دو طالب علم اور ایک ملا جہاز پر سوار تھے میں نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ ان چار خارجیوں کو ناخدا نے کس طرح جہاز پر سوار کیا، انھوں نے جواب دیا کہ ان کو بڑے معلم نے سوار کرایا ہے ناخدا نے تو بہت منع کیا مگر معلم نے نہ مانا روپیوں کی لالچ سے سوار کیا میں بیس ریال آدمی تو جاوے کے لوگوں نے دیا اور ایک ہزار روپیہ بیس آدمیوں کا خارجیوں نے، مجکو یہ بات بری معلوم ہوئی میں نے جا کر ناخدا سے اس کی شکایت کی کہ تم نے روپیوں کی لالچ سے ان خارجیوں کو سوار کر لیا ناخدا نے کہا میں نے تو بہت سا منع کیا مگر معلم نے نہ مانا اور میں بھی جانتا ہوں کہ یہ لوگ بڑے بدمذہب ہوتے ہیں اور میں نے ان کو روپیوں کی لالچ سے سوار نہیں کیا فقط معلم کی

خاطر سے میں خاموش ہو رہا پھر بعد عصر کے جہاز غراب احمدی کا بھی لنگر اُٹھا اور روانہ ہوا پھر فجر کو ہمارا بھی چلا جاوے کے ملا ہمارے یہاں کا طریق نماز جماعت وغیرہ کا دیکھ کر حیران ہوا اور مجھ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو اور اب کہاں سے آتے ہو مجکو یہ طریق تمہارا بہت پسند آیا، میں نے کہا کہ ہم ہندوستان سے آتے ہیں اور اب حج کو جاتے ہیں اور تمام حال حضرت علیہ الرحمۃ کا بیان کیا جب اُس نے حضرت علیہ الرحمۃ کا نام سنا نہایت خوش ہو اور پھر مجھ سے ملا اور کہنے لگا کہ کلکتہ میں ہمارے ملک کے لوگوں نے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور خلافت نامے لے کر اپنے ملک کو آئے میں نے بھی اُن میں سے ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور جو کچھ کہ ان کو حضرت سے فائدے حاصل ہوئے تھے اُنہوں نے مجکو بھی وہی تعلیم وتلقین کی ایک روز شب کو میں سلطان الذکر کرتے کرتے سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بزرگ پاکیزہ صورت مجھ سے کہتے ہیں کہ تو مکہ شریف کو جا اور وہیں سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کر ہم نے تیرے واسطے بہت سے فائدے اُنھیں کے ہاتھ پر رکھے ہیں بعد اُس کے میری آنکھ کھُل گئی پھر میں نے وہ خواب اپنے پیر سے بیان کیا اُنہوں نے سُن کر فرمایا کہ یہ خواب خدا تعالیٰ تم کو مبارک کرے جلد روانہ ہو اگرچہ میرا ارادہ نہ تھا مگر اس بشارت سے جلد اپنا سامان کر کے روانہ اس طرف کو ہوا الحمد للہ کہ تم سے ملاقات ہوئی اب اُمید قوی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت

کی بھی ملاقات حاصل ہو ہر وقت ملازمت حضرت کے میرا حال بیان کرکے تم ہی
میری ملاقات کرا دینا انتہٰی بعد اس کے ناخدا نے مجکو بلوا کر کہا کہ دس محمدان خارجیوں
کے کھانا پکنے کی کیا تجویز کریں یہ لوگ تین وقت کھانا کھاتے ہیں صبح کو اور پھر
سوا پہر دن چڑھے اور عصر کو اس میں معلم نے کہا کہ باورچیخانہ صبح سے پہر دن چڑھے
تک خارجیوں کے قبضہ میں رہے اور پہر دن رہے تک ان لوگوں کے پاس رہے
یہ بات ناخدا کے پسند نہ آئی مگر معلم کی خاطر سے کہا اچھا اسی طرح مقرر کر دو
یہ بات مجکو بہت ناگوار معلوم ہوئی میں نے کہا کہ یہ بات کبھی نہ ہوگی کہ پہلے وہ
پکا ویں اور پیچھے ہم پہلے جہاز پر ہم سوار ہوئے ہیں مستحق ہم ہیں کہ پہلے جو کام ہو ہم
کریں اور بعد اس کے اور کوئی اور کچھ ہم مسکین نہیں ہیں کہ للہ فی اللہ سوار ہوئے
ہوں اس کو سن کر ناخدا نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو کہ اول ہر کام کے حقدار تمہیں لوگ
ہو اگر تم اپنی طرف سے پہلے پکانے دو تو تمہارا احسان ہے اور نہیں تو تم پکاؤ
پھر میں نے تھوڑی دیر تامل کرکے کہا کہ ایک صورت ہے کہ دو گھڑی رات رہے سے
آفتاب نکلنے تک جو کوئی چاہے باورچیخانہ میں کھانا پکاوے پھر اُس وقت پہر
دن چڑھے تک ہم کسی کو نہ دینگے اس کے بعد تمام دن اور ساری رات جس کا
دل چاہے کھانا پکایا کرے ناخدا نے کہا کہ یہی بات بہتر اور مناسب ہے اس
میں معلم نے بہت رد و بدل کی مگر ایک پیش نہ چلی سب سے بیشتر ہمارا ہی کھانا
پکا کیا زور جن کوٹھوں میں وہ خارجی اُترے تھے اُنھیں کے پاس ایک

ہاتھ کے فاصلہ پر میرا بستر تھا وہ خارجی مجکو اپنے پاس بلاکر گھڑیوں
باتیں کیا کرتے مگر تھوڑی تھوڑی زبان ان کی میں سمجھتا تھا اور اسی قدر
وہ سمجھتے تھے ایک روز تذکرۃً میں نے حضرت علیہ الرحمۃ کے اوصاف حمید
اور فضائل اُن کے سامنے بیان کئے اس کو سُن کروے حضرت علیہ الرحمۃ
کی ملاقات کے کمال آرزومند اور مشتاق ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ
ہم تم سب کو اپنے فضل و کرم سے جدہ میں پہنچا وے تم ہماری ملاقات حضرت
سے ضرور کروانا پھر میں اکثر اُن کے سامنے حالات حضرت علیہ الرحمۃ کے اُن
کے سامنے بیان کرتا اور اپنے دل میں خوش ہوتا کہ انشاءاللہ تعالیٰ جب حضرت
علیہ الرحمۃ کی ان لوگوں کو ملازمت حاصل ہوگی تب یہ لوگ اپنا مذہب چھوڑ
کر راہ راست پر آجاوینگے پھر چلتے چلتے ایک روز ہوا مخالف ہوئی اور رخ اُس
کا ملک حبش کی طرف پھر گیا ناخدا اور معلم وغیرہ اس کو رستے پر لاتے تھے مگر
وہ نہیں آتا تھا اس سبب لوگوں میں کمال پریشانی چھاگئی بعد نماز عشا کے ناخدا
نے محمد خاں ولایتی سکھانی کو میرے پاس تسلی اور دلجمعی کے واسطے بھیجا میں نے
اس سے کہا کہ میں خاطر جمع اپنے پروردگار پر توکل کئے بیٹھا ہوں جو وہ
چاہیگا کریگا پھر ناخدا نے چار پہر رات میں چار مرتبہ اس کو میرے پاس بھیجا
جب وہ چوتھی مرتبہ میرے پاس آیا اور تسلی کرنے لگا کہ ناخدا نے کہا
ہے کہ یہ ہوا موافق ہے یہ کارخانے جہاز کے ہیں اس امر میں تم کچھ اندیشہ

نہ کرنا میں نے اُن سے کہا کہ تم ناخدا سے جا کر کہو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمکو ہوا موافق اور ہوا مخالف سے کچھ غرض نہیں ہم کو اپنے پروردگار سے اُمید قوی ہے کہ ہم سب بخیر و عافیت کے ساتھ جدہ میں پہونچینگے اور ہمارے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے بھی فرمایا ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ ساتھ آرام کے جدہ میں پہونچا ویگا ہم کو کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے اور تم بھی اس ہوا کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ مالک ہے سب طرح سے اپنا فضل کریگا پھر اُس نے ناخدا سے یہ سب حال کہا اس عرصہ میں صبح ہوئی لوگوں نے وضو کیا اور نماز فجر پڑھی پھر آپس میں خلاصی وغیرہ کہنے لگے کہ کیا سبب ہے کہ جہاز تباہی میں پڑا ہے دریافت تو کرو کہ کون شخص ایسا ہے کہ جس کی شامت اعمال سے جہاز پر یہ وبال ہے پھر انھوں نے دریافت کرنا شروع کیا پھر آخر کو یہ بات ثابت ہوئی کہ ان خارجیوں میں ایک عورت ایسی ہے کہ اُس نے ایام بلوغت سے آج تک غسل نہیں کیا پھر یہ قصہ ناخدا اور مسلم سے بیان کیا تحریر مسلم میرے بسترپر آبیٹھا اور اُن خارجیوں سے کہا کہ تم میں ایک عورت ہے کہ اُس نے ایام بلوغ سے آج تک غسل نہیں کیا اُس نجس ناپاک کو سمجھا کر نہلاؤ اگر وہ نہ مانے تو اُس سے کہہ دینا کہ ہم ابھی تم کو دریا میں ڈھکیل دیوینگے پھر لوگ اُس کے پاس گئے اور سمجھایا مگر اُس نے کسی طرح سے نہ مانا اور کہا کہ تم مختار ہو چاہو مجھکو ذبح کر ڈالو لیکن غسل تو نہیں کرونگی پھر آخر الامر جب

کچھ بن نہ پڑی تب یہ صلاح ٹھہری کہ ان خارجیوں کا اسباب خدا کے
نام پر دریا میں ڈالا جاوے پھر اُن سے اسباب لے لے کر دریا میں ڈالنا شروع
کیا میں اُس وقت عورتوں کی تسلی کے لئے دلو سے کے اندر گیا تھا جب میں
باہر آیا تو دیکھا کہ اسباب خارجیوں کا دریا میں ڈالتے ہیں میں نے خدا اور
معلم سے کہا کہ تمہاری عقل اس وقت کہاں ہے یہ مال تم کیوں دریا میں ڈلواتے
ہو اگر اللہ کے واسطے ڈلواتے ہو تو ان مسکینوں کو جو ہمارے ساتھ ہیں دیدو
اس کا اجر بھی ملے دریا میں ڈلوانا محض عبث ہے پھر انھوں نے وہ مال بچا ہوا
کہ قریب پچاس ساٹھ روپے کے ہوگا ان مسکینوں کو دیا پھر تھوڑی دیر
کے بعد ناخدا دبوسے کی چھت پر سے غمگین اور بے حواس اُترا اور مجھکو آواز
دی کہ دین محمد جہاز کو تو اللہ ہی بچاوے تو بچے بظاہر ہم کو بچنے کی صورت
معلوم نہیں ہوتی اور کہنے لگا کہ سید صاحب نے کچھ تم سے فرمایا ہے میں نے
کہا ہاں بہت سی باتیں فرمائی ہیں اب تم جو بیان کرو وہ مجھکو بھی یاد ہو جاوے
انھوں نے کہا کہ سید صاحب نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ساتھ خیریت
کے جدہ میں پہونچاویگا مگر یہ دریا کا مقدمہ ہے اگر کوئی جگہ سختی کی آجاوے
تو تم ہمارے سب لوگوں کو جمع کرکے دعا کروانا اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا اور
ہم نے اپنے لوگوں سے بھی کہہ دیا ہے اور خوب سمجھا دیا ہے اگر سید صاحب نے
تم سے فرما دیا ہے تو تم اپنے سب لوگوں کو جمع کرکے دعا کرو اور یہی وقت

دعا کا ہے پھر میں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ بھائیو جس کسی سے غسل ہو سکے نہالے اور نہیں تو سب مل کر وضو کرو پھر میں نے عورتوں سے جاکر کہا کہ تم سب ایک جگہ اکٹھی ہو کر خوب دعا کرنا پھر انہوں نے بھی دعا کی اور ہم سب لوگوں نے برہنہ سر کر کے جناب باری میں ساتھ کمال الحاح وزاری اور عجز وانکساری کے دعا میں مشغول ہوئے اور کوئی دو گھڑی تک دعا کرتے رہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم وفضل کیا کہ وہ ہوائے مخالف سا تھ ہوائے موافق کے مبدل ہو گئی اور جہاز سیدھا ہو کر اپنے راستے پر چلنے لگا پھر تمام خلاصی وغیرہ کو نہایت خوشی حاصل ہوئی چنانچہ اپنے گلے میں ڈھول ڈال کر گاتے ہوئے اپنے ناخدا کے پاس گئے اور انعام لیا اور معلموں اور خارجیوں سے اور مجھ سے بھی پھر قریب لنکا کے عنایت علی کا انتقال ہوا اور وہ کئی روز پہلے سے بیمار تھے پھر ہم نے اندر جہاز کے اُن کے غسل کی تدبیر کی خلاصیوں نے جہاز میں غسل نہ دینے دیا اور کہا ان کو باہر جہاز کے تختہ پر غسل دو پھر ہم نے جہاز پر سے اس تختہ کو اُتار کر باہر تلابوں میں باندھا مگر اُس وقت ہوا بہت زور سے چلتی تھی ہم لوگوں سے غسل نہ دیا گیا پھر خلاصیوں نے غسل دیا اور اچھی طرح سے بدن ملا اور پاک کیا پھر کفنا کر ایک وزنی پتھر رسی میں باندھ کر مردے کے پیروں میں باندھ دیا پھر پہلے پتھر پانی میں ڈالا پھر اس کے پیچھے مردے

کو چھوڑا جب لاش نظر سے غائب ہونے لگی تب خلاصیوں نے کہ اب
یہاں پر پانی قریب اسی ہاتھ کے ہے پھر ان کو دفن کر کے میں عبدالغفار
خاں تجاری کے پاس جا بیٹھا اور وہ چند روز سے بیمار بھی تھے جب
سے اُنہوں نے عنایت علی کے مرنے کی خبر سنی تھی تب سے وہ بہت گھبرا
رہے تھے میں نے ان کی دیر تک تسلی اور دلجمی کی اور کہا کہ خاطر جمع رکھو
انشاءاللہ تعالیٰ تم کو صحت کامل ہوجاویگی پھر اُن کے کپڑے جو ناپاک
تھے ان کو دھویا اور بھی بیماروں کے کپڑے پاک کیا پھر وہاں سے اُٹھ کر میں
دلوسے کی چھت پر ناخدا کے پاس جا بیٹھا پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھ
یہ جو پہاڑ نظر آتا ہے سنگلدیپ کا ہے اور یہیں لنکا بھی ہے انشاءاللہ تعالیٰ
دو ایک روز میں اس کے برابر پہنچیں گے جب جہاز لنکا کے پاس پہنچا اُس
وقت جہاز کے لوگ کہنے لگے کہ یہاں جناتوں کا لشکر رہتا ہے
اگر کچھ صدمہ اس کے باعث سے پہنچ جاوے تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ کبھی
کبھی ایسا واقعہ گذر جاتا ہے اور یہاں پر ہوا بھی تیز چلتی ہے بسبب خوف
تباہی جہاز کے تمام پردے اُتار لیتے ہیں فقط دو چار پردے رکھتے ہیں
اور جو یہ ٹیکرے سے دیکھتے ہو اس پر شکاری لوگ سنگلدیپ سے کشتیوں
پر سوار ہو کر شکار کھیلنے آتے ہیں اور اُن کی کشتیوں میں تین تین لکڑیاں
بندھی ہوتی ہیں اگر کسی طرح پانی طغیانی پر ہو کشتیوں کو ان لکڑیوں

کے سبب سے مییتش نہیں ہوتی پھر جب ہمارا جہاز لنکا کی حد میں پہنچا
اُس کے بھی پردے اُتار لئے فقط دو تین پردے اُس پر رکھے جب
لنکا سے دو کوس آگے نکل گئے دو تین کشتیاں کنارے کی طرف سے
جہاز کے پاس آئیں اُس پر سوداگر لوگ تھے وہ اپنا اپنا اسباب واسطے
بیچنے کے جہاز پر لائے ہمارے لوگوں نے اُن سے کیلے کی پھلیاں اور کھجور
اور ناریل کے آٹے کی خمیرہ روٹی پکی ہوئی اور کھجور کے گود کی ٹکیاں اور
کاجو وغیرہ مول لئے اور سرخ و سفید رنگ کے پتھروں کی پڑیاں
انھوں نے اپنے پاس سے نکالیں معلم محمد قاسم نے مجھ سے کہا کہ ان پڑیوں
کو مول لو پھر دو پڑیاں تو میں نے دو دو آنے پڑیا مول لی اور کچھ اور
لوگوں نے معلم کے کہا کہ ان پتھروں کا نام پوچھو میں نے اُن سے
نام پوچھا اُنھوں نے کہا کہ ہیرا ہے پھر میں نے اپنی پڑیاں میر واصل
لکھنوی کو دکھلائیں اُنھوں نے دیکھ کہا پتھر ان میں سے نکالے اور
کہا کہ چاہے دو روپے کو ہم کو دیدو پھر میں نے اُن سے روپے تو نہ
لئے مگر وہ دونوں پڑیاں دیدیں اور ان لوگوں نے جہاز پر سے آلو اور
تماکو اور مچھلی مسقطی سوکھی ہوئی اور سیاہ رومال دستی وغیرہ خریدے
اور وہ لوگ دبلے دبلے کالے کالے حبشی سے تھے اور ایک تہبند باندھے ہوئے
اور ایک ٹوپی سیلی دوہرے کپڑے کی یا چمڑے کی سر پر اور ایک چھوٹا سا
رومال کندھے پر ڈالے رہتے تھے اور پان بہت کھاتے تھے اور ہر ایک

شخص ایک لڑکی یا ان کی اپنے ساتھ رکھتا تھا اور تین آدمی لوگوں میں
سے واسطے جانے جدہ کے جہاز پر رہ گئے تھے اور اُن سے ناخدا نے کچھ نول
بھی ٹہرالیا تھا اور اُن کو جہاز کی کشتی کے اندر جگہ دی تھی وہ وہیں رہا کرتے
تھے اور اُس جگہ پر چند کرسیاں رکھی رہتی تھیں اُن کرسیوں پر ایک تو میں اور
معلم معقری محمد حسن بیٹھے ہوئے تھے میں نے معلم سے کہا کہ ہم لوگ
سنتے ہیں کہ سنگلدیپ کے آدمی بہت حسین اور خوبصورت ہوتے ہیں اور
یہ لوگ تو دُبلے دُبلے کالے کالے ان سے پوچھو کہ تم اسی سنگلدیپ کے
ہو یا وہ سنگلدیپ اور ہے پھر معلم نے اُن سے پوچھا اُنھوں نے کہا
کہ کنارے کنارے کے شہروں میں تو تمام لوگ جیسے ہم ہیں اسی طرح کے
وہ بھی ہیں مگر سنا ہے کہ درمیان میں جو شہر ہے اس کے لوگ بہت گورے
گورے خوبصورت ہوتے ہیں اور وہ ہندو ہیں مگر ہم نے آج تک اُن
میں سے کسی کو نہیں دیکھا نہ وہ ہمارے یہاں آسکتے ہیں اور نہ ہم اُن
کے یہاں جا سکتے ہیں اس واسطے کہ جو وہ یہاں آویں تو ہم مار ڈالیں اور
اگر ہم وہاں جاویں تو وہ مار ڈالیں اس سبب سے نہ کوئی ہمارے یہاں
سے جاتا ہے اور نہ کوئی اُن کے یہاں سے آتا ہے پھر بعد تھوڑی دیر کے
بعضے لوگوں نے مشک سے آٹا نکال کر ایک چمڑے کے دسترخوان پر رکھا
اور تھوڑا سا گھی اور کھجوریں اُس آٹے میں ڈال گوندھا پھر کھجور کی گٹھلیوں

کو نکال کر پھینک دیا اور اُس کی ہنڈیاں باندھ کر کھانے لگے معلم
نے مجھ سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کیا چیز کھاتے ہیں میں نے کہا کہ ستو ہے
اُنھوں نے کہا کہ ستو نہیں ہے مچھلی کا آٹا ہے ان کے ملک میں غلہ نہیں ہوتا
ہے یہ لوگ اسی کو کھاتے ہیں یا میوے کی قسم سے اور اطراف سے سوداگر
لوگ غلہ مکا لایا کشتیوں پر کرتے ہیں مگر جو لوگ امیر اور مالدار ہیں وہی
لوگ پچاس پچاس ساٹھ من خرید لیتے ہیں اور جس طرح سے
امیر لوگ میوہ غریبوں کو تقسیم کرتے ہیں اسی طرح اس مکا کو غریبوں
کو بقدر وسعت کے یوں ہی دیدیا کرتے ہیں اور وہ لوگ اُس کو تحفہ سمجھ کر
اور خوش ہو کر یوں کچا چاب لیتے ہیں پھر میں نے معلم سے کہا کہ اگر ان کو
منظور ہو تو یہ ہمارے یہاں کھانا کھایا کریں معلم نے اُن سے کہا کہ ان کے
یہاں سے تم کھانا کھایا کرو پہلے اُنھوں نے دل لگی سمجھ کر انکار کیا بعد اس کے
اُنہوں نے کہا کہ کچا کھانا ہم کو دیا کریں پھر میں نے اُسی روز سے ڈیڑھ
سیر چاول اور آدہ سیر دال ان کی مقرر کر دی پھر ایک روز وہ دو تونبے
ایک تو شہد سے بھرا ہوا اور دوسرے میں کھجوریں لائے اور مجھکو دینے
لگے میں نے نہ لیا وہ آزردہ ہونے لگے، میں نے کہا تم ناخوش نہ ہو میں اس
لئے نہیں لیتا ہوں کہ ہمارے یہاں دو دو کھجور اور پیسا پیسا بھر شہد لوگوں
میں تقسیم ہو جاویگا اور تمہارے پاس رہیگا تو تمہارے کام آویگا پھر
میں نے پوچھا کہ ہم سنا ہے کہ اس پہاڑ پر قدم مبارک حضرت آدم علیہ السلام

کے ہیں تم بھی اس پہاڑ پر گئے ہو اُنہوں نے کہا کئی مرتبہ اور وہاں ہزاروں
آدمی جاتے ہیں اور وہ پہاڑ سیدھا بہت بلند ہے اُس پر لوہے کی زنجیریں
لٹکتی ہیں سو اُس پر لوگ چڑھ کر واسطے زیارت کے جاتے ہیں اور وہاں پتھر
پر دو قدم وہیں کوئی پونے دو ہاتھ کے چوڑے اور تین ساڑھے تین
ہاتھ کے لمبے اور کھانے کو یہ مچھلی کا آٹا یا میوہ لے جاتے ہیں اور وہاں
ایک چشمہ ہے اُس کا پانی کبھی کم نہیں ہوتا اور وہ پانی بہت شیریں اور
ہلکا ہے وہی پانی پیا کرتے ہیں انتہیٰ پھر ایک روز معلم نے کہا کہ آگے
ایک صدمہ کی جگہ اور ہے اور وہاں ہوا بہت تیز چلتی ہے تم سب کو وہاں
پر بھی دعا کرنی پڑیگی میں نے پوچھا وہ کونسی جگہ ہے اُنہوں نے کہا کہ
سیلان کر کے مشہور ہے پھر مجکو کئی لوہے کی زنجیریں منگوا کر دیں اور کہا
کہ جس وقت تم کھانا پکاؤ اس وقت ان دیگوں کے گلے میں ڈال کر کڑے
میں باندھ دینا اور اسی طرح پانی کی بھی دیگ کو باندھ دینا کیونکہ وہ اُلٹ
نہ جاویں میں نے وہ زنجیریں لے کر رکھ لیں اور اُن سے کہا کہ انشاء اللہ
تعالیٰ اس کی کچھ حاجت نہ پڑیگی اور جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
نے فرمایا ہے ویسا ہی اس سے پار ہو جاوینگے اور خدا چاہیگا تو کچھ صدمہ
نہ پہونچیگا پھر جب سیلان میں پہنچے سب لوگوں کو بڑا تردد ہوا کہ اب
دیکھا چاہئے کیا ہو لیکن خدا تعالیٰ نے ہمارے حضرت کی دعا کی برکت

سے ساتھ آرام تمام کے وہاں سے پار کر دیا یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ یہاں سیلان ہے یا اور کوئی جگہ جب سیلان سے باہر ہوگئے اُس وقت ناخدا نے کہا کہ کبھی کوئی جہاز اس جگہ پر ساتھ دس روز آرام اور آسانی کے پار نہیں ہوا یہ حضرت سید صاحب کی کرامات کا ظہور ہے پھر خلاصیوں نے موافق معمول اپنے کے گلے میں ڈہول ڈال کر اور تھالی ہاتھ میں لے کر گاتے بجاتے اور خوشی کرتے سب سے انعام لیا انتہیٰ ایک روز ناخدا نے مجھ سے کہا کہ اب قاف قمری کے قریب آئے ہیں اور یہ بھی بہت خوف کی جگہ ہے، میں نے کہا کہ ناخدا صاحب جس طرح سے اللہ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی دعا کی برکت سے سیلان سے پار اتار دیا ہے ویسا ہی اس سے بھی پار اتاریگا پھر جب درمیان قاف قمری کے پہنچے دیکھا تو فی الحقیقت پانی وہاں کا نہایت مواج میں تھا کہ ایک موج دوسری موج سے ٹکر کھاتی ایک صورت طوفان کی نظر آتی تھی پھر خدا تعالیٰ نے اُس سے بھی ساتھ سلامتی کے پار کر دیا، ناخدا اور بھی حضرت علیہ الرحمۃ کی کرامات اور بزرگی کا بیان کرنے لگا اور کہنے لگا کہ جہاں کہیں معاملہ سختی کا پیش آتا ہے وہاں آپ کی کرامت بھی ظاہر ہوتی ہے اور اب ہم جان جاتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہ جہاز ہمارا صحیح سالم جدہ میں کھڑا ہے پھر چلتے چلتے ایک روز معلم نے کہا کہ یہاں ایک کھیت مچھلیوں کا آویگا اور لاکھوں مچھلیاں وہاں اوپر کو اچھلتی اور کودتی ہیں یہاں پر تو اس کی چوڑائی کم ہے مگر آگے بہت چوڑا ہے

اور لنبائی کا حال نہیں معلوم کہ کہاں تک ہے جب ہم وہاں پہنچے معلم نے
کہا دیکھو وہ ہی مچھلیوں کا کھیت ہے ہم سب لوگ اس کا تماشہ دیکھنے
لگے حقیقت میں وہاں لاکھوں بلکہ کروڑوں مچھلیاں بسبب کثرت مچھلیوں
کے دریا کا پانی نہیں معلوم ہوتا تھا پھر دو پہر کے عرصہ میں اُس سے گزرے
پھر بعد کئی روز کے ایک کھیت اُڑنے والے مچھلیوں کا اور وہاں بڑے بڑے
بڑے مچھلیوں کے اُس میں سے اُڑتے تھے اور وہ وزن میں کوئی چھٹانک
یا آدہ پاؤ شاید پاؤ بھر کے ہوں چند مچھلیاں ہمارے جہاز میں اُڑکر آگر پڑیں
تھیں انتہی، پھر چلتے چلتے ایک روز کنارے بندر کے کوٹ کے پہنچے اور وہاں
جہاز کا لنگر ہوا ناخدا جہاز سے اُتر کر وہاں گیا اور مجکو بھی اپنے ہمراہ لے گیا
اور چار آدمی میرے ساتھ گئے اور ناخدا محمد کے مکان پر اُترے اور وہ چاروں
شخص یہ تھے ایک توامان اللہ خاں اور دوسرے میر واصل لکھنوی، یہ دونوں لکھنو کے
اور تیسرے موٹے کریم بخش سہارنپوری اور چوتھے منظفر اور منظفر علی وہ
تھے کہ حج سے آکر یہاں دارالسلام ٹونک میں ہمارے آقائے نامدار کی
سرکار فیض آثار میں نوکر ہوئے اور چند مدت رہے پھر کسی سبب سے
نوکری چھوڑ کر چلے گئے اور ہمیشہ نماز میں بعد دعا کے پکار کر کہا کرتے تھے
کہ ہمارے نواب صاحب کو اللہ تعالیٰ بادشاہ کرے، انتہی، پھر میں بازار کو
گیا اور وہاں جاکر دو سونا ریل اور دو روپیہ کے اور کاجو دو روپیہ کے اور
کیلے کی پھلی ایک روپیہ کی لے کر جہاں اُترے تھے وہاں آیا وہ پھلی

وغیرہ خلاصیوں کے ہاتھ جہاز پر پہنچا دیں اور بعد نماز عصر کے ناخدا محمد کے
یہاں کھانا کھایا اور وہ کھانا پلاؤ تھا پھر کھانا کھا کر مردلنے مکان میں
ہم سب لوگ جا بیٹھے مجھ سے ہمارے ناخدا نے کہا کہ تم بازار سے بہت جلد
چلے آئے اچھی طرح سے سیر نہیں کی میں نے کہا کہ یہاں عورتیں نہایت بے پردہ ہیں
ان کو دیکھ کر میری طبیعت گھبرائی اور بُرا معلوم ہوا اس سبب سے میں جلد چلا آیا
اس کو سُن کر ناخدا محمد نے کہا کہ اس کنارے کے شہروں میں یہی حال بے حیائی اور
بے شرمی کا ہے یہاں تو کم وبیش کپڑا بھی پہنتی ہیں اور آگے جو شہر اور بستیاں
ہیں ان میں بالکل عورتیں برہنہ مادرزاد رہتی ہیں نسل گائے بھینس کے اور تین
سو کوس تک چلا گیا ہے اور بجائے غلہ کے مچھلیاں بھون کر کھالیتے ہیں اور
بجائے پانی کے دودھ اونٹ یا دُنبے کا پینے کو ملتا ہے انتہیٰ پھر صبح
کو میں مچھوے پر سوار ہو کر جہاز پر آیا اور ہمارا ناخدا وہیں رہا پھر دوسرے
روز دو کشتیوں میں میٹھا پانی اور دو کشتیوں میں ناریل بھر کر ناخدا نے بھیجے
پانی تو ٹانکیوں میں بھروا دیا اور ناریلوں کو اُٹھوا کر جو راستہ ہمارے
آنے جانے کا عورتوں میں تھا اُسی میں رکھا دئے میں نے معلم سے کہا کہ یہ
ہماری آمدورفت کا رستہ ہے تم یہاں نہ رکھوا ور اسی جگہ پر ہمارے
یہاں کے دو بڑھیوں کے بستر بھی میں معلم نے کہا کہ بڑھیوں کے بستر اندر دبوے
کے کرادو اور تم اپنے آنے جانے کا رستہ اوپر کے دبوے کی کھڑکی سے
رکھو میں نے ہر چند سمجھایا اُس نے نہ مانا اور کہا کہ ہم تو اسی جگہ رکھیں گے میں نے

اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ ناریل یہاں سے اُٹھا کر جہاز کی اگلی طرف
پھینک دو اگر کوئی تم سے کچھ کہیگا ہم سمجھ لینگے پھر اُنھوں نے وہ ناریل پھینکدئے
پھر وہ بیس آدمی لے کر ڈبوسے کی چھت پر جا بیٹھا پھر تھوڑی دیر کے بعد
ناخدا بھی آیا خلاصیوں نے موافق دستور کے سیڑہی لگا کر جہاز پر سوار
کرلیا جب جہاز پر داخل ہوا اور وہ ناریل جا بجا پڑے ہوئے دیکھے معلم
عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ یہ معاملہ ہے کہ ناریل ادھر ادھر پراگندہ پڑے
ہیں اُس نے کہا دین محمد سے اس کا حال دریافت کرو ناخدا نے مجکو بلاکر
اپنے پاس کرسی پر بٹھایا اور گلے میں ہاتھ ڈال کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ
ہے میں نے کہا انھیں سے پوچھئے اس پر مُندل محمد نے وہ تمام حقیقت
ناریل رکھنے اور پھینکنے کی بیان کی اُس کو سُن کر ناخدا معلم پر بہت غصہ
ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے کلکتہ سے نکلتے ہی تمہاری شرارت کی باتیں سُنی
تھیں مگر میں خاموش ہو گیا اور تم سے کچھ نہ کہا لیکن تم اپنی شرارت سے
باز نہیں آتے بڑے تعجب کی بات ہے کہ سید صاحب کس طرح کے ولی اللہ
بزرگ شخص ہیں کہ جن کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کیسے
کیسے سخت صدموں سے نجات دی اور تم اُن کے لوگوں کے ساتھ اس
طرح کی شرارت اور بیوفائی کرتے ہو تمہارے رفض میں کچھ شک وشبہہ
نہیں بیشک تم کٹّے رافضی ہو کہ تم کو ابھی تک سید صاحب کے حال سے کچھ آگاہی

ہیں اور حضرت علیہ الرحمۃ کے دیر تک اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ بیان کرتا رہا اور خلاصیوں سے کہا کہ جاکر جو اسباب سوداگری معلم کا ہے وہ تمام اسباب دریا میں ڈالدو اور اس جگہ پر ناریل دھر دو' میں نے کہا کہ ناخدا صاحب برائے خدا ان کا اسباب نہ پھنکوائیے' مجکو منظور نہیں ہے کہ ہمارے سبب سے کسی مسلمان بھائی کا نقصان ہو اور اب اگرچہ راستہ ہمارے آنے جانے کا بند ہو جاویگا لیکن وہ ناریل ہم اُسی جگہ رکھوا دینگے اور ہم اوپر کے دیوے کی کھڑکی سے آیا جایا کرینگے' اس میں جمعدار محمد خاں نے کہا کہ ناخدا صاحب آپ اسباب معلم کا جہاں رکھا ہے وہیں رکھا رہنے دیجئے' پھر خان موصوف نے وہ ناریل وہیں جہاز میں کسی جگہ رکھوا دئے انتہی' پھر ناخدا نے مجھ سے کہا کہ ہمارے یہاں تین روز تک تم سب لوگوں کی دعوت ہے' میں نے کہا کہ آپ یہاں جہاز پر کیوں تکلیف کرتے ہیں' اُنھوں نے کہا کہ اس میں تکلیف کی کیا بات ہے' ہمنے یہ پندرہ بیس دُنبے اور مرغ مول لے کر فقط تمہاری دعوت کے لئے جہاز پر چڑھائے ہیں پھر فجر کو اُنھوں نے دعوت کی اور اس دعوت میں پراٹے اور شہت تھا اور شام کو پلاؤ اور دوسرے دن فجر کے وقت کھانا شکرانہ تھا اور شام کو پلاؤ اور مربہ اور اس کے دوسرے روز فجر کو بسکٹ اور روغنی روٹی اور مربہ اور مٹھائی اور اچار اور شام کو مرغ پلاؤ اور بعد دعوت کے ہم لوگوں نے دعا کی پھر ناخدا نے مجکو ایک لنگی مسقطی بہت قیمتی اور ایک کتان کا تھان دوریہ تھا اور پانچ ریال دئے اور اس لنگی اور تھان کا آگے بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ انتہی ایک روز معلم محمد قاسم نے مجھ سے کہا کہ یہاں دریا میں کبھی کبھی ایک مچھلی ہم کو دکھائی دیتی ہے اور وہ ایک پھنکار اس طرح سے مارتی

ہے کہ ہزاروں من پانی مانند فوارے کے اُڑ جاتا ہے اگر اب کی بار وہ
ہم کو نظر آویگی تو تم کو اس کا تماشہ دکھلاویں گے اور ان دنوں
میرے خارش نکلی تھی پھر اس کے دوسرے یا تیسرے روز میں جہاز کے پچھلے
جھورے پر دوا لگانے کو بیٹھا تھا اس عرصہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک
جگہ کا پانی اُڑا اور بہت بلند اُس کے فوارے گئے میں اس کو دیکھ کر ڈر
گیا اور اپنے دل میں کہا کہ الہٰی یہ کیا معاملہ ہے کہ یکایک یہاں کا پانی اڑ
گیا پھر بغور میں نے اس کو دیکھا تو مچھلی معلوم ہوئی اتنے میں محمد قاسم معلم
نے مجکو پکارا میں اُن کی آواز سُن کر جلدے جہاز پر آیا اور اُن کے
پاس گیا اتنے میں ایک جگہ کا پانی اُڑا، معلم مرحوم نے کہا کہ وہی مچھلی
ہے جس کو میں کہتا تھا پھر اُس نے جہاز کے پاس آکر ایک پھنکار اور ماری
تمام پانی اور اُڑا اور اس جگہ بہت گہرا ایک گڑا ہو گیا پھر میں نے پوچھا
کہ یہ مچھلی جہاز کو بھی کاٹ ڈالتی ہے اُنھوں نے کہا کہ نہیں وہ اور مچھلی
ہے اگر آگے وہ ہم کو ملیگی تو اس کو بھی دکھادونگا اور یہ تو فقط
پھنکار ہی مارتی ہے پھر اُس نے تھوڑی دیر کے بعد کروٹ لی اتنی
لمبی اور چوڑی اس کی پشت معلوم ہوئی جیسے ایک جہاز کی کشتی
ہوتی ہے بلکہ اس سے ہی زیادہ کوئی پچاس ساٹھ ہاتھ کی اور دم اور سر
اس کا نہ معلوم ہوا خدا جانے کتنی بڑی ہوگی، دو تین دن کے بعد لایہو

نے معلم اور ناخدا سے کہا کہ وہ مچھلی جو جہاز کو کاٹ ڈالتی ہے وہ ہمارے
جہاز کے ساتھ چلی آتی ہے ناخدا جلدی سے اٹھا اور دیکھنے لگا ہم لوگ بھی
دیکھنے لگے ہم کو تو نظر نہ آئی مگر ناخدا وغیرہ دیکھ کر کہنے لگے کہ اب اس کو کسی
تدبیر سے پکڑو پھر خلاصیوں نے الات شکاری نکالے اس میں کانٹے اور بھالے
اور پھندے وغیرہ سب ہی تھے پھر ایک کانٹے میں گوشت کا تھوڑا خشک لگا
کر اور اس پر ایک روغن ملا معلوم نہیں وہ روغن کیا تھا پھر وہ دریا میں
اس مچھلی کی طرف ڈال دیا اور اس میں موٹا سوت کا رسا بندھا ہوا تھا پھر
وہ بہت دیر کے بعد گوشت کی بو پا کر اس کے پاس آئی اور اس کو نگل گئی
اور دیر سے انہوں نے اس کو کھینچا وہ گرفتار ہو گئی پھر اس کو خوب تھکا کر
جہاز کے پاس لائے اور پھندے ڈال کر بھالوں سے زخمی کیا اور جھٹکوں میں
رکھ کر جہاز میں لائے جب تک وہ زندہ تھی اور خوب تڑپتی تھی پھر مجھ سے ان
لوگوں نے کہا کہ ابھی یہ مچھلی بچہ ہے اور یہی مچھلی جہاز کو کاٹ ڈالتی ہے اور
پشت سے کچھ ہی کم دم اور چونچ تھی نہ اس کے پر تھے اور کھپے اور نہ کانٹا
اور چمڑا اس کا اس قدر باریک تھا کہ سرخی گوشت کی نظر آتی تھی پھر
مجھ سے معلم نے کہا کہ اب ایک تماشہ اور بھی دیکھو پھر تھوڑا سا پانی میٹھا منگوا کر
اس کے منہ میں ڈالا جب پانی اس کے پیٹ میں پہنچا اسی وقت تھرتھرا کر
مر گئی معلم نے کہا کہ اس شور دریا کی مچھلی پانی کی یہی تدبیر ہے پھر سب

لوگ اپنے اپنے بستروں پر گئے اور خلاصی اس مچھلی کو باورچی خانہ کے سامنے لے گئے اور وہیں پر ایک لکڑی تختوں پر گڑی تھی کوئی دو ہاتھ کی لمبی اور بالشت بھر کی چوڑی اور بالشت بھر کی اونچی پھر اس مچھلی کی چونچ اس لکڑی پر رکھی اور دو آدمی دو کلھاڑی لے کر دو رویہ کھڑے ہوئے اور دو کلھاڑیاں دو دو سیر کی تھیں پھر اس کی چونچ پر مارنے لگے ہر ضرب میں کلھاڑی کے انگلی دو انگلی کا ٹکڑا کٹتا تھا میں نے پوچھا کہ اس کی چونچ کیوں کاٹتے ہو انہوں نے کہا کہ تمہارے دکھانے کو کہ چونچ اس کی اس طرح سے سخت ہے اور وہ مچھلی وزن میں قریب دو من کے تھی اور وہ لوگ کہتے تھے کہ یہ مچھلی پانچ چھ من سے زیادہ بڑی نہیں ہوتی پھر انہوں نے پارچہ پارچہ کر کے لوگوں میں تقسیم کیا اور ہمارے یہاں بھی انہوں نے پندرہ بیس سیر گوشت بھجوا دیا ہم نے بھی کھایا گوشت اس کا بہت ہی لذیذ تھا انتہی پھر چلتے چلتے کنارے بندر گولانڈی کے جہاز کا لنگر ہوا ناخدا اور معلم محمد قاسم نے شہر میں جانے کی تیاری کی اور دو کشتیاں جہاز پر سے اُتاریں اور مجھکو بھی اپنے ساتھ لیا اور دو آدمی اور پھر سوار ہو کر بستی میں گئے اور ناخدا ابراہیم کے مکان پر اُترے اور وہ ناخدا بہت ضعیف تھا اور وہ دیر تک حیدر نایک اور ٹیپو سلطان کا ذکر کرتے رہے اور کہتے تھے کہ ہمارے یہاں اُن کی بہت عملداری رہی اُن کی عملداری میں ہم لوگ بہت آرام سے رہے پھر ہمارے ناخدا نے مجھ سے کہا کہ تم بازار کی بھی سیر کرو اور ایک یہاں بہت بڑا

میٹھے پانی کا چشمہ ہے اس کو بھی دیکھو اور اپنے ساتھ معلم کو بھی لیتے جاؤ پھر اُسی ناخدا کے یہاں کھانا بھی کھایا پھر میں نے معلم سے کہا کہ بازار سے ہوکر چشمہ پر چلو شاید بازار میں کوئی چیز کام کی مل جاوے پھر ہم بازار میں گئے اور ناریل اور کیلے کی پھلی اور ایک روپیہ کی ایک سیر الاچی چوکڑا مول لیا اور سب اسباب خلاصیوں کو دیا کہ تم اس کو لے کر کشتی پر پہنچاؤ پھر وہ لے کر چلے گئے اس عرصہ میں بازار کے لوگوں نے ہم سے کہا کہ پہلے ہمارے یہاں تم ایسے لوگ رہتے تھے میں نے کہا وہ یہاں کیوں رہتے تھے اُنھوں نے کہا کہ وہ ٹیپو سلطان کی طرف سے یہاں متعین تھے واسطے بندوبست کے اور کبھی اُنھوں نے ہم لوگوں کو تکلیف نہیں دی اور اپنا بندوبست بھی خوب کیا کرتے تھے پھر تمام بازار میں ہم لوگوں کے آنے کی شہرت ہوگئی اور تمام مرد عورت واسطے دیکھنے کے سب طرف سے آنے لگے وہاں کی عورتوں کا لباس بہت بُرا تھا گویا کہ وہ ننگی تھیں یہ حال دیکھ کر میں بہت گھبرایا اور ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ تمہارے یہاں بڑی بے حیا عورتیں ہیں اُس نے کہا کہ صاحب ہمارے اس ملک میں یہ ہی دستور ہے کہ غریب اور امیر کی عورتیں ننگی رہتی ہیں مگر بعض بعض لوگ اپنی عورتوں کو کپڑے بھی پہناتے ہیں پھر جب ہمارے پاس جب ہجوم زیادہ ہونے لگا

تب ہم وہاں سے بھاگے رستے میں معلم موصوف نے دو چار پتھر اُٹھا لئے، میں نے پوچھا کہ معلم صاحب یہ پتھر کیا کروگے اُنہوں نے کہا جو کچھ کرینگے سو آگے چل کر دیکھ لینا پھر جب ہم کنارے چشمہ کے پہونچے دیکھا تو دس بارہ عورتیں نہا رہی ہیں معلم نے وہ پتھر ان کی طرف مارنے کو پھینکے وہ پانی سے نکل کر ننگی مادر زاد طرف شہر کے بھاگیں پھر ہم لوگ اس میں خوب سا نہائے پھر اس سے نکل کر کپڑے پہنے پھر بستی سے باہر دریا کے کنارے پر آئے وہاں لب دریا ایک مسجد پختہ تھی اس کے صحن میں ایک حوض تھا میٹھے پانی سے بھرا ہوا جب اس کا پانی چک جاتا تھا تب لوگ اُسی چشمہ سے پانی لاکر بھر دیتے پھر اُس میں تمام نمازی آکر وضو کیا کرتے تھے اور ہم لوگوں نے بھی اُس میں وضو کیا اور نماز عصر کی پڑھی اور وہیں پر ہماری کشتی بھی کھڑی تھی پھر اس پر سوار ہو کر اپنے جہاز پر آئے اُس کی فجر کو ناخدا بھی جہاز پر آ داخل ہوئے اور لنگر اُٹھا کر پھر روانہ ہوئے پھر کئی روز کے بعد ایک روز قریب دوپہر کے عبد الغفار خاں بخاری جو بیمار تھے ان کا انتقال ہوا پھر موافق دستور کے تختہ باہر جہاز کے باندھا اور غسل دیا اور کفن دے کر جنازہ تیار کیا اس میں ناخدا نے کہا ان کو یہاں دریا میں دفن نہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ آج

لنگر ایسے میں ہوگا وہاں کنارے پر زمین میں دفن کرنا میں نے کہا خیر
وہیں دفن کرینگے پھر کوئی پہر دن رہے کنارے اپنے کے پہونچے
اور تین کوس اسی طرف لسبب شدت مواجی پانی کے جہاز کے جہاز
کا لنگر ہوا ناخدا نے کہا کہ جلد مجھوا جہاز سے اتارو اور جنازے کو بچاؤ
ابھی ہوا برابر چلتی ہے اور اگر دیر کروگے تو وقت بدتر ہوا چلنے کا
آجاویگا پھر بہت حیران ہوگے پھر ہم دس آدمی جنازے کو لے کر مجھوے
پر سوار ہوئے اور چلے اس میں پانچ تو خلاصی اور پانچ آدمی ہم بھی
جب آگے بڑھے موجوں کا یہ عالم ہوا کہ ایک ایک موج مثال پہاڑ کے
آتی تھی جب تھوڑا دور کنارہ رہ گیا تب ہوا بہت تیز چلنے لگی ہرچند
خلاصی مجھوے کو کنارے پر لگاتے تھے مگر ہوا کی تیزی سے پلٹ جاتا
تھا آخر الامر خلاصیوں نے تھک کر کہا کہ اب ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا جہاں
تک کہ زور بازو تھا وہاں تک مار چکے اب اسی لاش کے ساتھ ہم سب
ہلاک ہوں گے یہ کہہ کر انھوں نے مجھوے کو چھوڑ دیا میں نے خلاصیوں سے
کہا کہ تم نہ گھبراؤ خدا چاہیگا تو اب کنارے پر پہونچ جاوینگے اور
مجکو تو حضرت علیہ الرحمۃ کی دعا سے اُمید قوی تھی کہ آپ نے وقت
رخصت کے دعا بھی کی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ساتھ آرام کے

جدہ میں پہونچادیگا سو اس بات کو خیال کرکے میں تیوار پر جا بیٹھا
اور بسم اللہ کرکے زور سے اس کو کھینچا مجھوے کا منہ سیدھا ہو گیا میں
نے خلاصیوں سے کہا کہ اب تم ڈانڈ مارو پھر خلاصیوں نے ڈانڈ مارنا شروع
کیا اور مجھوا کنارے کی طرف چلا جب قریب کنارے کے پہونچا ایک خلاصی
رسالے کر کودا اور ایک شخص کنارے پر کھڑا ہوا ہاتھ سے اشارہ کر رہا تھا کہ
جلد مجھوے کو لاؤ پھر وہ بھی دریا میں کود پڑا خلاصی نے رسّے اس کی طرف
پھینکدئے اس نے کھینچ لئے اور کنارہ پر گیا اور ایک لمحے میں وہ رسّی
باندہ دی پھر خلاصی اور وہ شخص مجھوے کو کھینچ کر کنارے پر لائے ہم لوگ
لاش لے کر اُترے اور وہ شخص بھی لاش اُتارنے میں شریک رہا پھر نہ
معلوم کہ وہ شخص کہاں چلا گیا پھر ہم لاش کو امینے کے گورستان میں لے گئے
وہاں ایک قبر کھودی ہوئی موجود تھی ہم نے امینے سے وہاں کے تکیہ دار کو بلایا
وہ اس قبر کے پانچ ریال مانگنے لگا پھر ہم نے اس کو تین ریال پر راضی
کرکے اس قبر میں ان کی لاش دفن کی پھر ایک فقیر نے آکر سورہ یٰسین پڑھی
آدھا ریال ہم نے اس کو دیا باقی آدھا اور مسکین اور محتاجوں کو دیا اور
ایک خلاصی کو دریا کے کنارے پر مقرر کیا کہ جس وقت ناخدا آوے ہم
کو خبر کردینا اور شہر میں بہی اس شخص کو تلاش کروایا کہیں اُس کا پتہ
نہ پایا اور اس وقت حضرت علیہ الرحمۃ کا فرمانا مجکو یاد آیا میں نے امان اللہ

خاں لکھنوی کا سے کہا کہ بھائی امان اللہ خاں حضرت امیر المومنین نے
فرمایا تھا کہ عبدالغفار خاں کی خدمت تم بخوبی کرنا یہ چند روز کے
ہمارے مہمان ہیں سو میں یہ جانتا تھا کہ شاید خاں صاحب کہیں کوئی
بندر میں اُتر پڑیں یا مکہ معظمہ میں رہ جاویں یہ مجکو خیال نہ تھا کہ
یہ مرجاوینگے سو جب وہ مرگئے تب مجکو یاد آیا کہ حضرت کا فرمانا یہی تھا اور
یہ آپ کی منجملہ کرامت تھی اس عرصہ میں وہ خلاصی کہ ناخدا کے خبر لانے
کو مقرر کیا تھا آیا اور کہا کہ ناخدا آئے اور اس گورستان کے قریب
کیلوں کا باغ تھا بہت لمبا اور ناریل اور کھجور کے بھی درخت کثرت سے
تھے پھر ہم وہاں سے اُٹھ کر ناخدا کے پاس گئے وہاں کے ناخدا نے ہمارے
ناخدا کی دعوت کی تھی سو اس وقت کھانا تیار تھا ہم سب نے کھانا کھایا
پھر اُنھوں نے چائے پی اور ہم لوگوں کو بھی پلائی اور وہاں کی اکثر عورتیں
کرتا ٹخنوں تک اور پائجامہ پہنے ہوئے اور برقا اوڑھے رہتی تھیں اور
بعض عورتیں گھٹنوں سے اونچا کرتا پہنے اور چھوٹا سا کپڑا سر پر ڈالے رہتی
تھیں اور سب مسلمان سید رفاعی اور اکثر لوگ مالدار بھی تھے پھر بعد نماز
مغرب کے ہم لوگ پچھوے پر سوار ہوئے اور ناخدا نے ایک لالٹین روشن کی
اس کو دیکھ کر ہمارے جہاز پر معلم نے بھی لالٹین جلائی اور مستول پر لٹکائی
پھر ہمارے خلاصی اسی طرف پچھوے کو لے گئے جب ایک گولے کے فاصلہ

سے جہاز رہا تب ہوا تند چلنے لگی اور چھوٹے بہہ کر اور طرف چلے ادہر
معلم نے دریافت کیا کہ بسبب تندی ہوا کے چھوٹے اور طرف بہے چلے جاتے
ہیں پھر جلد ایک چھوٹا جہاز پر سے اُتار کر اور ایک رسا باندھ کر اور چار
خلاصی اس پر سوار کرکے ہماری طرف بہادیا جب بہتے بہتے ہمارے
قریب آیا پھر ان خلاصیوں نے اس چھوٹے میں ہمارے دونوں چھوٹے
باندھے اور رسا کھینچ کر جہاز والوں کو اشارہ کیا پھر انھوں نے جہاز
پر سے رسا کھینچنا شروع کیا اس طرح سے ہمارے چھوٹے جہاز کے پاس
پہنچے اور جہاز پر سوار ہوئے پھر صبح کو وہاں سے لنگر اُٹھا اور جہاز روانہ
ہوا پھر ناخدا اور معلم خلاصی وغیرہ ہم لوگوں سے مخہ کی تعریف خوش
ہوکر بیان کرتے تھے کہ مُخہ بہت عمدہ شہر ہے اور وہاں کی آب و ہوا نہایت
موافق اور معتدل ہے اور تمام باغ شاداب اور سرسبز اور بازار میں ہر چیز
قسم کھانے وغیرہ کی پکی ہوئی تیار رکھتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اب مخے میں پہنچ
کر وہاں بہت سے مقام کرینگے جب تم لوگ جہاز سے اُتر کر اُس میں داخل
ہوگے اس کو دیکھ کر کہو گے کہ حقیقت میں جیسا تم کہتے تھے ویسا ہی ہے
اور وہاں تم لوگوں کو ہر طرح سے آرام ملیگا باغوں کی سیر کرنا میٹھے
پانی سے نہانا بہ نسبت اور بنادر کے مخہ بہت عمدہ جگہ ہے ان باتوں
کو سُن کر میں نے اُن سے کہا کہ دس بیس روز کے لئے جہاز سے اُترنا

کیا ضرور اتنے روز کو اسباب جہاز سے اُتاریں اور پھر چڑھاویں ہم تو نہ اُترینگے انشاءاللہ تعالیٰ جدہ ہی میں چل کر یکبارگی اتر پڑینگے اور اب یہاں پر عورتوں اور بیماروں کے اُتارنے میں ہم کو بہت تکلیف ہوگی اور اگر بالفرض ان کو اُتاریں تو پھر کہاں لیجا کر بٹھاویں اس سے تو نہ اُترنا بہتر پھر ہمارے لوگ آپس میں کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اب مخہ میں نہ اُترینگے پھر بعض بعض لوگ میرے پاس آکر پوچھنے لگے کہ کیا تم مخہ میں نہ اُتروگے مینے اُن سے کہا کہ بھائیو مصمم میرا ارادہ اترنے کا تو نہیں ہے مگر تقدیر کے حال سے آگاہی نہیں کہ شاید یہاں پر بھی اُترنا ہو پھر ہمارے لوگوں نے ناخدا اور معلم وغیرہ سے کہا کہ اب ہم لوگ مخہ میں نہ اُترینگے کس واسطے کہ ہم نے میاں دین محمد سے پوچھا تھا کہ تم مخہ میں اُتروگے اُنھوں نے کہا کہ ہم کو یہاں جہاز کس بات کی تکلیف ہے کہ ہم اُتریں خدا کے فضل کرم سے کھانا پانی اور سب سامان ضروریات کا یہاں جہاز پر موجود ہے اور اب ہمارے لوگوں کو دوران سر بھی جاتا رہا اب اُن کو عادت ہوگئی ہم اُتر کر کیا کرینگے انشاءاللہ تعالیٰ یکبارگی جدہ میں ہی اُترینگے اس بات کو سُن کر ناخدا اور معلم نے مجھہ سے پوچھا کہ ہم نے تمہارے لوگوں سے سنا ہے کہ تم مخہ میں نہ اُتروگے اس کا کیا سبب ہے میں نے کہا کہ سچ ہے کہ میں نہ اُترونگا اسلئے کہ عورتوں اور بیماروں کو یہاں

جہاز پر حضرت میاں صاحب کی دعا کی برکت سے کسی بات کی تکلیف
نہیں ہے کھانا پانی سب کچھ موجود ہے ایک جگہ جمے جمائے آرام سے بیٹھے
ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ جدہ میں چل کر اُتریںگے
اُنہوں نے کہا کہ وہاں جہاز پر بڑی دھوم دھام رہیگی اسباب جہاز
سے اُتریگا اور چڑھیگا اُس وقت تم کو ایک گھڑی جہاز پر رہنا
مشکل ہو جاویگا اور کھانا پکانے کی بہت تکلیف ہو گی ہمارے نزدیک
تمہارا اُترنا بہت مناسب ہے۔ میں نے کہا کہ فی الواقعی تم نے سچ
کہا مگر جس وقت اسباب اُتریگا اور چڑھیگا ہم عورتوں کو اوپر کے
دوسرے پر بٹھادینگے اور ہم لوگ دوسے کی چھت پر یا جہاں کہیں
جگہ پاوینگے بیٹھ رہینگے اور جو تم کھانا پکانے کی تکلیف کو کہتے ہو سو ہم دن
کو نہ پکاوینگے رات کو پکا لیا کرینگے کچھ اسباب رات کو اُتارا چڑھایا
نہ جائیگا اور ہم اپنے اُترنے اور نہ اُترنے کا حال تم سے بعد ایک دو روز
کے لنگر ہونے کے کہینگے انتہیٰ۔ پھر چلتے چلتے قریب ایک کوس کے جدہ سے
جہاز کا لنگر ہوا پھر ناخدا اور معلم جہاز سے اُتر کر اپنے ملاقاتی ناخدا
اور سوداگروں کے یہاں گئے اور میں بھی دس بارہ آدمیوں سے اُترا اور
شہر میں جا کر اُترنے کی جگہ تجویز کرنے لگا وہاں پختہ مکان بھی تھے
اور گھاس کے مکان بھی کہ دیواریں ان کی ٹٹی کی اور اوپر ان کے

چھپر کران کو وہاں جھگے کہتے ہیں پختہ مکانوں کو کم و بیش چالیس روپیہ
میں ٹھیکا دیتے تھے خواہ اس میں سال بھر رہو خواہ ایک روز اور
اُن گھاس کے مکانوں کو دو ڈھائی روپیہ ماہواری مانگتے تھے
مگر ان گھاس کے مکانوں میں نقصان تھا کہ جہاں کوئی شخص ان مکانوں
میں آکر اترا اور بعد دو روز کے محلہ والے پوشیدہ اس میں آگ
لگا دیتے ہیں اور پھر آپ ہی بجھانے کو دوڑتے ہیں اور اسباب لوٹ
کر لیجاتے ہیں اور اگر میدان میں اترو تو چور بزور اسباب ہاتھ سے
چھین لیجاتے ہیں پھر میں اسی طرح سے پھرتا ہوا شہر کے دروازہ پر پہنچا
دروازہ کے گھونگھٹ کا میدان بہت وسیع تھا اور حفاظت کی
جگہ بھی تھی کہ تین طرف سے تو شہر پناہ کی دیوار آگئی تھی اور ایک
طرف رستہ تھا وہ جگہ مجکو پسند آئی کہ یہاں پر ہم سب لوگوں کی سمائی
ہو جاویگی اور جو جہاز ہمارے یہاں کے آوینگے ان کو بھی یہیں اُتارینگے
پھر اس جگہ کو دیکھکر میں جہاز پر آیا اور ناخدا بھی شہر سے جہاز پر
داخل ہوا اور مجھ سے کہا کہ تمہارے واسطے ایک مکان پختہ بڑا اپنے
ایک دوست کا ٹھہرا آئے ہیں اور اُس میں تمہارے سب لوگوں کی سمائی بھی
فراغت سے ہو جاویگی وہاں چل کر تم اُترو اور تمہارا جہاز سے
اُتارنا اور سوار کرنا اور لکڑی اور پانی کا میرا ذمہ ہے جبتک تم

وہاں رہوگے میں دُونگا اس کو سُن کر میں نے کہا کہ اچھا اس کا جواب
میں تم تھوڑی دیر کے بعد دونگا پھر میں نے اپنے سب لوگوں کو جمع کر کے ان
کا شورہ کیا کہ بھائیو حضرت امیرالمومنین نے کسی جگہ مکان کرایہ لینے اور
نہ لینے کو مجھسے کچھ ارشاد نہیں کیا پھر بھلا کس طرح سے میں مکان کرایہ
لوُں اور یہاں پر چالیس پچاس روپیہ میں مکان کرایہ ہوتا ہے اگر اُس
کو کرایہ لوں تو یہ روپیہ بیت المال کا خرچ ہوا اور اگر چھپر کے مکان
میں اُتروں تو وہاں آگ کا ڈر ہے اور یہ روپیہ امانت صرف حاجت ضروری
کے لئے ہے اور فضول خرچی اور حظ نفس کے لئے نہیں اگر ہم اس میں سے ایک حبّہ
بیجا صرف کریں حضرت امیرالمومنین کے یہاں تو اس کا حساب وکتاب نہیں
مگر حشر میں سامنے اُس خالق مطلق کے اُس کا مواخذہ بڑا ہے اور یہ جو ناخدا
کہتے ہیں کہ ہم اپنی طرف سے مکان میں تم کو اُتارینگے بالفرض اگر ہم ناخدا
کے کہنے سے اُس مکان میں اُترے مگر جوا و رجہاز آوینگے اُن کا بھی یہیں
لنگر ہوگا پھر وہ لوگ ہم کو پختہ مکان میں دیکھ کر مکان کرایہ لینگے اور
اُسی بیت المال میں سے کرایہ دینگے سو یہ بات مجکو منظور نہیں کہ ہم ناخدا
کے مکان میں اُتریں اگر تم سب لوگ چوکی پہرا دینے اور اپنے اسباب کی محافظت
کرنے پر مستعد اور آمادہ ہو تو اُسی جگہ کہ جس کو ابھی دیکھ آئے ہیں چل
کر اُتریں اور نہیں تو ہم ہرگز نہیں اُترینگے سو اس بات کو تم صاحب

خوب سوچ لو پھر انھوں نے باہم مشورہ کرکے کہا کہ انشاءاللہ تعالیٰ
جس طرح سے تم کہتے ہو ہم اُسی طور سے کرینگے اور ایک سرِ مو فرق نہ
پڑیگا پھر ان کو اس بات پر مضبوط کرکے ناخدا کے پاس گیا ناخدا
نے مجھ سے کہا کہ اب تمہارے اُترنے میں کیا دیر ہے میں نے کہا کچھ دیر نہیں
مگر ہم تمہارے مکان میں نہ اُترینگے اور لکڑی پانی بھی نہ لینگے کس واسطے
کہ یہاں پر ہمارے جہاز اور بھی آوینگے ہم کو مکان میں دیکھکر وہ بھی
کرایہ لینگے یہ بات مجکو منظور نہیں کہ یہ روپیہ اللہ تعالیٰ کا خواہش نفس
میں صرف ہو مگر یہاں سے اُتارنے اور سوار کرانے کا تمہارا ذمہ ہے اور ہم
اُس دروازہ کے گھونگھٹ میں اُترینگے پھر اس کو سُن کر ناخدا تھوڑی
دیر سکوت میں رہا پھر اپنے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ سبحان
اللہ عجب طرح کے یہ لوگ دیندار با اعتقاد ہیں کہ حاضر اور غائب یکساں
حال ہے یہ سب میاں صاحب کی برکت کا ان پر پرتو ہے اور ہم لوگوں میں
سے جو بیعت کرنے سے باقی رہ گئے ہوں اب جہاں ملاقات حضرت میاں صاحب
سے ہو وہاں پر وہ لوگ بیعت کرلیں اور اپنے اپنے لئے دعا بھی کرادیں کس واسطے کہ
ایسے متبرک باخدا کہاں ملینگے انتہیٰ پھر ناخدا نے بڑی کشتی جہاز سے اُتاری
پھر اُس پر میں نے اسباب ضروریات رکھکر چند لوگوں کو سوار کرکے روانہ کیا اور پھر
دُوسرا آکر عورتوں کو پہنچایا اور میں بھی گیا پھر اسی دروازہ کے گھونگھٹ

میں ڈیرا کھڑا کیا اس میں عورتوں کو اُتارا اور پالیں بھی کھڑی کیں پھر
لوگ اپنے اپنی چوکی اور پہرے پر مستعد ہو گئے اور میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہہ دیا
تھا کہ یہ ملک غیر ہے تم کسی پر اصلا دست اندازی نہ کرنا اگر بہر تقدیر کسی جگہ
پر چوری ہو جاوے اور چور پکڑے جاویں تو اُن کو مارنا نہیں اور اسباب
اپنا چھین لینا اس واسطے کہ اگر مار کوٹ میں اُن کے چوٹ زیادہ لگ جاویگی
تو روبکاری کرنی ہوگی اس میں دس بیس دن لگیں گے اس عرصہ میں اگر لنگر
جہاز کا اُٹھا اُس وقت مالک جہاز کا ہمارے لئے کاہے کو ٹھہریگا اور حضرت
علیہ الرحمۃ نے بھی وقت رخصت ہونے کے سب کو تعلیم کی تھی کہ بیت اللہ شریف
کو چلتے ہیں اگر اس سفر میں کسی مسلمان سے کوئی واقعہ درپیش آوے تو اس
سے درگذر کرنا اور صبر کرنا جب رات ہوئی اور دروازہ بند ہو گیا تب چور لئے
اور آکر آگ پانی روٹی مانگنے لگے اور جو چیز اپنے قابو کی پائی اُس کو
اٹھائی پھر ہم لوگوں نے اُن سے لپٹ کر چھین لی یہی حال تمام رات رہا
کہ وہ اسباب اُٹھا لیتے تھے پھر میں صبح کو وہاں کے حاکم کے پاس گیا اُس
نے مجھکو دیکھ کر کہا ان سے پوچھو کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں
اور وہ شخص ترجمان تھا پھر اُس نے مجھ سے آنے کی کیفیت پوچھی
میں نے تمام حال حضرت علیہ الرحمۃ کا اور اپنے آنے کا اور رات
چوروں کا بیان کیا اُس نے سُن کر حاکم سے کہہ دیا پھر حاکم نے

دربانوں کو بلا کر بتاکید تمام کہا کہ یہ جو لوگ باہر دروازہ کے اُترے ہیں اگر ذرہ بھر اسباب اُن کا چوری گیا تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا اور اُس کی قیمت تمہاری وجہ تنخواہ میں دلائی جاویگی پھر میں وہاں سے اٹھ کر ایک سید کے مکان پر گیا اور کہاں سے آئے ہو، میں نے تمام حال اپنے آنے کا اور حضرت میاں صاحب کا بیان کیا پھر اُنہوں نے میری بہت سی خاطرداری کی اور چوروں کی محافظت کے لئے دو لاکے یہاں اور دربانوں سے کہلا بھیجا اور دو لاوہاں حاکم کو کہتے ہیں اور اُن سید صاحب نے بعد چلے جانے ہمارے کے جب حضرت میاں صاحب محلے میں تشریف لائے آپ کے دست مبارک پر بیعت بھی کی غیر میں وہاں سے اُٹھ کر اپنی جائے اقامت پر آیا رات کو دربانوں نے کھڑکی کھلی رکھی اور کہا جب تمہارے یہاں چور آویں ہم کو بلا لینا پھر وہی معمول وقت پر چور آئے ہم نے دربانوں کو بلایا اُنہوں نے آکر اُن کو نکال دیا جب دربان چلے گئے تب وہ پھر آ گئے پھر اسی طور سے تین روز گذرے چوتھے روز جہاز عباسی حاجی پیر محمد صاحب بانس بریلوی کا اور جہاز تاج حاجی یوسف صاحب کا شمیری کا آیا اور اُن کا لنگر ہوا پھر میں نے اُن جہاز کے لوگوں کو اپنے پاس اُتارا جب ہمارے یہاں لوگوں کی کثرت ہوئی تب ان چوروں کی آمد رفت موقوف ہوگئی آتے تھے مگر کم انتہیٰ اور وہ جو لٹین خاں رائیسوری کا نکاح جہاز پر ہو گیا تھا مگر بی بی ان کی بسبر دلہن کی تھی پھر ایک روز محلے میں

اُنہوں نے معمولی چاول دن میں جو روز پکتے تھے دو ڈھائی من گوشت اور چاول اور چار یا پانچ ریال کا گھی ڈال کر پکایا اور ولیمہ کا نام کر کے تمام قافلہ کو کھلا دیا اور دو جوڑے یٰسین خاں اور دو ہی جوڑے ان کی بی بی کے بنا کر اُس کے سپرد کر دیئے انتہیٰ پھر صبح کو جہاز غراب احمدی جس پر حکیم مغیث الدین سردار تھے اور شام کو جہاز تاج جس پر قادر شاہ سردار تھے اس کی فجر کو جہاز فیض ربانی جس پر مولانا محمد اسماعیل صاحب سردار تھے اور اُس کی فجر کو فتح الباری جس پر مولوی عبدالحئی صاحب سردار تھے یہ چاروں جہاز آئے اور اُن کے یہیں لنگر ہوئے جہاز فتح الباری اور تاج ان دونوں کا تو ایک روز یہاں لنگر رہا اور دوسرے روز آگے کو روانہ ہوئے کیونکہ ان جہازوں کے ناخداؤں کے یہیں کوئی کام نہ تھا اس سبب سے لوگ جہاز سے نہ اُترے کہ ایک روز کے لئے اُتر کر کیا کریں اور حکیم مغیث الدین اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کے جہازوں کے ناخداؤں کے کئی کام تھے اس سبب سے دونوں صاحب اپنے ہمراہیوں سمیت جہاز سے اُترے پھر ان سب صاحبوں کو میں نے اپنے پاس اُتارا پھر اس کے دوسرے یا تیسرے روز مولانا صاحب ممدوح اور حکیم مغیث الدین صاحب موصوف نے مجھ سے پوچھا کہ تم اندر شہر کے کس سبب سے نہیں اُترے ہو تو میں نے وہ تمام حال اپنے نہ اُترنے کا اُن

سے بیان کیا کہ شہر کے اُترنے میں یہ قباحتیں ہیں یہاں پر میں اپنے نزدیک
مناسب سمجھ کر اُتر پڑا اب آگے جو صلاح ہو وہ کریں مولانا صاحب
نے فرمایا کہ تم نے خوب کام کیا مگر اب میرے نزدیک مناسب یوں ہے کہ
جو لوگ مجرد ہیں وہ تو سب یہاں رہیں اور میں بھی یہیں رہونگا اور
عورتوں کو شہر میں مکان کرایہ لے کر اُتار دیں اس واسطے کہ عورتوں کو
مردوں میں اکٹھا رکھنا مناسب نہیں اس لئے کہ ہر کسی کی طبیعت ایک سی
نہیں ہوتی اور یہی بات حکیم مغیث الدین صاحب نے بھی کہی میں نے کہا بہت
بہتر جیسا آپ مناسب جانیں ویسا کریں پھر مولانا صاحب اور حکیم صاحب
اور اور لوگوں نے جن کے قبائل تھے علیحدہ علیحدہ مکان ایک ایک دو دو
نے شریک ہو کر کرایہ لئے اور اس میں جا کر اُترے اور مولانا صاحب اور
مولوی مظہر علی صاحب کرڑے والے تمام رات ہمارے یہاں اتنے اور
مولانا صاحب صبح کی نماز پڑھنے کے لئے شہر میں جایا کرتے تھے پھر ایک روز
مولانا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ یہاں پر جو کثرت سے ہیں تم ایک گھڑا
روز قہوہ کا لا کر اپنے بستروں کے پاس لا کر رکھ لیا کرو دس بیس آدمی
جو شب کو بیدار رہتے ہیں ایک کٹورا اس میں سے پی لیا کریں اس سے
خشکی ہوتی ہے نیند نہ آویگی پھر میں ہر روز شب کو ایک گھڑا قہوہ
کا قہوہ خانہ سے لایا کرتا تھا پھر شب کو لوگ اس میں ایک ایک کٹورا
پی لیتے تھے اور تمام رات جاگتے رہتے اور آپس میں ایک دوسرے سے مسائل

پوچھتے ایک روز ہم سب لوگ بیٹھے ہوئے اپنے اپنے جہاز کے عجائبات
بیان کر رہے تھے کہ اس میں حکیم مغیث الدین صاحب نے کہا کہ ہمارے
جہاز پر ایک عجیب و غریب واقعہ گذرا کہ جب ہمارا جہاز لنکا کے قریب
پہنچا وہاں پر یکایک جہاز دھنسنے لگا اور سکان بھی بھرنے سے
بند ہو گیا تب سکانی نے پکار کر کہا کہ سکان تک پانی آ گیا دیکھو
تو جہاز پر کیا بلا نازل ہوئی یہ سن کر لوگ گھبرائے اور ادھر ادھر
دیکھنے لگے پھر خلاصی اور سکانی ڈبوسے کی چھت پر چڑھے اور دیکھا کہ
ایک جانور مستول کے سیخہ پر بیٹھا ہے اور آگ سا چمک رہا ہے اس میں
جہاز کے تیلیوں تک پانی آ گیا کہ اس پر بیٹھ کر وضو کر لیوے پھر معلم
اور ناخدا گھبرائے اور اس کی طرف توپیں اور بندوقیں اور آتشبازی
کے انار چلائے اور دف بجایا اور شور مچایا جس پر بھی وہ نہ اڑا جب دیکھا
کہ کسی طرح سے نہیں اڑتا تب سب لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے
کہ اب ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں اسی جگہ ڈوب کر مر جاویں گے تب
میں بھی ڈبوسے کی چھت پر چڑھا اور اس جانور کو دیکھا تو پایو کے برابر
معلوم ہوا اور مانند شعلہ آگ کے چمک رہا تھا پھر اس کو دیکھ کر میں نیچے
اتر آیا اس وقت میرے دل میں خیال آیا اکثر میں نے حاجی عبدالرحیم
صاحب سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ سید صاحب یوں فرماتے تھے
کہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تجھ کو اور

تیرے ہمراہیوں کو ساتھ خیر و عافیت کے بیت اللہ شریف کو پہنچاونگا
تو خاطر جمع رکھ اور میں نے بھی کئی مرتبہ حضرت امیرالمومنین کی زبان فیض
ترجمان سے سنا ہے کہ مجھ کو بشارت ہوئی ہے اپنے پروردگار سے کہ میں
تجکو اور سب تیرے ہمراہیوں کو ساتھ خیر و عافیت کے حج کروا کے پھر
ہندوستان میں پہنچا دونگا تب میں نے جناب باری میں ساتھ کمال عجز
وانکساری کے دعا کی کہ اے پروردگار تو نے اپنے خاص بندہ سے وعدہ
کیا ہے کہ تجکو اور تیرے سب ہمراہیوں کو حج کروا کے ہندوستان میں داخل
کرونگا سو تیرا وعدہ سچا ہے مگر اس وقت ہم لوگوں پر یہ وقت تنگ ہے
ہم لوگ مایوس اور مضطر ہو رہے ہیں تو اپنا فضل و کرم کر اور اپنے وعدہ
کو پورا کر کہ ہم کو اس آفت ناگہانی سے نجات ہو پھر اس مجیب الدعوات نے
میری دعا قبول کی وہ جانور سیخچہ مستول کا نکال کر لے اڑا اور سیخچہ
لوہے کا تین چار ہاتھ لانبا اور دو انگشت کے پھر موٹا ہوگا اُس کے اڑنے
ساتھ ہی جہاز پانی سے اوپر آیا پھر تمام جہاز میں خوشی ہونے لگی اور ہم
لوگوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور خلاصیوں نے موافق اپنے معمول کے گلے
میں ڈھول ڈال کر سب سے آگے چلے تب ناخدا اور معلم وغیرہ نے کہا
یہ جانور نہ تھا اور یہاں پر کبھی کبھی کسی جہاز پر اسی طرح کا صدمہ ہو جاتا
ہے اور حاجی احمد جو کہ ہمارے آقائے نامدار دولتمدار کی سرکار فیض آثار
میں علاقہ قلعہ امیر گڈھ میں ملازم ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ میں بھی اُسی

جہاز پر تھا جب شور و غل بہت سا ہوا تب میں بہت گھبرایا اور
دبوسے کی چھت پر چڑھ کر دیکھا کہ ایک جانور کبوتر کی برابر مستول
کے سیخچہ پر بیٹھا ہے اور مثل آگ کے چمکتا ہے انتہیٰ پھر حکیم صاحب نے
مجھسے کہا کہ الفی میں تم نے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مخہ میں
چل کر لوگوں کے کپڑے بنوادینگے سو اللہ تعالیٰ نے ساتھ خیریت کے ہم
تم سب کو یہاں پر پہونچا دیا اب وہ لوگ مجھ سے کپڑا طلب کرتے ہیں میں
نے کہا بہت بہتر انشاء اللہ تعالیٰ دو ایک روز میں کپڑے کی تجویز کرینگے پھر
میں نے اور جہازوں پر بھی دریافت کیا تو وہاں لوگوں کو حاجت تھی پھر
میں نے آپس میں صلاح کر کے موافق حاجت ہر کسی کے کپڑے بنوادئے
انتہیٰ پھر مخہ سے دو دو ایک ایک کر کے آگے پیچھے لنگر جہازوں کے اٹھے
اور آگے کو روانہ ہوئے مگر جہاز فیض ربانی مولانا محمد اسماعیل صاحب کا
پندرہ روز کے بعد روانہ ہوا اور ہمارا جہاز پینتالیس روز تک
وہیں کھڑا رہا چھیالیسویں روز ہم لوگ اُس پر سوار ہوئے پھر وہ بھی روانہ
ہوا اور چار یا پنج روز کے عرصہ میں حدیدہ کے کنارے پہونچے اور
جہاز کا لنگر ہوا وہاں پر فقط مولانا صاحب کا جہاز کھڑا تھا اور باقی اور
حال معلوم نہیں کہ کسی بندر کے کنارے ان کا لنگر ہوا یا دریا میں گھومتے
رہے پھر نا خدا نے مجکو ایک بڑی کشتی دی کہ تم لوگ اس پر سوار

ہو کر اُتر جاؤ پھر میں نے تمام عورتوں اور مردوں کو اس پر سوار
کیا اور میں بھی سوار ہوا اور کچھ اسباب ضروریات ساتھ لے کر روانہ
ہوئے اُس روز ہوا بہت تیز تھی شدت ہوا سے موج کا یہ عالم تھا کہ
پچاس پچاس سو سو قدم آگے جاتے تھے جب کنارے شہر کے پہونچے
گھٹنوں گھٹنوں پانی میں کشتی کھڑی کی خلاصیوں نے کہا کہ پہلے عورتوں
کو اُتار دیجے، میں نے کہا کہ بھائیو پانی موجی پر رہے ہیں عورتوں کو کس
طرح سے اُتاروں میں تو نہیں اُتارتا پھر چار خلاصی کشتی سے اُتر کر شہر
میں گئے اور ایک سیڑی لائے پھر عورتوں کو بٹھا کر پار اتار دیا پھر
اسباب اُتارا اُس کے پیچھے ہم سب لوگ اُترے اور میدان میں اپنی
پالیں کھڑی کر کے اُس میں اُتر رہے اور مولانا محمد اسماعیل صاحب مکان
کرایہ لے کر اُترے جب ہمارے ناخدا نے اپنے کاموں سے فراغت کر لی
تب پندرھویں روز وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور مولانا
صاحب کے جہاز کے ناخدا کے کئی کام باقی تھے اس سبب سے اُن کے جہاز
کا لنگر نہ اُٹھا وہیں رہے پھر چلتے چلتے جب قریب یلملم کے پہونچے یکایک
ہوا بند ہو گئی جہاز کھڑا ہو گیا ناخدا اور معلم گھبرائے کہ دیکھا چاہئے یہاں
پر کتنے دن لگیں اس عرصہ میں ایک جھونکا ہوا کا آیا کہ جہاز یلملم پر پہنچ
گیا مگر ہوا پھر بند ہو گئی جہاز کھڑا ہو گیا اس میں معلم نے کہا کہ

صاحبو ململم پر آگئے احرام باندھو اور دعا کرو کہ اللہ تعالی ہوا عنایت
کرے پھر میں نے لوگوں کو احرام تقسیم کر دئے بعض بعض لوگوں نے
غسل کیا اور بعضوں نے وضو کر کے احرام باندھے اور دعا میں مشغول
ہوئے دعا کر ہی چکے تھے کہ ہوا چلنی شروع ہوئی اس طرح کی ہوا
تیز چلی کہ اُسی روز ظہر کے وقت کنارے جدہ کے جہاز جا پہونچا اور
لنگر ہوا اس وقت ناخدا حضرت علیہ الرحمۃ کے فضائل اور بزرگیاں بیان
کرنے لگا کہ حضرت امیر المومنین نے وقت رخصت کے دعا کی تھی اور فرمایا
تھا کہ اللہ تعالی تم لوگوں کو ساتھ خیریت کے جدہ میں پہونچاوےگا سو
آج حضرت میاں صاحب کی دعا کی برکت سے اللہ تعالی نے ساتھ خیر و عافیت
کے یہاں پر پہونچایا پھر مجھ سے کہنے لگا کہ اب یہاں پر جہاز میں ہمارا کچھ
اختیار نہ رہیگا سو تم اپنا درست رکھو اب جدہ سے لوگ سوداگری
اسباب کی تلاشی کے لئے آنے والے ہیں اور اُن کے ساتھ اور بھی ہوڑیاں
آوینگے اس میں ایک کو کرایہ کر کے سوار ہو جانا یہ کہہ کر ناخدا اور معلم
نودبو سے کی چھت پر جا بیٹھے پھر میں نے اپنا اسباب ایک جگہ پر جمع کر رکھا
تھوڑی دیر گذری تھی کہ پانچ کشتیاں کنارے سے مانند تیر کے تیز آئیں
اور گرد جہاز کے کھڑی ہوئیں دو پر تو ترک لوگ سوار تھے اور ان کے
ہاتھوں میں دو دو ہاتھ کے ڈنڈے موٹے اور تین کشتیاں خالی تھیں

خلاصیوں نے پہلے سے رسی زینہ کی لٹکا رکھی تھی اس کو پکڑ کر ترک
لوگ جہاز پر آئے اور ادہر ادہر باہر دیوسوں کے اسباب تجارت
کا دیکھتے پھرتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُنہی کا جہاز اور مال ہے
پھر جاوے کے ملانے ایک ہوڑی انہیں تین ہوڑیوں میں سے چھ ریال
میں کرایہ کی میں نے اس ملانے سے کہا کہ ہوڑی تو بڑی ہے اور تم تین آدمی
ہو ہم بھی اسی پر سوار ہو چلیں اُنہوں نے کہا اچھا پھر میں نے ان کو تین ریال
دئے اور اپنا تمام اسباب اس پر رکھا اور چار ریال لیتے دال چاول کے باقی
لیتے جہاز پر چھوڑ دئے کہ ان کو پھر آکر لیجا دینگے پھر عورتوں اور مردوں کو
اس پر سوار کیا اور میں بھی بیٹھا اور روانہ ہوئے اور کنارے پر پہونچے پھر
کشتی کو کنارے سے ملا کر کھڑی کی وہاں کے پانی کا حال معلوم نہیں کہ کس قدر
گہرا تھا پانی سے ملا ہوا لمبا ایک تختہ سا بنا ہے کہ آدمی کشتی سے خشکی میں اُترتا
ہے اور وہیں پر کشتیاں کھڑی ہوتی ہیں پہلے ہم نے عورتوں کو اُتارا اور اُن کے
ساتھ بیس آدمی اُتار کر الگ کھڑا کر دیا اور وہاں پر لوگوں کا مجمع کثیر تھا
اور ہمیشہ اسی طرح سے وہاں پر لوگ رہتے تھے اُن میں مزدور بھی اور سوداگر وغیرہ
بھی اور تین آدمی محصولی اسباب کی تلاشی کے لئے آکر کھڑے ہو گئے پھر ہمارا
اسباب اُترنا شروع ہوا جب تمام اسباب کشتی سے اُتر چکا تب محصول
والوں نے ہماری گٹھریاں کھولنی شروع کیں اور تلاشی لینے لگے اس میں کچھ

ایک شخص نے ہندی زبان میں مجھ سے پوچھا کہ تم لوگ حاجی ہو میں
نے کہا کہ ہاں اُس نے کہا کہ تمہارے پاس کچھ اسباب بھول تو نہیں مگر
یہ لوگ تمہاری تمام گٹھریاں کھول کر اسباب بکھیر دینگے تم ان کو کچھ
دیدو، پھر میں نے اُن کو ایک ایک ریال دیدیا وہ لے کر چلے گئے اُسی جگہ
پر ایک برج سا نیا تھا اس بندر کا سردار بیٹھا تھا اُس سے جا کر
کہا کہ یہ لوگ حاجی مسکین ہیں یہ سُن کر وہ چپ ہو رہا اور یہاں پر
مزدوروں نے ہمارے اسباب سے ایک ایک گٹھری باندھی اور اپنے پاس
رکھ بیٹھ رہے مالک اسباب کا جس جگہ اوترتا ہے مزدور اسباب کو وہاں
پہنچا دیتے ہیں اور ان میں ایک شیخ ہوتا ہے وہ اسباب کا تخمینہ کر کے
واجبی مزدوری مالک اسباب سے دلا دیتا ہے پھر ہم لوگ کشتی سے اُتر کر آپس
میں صلاح و مشورہ کرنے لگے کہ اب یہاں سے چل کر کہاں اُتریں اسی
تشویش میں تھے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مکی دروازے چل کر اُتریں
پھر میں نے امان اللہ اور مرزا ہمایوں بیگ اور میر وصل لکھنوی سے کہا کہ مکی
دروازے چل کر اترو پھر ہم وہاں سے چلے اور مزدور ہمارے ساتھ ہوئے
اثناء راہ میں ایک شخص ملے اور ہم سے سلام علیک کی اور پوچھا کہ کہاں
سے آتے ہو میں نے کہا کہ کلکتہ سے، یہ سُن کر بولے کہ ایک سید پیرزادہ
ہندوستان کے آنے والے ہیں اور وہ بڑے صاحب کرامات ہیں اور

پہلے سے اُن کے آنی کی خبر ہو گئی ہے کیا تم ان کے ساتھی ہو میں نے کہا
ہاں پھر اُنھوں نے دوسرا کر ہم سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور پوچھا کہ میاں صاحب
بھی تشریف لائے، میں نے کہا نہیں ہم لوگوں کو آگے سوار کر کے روانہ کیا اور بھی
جہاز آگے پیچھے آتے ہیں مگر حضرت ہمارے سامنے اپنے جہاز پر سوار نہیں ہوئے
تھے میں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے کہا مجکو حسن صباغ کہتے ہیں اور میں رہنے
والا ملک ادبہہ کا ہوں مگر اب ایک مدت سے یہاں رہتا ہوں بعد اس کے
میں نے اُن سے کہا کہ جناب کوئی ایسی جگہ اُترنے کی تلاؤ کہ جہاں لکڑی
پانی کا آرام ہو اُنھوں نے کہا بہت اچھا پھر اُنھوں نے ہم کو گلی دروازے
پر لیجا کے کھڑا کیا اور کہا یہاں سب طرح کا آرام ہوگا شہر پناہ کی دیوار
کے تلے اندر شہر میں خیمہ کھڑا کیا اور اُترے پھر مزدوروں کی مزدوری بھی
حسن صباغ نے ہم سے لے کر دیدی اس عرصہ میں سقہ گدہوں پر مشکیں پانی
کی بھری ہوئی باہر سے لائے اور اونٹوں پر لکڑیاں بھی آئیں پھر حسن صباغ
پانی اور لکڑیاں مول لے دیں اور ہم سے کہا کہ ہمیشہ اسی طرح لے لیا کرو
پھر وہ اپنے مکان کو گئے بعد دو تین روز وں کے پچھلے جہازوں کا آنا شروع
ہوا آگے پیچھے آٹھ دن میں سب جہاز آگئے مگر حضرت علیہ الرحمۃ کا جہاز
نہ آیا بعضے جہازوں کے لوگوں کو میں لے لئے پاس اُتارا اور بعضے لوگ
مکانوں میں اُترے اور بعض جامع مسجد میں ان دنوں مجکو تپ لرزہ

تم بھی لکھادو اور وہ کاغذ بھی مجھ کو سنایا، میں نے کہا کہ مجھ کو توقت روانگی حضرت میاں صاحب نے سات روپے عنایت فرمائے تھے اس میں چار روپیہ تو خرچ ہوئے اور تین روپے ابھی تک میرے پاس موجود ہیں اور تین روپے ابھی تک میرے پاس موجود ہیں میں کیا لکھاؤں اور تم نے جو اس قدر خرچ کیا یہ روپیہ اللہ کا ہے کس کے حکم سے اُٹھایا گیا حضرت میاں صاحب نے کہہ دیا تھا اگر بھائیو یہ روپیہ جو اچھی جگہ صرف ہوا ہے تو خیر اور نہیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں تم سبھوں کا مواخذہ ہوگا پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ سب چلے گئے بعد کئی دن کے حضرت علیہ الرحمۃ کا جہاز آیا اور لنگر ہوا سوان کے جہاز کے آنے کی صورت یہ ہے کہ حضرت سید عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خواہرزادہ حضرت امیرالمومنین امام المجاہدین علیہ الرحمۃ کے فرماتے ہیں کہ جب حضرت ممدوح پر فتوح نے شہر کلکتہ میں منشی امین الدین صاحب کے باغ سے ارادہ کوچ کا کیا تو نو دس روز پہلے سے اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقربا اور اکثر قافلہ کے لوگوں کو دس جہازوں پر سوار کرکے رخصت فرمایا اور اپنے ہمراہ فقط بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ والدۂ ماجدہ سید محمد اسماعیل صاحب کو اور سید محمد صاحب مرحوم اور سیّد زین العابدین اور چند رفیق اور مجھ کو رکھ لیا۔ تفصیل اُن جہازوں کی یہ ہے کہ ایک جہاز کا نام دریا بقی تھا ناخدا اس پر سیّد عبدالرحمٰن حضرموتی تھے اور گھران کا مجھ میں بھی تھا اس جہاز پر حضرت

علیہ الرحمۃ نے اپنے اہل وعیال اور عزیز واقربا کو سوار کروایا کہ سب مرد
عورت ملاکر ڈیڑھ سو آدمی تھے اور سردار اُس جہاز کے حضرت علیہ الرحمۃ
آپ تھے اور دوسرے جہاز کا نام فتح الباری اور ناخدا اس پر عبداللہ بلال
عرب تھے اور اُس پر حضرت نے ستر آدمی سوار کرواکر مولوی عبدالحق صاحب
کو سردار کیا اور مولوی صاحب رہنے والے قصبہ نیوتنی کے تھے جو علاقہ لکھنو
میں ہے اور تیسرے جہاز کا نام عطیہ الرحمٰن تھا اور یہ بڑا جہاز خشکی تھا کہ
مع میگزین ساٹھ ضرب توپ اس پر تھی اور اُس کا ناخدا چالیس جہازوں
کا کپتان تھا محمد حسین ترک رومی اس پر اپنے سرسٹھ آدمی سوار کرواکر قاضی
احمداللہ صاحب میرٹھی کو سردار کیا اور چوتھے جہاز کا نام غراب احمدی تھا
اس پر حضرت نے پچاس آدمی سوار کرواکر مولوی وحیدالدین صاحب اور حکیم
مغیث الدین صاحب سہارنپوری کو سردار کیا اور پانچویں جہاز کا نام
فتح الکریم تھا اور ناخدا اُس پر محمد حسن نام سقطی تھا اس پر آپ نے
چھہ اوپر ستر آدمی سوار کرکے میاں دین محمد صاحب کو سردار کیا اور چھٹے
جہاز کا نام فیض ربانی تھا اس پر آپ نے پچھتر آدمی سوار کرواکر مولانا
محمد اسماعیل صاحب دہلوی کو سردار کیا اور ساتویں جہاز کا نام فیض الکریم
تھا اُس پر آپ نے پچاس آدمی سوار کرواکر قاضی عبدالستار صاحب گدڈیکیسری
کو سردار کیا اور آٹھویں جہاز کا نام عباسی تھا اُس پر آپ نے چالیس آدمی

سوار کرواکر حاجی پیر محمد صاحب بانس بریلوی کو سردار کیا اور نویں جہاز کا نام تاج
تھا اُس پر آپ نے پینسٹھ آدمی سوار کرواکر قادر شاہ بریانوی کو سردار
کیا اور دسویں جہاز کا نام فتح الرحمٰن تھا اُس پر آپ نے پچاس آدمی
سوار کرواکر حاجی یوسف صاحب کشمیری کو سردار کیا اور ان پانچ جہازوں
کے ناخداؤں کے نام یاد نہیں ہیں اور تمام آدمی قافلہ کے سات کم سات سو تھے
اور سات اوپر پچاس مسکین سب ملاکر ساڑھے سات سو آدمی تھے اور مسکین
کسی جہاز پر تین تھے کسی پر چار کسی پر پانچ اسی طور سب پر تھے اور حضرت کے
یہاں نو خرید بائیس دیگیں اور لگنیں اور سینیاں وغیرہ تھیں سو چار دیگیں اور
چند لگنیں اپنے جہاز پر رکھوادیں اور باقی دو دو دیگیں اور لگنیں اور سینیاں ہر ایک
جہاز پر رکھوادیں اور غلہ اور کپڑا اور جو کچھ اسباب تھا گاڑیوں پر لدواکر لے
گئے اور جہازوں پر چڑھانا شروع کیا جب اسباب روانہ ہونے لگا بلا گیر
انگریز کہ وہ شہر کلکتہ کا کوتوال تھا اُس نے سابر کے انگریز کو کہلا بھیجا
کہ سید صاحب کا اسباب جہازوں پر چڑھایا جاتا ہے چپراسیوں پر تاکید ہو جاوے
کہ کوئی ان کے اسباب سے مزاحم نہ ہو اور کسی بات پرسی نہ کرے بلا تکلف
جانے دے جب اس بات کو اور سوداگروں نے سنا لاکھوں روپیوں کا
اپنا اسباب تجارت کا گاڑیوں پر لدواکر ہمارے اسباب کی گاڑیوں کے
ساتھ لے گئے اور اپنے جہازوں پر چڑھادیا اور جس نے اُن سے پوچھا

کہ یہ اسباب کس کا ہے جواب دیا کہ سید صاحب کا ہے یہ سن کر کوئی اُن سے
مزاحم نہ ہوتا اور حضرت کے ہمراہ کی گٹھریوں کی علامت یہ تھی کہ ہر گٹھری
پر حضرت کے اسم مبارک کے عدد ایک سو ستائیس لکھے تھے جب تمام اسباب
چڑھ چکا پھر ان کو روانہ کیا اور حضرت علیہ الرحمۃ کے نو دس روز ٹھہرنے کا سبب
یہ تھا کہ شہر کے چند شرفا نے آپ سے عرض کی کہ آپ کے جہاز کے ناخدا عبدالرحمن
بھی نو دس روز شہر میں اپنے حساب و کتاب کے لئے رہینگے اور جب تک وے جہاز
پر نہ جاویں گے تب تک جہاز روانہ نہ ہوگا اس سے تو آپ بھی ٹھہر جاویں تب تک
اور بھی خلق اللہ کو ہدایت ہوگی یہ بات سن کر آپ ٹھہر گئے اور نو جہاز تو آگے
روانہ ہوگئے مگر آپ کا جہاز کلکتہ سے سو کوس پر گنگا ساگر میں ٹھہرا رہا پھر
جب ناخدا ممدوح اپنے کار ضروری سے فراغت کر چکے تب حضرت علیہ الرحمۃ
کو کہلا بھیجا کہ اب آپ بھی چلنے کی تیاری کریں پھر اُس کے اگلے روز سویرے
حضرت نے بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ کو اور سید محمد صاحب کو ایک ایک بجرے پر
سوار کروا کے روانہ کیا اور فرمایا کہ ہم بعد نماز ظہر کے سوار ہوں گے اور
اُس روز پہر سوا پہر دن چڑھے آپ کی ضیافت منشی امین الدین صاحب کے
یہاں تھی اور تمام شرفا امرا شہر کے اُس دعوت میں شریک تھے اس روز
کے انبوہ کا شمار قیاس سے باہر تھا خدا جانے کتنے لوگ تھے پھر بعد تناول
طعام ضیافت کے حضرت علیہ الرحمۃ ظہر کے وقت تک اُنہیں کے مکان پر

رہے اور وہیں نماز ظہر پڑھی اور بعد نماز ظہر کے کچھ دیر وعظ فرمایا اور
جو خلفا آپ کے وہاں حاضر تھے ان کو نصیحت کی کہ تم سب آپس میں باہم
اتفاق کے رہا کرنا اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور اعانت کیا کرنا اس
میں اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے لوگوں کو زیادہ ہدایت کرے گا اور
یہ فرمایا کہ میرے پیچھے اگر کوئی شخص کہے کہ سید احمد کی توجہ میں بڑی زبردست
تاثیر تھی جس کو وہ توجہ دیتے تھے بلا شک اُس کو فائدہ ہوتا تھا سو اس شخص
کو جانیو کہ بڑا ہی کاذب اور مفتری ہے اس لئے کہ یہ امر میرے اختیار سے باہر
بارہا اکثر لوگوں کے واسطے میں نے چاہا کہ میری توجہ سے ان کو کچھ فائدہ ہو مگر
خاک بھی نہ ہوا اور جن کی طرف سے مجکو اس بات کا خیال نہ تھا ان کا یہ
حال ہوا کہ ادھر سے کوارڑ کی آڑ میں ان کو لے گیا اور اُدھر سے ایک دم میں ولی
کر کے نکال لایا یہ بات محض من جانب اللہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر
کوئی کہے کہ سید احمد کہتے تھے کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے یہ بات وہ
غلط اور جھوٹ کہتے تھے کیونکہ جناب باری تعالیٰ کسی مخلوق سے کلام نہیں
کرتا ہے سو تم جانیو کہ وہ شخص بھی بڑا جھوٹا ہے کہ تکذیب کلام باری
تعالیٰ کی مخلوق سے کرتا ہے اور کلام اللہ سے ثابت ہے کہ وہ ذات
پاک تعالیٰ شانہ نے چیونٹی سے اور ہوا اور پانی وغیرہ سے کلام کیا ہے
اگر اپنے کسی ادنےٰ بندے آدمی سے کلام کرے تو کون سا امر محال اور
عجب ہے پھر بعد فراغ وعظ کے منشی امین الدین صاحب سے فرمایا کہ

ہم نے تم کو اپنا خلیفہ تو بس کیا مگر یہاں کے اپنے سب خلیفوں کا جمعدار
کیا پھر اپنے سر مبارک سے پگڑی سرمئی اُتار کر منشی صاحب کے سر پر رکھ دی
اُس وقت منشی صاحب پر ایسی رقت ظاہر ہوئی کہ با آواز بلند رونے لگے اور
جس قدر لوگ وہاں حاضر تھے سب رقت میں آئے یہاں تک کہ جو ہند و
کھڑے تھے وہ بھی روتے تھے دیر تک یہی حالت سب پر ظاہر رہی عجب
ایک حالت تھی کہ کیفیت اُس کی بیان نہیں ہو سکتی جو وہاں حاضر ہوگا جانتا
ہوگا پھر وہاں سے آپ نے چلنے کی تیاری کی اور شیخ عبداللہ بیٹا غلام حسین
خاں فخر التجار کا صبح سے آپ کے پاس اپنے مکان پر لیجانے کو حاضر تھا بگھی
بھی لایا تھا اور ان روزوں شیخ غلام حسین خاں بہت بیمار تھے آپ نے
شیخ عبداللہ سے وعدہ کیا تھا کہ ہم تمہارے والد کی عیادت کو چلیں گے اور
پوری حکایت شیخ غلام حسین خاں کی یہ ہے کہ جب حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کلکتہ میں داخل ہوئے اور منشی امین الدین صاحب کے باغ میں اُترے
اور شہر کے ہزاروں شرفا اور غربا ہر روز واسطے ملاقات اور بیعت کے آنے
لگے مگر کسی روز غلام حسین خاں نہ آیا بلکہ بعض بعض اُس کے یاروں آشناؤں
نے اس سے کہا کہ جو سید صاحب ہندوستان سے قافلہ لے کر اس شہر میں
آئے ہیں اور منشی امین الدین خاں صاحب کے باغ میں فروکش ہیں کوئی

اس شہر کا وضیع وشریف ایسا کم ہوگا جو ان کی ملاقات کو نہ گیا ہوگا
سو مناسب ہے کہ کسی روز تم بھی جا کر اُن سے ملاقات کر آؤ اور شیخ
غلام حسین خاں بڑا صاحب ثروت اور مغرور ومتکبر تھا اور کسی امیر وکبیر اور
پیر وفقیر کو اپنے خیال میں نہ لاتا تھا اور سرکار انگریزی سے فخر التجار اس کا
خطاب تھا اور کارخانہ تجارت اُس کے کا یہ تھا کہ چار یا پانچ جہاز تو اُس
کے اپنے گھر کے تھے ان کا کرایہ اُس کے یہاں آتا تھا اور گودام اُس کا ایسا
تھا کہ مہینہ میں فقط اُس کے کرایہ کے پانچ ہزار روپیہ آتے تھے اور جو
ملک ہندوستان اور ملک یمن اور ملک عرب اور ملک مصر اور ملک شام اور
ملک ایران اور ملک چین وغیرہ میں اُس کی کوٹھیاں تھیں اُن کی آمدنی کا کیا
شمار فی الحقیقت کروڑپتی سوداگر تھا اور تیرہ زبانوں میں خط وکتابت اور
کلام کرتا تھا اور تیرہوں ملک کے تاجروں کی ایک ایک کچہری جدی اُس کے
یہاں تھی چنانچہ ہندوستانی کچہری جدی اور انگریزی جدی اور فرانسیسی جدی
اور چینی جدی اور کوکنی جدی یمنی جدی عربی جدی اور مصری جدی اور شامی جدی
ترکی جدی فارسی جدی اور دو کے نام نہیں یاد اور اکثر جہازوں کی روانگی بابت
اُسی کی کچہریوں سے تھی سو بسبب اس مال ومنال کے اور جاہ وجلال کے نخوت
اور تکبری سے اُس نے اپنے یاروں اشناؤں کو جواب دیا کہ وہ سید صاحب تو
قافلے کر حج کے ارادہ سے آئے ہیں اور جہازوں کی روانگی کا حال
تم سب جانتے ہو کہ بغیر میری صلاح کے دشوار ہے سو اس واسطے وہ سید صاحب جب

خود میرے پاس ملتجی ہوکر آوینگے مجکو وہاں جانے کی کیا ضرورت القصہ
یہ بات رفتہ رفتہ شہر کے سب سوداگروں کو پہونچی اور بعض بعض نے
حضرت علیہ الرحمۃ سے بھی یہ خبر آکرکہی آپ تو سُن کر خاموش رہے کچھ
نہ بولے مگر وے سوداگر لوگ اپنے دلوں میں کمال ناخوش ہوئے کیونکہ وے
سب حضرت کے مخلص اور مرید تھے اور سب نے آپس میں مشورہ کرکے بغیر اطلاع
حضرت کے یہ بات ٹہرائی کہ ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ شیخ غلام حسین کو خبر نہ
ہونے پاوے اور ہم سب اوپری اوپر جہاز کرایہ کرکے سید صاحب کو سوار کرواکر
روانہ کریں تاکہ شیخ غلام حسین کا تکبر اور غرور ٹوٹے پھر یہی مشورہ
ٹہرا اور سب نے مل کر گیارہ جہاز جاکر جہاز والوں سے ٹہرائے مگر پیچھے کو
ایک جہاز موقوف کیا دس رکھے اس لئے کہ اُس کی کچھ حاجت نہ تھی اور
حضرت علیہ الرحمۃ کے ہمراہ مع مساکین ساڑھے سات سو آدمی تھے فی نفر سولہ
روپیہ نول جہاز کا ٹہرا اور آکر حضرت سے اطلاع کی کہ ہم سب نے مل کر آپ
کے واسطے دس جہاز ٹہرالئے ہیں آپ یہ بات سُن کر خوش ہوئے اس عرصہ میں
یہ خبر شیخ غلام حسین خاں کو پہونچی سنتے ہی اُس کے حواس جاتے رہے کہ
یہ کیا معاملہ اوپری اوپر لوگوں نے کرلیا اور میری تو بات ہی گئی اب اس
کی کیا تدبیر کرنی چاہئے پھر اُس نے جہاز والوں کو بہکانا شروع کیا کہ
تم نے یہ کیا نادانی کی کہ فی نفر سولہ روپیہ نول قبول کئے وے سید صاحب تو
بڑے مالدار ہیں جو تم اُن سے نول جہاز کا مانگتے سو وے اپنی غرض کو

دیتے اور وے لوگوں کے کھانے کو غلہ بھی چڑھاو ینگے اس کا تم
کرایہ اُن سے جدا مقرر کرلو یہ سُن کر وہ جہاز والے پھر گئے اور
ان سوداگروں سے جنہوں نے جہاز بھرائے تھے کہنے لگے کہ سولہ روپیہ
آدمی نول تو ہم نہ لیویں گے یہ تو فقط آدمیوں کا ہوا اور جو کچھ غلہ اُس
پر چڑھاو ینگے اس کا کرایہ ہم جدا لیویں گے پھر یہ حال ان سوداگروں
نے آکر حضرت سے عرض کیا کہ جہاز والوں کو شیخ غلام حسین خاں نے
بہکا دیا سو اب وے اس طرح کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ خیر کیا مضائقہ ہے
فی نفر بیس روپیہ کردو اُنہوں نے بیس روپیہ آدمی کر دیا اس میں وے راضی
ہوگئے شیخ غلام حسین خاں کو بڑی ندامت اور خجالت ہوئی کہ غلہ کے
چڑھانے کا ہی کرایہ اُنہوں نے قبول کرلیا اب کیا تدبیر کیا جائے پھر رفتہ
رفتہ تمام شہر میں شہرت ہوگئی کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے
اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے مگر غلام حسین خاں فخر التجار نے آج تک
حضرت سے ملاقات نہیں کی دیکھا چاہیئے انجام کار اس کا کیا ہو اور کیا معاملہ
درپیش آئے یہ ذکر تمام شہر میں مشہور ہو رہا تھا اکثر سوداگروں کی عورتوں نے
ان کے یہاں جاکر شیخ مذکور کی بی بی سے یہ حقیقت بیان کی کہ تمام خلق اللہ شہر
کی ادنی اور اعلی سید صاحب کے پاس گئے اور بیعت کی مگر غلام حسین خاں نہیں
گئے عنقریب ہے کہ کوئی صدمہ غیبی تمہارے مکان پر نازل ہو ہم کو انجام
کار اس کا بُرا معلوم ہوتا ہے چاہیئے کہ تم بیکس شیخ صاحب کو حضرت کی خدمت

یا برکت میں روانہ کرو چاہیں وہ بیعت کریں یا نہ کریں مگر جانا بہت مناسب
ہے پھر ان کی عورتوں نے شیخ صاحب سے کہا کہ تم کو حضرت کے پاس جانا
عین مصلحت ہے جس طرح ہو سکے جاؤ پھر غلام حسین خاں اور نواب
معتمد الدولہ کا وکیل اور دو غلام سیدی سرخ بنات کے چوغے پہنے ہوئے
ان کے ساتھ بگھی پر سوار ہو کر آئے اور پوچھا کہ سید صاحب کہاں ہیں
لوگوں نے کہا کہ اس مکان میں بیٹھے ہیں پھر وہ بگھی سے اُتر کر حضرت کے
پاس گئے اُس وقت تمام سوداگر امیر و غریب اور بہی صدہا لوگ شہر کے
حاضر تھے لوگوں نے غلام حسین خاں کو آتے دیکھ کر حضرت سے عرض کی
کہ غلام حسین خاں فخر التجار آتے ہیں آپ نے فرمایا کیا مضائقہ آنے دو پھر
وہ پاس آئے اور سلام علیک کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ
کیا پھر وہ بیٹھے اور حضرت کا مزاج پوچھا آپ نے فرمایا الحمد للہ پھر
آپ نے بھی اُن کا مزاج پوچھا اس میں ایک شخص نے حضرت سے عرض
کی کہ تمام اسباب قسم غلہ اور کپڑے وغیرہ تیار ہے فقط جہازوں پر
چڑھانا باقی ہے اس بات کو سُن کر غلام حسین خاں نے پوچھا کہ حضرت
آپ نے اپنی سواری کو کون سا جہاز مقرر کیا آپ نے فرمایا کہ جہاز دریا بیگی
غلام حسین خاں نے کہا کہ جہاز عطیۃ الرحمن بادشاہی ہے اور اس پر ساٹھ

ضرب توپ چڑھی ہیں اور محمد حسین ترک رومی اس کا ناخدا ہے اور وہ
چالیس جہازوں کا کپتان ہے آپ اُس پر سوار ہوں جس وقت آپ ملک
عرب میں پہونچینگے تو بسبب سواری اس جہاز کے وہاں کے لوگ آپ
کی بہت بڑی عزت اور حرمت کرینگے اس بات کو سُن کر آپ کا چہرہ
مبارک غصہ سے متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ غلام حسین خاں یہ تم نے کیا کہا عزت
اور حرمت تو خدا کی طرف سے ہوتی ہے بندے کی طرف سے تو نہیں ہم
دنیا کی قدر و منزلت کو ایسا جانتے ہیں جیسا سڑا کتا اور بہی بہت سی
اسی طرح کی باتیں فرمائیں اُس وقت تمام اہل مجلس ایک عالم سکوت
میں تھے اس وقت غلام حسین خاں کے چہرہ پر دہشت ایزدی سے زردی
چھا گئی سر نیچا کئے ہوئے بیٹھے رہے اس طرح کی ندامت حاصل ہوئی
کہ پھر اُوپر کو نہ دیکھا کہ سید صاحب کیا فرماتے ہیں جواب دنیا تو درگذر
پھر بعد تھوڑی دیر کے حضرت سے رخصت چاہی کہ میں مکان کو جاتا
ہوں، آپ نے فرمایا کہ فی امان اللہ، پھر وہ سوار ہو کر چلے گئے بعد اس
کے اور لوگ بہی حضرت سے رخصت ہو کر اپنے اپنے مکان کو گئے اور یہ چرچا
کوچہ بکوچہ ہونے لگا کہ آج غلام حسین خاں حضرت کے پاس آئے تھے
اور اس طرح سے گفتگو ہوئی اور بہت ندامت زدہ ہو کر چلے گئے اور جو
مستورات اُن کی اُن کے مکان میں جاتی تھیں اُنہوں نے اُن کی

عورتوں سے وہ سارا حال بیان کیا اور کہا آج کی بات بہت بُری ہوئی
خدا خیر کرے اگر سید صاحب راضی ہوئے تو بہتر اور نہیں تو بعد اس کے دیکھا جائے
کہ کیا معاملہ در پیش آئے جس صورت سے ہو سکے سید صاحب کو راضی کیا جائے
اس درمیان میں غلام حسین خاں بہت ہی بیمار ہوئے بلکہ لوگ کہتے تھے کہ اُن
کو جنون ہو گیا ہے پھر شیخ محمد حنیف غلام حسین خاں کے چھوٹے بھائی اور عبد اللہ
حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت سی التجا کی کہ آپ اُن
کے دیکھنے کو ضرور چلیں، پھر حضرت اُن کے مکان پر تشریف لے گئے اور
اُن کے لئے دعا بھی کی پھر خدا کے فضل و کرم سے چند روز میں خاصے تندرست
ہو گئے بعد اس کے ایک روز شیخ عبد اللہ غلام حسین کا بیٹا حضرت کے پاس آیا
اور عرض کی کہ کل میرے یہاں آپ کی دعوت ہے اور جناب بی بی صاحبہ معظمہ
کی بھی، آپ نے فرمایا کہ کیوں یہ بکھیڑا کرتے ہو رہنے دو پھر اُس نے بہت
سا اصرار کیا تب آپ نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے جائے پھر اُس نے کہا
کہ آپ قبول فرمائیں اور جناب بی بی صاحبہ کو جانے کی اجازت دیں آخر
کو آپ نے بی بی صاحبہ کو اُن کے یہاں جانے کی اجازت دی پھر جناب
دونوں بیبیاں حضرت علیہ الرحمۃ کی اور عورتیں برادری اور غیر اُن
کے یہاں گئیں اُس وقت میں کہیں چلا گیا تھا مگر یہ معلوم نہیں کہ غلام حسین
خاں نے عبد اللہ کو بھیجا تھا یا وہ خود ہی آیا تھا پھر بعد ظہر کے میں

آیا' حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ دونوں والدہ سید محمد اسماعیل کی شیخ عبد اللہ کے یہاں گئیں ہیں تم جا کر اُن کو لے آؤ پھر میں عصر کے وقت شیخ عبد اللہ کے مکان پر گیا اور اندر کہلا بھیجا کہ سواریاں آئیں ہیں پھر ان سب کو سوار کرا کے مکان پر لایا اور مجکو یاد نہیں کہ حضرت علیہ الرحمۃ دعوت میں گئے یا نہیں مگر عبد القیوم کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت نے عشا کے وقت اُن کے مکان پر جا کر کھانا تناول فرمایا مگر غلام حسین خاں دعوت میں نہیں تھے اور اُن کے عزیز و قربا کھانا کھلاتے تھے انتہیٰ اب یہاں سے سید صاحب کے رخصت ہونے کا بیان ہوتا ہے کہ پھر حضرت علیہ الرحمۃ باغ سے باہر تشریف لائے اور بگھی پر سوار ہو گئے آپ کے ساتھ اندر بگھی کے ایک تو میں بیٹھا اور دوسرے مولانا عبد الحیی صاحب اور تیسرے شیخ عبد اللہ غلام حسین خاں کے بیٹے اور چوتھے منشی امین الدین خاں صاحب اور پانچویں ایک صاحب تھے نام اُن کا یاد نہیں اور پیچھے بگھی کے سید محمد یعقوب صاحب اور مولوی محمد یوسف صاحب کھڑے تھے پھر وہاں سے روانہ ہوئے جب قریب بڑے مدرسہ کے پہنچے تو دیکھا کہ مدرسہ سے لاٹ مہرا گرجا تک ایک مخلوق عورت و مرد ہندو و مسلمان یہودی و نصاریٰ آپ کے دیدار فیض آثار کے لئے جمع تھے اس کثرت سے کہ آدمی کا ادھر سے اُدھر گذر ہونا بہت دشوار تھا صدہا آدمی پکارتے تھے کہ بچو بچو مگر کون کس کی سنتا تھا یہ

معلوم ہوتا تھا کہ اب کچھ دیر میں بگھی دبی جاتی ہے آخر کو بہزار دشواری
غلام حسین کے دروازے تک پہونچی شیخ عبدالدان کا بیٹا بگھی سے جلد اتر
کر اندر مکان کے گیا اور خبر دی کہ سید صاحب تشریف لائے ہیں پھر حضرت
بگھی سے اُتر کر اندر تشریف لے گئے پھر ہم بھی اُتر کر آپ کے پیچھے اندر
گئے سامنے دروازے کے شیخ غلام حسین خاں چارپائی پر لیٹے تھے اور اُن
کے چند عزیز اقربا کے لوگ کھڑے ہو گئے پھر آپ جا کر ان کے پاس چارپائی
پر پیر لٹکا کر بیٹھے کوئی دو چار کلام کئے ہونگے تب تک ہم جا پہونچے
پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے مگر معلوم نہیں کہ حضرت سے اور اُن سے
کیا کلام ہوا پھر اسی بگھی پر سوار ہو کر قلعہ کی طرف چاندنول گھاٹ
کو روانہ ہوئے اور لاٹ صاحب کے گرجا کے برابر یہودیوں کے محلہ میں
پہونچے وہاں سے آپ کے ہمراہی کلمہ باآواز بلند پڑھتے ہوئے گذرے
اور قلعہ کے میدان میں جا کر سواری ٹہری اُس وقت ایک جم غفیر اور
مجمع کثیر یہودی اور نصرانی بے سب چھتریں لگائے ہوئے کوٹھوں پر اور
رستے میں کھڑے تھے اور اُن کی عورتیں اُن کے ساتھ تھیں بلکہ تمام
اہل قلم وغیرہ اپنی کچہریں خالی چھوڑ کر اس وقت وہاں موجود تھے
اور لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ لاٹ اپنی کوٹھی پر مع تمام عملہ کے کھڑا ہوا
دیکھ رہا ہے جب قلعہ کے میدان میں پہونچے وقت عصر کا ہوا لوگوں نے

دریا میں وضو کیا اور اذان کہی پھر صفیں آراستہ ہونے لگیں اُس وقت ایک قدرت حق کی نمودار تھی کہ ہزاروں ہزار آدمی نمازی تعداد ان کی گنتی سے باہر جب صفیں آراستہ ہو چکیں اور ایک صف دونوں جانب سے حد نظر تک تھی پھر حضرت علیہ الرحمۃ امام ہوئے اور تحریمہ باندھا اُس وقت صدہا لوگ باآواز بلند تکبیر کہتے تھے تسپر بھی آواز تکبیر کی سننے میں نہ آتی تھی مگر حضرت علیہ الرحمۃ کی ایسی آواز بلند تھی کہ سب لوگ سنتے تھے یہ بھی گویا آپ کی ایک کرامت تھی پھر بعد فراغ نماز کے آپنے دعا کی پھر بگھی کے پاس آئے اور لوگوں سے رخصت ہونے لگے اول کلکتہ کے قاضی عبدالحمید صاحب سے مصافحہ کیا اور رخصت ہوئے قاضی صاحب ممدوح نے اپنے لڑکے کو حضرت کے سپرد کیا کہ آپ اس کو اپنے ساتھ لیتے جاویں؛ بعد اس کے آپ نے اوروں سے مصافحہ کرنا شروع کیا ہر شخص سے رخصت ہوتے تھے اور اکثر لوگوں کو ایک روپیہ برکت کا عنایت فرماتے تھے میرے پاس کوئی چھ سات سو روپے تھے وہ تمام آپنے ایک ایک لوگوں کو عنایت فرمایا جب وہ سب چک گئے تب آپ نے لوگوں سے لے کر دینا شروع کیا اس وقت اس طرح کی آپ کے گرد کثرت لوگوں کی تھی کہ قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی پھر آپ لوگوں سے رخصت ہوتے تھے یکایک اس حبتی اور چالاکی سے بہنچ کے نکل گئے اور کشتی پر جا سوار ہوئے جب کشتیاں نے ناؤ کو روانہ کیا اُس

وقت لوگوں نے دیکھا کہ حضرت تو کشتی پر سوار ہیں سب لوگ متحیر تھے
کہ سید صاحب کس طرح سے وہاں پہونچے پھر اکثر لوگ جو دریا کے کنارے
کشتیاں لگی تھیں اُن پر سوار ہو کر حضرت کے پاس گئے اور ہم چند لوگ کنارے
پر اسی مجمع میں کھڑے رہ گئے اور اس تردد میں تھے کہ ہم کس طرح سے
جاویں پھر بعضوں نے ہم لوگوں کو بھی سوار کر کے لے گئے اور وہاں ایک کشتی جس
کو بینس کہتے ہیں کھڑی تھی حضرت کشتی سے اُتر کر اُس پر سوار ہوئے اور
لوگوں کی طرف دیکھ کر باواز بلند دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا السلام علیکم
سب نے جواب سلام کا دیا مگر اُس وقت عجب ایک حالت رقت کی نمودار
تھی کہ ہر شخص آپ کی مفارقت سے گریہ زاری کر رہا تھا اس میں مغرب
کا وقت آیا اور وہیں بینس پر جو لوگ کہ موجود تھے نماز پڑھی اور جو
شخص اُس پر پہنچتا گیا نماز میں شریک ہوا پھر بعد نماز کے لنگر بینس کا اُٹھا
اور اس قدر گرد بینس کی کشتیوں کا مجمع تھا کہ ہماری کشتی جس پر میں سوار تھا نہایت
دشوار بینس تک پہنچی جس وقت میں بینس پر سوار ہوا بہت اندھیرا ہو گیا تھا
بعد اس کے بینس وہاں سے چلی اور تیز ہوئی جب لوگ رخصت ہوئے اور
اپنی کشتیاں کنارے کی طرف پھیر لے گئے چنانچہ اُس میں سعد الدین ناخدا
کہ یہ ہمیشہ کسی وقت حضرت سے جدا نہیں ہوتے تھے اور بہت سے اسی طرح
کے ذی عزت لوگ تھے آپ سے رخصت ہو کر چلے گئے مگر مولوی نصیر الدین

صاحب داماد مولانا محمد اسحاق صاحب کے اور شیخ محمد بہان ڈہی وہما،
کے یہ دونوں صاحب بینس پر سوار آپ کے ساتھ جہاز تک گئے وہ وقت
بھاٹہ کا تھا اور بھاٹہ کہتے ہیں پانی سمٹنے کو اور سمندر میں ایک دن میں
دو حال ہوتے ہیں کہ پانی گھٹتا بھی ہے اور بڑہتا بھی ہے گھٹنے کو بنگالی زبان
میں بھاٹہ کہتے ہیں اور بڑہنے کو جوار پھر تمام رات چلے گئے پھر صبح کو پہر
دن چڑہے کھیلا گاچھی میں پہونچے اور کھیلا گاچھی نام ایک جگہ کا ہے پہر
بھاٹہ موقوف ہوا اور جوار کا وقت آیا تب وہیں کھیلا گاچھی میں بینس کا
لنگر کردیا وہاں سے قریب دو کوس کے جہاز کھڑا تھا اور تمام رات سوا
پہر دن چڑھے تک مولانا عبد الحیٔ صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے
صدہا خط ہندوستان وغیرہ کے لوگوں کو لکھے مگر معلوم نہیں کہ کس کس کو لکھے
جب جہاز والوں نے دیکھا کہ بینس آئی تب وہاں سے پھو یعنی چھوٹی کشتی لے
کر ایک شخص حضرت کے ہمراہیوں سے آیا اور ہم لوگ یہاں بینس پر دوربین لگائے
دیکھ رہے تھے کہ وہ جہاز سے کشتی آتی ہے پہر وہ شخص کشتی سے اتر کر بینس
پر آیا اور حضرت سے عرض کی کہ خلاصیوں اور ہمارے لوگوں سے اسباب
اٹھانے اور رکھنے پر بہت تکرار ہوئی اور خوب سے ڈنڈے اور جوتے
چلے محسن خاں اور امام خاں اور حاجی حمزہ علی خاں وغیرہم کے بہت چوٹ
آئی اور معلم جہاز کا بڑا ہی ناپاک مفسد ہے آپس میں رفع شر تو نہ کیا

بلکہ خلاصیوں کی طرفداری کرتا رہا اور ہمارا اسباب بھی ادہر اُدہر کر دیا اور
کچھ جوتے بھی دریا میں ڈالدئے اور سوائے ٹیڑھی بات کے ہم لوگوں سے سیدھا
کلام نہیں کرتا ہے جب آرکاٹی انگریزنے یہ حال ان سبھوں کا دیکھا تب
بہت گھبرایا اور کہاکہ یہ سب ڈاکو ہیں میں اس جہاز پر ہرگز سوار نہ ہونگا
پھر تو وہ اسی وقت ایک چھوٹے پر سوار ہوکر خدا جانے کہاں چلا گیا اور
ارکاٹی زبان انگریزی میں رہبر کو کہتے ہیں جب حضرت علیہ الرحمۃ نے
اس قصہ کو سنا مجکو بلاکر فرمایا کہ تم کشتی پر سوار ہوکر جہاز پر جاؤ اور
دریافت کرو کہ یہ قصہ کیونکر ہوا پہلے اپنے لوگوں سے دریافت کرنا اگر
زیادتی اپنے لوگوں کی ہو تو ان کو خوب سی فہمائش کرنا اور اگر خلاصیوں
کا قصور ہو تو معلم سے بتاکید تمام کہنا کہ یہ دغابازی کی باتیں ہیں کچھ ہم
للّٰہ فی اللّٰہ تمہارے جہاز پر سوار نہیں ہوئے کہ تم اس طرح سے دھمکاتے
دباتے ہو ہم نے تو روپے دئے ہیں تم کو اس طرح کی باتیں کرنا مناسب
نہیں اگر پھر کبھی ایسی بات کروگے تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا پھر میں
کشتی میں سوار ہوکر جہاز پر گیا اور لوگوں سے تحقیق کر رہا تھا کہ اس میں
سید عبدالرحمٰن ناخدا کشتی پر سوار شہر سے آئے اور قریب جہاز کے پہنچے
پھر ان کے لئے رستی کہ جس پر بانات منڈہی تھی خلاصیوں نے لٹکائی وہ
ان کو پکڑ کے جہاز پر چڑھے اس عرصہ میں سید صاحب کی بہنیں جہاز

کی طرف روانہ ہوئی جہاز کے لوگ دیکھنے لگے اور مجھ سے کہا کہ ابھی تم
غم کھاؤ سید صاحب آتے ہیں خود آکر اس حال کو تحقیق کر لینگے پھر جب بینس
قریب آئی تب ناخدا نے کہا کہ وہی سی کہ جن ہم آئے ہیں حضرت کے لئے بھی
لٹکا دو معلم نے کہا کہ دوسری اور موجود ہیں اور وہ پرانی تھی ناخدا نے کہا
کہ وہی ہماری والی لٹکاؤ پھر وہی لٹکائی گئی حضرت اور حضرت کے ہمراہی ان
کو پکڑ کر جہاز میں داخل ہوئے پھر مولوی نصیر الدین صاحب اور شیخ محمد ہمان
کو آپ نے رخصت کیا پھر وہ تمام خط ان کو دئے کہ ان خطوں کو جہاں جہاں
کے ہیں پہونچا دینا پھر وہ رخصت ہو کر اسی بینس پر سوار ہو کر کلکتہ کو روانہ
ہوئے پھر دیوسے کی چھت پر معلم نے ناخدا سے وہ تمام قصہ جو حضرت علیہ الرحمۃ
کے لوگوں سے ہوا تھا بیان کیا اور دیوسہ کے دروازہ پر حضرت کے ہمراہیوں نے
حضرت سے وہ حال عرض کیا جب ناخدا اور حضرت علیہ الرحمۃ ایک جگہ
پر بیٹھے تب آپس میں اسی امر میں گفتگو ہونے لگی آخر کو زیادتی معلم کی ٹھہری
پھر حضرت علیہ الرحمۃ معلم پر بہت سے خفا ہوئے اور فرمایا کہ کچھ ہم للہ فی اللہ
جہاز پر سوار نہیں ہوئے ہم نے تو روپے دئے ہیں اور بھی اس کو بہت سا
سخت کہا اور فرمایا کہ اگر بار دیگر ایسی حرکت کرو گے تو تمہارے حق میں
بہت برا ہوگا اور ہمارے لوگوں سے بے اعتنائی کے کلام ہرگز نہ کرنا

اگر اچھی طرح سے ملے ملے رہو گے تو ہمارے آدمی تمہاری بہت کچھ تابعداری کرینگے
اور اگر تم نے کسی پر دست اندازی کی تو تم کو خوب سی سزا دینگے اس
درمیان میں کسی نے دبوسہ کے اندر سے آکر حضرت سے عرض کی کہ حضرت
اس وقت صحن بوا پر حالت نزع کی ہے آپ چل کر دیکھیں اور صحن بوا حضرت
کی دائی تھیں پھر آپ اندر تشریف لے گئے کوئی ایک گھڑی پاس بیٹھے ہونگے
کہ ان کا انتقال ہوا پھر آپ باہر تشریف لائے اور ناخدا سے فرمایا کہ ان کو
کہاں دفن کریں ناخدا نے عرض کی کہ کفنا کر یہیں دریا میں دفن کرینگے
آپ نے فرمایا کہ ابھی ہم کو کنارا نظر آتا ہے وہیں لیجا کر دفن کرینگے اور فی الواقع
کنارا دھوئیں کی طرح سے نظر آتا تھا پھر ناخدا نے کہا بہت بہتر پھر جہاز
سے مچھوا اُتارا اور اُن کو غسل اور کفن دے کر مچھوے پر سوار کیا اور بیس
آدمیوں سے آپ بھی سوار ہوئے اور کدال پھاوڑہ بھی رکھ لیا اور طرف
کنارے کے روانہ ہوئے اُس وقت کوئی پہر دن باقی ہوگا جب کنارے
پر پہونچے تو وقت عصر کا آگیا پھر وہیں جنازے کی نماز پڑھی اور قبر کھودی
پھر بعد مغرب کے ان کو دفن کیا اور روانہ ہوئے ادہر ناخدا نے جہاز پر
کئی لالٹین روشن کر کے مستول پر لٹکا دی تھیں پھر حضرت علیہ الرحمۃ ،
اسی روشنی کے پتے پر کوئی پہر سوا پہر رات گئے جہاز پر داخل ہوئے پھر
جب کوئی پہر رات باقی ہوگی تب لنگر جہاز کا اُٹھا اور پردے چڑھائے

پھر جہاز وہاں سے روانہ ہوا جس وقت ہم لوگ سوکر اُٹھے اور وضو،
کیا اور نماز پڑہی اس وقت سوائے پانی کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا جب
کوئی پہر دن چڑھا ہوگا اُس وقت تمام دریا کا پانی نیلا معلوم ہوتا
تھا جیسے کہ نیل کا ماٹہ اُس وقت لوگوں کو ایک تعجب ہوا کہ یہ پانی
کیسا سیاہ ہے پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی محمد یوسف صاحب کو
بلاکر فرمایا کہ ہر روز صبح کو ہمارے پاس آیا کرو اور سورہ زخرف کا پہلا
رکوع پڑھا کرو اور اس وقت بھی پڑھو پھر آپس میں گفتگو ہونے لگی کہ نماز
جمع کرکے پڑھا کریں ظہر میں عصر ملا کر اور مغرب میں عشا، موافق حدیث کے
پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے مولانا عبدالحئی سے اس مقدمہ کو دریافت کیا مولانا
صاحب ممدوح نے کہا کہ نماز جمع کرکے پڑھنا تینوں مذہب میں سوائے
مذہب حنفی کے دُرست ہے تب حضرت نے فرمایا کہ ایسے مقام پر نماز جمع
کرنی چاہیئے اس واسطے کہ کسی کو قے ہوتی ہے اور کسی کا سر گھومتا ہے اگر
نماز جمع نہیں کرتے تو نماز جاتے رہنے کا اندیشہ ہے پھر اسی طرح سے
سب لوگ نماز پڑھنے لگے اور ایک شخص جہاز پر بادل خاں نام پٹھان
تھے اُنہوں نے حضرت سے عرض کی کہ میں سب لوگوں کو وضو کرایا کرونگا
ان سب کا وضو کرانا میرے ذمہ پر ہے ان کا معمول تھا کہ جہاز کے
کنارے پر کھڑے ہو کر ڈولچی سے پانی دریا سے نکال نکال کر

لنگوں پھیر دیتے تھے پھیر ان میں سے پانی لے کر لوگ وضو کیا کرتے تھے اور
اُن کی عادت تھی کہ ہر جھوکے ڈولچی کھینچنے میں اللہ ہو کہتے تھے اور ایک شخص
باقر علی ڈبے ڈسمدُ ہی والے اُنہوں نے یہ ذمہ لیا کہ میں سب لوگوں کا کھانا
پکایا کرونگا مگر میرے ساتھ کچھ لوگ اور مقرر ہو جاویں کہ وہ میرے شریک
رہیں حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں پر خدمت کرنا عین عبادت
ہے جس بھائی کا جی چاہے وہ اس کام کو اختیار کرے پھر چند لوگ شیخ
ممدوح کے ساتھ کھانا پکانے میں شریک ہوئے پھر دیگیں دہو ئی گئیں اور
کھانا پکانے کی تیاری ہونے لگی اور جہاز کے آگے کی طرف ایک بڑا دالان
تھا اس میں کھانا پکایا جاتا تھا آدھے میں تو ناخدا اور معلم اور خلاصیوں
کا اور آدھے میں حضرت علیہ الرحمۃ کا کھانا پکتا تھا اور وہ دالان نیچے اُوپر
دائیں بائیں تمام تانبے کی چادروں سے منڈھا ہوا تھا بسبب خوف آگ کے
پھر جب کھانا پک چکا تب شیخ ممدوح نے آکر عرض کی کہ کھانا تیار ہے
کس طرح سے تقسیم ہو اور کھانا دال چاول کا تھا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے
فرمایا کہ جن بھائیوں کے پاس برتن ہوں اُن کو اُن کے برتنوں میں دو
اور جن کے پاس برتن نہوں اُن کو لنگوں میں نکال کر کھلاؤ اور اندر سے
برتن منگا کر ان کو پہنچادو آج تخمینہ کھانے کا معلوم ہو جاویگا پھر
اتنا ہی روز پکایا کرنا پھر اس روز جتنا کھانا پکا تھا وہ سب خرچ

ہوا اور دو دیگیں اور ایک دیگ دال، پھر اُس دن سے ہر روز دو دیگیں
چاول کی اور ایک دیگ دال کی پکتی تھی اور جو کوئی شخص بسبب کچھ بیماری
کے یا سر گھومنے کے دال چاول نہ کھاتا تھا تو اُس کو ایک ناسنر لوٹ
بھر کر آٹا دیدیا کرتے پھر وہ اپنی روٹی پکا کر کھا لیتا اور حضرت علیہ الرحمۃ
کا معمول تھا کہ ہر روز بعد نماز صبح کے حزب البحر پڑھا کرتے تھے جب اس سے
فارغ ہوتے تھے تب لوگ آپ کے پاس بیٹھ جاتے کوئی کسی آیت کا مطلب
پوچھتا تھا اور کوئی کسی حدیث کا پھر سوا پہر دن چڑھے تک اسی طرح
سے مجلس رہتی بعد اس کے آپ اندر تشریف لیجاتے اور وہیں کھانا تناول
فرماتے بعد فراغت کھانے کے باہر تشریف لاتے اور دلیوسہ کے درواز ے
پر ایک کوٹھڑی تھی اس میں آپ دوپہر کو آرام فرماتے تھے اور اس کے
دروازے شمشیر خاں موزائیں والے کا پہرا رہتا تھا اور ان کی ایک
دری بچھی رہتی تھی جب وقت ظہر کا آتا آپ اُٹھتے اور نماز
پڑھتے بعد فراغ نماز کے اُسی دری پر آپ بیٹھتے اور اسی طرح سے
لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے اور جس بات کا سوال کرتا اُس کا آپ
جواب دیتے پھر اسی طرح سے چلے گئے مگر الحمدللہ اس درمیان میں کبھی
کوئی خرخشے کی بات نہیں ہوئی کہ جس میں کسی کو کچھ رنج ہوتا کیونکہ بسبب
ملازمت فیض درجت حضرت علیہ الرحمۃ کے ہر کسی کو دن عید اور رات

شبرات بھی باوجودیکہ سر بھی گھومتا تھا اور قے بھی ہوتی تھی مگر سوائے
راحت اور خوشی کے رنج والم کا ذکر نہ تھا اور اکثر لوگ خواب بھی
دیکھتے تھے کہ ہمارا جہاز دریا میں نہیں ہے خشکی میں چلا جاتا ہے پھر چلتے
چلتے جب قریب سیلان قمری کے پہونچا ناخدانے لوگوں سے کہا کہ
اب سیلان قمری نزدیک آیا اور وہاں پر ہوا بہت شدت سے
چلتی ہے کہ مارے موجوں کے جہاز زیر وزبر ہو جاتا ہے اور وہ جگہ
خوف کی بھی ہے دس یا بارہ پہر وہاں جہاز رہتا ہے چاہئے کہ ایک دو
روز کا کھانا پکا لیا جاوے یہ سُن کر لوگوں کو کمال تردد ہوا اور
رفتہ رفتہ اس بات کا ذکر حضرت علیہ الرحمۃ تک پہونچا' آپ نے
فرمایا کہ ہوا اور دریا سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں انشاء
اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہم کو ساتھ آرام کے اس سے پار کر دیگا کچھ
اندیشہ نہیں جب جہاز سیلان میں پہونچا تب اسی طرح سے شدت
ہوا کی ہوئی کہ جہاز زیر وزبر ہونے لگا اور موج اس طرح
سے جہاز میں لگتی تھی کہ گویا توپ کا گولہ' پھر خدا کے فضل وکرم سے
کوئی دس یا بارہ پہر میں اس کی حد سے پار ہو گئے لوگوں کی زبانی
ہم سنا کرتے تھے کہ سیلان قمری میں ہوا نہایت شدت ہوتی ہے مگر

ہم پر بسبب برکت حضرت علیہ الرحمۃ کے اس جگہ پر وہ تکلیف نہ ہوئی
کہ جو اور جہازوں کو ہوا کرتی تھی اور جو ناخدا کہتا تھا کہ کھانا کئی وقت
کا پکالو سو آپ نے اس بات کا کچھ خیال نہ کیا اور اپنے لوگوں سے
فرمایا کہ جس طرح تم اپنے وقت پر پکاتے ہو پکایا کرو پھر یوں ہی ہوا
اور لوگوں نے کیا جب سیلان قمری سے جہاز باہر ہوا اور وہ شدت
ہوا کی موقوف ہوئی تب خلاصی گلے میں ڈھول ڈال کے اور ہاتھ
میں ایک تھالی لے کر گاتے بجاتے ہر کسی کے پاس آئے اور ان کا یہ
معمول قدیمی ہے کہ جب سیلان قمری عبور کر جاتے ہیں تب وہ بہت خوشی
کرتے ہیں پھر کچھ ناخدا نے بھی بطور انعام کے دیا اور حضرت علیہ الرحمۃ نے
کچھ عنایت فرمایا مگر یاد نہیں کہ کس قدر دیا تھا اور کچھ اور لوگوں نے
بھی دیا پھر انہوں نے جمع کر کے آپس میں تقسیم کر لیا پھر یاں چھ روز
کے بعد ناخدا نے کہا کہ اب کوئی دو تین دن میں قطب جنوبی اور قلعہ لنکا
بھی معلوم ہوگا اور قلعہ لنکا کو عرب لوگ قلعۃ العفاریت کہتے ہیں پھر
چار پانچ دن کے بعد معلم نے کہا کہ وہ قلعہ لنکا معلوم ہوتا ہے یہاں
سے کوئی پندرہ کوس پر ہوگا پھر ہم لوگوں نے دیکھا تو واقع میں کچھ
تودے تودے پہاڑ کی طرح سے نظر آئے تھے پھر اس کے برابر ہو کر جہاز

نکلا اور اُس کے دوسرے روز مغرب کے وقت ناخدا نے اشارہ
کر کے کہا کہ وہ قطب جنوبی دکھائی دیتا ہے پھر ہم نے دیکھا تو ایک شعلہ
معلوم ہوا کہ درمیان آسمان اور دریا کے روشن ہے پھر اُس کے تیسرے
دن بسبب حدت دریا کے وہ نظر سے غائب ہو گیا پھر اس کے کئی روز
کے بعد ناخدا نے کہا کہ اب کوئی دو چار روز میں سراندیپ کا پہاڑ کہ جس
پر قدم مبارک حضرت آدم علیہ السلام کا ہے معلوم ہو گا اس بات کو سُن
کر ہم لوگ بہت خوش ہوئے پھر بعد دو تین روز کے وہ پہاڑ ہم لوگوں
کو دکھائی دیا پھر اس کے برابر ہو کر اس کو دیکھتے ہوئے نکل گئے لیکن
وہ دور تھا پھر اس کے چار پانچ روز کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ ایک
ہوڑی یعنی کشتی چھوٹی بادبان چڑھا ہوا کھڑی ہے اور اُس پر چند
لوگ بھی بیٹھے ہیں پھر لوگوں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ ایک کشتی
معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا ہوگی تب جو اس میں لوگ تھے اُنھوں نے
جہاز کی طرف کشتی کو روانہ کی اور قریب آکر آواز دی کہ رسا پھینکو
پھر جہاز سے رسا پھینکا گیا پھر وہ کشتی کو جہاز کے پاس لائے اور کشتی سے
اُتر کر جہاز پر آئے اور پوچھا کہ سید صاحب کہاں ہیں لوگوں نے کہا
کہ وہ بیٹھے ہیں پھر حضرت کے پاس آئے اور سلام علیک کیا آپ نے
سلام کا جواب دیا اور اُن سے مصافحہ کیا اور بٹھایا پھر اُنھوں نے

عرض کی کہ آپ کے اول چند جہاز اسی رستہ سے گئے ہیں ان لوگوں نے
کنارے بندر الفی کے لنگر کیا تھا ان لوگوں سے آپ کے اوصاف ہم نے سنے
تھے پھر دوسل ناخدا نے ہم لوگوں سے کہا کہ تم کشتی پر سوار ہو کر دریا میں
رستہ پر جا کھڑے ہو ایسا نہ ہو کہ سید صاحب کا جہاز آگے نکل جاوے جب
تم کو وہ جہاز ملے اور سید صاحب سے ملاقات ہووے میری طرف سے عرض
کرنا کہ حضرت ہمارے ناخدا کو آپ کے دیدار فیض انوار کا کمال اشتیاق ہے
ضرور آپ وہاں تشریف لے چلیں اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز
اور سربلند فرماویں سو پانچ دن ہوئے کہ ہم لوگ یہاں پر آپ کے منتظر کھڑے ہیں
الحمدللہ کہ آج آپ کی ملازمت حاصل ہوئی آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا ہم کل چلینگے
پھر ان لوگوں کے لئے آپ نے روٹیں پکوائیں اور کھلائیں پھر ان کو رخصت کیا
اور مجھ سے فرمایا کہ سید عبدالرحمن تم بھی ان کے ساتھ سوار ہو جاؤ اور ایک
پیپا خالی پانی کا بھی اپنے ساتھ لیجاؤ وہاں اس میں پانی بھروا رکھنا
پھر میں ان کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہوا پھر کچھ دیر کے بعد کنارہ دریا
کا معلوم ہونے لگا اس میں سکانی نے مجھ سے کہا کہ تم اندر کشتی کے بیٹھ جاؤ
نہیں تو دہشت معلوم ہوگی کہ اب موج آنے والی ہے میں نے کہا کچھ ضرورت
نہیں اگر کشتی غرق ہوجاویگی تم سب ڈوبو گے میں بھی تمہارے ساتھ ہوں
پھر وہ پانی دریا کا سیاہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سیدھی آسمان کی طرف

چلی جاتی ہے پھر کچھ دیر میں معلوم ہوا کہ زمین میں چلی جاتی ہے یکایک وہ
لوگ جو کشتی میں بیٹھے تھے کشتی سے کود کر خشکی میں کھڑے ہوئے اور مجھ سے کہا کہ
جلد اترو میں نے جو دیکھا تو کشتی خشکی میں کھڑی ہے پھر میں جلدی سے کشتی سے
اترا اور کشتی کو کھینچ کر کوئی پچاس ساٹھ قدم آگے لے گئے اس عرصہ میں دوسرا کر
ایک اور موج آئی مگر کشتی تک نہ پہونچی کچھ تھوڑا سا پانی ہی تک آیا اور وہ
موج پھر گئی اسی طرح تیسرا کر آئی اور اسی طرح ملٹ گئی اور وہاں کے
لوگ کہتے تھے کہ ہر روز یہ موج تین بار آتی ہے پھر ہم لوگ الغرض دوسل
ناخدا کے مکان پر گئے اور ان سے ملاقات کی ناخدا ممدوح بہت اخلاق
سے پیش آئے اور اس کی صبح کو حضرت علیہ الرحمۃ بھی جہوے پر سوار اور آپ کے
ہمراہی ساتھ تشریف لائے اور ناخدا کے یہاں اترے اور وہاں کے لوگوں
کا دستور تھا کہ ہندوں کی عورتیں بے بیاہی تو محض ننگی رہتی تھیں فقط ایک
لنگوٹی باندھتی ہیں اور مسلمانوں کی عورتیں تہبند گھٹنوں تک باندھتی اور
لمبی آستینوں کے کرتے پہنتی ہیں اور ہم لوگوں کو یہ حال معلوم نہ تھا اس
عرصہ میں ایک بڈھی عورت ننگی فقط ایک لنگوٹی باندھے ہوئے دور سے
نظر آئی میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید یہ عورت دیوانی ہے پھر اس کے بعد
ایک عورت اسی ہیئت کی جوان معلوم ہوئی میں نے اپنے دل میں کہا کہ
الٰہی یہ کیا معاملہ ہے اور سکانی سے میں نے پوچھا کہ یہ دونوں عورتیں
جو ننگی نظر آتی ہیں یہ کیا دیوانی ہیں اس نے کہا کہ آپ یہاں سے آگے

تو چل کر دیکھئے عورتوں کا لشکر اسی ہیئت مجموعی کا دیکھنے میں آویگا مگر
میں یہ حال بے حیائی کا سمجھ کر وہاں نہ گیا پھر یہ حال وہاں کا لوگوں نے حضرت
علیہ الرحمۃ سے عرض کیا آپ کو یہ بات بہت ناپسند ہوئی وہاں سے طبیعت گھبرائی
مگر ناخدا کی بڑی خوشامد سے دو روز آپ وہاں رہے اس دو روز کے اندر
بہت آدمیوں نے وہاں کے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اس ناخدا
نے بھی اپنے اہل وعیال سمیت بیعت کی اور ایک ٹانکا چوبیس روغنی پانی بھرنے
کا حضرت علیہ الرحمۃ کی نذر کیا اور ایک ٹانکا اس سے دو چند بلکہ سہ چند آپ
نے وہیں خرید کیا پھر جب وہاں سے رخصت ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ یہاں
کی عورتیں بے ستر ہیں تم سب ہمارے گرد ہو جاؤ پھر سب لوگ آپ کے گرد
ہو گئے پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے مگر وہاں کے مرد وعورت آپ کے دیدار
فیض انوار کے لئے جمع ہوئے اور بہت سا ہجوم کیا ہر چند لوگ ہٹاتے
تھے مگر وہ کچھ نہیں سنتے تھے آخر کو حضرت علیہ الرحمۃ وہاں سے دوڑے
اور کنارے دریا کے جھوا لگا تھا اس پر جا سوار ہوئے پھر تم لوگ بھی
جاکر اسی پر سوار ہوئے اور چلے تھوڑے عرصہ میں اپنے جہاز پر داخل ہوئے
بعد اس کے لنگر جہاز کا اٹھا پھر جہاز روانہ ہوا پھر دوسرے روز دوپہر
کو گلی کوٹ کہ ایک بندر ہے وہاں جاکر جہاز لگا اور لوگوں نے کہا کہ
یہاں دریا کی مچھلیاں بہت خوش مزہ اور بے لیا مزہ ہوتی ہیں یہ
سن کر حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دیگیں بھی لیتے چلو شاید مچھلی پکانی

ہوں پھر جہاز سے اُتر کر شہر میں گئے اُس شہر میں ایک پختہ تالاب تھا اور
اُس کے بیچ میں ایک مسجد بہت بڑی چار درجے کی تھی اس میں جا کر اُترے
اور ایک ریال کی کوئی تین مچھلی خریدکیں اور موافق ارشاد حضرت علیہ الرحمہ کے
صرف وہی پکیں اور وہی کھائی گئیں اور وہ مچھلیں مشابہت روہو مچھی کے کوئی
پانچ پانچ چھ چھ سیر کی تھیں پھر وہ ناریل کے تیل میں پکائی گئیں بہت مزہ
کی پکیں وہاں بھی پچیس تیس آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی پھر
اُس کے دوسرے روز وہاں سے جہاز پر آئے اور روانہ ہوئے پھر کئی روز
کے بعد چلتے چلتے ایک روز ناخدا نے کہا کہ اب کی لنگر امینے میں کرینگے اور وہیں
سے پانی بھی لینگے کس واسطے کہ اب سفر پندرہ بیس روز کا باقی رہا ہے عدن تک اور
پانی سوائے عدن کے بیچ میں کہیں نہ ملیگا اور وہاں کا پانی بہت شیریں ہے
پھر کچھ روز میں امینے کے کنارے پہنچے اور وہیں جہاز کا لنگر کیا پھر لنگر کے
دیکھنے کو غواص نے اتر کر دریا میں غوطہ لگایا پھر کچھ دیر میں وہ باہر آیا اور
ایک چیز نو دس سیر کے وزن کی اپنے ساتھ لیتا آیا پھر لوگوں نے ایک
رسی جہاز سے لٹکا دی پھر اُس نے اس کو رسی میں باندھ دیا پھر خلاصیوں
نے کھینچ لیا اور اس کو خوب سا دھویا تو اس میں سوراخ سے نظر آنے
لگے مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ بیخ مرجان ہے
اور یہ بہت قیمتی چیز ہے غواص نے کہا کہ اس جگہ پر تمام اسی کی کھان ہے
پھر جہاز سے پچھوے پر سوار ہو کر امینے میں گئے اور وہ ایک مختصر سا

جزیرہ تھا صرف ایک کوس کے دورہ میں پھر ناخدا نے تمام پیپے اور
برتن خوب پانی سے بھر لئے اور سب لوگوں کے برتنوں میں بھی بھروالیا
حضرت نے بھی پانی سوائے پیپوں اور برتنوں کے ان دونوں ٹانکیوں میں
کہ الفی سے لائے تھے لبریز بھروالیا اور اس جزیرہ میں ایک چشمہ بہت شیریں
اور نہایت خوش قطعہ تھا اور اُس کے کنارے ایک مسجد بھی تھی اُسی چشمہ
سے پانی بھی بھر لیا تھا اور ہزاروں درخت ناریل اور کھجور اور کیلے کے تھے
اُنہیں ناریل اور کھجور سے وہاں کے رہنے والوں کی گذر کھانے پینے کی ہوتی
تھی پھر جب پانی بھر لیا تب وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک شخص اُس بستی
کا ہمارے جہاز پر سوار ہو لیا کہ میں بھی حج کو چلونگا اور وہ سب لوگ طریقہ سید
رفاعی کا رکھتے تھے اور اُنہیں لوگوں کا ایک چھوٹا سادف اور گرز رکھا ہو
تھا اور وہ لوگ زبان ملیباری بولتے تھے پھر ہم نے ان لوگوں سے پوچھا
کہ سرحد ملیبار کی یہاں سے کتنی دور ہے اُنہوں نے کہا پانسو کوس پھر وہاں
سے بڑے دریا کی طرف جہاز کو روانہ کیا اور منبئی وہاں سے کئی ہزار کوس
پر واقع تھی پھر چلتے چلتے ایک جزیرہ عقیدی ملا اس کی برابر ہو کے
نکل گئے مگر وہاں پر لنگر نہ کیا اور بڑے دریا میں پہنچے پھر خدا کے فضل کرم
سے ہوا موافق چلی اور جہاز بہت اچھی طرح سے روانہ ہوئے کوئی روز
چھ سو کوس چلتا تھا اور کسی روز سات سو کوس' تمام لوگ جناب باری
میں شکر گذاری کرنے لگے اور حضرت علیہ الرحمۃ بھی اکثر آیات

شکریہ قرآن مجید کی پڑھتے تھے **حکایت** عبدالقیوم بیان کرتے ہیں
کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ جب جزیرہ امینے سے جہاز آگے بڑھا اور قریب
عدن کے پہنچا اُس وقت ہوا چلنی موقوف ہوئی اور پردے جہاز کے سب
چڑھ گئے اور جہاز کھڑا ہو گیا اس عرصہ میں حضرت علیہ الرحمۃ کے نہانے کے
دو لوٹے تانبے کے سمندر میں گر پڑے اور میں اور ہاشم خاں کہ جو چھوٹے بھائی
محسن خاں کے ہیں جہاز پر ایک طرف بیٹھے تھے اس میں وہ دونوں لوٹے
ہمارے آگے آئے اور پانی کے اوپر تھوڑی دیر پڑے رہے تب ہم دونوں
آپس میں صلاح کرکے کہ ابھی ہوا نہیں ہے اور جہاز کھڑا ہے اور یہ دونوں
لوٹے مفت میں جاتے ہیں چل کر جلدی سے ان کو لے آویں پھر ہم دونوں
یہی صلاح کرکے جہاز سے سمندر میں کود پڑے اور جا کر وہ دونوں لوٹے
لئے ایک تو میں نے لیا اور ایک خاں ممدوح نے اور ہم دونوں جہاز کی
طرف لوٹے لیکر پھرے اس عرصہ میں ہوا تیز ہو گئی اور جہاز چلدیا ہم
سے اور جہاز سے بہت دور کا فاصلہ ہو گیا جس وقت لہر سے اوپر پڑتے تو
جہاز کو دیکھ لیتے کہ وہ جاتا ہے اور جس وقت لہر سے نشیب میں ہو جاتا
تب جہاز ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا اس وقت ہم دونوں
کو یقین کامل ہوا کہ اب ہم ڈوبے اس درمیان میں جہاز پر سے لوگوں
نے جا کر ناخدا سے کہا کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے یہاں کے دو لڑکے سمندر

میں کو دے تھے وہ بہت دور رہ گئے اور جہاز تیز چلا جاتا ہے اس کی کیا تدبیر کی جاوے، ناخدا نے اُس وقت معلم کو حکم دیا کہ جلد جہاز کو پاکسی کرلو اور پاکسی کہتے ہیں جہاز کے کھڑا کرنے کو اور رسی میں ایک بویہ باندہ کراں دونوں لڑکوں کی طرف بہادو اور بویہ ان کی زبان میں لکڑی کے ٹھٹے کو کہتے ہیں پھر معلم نے بموجب حکم ناخدا کے جہاز کو پاکسی کرکے رسی میں ایک بویہ باندہ کر ہماری طرف بہادیا اور ہم دونوں تیرتے ہوئے جہاز کی طرف چلے جاتے تھے اور لوگ جہاز پر سے پکار کر کہتے تھے کہ اس بویہ کو پکڑلو مگر ہم وہ آواز نہ سنتے تھے کہ یہ کیا کہتے ہیں اس عرصہ میں ہم نے دیکھا کہ ایک بھاری سی لکڑی ہماری طرف بہتی ہوئی چلی آتی ہے ہم نے اس کو دیکھ کر جلد جلد تیرنا شروع کیا اور قریب اس کے پہنچے اور دیکھا تو اس میں ایک رسا بندھا ہے پھر ہم نے اس کو پکڑا اور جہاز پر سے لوگوں نے اسی رسے کو کھینچنا شروع کیا جب ہم قریب جہاز کے گئے تب معلم نے دوسرا رسا بغل کی طرف سے پھکوایا پھر ہم وہ رسا پکڑ کے جہاز کے پاس پہونچے پہلے تو ہم نے دونوں لوٹے رسی میں باندہ دیئے اور انھوں نے کھینچ لئے پھر ہم دونوں رسا جہاز کا پکڑ کر اوپر گئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کو خبر ہوئی کہ وہ دونوں جہاز پر آئے آپ نے فرمایا ان کو ہمارے پاس لاؤ اور اُس وقت آپ بہت غصہ میں

تھے ہم دونوں مارے خوف کے بھاگ کر سید عبدالرحمٰن ناخدا کے پاس جا
چھپے پھر حضرت بھی چپ ہو رہے بعد فراغ نماز ظہر کے حضرت علیہ الرحمہ نے
ہم دونوں کو بلوایا اور ہم کو ناخدا موصوف لے کر گئے اور بہت خوشامد کے ساتھ
سعی کر کے قصور ہمارا معاف کرایا تیسری آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ان
دونوں کے کان پکڑ کے بیس بیس دفعہ اٹھاؤ اور بٹھاؤ کہ بار دیگر یہ ایسی
حرکت پھر نہ کریں پھر لوگوں نے ہمارے دونوں کے کان پکڑ کے اٹھایا اور
بٹھایا پھر بعد تعلیم کے فرمایا کہ جہاں کہیں تم کو نہانا منظور ہو ناخدا اور معلم
سے پوچھ کر دریا میں کود کر نہایا کرو پھر ہم بموجب فرماتے حضرت کے کیا کرتے
تھے انتہیٰ، پھر ایک روز چلتے چلتے ناخدا نے کہا کہ یہ مچھلیوں کا کھیت ہے یہ سن
کر ہم سب لوگ جہاز پر سے دیکھنے لگے تو فی الحقیقت لاکھوں بلکہ کروڑوں
مچھلیاں آگے پیچھے قطار باندھے چلی جاتی ہیں اور ہر ایک مچھلی دس دس پندرہ
پندرہ من کی تھی پھر تین روز تک برابر اسی طرح ان مچھلیوں کو ہم لوگ
دیکھتے رہے بعد اس کے ایک روز یکایک معلوم ہوا کہ یکایک پرا کا پرا
چیڑیوں کا اڑا جاتا ہے دیکھنے والوں کو حیرت کمال ہوئی کہ الٰہی یہ چیڑیاں
دریا میں کہاں سے آئیں کنارا تو منزلوں تک نہیں ہے ناخدا نے کہا یہ چیڑیاں
نہیں ہیں یہ مچھلی ہیں اور یہ دو قسم کی ہوتی ہیں ایک تو کوئی آدھ سیر کی اور

دوسری کوئی آدہ پاؤ کی پھر وہ جہاز کے اوپر ہو کر نکلیں اور ایک مستول میں
اٹک کر جہاز میں گر پڑی پھر میں نے دوڑ کر پکڑ لیا اور دیکھا تو فی الحقیقت مچھلی
ہے پھر سب لوگ اس کو دیکھنے لگے اور وہ مچھلی چھوٹی کوئی آدہ پاؤ کی تھی اور
میرا معمول تھا کہ ہمیشہ دبوسے کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا ایک روز دیکھتا کیا
ہوں کہ ایک مچھلی کوئی آٹھ نومن کی جہاز کے نیچے چلی آتی ہے پھر لوگوں نے بھی
اس کو دیکھا اور ناخدا سے کہا کہ ایک مچھلی بہت بڑی جہاز کے نیچے کئی روز
سے چلی آتی ہے ناخدا نے آکر اس کو دیکھا اور کہا کہ دیکھو ہم اس کو پکڑتے ہیں پھر اس نے
ایک مرغ ذبح کروایا اور اس کے پر دور کر کے اور ایک بھاری شست
میں لگا کر کہ اس میں ایک تین گز کی زنجیر بھی تھی اس میں پانی ناپنے کی رسی
باندہ کر مچھلی کی طرف دریا میں پھینکدیا دور وز تک تو وہ مرغ شست
میں لگا رہا اور مچھلی نے اس کو نہیں کھایا اور جس طرح جہاز تیز ہوتا تھا
اسی طرح وہ بھی تیز چلتی تھی پھر اس کے تیسرے دن اس نے مرغ کو
نگل لیا اور وہاں سے بھاگی اور وہ رسی چرخ پر لپٹی ہوئی تھی پھر کوئی
پچاس ساٹھ ہاتھ چلی گئی بعد اس کے ہڑ گئی پھر خلاصیوں نے اس کو کھینچا
اور ڈہیل دینا شروع کیا جب وہ تھک گئی پھر اس کو کھینچا جب وہ پانی سے
باہر نکلی اور قریب جہاز کے پہونچی تب ایک خلاصی نے اترکر رسی سے خوب
مضبوط اس کا منہ باندہ دیا اور لوگوں نے اوپر کھینچ لیا پھر اس کو دبوسے

کی چھت پر ڈال دیا اُس وقت وہ بڑے زور میں تھی پھر ناخدا نے تھوڑا سا پانی میٹھا منگا کر اس کے منہ میں ڈال دیا جب پانی اُس کے پیٹ میں پہونچا تب وہ تھر تھرا کر مرگئی پھر اس کو کاٹ کر ناخدا نے تقسیم کیا تیرہ تیرہ سیر گوشت تو ہمارے یہاں دیا اور کچھ رکھ لیا اور خلاصیوں کو دیا غرضکہ جو لوگ جہاز میں تھے سب نے کھایا اور جو بچ رہا اس کو سکھا لیا پھر کئی دن کے بعد ہوا چلنی موقوف ہوئی اور جہاز کی چال کم ہوگئی کبھی چودہ کوس چلتا تھا اور کبھی پندرہ کوس پھر چلتے چلتے عدن کا پہاڑ دکھلائی دیا اس کو دیکھ کر حضرت علیہ الرحمۃ بہت خوش ہوئے اور جناب باری میں دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عرب کا ملک دکھلایا پھر عدن کے کنارے پہونچے اور جہاز کا لنگر ہوا آپ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ جب ہم جہاز سے اُتریں گے تب دوگانہ شکر کا پڑھینگے پھر ناخدا کچھ اپنا اسباب بیچنے کے لئے جہاز سے اُتر کر عدن میں گیا اور حضرت علیہ الرحمۃ بھی چند آدمی اپنے ساتھ لے کر اُترنے لگے اُس وقت میں نے عرض کی کہ حضرت میں بھی چلونگا آپنے فرمایا کہ تم آج نہ چلو کل آنا پھر آپ جہاز سے اُترے اور دو رکعت نماز پڑھ کر عدن کو تشریف لے گئے اس وقت گرمی کا یہ عالم تھا کہ تپش دھوپ سے قدم زمین پر نہ رکھا جاتا تھا اور دریا کے کنارے سے عدن تک نہ کہیں پانی

تھا نہ کہیں کوئی سایہ دار درخت مارے دھوپ اور پیاس کے لوگ بیتاب ہوئے
جاتے تھے اور اُس وقت حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر دو تین اونٹ ہوتے تو
ان پر سوار ہو کر چلتے، لوگوں نے عرض کی کہ حضرت اونٹ یہاں کہاں ہیں اور خدا
جانے کہاں ملینگے آپ جناب باری میں دعا کریں کہ سوائے آپ کی دعا کے اس میدان
میں ہمارے واسطے پناہ نہیں ہے، آپ نے ارشاد کیا کہ تم سب مل کر سات سات
سو بار سورۂ الحمد پڑھو اللہ تعالیٰ فضل کریگا پھر لوگوں نے پڑھنا شروع کیا
ساتویں بار تک پہونچے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ وہ دیکھو چار اونٹ دامن
کوہ میں معلوم ہوتے ہیں اور دو شتربان ان کو اس طرف لئے آتے تھے پھر تمام
لوگ ان کی طرف دیکھنے لگے جب نزدیک آئے تب شتربانوں سے لوگوں
نے کہا کہ اگر اونٹ کرایہ پر دو تو تمہارا احسان ہے پھر اُنھوں نے کرایہ لینے کا
تو کچھ ذکر نہ کیا یوں ہی لوگوں کو سوار کر لیا اور عدن میں جا کر اُتار دیا پھر لوگ
کھانے پینے کی تدبیر میں لگے پھر جب کھا پی کر فارغ ہوئے تب اُن اونٹوں
اور اُونٹ والوں کو تلاش کیا کہ ان کو کچھ مزدوری دلویں ہر چند ان کو
ڈھونڈھا مگر نہ پایا پھر وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ اس ہیئت اور لباس کے
چار اونٹ ہیں اور اس صورت اور پوشاک کے ساربان اگر تم جانتے ہو ان کو
بتا دو اُنہوں نے کہا کہ یہاں تو نہ اس طرح کے اونٹ ہیں نہ اونٹ والے
یہاں تو بار برداری کے اونٹ ہیں پھر ہم نے یہ حال حضرت علیہ الرحمۃ سے
عرض کیا آپ خاموش ہو رہے اور کچھ جواب نہ دیا اور شیخ ولی محمد صاحب

سلمہ اللہ تعالیٰ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ مع چند ہمراہیوں
اپنے کے جہاز سے واسطے جانے عدن کے اُتر کر کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی روانہ
ہوئی اُس وقت آپ نے فرمایا کہ شہر دور ہے اگر کوئی سواری ملتی تو اس پر سوار ہو کر
چلتے یہ کلام آپ نے ایک بار یا دوبار فرمایا مگر یاد نہیں کہ آپ کے پیر میں درد تھا
یا اور کوئی سبب تھا جب کنارے پر پہونچے اس وقت ایک شخص سفید ریش پاکیزہ
صورت سفید پوشاک پہنے ہوئے ایک اونٹ لئے ہوئے کھڑے تھے اُس اونٹ
پر نہایت سامان بہت عمدہ کھنچا ہوا تھا اُنہوں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا
کہ حضرت آپ اس پر سوار ہوں آپ ہی کے واسطے یہ اونٹ لایا ہوں پھر آپ اُس پر
سوار ہوئے مگر یہ یاد نہیں کہ حضرت علیہ الرحمۃ اول خانہ پر یا پچھلے پر بیٹھے جب
قریب عدن کے پہنچے بہت سے لوگ آپ کے استقبال کو آئے اُس وقت آپ
اونٹ سے نیچے اُترے اور پیادہ پا ہو کر ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور
جامع مسجد میں جا کر بیٹھے اُس وقت مولوی محمد یوسف صاحب سے آپ نے فرمایا کہ
جو شخص ہم کو لایا اُن کو بلاؤ وہ شخص جا کر تمام میں ڈھونڈھ
آیا کہیں نشان نہ پایا پھر مولوی صاحب ممدوح نے اور دو تین شخصوں کو
بھیجا کہ تلاش کر کے جہاں کہیں ہوں لاؤ وہ لوگ بھی سب جگہ ڈھونڈتے
پھرتے تھے تب وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ تم لوگ کس کی تلاش میں پھرتے
ہو اُنہوں نے کہا کہ اس ساز و سامان کا ایک اونٹ ہے اور ایک سفید

ریش اور سفید پوشاک اُس کے مالک ہیں اُن کو تلاش کرتے ہیں اُنہوں نے کہا

کہ اس ساز وسامان کا تو اونٹ اور اس شکل وصورت کا اونٹ والا کوئی نہیں

ہے پھر انھوں نے یہ سب حال حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کیا آپ سُن کر خاموش ہو

رہے اور کچھ جواب نہ دیا اور یہ حکایات اور بہی لوگوں سے سنی، اور یہ دونوں روایت

صحیح اور دُرست ہیں پھر اس کے اگلے روز میں بھی گیا اور دریا سے شہر کوئی دو کوس

پر واقع ہے پھر میں چلتے چلتے جب قریب شہر کے پہونچا وہاں ایک کواں تھا اُسی

کوئیں کے پاس حضرت علیہ الرحمۃ مع اپنے سب ہمراہیوں کے شہر سے آتے ہوئے

ملے میں نے سلام علیک کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اب ہمارے

ساتھ لوٹ چلو میں نے عرض کی کہ حضرت میں بہت تھک گیا ہوں آپ نے مولوی

محمد یوسف صاحب سے فرمایا کہ ان کو ایک اونٹ کرایہ کر دو پھر انھوں نے ایک اونٹ

کرایہ کر دیا پھر میں اُس پر سوار ہو کر حضرت سے پیشتر دریا پر آیا اور اونٹ سے

اُتر کر جہاز پر سوار ہوا بعد اس کے حضرت بھی تشریف لائے پھر آپ کے ہمراہیوں

سے سنا کہ حضرت علیہ الرحمۃ شہر میں ایک مسجد میں اُترے جو کسی سوداگر نے

نئی بنوائی ہے اور وہاں پر کئی دنبے منگوائے اور ذبح کر کے پکوائے گئے اور

روٹی بھی پکیں اور رات کو اُسی مسجد میں رہے پھر اُس کے دوسرے روز جہاز کا

لنگر اُٹھا اور روانہ ہوئے پھر کوئی چھہ سات روز میں معلم نے کہا کہ آج

چھوٹے باب سکندر میں پہونچیں گے پھر کوئی پہر رات باقی ہوگی اور

چاند غروب ہوتا تھا اُس وقت ناخدانے آکر حضرت علیہ الرحمۃ کو جگایا
اور عرض کی کہ حضرت اس باب سکندر میں چلتے ہیں یہ وقت دعا کا ہے
آپ دعا کیجئے پھر سب لوگوں کو جگایا اور تمام لوگ دعا میں مشغول ہوئے پھر
خدا کے فضل وکرم سے اُس سے پار ہوگئے اور گذرگاہ جہاز کے درمیان دونوں
پہاڑوں کے کوئی ساٹھ گز کی چوڑائی ہے اور ایک کوس کی لمبائی ہے پھر اس
کی صبح کو مخہ کے کنارے جہاز کا لنگر ہوا ناخدانے کہا کہ یہاں میرا مکان ہے
میں ایک مہینہ اپنے مکان پر رہونگا پھر ناخدا جہاز سے اُتر کر اپنے مکان کو
گیا اور اُس کے دوسرے روز کچھ اسباب ضروریات قسم کھانے وغیرہ کا
لے کر حضرت علیہ الرحمۃ مع اپنے سب ہمراہیوں عورت و مرد کے جہاز سے
اُتر کر مخہ میں تشریف لے گئے اور ایک حویلی کرایہ لی اُس میں سب عورت
مرد آپ کی برادری کے اُترے اور اور لوگوں نے اپنی اپنی حویلی کرایہ لیں
اور اُترے اور پانچوں وقت کی نماز وہیں مخہ کی جامع مسجد میں پڑھا کرتے
تھے اس واسطے کہ وہ مسجد مکان سے قریب تھی اور حضرت علیہ الرحمۃ وضو
کرکے مسجد میں تشریف لیجاتے تھے اور ہم لوگ وہیں مسجد کے حوض میں وضو
کیا کرتے اور وہاں کے لوگوں کا یہ دستور ہے کہ ننگے ہوکر نہایا کرتے
ہیں اور اس حوض میں بھی ادہر اُدہر سے آکر ننگے نہایا کرتے اور ایک
عالم اس مسجد میں رہا کرتا تھا وہ بھی اُسی حوض میں ننگا نہایا کرتا جب

ان لوگوں کا یہ حال ہم نے دیکھا تب حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ حضرت یہاں کے سب لوگ ننگے مادرزاد ہو کر علانیہ نہاتے ہیں اور ایک دوسرے کی حیا و شرم نہیں کرتے، آپ کو یہ بات بہت ناپسند آئی اور فرمایا کہ اس کی کچھ تدبیر کرنی چاہیے اس درمیان میں ایک روز مولوی امام الدین صاحب بنگالوی کسی باغ کے حوض میں تہبند باندھے نہا رہے تھے اس میں دو شخصوں نے آکر ان کو پکڑا اور قاضی کے پاس لے چلے، پھر مولوی صاحب بغل میں اپنے سب کپڑے لے کر اور وہی تہبند بھیگا ہوا باندھے ان کے ساتھ قاضی کے مکان پر گئے ان دونوں عربوں نے قاضی سے کہا کہ یہ شخص تہبند باندھ کر نہایا ہے اس نے ہمارا حوض ناپاک کر ڈالا اس کو کچھ سزا ہو یہ سن کر قاضی ان دونوں شخصوں پر بہت خفا ہوا اور اپنے مکان سے نکلوا دیا اور مولوی صاحب کو رخصت کیا اور انہوں نے آکر یہ سب ماجرا حضرت سے اور ہم سب لوگوں سے بیان کیا

حکایت سید زین العابدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ، حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی صحبت فیض درجت میں جو ہمیشہ برکتیں اور تاثیریں اور لذتیں ہر ایک ہمنشین کو حاصل ہوتی تھیں بیان اس کا تحریر اور تقریر سے خارج ہے اس کی لذت انھیں لوگوں کو معلوم ہے جو آپ کے صحبت بر داشتہ تھے چنانچہ ایک روز کا یہ حال ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ ایک وقت جہاز کے اگلے مکان کی چھت پر رسا مستول کا پکڑے ہوئے

کھڑے تھے اور تماشا دریا کا دیکھ رہے تھے اور میں اُس وقت آپ کے پیچھے کھڑا تھا اور دو تین شخص میرے سوا اور بھی تھے مگر ان کا نام مجھ کو یاد نہیں کہ کون تھے اور اس وقت حضرت علیہ الرحمۃ سبحان الحمد وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم سمندر کو دیکھ کر بار بار پڑھتے تھے اور کچھ اشعار دیوان حافظ کے بھی پڑھتے تھے مگر مجھ کو یاد نہیں رہے کہ وہ اشعار کس غزل کے تھے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آواز میں بھی فرق ہو گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا بیان فرماتے جاتے تھے اس میں کئی گھڑی کا عرصہ ہو گیا پھر وہاں سے آپ نیچے تشریف لائے مگر کچھ زبان مبارک سے نہیں فرمایا پھر بعد تھوڑی دیر کے وقت ظہر کا ہوا اور اذان ہوئی آپ نماز کو تشریف لائے اور نماز پڑھائی اس نماز میں ایسی برکت اور تاثیر تھی کہ ہر ایک کے اوپر ایک حال سا واقع تھا کہ اُس کی لذت زبان سے ادا نہیں ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کی طبیعت رجوع الی اللہ تھی چنانچہ اسی طرح تکمہ شریفہ پر بھی ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے چند لوگوں کو برتن دھونے کو دئے اور مجھ کو بھی ایک باسن دھونے کو دیا اور فرمایا کہ تم بھی جا کر اس کو دھولاؤ میں اس کو لیجا کر ایک جگہ علیحدہ دھونے لگا اس وقت میری طبیعت پر ایک حال ایسا برکت اور تاثیر کا واقع ہوا کہ میں نے اپنے دل میں جانا کہ اگر کسی ولی یا بزرگ کو

مکاشفہ اور مراقبہ میں جو لذت حاصل ہوتی ہے سو ایسی ہی ہوگی جیسی اُس وقت مجھ پر تھی انتہی' ایک روز ایک شخص بزرگ باخدا سفید ریش حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آئے اور سلام علیک کی آپ نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کیا اور ان کو بٹھایا پھر ان سے بہت دیر تک باتیں حقانی کیں مگر یاد نہیں کہ کیا کلام ہوئے اور اُن بزرگ صاحب نے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور کئی بار آپ کے پاس آئے اور زبانی وہاں کے لوگوں کے معلوم ہوا کہ یہ بزرگ ولی اللہ کامل ہیں اور صاحب خدمت باطن ہیں اور جس وقت وہ حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آتے تھے تو آپ ان کی بہت تعظیم اور توقیر کرتے تھے اور خلوت میں کچھ ان سے باتیں ہوا کرتی تھیں اور جو خط کہ آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کو وہاں سے ارسال کیا تھا اس میں ان بزرگ کا بھی بیان تھا چنانچہ اس خط کا ذکر آویگا ایک روز مولوی عبدالحئی صاحب نے حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ قاضی محمد شوکانی شہر صنعا کے بڑے محدث ہیں اُنہوں نے ایک رسالہ حدیث موضوعات کا جمع کیا ہے اگر وہ یہاں آجاوے تو اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا' آپ نے فرمایا کہ تم مولانا عبدالحئی صاحب سے جاکر کہو وہ کچھ اس کی تدبیر کرینگے پھر مولوی صاحب مولانا صاحب ممدوح کے پاس گئے اور یہی کہا جو حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کیا تھا پھر مولانا صاحب قاضی شہر کے پاس تشریف لے گئے

اور یہ سب گفتگو کی قاضی صاحب نے کہا کہ خط آپ اپنا لکھ کر مجھکو دیں یا
میں اس کو صنعا کو روانہ کروں جس وقت کتاب آویگی تو میں اپنے پاس
رکھونگا جب آپ مع الخیر حج سے تشریف لاوینگے تب آپکے حوالہ کرونگا پہر
مولانا صاحب ممدوح پر فتوح اپنے مکان پر تشریف لائے اور ایک خط
عربی عبارت کا قاضی محمد شوکانی کو لکھا اور اس میں کمالات خاندان والا
شان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب
اور شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب قدس اسرارہم کے
فضائل اور کمالات اور تبحر علمیت کا بہت سا بیان کرکے اپنی خاکساری اور
انکساری کا بیان کیا اور یہ لکھا کہ میں ایک ادنی شاگردوں شاہ عبدالعزیز
صاحب کے سے ہوں اور بہت سی حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کی کشف
کرامات کا بیان لکھا اور عربی عبارت اس خط کی بہت مقفا اور مسجع کوئی
تین چار ورق میں تھی قاضی شہر کے پاس لے چلے اس وقت مولانا صاحب
سے حضرت نے فرمایا کہ مولانا قاضی سے ننگے تہانے والوں کا بندوبست کروا تے
آنا پھر مولانا صاحب قاضی کے مکان پر گئے اور خط سنایا اس کو سنکر
کر قاضی صاحب نہایت خوش ہوئے اور مولانا صاحب کی علمیت اور تبحر کی
بہت تعریف اور تحسین کی اور کہا آپ بہت بڑے عالم و فاضل ہیں پھر
اس خط کو قاضی صاحب ممدوح نے قاضی شوکانی کے پاس روانہ کیا

بعد اس کے مولانا صاحب نے قاضی سے کہا کہ قاضی صاحب تمہارے شہر میں
عجب ایک رسم بے حیائی کی ہے کہ ہر شخص علانیہ ننگا ہو کر نہاتا ہے اور بڑے بڑے
عالم و فاضل بھی ننگے نہاتے ہیں نعوذ باللہ عجب معاملہ ہے کہ دین تو عرب سے
ہندوستان میں گیا ہے اور جس امر میں گفتگو ہوتی ہے تو ہم لوگ عرب کی سند
پکڑتے ہیں کہ عرب میں رسم اس طرح کی ہے یہ بڑے تعجب کی جگہ ہے کہ یہاں
لوگ اس طرح سے بیحیائی کے کام کرتے ہیں دیکھو تو اس امر میں حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیا وعید شدید فرماتے ہیں اور آپ اس کا بندوبست نہیں
کرتے ہیں اس کو سُن کر قاضی صاحب نے کہا کہ مولانا صاحب میں کیا کروں یہ
بڑے بیحیا اور بے شرم لوگ ہیں اُن سے جرمانہ بھی لیا گیا اور تعزیر بھی خوب
سی دی گئی مگر یہ اپنی حرکت سے باز نہیں رہتے ہیں لاچار ہوں مولانا صاحب
نے کہا کہ اگر تم سے اس کا تدارک ہو سکے تو ہم کو اجازت دو جب تک ہم
یہاں رہینگے اس کا بندوبست کر لینگے اُنہوں نے کہا کہ تم کو اجازت ہے پھر
مولانا صاحب نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی پھر حضرت علیہ الرحمۃ
نے مجھ سے فرمایا کہ تم آٹھ دس آدمی اچھے اچھے زبردست اپنے ساتھ لیکر
مسجد میں جا کھڑے رہو جب کوئی ننگا نہاوے تو خوب اُن کو مارنا تا کہ
کوئی ایسی حرکت پھر نہ کرے پھر ہم سات آدمی ظہر کے وقت مسجد میں
حوض پر جا کر کھڑے ہوئے اور با آواز بلند کہہ دیا کہ اگر کوئی شخص ننگا

ہو کر حوض میں نہاویگا تو ہم اُس کو بہت سا ماریںگے پھر اُس روز سے ننگے
تو اس کو ہم بہت سا ماریںگے پھر اس روز سے ننگے ہو کر نہانا موقوف
ہو گیا اگر کوئی بارادہ نہانے کے حوض پر آیا اور چاہا کہ میں ننگا ہو کر نہاؤں
اس کا ہاتھ پکڑ کر ہم لوگ مسجد سے نکال دیتے پھر تو یہ حال ہوا کہ جہاں
کہیں ہندوستانیوں کو دیکھ لیتا تھا نہانے سے باز رہتا جب تلک ہم وہاں
رہے جبتک ننگے ہو کر موقوف ہو گیا **حکایت** مولوی یوسف لکھنوی مرید
مولوی عبدالرحمٰن وحدت وجودی کے تھے اور وہیں مکہ میں وہ بھی اُترے تھے
اور اکثر جہاں کہیں بیٹھتے مسائل وحدت وجود کے لوگوں کو تعلیم و تلقین کرتے تھے
اور سید عبدالروف شاہ بھیک ہلگی کے حضرت علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اور
آپ کے ہمراہ رکاب بھی تھے اُنہوں نے اور چند لوگوں نے ایک حویلی حضرت
شاہ ذلی علیہ الرحمۃ کہ جن کی تصنیف حزب البحر ہے مزار پر انوار کے قریب
کرایہ لی تھی اور وہ مولوی یوسف اس حویلی میں اُن لوگوں کے پاس آیا
کرتے اور وہ ہی اپنی تقریر وحدت وجود کی بیان کرتے اُن سے اور سید عبداللہ
وغیرہ سے بہت مباحثہ رہتا تھا اور حضرت علیہ الرحمۃ بھی کبھی بعد نماز عصر کے
اس حویلی میں تشریف لے جاتے تھے ایک روز مولوی یوسف اور ان لوگوں
سے مباحثہ وحدت وجود کا ہو رہا تھا کہ حضرت علیہ الرحمۃ تشریف لے گئے
اور آپ کے ساتھ مولانا عبدالحئی صاحب بھی تھے ان کی تقریر سن کر مولانا صاحب

نے ہر چند تقریر علمی سے ان کو سمجھایا مگر وہ کچھ نہ سمجھے اور اسی طرح حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی اُن کو خوب معقول کیا مگر وہ اپنے ہی اصرار پر رہے پھر آپ کو بہت غصہ آیا اور چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور آپ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور اُن کی طرف طپانچہ اُٹھایا مگر یاد نہیں مارا یا نہیں پھر لوگوں نے جلدی سے مولوی یوسف کو وہاں سے اُٹھا کر باہر حویلی کے نکال دیا بعد اس کے آپ نے سب ہمراہیوں سے فرمایا کہ کوئی اس شخص سے ملاقات نہ کرے اور اُن کی بات نہ سنے اور ایک ہفتہ مخا میں مقام ہوا بعد اس کے جہاز پر سوار ہوئے اور لنگر اُٹھایا گیا پھر روانہ ہوئے اور کوئی پانچویں یا چھٹے روز کنارے حدیدہ کے پہونچے اور لنگر ہوا، حدیدہ میں ایک سید ہندوستانی چند مدت سے رہتے تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے اُن کی ملاقات بھی تھی ان کو پہلے جہازوں سے معلوم ہو گیا تھا کہ سید صاحب بھی پچھلے جہاز پر تشریف لاتے ہیں جب حضرت کے جہاز کا لنگر وہاں ہوا اور شہر میں خبر ہوئی کہ ایک جہاز ہندوستان سے آیا ہے اس کو سن کر وہ سید موصوف کنارے دریا کے آئے اور ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاز میں داخل ہوئے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی آپ بہت اخلاق سے ملے اور ایک تلوار ولایتی اور ایک بندوق دونالی ولایتی بہت عمدہ قیمتی اور ایک سپر ان کو عنایت فرمائی، اُنہوں نے عرض کی کہ حضرت کل کو میرے یہاں آپ کی دعوت ہے، آپ نے فرمایا بہت اچھا

پھر اُس کے اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ پچاس ساٹھ آدمیوں سے شہر
میں ان کے مکان پر گئے اور کھانا تناول فرمایا اور شام کو بھی اُنھیں کے
یہاں ضیافت ہوئی اور صبح کو لوگوں نے اپنا کھانا پکایا اور کھایا پھر اُس
کے دوسرے روز وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے پھر لنگر اُٹھایا اور روانہ
ہوئے پھر اس کے چوتھے روز فجر کو معلم نے کہا کہ آج یلملم پر عصر کے وقت
پہونچ گے نہانے سے فراغت کر لو اور یلملم ایک پہاڑ کا نام ہے کہ وہاں پر
احرام باندھا جاتا ہے پھر سب لوگ اپنے نہانے دھونے میں مشغول ہوگئے اور
دوپہر کے بعد محسن خاں مصالحہ سر میں لگانے کا حضرت علیہ الرحمۃ کے لئے تیار
کر کے لائے پھر آپ آگے کی طرف جہاز کے تشریف لے گئے اور وہیں غسل فرمایا
جب غسل سے فارغ ہوئے اُس وقت کوئی پندرہ سولہ آدمی آپ کے پاس حاضر
تھے خباب عز اسمہ سے آپ کو الہام ہوا کہ ہم نے اس وقت جتنے آدمی تیرے
پاس موجود ہیں ان کو بخش دیا پھر آپ نے یہ خوشخبری اُسی وقت سب کو
سنائی اور احرام باندھا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور معمول ہے کہ جب احرام
باندھتے ہیں اُس وقت دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور بعد فراغ نماز کے
لبیک کہتے ہیں جب لوگ نماز پڑھ چکے تب سب سے ایک شخص نے لبیک
کہی پھر اُس وقت آپ کو الہام ہوا کہ جو کوئی تجھ سے پہلے لبیک کہے گا
لبیک اُس کی ہم قبول نہ کرینگے پھر آپ نے لبیک کہی اور کوئی دو گھڑی

تک پہنچ درگاہ باری تعالیٰ کے کمال عجز و انکساری کی دعا کی پھر اس کے تیسرے
دن جدہ کے قریب پہونچے اور ربان جدہ سے جہاز پر آیا اور جہاز کو لیچلا
اور ربان وہاں کے لوگ راہبر کو کہتے ہیں پھر جدہ کے کنارے لنگر ہوا اور
جو جہاز کہ پہلے ان میں کے لوگ کچھ تو مکہ معظمہ کو چلے گئے تھے اور کچھ لوگ وہیں
جدہ میں رہ گئے تھے محمود نواز خاں اور سلطان حسین خاں یہ دونوں بھائی
دکہن حیدر آباد کے بڑے امیر کبیر تھے اور ایک برس پہلے حیدر آباد سے بیت اللہ
شریف میں آکر رہے تھے جب آپ کے ہمراہی بیت اللہ شریف میں پہنچے
اُن کی زبانی آپ کے کمالات اور فضائل سُن کر دونو بھائیوں کو آپ
کی ملاقات کا کمال اشتیاق ہوا بلکہ محمود نواز خاں پہلے سے جدہ میں آپ کی
ملاقات کے لئے آئے تھے اور معلم محمد رئیس ہی آپ کی تشریف لانے کی خبر سُن
کر مکہ سے جدہ میں آئے تھے اور لوگوں نے اُنہیں معلم کی معرفت وہیں جدہ
میں حضرت علیہ الرحمۃ کے لئے مکان کرایہ لئے تھے پھر جب آپ کے آنے
کی خبر جدہ میں ہوئی تب سب لوگ کہ پہلے جہاز میں آئے تھے وہ سب
محمود نواز خاں اور معلم محمد رئیس کشتیوں پر سوار ہو کر جہاز پر آئے اور حضرت
علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی اور معلم نے ایک کاغذ مہری حضرت شاہ ابواللیث
صاحب مرحوم کا کہ یہ سگے ماموں حضرت کے تھے دیا اور عرض کی کہ حضرت
تمام اہل تکیہ کا طواف میری معرفت ہوا کرتا ہے میں ہی آپ کا اور تمام

آپ کے ہمراہیوں کا طواف کراؤنگا' آپ نے فرمایا بہت اچھا پھر آپ
نے لوگوں سے پوچھا کہ دین محمد کیوں نہیں آئے اُنہوں نے عرض کی کہ وہ بیمار
ہیں اس سبب سے نہیں آئے پھر اس کے دوسرے روز لوگ شہر سے سواریاں
اور اُونٹ وغیرہ اسباب کی باربرداری کے لئے لائے اور جہاز سے اسباب اُتار
اُتار کر روانہ کرنے لگے جب تمام اسباب شہر میں پہنچ گیا تب حضرت علیہ الرحمۃ
مع سب اپنے ہمراہیوں کے جہاز سے اُترے اور شہر میں داخل ہوئے اور ہر
کسی سے آپ نے پوچھا سب نے عرض کی جو کچھ روپیہ آپ نے عنایت فرمایا
تھا وہ صرف میں آیا اور سوا اس کے اکیس سو روپیہ اور خرچ ہوئے اور
جو اس کی فرد تھی سو حضرت کی خدمت میں پیش کی حضرت نے اُس کو دیکھ
کر مولوی یوسف صاحب سے فرمایا کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے الحمدللہ کہ اسی کے
بندوں کے صرف میں آیا آپ اکیس سو روپیہ ان کو دیویں پھر حضرت میرے
پوچھنے کو تشریف لائے اور وہ فرد بھی اپنے ساتھ لیتے آئے اول میرا حال
پوچھا بعد اس کے فرمایا کہ تم نے اپنا نام اس فرد میں کیوں نہیں لکھایا میں
نے عرض کی کہ حضرت آپ نے وقت روانگی کے کلکتہ میں سات روپے
عنایت فرمائے تھے اس میں سے تین روپے ابھی تک باقی ہیں اُنھیں میں
اللہ تعالیٰ نے برکت کی. میں اپنا نام کیوں لکھاتا بعد اس کے حضرت نے میرے
بدن پر اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب تو جلد

اچھا ہو جائیگا یہ کہہ کر آپ اُٹھے اور فرمایا کہ مجکو لوگوں سے ملنا ہے انشاء
اللہ تعالیٰ کل پھر آؤنگا اور جدہ میں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی قبر مشہور ہے
اس کے اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ واسطے زیارت اُس مزار پر انوار کے تشریف
لے گئے اور آپکے ہمراہ معلم محمد رئیس اور مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا عبد الحیٔ
صاحب اور حسن صباغ اور چند لوگ اور مگر نام اُن کے یاد نہیں اور کچھ لوگ خادم
مزار پر انوار کے گئے اور آپ نے قبر پر تین جگہ پر کھڑے ہو کر کچھ پڑھا سرہانے
اور بیچ میں اور پائنتی اور کچھ دعا اور درود معلم محمد رئیس نے پڑھائی وہ بھی
اُن کی خاطر سے آپ نے پڑھی پھر آپنے حسن صباغ سے پوچھا کہ یہ شہر کے
لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں کیوں آئے ہیں اُنہوں نے عرض کی کہ حضرت یہ اس
مزار پر انوار کے خادم ہیں جو کوئی یہاں پر آتا ہے ان کو کچھ دیتا ہے آپ سے
بھی اُمیدوار ہیں جو کچھ ہی آپ ان کو عنایت فرمائیں آپ نے فرمایا کہ تم اور شیخ
میاں جدے کے بڑے سیٹھ نامی تھے آپس میں صلاح کر کے ہم سے کہو ہم ان کو
دیدینگے پھر حضرت علیہ الرحمۃ وہاں سے اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے
پھر ان دونوں صاحبوں نے آپس میں مشورہ کر کے عرض کی کہ اس قدر ان کو دینا
چاہیئے پھر آپ نے اتنا ہی دیا اور وہ آدمی بیس زیادہ تھے پھر آپ نے
میرے جہاز کے لوگوں سے راہ حال کا دریافت کیا کہ کہو تم لوگوں کو جہاز
پر کسی طرح کی تکلیف تو نہیں ہوئی اُنہوں نے عرض کی کہ حضرت آپ کی دعا

کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ساتھ آرام تمام کے یہاں پر پہونچایا کسی طرح
کی ہم پر تکلیف نہیں ہوئی اس وقت آپ کے پاس مولانا محمد اسماعیل صاحب
اور مولانا محمد عبدالحئی صاحب اور بہت لوگ قافلہ کے تھے آپ انہیں سب صاحبوں
سمیت میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت میں لیٹا تھا آپ نے لوگوں سے
فرمایا کہ رضائی کا تکیہ بنا کے اس چوب سے ملا کر رکھ دو اور دین محمد کو اس تکیہ
کی آڑ سے بٹھا دو پھر لوگ اسی طرح سے عمل میں لائے پھر آپ راستے
کی باتیں کرنے لگے اس میں آپ نے پینے کو پانی مانگا میرے پاس ایک صراحی
رکھی تھی اس میں سے آپ کو پانی دیا کچھ تو آپ نے پیا اور باقی مجھ کو عنایت
فرمایا کہ اس کو پی لے انشاء اللہ تعالیٰ اب تو اچھا ہوا بعد اس کے آپ نے فرمایا
ہم نے تمہارے جہاز کے لوگوں سے پوچھا تھا کہ رستے میں تم کو کسی بات کی
تکلیف تو نہیں ہوئی انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ساتھ خیریت
و آرام کے یہاں پر پہونچے اور کسی کے منہ سے حرف شکایت کا نہ نکلا اس کو
سن کر میں نے عرض کی کہ حضرت آپ نے کلکتہ میں مجھ سے فرمایا تھا کہ لوگوں کی
خدمتگذاری میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرنا اور اپنی جان پر تکلیف لینا اور ان
کو تکلیف نہ دینا اور آپس میں صلاح و مشورت سے کام کرنا سو میں موافق ارشاد
آپ کے بغیر صلاح و مشورے کے کوئی کام نہ کرتا تھا اگر مردوں کے کرنے
کا ہوتا تو ان سے صلاح لیتا اور اگر عورتوں کا ہوتا ان سے پوچھ لیتا

اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہ کام میں اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کرتا ہوں سو اللہ تعالیٰ
موافق مرضی ہماری کے اس کام کو بنا دیتا تھا اور یہ سب آپ ہی کی دعا کی برکت
تھی کہ آپس میں سب ملے رہے کسی طرح کا جھگڑا بکھیڑا نہ ہوا بعد اس کے آپ نے
مولانا صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کل تو ہم دین محمد کو مکہ شریف کو
روانہ کرینگے اور پرسوں کو ہم جائینگے اور تم دو ایک روز ٹھہرو محصول کا فیصلہ کر کے
آنا مولانا صاحب نے عرض کی کہ حضرت میرا ارادہ تھا کہ آپ کے ساتھ چل کر
احرام اُتاروں مگر آپ نے فرمایا مجھ کو بسر وچشم قبول ہے مگر ایک بڑی
قباحت ہے کہ محصول والے اسباب کا بیجک مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم
کو یہ بیجک نہیں دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسباب بہت ہے
اور یہ کم بتاتے ہیں اگر یہ ہم کو بیجک نہ دینگے تو جتنا ہمارا جی چاہیگا لگا لینگے
اس کی کیا تجویز کی جائے، آپ نے فرمایا کہ مولانا صاحب یہ مال خدا کا ہے خیر
جس قدر اُن کا جی چاہے لے لیں کہ یہاں کسی چیز کی کمی نہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس
کا عوض اللہ تعالیٰ ہم کو اور دیویگا اور مولانا صاحب آپ خاطر جمع رکھیں کچھ
بھی نہ ہوگا اگر ان میں سے کوئی میرے پاس آتا خوب تھا مگر انشاء اللہ تعالیٰ ان
میں سے کوئی ضرور آئیگا پھر آپ اُٹھے، میں نے عرض کی کہ حضرت میں بھی
آپ کے ساتھ چلتا ہوں آپ نے دو شخص میرے ساتھ کر دئے کہ ان کا
ہاتھ پکڑ کر لیتے آؤ پھر جا کر مکان اقامت پر تشریف لے گئے اور میں بھی
گیا اور بیٹھا تھوڑی دیر کے بعد حسن صباغ آئے اور حضرت سے عرض کی

کہ محصول کے مقدمہ میں دو شخص آئے ہیں اور بہت غضبناک ہیں اور کہتے ہیں اگر بیجک نہ دینگے تو ابھی ان کا یہ تمام اسباب ضبط کراونگے، آپ نے فرمایا کہ ان کو یہاں بلالو پھر وہ دونوں شخص آئے اور سلام علیک کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور اُن کو آپ نے چپ و راست بٹھایا اور دونوں کے شانوں پر ہاتھ رکھکر مزاج پوچھا ہاتھوں کے رکھتے ہی ان کا حال بدل گیا اور آپ سر جھکاکر خاموش ہوگئے بعد اس کے ایک ساعت کے آپ نے سر اٹھاکر بیٹھے میاں حسن صباغ اور اور صاحبوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ان دونوں صاحبوں سے پوچھو کہ یہ کیا فرماتے ہیں پھر انھوں نے ان دونوں صاحبوں سے کہا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کس کام کے لئے تشریف لائے ہیں اُنہوں نے کہا کہ جس گمان سے ہم یہاں آئے تھے وہ گمان ہمارا غلط تھا آپ مکہ شریف کو تشریف لیجائیں مگر ایک معتمد اپنا یہاں چھوڑ جاویں اس کی معرفت ہم اسباب کی تلاشی لے لیں گے اور آپ اُسی کو معتمد فرمادیں کہ اس اسباب میں سے کچھ کچھ بطور تبرک کے ہم کو دیدیوے اسلئے کہ آئندہ قانون میں فرق نہ پڑے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا اسباب بجنسہ مکہ شریف میں پہونچیگا آپ خاطر جمع رکھیں آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ جس قدر تم کو لینا ہولے لو پھر وہ دونوں صاحب آپ سے رخصت ہوکر چلے گئے باقی حال یہاں کا اپنے موقع پر بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اس کے اگلے روز آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم مکہ شریف کو جاؤ میں نے عذر کیا کہ حضرت میں آپ ہی کے ساتھ چلونگا اور طواف بھی کرونگا آپ نے فرمایا کہ تم جس بات کے لئے جانے کا عذر کرتے ہو وہ ہم کو معلوم ہے تم خاطر

جمع رکھو انشاء اللہ تعالیٰ جو ہمارے پیش آویگا تم شریک ہوگے' میں نے عرض
کی کہ مجکو انکار کرنے سے ہی غرض تھی اب جو کچھ ارشاد ہو بجا لاؤں گا' میرے ساتھ
اکثر مرد اور عورتوں کر دیا اور پچاس اونٹ چاول کے لدے ہوئے بھی اور معلم
محمد رئیس نے چار معلم میرے ساتھ کر دئے اور کہہ دیا کہ جس طرح سے یہ معلم
تم کو دعا اور درود پڑھاتے جاویں ویسے ہی پڑھتے جانا اور سوا اس کے جو کچھ
کہیں وہ کرنا پھر میں وہاں سے مکہ شریف کو روانہ ہوا جس روز بیت اللہ شریف
کے دروازے پر پہونچا اُس وقت کوئی چھ سات گھڑی دن چڑھا ہوگا پھر
ان معلموں نے دو چار اپنے رفیقوں کو بلایا اور جو عورت و مرد میرے ساتھ کے
سوار تھے ان کو پیدل کر لیا اور سب اونٹ اور خچر اسباب کے جو میرے ہمراہ تھے
اُنھیں اپنے رفیقوں کے ہمراہ برکے کو روانہ کئے اور وہ ایک تالاب ہے اور
وہاں تین چار کوئیں بھی ہیں ان سب میں پانی نہر کا آتا ہے اور اس اسباب کے
ساتھ میں نے کوئی پانچ چھ آدمی معتبر اپنے میں سے بھی کر دئے اور اُن سے
کہہ دیا کہ تم ڈیرا ہی کھڑا کر رکھنا پھر ان معلموں نے ہم لوگوں کے تین
گروہ کئے ایک عورتوں کا اور دو مردوں کے' پھر وہاں سے حرم شریف
کو لیجا کر طواف کرایا اور دو رکعت نماز پڑھائی اور جہاں کہیں کہ جگہ دعا پڑھنے
کی آتی وہاں وہ دعا درود پڑھاتے آئے پھر اس کے بعد ان معلموں
نے صفا اور مروہ پر لیجا کر ہم لوگوں سے سعی کروائی اور سعی کہتے ہیں دوڑنے
کو اُس وقت دھوپ بہت تیز تھی شدت گرمی سے سب لوگ گھبرا کر باب الصفا

کے دالان میں جا بیٹھے اُس وقت لوگوں کو تشنگی سے کمال حیرانی ہی تھی
میں نے معلموں سے کہا کہ یہ لوگ مارے پیاس کے بہت حیران ہیں ان
کو آب زمزم منگا کر پلواؤ پھر انھوں نے آب زمزم کے پانچ سنگرہ
جن کو وہاں قربہ کہتے ہیں منگائے اور ہم لوگوں کو پلانا شروع کیا جب
ہم لوگ خوب پی چکے اور آسودہ ہوگئے تب اُنھوں نے اور پانچ قربہ منگا کر
سب عورتوں اور مردوں پر آب پاشی کی پھر ہم لوگ تھوڑی دیر وہاں
پر بیٹھے رہے بعد اس کے میں نے اور معلموں سے کہا کہ جس مکان میں حضرت
علیہ الرحمۃ فروکش ہونگے وہ ہم کو دکھلا دو کہ وہ کون سا مکان ہے
اور ایک معلم کو ہمارے آدمیوں کے ساتھ کردو کہ وہ ان چند آدمیوں کو
اپنے ساتھ گھر کو لے جاویں اور ان آدمیوں کو جو حفاظت سامان پر ہیں
ان کو لا کر طواف کراویں پھر ان میں سے ایک معلم پندرہ بیس آدمی اپنے ساتھ
لے کر گھر کو گیا اور ایک معلم نے مجھ کو اور دو تین آدمی اور کو کہ نام ان
کا یاد نہیں ہے بیر زمزم پر لاکر کھڑا کیا اور خوب سا پانی تازہ پلوایا اور
خوب سا نہلوایا بھی پھر باب العمرے کے پاس ایک مکان تھا اس میں لے گیا
اور کہا کہ حضرت علیہ الرحمۃ اسی مکان میں اُترینگے میں نے پوچھا کہ یہ مکان
کس کا ہے اُس نے کہا کہ میاں زین العابدین کا پھر وہاں سے میں باب الصفا
پر گیا اور اپنے سب ہمراہیوں کو لے کر مکان اقامت پر آیا اور پانچ سات

حجام بھی لیتا آیا اور عورتوں کے خیمہ میں داخل کر دیا اور کوئی دس بارہ دیگیں
اور کچھ دیگچے اور مشکیں پانی سے بھروالیں پھر ہر کسی نے اپنے اپنے درجہ سے
حجامت بنوائی اور ہر کر میں نہا کر کپڑے اُتارے اور احرام کھولے پھر وہی
اپنی اپنی ٹاٹ کی پالیں جو ہمراہ تھیں کھڑی کیں اور اپنی عورتوں کو اُن میں داخل
کیا اور جو عورتیں بیوہ اور بوڑھی تھیں وہ اسی خیمہ میں رہیں اس عرصہ میں
نماز ظہر کا وقت آیا اور اذان ہوئی جو کوئی حرم شریف میں گیا اُس نے تو وہیں
نماز پڑھی اور باقی سب لوگوں نے وہیں ہر کر پر نماز پڑھی وہ لوگ حرم شریف
سے نماز پڑھ کر آئے تب آپس میں مشورت کرنے لگے کہ ان معلموں کو کچھ دینا چاہیئے
اور وہ بھی منتظر تھے کہ یہ ہم کو کچھ دیں اور طواف کرنے میں بھی اکثر لوگوں نے چاہا
تھا کہ ان معلموں کو کچھ دیتے جاویں مگر میں نے منع کیا تھا کہ جب یہاں
سے فارغ ہو کر مکان پر چلیں گے وہیں دیدینگے پھر اس وقت کسی نے ایک
ریال اور کسی نے دو کسی نے تین اسی طرح سے جمع کئے تو قریب بتیس ریال
کے ہو گئے پھر میں نے ان معلموں سے پوچھا کہ الگ الگ تم کو دیں یا اکٹھا انہوں
نے کہا کہ ہم سب آپس میں ایک ہیں اکٹھا ہی دیدو پھر میں نے وہ ریال اُن کے
حوالہ کئے اور کہا کہ بھائی ہم لوگ مسکین ہیں ہم سے تو یہی ہو سکا اور جو کچھ کہ
میاں صاحب نے فرمایا ہے وہ آوینگے تب ملیگا پھر وہ لے کر چلے گئے بعد اس
کے میں نے کھانے کی تدبیر کرنی شروع کی اور دال چاول پکائے پھر موافق
دستور کے سب نے کھایا اور اُس ہر کر میں ایک پیپے کے اندر پانی ہم آیا کرتا تھا

اور کوئیں میں ہر روز دن کو تین پہر بجے اور رات کو کوئی چار گھڑی رات رہے
پانی آتا تھا جب ان میں پانی آتا تب لوگ ان سے نکال کر برتن بھر رکھتے
اور اُس روز عصر اور مغرب اور عشا کو اکثر مرد بعضی عورتوں کو ہمراہ لے کر
حرم شریف میں واسطے نماز کے گئے تھے اور بعد عشا کے میں نے بیس آدمی پہرے کے
لئے مقرر کیے اور کہہ دیا کہ تمام لوگ عورت و مرد فجر کو نماز کو حرم شریف
میں جاویں اور مستعد کھڑے رہیں کس واسطے کہ یہاں تقروری وغیرہ
زبردستی ڈیروں میں چلے جاتے ہیں سو ان کو جانے نہ دینا مگر ان سے لڑائی جھگڑائی
نہ کرنا پھر لوگ صبح کی نماز پڑھ کر آئے انتہیٰ اب یہاں سے بیان حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے جدہ سے تشریف لانے کا زبانی حضرت سید عبد الرحمن
سلمہ اللہ تعالیٰ کے یوں ہے کہ بعد جانے تمہارے کے تین دن وہاں مقام
رہا پھر وہاں سے اُنہیں معلم کی معرفت اونٹ وغیرہ باربرداری اور سواری
کے لئے کرایہ کئے اور شبریاں اور شغدف بھی خرید کی گئیں شبری مانند گہوارہ
کے ہوتی ہے اور شغدف بہت کشادہ دو طرفہ شبری کے برابر ہوتا ہے
چاہے آدمی با خوبی پیر پھیلا کر سو رہے اور عصر کے بعد یہ سب سامان درست
کرکے اسباب لادا گیا اور روانہ ہوئے رات بھر چلے گئے صبح کو ہدیٰ میں گئے
اور تمام دن وہاں مقام رہا پھر عصر کی نماز پڑھ کے روانہ ہوئے اور تمام

رات چلے گئے پھر صبح کو کوئی پہر دن چڑھے چار کوس مکہ معظمہ سے چند لوگ کہ وہ آپ سے پیشتر مکہ شریف میں داخل ہوئے تھے آپ کے استقبال کو آئے اور اپنے ساتھ دو رقیں اور رابریقیں آب زمزم سے بھر کر لائے اور ایک شخص ایک نشک لایا تھا یہاں آکر حضرت سے ملے اور تھوڑا تھوڑا پانی سب کو پلایا اور بعض شخص بسبب حدت گرمی کے کوس دو کوس آکر لوٹ گئے پھر ذی طوار پر پہونچے اور وہاں سب لوگ نہائے اور حضرت علیہ الرحمہ نے بھی غسل کیا پھر آپ نے سید زین العابدین اور اور لوگوں کو زنانی سواری کے ساتھ روانہ کیا اس میں معلم محمد رئیس نے کہا کہ مکہ میں جانے کے دو رستے ہیں ایک تو اسفل مکہ اور دوسرا اعلا مکہ اس کو سُن کر حضرت علیہ الرحمہ نے مولانا عبدالحئی صاحب سے پوچھا کہ مولانا صاحب اب ہم کون سے رستے سے جاویں مولانا صاحب نے عرض کی کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اعلا مکہ کی راہ سے تشریف لے گئے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی طرف ہو کر چلیں گے پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ روانہ ہوئے اور ایک گھاٹی بہت بڑی کہ نام اُس کا حجون ہے اس راستہ میں پڑتی ہے اور اس کے اوپر بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی کا مزار پر انوار ہے جب آپ وہاں پہنچے تب آپ نے بہت دیر تک دعا کی اور چلے پھر آگے اس کے ایک چھوٹا سا تالاب تھا وہاں پہونچے اور دعا کی تھوڑی دیر تو معلم محمد رئیس جیسا دعا و درود پڑھاتے گئے ویسا

ہی سب لوگ پڑھتے گئے بعد اس کے حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے طرز پر دیر تک دعا
کی اور دھوپ کی تیزی اُس وقت کمال شدت سے تھی لوگوں نے احرام اپنے
اپنے کھول کر پیروں تلے رکھ لئے تھے اور وہاں سے منارہ کعبہ شریف کا دکھلائی
دیتا تھا اُس کو دیکھ کر ہر کوئی زار زار روتا تھا پھر جب آپ دعا کر چکے تب
وہاں سے چلے اور حرم شریف میں دروازہ باب السلام سے داخل ہوئے اور طواف
کیا اور مقام ابراہیم پر طواف کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور مقام ابراہیم کو آگے
کر کے دیر تک دعا کی پھر بعد دعا کے زمزم کے کوئیں پر تشریف فرما ہوئے وہاں
بہت سے سقے مشکیں اور ڈول بھرے کھڑے تھے اُنھوں نے ہم پر آب زمزم
ڈالنا شروع کیا اور خوب سا نہلایا اور حضرت علیہ الرحمۃ نے ایک کیس لیٹ
لیا اور اُس وقت مارے گرمی کے میری طبیعت بہت بیقرار اور مضطر تھی
سو میں تو وہیں حرم میں رہا اور حضرت آپ ساتھ تمام ہمراہیوں اپنے کے
وہاں سے واسطے سعی صفا اور مروہ کے تشریف لے گئے بعد فراغ سعی حلق سر
کے آپ نے احرام کھولا بعد اس کے جو حویلی باب عمرہ میاں زین کی کرایہ لی
تھی اس میں فروکش ہوئے اور شیخ عبد اللطیف سوداگر مرزا پوری کہ وہ بھی
حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ تھے مگر دوسرے جہاز پر پہلے آئے تھے اُس روز
اُنھوں نے تمام مرد و عورت کی دعوت کی اور اس کے دوسرے روز رمضان
شریف کا چاند دکھا گیا اور جو چاول کہ کلکتہ سے لائے تھے سو وہ فقط

بیماروں کے لئے رکھے تھے اور حضرت نے فرمایا کہ آنے کی تجویز کرو پھر صلاح
یہ ٹھہری کہ آلوٹوں کی چکی سے آٹا خرید کیا جاوے تو کفایت سے ملیگا پھر آٹا،
گوشت وغیرہ کا تخمینہ کیا تو یہ ٹھہرا کہ بتیس ریال کا روز آٹا گوشت وغیرہ
خریدا جاوے پھر آٹے کی خرید کے لئے تو قاضی احمد اللہ صاحب اور میاں دین محمد
قرار ہوے اور گوشت کی خرید کے لئے عبد اللہ نو مسلم تین روز تو چودہ چودہ
دنبے ذبح ہوئے اور گوشت پکا اور چوتھے روز سے کبھی دس اور کبھی گیارہ اور
کبھی نو خریدے جاتے تھے پھر چند روز تو گوشت بر کے پر پکا اور بعد اس کے
ایک مکان باب العمرہ کے پاس چھتیس ریال میں کرایہ لیا پھر اس میں کھانا
پکنے لگا اور تفصیل خرید سامان کی یہ ہے چھ ریال کی کبھی دس اور کبھی گیارہ
اور کبھی نو دنبے مول لیتے اور کم و بیش تین ریال کی لکڑی اور ایک ریال میں
نمک مصالحہ اور بیس ریال کا آٹا ایک گیارہ کیل اور کیل پیمانہ کو کہتے ہیں
کہ اس میں پونے دو سیر آٹا آتا ہے چھ سات روز تک انہیں بتیس ریال میں
آٹا وغیرہ خریدا گیا بعد اس کے ایک روز حضرت نے فرمایا کہ پچیس ریال کا
اسباب خرید کیا کرو اس میں سب کو جس طرح کہ اب ملتا ہے ویسا ہی ملے اور کم
کسی کو نہ پہونچے اس کو سن کر سب لوگ حیران رہے آخر الامر انہی پچیس
ریال میں آٹا گوشت وغیرہ خرید کرتے اور پکاتے موافق معمول کے سب کو
تقسیم کر دیتے پہونچ جاتا کسی نے اس بات میں حضرت سے شکایت نہ کی

اور سریئں اور کلیجیں اور اوجھریں الگ پکیتیں اور سحر گہی کے وقت آپ کے سامنے لاکر رکھ دیتے جن کو آپ دلاتے ان کو ملتا اور ان کو خدابخش باورچی بنارسی اور مرزا محمد بیگ غازی پوری پکایا کرتے تھے

حکایت سید عقیل نام ایک شخص بہت بڑے بزرگ تھے اور عمر اُن کی کوئی نوّے برس کی تھی اور اُن کا مکان باب ابراہیم پر تھا اور حضرت علیہ الرحمۃ ان کی ملاقات کے واسطے کوئی چار یا پانچ گھڑی دن چڑھے باب عمرہ سے چلے اس وقت کچھ کم زیادہ کوئی سو آدمی آپ کے ہمراہ تھے اور باقی ہزاروں آدمی وہاں کے آپ سے مصافحہ کرنے کو آئے اس نیت سے کہ یہ ہندوستان کے بڑے مقتدا اور پیشوا اور صاحب کرامت ہیں اور وہاں جو مسکین تھے اُنہوں نے جانا کہ یہاں کچھ خیرات ہوتی ہے وہ بھی اسی مجمع میں جمع ہوئے جب یہ سارے لوگوں کا مجمع ہوا تب حضرت علیہ الرحمۃ کو راستہ باب ابراہیم جانے کا نہ ملا اور وہاں کے خواجہ سراؤں نے دیکھا کہ حضرت امیر المومنین آتے ہیں اور بسبب ازدحام لوگوں کے یہاں نہیں آسکتے تب وہ بیس پچیس خواجہ سرا دوڑ کر آئے اور لوگوں کو دھمکا کر بٹھایا تب کوئی پہر سوا پہر دن چڑھے آپ باب ابراہیم پر پہونچے اور اُن سید صاحب سے ملاقات کی اور بعد اس کے دیر تک آپ سے باتیں کیا کئے اس وقت سید عقیل صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ سے یہ کہا کہ اس جگہ پر آپ کے ماموں شاہ ابو اللیث صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی اور قریب دو گھڑی کے آپ وہاں بیٹھے ہونگے پھر وہاں

سے آپ اپنے مکان اقامت پر تشریف لائے اور ہر روز وہاں دن کو وقت
عصر تک یہ رہتا تھا کہ تمام اہل مکہ بڑے بڑے عالم اور فاضل اور بزرگ اور
مشائخ لوگ آپ کے پاس جمع رہتے اور بعد اذان عصر کے آپ نماز پڑھنے کو حرم
شریف میں تشریف لے جاتے اس وقت سے مغرب تک آپ حرم محترم میں رہتے
وہاں بھی آپ کے پاس لوگوں کا مجمع رہتا تھا وہیں آپ روزہ افطار کرتے اور نماز
پڑھتے پھر طواف کر کے اپنے مکان اقامت پر تشریف لاتے اور وہاں تراویح
پڑھتے پڑھنے والوں کی بہ کثرت تھی کہ جابجا حافظ لوگ اپنی اپنی جماعت سے تراویح
پڑھتے تھے اور ان کی تسبیح اور تہلیل سے ایک شور عظیم معلوم ہوتا تھا اور اسی طرح سے
قرارت حافظوں کی ملتبس ہو جاتی تھی کہ عملاً سمجھ میں نہیں پڑتا تھا کہ یہ کون سی
سورت پڑھتے ہیں اور وہ کون سی سورت، وہاں کا یہ حال دیکھ کر حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ نے مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب وغیرہم سے
فرمایا کہ یہاں سب کے ساتھ تراویح پڑھنے کا اس وقت کچھ لطف نہیں معلوم
ہوتا ہے کیونکہ مدعا تو قرآن شریف سننے سے ہے اور یہاں مارے شور و غل کے یہ
حال ہے اس کی کوئی تدبیر بتلاؤ کہ قرآن شریف ساتھ تسلی اور دلجمعی کے
سننے میں آوے پھر انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے آپ سے عرض کی کہ ہمارے
خیال میں یہ آتا ہے جب تک یہاں لوگ تراویح پڑھیں تب تک آپ یہاں
کے لوگوں کا قرآن سنیں پھر جس وقت یہ تمام لوگ نماز تراویح سے فارغ
ہو کر اپنے اپنے مکانوں کو جاویں اس وقت آپ اپنی جماعت قائم کریں

اور قرآن سنیں یہ صلاح اُن کی آپ کو بہت پسند آئی پھر اسی طرح سے ہر شب
کو حرم شریف میں ہر حافظ کے پیچھے کھڑے ہو کر سنتے جب وہ لوگ پڑھ چکتے تب
مطاف میں جماعت کر کے سید محمد صاحب مرحوم کا قرآن شریف نماز میں سنتے
ہر روز دو پارہ پڑہے جاتے تھے بعد فراغ نماز عمرے کو جاتے اور حضرت علیہ الرحمۃ
کے لئے ایک مرکب یعنی حمار پانچ قرس روزانہ دے کر کرایہ کر لیتے تھے اور وہ
مرکب بہت تندرست اور چالاک تھا اُس پر حضرت سوار ہوتے اور ہم لوگ آپ
کے ہمراہ رکاب ہوتے اور تنعیم کی مسجد میں دو رکعت نماز نفل پڑھتے پھر صفا اور
مروا دوڑتے اور صبح کی نماز حرم شریف میں پڑھتے اور اگر رات کم ہوتی تب
طواف کر کے کھانا سحر کا کھا کر صفا اور مروا دوڑتے اور اگر رات زیادہ ہوتی
تب طواف کر کے اور صفا اور مروا دوڑ کے سحر کا کھانا کھاتے اور بعد نماز فجر
پھر طواف کرتے اور نماز اشراق کی پڑھ کر اپنے اپنے مکان کو جاتے اور سو رہتے
پھر قریب زوال کے مذکر واسطے تذکیر کے مناروں پر چڑھتے اور اُن کی تذکیر
سُن کر محلہ محلہ جو مذکر مقرر تھے وہ سب تذکیر کہتے اور حرم شریف ساتھ مناروں
میں چنانچہ ایک منارہ جس مکان میں ہم رہتے تھے اُس کے اندر تھا بلکہ جس جگہ
حضرت علیہ الرحمۃ کی آرامگاہ تھی اس سے ملا ہوا تھا ایک مذکر اس پر چڑھ کر تذکیر
شروع کرتا جب تذکیر شروع ہوتی پھر تمام لوگ سونے سے بیدار ہوتے
اور حاجت ضروری سے فراغت کر کے وضو کرتے اور چاروں طرف سے حرم
شریف میں داخل ہوتے اور نفلیں پڑھتے جب اذان ہوتی امام حنفی مصلیٰ کا

اٹھا اور سنتیں پڑھنی شروع کیں پھر سب لوگ اپنی اپنی سنتیں پڑھنے لگے جب
امام سنتوں سے فارغ ہوا تب موذن نے اقامت کہی اور امام نے تحریمہ
باندھا اور نماز پڑھائی اور اُس کے نماز پڑھانے کی صورت یہ ہے کہ جہاں
وہ امام کھڑا ہوتا ہے وہاں دوسرا دالان مثال بارہ دری کے ہے اُس کی چھت
میں جالی لگی ہے اس کے نیچے امام کھڑا ہوتا ہے اور دو مکبر اوپر قریب جالی کے کھڑے ہوئے امام
کو دیکھتے رہتے ہیں جب امام نے تحریمہ باندھا ان دونوں مکبروں نے باآواز
بلند ساتھ خوش الحانی کے اللہ اکبر کہا جب امام رکوع کو گیا اور اللہ اکبر کہا
اُنہوں نے بھی اُسی طرح خوش الحانی سے اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا جب امام نے
سمع اللہ لمن حمدہ کہا پھر اُنہوں نے ساتھ خوش الحانی اور آواز بلند کے ربنا
لک الحمد کہا بس اسی طرح سے امام کے ساتھ تکبیر کہتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور
حرم شریف کی جماعت کا یہ حال ہے کہ نماز فجر کی تو پہلے شافعی مصلی پر ہوتی
ہے اور سب کے پیچھے حنفی مصلی پر اور باقی چار وقت چار جماعت اول امام حنفی
کے پیچھے ہوتی ہے اور ہمیشہ رات کو قبل تین پہر نجد کے ساتوں منیاروں پر حرم
شریف کے موذن پڑھتے ہیں اور کچھ آیتیں اور حدیثیں فضائل تہجد میں باآواز بلند
ساتھ خوش الحانی کے پڑھتے ہیں چنانچہ اُن میں کی ایک آیت یہ ہے تسبیح
له السموات السبع والارض ومن فیهن وان من شیء الا یسبح
بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم انه کان حلیما غفورا ان
کی آواز سُن کر جبل ابو قبیس کا مذکر وہی آیتیں اور حدیثیں بلند آواز سے

پڑھتاہے اس کو سن کر ہر محلہ کے گلی کوچہ میں مذکر وہی آیتیں اور حدیثیں
باآواز بلند پڑہتے پھرتے ہیں جب تین پہر بجتے ہیں تب اذان تہجد کی کہہ کر منارہ ول
سے اُترتے ہیں پھر لوگ اپنے اپنے گھر سے آکر نماز تہجد پڑہتے ہیں اور شیخ المؤذن
بیر زمزم کے بنگلہ میں رہتاہے اور اس کے پاس گھڑیاں اور آلات وقت پہچاننے
کے رکھے رہتے ہیں اور ایک سیڑہی پہیہ دار کعبہ شریف کے داخلہ کی کہ وہ بیر زمزم
کے بنگلہ کے تلے رکھی رہتی ہے جب داخلہ کا دن آتاہے اُس روز اُس کو کھینچ کر
کعبہ شریف کے دروازے پر لگا دیتے ہیں اس پر سے لوگ داخلہ کو کعبہ شریف
کے اندر جاتے ہیں پھر بعد داخلہ کے اس کو وہیں رکھ دیتے ہیں اس پر ایک مکبر
شافعی مصلی کا بیٹھا رہتاہے جب تین پہر یا ایک دو بجتے ہیں تب شیخ المؤذن
اپنے بنگلہ سے منہ نکال کر اس مکبر کی طرف آہستہ سے کہتاہے یا ارحم الرحمین
ارحمنا برحمتک یا اللہ ہی جب یہ کہہ چکا تب وہ سیڑہی والا مکبر انھیں الفاظ کو
ساتھ آواز بلند کے ادا کرتاہے بعد اس کے جبل بوقبیس والا مذکر وہی الفاظ
اُسی آواز سے کہتاہے پھر تمام محلہ کے مذکر کوچہ بکوچہ وہی الفاظ پکارتے
پھرتے ہیں بعد اس کے وہ سب مذکر چار چار رکعت نفل پڑہنی شروع کرتے
ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے پھر وہی شیخ المؤذن کچھ الفاظ نعت حضرت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ترجیع سمیت سیڑہی والے مکبر کی طرف مخاطب ہوکر
ساتھ آواز کے کہتاہے پھر وہ انھیں الفاظوں کو باآواز بلند موافق دستور کے

کہتا ہے اور انھیں الفاظوں کو جبل ابو قبیس کا مذکر اسی طرح سے کہتا ہے اور بعد اس کے ہر گلی کوچہ کے مذکر انھیں الفاظوں کو کہتے ہیں بعد اس کے سب مذکر نفلوں میں مشغول ہوتے ہیں پھر شیخ المؤذن نے سیڑھی والے مکبر کی طرف مخاطب ہوکر آہستہ سے کہا کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر اس کو سُن کر سیڑھی والا مکبر بلند آواز سے کہتا ہے پھر انھیں الفاظوں کو جبل ابو قبیس کا مذکر زور سے کہتا ہے پھر اس کو سُن کر ہر گلی کوچہ کے مذکر کہتے ہیں پھر شیخ المؤذن نے اپنے بنگلہ سے منہ نکال کر آہستہ سے کہا امیر المومنین حضرت عمر فاروق ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر اس کو سُن کر ترتیب کے ساتھ تمام مکبرین مذکورین اپنی اپنی جگہ پر اسی طرح الفاظوں کو کہتے ہیں اور اگر رمضان شریف کا مہینہ ہے تب جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہیں اس وقت لوگ اپنے کھانے پینے سے فراغت کر لیتے ہیں اور سبیل بھی موقوف ہو جاتی ہے اور دوکاندار چراغ بجھا دیتے ہیں اور دوکانوں کو بند کر کے حرم شریف میں آتے ہیں بالکل بازار میں اندھیرا ہو جاتا ہے پھر شیخ المؤذن بنگلہ سے منہ نکال کر کہتا ہے حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر انھیں الفاظوں کو سب مذکر اپنے اپنے درجہ سے ادا کرتے ہیں اور حرم شریف کے میدان میں دو گنبد ہیں اور وہ دونوں حنبلی مصلی کی پشت پر ہیں ایک تو کتبخانہ ہے اور دوسرے میں سامان روشنی کا ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سنا اس وقت خواجہ سرا

اسی حجرہ میں سے شمعیں جلتی ہوئی دو دو چاروں مصلوں پر اور ایک ایک
کعبہ شریف کے کونوں میں اور دو حطیم میں لاکر رکھ دیتے ہیں اور بتیاں شمع کی
بہت موٹی اور لانبی کوئی ڈیڑہ ہاتھ کی ہوتی ہیں بعد اس کے پھر شیخ المؤذن
نے کہا حضرت امیر المومنین علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر اسی طرح سے سب
مذکروں نے اپنے اپنے درجہ سے باآواز بلند کہنا شروع کیا اور اسی کے ناموں کے بعد
الفاظ ترحیم کے جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام شریف کے
بعد مذکور ہوئے ہیں شیخ المؤذن کہتا ہے پھر سب مذکرین کہتے ہیں اور ایک موذن
منارے پر بیٹھا رہتا ہے جب وہ سب مذاکر اُن الفاظوں کو کہہ چکتے ہیں تب
وہ موذن جو منارے پر بیٹھا ہے ہر روز اذان سے پہلے ان آیتوں کو باآواز بلند
خوش الحانی سے پڑھتا ہے اور وہ آیتیں یہ ہیں ان اللہ فالق الحب والنوی
تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی ذلکم اللہ فانیٰ تؤفکون
فالق الاصباح وجعل اللیل ساکنا والشمس والقمر حسبانا وذلک تقدیر
العزیز العلیم وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک
فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا بعد اس کے اذان کہتا
ہے ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال انی من
من المسلمین اور بعد اس کے وہ تینوں آیت مذکورہ پڑھ کر اذان کہتا ہے
پھر سب لوگ سنتے پڑھنے لگتے ہیں اور موذن بھی منارے سے نیچے اُتر آتا ہے

سنتیں پڑھتا ہے پھر بعد فراغ سنت کے اُسی جگہ کھڑا ہو کر ایک درود شریف بلند آواز سے پڑھتا ہے اُس کو سُن کر امام شافعی مصلی کا باب السلام سے چلتا ہے جب امام قریب مصلے کے پہونچا تب موذن نے اقامت کہنی شروع کی اور امام مصلی پر تحریمہ باندہ کر کھڑا ہوا اور نماز پڑھائی اور ہر روز نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں جیسے سورۃ القدر اور سورۃ قریش اور سورۃ الکافرون اور سورۃ الکوثر پڑھتا ہے اور جمعہ کو سورہ سجدہ اور سورہ دہر پڑھتا ہے انتہیٰ پھر حضرت علیہ الرحمۃ کے آنے سے ایک ہفتہ کے بعد مولانا محمد اسماعیل صاحب پھول کا فیصلہ کر کے تشریف لائے اور بعد طواف اور سعی وغیرہ کے حضرت سے ملاقات کی اور احرام اُتارا اور اُن کے ہمراہ حسن صبانع اور چند لوگ اور بھی آئے مگر ان کے نام یاد نہیں اور جو اسباب کہ سوائے غلہ کے تھا وہ سب اپنے ساتھ لیتے آئے اور پچاس اونٹ چاول اور دال کے بھی لائے اور حضرت کے سپرد کئے حضرت نے پوچھا کہ میاں صاحب کہو وہاں پھول کا کیا حال گذرا اُنہوں نے عرض کی کہ حضرت اُن لوگوں نے دو کپس اور دو کپس کے رومال رام پوری اور پانچ تھان ین سکھ اور پانچ تھان مشروع اور گلبدن کے اور چند تسبیح پتھر وغیرہ کی اور ایک شیشی عطر کی یہ سب اسباب بطور تبرک کے اس میں سے اُنہوں نے نکال لیا اور باقی دیکر ہم کو رخصت کیا اور عرض کی ہے کہ حضرت میاں صاحب سے ہمارے لئے دعا کروانا اور دو ہزار بستے چاول کہ جس کا بیعانہ معرفت بھیجے میاں کے لیا تھا سو فی بستہ ساڑھے پانچ ریال کہ جس کے ساڑھے پانچ ہزار ریال ہوئے

اُن کے حوالہ کئے اور وہ ریال اُن کی دوکان میں جمع کر دئے اور باقی لستے
دال چاول کے اُن کی تحویل میں چھوڑ آیا ہوں جس وقت آپ کو حاجت ہو منگا
لیویں انتہی جب مہینہ رمضان المبارک کا آخر ہوا تب بعد دو چار روز کے آپ نے
قاضی احمداللہ صاحب اور مجھ سے اور میاں عبداللہ سے فرمایا کہ آج سے آٹھویں
روز تو گوشت پکایا کرو اور باقی ہر روز دال روٹی اور بیس ریال ہر روز اس
دن سے آپ نے واسطے کھانے کے مقرر کئے اور فرمایا کہ اس میں اپنا سب خرچ
کرو اور کھانا سب کو موافق معمول ہمیشہ کے پہونچے پھر اسی روز سے ہم اُسی
بیس ریال میں دال آٹا وغیرہ خرید کرتے تھے اور پکا کر سب کو پہونچا دیتے تھے
آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اُس میں ایسی برکت کی کہ سب کو با خوبی پہنچ جاتا
تھا اور کوئی بھوکا نہیں رہتا تھا **حکایت** عید کے روز بعد نماز صبح کے
لوگ حرم شریف میں جمع ہوئے اور منارون پر چڑھے اور تذکیر کہنی شروع
کی جب وقت نماز اشراق کا ہوا اُس وقت امام نے نماز عید پڑھائی پھر بعد
فراغ نماز کے لوگ اپنے اپنے مکان کو گئے اور پہر دن چڑھے اکثر لوگ نامی
شہر کے حضرت کی ملاقات کے لئے آئے شیخ عبداللطیف سوداگر مرزاپوری
نے پانچ ریال حضرت علیہ الرحمۃ کی نذر رکھے اور شیخ عمر ابن عبدالرسول بھی
تشریف لائے اور بیٹھے اور بہت بڑے بزرگ عارف اور عالم اور فاضل حنفی مذہب
کے تھے کہ ان کی برابر اس مذہب کا مکہ شریف میں عالم نہ تھا کہ سلطان روم
کے یہاں اُن کی بڑی قدر و منزلت تھی لوگ ان کو بطور نذر کے کچھ پیشکش

کرتے مگر کبھی کسی سے کچھ نہ لیتے چنانچہ وہاں کے لوگوں کی زبانی سنا گیا کہ ایک
بار سلطان روم نے اُن سے کہلا بھیجا تھا کہ ایک حج ہماری طرف سے کرنا اور
ایک تھیلا اشرفیوں کا بھر کر بھیجا تھا سو انہوں نے اشرفیاں تو للتدمی اللہ
غریبوں محتاجوں کو تقسیم کیں اور کہا کہ پہلے لے کہے بادشاہ کے . . . .
مگر پڑھاتے پڑھاتے یاد ہو گئی اور اس کی شرح قسطلانی اسی طرح سے مجکو یاد ہے
یہ سُن کر لوگوں کو کمال تعجب ہوا حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو خلافت نامہ دیا اور
اپنا خلیفہ بنایا اور ایک کرتا اور ایک عمامہ ان کو عنایت فرمایا انتہیٰ ایک روز حضرت
سید عبدالرحمٰن صاحب اور سید محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور قاضی عبدالستار سیر
کرتے ہوئے مغربی قافلہ میں باب الصفا کی طرف چلے گئے اس قافلہ کا ایک شخص بڑی
کتاب فقہ کی یاد کر رہا تھا قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ اگر تم اس قدر محنت قرآن
شریف کے یاد کرنے میں کرتے تو کیا اچھا تھا اُس نے خفا ہو کر کہا کہ کیا میں مسلمان نہیں
جو مجھکو قرآن مجید یاد نہیں اور ایسا ہی کوئی مسلمان ہو گا کہ جس کو قرآن مجید
حفظ نہ ہو گا قاضی صاحب نے کہا کہ کیا تمہارے اس قافلہ میں سب کو قرآن مجید
یاد ہے اُس نے کہا کہ پوچھ لو اور اس قافلہ میں قریب چھ سو کے عورت مرد
تھے پھر قاضی صاحب نے قافلہ میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سب لوگ حافظ قرآن
ہیں بلکہ دس دس برس کے لڑکے اور لڑکیوں کو بھی یاد تھا انتہیٰ **حکایت**
بعد رمضان المبارک کے حضرت علیہ الرحمۃ نے جناب شیخ ولی محمد صاحب سے
فرمایا کہ دو تھان نینوں بین سکھ کے ادا ایک تھان مشروع کا لاؤ انہوں

نے بموجب ارشاد فیض بنیاد حضرت علیہ الرحمۃ کے لاکر جاکر حاضر کیے پھر
آپ نے وہ تینوں تھان اور پچیس ریال حسن صباغ کو عنایت فرمایا اور
اُن سے کہا کہ ان بھول والوں سے کہہ دینا کہ ہم نے تمہارے واسطے دعا کی ہے
سو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر تم کو معلوم ہو جاویگا اس کو سُن کر حسن صباغ
نے عرض کی کہ حضرت آپ میرے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر کرے
پھر آپ نے ان کے لئے بھی دعا کی اور اُن کو رخصت فرمایا پھر وہ آپ سے مصافحہ
کرکے اپنے مکان کو روانہ ہوئے انتہیٰ‘ ایک مہینہ سے کچھ کم لوگوں کو آٹا دال
تقسیم ہوا بعد اس کے پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے مجھ سے ایک روز فرمایا کہ چاول بہت
ہیں آج سے دال چاول تقسیم کیا کرو پھر اُس دن سے میں نے دال چاول تقسیم کرنے
شروع کئے پندرہ دن تک تو برابر بانٹے سولویں روز حضرت نے مجھ سے
فرمایا کہ ہر روز چاول کس قدر تقسیم کرتے ہو میں نے عرض کی کہ چار لستے روز فرمایا
کہ ان پندرہ روز میں کتنے لستے خرچ ہوئے ہونگے‘ میں نے عرض کی ساٹھ لستے‘ فرمایا
کہ پھر گنو‘ میں نے عرض کی کہ حضرت میری دانست میں تو آتا ہے کہ اسی قدر خرچ
ہوئے اس کو سُن کر فرمایا کہ قاضی صاحب اور میاں عبداللہ کو بلاؤ پھر میں نے
میاں عنایت اللہ سنڈیانی کو بھیج کر بلایا پھر آپ نے اُن سے بھی پوچھا کہ
ہر روز کتنے لستے چاول خرچ ہوتے ہیں اُنہوں نے بھی عرض کی کہ چار لستے روز
آپ نے فرمایا کہ کل لستے کتنے تھے‘ میں نے عرض کی کہ جتنے لستے چاول کے رمضان

شریف میں اور قبل رمضان شریف کے خرچ ہوئے وہ تو ہوئے باقی تین سو ساٹھ لپتے باورچی خانہ میں جمع تھے اب انہیں میں سے خرچ ہوتے ہیں پھر آپ نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ تم نے لپتے شمار کر لئے تھے انہوں نے عرض کی کہ میں نے تفصیل وار جس طرح سے آتے گئے لکھے ہیں اور کاغذ ہی جیب سے نکال کر حضرت کو دکھایا اس میں لکھا تھا کہ سو لپتے تو میاں دین محمد کے ساتھ آئے اور سو لپتے مولانا محمد اسماعیل صاحب لائے تھے اور ایک سو لپتے تو حسن صباغ نے کئی مرتبہ کر کے بھیجے تھے ان میں سے بیس لپتے تو رمضان شریف میں خرچ ہوئے اور تین سو ساٹھ جمع ہیں اب انہیں میں سے خرچ ہوتے ہیں اور پانچ اوپر نبے ریال ان سب لپتوں کے کرایہ میں دئے پھر آپ نے ہم تینوں سے فرمایا کہ اب جا کر گنو پھر ہم باورچیخانہ میں گئے اور ان سب لپتوں کو گنا تو تین سو ساٹھ ہوئے اس میں ہم کو بڑی حیرانی ہوئی کہ ساٹھ لپتے تو ہم خرچ کر چکے پھر یہ تین سو ساٹھ کیسے ہیں شاید ہم گنتی میں بھول گئے ہوں پھر دوبارہ ان کو گنا تو پھر وہی تین سو ساٹھ ہوئے پھر جو لپتے کہ ان کے چاول خرچ میں آگئے تھے ان کو گنا تو ساٹھ تھے تب تو ہم اور زیادہ متحیر ہوئے کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے ہم نے تو تین سو ساٹھ لپتے رکھے تھے اتنے ہی اب موجود ہیں یہ ساٹھ لپتے کہاں سے آئے اس بات کی حضرت علیہ الرحمۃ کو اطلاع کرنا ضرور ہے پھر اس وقت ہم تو نہ گئے مگر دوسرے وقت جا کر عرض کی کہ ہم نے تین سو ساٹھ لپتے گن کر رکھے تھے اور ان میں سے پندرہ روز میں ساٹھ لپتے خرچ گئے اب پھر جا کر جو گنا تو وہی تین سو لپتے بجنسہ موجود ہیں آپ نے اس کو سن کر فرمایا کہ ہم لوگ غریب محتاج ہیں کہیں کے حاکم اور رئیس نہیں

اگر اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی پرورش اور انعام ہمارے حال پر نہ
ہو تو ہم سے ضعیف اور مفلسوں کا کیونکر گذارا ہو اور دیر تک اپنی عاجزی
اور انکساری اور اللہ تعالیٰ کی ستاری اور غفاری بیان کرتے رہے اس وقت
تمام حضار مجلس پر عجب ایک حالت رقت کی طاری وساری تھی کہ ہر شخص
زار زار روتا تھا پھر اسی روز یا اس کے دوسرے روز آپ نے میرے
شانوں پر دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ آج سے تم پونے چار لستے
چاول روز تقسیم کیا کرو اور بسم اللہ کر کے لستے میں سے چاول نکالا
کرو اور ان پونے چار بستوں سے نہ کم نہ زیادہ خرچ ہوں اور حصہ ہر
کسی کا موافق معمول کے پہونچے اور بعد تین دن کے ہم سے آکر پھر اطلاع
کرنا پھر میں نے تین دن تک پونے چار لستے روز تقسیم کئے خدا کے
فضل سے سب کو پورا پہونچتا تھا کوئی باقی نہیں رہتا تھا پھر چوتھے
روز میں نے آکر عرض کی کہ بموجب ارشاد فیض بنیاد آپ کے پونے چار
لستے روز میں نے تقسیم کئے سب کو پورا پہنچ گیا اس کو سن کر آپ نے
فرمایا کہ آج سے ساڑھے تین لستے تین دن تک بانٹو اور پھر چوتھے
روز ہم سے آکر کہنا پھر میں بموجب فرمانے آپ کے عمل میں لایا
اور چوتھے دن آکر پھر عرض کی آپ نے فرمایا کہ آج سے تین لستے

روز بانٹا کرو پھر ہم نے تین دن تک تین تین لستے روز تقسیم کئے
خدا کے فضل و کرم سے اس میں سب کو پورا ہو پہنچ گیا چوتھے دن
میں نے آکر پھر عرض کی کہ حضرت آپ کی دعا کی برکت سے جب کہ چار
لستوں میں سب کو پہونچتا تھا ویسا ہی اب تین لستوں میں پورا ہو جاتا
ہے کسی طرح کی کمی بیشی نہیں ہوتی' آپ نے فرمایا کہ اب تم ہمیشہ تین
لستے چاول تقسیم کیا کرو اور لستے میں چاول دو من ہوتے ہیں پھر بعد
چار یا پنج دن کے لوگوں میں مشہور ہوا کہ پہلے تو چار لستے چاول تقسیم
ہوتے تھے اور اب تین لستے مگر کسی نے اپنے حصہ کے چاول ناپے تولے نہیں
مگر اکثر لوگ اپنے دل میں رنجیدہ ہو گئے اس میں ایک روز مولوی وجیہ الدین
صاحب اور ایک ان کے ساتھ اور شخص کہ ان دونوں صاحبوں نے اپنے
اپنے حصہ کے چاول کپڑے میں باندھ کر رکھ لئے اور بیٹھے رہے جب ہم
سب کو تقسیم کر چکے تب مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ پہلے تو چار لستے
بٹتے تھے اور اب تین لستے. تو چار لستے کے حساب سے اب ان تین لستوں
میں سیر کا تین پاؤ آدمی پیچھے پڑتا ہے اور یہی پانچ چار آدمی اُن کے
ساتھ تھے مگر اُنہوں نے مقدم مولوی صاحب کو رکھا تھا اُنہوں
نے کہا کہ کیا حضرت نے تم سے فرمایا ہے کہ سیر کا تین پاؤ دو میں نے
کہا کیا آپ نے اپنے حصہ کے چاول تولے ہیں جو کہتے ہیں کہ سیر کا

تین پاؤ ملتا ہے اُنہوں نے کہا کہ تولنے کی کیا حاجت انداز سے
معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چار لیتے تھے اور اب تین، میں نے کہا کہ مولوی
صاحب حضرت کی دعا کی برکت سے ایک رتی کا بھی فرق نہ ہوگا اس وقت
لوگ اور بھی بہت سے جمع ہو گئے پھر مولوی صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت
علیہ الرحمۃ کے پاس لے گئے اس وقت مولوی عبدالحیٔ صاحب اور مولوی امام الدین
صاحب اور بھی چند لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر تھے اور مولوی صاحب
سے ایک مسئلہ میں اس سے پہلے ایک شخص سے بحث ہوئی تھی اس کو بھی اپنے
اپنے ساتھ لیتے گئے تھے پھر جا کر سلام علیک کی اور بیٹھے اور حضرت سے
مسئلہ پوچھا کہ حضرت ایک گھڑے پیندے میں سوراخ ہو گیا ہے اور اس
میں کپڑا لگا دیا اور اس سوراخ سے تھوڑا تھوڑا پانی نکلتا ہے میں
تو کہتا ہوں کہ ناپاک ہے اور یہ کہتے ہیں کہ پاک ہے اس میں آپ کیا
فرماتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ وہم ہے اس کو دل سے
دور کرو پانی اوپر سے نیچے کو آتا ہے اوپر کو نہیں آتا پھر مولوی صاحب
نے اپنی تقریر پر دوبارہ اصرار کیا اور کہا کہ حضرت نیچے سے رطوبت
اوپر کو جاتی ہے، حضرت علیہ الرحمۃ نے کہا مولوی صاحب یہ وسوسے
شیطانی ہیں اس میں اصرار نہ کرو اور خیال خام کو دل سے دور کرو
اور اس سے بچو پھر مولوی صاحب خاموش ہو رہے انتہیٰ، بعد اس کے

وہ چاول نکال کر حضرت کے سامنے رکھے حضرت نے اول چاولوں کو
دیکھ کر پوچھا کہ مولانا صاحب یہ چاول کیوں لائے ہو انہوں نے عرض کی
کہ حضرت اول چار سیر چاول لوگوں میں تقسیم ہوتے تھے اور اب تین سیر
بٹتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سیر کا تین پاؤ ہو گیا ہے اس کو سن کر حضرت
علیہ الرحمۃ نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ کیا کہتے ہیں میں نے عرض
کی کہ حضرت یہ میرا ہاتھ پکڑ لے آئے ہیں کہ تم نے کس کے حکم سے تین سیر
بانٹنا شروع کئے ہیں ان سے کہتا ہوں کہ تم اپنے حصہ کے چاولوں کو
تول لو اگر کم ہوں تو میں پورا کر دونگا اور جس کسی کو شک ہو وہ بھی
تول لے انشاء اللہ تعالیٰ حضرت کی دعا کی برکت سے رتی بھر کم نہ ہونگے
پھر حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ تو بہت آسان بات ہے کہ جیسا
یہ تولنے کو کہتے تھے اسی وقت تول لیتے اور جس کسی کو شک تھا وہ بھی
تول لیتا اگر کم ہوتے تو یہ خطا وار تھے اور اس طرح سے بے تولے نا پے
کسی کو الزام دینا بہت برا ہے پھر مولوی صاحب نے عرض کی کہ حضرت
آپ بھی تو موجود ہیں ان کو اپنے سامنے تلوا دیں پھر ترازو اور رتل
منگوا کر تولا تو کم ہوئے میں نے کہا کہ ریال اور رتل پر میرا اعتبار نہیں
ہے میں تو روپیوں سے تولونگا اور روپے بھی شاہی لکھنؤ کے
پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ تو کہتے ہیں پھر ایک شخص کو شیخ عبداللطیف

سوداگر کے یہاں بھیج کر تین سو ساٹھ روپے اور کانٹا تولنے کا منگا یا
پھر ان روپیوں سے چاولوں کو تولا تو پورے ہوئے نہ تو کم نہ زیادہ
پھر حضرت نے فرمایا کہ جس بھائی کا دل چاہے وہ ہی اپنے حصہ کے چاول
تول لے اور بعد حکایت اس کے حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب کسی پر بغیر
جانچے بدگمانی کرنا مناسب نہیں ہے پھر حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ جس
طرح پر تم اپنا کام کرتے ہو اسی طرح پر کئے جاؤ کسی کے کہنے سننے کا
خیال نہ کیا کرو پھر میں اپنے کام پر موافق فرمانے آپ کے مستعد ہوا انتہی

حکایت مکہ معظمہ میں باب العمرہ پر ایک رباط ہے اس میں سید قدرت اللہ
دکھنی رہتے تھے اور اس کے متصل ایک حویلی حضرت کے رہنے کے واسطے کرایہ
لی تھی اور یہ خبر پہلے سے مشہور ہو رہی تھی کہ ایک پیرزادے صاحب ہندوستان
سے آتے ہیں اور اُن کے ساتھ ایک بڑا قافلہ ہے یہ خبر سید قدرت اللہ
صاحب ممدوح نے بھی سنی اور یہ بھی سنا کہ حویلی بھی انھیں کے واسطے
کرایہ لی گئی ہے یہ سُن کر سید قدرت اللہ صاحب واسطے دریافت کرنے
حال حضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک اخون محمد خاں کے جو خلیفہ شاہ
غلام علی صاحب دہلوی کے تھے گئے اور ان سے احوال دریافت کرنا
شروع کیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے جو یہ پیرزادہ صاحب ہندوستان
سے آتے ہیں وہ شاہ علیم اللہ صاحب کی اولاد میں سے ہیں اور

بڑے صاحب کرامات ہیں اور اُن کے ساتھ بڑے عالم اور فاضل دہلی کے ہیں اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی اولاد سے ہیں سو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان کا کیا حال ہے اور کس وضع پر ہیں آپ کو دہلی کا حال خوب معلوم ہے مجھکو بخوبی بتلادو انہوں نے ایسی برائیاں حضرت کی اور حضرت کے ساتھ جو عالم تھے ان کی بیان کیں کہ حضرت کی طرف سے اُن کا اعتقاد بالکل جاتا رہا اور یہ برائیاں صرف اس واسطے کی تھیں کہ اُن کے مرید و معتقد وہاں بہت تھے تاکہ وہ لوگ اور اور مخلوق خدا کی حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف مائل نہ ہوں اور ہمارے معتقد اور فرماں بردار رہیں پھر بعد چند روز کے حضرت علیہ الرحمۃ بھی تشریف لائے اور وہ لوگ کہ جو مخالف حضرت کے تھے کھڑے دیکھتے تھے اور حیرت میں تھے کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے اور ہم نے اپنے دل میں کیا سوچا تھا پھر قدرت الٰہی سے جتنے مخالف اور موافق حضرت کے تھے وہ سب واسطے معانقہ اور مصافحہ کے بیچ خدمت بابرکت حضرت علیہ الرحمۃ کے حاضر ہوئے اور اس قدر ہجوم آدمیوں کا تھا کہ لوگوں کو حضرت سے مصافحہ کا وار بھی نہیں ملتا تھا اور مکہ معظمہ میں جتنے لوگ تھے سب کو ایک تعجب تھا کہ خدایا لاکھوں آدمی آتے ہیں اس میں ولی اور فقیر اور بادشاہ اور امیر اور سوا ان کے غریب اور غربا ہزاروں لاکھوں آدمی اُن کے معتقد اور جاں نثار اور گرویدہ خاطر ہیں، معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت بڑے ولی کامل اور صاحب کرامات ہیں

اور تائید الٰہی ان کے شامل حال ہے آپس میں یہ گفتگو کیا کرتے اور
خصوصاً سید قدرت اللہ کہ جس وقت حرم شریف میں ہم لوگوں سے ملاقات
ہوتی اور ہم اُن سے سلام علیک کرتے سلام کا جواب دیتے لیکن کشیدہ
خاطر ہو کر اور جب ہم حنفی پر وضو کرنے جاتے اور صورت اس حنفی کی
یہ ہے کہ ایک برج سا بنا ہوا ہے اور اندر اُس کے نہر جاری ہے اور گرد
اُس کے ٹونٹیاں لگی ہیں اور ایک نالی بھی گرد اس کے بہتی ہے اُس نالی
پر بیٹھ کر لوگ وضو کرتے ہیں جس وقت ہم لوگوں سے کوئی وضو کرتا اور
سید قدرت اللہ صاحب دیکھتے کہتے کہ جلد وضو کر و کیا تمہی وضو کرنے والے
ہو اور کوئی نہیں ہے اسی طرح جب ہم اس رباط میں واسطے حاجت ضروری
کے جاتے اور اس رباط میں دو تین پاخانہ اور تین چار حجرے اور دو تین
حجرے اس کے اوپر بھی بنے تھے اور اس اوپر کے حجرے میں اُنھیں سید صاحب
کا قبضہ رہا کرتا تھا جب ہم لوگوں کو وہ دیکھتے کہ یہ پاخانہ کو گئے ہیں
آتے اور کہتے جلد نکلو اور لوگ کھڑے ہیں کیا تمہارے اکیلے کے لئے پاخانہ
بنا ہے ہم لوگ نکل آتے اور چپ رہتے کچھ جواب نہ دیتے اور اُس پاخا نہ
کی بھی یہی صورت ہے کہ نہر کا پانی آیا کرتا ہے جتنا پاخانہ ہوتا ہے
سب کو صاف کرتا ہوا چلا جاتا ہے کچھ حاجت بھنگی کے کمانے کی نہیں
ہوتی اور وہ نہر پاخانہ اور شہر کی جو پاک ناپاک نہریں ہیں وہ سب

جاکے ایک بڑی نہر میں ملی ہیں اور اُس بڑی نہر کا منہ شہر سے کوس
دو کوس کے فرق سے جنگل میں جا نکلا ہے پھر سید قدرت اللہ صاحب جو
ہر وقت ہم لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے یہ سب خبریں حضرت علیہ الرحمۃ
کو پہنچتی تھیں پھر حضرت سُن کر ہم لوگوں کو فرماتے تھے کہ بھائیو تم چپ
رہو اللہ تعالیٰ اس کام کو سنبھال لیگا اس عرصہ میں مولوی امام الدین صاحب
لکھنوی اور مولوی بشیرالدین صاحب دہلوی اور سوا ان کے حضرت کے ہمراہیوں
میں سے اُنہی سید صاحب سے ملاقات کرنی شروع کی پھر تھوڑے دن کے
بعد کبھی ان کو عقائد کی باتیں بھی سناتے اور کہتے تھے کہ آپ بھی دیکھتے جائیے
ہمارے کہنے پر نہ رہیے کہ کس طرح کا ہمارا عقیدہ ہے اور کس وضع کی
ہماری چال ڈھال ہے موافق شرع کے ہے یا مخالف، اور جو گفتگو کہ ہر روز
مولوی صاحب سے اور اُن سے ہوتی تھی وہ حضرت علیہ الرحمۃ سے آکے عرض
کردیا کرتے تھے کہ حضرت آج یہ گفتگو ہم سے ہوئی آپ فرماتے کہ مولوی
صاحب آپ ان کو سمجھائے جاویں انشاء اللہ تعالیٰ اب چند روز میں ان کو
ہدایت ہوتی ہے اسی طرح پر ہر روز مولوی صاحب ان کو سمجھاتے تھے بعد
چند روز کے سید قدرت اللہ صاحب نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے مصافحہ
کیا اور عرض کی کہ حضرت مجھ سے جو خطائیں ہوئیں ہوں آپ للہ معاف
معاف کیجئے میں آپ کا بڑا خطاوار ہوں مولوی اسلمی صاحب کا خط مدینہ منورہ
سے میرے نام آیا کرتا تھا کہ تم ان لوگوں کے کہنے میں نہ آنا اور ان

لوگوں سے نہ ملنا ان کا عقیدہ بہت بُرا ہے سو ان کے اور لوگوں نے
یہاں مجھکو بہکایا میں ان کے کہنے میں آگیا اب آپ میرا قصور معاف کریں
میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں اور آپ مجھسے بیعت لیں حضرت
نے فرمایا کہ یہ تم نے اچھی بات کی دین کے معاملہ تحقیقات ضرور چاہئے اور
تمہارا تو کچھ قصور نہیں ہے آؤ بسم اللہ بیعت کرو پھر انھوں نے بیعت کی اور
عرض کی کہ آپ میرے واسطے دعا کریں پھر حضرت نے اُن کے واسطے دعا
کی یہاں تک آپ نے دعا کی کہ سید قدرت اللہ رونے لگے اور لوگوں کو بھی
رقت تھی بعد اس کے سید قدرت اللہ صاحب نے اپنی بٹوے میں ہاتھ ڈالا
اور اس میں سے کچھ نکالا مگر یہ مجکو نہیں معلوم کہ کیا نکالا اور حضرت علیہ الرحمۃ
کو نذر دئے حضرت تو نہ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم متوکل آدمی ہو ہم
کو چاہئے کہ ہم تمہاری خدمت کریں اور ہم کو تو نذر کی حاجت نہیں ہے
پھر جب دوبارہ اُنہوں نے تکرار کیا تو وہ لے لیا اور اس کو ہاتھ میں آپ
نے واپ رکھا پھر بعد اس کے مولوی یوسف صاحب کو دیا اور کہا اس کو
علیحدہ رکھنا پھر سید قدرت اللہ صاحب تو سلام علیک کرکے رخصت ہوئے
اور اپنے مکان کو گئے انتہی، اور وہ جو جاوے کے ایک عالم ہمارے جہاز
ہمارے جہاز پر تھے اور اُن کے ساتھ دو طالب علم بھی تھے ان کا
قصہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور تھوڑا سا جو باقی تھا وہ یہ ہے کہ جب

ہم لوگوں کے ساتھ وہ مکہ معظمہ میں پہونچے تب بعد رمضان شریف
کے حضرت علیہ الرحمۃ سے ان کی ملاقات کروائی اُنھوں نے حضرت سے
عرض کی جو آپ کے خلیفہ جاوے کو گئے تھے میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت
کی اور اب جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ملاقات سے مشرف کیا میرا ارادہ یہ
ہے کہ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت کردں اور کچھ فائدہ کو پہونچوں
آپ نے فرمایا کہ بہت خوب اچھا بیعت کرو اللہ تعالیٰ فائدہ کو پہنچاویگا
پھر ان تینوں آدمیوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی بعد اس کے
حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن سے پوچھا کہ آپ کو یہاں کتنے دن آئے ہوئے آپ
کھانا کہاں کھایا کرتے ہیں ہمارے یہاں کیوں نہیں کھایا کرتے، انہوں نے
عرض کی کہ وہاں بھی کھانا آپ کا ہے اور ہمارے پاس خرچ بخوبی ہے
اور یہاں جب ہم لوگ مکہ شریف میں آتے ہیں بہت آسودہ آتے ہیں پھیر
اُنھوں نے اپنی اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک سلاخ کچے سونے کی
قریب چار چار انگل کے لمبی اور وزن میں چار چار یا پانچ پانچ اشرفی بھر
معلوم ہوتی تھی نکالیں اور آپ کی نذر کیں؛ آپ نے فرمایا کہ ہم نے نذر
تمہاری معاف کی تم یہاں آئے ہو اپنے خرچ کے واسطے رہنے دو اور
کھانا آج سے ہمارے یہاں کھایا کرو اس میں کئی مرتبہ اُنھوں نے تکرار
کیا اور کہا حضرت ہمارے پاس پندرہ پندرہ بیس بیس سلاخیں اور ہیں
آپ ان کو قبول فرماویں اور ہم کو کچھ تکلیف خرچ کی نہیں ہے پھیر

آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ تعالیٰ تم لوگوں کو اور زیادہ روزی حلال
سے پہنچاوے پھر وہ سلاطین تینوں آپ نے لیں بعد اس کے اُنہوں نے
عرض کی کہ ہمارے ملک جاوے میں سونے کی کان ہے ہر روز آدمی جایا
کرتے ہیں اُس میں جو لوگ غریب ہیں وہ تو اسی وقت بازار میں بیچ کر ما
اسباب ضروری خرید لاتے ہیں اور جو مالدار ہیں وہ مزدوروں کو لیجا کر
اسی کان میں سونا کھدوالاتے ہیں اور ان کو مزدوری اپنے پاس سے دیتے
ہیں پھر حضرت نے اُن سے فرمایا کہ تین روز تک ہمارے یہاں تم تینوں
صاحبوں کی دعوت ہے اور پھر ہماری طرف سے اجازت عام ہے ہر روز
کھانا یہیں کھایا کرو اُنہوں نے عرض کی کہ حضرت یہ تین روز تو تبرکاً ہم کو
کھانا منظور ہے اور بعد اس کے ہمارے پاس خرچ بہت ہے آپ کو تکلیف
کھانے کی نہ دینگے اس واسطے کہ ہمارے پاس خرچ بخوبی ہے پھر حضرت
علیہ الرحمۃ نے مولوی امام الدین صاحب ننگالوی اور حاجی عبدالرحیم صاحب
کو واسطے تعلیم اور توجہ دینے کے ان تینوں صاحبوں کو سپرد کیا اور درمیان
میں حضرت بھی کبھی ان کو تعلیم کرتے اور توجہ دیتے یہاں تک کہ وہ
تینوں صاحب اپنے مقصود دلی کو پہنچے اور ہر روز اپنا حال طرح طرح
کا حضرت علیہ الرحمۃ سے آکر بیان کیا کرتے تھے بعد چند روز کے
اُنہوں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے رخصت طلب کی، آپ نے فرمایا کہ بہت
اچھا کل ہم کو آپ رخصت کرینگے اس کے دوسرے روز حضرت نے

ایک ٹوپی اور ایک کرتا مولوی صاحب کو عنایت فرمایا اور ایک ایک ٹوپی
اور ایک ایک عمامہ ان دونوں طالب علموں کو عنایت فرمایا اور خلافت نامہ
دے کر ان کو رخصت کیا اور وقت رخصت کے آپ نے ان کے واسطے دعا
کی اور فرمایا کہ جہاں کہیں تم کو مسلمان بھائی ملیں ان کو خوب تعلیم اور
تلقین کرنا پھر وہ کہنے لگے کہ جس طرح حضرت نے ہمارے واسطے دعا کی
ہے ہم نے اس طرح دعا کرتے ہوئے نہ کسی کو دیکھا اور نہ سنا اور نہ ایسے
الفاظ ہم نے کبھی پڑھے ہیں کیا اچھی دعا حضرت نے ہمارے واسطے اور مخلوق
کے واسطے کی پھر وہ مصافحہ کر کے رخصت ہوئے **حکایت** جس جہاز
پر کہ ہم سوار تھے اس جہاز کے ناخدا نے تین دن تک ہماری دعوت کی
اس کا ذکر اول بھی ہو چکا ہے اور اس دعوت میں ایک لنگی اور پانچ ریال
بھی ہم کو دیا تھا جس وقت ہم مکہ میں پہونچے اور حضرت علیہ الرحمۃ بھی تشریف
لائے بعد رمضان شریف کے ہم نے وہ لنگی اور ریال حضرت کے سامنے حاضر
کیا اور عرض کی کہ حضرت ہمارے جہاز کے ناخدا نے ہماری دعوت کی تھی
اور یہ لنگی اور یہ ریال بھی ہم کو دعوت میں دیا تھا اور جو خرچ کہ ہم کو حضرت
نے کلکتہ میں دیا تھا اور اس میں سے رستہ میں ہم نے خرچ بھی کیا تھا
باقی کچھ روپے تھیلی میں ہمارے پاس تھے وہ بھی ہم نے اسی وقت حضرت
کے سامنے لا کر حاضر کیا اور عرض کیا کہ حضرت جو آپ نے کلکتہ میں ہم کو خرچ
دیا تھا اس میں کچھ تو ہم نے خرچ کیا اور باقی یہ حاضر ہے جو ارشاد

ہو بجا لاؤں، آپ نے فرمایا کہ یہ تم اپنے پاس رکھو اور
اپنے معمول کے خرچ کیا کرو پھر ہم کلکتہ سے پہنچ کر کہنا پھر
وہ تھیلی ہم نے اٹھالی اور موافق معمول کے خرچ کیا کرتے
تھے اور اس ریال اور لنگی کو بھی حضرت نے فرمایا کہ اس کو بھی
اپنے پاس رکھو پھر کسی وقت ہم کو یاد دلانا پھر اس دن سے ہم نے
اس تھیلی میں سے خرچ کرنا شروع کیا چار آنے تک تو بے اطلاع
حضرت کے ہم اس میں سے لے کر خرچ میں لاتے اور چار آنے
سے زیادہ خرچ کرنے کا اتفاق ہوتا تو دو روپے تک حضرت
سے پوچھ کر خرچ کرتے اور یہی حکم آپ کا ہم کو تھا اسی طرح،
کلکتہ تک اس تھیلی میں سے خرچ کیا جب کلکتہ مع الخیر داخل
ہوئے تب وہ تھیلی حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لاکر رکھی اور عرض
کی کہ حضرت یہ وہی تھیلی ہے جو ارشاد ہو بجا لاویں پھر حضرت نے
فرمایا اس کو تم اپنے پاس رکھو اور موافق اپنے معمول کے خرچ کیا
کرو میں نے پھر اس میں سے اپنا خرچ کرنا شروع کیا اور
کلکتہ میں دس بیس روپے کا اسباب بھی میں نے اسی میں سے
خرید کیا اور جو کچھ خرچ کبھی مجکو اللہ تعالیٰ دیتا وہ حضرت
علیہ الرحمۃ کے پاس لیجاتا اگر آپ کو مجھ کو دینا منظور ہوتا

تو کہہ دیتے کہ تم اس کو لیجاؤ خرچ کرو پھر میں اس کو اسی
تھیلی میں ڈال دیا کرتا اور آپ کو فقط میرے پاس رکھوانا منظور
ہوتا تو فرماتے کہ اس کو تم اپنے پاس رکھو میں اس کو علیحدہ رکھتا
پھر جس وقت آپ طلب کرتے میں حاضر کرتا اور جو کچھ خرچ اور
آپ مجھ کو دیتے وہ بھی اسی میں ملا کر رکھتا اور جس جگہ آپ فرماتے
وہاں ہم خرچ کرتے اسی طرح سے اگر تکیہ شریف پر داخل
ہوئے اور راہ میں بھی اسی تھیلی سے خرچ کرتا آیا اور تکیہ پر کوئی
پونے دو برس تک رہے اور حضرت علیہ الرحمۃ اس درمیان میں مجھکو
لکھنؤ اور الہ آباد اور بنارس اور دہلی وغیرہ کو واسطے کسی کام کے کئی مرتبہ
بھیجا تھا میں گیا اور آیا مگر اسی تھیلی سے خرچ کرتا تھا اور جو کچھ
مجھکو ان شہروں میں لوگوں نے دیا تھا وہ سب لاکر حضرت علیہ الرحمۃ
کے سامنے رکھدئے اُن میں کچھ روپے تو آپ نے مجھکو عنایت
فرمائے کہ یہ اپنے پاس رکھلو اور باقی کو ارشاد کیا کہ ان کو
خرچ کرو پھر میں نے اسی تھیلی میں وہ روپے رکھدئے اس
عرصہ میں حضرت علیہ الرحمۃ تکیہ شریف سے ہجرت کر کے
ولایت افغانستان کو روانہ ہوئے جب مع الخیر

حکایت یہ خاکسار بمقدار سراپا انکسار اُمید وار لطف پروردگار فتح علی عظیم آبادی کہتا ہے کہ جس ایام مبارک فرجام میں حضرت امیر المومنین امام المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ موضع چکلی سے ہشت نگر کو کوچ فرما کر اور دریائے لنڈی اُتر کر جب قریب موضع ہشت نگر کے مع تمام مجاہدین بعزت تمام تشریف فرما ہوئے آپ کے قدوم میمنت لزوم کی خبر میمنت اثر ساکنان اس موضع کو پہنچی تمام مردوں نے مانند مور و ملخ کے واسطے دیدار فیض آثار حضرت علیہ الرحمۃ کے ہجوم کیا اُس وقت آپ نے جس کی طرف نظر ہدایت اثر سے دیکھا فوراً جیسوں لطیفے اُس کے اور سلطان الذکر جاری ہو گئے اور اس ملک میں اکثر شرفا اور غربا لوگوں کی عورتیں پردہ نہیں کرتی ہیں آپ کی خبر فرحت اثر سُن کر ہر جوانب و اطراف سے وہ بھی آئیں اور آپ اُس وقت اونٹ پر سوار تھے اور اُس اونٹ کی زین پوش میں جو جھالر لگی تھی اُس کو تبرک جان کر اُن عورتوں نے توڑ لیا بلکہ اُس اونٹ کی دم کے بال تک نوچ لئے اور اُس اونٹ کے پیروں کے نیچے کی خاک پاک تبرک بوجھ کر کوئی عورت اپنی آنکھ میں لگاتی تھی اور کوئی اپنے چہرے پر ملتی تھی اور کسی نے گھر لیجانے کو وہ خاک اپنے کپڑے میں باندھی آخر ش ان سب لوگوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کو لیجا کر اس بستی کے

کنارے ڈیرہ کروایا سب قافلہ وہیں اُترا اور لشکر میں اہتمام تقسیم غلہ اور آٹے اور اخراجات وغیرہ کا مولوی محمد یوسف صاحب پھلتی کے ذمہ تھا سو انہوں نے اپنی طرف سے دو شخص معین کئے تھے واسطے تقسیم غلہ اور آٹے وغیرہ کے شیخ باقر علی صاحب کو اور واسطے خرید غلہ اور آٹے وغیرہ کے میاں عبداللہ صاحب کو جو وہاں لشکر ظفر پیکر میں عبداللہ دالیا کر کے مشہور رہے اس روز مولوی صاحب ممدوح سے معلوم ہوا کہ واسطے کھانے لشکر فیروزی اثر کے خرچ نہیں ہے میاں عبداللہ صاحب نے جا کر حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت سراپا برکت میں عرض کی کہ آج کچھ خرچ نہیں ہے یہ حال سن کر آپ دیر تک سکوت میں رہے بعد اس کے فرمایا کہ میاں عبداللہ تم بہت اس میں فکر و تشویش نہ کیا کرو یہ سب لوگ جس کے بندے ہیں وہ آپ ان کی پرورش بخوبی کریگا اور فرمایا کہ کچھ ظروف مسی باورچیخانے کے دیگچی طشت وغیرہ برائے تسلی کسی بقال کے یہاں رکھ کر آج کے واسطے جنس طعام لے لو پھر جیسا ہوگا دیکھا جاویگا پھر یہی انہوں نے کیا اور جنس لاکر حضرت سے پوچھا کہ اس کو کیونکر تقسیم کریں آپ نے فرمایا کہ جس قدر سب کو پہنچے بانٹ دو اور حضرت علیہ الرحمۃ کے لشکر ظفر پیکر میں تقسیم غلہ کا ایک تا ملوق تھا اس میں تین پاؤ آٹا آتا تھا وہی ہر ایک کو ایک تا ملوق غلہ یا آٹا ملتا تھا سو اس روز بسبب قلت غلہ کے تین تین آدمیوں میں ایک ایک تا ملوق آٹا تقسیم ہوا سب نے اپنے کھانے پینے کی تیاری کی پھر کھا پی کر اپنی خدمت پر مستعد ہوئے چوکیدار اپنے پہرے چوکی پر قائم ہوئے اور شبینہ والے گشت کو گئے اور حکم بلبول کا تمام لشکر میں پہنچا دیا بلبول لشکر والوں میں ایک اصطلاح ہوتی ہے کہ آج تمام لشکر والوں کا ملانا نام ہے اور کوئی نام ہو خواہ کسی آدمی کا

خواہ کسی درخت کا خواہ کسی اور چیز کا کہ جب لشکر سے کوئی نکلا یا لشکر میں آیا اور روند والے نے یا چوکیدار نے ٹوکا کہ کون ہے اگر اس نے وہی نام بتایا جو نام اُس روز لشکر میں سب کو پہنچایا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اپنے لشکر کا آدمی ہے اور جو اُس نے اور کچھ بتایا تو جانا گیا کہ یہ غیر شخص ہے اور ہر شب کو ایک جدا نام بدلتا رہتا ہے فقط پھر تمام لوگ آرام سے سونے لگے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے پلنگ کے گرد اکثر لوگ سوتے تین آپ کی باتیں سننے کو رہا کرتے تھے اور اس کثرت سے لوگ رہتے تھے کہ کسی کا سر کسی کے پیر کسی کا پیٹ کسی کی پیٹھ کسی کو کسی بات کا کچھ تکلف نہ تھا جس نے جہاں کہیں جگہ پائی وہیں بے تکلف سو رہا سو اس رات کو بھی یہی حال تھا پھر جب پچھلی رات کو حضرت علیہ الرحمۃ اُٹھے اور وضو کرکے تہجد کی نماز ادا کی اور لوگوں نے بھی نماز پڑھی پھر اپنے لوگوں سے فرمایا کہ یہ وقت اجابت دعا کا ہے میں جناب الٰہی میں دعا کرتا ہوں تم سب مل کر آمین کہو پھر آپ سر برہنہ جناب باری میں ساتھ گریہ وزاری اور عجز و انکساری کے دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار تو بڑا قادر و بے نیاز ہے ہم سب تیرے بندے محتاج و ناچار ہیں سوا تیرے کوئی ہمارا حامی و مددگار نہیں ہے ہم سب تیری ہی رضامندی کے واسطے اپنے شہر و دیار چھوڑ کر یہاں آئے ہیں تو ہم سب پر اپنی رحمت کی نظر کر اسی طرح کے الفاظ بار بار

تبکرار زبان الہام بیان سے نکالتے تھے اُس وقت دریائے رحمت الٰہی نے ایسا جوش مارا کہ ہر شخص کا کچھ اور ہی حال ہو گیا گویا کہ سب پر ایک حالت فنا کی ساری و طاری تھی کہ بیان اُس کا لکھنے میں نہیں آسکتا پھر بعد فراغ دعا کے کچھ کچھ حاضرین لوگوں کو موافق عادت شریف کے وعظ و نصیحت فرمایا پھر سو رہے پھر بعد اذان صبح کے اُٹھے استنجے سے فراغت کرکے وضو کیا سنتیں پڑھیں اس عرصہ میں اپنے لشکر کے لوگ تو تھے ہی اُس بستی کے تمام لوگ واسطے نماز کے حاضر ہوئے پھر آپ نے نماز پڑھائی بعد فراغ نماز پھر بڑی دیر تک دعا کی پھر بعد طلوع کرنے آفتاب عالمتاب کے سردار سید محمد خاں جو سردار دوست محمد خاں کے سب بھائیوں میں چھوٹا تھا اُس بستی کے قلعہ سے کہ اُس کا بالاحصار نام تھا واسطے ملاقات مسرت آیات حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے آیا اور بہت لوگ اُس کے ہمراہ تھے اور وہیں اُسی ملاقات میں شرف بیعت سے بھی مشرف ہوا اُس وقت حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی امام الدین صاحب مرحوم سے جو بنگالے کے رہنے والے تھے فرمایا کہ ان کو لیجا کر توجہ دو پھر انھوں نے ایک جگہ بٹھا کر ان کو توجہ دی یہ معاملہ دیکھ کر خان ممدوح کے ہمراہی لوگوں نے اور بستی والوں نے واسطے بیعت کے حضرت علیہ الرحمۃ کے گرد ہجوم کیا اُس وقت بیعت کرنے والوں کی اس قدر کثرت تھی کہ ہاتھ پکڑنے کی نوبت نہ ملی تب حضرت علیہ الرحمۃ

نے اپنا دوپٹہ پھیلادیا اور فرمایا کہ اس کو پکڑ لو۔ پھر آپ نے اُن
سب سے بیعت لی اور اپنے حاضرین لوگوں کو دس دس پندرہ آدمی
جنہوں نے اُس وقت بیعت کی تھی سپرد کئے کہ تم ان صاحبوں کو
لیجاکر توجہ دو باوجودیکہ بہت لوگ آپ کے لشکر ظفر پیکر ایسے تھے کہ توجہ
دینے اور توجہ لینے واقف نہ تھے اُن سے بھی فرمایا کہ اتنے آدمیوں کو
تم بھی جاکر توجہ دو میں اسی حال سے اصلاً اُس وقت تک واقف نہ
تھا مگر بپاس ادب میں کچھ عذر نہ کرسکا ان کو ساتھ لے کر مولانا
ولایت علی صاحب مرحوم ومغفور کے پاس گیا اور اپنی ناواقفی کا حال
بیان کیا کہ مجھکو تو کچھ معلوم نہیں میں ان کو توجہ کیونکر دوں اُنہوں نے
کہا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھکو جناب الٰہی سے اجازت
ملی ہے کہ تو واسطے توجہ دینے کے اپنی طرف سے جس کو حکم کریگا اگرچہ وہ
بھی نہ جانتا ہو اس کو فیض حاصل ہوگا یہ تو میری طرف سے ہے سو میاں
فتح علی تم ان کو لیجاکر بٹھاؤ اور خدائے تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرکے اپنے
دل کی طرف متوجہ ہو اور ان بھائیوں سے بھی کہو کہ تم بھی سب دنیا کے
کاروبار کا خیال اور اندیشہ ترک کرکے اپنے اپنے دل کی طرف متوجہ
ہو یہ بات سن کر میں اُن لوگوں کو لے گیا اور وہی بات تعلیم کرکے ان
کو بٹھایا اور میں بھی بیٹھا اور توجہ دینے میں مشغول ہوا بعد کچھ دیر کے زمین
پر لوٹنے لگے ان کا شور وغل سن کر باقی لوگ اُس حالت استغراق

سے ہوشیار ہو گئے اور اُن تینوں شخصوں کو پکڑا وہ ہوش میں آئے
پھر میں نے اُن آٹھوں شخصوں سے پوچھا کہ جو کچھ حال تم نے دیکھا ہو
بیان کرو سو ہر ایک صاحب نے اپنا اپنا جدا جدا ایک ایک معاملہ عجیب و
غریب بیان کیا کسی نے کہا میں نے ایسا دریا دیکھا کسی نے کہا میں نے ایسا باغ
دیکھا غرض ہر ایک نے ایسا حال بیان کیا کہ میں نے کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ
کسی سے سنا تھا پھر میں ان کو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس لے
گیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ حال ان کا بیان کرو میں نے عرض کی کہ
آپ اُنہیں سے پوچھیں یہ آپ بیان کرینگے پھر آپ نے اُن سے پوچھا
ہر ایک نے تعلیحدہ حال جیسے مجھ سے بیان کیا تھا اُسی طرح حضرت علیہ الرحمۃ
کے سامنے بے کم و کاست ویسے زیادہ عرض کیا اور اسی طور سب لوگ توجہ لے
کر آپ کے پاس آئے اور بیان کیا پھر بعد فراغ توجہ کے اُنہیں لوگوں نے
عرض کی کہ اے حضرت اپنے لوگوں کو لے کر واسطے تناول طعام کے ہمارے
مکانوں پر تشریف فرما ہوں اُس وقت حضرت علیہ الرحمۃ سردار محمد خاں اور
اپنے لوگوں کو ہمراہ لے کر پا پیادہ اُن کے ساتھ روانہ ہوئے اور جا کر ایک
صاحب دعوت کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ تم کو کتنے آدمی چاہیئے
اُس نے چالیس پچاس جتنے کہے آپ نے اُتنے آدمی گن کر اس کے یہاں داخل
کئے اور باقی سب لوگ بدستور باہر کھڑے رہے پھر آپ اس کے یہاں تشریف لیگئے
اور اُن کو کھلا پلا کر باہر آئے پھر دوسرے صاحب کے دروازے پر لے لوگ
لے کر گئے اور اُس سے پوچھا کہ تم کو کس قدر آدمی چاہیئے اُس نے بھی جتنے درخواست
کئے اتنے اُس کے یہاں بھی شمار کر کے داخل کئے اور باقی سب لوگ باہر رہے پھر اندر گئے

اور سب کو کھلا پلا کر باہر آئے اسی طرح ہر شخص کے یہاں گئے سب کی خاطر کی اور اُس بستی میں آپ چودہ روز رہے ہر روز دعوت کھانے کا یہی طور تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے **حکایت** اکبر خاں تسکر تجاہد میں ایک بہیلہ دار تھے اور ایک شخص رسول خاں نام رہنے والے ملیح آباد علاقہ لکھنؤ کے بکتوں میں تھے اور وہ بڑے بہادر اور بڑے بانکوں میں نامی تھے اور دس گیارہ برس کا ایک اُن کا بھتیجا تھا اُس کو اُنہوں نے واسطے تعلیم ادب کے اکبر خاں کے بہیلے میں رکھ دیا تھا اور شت نگر میں جو لوگوں نے بیعت کی تھی اُنہوں میں کچھ لوگ مٹھائی لائے تھے وہ حضرت نے اکبر خاں کے بہیلے میں سپرد کر دی تھی کہیں اپنے پہرے میں وہ لڑکا اُس میں سے ایک یا دو لڈو کھا گیا اکبر خاں کو خبر ہوئی اُنہوں نے تعلیماً ایک دھول اس کو ماری کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرے کسی نے یہ حال رسول خاں سے کہا کہ تمہارے بھتیجے کو اکبر خاں نے دھول ماری ان کو کمال رنج ہوا اور مارے غصہ کے کچھ سخت و سست بے اختیاری میں کلام بھی منہ سے نکل گیا پھر سمجھ کر چپ رہے نور خاں نام ایک غازی تھا اُس نے رسول خاں کی خفگی کا حال حضرت سے جا کر کہا اور رسول خاں حضرت کے بڑے معززوں میں تھے آپ نے ان کو بلایا اور بڑی خاطر داری سے بٹھایا اور بعد عافیت مزاج کے پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ اکبر خاں نے تمہارے بھتیجے کو دھول ماری سو تم کو اس کا بڑا رنج ہوا یہ بات تم کو نہ چاہیئے اُنہوں نے اپنا سا لڑکا سمجھ کر

تعلیماً مارا ہوگا رسول خاں نے کہا حضرت جیسا میرا مزاج ہے آپ بھی جانتے
ہیں اور اکثر لوگ واقف ہیں کہ مجکو کسی سخت بات کی برداشت نہ تھی جب سے
میں نے آپکے ہاتھ پر توبہ کی تب سے وہ جہالت اور شورہ پشتی میری اللہ
تعالیٰ نے دور کردی واللہ وہ جہالت اور شیطنت نعوذ باللہ منہا جو مجھ میں ہوتی
تو باوجود اس کے کہ آپکے لشکر میں اتنے لوگ ہندوستانی اور قندہاری وغیرہ
بہادری اور شجاعت میں یکتائے زمانہ ہیں مگر میں کسی کو خیال میں نہ لاتا اور
سخت بات کا جواب تلوار ہی سے دیتا سو میں نے تو سچے دل سے آپکے ہاتھ
پر توبہ کی ہے اور اکبر خاں تو میرے ہیں مارا تو خوب کیا یہ بات سن کر آپ ان
سے بہت خوش ہوئے اور اُن کے لئے دعا کی پھر وہ اپنے ڈیرے پر آئے حکایت
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے لشکر ظفر پیکر میں کچھ اوپر دو سو قندہاری لوگ
تھے اتفاقاً ہشت نگر میں ایک اجنبی آدمی اُنہوں نے پکڑا اس گمان سے کہ یہ
بدھ سنگہ سکھ کا جاسوس ہے وہ بدھ سنگہ ایک سردار سرداروں سیاہ بخت سنگہ
کا تھا اور حقیقت میں وہ جاسوس بھی تھا بعضے بعضے قندھاریوں نے چاہا کہ
اس کو مار ڈالیں کسی نے یہ خبر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو پہنچائی آپنے
اُسی وقت اپنا ایک آدمی بھیجا کہ خبردار اس پر کوئی شخص ہاتھ نہ ڈالے اس کو
سلامت ہمارے پاس لے آؤ یہ حکم سُن کر چند قندھاری اس کو لے کر آپکے
پاس گئے آپ کو اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے آگاہ کردیا کہ بیشک یہ بدھ سنگہ
کا جاسوس ہے آپ نے اس کو بلاکر اپنے خیمہ میں بٹھایا اور قندہاری جو اُس کو

لائے تھے ان کو رخصت کر دیا پھر بعد فراغ نماز عشا کے آپ نے اُس
آدمی کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ تو سچ اپنا حال ہم سے بیان کر کسی بات
سے مت ڈر اس میں جو تیرا مطلب ہوگا وہ ہی پورا ہوگا تجکو کسی نے بھیجا ہے
اُس نے کہا کہ حضرت سچ تو یہ بات ہے کہ بدہ سنگھ سنگھ لشکر دریا اٹک اتر کر
خیرآباد میں داخل ہوا ہے اس کو آپ کی خبر پہنچی ہے کہ کوئی سید صاحب ہندوستان
سے بارادہ ملک گیری ساتھ لشکر جرار کے ہشت نگر میں آئے ہیں سو مجکو جاسوس
کر کے اُس نے بھیجا ہے کہ تو ان کے لشکر میں جا اور وہاں کا حال مفصل دریافت
کر کے ہم کو خبر دے سو میں اسی واسطے آیا تھا مجکو لوگوں نے گرفتار کر لیا آپ
نے اُس کی یہ تقریر سُن کر فرمایا کہ ہماری طرف سے بدہ سنگھ سے کہنا کہ تو جیسے
رنجیت سنگھ کا مطیع اور فرماں بردار ہے وہ تجکو جہاں کہیں بھیجتا ہے تو وہاں
جاتا ہے چنانچہ ان دنوں تو اس طرف واسطے ملک گیری کے آیا ہے اسی طرح
ہم بھی اپنے میاں کے غلام فرماں بردار ہیں وہ جو ہم کو فرماتا ہے وہی ہم بجالاتے
ہیں اور حقیقت میں جو کہ بدہ سنگھ نے ہم پر گمان کیا ہے ہم اُسی ارادہ سے
اپنے خاوند کے بھیجے ہوئے ہندوستان سے یہاں آئے ہیں اور اب عنقریب ہمارے اور
تجھ سے مقابلہ ہوگا تو خوب ہوشیار رہنا پھر آپ نے اُسی وقت اللہ بخش خاں جماعت دار
کو بلایا اور فرمایا کہ اس آدمی کو ہمارے تمام لشکر میں دیرے دیرے سیر کرا کر جب
رات باقی رہی تب اس کو حفاظت سے دو ڈیڑھ کوس باہر لشکر سے پہنچا دینا پھر
یہ وہاں سے چلا جاویگا پھر خان ممدوح نے اس کو لیجا کر ویسا ہی کیا جو حضرت

علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا وہ جاسوس بدہ سنگھ کا تو کچھ رات رہے وہاں سے
روانہ ہوا پھر صبح کو امیر خاں کھٹک رئیس اکوڑی کا واسطے ملاقات حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے آیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوا اور حضرت سے
عرض کی کہ خواص خاں میرا بھتیجا فیروز خاں کا بیٹا مجھ سے مخالف ہو گیا ہے اور
بدہ سنگھ سکھ کو اُس نے اکوڑی میں بلایا ہے مبادا وہ سکھ مردود اگر اکوڑی
میں آکر دریائے لنڈی کے ورے اُترا تو تمام ملک سمہ کو تاراج کریگا سو
مناسب یہ ہے کہ آپ یہاں سے کوچ کریں اور اُس کو وہیں روکیں پھر دوسرے
روز آپ وہاں سے کوچ کر کے موضع خویشگی میں رونق افزا ہوئے بعد نماز مغرب
کے میاں عبد اللہ صاحب آکر حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ یہ بستی چھوٹی ہے یہاں
کھانے کی جنس کم ملتی ہے اور لشکر میں لوگ بہت ہیں آپ نے اُس وقت تمام حاضرین
لوگوں سے فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں تم سب مل کر آمین کہو پھر آپ سر برہنہ دعا
میں مشغول ہوئے اور سب لوگ آمین کہنے لگے جب دعا سے فارغ ہوئے تب فرمایا
کہ بھائیو ہر شخص اس وقت سے عشاء کی اذان تک لا الہ الا اللہ پڑھے سب نے
ویسا ہی کیا پھر بعد اذان عشاء کے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ کشتی
آٹے کی کنارے دریا کے موجود ہے آپ نے لوگوں کو بھیج کر منگوا لیویں حضرت
علیہ الرحمۃ نے یہ سُن کر میاں عبد اللہ صاحب سے کہا کہ تم کچھ لوگ وہاں سے آٹا
لاؤ اور یہاں لا کر جائے مجمع کرو میاں عبد اللہ صاحب تو اُس طرف آٹا لینے کو
گئے اور یہاں حضرت علیہ الرحمۃ نے وضو کر کے لوگوں کو نماز عشاء پڑھائی پھر

جب لوگ وہاں سے آٹا لائے یہاں لشکر میں ایک جاجم پر جمع کر دیا تب
میاں عبداللہ صاحب نے آکر حضرت امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ سے عرض
کی کہ سب آٹا وہاں سے آگیا، آپ نے پوچھا کس قدر ہوگا کہا قریب پندرہ
من کے ہوگا، آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم وہاں نہ آویں آٹا تقسیم نہ ہو
آپ تشریف وہاں لے گئے اور اُس میں سے قدرے آٹا اُٹھا لیا اور
اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رزاقی اور اپنی مفلسی اور محتاجی کا دیر تک بیان کیا گئے
پھر وہ آٹا بسم اللہ کر کے اُسی انبار میں ڈال دیا اور جاجم کے دونوں کونے
لوٹا دئے اور فرمایا کہ دو دو وزہ سب کو تقسیم کر دو اُس وقت لشکر ظفر پیکر
میں قریب پندرہ سو کی لوگوں کی جمعیت تھی کچھ کم پانسو لوگ ہندوستانی
اور کچھ اوپر دو سو قندھاری اور کوئی آٹھ سو کے قریب ملکی لوگ ہونگے
پھر شیخ باقر علی صاحب آٹا تقسیم کرنے لگے جو لوگ ہندوستانی اور قندھاری
تھے ان سب کو دو دو وزہ دیا اور ملکی لوگ تو وہیں نزدیک کے رہنے والے تھے
اپنے اپنے گھروں سے اکثر لوگ کھا کر آئے تھے اور جو اپنے گھر سے کھا کر نہیں
آئے تھے اُن میں سے جس نے مانگا اُس کو بھی دیا جب سب کو تقسیم کر چکے
کچھ آٹا بچ رہا تب جا کر حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ سب کو دے کر اس قدر
آٹا بچا ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ آٹا ہمارے باورچیخانہ کے جو شیخ قادر بخش
صاحب ہیں اُن کو حوالہ کر دو پھر اُسی وقت لوگوں نے روٹیاں اپنی اپنی جا

میں پکائیں اور کھائی کراتے اپنے عہدے پر قائم ہوئے چوکیدار اپنے پہروں پر اور روندو الے اپنے روند پھرنے پر ایک بڑے انتظام اور بندوبست کے ساتھ جیسا کہ چاہئیے آخر الامر اس رات کو ساتھ بیداری اور ہوشیاری کے تمام کیا اس میں فجر کی اذان ہوئی سب نے حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنا اپنا اسباب لاد کر کوچ کی تیاری کرنے لگے اور آپ کے لشکر فیروزی اثر میں یہ اول سے قاعدہ تھا کہ تمام لشکر میں چار جماعتیں تھیں اور چار ہی اُن میں جماعت وار تھے ایک جماعت جو خاص مشہور تھی جس میں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ تھے وہ جماعت مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم کی تھی اور وہ ہمیشہ کوچ اور مقام میں داہنی جانب کو ہوتے تھے اور دوسری جماعت حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب مغفور کی تھی وہ ہر کوچ و مقام میں آگے رہتے تھے اور تیسری جماعت حضرت سید محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی تھی مگر اس جماعت میں سید صاحب ممدوح پر فتوح کے نائب شیخ بڈھن صاحب رہتے تھے اس واسطے کہ حضرت سید محمد یعقوب صاحب بلدہ اسلام ٹونک میں اُن روزوں میں تھے سو یہ جماعت وقت کوچ اور مقام کے بائیں طرف رہتی تھی اور چوتھی جماعت اللہ بخش خاں صاحب کی تھی وہ پیچھے رہتے تھے اور جو لوگ متفرقات تھے وہ بیچ میں ہوتے تھے اور حضرت امیر المومنین کا خیمہ خاص جماعت کے قریب نصب کیا جاتا تھا پھر ساتھ انتظام خیریت التیام کے موضع خوشگی سے کوچ فرمایا کوئی

ڈیڑھ پہر دن چڑھا ہوگا کہ نوتھرے میں آکر ڈیرہ کیا اُسی تسل اور انتظام کے
ساتھ کچھ دیر کے بعد ایک مخبر نے آکر خبر دی کہ بدہ سنگھ سکھ مع لشکر اکوڑی
میں داخل ہو گیا اُس وقت حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ خبردار
کوئی شخص کمر نہ کھولے ہوشیاری سے تیار رہے اور جس کو کھانا پکانا
دن ہی کو پکا کر کھالے پھر بعد فراغ نماز ظہر کے آپ نے اپنے خاص خاص
لوگوں سے کچھ مشورہ کیا اور چاروں جماعت والوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی جماعت
سے اچھے اچھے چست و چالاک جوانوں کے نام کی ایک فرد پر لکھ لادیں اور
اُن میں سے جس کے درست ہتھیار نہ ہوں دوسرے بھائیوں سے بدلا دیں پھر وہ جاویں
جماعت دار ناموں کی فرد لے کر آئے اور آپ کو حوالہ کی آپ نے اُس فرد کا ملاحظہ
فرما کر چند نام اُس میں سے موقوف کئے اور اُن کی جگہ دوسروں کو قائم کیا اور
وہ لوگ اکثر اکوں میں تھے چنانچہ اکوں میں عبدالمجید خاں صاحب رسالدار بریلی والے تھے
مگر ان کو بخار آتا تھا حضرت علیہ الرحمۃ نے اسی سبب سے اس فرد میں ان کا
نام نہیں لکھایا یہ خبر سُن کر وہ اُسی بخار کی حالت میں بستر سے اٹھ کر آئے اور
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ آپ نے میرا نام فرد میں کیوں نہیں داخل
کیا آپ نے اُن کی تسلی کی اور فرمایا کہ تم کو بخار آتا ہے اس سے ہم نے تمہارا نام
نہیں لکھایا اُنہوں نے کہا کہ حضرت آج پہلا مقابلہ کافروں سے ہے گویا آج بنائے
جہاد فی سبیل اللہ کی قائم ہوتی ہے اور میں ایسا سخت بیمار نہیں ہوں میں جو
نہ جا سکوں میرا نام آپ ضرور فرد مجاہدین میں داخل فرما دیں پھر آپ نے

ان کا نام بھی فرد میں لکھایا اور کہا بارک اللہ وخیراک اللہ دین کی کوشش
تم کو اللہ تعالیٰ زیادہ توفیق عنایت کرے پھر جب آپ نے نماز مغرب
ادا کی تب اللہ بخش خاں صاحب جماعت دار کو بلایا اور چند قانون لڑائی کے جو
اس وقت مناسب جانے تعلیم فرمائے اور کہا کہ ہم نے اس چھاپے کی جماعت کا
تم کو امیر کیا اور تم اس وقت کچھ لوگ لے کر دریا کے پار اس کنارے پر ٹھہرو جب
اور لوگ یہاں سے جاکر تمہارے پاس جمع ہوں تب یہ سب صاحبوں سے کہہ دینا کہ
ہر کوئی گیارہ گیارہ بار سورۂ لایلاف پڑھ لے پھر وہاں سے کوچ کرنا اللہ تعالیٰ مدد
کریگا پھر خاں ممدوح چند آدمی ساتھ لے کر کشتی پر سوار ہو کر دریا کے پار
گئے اور وہاں ٹھہر کر باقی لوگوں کا انتظار کرنے لگے اور یہاں لشکر ظفر پیکر میں
حضرت علیہ الرحمۃ نے بعد نماز عشا کے جن جن کے نام فرد میں تھے ان کو بلایا اور
فرمایا کہ بھائیو یہاں سے وہ مکان جہاں جانا ہو گا چھ سات کوس ہے جس کو
اتنی دور جانے اور پھر آنے کی بخوبی طاقت ہو وہ تو جاوے اور نہیں تو نہ جاوے
اور جس کو کچھ عذر بیماری وغیرہ کا ہو وہ بھی بیان کر دے ہم اُس کے عوض اور
کوئی بھیجیں سو وہاں جو حاضر تھے وہ تو سب جانے ہی کی نیت سے آئے تھے اور
ہر کسی کو یہی اشتیاق تھا کہ ہم جاویں اگرچہ کچھ عذر بھی تھا مگر جب حضرت علیہ الرحمۃ
نے اپنی زبان ہدایت بیان سے یوں فرمایا تب دو چار آدمیوں نے اُن میں
سے اپنی ناطاقتی وغیرہ کا عذر معقول بیان کیا آپ نے اُن کے عوض دوسروں
کو کر دیا اور یہ بات آپ نے اس لئے فرمائی تھی کہ لشکر میں سب طرح کے

آدمی ہیں بیمار بھی ہیں تندرست بھی ایسا نہ ہو کر وہ قابل جانے کے
نہ ہو اور ہمارے کہنے سے جاوے اور اس کو اذیت ہو یا آپ ہی سے کوئی
عذر کرے کہ میں نہ جاؤنگا اس میں وہ گنہگار ہو جاوے کہ ماننا حکم امام
کا فرض ہے پھر آپ نے ہندوستانی اور قندہاری اور ملکی لوگوں میں سے
قریب نو سو آدمیوں کو لے کر دریا کے کنارے تشریف لے گئے تفصیل آدمیوں کی
یوں ہے کہ ایک سو چھتیس یا کچھ کم زیادہ ہندوستانی تھے اور قریب ایسی
کے قندہاری تھے اور باقی ملکی لوگ تھے اور اس طرف بدھ سنگھ سکھ کے ہمراہ
کوئی نو ہزار آدمی کے قریب ہونگے اور آٹھ ضرب توپ پھر اس عرصہ میں
اللہ بخش خاں صاحب بھی چند آدمیوں سے کشتی پر سوار ہو کر حضرت سے ملنے
اور رخصت ہونے کو اُس پار اُتر آئے حضرت علیہ الرحمہ نے لوگوں سے
فرمایا کہ ہم جناب الٰہی میں دعا کرتے ہیں تم سب مل کر آمین کہو پھر آپ سر
کھول کر دعا میں مشغول ہوئے کہ اے پروردگار قادر بے نیاز ولے کریم
کارساز بندہ نواز یہ تیرے بندے محض عاجز و خاکسار ضعیف و ناچار
ہیں تیری ہی مدد کے اُمیدوار ہیں تیرے سوا کوئی اُن کا حامی و مددگار نہیں
ہے یہ صرف تیری ہی رضامندی اور خوشنودی کو جاتے ہیں تو ہی ان کی مدد
کرنا اسی طرح کے الفاظ اپنی زبان ہدایت بیان سے دیر تک فرمایا کئے پھر
بعد فراغ دعا کے سب لوگ آپس میں ملے اور ایک دوسرے سے اپنا کہا سنا
معاف کرایا اور کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ زندہ جان لاویگا تو پھر ہم تم

ملیں گے اور جو وہاں شہید ہوئے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہماری جنت
میں ملاقات ہو گی پھر ہر شخص حضرت علیہ الرحمۃ سے دست بوس ہو کر کشتی
پر سوار ہونے لگا اُس وقت وہاں تین کشتیاں تھیں سو تین پھیرے میں
سوار ہو کر سب لوگ پار اُتر گئے اور سورہ لایلاف گیارہ گیارہ بار پڑھ
کر طرف اکوری کے روانہ ہوئے اُس وقت پہر رات پر چھ گھڑیاں بجی
تھیں آخر الامر یہ سب مجاہدین نصرت قرین جاتے جاتے فوج مخالفین
کے ورے پاؤ کوس ایک نالہ تھا اُس میں ٹھہرے وہاں اللہ بخش خاں صاحب
سے جن کو حضرت علیہ الرحمۃ نے امیر کیا تھا مولوی امیر الدین صاحب نے جو لاتی
تھے صلاحاً کہا کہ یہ جو لوگ ملکی ہمارے ساتھ ہیں اگر ان کو آگے کریں تو
ان کا بھروسا ہم کو نہیں ہے شاید کہ وقت پر طرح دے جاویں اور اگر
اپنے لوگوں کو آگے کریں تو یہ راہ گھاٹ سے یہاں کے ناواقف ہیں کیا
تدبیر کیا چاہئے پھر آخر کو یہ صلاح ٹھہری کہ خدا پر توکل کر کے اپنے ہی لوگوں
کو آگے کیا مگر ملکی لوگوں میں سے ایک شخص کو جو وہاں کے حال سے واقف کار
تھا اُس کو آگے بھیجا کہ جا کر لشکر مخالف کی خبر لاوے کہ کس طرف لشکر
میں لوگ غافل ہیں اور کس طرف کے ہوشیار اور سکھوں کے لشکر کا معمول
تھا کہ جہاں کہیں اُترتے تو گرد لشکر کے خاردار درخت کاٹ کر سنگر بنا لیتے
تھے کہ یکایک کسی غنیم کی فوج نہ آپڑے پھر کچھ دیر میں وہ آدمی وہاں
کی خبر لایا اور کہا کہ فلانی طرف لوگ غافل ہیں اور لوگوں کو لیجا کر ان

کے سنگر کے قریب کھڑا کر دیا اُس وقت لشکر کفار میں گھریال نے تین پہر تین
گھڑیاں بجائیں اور اِدہر سے بآواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ کر سب مجاہدین نصرت
قرین فوج ہزیمت موج میں کفار نابکار کے گھس پڑے اس عرصہ میں ادہر کے
ایک پہرے والے نے بندوق ماری قضائے الٰہی سے وہ گولی شیخ باقر علی صاحب
کے لگی وہ اُسی جگہ بیٹھ گئے اور کہا کہ کوئی میرے پاس ہتھیار لیوے یہ اللہ کا
مال ہے اور میرا تو کام ہو گیا مگر ارمان دل میں باقی رہا اور اپنے ساتھ کے جو
لوگ دلاور وجرار واقعہ دیدہ اور کار آزمودہ تھے وہ دس دس
پانچ پانچ سکھوں کے ہر خیمے کی طرف جھکے اور اُن کی طنابیں کاٹ کاٹ
کر گرانے لگے اور نو تعلیم مجاہدین سے کہا کہ تم ان خیموں کے سکھوں کی
خبر لیتے جاؤ پس یہ لوگ تو اُن کی مار کوٹ میں مصروف ہوئے اور ملکی لوگ
لوٹنے پر جھکے کسی نے گھوڑے لئے کسی نے ہتھیار لئے کسی نے کپڑے وغیرہ لئے اور
لے کر اپنے اپنے گھروں کو چلنے لگے اور یہاں ہم لوگوں میں سے کسی نے چار سکھ
مارے کسی نے دس کسی نے زیادہ چنانچہ عبد المجید خاں بریلوی نے قریب
چودہ پندرہ سکھوں کے مارے اس عرصہ میں تلوار ٹوٹ گئی مولوی امیر الدین
صاحب دو تلواریں باندہے تھے ایک اپنی تلوار خاں صاحب ممدوح کو دی
اُس تلوار سے بھی کئی سکھ مارے اور عبد اللہ بسم اللہ نام ایک مخنث تھا
اُس کے پاس برچھی تھی اُس نے سات یا آٹھ سکھ برچھی سے مارے
اسی طرح اللہ بخش خاں اور شمشیر خاں جمعدار اور غلام رسول خاں اور

غلام حیدر خاں اور شیخ ہمدانی اور علی حسن اور شیخ بدھن اور شیخ رمضانی
اور مرزا ہمایوں بیگ اور بہت صاحبوں نے مارے اور داد شجاعت اور جوانمردی
کی دی اور بقیۃ السیف نا ہنجار شکست فاحش پا کر بھاگنے لگے حسن نے حسن طرف
سبیتا پایا اپنی تلوار بندوق لے کر فرار کر گیا اور مجاہدین نصرت قرین دس
دس پانچ پانچ ان کے ڈیروں خیموں کی طرف متفرق ہو گئے اس عرصہ میں
چند مجاہدوں نے اُن کا توپخانہ جا کر لیا اس میں ایک توپخانے کے خلاصی
باگو لنڈا نے رن مہتاب کو آگ دی اور اُس کی ڈور کھینچ کر بلند کی
اور آپ ایک طرف وہاں سے بھاگ گیا اُس وقت روشنی سے گویا تمام
لشکر میں دن ہو گیا اُس وقت تک اپنے مجاہدین میں گنتی کے کوئی دس پندرہ
آدمی زخمی اور شہید ہوئے ہونگے اور اُس رات کو بدہ سنگھ سکھ اس فوج
ہزیمت موج کا سردار کوڑی میں تھا لشکر میں اُس کا نقط خیمہ کھڑا تھا اُس کے
ایک طرف باہر لشکر کے اُن بھاگے ہوئے سکھوں نے ایک چھوٹا سا نقارہ
بجایا اور اُس روشنی میں دیکھا کہ مجاہدین لوگ تھوڑے ہیں کہیں کہیں دس
دس پانچ پانچ نظر آتے ہیں یکبارگی بندوقیں لے کر حملہ آور ہوئے اور مجاہدین
بھی جا بجا سے سمٹ کر ایک جانب ہو گئے اور جانبین سے بندوقیں چلنے لگیں
اس میں ایک طرف ایک جانب سے کسی نے آواز دی کہ اب یہاں سے نکل
چلو پھر لوگوں نے ارادہ نکلنے کا کیا اُس وقت میں نے دیکھا کہ اللہ بخش
خاں جو ہم لوگوں کے امیر تھے چند آدمیوں کو ہمراہ لئے ہوئے باہر نکلنے کے
ارادہ سے چلے آتے ہیں اور پیچھے اُن کے سکھ ہلہ کرتے آتے ہیں اُس وقت

شیخ ہمدانی اور علی حسن ساتھ قواعد بھیرماری کے بندوقیں چلا رہے
تھے اُس وقت ایک ایک دو دو ہماری طرف شہید اور زخمی ہونے لگے چنانچہ
سید رستم علی صاحب بھی اسی جگہ زخمی ہوئے اس میں اللہ بخش خاں امیر شیخ
ہمدانی اور علی حسن کے برابر پہنچے کہ باہر لشکر کے نکلیں تب اُنھوں نے آواز
دی کہ اللہ بخش خاں صاحب تم کو تو حضرت امیرالمومنین نے سردار کرکے بھیجا تھا
اور اب تم اس وقت کفار کے مقابلہ سے نکلے جاتے ہو یہ بات سُن کر اللہ بخش
خاں صاحب اپنے ہمراہیوں کو لے کر کافروں کے مقابلہ کو چلے ان کو دیکھ کر
اور لوگ بھی پھرے اور اُن میں شریک ہوئے سب ملا کر کوئی پچاس ساٹھ
غازی ہوں گے اور بندوقیں مارنے لگے اس میں جب کہ سکھ اور نزدیک
آ گئے تب قرابین اور شیربچے سر کرنے لگے پھر آخر کو تلواروں کی نوبت
آئی یہاں تک کہ مارے تلواروں کے اُن کا ہلہ ہٹا دیا اللہ بخش خاں صاحب
اور اکثر ہمراہی اُن کے اُسی ہلہ میں شہید ہوئے اور بہت غازی زخمی ہوئے
یہ حال دیکھ کر پھر اکثر باقی لوگوں نے قصد کیا کہ ہم بھی جا کر اُنھیں میں
شامل ہوں تب اکبر خاں صاحب نے کہ وہ بڑے دلاور اور جہاندیدہ
آدمی تھے لوگوں کو روکا اور کہا کہ بھائیو کیا آج ہی لڑنا ہے اب یہاں
سے چلو انشاء اللہ تعالیٰ پھر کافروں کو ماریں گے اور سب کو سمجھا کر پھیر
لائے اُس وقت صبح صادق نمودار ہو گئی تھی وہاں سے دریا
بہت ہی نزدیک تھا جو ہم لوگوں سے پہلے کوئی لوگ آگے

نکلے تھے اُن میں سے کسی نے جاکر دریا پر اذان کہی ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے کچھ لوگ آگے پہنچ گئے پھر ہم لوگوں نے لشکر سے نکل کر ساتھ انتظام اور بندوبست کے رستہ لیا پھر کسی سکھ نے اُس وقت ہم لوگوں کا پیچھا نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جان کے خوف سے لشکر کے باہر نکلے پھر وہاں سے ہم نے کوس بھر پر تیمم کرکے نماز فجر پڑھی پھر وہاں سے چلے پھر دو بجے اُسی گھاٹ پر آئے جہاں سے اُترے تھے اُس وقت حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ بہت لوگ لئے ہوئے اُس پار کھڑے تھے ہم لوگوں کو دیکھ کر کچھ لوگ ہماری تقویت کے لئے بھیجے کہ ایسا نہ ہو سکھوں نے تعاقب کیا ہو اور ہم لوگ باقی ہمراہیوں کے انتظار کے واسطے عصر تک اُسی پار رہے جب دو دو چار چار کرکے اکثر پیچھے کے لوگ آئے تب ہم سب کشتی پر سوار ہو کر اُترنے لگے پھر رات گئے تک اکثر لوگ دریا اُتر کر لشکر میں داخل ہوئے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے مصافحہ کیا اور ملے اور جو لوگ وہاں فی سبیل اللہ شہید ہوئے اُن کے لئے آپ نے دعائے مغفرت کی اور مفصل حال اُس کا تک معلوم نہ تھا کہ کون کون غازی شہید ہوئے اور کون کون زخمی مگر ہاں جن کو بچشم خود دیکھا تھا اُن کو تو جانتے تھے اور لوگ ایک ایک دو دو صبح تک آ لگے اور پھر زخمیوں کا معالجہ مرہم پٹی ہونے لگا پھر صبح کو بعض بعض آنے والوں سے معلوم ہوا کہ بدھ سنگھ نے بھی آج بھی وہاں سے تین کوس پیچھے ہٹ کر

موضع سیدو میں جاکر ڈیرہ کیا پھر ڈیرہ ڈیرہ جہاں جہاں سے لوگ
گئے تھے اُن کا شمار کیا گیا معلوم ہوا کہ اپنے ہندوستانیوں سے کوئی
پینتیس ۳۵ چھتیس ۳۶ آدمی شہید ہوئے اور قندھاریوں وغیرہ سے کوئی چالیس پینتالیس ۴۵
اور سب ہندوستانیوں سے اور قندھاریوں سے کوئی تیس چالیس آدمی
زخمی ہوئے اور تفصیل شہیدوں کی جو اُن میں نامی تھے یہ ہے اللہ بخش خاں
امیر، شیخ باقر علی صاحب قاسم علہٗ اور عبد المجید خاں رائے بریلی والے اور
شمشیر خاں صاحب اور شیخ بڈھن صاحب شیخ رمضان صاحب شیخ ہمدانی صاحب
علی حسن غلام حیدر خاں غلام رسول خاں خدا بخش بنی والے اور مرزا
ہمایوں بیگ صاحب اور بعضے صاحبوں کے نام اب یاد نہیں کیونکر وہ)
لوگ سب کے سب نووارد تھے بعد اس کے پھر وہاں حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ نے دو یا تین مقام کئے ایک دن حضرت مولانا محمد اسماعیل
صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ یہاں جو واقعہ گزرا ہے
اس کا حال ہندوستان میں لکھ کر بھیجنا ضروری ہے اس میں کیا ارشاد
ہے، آپ نے فرمایا بہتر ہے پھر مولانا صاحب نے پوچھا کہ جو لوگ شہید
ہوئے ہیں ان سب کے نام بھی خط میں لکھے جاویں یا یوں ہی مجمل، آپ
نے کچھ دیر سکوت کیا پھر فرمایا یوں لکھ دو کہ ہم سب لوگ یہاں عنایت الٰہی
سے خوشحال ہیں مولانا صاحب ممدوح نے کہا کہ حضرت میں آپ کے
کلام کو خوب نہیں سمجھا مفصل فرمادیں، آپ نے کہا مفصل یہ ہے

کہ جو لوگ یہاں زندہ موجود ہیں یہ بھی خوشحال ہیں اور جو شہید ہوئے اور اپنی
مراد دلی کو پہنچے وہ ہم سب سے زیادہ خوشحال ہیں پھر وہ خط لکھ کر روانہ
کیا گیا اس عرصہ میں امیر خاں کٹک نے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آکر
بیان کیا ایسا مجھ سے مخبر نے کہا ہے کہ بدھ سنگھ کے آدمی اس چھاپے میں
قریب سات سو کے مارے گئے اور اس سے زیادہ زخمی ہوئے سو یہ صدمہ عظیم
خیال کرکے بدھ سنگھ سکھ نے موضع سیدو سے پیچھے ہٹ جانے کا ارادہ کیا تھا
سو اٹک کے قلعہ دار یہ خبر سن کر اس کو مانع ہوا کہ مناسب نہیں ہے اس
وقت تیرا جانا اگر تو یہاں سے جاویگا تو خلیفہ کا لشکر خیر آباد اور اٹک کو
لوٹ مار کر تباہ کر دیگا سو بدھ سنگھ نے یہ سن کر موضع سیدو میں گرد لشکر
کے سنگر باندھنے کا سامان جمع کیا ہے یہ خبر سن کر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
نے صبح کو نوشہرے سے کوچ فرمایا اور جو لوگ وہاں زخمی تھے اُن کی خدمت
اور خبر گیری کے واسطے عبد القیوم اور سید امانت علی کو چھوڑا پھر اس روز
حضرت علیہ الرحمۃ نے مع تمام لشکر جا کر مصری بھانڈے میں مقام کیا
پھر دوسری منزل جا کر دو دُہیریں کی صبح کو پھر وہیں مقام کیا کچھ
دن چڑھے خادے خاں سردار قلعہ ہنڈ کا واسطے ملاقات حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے کوئی چالیس پچاس سواروں سے آیا اور خلوت
میں حضرت سے کچھ مشورہ کیا اور وہیں حضرت کے دست مبارک پر بیعت
کی پھر یہ کہا کہ آپ کو یہاں اس بستی میں رہنا مناسب نہیں ہے آپ
یہاں سے چل کر میرے قلعہ میں ٹھہریے وہاں ہر ایک چیز کا آرام ہے

اور حضرت اُس بستی میں دو رات رہے دونوں راتوں کو ایک عجیب
معاملہ گذرا کہ جس وقت روند والے ہمارے لشکر کے گرد گشت کرتے تھے
تو چند آدمی اجنبی دور سے لوگوں کو نظر آئے اُنہوں نے آواز دی کہ
تم کون ہو اُنہوں نے جواب دیا کہ ہم تمہارے اس لشکر کے محافظ اور
نگہبان ہیں تم کسی بات کا خطرہ نہ مانو یہ سُن کر ہمارے لوگ چپ رہے
اور وہ رفتہ رفتہ چلے گئے جب وہ غائب ہو گئے تب روند والے آپس
میں اس بات کا چرچا کرنے لگے کہ یہ کون لوگ تھے کسی نے کہا کہ شاید جو
ہمارے لوگ شہید ہوئے ہیں اُن لوگوں کی روحیں ہیں، انھوں نے کہا
لاحول ولا قوۃ یہ کیا بات ہے اُن کی روحیں علیین میں ہونگی اُن کو یہاں
آنے سے کیا غرض ہم نے کئی بار حضرت علیہ الرحمۃ کی زبان ہدایت ترجمان
سے سنا ہے کہ اکثر جنات لوگ جنہوں نے ہمارے ہاتھ پر بیعت کی ہے
وہ ہمارے لشکر کی محافظت اور پاسبانی کیا کرتے ہیں پھر یہ حال جا کر
حضرت سے عرض کیا آپ نے کہا وہ جن ہونگے اُنہوں نے ہم سے
بیعت کی ہے اور اکثر وقت وہ ہمارے لشکر کی حفاظت کو رہا کرتے
ہیں جب کبھی تم کو اس طرح کے لوگ ملا کریں تو ان کو بہت چھیڑا
نہ کرو پھر صبح کو غادے خاں سردار حضرت کو مع تمام لشکر لے گیا
اور موضع بازار میں دریائے اباسین کے کنارے ڈیرہ کرایا وہاں

ہے قلعہ ہنڈ جانب مشرق قریب آدہ کوس کے ہے سو وہاں موضع بازار میں ہم لوگ کوئی ڈیڑہ پہر دن چڑہے داخل ہوئے حضرت علیہ الرحمۃ کے قدوم میمنت لزوم کی خبر فرحت اثر سُن کر اُس نواح کے اور اطراف کے سردار اور خوانین واسطے ملاقات حضرت علیہ الرحمۃ کے حاضر ہوئے اُس وقت کچھ کم زیادہ پانچ ہزار آدمی کی جمعیت ہو گی پھر اُنہوں نے حضرت سے مشورہ کیا کہ یہاں سے ڈہائی تین کوس دریاء اباسین کے پار ایک بستی حضرو سکھوں کے عمل میں ہے اور وہ بڑی منڈی ہے لاکھوں روپوں کا مال واسباب وہاں ہے اور اُس بستی کے کنارے ایک چھوٹی سی گڑھی بھی ہے اور اُس میں ایک ضرب توپ بھی ہے اگر آپ وہاں چھاپا بھیجیں تو بہت مال غنیمت ہاتھ لگے گا حضرت علیہ الرحمۃ نے اخوند ظہور اللہ صاحب سے فرمایا کہ ان کی زبان پشتو ہے تم ہماری طرف سے کہو کہ سید صاحب کہتے ہیں ہمارے بہت غازی اکوڑی میں شہید ہوئے اور کچھ زخمی ہوئے باقی یہاں تمہارے پاس تھوڑے لوگ ہیں اور یہ تمہارے ملک کی راہ ورسم سے واقف بھی نہیں ہیں اور تمہارے ہمراہ لوگ بہت ہیں اور یہاں کے ہر کاروبار سے ماہر اگر تم اس بات کا ارادہ کرو تو ہو سکتا ہے تمام تقریر اخوند صاحب نے حضرت کی طرف سے اُن سرداروں سے کی یہ سُن کر اُنہوں نے کہا اب ہماری طرف سے حضرت کی خدمت بابرکت میں عرض کرو کہ ہم فقط آپ کی اجازت ہی کے منتظر تھے اب آپ ہمارے حق میں دعا کریں

ہم یہ معاملہ سمجھ لینگے یہ گفتگو سُن کر ہندوستانی لوگ خاموش رہے کہ ہم
کو بھیجنے کی حضرت کے دل میں صلاح نہیں ہے مگر قندھاریوں سے تیس چالیس
شخصوں نے حضرت سے اجازت چاہی کہ ہم کو حکم ہو تو ہم جاویں آپ نے فرمایا
کہ خیر بہتر تم کو اجازت ہے مگر ساتھ اس شرط کے کہ جو لوگ وہاں مسلمان
ہوں ان کو کسی طور کا صدمہ نہ پہنچے کس واسطے کہ اُن کو ابھی دعوت جہاد
نہیں پہنچی ہے لیکن جو اُن میں ہتھیار لے کر تمہارا سامنا کرے اُس کو مارنا تم کو
اختیار ہے پھر کوئی راتے گئے لوگ کشتیوں اور جالوں اور تناچوں پر سوار
ہو کر اباسین کے پار اُترنے لگے اور قریب آدھی رات کے سب اُتر کر روانہ
ہوئے اور جا کر اپنا کام کیا صبح کو یہاں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نماز
فجر کا سلام پھیر کر بیٹھے تھے کہ ایک شخص اُن چھاپے والوں سے ایک بہت
عمدہ گھوڑا لے کر سب سے پیشتر آیا اور حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ مبارک
ہو غازیوں نے حضرو کو لے لیا اور آپ کے قندھاریوں نے جا کر گڑھی میں
قبضہ کیا یہ گھوڑا آپ کی نذر ہے وہ یہی باتیں کر رہا تھا اور آپ خاموش
بیٹھے سنتے تھے اس میں کسی نے کہا کہ وہ دیکھو دریا کے پار تمام غازی چھاپے
والے چلے آتے ہیں یہ بات سُن کر ہم تمام اپنے لشکر کے لوگ اور جو وہاں
تھے اُن کی طرف دیکھنے لگے اور اب تک سورج نہیں نکلا تھا پھر جب وہ
لوگ اور قریب آئے اور خوب اجالا ہو گیا تو دیکھا کہ تمام مُلکی لوگ

گھڑیاں مال واسباب کی اپنے سروں پر دھرے ہوئے سب کے آگے آگے چلے
آتے ہیں اور اُن کے پیچھے قندہاری لوگ چودہ پندرہ سکھوں کے سوا جنہوں
نے وہاں سے ان سب کا تعاقب کیا تھا ان کو بندوقیں مارتے چلے آتے ہیں
یہاں تک ایک نالے کو آ پکڑا اور اُن سواروں کو گولیاں مار مار کر دہیں
روکا اور یہ ملکی لوگ مال غنیمت لئے ہوئے کنارے اباسین کے پہنچے کوئی تو
شناچوں پر اُترنے لگے اور کوئی گھاس کے گٹھوں پر اور باوجودیکہ یہ ملکی
لوگ سب سلاح بند تھے مگر ان میں سے کسی نے ان قندھاریوں کے سوا
سکھوں کا مقابلہ نہ کیا اور بہتیرے بسبب بدحواسی کے دریا اُترتے اُترتے مع
مال واسباب ڈوب گئے یہ حال پر ملال دیکھ کر حضرت علیہ الرحمۃ نے سردار
خادے خاں سے کہا کہ جلد اپنے کچھ لوگ ہمارے سید انور شاہ کے ہمراہ کر کے
قندھاریوں کی مدد کو بھیجو اور اپنے سب ہندوستانیوں سے فرمایا کہ اس وقت
تم مسلح ہو کر ہمارے پاس تیار رہو مگر یہ حکم ہندوستانیوں میں سے حیات
خاں اور شیخ برکت اللہ بنگالے والے اور شیخ فیض الدین بنگالے والے اور
محمد سلاح سندی اور نظام الدین اولیا کو نہیں پہنچا تھا نادانستہ خادے خاں
کے لوگوں کے ساتھ ہمراہ سید انور شاہ کے یہ بھی چلے گئے اور اس عرصہ میں
سکھوں کی بھی مدد کو جابجا سے چار پانسو آدمی آ گئے آخر الامر سید انور شاہ
پچاس ساٹھ آدمیوں سے جا کر قندہاریوں میں شریک ہوئے اور اُن
سکھوں کے مقابلہ میں مگر وہ پانچوں آدمی جن کا آگے بیان ہو چکا ہے

رب کے آگے بڑھ کر قواعد بھرباری سے بندوقیں مارنے لگے یہاں تک
داد شجاعت اور جوانمردی کی دی کہ وہ چار پانسو کفار بایکار ہزیمت فاحش
پاکر کوئی پاؤ کوس فرار کرگئے اور ہم لوگ تمام دریا کے پار سے یہ حال دیکھ
رہے تھے جب سکھوں کے پیادہ وسوار مقابلہ سے مجاہدین جرار کے بھاگ گئے تب
حضرت سید المجاہدین علیہ الرحمۃ نے سردار خادے خاں سے کہا کہ اب جلد کشتیوں
پر لوگوں کو اُتارنا شروع کرادو گھاٹ پر تین کشتیاں تھیں خادے خاں
نے اُن پر اپنے نوکروں چاکروں کا بند وبست کرکے اُتروانا شروع کیا ایک
ناؤ پر بہت لوگ سوار ہوگئے وہ تو وہیں کنارے ہی بیٹھ گئی چند آدمی بھی
ڈوب گئے دو ناویں اس پار سلامت آئیں اُن میں چند زخمی اور باقی ملکی مال
غنیمت لئے ہوئے تھے خادے خاں کے لوگوں سے اُن سے مال غنیمت لے لے
کر ایک جگہ جمع کیا اور سید انور شاہ اپنے لوگ لئے ہوئے ابھی اُسی پار
ہیں اور وہ پانچوں ہندوستانی جو سید انور شاہ کے ہمراہ گئے تھے اُن میں
سے شیخ برکت اللہ بنگالی اور حیات خاں شہید ہوئے اُن کی لاشیں آئیں
اور شیخ فضل الدین بنگالی اور محمد سلاح سندی اور نظام الدین اولیا زخمی
ہو کر آئے پھر جب دوسرا پھیرا کشتیوں کا آیا اور خادے خاں کے آدمی اُن
کا اسباب لینے لگے اُنھوں نے نہ دیا اور لڑنے کو مستعد ہوئے اور
یہ معاملہ خادے خاں نے اپنی ہی رائے سے کیا تھا حضرت علیہ الرحمۃ کو اطلاع
نہ تھی پھر جب اُن کے قصہ قضیہ کی خبر حضرت کو پہنچی کہ ملکی لوگ

اسباب غنیمت کا نہیں دیتے ہیں اور لڑنے کو مستعد ہیں آپ نے حاجی عبداللہ
رامپوری اور آخوند ظہور اللہ ولایتی کو بھیجا کہ کسی سے مال و اسباب کا تعرض
نہ کرو اور جس کا لیا ہو اس کو حوالہ کردو آپس میں فساد کرنا مناسب نہیں
جب ان دونوں صاحبوں نے خادے خاں کو حضرت کا پیغام پہنچایا
تب خان مذکور نے مال اُن کا دے دیا مگر بہت مال و اسباب دبا بھی
رکھا پھر عصر کے وقت سید انور شاہ بھی اپنے لوگوں سے اس پار اُتر
آئے یہ قصہ حضرو کے چھاپے کا تو تمام ہوا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے وہاں
کے ملکیوں کا حال اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ لوگ خود رائے اپنی اپنی طبعیت
کے موافق کام کرتے ہیں نہ کسی کے تابع نہ فرماں بردار اکوڑی کے چھاپے
کو گئے اور وہاں کا مال و اسباب لوٹ کر بھاگ کھڑے ہوئے ہمارے ہی لوگ
لڑے اور مارے بھی گئے اور وہی معاملہ اُنہوں نے یہاں بھی کیا اب یہاں
رہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا پھر یہی حال آپ نے خادے خاں سے بھی
بیان کیا اور فرمایا کہ اب ہمارا ارادہ یہاں سے پنجتار کے جانے کا ہے یہ سن
کر خان موصوف نے بہت عذر و معذرت کیا کہ ہم سب لوگ آپ کے فرمانبردار
ہیں جو کچھ آپ فرماویں گے ہم سب بجا لاویں گے اسی جگہ رہنا آپ کا بہت خوب
ہے آپ یہاں سے ہرگز کہیں نہ جاویں جس خان اور رئیس کو بلانا منظور
ہو ہم اس کو اسی جگہ بلا دیویں یہ تقریر سُن کر آپ راضی ہوئے پھر آپ نے
موضع بازار سے خیمہ اکھڑوا کر قلعہ ہنڈ کے اُتر کنارے تالاب کے
کھڑا کیا اور قریب تین مہینے کے وہیں مقام فرمایا ان روزوں خادے خاں

اور اشرف خاں زی والے اور فتح خاں پنجار والے سے مخالفت تھی حضرت نے ان دونوں سرداروں کو بلاکر خادے خاں سے ملادیا اور اشرف خاں اور فتح خاں نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت بھی کی اور کہا کہ ہم اپنی جان ومال سے آپ کے شریک ہیں جب یہ تینوں سردار آپس میں مل گئے تو دُور دُور سے اُس نواح واطراف کے عالم اور مولوی در دو چار چار یہاں آکر جمع ہونے لگے بعد چند روز کے جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب سے اور وہاں کے علماء سے حضرت علیہ الرحمۃ کی امامت کے مابین گفتگو ہونے لگی آخر الامر سب عالموں نے متفق ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنا امام گردانا اور جمعہ کے خطبہ میں آپ کا اسم مبارک درج کیا اور نماز جمعہ وہاں ہونے لگی اس عرصہ میں آپ کی امامت کی خبر اُس ملک میں جا بجا مشہور ہوئی وہاں کے چھوٹے بڑے جتنے خان اور رئیس تھے سب نے آکر بیعت امامت کی یہاں تک کہ پیشاور سے ایک بڑے جلیل القدر پیرزادے گڑھی شاہزادے کر کے مشہور تھے تشریف لائے اور بیعت کی اور کہا میں خالصاً لوجہ اللہ آپ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوا ہوں اور بعد اس کے انشاءاللہ تعالیٰ آپ کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤنگا اور سردار یار محمد خاں اور سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں کی عرضیاں آئیں کہ ہم بھی آپ کی اطاعت میں جان ومال سے حاضر ہیں جو کچھ امر عالی ہم پر صادر ہو بجا لاویں ان عرضیوں کا مضمون سُن کر وہاں کے خوانین اور رئیسوں نے کہا کہ حضرت یہ جو یار محمد خاں نے

آپ کو دنیا سازی کی راہ سے لکھا ہے کہ ہم آپ کے اپنی جان و مال سے شریک ہیں محض فریب اور دغابازی ہے یہ بڑا ہی مفسد اور مکار دغاباز ہے آپ اُس کے فریب سے ہوشیار رہیں جبکہ اس موذی نے اپنے حقیقی بھائی فتح خاں اور عظیم خاں کو دغا دیا تو اور سے یہ کب درگذر کریگا حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو اس میں کچھ شک نہیں مگر اللہ تعالی ہادی مطلق ہے ایک دم میں فاسق کو متقی اور متقی کو فاسق کر دیتا ہے اب تو یہ شخص ظاہر ہماری شراکت کا دم مارتا ہے دل کا حال خدا جانے اور ہم کو ظاہر شریعت کا حکم ہے اگر وہ کچھ دغا فریب کریگا اپنے واسطے کریگا ہمارا کیا نقصان پھر بعد چند روز کے وہ تینوں سردار مذکور مع توپخانہ و لشکر نوشہرے سے پانچ کوس موضع پیر پائے میں آکر داخل ہوئے اور وہاں سے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو خبر بھیجی کہ ہم یہاں اس سامان اور جمعیت سے حاضر ہیں جو ارشاد ہو بجا لاویں یہ خبر سُن کر ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ مع خادے خاں اور اشرف خاں اور فتح خاں چار پانسو آدمیوں سے نوشہرے میں اُن کی ملاقات کو گئے یہاں اُن تینوں سرداروں نے یہیں ادہر سے آکر امامت کی بیعت کی اور آپ نے دو یا تین مقام کئے گڈڑی شاہزادہ تو وہیں یار محمد خاں کے ساتھ رہا حضرت علیہ الرحمۃ خادے خاں اور اشرف خاں اور فتح خاں اور باقی سب لوگوں کو لے کر ہنڈ کو روانہ ہوئے اور اُن دنوں ہمارے لشکر میں بیماری بہت تھی اکثر لوگ بیمار تھے اور غلہ کی بھی کمال گرانی تھی کبھی ہم لوگوں

کو پیٹ بھر روٹی ملتی تھی اور اکثر نہیں ملتی تھی یوں ہی ساگ پات وغیرہ
کھا کر رہ جاتے تھے آپ نے سب بیمار اور زخمی لوگ پنجتار کو روانہ
کردئے اور جو زخمی اور بیمار نوشہرے میں تھے وہ سب وہیں رہے اور
جو اچھے ہوتے گئے وہ حضرت کے پاس چلے گئے اور خادے خاں اور
اشرف خاں اور فتح خاں نے واسطے غزا کے ہر اطراف و جوانب سے ملکی
لوگ بلا کر جمع کئے وہ تمام لوگ موافق دستور اپنے ملک کے اپنا اپنا
کھانے پینے کا سامان اپنے ساتھ لائے تھے کسی خان وغیرہ کے محتاج اور
دست نگر نہ تھے جب ہنڈ سے کوچ کی تیاری ٹھہری تب حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ نے کچھ اسباب ضروری سفر کا تو ساتھ لیا اور باقی وہیں ہنڈ
میں چھوڑ دیا اور چند آدمی اس کی محافظت کو مقرر کردئے اور باقی لوگ
اپنے ہمراہ لئے اور وہ تینوں سردار ملکیوں کو لے کر آپ کے ہمراہ رکاب
ہوئے پہلے روز ہنڈ سے کوچ کر کے موضع جلیسی میں ڈیرہ کیا اور ایک یا
دو مقام بھی کئے پھر دوسری منزل وہاں سے چل کر مصری بھانڈے میں
کی صبح کو وہاں سے کوچ کیا نوشہرے میں آئے عبد القیوم صاحب زخمیوں
بیماروں کی خدمت کو وہیں پہلے سے تھے جو حضرت کی ملاقات کو آئے اور
ملے آپ نے زخمیوں بیماروں کا حال پوچھا انہوں نے عرض کی کہ سب
اچھے ہیں مگر یہاں کے لوگوں نے بیماری میں غازیوں کی کمال خدمت
کی اگر اپنے عزیز واقربا یہاں ہوتے تو یوں ہی خدمت کرتے ہم لوگ

اُن کے بڑے احسانمند ہیں آپ اُن کے لئے دعا کریں، آپ نے فرمایا بہت بہتر پھر آپ نے دعا کی اور دریائے لنڈی کے پار درانیوں کا ڈیرہ تھا وہ پیادہ و سوار ہیر وغیرہ ملا کر کوئی بیس ہزار آدمی کی جمعیت رکھتے تھے اور آٹھ ضرب توپ اور اس طرف نوشہرے میں حضرت کا اور حضرت کے ہمراہیوں کا ڈیرہ تھا یہ ملکی بھی خادے خاں اور اشرف خاں اور فتح خاں کے ہمراہ اسی ہزار سے زیادہ تو ہوں گے مگر کم نہ تھے پھر حضرت نے نوشہرے میں دو تین مقام کئے اور جو کچھ لوگ اس عرصہ میں آپ کے ساتھیوں سے بیمار ہو گئے تھے ان کو عبد القیوم کے پاس نوشہرہ میں چھوڑا عبد القیوم وہاں پیشتر کی بھیجے سے جو لوگ اکوڑی میں زخمی ہوئے تھے اُن کی خدمت میں تھے اور عبد القیوم کو فرمایا کہ اب ہم تو لوگ لے کر دریا کے پار جاوینگے جب خدا لاویگا آ تب آ دینگے تم یہاں پانچ چار اونٹوں کے کجاوے جلد بنوا کر تیار رکھنا دیکھا چاہئے کیا اتفاق ہو شاید کہ بہتیں لوگوں کے لیکا م آمد ہوں اس عرصہ میں شیخ امجد علی ولد شیخ فرزند علی غازی پوری بیمار ہو گئے اُن کی خدمت کے واسطے آپ نے مجھکو چھوڑا پھر آپ نے اپنے لوگوں اور ملکیوں کو دریا کے پار اُتار کر درانیوں کے شمال ڈیرہ کرایا اور اپنا بھی ڈیرہ وہیں کیا اس میں جبتک آپ اُس پار رہے بلاناغہ ہر روز یار محمد خاں درانی اپنے یہاں سے خوان میں لگا کر کچھ کھانا میوہ وغیرہ آپ کے لئے بھیجا کرتا

تھا یہ خبر زبانی لوگوں کے جو اس پار سے آتی تھی ہم سنتے تھے ایک روز
حاجی عبد اللہ صاحب جو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی جماعت میں تھے اُس
پار لشکر میں حضرت کے پاس گئے پھر جب وہاں سے اس پار نوشہرے میں
آئے میں نے پوچھا کہ بھائی صاحب کہو لشکر کا کیا حال ہے کہا سب طرح
سے خدا کا فضل ہے مگر حضرت علیہ الرحمۃ کی طبیعت بعض طرح قدرے علیل
سی ہے اور یار محمد خاں کی طرف سے جو کچھ کھانا میوہ وغیرہ آتا ہے سو نذر محمد اور
اُس کے بھائی ولی محمد کے ہاتھوں آتا ہے اور وہی دونوں یار محمد خاں کی
طرف سے حضرت کے پاس وکالت بھی کرتے ہیں اور حضرت کی جانب سے خان
موصوف کے پاس اور کل صبح کو لشکر کا کوچ ہے فقط اور وہاں موضع
نوشہرہ زمین بلند پر واقع ہے اور جس طرف لشکر پڑا تھا وہ زمین نشیب
ہے پھر جب صبح کو لشکر نے وہاں سے طرف موضع سیدو کے کوچ کیا ہم لوگ
اس پار سے اچھی طرح دیکھتے تھے اور لشکر میں قریب لاکھ آدمی کی جمعیت
تھی اور کوئی آٹھ دس ہزار فقط نشان تھے کیونکہ اس ملک کا دستور ہے
کہ اگر دس بارہ آدمی کی جماعت ہے تو اس میں بھی ایک نشان ضرور ہوتا
ہے اور اگر پانچ سات آدمی کی جمعیت ہے تو اس میں ایک نشان ہوتا ہے اور
بڑی جماعتوں میں تو کئی کئی نشان ہوتے ہیں الغرض ملکی لوگ دف بجاتے اور
چار بیت گاتے اور ننگی تلواریں ہلاتے اور اچھلتے کودتے چلے جاتے تھے جب
جاتے جاتے موضع اکوڑا کوس یا ڈیڑھ کوس رہا تو وہاں تمام لشکر نے

ڈیرہ کیا اور وہ تمام ڈیرے خیمے اپنے لشکر کے ہم لوگ نوشہرے سے دیکھتے تھے پھر صبح کو بعد نماز فجر کے لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اور اُدھر نوشہرے میں ہم لوگ دعا میں مشغول تھے کچھ دن چڑھے شیخ احمد بنارسی اور عبدالمنان دو چار آدمیوں سے آئے ہم لوگوں نے پوچھا کہو حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کا کیا حال ہے انھوں نے کہا کہ رات کو سردار یار محمد خاں نے کھچڑی اور گنے کی گنڈیریاں ولی محمد اور نذر محمد کی معرفت بھیجی تھیں سو وہی حضرت نے کھچڑی کھائی اور چند گنڈیریاں چوسیں بعد کچھ دیر کے آپ کی طبیعت بگڑ گئی کبھی تو غشی آتی تھی اور کسی وقت افاقہ ہوتا تھا اور مشورہ آج کی لڑائی کا رات ہی کو مقرر ہو گیا تھا کہ صبح کو چڑھائی ہے اور ہم لوگوں میں یہ بھی چرچا تھا کہ یار محمد خاں نے آپ کو زہر دلوایا ہے اور سب علامتیں زہر ہی کی معلوم ہوتی ہیں اس میں پچھلے پہر دو تین گھڑی رات رہے کوچ کا نقارہ ہوا یار محمد خاں نے حضرت کی سواری کے لئے اپنا ہاتھی بھیجا اور یہاں حضرت کسی وقت بیہوش ہو جاتے تھے کسی وقت ہوشیار اور استفراغ جاری تھا اور خان مذکور کی طرف سے لحظہ لحظہ تاکید آتی تھی کہ جلد حضرت کو سوار کر کے لاؤ لشکر روانہ ہو گیا اس عرصہ میں آپ کو قدرے ہوش آیا مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے عرض کی کہ سردار یار محمد خاں کی طرف سے کئی آدمی آپ کے سوار کرانے کو آئے ہیں کیا ارشاد ہے، آپ نے فرمایا خیر بہتر ہے اور ہمارا اسفید گھوڑا انہے ہم کو دیا ہے شادل خاں گنج پوری والے سے کہو کہ اس پر سوار ہو کر فتح خاں کے ہمراہ جاویں اور باقی ہندوستانی سب کے سب ہمارے ساتھ

ہمارے ساتھ رہیں اور جو ہاتھی یار محمد خاں نے آپ کی سواری کو
بھیجا تھا ایک پہر اس کا کچھ تنگ بھی کرتا تھا پھر اُس پر حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ کو سوار کیا اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خوامے میں بیٹھے اور
ہم کو مولانا صاحب نے واسطے رسد کے اس طرف روانہ کیا اور آپ نے
اُس طرف کوچ فرمایا یہاں تک تو حال ہم کو معلوم ہے اس عرصہ میں
دن قریب پہر کے چڑھا ہوگا کہ آواز توپوں اور شاہینوں کی آنی
شروع ہوئی ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک یہ حال رہا پھر آواز آنی موقوف
ہوئی پھر کچھ دیر میں دوپہر ڈھلے ہم لوگوں نے نماز پڑھی نماز سے فارغ
ہو کر بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا کہ وہ دیکھو سواروں کا غول دریا کے پار لڑائی
فتح کئے ہوئے آتا ہے یہ سن کر جلد ہم لوگ کوٹھوں پر چڑھ کر دیکھنے لگے
تو دور سے معلوم ہوا کہ پانچ چھ سو سواروں کا پرہ اکوڑے کی طرف سے چلا
آتا ہے اور اُس کے پیچھے پیادے وغیرہ متفرق دس پندرہ پندرہ بیس بیس
آگے پیچھے چلے آتے ہیں ان کو دیکھ کر ہم لوگوں نے کہا کہ خدا خیر کرے کچھ طور
بے طور معلوم ہوتا ہے پھر اور بھی لوگ ایک ایک دو دو آتے گئے اور خبریں
مختلف بیان کرتے گئے مگر حال مفصل اُس لڑائی کا زبانی عبداللہ شاہ
کے جن کا حضرت امیر المومنین نے عبداللہ خاں نام رکھا تھا معلوم ہوا
وہ خاص اس معرکہ میں تھے وہ کہتے تھے کہ جب اکوڑے کے ورے
سے صبح کو لشکر نے واسطے لڑائی کے کوچ کیا تو چند آدمی ہم بھی سردار

فتح خاں کے ہمراہ گئے جب جاکر سیدو میں سکھوں کے مقابل پر پہنچے تو
وہاں دیکھا کہ لشکر ساتھ اس مثل کے جا بجا کھڑا تھا کہ جانب دکھن
لشکر سردار یار محمد خاں کا متصل پہاڑ کے پیرہ باندھے کھڑا تھا
اور اس کے بائیں طرف لشکر سلطان محمد خاں کا تھا اور اُس کے
بائیں طرف سردار پیر محمد خاں کا لشکر تھا اور اُس کے بائیں اور تمام خوانین
یوسف زئی فتح خاں اور اشرف خاں اور خادے خاں وغیرہم اپنے
اپنے لوگ لئے کھڑے تھے اور اُس طرف سکھوں نے اپنے لشکر سے آگے
بڑھ کر ایک نالے میں چار مورچے چار جگہ لگائے تھے جب لشکر ہمارا اُن
کے قریب پہنچا تب وہ نالے سے بندوقیں مارنے لگے اور باقی سکھ لشکر
سے آٹھ ضرب توپ سر کرنے لگے اور ہماری طرف سے بھی توپیں چلنے
لگیں اس عرصہ میں سردار سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں اور فتح خاں
نے اپنے اپنے سوار لے کر گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں اور جاکر وہ نالہ لیا
اُس نالے کے چاروں مورچوں کے سکھ بھاگ کر اپنے لشکر میں جا گھسے
اور موضع سیدو کی طرف سے شاہزادہ مع اپنی جماعت اور باقی اور
غازی لے کر لشکر میں جا کودا اور سردار یار محمد خاں اپنے سوار لئے ہوئے
جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا جگہ سے نہ ہلا اس عرصہ میں کئی حملہ غازیوں نے
کئے سکھوں پر اور سکھوں نے غازیوں پر ناگہاں ایک گولہ توپ کا سکھوں
کی طرف سے سردار یار محمد خاں کے قریب آیا اُس میں کئی سوار اڑ گئے
یہ واقعہ دیکھ کر یار محمد خاں نے پیچھے کو باگ پھیری اور بھاگا اُس کے

بھاگتے ہی تمام سوار اُس کے بھاگے اس طرف میدان خالی دیکھ کر
دو تین ہزار سوار سکھوں کے اپنے سنگر سے نکلے یہ حال دیکھ کر کہ
سکھ آپہنچے نالے والے سواروں نے حملہ کیا اور اُن میں جاکر گڈمڈ
ہو گئے اور کئی بار اُنھوں نے ان کا حملہ پھیرا اور اُنھوں نے اس عرصہ
میں ایک سوار نے پکار کر کہا کہ یار محمد خاں تو اپنے سوار لے کر بھاگ گیا یہ
خبر تو اپنے سوار لے کر بھاگ گیا یہ خبر وحشت اثر اُن کا سُن کر سکھوں کے مقابلہ
سے یہ تمام سوار پیچھے ہٹے اور بھاگے اور سکھوں نے تعاقب کیا اور ادھر
یہ حال دیکھ کر گدوڑی شاہزادہ مع جماعت موضع سیدو میں مورچہ پکڑ کے
بیٹھ گیا پھر میں بھی اپنے لوگوں کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوا اور کوئی پانچ چھ
سو سوار سکھوں نے ہمارا تعاقب کیا جس طرح وہ ہم لوگوں کو بندوقیں مارتے
چلے آتے تھے اُسی طور ہم لوگ بھی اُن کو بندوقیں مارتے ہوئے پیچھے ہٹتے اکوڑے
کی طرف چلے جاتے تھے جب ہم لوگ اپنے ڈیروں خیموں کے نزدیک آئے اور
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو وہاں نہ پایا اور وہاں یہ حال دیکھا کہ
لوٹ سی پڑی ہے کہ جو اسباب اُٹھانے کے قابل ہے ہر ایک لئے ہوئے
چلا جاتا ہے یہ حال خیال کر کے میری طبیعت بہت پر ملال ہوئی پھر
جب میں وہاں سے آگے چلا تو دس پندرہ اپنے ہندوستانی لوگ ملے
اُن سے میں نے پوچھا کہ حضرت کہاں گئے اُن میں سے شیخ کریم بخش
بنارسی نے کہا کہ جب یار محمد خاں وہاں سے بھاگا اور اس کے سوار اس

طرف آنے لگے تب لوگوں نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے عرض کیا کہ لڑائی بگڑ گئی دُرانیوں نے دغا کیا اور حضرت کو ہوش نہیں ہے جلد یہاں سے چلنے کی تیاری کیجئے یہ سُن کر مولانا صاحب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو ہاتھی پر لئے ہوئے چلے اور ہم لوگ ہندوستانی آپ کے ہمراہ رکاب ہوئے کچھ تھوڑی دیر گئے ہونگے کہ فیلبان نے اپنے پیچھے دیکھا کہ سکھوں کے سوار بندوقیں مارتے ہوئے چلے آتے ہیں مولانا صاحب سے کہا کہ میں آپ کی خیرخواہی کے واسطے عرض کرتا ہوں کہ اس وقت حضرت کو تو گھوڑے پر سوار کر کے چند آدمیوں کے ہمراہ پہاڑ کی طرف جو ایک گاؤں ہے اُدہر کو روانہ کردو اور تم سب جمعیت کے ہمراہ اسی ہاتھی پر سوار ہو کیونکہ سکھوں کے سوار جو آتے ہیں عجب نہیں کہ اسی ہاتھی کے اوپر حضرت کا خیال کر کے آویں یہ سُن کر جلد مولانا صاحب نے ایک گھوڑے پر حضرت کو سوار کرانا چاہا اس میں حضرت کو قدرے ہوش آیا پوچھا کہ مولانا صاحب لڑائی کا کیا طور ہے اُنہوں نے عرض کیا کہ یار محمد خاں نے دغا کیا لڑائی بگڑ گئی سو اس وقت یہ صلاح ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ کی طرف تشریف لے چلیں اور میں اسی ہاتھی پر لوگوں کو لئے ہوئے اور طرف سے آپ کے پاس آتا ہوں پھر حضرت گھوڑے پر سوار ہو کر چند ہندوستانیوں سے پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے اور ہم لوگ مولانا صاحب ہاتھی کے ہمراہ رہے پھر تھوڑی دور تک ہم ساتھ گئے پھر مولانا صاحب بھی ہم سے آگے نکل گئے ہم کو اب نہیں معلوم کہ وہ کہاں پہنچے فقط اتنا

حال شیخ کریم بخش نیارسی کی زبانی معلوم ہوا قدرے مجکو
تسلی ہوئی کہ الحمد للہ دونوں صاحب سلامت تو ہیں اور اُس وقت
تک ہمارے پیچھے موضع سیدو میں توپ اور شاہیں چلتی ہیں میں نے
جو گڈڑی شاہزادے کو مع جماعت سیدو میں چھوڑا تھا اُنہیں سے
لڑائی ہوتی ہوگی سوان کے اور تو ہمارے لشکر سے وہاں کوئی نہ تھا اور
جو سکھوں کے سواروں نے ہمارا تعاقب کیا تھا وہ بھی تھوڑی دور ہم
لوگوں کے پیچھے آئے پھر وہ بھی ہمارے ہی لشکر کے ڈیرے خیمے لوٹنے میں مصروف
ہوئے میں اس طرف چلا آیا سو یہاں تک اُس لڑائی کا حال زبانی
عبد اللہ خاں کے معلوم ہوا پھر اس عرصہ میں کچھ دن باقی تھا کہ دریا لنڈے
کے پار سے ایک ملکی نے آواز دی کہ گانوں والو جلد بھاگو لڑائی شکست
ہوگئی درانیوں نے سید بادشاہ کے ساتھ دغا کی سکھوں کے سوار آتے
ہیں یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی نوشہرے والے اپنا اپنا اسباب لادنے بیچنے میں
مصروف ہوئے اور ہم لوگوں سے کہا کہ غازیو تم بھی ہمارے ساتھ چلو جو ہمارا
حال وہ تمہارا، ہمارے لوگوں نے کہا کہ ہم تو پنجتار کو جاوینگے وہاں
اور بھی ہمارے ہندوستانی ہیں اور تم لوگ خدا جانے کہاں جاؤگے ہمارا
تمہارا ساتھ کیونکر ہو پھر وہ تو اپنا اپنا اسباب لے کر جدھر سینگ سمایا روانہ
ہونے لگے اور ہمارے لوگ بھی اپنے چلنے کی تیاری کرنے لگے اور کے چارپائی
کجاوے جو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے نوشہرے میں بروقت رخصت

کے عبدالقیوم سے فرمایا تھا کہ ہم تو جاتے ہیں جب خدا ملاویگا تب ملیں گے
تم چار پانچ کجاوے جلد بنوا کر تیار رکھو شاید کہ تمہارے ہی کام آویں سو
اُس وقت جب یہ واقعہ پیش آیا تب معلوم ہوا کہ شاید آپ نے الہام الٰہی
سے فرمایا تھا پھر رات بھر تو جیسے تیسے ہم لوگ وہیں رہے صبح کو دو کجاوے
اونٹوں پر کسے اور باقی جو خچر ٹٹو تھے وہ تیار کئے اور جو لوگ وہاں زخمی
اور بیمار تھے ان کو سوار کیا ان میں سے جو چند صاحب نامی تھے وہ ہیں،
شیخ ولی محمد صاحب پھلتی اور شیخ امجد علی ولد شیخ فرزند علی غازی پوری
اور قاضی حمایت اللہ اور قاضی برہان الدین اور ابراہیم خاں خیرابادی
اور خدا بخش منجاونی اور عبدالوہاب اور حاجی حمزہ علی خاں اور سید
رستم علی اور خدا بخش بنارسی چہار نالی بندوق والے اور حاجی عبداللہ
مولانا اسمٰعیل کی جماعت والے اور باقی صاحبوں کے نام یاد نہیں پھر ان
سب صاحبوں کو ہم کئی آدمی موضع تور میں پہنچانے کو لے گئے اور جو جو
قدرے تندرست تھے ان کو وہیں چھوڑ آکہ دوسری بار لیجاویں گے
پھر دو پہر کے درے ورے ہم ان کو لے کر تور و میں مع الخیر داخل ہوئے
اور موضع مذکور کا رئیس بہادر خاں نام وہ بھی اُس لڑائی میں گیا تھا
مگر وہ ہم سے پیشتر اُسی روز وہاں آیا تھا ہم کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور
جلد اپنی گڑھی کے اندر کا مکان خالی کرا کر ہمارے بیماروں کو بآرام تمام
اُتارا پھر ہم نے کہا کہ سردار جانور ہمارے بھوکے ہیں ان کے چارے دانے

کی کیا تدبیر کریں اُس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ہمارے گیہوں کے کھیتوں
میں اُن کے سب جانور چھوڑ دو پھر وہ جانور کھیتوں میں چرنے لگے اور
تمام عورتیں اُس بستی کی آئیں اور ہم لوگوں سے پوچھنے لگیں کہ کہو سید
بادشاہ کہاں ہیں باوجودیکہ تمام عزیز واقربا بھی انکے اس لڑائی
میں گئے تھے مگر ان کو کوئی عورت نہیں پوچھتی تھی اس طرح جان و
دل سے ہر ایک حضرت پر فدا تھی اور وہ تمام دعائیں دیتی تھیں کہ
الٰہی سید بادشاہ کو صحیح وسلامت رکھ پھر سوا پہر دن رہے ہم اپنے
اونٹ خچر ٹٹو کھیتوں سے لائے اور پھر باقی لوگوں کو لینے نوشہرے
کو چلے جاتے جاتے شام کو پہنچے گاؤں کے اکثر لوگ نکل گئے تھے اور جو
تھے وہ بھی جانے کی تیاری کر رہے تھے ہم سے اُنہوں نے کہا کہ بھائیو جلد
اپنے لوگ یہاں سے لیجاؤ یہاں گرم خبر ہے کہ کل سکھ اس طرف
اُترینگے پھر پہر رات رہے سے ہم سب اپنے آدمی لے کر روانہ ہوئے کوئی
پہر دن چڑھے تو روبین داخل ہوئے اور دلوں پر ہمارے نہایت بےچینی
اور بیقراری تھی نہ حضرت امیر المومنین کا مفصل حال معلوم تھا نہ مولانا
محمد اسماعیل صاحب کا اور نہ اپنے ہندوستانیوں کا جو اس لڑائی میں گئے
تھے اور جو لوگ ساتھ تھے ان کا غم جُدا کہ خدانخواستہ اگر سکھ آئے تو
اُن سے نہ تو مقابلہ کیا جاوئیگا اور نہ بھاگا جاوئیگا مگر جس وقت یہ بات
یاد کرتے تو دل کو قدرے تسکین ہوتی کہ کئی بار ہم لوگوں کے روبرو

مولوی یوسف صاحب اور میاں جی محی الدین پھلتی اور میاں جی چشتی
اور مولوی امام الدین صاحب بنگالی نے بعضے وقت بے تکلفانہ حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ سے پوچھا تھا کہ اس ملک ہندوستان میں ادنیٰ
ادنیٰ پیر و شہید جن کی ولایت اور کرامت سے چنداں کوئی واقف نہیں
مگر ان کی قبروں کو جہلا لوگ کس طرح سے پوجتے ہیں کہ کچھ بیان کی حاجت
نہیں اور آپ تو اس وقت میں حقیقۃً پیران پیر ہیں اور آپ کی کرامتیں اور
خرق عادات دیکھنے والے ہزاروں بلکہ لاکھوں موجود ہیں سو آپ کے مزار
پر انوار کو تو خوب ہی لوگ پوجینگے اور اس پر نذر و نیاز چڑھا دیں گے
اس بات کو سن کر آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ تم اس بات سے بے فکر رہو
اس واسطے کہ مجھکو جناب الٰہی سے الہام ہوا ہے کہ اگر کوئی تجھ پر جادو کریگا
یا کوئی تجھ کو زہر دیگا سو تو ان صدموں سے نہ مریگا اور جس دن تیری
موت کا وقت آویگا تو تیری لاش کوئی نہ پاویگا جب میری لاش
ہی کسی کو نہ ملے گی کوئی قبر کیونکر بناویگا اور کس طرح پوجیگا اور
بعضے وقت یہ حال خیال کرکے دل کو ملال ہوتا کہ کئی بار الہام غیبی سے ہم
لوگوں کے سامنے آپ نے یہی فرمایا کہ ایک وقت مجھ پر ضرور آنے والا
ہے کہ میں تم لوگوں سے جدا ہو جاؤنگا اور تم لوگ بعد میرے اس طور پراگندہ
ہو جاؤگے جیسے تسبیح کا ڈورا ٹوٹ جاتا ہے دانے جابجا منتشر ہو جاتے ہیں
نہ مجھکو تمہاری خبر معلوم ہوگی نہ تم کو میری ہم خیال کرتے کہ الٰہی وہ جدائی

کا دن یہی تو نہیں الغرض ہم اسی تشویش اور تردد میں تھے کہ سردار بہادر
خاں نے ہم لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ بھائیو میں تمہارا خادم اور
خیرخواہ ہوں پر کیا کروں عاجز اور ناچار ہوں سکھوں کے آنے کی اس طرف
خبر ہے اور میں اُن کے مقابلہ کے لائق نہیں مناسب یہ ہے کہ تم اپنے ان
بیماروں کو یہاں سے جلد نکال کر اور کہیں امن کی جگہ میں لیجاؤ خان ممدوح
یہی گفتگو کر رہے تھے کہ اُسی بستی کے دو آدمی لڑائی سے بھاگے ہوئے آئے
خان موصوف نے اُن سے پوچھا کہ تم کس طرف سے آتے ہو کچھ تم کو سید بادشاہ
کا بھی پتہ معلوم ہے اُنہوں نے کہا کل سید بادشاہ اور مولانا محمد اسمٰعیل
صاحب اور ہم ایک ہی گھاٹ اور ایک کشتی پر اُترے تھے حال یہ تھا کہ چند
لوگ ہندوستانی سید بادشاہ کو چارپائی پر لئے ہوئے آئے اُس وقت گھاٹ
پر بکثرت ملکی بھی تھے اور درانیوں کے لوگ بھی تھے ملکی کہتے تھے کہ ہم پہلے اتریں
اور درانی کہتے تھے ہم اُتریں اس رد و بدل میں سید بادشاہ کی چارپائی
درانی کشتی پر نہیں رکھنے دیتے تھے وہ بیچارے ہندوستانی ششں و پنج میں متردد
تھے اور پیچھے سے سکھوں کی آمد کی خبر گرم تھی اس عرصہ میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
اپنی جماعت کے ساتھ مسلح گھاٹ پر آپہنچے اور سب کو دوں دبک کر کے کشتی
سے اُتار کر وہ شور و غل کرتے ہی رہے جلد سید بادشاہ کی چارپائی کشتی پر
دہری اور اپنے سب لوگ لے کر کشتی پر سوار ہوئے اُنھیں کے ساتھ چند ملکی
ہم بھی سوار ہوئے کشتی اس پار کو روانہ ہوئی اس عرصہ میں ہمارے پیچھے تین

چار کوس موضع پنج پیر میں سکھوں نے آگ لگائی یہ حال دیکھ کر تمام
اس پار والے گھبرائے کہ سکھ آپہنچے مگر ہماری کشتی مع الخیر اس پار آلگی
ہشت نگر کے ساوات سید بادشاہ اور سب ہندوستانیوں کو اپنے مکان پر
لے گئے اور ہم لوگ بھی اُنھیں کے ساتھ چلے گئے اُس وقت کچھ تھوڑا سا دن
باقی تھا کوئی دو تین گھڑی اور سید بادشاہ بعضے وقت قدرے ہوش میں آتے
مولانا محمد اسمعیل صاحب سے پوچھتے کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے آپ ان کو تسلی
دیتے کہ فضل الٰہی ہے آپ کچھ اندیشہ نہ کریں اللہ تعالیٰ اس صدمہ سے تمکو زندہ
رکھے گا پھر ہشت نگر کے سیدوں نے یہ مشورہ کیا کہ سید بادشاہ کو یہاں سے
موضع جلالہ اور موضع مجی اور موضع بلئی کی طرف لیجاویں اور موضع باغ
میں ہو کر موضع خیدلئی کو پہنچاویں پھر پہرات رہے سیدوں نے اپنا ایک ایہر
ہمراہ کر کے اُسی طرف کو روانہ کیا مگر دو آدمی سید بادشاہ کے کچھ مریض سے
تھے وہ نہ گئے کہ ہم دو چار دن ہشت نگر میں رہینگے جب صبح ہوئی تو سکھوں
کے سوار گھاٹ پر آپہنچے اُس وقت چند ملکی ہم اور وہ دونوں ہندوستانی
ہشت نگر سے چلدئے کچھ دور تو وہ دو ہندوستانی ہمارے ساتھ آئے پھر
ان سے زیادہ چلا نہ گیا پیچھے رہ گئے باقی ہمارے لوگ راہ سے پھوٹ پھوٹ
کر اپنی اپنی بستیوں کو گئے ہم دونوں ادہر اپنی بستی کو چلے آئے یہ خبر فرحت اثر
سُن کر ہم لوگ بشاش ہو گئے کہ الحمد للہ اتنا تو حال معلوم ہوا کہ حضرت
امیر المومنین اور مولانا محمد اسمعیل صاحب دریا کے ادہر سے بعافیت تمام اُتر
آئے اور جہاں جانے کا ہم نے ارادہ کیا ہے وہیں کو وہ بھی تشریف لے گئے

پھر صبح کو ہم سب لوگ موضع تورو سے پنجتار کی طرف روانہ ہوئے جو لوگ زیادہ بیمار تھے اُن کو تو سوار کیا اور باقی پیدل چلے کوئی تین چار کوس چلے ہوں گے کہ وہاں مظہر علی غازی پوری اور شیخ خیر اللہ احمد آبادی ملے ان کو دیکھ کر اور زیادہ ہم کو تسکین ہوئی کہ ان سے اب حال مفصل معلوم ہوگا پھر ہم نے میاں مظہر علی صاحب سے حضرت کا حال پوچھا تو انھوں نے وہی تمام واقعہ بعینہ بیان کیا جو موضع تورو میں سردار بہادر خاں اور ہمارے سامنے ان دونوں ملکیوں نے بیان کیا تھا اس وقت ہم نے جانا کہ وہ ہندوستانی دونوں جن کا وہ دونوں ملکی بیان کرتے تھے کہ ہشت نگر سے تھوڑی دیر تک ہمارے ساتھ آئے پھر نہ چلا گیا پیچھے رہ گئے وہ یہی دونوں صاحب ہیں مگر ان کے بیان سے زیادہ مظہر علی نے ایک بات یہ کہی کہ ہم نے ہشتنگر والوں سے سنا تھا کہ گھاٹ پر جو وقت اُترنے حضرت امیر المومنین کے درانیوں نے لوگوں میں شر و فساد مچایا تھا اور حضرت کو اُترنے نہیں دیتے تھے سبب یہ تھا کہ ان کو یار محمد خاں نے بھیجا تھا کہ تم گھاٹ پر ایسا شور و فساد مچانا کہ پہر ڈیڑھ پہر کا اُن کے اُترنے توقف ہو جاوے تب تک سکھوں کے سوار جا پہنچیں گے تم الگ کے الگ رہ گے وہ آپ سید صاحب سے جیسا چاہیں گے سمجھ لیویں گے پھر اس بات سے ہم کو اور بھی زیادہ یقین ہوا کہ وہ لوگ یار محمد خاں کے بھیجے تھے اس واسطے کہ جب حضرت اس پار اُترے تب وہ سب اُسی پار رہے ادھر کوئی نہ اُترا پھر ہم نے پوچھا کہ بعضے بعضے کی زبانی سننے میں آیا ہے کہ یار محمد خاں نے

نے حضرت امیرالمومنین کو زہر دیا تھا یہ بات سچ ہے اسی سے آپ کو
یہ عارضہ ہو گیا یا کوئی اور بیماری ہے اُنہوں نے کہا یہ تو بات مشہور ہے
کہ یار محمد خاں نے کچھ گنڈیریاں اور کھچڑی زہر آلودہ بھیجی تھی اُس کے کھانے
ہی حضرت کی طبیعت بگڑ گئی سب معلوم کر گئے کہ اس کھانے میں کوئی زہر
تھا مگر درانی لوگ بہت تھے اور ہم ہندوستانی تھوڑے اس جہت سے
کچھ تقیہ قضیہ کرنا ہم لوگوں نے مناسب نہ جانا سب معاملہ خدا پر چھوڑا
اور مصلحتاً اُنہیں کے ساتھ رلے ملے رہے پھر ہم نے پوچھا کہ گڑھی
شاہزادے کا مفصل حال معلوم ہے کہا ہاں اتنا حال تو بیشک معلوم ہے
کہ اُس دن موضع سیدوں میں شام تک توپ چلتی رہی اور وہاں سوا گڑھی
شاہزادے کے لوگوں کے سکھوں کے مقابلہ میں کوئی نہ تھا مگر یہ حال
معلوم نہ ہوا کہ وہ سب لڑ بھڑ کے کس طرف چلے گئے یا وہیں کرتے رہے
ہم لوگ چلے جاتے تھے شام کو موضع ڈاگئی میں پہنچے اور موسم گندہ بہار
کا تھا اُس وقت قطرہ افشانی بھی ہو رہی تھی اور اکثر ملکی لوگ مصری
بانڈی اور دو ڈہرادہ لاہور اور حلیئی اور کنڈہ وغیرہ کے جو اباسین
کے کنارے گاؤں تھے سکھوں کے خوف سے بھاگ آئے تھے اور ہم بھی
وہیں پہنچے وہاں کے رئیس نے اپنی بستی کی بربادی کا خیال کر کے کہ ان
کے سبب سے کہیں سکھوں کے سوار یہاں نہ آویں ہم لوگوں سے کہا کہ صبح
تم یہاں سے کوچ کر جاؤ تم کو رہنا یہاں مناسب نہیں یہ سن کر ہم لوگوں
کو بڑی تشویش ہوئی کہ رات کا وقت اور تھوڑا تھوڑا پانی بھی برستا

ہے نہ کہیں جانے کا وقت ہے نہ رہنے کا ٹھکانا مگر جیسے تیسے رات بھر ہم
لوگ وہیں رہے اور اس ملک کا دستور ہے جو کسی طرف سے قافلہ مسافروں کا
آجاتا ہے تو لقدر مقدور بستی والے اُن کی مہمانداری کرتے ہیں سو ہم لوگوں کو بھی
کھانا کھلایا اور پانی پلایا ہم نے جانا کہ یہ بھی حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا
طفیل ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی پرورش ہر نوع منظور ہے نہیں
تو اس گھڑے وقت ہم لوگوں کو کون پوچھتا پھر صبح کو پانی برستے ہی ہیں
ہم لوگ وہاں سے چلے دو ڈھائی کوس گئے ہونگے کہ ابر کھل گیا پانی برسنا
موقوف ہوا پھر اُس دن شام کو ہم سب موضع تنکیلے میں رہے پھر صبح
کو وہاں سے موضع سینج جانی میں جا کر ڈیرا کیا وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا
کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مع جماعت موضع
باغ میں داخل ہوئے اور وہاں سے موضع باغ رات بسے کا رستہ تھا پھر
صبح کو ہم وہاں سے روانہ ہوئے دامن کوہ میں ایک بستی تھی شام کو وہاں رہے
پھر صبح کو چلے موضع باغ میں داخل ہوئے اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ سے
ملے مگر آپ کا وہی حال دیکھا جیسا رستہ میں مظہر علی غازی پوری سے سنا تھا
کہ آپ کسی وقت ہوش میں ہوتے تھے اور کسی وقت بے ہوش پھر اس روز ہم
سب وہیں رہے صبح کو فتح خاں سردار مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے مشورہ
کر کے حضرت کو مع تمام مجاہدین موضع جنیدی میں کہ وہاں سے ڈھائی
تین کوس تھا لے گیا اور ایک مکان خالی کرایا اس میں حضرت امیر المومنین

علیہ الرحمۃ کو رکھا اور باقی مجاہدین کو مسجد اور حجروں میں اُتارا جس دن
ہم سب جنڈئی میں گئے اُس کے آٹھویں روز حضرت علیہ الرحمۃ کو باخوبی
ہوش آگیا ہم لوگوں کو غمگین اور اُداس دیکھ کر مولانا محمد اسمعیل صاحب
کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میاں صاحب کیا حال ہے اور یہ تمام ہمارے
بھائی مجاہدین کیوں اُداس اور غمگین سے ہیں مولانا صاحب نے جس روز سے آپ
کو بسبب زہر کے بیہوشی ہوئی تھی اور اس وقت تک جب آپ کو ہوش آیا سب
حال جو لائق کہنے کا تھا بیان کیا کہ ان صاحبوں کی اُداسی کا یہ سبب ہے پھر آپ
نے پوچھا کہ ہمارے اور مجاہدین بھائی کہاں ہیں مولانا صاحب نے کہا کہ پنجتار میں
اور تورو میں ہیں آپ نے فرمایا اُن سب کو یہاں بلوالو اور فرمایا کہ مولانا صاحب
ہمارے سب مجاہدین بھائیوں کی تسلی اور دلجمعی کر دو کہ یہ جو کچھ حال ہم پر اور
سب بھائیوں پر گذرا کچھ جناب الٰہی میں ہم لوگوں سے خطا اور بے ادبی ہوئی ہے
اُسی کا یہ بدلہ ہے اور یہ بھی ایک امتحان الٰہی تھا ایسی ایسی آزمائشوں پر ہم لوگوں
کو اور ہمارے مجاہدین بھائیوں کو ثابت قدم رکھے اور ہماری تکلیف کو ساتھ راحت
کے بدل کرے اور اُن لوگوں نے جو ہم کو زہر دیا سو یہ بھی حکمت الٰہی سے خالی
نہیں یہ بھی ایک سنت حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم سے ادا ہوئی پھر
آپ ننگے سر ہو کر جناب باری میں ساتھ کمال الحاح وزاری کے دعا کرنے لگے
کہ الٰہی یہ ہم سب تیرے بندے ذلیل وخاکسار عاجز و ناچار ہیں اور سوا تیرے
ہمارا نہ کوئی حامی و مددگار ہے محض تیرے ہی فضل و کرم کے اُمیدوار ہیں اور

ہم قابل امتحان اور آزمائش تیری کے نہیں ہیں ہماری خطاؤں کو
نہ پکڑ اپنی رحمت سے معاف کر اور ہم کو اپنی راہ مستقیم پر ثابت قدم رکھ
اور جو لوگ تیری اس راہ کے مخالف ہیں ان کو ہدایت کر اسی طرح کے الفاظ
بار بار بتکرار زبان الہام بیان سے نکالتے تھے اور ہم سب لوگ آمین آمین
کرتے تھے پھر بعد فراغ دعا کے سب کو تسلی اور دلاسا دیا کہ بھائیو مت گھبراؤ
اللہ تعالی تم پر اپنا فضل و کرم کریگا پھر پنجتار کے سب غازی بلائے گئے
اور تمام اُسی بستی میں آکر جمع ہوئے اور بیس پچیس آدمی موضع توروہ میں میاں
عبدالقیوم صاحب بہادر خان کے پاس جو وہاں کے خان تھے چھوڑ آئے
تھے سواریاں بھیج کر ان کو بھی حضرت علیہ الرحمۃ نے بلوالیا وہ بیمار لوگ تھے
ان میں سے جن صاحبوں کے نام یاد ہیں یہاں پر لکھے جاتے ہیں جیسے سید
عبدالرحمن صاحب اور سید موسی صاحب اور سید ابوالقاسم اور سید ابو محمد
اور سید دادا ابوالحسن اور سید اسمٰعیل اور شیخ عبدالرحمن اور احمد اللہ
ان کے بھائی اور عبدالرحمن خاں اور محمد سعید خان یہ سب بریلی اور
نصیر آباد کے تھے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی اور شیخ ولی محمد اور میاں
جی محی الدین اور سعد الدین اور عماد الدین اور ضیاء الدین اور صلاح الدین اور
ناصر الدین اور عبدالحکیم اور عبدالواحد اور مولوی محمد یوسف اور محمد حسن اور
عبدالرؤف اور عبدالرحمن یہ سب پھلت کے تھے اور مولانا ولایت علی اور
میر امام علی اور واحد علی اور محمدی اور سید کرامت اللہ اور حاجی ولی اللہ اور

عبدالواحد اور نبی حسین اور طالب حسین اور مظہر علی اور عبدالقادر اور عبدالرحیم
یہ سب عظیم آباد کے تھے اور مولوی امام الدین صاحب اور ظہور اللہ اور لطف اللہ
اور طالب اللہ اور فیض الدین اور قاضی مدنی یہ سب بنگالے کے تھے اور شکر اللہ
اور امان اللہ خاں اور قادر بخش اور دوسرے قادر بخش اور عبدالکریم اور
محمود یہ سب لکھنؤ کے تھے اور عبدالخالق اور کریم اللہ اور خدا بخش اور
غازی خاں اور مظہر علی اور میاں گدڑی اور میاں لاہوری یہ سب غازی پور
کے تھے اور حاجی زین العابدین اور نعیم خاں اور حاجی عبداللہ اور پیر خاں
اور میاں خدا بخش اور میاں الٰہی بخش یہ سب رام پور کے تھے اور شیخ رمضان
اور پیر خاں اور عمر خاں اور منگل خاں اور عبدالجبار خاں اور خیریت خاں اور
خدا بخش اور رمضان خاں اور عبدالسبحان خاں اور فقیر اللہ یہ سب مور ہیں کے
تھے اور کریم بخش اور احمد اور عبدالمنان اور خدا بخش یہ چاروں بنارسی
تھے اور حافظ جانی اور حافظ امانی اور حافظ محب اللہ خاں اور دنیا شاہ اور
حافظ امام الدین اور پیر محمد یہ پانی پتی تھے اور قاضی حمایت اللہ اور برہان الدین
اور شیخ عبدالوہاب اور خدا بخش یہ سنجاروں کے تھے اور متے اور محمد صلاح
دونو سندی اور نور محمد اور احمد اور عبدالرحمن یہ تینوں فتحپوری کے اور عبدالحکیم
خاں لہاری کے اور کریم بخش گھاٹم پوری اور کریم بخش اور دوسرے
کریم بخش سہارنپوری اور حاجی یوسف صاحب کشمیری پیر خاں دکھنی
شیخ منور قدوائی مولوی امیرالدین ولایتی ہدایت اللہ بانس بریلی کے

عبداللہ اور فقیر اللہ احمد آبادی شادل خاں گنج پوری کے شیخ عبدالرحمن
خیرابادی امام الدین اور محمد تقی ٹونی والے عبداللہ گجراتی محمد تقی بردوانی
حاجی عبدالرحیم ہندوستانی اور سید رستم علی جلیکا ینوالے اور کریم بخش
خیاط اور عبداللہ بخش خیاط فیض ابادی اور نور بخش اور رحیم بخش اور
حاجی جاتی یہ تینوں جراح اور خدا بخش خنگی اور مہربان خاں اور دین محمد
یلیٹی اکبر خاں نورداد خاں یکہ نورخاں حافظ الٰہی بخش عنایت اللہ
شیخ عبدالرحمن رائے بریلی کے حافظ عبدالکریم پانی پتی حافظ ولی محمد حافظ
واقف علی حافظ اللہ یار حافظ میر خاں مولوی سعد اللہ مولوی عباد اللہ
عبدالرحمن مدراسی یادل خاں واصل خاں ارادت خاں اور اُن کے بھائی
ابراہیم خاں نہال خاں اور مستقیم ہمراہی عبدالمجید خاں کے اور غازی الدین
اور شیخ امام علی اور محمد حسن حنفی اور عبداللہ بسم اللہ اور لعل محمد ہمراہی مولوی
امام الدین صاحب اور لکھیرا اور منصب خاں اور شیخ رحم علی اور
مرزا امانت علی اور عبداللہ والیا اور عبدالرزاق اور ان کے بھائی
نور احمد جو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے حالات روزمرہ کے کاتب تھے
اور ابراہیم خاں اور شادل خاں اور میاں جی چشتی اور ظہور اللہ چشتی
اور حاجی رحیم بخش اور شیخ حسن علی صاحب اور اُن کے بھتیجے عبدالقادر
اور دین محمد صاحب اور عبدالقیوم اور شیخ امیر اللہ اور شیخ کرامت اللہ
اور منیر اور نصیر الدین اور بخش اللہ خرد اور سید جمعیت علی اور فرجام

م صاحب [illegible] اور بھائی حمزہ علی خاں اور انتظام الدین اور [illegible]

خادم حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے اور فیض اللہ شیدی اور عبد الرحیم
حجام اور مرزا امیر بیگ اور نظام الدین خاں اور سید صادق علی اور
شیخ بلند بخت دبین کے اور مراد خاں اور بخش اللہ خاں اور شیخ نصر اللہ یہ
تینوں خرجہ کی اور عبد الرحیم اور مخدوم بخش یہ دونوں فتحپوری کے اور
نور سندی اور رحمت خاں رامپوری اور شیخ درگاہی غازی پوری
اور میر اولاد علی عظیم آبادی اور امجد خاں گنتی کے اور محمد حسین سہارنپوری
اور پیر محمد قاصد اور لعل محمد اور ملا عزت اور قطب الدین اور ملا بازار اور
ملا جمعہ اور خان بہادر اور خیر اللہ خاں غزنوی اور ملا گلزار اور اللہ بخش
اور خضر خاں اور قلندر اور نور محمد اور محمد اور ملا نور خاں اور احمد کشمیری
اور ملا علی خاں اور موسیٰ خاں اور سید دین محمد یہ اٹھارہ لعل محمد سے یہاں
تک ولایتی قندہاری اور یہ خاکسار فتح علی عظیم آبادی یہ تمام نام دو سو اور
تین ہوئے اور باقی صاحبوں کے نام فراموش ہو گئے اور وہاں ان دنوں
بیماری کا یہ حال تھا کہ ان تمام لوگوں میں گنتی کے چھ سات آدمی تو تندرست
تھے اور باقی سب بیماروں کی خدمت کرتے تھے اسی طور کم و بیش اور دن
کو بھی خیال کیا چاہیئے اور کھانے کی تنگی کا یہ حال تھا کہ ایک ایک مٹھی
مکئی ہر آدمی کو ملتی تھی اُسی کو ہم لوگ تندرست چکی میں پیس لاتے اور
لپٹی پکا کر ان مریضوں کو کھلاتے اور ہم کھاتے اور ایک گھاس ترش

مزہ تیتیا ہوتی تھی جس کو فارسی میں سہ برگہ کہتے ہیں اس کو پیس کر
اور چھان کر اور قدرے نمک ملاکر ان مریضوں کو پلاتے تھے وہاں یہ
دوا تھی اور جس دن وہ ایک مٹھی بھی نہ ملتی تو اُس دن گھاسوں کی
پتیاں جو بے مزہ نہ ہوتیں اور پکانے میں گل جاتیں جنگل سے توڑ لاتے اور
بڑی بڑی ہانڈیوں میں نمک ڈال کر اُبالتے اور اُن مریضوں کو کھلاتے
اور ہم بھی کھاتے اور کسی روز ایک بیمار مرتا کسی روز دو کسی روز تین بھی
تار تھا اور اُس موضع جنیدلی میں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ قریب ایک
مہینہ کے رہے تھے پھر وہاں سے ضلع چملہ کے جانے کی تیاری کی وہ ضلع
جنیدلئی سے دو ڈیڑھ پہر کا رستہ ہے فقط ایک پہاڑ جنیدلئی اور اُس کے
درمیان میں ہے اور وہاں کے بیماروں کی خدمت کے لئے شیخ ولی محمد صاحب
سلمہ اللہ کو چھوڑا اور فرمایا کہ جو جو صاحب چنگے ہوتے جاویں ان کو ہمارے
پاس بھیجتے رہنا پھر جو لوگ تندرست وہاں تک چلنے کے لائق تھے اُن
کو ساتھ لے کر ضلع چملہ کو روانہ ہوئے جب اُس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے
تب وہاں ننگے سر ہو کر دیر تک بہت گریہ وزاری اور عجز و انکساری کے
ساتھ دعا کی پھر بعد فراغ دعا کے فرمایا کہ جناب باری میں دعا قبول
اور سبحانہ تعالیٰ نے ہماری تکلیف دور کی اور اپنا فضل ارزانی فرمایا اور
وہیں یہ بھی فرمایا کہ جب میں اس ولایت میں آیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجکو اول
سے اس ملک کو دکھلادیا ہے پھر آپ وہاں سے چلے اُس ضلع میں کوگا

نام ایک بستی ہے ظہر کے وقت اُس میں تشریف فرما ہوئے اور وہاں
سے تھوڑی دور ایک بستی لواگئی سیدوں کی تھی وہاں کے رئیس سید
رسول صاحب بہت لوگوں سے حضرت کی ملاقات کو آئے اور یہ حال آپ
کے سامنے بیان کیا کہ ہماری بستی لواگئی میں محب اللہ خاں نام ایک مجذوب
ہیں اور وہ ہمیشہ برہنہ اور زاد رہا کرتے ہیں سو آج بعد نماز صبح کے
اُنہوں نے مسجد کا ایک بوریا بطور تہبند کے رسّی سے اپنی کمر میں باندھا لوگوں
نے پوچھا کہ شاہ صاحب آج آپ نے یہ بوریا کمر میں کیوں لپیٹا کہا آج
اس ضلع میں ایک آدمی آوےگا اُس کی شرم سے یہ بوریا میں نے لپیٹا ہے
کہ ایسا نہ ہو وہ اچانک آجاوے اور مجکو بے ستر برہنہ دیکھ لے تو بڑی
ندامت حاصل ہو لوگوں نے کہا کیا آپ ہم کو آدمی نہیں جانتے ہیں کہا تم میں
ولیا کوئی آدمی نہیں پھر جب ہم نے لوگوں سے آپکے آنے کی خبر سنی
کہ حضرت امیر المومنین موضع کوگانیں تشریف فرما ہوئے تب اُس وقت ہم
سب کو یقین کامل ہوا کہ وہ آدمی آپ ہی ہیں پھر ہم لوگوں کو لے کر آپ
کی ملاقات کو آئے یہ حکایت حضرت نے سنی اور سید رسول صاحب
کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی نسبت باطنی کا پرتو ڈالا اُنہوں نے اُسی
وقت معتقد ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی پھر باقی جو اُن کے ہمراہ
ملا اور طالب العلم اور معزز لوگ تھے سب نے بیعت کی پھر آپ نے اپنے لوگوں
سے فرمایا کہ ان بھائیوں کو بٹھا کر توجہ دو پھر وہ ہر ایک کو توجہ دے
کر حضرت کے سامنے لائے آپ نے ہر ایک سے پوچھا کہ تم نے توجہ

میں جو دیکھا ہو بیان کرد پھر ہر ایک عجیب و غریب اپنے اپنے مکاشفات
بیان کرنے لگے کہ وہاں کے اور لوگ سننے والے عالم حیرت میں تھے
کہ یہ لوگ کیا بیان کر رہے ہیں پھر اس روز سید رسول صاحب وہیں
حضرت کی خدمت میں رہے صبح کو اپنی بستی کو تشریف لے گئے پھر اور
اور خان اور سردار اس اطراف و نواح کی بستیوں کے حضرت کی
ملاقات کو ہر روز آنے لگے اور شرف بیعت سے مشرف ہونے لگے اور
ہم لوگوں کو واسطے مہمانی کے لیجانے لگے اور وہاں کی دعوت کا یہ طور تھا
کہ جس کے یہاں حضرت کی دعوت ہوتی وہ آکر حضرت سے اطلاع کر جاتا
کہ آپ کے ہمراہ اتنے لوگوں کی دعوت ہے پھر اتنے لوگ آپ کے ساتھ جاتے
اور باقی لوگوں سے بستی والے موافق مقدور کے چار چار یا پانچ پانچ تقسیم کر لیتے
اور اپنے اپنے یہاں لے جا کر بہتر سے بہتر کھانا کھلاتے اور بعد اس کے جتنے
مہمان ہوتے اتنی چارپائیاں اور رضائیاں اور تکیئے بچھونے اپنے آدمیوں
کے سروں پر دھرا کر اس کے مکان پر پہنچا دیتے جتنے روز دن اس کے
یہاں دعوت کھاتے اتنے روز دن اس کی چارپائیوں اور بچھونوں پر
رہتے پھر وہ اپنا سب سامان اٹھالے جاتے اور جو کوئی دعوت کرتا وہ یہی
سامان دیتا جب ہم لوگوں نے وہاں کھانے پینے کی فراوانی دیکھی تب
ہمارے خیال میں آیا کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے موضع چنڈئی میں اور وہاں
سے اس طرف آتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر دعا کی تھی اور فرمایا تھا

کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی تکلیف ساتھ راحت کے بدل کی اور اب اللہ تعالیٰ
اپنا فضل کریگا سو اُس کا اثر یہاں ظہور میں آیا اور آپ کی دعا اکثر جناب
الٰہی میں قبول ہوتی تھی آپ تو امام زماں اور مہدی وقت تھے تمام غوث
وقطب وابدال واوتاد کے رتبے سے یہ رتبہ زیادہ ہے اسلئے کہ یہ تمام بزرگوار
امام وقت کے مقتدی اور پیرو اور مطیع فرماں ہوتے ہیں الغرض حضرت نے
موضع کوگا میں چار مقام کئے پھر وہاں سے طرف ضلع بنیر کے روانہ ہوئے شام
کو دامن کوہ میں ایک بستی ہے اُس کا نام یاد نہیں وہاں دیرہ کیا وہاں کے
لوگوں نے موافق دستور اپنے ملک کے جیسا کہ آگے بیان ہو چکا ہے ہم لوگوں
کی خدمت کی اور اُسی بستی میں حضرت کی خبر سُن کر موضع تختہ بند سے جو ضلع
بنیر میں ہی وہاں کے رئیس سید میاں نام آپ کے لینے کو آئے اور اپنا عذر
بیان کیا کہ اس ملک میں اکثر آپس میں بستی بستی تینہ داری رہتی ہے نہ اُس
بستی کا تینہ دار اس بستی میں جا سکتا اور نہ اُس بستی کا تینہ دار اس میں آسکتا
میرے آنے کا یہ سبب تھا نہیں تو میں وہیں موضع کوگا میں آکر آپ کی قدمبوسی
حاصل کرتا پھر رات بھر سید میاں وہیں رہے صبح کو حضرت کو لے کر اپنی بستی میں
گئے اور اپنے مکان میں اُتار کر پھر آپ کے قدوم سعادت لزوم کی خبر ایت
اثر سُن کر بہت خان اور سردار اُس نواح کے اُسی دن ملاقات کو آئے اپنے
مجاہدین اور وہ لوگ ملا کر یہاں چھ سو آدمیوں کی جمعیت ہو گئی اور اُس
ملک کا یہ بھی دستور ہے کہ جو بستی سادات کی ہوتی ہے تو اس میں سوا سادات
کوئی خان سردار نہیں رہتا اور اگر بطور مہمان کے صدہا آویں تو وہی سادات

ان کو اپنے یہاں سے کھلاویں جبتک وہ رہیں پھر سید میاں اور اُن کے
برادری والوں نے اُسی جم غفیر میں سب کے سامنے حضرت کے دست مبارک
پر بیعت کی بعد ان کے اور جو اس نواح کے خوانین اور رئیس حاضر تھے اُن
میں سے دو ڈھائی سو آدمیوں نے بیعت کی اور سب نے کہا کہ ہم سب اپنی جان
و مال سے آپ کے فرماں بردار ہیں جو آپ فرماویں ہم بلا انکار بسر و چشم بجا
لاویں پھر اس وقت حضرت علیہ الرحمۃ نے سید میاں سے فرمایا کہ جو آپ نے
کل اپنے لوگوں کی تینہ داری اور عداوت کا شکوہ کیا تھا انشاء اللہ اب تو
ہم ضلع سوات کو جاویں گے ادہر سے جب آویں گے تب درمیان تمہارے
اور تمہارے تینہ داروں کے مصالحہ کر دیویں گے آپ نے تختہ بند میں سات چار
مقام کئے تھے اُسی عرصہ میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور شیخ سعد الدین پھلتی
جو زخمی تھے بیمار ہو گئے اُن دونوں صاحبوں کو آپ نے تختہ بند میں چھوڑا باقی
لوگ لے کر ضلع سوات کے روانہ ہوئے موضع الٰئی میں جاکر رہے وہاں کے
لوگوں نے بیعت کی اور ہم سب لوگوں کی مہمانی کی پھر صبح کو موضع تورسک
لوگ لے گئے ایک رات وہاں رہے وہاں سے موضع جوبڑ کے لوگ آکر آپ
کو لے گئے وہاں بھی ایک رات رہے پھر وہاں سے آگے کڑاکڑ پہاڑ کی چڑہائی
کوس سوا کوس کی چیرہنی پڑی جب ہم لوگ اس کی چوٹی پر گئے تو ادہر ضلع
بنیر کا موضع صاف نظر آتا تھا اور ادہر ضلع سوات کی بستی بستی دکھلائی
دیتی تھی پھر پہاڑ اتر کر سوات کے ضلع میں داخل ہوئے پہلا موضع اس
ضلع سوات میں شابغوں کا پہاڑ سے اُترتے ہی ملا اُس میں ہوتے ہوئے

موضع بری کوٹ کو گئے وہاں ہم لوگوں میں سے حاجی ولی اللہ اور حاجی
رحیم بخش بیمار ہو گئے ان کو وہاں کے خان کو سپرد کیا کہ تم ان دونو صاحبوں
کی خدمت کرنا اور اُسی روز اُس نواح واطراف کے بہت لوگ آپ کی
ملاقات کو آئے اور بیعت بھی کی اور توجہ بھی لیا اور یہی معاملہ ہر بستی میں
جہاں آپ کو لیجاتے ہوتا پھر وہاں سے تہانے والے آپ کو لے گئے اور
موضع تہانا دریائے لنڈی کے کنارے واقع ہے اس طرف تہانہ اس کے
مقابل اس پار موضع جگ دراز ہے اور اُس کے قریب موضع اُبچ ؛
سیدوں کا، تہانے میں آپ نے دو مقام کئے آپ کے قدوم میمنت لزوم
کی خبر موضع اُبچ کے سادات کو ہوئی بہت لوگوں سے آپ کے ملنے کو تہانے
میں آئے اور وہاں سے اپنی بستی کو لے گئے اور اپنے خویش واقربا سے حضرت
کے ہاتھ پر بیعت کی اُسی روز جو سید گل بادشاہ پشوری نے آپ کی نذر
ایک جہپان کشمیری کہاروں کے ہاتھ بھیجا تھا آیا اور مولوی قلندر صاحب کے
قافلہ کی خبر بھی اُنھیں کہاروں کی زبانی مفصل معلوم ہوئی کہ ایک قافلہ ہندوستان
سے آیا ہے وہ ہم کو شاہ کوٹ میں ملا تھا اور آپ نے موضع اُبچ میں
تین مقام کئے اس عرصہ میں مولوی یوسف صاحب بیمار ہو گئے اور موضع
کوٹ گرام کے سادات آپ کے لینے کو آئے پھر آپ مولوی یوسف کو انہی جہپان
پر سوار کرا کر سیدوں کے ساتھ کوٹ گرام میں لے گئے وہاں کے جانے کے
بعد چوتھے یا پانچویں وہ قافلہ مولوی قلندر کا ستر اسی آدمیوں سے
وہیں آپہنچا حضرت اُن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مصافحہ و

معانقہ کیا اور حال ہندوستان کا پوچھا پھر آپ نے سر کھول کر
بطور معمول کے دیر تک وہاں دعا کی اور اُس قافلہ کے اکثر لوگ آپ
سے بیعت رکھتے تھے اور جنہوں نے ہنیں کی تھی اُنہوں نے اُس وقت بعد
ملاقات کے بیعت کی پھر آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ یہاں لوگوں
کی کثرت بہت ہے کچھ لوگ تم میں سے ان اطراف کی بستیوں میں جا کر رہیں
ایک شخص پر سب کا بار ڈالنا مناسب ہنیں پھر پچاس ساٹھ آدمی ہم میں
سے جا بجا اور بستیوں میں چلے گئے اور کوٹ گرام سے قریب ایک موضع تھا انھیں
سیدوں کے عزیزوں کا وہ چالیس پچاس آدمیوں سے حضرت کو تمنیا اپنی بستی
گوردوپہر کے واسطے لے گیا اور وہاں اپنے اہل وعیال سمیت آپ کے ہاتھ پر
بیعت کی اور اُسی بستی میں اس شام کو ہم لوگوں نے عیدالفطر کا چاند دیکھا
تھا پھر بعد فراغ نماز مغرب کے ہم لوگوں کو کھانا کھلانے کی تیاری کی اور
سب کے آگے کھانا رکھا اور حضرت کے واسطے جدا کھانا بہت مکلف پکایا تھا
وہ لاکر آپ کے آگے رکھا آپ نے اُس میں سے تھوڑا تھوڑا سب کو
تقسیم کر دیا اور اُسی قدر اپنے واسطے اور سب کے ساتھ تناول فرمایا
اور یہ عادت شریفہ اکثر اوقات آپ کی تھی کہ جو کوئی کچھ کھانا مکلف
آپ کے واسطے خاص کر کے لاتا آپ اُس میں سے تھوڑا تھوڑا بانٹ
دیتے تھے سب کو جو وہاں موجود ہوتے اور اُس دعوت میں اکثر لوگ
نئے قافلہ کے تھے یہ اخلاق حمیدہ دیکھ کر بہت راضی ہوئے اور ہم لوگ
تو ہمیشہ سے جانتے تھے پھر جب کھانا کھا کر وہاں سے آپ رخصت ہونے

لگے تب صاحب دعوت نے کچھ روپے نقد آپ کی نذر کئے اور ایک بھینسا دیا اور وہ بھینسا ایسا فربہ تھا کہ گویا ہاتھی کا بچہ تھا ہم نے آج تک ویسا کہیں نہیں دیکھا اور اُس صاحب دعوت کے یہاں اُس بھینسے کا گھی سیر بچہ گھی ہر روز مقرر تھا پھر آپ وہاں سے عید کے وقت کوٹ گرام میں داخل ہوئے اور وہ صاحب دعوت بھی وہاں سے آپ کے ہمراہ آئے اور نام ان کا سید عبدالقیوم تھا پھر صبح کو کوٹ گرام میں نماز عید پڑھی اور دیر تک دعا کی اور آپ جبتک اُس بستی میں رہے تب تک صدہا لوگوں نے ہدایت پائی اور وہاں بر سوات کے ضلع کے لوگ حاضر تھے سو اُنہوں نے اپنے یہاں حضرت کو لیجانے کی درخواست کی پھر عید کے تیسرے دن آپ نے کوٹ گرام سے کوچ فرمایا اور بر سوات کی طرف روانہ ہوئے جا کر موضع اُوچ میں تین مقام کئے وہاں کے جو رئیس تھے ان کا نام سید مرید احمد تھا اور وہیں لوگوں سے سنا کہ قاضی احمد اللہ صاحب کا قافلہ جو ہندوستان سے آیا ہے سو موضع خار میں داخل ہوا پھر موضع اُوچ سے آپ نے کوچ فرمایا ایک بستی میں جا کر وارد ہوئے وہیں وہ قافلہ بھی آکر آپ کے شریک ہوا اُس قافلہ میں کوئی ساٹھ ستر آدمی تھے آپ ان کو دیکھ کر کمال خوش ہوئے اور ہر ایک سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور عافیت مزاج کی پوچھی پھر رات بھر اُس بستی میں رہے صبح کو وہاں سے کوچ مقام کرتے ہوئے بر سوات کی طرف چلے جاتے تھے تیسرے دن ایک بستی سے آپ نے کوچ کیا اور بہت لوگ آپ سے آگے بڑھ کر ایک بڑی بستی میں جا ٹھہرے اور مولوی محمد یوسف صاحب نہایت بیمار تھے وہ ہی سب کے

ساتھ وہیں گئے اور اُس بستی کے ورے ایک چھوٹی بستی تھی وہاں کے لوگوں نے حضرت کو ٹھہرالیا اس واسطے کہ جہاں سے اُس دن کوچ کرکے آئے تھے اُس بستی والوں اور اُس بستی والوں سے بیتہ داری تھی پھر حضرت سے اپنا حال بیان کیا تاکہ آپ اُن کے درمیان صلح کرادیں حضرت نے اخوند ظہور اللہ کو کئی آدمیوں سے بھیج کر وہاں کے بیتہ داروں کو بلوایا اور دونوں طرف والوں کو ملا دیا اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب جو بیمار ہو کر تختہ بند میں رہ گئے تھے چنگے ہو کر وہ بھی کئی آدمیوں سے اُس بستی میں آکر آپ سے ملے اور اُسی روز جمعدار عبدالحمید خاں جو بڑے حضور پر نور کے نوکر تھے چند آدمیوں سے جاکر حضرت کے پاس حاضر ہوئے جمعدار موصوف کے ہمراہیوں میں سے تین کی صاحبوں کے نام یاد ہیں ایک شیر خاں دوسرے رستم خاں تیسرے مستقیم خاں چوتھے شیخ رمضان پانچویں شیخ ملکھو پھر اس بستی سے جب تیسرے دن آپنے کوچ کی تیاری کی اس عرصہ میں سید رستم علی صاحب مولوی محمد یوسف صاحب کے انتقال کی خبر لائے یہ سُن کر حضرت نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور آپ کو کمال رنج و غم ہوا اور دیر تک ان کی خوبیاں اور بزرگیاں بیان کیا کئے پھر واسطے اُن کے دعائے مغفرت کی اور اُن کی لاش لانے کو پھلت والوں سے شیخ ضیاء الدین اور شیخ صلاح الدین اور شیخ عبدالحکیم اور شیخ حافظ عبدالرحمٰن اور شیخ ناصر الدین کو بھیجا سید رستم علی صاحب نے عرض کی کہ وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بستی میں ایک بڑے ولی کا مزار پر انوار

ہے وہیں پر مولوی صاحب کو دفن کرو اُن کے ہمسائے میں اُن کو بہت فائدہ
ہوگا حضرت نے فرمایا کہ ہمارے مولوی صاحب آپ اللہ کے ولی ہیں ہم ان
کو اسی بستی میں دفن کرینگے اُن کی برکت سے یہاں کے مردوں کو فائدہ ہوگا
پھر وہ صاحب وہاں سے لاش اُٹھالائے اور کفن دے کر اور نماز پڑھ کر اُس
بستی کے گورستان میں دفن کیا اور مولوی محمد یوسف صاحب کے انتقال کرنے
کا ہر شخص کو بڑا غم والم ہوا اور خصوصاً ہیلت والوں پر بڑا ایک صدمہ عظیم واقع
ہوا اسلئے کہ وہ اُن کے باپ سے زیادہ اُن پر شفقت اور محبت کرتے تھے پھر
اُس کی صبح کو حضرت نے وہاں سے کوچ کیا ایک بستی بہانڈا ہے اُس میں آئے
ایک رات آپ وہاں رہے وہیں مولوی رمضان صاحب رڑکی والے کوئی سو
آدمیوں کا قافلہ لے کر آئے اور حضرت سے ملے صبح کو موضع مگوری کا آخوند
میر حضرت کو اپنے گاوں میں دریائے لنڈئی کے پار لے گیا آپ مگوری میں
تین روز رہے مگر میں تین روز موضع بھانڈے میں رہا وہاں مگوری میں جو کچھ
واقعہ گذرا مجکو نہیں معلوم مگر میاں دین محمد صاحب کی زبانی معلوم ہوا وہ
حضرت کے ہمراہ تھے کہتے ہیں کہ آخوند میر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو مگوری
میں لے گیا اور اپنے مکان میں اُتارا اور مجاہدین لوگ جابجا اُسی بستی میں اُترے
اور حضرت نے وہیں تین مقام کئے میں قدرے بیمار تھا چارپائی پر لیٹا تھا اس
عرصہ میں تند محمد کابلی جس نے یار محمد کی سازش سے حضرت کو زہر دیا تھا
تلوار تمنچہ باندھے ہوئے آیا اور میری چارپائی پر بیٹھ گیا اور موضع سیدو کی
لڑائی کا مذکور کرنے لگا اور کہا کہ وہاں کسی مردود منافق نے حضرت کو زہر

دیا اور اپنے ہی لوگوں میں کسی نے یہ حرکت بیجا کی میں نے کہا ہاں سچ
ہے مگر اپنے لوگوں کے دو گروہ ہیں ایک ہندوستانی دوسرا ولایتی سو ہندوستانیوں
میں سے تو کسی نے ایسی حرکت نہیں کی ولایتیوں میں سے کسی نے یہ کام کیا اور ہم
اکثر لوگ اس مردود کو جانتے ہیں کہ فلانا ہے مگر کیا کریں حضرت کو منظور نہیں
کہ کوئی اُس کا نام لے اور اُس کا پردہ فاش کرے پھر اُس نے کہا کہ
بھائی دین محمد تم مجکو خوب جانتے ہو مجہ سے تم سے کابل سے یاری ہے ہم دونوں بھائی
کابل سے حضرت کے ہمراہ ہیں جو کچھ خدمت حضرت کی ہم سے ہو سکتی ہے
تقصیر نہیں کرتے ہیں بعضے بعضے نادان اس لشکر میں زہر دینے کا گمان مجہ پر کرتے
ہیں کہ یہ حرکت نذر محمد نے کی میں نے کہا جس نے یہ کام کیا ہوگا اُسی پر
لوگ گمان کرتے ہوں گے اُس نے کہا کہ تم بھی اُنھیں لوگوں کی سی مجہ
پر بدگمانی کرتے ہو میں نے کہا کہ میں کیا اُن سے الگ ہوں وہ میرے بھائی
ہیں اُن کا بھائی پھیر تو وہ کڑی کڑی باتیں کرنے لگا کہ تم جانتے ہو کہ
میں نے زہر دیا تھا میں نے کہا ہاں میں جانتا ہوں نامعقول تو ہی نے
زہر دیا اس میں وہ اور زیادہ گرم ہوا تلوار تمنچہ میرے پاس بھی تھا جلد تمنچہ میں
نے اُس کے پیٹ پر لگا دیا کہ مردک ابھی مار ڈالونگا اس میں وہاں سے بھاگا
میں نے جانا کہ اس کی دغابازی کھل گئی یہ حضرت کے وہاں گیا ایسا نہ ہو حضرت
پر چوٹ کرے پھر میں جلد اور طرف سے آخوند میر کے دروازے پر جا کر کھڑا
ہوا پیچھے سے وہ بھی آیا اور اندر مکان کے حضرت کے پاس جانے لگا میں نے دھکا دیا
کہ کہاں جاتا ہے اُس نے مجکو دھکا دیا کہ میں جاؤنگا آخوند کے یہاں میری

دعوت ہے میں نے کہا کچھ ہو میں تجکو نہ جانے دونگا جب حضرت کھانا
کھاکر باہر آویں تب تو جانا اس میں جانبین سے سخت و سُست کلام ہونے لگے
بہت لوگ وہاں جمع ہو گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے اور یہی شور وغل اندر حضرت
نے سُنا شیخ ناصر الدین سیلتی کو بھیجا کہ دیکھو تو کیا غل ہو رہا ہے وہ آکر مجھ سے
پوچھنے لگے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ کیا شور وغل ہے میں نے اول سے تمام
قصہ اُن کے آگے بیان کیا اور کہا کہ یہ نذر محمد اندر حضرت کے پاس جاتا
ہے میں نہیں جانے دیتا ہوں اُنہوں نے جاکر یہ قصہ حضرت سے بیان کیا
آپ کو بڑا تردد ہوا کہ ہم نے تو یہ بات چھپائی تھی مگر ہمارے لوگوں میں کھل گئی
اور میں نے اُس بیوقوف سے پہلے کہہ دیا تھا کہ خبردار تو کبھی ہمارے
لوگوں سے نہ بگاڑ کرنا والا رہنا تیرا ہمارے یہاں دُشوار ہو جاویگا
مگر اُس نے نہ مانا پھر آپ نے عبدالکریم لکھنوی کو جو مولوی مخدوم صاحب
کے سالے کے بیٹے تھے بھیجا کہ تم دین محمد کو سمجھا کر نذر محمد کو یہاں لے آؤ وہ
آکر مجکو سمجھانے لگے میں نے کہا تم ابھی لڑکے ہو تم کو کیا خبر میں اس مردک
کو ہرگز نہ جانے دونگا اُنہوں نے جاکر حضرت سے کہا کہ دین محمد تو کسی
صورت نہیں مانتا پھر آپ نے قاضی مدنی بنگالی اور حافظ یا جوڑی کو
بھیجا اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ نذر محمد کو جانے دو حضرت بلاتے ہیں میں
نے کہا کہ میں اس کا سر کاٹ کر وہاں بھیجونگا زندہ تو نہ جانے دونگا
اس عرصہ میں آخوند منیر صاحب دعوت آئے اور کہا ان کو کیوں نہیں
اندر جانے دیتے ہو ان کی تو ہمارے یہاں دعوت ہے میں نے کہا آخوند

صاحب یہ رہی ہے جس نے حضرت کو زہر دیا تھا اُنہوں نے کہا لڑائی
کے سبب سے کہتے ہو یا یہ بات سچ ہے میں نے کہا میں سچ کہتا ہوں اگر
آپ کو کچھ شک ہو تو خود حضرت سے دریافت کریں پھر آخوند میر نے
جا کر حضرت سے پوچھا کہ دین محمد یوں کہتے ہیں آپ نے فرمایا دین محمد اور
نذر محمد دونوں کو ہمارے پاس لے آؤ پھر وہ آخوند صاحب مجکو اور
نذر محمد کو آپ کے پاس لے گئے اور مجھ سے کہا کہ اب حضرت کے سامنے
جو کچھ کہتے تھے کہو میں نے کہا تم حضرت سے خود پوچھو کہ اس نذر محمد نے
آپ کو زہر دیا تھا یا نہیں اگر آپ اقرار کریں تو میں سچا اور اگر آپ خاموش
رہیں تو بھی جانو کہ اس نے زہر دیا تھا اور جو آپ انکار کریں تو میں خطاوار
ہوں پھر آخوند صاحب نے حضرت سے کہا کہ دین محمد جو کہتے ہیں یہ کیسی بات
ہے آپ نے فرمایا کہ اس بکھیڑے کو دور کرو اب سب مل کر دعوت کھالویں
تو ہم نذر محمد کو اپنے یہاں سے رخصت کردیونگے یہاں یہ نہ رہیگا یہ حضرت
کی تقریر سن کر آخوند صاحب کو یقین ہوا کہ دین محمد سچ کہتے ہیں پھر حضرت
سے کہا کہ آپ تو دعوت کھا کر باہر تشریف لے جاویں اور میں اس کو سمجھ
لونگا اور اپنے آدمی سے کہا کہ لاؤ تو میرا چھرا حضرت نے فرمایا کہ پہلے سب کو
کھانا کھلادو پھر جو ہوگا وہ ہو رہیگا آخوند میر نے کہا کہ ہم تو نذر محمد
کو کھانے نہ دینگے حضرت کھانا کھالویں اُسی رکابی میں نذر محمد کا سر ہوگا
حافظ باجوڑی نے کہا یہ کیا بات ہے آدمی جس کی گردن مارتا ہے اُس
کو بھی کھانا کھانے دیتا ہے پھر آخوند صاحب خاموش ہو رہے پھر یہ

م حضرت کا اُن کے مارے جانے کی خبر دینا اور ان کے گھوڑوں کا پہچاننا

نے مل کر دعوت کھائی بعد اس کے حضرت اٹھے اور نذر محمد کا ہاتھ پکڑا
اور ایک ہاتھ اُس کا آخوند میر نے پکڑا اور حضرت سے کہا کہ آپ تشریف
لے جاویں ہم اس کو نہ جانے دینگے حافظ باجوڑی نے کہا کہ آخوند صاحب
اب اس کا ہاتھ حضرت نے پکڑا تم اس کا ہاتھ چھوڑ دو پھر حضرت نذر محمد
کو ساتھ لئے ہوئے باہر آئے آخوند میر نے دو لنگیاں سیاہ ریشمی دامن کی
نذر کیں اور ایک سبزہ گھوڑا اور کچھ نقد دیا آپ نے اُسی وقت ایک لنگی اور
وہ گھوڑا قاضی مدنی صاحب کو دیا اور ڈیرے پر آئے اور نذر محمد سے کہا کہ
اب تک تو ہم ہمارے پاس رہے اور جو جو باتیں فتنہ و فساد کی ادھر اُدھر
تم کہتے رہے وہ سب ہم کو معلوم ہیں اب تمہارا حال ہمارے لوگوں میں
کھل گیا تم یہاں سے بھاگو جہاں تک تم سے بھاگا جاوے ورنہ جان سے
مارے جاؤگے پھر وہ اور اُس کا بھائی ولی محمد دونوں اپنے اپنے گھوڑے
پر سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہوئے پھر اُسی دن کوچ حضرت نے بھی کیا
کوئی ڈیڑھ دو کوس گئے ہونگے اور میں آپ کے ہمراہ رکاب تھا ایک جگہ
رستہ کے بائیں طرف چند درخت چنار اور توت کے لگے تھے اور وہیں کسی
کا جھونپڑا تھا اور ایک آدمی بیٹھا ہوا اور دو گھوڑے کھڑے تھے میں نے
دُور سے پہچانا کہ یہ گھوڑے نذر محمد کے ہیں اور داہنی جانب ایک پہاڑ تھا
حضرت کا خیال اُس طرف تھا مجھ سے فرمایا کہ یہ پہاڑ ملک دکھن کا سا
ہے اور وہاں کے پہاڑوں میں لوہا نکلتا ہے عجب نہیں کہ اس میں بھی لوہا
ہو یہی باتیں کرتے جاتے تھے کہیں آپ کی نظر گھوڑوں کی طرف گئی فرمایا کہ

یہ نذر محمد کے سے گھوڑے معلوم ہوتے ہیں آؤ چل کر دیکھیں تو آپ
جھپان میں سوار تھے کہاروں سے فرمایا کہ اس طرف ہوکر چلو وہاں
گئے تو دیکھا کہ نذر محمد اور ولی محمد جھونپڑے کے اندر لیٹے ہیں اور ایک
آدمی نگہبانی کو بیٹھا ہے آپ نے کہا نذر محمد تم گئے نہیں یہاں آکر
لیٹ رہے اُٹھو سوار ہو ہمارے ساتھ چلو اس نگہبان نے کہا کہ سید
بادشاہ اس نے آپ کو زہر دیا تھا اور آپ نے اس کو اپنے لشکر سے نکال
دیا اب ہم نے اس کو پکڑا ہے آپ سے کچھ کام نہیں آپ یہاں سے تشریف
لیجاویں ہمارے آدمی بستی میں خان کو بلانے گئے ہیں وہ آویں تو اُس کی
تدبیر کریں اس عرصہ میں پندرہ بیس آدمیوں سے وہ خان بھی آپہنچا اور کہا
حضرت یہ وہی ہے جس نے آپ کو زہر دیا تھا آپ نے لشکر سے نکال دیا ہم نے
اس کو پکڑا اب آپ تشریف لیجاویں ہم اس کو قتل کرینگے آپ نے خان کو سمجھایا
اور فرمایا کہ تم کو ہماری خوشی منظور ہے یا اپنی اُس نے کہا ہم آپ کے تابعدار
ہیں ہم کو آپ کی خوشی منظور ہے آپ نے کہا تو اس کو ہمارے ساتھ
کردو وہ خان چپ رہا آپ نذر محمد اور ولی محمد کو اُن گھوڑوں پر سوار
کرکے اپنے ہمراہ لے چلے اور اُن سے کہا اگر اس وقت کسی طرف تم کو
بھگا دیویں تو عجب نہیں کہ تم کو کوئی مار ڈالے کیونکہ تمہارا حال دور دور لوگوں
میں ظاہر ہوگیا ہے اب جس وقت ہم تم کو رخصت کریں تب جانا پھر آپ
شام کو ایک بستی میں کہ اس کا نام نسگلورا تھا اُترے عشاء کے بعد پہر
رات گئے کے ورے نذر محمد اور ولی محمد کو رخصت کردیا کہ جدہر بستیاں دیکھو

ادہر بھاگ جاوٗ پھر اُس دن سے آج تک اُنھوں نے اپنی صورت
نہ دکھائی خدا جانے جیتے ہیں یا مرگئے انتہیٰ پھر صبح کو آپ نے وہاں
سے کوچ فرمایا پھر شوا کدان جیوڑ کے مع الخیر چارباغ میں آئے اور چارباغ
اُس ملک میں بہ نسبت اور بستیوں کے شہر ہے اور نہایت آباد اور بارونق
مسجدیں اوس کی نفیس سایہ دار نہریں اُن میں جاری حجرے خوش اسلوب
مکانات خوش قطع اور خوب ان میں مسجدوں اور حجروں میں ہم لوگ تمام
اُترے بستی میں نقارہ ہوا کہ سب کو خبر ہو جاوے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
داخل ہوئے پھر وہاں کے ملک اور خوانین آئے دس دس پندرہ بیس بیس
مجاہدین دعوت کھلانے کو اپنے یہاں لے گئے جب وہاں تین وقت ہمارے
غازی دعوت کھا چکے تب حضرت نے وہاں سے کوچ کا ارادہ کیا وہاں
کے سرداروں نے عرض کی کہ ہم نے آپ کے واسطے ایک مہینہ کی دعوت
کا سامان تیار کیا ہے ہم تو ابھی ہرگز آپ کو جانے نہ دینگے حضرت نے
فرمایا کہ بہت رہنا ہمارا نہ ہوگا خیر تمہاری خاطر سے ہم تین روز پورے
کر دینگے تم کو یہی منظور ہے کہ سب کے یہاں ہم چلیں اور دعوت کھاویں
اس تین روز کے اندر جس صاحب کو خواہش ہو ہم کو اپنے یہاں لے چلے
دعوت کرے ہم حاضر ہیں پھر ایک وقت میں کئی کئی جگہ سے دعوت ہونے لگی
آپ نے سب غازیوں سے کہا کہ ایک جگہ پیٹ بھر کے دعوت نہ کھانا تھوڑا
تھوڑا سب کے یہاں کھانا ہوگا پھر تین روز پورے کرنے میں دعوت
کھانے کا یہی طور رہا کہ جس کے یہاں جاتے تھوڑا تھوڑا کھاتے

پھر دوسرے صاحب کے یہاں جاتے اور اس تین روز میں صدہا لوگوں
نے وہاں کے اور اس نواح کے دیہات کے رہنے والوں نے بیعت کی ایک
وہاں پہاڑ کی طرف بستی تھی اُس کے لوگ آپ کو لینے آئے تھے مگر آپ
نے گلی باغ کے لوگوں سے پہلے فرمایا تھا کہ جب ہم چارباغ سے کوچ کرینگے
تب تمہارے یہاں آویں گے اس سبب سے وہاں سے چلنے کی تیاری ہوئی
تب سید حمید الدین کو اور شیخ جلال الدین کو جو مولانا عبدالحئی صاحب کے سالے
تھے اور مولوی عبدالقیوم صاحب کو جو مولانا ممدوح کے بیٹے ہیں اور کئی
آدمی اور کو اس گاؤں والوں کے ہمراہ بھیجا کہ ہمارا تو ادہر جانا نہ ہوگا
ہماری جگہ ان صاحبوں کو لے جاؤ پھر آپ گلی باغ کی طرف روانہ ہوئے
اُس میں چند غازی دو چار گھڑی پیشتر گلی باغ میں جا کر داخل ہوئے ان
کی زبانی وہاں کے سرداروں نے جانا کہ آج حضرت امیرالمومنین اس
طرف تشریف لاتے ہیں وہ کہنے لگے کہ ہم نے تو چارباغ والوں سے سنا
تھا کہ ہم اپنے یہاں حضرت کو مہینہ بھر رکھینگے اگر ہم جانتے تو ہم وہاں
سے حضرت کو اپنے ہمراہ لاتے الغرض پھر ان سرداروں نے گلی باغ سے نکل
کر کوس سوا کوس پر حضرت سے ملاقات کی اور ان لوگوں نے سے جنہوں
نے چارباغ میں حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اُس وقت
ہر ایک کا لطیفۂ سلطان الذکر جاری ہوگیا اور کئی ملا اپنی زبان پشتو
میں کچھ فضائل حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے کڑکیتوں کی طرح بیان

کرتے ہوئے آگے آگے آپ کی سواری کے چلے اور اسی حال سے اپنی بستی کو لے گئے اور حضرت کو ایک علیحدہ مکان میں اُتارا اور مجاہدین لوگ مسجدوں اور حجروں میں اُترے کوئی ڈیڑہ پہر دن چڑہے ہم لوگ گلی باغ میں داخل ہوئے تھے پھر وہاں کے ملک اور خوانین وغیرہم حضرت سے بیعت کرنے لگے اس عرصہ میں ایک خان آکر حاضر ہوا اور عرض کی کہ طعام دعوت تیار ہے اور ستر آدمیوں کی درخواست کی آپ اُتنے ہی آدمی لے کر اُس کے یہاں تشریف لے گئے اور باقی غازی دس دس یا پچ پانچ موافق حوصلہ کے اور لوگ بستی والے لے گئے پھر جب دعوت کھانے سے فراغت ہوئی سب غازی اپنے اپنے ٹھکانوں پر آئے دوپہر کو آپ قیلولہ فرمانے لگے پھر جب ظہر کے وقت اُٹھے استنجے اور وضو سے فارغ ہو کر نماز ظہر ادا کی تب فرمایا کہ جن بھائیوں نے آج بیعت کی ہے اُن کو توجہ دو پھر ہمارے لوگ اُن کو توجہ دے کر حضرت کے پاس لائے آپ نے اُن سے حال پوچھا ہر ایک نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا اور وہاں آپ دو رات دن رہے دوسری شب کو آپ بعد فراغ نماز عشاء کے چارپائی پر لیٹے ہوئے وہاں سے قریب ایک پہاڑ تھا اُس کی طرف دیکھ رہے تھے اور مولوی محمد حسن مہاروں کے رام پور والے اور مولوی امام الدین صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب اور میاں جی چشتی صاحب اور قاضی احمد اللہ صاحب میرٹھی اور مولوی عبدالوہاب صاحب اور حافظ صابر صاحب جو وہاں مولوی عبدالقیوم کو قرآن پڑہاتے تھے اور چند لوگ ہم آپ کے پاس حاضر تھے اُس وقت ہندوستان کے علما

کا بیان ہو رہا تھا کہ فلانے صاحب کو ایسا علم ہے اور فلانے صاحب کا
ایسا خلق اور حضرت سنتے تھے مگر نگاہ آپ کی اُسی پہاڑ کی طرف تھی جب
صاحب اپنا اپنا کلام پورا کر چکے تب آپ نے فرمایا کہ مولانا عبدالحئی صاحب کے
ملنے کا ہم کو بڑا اشتیاق ہے اور اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ عنقریب اسی ملک
میں ملاقات ہو گی بعد اس کے مجلس برخاست ہوئی لوگ اپنی اپنی جگہ آرام
کرنے لگے پھر صبح کو آپ گلی باغ سے طرف خونی کے روانہ ہوئے وہاں سے
پہاڑ کو بس پر ایک بستی تھی کہ نام اُس کا خواجہ خیل تھا وہاں کے لوگوں نے آپ
کو ٹھہرا لیا اُس روز آپ نے وہیں مقام کیا جب آپ نماز عشاء سے فارغ ہوئے
تب اُس بستی کے چند لوگ آپ کے پاس آئے اور ملک کا شکار کی باتیں کرنے
لگے کہ وہاں کا بادشاہ شاہ کشور نام بڑا دیندار اور غازی ہے کہ اکثر اپنے
ملک کے اطراف کے کفار اور روافض سے جہاد کیا کرتا ہے اگر آپ اُس ملک میں
تشریف لے جاویں تو خوب ہو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی ملک میں ہم
اپنی رضامندی کے کام لیوے یہاں بھی جہاد موجود ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ
یہاں ہی ہم واسطے دعوت جہاد اور ترغیب غزا کے تبلیغ چند لوگ ضرور بھیجیں گے
یہ باتیں کر کے آپ سو رہے پھر صبح کو خواجہ خیل سے کوچ کی تیاری ہو رہی تھی
کہ ایک شخص وہیں کا باشندہ ایک تھان موٹی کھادی کا لایا اور آپ کی نذر کیا
اُس وقت مولوی امام الدین صاحب نے جو خاص جماعت کے بھیلہ دار تھے
واسطے کسی غازی کے حضرت سے وہ تھان مانگا اور میں آپ کے سامنے ایک

پرانی رضائی کمر میں باندھے اور ایک لاٹھی بہت بہتر جو شیخ غلام علی نے آپ کی نذر کی تھی پکڑے کھڑا تھا اور آپ نے مولوی امام الدین صاحب کو اُس تھان کے مقدمہ میں کچھ جواب نہیں دیا تھا اس عرصہ میں سید اسمٰعیل بریلوی اُسی جماعت کے دوسرے بھیلہ در حسین بھیلہ میں تھا آئے اور آپ سے عرض کی کہ دین محمد صاحب کو تو آپ چار باغ میں چھوڑ آئے ہیں ان کا رزل اور کٹار بطور امانت کے میرے پاس ہے وہ آپ لے کر کسی کو سپرد کر دیویں آپ نے فرمایا کہ اچھا لے آؤ اُنھوں نے دوسرے کے پاس سے لاکر آپ کے حوالہ کیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جبتک دین محمد آویں تب تک یہ رزل اور کٹار تم باندھو میں نے وہ رزل اور کٹار لے لیا پھر سید اسمٰعیل صاحب نے میرا حال دیکھ کر حضرت سے عرض کیا کہ یہ فتح علی جو رضائی کمر میں باندھے کھڑا ہے جب عبد الستار لکھنوی کا انتقال ہوا تھا تب سید حمید الدین نے یہ اُن کی رضائی آپ کی اجازت سے ولادی تھی تین مہینہ کا عرصہ ہوا تب سے یہی رضائی اوڑھے لپیٹے رہتا ہے اور کوئی کپڑا اُس کے پاس نہیں بہ نسبت اوروں کے اس تھان کا یہ زیادہ مستحق ہے' آپ نے فرمایا کہ بہت خوب پھر آپ نے اُس میں سے آدھا تھان مجکو عنایت کیا اور آدھا مولوی امام الدین صاحب کو دیا پھر آپ نے وہاں سے طرف خونی کے کوچ فرمایا خونی کے رئیس ایک سید بڑے نامی مشہور پیرزادے تھے. وہ اپنی بستی سے کوس سوا کوس واسطے استقبال کے آئے اور بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ حضرت کو اپنی بستی میں لے گئے اور اپنے مکان میں اُتارا اور ہم سب لوگ اُن کی خانقاہ میں اُترے اور فقط اُنھیں نے اپنے گھر سے ہم سب کی دعوت

کی اور وہ پیرزادے صاحب تین بھائی تھے ان میں سے ایک نے آپ کے
دست مبارک پر بیعت کی پھر دوسرے دن وہاں حضرت نے اپنے خاص لوگوں
سے مشورہ کیا اور آخوند فیض محمد کو کئی آدمیوں سے طرف ملک کاشکار کے
روانہ کیا اور وہاں کے بادشاہ کے واسطے ایک قرآن مجید اور ایک جوڑی
پستول کی اور ایک پیش قبض بطور تحفہ کے آخوند صاحب کے ہاتھ بھیجا پھر اس کی
صبح آپ نے خونی سے کوچ فرمایا اور اُن پیرزادے صاحب کے بھائی جنہوں نے
بیعت کی تھی وہ آپ کے ہمراہ ہوئے وہاں سے موضع اُصالہ کو آئے وہاں رات بھر
رہے صبح کو اُن پیرزادے صاحب کے بھائی چھ چھ آٹھ آٹھ تنکوں کی جالی بندھوا
کر ہم لوگوں کو دریائے لنڈی سے اُتروایا اور اُس گھاٹ میں دریا کے تمام
پتھر گراں تھے ہم میں سے بہت لوگوں نے ایک ایک دو دو ٹکڑے اُٹھالئے پھر وہاں
سے موضع دُرشت خیل نزدیک تھا وہاں کے سرداران اور خوانین حضرت کو اپنے یہاں
لے گئے اور اپنے مکان میں اُتارا اور ہم لوگ مسجدوں اور حجروں میں اُترے اُس
وقت ڈیڑھ پہر دن سے کچھ زیادہ آیا تھا بستی والے کھانا پکا کر کھا چکے پھر
ہم لوگوں کے واسطے پکوانے لگے مجھ سے امجد خاں نے جو گنتی کے رہنے والے ہیں کہا کہ
یہاں ابھی کھانے میں دیر ہے تب تک تم ایک پیسہ کے آٹے کی روٹی کہیں سے مجھ کو پکوا دو
میں پیسا لے کر بنئے کی دکان پر گیا اور آٹا لیا اُس نے وہاں کے سیر سے سات
سیر آٹا دیا وہ یہاں ٹونک کی تول سے کچھ کم یا زیادہ ساڑھے تین سیر
ہوا اور پیسے روپے کے وہاں جو بیس ٹکے تھے اس حساب سے ایک روپے
کا چار من اور آٹھ سیر آٹا ہوا اور ہم لوگ جس روز سے موضع جنبدی

سے اُس طرف گئے تھے کبھی بازار سے آٹا دال خریدنے کی نوبت نہ آئی تھی
اُس ملک میں ہم لوگوں کو ایک ایک روز میں کئی کئی جگہ دعوت ہوتی تھی وہاں
کی ارزانی دیکھ مجکو بڑا تعجب ہوا پھر میں وہ آٹا لے کر امجد خاں کے پاس آیا اُنھوں
نے کہا کہ میں نے تم کو بھیجا تھا کہ پیسے کے آٹے کی روٹی پکوا لاؤ تم اب تک
ادہر اُدہر پھرتے ہو میں نے کہا کہ میں تو آٹا ہی لینے گیا تھا اور وہ آٹا اُن کے
آگے دہرا اُنھوں نے کہا یہ کتنا آٹا ہے اور کے پیسے کا ہے میں نے کہا یہ ایک پیسے
کا سات سیر آٹا ہے اُن کو بھی تعجب ہوا پھر اُس میں سے آدھا آٹا میں ایک جگہ
سے پکوا لایا اور وہ روٹیاں میں نے اور امجد خاں نے اور ایک آدمی اور نے کھائیں
اس عرصہ میں وہاں کے لوگ دعوت کھانے کو دس دس پانچ پانچ غازی
اپنے اپنے یہاں لے گئے اور امجد خاں اور میں اور شیخ امجد علی شیخ فرزند علی کے بیٹے
وہاں کے خان کے یہاں حضرت کے ساتھ گئے جب وہاں ہم سب کھانا کھانے لگے
تب شیخ امجد علی نے حضرت سے ذکر کیا کہ آج یہ فتح علی بھائی ایک پیسہ کا
سات سیر آٹا بنیئے کی دکان سے لائے تھے اس ملک میں بڑی ارزانی ہے کہ
ہمارے ہندوستان کی تول سے کچھ کم یا زیادہ چار من اور آٹھ سیر ایک روپے
کا آٹا ہوا اُس وقت حضرت نے صاحب دعوت سے پوچھا کہ تمہارے ملک
میں ماشاء اللہ بڑی ارزانی ہے اُس نے کہا کہ حضرت یہ ارزانی جو آپ
نے کوئی ڈہائی مہینے سے ہے ورنہ یہاں بہت سے بہت ارزانی جو ہوتی
تو ایک پیسہ کا تین سیر آٹا بکتا تھا پھر دعوت کھا کر حضرت اور ہم لوگ اپنے
ٹھکانے پر آئے حضرت تو قیلولہ فرمانے لگے اور ہم میں سے بعض بعض آپس میں کہنے

لگے کہ حضرت نے جو موضع جنیدلی میں اور وہاں سے اس طرف آتے ہوئے پہاڑ پر
دعا کی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ تمہارے رنج و تکلیف کو تاتا
راحت کے بدل کرے سو یہ ارزانی جو اس ملک میں ہے اُسی دعا کی برکت سے ہم کو
معلوم ہوتی ہے اور کیا عجب کہ حضرت کو الہام الٰہی سے اس رحمت اور ارزانی
کا حال اُسی وقت معلوم ہو گیا ہو اور آج ہم لوگوں کے سنانے کو صاحب دعوت
سے پوچھا ہو کہ یہ حال اُن کو بھی معلوم ہو جاوے اور اُس دعا کو بھی اسی قدر تحیر
ہوا ہے کہ جیسے یہ ارزانی ہے اُس وقت مولوی امام الدین صاحب یہ باتیں لیٹے
ہوئے سُن رہے تھے جب لوگ باتیں کرکے چپ ہوئے تب اُنھوں نے بطور نصیحت
کے کہا کہ بھائیو جبتک خود حضرت کی زبان سے الہام ہونے کا بیان نہ سنا کرو
تب تک اپنی طرف سے نہ کہا کرو لوگوں نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں ہم سے خطا
ہوئی اب اس بات کو یاد رکھیں گے پھر اُسی روز رات کو جب نماز عشا پڑھ کر حضرت
آرام کرنے لگے اُس وقت خاص خاص لوگ جیسے مولوی محمد حسین مولوی امام الدین
میاں جی چشتی وغیرہ ہم آپ کے پاس موافق معمول ہمیشہ کے بیٹھے اور حضرت کی اکثر
یہ عادت شریف تھی کہ بعد نماز عشا کے کچھ دیر بیٹھے ہوئے یا لیٹے ہوئے فرماتے
کہ بھائیو کچھ ہم سے پوچھو اور جو کوئی کچھ سوال کرتا اُس کا جواب دیتے اور جو اُس
وقت جواب نہ دیتے تو فرماتے کہ کل ہم سے پھر پوچھنا اور بعضے شب کو بغیر پوچھے
آپ ہی کوئی بات فرماتے سو اُس وقت مولوی امام الدین صاحب نے کہا کہ حضرت
جو آج دعوت کھاتے میں شیخ امجد علی صاحب نے یہاں کی ارزانی کا ذکر کیا تھا
اور آپ نے صاحب دعوت سے اس ارزانی کا حال پوچھا تھا جب آپ وہاں سے

آکر آرام فرمانے لگے تو بعض بعض لوگ آپس میں کہنے لگے اور دہی اُدہر کا
تمام حال بیان کیا کہ شاید حضرت کو اس ارزانی کا حال الہام الٰہی سے معلوم
ہوا ہو میں نے ان کو منع کیا میں نے ان کو منع کیا کہ اس مقدمہ میں جبتک
حضرت سے نہ سنا کرو تب تک اپنی اٹکل سے ایسی باتیں نہ کیا کرو آپ نے
فرمایا کہ الہام سے تو نہیں معلوم ہوا مگر کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ نے وہ میری دعا
قبول فرمائی ہو اور اللہ تعالیٰ جس وقت چاہتا ہے کسی بات سے اپنے بندہ
کو آگاہ کر دیتا ہے اور جو بات نہیں چاہتا تو نہیں بتاتا اور یہ فرمایا کہ جو اُس
روز گلی باغ میں مولانا عبد الحئی صاحب کے ملنے کا اشتیاق بیان کیا تھا سو
اس بات سے اللہ تعالیٰ نے مجکو آگاہ کیا تھا کہ اب قریب ہے اسی ملک میں
ملاقات ہوگی یہ کلام فرماکر آپ سو رہے صبح کو وہاں پر مقام کیا پھر اس کی
صبح کو وہاں سے کوچ کرکے ابنالے خاں کی بستی کو گئے اور اُس کا نام مخرہ
تھا اور وہاں ابنالے خاں بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور اپنے یہاں اُتارا۔
اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ میں آپ کا ہر صورت مطیع فرمان ہوں
اور جان و مال سے حاضر جو مجکو ارشاد ہو بجا لاؤں آپ نے اُس کی تسلی اور دلجمی
کی اور فرمایا کہ جب ہم تم کو بلاویں تب تم آنا ابھی تمہارے واسطے یہی بہتر کہ
اپنے مکان میں رہو پھر اُس کی صبح آپ نے وہاں سے کوچ کیا دکھن کی طرف
موضع دُرشت خیل کے قریب ایک بستی تھی اُس میں گئے اور بھینسہ جو سید عبد القیوم
نے نذر کیا تھا اس کو جو آدمی لائے تھے اُسی بستی میں اُترے تھے ایک رات
پھر وہاں رہے صبح کو ایک بستی شکر درہ ہے اُس کی طرف روانہ ہوئے رستہ

ہیں ایک اور بستی تھی حضرت کی سواری وہاں سے آگے بڑھی ہم چند لوگ
پیچھے پیچھے چلے جاتے تھے اور بھینسا بھی ہمارے ساتھ چلا جاتا تھا اور ایک
بھینسا ویسا ہی موٹا تازہ کسی کا اُس بستی میں تھا اُس نے ہمارا بھینسا دیکھ
کر اپنا بھینسا چھوڑ دیا اور دونوں آپس میں لڑنے لگے بڑی دیر تک بھڑے
رہے اور زور کیا کیے آخر کو تین چار ٹکریں آپس میں ہوئیں اور بھینسا
شکست کھا کر گاؤں کی طرف بھاگا اور یہ ہمارا اس کے پیچھے دوڑا اور
غصہ میں بھرا تھا کسی کو مجال نہ تھی کہ اس کے پاس جاوے اور پکڑے آخر کو بستی
کے لوگوں نے ایک موٹا رسّا منگایا اور اُس کو ہر طرف سے گھیر کے پھر باندھ
کر قابو میں کیا اور کچھ دیر میں جب غصہ اُس کا فرو ہوا پھر ہم لوگ اُس کو
لے کر وہاں سے لشکر در ے میں حضرت کے پاس آئے آپ نے وہاں تین مقام
کیے پھر وہاں سے ایک بستی پر باندا ہے اُس میں آئے صبح کو وہاں سے دریا
اُتر کے پھر چار باغ میں تشریف لائے اسی روز وہاں مولانا عبد الحیٔی صاحب
کی خبر معلوم ہوئی کہ موضع جلدرا زمیں مع الخیر داخل ہوئے صبح کو کچھ دن رہے
حضرت علیہ الرحمۃ نے بیس پچیس غازی کہ اکثر ان میں پہلت والے تھے اور کہار
کو بھیجا کہ مولانا صاحب کو جھپان میں سوار کرکے لاؤ اس روز لوگ دریا اُتر کر
ایک بستی تھی اُس میں رہے اس کی صبح چلنے کی تیاری کر رہے تھے کہ ادھر سے
مولانا صاحب آپ ہی آپہنچے پھر حضرت کو خبر پہنچائی کہ مولانا صاحب دریا پر
داخل ہوئے آپ نے جلد بستی سے لوگ بھیجے کہ مولانا صاحب کو اُتار لاویں چند

آدمی اپنی مشک لے کر دریا پر گئے اور اور مشکوں کو دم دے کر حالا،
تیار کیا اور سب کو اُتارا اور باقی اسباب اُتر رہا تھا اُدہر سے حضرت امیرالمومنین
واسطے استقبال کے آئے دریا ہی پر ملاقات ہوئی آپس میں مصافحہ اور معانقہ
ہوا مولانا صاحب نے آپ کے دست مبارک پر بوسہ دیا ادہر تو حضرت کو
کمال اشتیاق مولانا صاحب کی ملاقات کا تھا اور اُدہر مولانا صاحب کو
حضرت سے ملنے کی آرزو تھی پھر وہاں سے باتیں کرتے ہوئے چار باغ
کو آئے اور ایک علیحدہ مکان میں مولانا صاحب کو اُتارا اُس کے دوسرے
دن جو حضرت علیہ الرحمۃ نے بروقت گلی باغ جانے کے سید حمید الدین صاحب اور
شیخ جلال الدین صاحب اور مولوی عبدالقیوم صاحب کو چند آدمیوں سے طرف
پہاڑ کے ایک بستی میں بھیجا تھا مولانا صاحب کی خبر سُن کے وہ بھی باغ میں
آئے مولانا صاحب نے مولوی عبدالقیوم صاحب کو دیکھا کہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ
میں آکر شریک ہوئے کمال خوشی حاصل ہوئی اور واسطے اُن کے دعا کی
اور جو اس اطراف و نواح کے دیہات میں مجاہدین لوگ منتشر تھے وہ بھی چار باغ
میں جمع ہوئے اُس وقت اُن سے حضرت کے ہمراہی رفقا لوگ بیان کرنے لگے
کہ مولانا صاحب کے آنے کے بیس پچیس روز پیشتر گلی باغ میں حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
نے خبر دی تھی کہ اور دوسرا کر موضع درنت خیل میں فرمایا تھا کہ مجکو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے معلوم ہوا کہ عنقریب اسی ملک میں مولانا صاحب سے ملاقات ہوگی
اور جب چار باغ میں غازیوں کی کثرت ہوئی تب آپ نے اکثر لوگوں کو رخصت
کر دیا کہ تم آگے چلو ہم بھی تمہارے پیچھے سے آتے ہیں اور آپ کی بار چار باغ میں آٹھ یا

نو دن حضرت رہے تھے آٹھویں یا ساتویں روز چار باغ میں شام کو نگوری
سے ایک آدمی آخوند میر کا خبر لے کر آیا کہ ایک قافلہ ہندوستانی آیا ہے
اور جو اس میں قافلہ سالار ہیں ان کا اسم شریف میاں مقیم ہے یہ خبر فرحت اثر
سُن کر حضرت کو اور سب کو کمال خوشی حاصل ہوئی اور اُسی شام کو ذی الحجہ کا
چاند دیکھا پھر صبح کو وہاں سے کوچ فرما کر منگلوری کو تشریف لائے جہاں سے
رات کو نذر محمد اور ولی محمد کابلی کو بھگا دیا تھا جس کا بیان آگے ہو چکا ہے اور
وہیں آپ کے لینے کو آخوند میر بھی شام کو حاضر ہوا آپ نے آخوند صاحب سے
پوچھا کہ جس قافلہ کی تم نے خبر بھیجی تھی وہ کہاں ہے آخوند صاحب سے پوچھا کہ
جس قافلہ کی تم نے خبر بھیجی تھی وہ کہاں ہے آخوند صاحب نے عرض کیا کہ انشاءاللہ
تعالیٰ کل یقین ہے کہ بیری کوٹ میں داخل ہو پھر صبح کو آپ وہاں سے آخوند
صاحب کے ساتھ نگوری میں آئے اور وہاں سے حضرت نے اپنا ایک آدمی
بیری کوٹ کو روانہ کیا کہ اگر وہ قافلہ وہاں داخل ہوا ہو تو ان لوگوں کو وہیں
ٹھہرانا ہم بھی وہیں آتے ہیں پھر رات بھر آپ نگوری میں رہے وہاں دو خان
تھے دونوں نے حضرت کے لئے کھانا پکایا ایک کہتا تھا میں پہلے کھلاؤنگا دوسرا
کہتا تھا میں کھلاؤنگا دونوں میں جھگڑا ہوا یہاں تک کہ کشت و خون پر مستعد
ہوئے یہ خبر حضرت کو ہوئی آپ نے دونوں کو بلا کر سمجھایا کہ تم نے خدا کے
لئے دعوت کی ہے یا اپنی نفسانیت کے واسطے اُنھوں نے کہا خدا کے لئے آپ
نے فرمایا تو آپس میں مت لڑو جو ہم کہتے ہیں سو کرو وہ راضی ہوگئے حضرت
دونوں کے مکانوں کے درمیان میں جا بیٹھے اور وہیں دونوں سے کھانا

منگایا اور تناول فرمایا پھر صبح کو وہاں سے ہوڑی گرام میں آئے اور ادھر سے میاں مقیم صاحب رامپوری قافلہ سالار تیس چالیس آدمیوں سے اُسی بستی میں حضرت کی ملاقات کو آئے اور کچھ روپے نقد اور کئی ضرب قرابین لائے اور آپ کی نذر کیا اور وہیں آپ کے دست مبارک پر اپنے لوگوں سمیت بیعت ہدایت اور بیعت جہاد کی اور جیسے اس قافلہ کے لوگ چالاک و چست سلاح و پوشاک سے دُرست تھے ایسے جوان رودار بہو رشعار کسی کے قافلہ کے دیکھنے میں آئے کہ ہر ایک جوان جوان جرارت و شجاعت میں رستم ثانی اور سہراب نیظر تھا اور بانکے ترچھے ایسے کہ کھانسنے اور تھوکنے پر تلوار مارتے تھے مگر قدرت الٰہی جس وقت سے انہوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ایسے صالح و پرہیزگار اور غمخوار دیردبار ہو گئے کہ جو کوئی چار باتیں اُن کو ناحق کہتا تو دیدہ و دانستہ پی جاتے اور اُس کے عوض میں کوئی کلام بیجا زبان پر نہ لاتے الغرض اُسی دن وہاں سے حضرت پری کوٹ میں تشریف لائے باقی جو لوگ اُس قافلہ کے تھے وہاں اُنہوں نے بیعت ہدایت اور بیعت جہاد کی کی رات بھر آپ وہاں رہے صبح کو وہاں سے چیڑ ہائی کڑا کڑ کے کنارے شاعیوں کی بستی میں آئے کچھ دیر وہاں ٹھہرے پھر وہاں سے کڑا کڑ کے موضع جوہڑ میں آئے اور وہ بستی عین کنارے کڑ اکڑ کے ہے اور اُسی بستی سے ضلع بنیر کا شروع ہے رات پھر وہاں رہے صبح کو وہاں سے موضع تورسک میں آئے ملکہ وہاں کے لوگ جوہڑ سے آپ کو لے گئے اُس روز آپ وہاں رہے صبح کو بہت لوگ تختہ بند کو روانہ کر دئے اور آپ تھوڑے آدمیوں سے پیر بابا کی

کی زیارت کو گئے اس مزار پرانوار کے گرد کمر سے کچھ اونچی سنگین دیوار ہے
اور دروازہ اُس کا دکھن کی طرف ہے اور چاردیواری کے اندر کئی درخت
زیتون وغیرہ کے ہیں حضرت اُس مزار فیض آثار کے قریب گھڑی ڈیڑھ
گھڑی تنہا خاموش بیٹھے رہے اور ہم لوگ ادہر اُدہر درختوں کے تلے کھڑے
سیر تماشا دیکھا کئے وہاں سے تختہ بند کی طرف ایک گولے کی زد پر موضع
یاجاگدازئی لوگوں کا ہے جیسے جوہڑ اور تورسک سالارزئی لوگوں کا،
ہم لوگوں کو دیکھ کر چند آدمی وہاں سے آئے اور ہمارے ساتھ حضرت کا
انتظار کرنے لگے جب حضرت اُٹھے اُس وقت آپ کا چہرہ نہایت بشاش
تھا پھر وہ لوگ آپ کو اس بستی میں لے گئے اُس روز آپ وہاں رہے اُن
لوگوں نے مہمانی کی پھر بعد نماز عشاء کے جب آپ آرام فرمانے لگے اور ہم سب
موافق معمول ہمیشہ کے آپ کے گرد بیٹھے اُس وقت آپ پیر بابا کے فضائل
اور کمالات طرح طرح سے بیان کرنے لگے کہ یہ بزرگ بڑے رتبے والے تھے
اور صاحب ہدایت تھے اور فرمایا کہ آج کل اُن کی روح پر فتوح سے میری
ملاقات ہوئی اور میرا ہاتھ کمال محبت اور اخلاق کے ساتھ پکڑا اور فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بڑے رتبے کا بنایا ہے میں نے تین بار اللہ اکبر اللہ اکبر
کہا اس کے بعد کچھ اور کلام کرنے پر تھے کہ میں نے اُن سے عرض کی کہ آپ
میرے واسطے دعا کریں کہ جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہی اللہ تعالیٰ مجھکو کرے
اُنھوں نے کہا کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی بنایا ہے اور یہ تمہاری سعادتمندی
ہے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے واسطے دعا کرو پھر میں اُن سے مصافحہ کرکے
رخصت ہوا بعد ان باتوں کے آپ سو رہے صبح کو وہاں سے موضع سل بانڈوی

کو آئے جہاں کے رہنے والے حاجی زین العابدین خاں کے بزرگوار تھے
وہاں کے لوگوں نے آپ کو ٹھہرایا اور کہا کہ بے ناشتہ کئے ہم آپ کو نہ جانے
دینگے پھر آپ ناشتہ کرکے دوپہر کو سو رہے بعد نماز ظہر بلکہ پڑھ کر وہاں سے روانہ
ہوئے رستہ میں برونڈو نام ایک ندی ہے پایاب اُس کو اُتر کر تختہ بند میں
آئے اور ایک مسجد میں اُترے اور ہم لوگوں میں سے بعضے حجروں میں اور بعضے
خیمہ کے کنارے اور بعضے باغ میں اُترے اور جو حضرت جاتے بار شیخ سعد الدین
پھلتی کو بیمار چھوڑ گئے تھے اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو اُن کی خدمت کو رکھ
گئے تھے سو وہ اُسی بیماری میں انتقال کر گئے تھے پھر حضرت نے اُن کی قبر پر
جا کر دعا کی اور وہاں کے سردار جو سید میاں سید تھے وہ آپ سے سفر کا حال
پوچھنے لگے کہ آپ کہاں کہاں تشریف فرما ہوئے اور کس کس خان اور ملک
سے ملاقات ہوئی آپ نے ہر جگہ کا حال اُن سے بیان کیا پھر سید میاں
نے کہا کہ حضرت جو میرے جو بھائی اعظم شاہ ہیں سو وہ بعضے وقت آپ کے
مقدمہ میں کچھ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کچھ آپ کی طرف سے عقیدہ میں کچے ہیں،
آپ نے فرمایا کہ ان کو ہمارے پاس لاؤ اُسی جگہ اُن کا گھر تھا سید میاں
نے بلا لیا وہ آئے آپ نے بہت اخلاق اور محبت سے فرمایا کہ سید بھائی اِدھر
تشریف لائیے اور آپ نے اپنے پاس بٹھایا اور ایک نظر فیض اثر سے متوجہ
ہو کر اُن کی طرف دیکھا اُنھوں نے عرض کیا کہ حضرت مجکو بھی اس وقت شرف
بیعت سے مشرف فرماویں اور اپنا ہاتھ حضرت کی طرف دراز کیا آپ نے
اُن سے بیعت لی اور یہ وقت مغرب اور عشا کے درمیان کا تھا کچھ دیر

حضرت نے آپ سلام علیک [illegible]

میں آپ نے نماز عشاء پڑھی اُس وقت ایک خان موضع سل باندی
کا حاضر تھا اُس نے عرض کی کہ صبح کو آپ کے پچاس آدمیوں سے میرے
یہاں دعوت ہے، آپ نے فرمایا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم نماز عید کی مختار
میں جاکر پڑھیں اور کل آٹھویں تاریخ ہے اب کہیں رہنا ہمارا نہیں ہو سکتا
اُنھوں نے کہا کہ اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو آپ ہمارے یہاں سے دعوت کھاکر
چلے آویں رات کو نہ رہیں، آپ نے فرمایا کہ بہتر اس بات کا مضائقہ نہیں پھر
وہ خان اُسی وقت اپنی بستی کو گیا اور آپ بھی سو رہے پھر صبح کو نماز پڑھ
کر لوگوں سے کہا کہ تم ضلع جلہ کو چلو وہاں موضع کوگا میں اُترنا دعوت
کھاکر شام کو وہیں ہم بھی آوینگے پھر لوگ اُس طرف روانہ ہوئے اور آپ
پچاس آدمیوں سے سل باندی کو تشریف لے گئے اور وقت اشراق کے وہاں
پہنچے اور مسجد میں اُترے اُس بستی میں پیر بابا کے عبدل بابا کی زیارت ہے
آپ نے کہا کہ ابھی دعوت کھانے میں دو تین گھڑی کا عرصہ ہے تب تک
عبدل بابا کی زیارت کو ہو آویں پھر آپ پاپیادہ سب کو لے کر وہاں گئے
اور ایک گھڑی بھر اُس مزار پر انوار کے پاس بیٹھے تب تک ہم لوگ وہیں
ادھر اُدھر سیر و تماشہ دیکھتے رہے پھر آپ وہاں سے مسجد میں آئے اور
وہاں تب تک کھانا بھی تیار ہو گیا پھر اُس خان نے حضرت کو اور ہم سب
کو اپنے مکان میں لیجاکر کھانا کھلایا اور حضرت سے عرض کی کہ میرے
واسطے دعا کریں دعوت کھاکر تو آپ دعا کیا ہی کرتے تھے مگر اس خان

کے کہنے سے پھر دعا کی اور یہ بھی وہیں فرمایا کہ عبدل بابا حق کی زیارت کو ہم گئے یہ بھی اپنے زمانہ کے درویش کامل تھے پھر وہاں سے آپ تختہ بند کو آئے اور دوپہر کو کچھ دیر سو رہے پھر نماز ظہر پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے شام کو موضع کوگا میں آئے پھر نماز مغرب کی تب وہاں کے لوگوں نے موافق دستور اپنے ملک کے دس دس یا پانچ پانچ غازیوں کی دعوت کی پھر وقت عشا کے حضرت علیہ الرحمۃ کے قدوم سعادت لزوم کی خبر فرحت اثر سن کر موضع نواگئی کے سید رسول میاں یہاں سات آدمیوں سے آئے اور آپ کے شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اور آپکی سیر و سفر کا حال پوچھا کہ بنیر اور سوات میں کہاں کہاں آپ تشریف فرما ہوئے اور لوگ وہاں کے اخلاق اور اوصاف میں کیسے ہیں آپ نے فرمایا کہ اچھے لوگ ہیں مگر بہ نسبت سوات والوں کے بنیر والوں میں شدت سپہ گری اور بیٹھنوری کی زیادہ ہے اُن میں صلاحیت اور نرم دلی زیادہ ہے اور سادات دونوں جگہ کے خوب ہیں پھر سید رسول میاں نے کہا کہ صبح کو میرے غریب خانہ میں آپ قدم رنجہ فرماویں اس وقت میں اسی نیت سے آیا ہوں، آپ نے فرمایا کہ سید بھائی میری نیت عید پنجتار میں کرنے کی ہے آگے جو منظور الٰہی ہو اور کل نویں تاریخ ہے اب مجھکو اپنے یہاں لیجانے سے معاف رکھو اور اس بات سے اپنے دل میں ملول نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمارے لوگوں کی خدمت آپ سے بہت لیگا تب اُنھوں نے کہا کہ حضرت میری بستی میں جو وہ مجذوب محب اللہ خاں ہیں جن کا ذکر میں نے اول مرتبہ آپ سے کیا تھا

وہ اب تک اُسی طرح پورے کا تہبند باندھے ہیں اور آج جس
وقت میں آپ کی ملاقات کو وہاں سے چلا تھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ سید رسول
میں جانتا ہوں تو سید بادشاہ کو لینے جاتا ہے سو وہ تو نہ آوینگے اس
وقت اُنہیں کا کہنا سچ ہوا خیر مجکو آپ کی رضا منظور ہے یہ رات
پھر وہ بھی وہیں حضرت کے پاس رہے جب صبح کو حضرت جنیڈی کو روانہ
ہوئے تب وہ اپنی بستی کو گئے دوپہر کو حضرت کی سواری جنیڈی کے
پہاڑ کی چوٹی پر پہنچی ایسا بلند وہ پہاڑ ہے کہ اس پر سے ہم لوگ ادہر
ملک سمی کی بستی بستی دیکھتے تھے اور اُدہر ضلع جیلہ کے گاؤں گاؤں نظر
آتے تھے پھر حضرت نے وہیں نماز ظہر پڑہی اور دعا کی اور وہیں دس
بارہ آدمیوں سے شیخ ولی محمد صاحب حضرت کے استقبال کو آئے اُن
میں ایک نظام الدین اولیا تھے اور ایک میاں الہی بخش رامپوری اور باقی
کے نام یاد نہیں اور وہیں ایک شخص ملکی نے حضرت سے بیعت کی اور کہا
کہ آپ مجکو توجہ دیدیں آپ نے نظام الدین اولیا کی طرف مخاطب ہو کر
اُن کے خوش کرنے کو فرمایا کہ بھائی نظام الدین اولیا تم نے اب تک
اپنی ولایت پوشیدہ رکھی اب اس وقت ظاہر کرو اور ان کو توجہ دو
پھر اُنھوں نے اس کو توجہ دی اور اُس دن سے توجہ اُن کی یہ نسبت
اول کے زیادہ مشہور ہوئی پھر وہاں سے اُتر کے موضع جنیڈی میں داخل
ہوئے جو لوگ ملک سوات سے آپ نے روانہ کر دئے تھے وہ تو سب کے

پنجتار میں جا کر ٹھہرے یہاں فقط وہی لوگ تھے جو شیخ ولی محمد صاحب کے ہمراہ رہ گئے تھے سب حضرت کو دیکھ کر کمال بشاش ہو گئے اور سب نے مصافحہ اور معانقہ کیا اور دست بوسی کی پھر اُس روز آپ وہیں رہے رات کو بعد نماز عشا کے جب اکثر لوگ موافق معمول ہمیشہ کے آپ کے پاس حاضر ہوئے اُس وقت آپ نے تسلی سے ہر ایک کی خیر و عافیت مزاج کی پوچھی سب نے کہا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعائے دولت سے ہم کو شفا دی اور جو لوگ انتقال کر گئے تھے اُن کے لئے بھی آپ نے دعا کی پھر اُس کی صبح کو نماز عید کی پڑھ کر چند قربانی کئے اُس میں کچھ گوشت تھوڑا کر آپ نے تناول فرمایا اور باقی ہم سب غازیوں نے پکا کر کھایا **حکایت**

شیخ ولی محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب چنگلی سے ملک چملہ وغیرہ کا حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے ارادہ مصمم کیا اُس کے ایک روز پہلے بعد نماز ظہر کے مسجد کے حجرے میں لیجا کر فرمایا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ ہم تو چملے کی طرف جاویں گے تم یہاں بیمار لوگوں کی خدمت اور خبرگیری کو رہو مگر ہمارے پاس کچھ خرچ نہیں ہے جو تم کو دیویں یہی پان سات روز کا غلہ جو کچھ ہے اُس میں تب تک گذر کرنا پھر اللہ تعالیٰ کچھ اور کہیں سے تدبیر کر دیگا میں نے عرض کی کہ حضرت مجھ سے یہ کام سنبھل نہ سکیگا میں نے کبھی ایسا بھاری کاروبار اُٹھایا نہیں مجکو تو آپ اپنے ہمراہ لے چلیں اور یہاں مولوی محمد یوسف صاحب کو یہ کام سپرد کر جاویں یہ کام اُن سے ہوگا کیونکہ وہ متوکل شخص اور کار آزمودہ ہیں اور ایسے کام اکثر کرتے

رہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم تو تمہیں کو یہاں چھوڑیں گے اور طرح
کہا جیسے کوئی خفا ہوتا ہے میں گھبرا کر رونے لگا کہ حضرت میں اس رتبہ کا
نہیں ہوں اور نہ اپنے میں اس قدر توکل پاتا ہوں جو یہ بار گراں اُٹھاؤں
آگے آپ کی مرضی ہے آپ نے فرمایا کہ توکل ہی تو ہم تم کو سکھلاتے ہیں کس
طرح تو آدمی کو توکل آتا ہے جب یہ بات آپ نے فرمائی تب یکایک اسی دم
میرے دل کو تسکین اور تسلی ہو گئی کہ انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ ہوگا دیکھ لونگا
اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ وہاں سفر میں جو کچھ کس قدر روپے ہم کو ملینگے وہ
ہم تمہارے پاس بھیجدینگے تم اپنی خاطر جمع رکھو اور یہاں جو سید حمید الدین
اور شیخ خیر الدین اور شیخ عماد الدین اور شیخ عبد الرؤف ہیں ان چار
صاحبوں کو سوا تمہارے ایک پیسہ نہ دینا اس طرح سے مجکو تنہا ترک کرکے
سن کے اٹھارہ روز آپ وہاں سے طرف ملک جاوا وغیرہ کے تشریف فرما ہوئے
اور میں جنیدئی میں رہا اور وہاں حال مریضوں کا یہ تھا کہ ایک یا دو یا تین
روز مرتے تھے اور یہ موت کی گرم بازاری دس بارہ روز تک رہی پھر
رفتہ رفتہ موقوف ہوئی اور مریضوں کی دوا اور غذا وہاں یہ تھی کہ ایک
گھاس ترش مزہ جیسا ہوتی ہے اس کو پیس کر اور نمک ڈال کر ان کو پلاتے
تھے اور کانجی میں کھلاتے تھے اور جو مرجاتے تو اُن کے کفن کا یہ حال تھا کہ اگر
ان کی کوئی چادر ہوتی تو اُسی کو پاک کرکے اُس میں لپیٹ کر دفن کرتے
اور جو چادر نہ ہوتی تو نئی چادریں ڈھلائی ہوئی رہتی تھیں اُس میں
سے ایک چادر پھاڑ کر کفن کر دیتے تھے روپیہ پیسہ تو ہمارے

پاس تھا ہی نہیں جو نیا کپڑا لاکر کفن دیتے اور کھانے پینے کی کمال تکلیف
تھی جو غلہ آٹھ سات روز کا حضرت چھوڑ گئے تھے جب وہ ہو چکا تب
مجکو فکر ہوا کہ اب کیا کروں ایک بندوق سندی گیارہ سو روپے کی خرید
سندھ کے میر محمد یوسف نے حضرت علیہ الرحمۃ کی نذر کی تھی اُس کو میں لیکر
بنیوں کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ اپنی تسلی کو یہ رکھ لو اور دس روپے
کا غلہ دو جب ہمارے پاس کہیں سے خرچ آجاویگا تب تم کو دے کر اپنی
بندوق لے جاویں گے مگر کسی نے نہ اقبال کیا پھر اور جہاں خیال دوڑا
وہاں گیا مگر کہیں کچھ نہ ملا یہاں تک کہ دو فاقے ہوئے تیسرے دن میرا
جی گھبرایا میں قرآن لے کر سب لوگوں سے الگ ایک جگہ جا بیٹھا اور
پڑھنے لگا کچھ دیر کے بعد ایک شخص سپید ریش متبرک صورت خدا جانے
کہاں سے آئے اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی پگڑی یا تھان
بکاؤ ہوگا میں نے کہا ہاں ہے تو سہی کہا لے آؤ میں صندوق سے ایک
پگڑی اور ایک تھان سپید لے آیا اُنہوں نے قیمت پوچھی میں نے کہا جو
کچھ چاہو دو مجکو منظور ہے اُنہوں نے کہا کہ تمہیں کہو میں نے کہا سات
روپے اُنہوں نے سات روپے اپنے پاس سے مجکو دئے اور وہ پگڑی اور
تھان لے کر چلے گئے مجکو ان کا حال اصلا کچھ نہ معلوم ہوا کہ وہ کون
تھے اور کہاں سے آئے تھے اور پھر کہاں گئے پھر ان روپیوں کا غلہ لیا
کوئی ایک ہفتہ اُس میں گذرا بعد اس کے پھر ایک فاقہ سب لوگوں کو
ہوا دوسرے روز فتح خاں پنجباری آئے اُن سے میں نے کہا کہ خان

ہمارے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ سات آٹھ روز کا غلہ چھوڑ گئے
تھے اور یہاں قریب دوسو آدمی کھانے والے ہیں جب وہ غلہ تمام ہوا
تب دو فاقے ہم لوگوں کو ہوئے تیسرے دن میں الگ بیٹھا قرآن مجید پڑھتا
تھا کہ ایک بزرگ سپید ریش اور پوشاک سپید بہت نفیس پہنے ہوئے آئے
اور بہت صاف سندی بولتے تھے میرے خیال میں تو وہ کوئی غیبی شخص خدا
کے بھیجے ہوئے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ تمہارے پاس کوئی پگڑی یا تھان
لگا ہوا ہو تو لاؤ ہم لینگے میں اپنے صندوق سے ایک پگڑی اور ایک تھان
سپید اُن کے پاس لایا اُنہوں نے سات روپے مجکو دئے اور پگڑی اور
تھان لے کر چلے گئے ان روپیوں کا غلہ لیا سو پرسوں ہے وہ بھی ہو چکا
کل بھی سب کو فاقہ ہوا اور آج بھی فاقہ ہے اب آپ کہیں سے ہم لوگوں
کے کھانے کی کچھ تدبیر کر دیں یہ حال سُن کر خان ممدوح نے اُسی بستی کے
گھروں سے منگوا کر کوئی پندرہ روز کا غلہ مجکو دیا اور کہا کہ جب یہ ہو چکے
تب ہم کو اطلاع کرنا ہم اور کچھ غلہ کی تدبیر کر دینگے مگر پھر اُن سے
مانگنے کی نوبت نہ آئی جب وہ غلہ کھانے لگے اُسی عرصہ میں ایک
ہندوستانی چھوٹا سا قافلہ آ گیا جب اُنہوں نے ہم لوگوں کا تنگ حال
دیکھا تو جو روپے حضرت کے واسطے لائے تھے مجکو حوالہ کئے اور آپ حضرت
کے پاس چلے گئے مگر اب مجکو یاد نہیں کہ وہ کون قافلہ تھا اور وہ کتنے
روپے مجکو دے گئے پھر جب وہ روپے ہو چکے تب فصل جو گیہوں کے

کھیت کٹنے کی آئی ہمارے لوگ سیلا چننے کو جانے لگے اور با خوبی،
غلہ ہر روز لانے لگے پھر اسی عرصہ میں دو اشرفیاں حضرت نے بھیجیں
مگر کھانے کی فراغت تھی ان اشرفیوں کے خرچ کرنی کی حاجت نہ ہوئی
بعد چند روز کے حضرت بھی مع الخیر تشریف لائے جب آپ موضع کوگا
میں آئے مجکو خبر ملی میں دس بارہ آدمیوں سے آپ کے استقبال کو گیا
اُدہر سے آپ چلے تھے اور ادہر سے ہم لوگ، چندلی کے پہاڑ کی چوٹی پر
ملاقات ہوئی بعد معانقہ اور مصافحہ کے مجھ سے آپ نے پوچھا کہ کہو تم
کو توکل آگیا میں نے عرض کی کہ ہاں آپ کی برکت تعلیم سے آگیا انتہیٰ
پھر چندلی سے سب غازیوں کو لے کر حضرت پنجتار کو چلے فتح خاں کو خبر
ہوئی وہ چند سواروں سے کوس سوا کوس آپ کے استقبال کو آئے اور ملے
اور باتیں کرتے کرتے ساتھ ساتھ پنجتار میں لے گئے پنجتار کے گرد سنگین کوٹ
ہے اس کے باہر ایک دیوان شاہ کا باغ نالے پر مشہور تھا وہیں اپنے سب
لوگ اُترے تھے آپ بھی اُترے اور کئی سفری ڈیرے خیمے تھے وہ کھڑے
کئے گئے پھر میر امانت علی نے آپ سے اجازت لے کر رسم موافق معمول کے
ایک تا ملوٹ آٹا تقسیم کیا سب لوگ پکا کر کھا کر فارغ ہوئے اور آپ کے یہاں
یہ دستور تھا کہ جس قدر تمام لشکر میں ایک تا ملوٹ غلہ یا آٹا تقسیم ہوتا
اُسی قدر آپ کا بھی حصہ آپ کے باورچی خانہ میں دیا جاتا اور آپ کے باورچی خانے
کے مختار کار بجائے داروغہ کے نادر بخش گنج پوری والے تھے اور جس روز
ملکی لوگ آپ کے یہاں مہمان آتے ان کا بھی حصہ آپ ہی کے باورچی خانے

میں دیا جاتا پھیر نماز عشاء پڑھ کر سب لوگ آرام کرنے لگے پھر دوسرے
دن گیا رھویں تاریخ کو آپ نے دو اونٹ قربانی کئے اور ایک وہی بھینسا
جو سید عبدالقیوم نے نذر کیا تھا جس کا ذکر آگے ہو چکا ہے جب سب گوشت
کاٹ کر تیار ہوا تب میر امانت علی صاحب نے عرض کیا کہ گوشت تیار ہے اس
کی تقسیم کو کیا ارشاد ہے فرمایا سب گوشت کس قدر ہوگا عرض کیا کہ بارہ من
گوشت دونوں اونٹوں کا اور اٹھارہ من بھینسے کا، آپ نے فرمایا کہ تقسیم
تقسیم کر دو عرض کیا کہ آدمی بہت ہیں سیر سیر بھی پورا نہ پڑیگا فرمایا کہ
تم بسم اللہ کر کے بانٹنا شروع کرو اللہ تعالیٰ برکت دیگا اس درمیان میں
سید ابو محمد صاحب نے کہا کہ حضرت گوشت تو موافق حصہ کے ملا ہے مگر اس
بھینسے کا دل بھی مجھے عنایت ہو آپ نے میر امانت علی سے فرمایا کہ دل تو اس
کا ان کو دو اور سری پائے اُسکا کے ہمارے باورچی خانے میں بھیجدو
پھیر میر امانت علی صاحب نے لشکر میں خبر کر دی کہ بھائیو اپنے اپنے حصہ
کا گوشت نالے پر چل کر لے آؤ پھیر وہاں بسم اللہ کر کے بانٹنا شروع کیا
چھ سات سو آدمی اُس وقت ہندوستانی اور قندھاری ملا کر لشکر میں
تھے سب کو سیر سیر گوشت پہنچ گیا اور بہت بچ رہا اور علاوہ لشکر والوں کے
ملکی لوگ تین چار سو گوشت کے اُمیدوار تھے میر امانت علی نے عرض کی کہ
اپنے لشکر میں تو سب کو پہنچ گیا اور ابھی بہت باقی ہے اور اس قدر ملکی لوگ بھی
اُمیدوار ہیں فرمایا ان کو بھی دو پھیر میر امانت علی نے ملکیوں کو سیر سیر دیا
اور جس پر بھی گوشت بچ رہا پھیر حضرت سے عرض کیا کہ سیر سیر اسم ہینے

میں نے اُن کو تقسیم کیا اور ابھی سوا من ڈیڑھ من گوشت باقی ہے آپ نے
فرمایا خیر اس کو ہمارے باورچی خانے میں واسطے مہمانوں کے بھیج دو اور میر صاحب اگر
تم بار بار ہم سے نہ پوچھتے اور اُس کا تخمینہ نہ کرتے اور سیر ہی سیر بانٹتے اور اُن
آدمیوں کے سوا جتنے آتے اللہ تعالیٰ برابر سب کو پہنچاتا خیر اسی قدر خدا کی مرضی
تھی اور وہ دال سید ابو محمد لائے اور اپنے ڈیرے میں تولا تو اسی روپئے کے سیر سے
سات سیر کا ہوا پھر جب سب پکا کھا کر فارغ ہوئے اور بعد نماز عشا کے معمولی
لوگ حضرت کے پاس بیٹھے تب میر امانت علی صاحب نے عرض کی کہ یہاں جو دو تین
پنچکیاں چلتی تھیں سو وہ ان دنوں بسبب قلت پانی کے بند ہو گئیں اب آٹا پسانے
کی کیا تدبیر کی جاوے، آپ نے فرمایا کہ سب کو غلہ بانٹ دیا کرو جب تک بستی
سے پیس لائینگے اور کہیں سے چکیاں مول لے کر ہر ہیلے میں تقسیم کر دو اپنا اپنا غلہ
ہر کوئی پیس لیگا اور غلہ خریدنے کو محمود لکھنوی اور عبداللہ اولیا کو مقرر کیا
اور تقسیم غلہ کے واسطے میر امانت علی کے ساتھ مولوی عبدالوہاب کو شریک
کیا یعنی کبھی میر صاحب بانٹیں اور کبھی مولوی صاحب پھر سب لوگوں
کو سراسم ایک تا ملوٹ گیہوں اور ردو منٹھی دال ملنے لگی اس میں اکثر لوگ
تو اپنا غلہ آپ پیس لیتے تھے اور بعض بعض اُسی میں سے کچھ غلہ دے کر
پسوا لیتے تھے اور بعضے پتھر پر دلیا سا دل کر پکا کر کھاتے تھے اسی طرح
دس پندرہ روز گذرے پھر چکیاں مول لے کر ہیلے ہیلے میں تقسیم کی گئیں
اور ہر ہیلے میں کھانا پکانے کا یہ معمول تھا کہ ہر روز اپنی اپنی باری سے چار
آدمی کھانا ہیلے بھر کا پکاتے اور ہر ہیلے میں بیس آدمی سے کم اور پچیس سے زیادہ

نہ تھے اور اسی طور آٹا پیسنے کا معمول تھا کہ چار چار آدمی اپنی اپنی باری
سے پیستے تھے اور لکڑی لانے کا یہ دستور تھا کہ بہیلہ دار چار آدمیوں کو
تو اپنے بہیلے میں کھانا پکانے کو چھوڑ جاتا اور باقی سب کو جنگل میں لے جاتا اور
وہاں سے کلہاڑیوں سے لکڑی کاٹ کر پشتارہ باندھ کر ہر کوئی اپنے اپنے
سر پر لاتا اور دوسرے روز وہ چار آدمی جو کھانا پکانے کو رہتے
تھے اپنے اپنے حصہ کا ایک پشتارہ لکڑی کاٹ لاتے اور حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
کے باورچی خانے کا ایندھن یوں آتا تھا کہ جب لکڑیاں چک جاتیں تو قادر بخش
گنج پوری والے عرض کرتے کہ حضرت ایندھن باورچی خانے میں نہیں ہے آپ
فرماتے کہ آج لشکر کی سب کلہاڑیاں لا رکھو کل چلینگے پھر شام کو قادر بخش
سب کلہاڑیاں منگوا رکھتے تھے صبح کی نماز پڑھ کر گھوڑے پر چڑھ کر حضرت
جنگل کو روانہ ہوتے اور کلہاڑیاں لے کر آدمیوں سے قادر بخش جاتے
اور لشکر میں خبر ہوتی کہ آج حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ لکڑیاں لینے کو
گئے ہیں کھانا پکانے والے تو چار چار آدمی ہر بہیلے میں رہتے باقی سب جاتے
اور حضرت کے واسطے لکڑیاں کاٹتے کہ آٹھ آٹھ آدمی آپ کے ساتھ کاٹتے
کاٹتے تھک جاتے اور آپ اکیلے نہ تھکتے اور ہر ایک کار سخت میں آپ کو
اسی طور مشاقی تھی کوئی کار ایسا نہ تھا کہ جس میں آپ عاجز ہو جاتے یا
نہ کر سکتے پھر جب لکڑیاں کاٹ کر فارغ ہوتے تب ہر کوئی پشتارے
باندھ کر اپنے اپنے سر پر اٹھا لاتے اور آپ کے باورچی خانہ میں جمع کر دیتے
پھر ایک روز وہ لوگ جاتے جو کھانا پکانے کو اس دن چار چار آدمی

ہر جھیلے میں رہتے تھے اور اپنے اپنے حصہ کا ایک ایک پشتارہ لکڑیوں کا حضرت کے
باورچی خانے میں پہنچاتے اور یہ اہتمام لکڑیوں کا صرف واسطے مہمانداری کے تھا،
کیونکہ جتنے مہمان لشکر میں وہ سب آپ ہی کے باورچی خانے سے کھاتے تھے حضرت
نے وہ باورچی خانہ فقط مہمانوں کے لئے مقرر کیا تھا وہ خاص آپ کی ذات شریف
کے واسطے نہ تھا ہاں یہ تھا کہ جہاں سب مہمانوں کا کھانا پکتا وہیں آپ کا بھی
پک جاتا اور تقسیم لباس کا یہ معمول تھا کہ سال بھر میں دو جوڑے جوتے کے
اور تین جوڑے موٹی کھادی کے ہر کسی کو ملتے تھے اور اس کے علاوہ جاڑوں
میں ایک دگلا اور واسطے رضائی کے ایک دوہرا اور سیر بھر روئی ہر شخص پاتا
تھا اور سوا اس کے جس کا کپڑا جلد پھٹ جاتا یا گم جاتا اُس کو ملتا تھا اور
واسطے کپڑے دھونے کے ہر جمعرات کو ہر اسم دو دو ٹکیاں صابون کی تقسیم
ہوتی تھیں ہم لوگ ندی یا چشمہ پر جا کر اپنے اپنے کپڑے دھولاتے تھے یہ ہم لوگوں
کا حال خیال کر کے واسطے ترغیب کے کئی بار حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ نے
اپنا حال بیان کیا کہ جب ہم نواب امیر الدولہ بہادر کے لشکر ظفر پیکر میں تھے یہ ہماری
عادت تھی کہ جو اپنے کپڑے دھونے کو جی چاہتا تو یاں سات یاروں آشناؤں
کے میلے کپڑے جمع کر کے گٹھڑی باندھ کر کندھے میں ڈالتے اور سب یار و آشنا
ہنسی ہنس کرتے رہتے ہم ایک نہ سنتے اور ایک دیگچہ اور صابون اور آگ لے کر
جہاں پانی ہوتا چلے جاتے اور سب کپڑے دھولاتے اور سب یاروں کو لا کر دیتے
وہ خوش ہو جاتے تھے حضرت کی یہ عادت حمیدہ اور خصلت پسندیدہ سُن کر
ہم لوگوں کو بھی رغبت ہوئی اور ایسا ہی کرنے لگے کہ ایک آدمی یا دو آدمی
اپنے جھیلے کے کپڑے اور سب کے حصہ کا صابون لیجاتے اور دھولاتے تھے

اور یہی حال ہم میں سے اکثر لوگوں کا ہر کاروبار میں تھا کہ کسی کو محنت کا کام کرتے دیکھتے تو بے کہے شریک ہو جاتے اور کرنے لگتے اگرچہ اُس کام کی اُس روز ان کی باری نہ ہوتی فقط للہ فی اللہ ثواب جان کر کہ یہ کام خدا کا ہے اور یہ عادت خصوصاً ان لوگوں کی تھی جو حضرت کے ہمراہ اول سے تھے اور جو لوگ پیچھے سے قافلوں کے ساتھ آئے وہ آپ کے صحبت یافتہ نہ تھے اگلے لوگوں کا کاروبار دیکھ کر چنانچہ پیسنا پکانا لکڑی چیرنا کپڑا سینا کپڑا دھونا گھاس چھیلنا گھوڑا ملنا بیماروں کی خدمت کرنا ان کا پیشاب پائخانہ اُٹھانا آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈنا آپس میں ایک دوسرے کے پیر دبانا زمین پر سونا پھٹے پُرانے کپڑے پہننا وغیرہ ان کا کرنا عار و ننگ جانتے تھے کہ یہ ارذلوں کے کام ہیں شرفا کی شان کے لائق نہیں ہیں یہ اُن کا حال فی الفقیر حضرت کو معلوم ہوا اور قدیم سے آپ کی عادت شریف یہ تھی کہ جو نصیحت کرتے تو کسی کی طرف خطاب کر کے یا کسی کا نام لے کر نہ کرتے کہ لوگوں میں اُس کو ندامت ہو مگر طرح طرح کی مثالیں بطور حکایت کے بیان فرماتے کہ یہ ثبوت ہو کہ فلانے کو کہتے ہیں مگر وہ سمجھ جاوے کہ یہ اشارہ میری طرف ہے سو آپ نے یہ مثال فرمائی کہ ایک عورت کا خاوند مر گیا وہ بیوہ ہوگئی چھوٹے چھوٹے اُس کے لڑکے ہیں اور اُس کا خاوند کچھ مال و دولت گھر میں چھوڑ نہیں ہوا تو وہ بیچاری مصیبت کی ماری چرخہ کاتتی ہے پسائی کرتی ہے سلائی

کرتی ہے اور جو محنت مزدوری آتی ہے سو کرتی ہے اور اُن بچوں کو پالتی
ہے طرف اس اُمید پر کہ اگر یہ پرورش پاکر جوان ہوںگے نوکری چاکری
کرینگے بڑھاپے میں مجکو روٹی دینگے خدمت کرینگے میرا بڑھاپا آرام سے
بسر ہو جاویگا اور یہ اُمید اُس کی موہوم ہے یقینی نہیں، اگر وہ لڑکے زندہ
رہے اور صالح اور لئیق ہوئے اپنی ماں کا حق خدمت پہچانا تو اُس کی آرزو
پوری ہوئی اور جو وہ نالائق اور نکمے نکلے تو وہ جھیکہ جھیکہ کر موئی اور
یہاں جو ہمارے بھائی لوگ محض خدا کے واسطے نیت خالص سے چکی پیستے ہیں کھانا
پکاتے ہیں لکڑی چیرتے ہیں گھاس چھیلتے ہیں گھوڑا ملتے ہیں کپڑے سیتے ہیں
اپنے ہاتھ سے کپڑے دہوتے ہیں اور اسی طور کے سب کام کرتے ہیں یہ تمام
داخل عبادت ہیں اور یہ کام کرنے حضرت پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ کرام سے
ثابت ہیں اور سب اولیاء اللہ آج تک ایسے ہی کار کرتے آئے ہیں جتنے موافق
شرع کے کار ہیں کسی کے کرنے میں عار نہیں ہے اور ان سب کاموں کا اجر حق
تعالی کے یہاں ملنا یقینی ہے موافق فرمان حضرت رب الانام اور ارشاد
رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے سو سب بھائیوں کو لائق ہے کہ ان کاموں
کو اپنا فخر و عزت جان کر اور سعادت دارین پہچان کر بلا عار اور بے انکار
کیا کریں اور یہ ہمارے بھائی مسلمان با ایمان اپنے گھر بار خویش و تبار ناموس
و نام عیش و آرام ترک کرکے محض واسطے خوشنودی پروردگار اور اتباع
رسول مختار کے آئے اور یہ ہر ایک ہمارے نزدیک گویا گوہر نایاب اور
لعل بے بہا کے ٹکڑے ہیں کہ سیکڑوں بلکہ ہزاروں میں سے چھنٹ کر آئے ہیں

اُن کی قدر و منزلت ہم جانتے ہیں ہر کوئی نہیں پہچانتے ہیں اسی طرح
کے کلام ہدایت الیتام نصیحت آمیز شوق انگیز فرما کر جناب باری
میں ساتھ الحاح وزاری کے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور ہمارے
بھائی مسلمانوں کو بلا عار وانکار اپنی راہ مستقیم پر قدم بقدم حضرت
خیر الانام اور صحابہ کرام کے ثابت قدم رکھے ایک روز کا بیان ہے کہ
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ اپنے ڈیرے سے اُٹھے اور سیر کرتے کرتے
شیخ ولی محمد صاحب کے بھیلے کی طرف نکلے وہاں لوگ چکی پیس رہے تھے وہاں
جاکر آپ بھی بیٹھ گئے اور اُن کے ساتھ پیسنے لگے اور دیر تک پیسا کئے اور
ایسے ایسے کام کرنے کو آپ ننگ وعار نہیں بوجھتے تھے بلکہ عزت وافتخار
سمجھتے تھے اسی طور کا ایک اور بیان ہے کہ وہیں پنجتار میں آپنے واسطے
نماز پڑھنے کے زمین میں خط کھینچ کر ایک مسجد بنائی تھی اُس میں خطبہ بھی
پڑھتے تھے اُس زمین میں باریک باریک سنگریزے بہت تھے بیٹھے سجدہ
کرتے گھٹنوں اور پیشانی میں چبھتے تھے نمازیوں کو ایذا ہوتی تھی ایک روز
بعد فراغ نماز عشا کے جب بیٹھے اور معمولی لوگ حاضر تھے اُس وقت کسی صاحب
نے اس سے نمازیوں کی ایذا و تکلیف پانے کا شکوہ کیا آپنے سید محمد اسمٰعیل
صاحب کو فرمایا کہ اس وقت درانتیاں سب بھیلوں سے لاکر رکھ چھوڑو
انشاء اللہ تعالیٰ کل گھاس کاٹنے چلینگے اُنھوں نے اسی وقت سب درانتیاں
لاکر رکھیں پھر صبح کو نماز پڑھ کر پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے پیچھے اور
تمام لوگ لشکر کے وہیں پہنچے ایک گھاس پائیڑ ہوتی ہے اُس کے بان بہ

بنتے ہیں اور وہ گھاس بہت نرم ہوتی ہے اُس پہاڑ میں اُس کا جنگل تھا
آپ نے اُسی کو کاٹنا شروع کیا آپ کو دیکھ کر سب کاٹنے لگے پھر ایک ایک گٹھا
باندھ کر سب اُٹھا لائے اور آپ نے ایک ایک بالشت اونچی مسجد بھر میں بچھوا دی
سب لوگ بآرام تمام نماز پڑھنے لگے اسی طور ایک روز اور بعد نماز ظہر کے آپ بیٹھے
تھے اور گرمی کا موسم تھا درختوں کے نیچے ڈیرے تھے بعض بعض صاحبوں نے حضرت
سے عرض کی کہ خیمے کے اندر بسبب دھوپ کے گرمی بہت معلوم ہوتی ہے آپ سُن کر
چپ ہو رہے جواب نہ دیا جب رات کو بعد نماز عشا کے معمولی لوگ آپ کے پاس حاضر
ہوئے تب شیخ عبدالحکیم سے جو خاص جماعت کے پہلے دار تھے فرمایا کہ اپنی جماعت
کی درانتیاں اس وقت جمع کر رکھو صبح کو ہمارے ساتھ درے کی طرف لیتے چلنا پھر
آپ سو رہے بعد نماز فجر کے اپنے قدیمی ٹٹو پر چڑھ کر درے کو روانہ ہوئے پیچھے سے
خاص جماعت کے لوگ بھی ہمراہ عبدالحکیم کے درانتیاں لے کر وہیں حاضر ہوئے وہاں سرپت
کا جنگل کھڑا تھا آپ درانتی سے کاٹنے لگے آپ کے ساتھ سب کاٹنے لگے اور
چھپر کے واسطے سیدھی سیدھی لکڑیاں بھی کاٹیں پھر سرپت اور لکڑی وہاں سے
لوگ اُٹھا لائے پھر روٹیاں پکا کر کھا کر دوپہر کو سو رہے پھر بعد نماز ظہر کے سب لوگ
چھپر کے سامان میں مصروف ہوئے کوئی مونج نکالنے لگے کوئی بتی باندھنے لگے
کوئی ٹھاٹھ باندھنے لگے اور ہر کام کی تدبیر حضرت آپ ہی بتاتے تھے اور
سب کے ساتھ کام بھی کرتے تھے الغرض شام تک چھپر درست کر کے چڑھا
دیا اور اُس کے تین طرف ٹٹیاں لگا دیں اور ایک ایک کھڑکی بھی بحراب دار
بہت خوبصورت ہر ٹٹی میں رکھی اور ہر کھڑکی میں جھاپ لگائی کہ جب چاہا
بند کر لیا جب چاہا کھول دیا اور ایک پکھا اُس کا آنے جانے کو خالی

رکھا وہ آپ کا چھپر دیکھ کر سب لوگ لشکر کے شائق ہوئے کہ
ہم بھی بناویں گے پھر ایک ہفتہ کے عرصہ میں پہلے پہلے ایک ایک دو دو
چھپر تیار ہو گئے اور اُسی ایام مبارک فرجام میں ضلع پکھلی کا ایک
خان سربلند خاں نام کہ سکھوں نے اس کو نکال دیا تھا دس پندرہ آدمیوں
سے آیا اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ سے بیعت کی اور اپنی جلاوطنی کا حال
عرض کیا کہ اس طرح سے ظلم و تعدی کر کے سکھوں نے مجھکو نکال دیا اور سائل
ہوا کہ آپ کچھ لشکر سے میری اعانت کریں تا اپنی ریاست پر قابض اور متصرف ہوں
اور ایک سبزہ گھوڑا بہت عمدہ آپ کی نذر کیا شیخ فرزند علی کے بیٹے شیخ
امجد علی کا گھوڑا چند روز بیشتر مقتول ہو گیا تھا آپ نے وہ گھوڑا اُن کو
عنایت کیا اور ایک وکیل حبیب اللہ خاں کا پکھلی سے آیا اور خان موصوف
کی عرضی لایا خلاصہ مضمون اس کا یہ تھا کہ فلانی گڑہی میں سکھوں نے میرے
بیٹے کو گھیر رکھا ہے سو آپ سے مدد چاہتا ہوں کہ کچھ مجاہدین نصرت قرین
پیر کاً للہ فی اللہ اس طرف روانہ فرماویں اور اُسی اثنا میں دو تین روز
کے بعد مظفر آباد سے سلطان نجف خاں اور سلطان زبردست خاں کا وکیل
آیا اور اُن کی عرضیاں لایا خلاصہ مضمون اُن کے کا یہ تھا کہ ہم آپ کے
ہر آن میں فرماں بردار جان و مال سے تیار ہیں اگر حضرت امیر المومنین امام
المجاہدین مع لشکر غازیان نصرت قرین اس طرف تشریف فرما ہوں

تو باخوبی کارجہاد فی سبیل اللہ کا انتظام پاوے اور بہت ملک ومال بھی ہاتھ آوے اور ایک رئیس رجولی کا یارس نام سات آٹھ آدمیوں سے آپ کے پاس آیا اور اسی قسم کا اظہار اُس کا بھی تھا کہ کچھ لشکر اپنا حضرت میرے ساتھ روانہ کریں اور وہ بھی اپنے ملک سے نکالا ہوا تھا اور ایک پکھیلے کے رئیسوں سے حبیب اللہ خاں کے ترہور نامر خاں تھے پکھیلے سے سکھوں نے ان کو نکال دیا تھا ضلع ندہاڑ میں ایک بستی بہٹ گراتون ہے وہ وہاں جاکر رہے وہاں سے اُنہیں روزوں وہ بھی آئے اور خالص نیت سے حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور بڑے صاحب اخلاق بامروت شجاع کریم الطبع تھے اور ضلع اگرور سے عبدالغفور خاں کے بھائی کمال خاں بھی اُنہیں روزوں آئے اور اپنی طرف سے اور اپنے بھائی کی طرف سے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہ بھی نہایت شجاع اور سخی اور صاحب اخلاق اور باریابے نفاق تھے اور امان اللہ خاں خان خیل اور اُن کے بیٹے غیاث اللہ خاں اول دیرے میں رہتے تھے جب وہاں سے ان کو سکھوں نے نکال دیا تب وہ عشرے میں بسے عشرے سے اُنھیں روزوں باپ بیٹے وہ بھی آئے اور آپ کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور یہ سب وکیل اور خوانین مذکورین حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ پائندہ خاں تنولی ام والے کی عرضی آئی خلاصہ

مضمون اُس کے کا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالی ہمت صاحب ارادت
ہادی زمانہ کیا ہے اور ہر طرح کا جاہ و اقتدار دیا ہے میں بھی ہر کیف آپ
کا غلام وار مطیع اور فرمان بردار ہوں جو حکم ارشاد ہو جان و مال
سے حاضر اور تیار ہوں یہ مضمون عرضی کا سُن کر تمام خوانین حاضرین
طرح طرح سے اُس کی مذمت کرنے لگے کہ یہ خان بڑا فریبی مکار و
غدار دغاباز حیلہ ساز ہے اس کی اس چاپلوسی و چرب زبانی اور
تملق اور لسانی کا کچھ اعتماد نہیں کسی کے ساتھ عہد کرکے وفاداری نہیں کی
ہے سب کو اس نے زک دی ہے حضرت نے فرمایا کہ بھائیو ایسی بات نہیں
نہ چاہیے وہ خان بڑا نامی بہادر اور جوانمرد ہے ہم کو اُس نے اس طرح
لکھا ہے اور مسلمان ہے ہم اُس پر کیونکر بدگمانی کریں ہدایت اور ضلالت
اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ایک دم میں بُرے کو بھلا اور بھلے کو بُرا
کر دیتا ہے پھر آپ نے اس کا جواب لکھوایا کہ عرضی تمہاری ہم کو پہنچی
ہم تم سے بہت راضی ہوئے اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ مستقیم پر ثابت قدم
رکھے جیسا تم نے اپنا حال لکھا ہے تمہاری ذات سے ہم کو یہی اُمید ہے
اور ان دنوں آٹھ دس روز میں ہمارے مجاہدین پکھلی کی طرف روانہ
ہونے والے ہیں اور رستہ تمہارے عمل میں ہو کر ہے کسی بات کی ان کو تکلیف
نہ ہونے پاوے اللہ تعالیٰ نے تم کو رئیس کیا ہے اُن کی محافظت اور

خیرخواہی تم پر لازم ہے کس واسطے کہ یہ کارخانہ خدا کا ہے اس کارِ خیر میں حتی المقدور ہر مسلمان کو شریک ہونا چاہئے فقط پھر اس جواب کو روانہ کیا بعد اس کے جو وکیل اور خوانین اُترے ہوئے تھے اُن کو بھی رخصت فرمایا کہ تم اپنے اپنے وہاں آگے چل کر جو لوگ تم سے موافق ہوں ان کو جمع کرو تمہارے پیچھے ہم اپنے لوگ بھی روانہ کرتے ہیں خاطر جمع رکھو اللہ تعالیٰ تمہارا بھی کام درست کر دیگا پھر بعد سات آٹھ روز کے چاہا کہ لوگوں کو طرف پکھلے کے روانہ کریں اس عرصہ میں مقیم رامپوری نے جو قافلہ لے کر آئے تھے آپ سے درخواست کی کہ ہم لوگ یہاں روٹیاں کھانے کو نہیں آئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ کچھ کار خدا کا ہمارے ہاتھوں نکلے آپ ہم لوگوں کو اُس طرف روانہ کریں حضرت نے فرمایا کہ بہت بہتر تمہارے بھی لوگ بھیجیں گے اور اس قافلہ کے لوگ سلاح و پوشاک سے خوب آراستہ تھے اور کار آزمودہ سو حضرت علیہ الرحمۃ نے تمام قافلہ یہ اور علاوہ اس کے سو آدمی اور ہر پہلے سے دو دو چار چار چن کر مقرر کئے اور مولانا محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کو سب کا امیر کیا اور بارود کا سامان بھی کو سپرد کیا اور پانچ سو بانسلی نل بالشت ڈیڑھ ڈیڑھ بالشت کے لے لیٹے بارود بھرے جُڑے دئے اور وقت رخصت کے ننگے سر ہو کر جناب باری میں ساتھ کمال الحاح وزاری کے دیر تک دعا کی پھر مولانا صاحب اور میاں مقیم نے حضرت سے مصافحہ کیا پھر اسی طرح سب نے

حضرت علیہ الرحمۃ سے اور سب لوگوں سے مصافحہ کیا اور روانہ ہوئے
پہلے روز موضع بنیثی میں جاکر منزل کی وہاں والوں نے موافق دستور اس
ملک کے سب لوگوں کی تعظیم و تکریم اور ضیافت کی دوسرے دن وہاں
سے چل کر گیارہ باڑہ میں رہے تیسرے روز وہاں سے موضع کہیل کو گئے
وہاں کے لوگوں نے بھی خوب مہمانداری کی خدمتگزاری کی وہاں سے چوتھے
روز سہتانی میں سید اکبر صاحب کے مکان پر پہنچے وہ غائبانہ جناب
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے نہایت معتقد تھے کمال اخلاق اور تواضع
اور تعظیم کے ساتھ ملے اور دو رات اپنے یہاں سب کو ٹکایا اور کھانا کھلایا
اور مولانا صاحب سے اُس طرف کے سفر سبب پوچھا آپ نے اول سے
آخر تک حال سب بیان کیا کہ فلانے فلانے خان اور فلانے فلانے
خان کے وکیل آئے تھے اور اپنی اپنی جلاوطنی اور سکھوں کے ظلم و تعدی
کا بیان کیا اور واسطے اعانت کے حضرت امیرالمومنین سے مجاہدین کی
درخواست کی ہم لوگوں کو اس طرف روانہ فرمایا یہ تمام قصہ سُن کر
سید اکبر نے کہا کہ مولانا صاحب آپ کو یہاں کے رئیسوں کا حال معلوم
نہیں اور ہم سے دن رات معاملہ رہتا ہے ہم خوب ان کے حال سے
واقف ہیں یہاں سے آپ کو خوشامد و چاپلوسی سے لے جاوینگے اور
سکھوں کے مقابلہ میں کھڑا کر دینگے اور آپ دُور سے تماشہ دیکھیں گے

اگر تم نے اُن پر فتح پائی اُن کا مال واسباب لوٹنے کو موجود ہونگے اور جو خدانا خواستہ شکست کھائی تو پھر الگ سے الگ یہ اپنی راہ لینگے آپ اُن کی حیلہ سازی اور فریب بازی سے ہوشیار رہنا اُن کے عہد وپیمان کا اعتماد نہ کرنا مگر دو تین شخصوں کی طرف سے قدرے لقین ہے جیسے کمال خاں اور اُن کے بھائی عبد الغفور خاں یا جیسے امان اللہ خاں اور اُن کے بیٹے امانت اللہ خاں یا ناصر خاں اگر یہ تمہاری رفاقت اور وفاداری کریں تو عجب نہیں اسی طور دونوں رات مولانا صاحب کو سمجھاتے رہے پھر تیسرے دن ستھانے سے کوچ کر کے آم کو گئے پاینده خاں کچھ دور استقبال کر کے سب کو لے گیا اور مسجد میں اُتارا واسطے مہمانی کے خیمہ خام بھیجی اور مولانا صاحب دو خوان کھانا جدا بھیجا دو شب وہاں ہی رہے تیسرے دن وقت کوچ کے پاینده خاں نے اپنے بھائی امیر خاں کو ہمراہ کر دیا کہ اپنی سرحد تک بآرام تمام پہنچا آوے اس روز وہاں سے کہیل بائی میں ہوتے ہوئے جہتر بائی میں جا گر رہے صبح کو دریا اباسین اُتر کر موضع بلونی ہوتے ہوئے موضع مکی بانی میں جا کر ڈیرہ کیا وہاں سے چل کر شیر گھر میں مقام کیا یہیں تک پاینده خاں کا عمل تھا پھر وہاں سے گلی کے قلعہ ہوتے ہوئے ایک سادات کی بستی ہے نیر درہ نام رات کو اس میں رہے وہاں سے کوچ کر کے ضلع پکھلے میں داخل ہوئے قلعہ بیر کنڈ ہوتے ہوئے ایک بستی آر سیر طا ہے وہاں لگے اور جن

رئیسوں کو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے پنجتار سے رخصت کیا تھا وہ
بھی اپنے اپنے لوگ لے کر وہیں آئے رنجیت سنگھ کی طرف سے ملک پکھلی اور دھمتور
ہزاری کا جاگیردار اور ایک سکھ ہری سنگھ نام تھا اُس کو خبر ہوئی کہ
خلیفہ کا لشکر پکھلی میں آن پہونچا پھول سنگھ نام ایک سکھ تھا دو تین ہزار
سکھوں سے واسطے مقابلہ غازیوں کے پہنچا ایک بستی ڈمگلا ہے اُس میں
لشکر سکھوں کا داخل ہوا اس طرف مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے میاں مقیم
صاحب اور رئیسوں نے مشورہ کیا کہ لشکر سکھوں کا ڈمگلا میں داخل ہو چکا
اور عجب نہیں کل ہم پر اور اُن سے مقابلہ ہو سو مناسب یہ ہے کہ آج ہی
رات کو ہم اُن پر شبخون ماریں یہ بات سب کو پسند آئی پھر اسی روز شام
کو تمام ہمراہی میاں مقیم کے اور تیاس اور مجاہدین اور چودہ پندرہ سو ملکی
لوگ واسطے چھاپے کے مقرر کئے اور باقی ہندوستانی اور ملکی مولانا صاحب نے
اپنے پاس رکھے اور گولی بارود سب کو بانٹ دی اور وہ چینہ سات سو انس
کی تل بارود تھیلی ہوئی جو لائے تھے تین تین چار ہر غازی کو حوالہ کی اور
سمجھا دیا کہ جدہر مخالفوں کا مجمع دیکھا اُدہر ایک دو تل داغ کر پھینک دئے
وہ تو اسی طرف متوجہ ہوں گے اور تم اس طرف سے بندوق اور
قرابین مارنا شروع کرو اور بات چار کھائیں بھی سنگر سے اُترنے کو
ساتھ کر دیں اور ہر ایک سے فرمایا کہ سورۂ لایلاف گیارہ گیارہ بار

پڑھ کر روانہ ہوا اور سب کا امیر میاں مقیم صاحب کو کیا اور مولوی
خیرالدین صاحب کو شریک کیا اور واسطے پتہ کے اپنے سب لشکر کے
شبخون والوں کا نام عبداللہ رکھ دیا اور دعا کر کے رخصت فرمایا
پھر ہم لوگ وہاں سے روانہ ہوئے جب سکھوں کا سنگر کوس پون کوس
رہا اور اُس وقت کوئی پہر سوا پہر رات باقی ہو گی وہاں آگے پیچھے کے
سب لوگ جمع ہو کر آگے بڑھے جب قریب سنگر کے آئے اور سب نے مل
کر ارادہ کیا کہ تکبیر کہہ کر سنگر میں گھسیں اُس وقت تخمیناً کوئی تین سو
یا ساڑھے تین سو آدمی باقی رہے اور خدا جانے کدھر چھپ گئے اور ادھر
سکھوں کی جمعیت ملکی اور سکھ ملا کر بات چیہ ہزار سے کم نہ تھے پھر میاں
مقیم صاحب وہ کہانیں سنگر پر ڈال کر آگے آپ ہوئے اور پیچھے ان
کے ہم سب لوگ چلے اور یکبار آواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہہ کر بندوق
اور قرابین مارتے ہوئے حملہ کیا اور سکھ بھی ہوشیار ہو گئے کہ چھاپا
آپہنچا جلد نقارہ بجایا اور غول غول ہو کر کئی جگہ جمع ہو گئے اور بندوقیں
مارنے لگے اُس وقت ہم لوگ وہی نل داغ کر اُن کے غول میں پھینکتے تھے
اور پیچھے سے قرابینیں مارتے تھے اور ہلّہ کرتے تھے اُس وقت میاں
مقیم کے لوگوں کی شجاعت اور بہادری جو دیکھی تو رستم اور اسفندیار کی
جرأت و دلیری سنتے ہوئے بھول گئے کہ اس طرح بے باک ہو کر سکھوں

کی جماعت میں گھستے تھے جیسے کوئی کبڈی کھیلتا ہے یہاں تک کہ تین
چار ہلّوں میں اُن کو سنگر سے نکال کر باہر کر دیا اس عرصہ میں جو
ہمارے ہمراہی ملکی لوگ دیکھ کر پیچھے دب رہے تھے وہ بھی آکر سنگر میں داخل
ہوئے اور سکھوں کا مال و اسباب لوٹ کر چلنے لگے اور ہم لوگ سکھوں کے مقابلہ
میں تھے اس عرصہ میں سکھوں نے موضع ڈمگلا کے دو تین جھوپڑوں میں آگ
لگا دی اُس کی روشنی سے تمام سنگر میں اور اُس کے اطراف میں دن سا
ہو گیا دیکھا کہ سنگر میں لوٹ مچی ہے ہر کوئی مال و اسباب لئے ہوئے چلے
جاتے ہیں اُس وقت مولوی خیر الدین صاحب شیرکوٹی نے میاں مقیم سے کہا
کہ ملکیوں نے لڑائی بگاڑ دی کہ وہ تو لوٹ کر لوٹ کر اپنا رستہ لیتے ہیں اور
زخمی ہو مناسب یہی ہے کہ آپ بھی جلد یہاں سے نکلنے کی تدبیر کریں آخر
مولوی صاحب ممدوح کوئی غازیوں سے آپ سکھوں کے مقابلہ میں رہے
لوگوں سے کہا کہ جو کوئی زخمی قابل اُٹھانے کے ہوں اُن کو سنگر کے باہر
اُٹھا لے چلو اور باقیوں کو رہنے دو ہم لوگوں نے چھ سات زخمیوں کو
اُٹھایا کہ قابل لے چلنے کے تھے اور دو صاحب زیادہ زخمی تھے ایک سید
لطف علی اور دوسرے عبد الخالق محمد آبادی ہم نے چاہا کہ اُن کو بھی لے چلیں
اُنہوں نے کہا کہ ہمارے ہتھیار لے لو اور ہم کو تکلیف نہ دو ہم کو بھی میدان
پسند ہے پھر ہم نے سلاح اُن کے لے لئے اور ان کو وہیں چھوڑ دیا
کیونکہ وہ ظاہر میں گھڑی دو گھڑی کے مہمان تھے اور چند ہندوستانی

شہید ہوئے اور چند غازی تھوڑے تھوڑے زخمی تھے چنانچہ اُنھیں
ایک میاں مقیم بھی تھے پھر جب سب زخمی سنگر کے باہر نکل چکے تب مولوی صاحب
بھی اپنے لوگوں کو لے کر ساتھ استقامت اور دلجمعی کے سنگر سے نکلے اور
سب کو لے کر مع الخیر چلے اُس وقت سکھوں کو ایسی شکست فاحش نصیب
ہوئی تھی باوجودیکہ ہزار تھے کسی کو جراءت نہ ہوئی کہ ہم لوگوں کا تعاقب
کرے ہم لوگ جبتک مولانا صاحب کے پاس پہنچیں جبتک موضع سنگاری
وغیرہ کے سکھ جمع ہو کر مولانا صاحب پر آئے اور جانبین سے بندوقیں
چلنے لگیں ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ سکھوں نے مولانا صاحب کا مقابلہ کیا ہم
سب جلد جلد وہاں سے چلے مگر ہمارے پہنچنے سے پہلے مولانا صاحب نے اُن کی
لڑائی مار دی تھی حال یوں ہوا کہ مولانا صاحب نے مقابلہ سکھوں کا پہلے
مورچے باندھ کر کیا شاہین اور بندوق سے جب وہ حملہ کرتے ہوئے نزدیک
آئے تب مورچوں سے نکل کر قرابینوں سے مارنے لگے جب اور قریب آئے
نوبت تلوار کی پہنچی اس طرح مولانا صاحب کے لوگوں نے داد شجاعت اور
بہادری کی دی کہ تقریر اُس کی تحریر سے باہر ہے مارے تلواروں کے
لاش پر لاش بچھا دی آخر الامر وہ میدان سے بھاگ کر گاؤں میں
گھسے اس عرصہ میں ہم لوگوں نے بھی پیچھے دیکھا تو چھ سات آدمی اپنی
طرف کے شہید ہوئے تھے اور کوئی نو دس آدمی زخمی مولانا صاحب کے بھی

انگلی میں گولی لگی تھی اور دگلے میں چھ سات سوراخ گولیوں کے ہوگئے
تھے اور سکھوں کی طرف دو ڈھائی سو مارے گئے اور میدان ہم لوگوں
کے ہاتھ رہا پھر اُس روز ہم سب اُسی میدان میں رہے اور سکھ بستی
کے اندر اور اُسی دن ہم کو خبر ملی کہ ڈنگلے کے چھاپے میں قریب تین سو
سکھ کے فی النار ہوئے اور یہ بھی خبر پائی کہ جبیب اللہ خاں کے بیٹے کو
جو سکھوں نے ایک گڑہی میں گھیر رکھا تھا جب وہاں کے سکھ ان سکھوں
کی کمک کو آئے ادہر فرصت پاکر خان ممدوح کا بیٹا گڑہی سے سلامت
نکل گیا پھر مولانا صاحب سے کمال خاں اور ناصر خاں نے کہا کہ یہاں
ہر طرف عملداری سکھوں کی ہے اور آپ کے ساتھ ہم لوگوں کی جمعیت فقط
یہی ہے جو یہاں موجود ہے مناسب ہے کہ یہاں سے کوچ کرکے ہمارے
اگرور کو چلو یہ صلاح مولانا صاحب کو پسند آئی صبح کو وہاں سے کوچ
کرکے موضع خاکی اور بیرکنڈ کے درمیان میں ہوکر نکلے اور اُس کے اطراف
میں جو بستیاں تھیں جیسے سنکاری اور بہیا اور خاکی اور بیرکنڈ اور بلکت پور
وغیرہ ان کی گڑہیوں میں ڈمڈم ڈمڈم نقارے بجتے تھے مگر کسی گڑہی
کے سکھوں نے ہمارا پیچھا نہ کیا اُس روز شام کو ہم لوگ اگرکے علاقہ میں
کنارے پہاڑ کے ایک بستی تھی وہاں رہے دوسرے دن وہاں سے
موضع سمدرہا میں آئے وہاں کمال خاں نے ہم لوگوں کی دعوت کی
تیسرے دن ناصر خاں وہاں سے اپنی بستی کو گئے اور مولانا صاحب

ہم لوگوں کو لے کر موضع آد گی میں آئے وہاں آٹھ مقام کئے اور چند روز اور بھی وہاں مقام کرنے کا ارادہ تھا اس لئے کہ یہاں سے اٹھ کر سکھوں کی بستیوں پر شبخون ڈالینگے اور پھر وہاں سے آکر یہاں بیٹھینگے اس اثنا میں حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کا فرمان مولانا صاحب کے نام وارد ہوا کہ تم جلد وہاں سے ہمارے پاس آؤ اور یہاں فضل الہی سے بہت قافلے غازیوں کے ہندوستان سے آئے ہیں تفصیل اُن کی یہ ہے ایک قافلہ سید احمد علی صاحب بریلوی کا اور دوسرا قافلہ مولوی عنایت علی اور تیسرا مولوی قمرالدین اور چوتھا باقر علی اور پانچواں عثمان علی اور چھٹا مولوی مظہر علی عظیم آبادی کا اور ساتواں قافلہ مولوی خرم علی بلہوری کا آٹھواں قافلہ مولوی عبدالقدوس کانپوری کا نواں قافلہ مولوی محمد علی رامپوری کا دسواں قافلہ مولوی عبداللہ امروہہ والے کا گیارہواں قافلہ حافظ قطب الدین پھلتی کا بارہواں قافلہ مولوی محبوب علی کا اور تیرہواں اشرف دہلوی کا چودہواں قافلہ میر شاہ نارنولی کا پندرہواں قافلہ مولوی نیوتنی والے کا یہ خبر فرحت اثر سُن کر مولانا صاحب وہاں سے کوچ کرکے ایک بستی پکا پانی ہے اُس میں آئے وہاں سے موضع بلوٹی میں آئے اس جگہ سے قلعہ دربند سکھوں کے عمل میں کوس بھر تھا اور موضع بلوٹی پاینده خاں کا تھا ہم لوگ چالیس پچاس آدمی تیسرے پہر کو واسطے لکڑیوں کے دربند کی طرف گئے وہاں پنچکیاں تھیں

پایندہ خاں کے خوف سے آٹھ دس سکھ بندوق تلوار باندھے آٹا لیا رہے تھے ہم لوگوں کا مجمع دیکھ کر ان کو گمان ہوا کہ پایندہ خاں کے لوگ ہم پر آئے ہیں جلد ایک ٹیکرے پر چڑھ کر بندوقیں مارنے لگے بندوقوں کی آواز سن کر در بند سے دو دو چار چار اور بھی سکھ وہاں جمع ہو گئے مگر ٹیکلیوں سے آگے نہ بڑھے ادہر دو چار بندوقیں ہمارے لوگوں نے بھی ماریں اور وہاں سے چلے آئے مولانا صاحب نے پوچھا کہ بندوقیں کہاں چلی ہیں ہم نے وہ حال بیان کیا پھر صبح کو دریائے اباسین اُتر کر وہاں سے کہل لنگ میں آئے اور وہاں سے پایندہ خاں استقبال کر کے اپنے ساتھ ام کو لے گیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے مہمانداری اور خدمتگزاری کی اور مولانا صاحب اور میاں مقیم کی شجاعت اور بہادری کی بہت تعریف کی کہ تمہارے غازیوں نے خوب ہی جرأت کی اور داد جوانمردی کی اگر ملکی لوگ بھی سیل کر اسی طور تندہی اور جاں فشانی کرتے تو ایک سکھ زندہ نہ بچتا مگر منظور الٰہی یہی تھا پھر مولانا صاحب دو مقام کر کے وہاں سے سیتانی کو روانہ ہوئے اُدہر سے سید اکبر اتپی سرحد تک کہ موضع کنڑی ہے اور موضع منڈی کے سید استقبال کو آئے اور مولانا صاحب کو لے گئے اور تین روز تک دعوت کی اور پکھلی کے چھاپے اور لڑائی کی کیفیت پوچھی مولانا صاحب نے میاں مقیم کے چھاپے اور اپنی لڑائی کا مفصل

احوال بیان کیا کہ ملکی لوگ بروقت شبخون کے یوں طرح دے گئے اور
کمال خاں اور ناصر خاں نے اس طور رفاقت کی ادا تنے شہید ہوئے
اوراتنے زخمی پھر وہاں سے کوچ کر کے کہتل میں آئے صبح کو وہاں سے
موضع ٹوپی میں ڈیرہ کیا وہاں خان اور سرداروں نے اچھی طرح
سب لوگوں کی مہمانداری اور خدمتگزاری کی اور وہاں سے قریب ایک
گاؤں کوٹہا ہے اس میں سے سید امیر اخوندزادہ کہ اس ضلع میں بڑا عالم
نامی تھا مولانا صاحب کی ملاقات کو آیا اور عرض کی کہ چند مسائل تحقیق
کرنے منظور ہیں مولانا صاحب نے کہا کہ بہت خوب فرمائیے پھر جو جو سوال
وہ کرتے گئے آپ اُس کا جدا جدا جواب باصواب فرماتے گئے رات بھر
سید امیر اخوندزادہ بھی وہیں رہا صبح کو وہ اپنی بستی میں گیا اور مولانا صاحب
جھنڈے بوکی میں آئے وہاں سے علہ فتح خاں کا تھا یہ خبر پنجتار میں پہنچی
کہ مولانا صاحب مع الخیر جھنڈے بوکی میں داخل ہوئے صبح کو حضرت امیر المومنین
سے پیشتر پچاس ساٹھ آدمی واسطے ملنے کے اس طرف سے چلے اور اُدھر سے
مولانا صاحب آئے ایک بستی تنالی ہے وہاں ملاقات ہوئی ہر ایک نے
ایک دوسرے سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور عافیت فراج کی پوچھی
پھر سب مل کر وہاں سے آگے بڑہے دیکھا کہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
ڈہائی تین سو آدمیوں سے آتے ہیں مولانا صاحب حضرت کی سواری دیکھ
کر کمال اشتیاق سے تیز قدم ہو کر چلے ایک جگہ بیری کے درختوں
کا باغ تھا وہاں ملاقات ہوئی مصافحہ اور معانقہ کیا اور آپ کے

دست مبارک پر بوسہ دیا اور تمام لوگ آپس میں ایک دوسرے
ملے پھر وہاں سے مل کر چلے پنجتار میں آئے اور جمع خاطر سے اپنے اپنے ڈیرے
میں اُترے مولانا صاحب نے لوگوں سے پوچھا کہ ہم کو حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کا خط موضع ادرگی میں پہنچا تھا کہ فلانے فلانے صاحبوں کے
قافلے آئے ہیں اُن میں سے اکثر صاحب اب تک نہیں ملے جیسے مولوی
محبوب علی میرن شاہ حکیم محمد اشرف وغیرہ ہم اُنھوں نے کہا کہ وہ تو آئے
بھی اور چلے بھی گئے پوچھا اس کا سبب کیا اُن میں سے میاں دین محمد
نے کہا کہ مفصل حال اُن کا شروع سے یوں ہے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور
پشاور کے درمیان ایک بستی کنڈوہ ہے کئی قافلے آکر پشوریوں کے
خوف سے رُک رہے اس طرف نہ آسکے وہاں سے سب نے حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کو لکھا کہ رستہ بے امن ہے ہم لوگ آپ تک نہیں
آسکتے سو آپ کچھ تدبیر کریں اور ہم بھی اُسی تدبیر میں مصروف ہیں کم و
بیش قریب دو مہینے کے اسی تشویش و تردد میں گذر رہے حضرت نے
ان کے جواب میں لکھا کہ ہم اپنا آدمی تمہارے پاس بھیجتے ہیں جو وہ
تدبیر بتاوے اُس پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کوئی صورت درستی کی کریگا
تم خاطر جمع رکھو اور بیاتی مشورہ کیا کہ کس کو بھیجا جائے آخر الامر مجھ
سے بلا کر فرمایا کہ تم جاؤ اور اُن کو لاؤ میں نے عذر کیا کہ مجھ تنہا سے کیا
ہو سکیگا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے مجکو اُمید ہے کہ تم اُن

کو سلامت لے آؤ گے اور تدبیر مناسب جانی وہ تعلیم فرمائی اور کہا کہ
جو تنہائی کا عذر ہے سو جس کو چاہو اپنے لوگوں سے ساتھ لیجاؤ
تم کو اختیار ہے پھر میں شیخ ولی محمد اور شیخ نصر اللہ اور اخوند یوسف الدین
کو اور ملا علی خاں اور چند ولایتی اور ساتھ لے کر روانہ ہوا یہاں تک
کہ دریائے لنڈی پر پہنچے اور کشتیاں کو الگ بلا کر مشورہ کیا اور اس کو
کچھ دینے کو کہا کہ اگر دو چار سو آدمی ہمارے کسی وقت آویں تو اُتار دوگے
اُس نے اقرار کیا کہ جب تم لاؤ گے لے وقت اُسی وقت اُتار دینگے پھر
میں نے اُس سے کہا جو آدمی آکر تجھسے نام لیوے کہ مجکو دین محمد نے بھیجا
ہے اُس سے نشانی مانگیو اگر وہ تیرا بیجا پکڑ لے تو اُس کو اُتار دیا پھر
اُس وقت میں نے اپنا تُو دے کر اُن چند ولایتیوں سے ایک کو بجبار روانہ
کیا کہ حضرت سے کہنا کہ اس طرح گھاٹ کا بندوبست کر کے مجکو اس طرف
بھیجا اور آپ اس طرف گئے پھر میں ناؤ پر سوار ہو کر پار اُترا کہ ملکو
میں جو شیخ لمکار بابا کی زیارت ہے شام کو وہاں گیا وہاں مسجد
میں جماعت اول ہو چکی تھی ہم نے دوسری جماعت پڑھی اس اثنا میں
وہاں کے کئی پشتون اپنی زبان میں کہنے لگے کہ ان کے اور لوگ
اس بستی کے کنارے فلانی طرف درختوں کے تلے اُترے ہیں میں
نے اپنے ہمراہی ولایتی سے کہا کہ تو ان سے پوچھ کہ وہ آدمی کدھر سے
آئے ہیں دل میں خوف تھا کہ کہیں اس ملک کے کوئی مخالفوں سے نہ ہوں

پھر اُس نے پوچھا اُنھوں نے کہا کہ جو کنڈرہ میں قافلے رُکے ہیں اُن
میں کے پانچ آدمی آج سویرے سے وہاں اُترے ہیں یہ خبر سُن کر ہم کو
تسلی ہوئی عشا کے وقت ہم سب خدا پر توکل کرکے وہاں گئے دیکھا کہ مولوی
عنایت علی صاحب کمر باندہ رہے ہیں اور ایک ولایتی اُن کا گھوڑا پکڑے
ہے اور سید احمد علی صاحب کھڑے ہیں اور حافظ قطب الدین صاحب دوپٹا
سر سے اوڑھے لیٹے ہیں ہم نے سلام علیکم کیا اُنھوں نے جواب سلام دیا اور
کمال خوش ہوکر مصافحہ اور معانقہ کیا اور سید احمد علی نے کہا کہ گویا اس وقت
سید احمد صاحب ہمارے پاس تشریف لائے اور سبب آنے کا پوچھا میں نے
کہا کہ فقط تمہارے لینے کو آیا ہوں اور مولوی عنایت علی سے کہا کہ اگر رات
بھر رہنا منظور ہو تو صبح کو تم تینوں صاحبوں کو ایک ساتھ روانہ کردوں
اور ابھی جانا ہے تو بہتر جاؤ گھاٹ کا بند و بست میں نے کرلیا ہے اگر ملاح تم سے
میرا پتہ پوچھے تو اس کا بھیا پکڑ لینا اپنے لوگوں کا یہ نشان میں اس کو بتا آیا
ہوں وہ تم کو اُتار ہی دیگا اور آگے کو کوئی رہبر بھی کردیگا پھر مولوی
صاحب تو ایک ولایتی کو ساتھ لے کر اسی وقت روانہ ہوئے اور سید احمد علی
اور حافظ قطب الدین صاحب میرے ساتھ رہے میں نے اُن سے پوچھا
کہ تم کس طرف ہوکر آئے ہو مجکو بھی جانا ہے اور قافلوں کا حال پوچھا
اُنھوں نے بیان کیا پھر صبح اول وقت نماز پڑہ کر ان دونوں صاحب
کو اُدہر رخصت کیا اور میں بستی میں پیرزادوں کے پاس گیا اور اُن سے

صلاح پوچھی کہ ہمارے لوگوں کو اپنے وسیلے سے اُتروادوگے وہ اس میں کچھ پس وپیش کرنے لگے مجکو معلوم ہوا کہ دراپنوں کو ڈرتے ہیں پھر میں اُس بستی کے دو تین آدمی ساتھ لے کر اُسی کے قریب اور بستی تھی وہاں گیا وہاں کے لوگوں نے اقبال کیا کہ ہماری بستی میں پانسو شناچے ہیں اگر ایک ایک پر دو دو آدمی اُتارینگے تو ایک بار میں ہزار آدمی اُترینگے اور سوا اس کے گھاٹ کی کشتیاں ہمارے بھائی بندوں کے اختیار میں ہیں کچھ ان کو شیرینی کھلانے کو دیدینا انشاء اللہ تعالیٰ ایک پلہ میں سب کو پار کر دینگے پھر میں اُن میں سے کئی آدمی ساتھ لے کر کنڈوہ کو روانہ ہوئے کوئی آدہ کوس پر لعل محمد اور میاں عبداللہ ملے میں نے اُن سے لوگوں کا حال پوچھا اُنہوں نے کہا وہ دیکھو سب پیچھے چلے آتے ہیں اب دیرہ کرنے یا دریا اُترنے کی کیا تدبیر ہے میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ سب تدبیر ہوئی جاتی ہے پھر بستی سے میں آدمی لایا تھا اُن کو بھیجا کہ جاکر اپنے لوگوں کو خبر کرو کہ جلد شنائیاں لے کر آدیں ہم اپنے لوگ گھاٹ پر لئے چلتے ہیں کوئی پہر ڈیڑھ پہر کے عرصہ میں اسی نوے شنائی والے ادہر اُدہر سے جمع ہوگئے اور قافلہ والے بھی پندرہ بیس کنڈوہ سے اپنے ساتھ لائے تھے اور دو شنائی والے دوڑ لے کر اس پارے ناویں ادہر کھینچ لاؤ پھر کشتیاں بھی آگئیں پھر شنائیوں اور کشتیوں پر لوگ اُترنے لگے میں نے مولوی محبوب علی سے کہا کہ میں تو پنجتار کو چلتا ہوں تم دریا اُتر کر نوشہرے میں مقام نہ کرنا کھانا پکا کھا کر جلد پنا کیونکہ

تمہاری خبر پیشور میں درانیوں کو ضرور پہنچی ہو گی مبادا کچھ فساد برپا کریں
اس سے تو میں حضرت امیر المومنین کو جاکر خبر کردوں وہ جو کچھ مفسدہ درانیوں
کا ہو گا اس کی تدبیر کرینگے پھر میں شیخ ولی محمد اور شیخ نصر اللہ اور آخوند
قطب الدین کو ساتھ لے کر پنجتار کو روانہ ہوا حضرت سے جاکر ملاقات کی اور کہا
کہ لوگوں کو دریا اُترتے چھوڑ آیا ہوں اگر درانیوں کے فتنہ و فساد کی کچھ خبر
آپ کو پہنچی ہو تو قافلہ والوں کو لکھ بھیجئے" آپ نے فرمایا کہ خدا کا فضل ہے
لکھنے کی کچھ حاجت نہیں آپ ہی ساتھ خیر کے چلے آوینگے دوسرے یا تیسرے دن معلوم
ہوا کہ ملئے درے میں آکر داخل ہوئے حضرت نے تیاری استقبال کی کی آپ
کا سبزہ گھوڑا جو سردار یار محمد خاں درانی کے بھائی سردار سید محمد خاں نے
حضرت علیہ الرحمۃ کو نذر بھیجا تھا اُس پر زریں حاشیہ کا مخملی زین پوش پڑا
تھا وہ زین پوش جو سید احمد علی مرحوم کے ہمراہ نواب امیر الدولہ بہادر مرحوم نے حضرت
علیہ الرحمۃ کو بھیجا تھا اور حضرت امیر المومنین تو پیادہ پا آگے چلے موضع
گل کشتی میں پہنچے اور وہ گھوڑا پیچھے سے کوتل کے طور لئے آتے تھے حضرت تو
ایک طرف رہے گھوڑا دوسری طرف سے آگے نکل گیا کہیں مولوی محبوب علی
کی نگاہ پڑا دیکھتے ہی از روئے طعن کے کہا کہ سبحان اللہ گھوڑے پر زریں
زین پوش جہاں ایسا امیرانہ ٹھاٹھ ہو وہاں دیکھا چاہئے کہ انجام
کیسا ہو میں نے یہ کلام اُن کا سنا تو مگر خوب سمجھ میں نہ آیا اس لئے
کہ یہ تو جہاد کو آئے ہیں حضرت پر یہ ایسے اعتراض بیجا کیوں کرینگے

پھر حضرت امیر المومنین سے ملاقات ہوئی مصافحہ اور معانقہ کیا پھر حضرت کے ساتھ لشکر میں آئے حضرت اپنے ڈیرے میں تشریف لائے مولوی صاحب نے اپنا خیمہ کھڑا کروایا اور رہنے لگے کئی روز کے بعد ایک دن وہ حضرت کے ڈیرے میں آئے اور ہر بات میں اعتراض خلص حضرت علیہ الرحمۃ پر کرنے لگے کہ آپ امام ہو کر ایسے نفیس کپڑے پہنتے ہیں اور ایسے عمدہ کھانے کھاتے ہیں اور مجاہدین بیچارے مصیبت کے مارے چکی پیستے ہیں گھاس چھیلتے ہیں اور پاؤ پاؤ غلہ پاتے ہیں یہ آپ کو زیبا نہیں حضرت علیہ الرحمۃ نے نرمی سے فرمایا کہ مولوی صاحب اب تو آپ ہمارے یہاں مہمان ہیں جو میں کھاتا ہوں وہ آپ بھی کھاوینگے تب آپ ہی معلوم ہو جاویگا اس گفتگو کا چرچا پہلے پہلے ڈیرے ڈیرے تمام لشکر میں ہونے لگا اور ایک صورت نا اتفاقی اور فساد کی ظاہر ہونے لگی اور مولوی صاحب کو لوگوں میں پھوٹ ڈالنا اور جماعت توڑنا منظور تھا اور وہاں سید حمید الدین صاحب کی رائے اور مولوی محبوب علی کی اس امر میں موافق تھی اور جو لوگ مولوی محبوب علی کے قافلہ والے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے معتقد اور ہم طریق تھے وہ مولوی محبوب علی پر طعن اور اعتراض کرنے لگے کہ مولوی صاحب یہ کیا معاملہ ہے کہ وہاں دہلی سے وعظ و نصیحت جہاد فی سبیل اللہ کی ہم لوگوں کو سناتے ہوئے اور حضرت امیر المومنین کے انواع انواع فضائل اور کمالات بیان کرتے ہوئے یہاں تک لائے ہو اور اب یہ شیطنت اور فتنہ انگیزی

کہ مسلمانوں کو بہکانے کو اُلٹی تقریر کرتے ہو یہاں آکر تم نے کون سا
قول یا فعل حضرت امیرالمومنین کا قابل اعتراض ثابت کیا ہے فقط اپنی
بدگمانی سے اعتراض کرتے ہو اعتراض آپ کا بیجا ہے مناسب یوں ہے کہ چند
روز آپ یہاں ٹھہریں اگر یہاں کا کاروبار کتاب و سنت کے خلاف دیکھیں
اس وقت جو اعتراض کریں بجا ہے اور جو مولانا ممدوح کے عقائد اور
طریق کے برخلاف تھے اور وہاں سے بھاگنے والے وہ مولوی محبوب علی کے
اعتراضوں کی تائید اور تصدیق کرتے تھے اسی طرح آپس میں مباحثہ رہا یہاں
تک کہ تیسرے روز سب کے پہلے کچھ لوگ میرن شاہ طرف پشور کے چلے گئے
رستہ میں ایک بستی چکنی ہے وہاں پہنچے کئی دن وہاں بیمار رہے پھر وہیں
فوت ہوئے اور یہاں پنجتار میں حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی محبوب علی
صاحب سے کہا کہ آپ تو ہمارے مہمان ہیں آپ ہمارے ہی ساتھ کھایا
کیجئے آخر مولوی صاحب نے قبول کیا اور حضرت علیہ الرحمۃ کے یہاں کا
یہ طور تھا کہ جو اُس ملک کے لوگ آپ کی ملاقات کو آتے تھے تو بطریق
تحفہ کوئی ایک دو مرغ لاتے کوئی سیر دو سیر شہد یا گھی لاتے کوئی
چاول کوئی مرغی کے انڈے لاتے آپ وہ جنس مذکور بحفاظت تمام
اپنے باورچی خانہ میں رکھوا دیتے اور مہمانوں کا یہ حال تھا کہ کبھی بیس
کبھی تیس چالیس بھی آتے اور اُن کے کھلانے کی کئی صورتیں تھیں ایک
تو یہ کہ اگر وہ سویرے آئے لشکر والوں کے کھانے کے قبل تو حضرت

ایک ایک دو دو موافق گنجائش کے ہر بھیلے میں بھیج دیتے اور جو ذی عزت دو چار ان میں ملا مولوی یا خان و سردار ہوتے ان کو اپنے ساتھ کھلاتے اور دوسری صورت یہ تھی کہ جو وہ مہمان دیر کو بعد کھانے لشکر کے آتے تو آپ اُن کے لئے کھانا پکوا لاتے اُسی تحفہ سوغات میں سے جو مرغ چاول انڈے وغیرہ ہوتے اور کھلاتے اور بعض کے شریک آپ بھی کھالیتے اور تیسری صورت یہ ہوتی کہ کسی روز اپنے لوگوں کے موافق کھانا پک چکا اور دس بیدرہ مہمان آگئے تو جہاں فی اسم آدہ سیر کھاتا تھا تو اب پاؤ پاؤ بھر اسم ہوا جس قدر مہمان زیادہ ہوتے اُسی قدر ہر کسی کے حصہ میں کھانا کم آتا اور اکثر اوقات قلت طعام کا خیال کرکے حضرت علیہ الرحمۃ آپ نہ کھاتے کہ یہ مہمان کھالویں ہم کسی کے بھیلے میں کھالویں گے مگر وہ مہمان ہرگز نہ مانتے بزور کھلاتے اور کہتے کہ ہم تو آپ ہی کے ساتھ کھانے کو آئے ہیں اور جو آپ نہ کھاویں گے تو ہم اپنے بھائی ہندوں کے یہاں جاوینگے ہمارے واسطے وہاں بھی کھانا موجود ہے تو اُن کی خاطر سے آپ کو ضروری کھانا ہوتا سو خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ اسی کشمکش میں ایک ہفتہ مولوی محبوب علی نے بھی حضرت کے ساتھ کھانا کھایا اور گھبرائے اور کہا کہ ہم سے تو آپ کے ساتھ کھانا نہ کھایا جاویگا آپ نے فرمایا کیا وجہ آخر ہم بھی تو کھاتے ہیں کہا ہر روز بھوکا ہنس رہا جاتا اور دو تین آدمی مولوی محبوب علی کے معتقدوں سے اور اسی قدر آپ کے معتقدوں سے اول روز سے حضرت نے واسطے معلوم کرنے کیفیت طعام کی مولوی صاحب کے شریک کھانے میں کر رکھے تھے سوا آپ کے

معتقدان کو الزام دیتے تھے کہ ایسے کھانے پر تمہارے مولوی صاحب حضرت
امیر المومنین پر اعتراض کرتے تھے کہ ایسے عمدہ اور نفیس کھانے کھاتے ہیں اور
لشکر والے خشک روٹی بمشکل پاتے ہیں اب وہ عمدہ کھانا مولوی صاحب کیوں
نہیں کھاتے ہیں کس لئے گھبراتے ہیں معلوم ہوا کہ شاہجہان آباد کی دعوتوں کے
ترلقمے یاد آئے ہیں وہ سُن سُن کر نادم اور پشیمان ہوتے تھے اور ان کو اس
کا جواب نہیں آتا تھا اور دوسرا اعتراض مولوی صاحب کا پوشاک اور خرچ
وغیرہ پر تھا سو اس کا حال ہر کوئی جانتا ہے کہ تھان کے تھان ہر قسم کے کپڑے
سلے ہوئے شیخ غلام علی الہ آبادی کے یہاں سے خاص واسطے ذات شریف حضرت
علیہ الرحمۃ کے آتے ہیں اور جوتوں کے جوڑے بھی وہیں سے آتے ہیں اسی طرح اور
مریدوں کے یہاں سے ہر قسم کے تھان اور سیکڑوں بلکہ ہزاروں روپے خاص
واسطے خرچ کے آتے ہیں سو یہ روپے حضرت اپنی مرضی کے موافق جہاں دیکھتے
ہیں وہیں صرف کرتے ہیں چنانچہ ہزار دو دو ہزار روپے کی قبائیں اسی قسم
کی آپ نے سلطان محمد خاں اور یار محمد خاں اور سید محمد خاں وغیرہم کو عطا
فرمائیں سو آپ کے خرچ اور پوشاک کا یہ حال ہے اور انھیں چیزوں پر اکثر
کج فہم مفسد لوگ اعتراض کرتے ہیں اور مولوی محبوب علی صاحب کا بھی اسی پر اعتراض
تھا اور مدعا اُن کا یہ تھا کہ یہاں تو گذر کرنا اس تنگی اور مشقت میں دشوار
ہے اس سے کچھ الزام دے کر یہاں سے فراری ہوں اور اسی عرصہ میں مولوی
محمد حسن سے کئی روز مباحثہ رہا اور تقریر علمی سے خوب اُن کو الزام دیا

مگر اُن کا مدعا تو جماعت اہل اسلام میں تفرقہ ڈالنا تھا اور بھاگ جانا اس سبب
سے کوئی گفتگو مفید نہ ہوئی اس عرصہ میں آپ کے بھی دو خط آئے کہ مولوی
صاحب کو ہمارے آنے تک ٹھہراؤ مگر وہ کب سنتے تھے آخر کو مولوی محمد حسن
نے کہا کہ مولوی صاحب جواب آپ کی تقریر لایعنی کا ہمارے پاس موجود ہے مگر
موقع اور وقت اُس کا نہیں ورنہ ابھی ایک دم میں اس کا فیصلہ ہوتا اور اسی
طور حضرت علیہ الرحمۃ ان سے نہایت تنگ ہوئے جب کسی صورت سمجھانے سے
نہ سمجھے تب آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اس لشکر اسلام میں تم نے اپنی
نفسانیت اور شرارت سے تفرقہ ڈالا ہے اور میں تو کیا کہوں میدان حشر
میں تمہارا گریبان ہوگا اور میرا ہاتھ فقط آپ کے آنے سے تین روز پہلے
خدا جانے کس وقت رات کو بے ملے ملاقات کئے اپنے لوگوں کو لے کر طرف
پشاور کے راہی ہوئے یہ تمام حال اول سے آخر تک مولانا صاحب نے سنا اور
کہا کہ افسوس اب تو مولوی صاحب چلے گئے اگر میرے آنے تک توقف کرتے
تو انشاء اللہ تعالیٰ میں ان کو سمجھاتا اور انھوں نے سید صاحب کو نہ پہچانا ورنہ
یہ حرکت بیجا نہ کرتے خیر جو کچھ کر گئے خدا ان سے سمجھے یہ تو قصہ ہو چکا دوسرا
حال یہ کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس تین ہنڈیاں ہندوستان سے آئی
تھیں ایک پانچ ہزار کی دوسری بارہ سو کی تیسری دو سو ستر روپے
کی اور یہ تینوں ہنڈیاں پشاور کے مہاجنوں کے نام پر تھیں سو پانچ
ہزار روپے تو پھر گئے باقی تین ہنڈیاں حضرت کے پاس آئیں اور یہ
وہاں اُن کے پلٹنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی ایک روز اتفاقاً

میاں دین محمد صاحب جماعت نماز ظہر سے پیچھے رہے اور وہاں نالے پر
شیشموں کے درختوں کے تلے خط کھینچ کر مسجد مقرر کی گئی تھی سو وہیں
نماز کے بعد سید حمید الدین صاحب تلاوت قرآن کرتے تھے اس میں
دین محمد صاحب گئے اور نماز پڑھ کر سید حمید الدین صاحب کے پاس
بیٹھے اُنھوں نے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں آئے اُنہوں نے کہا کہ یوں
ہی آپ کو قرآن شریف پڑھتے دیکھ کر میں بھی بیٹھ گیا اُنہوں نے قرآن
مجید تو خیر دان میں رکھا اور اُن سے باتیں کرنے لگے کہ میاں دین محمد خیال
تو کرو کہ ان روز دن لشکر میں کس قدر لوگوں پر خرچ کی تکلیف ہے کہ سب
پر ظاہر ہے اور ہندوستان میں جا بجا بہت روپیہ پڑا ہے اور ہنڈیاں بھی
پڑی ہیں کوئی تدبیر ایسی نہیں بنتی کہ روپیہ وصول ہو اُنہوں نے کہا کہ اگر
تدبیر کریں تو سب کچھ ہو سکتا ہے یہ کون سی بات ہے کہ اس کی تدبیر
نہیں ہو سکتی اسی لشکر کے اندر بعضے بعضے لوگ ایسے دانا اور مدبر ہیں کہ
روپے ہاتھ سے تہ بھیجو میں اور وہاں کے یہاں آجاویں پھر سید حمید الدین
صاحب وہیں رہے میاں دین محمد اپنے ڈیرے میں آئے دوسرے روز
حضرت علیہ الرحمۃ اپنے ڈیرے میں لیٹے تھے اور لوگ آپ کے گرد بیٹھے
تھے وہیں دین محمد بھی حاضر تھے مگر ڈیرے کے باہر آپ نے فرمایا کہ
دین محمد کو بلاؤ کسی نے کہا کہ وہ تو یہاں موجود ہیں اس میں وہ آپ
ہی بولے کہ میں حاضر ہوں فرمایا کہ نزدیک آؤ وہ آپ کے پاس
گئے آپ نے اُن کے کان ٹٹولے سر ٹٹولا مونڈھے پر ہاتھ رکھا پھر

پوچھا کہ کہو کیا بات ہے اُنہوں نے عرض کیا کہ آپ کس بات کو پوچھتے
ہیں فرمایا کہ پھر کسی وقت پوچھینگے پھر اُسی روز بعد مغرب اور عشا کے
درمیان آپ قضائے حاجت کو چلے اس وقت دین محمد بھی ساتھ تھے
آپ نے لوگوں سے کہا کہ ہم ان سے کچھ باتیں کرینگے لوگ ہٹ گئے آپ نے
دین محمد کے کندھوں پر دونوں اپنے دست مبارک رکھے اور پوچھا کہ کہو
کیا بات ہے اُنہوں نے عرض کی کہ کسی بات کا پتہ معلوم ہو تو میں عرض
کروں فرمایا کہ لشکر میں خرچ کی تنگی ہے اور روپیہ ہندوستان میں جابجا
دھرا ہوا ہے اور دو ہنڈیاں یہاں موجود ہیں اُس کے وصول کی کیا تدبیر
کیجئے اُنہوں نے کہا کہ جو تدبیر آپ مناسب جانیں کریں فرمایا کہ تم کوئی
تدبیر بتلاؤ اُنہوں نے کہا کہ مجھکو اس امر میں کیا دخل جو آپ تدبیر نکالیں
وہی درست ہے فرمایا کہ اس کام میں تم کوشش کرو خدا سے اُمید ہے کہ
درست ہو اُنہوں نے عرض کیا کہ جب اس وقت آپ نے پوچھا تھا کہ کہو
کیا بات ہے اُسی دم میں سمجھ گیا تھا کہ اس واسطے کہتے ہیں ولیکن میرا
دل آپ سے الگ ہونے کو نہیں چاہتا ہے والا یہ کار کیا دشوار ہے آپ
نے فرمایا کہ جتنی دور ہم تم کو کسی کار خدا میں کہیں بھیجیں اُسی قدر تم نزدیک خدا
کے ہوگے اور ہم سے بھی اُنہوں نے کہا اگر یہی بات ہے تو میں حاضر ہوں
کچھ عذر و حیلہ نہیں مگر آپ دعا کریں فرمایا ہاں ہم دعا کرینگے پھر آپ پاخانہ
کو گئے ہم لوگ وہیں کھڑے رہے پھر آپ جب وہاں سے آئے ہم اپنے
اپنے ڈیرے میں گئے پھر دوسرے دن ان دونوں ہنڈیوں سے جو دو کوس تر

روپے کی تھی وہ حاجی زین العابدین خاں کو دی کہ رام پور کو جاؤ اور
ہنڈوی بارہ سو روپے کی دین محمد کو دی کہ ہندوستان میں جاکر اور
روپوں کے ساتھ اس کی تدبیر کرلینا اُنہوں نے کہا کہ خیر اگر خدا
چاہیگا تو میں اُس کے وصول کی صورت یہیں نکالتا ہوں آپ نے فرمایا کہ
اتنے روزوں سے یہ ہنڈوی ہمارے پاس دھری رہی کچھ صورت وصول کی
نہ نکلی اب کیونکر نکالو گے اُنہوں نے کہا اب تو میں جاتا ہوں آپ دعا کریں
اور کوئی آدمی میرے ساتھ ہو فرمایا جس کو چاہو لیجاؤ پھر انہوں نے شیخ
ولی محمد صاحب اور شیخ ناصر الدین صاحب کو اور ایک آدمی اور کو ساتھ لے
کر ٹٹو پر سوار ہو کر طرف زیدی کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ زیدی
کی مسجد میں جاکر اُترے اور اُس کے نزدیک ایک مہاجن کی دوکان تھی وہ
اُس کے پاس گئے اور ہنڈوی پٹنے کی صورت پوچھی مہاجن نے کہا کہ صاحب
اتنی وسعت ہم نہیں رکھتے ہیں البتہ اس کا ڈول منارے میں لگیگا
اُنھوں نے اُس کو کچھ دینا کہا اُس نے اپنا بھائی ساتھ کر دیا دو یا
ڈھائی کوس منارا تھا وہاں لے گیا اور مہاجن سے ملایا اور اُس نے کہا
کہ یہ معتبر لوگ ہیں میں جاتا ہوں اُن سے بنے تو معاملہ کرلینا پھر وہ
اپنے گھر گیا دین محمد صاحب نے اُس مہاجن سے کہ موتی نام تھا اپنے
معاملہ کی گفتگو کی اُس نے بھی عذر و حیلہ کیا کہ میرے پاس اس کے وصول
کی صورت کہاں ہے اُنہوں نے کہا کہ ہم تم سے نہیں کہتے تم اپنی معرفت
اور کہیں سے کام نکال دو اور اپنا حق جو ہو ہم سے تم بھی لو یہ سن کر میاں

دین محمد کو بٹھا کر ایک اور مہاجن سنتو نام تھا اُس کے پاس گیا اور صلاح
و مشورہ کر کے اُن کے پاس لایا اُنہوں نے اُس سے گفتگو کی وہ بھی حیلہ
بہانہ کرنے لگا ~~اُنہوں نے کہا یہ حیلہ بہانہ کرنے لگا~~ اُنہوں نے کہا یہ
حیلہ بہانہ کرنا کیا ضرور جب تم یا خوبی اپنا فائدہ سمجھو تب یہ سودا کرو
اُس نے کہا کہ یہ تو امرتسر کے مہاجن کے نام کی ہے کھوٹے روپے سکڑا
دو گے اُنہوں نے کہا کہ تم مانگو اُس نے کہا میں سو میں سولہ روپے لونگا
اُنہوں نے کہا ہم آٹھ روپے دیوینگے آخر کو بارہ روپے پر قطع ہوا اور
سولہ روز کی اُس نے میعاد کی کہ اس عرصہ میں امرتسر سے اس کو صحیح
کرالوں میں اُن سے امرتسر کا بہانہ کر کے اپنے آدمی کے ہاتھ وہ ہنڈی
حضور کے مہاجنوں کے پاس بھجوا کر صحیح کر منگائی اُس آدمی نے یہ حال
میاں دین محمد سے کہا تب انھوں نے اُس سے کہا تب تک اس میں سے دو
سو روپے نقد اور تین سو کا کپڑا دو باقی میعاد پر لیوینگے اُس کو تو تسلی
خوب ہو چکی تھی کہا بہتر لیجئے پھر تین سو کا کپڑا لے کر اُنہوں نے ٹٹو اور
خچر پر لادا اور دو سو روپے نقد کمر میں باندھ کر وہاں سے روانہ ہوئے بخارا
میں آئے حضرت نے پوچھا کہ اس میں کیا لائے عرض کیا کہ اُسی
ہنڈوی کے روپیوں کا کپڑا ہے اور تمام حال اول سے آخر تک بیان
کیا آپ بہت خوش ہوئے اور اُن کے لئے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ تمہارے ہاتھوں بہت کام لیویگا پھر اُنہوں نے واسطے
تقسیم کپڑے کے اجازت چاہی فرمایا کہ کس طور سے تقسیم کرو گے

عرض کیا کہ تین قسم کے لوگ ہیں کسی کے پاس تو ایک کپڑا ہے اور
کسی کے پاس دو اور کسی کے پاس ہیں سو ہر ایک کی حاجت کے موافق
تقسیم ہو گی فرمایا کہ ابھی تقسیم موقوف کرو پھر دوسرے دن بعد نماز عشا کے
میاں دین محمد اور شیخ ولی محمد کو فرمایا کہ ایک سرے سے لے کر سب کو برابر
بانٹو تفریق نہ کرو پھر صبح کو موافق ارشاد حضرت علیہ الرحمۃ کے تقسیم کیا تو
بہت لوگ باقی رہ گئے اکثر جن لوگوں کو بالفعل زیادہ حاجت نہ تھی ان
کو تو ملا اور حاجت والوں کو نہ ملا بعد تقسیم کے یہ حال انہوں نے عرض
کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو الہام الٰہی سے منع کیا تھا حکم ہوا تھا دینے
والے تو ہم ہیں تو تفریق کیوں کرتا ہے سو جن کو نہیں پہنچا ان کو وہ آپ ہی
دلائیگا پھر جب ہنڈوی کی میعاد آئی مہاجن کا آدمی آیا کہ باقی روپے
جا کر لے آؤ پھر میاں دین محمد اور شیخ ولی محمد اور شیخ نصر اللہ اس کے ساتھ
گئے سات سو روپے باقی تھے سو پانسو تو انہوں نے نقد لئے اور دو سو روپے
کا کپڑا اور اس مہاجن نے بڑی خاطر داری کی کہ دوکان اپنی سمجھو جب آپ
روپیہ کی ضرورت ہو آکر لیجایا کرو پھر وہ روپیہ اور کپڑا لے کر لشکر
میں آئے اور وہ کپڑا جن کو نہیں ملا تھا ان کو دیا اور وہ روپے خرچ
میں آئے اور اسی اثنا میں محمد قاسم پانی پتی کو واسطے وعظ و نصیحت اور
دعوت جہاد کے بمبئی کو روانہ کیا بعد اس کے مولوی محمد علی رامپوری
کو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم طرف حیدرآباد دکھن کے جاؤ

اُنھوں نے عذر کیا کہ مجکو نہ اس قدر علم ہے کہ کسی عالم سے مباحثہ یا مناظرہ کروں اور نہ یہ سلیقہ ہے کہ لوگوں کے انبوہ میں وعظ و درس کہوں مجکو تو آپ اور کسی کام کو کہیں بھیجیں کہ وہ کام کر کے چلا آؤں آپ نے فرمایا کہ خیر جس بات کا عذر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ عذر دور کردے پھر آپ نے اپنا کرتہ اور پاجامہ اور تاج ان کو پہنا دیا اور کہا کہ میں اپنی زبان نکالوں تم اپنی زبان سے چاٹ لو پھر انھوں نے ویسا ہی کیا اور چار پانچ آدمی اُن کے ہمراہی کئے اُن میں نعیم خاں رامپوری تھے اور دوسرے عنایت اللہ خاں تنالے والے اور تیسرے عبداللہ کہ انھیں کے رفیقوں میں تھے اور باقی کے نام یاد نہیں اور فرمایا کہ یہاں سے سندکو جاؤ وہاں پیر کوٹ میں بی بی صاحبہ سے ملتے ہوئے کراچی بندر کو جانا وہاں سے کشتی پر سوار ہو کر مبنئی میں اُترنا پھر وہاں سے حیدرآباد کو جانا اور پوچھا کہ آپ پاس خرچ راہ کس قدر ہے عرض کیا دو اشرفی فرمایا کہ وہ ہم کو دو اُنھوں نے حوالہ کیں پھر آپ نے پانچ روپے واسطے خرچ راہ کے دئے اور ایک روپیہ تبرک عنایت کیا اور فرمایا کہ اس کو پہچان رکھو کبھی خرچ نہ کرنا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تم کو بہت دیگا اور میاں دین محمد کو فرمایا کہ تم بھی ان کے ساتھ جاؤ پیر کوٹ تک پھر وہاں سے تم ہندوستان کو جانا اور یہ کراچی بندر کو اُنھوں نے کہا کہ میں تو سیدہا امرسر اور لاہور ہو کر جاؤنگا فرمایا کہ بہتر اسی طرف سے جانا پھر مولوی صاحب کو وصیت کی کہ کلمہ حق کہنے سے باز نہ رہنا چاہے کوئی خوش ہو یا ناخوش یا

کوئی مارے یا سرفراز کرے خیر و برکت اسی میں ہے اگر کوئی مارتے مارتے
سر کا بھیجا گرا دے بلا سے تم تو اپنی منزل مراد کو پہنچ جاوگے اور اُن کو رخصت
کیا پھر کئی دن کے بعد مولوی ولایت علی صاحب عظیم آبادی کو بھی دکھن
کی طرف بھیجنے کی تجویز ٹہری اور سید کرامت اللہ اور عبدالقادر اور عبدالواحد
کو کہ تینوں عظیم آبادی تھے ہمراہ کیا اور چھٹکے پیسے خرچ راہ کو دئے اور
ایک روپیہ تبرک دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت کریگا اور اپنا
ملبوس خاص تاج اور کرتا اور پائجامہ پہنا کر سینہ اور پشت پر ہاتھ پھیرا
اور دعا کی اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے اور وصیت کی کہ کلمہ حق کے بیان کرنے
میں کسی کا خوف اور ملاحظہ نہ کرنا اور میاں دین محمد کو فرمایا کہ تم مولوی محمد علی
کے ساتھ نہ گئے چاہو تو اُن کے ہمراہ چلے جاؤ پھر اُنہوں نے عذر کیا کہ اگلے
چل کر ان کا بھی ساتھ چھوٹیگا اس سے کیا ضرور میں اکیلا ہی جاؤنگا آپ
میرے لئے دعا کریں پھر مولوی صاحب وہاں سے روانہ ہوئے جب ڈیرہ
اسمٰعیل خاں میں پہنچے وہاں سے دو سو روپے کی ہنڈوی بھیجی اور آپ نے
جو واسطے برکت کے روپیہ دیا تھا سو برکت کا ظہور شروع ہوا اور مولوی
ولایت علی صاحب تو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے امر میں اس قدر اپنے کو
بے اختیار جانتے تھے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں کہ جس طور اس کو رکھے
اسی طور پر رہے اس لئے کہ کیسا ہی کوئی کار دشوار حضرت اُن کو فرماتے
حیلہ و عذر و انکار جانتے ہی نہ تھے اور نہ اپنی رائے کو کسی امر میں دخل دیتے

بلکہ اکثر اوقات فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے امر دین میں ہمارے سید صاحب کو طبیب حاذق کیا ہے ہمارے نفع وضرر کو وہی خوب جانتے ہیں وہ کار فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو اپنا کام آپ بناتا ہے یہ کسی کی رائے اور دانائی پر نہیں موقوف ہے بندے کو اپنے آقا کی فرماں برداری میں چون وچرا نہ چاہیئے اور مولوی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت فضائل عطا فرمائے تھے ان میں سے ایک یہ بھی بات تھی جو بیان کی پھر اُنھیں بروز ولی رامپور سے خط آیا کہ میاں مقیم کے بھائی کریم اللہ خاں جو نواب احمد علی خاں کے نائب کل تھے مر گئے حضرت علیہ الرحمۃ نے میاں مقیم سے کہا کہ تمہارے بھائی کا انتقال ہوا مناسب ہے کہ تم ان کے اہل وعیال کے جاکر خبر گراں ہو اور ان کی جگہ نواب احمد علی خاں کے یہاں کام کرو میاں مقیم نے عذر کیا کہ میں وہاں سے جہاد فی سبیل اللہ کی نیت کرکے آیا ہوں اب وہاں جاکر کیا کروں حضرت نے کہا کہ ہم تم کو بھیجتے ہیں لے تمہارے وہاں کا کاربار ابتر ہو جاویگا اور تمہارے وہاں رہنے سے خدا کا بھی کام نکلیگا ناچاری آخر جانے کو راضی ہوئے اور سب سلاح اور اسباب جو اُن کے پاس تھا وہیں چھوڑا بلکہ چند قطعہ جواہر بھی اُن کے پاس تھا وہ بھی حضرت کو حوالہ کیا پھر حضرت نے رات کو طالب علموں کا لباس پہنا کر ایک راہبر ساتھ کیا وہ وہاں سے زیدی کو اشرف خاں کے مکان تک پہنچا آیا اور اُن کی رسید لایا پھر اشرف خاں کا آدمی ساتھ ہوا منارے میں جاکر موتی اور سنتو جو وہاں مہاجن تھے ان کی معرفت دریائے

اباسین اُتار کر موضع تقارجی میں لے گیا وہاں کا سردار فیض اللہ خاں نام رسید لے کر زیدی کو پھیرا فیض اللہ خاں نے اپنی معرفت برہان تک کی رسید پاس پہنچادی پھر بعد کئی روز کے حافظ قطب الدین صاحب کو طرف ہندوستان کے بھیجنے کی تجویز ٹھہری حضرت نے حافظ صاحب کو فرمایا کہ جس رستہ سے تم آئے تھے اُسی طرف یعنی کوہاٹ اور دیرہ غازی خاں اور فتح آباد وغیرہ ہوتے ہوئے جانا اور میاں دین محمد سے کہا کہ تم بھی انھیں کے ساتھ چلے جاؤ پھر انہوں نے عذر کیا کہ آپ تو مجکو سیدھے رستہ رخصت فرماویں یہ سُن کر آپنے حافظ صاحب سے کہا کہ دین محمد تو سیدھے رستے جاتے ہیں آپ بھی اُنھیں کے ہمراہ جاویں اور ایک روپیہ برکت کا میاں دین محمد کو دے کر روانہ کیا اور حافظ صاحب کو خرچ راہ کچھ نہ دیا پھر دین محمد اور حافظ صاحب وہاں سے قلعہ ہنڈ کو آئے رات کو غازی خاں نے دعوت کی اور صبح کو کشتی پر سوار کر کے دریائے اباسین کے پار اُتار دیا بعد اس کے حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے مولوی عنایت علی صاحب کو طرف بنگالے کے روانہ کرنے کی تجویز کی اور مولوی صاحب ممدوح کو بلا کر فرمایا کہ تم کو واسطے ترغیب جہاد کے بنگالے کو بھیجتے ہیں اُنہوں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں مگر دل یہ چاہتا ہے کہ یہاں کا بھی کوئی واقعہ دیکھ لیتا' آپ نے فرمایا کہ وہاں تمہارے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کا بہت کام نکلے گا اور تمہارا وہاں کا رہنا واسطے

کوشش کار خدا کے گویا ہمارے ساتھ یہاں رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ
تم کو بہت وقائع دکھاویگا بعد اس کے اپنا ایک عمامہ اور کرتا مولوی
عنایت علی کو عنایت فرمایا اور ان کے رفیقوں سے چھ شخص ہمراہ
کر دئے اور واسطے زاد راہ کے تین روپے دئے اور برکت کے ایک روپیہ
جُدا دیا اور پیٹھ پر ان کے اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی
رضامندی کے کام لیوے اور دعا کر کے رخصت فرمایا اور واسطے اُتارنے
دریائے لنڈی کے ملا علی خاں اور تین آدمی اور کو ساتھ کر دیا اُس دن پنجتار
سے چل کر موضع کنڈا میں رہے دوسرے دن معری بھانڈے میں گئے اسی
رات کو دریا اُتر کے جو کھٹکوں کے ضلع میں زیارت ہے وہاں گئے پھر
وہاں سے مولوی صاحب نے اپنا رستہ لیا اور ملا علی خاں پنجتار کو آئے
اور حضرت سے عرض کیا کہ فلانی منزل تک پہنچا آئے پھر اس کے آٹھ دس
روز کے بعد حضرت کے پاس خبر آئی کہ مولوی مظہر علی عظیم آبادی کا قافلہ
زیارت میں آکے داخل ہوا حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو ان دنوں پنجتار
آنا تھا ملا علی خاں کو چار آدمیوں سے روانہ کیا کہ ان کو جا کے لے آؤ
ایک ہفتہ کے اندر ملا علی خاں قافلہ لے کر لشکر میں داخل ہوئے اور داخلہ
کی خوشی کی بندوقیں چلائیں اور مولوی مظہر علی سپہ گری کے فن میں
یکتا زمانہ تھے اور شجاعت اور بہادری میں یگانہ پھر حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ سے آکر ملے مصافحہ اور معانقہ کیا آپ کے دست مبارک
پر بوسہ دیا حضرت اُن کے آنے سے کمال خوش ہوئے اور فرمایا

کہ مولوی ولایت علی اور مولوی عنایت علی جو یہاں سے گئے تو اُن
کے عوض اللہ تعالیٰ تم کو لایا اور ان روزوں تاپ تلّی کی بیماری مجکو
ہو گئی تھی اور چند آدمی حضرت کے بھیجے ہوئے پیشور میں تھے مجکو خیال
ہوا کہ اگر حضرت مجکو رخصت دیویں تو میں بھی جاؤں اور وہیں اپنی بیماری
کی دوا کراؤں پھر امجد خاں نے میری طرف سے عرض کی یعنی فتح علی پیشور
جانے کو چند روز کے لئے قدرے خرچ اور رخصت چاہتا ہے اُس وقت
حضرت کے پاس ایک تربوز تھا امجد خاں سے کہا کہ یہ تربوز فتح علی کو
جاکے دو کہ اس کو کھاوے اور رخصت کو پھر ہم سے کہنا امجد خاں نے
وہ تربوز لاکر مجکو دیا میں نے کھالیا پھر کئی دن کے بعد ایک وقت حضرت
چارپائی پر خاموش لیٹے تھے اور لوگ گرد بیٹھے تھے میں بھی آپ کے سرہانے
جاکے بیٹھا اور آپ کا پنجہ دبلانے لگا اُس وقت میں نے عرض کی کہ اگر
اجازت ہو تو میں پیشور میں جاکر اپنی تلی کا علاج کروں آپ سُن کر ایک
لحظہ چپ ہو رہے پھر کہا کتنے دنوں میں آؤ گے میں نے کہا کہ مجکو کیا
معلوم میں تو یہ جانتا ہوں کہ میں یہاں سے گیا اور وہاں اللہ تعالیٰ
نے مجکو اچھا کر دیا جلد چلا آؤنگا آپ نے فرمایا کہ تین مہینے کی تم کو رخصت
ہے زیادہ نہ رہنا اور اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ تم اچھے ہو جاؤ گے پھر
میں نے عرض کیا کہ واسطے خرچ کے تین چار آنے پیسے عنایت ہوں
تو پھر میں جاؤں آپ سُن کر چپ ہو رہے آپ کے پاس سید اسمٰعیل

رائے بریلوی بھیلہ دار بیٹھے تھے فرمایا کہ ہم نے جو کل آپ کو روپیہ دیا تھا لاؤ اُنہوں نے حاضر کیا آپ اُس کو دیر تک ہاتھ میں لئے رہے مجکو معلوم نہ تھا کہ یہ روپیہ مجھے دینگے پھر میں نے عرض کیا کہ قدرے خرچ عنایت ہو وہ روپیہ مجکو دیا اور فرمایا کہ اس کو محافظت سے رکھنا اللہ تعالیٰ اسی میں برکت کریگا پھر وہاں سے میں اپنے ڈیرے میں آیا صبح کو میں طرف میسور کے روانہ ہوا اور اُسی دن مولوی عبدالرحمٰن موضع تورو کے رہنے والے تورو کو جلتے تھے پنجتار سے نکل کر کوئی یا ڈ کوس پر مجکو ملے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو میں نے اپنا حال بیان کیا کہ میسور کو جاتا ہوں کہا کہ ہمارے ساتھ چلو میں نے کہا بہتر چلئے پھر اُس روز ہم دونوں شیخ جانا میں جا کر رہے دوسرے دن موضع کالو خاں میں رہے تیسرے دن موضع تورو میں گئے بہادر خاں نام وہاں کے رئیس تھے دو روز میں اُن کے مکان پر رہا تیسرے دن وقت رخصت کے اُنہوں نے مجکو آٹھ آنہ پیسے دئے پھر وہ روپیہ تبرک جو حضرت نے مجکو دیا تھا اُس کو میں نے اپنے نگے کے کھنٹے میں سی لیا فجر کو وہاں سے جا کر ہشت نگر میں رہا وہاں جو حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے مرید تھے اُنہوں نے میری خاطرداری کی حضرت کا حال پوچھا میں نے بیان کیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں جاؤ گے میں نے اپنے عارضہ کا حال کہا ان میں سے ایک صاحب نے واسطے خرچ کے ایک روپیہ دیا پھر میں وہاں سے چکنی کو گیا پھر وہاں سے گوگہڑی کی سرا میں جو شہر

پشور کے کنارے پہ گیا رات بھر وہاں رہا صبح کو پھر میں شہر کے
بازار میں گیا ایک شخص ہمارے لشکر کے عبداللہ خاں نام سیدو کی
لڑائی کی شکست کے روز پشور کو چلے گئے تھے اور وہاں سردار پیر محمد خان
کے گولندازوں میں آٹھ روپے کے نوکر ہوئے تھے وہ مجھے بہت
میری خاطرداری کی اور اپنے توپخانے میں مجھکو لے گئے اور حضرت امیرالمومنین
کا حال پوچھا میں نے سب بیان کیا وہ خوش ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ
ہم کو بھی حضرت کے لشکر میں پھر شریک کرے پھر میں نے اُن سے اپنے
عارضہ کا حال بیان کیا ان دنوں ایک شخص محمد بخش قریشی کرکے مشہور
تھے نوکری کے ارادہ سے آئے تھے اور اُن کو طبابت میں بھی کچھ دخل تھا
اور ساٹھ ستر آدمی اُن کے ہمراہ تھے صبح کو مجھے عبداللہ خاں اُن کے پاس
لے گئے اور میرے عارضہ کا حال کہا اور یہ کہا کہ یہ ہمارے حضرت امیرالمومنین
کے رفیقوں میں ہیں وہ یہ بات سُن کر اٹھے اور بڑے اخلاق کے ساتھ مجھ
سے معانقہ کیا اور بہت عزت و توقیر سے بٹھایا اور حضرت علیہ الرحمہ کا
حال پوچھا میں نے بیان کیا وہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور کہا بھائی
صاحب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت امیرالمومنین کا دیدار نصیب
کرے پھر میرے واسطے دوا بتائی کہ آدھ سیر پرانے انگوری سرکہ میں
پاؤ سیر انجیر خشک ایک امرتوان میں ڈال کر ایک پیسہ بھر نمک لاہوری
پیس کے چھڑک دو پھر تیسرے روز ہم اُس کے کھانے کی ترکیب

بتا دیوینگے اور عبداللہ خاں سے کہا کہ تم کل سویرے ہمارے پاس
آنا ایک دوا دینگے دو روز جس صورت سے ہم بتادیں ان کو کھلانا
پھر میں اُن سے رخصت ہوا اُنھوں نے باخوبی مجھکو خرچ دیا اور
عبداللہ خاں کو کہا کہ بعد دوا کرنے کے ان کو پھر ہم سے ملانا پھر میں عبداللہ
خاں کے ساتھ وہاں سے توپخانے میں آیا اور اُن سے کہا کہ اُس شخص
معزز و ممتاز نے مجھ سے مسافر تنگ حال شکستہ بال کی یہ عزت و تعظیم
کی یہ صرف حضرت امیرالمومنین کی رفاقت کا طفیل تھا والا میں کس لائق
ہوں اُنھوں نے کہا بیشک یہی بات ہے اور جو بہت سا خرچ اُنھوں نے
دیا میں نے جانا کہ جو مجھکو حضرت نے وہ روپیہ تبرک عنایت کیا ہے
یہ اس کی برکت کا اثر ہے پھر دوسرے روز صبح کو عبداللہ خاں اُن
کے پاس سے دو دو چاول بھر کی دوائی دو پڑیاں لائے اور پاؤ سیر دہی
میں ایک پڑیا کی دوا ملائی اور وہ دہی میں نے پی لیا مگر فوراً مجھکو استفراغ
ہو گیا یکبارگی وہ تمام دہی گر پڑا اور دست آنے شروع ہوئے تیسرے
پہر تک اٹھائیس دست آئے اور میں مارے ضعف کے بیتاب ہو گیا
اور اُنھوں نے سب تدبیر دوا کی عبداللہ خاں کو بتادی تھی تب عبداللہ خاں
نے ہنت نگر کے گڑ کا شربت مجھکو پلایا دست آنے موقوف ہو گئے پھر
شام کو مونگ کی کھچڑی خوب سا گھی ڈال کر مجھکو کھلائی دوسرے
دن صبح کو پھر دہی میں وہی دوا پلائی اُس دن بیس دست آئے اور

اُس دن بھی تے میں سب وہی گر پڑا پھر عبداللہ خاں اُن کے پاس
گئے اور دونوں روز کا حال بیان کیا اُنھوں نے کہا کہ اب وہی
انگوری سرکہ کے دو دو انجیر ہر روز ان کو کھلاؤ اور گھی ڈال کر
مونگ کی کھچڑی، اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اسی میں چنگے ہو جاوینگے
پھر چھ روز دو دو انجیر میں نے کھائے تمام عارضہ میرا دفع ہو گیا
اور باقی انجیر بچ رہے پھر ساتویں دن عبداللہ خاں مجکو ان کے پاس
لے گئے اُنھوں نے میرا حال پوچھا میں نے کہا اب تو فضل الٰہی ہے وہ
عارضہ بالکل دفع ہو گیا اور جس دن میں حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
سے رخصت ہو کر اس طرف چلا تھا تب آپ نے مجھ سے پوچھا کتنے
دنوں میں آؤ گے میں نے عرض کیا کہ مجکو کیا خبر مگر نیت میری یہ
ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے جلد شفا عطا فرمائی تو جلد آؤنگا والا جب
خدا لاوے آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ جلد تم
اچھے ہو جاؤ گے مگر تین مہینے کی تم کو رخصت ہے اس سے زیادہ
نہ رہنا اور ایک روپیہ تبرک مجکو عنایت کر کے فرمایا تھا کہ اس
کو خرچ نہ کرنا اپنے پاس حفاظت سے رکھنا اس کی برکت سے
خرچ کی تم کو فراغت ہو گی سو حاصل اس گفتگو کا یہ ہے کہ جو میں
وہاں سے آیا عبداللہ خاں نے آپ سے ملایا آپ نے میری دوا کی
خدا نے چھ دن میں شفا دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھ پر مہربان
کیا آپ نے خرچ معقول مجکو دیا یہ سب حضرت امیرالمومنین کی دعا

کا سبب تھا ورالا مجھ نکچے کم رو کو کون پوچھتا اُنھوں نے کہا سچ
کہتے ہو بات یوں ہی ہے میں نے یہی نسخہ کئی شخصوں پر آزمایا ہے مگر
اس طرح چٹ پٹ پانچ چھ دن میں کسی کو آرام نہیں ہوا مجھکو بھی
بات یہی معلوم ہوتی ہے پھر میں نے پوچھا کہ اب جو کچھ شکر میں انجیر باقی
ہیں ان کو کیا کروں اور اب کھانا کیا کھایا کروں اُنھوں نے کہا کہ آرام
تم کو باخوبی ہو گیا اس عارضہ کا اثر اب کچھ نہیں رہا مگر ابھی دو چار روز
وہی مونگ کی کھچڑی خوب سا گھی ڈال کر ایک انجیر یا آدھ انجیر کے ساتھ
کھایا کرو تم کو طاقت آجاویگی اور وہ انجیر بھی خرچ ہو جاویں گے پھر
میں عبداللہ خاں کے ساتھ وہاں سے تو بخانے میں آیا اور وہی دوا کھچڑی
کے ساتھ کھانی شروع کی پھر اُس کے دوسرے روز عبداللہ خاں نے ایک
گاڑھے کا تھان لاکر مجھکو کپڑے بنا دئے اور مجھ سے کہا کہ سردار یار محمد
خاں کے یہاں دو ہند وستانی سلو خاں اور نا مدار خاں میں چلو تم کو ان
سے ملاقات کرا لاویں پھر میں اُن کے ساتھ گیا وہ دونوں صاحب بڑے
اشتیاق اور اخلاق کے ساتھ مجھ سے ملے اور عبداللہ خاں نے اُن سے میرا
حال کہا کہ یہ ہمارے خلیفہ صاحب کے ساتھ کے ہیں اُنھوں نے کہا کہ دو
آدمی ہمارے یہاں بھی خلیفہ صاحب کے لشکر کے نوکر ہیں میں نے اُن سے
کہا کہ میں بھی اُن سے ملنا دیکھوں تو کون صاحب ہیں پھر انھوں نے
ان کو بلوایا وہ مجھ سے آکر ملے ایک خدا بخش جنگی شیخ حسن علی صاحب
کے ساتھ کے تھے اور دوسرے مہربان خاں بانگر مؤ کے تھے پھر میں نے

ان کا حال پوچھا اُنھوں نے بیان کیا پھر سلّو خاں اور نامدار خاں
نے مجھ سے کہا کہ جیسے یہ دونوں صاحب ہمارے نوکر ہیں آپ بھی نوکری
کرلیں آپ کا مکان ہے میں نے کہا کہ میں تو فقط آپ سے ملنے کو آیا ہوں
نوکری کی مجھکو خواہش نہیں ہے اور نہ میں کسی کی نوکری کرتا ہوں اُنھوں
نے کہا خیر اگر نوکری نہ کروگے تمہاری خوشی مگر دس پندرہ روز جب
تک اس شہر میں رہو تب تک آپ کی دعوت کے لئے چار آنے روز
ہمارے یہاں سے مقرر ہیں جب چاہنا تب عبداللہ خاں سے منگوالینا
یا آپ لیجانا اور آج شام کو کھانا ہمارے یہاں کھانا اور جب خلیفہ
صاحب کے لشکر کو جانا تب ہم سے مل کر جانا پھر اُس دن شام کو
وہاں سے کھاکر میں عبداللہ خاں کے مکان پر آیا اور میں نے عبداللہ
خاں سے کہا کہ بھائی صاحب خیال تو کرو یہ دونوں رسالدار نہ میرے
آشنا نہ یار نہ وہ مجھکو جانتے ہیں نہ میں ان کو یہ جو چار آنے ہر روز
دعوت کے اُنھوں نے مقرر کئے ہیں جانتے ہو کیا سبب ہے یہ سب ہمارے
حضرت کی دعا کی برکت کا اثر ہے اور نہیں تو کون کس کے ساتھ بے
جانے پہچانے اس طرح احسان کرتا ہے اُنھوں نے کہا ہاں سچ یہی بات
ہے پھر سولہ روز میں عبداللہ خاں کے پاس رہا اُنھوں نے چار روپے
ان کے پاس سے مجھکو لادئے میں نے کہا کہ اب میں پنجتار کو جاؤنگا
اور میں محمد بخش صاحب وعدہ کر آیا تھا کہ تم سے بے ملے نہ جاؤنگا سو
آج چلو تو ان سے ملاقات کراؤں اُنھوں نے کہا اکیلے نہ جاؤ تمہارے

پاس دس بیس روپے ہیں رستہ بے امن کا ہے جب کوئی اچھا ساتھ ملے تب جانا میں نے کہا اللہ میرے ساتھ ہے میں تو اب جاؤنگا پھر وہ مجکو اُن کے پاس لے گئے میں نے اُن سے کہا کہ میں آپ سے رخصت ہونے آیا ہوں اب دو تین روز میں میرا ارادہ پنجتار جانے کا ہے وہ سُن کر خاموش رہے اور عبداللہ خاں سے کہا کہ تم نے اور بھی کچھ سنا ہے اُنھوں نے کہا کیا بات ہے کہا پر سال جب سیدو کی لڑائی میں سردار یار محمد خاں نے خلیفہ صاحب سے دغا فریب کیا تھا اور سکھوں کا ساتھ دیا تھا تب سکھوں نے واسطے تسلی کے کہ یہ درانی دغاباز ہیں کہیں ہم سے بھی فریب نہ کریں خان ممدوح کے بیٹے کو اول میں لے گئے تھے سو اب سکھوں کا وکیل یہ پیام لے کر آیا ہے کہ اب کی سال اُس اپنے بیٹے کو لو اور اُس کے عوض سردار محمد خاں کے بیٹے کو دو اور فوج سکھوں کی اُن کے بیٹے کو لے کر شمس آباد میں آئی ہے سو آج کل سردار سلطان محمد خاں کے بیٹے کو لیجانے والے ہیں اور الاچی ٹبرے کی گڑھی کی محافظت کے لئے ان دنوں سکھوں کے لشکر میں بھرتی بھی جاری ہے ہمارا بھی ارادہ ہے کہ ہم بھی وہیں جاویں اگر یہ بھائی بھی ہمارے ساتھ وہاں تک چلیں تو خوب ہے پھر اکوڑی سے یہ پنجتار کو چلے جاویں اور ہم ادہر سکھوں کے لشکر کو روانہ ہوں میں نے عبداللہ خاں کے کان میں جھک کے کہا کہ بھائی صاحب یہ بھی حضرت امیرالمومنین کی دعا کا اثر ہے تم کہتے تھے کہ تمہارے پاس دس بیس روپے ہیں اور آج کل رستہ میں غدر ہے کیونکر جاؤگے سو اللہ تعالی نے اوپر سے

ادہر ہی میری ہمراہی کا سامان درست کر دیا اب میں ضرور انھیں
کے ساتھ جاؤنگا پھر میں نے اُن سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ چلونگا
جب آپ چلیں مجکو بھی ساتھ لیویں پھر میں عبداللہ خاں کے ساتھ
وہاں سے توپخانہ کو آیا پھر اُس کے دوسرے روز درانیوں کا پیش خیمہ
ادہر جانے کو نکلا پھر چوتھے روز محمد بخش صاحب نے کہلا بھیجا کہ درانیوں
کا لشکر پیچھے سے آرہیگا ہم آج چل کر موضع چکنی میں رہینگے پھر میں کمر
باندہ کر عبداللہ خاں کو ساتھ لے کر سلو خاں اور نامدار خاں سے
ملنے کو گیا اُنھوں نے چار دن کی دعوت کا ایک روپیہ مجکو اور دیا اور
دور ولے اور دے کر مجکو رخصت کیا اور کہا کہ تم خلیفہ صاحب کے
لوگ برکت والے ہو ہمارے واسطے دعا کرنا پھر عبداللہ خاں کے ساتھ
میں وہاں سے محمد بخش کے پاس گیا وہ تیار تھے پھر عبداللہ خاں سے
میں رخصت ہو کر اُن کے ساتھ ہوا وہ اس دن موضع چکنی میں ساٹھ
ستر آدمیوں سے جا کر اُترے اور وہ آدمی ان کے نوکر چاکر کوئی
نہ تھے سب اُمیدواروں میں تھے کہ جہاں اُن کی نوکری ہوگی وہیں
ہم بھی نوکری کرینگے اور ہر ایک کو سیر بھر آٹا آدھ پاؤ دال چھٹانک گھی
ہر روز وہ اپنے پاس سے دیتے تھے چنانچہ دو آدمی اسی روز چکنی میں
میرے ساتھ آئے تھے ان کو بھی اسی قدر آٹا دال گھی دلوایا اور کہا کہ
جب تک چاہو ہمارے ساتھ رہو جہاں ہم نوکری کرینگے تم کو بھی نوکر
کرا دینگے اُنھوں نے کہا اگر ہم مہینہ دو مہینہ آپ کے ساتھ رہے

اور خدانا خواستہ کہیں ہماری نوکری نہ لگی اور آپ نے ہم سے خوراک کا حساب طلب کیا تو ہم مفلس سپاہی ہیں کہاں سے دینگے اُنہوں نے کہا تم اس کا اندیشہ نہ کرو اگر نوکری تمہاری ہو تو خوراک کے دام دینا ورنہ تم کو اختیار ہے جب چاہنا چلے جانا تم سے ہمارا کچھ دعویٰ نہیں سو وہ سب ہمراہی اسی قسم کے تھے ایک شخص محمد صدیق نام محمد بخش کے سالے تھے ان کے کاروبار اور تقسیم خوراک وغیرہ کے مختار تھے سو اس روز بھی سب کو خوراک تقسیم کی اور میرے واسطے محمد بخش نے اُن سے کہا کہ ان کا کھانا تم اپنے کھانے کے ساتھ پکانا پھر رات بھر وہاں رہے صبح کو موضع پنج پیر میں آئے پھر اُس کی صبح اکوڑی میں داخل ہوئے وہاں کا حاکم فیروز خاں کھٹک کا بیٹا خواص خاں تھا سو ان روزوں اس کے چچا امیر خاں نے اس کو نکال کر اکوڑی میں آپ قبضہ کر لیا تھا سو خواص خاں وہاں سے بھاگ کر زیارت کی طرف ایک بستی میں گیا وہاں امیر خاں سے لڑنے کو نوکر رکھتا تھا محمد بخش کے ہمراہیوں نے محمد بخش سے کہا کہ یہاں خواص خاں سپاہ نوکر رکھتا ہے آپ بھی نوکری کر لیجئے اُنہوں نے کہا یہ نوکری فقط دو تین مہینے کے لئے ہے پھر برطرف کر دینگے ان کے یہاں کئی بار یوں ہی ہم نے سنا ہے کبھی خواص خاں غالب ہو کر امیر خاں کو نکال دیتا ہے امیر خاں بھرتی کرتا ہے اور کبھی امیر خاں غالب ہو کر خواص خاں کو نکال دیتا ہے خواص خاں بھرتی جاری کرتا ہے ہم ایسی نوکری بے بنیاد نہیں کرتے ہیں تم چاہو کرو اختیار

ہے پھر کوئی چالیس آدمی اُن کے ساتھ کے واسطے نوکری کے چلے گئے
اسی روز امیر خاں نے سنا کہ محمد بخش یہاں اُترے ہیں آپنے آدمی
کو بھیجا کہ اگر آپ کو نوکری کرنی منظور ہو تو ہماری نوکری کر لیں،
محمد بخش نے کہا کہ میں ابھی نوکری نہیں کرونگا اور اُس امیر خاں کے
آدمی نے مجکو پہچانا اور کہا کہ جب امیر خاں خلیفہ صاحب کے پاس گئے تھے
تب میں نے تم کو وہاں دیکھا تھا تم تو خلیفہ صاحب کے ساتھ کے ہو میں
نے کہا ہاں میں اُنہیں کے ساتھ کا ہوں پھر اُس نے جا کے امیر خاں سے
کہا اُنھوں نے مجکو بلوا بھیجا میں گیا اُنہوں نے مجکو پہچانا اور بہت میری
خاطرداری کی اور کہا کہ جبتک خواص خاں کا شور و فساد موقوف ہو تب
تک تم ہمارے پاس رہو پھر ہم تم کو اچھی طرح سے رخصت کرینگے میں نے
کہا کہ میں تو اپنی بیماری کی دوا کے لئے پیشور گیا تھا سو اللہ تعالی نے اچھا کر دیا
اب میں خیر آباد ہو کر اٹک کا قلعہ دیکھتے ہوئے حضرو کی طرف سے حضرت
کے پاس پنجتار کو جاؤنگا رہنا میرا نہ ہو گا اُنہوں نے کہا خیر اگر یہاں الہی
ارادہ ہے تو دو تین دن اور ٹہر جاؤ درانیوں کا لشکر سردار یار محمد خاں
کے بیٹے کے واسطے سردار سلطان محمد خاں کے بیٹے کو لے کر آج پنج پیر میں
آیا ہے کل یہاں داخل ہو گا یہ بھی معاملہ دیکھ لو پھر چلے جانا اور اگر جلتے
ہو تو آپ کو کسی سے ظاہر نہ کرنا کہ خلیفہ صاحب کے ساتھ کا ہوں میں
نے کہا کہ بغیر پوچھے تو میں کسی سے کہنے کا نہیں کہ میں خلیفہ صاحب کے
ساتھ کا ہوں اور جو کوئی پوچھیگا تو میں سچ کہہ دونگا اللہ تعالی

میرے ساتھ ہے حضرت امیرالمومنین کی دعا کی برکت سے کوئی مزاحم نہ ہوگا پھر انھوں نے مجکو کچھ خرچ راہ دیا اور کہا کہ تم خلیفہ صاحب کے ہمراہی ہو ہمارے واسطے دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ خواص خاں کا شر و فساد ساتھ خیر کے دفع کر دے پھر میں وہاں سے محمد بخش کے پاس آیا پھر صبح کو میں محمد بخش کے ساتھ وہاں سے گیدڑ گلی ہو کر خیرآباد میں آیا رات کو میں نے محمد بخش سے کہا کہ صبح آپ تو شمس آباد کو سکھوں کے لشکر میں جاؤگے میرا ارادہ ہے کہ میں دو چار دن یہاں ٹھہروں ادہر اُدہر کا سیر و تماشا دیکھوں انھوں نے کہا بہتر ہے تم رہ جاؤ اور اگر وہاں لشکر میں آنا ہو تو دہنو دیوان کا ڈیرا پوچھ لینا وہیں ہم اُترینگے لیکن اس پتہ کے وہاں ہمارا ملنا مشکل ہوگا چالیس ہزار سکھوں کا وہاں لشکر ہے پھر صبح کو وہ شمس آباد کی طرف روانہ ہوئے میں خیرآباد میں رہا پھر چار پانچ گھڑی دن چڑھے شہر کے کنارے لہنا سنگھ سکھ کا ایک باغ مشہور تھا میں اس میں بطور سیر کے گیا اس کے اندر ایک پختہ نفیس مکان بنا تھا اُس میں وہی صاحب باغ بیٹھا تھا اُس نے مجکو دیکھ کر بلایا میں اس کے پاس گیا اُس نے پوچھا کہ تم کون ہو اور کدہر سے آئے ہو اور کہاں جاؤگے میں نے کہا میں مسافر ہوں پیشور سے آتا ہوں حضرو کو جاؤنگا اُس نے کہا تم تو پیشور کے رہنے والے نہیں معلوم ہوتے ہو خلیفہ کے ساتھ کے ہو میں نے کہا سنگھ جی تم لوگوں کی عملداری کے اس طرف جتنے مسلمان ہیں سب خلیفہ ہی صاحب کے ساتھ کے ہیں اُنھیں میں ایک میں بھی ہوں اسی اثنا میں

وہاں ایک سکھ اور آگیا مگر لہنا سنگھ ذی عزت سرداروں میں تھا
اور وہ کوئی یوں ہی رعایا میں سے تھا میری باتیں سُن کر کہنے لگا
کہ یہ مسلمان لوگ فریبی سچ نہیں بتاتے ہیں یہ کہیں جاسوسی کو آئے
ہونگے میں نے اپنے جی میں کہا الٰہی خیر کرے حضرت کی دعا کی برکت سے
اس کے بہتان سے محفوظ رکھنا سنگھ نے کہا دوالے بند تم اپنا حال سچ
سچ کہو میں نے کہا سنگھ جی تم مجکو دوالے بند یعنی سپاہی جانتے ہو دوالے بند
کی مثال ایسی ہے جیسے یہ تمہارے ہاتھ میں تلوار کہ جبتک تمہارے ہاتھ میں
ہے جس کو مارو گے کاٹیگی اور اگر یہی تلوار تمہارے دشمن کے ہاتھ میں گئی
اُس وقت وہ جس کو مار یگا کاٹے گی پھر یہ تلوار تم کو نہ پہچانے گی کہ میں
ہمیشہ سنگھ جی کی کمر میں رہی اب ان کو نہ کاٹوں اسی طرح دوالے بند ہوتے
ہیں آدہ سیر آٹے کے نوکر جس کے ساتھ رہتے ہیں اُسی کی نمک حلالی
کرتے ہیں یہ سُن کر لہنا سنگھ نے دوسرے سکھ سے کہا کہ تم جو کہتے ہو یہ
مسلمان فریبی ہوتے ہیں سچ نہیں بتاتے سو انھوں نے تو ٹھیک بات
کہی اب اس کا جواب دو اس نے کہا کہ ہاں بات یہی ہے پھر لہنا سنگھ نے
مجھہ سے کہا کہ دوالے بند تم یہاں جبتک چاہو رہو تمہارا مکان ہے اور
اپنے باغبان سے کہ وہ مسلمان تھا کہا کہ ایک گھڑا پانی بھر کے دوالے بند
کے لئے یہاں دہر دے اور ہمارے بنیے کی دکان پر بیجا کر جبتک یہ یہاں
رہیں سیر آٹا آدہ پاؤ دال چھٹانک گھی ان کو دیا کرے اور

اس وقت کے واسطے مجکو بوریاں منگوادیں میں نے اُسی مکان میں کھائیں اس وقت میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے دل میں جانا کہ یہ بھی ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ کی دعا کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص مخالف کو جو مجھ پر مہربان کردیا پھر لہنا سنگھ وہاں سے اپنے مکان کو چلا گیا کوئی پہر بھر میں کھانا کھا کے پھر آیا میں تو لیٹا ہوا تھا وہ بھی ایک جگہ لیٹ گیا اور مجھ سے اِدہر اُدہر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ خلیفہ جی اور اُن کے ساتھ کے لوگ بڑے مردانے اور بہادر ہیں بار اکوڑے میں خلیفہ کے لوگوں نے چھاپا مارا تھا چھ سات سو سکھ کام آئے اور ان کے سو بھی نہیں مارے گئے پھر سیدو کی لڑائی سے خلیفہ جی کا حال نہیں معلوم میں سُن کر چپ لیٹا رہا اور جانا کہ اس کو میرے حال کی تحقیق منظور ہے پھر کہا تم تو دوانے ہندوستانی ہو اس ملک میں تمہارا آنا کیونکر ہوا اور تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو اپنا حال جو ہو صاف کہو میں نے اپنے دل کو مضبوط کرکے کہا کہ سنگھ جی بات تو یوں ہے کہ میں ہندوستان سے اس ملک میں خلیفہ صاحب جی کے ساتھ آیا ہوں اور خلیفہ صاحب کے جتنے لوگ ہیں ایک تو وہ جھوٹ نہیں بولتے اور نہ دوسرے کسی کے ناحق دشمن ہو خواہ دوست دغا اور فریب نہیں کرتے اس واسطے کہ خلیفہ صاحب کی یہ سب کو تعلیم ہے اور خلیفہ کا حال میں کیا بیان کروں بڑے صاحب اخلاق اور سخی وعدے کے پورے قول کے سچے دلاور اور بامروت ہیں ان کی ملاقات سے اُن کی خوبیاں

معلوم ہوتی ہیں زبان سے میں اُن کی کس کس خوبی کا بیان کروں
اور سنگھ جی اکوڑے کے چھاپے میں میں بھی اور حضرو کے چھاپے کا اور سید
کی لڑائی کا حال جانتا ہوں اور ان تینوں جگہ کا حال تم کو بھی خود
معلوم ہے کچھ بیان کی حاجت نہیں اور خلیفہ صاحب ایسے ولی اللہ مقبول
بندے خدا کے ہیں کہ جس نے ان سے دغا فریب کیا بیشک اُس
نے سزا پائی سردار یار محمد خاں نے تم لوگوں کی رفاقت کر کے خلیفہ
صاحب کو زہر دلوایا اُس کا انجام یہ ہوا کہ تم لوگوں نے اس کے بیٹے کو اول
میں لیا اور اپنے یہاں قید کیا چنانچہ اب درانی لوگ سردار سلطان
محمد خاں کے بیٹے کو اُسی کے بدلے کے واسطے لائے ہیں تم بھی جانتے
ہو یہ تمام گفتگو سن کر کہ دوالے سنگھ تم سچ کہتے ہو خلیفہ جی ایسے ہی
صاحب کرامت اور ولی ہیں خلیفہ جی کی ملاقات کا بڑا اشتیاق ہے
میرا بھائی لاہور گیا ہے جب وہاں سے آویگا تب یا تو میں خلیفہ
جی کے ملنے کو جاؤنگا اور جو میں نہ گیا تو اپنے بھائی کو بھیجونگا اور
دوالے سنگھ جبتک تم یہاں ہو تنہائی میں ہم سے خلیفہ جی کی باتیں
ہر روز کیا کرو میں نے کہا سنگھ جی ہمارے خلیفہ صاحب ایسے صاحب
اخلاق اور صاحب کرامت ہیں کہ جو کوئی اُن کی ملاقات کو جاتا
ہے پھر وہ انھیں کے پاس رہتا ہے اب میں بھی دو چار روز میں

خلیفہ صاحب کے پاس پنجیار کو جاؤنگا میں چاہتا ہوں کہ خیرآباد
اور اٹک کے قلعوں کی سیر کرتا ابسواسطے کہ وہاں اپنے لوگوں میں
جو پوچھینگے کہ تم نے خیرآباد اور اٹک کا قلعہ اندر سے دیکھا ہے
تو میں کیا بتاؤنگا لہنا سنگ نے کہا کہ دوالے نید تم خلیفہ جی کے ساتھ
کے ہو اور وہ ہم لوگوں سے لڑتے ہیں تم یہاں بے دھڑک ایسی باتیں
کرتے ہو کہ یہ قلعہ دیکھیں گے اور وہ قلعہ دیکھینگے ڈرتے ہنیں ہو میں
نے کہا سنگہ جی ڈر کس بات کا ہے ہم لوگ خلیفہ صاحب کے ہمراہی سوا
خدا کے کسی سے ہنیں ڈرتے ہیں اور میں نے تو تم کو اپنا مہربان سمجھکر
یہ بات کہی کہ شاید تمہارے سبب سے ان قلعوں کی سیر کرنے
میں آوے لہنا سنگہ ہنسنے لگا اور کہا کہ کچھ نہ ماننا میں تم سے یوں
ہی دل لگی کی راہ سے کہتا ہوں اور میں تم کو اپنی چٹھی لکھ دونگا تم
قلعہ اٹک کے جمعدار کو حوالہ کر دینا پھر وہ تم کو نہ روکے گا جہاں
چاہنا سیر کرنا پھر قلمدان منگا کر مجکو چٹھی لکھدی پھر دوسرے
روز سویرے میں کشتیوں کے پل ہوکر قلعہ اٹک کو گیا اور وہ چٹھی
جمعدار کو حوالہ کی اُس نے اندر جانے کی اجازت دی پھر میں بڑے
دروازے سے کھڑکی کے دروازے تک بازار کی سیر کرتا ہوا
گیا جب اُدہر سے پھرا تب ایک دُکان پر ایک سپاہی اللہ بخش خاں
نام سہارنپور کا بیٹھا تھا اُس نے مجکو بلایا میں اس کے پاس

گیا اُس نے ہندوستانی جان کر مجھ سے بہت اخلاق کیا اور
حال پوچھا میں نے جو تھا سب جانا بیان کیا اور کہا کہ لہنا سنگھ
کے باغ میں اُترا ہوں اب وہیں جاؤنگا پھر وہ بھی پل تک میرے
ساتھ آیا اور پل ہی پر اس کی نوکری تھی اور کہا کہ جب پھر آنا تو
مجھ سے ملتے ہوئے جانا اس وقت کوئی پہر دن تھا پھر میں وہاں
سے پل پر ہو کر باغ میں آیا لہنا سنگھ شراب کے نشہ میں مست سونے
کا کنٹھا گلے میں اور سونے کے بالے موتی جڑے ہوئے کانوں میں پہنے
اور شالی رومال سر میں باندھے لیٹا ہوا واہی تباہی بک رہا تھا
اور سونے کی تہبال تھبال اور سنہرے قبضہ کی تلوار الگ دھری
تھی مجکو دیکھ کر بولا کہ دوالے ہند اٹک کا قلعہ دیکھ آئے پھر بیہوش
ہو کر سو گیا یہاں تک کہ شام ہوئی میں نے نماز مغرب کی پڑھی
پھر مجکو اُس کی بیہوشی کا حال دیکھ کر دل میں اندیشہ ہوا کہ ہزاروں
روپے کا اسباب اس کے پاس ہے اور یہاں اکثر دریا پار کے
مسلمان ولاتی دو سرے تیسرے دو ایک سکھوں کو مار کر لوٹ لیجاتے
ہیں ایسا نہ ہو کہ اس پر کچھ صدمہ ہو جاوے تو مفت میں مجھ پر الزام
آوے یہ خیال کر کے ایک لاٹھی لے کر جو میرے پاس تھی بیٹھا
کہ جبتک یہ ہوش میں آوے میں اُس کی اور اُس کے اسباب
کی محافظت کروں اور باغبان سے میں نے کہا کہ جلد روٹی کھا کر

تو بھی یہاں آ دہ روٹی کھانے کو اپنے گھر گیا کوئی چھ گھڑی
رات گئے باغبان اور لہنا سنگھ کا رسوئی کرنے والا آیا اور کہا کہ
ابھی گیدڑ گلی کے نالے میں کسی نے ایک بنئے کو لوٹ لیا یہ سُن کر مجکو اور
بھی خوف ہوا میں نے اُن دونوں سے کہا کہ تم کہیں مت جانا یہیں رہنا
اُنھوں نے کہا میاں جی لہنا سنگھ تو ہر روز اسی طرح یہاں رہتا ہے
تم بھی سو رہو یہ کہہ کر وہ دونوں اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے میں اسی طور لاٹھی
لئے ادہر اُدہر چہل قدمی کرتا رہا قریب آدہی رات کے وہ ہوش میں آیا
مجکو دیکھ کر کہا دوالے بند تم ابھی تک جاگتے ہو میں نے کہا تم نشہ میں بیہوش
لیٹے تھے اور تمہارے ہتھیار اور کپڑے ادہر اُدہر پڑے تھے مجکو اندیشہ
ہوا کہ یہاں ہمیشہ گیدڑ گلی میں لوٹ مار رہتی ہے چنانچہ ابھی کوئی
سوا پہر گزرا ایک بنیا لٹ گیا تمہارا رسوئی والا کہتا تھا خدا ناخواستہ
کوئی کچھ تمہارا اسباب لیجاتا تا ناحق مجھ پر الزام آتا اسلئے میں جاگا کیا
اور تم سردار ہو تم کو اس طور نشہ پی کر غافل ہونا نہ چاہئے کہا دوالے بند
سچ کہتے ہو بیشک یہ بڑی بات ہے پھر وہ سو رہا اور میں بھی سو رہا پھر
صبح کو کچھ دن چڑھے خیرآباد کا قلعہ دکھلانے مجکو اپنے ساتھ لے گیا پھر
خوب وہاں کی سیر کر کے میں اس کے ساتھ چلا آیا الغرض میں وہاں
آٹھ روز رہا اور ہر روز لہنا سنگھ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے
حالات مجھ سے پوچھا کرتا اور میں بیان کیا کرتا اس میں ایک

روز کہنے لگا کہ دوالے بند اُس دن جو تم نے مجکو نصیحت کی تھی
نشہ پی کر اس طور تم کو غافل ہونا نہ چاہئے سو آج سے میں نے
توبہ کی اب ایسا نشہ نہ پیا کرونگا کہ نہ جان کی خبر رہے نہ مال کی
میں نے اپنے دل میں جانا کہ یہ بھی ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ کے حالات
سننے کا اثر ہے اور انھیں آٹھ دن کے اندر ایک روز کوئی ہزار
سکھ سردار یار محمد خاں کے بیٹے کو لائے اور گیدڑ گلی کے میدان
میں اُترے اور ادہر سے درانی سردار سلطان محمد خاں کے بیٹے
کو لائے اور سکھوں کو دے کر سردار یار محمد خاں کے بیٹے کو لے
گئے اور سکھ شمس آباد کو گئے اُنھیں کے ساتھ لہنا سنگہ سے رخصت
ہو کر میں بھی گیا اور وہاں میں نے دہسنو دیوان کا ڈیرہ تلاش کیا
وہیں محمد بخش قریشی سے ملاقات ہوئی رات بھر میں اُنہی کے ڈیرے
میں رہا صبح کو لشکر کا تماشا دیکھنے گیا تین آدمی محمد بخش کے بھی
میرے ہمراہ تھے وہاں نجیبوں کی پلٹن میں روشن خاں نام
ہندوستان کے ایک کپتان تھے اُن سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے
کہا بھائیو اس وقت کیونکر آنا ہوا میرے تینوں ہمراہیوں نے
کہا کہ سنا ہے تیج سنگہ سپاہیوں کی بھرتی کرتا ہے سو نوکری
کے لئے آئے ہیں اُنھوں نے ہر ایک سے پوچھا کہ تم کہاں کے
رہنے والے ہو سب نے اپنا اپنا وطن بتایا مجھ سے پوچھا میں نے

بھی بتایا پھر انھوں نے ان تینوں سے کہا کہ تم کل اسی وقت آنا
تمہاری روبکاری ہم کرا دینگے پھر ان کو رخصت کیا اور مجکو ٹھہرالیا
اور کہا کہ تم تو خلیفہ صاحب کے ہمراہی معلوم ہوتے ہو میں نے اس کے جواب
میں تردد کیا اُنھوں نے کہا تم ڈرتے کیوں ہو یہاں کسی کا خوف نہیں
میں خود خلیفہ صاحب کا معتقد ہوں یہاں جو کوئی ان کے لشکر سے آتا
ہے اول تو اس کو سمجھاتا ہوں کہ تم کیوں چلے آئے وہیں جاؤ اور جو نہیں
مانتا ہے تو دو چار روپے خرچ راہ دے کر رخصت کر دیتا ہوں جب
اُنھوں نے یہ باتیں کیں اور میں نے جانا کہ حضرت کی محبت اور اعتقاد اُن
کے دل میں ہے تب میں نے کہا کہ کپتان صاحب خلیفہ صاحب کی دوستی
کا اپنے ہی لشکر میں بیٹھے بیٹھے دم مارتے ہو یہ تو بات کچھ نہیں اگر
سچا دعویٰ ہے تو جس طور ہو سکے جان و مال سے چل کر اُن کے لوگوں میں
شریک ہو تب اُنھوں نے کہا کہ بھائی صاحب میں بھی تو مسلمان ہوں
تم جانتے ہو کہ میرا دل ان میں شریک ہونے کو کیا نہیں چاہتا ہے مگر بات
یہ ہے کہ ظاہر میں یہاں سے نکلنے کی ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ
ہزار یا نسو آدمی ساتھ لے کر وہاں جاؤں اور ایک تو خلیفہ صاحب
کے لوگوں سے جو اُدھر سے آتے ہیں معلوم ہوا کہ کھانے کپڑے کی تنگی
وہاں قلت ہے اور یہاں بارہ روپے روز کا میں نوکر ہوں اور
سات سات روپے میرے سپاہیوں کے ہیں اور سب کی نیت ہے

کہ کسی طور خلیفہ صاحب کے شریک ہوں اور شریک ہونے کی ا
صورت یہ ہے کہ اگر اُس طرف ہم لوگوں کی گمان ہوا در خیر و عافیت
سے پیر اپنے مسلمان بھائیوں کو لے کر دریا کے پار ہوں پھر مجکو کسی
بات کا خوف نہیں پھر آگے جو کچھ ہو سو دیکھ لوں اور دوسری یہ ہے
کہ خلیفہ صاحب اور اُن کے لوگ جیسے مسلمان قوی الایمان ہیں ایسا
میں آپ کو جانتا نہیں ہوں کہ وہ لوگ اپنے گھر بار خویش و تبار
ناموس و نام عیش و آرام چھوڑ کر یہاں سو طرح کی تکلیف اُٹھاتے
ہیں اور اپنے دلوں میں ذرا کدورت نہیں لاتے ہیں اگر میں یہ اپنا کارخانہ
چھوڑ کر باتن تنہا جاؤں اور وہاں نہ ٹھہر سکوں پھر چلا آؤں تو
نہایت بُری بات ہو ابھی تو ادہر جانے کا دل میں اشتیاق بھی ہے تب
یہ بھی نہ رہے میں نے کہا کپتان صاحب یہ تمام نفس کے مکر و حیلے
ہیں جس نے فی سبیل اللہ خالص نیت سے کمر باندھی اللہ تعالیٰ خود اس کا
یار و مددگار ہوتا ہے اُنہوں نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو اللہ تعالیٰ
سے دعا کرو یہی توفیق مجکو عنایت کرے میں نے تو اپنی استعداد تم
سے بیان کی اور بات حق وہی ہے جو تم کہتے ہو پھر میں اُن کے
ڈیرہ میں آٹھ دن رہا دونوں وقت ان کا آدمی میرے لئے
کھانا لاتا تھا اور کھلا کر چلا جاتا تھا پھر انہوں نے کچھ خرچ

راہ دے کر مجکو رخصت فرمایا میں وہاں سے ہجرو کو آیا اور ایک مسجد میں اُترا محمد صدیق نام ایک خیاط تھا بعد نماز مغرب کے اپنے مکان پر مجکو لے گیا اور کمال اخلاق کے ساتھ مہمانداری اور خدمتگزاری کی اور پوچھا کہ اس طرف سکھوں کی عملداری میں تم کیونکر آئے میں نے اس کو نیک بخت اور مرد صالح جان کر اول سے آخر تک اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ اب صبح کو میں جاؤنگا اُس نے کہا میرا ایک بھائی شہر سے آیا ہے سو تم دو روز یہاں ٹھہر جاؤ وہ بھی جاویگا اُسی کے ساتھ تم بھی چلے جانا اس کے سبب سے تم کو گھاٹ پر کوئی نہ روکے گا پھر تیسرے روز اُس نے اپنی بی بی سے دو پراٹے پکواکر رومال میں باندھ کر مجکو اپنے بھائی کے ساتھ کر دیا پھر میں اُس کے ساتھ اباسین اُترا اور وضو کر کے وہاں شکرانے کی دو رکعت نماز پڑھی اور رات کو شہر میں رہا صبح کو وہاں سے ساتھ خیر کے پنجبار میں آیا حضرت کے قدم دیکھے دست بوس ہوا آپ نے خیر و عافیت سفر کی پوچھی میں نے جو حال گذرا تھا عرض کیا اُس وقت میرے پاس ساٹھ روپے تھے میں نے وہ آپ کے آگے دھرے آپ نے پوچھا یہ کیسے روپے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضرت نے جو تبرک کا روپیہ عنایت کیا تھا یہ اس کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں، آپ نے فرمایا یہ تم کو خدائے تعالیٰ نے دئے ہیں ان کو اپنے

خرچ میں لاؤ خلاصہ اس تمام سفر میرے کا یہ ہے کہ جب
میں حضرت علیہ الرحمۃ سے رخصت ہوکر دوا کرانے کو پنجاب سے
پشاور کو چلنے لگا تب آپ نے میرے لئے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ سے اُمید ہے کہ تم جلد چنگے ہو جاؤ گے اور یہ فرمایا کہ تم کو
تین مہینے کی رخصت ہے زیادہ نہ رہنا چلے آنا اور ایک روپیہ
برکت کا دے کر فرمایا تھا کہ اس کو حفاظت سے رکھنا خرچ نہ
کرنا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بہت روپے دیگا سو وہاں پشور
میں جب میں گیا تو حضرت کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ایسے
سخت مرض سے فقط چھ روز میں صحت کلی عطا فرمائی اور جس نے
میرا معالجہ کیا وہ خود کہتا تھا کہ یہ دوا اکثر لوگوں کو میں نے دی
ہے مگر اس طرح چٹ پٹ چھ روز میں کسی کو آرام نہ ہوا فی الحقیقت
حضرت ہی کی برکت کا اثر تھا اور اس سیر و سفر کا حال یہ ہے کہ
جب سے میں حضرت سے رخصت ہو کر پشور کو گیا اور قریب ڈھائی
مہینے کے مخالفوں کی عملداری میں پھرا حضرت کی دعا کی برکت سے
جس کے پاس گیا اُس نے ساتھ عزت و توقیر کے رکھا حالانکہ
نہ میں ایسا رو دار نہ بڑا سپاہی نہ مجھ میں کچھ علم نہ کوئی ایسا ہنر
کہ جس کی بدولت کوئی قدر دانی کرتا صرف حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ کی دعا کا اثر تھا اور اُس روپیہ کی برکت کا یہ

حال ہے کہ جب میں سفر کر کے مع الخیر تجبار میں آیا تب ساٹھ
روپے میرے پاس تھے اور اُس روپے کی برکت کا حال اگر تمام
وکمال لکھوں تو ایک جدی کتاب تیار ہو کیونکہ حضرت علیہ الرحمۃ
نے وہ روپیہ سن تینتالیس ہجری میں مجکو عنایت کیا تھا اور اب
سن چوہتر ہجری میں وہ روپیہ میرے پاس موجود ہے ہزاروں
روپے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے اور میں نے خرچ
کئے اور اٹھارہ برس کا عرصہ ہوا میں اس بلدہ دارالاسلام ٹونک
میں ہوں فضل الٰہی سے اب میرے پاس نقد اور زیور ملا کر ہزار
روپے ہیں اور اس کے علاوہ سوا آٹھ سو روپے حویلی میں لگے
وہ موجود ہے اور اٹھارہ برس سے پانچ روپے مہینہ للہ فی اللہ
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی کفش برداری کے طفیل سے میرے
آقائے نامدار دولتمدار نواب مستطاب معلی القاب نواب وزیر الدولہ
امیر الملک محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ دام اقبالہ عنایت فرماتے
ہیں اور اس زمانے سے آج تک نہ میں نے کسی کی نوکری کی نہ چاکری
اور اُسی وقت مذکور سے آج تک اگر کبھی مشیت الٰہی سے مجکو
جو کوئی عارضہ لاحق ہوا تو اُسی طور اللہ تعالیٰ نے چھ چھ
سات روز میں شفا عطا فرمائی میں اپنے عقیدہ سے یہ بھی اسی

دن کی دعا کی برکت کا اثر جانتا ہوں اور اُس زبان
ہدایت نشان سے آج تک ہر قسم کے لوگوں میں محکور رہنے کا اتفاق
پڑا اللہ تعالیٰ نے ساتھ عزت و آبرو کے رکھا یہ بھی میں حضرت
ہی دعا کا اثر جانتا ہوں اور خصوصاً ایسا رئیس المومنین امام المسلمین
عالی مراتب والا مناصب صاحب جاہ وجلال خداوند دولت و
اقبال سخی زماں شجاع دوراں پیشوائے شریعت مقتدائے طریقت
نواب ممدوح پیر فتوح جو ہم سے خستہ حال شکستہ بال لوگوں کی
قدر و منزلت کرتا ہے اور واجب التعظیم جانتا ہے یہ محض حضرت
امیر المومنین سید المجاہدین علیہ الرحمۃ کی کفش برداری اور خدمتگزاری
کا اثر ہے والا من آنم کہ من دانم "فقط" اب سنا چاہیئے کہ جو حوال
پنجاب میں پیچھے میرے گذرے اور جب میں سفر سے آیا اور زبانی
اپنے لوگوں کے معلوم ہوئے وہ یہ ہیں کہ سیدو کی لڑائی میں جو یار محمد
خاں درانی نے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو زہر دیا تھا سو اُس
کی گرمی کا کچھ خلل آپ کی طبیعت فیض طویت میں باقی تھا اس کے دور
ہونے کے لئے لشکر ظفر پیکر کے تجربہ کار لوگوں نے یہ چارہ تجویز کیا،
تھا کہ حضرت علیہ الرحمۃ کہیں نکاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ سے اُمید
ہے کہ وہ خلل جاتا رہے اور آپ کی اہلیہ شریفہ وہاں سے دور
ملک سند میں تھیں آخر کو آپ سے چھپا کر موضع گنگلئی میں

ایک بیوہ سیدانی پیر بابا کی اولاد سے تھیں اُن کی بیٹی سے
نکاح کا ڈول لگایا پھر آپ کو اس کی اطلاع کی آپ نے فرمایا
کہ بات تو بہتر ہے مگر اس امر میں سید محمد اسمٰعیل کی والدہ کا مجھ سے
عہد ہے یہ بات بے اجازت اُن کی کے میں نہیں کر سکتا ہوں۔
لوگوں نے عرض کی کہ اگر آپ کا فقط یہی عذر ہے تو کوئی قاصد
سند میں بھیج کر اجازت منگوا لینا چاہئیے یہ امر کچھ دشوار نہیں ہے
آپ نے فرمایا کہ ہاں اگر اجازت آجاوے تو پھر کچھ مضائقہ نہیں پھر
لوگوں کے کہنے سے آپ نے سید محمد اسماعیل کی والدہ شریفہ معظمہ مکرمہ
کو اس مضمون ہدایت مشحون کا خط تحریر فرمایا کہ ان دنوں مجھکو ایسا
ایسا عارضہ لاحق ہے اور تجربہ کار شخصوں نے اس کے دفع کے
واسطے نکاح کرنا تجویز کیا ہے سو یہ بات آپ کی اجازت پر
موقوف ہے اس واسطے کہ تم نے وقت نکاح آنے کے یہ عہد لیا
تھا کہ ہمارے جیتے ہوئے بے اذن ہمارے اور نکاح نہ کرنا اب
جو تمہاری مرضی مبارک ہو وہ مجھکو منظور ہے پھر یہ خط محمد صلاح
سندی کو دے کر اور ایک دوسرا آدمی اس کے ساتھ کر کے
سند کو روانہ فرمایا اس عرصہ میں چند روز کے بعد جو آپ نے آخوند
فیض محمد کو کچھ تحفہ دے کر شاہ کاشکار کے پاس واسطے دعوت
جہاد کے روانہ کیا تھا سو وہ آخوند موصوف مع الخیر تجبار میں

آئے اور چند تحائف بھیجے ہوئے بادشاہ کے لائے وہ کیا کیا تحفہ
تھا ایک تو خضاب بی بی صاحبہ والدہ بی بی صاحبہ کی بھیس اور ایک
چادر پشمینے کی نہایت باریک اور بیش قیمت تھی اور ایک قرآن مجید
خوشخط اور مطلا اور ایک بیش قبض فولادی شترباتی کے دستے کی اور اس
کا میان اور میان نقرئی تھا اور تجاہے تسمے کے اس میں کلابتون اور
ابریشم کی گندھی ہوئی ڈوری تھی اور دستے کے حلقہ میں کلابتون اور
ابریشم کا جھبا تھا اور اس بادشاہ کا خط لائے تھے وہ آپ کو دیا اور
اُس وقت وہ آخوند صاحب حضرت علیہ الرحمہ سے فارسی میں کلام کرتے
تھے کچھ ہم عامی لوگوں کی سمجھ میں آتا نہ تھا مگر اتنا معلوم ہوا کہ آخوند صاحب
کہتے تھے کہ میں نے آپ کی طرف سے اُس سے بیعت لی اور اس نے آپ کی
اطاعت قبول کی پھر آپ نے بی بی صاحبہ کو کہ ان دنوں بالغہ نہ تھیں ابی
اوڑھنی میں اتارا اور رہنے کے لئے ایک دوسری جگہ مقرر کی اور وہ بیش قبض
انھیں آخوند صاحب کو عنایت کیا اور اُس قرآن شریف اور چادر کو شیخ
ولی محمد صاحب کے پاس رکھوا لیا پھر حضرت علیہ الرحمہ نے بعد آٹھ دس روز
کے بی بی صاحبہ موصوفہ معظمہ مکرمہ کو موضع گنگلی میں انھیں سید کی بیوہ
کے مکان میں رکھ دیا جن کی بیٹی سے آپ کے نکاح کا پیام تھا بعد
اس کے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ کچھ اوپر دو مہینے پنجتار میں

الغرض بروز معین ارباب بہرام خاں مع تمام سپاہ بدلوار و بنیادے ساتھ لے کر موضع ایمن علی سے جو موضع شیوہ کے قریب ہے واسطے ملاقات حضرت علیہ الرحمۃ کے پنجتار میں آئے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور ایک گھوڑا ابلق اژدر نام نہایت تیز گام اور خوش خرام بطور نذر کے آپ کو دیا اور کئی دن وہاں رہے ایک روز چلا جا حضرت سے کہا کہ آپ ان دنوں معطل یہاں بیٹھے ہیں اگر مناسب جانئے تو چند روز اپنی ملک کے نواح میں دورہ کیجئے واسطے ترغیب جہاد کے لوگوں کو وعظ و نصیحت سنائیے اور اُس ملک کے اکثر لوگوں میں تنازع داریاں اگر آپ ان کے درمیان میں مصالحہ کرادیں تو وہ لوگ آپ کے شکرگذار اور فرماں بردار ہوں آپ کو یہ صلاح خان موصوف کی پسند آئی اور فرمایا کہ یہ بات تم نے خوب کہی پھر کئی روز کے بعد بیمار اور معذور لوگوں کو پنجتار میں چھوڑا اور باقی لشکر لے کر وہاں سے آپ نے کوچ کیا اُس روز موضع شیوہ میں جا کر رہے امند خاں نام وہاں کا رئیس تھا اُس نے غازیوں کو مسجدوں اور حجروں میں اُتارا اور آپ کو ایک جدے مکان میں رکھا پھر شام کو واسطے دعوت کے دو دو چار چار مجاہدین بستی والے تقسیم کر لے گئے دوسرے دن پھر وہیں رہے لوگوں کو وعظ و نصیحت سنایا چند لوگوں نے بیعت کی اور منصور خاں چار گلی والا بھی آپ کو سُن کر اُسی دن آیا اور اپنے یہاں لے چلنے کی درخواست کی یہ خبر سُن کر ارباب بہرام خاں

شام کو موضع مہر علی کو گئے کہ میں کل راہ میں آکر ساتھ ہو جاؤنگا
پھر صبح کو آپ وہاں سے سفور خاں کے ساتھ چار گلی کی طرف روانہ
ہوئے کوئی ڈھائی یا تین کوس پر ارباب بہرام خاں ملے کہ لوگوں کے
ناشتے کوانے یہاں سے مزدوروں کے سر پر گوشت روٹی لائے تھے
حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ خان بھائی یہ تکلیف تم نے کیوں کی
اُنھوں نے عرض کی کہ آج کی منزل دور سمجھ کر میں نے چاہا کہ تھوڑا
بھائی لوگ کچھ ناشتہ کرلیں تو بہتر ہے آپ خوش ہوئے اور فرمایا روٹیاں
لوگوں کو جس قدر پہنچیں بانٹ دو پھر ناشتہ کرکے وہاں سے سب روانہ
ہوئے راہ میں ایک بستی مجئی نام تھی وہاں کے لوگوں نے آپ کو ٹھیرالیا
رات بھر وہاں رہے دوسرے دن موضع چار گلی میں داخل ہوئے وہاں
تین روز رہے سفور خاں نے بیعت کی اور کہا کہ میں آج سے اپنی جان
ومال سے آپ کا شریک ہوں اور حقیقت میں وہ شخص ایسا ہی راسخ الاعتقاد
ثابت قدم نکلا کہ اول سے آخر تک ایک وتیرے پر رہا اور محمود نام
موضع تنگی کا ایک خان تھا درانیوں نے اس کو جلا وطن کر دیا تھا وہ
بھی وہاں سے بھاگ کر سفور خاں کے پاس رہتا تھا اس نے بھی آپ
کے دست مبارک پر بیعت کی اور ہمیشہ حضرت کی رفاقت میں اول
سے آخر تک سفور خاں کی طرح یکساں رہا پھر چوتھے دن آپ یہاں
سے امان زئی کو تشریف لے گئے اور وہاں چار مقام کے لوگوں کو

دعوت جہاد کی پھر وہاں سے موضع اسمٰعیل میں گئے فقط ایک رات وہاں
رہ کر وہاں سے کوچ کیا موضع کالوخاں میں گئے ایک رات رہ کر
وہاں سے موضع تلانڈی کو گئے ایک رات وہاں بھی رہے پھر وہاں
سے شیخ جانا کو گئے ایک ہی شب وہاں بھی رہے وہاں سے پھر پنجتار میں
آئے پھر اس اطراف اور نواح کے خوانین آکر جمع ہوئے اور چند روز
تک تواتر حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن سے مشورہ کیا مگر ہم لوگوں کو دریافت
نہ ہوا کہ وہ مشورہ کس امر میں تھا فقط خاص ہی خاص لوگوں کو اسکی خبر
تھی پھر ایک روز دفعتہً حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ مع لشکر وہاں
سے کوچ فرما ہوئے اس روز جاکر موضع شیوہ میں ڈیرہ کیا صبح کو وہیں سے
امجد خاں صاحب آپ سے رخصت ہو کر طرف ہندوستان کے روانہ ہوئے
اور حضرت موضع محیلی میں جا کر رہے وہاں سے چارگلی کو گئے وہاں سے کوچ
کر کے موضع کاٹ گنگ میں داخل ہوئے وہاں ایک مقام کیا اور وہاں
کے لوگوں کو دعوت جہاد کی پھر وہاں کے اُٹھے لوندخوڑ کو گئے وہاں کے
لوگوں کو بھی دعوت جہاد فرمائی وہاں سے شاہ کوٹ کو گئے وہاں چند
مقام کرنے کا اتفاق ہوا وہیں سے سید حمید الدین اور سید ابوالقاسم اور
شادل خاں گنج پوری والے حضرت سے رخصت ہو کر ہندوستان کو گئے اور
وہیں عنایت اللہ خاں موضع الاڈنڈ سے کہ ضلع سوات میں ہے آیا اور حضرت
سے کچھ مشورہ کیا پھر آپ نے وہاں سے کوچ کر کے قریب گھاٹی ملاکنڈ کے

موضع درگہی میں کہ اخیر موضع ضلع سمہ کا ہے ڈیرہ کیا پھر صبح کو
حضرت کوئی دو سو مجاہدین سے عنایت اللہ خاں کے ساتھ خار کو کہ ضلع سوات
میں ہے تمام چھوڑ کر گئے اس نواح کے خوانین آپ کی ملاقات کو آئے اور
مرید ہوئے اور سب نے عہد اطاعت اور شراکت کا کیا عنایت اللہ خاں نے
باقی لشکر بلانے کی مشورت کی کہ ہمیں سب خار میں آکر مقام کریں یا وہیں
درگہی میں رہیں آخر کو صلاح یوں ٹھیری کہ سب کو خار میں بلا لو پھر حضرت نے
کہا آپ نے آدمی بھیجا کہ پیر خاں مورائیں والے کو مع جماعت کے وہیں رہنے
دینا اُن کے ہمراہ اونٹ ہیں اُن کے چارہ گھاس کی وہیں آرام سے اور
باقی سب کو یہاں لے آنا پھر پیر خاں مع جماعت وہیں رہے اور باقی لوگ
آئے حضرت کا ڈیرہ تو خار میں جو بڑی مسجد ہے وہاں تھا اور مجاہدین لوگ
خار کی اور مسجدوں اور حجروں میں اُترے پھر کئی دن کے بعد ملا کلیم اخوندزادے
نے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو اپنے مکان میں اتارا اور اُس نواح
کے علما اور خوانین آپ کے پاس آنے لگے اور رجوع ہونے لگے اور واسطے
دعوت کے اپنے یہاں لیجانے لگے وہاں سے دو ڈھائی کوس ڈھیری نام ایک
بستی ہے وہاں کے لوگ کوئی سو سوا سو آدمیوں سے حضرت کو ایک روز
لے گئے اور باخوبی مہمانداری اور خدمتگزاری کی اور بہت مرد و عورت نے
آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ایک رات رہ کر صبح کو وہاں سے

کہ سوات کی طرف تشریف لے گئے ایک ایک دو دو روز وہاں کی کئی بستیوں میں رہ کر دریائے لنڈلی کے پار برم گولا نام ایک بستی ہے وہاں گئے تین چار روز وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصائح سنا کے پھر جار کو آئے مہینہ رجب کا تھا اُن روزوں مولانا عبدالحئی صاحب بہ سبب مرض بواسیر کے سخت بیمار تھے جو دوا ہوتی تھی کوئی مفید نہ پڑتی تھی روز بروز بیماری بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ حالت نزع کی پہنچی کسی وقت آپ بیہوش ہو جاتے اور کسی وقت ہوش میں آتے تھے آپ کا یہ حال سُن کر حضرت علیہ الرحمۃ تشریف لائے جب مولانا صاحب کو ہوش آیا حضرت کو دیکھا اور پہچانا حضرت نے پوچھا کہ اس وقت کیا حال ہے کہا نہایت تکلیف ہے آپ میرے واسطے دعا کریں اور میرے سینہ پر اپنا قدم دھریں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے مجھکو نجات دے آپ نے فرمایا مولانا صاحب آپ کے سینہ میں علم قرآن و حدیث کا ہے یہ اس قابل نہیں کہ میں اس پر اپنا قدم رکھوں پھر آپ نے بسم اللہ کر کے اپنا دست مبارک رکھا مولانا صاحب کو قدرے تسکین ہوئی اور کئی بار اللہ رفیق الاعلیٰ رفیق الاعلیٰ اپنی زبان سے کہا اور یہی کہتے کہتے انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اُس وقت مولانا صاحب کے فرزند ارجمند مولوی عبدالقیوم اور مولانا صاحب کے دو سالے شیخ جلال الدین اور شیخ صلاح الدین بھی وہیں موجود تھے بلکہ تمام عزیز و اقارب ہہلت والے حاضر تھے اور اکثر مجاہدین لشکر کے

از رحلت گئے ہوئے تھے ہر کسی کا حال مولانا صاحب کے غم و الم سے نہایت
پریشان اور پراگندہ تھا حضرت مولوی عبدالقیوم صاحب کہ ان دنوں
بارہ تیرہ برس کے تھے بسبب غم و اندوہ کے ان کا یہ حال تھا کہ میاں اس
کو خبر اور تعزیت باہر حضرت علیہ الرحمۃ بار بار ان کو لپٹ سینے
لگاتے تھے اور تسلی دلاسا دیتے تھے ایک تو لوگ غمگین ہی تھے دوسرے
ان کی بیتابی و بیقراری دیکھ کر اور بھی زیادہ غم ہوا اور پچھلی رات کو
انتقال ہوا تھا رات تو تجہیز و تکفین کی تدبیر نہ ہو سکی صبح کو آفتاب
نکلنے کے قریب اور کفن کی تیاری ہوئی اور بعض لوگ قبر کھودنے اور
بعض لوگ اور تدبیر میں مشغول تھے بہت سے لوگ سر ہوئے کر کھڑے
ہوئے مولانا محمد اسمٰعیل اور مولوی محمد حسن قاضی علاء الدین اور میاں جی چشتی
اور میاں جی محی الدین غسل دینے کو اندر گئے اور باہر لوگوں میں حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ مولانا صاحب کے فضائل اور اوصاف بیان کر رہے تھے کہ مولانا
صاحب دین کے ایک رکن تھے اور بڑی برکت والے شخص تھے اللہ تعالیٰ نے
ان کو اٹھا لیا جو مرضی اس کی اور حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری
تھے جب غسل سے فراغت ہوئی کفن دیا جنازہ تیار کیا اور اٹھا کر لے
چلے ایک باغ کی طرف حضرت علیہ الرحمۃ تھے اور تین طرف اور صاحب تھے
پھر ایک میدان میں جنازہ رکھا گیا حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے نماز
پڑھائی اس وقت کوئی چھ سات سو اپنے مجاہدین تھے اور باقی عام

والے تھے اور ادہر قبر تیار تھی کوئی ڈیڑھ پہر دن چڑھے لوگ دفن کر
فارغ ہوئے اور اول عشرہ ماہ ذی الحجہ کا تھا حضرت کے لشکر ظفر پیکر
میں ہندوستان سے تشریف لائے تھے اور اخیر عشرہ ماہ رجب میں فوت
ہوئے تو کچھ روز کم آٹھ مہینے وہاں زندہ رہے تھے پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ
دفن کر کے اپنے ڈیرے پر تشریف لائے تب پہلت والوں کو جو مولانا
مغفور کے عزیز و اقربا تھے ان کو بلا کر تسلی دی اور تشفی کی اور سب کو
کھانا کھلایا اور اس روز سے مولانا عبدالقیوم صاحب کا کھانا اپنے ساتھ
مقرر فرمایا اور مولانا صاحب کی دوسری ماں سے مولوی احمد اللہ نام ناگپور
میں ایک بڑے عالم اور بہت متقی مولانا صاحب سے اُن کی ملاقات کبھی نہ
تھی صرف خط و کتابت سے محفوظ تھی اور دونوں صاحبوں کو کمال اشتیاق تھا
سو وہ بھی بارادہ جہاد چند آدمیوں کو ساتھ لے کر اپنے وطن سے چلے تھے
مولانا صاحب کی وفات کے تیسرے یا چوتھے روز موضع درگھی میں آکر داخل
ہوئے اور وہاں لوگوں سے سنا کہ مولانا صاحب کا انتقال ہوا اس خبر وحشت
اثر سے نہایت ان کو رنج و ملال ہوا کہ افسوس صد افسوس کہ اتنی دور
ہم اس آرزو اور اشتیاق سے آئے اور ملاقات نصیب نہ ہوئی پھر رات
بھر وہ درگھی میں رہے دوسرے دن خار میں آئے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
سے ملے مصافحہ اور معانقہ کیا اور اپنا حال بیان کیا اور آپ کے ہاتھ پر
بیعت کی اور مولانا صاحب کے مرنے کا بہت افسوس اور غم کیا کہ مجکو بڑا

اشتیاق تھا کہ بھائی صاحب سے ملونگا مگر طرح قضی الٰہی یوں تھی انا للہ وانا
الیہ راجعون حضرت نے سمجھا کر بہت تسلی دی اور مولوی عبد القیوم کو بلایا اور
اُن سے ملایا اور فرمایا کہ یہ آپکے بھائی صاحب کے بیٹے ہیں انھوں نے بڑی
محبت سے ان کو اپنے سینہ سے لگایا اور پیار کیا پھر مولوی عبد القیوم صاحب
ان کو اپنے ڈیرے میں لے گئے اور وہیں ان کو اور اُن کے لوگوں کو اتارا
پھر آٹھ دس دن کے بعد مولوی عبد القیوم صاحب کے ماموں شیخ جلال الدین نے
حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ مولانا صاحب کا یہاں انتقال ہوا اس کی خبر جو
عبد القیوم کی والدہ کو پہنچیگی تو کمال غم والم ہوگا سو میری نیت یہ ہے کہ عبد القیوم
کو گھر پہنچاؤں اور شیخ صاحب کا صرف حیلہ اور بہانہ تھا گھر جانے کو اُن
کی خود نیت تھی بہت روز وں سے وہ بیر خاستہ طبیعت تھے اور ایسے طور کے
اور بھی چند لوگ تھے اور یہ حال اُن لوگوں کا حضرت کو معلوم تھا حضرت نے
ان کو بہت سمجھایا کہ نہ جاویں اس لئے کہ اُن کے ساتھ اُور بھی چلدینگے اور
مولوی احمد اللہ صاحب نے بھی بہت سمجھایا مگر اُن کے خیال میں نہ آیا آخر کو حضرت
نے رخصت کیا ویسا ہی ہوا کہ ان کے ساتھ اور بھی چند لوگ لشکر کے جو گھبرا گئے
تھے روانہ ہوئے اور مولوی احمد اللہ صاحب حضرت کی رفاقت میں رہے یہاں
تک کہ اخیر لڑائی کو بالا کوٹ میں شہید ہوئے **حکایت** میاں خدا بخش
رامپوری کہتے ہیں کہ ایک بار مجھکو ایک عارضہ لاحق ہوا کہ تمام بدن

پیچ در پیچ میں سخت بیماری تک نہ چھپا سکے پڑ گئے تھے اور وہ نہ تو اچھے ہو سکے
تھے نہ الٰہی بخش کے خدا بخش نے کیا تھا اور سبب تعفن کے یہاں تک
نوبت پہنچی کہ جوگ نہ پائے نہ بیٹھ سکتے تھے نہ نیند کر سکتے تھے ایک روز اتفاقاً حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ معہ ضیح نہری اس کے جانب ہے تیل لائے ہے اپنے دورے
کو تشریف لائے پیچھے لوگوں نے کہا کہ حضرت کی سواری آتی ہے میں نے اپنے
بھائی الٰہی بخش سے کہا کہ مجھکو لے کر دو سہارا کھڑا کر دو پھر انھوں نے مجھکو لیکر
راہ میں کھڑا کر دیا جب حضرت کی سواری پاس ہو کر نکلی میں نے ہاتھ بڑھا کر
آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑی آپ نے مجھکو دیکھ کر نہ پہچانا اور پوچھا کہ تم کون
ہو میں نے عرض کی کہ میں خدا بخش ہوں الٰہی بخش کا بھائی آپ نے فرمایا
کیا حال ہے تمہارا میں نے کہا یہی کچھ حال ہے جو آپ دیکھتے ہیں اور میری یہ
تمنا ہے کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو صحت کامل عطا فرماوے
حضرت نے اسی وقت مجھے پڑھ کر دم کیا اور اپنا ہاتھ میرے سر اور بدن پر
پھیرا اور الٰہی بخش سے کہا کہ ان کو ہر روز صبح کو ہمارے پاس لایا کرو پھر یہ فرما کر
آپ تو اپنے دورے کو تشریف لے گئے مجھکو الٰہی بخش میرے مکان پر لائے پھر دوسرے
دن دو گھڑی دن چڑھے مجھکو الٰہی بخش حضرت کے پاس لے گئے اس وقت آپ کی مجلس میں
لوگ بہت جمع تھے میں نے سلام علیکم کہا آپ نے وعلیکم السلام جواب دیا اور
لوگوں سے فرمایا ان کو راہ دو اور الٰہی بخش سے کہا ان کو ہمارے پاس لاؤ پھر
مجھکو اپنے نزدیک بٹھایا میں اس وقت پوستین اوڑھے تھا فرمایا اس کو

اُتار ڈالو میں نے اُتار ڈالی آپ نے اپنا دست مبارک میرے سر سے پیروں
تک پھیرا اور فرمایا کہ تم اپنے دل میں ملول نہ ہونا انشاء اللہ تعالیٰ تندرست
ہو جاؤ گے پھر اسی طور کئی روز میں گیا اور آپ نے ہاتھ پھیرا روز بروز مجکو
صحت ہونے لگی یہاں تک کہ ایک روز میں نے ایک گھڑے پانی سے تمام بدن
خوب مل کر غسل کیا سارے بدن کا مردار چمڑا ادھڑ گیا چمکتا ہوا صاف بدن
نکل آیا میں کپڑے بدل کر لوگوں میں گیا سب کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ دو چار دن
ہوئے تمہارا تو وہ حال تھا یہ کیا ہو گیا میں نے کہا الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے سید صاحب
کی دعا سے چنگا کر دیا **حکایت** خان میں ایک بار کچھ دنوں حضرت علیہ الرحمۃ
کے لشکر ظفر پیکر میں خرچ کی تنگی تھی ان روز دل گنوں کی فصل تھی اور کولھو چلتے
تھے کھیتوں میں زمیندار مزدوروں سے ہر روز گئے چھلواتے تھے چند آدمی
ہم لوگوں سے بھی ایک دن بطور سیر کے گئے اور مزدوروں کے ساتھ وہ بھی
چھیلنے لگے زمینداروں نے کہا بھائیو گنے چوستے بھی جاؤ پھر ان کے کہنے سے
چوسنے بھی لگے اور چھیلتے بھی لگے اور جب وہ اپنے ڈیرے کو چلے تب آٹھ آٹھ دس دس
گنے سر اسم ہر ایک کو اُنھوں نے اور بھی دئے یہ حال لشکر میں آکر حضرت سے
عرض کیا آپ نے فرمایا خوب کیا یہ خبر لشکر کے اور غازیوں کو ہوئی کہ آج
اُنھوں نے وہاں خوب گنے چوسے اور دیرے پر بھی لائے پھر تو ہر روز لوگ
جانے لگے اور مزدوروں کے ساتھ چھیلے اور چوستے اور جب وہاں سے

آتے تو آٹھ دس گئے ڈیرے پر لاتے یہ بھی ان تنگی کے دنوں میں خدا
کی عنایت ہوئی جب گئے ہو چکے ایک روز زمیندار حضرت سے آکر کہنے
لگے کہ اب کی سال غازیوں نے ہمارے گنے چھیلے اور بہا خوبی چوسے اور اپنے
ڈیروں پر لائے تسپر بھی اللہ تعالی نے آپ کی برکت سے نسبت اور سال
کے ہمارے یہاں ڈیوڑھا گڑ پیدا کیا اور انھیں روزوں حضرت علیہ الرحمۃ
نے سید احمد علی صاحب کو پچیس سوار و پیادوں سے سنارے میں بھیجا کہ موتی
اور سنتو کے پاس سے کچھ قرضہ لاؤ جب کوئی ہماری ہنڈوی کہیں سے آویگی
قرضہ ادا کیا جاویگا پھر وہ تو منارے کو روانہ ہوئے اور ادھر ایک روز ایسا
اتفاق ہوا کہ میاں عبد اللہ جو ڈالیا کر کے مشہور تھے تھوڑی کھچڑی لکا
حضرت کے واسطے لائے اور کہا فقط یہی کھچڑی تھی اور آج غلہ بھی نہیں ہے
جو لشکر میں تقسیم کیا جاوے آپنے وہ کھچڑی رکھوا دی اُس وقت نہ کھائی
اور فرمایا کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو بھوکا نہ رکھے گا کہیں نہ کہیں سے ضرور
روزی پہنچاویگا اور ایک آدمی کو بھیجا کہ شیخ رحم علی کو بلا لاؤ اور اُن سے
کہنا کہ ہتیار باندھ کر چلو پھر وہ اُسی طرح حضرت کے پاس آکر حاضر ہوئے
ان کی کمر میں پیش قبض نقرئی نہال کا تھا کہ شیخ غلام علی نے حضرت کو
دیا تھا آپ نے فرمایا کہ آج یہ پیش قبض ہم کو دو پھر ہم تم کو دیدینگے
اُنھوں نے حوالہ کیا آپنے میاں عبد اللہ کو دیا کہ اس کو بنئے کے یہاں
اُس کی دلجمعی کے واسطے رکھ کر غلہ لاؤ کہ لشکر میں تقسیم ہو پھر انھوں نے

اس کو بقال کے پاس رکھکر دس روپیے کے ینذرہ من چاول لائے اور حضرت
سے عرض کیا کہ اس قدر چاول لایا ہوں اور وہاں کا سیر اسی روپیے بھر کا تھا
آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ کرکے ہر روز کے موافق تقسیم کردو اللہ تعالی برکت کریگا
کچھ کم یا زیادہ لشکر میں ہزار آدمی تھے ایک ایک تاملوٹ چاول سب کو پہنچے اور
کچھ بچ بھی رہے یہ بھی حضرت کی ایک کرامت ہوئی اور دوسری کرامت یہ ہوئی
کہ اسی دن قریب شام کے موتی اور سنتو کا آدمی منارے سے خبر لایا کہ آپ کی
ہنڈی ہمارے سیٹھ کی دکان پر آئی ہے اپنے لوگ بھیج کر روپے منگوا لیجئے آپ نے
فرمایا ہمارے آدمی تمہارے روبرو وہاں پہنچے تھے یا نہیں اُس نے کہا وہ تو
پانسو روپے کا کپڑا اور پانسو روپے نقد لے کر مجھ سے پہلے چلے تھے ہنڈی دو
روز پیچھے آئی اور وہ لوگ آج درگہی میں مجھکو ملے تھے اگر وہاں سے چلے ہونگے
تو آج رات کو کسی وقت آجاوینگے اور نہیں تو کل داخل ہونگے یہ خبر سُن کر حضرت
بہت خوش ہوئے اور جناب الہی میں دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالی کو اپنے بندوں
کی ہر طرح پرورش منظور ہے ہر طرح سے ان کو روزی پہنچاتا ہے پھر وہ آدمی
تو لشکر میں رہا اور بعد نماز عشا کے اسی رات کو ایک آدمی خبر لایا کہ سید
احمد علی صاحب کو گھاٹی کے ادہر میں چھوڑ آیا ہوں ایک اونٹ ان کا
تھک گیا ہے سو بیٹھ بیٹھ جاتا ہے آپ نے اسی وقت شیخ ولی محمد صاحب کو
فرمایا اُنھوں نے اپنی جماعت سے چند آدمی بھیج دئے پھر کوئی سوا
پہر رات گئے میر احمد علی صاحب لشکر میں داخل ہوئے اور جو کچھ نقد اور

کپڑا لائے تھے شیخ ولی محمد صاحب کی جماعت میں سپرد کیا اور آپ حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور کہا کہ موتی اور سنتو کی دکان سے پانسو روپے نقد لایا ہوں اور پانسو کا کپڑا، آپ نے فرمایا کہ آج قریب شام کے موتی اور سنتو کا آدمی آیا ہے تم دور وز اُس سے پیچھے چلے تھے تمہارے پیچھے ہنڈی آئی اُس کی خبر لیکر آیا ہے اور جو کچھ تم دکان سے لائے ہو اس کی بھی خبر کہتا تھا **حکایت** ضلع کوہستان میں کانڑا گوربند ایک بستی ہے وہاں سے جبان نام ایک بڑے عالم اور بڑے ذکی الطبع اور خوش تقریر حضرت علیہ الرحمۃ کی ملاقات کو حاضر میں آئے اور آپ سے عرض کیا کہ میں اپنے گھر سے بہت آسودہ حال ہوں اللہ تعالی نے روپیہ پیسہ سب دیا ہے میں آپ کی خدمت بابرکت میں صرف خدا کے لئے آیا ہوں اگر آپ کی برکت کا اثر دل میں پاؤنگا تو بیعت کرونگا، آپ نے فرمایا کہ تم پہلے بیعت کرلو پھر انشاء اللہ تعالی برکت کا اثر بھی معلوم ہوجاونگا پھر انھوں نے بیعت کی، آپ نے نظام الدین اولیا سے کہا کہ تم مولوی صاحب کو لیجاکر توجہ دو اور وہ نظام الدین محض اُمّی بے علم تھے اُنھوں نے مولوی صاحب کو توجہ دیا اُنھوں نے توجہ میں جو دیکھا حضرت سے آکر بیان کیا اور کہا کہ میں آپ کے دست مبارک پر پھر بیعت کرونگا اس واسطے کہ میاں نظام الدین ایک عامی آدمی اور مجکو لوگ عالم جانتے ہیں سو ان کی توجہ دینے سے مجکو یہ فائدہ ہوا کہ تمام عمر میں کبھی کسی سے نہ ہوا جیسے کوئی کسی کے اندھے کی آنکھیں کھول دیتا ہے اس وقت ایسا ہی میرا حال ہوا میں نے اپنے دل میں جانا

کہ میں از سر نو آج مسلمان ہوا ہوں اور اگلی تمام عمر میری یوں ہی برباد ہوئی، حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ عنایات الٰہی سے ہمیشہ کے مسلمان ہیں مگر حقیقت اس کی آپ کو حکمت الٰہی سے آج ظاہر ہوئی پھر مولوی صاحب آپ کی رفاقت میں رہنے لگے باقی مولوی صاحب موصوف کا آگے کئی جگہ مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ **حکایت** خار میں ملا کلیم نام ایک شخص تھا سوائے اس ملا کلیم آخوند کے کہ حضرت علیہ الرحمۃ جس کے مکان میں اُترے سو وہ ایک روز شیخ ولی محمد کی جماعت میں لوگوں سے بیان کرنے لگا کہ یہاں کی عورتیں جو ٹیکیوں پر جایا کرتی ہیں ایک روز میرے سامنے آپس میں کہنے لگیں کہ سید بادشاہ کے غازی لوگ معلوم ہوتا ہے کہ سب کے یا تو نامرد ہیں یا ولی ہیں اس واسطے کہ ٹیکیوں پر اکثر عورتیں بھی ہوتی ہیں اور وہ بھی ہوتے ہیں مگر کوئی کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا ہے میں نے اُن سے کہا کہ نامرد کوئی نہیں سب مرد ہیں یہ سب سید بادشاہ کی نصیحت کا اثر ہے کہ ایسے متقی اور پرہیزگار ہیں جو کسی خلاف شرع بات پر ان کا میل نہیں ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ وہاں کی عورتوں کو بھی حضرت کی اور حضرت کے لوگوں کی صلاحیت اور پرہیزگاری معلوم تھی **حکایت** ایک بار خار میں حضرت علیہ الرحمۃ سے چند غازیوں نے جا کر عرض کیا کہ ان دنوں ہم لوگ یہاں معطل بیٹھے ہیں اگر اجازت ہو تو قواعد پھر ماری وغیرہ کی مشق کیا کریں اور لوگ رنجک بھی اُڑایا کریں کہ بندوق لگانے میں

آنکھ نہ جھپکے، آپ نے فرمایا کیا کرو کیا مضائقہ ہے پھر ہر روز میر عبدالرحمن
ساکن قصبہ جبالو کہ ملک کھیڑ میں واقع ہے جو الحال ہمارے آقائے نامدار دولتمدار
دام اقبالہ کی سرکار میں عہدہ رسالداری غول محمدی میں سرفراز ہیں اور حافظ
امام الدین رامپوری اور ایک سید رامپوری لوگوں سے توڑے دار بندوقوں کی
قواعد لینے لگے اور حاجی عبداللہ رامپوری اور میر امام علی عظیم آبادی اور شیخ خواستہ علی
غازی پور کے ضلع کے اور شیخ بلند بخت وہیں کے اور شیخ نصراللہ خورجے کے اور
اکبر خاں قواعد چقماق اور قرابین کی لیتے تھے اور رات کو جاکر حضرت سے کرتے
تھے کہ آج اس طور سے قواعد کرائی آپ سُن کر بعضے بعضے روز کوئی نکتہ نیا ایسا
بتادیتے تھے کہ سب کو پسند آتا تھا چنانچہ ایک نکتہ یہ ہے کہ ایک روز آپ نے
فرمایا کہ اکثر سپاہی لوگ بروقت لڑائی کے گولیاں منہ میں بھر لیتے ہیں اور
بندوق میں منہ ہی ڈالتے ہیں اس میں کئی طور کا نقصان ہے ایک نقصان تو یہ
ہے کہ اگر بندوق بہت گرم ہوگئی یا کہیں اس میں آگ رہ گئی اور سپاہی نے ہاتھ
سے بارود ڈالی اور منہ سے گولی خدانخواستہ بندوق چل گئی تو جان پر صدمہ
پہنچا اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ بروقت دھاوے کے تکبیر اللہ اکبر کہنی چاہئے
اگر گولیاں منہ میں بھری ہونگی تو تکبیر نہ کہی جاوے گی اسی طور کے کئی نقصان اور
بھی ہیں اور رنجک دن کو اور رات کو بھی لوگ اپنے اپنے ڈیروں میں اڑاتے
تھے اور وہ قواعد کم یا زیادہ ڈھائی تین مہینے رہی قواعد لینے والوں نے
ایک روز حضرت سے بہت تعریف کی کہ بھائی لوگ اب خوب مشاق اور

ہوشیار ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل صبح کو ہم بھی دیکھنے
آویں گے آپکے آنے کی خبر سُن کر غازی لوگ اُس دن آراستہ ہو کر آئے
اور خوب چستی و چالاکی کے ساتھ قواعد کرنے میں مشغول ہوئے پھر کچھ دن چڑھے
پچاس ساٹھ خاص جماعت کے آدمیوں سے حضرت وہاں تشریف لے گئے اور
دیر تک قواعد کا ملاحظہ فرمایا اور کہا بھائیو اب دو دو چار چار جوڑ بندوقیں
بھر کر اسی فرطی کے ساتھ لگاؤ پھر موافق فرمانے آپ کے لوگوں نے بندوقیں
لگائیں اور قرابینیں بھی چلائیں آپ بہت خوش ہوئے پھر آپ نے جناب الٰہی
میں سب کے واسطے دعا کی اور فرمایا کہ بھائیو قواعد پر اعتماد نہ کرنا فتح
اور شکست اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے قواعد پر موقوف نہیں ہے
اگر صرف تم عنایت الٰہی پر اعتماد کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو قواعد والوں
پر غالب اور فتحیاب کریگا اور اب کل سے قواعد موقوف کرو جس کا دل
چاہے تنہا تنہا چھرماری کی مشق کر لیا کرے پھر اُس دن سے لشکر میں ساتھ
اس ہیئت کے قواعد ہم نے نہیں دیکھی پھر امداد الٰہی سے موافق فرمانے حضرت
علیہ الرحمۃ کے اکثر لڑائیوں میں دیکھا کہ تھوڑے غازی بہت کافروں
اور باغیوں پر غالب ہوئے **حکایت** ایک بار خار میں اس زور
و شور سے بیماری ہیضہ کی شروع ہوئی کہ جس کو ہیضہ ہوا وہ فوراً موا
تمام شہر میں واویلا مچ گیا مگر فضل الٰہی سے ہمارا تمام لشکر بچ گیا کسی
کو کچھ نہ ہوا فقط ایک آدمی رحمت خاں نام افغان ساکن مصطفےٰ آباد عرف
رامپور واقع ملک کٹہر موا ہمارے لشکر کا حال خیال کر کے چند لوگ شہر

حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آکر واسطے دعا کا عرض کرنے لگے کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بلا کو ہمارے شہر سے دفع کرے' آپ نے فرمایا کہ تم سب مل کر جناب باری میں ساتھ خلوص دل کے توبہ و استغفار کرو اور موافق توفیق اپنی کے کچھ محتاجوں کو صدقہ دو اور ہم بھی دعا کرینگے۔ پھر وہ لوگ اپنے اپنے مکان میں آئے اور موافق ارشاد حضرت کے عمل میں لائے پھر دوسرے دن حضرت علیہ الرحمۃ اپنے لوگوں اور شہر والوں کو لے کر باہر خارج کے گئے اور ننگے سر ہو کر بہت دیر تک جناب باری میں کمال تضرع اور زاری اور عجز و انکساری کے دعا کرنے لگے اور سب لوگ آمین آمین کرتے تھے پھر بعد فراغ دعا کے حضرت اپنے ڈیرے میں تشریف لائے اور سب لوگ بھی اپنے گھروں میں آئے اسی روز سے تخفیف ہونے لگی کوئی آٹھ دن کے عرصہ میں فضل الٰہی سے بالکل وہ بلا دور ہو گئی **حکایت** میاں الٰہی بخش رامپوری حوالحال میرے آقائے نامدار ہدایت مدار کے توشکخانہ دار وغیرہ ہیں بیان کرتے ہیں کہ خار میں ایک روز میں نظام الدین اولیا کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ اس کو جانتے ہو کون ہے میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہا یہ وہی جذامی ہے جو حضرت علیہ الرحمۃ کی دعا سے چنگا ہو گیا میں نے کہا بیان تو کرو یہ قصہ کیونکر ہوا کہا ایک روز یہ شخص کپڑے سے اپنا تمام بدن چھپائے حضرت کے پاس آیا اور اپنا بدن حضرت کو دکھایا اور عرض کی کہ آپ میرے واسطے دعا کریں آپ نے اس کی طرف بغور دیکھ کر فرمایا کہ تم بعد ایک ہفتہ کے ہمارے پاس آنا ہم تمہارے

واسطے دعا کرینگے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ تم اچھے ہو جاؤگے پھر یہ شخص
چلا گیا سات آٹھ روز میں قبل نماز عشا کے آیا حضرت کو اطلاع ہوئی
آپ نے فرمایا کہ اس کو ہمارے پاس لاؤ اس وقت فقط تین آدمی حضرت
کے پاس تھے ایک سید اسمعیل بریلوی اور دوسرا فرجام اور تیسرا امین اور
آپ ایک لگن میں وضو کر رہے تھے جب اس کو آپ کے پاس لے گئے
آپ نے اُس سے کہا کہ بسم اللہ کرکے اس لگن کا پانی اپنے تمام بدن
میں لگالو اللہ تعالیٰ تم کو شفا دیگا مگر یہ مذکور کسی سے نہ کرنا اس نے موافق
فرمانے آپ کے وہ پانی سارے بدن میں اپنے لگایا پھر حضرت نے دعا
بھی کی بعد اس کے یہ شخص آپ سے رخصت ہوکر چلا گیا آٹھ نو روز میں
پھر آیا اور بدن اپنا دکھایا تمام بدن پر اس کے چمڑا پھٹ کر ابھر رہا
تھا جیسے مچھلی کے چھلکے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ عنایت الٰہی سے اب تم
چنگے ہوگئے جب یہ تمام چمڑا مردار اُتر جاوے تب نہا دھو کر پھر ہمارے
پاس آنا پھر کوئی پندرہ سولہ روز کے بعد یہ شخص صحیح و سالم ہوکر آپ کی
خدمت بابرکت میں آکر حاضر ہوا اس کا ماجرا یہ ہے جو میں نے بیان کیا

حکایت حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے جو قاصد خط دے کر واسطے
اجازت نکاح کے بی بی صاحبہ کے پاس سندھ کو پنجتار سے روانہ کیا
تھا جواب خط کا لے کر خار میں حضرت کے پاس آیا آپ نے اُس
کو پڑھایا خلاصہ مضمون اُس کے کا یہ تھا کہ خط مسرت نمط آپ

کا آیا اور نہایت معزز و ممتاز مجکو فرمایا اور مندرجہ مضمون ہدایت مشحون اُس کا دریافت ہوا الحمدللہ آپ نے عہد ہمارا وفا کیا ہم اس امر میں اپنی جان و دل سے بلا انکار راضی ہیں ہماری طرف سے اس میں آپ کو اجازت ہے ایک تو آپ یہ کام عذر بیماری سے کرتے ہیں اور دوسرے ابھی دو بیبیاں کرنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو رخصت ہیں اور سوا اس کے لونڈیاں اپنی خدمت میں لانا یہ بھی اجازت خدا ہی کی طرف سے ہے ہمارا مدعا یہ ہے کہ جو کہیں آپ نکاح کریں تو ایسی جگہ کریں کہ ہمارے آپس میں کسی نوع کا قصہ بکھیڑا نہ ہو اور ہمارا ملنا آپ سے اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف ہے جب ملاوے زیادہ والسلام اس خط کا مضمون دریافت کر کے حضرت نہایت خوش ہوئے اور سر مجلس فرمانے لگے کہ الحمدللہ ہماری دونوں بیبیاں اس زمانہ کی بیبیوں کی سردار ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے ان کو ایمان کامل عطا فرمایا ہے اس واسطے کہ یہ امر جس کی ہم نے اجازت چاہی تھی عورتوں پر نہایت شاق اور گراں ہوتا ہے اُنھوں نے محض واسطے رضامندی اللہ تعالیٰ کے ہم کو اجازت دی اور اس میں ایک ذرہ اپنے نفس کی خواہش نہ کی اس وقت کی بیبیوں سے یہ بات ہونی بہت دشوار ہے پھر آپ نے ہر دو کے واسطے ان کے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کو اپنی رضامندی کے ہر کام میں راسخ و ثابت قدم رکھے بعد اس کے ایک دو روز میں سید احمد علی اور مولانا محمد اسمٰعیل اور میاں جی چشتی اور سوا ان کے اور چند صاحبوں نے مشورہ کر کے آپ سے عرض کیا کہ جو آپ کو عذر تھا اُس کی تو اجازت

آگئی آپ کے لئے جو لوگوں نے نکاح کی تجویز کی تھی اب اس امر میں کیا ارشاد ہے، آپ نے فرمایا کہ ہاں اجازت تو آگئی مگر بی بی صاحبہ نے جو لکھا ہے کہ ایسی جگہ نکاح کرنا کہ ہمارے درمیان میں کسی طور کا تنازع واقع نہ ہو اس امر میں بھی مجکو ان کی رعایت منظور ہے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ درست فرماتے ہیں پھر ہم اس میں سوچ کر خدمت شریف میں گذارش کرینگے پھر اور روز سب نے یہ مشورت ٹھیرائی کہ جو لڑکی آخوند فیض محمد کا شکار پادشاہ کے یہاں سے لائے ہیں اس میں نہ کسی طور کا جھگڑا ہے نہ بکھیڑا جیسا رعایت بی بی صاحبہ کے حضرت چاہتے ہیں ویسا ہی ہے مگر اس امر میں ہماری جرأت نہیں کہ ہم عرض کریں سید احمد علی صاحب نے کہا کہ اس مقدمہ میں تم الگ رہو میں حضرت سے عرض کرونگا پھر انھوں نے آپ سے جا کر کہا کہ لوگوں نے یہ بات تجویز کی ہے، آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تجویز تو تم نے خوب کی ہے مگر مجکو اس میں بھی احتیاطا اندیشہ ہے کہ خدا معلوم وہ لڑکی کس کی ہے کسی مسلمان کی ہے یا کسی اور کی ہے اس ملک کے حاکموں کا کیا اعتبار جس کو چاہتے ہیں پکڑ کر لونڈی غلام بنا لیتے ہیں سید احمد علی صاحب نے کہا کہ اس کا حال آخوند فیض محمد سے دریافت کر لیجئے وہی لائے تھے پھر آخوند صاحب بلائے گئے آپ نے اُن سے حال پوچھا اُنھوں نے کہا کہ مجکو یہ حال نہیں معلوم

آپ نے فرمایا کہ سید احمد علی صاحب اب کہو اس کا جواب کیا ہے
اُنہوں نے کہا یہ بات کیا مشکل ہے آخوند صاحب کو آپ کانشکار
کو روانہ فرماویں چند روز میں مفصل حال معلوم ہو جاویگا' آپ نے
فرمایا بہت خوب پھر آپ نے آخوند صاحب کو طرف کانشکار کے روانہ
فرمایا پھر بعد چند روز کے انھیں صاحبوں نے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
سے آکر عرض کی کہ آپ نے آخوند صاحب کو طرف کانشکار کے روانہ
فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کچھ روزوں میں خبر لے کر آہی جاوینگے اس
عرصہ میں اگر مناسب جانئے تو کوئی آدمی معتبر بھیج کر کنگلی سے
اُس لڑکی کو منگوا لیجئے' آپ نے فرمایا کہ اچھا تو ہے کسی کو تجویز کرو
اُنھوں نے کہا کہ نظام الدین اولیاء اور الٰہی بخش رامپوری کو بھیجنا ہمارے
ذہن میں مناسب معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ یہی دونوں آپ کی
اجازت سے وہاں پہنچا آئے تھے اور یہی چند روز واسطے خدمت اُس
کی کے وہاں رہے بھی تھے' آپ نے فرمایا بہتر ہے پھر آپ نے دونوں
صاحبوں کو اپنے پاس بلوایا اور ایک ٹٹو دیا کہ اسی پر سوار کر کے
لانا اور یہاں سے پنیر میں ہو کر جانا اور اسی طرف سے آنا یہ رستہ
بہ نسبت اور رستوں کے شر و فساد سے مامون ہے پھر وہ دونوں
صاحب کنگلی کو روانہ ہوئے خار سے کنگلی قریب پانچ منزل
کے ہے چند ہی روز کے عرصہ میں ساتھ خیر و عافیت کے خار میں

آکر داخل ہوئے جس مکان میں حضرت آپ اُترے تھے اُس سے
ملا ہوا دوسرا مکان تھا اُس میں لڑکی کو اُتروایا اور شیخ ولی محمد صاحب
اور میاں عبد القیوم کو واسطے کاروبار کھانے پانی وغیرہ کے مقرر کیا اور
یہی دونوں صاحب رات کو اس مکان کی ڈیوڑھی میں سو بھی رہتے
تھے اور اُن سے اُس لڑکی کو پردہ بھی نہ تھا اور اس عرصہ میں حضرت
کو جو خلل زہر کا طبیعت فیض طویت میں باقی تھا زیادہ ہو گیا یہاں تک
کہ چند دانے اُس کے فساد سے بدن پر نمودار ہوئے پھر سید احمد علی وغیرہ
صاحبوں نے یہ حال خیال کرکے کہ دیکھا چاہیے کہ آخوند شیخ محمد کا سکنا
سے کب خبر لا دیں مبادا حضرت کے مزاج مبارک میں کچھ اور خلل واقع نہ
ہو اور حضرت کی راحت سے ہم سب کو راحت ہے از راہ خیر خواہی کے حضر
کہ آپ کی طبیعت فیض طویت میں ان دنوں اس عارضہ زہر کا اثر زیادہ
معلوم ہوتا ہے آپ اس کی دفع کی کچھ جلد تدبیر کریں آپ نے
فرمایا کہ جو کہو وہ تدبیر کی جاوے سید احمد علی صاحب مرحوم و
مغفور نے کہا کہ یہ لڑکی جو موضع کنگلی سے آپ نے منگوائی اس
کو اپنی خدمت میں لا دیں آپ نے فرمایا کہ جس تحقیق کو آخوند صاحب
کو بھیجا ہے وہ تو ابھی ہوئی نہیں پھر خدمت میں لانے کی کیا صورت ہے
اُنہوں نے کہا کہ لڑکی خود اظہار کرتی ہے کہ میں سید کی بیٹی ہوں
میرے والد کا نام تراب شاہ اور والدہ کا نام خدیجہ اور بڑے

بھائی کا نام نجف علی شاہ اور چھوٹے بھائی کا نام احمد علی شاہ
ہے سو اس اظہار کے موافق آپ نکاح کرلیں، آپ نے فرمایا کہ اس
کا مسئلہ میاں صاحب سے یعنی مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے پوچھو جو
اس کا اظہار عند الشرع مقبول ہے تو کچھ مضائقہ نہیں پھر مولانا
صاحب سے پوچھا گیا اُنھوں نے فرمایا کہ اس امر میں اقرار اور
اظہار اس کا بلا اختلاف معتبر ہے پھر سید احمد علی اور مولانا محمد اسمٰعیل
اور شیخ ولی محمد صاحب کے روبرو حضرت علیہ الرحمۃ کو میاں جی چشتی
نے خطبہ پڑھ کر ایجاب وقبول کرایا اس طور سے آپ کا نکاح ہوا
اور چند روز پیشتر اس آپ کے نکاح سے ایک عورت بڑھی خماری
نام رہنے والی غار کی ایک روز آپ کی خدمت فیضدرجت میں آئی
اور چند لوگوں سے آپ کی دعوت کر گئی اور کہہ گئی کہ میں کھانا پہنچاؤنگی
پھر اپنے وقت پر کھانا لے کر حاضر ہوئی جب آپ چند لوگوں سے وہ
کھانا تناول فرما چکے تب اُس نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی
اور دعا چاہی، آپ نے فرمایا کہ مائی میں تیرے واسطے بہت دعا کرونگا
پھر اُس نے اپنا حال گذشتہ کہنا شروع کیا کہ میں بارہ برس سے
بیوہ ہوں بیٹا بیٹی میرے کوئی نہیں ہے اور جو کچھ مال و اسباب میرے
یہاں تھا میرے خاوند کے بھائی بھتیجوں نے مجھ سے چھین کر
اپنے قبضہ میں کر لیا اور مجھکو خالی ہاتھ باہر کر دیا تب سے میں ادہر

ادہر محنت مزدوری کرکے پیٹ پالتی ہوں اور یہ کلام کرکے
زار زار بے اختیار رونے لگی حضرت کو اُس کی مفلسی اور بیکسی
پر نہایت رحم آیا اور بہت اس کی تسلی اور دلجمعی کی اور فرمایا کہ
مائی تو اپنے دل میں غمگین نہ ہو صبر کر اگر تیرے کوئی بیٹا نہیں ہے
میں تیرا بجائے بیٹے کے ہوں اور تو بجائے میری ماں کے ہے اس بات
سے وہ نہایت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ سید بادشاہ نے مجھکو مائی
فرمایا میں نے سب کچھ پایا اب کسی چیز کا غم نہیں اُسی روز سے ہم
تمام لوگ اس کو مائی کہنے لگے مائی زبان پشتو میں ماں کو جیسے
جو بڑی بزرگ ہوتی ہے سندی میں مائی کہتے ہیں پھر وہ خوش
ہو کر اپنے مکان کو گئی اور لشکر میں کبھی کی کبھی روٹی پکا دیتی کسی
کا کبھی آٹا گوندہ دیتی پھر جب اہمیت نے نکاح کیا تب اسی کو حضرت
بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ کے پاس واسطے خدمت اور دل بہلانے کے رکھ
دیا تب سے اب تک کہ سن بارہ سو چہتر ہجری ہیں بی بی صاحبہ موصوفہ
کی خدمت بابرکت میں وہ مائی موجود ہے اور آج تک سب چھوٹے
بڑے مائی کہتے ہیں نام اس کا سوا چند آدمیوں کے کوئی نہیں جانتا
اور حضرت علیہ الرحمۃ کے لشکر ظفر پیکر میں جو مولوی سعادت علی سہارنپوری
تھے انھیں روزوں اُن کے باپ میاں جی غلام محمد سہارنپور سے
حضرت کے پاس ان کو لینے کو آئے اور وہ میاں جی غلام محمد صاحب

بڑے صالح اور عمر رسیدہ تھے اور حضرت سے اُن کو بیعت بھی تھی
آپ نے اُن کی بہت خاطرداری اور تسلی کی اور فرمایا کہ چند ماہ یہاں ٹھیر
جائیے پھر ہم مولوی سعادت علی کو آپ کے ہمراہ کر دینگے اور واسطے
پڑھانے کلام اللہ شریف کے بی بی صاحبہ ممدوحہ کے ان کو مقرر کیا اور
واسطے تعلیم مسائل ضروریات دینی کے قاضی علاء الدین صاحب کو جو رہنے
والے موضع بگہرا کے اور شاگرد مولانا عبد الحیٔ مرحوم و مغفور کے تھے معین
فرمایا اور قاضی صاحب موصوف سے کہا کہ کوئی مختصر رسالہ نظم سلیس اردو میں
اُن کے پڑھانے کو بنا دو اس واسطے نظم یاد جلد ہو جاتی ہے پھر انھوں نے ایک
رسالہ مسائل نماز و روزہ وغیرہ بنانا شروع کیا اور جو کچھ مسائل وہ
نظم کرتے تھے وہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو سنا دیتے تھے مگر افسوس وہ
رسالہ تمامی کو نہ پہنچا کہ دفتر حیات قاضی صاحب کا بالاکوٹ میں تمام ہو گیا
اور شروع اس رسالہ کا یہ ہے ؛؛ حمد اس ذات بے عیب کی ؛؛
غنی و صمد عالم الغیب کی ؛؛ جو محتاج ہرگز کسی کا نہیں ؛؛ اُسی کے ہیں محتاج ہر کس سبھی

حکایت خار کے دکھن کی طرف جو پہاڑ ہے ہمارے لشکر کے لوگ لکڑی
ایندھن جلانے کو وہیں سے لایا کرتے تھے اور خار سے پہاڑ کو جاتے ہوئے ایک
گورستان رستے میں ملتا ہے اُس میں زیتون وغیرہ کے بہت درخت ہیں
اور اس ملک کے لوگوں کا دستور ہے کہ جہاں کہیں گورستان یا کسی
پیر و شہید کی مزار ہوتی ہے تو اس کا اتنا ادب کرتے ہیں کہ وہاں کا
درخت نہیں کاٹتے ہیں وہاں کی خشک لکڑی بھی نہیں توڑتے ہیں بلکہ اگر

کسی حاکم ظالم یا چوروں کا خوف ہوتا ہے تو اپنے گھر کا غلہ اور اسباب
وغیرہ وہاں رکھ دیتے ہیں تو مارے خوف کے کوئی نہیں لیتا کہ ایسا
نہ ہو کہ کچھ نقصان ہو جاوے ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ چند آدمی ہمارے
لشکر کے اسی پہاڑ کو لکڑی لینے گئے تھے ان کے بعد حمزہ خاں رامپوری
بھی لکڑیاں تلاش میں گئے اس گورستان مذکور میں پہنچے اور وہاں کے
درختوں میں خشک لکڑیاں بہت دیکھیں پہاڑ کو نہ گئے انہیں درختوں سے
توڑ کر ایک لشتارہ باندھا اس عرصہ میں وہاں ایک خاں رکا ولایتی آیا اور
ان کو دیکھ کر بہت خفا ہوا اور بھلا برا کہنے لگا کہ تو نے یہاں کی لکڑیاں
کیوں توڑیں حمزہ خاں اس سے عذر کرنے لگے کہ بھائی صاحب اب تو
لے جانے مجھ سے قصور ہو گیا اب کبھی ایسی حرکت نہ کرونگا اور اب یہ لکڑیاں
بھی نہ لے جاؤنگا وہ ولایتی یہ خوشامد اور نرمی دیکھ کر زیادہ شیر ہو گیا
یہاں تک کہ خوب لاتوں گھونسوں سے مارنے لگا حمزہ خاں بیچارے مار
کھا کر چپ رہ گئے ان کے ساتھ دو لڑکے بھی تھے یہ مار کوٹ دیکھ کر بھاگے
اور حمزہ خاں کے ڈیرے میں آکر خبر کی کہ وہاں یوں واقعہ گذرا یہ خبر سن
کر نظام الدین شاہجہانپور کے جو حمزہ خاں کے بڑے یار تھے پانچ سات
آدمی اپنی ہاندی ڈال لے کر چلنے کو تیار ہوئے کہ اس ولایتی کو چل کر ماریں
پیٹیں یہ خبر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو ہوئی آپنے جانے سے ان کو
روکا اور ایک آدمی اپنی طرف سے حمزہ خاں کی خبر کو بھیجا وہ تھوڑی
دیر گیا تھا کہ حمزہ خاں کو دیکھا کہ چلے آتے ہیں وہ وہیں ٹھہر گیا اور

حمزہ خاں نزدیک آئے تب ان کو لے کر حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس گیا، آپ نے ماجرا پوچھا اُنھوں نے اول سے آخر تک جو کچھ گزرا تھا بیان کیا آپ نے فرمایا وہ کون شخص تھا تم اس کو جانتے ہو کہا اس کی صورت تو پہچانتا ہوں مگر نام اور گھر اُس کا نہیں جانتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اب اس کی کیا تدبیر کریں خیر جیسے وہاں تم نے صبر کیا یہاں بھی صبر کرو خدا تعالیٰ پر اس کا فیصلہ رکھو وہ تمہارا عوض دیگا اور یہ کلمہ بتکرار کئی بار فرمایا سب لوگ سُن کر چپ رہے پھر آپ نے زید اللہ خاں کو جو خار کا خان تھا بلایا اور یہ تمام ماجرا اس کو سنایا اور فرمایا کہ تم یہاں کے خان ہو اس کا تدارک کرو یہ حرکت کس نے کی ہے اُنھوں نے کہا کہ اگر اس کا نام یا کچھ پتہ معلوم ہو تو ہم اس کو پکڑیں اور سزا دیں بے نام اور پتے کے ہم کس کو پکڑیں، آپ نے فرمایا کہ وہ کیا تمہاری بستی کا نہیں ہے کہیں کا چور ہے اور اگر وہ چور ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کو پکڑیگا پھر زید اللہ خاں اپنے مکان پر چلا گیا اس کے تیسرے یا چوتھے روز کوئی ڈیڑھ پہر رات گئے جس مسجد میں حمزہ خاں اُترے تھے اُس میں ایک چور آیا اور کوٹھا میں ایک تلوار لے کر چلا پہرے والے نے شور کیا کہ چور تلوار لئے جاتا ہے یہ سُن کر ہر طرف سے لوگ دوڑے اور اس کو پکڑ کر تلوار چھین کے اور لاتوں گھوسوں مارنا شروع کیا یہاں تک مارا کہ بے حواس کر دیا اس میں ایک شخص چیڑ کی لکڑی جلا کر لایا کہ دیکھیں تو یہ کون ہے حمزہ خاں نے بھی جا کے دیکھا اور کہا یہ تو وہی ہے جس نے مجکو مارا تھا یہ سُن کر

اور یہی لوگوں نے لاتوں گھوسوں سے مارا اور اُس وقت حضرت
امیرالمومنین علیہ بیٹھے تھے وہ شور وغل سن کر فرمایا کہ یہ کیا شور ہے
اس میں کسی نے جاکر کہا کہ جس نے حمزہ خاں کو مارا تھا وہی اس وقت کوٹھہ
میں سے تلوار چرائے لئے جاتا تھا سو پکڑا گیا ہے اسی کو لوگ مار پیٹ رہے
ہیں آپ نے ایک آدمی سے کہلا بھیجا کہ اب اس کو نہ مارو باندھ کر رکھ
میں رکھو صبح کو جو ہونا ہوگا سو ہو رہیگا پھر صبح کو دو تین گھڑی دن
چڑھے خار کے خوانین زید اللہ خاں وغیرہ اور کئی ملا آپس میں مشورہ کر
حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور اُس کی رہائی کے لئے عذر و معذرت
کرنے لگے کہ وہ شخص جو رات کو پکڑا گیا ہے وہ ہماری بستی کا آدمی ہے اس
سے خطا ہوگئی کہ آپ کے لشکر میں چوری کی اور با خوبی اپنی سزا کو بھی پہنچ
گیا اب آپ اس کا قصور معاف فرماویں آپ نے کہا زید اللہ خاں تم اس
کو جانتے ہو یہ وہی آدمی ہے جس نے حمزہ خاں کو مارا تھا اور تم جانتے
تھے اور حیلہ بہانہ کرتے تھے کہ ہم بے جانے کس کو پکڑیں اللہ تعالیٰ بڑا
عادل اور علیم و خبیر ہے دیکھو تو اُس نے کیونکر حمزہ خاں کا عوض
دلا دیا ابھی تو ہم اس کو نہ چھوڑتے مگر تمہاری خاطر ہم کو منظور ہے
اور ایک آدمی اپنا زید اللہ خاں کے ہمراہ کر دیا اور فرمایا کہ بھائیوں
سے کہنا کہ اب اس کو چھوڑ دو پھر زید اللہ خاں اُس آدمی کو لے کر
گئے اور اُس کی مشکیں کھلوائیں اور اُس سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت

کی تونے اُس نے کہا کہ کیا بتاؤں میری شامت تھی اور کیا تھا ،
میں گھر میں لیٹا تھا یکبارگی میرے دل میں تصور بندھا کہ آج جا کر
لشکر میں چوری کروں اور کتنا بھی اپنے دل کو روکتا تھا کہ وہاں نہ جا
مگر طبیعت نے نہ مانا جب یہاں آیا تو اپنے فعل کا نتیجہ پایا پھیر زید اللہ
خاں اس کو اپنے ساتھ لے گئے **حکایت** ایک روز خار میں عالم خاں
موضع اتمان زئی کے جو ہشت نگر کے متصل ہے اور رسول خاں جلالی کے
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور اپنی جلاوطنی کا شکوہ کرنے
لگے کہ درانیوں نے ہمارا تمام مال و اسباب گھر کا لوٹ لیا اور ہماری بستی سے
ہم کو نکال دیا للہ آپ ہمارا کچھ تدارک کریں آپ نے فرمایا کہ چندروز صبر
کرو اور ٹھہر جاؤ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے تمہاری طرح چند اور
لوگ بھی اُن کے ستائے اور جلا وطن کئے یہاں موجود ہیں جیسے ارباب
بہرام خاں اور اُن کے بھائی ارباب جمعہ خاں وغیرہ اور اُن کی دشمنی اور
ایذا رسانی کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ للہ فی اللہ ہماری رفاقت کرتے ہیں
اور راہ و رسم دوستی کی رکھتے ہیں اُن سے درانیوں کو عداوت قلبی ہے اس
لئے کہ وہ درانی سکھوں کے خیر خواہ اور معاون و مددگار ہیں یہاں تک
جو ہمارے قاصد یا غازی ایکے دُکے ہندوستان سے آتے ہیں ان کو طرح
طرح کی ایذا دیتے ہیں اور اپنے وہاں کے سیٹھ ساہو کاروں کو روک دیا ہے
کہ ان کی ہنڈیاں نہ پلٹنے پاویں اور جب ہم لوگ پنجتار سے اس طرف کو
آتے تھے تب وہ ہمارے مقابلہ کو پانچ چھ ہزار آدمیوں سے شاہ کوٹ

پر آکر جمع ہوئے تھے مقابلہ کرنا ہم نے مناسب جانا طرح دے کر
ہم چلے آئے خیر دیکھو تو اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے یہ گفتگو سن کر وہ
دونوں اُس روز خاموش ہو رہے کئی روز کے بعد ارباب بہرام خاں
اور ارباب جمعہ خاں وغیرہ کو لے کر پھر آپ کے پاس آئے اور یہ خبر
لائے کہ لشکر درانیوں کا دریائے لنڈی اُتر کر اُتمان زئی میں آیا
ہے اب اس کا تدارک آپ ضرور کریں ایسا نہ ہو کہ وہ اس طرف کا
قصد کریں یہ سُن کر دوسرے یا تیسرے دن آپ نے عنایت اللہ خاں
الا ڈنڈ والے اور زید اللہ خاں خار والے اور محمود خاں گھڑیالے والے
اور منصور خاں چارگلی والے کو اور مولوی جبان اور مولوی عبدالرحمن تورو
والے اور ملا کلیم خار والے کو بلایا اور جو علما نزدیک تھے ان
سب کو جمع کیا اور عالم خاں اور رسول خاں وغیرہ کی جلاوطنی کا بیان
کیا اور اول سے اس وقت تک آپ کے ساتھ جو جو شرارت اور
بغاوت ان درانیوں کی تھی وہ بیان کی اور سب علما سے اس امر
میں فتویٰ طلب کیا کہ ان سے جہاد کرنا کیسا ہے یہ لوگ باغی ہیں یا نہیں
آپ تو جانتے ہی تھے کہ وہ لوگ بیشک باغی ہیں اس لئے بیعت امامت
کی کرکے منحرف ہوگئے مگر منظور یہ تھا کہ یہاں کے علما کی زبانی ان
کی بغاوت ثابت ہو اس امر میں درمیان علما کے بہت تقریر مختلف رہی
تب آپ نے مولوی عبدالرحمن تورو والے اور مولوی جبان کو کہ
انھیں کے ملک کے ہیں اپنی طرف سے مقرر فرمایا کہ تم دونوں صاحب

ان سے گفتگو کرکے اس کا تصفیہ کرو آخر الامر بعد قیل وقال اتفاق
اسی پر ہوا کہ وہ باغی ہیں لڑنا اُن سے شرعاً درست ہے جب تمام
علما نے متفق ہو کر ان کی بغاوت کا فتویٰ دیا تب آپ نے اپنے لوگوں
سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا چاہئے آخر کو صلاح یہ ٹھہری کہ پچاس ساٹھ
آدمیوں سے ارباب بہرام خاں اور ارباب جمعہ خاں طرف خیبر کے روانہ
کئے جاویں کہ وہ وہاں سے اپنی قوم کو متفق کرکے اُدھر سے شور ڈالاویں اور
ادھر سے آپ باقی لشکر لے کر طرف موضع اُتمان زئی کے کوچ فرماویں
اس واسطے کہ جو ارباب بہرام خاں طرف خیبر کے اپنی قوم وغیرہ کو ملالیویں گے
تو ادھر سے درانیوں کی مدد آنی موقوف ہو جاوے گی یہی تدبیر سب کو
پسند آئی پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے ارباب بہرام خاں کے ساتھ بھیجنے کو
مع جماعت مولوی مظہر علی عظیم آبادی کو اور شیخ ولی محمد صاحب پھلتی کی جماعت
کے چند لوگوں کے ساتھ شیخ علی محمد دیلمی کو اور مولوی نصیر الدین منگلوری
کو مقرر فرمایا اور قصبہ دبین اور منگلور یہ دونوں کچھ فاصلہ سے میان
دو آب کے واقع ہیں اور سب کا امیر سید احمد علی صاحب بریلوی کو کیا
جو آپ کے خواہر زادے تھے پھر بر وقت رخصت آپ نے ننگے سر ہو کر
دیر تک جناب باری میں ساتھ عجز وانکساری اور الحاح وزاری کے دعا
کی اور روانہ فرمایا جب یہ سب لوگ مع الخیر خیبر میں داخل ہوئے اور
ارباب بہرام خاں نے وہاں کے لوگوں کے متفق ہونے کی خبر حضرت
علیہ الرحمۃ کے پاس بھیجی کہ سعادت خاں لال پوری والے کو جو بڑے سر

پر درہ خیبر کے ہے اور اُس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی
جب آپ کابل سے طرف پیشاور کے آتے تھے اور قوم سمند اور
خلیل کے رؤسا اور خوانین کو میں نے بلایا ہے یہ خبر سُن کر حضرت
علیہ الرحمۃ اپنی فوج کی تیاری کرنے لگے جو مجاہدین لشکر میں چلنے سے
معذور تھے ان کو جناب بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ کی محافظت کو خار میں
چھوڑا اور میاں جی غلام محمد سہارنپوری کو واسطے انتظام اور بندوبست
ان لوگوں کے رکھا پھر عنایت اللہ خاں الاڈ انڈ والے اور زبید اللہ خاں
خار والے وغیرہ خوانین کو لے کر مع لشکر ظفر پیکر مجاہدین نصرت قرین کے
ساتھ عالم خاں اُتمان زئی والے اور محمود خاں تنگی والے اور رسول خاں
طرف موضع ٹوٹئی کے چلنے کی تیاری کی اور موافق معمول شریف کے دعا
کر کے روانہ ہوئے پہلے روز خار سے موضع درگئی میں جا کر ڈیرہ کیا پھر
دوسرے روز وہاں سے موضع سوسی گڑھی کو تشریف لے گئے وہاں ایک
مقام کیا پھر وہاں سے موضع ٹوٹئی میں ساتھ خیر کے داخل ہوئے اور
وہاں کے خان نے ایک مکان پہلے سے خالی کر رکھا تھا اس میں آپ
کو اُتارا اور تمام لشکر نے الگ جا بجا ڈیرہ کیا اور قریب ایک مہینے
کے رہنے کا اتفاق ہوا جو خان اور سردار ملک سوات اور سمہ کے آپ سے
موافق تھے اپنی اپنی جمعیت لے کر وہیں آنے لگے اور سوات کا سردار
ابالے خاں بھی اپنے لوگوں سے وہیں آ کر حاضر ہوا اور موضع اتمان پر
چھاپا لیجانے کا مشورہ ہوا اور آپ نے میان لشکر ظفر پیکر اپنے کے گولی
بارود تقسیم کرا دی اور اُس وقت وہاں آپ کے پاس صندوق میں کم یا زیادہ

بتیس تینتیس ۲۵ ہزار روپے موجود تھے شیخ ولی محمد صاحب نے حضرت سے عرض کی کہ اب یہاں سے چلنے کی تیاری ہے روپوں کے لیجانے کی کیا صورت ہے، آپ نے فرمایا کہ پانچ ہزار روپے مع صندوق اسی مکان میں بحفاظت تمام لوگوں سے چھپاکر دفن کردو پھر ایسا ہی کیا گیا اور سوا سو ہمیانیوں میں چالیس چالیس پچاس پچاس روپے بھر کر تیار کیں پھر آپ نے اُن سب ہمیانیوں کے چار حصّے کئے پہلے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو بلواکر ایک حصہ ان کو سپرد کیا کہ اپنی جماعت میں جو جو قوی لوگ ہوں اُن کی کمروں میں ایک ایک بندھوا دینا مگر جماعت کے سب لوگوں کو اطلاع کرکے اس لئے کہ شاید ان میں کوئی شہید ہو جاوے تو جو لوگ واقف ہونگے تو کھول لیویںگے پھر ان کو رخصت کرکے مولوی محمد حسن کو بلوایا اور ایک حصہ ان کو دیا اور جس طور سے مولانا صاحب کو سمجھا دیا تھا اسی طور سے ان سے بھی فرما دیا پھر ان کو رخصت کرکے پیر خاں مورائش والے کو بلوایا اور ایک حصہ ہمیانیوں کا اُن کے حوالہ کیا اور بطور مولانا صاحب کے اُن کو بھی سمجھا بجھا کر رخصت فرمایا باقی ایک حصہ شیخ ولی محمد صاحب کو سپرد کیا پھر چاروں صاحبوں نے اپنی اپنی جماعت میں جن کو جن کو قوی اور توانا جانا ان کو ایک ایک ہمیانی حوالہ کی اور اس حال سے جماعت کے ہر ایک کو اطلاع کردی پھر دوسرے دن سیر اسیر ہر نمازی کو پاؤ پاؤ سیر گھی اور اسی قدر گڑ دلوا دیا کہ ہر کوئی تین تین چار چار وقت کی روٹیاں روغنی پکا لیوے اور تیار ہو رہے جب

روٹیاں پکا کر سب لوگ فارغ ہوئے اور آپ کو اطلاع کی تب
آپ نے فرمایا کہ بعد نماز ظہر کے یہاں جو نالے پر میدان ہے سب کمر
باندھ کر ہتھیار لگا کر واسطے رخصت کے حاضر ہوں جب موافق فرمان
واجب الاذعان آپ کے تمام مجاہدین نصرت قرین اس میدان میں آئے
تب حضرت علیہ الرحمۃ وہاں آپ تشریف لائے اور وہیں نماز عصر
پڑھائی اور ساتھ کمال گریہ وزاری اور عجز و انکساری کے جناب
الٰہی میں دعا کی اور مصافحہ کر کے سب کو رخصت فرمایا وہاں سے ڈھائی
یا تین کوس پر جدھر سے وہ نالہ آیا تھا ایک گھاٹی تھی اس پر ہم
لوگوں کا ایک چوپہرا تھا قبل مغرب کے وہاں سب لوگ پہنچے اور اسی
نالے میں سب نے وضو کیا اور جن کے پاس مشکیزے لوٹے وغیرہ تھے
پانی بھر لیا اور وہیں نماز مغرب اور عشا پڑھی بعد اس کے رہبر
اس گھاٹی سے نکال کر سب کو آگے لیچلا وہاں کوسوں میدان
تھا بسبب تاریکی شب کے راہبر سے رستہ چھوٹ گیا تھا تمام رات
سراسیمہ و سرگرداں سب کو لئے اسی میدان بیابان میں پھرا کیا یہاں
تک کہ سورج نکلا اور دھوپ تیز ہونے لگی اور جو پانی لوگوں نے
وہاں سے اٹھایا تھا وہ بھی چک گیا اور پیاس معلوم ہونے لگی
اور پانی کا وہاں کوسوں پتا نہ تھا سب نے اُس راہبر کو تنگ
کیا اور الزام دیا کہ تو نے ہم کو کہاں لا کر ڈالا اُس نے دیر تک سوچ
کر ایک طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا کہ وہ جو ایک ٹیلا سا

نظر آتا ہے وہاں پانی ہے اور وہ ٹیلا وہاں سے ڈیڑھ یا دو
کوس تھا آخر الامر اسی طرف سب لوگ اُس کے ساتھ چلے وہاں
جاکر جو دیکھا تو پانی کا نشان نہ پایا اور نہایت گھبرا کر اُس سے
لوگ کہنے لگے کہ تو کہاں ہم کو حیران کرتا پھرتا ہے پھر وہاں سے دو
ڈھائی کوس پر ایک دوسرا ٹیلہ نظر آیا اُس نے کہا بھائیو مت
گھبراؤ میرے ساتھ آؤ وہاں پانی ملیگا اور سب کو اُس ٹیلہ کی
طرف لے کر روانہ ہوا اور لوگ مارے دہوپ اور پیاس کے بیتاب ہونے
لگے ہزار بیقراری و مشقت کے گرتے پڑتے وہاں تک بھی جا پہنچے مگر
وہاں بھی پانی کا پتہ نہ پایا سوائے صحرا نوردی اور دشت پیمائی کے
کچھ ہاتھ نہ آیا اور قریب سوا پہر یا ڈیڑھ پہر کے دن چڑھا اور
بسبب گرمی اور تشنگی کے ہر ایک کے بدن میں چنگاریاں سی لگیں اور سب کو
اندیشہ تلف جان کا ہوا کہ اب ہر ایک اسی میدان میں موا مگر کوئی سوائے
شکر الٰہی کے نقط شکایت کا زبان پر نہیں لاتا تھا اگرچہ ہر کوئی اضطرابی
اور بیتابی سے نیم جان اور ناتوان تھا اور ایک دوسرے کو تسلی دیتا
تھا کہ مت ہراساں ہو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کریگا خدا کی راہ میں مسلمانوں
نے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں یہ پیاس کی تکلیف تو کچھ بھی
نہیں ہے آخر الامر اُس راہبر نے وہاں کہا کہ بھائیو اب کچھ اندیشہ
نہ کرو اب رستہ یہاں سے قریب ہے اور ایک تیسرا ٹیلہ وہاں سے کوس
سوا کوس تھا ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہاں گوجروں کے جانوروں
کی چراگاہ ہے اور پانی بھی بہت ہے اور دودھ دہی سب موجود ہے

مگر کسی طور وہاں تک چلو اور مجھکو سورج نکلتے ہی معلوم ہوا تھا
کہ رستہ اتنی دُور ہے اگر میں پہلے سے یاں چھ کوس زمین بتاتا تو تم
سب کے سب گھبرا کر بے حواس ہو جاتے راہ چلنی دُشوار ہو جاتی الغرض
پھر سب کو اُمید قوی ہوئی کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں پانی ضرور ہوگا
اس لئے کہ وہاں سے اُس ٹیلہ کی طرف چار پانچ گوجروں کے جھونپڑی
نظر آتی تھیں مگر پیاس کے مارے سب کے سب گویا جاں بلب تھے اُس
رہبر نے کہا کہ میں آگے چل کر تمہارے واسطے تدبیر کرکے پانی بھیجوں اور تم
بھی آہستہ آہستہ اُسی طرف چلے آؤ پھر وہاں سے وہ متوجہ آگے ہوا اور جو قوی
دل اور با حواس تھے وہ اُس کے ہمراہ چلے اُنھیں میں اور میاں عبدالقیوم بھی
تھے اور بیل پر پکھال لئے ہوئے روشن سقا بھی تھا اور مشک لئے ہوئے
شبراتی سقا تھا الغرض کوئی دوسو پونے دوسو کے قریب لوگ آگے گئے
اور یہاں باقی لوگوں کا یہ حال تھا کہ مارے دہوپ کے چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں جابجا
میں سر ڈالے ہوئے بیحواس پڑے تھے اور کچھ آہستہ آہستہ چلے بھی جاتے تھے
اس عرصہ میں میاں عبدالقیوم صاحب نے ایک پکھال پانی بیل پر اور دو
مشکیں گدہے پر لاد کر محمد خاں برادر ابراہیم خاں خیر آبادی کے پچھلے لوگوں
کو بھیجیں اور جو وہاں گوجر تھے وہ بھی مٹکوں میں چھاچھ اور دودھ اور
پانی لے کر دوڑے جو لوگ پیچھے رہ گئے چلے جاتے تھے ایسے پیاسے تھے کہ وہ سب
پانی اور چھاچھ وغیرہ سب پی گئے اور جو جھاڑیوں میں جابجا پڑے تھے اُن

تک پانی نہ پہنچا پھر جنھوں نے پیا تھا وہ بھی وہیں چراگاہ میں جاکر
پہنچے اور دوسرا کر پکھال اور مشکیں اور مٹکے وغیرہ پانی سے بھر کر لے
دوڑے چراگاہ سے اُن جھاڑیوں تک آدمیوں کی ایک قطار سی بندھ
گئی اور سب کو سیراب کیا اور وہاں سے سب کو اپنے ساتھ چراگاہ میں
لائے اُس وقت قریب دوپہر کے دن آیا ہوگا مگر شیخ حسن علی صاحب کا
پتہ نہ لگا کر کیا ہوئے کدھر گئے اپنے خیال سے کوئی کہتا تھا کہیں اور طرف چلے
گئے کوئی کہتا تھا کہ مارے پیاس کے کہیں فوت ہوگئے ہونگے پھر اُسی
دن حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ ڈھائی تین سو سوار و پیادہ سے
درمیان عصر اور مغرب کے اُسی چراگاہ میں ہمارے پاس آکر داخل ہو
تمام لوگ جو اُس دن کی تکلیف سے بیتاب اور پژمردہ پڑے تھے آپ
کا دیدار فرحت آثار دیکھ کر خنداں و فرحاں مانند باغ بہار کے ہوگئے
اور اُس دن کا تمام رنج و الم سب کے دل سے نسیاً منسیاً ہوگیا جب تسلی
سے حضرت اُس چراگاہ کے خشک نالے پر اُترے اور ڈیرہ کیا تب سب لوگوں
سے اُس روز کی سختی اور تکلیف کا حال عرض کیا آپ نے ہر ایک کو تسلی
دے کر فرمایا کہ یہ بھی ایک آزمائش الٰہی تھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو
طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے آزماتا ہے بھوک پیاس سے خوف
اور نقصان مال اور جان کی سے جو کوئی صبر کرکے ان سب بلاؤں کو
دور کرتا ہے اور راہ دین پر ثابت قدم رہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت
سے بڑے بڑے درجے اور مرتبے عنایت فرماتا ہے اور یہی کلام ہدایت
بنام اپنی زبان فیض ترجمان سے اسی طرح فرمائے اور آپ کی طبیعت

فیض طویت میں دفعتہً دریائے محبت الہی نے جوش مارا کہ آپ سربرہنہ کر
جناب الہی میں دعا کرنے لگے اور طرح طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان
کرتے تھے اور گوہر اشک سے دامن بھرتے تھے اور وہ الفاظ تعریف
میں اللہ تعالیٰ کی اپنی زبان گہر فشان پر لاتے تھے کہ خامۂ بریدہ
زبان تحریر کیفیت اُن کی سے عاجز ہے اُس وقت برکت اور اثر اس
دعا کے سے ہر ایک شخص کا عجیب حال ہو گیا کہ اُس روز کی ساری
تکلیف یکبارگی گویا خواب دلوں سے سہو محو ہو گئی اور سب کے سب
از سر نو تازے اور قوی دل ہو کر آپ سے عرض کرنے لگے کہ اگر امر
عالی ہو تو بعد نماز مغرب کے اُتمان زئی کو ہم لوگ روانہ ہوں آپ نے فرمایا
کہ تعجیل کرنی کچھ ضرور نہیں تسلی اور دلجمعی سے کام خوب ہوتا ہے یہ کلام خیریت
انجام سُن کر سب چپ ہو رہے پھر آپ نے مولانا محمد اسمعیل صاحب اور
مولوی حبان اور رسول خاں اور عالم خاں اور محمود خاں اور سفور خاں
اور زید اللہ خاں اور عنایت اللہ خاں اور نیالے خاں وغیرہ کو جمع کیا اور
فرمایا کہ آج مجاہدین بھائیوں کو رستہ میں کمال تکلیف ہوئی ہے کہ فقط
جان ہی باقی ہے اگر چہ اپنی ہمت سے جرأت اور دلاوری کے کلام کرتے
ہیں اب یہاں سے کوچ کی کیا تدبیر ہے آخر کو مشورت یہ ٹھہری کہ موضع
اُتمان زئی تو یہاں سے کڑی منزل ہے اور رستہ میں پانی بھی نہیں
وہاں تک پہنچنا دشوار ہے یہاں سے ڈھائی یا تین کوس موضع جلالہ
ہے اور وہاں سے بھی اُتمام زئی اسی قدر ہے جیسے یہاں سے سو آج
رات بھر سب اسی چراگاہ میں رہیں کہ ماندگی بھی لوگوں کی دفع ہو

اور خمار نیند کا بھی دور ہو جاوے پھر کل یہاں سے چل کر بلا
میں دیرہ ہو حضرت علیہ الرحمۃ کو یہ صلاح بہت پسند آئی اور رات
پھر وہیں رہنا مناسب جانا اور ایک حال یہاں باقی رہا وہ یہ ہے کہ
شیخ حسن علی صاحب بھی حضرت ہی کے ہمراہ رکاب آئے اور جب ملاقات
ہوئی تب زبانی اُن کے معلوم ہوا کہتے تھے کہ قبل صبح صادق کے تمام
لشکر تو اور طرف چلا گیا اور ہم اور پیر مبارک علی اور رحم علی اور اُن کے
بھانجے خدا بخش اور خدا بخش لکھنوی اور تین آدمی اور بھول کر موضع
تنگی کی طرف چلے گئے جب سورج نکلا اور دھوپ تیز ہوئی تو ہم آٹھوں
آدمی مارے پیاس کے بیتاب ہونے لگے اور خدا بخش لکھنوی کہ اس کے
پاس بیرنجی قرابین تھی اور کمر میں پچاس روپے کی سرکاری ایک ہمیانی
وہ ہم سے چھوٹ کر خدا جانے کس طرف چلا گیا سات آدمی ہم بیابان
میدان میں سب کے سب مارے دھوپ اور پیاس کے جاں بلب سراسیمہ
و سرگرداں پھرتے تھے ہلاک ہونے میں اپنے ہم کو کچھ شک نہ تھی کئی
کوس پر ایک بستی ملی وہاں جا کر ہم سب نے پانی پیا اور جناب الٰہی میں
شکر کیا وہاں کے لوگوں نے ہم سے کہا کہ تم کہاں آتے جلد یہاں سے
چلے جاؤ درانیوں کے سوار اس نواح میں پھرتے ہیں ایسا نہ ہو تم کو
گرفتار کرلیں یا مار ڈالیں اور سید بادشاہ کا لشکر ادھر نہیں آیا وہ
کسی اور طرف ہو کر نکل گیا اب تم کو نہ ملے گا تم جہاں سے آئے ہو وہیں
چلے جاؤ یہ حال سراپا ملال سن کر ہم ساتوں آدمی وہاں سے خوفناک

ہو کر طرف لوٹمئی کے روانہ ہوئے چلتے جہاں سے رستہ بھولے تھے اُس
میدان میں پہنچے اور مارے دھوپ اور پیاس کے بیتاب اور بیقرار ہو کر جنگلی
جھاڑیوں میں سر ڈال کر پڑ گئے بعد کچھ دیر کے حکمت الٰہی سے حضرت علیہ الرحمۃ
کی سواری وہیں آ پہنچی اور لوگوں نے ہم کو جھاڑیوں سے اُٹھایا اور پانی
پلایا اور حضرت کو اطلاع کی آپ نے سواروں کو گھوڑوں سے اُتار کر ہم کو
چڑھایا اور اپنے ہمراہ رکاب لے چلے کچھ تھوڑی دور وہاں سے چلے ہونگے کہ
ایک ملکی کسی جھاڑی سے ایک برنجی قرابین اُٹھا کر حضرت کے پاس لایا دیکھا
تو وہ قرابین خدا بخش لکھنوی کی تھی مگر خدا بخش اور اُس کی کمر کی ہمیانی
پتہ نہ ملا کہ اس کو کسی نے مار ڈالا یا وہ مر گیا یا کسی طرف چلا گیا فقط الغرض
پھر رات کو اُسی چراگاہ میں سب لشکر رہا اور وہاں کے گوجروں نے دودھ
دہی کی خوب مہمانی کی یہاں تک کہ سب لوگ کھاتے کھاتے اُکتا گئے اور دودھ
دہی بچ رہا اور روٹیاں تو ہر کسی کے پاس پکی ہوئی تیار تھیں وہ کھائیں پھر
بعد نماز فجر کے کوچ ہوا پھر دن چڑھے کے اندر اندر موضع چلالہ میں جا
کر داخل ہوئے رسول خاں نے ایک بڑا وسیع مکان خالی کرا کے حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو اُس میں اُتارا اور باقی لوگ لشکر کے جابجا بستی میں
اُترے اور وہاں پانچ مقام حضرت نے کئے اور وہاں سے دو آدمی
ملکی واسطے معلوم کرنے احوال درانیوں کے موضع اُتمان زئی کو روانہ
کئے کہ کس قدر ان کی جمعیت ہے اور کیا سامان اور کیا انتظام ہے اور

اور یہاں سے رسول خاں سے مشورہ کر کے ایک ہزار مٹکے کی بٹلکیاں
بنوائیں جن میں قریب دوڈھائی سیر کے پانی سماوے اور وہ دو جاسوس
آپ نے شام کو روانہ کئے تھے وہ دوسری رات کو صبح کو آپ کے پاس
آئے اور وہاں کی خبر لائے کہ لشکر درانیوں کا پیادہ وسوار ملاکر قریب
چار ہزار کے ہوگا اور دو ضرب اُس میں توپ ہے یہ خبر سُن کر آپ نے
رسول خاں اور عالم خاں کو بلاکر فرمایا کہ جس رستے ہوکر ہم جاویں گے
کوئی چالیس پچاس گھڑے پانی آج کسی وقت یہاں سے روانہ کردو اور
جب تک ہمارا لشکر وہاں داخل ہو تب تک مزدوروں کو وہیں اپنے ساتھ
رکھنا پھر اس روز بعد نماز عشا کے کوئی پہر رات گئے پندرہ بیس پنیدوں
سے رسول خاں اور عالم خاں گھڑے پانی کے مزدوروں کے سر پر دھرا کر
روانہ ہوئے پھر صبح کو آپ نے وہ بٹلکیاں منگوائیں اور چاروں جماعت
داروں کو بلاکر حکم دیا کہ جو جو لوگ چالاک اور چست اور صحیح و تندرست ہوں
کہ دس بارہ کوس جانے اور پلٹ آنے کی طاقت رکھتے ہوں ان کو ایک ایک
بٹلکی دے کر کہہ دو کہ ہر کوئی دو دو وقت کی روٹیاں پکاکر باندھ لے آج
قبل عصر کے کوچ ہے اور جو لوگ بیمار اور چلنے سے ناچار ہوں ان کو یہیں رہنے
دینا اور ہماری طرف سے ان کی تسلی و تشفی کردینا کہ انشاء اللہ تعالیٰ پیچھے
سے تمکو بھی بلوالیں گے یا ہم ہی آکر ملینگے کسی بات کا اندیشہ نہ کریں
پھر موافق حکم کے سب لوگ روٹیاں پکاکر اور بٹلکیاں لے کر اور سب سامان

کوچ کا درست کرکے کوئی پہر جپہ گھڑی سو رہے اس لئے کہ تمام رات
چلنا ہوگا پھر جب اذان ظہر کی ہوئی آپ نے نماز پڑھائی بعد فراغ
نماز کے فرمایا کہ پہر دن سے سب بھائی کمر باندھ کر یہاں سے جو قریب
پاؤ کوس کے نالہ ہے وہاں جمع ہوں نماز عصر وہاں پڑھینگے پھر وقت معین
پر وہاں سب تیار ہو کر گئے بعد اس کے کوئی دو سو پیادہ و سوار سے حضرت
علیہ الرحمۃ تشریف لے گئے پھر سب نے اسی نالہ میں وضو کیا اور
اپنی اپنی لٹکی پانی سے بھر لی اور وہیں نالے پر میدان میں حضرت نے نماز
عصر پڑھائی اور جناب باری میں ساتھ کمال الحاح وزاری اور عجز و انکسار
کے دعا کی اور فرمایا کہ ہر کوئی اپنی ہی جماعت کے ساتھ رہے ادہر ادہر نہ
جاوے اور انھیں دونوں جاسوسوں کو جو اتمان زئی سے درانیوں کی
خبر لائے تھے آگے کیا اور وہاں سے کوچ فرمایا اور کوئی کوس پر جاکر
نماز مغرب پڑہی پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور اکثر مجاہدین روٹی
کھاتے ہوئے چلے جاتے تھے اور جو پیاس لگتی تو اسی اپنی لٹکی سے پانی پی
لیتے پھر قریب پہر رات گئے کے اس پانی پر جو چالیس پچاس گھڑے
رکھائے تھے جا پہنچے اور وہیں نماز عشاء پڑہی اور جنہوں نے راہ میں
روٹی نہ کھائی تھی وہاں کھائی قریب ہزار آدمی کے ہندوستانی
اور ملکی ملاکر ہونگے ان گھڑوں کے پانی میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی
برکت کی کہ سب نے بخوبی پیا اور اپنی اپنی لٹکی میں بھر لیا تیسر

دس بارہ گھڑے بچ رہا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے ان دونوں جاسوسوں
سے کہا کہ ایک تم میں سے آگے جاوے اور درانیوں کے لشکر کی خبر لاوے
کہ ان کے لشکر میں کس طرف لوگ ہوشیار ہیں اور کس طرف غافل اور ایک
ہمارے لشکر کے ساتھ رہے پھر ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا،
کہ میں تو لشکر کو لے کر اتمام زئی سے آدہ کوس جانب شمال فلانی جگہ ٹھہرونگا
اور تو خبر لے کر وہیں آنا پھر ایک ادہر گیا اور دوسرا لشکر کے ساتھ رہا
پھر جاتے جاتے اُس جاسوس نے اُس پتے کی جگہ پر پہنچایا اس عرصہ میں وہ
دوسرا مخبر بھی آیا اور کہا موضع اتمام زئی کو طرف بائیں ہاتھ کے چھوڑ
کر میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ اُس وقت کوئی پاں چھ گھڑی رات رہی ہوگی
یہ خبر سُن کر حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے لشکر ظفر پیکر کے دو غول کئے ایک
غول مولانا محمد اسمعیل کو سپرد کیا کہ تم اس جاسوس کے ساتھ جا کر درانیوں
کے لشکر پر شبخون مارو مولانا صاحب تو جاسوس کے ساتھ روانہ ہوئے اور
ایک غول حضرت علیہ الرحمۃ اپنے ہمراہ لے کر موضع اتمان زئی کو چلے اس
لئے کہ اگر درانی چھاپا کھا کر بھاگیں گے تو بستی ہی میں آ کر گھسینگے یہاں ہم
اُن سے مقابلہ کرینگے اور یہ حکم اپنے لوگوں کو سُنا دیا کہ جو کوئی تم سے ہتیار
کرے اس کو مارنا اور جو تم سے امن مانگے اس کو امن دینا اور جو بھاگے
اس کا پیچھا نہ کرنا اور مولانا صاحب کے لوگوں سے بھی یہی فرما دیا تھا،
الغرض جب مولانا صاحب اپنا غول لے کر درانیوں کے لشکر سے تو پ

کی زد پر گئے اور وہاں کھڑے ہوئے اور اپنے سب لوگوں سے کہا کہ اب یہاں
سے حملہ کرینگے جب تک ہماری بندوق نہ چلے کوئی دوسرا نہ چلاوے پھر وہاں
سے آگے بڑھے درانیوں کا چوپہرا کھڑا تھا اُسنے آواز دی کہ کون ہے
اس طرف سے کوئی نہ بولا دوسرا کر پھر اُس نے آواز دی پھر ادھر سے
کوئی نہ بولا تیسری آواز پھر اُسنے دی جب کوئی ادھر سے نہ بولا
تب اُس نے بندوق ماری اور شور کر کے بھاگا کہ لشکر آپہنچا ادھر
سب نے بآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے حملہ کیا ادھر سے گولنداز نے توپ سر
کی سب مجاہدین بیٹھ گئے پھر اٹھ کر دوڑے یہاں تک کہ اُن کے لشکر میں
جا کر داخل ہوئے پھر ادھر سے دوسری توپ چلی ادھر سے مولانا صاحب نے
بندوق ماری اس کے ساتھ ہی مجاہدین کی ایک باڑھ چلی اور سب نے جا کر
اُن کی دونو توپیں لے لیں ان کا ایک گولنداز مارا گیا باقی لشکر اور گولنداز
بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ کسی نے بندوق بھی نہ چلائی ادھر فضل
الٰہی سے نہ کوئی مارا گیا اور نہ زخمی ہوا پھر اُدھر سے حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ بھی اپنا غول لے کر آپہنچے اور آپس میں مبارکبادی ہوئی اور اللہ
تعالیٰ کا شکر کیا کہ سب طرح سے اللہ تعالیٰ نے خیر کی اور وہاں سے
توپ کی زد پر ایک ٹیلا تھا لشکر درانیوں کا اس کی آڑ پکڑ کر کھڑا ہوا
حضرت نے فرمایا کہ دونو توپیں جو بھری ہوئی تیار ہیں اس ٹیلہ کے سامنے
لگا دو اور آدھے لوگ اُن کے مقابلہ پر رہیں اور آدھے لوگ نماز فجر پڑھ

پس اس کے بعد یہ مقابلہ پر جاویں وہ نماز پڑھ لیں پھر یوں ہی کیا وہاں
پر ایک تالاب تھا آدھے لوگوں نے اس میں وضو کر کے حضرت کے ساتھ
نماز پڑھنے لگے اور آدھے لوگ اُن کے مقابلہ پر رہے پھر وہ جب نماز پڑھ
کر مقابلہ پر آئے اُنھوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اس عرصہ میں کچھ ہمارے
لوگ دائیں بائیں سے بطور مورچہ بندی کے بیچ قافلہ پیلے کے گئے تھے اُن کو
دیکھ کر درانیوں کے سوار دو دو چار چار کر کے اُس ٹیلہ پر جمع ہوئے اپنے
لوگوں نے حضرت سے کہا کہ یہ سوار ٹیلے پر جمع ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پر حملہ کریں
حضرت نے آگے بڑھ کر اپنے لوگوں کے چار مورچے چار جگہ قائم کئے اور
جانبین سے بندوقیں چلنے لگیں پھر اپنے لوگوں نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو
تو توپ ماریں، آپ نے فرمایا کہ ابھی تامل کرو پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ توپوں
کے پاس آئے اور ان کو کھینچ کر ایک ٹیلہ پر لگا دیا اور سواروں کے غول
پر نشست باندھی اور ایک مرزا حسین بیگ نام بانس بریلی کے رہنے والے جو
ہندوستان سے ہمراہی مولوی محمد حسین رامپوری وہ رامپور جو منہاروں
کا مشہور ہے ہمارے لشکر میں توپ چلانے میں بڑے اُستاد تھے حضرت
نے اُن سے کہا دیکھو تو نشست ان توپوں کی اس غول کی طرف کیسی ہے مرزا
صاحب نے دیکھ کر کہا کہ درست ہے، آپ نے فرمایا کہ تی دو انھوں نے
ایک توپ کو سر کیا وہ گولہ ان سواروں کے سر پر ہو کر نکل گیا اس میں وہ
سوار پراگندہ ہو گئے مرزا صاحب نے دوسری توپ سر کی اس گولہ میں اُن
میں سے دو سوار اڑ گئے اور باقی اوپر سے اُتر کر اُسی ٹیلہ کی آڑ میں کھڑے
ہوئے اور پیادوں کی بندوقیں چلتی رہیں پھر جب ہم لوگ اُن کے کسی مورچہ

کا زیادہ زور دیکھتے تو اس طرف ایک یا دو گولے مار دیتے یا جب
دس بیس سواروں کا مجمع ٹیلہ پر ہوتا تب ایک یا دو گولے مار دیتے اسی
طرح صبح سے شام تک اُس روز لڑائی رہی مگر عنایت الٰہی سے ہماری
طرف نہ کوئی زخمی ہوا اور نہ مارا گیا اور نماز ظہر اور عصر کی فجر کی نماز
کی طرح دوبار کرکے آدھی آدھی لوگوں نے پڑھی پھر جب وقت مغرب
کا آیا اُس وقت درانیوں نے بہت زور دیا اور شاید کہ اُن کی طرف
سے کچھ کمک آگئی اس قرینہ سے ہم کو معلوم ہوا کہ اس وقت اُن میں
دو شاہینیں ان کی طرف سے چلنے لگیں اور اول نہ تھیں اور گولیوں کا مینہ
سا ہم لوگوں پر برستا تھا مگر سرد گولیاں آتی تھیں نماز مغرب پڑھنی
ہم کو دشوار ہوگئی پھر اسی حال میں ایک غول نے تو حضرت کے ساتھ نماز
پڑھی اور دوسرا غول مورچوں پر قائم رہا جب وہ غول نماز سے فارغ
ہوا اور مورچوں پر گیا تب انھوں نے نماز پڑھی اور شاہینوں کی گولیاں
ایسی تیز آتی تھیں کہ ہم لوگوں سے کوئی سر نہیں اٹھا سکتا تھا اُس وقت
لوگوں نے عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو ہم لوگ ان پر حملہ کریں کہ سامنے
سے تو مورچے والے ماریں اور ہم لوگ ان کی جانب جیب سے جا کر ماریں
پھر جس کو اللہ تعالیٰ فتح دے وہ لے آپ کو یہ صلاح پُر فلاح بہت
پسند آئی اور فرمایا کہ آفریں ہے تم کو جیسی کہ چاہئے ویسی تدبیر تبلائی
اور اللہ تعالیٰ تم کو اس سے زیادہ جرأت اور بہادری نصیب کرے مگر
ایسی تامل کرو دیکھو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور حکمت سے کیا راہ نکالتا

٭ حضرت علیہ الرحمۃ

ہے لیکن آگے بڑھ کر اُن کی بائیں جانب مورچہ لگا کر بندوقیں مارو اور
بے اجازت ہماری کے حملہ نہ کرنا ہم سید ابو محمد صاحب کو بھیجیں گے جیسا وہ
کہیں ویسا عمل میں لانا پھر موافق فرمان واجب الاذعان آپ کے لوگوں نے
آگے بڑھ کر وہیں بائیں جانب درانیوں کے مورچہ لگایا اور سوا سو مجاہدین
مغفرت قرین سے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ توپوں کے پاس تشریف لائے
اور مرزا حسین بیگ صاحب کو فرمایا کہ اُن کی شاہینوں نے ہمارے غازی
بھائیوں کو کمال تنگ کر رکھا ہے کسی طور ان کو بند کرو اُنہوں نے عرض
کی بہت خوب انشاء اللہ تعالیٰ دیکھئے بند کرتا ہوں پھر حضرت تو وہاں سے
ایک درخت کے نیچے تشریف لے گئے اور مرزا صاحب نے ان کی شاہینوں
طرف توپوں کو سیدھا کیا جیسے ان کی ایک شاہین کی رنجک اُڑی ویسے
ہی مرزا صاحب نے ایک توپ کو بتی دی مگر وہ گولا خالی گیا اس میں انھوں
نے توپ کے جواب دوسری سر کی مرزا صاحب نے فوراً اسی کی رنجک پر
ایک توپ کی شست باندھی اس عرصہ میں دوسری شاہین بھی چلی مرزا
صاحب نے اُس کی رنجک پر دوسری توپ باندھی اور دونوں توپوں
کو آگے پیچھے بتی دی واللہ اعلم اُس طرف کیا حال گذرا کہ جتنک ہم لوگ
وہاں رہے پھر ان شاہینوں سے ایک بھی نہ چلی مگر بندوقیں اسی طور
دونوں طرف سے چلتی رہیں اور کچھ دیر کے بعد دو ایک توپ بھی اپنے
موقع پر مرزا صاحب مارتے رہے اس عرصہ میں عالم خاں امان زئی
والا جو حضرت علیہ الرحمۃ کو خار سے درانیوں پر چڑھا لیا تھا آپ کے

اندیشہ سرکی گڑی [illegible]
حضرت کے قدموں پر [illegible]

سامنے آیا اور رونے لگا اور کہنے لگا کہ میرا بیٹا مجھ سے منحرف ہو کر اور
جو جو لوگ میری طرف تھے ان کو لے کر درانیوں سے جا ملا اب کوئی بات
میرے قابو کی نہ رہی اس لئے کہ جن سے مجھکو زور اور طاقت تھی وہ سب اُس
کے ساتھ چلے گئے اب آپ جیسا مناسب جانیں ویسا کریں اور یہ خبر حضرت
علیہ الرحمۃ کو اس روز قبل نماز عصر کے عبدالرؤف باڑی والے کی زبانی
پہنچی تھی کہ عالم خاں کی نیت میں کچھ خلل واقع ہوا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ
فی الحقیقت اس کا اُس سے منحرف ہو کر درانیوں سے جا ملا یا اُس کی
سازش سے پھر حضرت نے عالم خاں سے کہا کہ خان بھائی تم اپنے گھر میں
جا کر تسلی سے بیٹھو ہم کو تمہارے بیٹے اور کسی دوسرے کی پروا نہیں کہ
کوئی ہماری مدد کرے ہم کو ایک اللہ تعالیٰ کافی ہے پھر عالم خاں تو
وہاں سے اپنے مکان چلا گیا اس عرصہ میں جو آپ نے سید احمد علی صاحب
کو خار سے ارباب بہرام خاں وغیرہ کے ہمراہ پچاس ساٹھ آدمیوں سے طرف
خیبر کے روانہ کیا تھا اُن میں سے مولوی نصیرالدین منگلوری ایک آدمی
کے ساتھ قریب وقت عشاء کے آ کر حضرت کی خدمت سراپا برکت میں
حاضر ہوئے اور سارا حال آپ سے عرض کیا کہ وہاں ارباب بہرام خاں
وغیرہ نے خوخیبریوں کو متفق کیا تھا ان میں اختلاف پڑ گیا اور وہ
سب کے چھوڑ کر درانیوں کی طرف ہو گئے یہ خبر سُن کر آپ نے فرمایا
کہ خیر کیا اندیشہ ہے ہمارا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ہم نے تو انھیں
لوگوں کی خوشامد اور چاپلوسی کے سبب وہاں خیبر کو بھی لوگ روانہ کئے

تھے اور ہم بھی لوگ نے کر ادہر آئے تھے مگر یہ کوئی لوگ اپنے عہد و
پیمان کے پورے نہیں ہیں ایت جانیں ہم سے کچھ کام نہیں پھر آپ نے اور
سب نے بطور مغرب وغیرہ کے نماز عشا پڑہی پھر سب جماعت داروں نے
اور رہیلہ داروں کو اپنے پاس بلاکر مشورہ کیا کہ عالم خاں کی تقریر تو
تم سب سن چکے ہو اور خیبریوں کا حال زبانی مولوی نصیرالدین صاحب کے دریافت
ہوا کہ ارباب بہرام خاں وغیرہ نے جو جو وہاں متفق گئے تھے ان میں اختلاف
پڑ گیا سب کے سب پھوٹ کر درانیوں کی طرف ہو گئے سواب یہاں سے چلنے
کی تدبیر کرو مگر اس طور سے کہ ہر مورچے میں جاکر دو یا تین آدمی تو رہنے
دو کہ وہ بندوق چلاتے رہیں اور باقی سب کو وہاں سے لاکر جو اس بستی
اُتمان زئی سے پاؤ کوس پر درخت ہے وہاں جمع کرو اور اُن سے
کہنا کہ یہ صلاح ٹہری ہے کہ درانیوں کی پشت پر چل کر شبخون مارینگے اور
پھر آپ نے بستی سے عالم خاں کو بھی وہیں بلوایا اور فرمایا کہ ہم نے سنا ہے
کہ سردار سید محمد خاں کا بھائی دو آیلے سے درانیوں کی مدد کو لشکر لئے آتا
ہے سو تم تسلی سے اپنے مکان میں جاکر بیٹھو اور ہم اس وقت ان پر شبخون
جاکر مارینگے پھر عالم خاں کو رخصت کیا وہ یہ حال پر ملال حضرت علیہ الرحمۃ
کی زبانی ہدایت بیان سن کر بہت گھبرایا اور وہاں سے جلد اپنے مکان میں
آیا اور ایک اپنا آدمی طرف درانیوں کے روانہ کیا کہ ہوشیار ہو جاؤ سید
بادشاہ کا چھاپا تمہاری کمک والوں کے لشکر پر آتا ہے اور عجب نہیں کہ

تم نیچے آ پڑے اور حضرت علیہ الرحمۃ بھی اُسی وقت سواسو مجاہدین ہ
لفرت قرین سے اُسی درخت کے وہاں تشریف لے گئے اور جماعت داراور
بہلیہ دار سب مورچوں کو روانہ ہوئے اور موافق ارشاد ہدایت بنیاد حضرت
علیہ الرحمۃ کے ہر مورچے میں دو باہتن غازی رہنے دئے کہ تم بندوق مار
جاؤ حضرت کا حکم ہے کہ ہم ان کو لے کر ان کی نیت پر جاکر چھاپا ماریں گے
اور باقی سب کو وہاں سے لاکر اُسی درخت کے وہاں حضرت کے پاس جمع کیا
حضرت نے اُن سب کو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے ساتھ طرف طلالہ کے
رخصت کیا اور کوئی پچاس آدمی اپنے پاس رکھ لئے پھر سید ابو محمد صاحب کو
مورچوں میں بھیجا کہ جو لوگ وہاں ہیں ان کو بھی ساتھ لے آؤ پھر ابو محمد
صاحب موافق فرمانے آپ کے سب کو وہاں سے لاکر آپ کے پاس حاضر
کیا ان کو ساتھ لے کر مولانا ممدوح کے پیچھے حضرت بھی روانہ ہوئے ،
ایک آدمی ہندو ملک بیسواڑے کا رہنے والا کہ نزدیک بلدہ سلون قوم
راجپوت مسمی براجہ رام فقط مولوی احمد اللہ صاحب کے ساتھ کا توپوں
پر رہ گیا اس کو حضرت کے کوچ کی خبر نہ ہوئی سو وہ آپ ہی توپوں توپ
کو بھرتا تھا اور آپ ہی داغتا تھا ہم لوگ رستے میں اس کی توپوں کی آواز
سنتے چلے جاتے تھے اور بستی والے اُس سے مزاحم نہیں ہوتے تھے وہ جانتے تھے کہ
سید بادشاہ کا چھاپا درانیوں پر گیا ہے وہاں سے وہ لوگ پھر یہاں آئینگے
اور جیسے ہمارے مورچوں سے بندوقیں چلنی موقوف ہوئیں ویسے ہی ہمارے
مقابلہ کا لشکر بھاگا اس لئے کہ عالم خاں سے شبخون کی خبر ان کو آچکی تھی
اور حضرت لوگوں کو لے کر کوئی چار یا پانچ پیر جاکر ایک میدان میں تین چار گھڑی ٹھہرے

سب نے دم لیا اور اُس وقت کوئی ڈیڑھ پہر رات باقی ہو گی پھر وہاں سے سب کو لے کر آپ روانہ ہوئے جب صبح صادق خوب روشن ہو گئی تب جلالہ کے کنارے کے نالے پر پہنچے اور وہیں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب بھی اگلے غول کو لے کر ٹھیرے تھے پھر وہیں نالے میں سب نے خوب سا پانی پیا اور وضو کیا اور وہیں حضرت علیہ الرحمۃ نے سب کو نماز پڑھائی اور سب کو لے کر موضع جلالہ میں آئے اور وہاں کی مسجد میں اُترے اور غازیوں نے جا بجا بستی میں ڈیرہ کیا پھر آٹا تقسیم ہوا سب لوگ روٹی پکا کھا کر پہر چھ گھڑی سو رہے وقت ظہر کے سب نے اٹھ کر وضو کیا حضرت کے ساتھ نماز پڑھی اس عرصہ میں یکبارگی غل ہوا کہ نالے کی طرف کچھ سوار و پیادے نظر آتے ہیں سب کو احتمال ہوا کہ درانی آ پہنچے حضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ جلد کمر باندھ کر ہتھیار لگا کر تیار ہو جاؤ اور رسول خاں جلالہ والے سے کہا کہ چند آدمی اپنے ساتھ لے جاؤ اور خبر لاؤ کون لوگ آتے ہیں کچھ دیر میں زبانی لوگوں کے معلوم ہوا کہ اپنے ہی لشکر کے آدمی ہیں جو پیچھے رہ گئے تھے وہ آتے ہیں اور پچیس تیس آدمی تھے جب بستی میں آکر داخل ہوئے دیکھا تو گھوڑے پر سوار فقط شیخ امجد علی غازیپوری شیخ فرزند علی کے بیٹے ہیں اور باقی پیدل ان میں ایک وہی راجہ رام راجپوت بیسواڑے والا تھا جو رات بھر توپیں چلاتا رہا تھا اور ایک حافظ رحیم بخش الہ آبادی اور حافظ عبداللطیف مولوی عبدالحق کے بھائی قصبہ انوتنی کے رہنے والے اور آٹھ دس اور ہندوستانی تھے ان کے

نام یاد نہیں اور باقی لوگ اسی ملک کے تھے جو ہم لوگوں کے ساتھ
اتحاد نہ کی کو گئے تھے پھر راجہ رام مذکور حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس
آیا اور اپنا حال بیان کرنے لگا کہ جس وقت آپ مع لشکر وہاں سے
کوچ کر کے ادہر چلے آئے اُس وقت میں ایک جگہ سوتا تھا جب جگا وہاں
کسی کو نہ پایا وہاں کے لوگوں سے پوچھا اُنھوں نے کہا کہ سید بادشاہ
درانیوں لڑکے دو آیے سے کمک آئی ہے ان پر چھاپا لے کر گئے ہیں تب میں
وہاں سے تو یوں پر آیا وہاں بھی کسی کو نہ پایا مجھکو اندیشہ ہوا کہ ایسا
نہ ہو کہ چند لوگ مقابلہ والے چلے آویں اور تو پیں کھینچ لے جاویں پھر میں
اپنے ہی ہاتھوں بھرنے لگا اور آپ ہی داغنے لگا یہاں تک کہ صبح صادق
ہو گئی پھر مجھکو گمان ہوا کہ کہیں آپ چھاپا لے گئے ہوتے تو بندوق یا توپ ضرور
چلتی شاید کہ آپ چھاپا مشہور کر کے کوچ فرما گئے پھر میں وہاں سے بستی میں
آیا وہاں ایک جگہ شیخ امجد علی اور حافظ رحیم بخش کو پایا اُن سے جو حال
آپ کا پوچھا اُنھوں نے بھی بستی والوں کی زبانی سن کر وہی چھاپا لیجانے
کی تقریر کی میں نے کہا شیخ صاحب وہ چھاپے کا دہو کھا دے کر کوچ کر گئے
تم بھی اب یہاں سے جلد نکل چلو پھر ہم تینوں آدمی جلد وہاں سے روانہ ہوئے
پھر جو ہندوستانی ملکی رستہ میں ہم کو ملتا گیا اُس کو اپنے ساتھ لیتے ہوئے
چلے آئے آپ نے یہ حال سن کر فرمایا کہ شاباش اللہ تعالی تم کو ہدایت

نصیب کرے تم نے خوب ہی بہادری کا کام کیا اور آپ نے شیخ امجد علی صاحب کو دیکھ کر تبسم کیا اور فرمایا کہ شیخ بھائی ہمارے گویا زندہ شہید ہیں جس نے شہید نہ دیکھا ہو وہ ان کو دیکھے کہ ایسی خطرناک جگہ سے زندہ سلامت بچ آویں پھر آپ نے اُس دن وہیں مقام کیا دوسرے دن صبح کو لشکر میں آٹا تقسیم کرایا اور فرمایا کہ ہر کوئی دو دو وقت کی روٹیاں پکا کر ایک وقت کی کھالیوے اور ایک وقت کی باندہ لیوے آج بعد نماز عصر کے کوچ ہے اور اپنی لٹکی میں ہر کوئی پانی بھی بھر لیوے خدا جانے راہ میں کہیں ملے یا نہ ملے پھر لوگوں نے موافق فرمانے آپ کے پکا کھا کر فراغت کی پھر بعد اس کے دو چار گھڑی سو رہے اور اُسی روز کئی ملکیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ جو اتمان زئی سے آئے تھے کہ حضرت علیہ الرحمۃ تو مع لشکر وہاں سے رات ہی کو کوچ کر کے ادہر تشریف لائے مگر درانی لوگ مارے خوف کے پہر دن چڑھے تک توپوں کے پاس نہ آئے کہ ایسا نہ ہو بستی میں لشکر غازیوں کا چھپا ہو جب ان کو خوب لوگوں سے ثابت ہوا کہ وہاں کوئی نہیں تب وہ آ کر توپیں لے گئے الغرض پھر جب ظہر کی اذان ہوئی سب نے اٹھ کر وضو کیا اور حضرت کے ساتھ نماز پڑہی اور چلنے کی تیاری کرنے لگے پھر بعد نماز عصر کے ساتھ انتظام اور بند وبست کے سب لوگ لے کر حضرت نے وہاں سے کوچ کیا اور لونڈسی کی راہ چھوڑ کر سیدھا خار کا رستہ لیا چلتے چلتے قبل صبح صادق کے موضع ذرکھی

میں پہنچے پھر وہاں نماز فجر کی پڑھ کر بہت لوگوں سے حضرت خار کو روانہ
ہوئے اور باقی جو بہت تھکے ماندے تھے وہ اس روز موضع درگئی میں رہے
دوسرے دن خار کو گئے حضرت علیہ الرحمۃ تو اپنے مکان پر اُترے تھے اور
غازیوں نے اپنی اپنی جگہ پر ڈیرہ کیا پھر آٹھ دس روز کے بعد سید محمد علی
صاحب حضرت کے بھانجے اور مولوی مظہر علی عظیم آبادی اور حسن خاں صاحب
عظیم آبادی جواب ہمارے حضور پر نور رام اتبالہ کی سرکار دولتمدار میں سلاح خانہ
کے داروغہ ہیں اور شیخ علی محمد دینی بھائی شیخ بلند بخت کے ارباب جمعہ
خاں وغیرہ جن کو طرف خیبر کے حضرت نے روانہ کیا تھا آکر داخل ہوئے اور
حضرت سے ملے اور وہاں کے لوگوں کی بدعہدی کا حال بیان کیا آپ نے فرمایا
کہ یہ قصہ مولوی نصیر الدین منگلوری کی زبانی امان زئی میں ہم سن چکے ہیں
اس ملک کے اکثر رئیسوں کا یہی حال ہے کہ اپنے عہد و پیمان کے درست
نہیں ہیں کبھی کسی طرف کبھی کسی طرف پھر سب کو رخصت فرمایا اپنی اپنی
جگہوں پر ڈیرہ کیا پھر دس پندرہ روز کے بعد آپ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
اور شیخ ولی محمد صاحب سے فرمایا کہ لوٹ مٹی میں جو روپے دفن ہیں یہاں
لائے جاویں تو بہتر ہے مولانا صاحب نے کہا کہ جس صورت سے آپ فرماویں
ہم لے آویں آپ نے فرمایا کہ پندرہ آدمی اپنی جماعت کے لو اور بیس آدمی
شیخ محمد صاحب کی جماعت کے اور بیس آدمی ارباب جمعہ خاں اپنے لے کر تمہارے
ساتھ جاویں وہاں سے وہ زر اٹھوا لاؤ مولانا صاحب نے جانے کی تیاری کی اپنی

جماعت سے سید رستم علی ملکانوی اور کریم بخش سہارنپوری اور لوزان شاہ ولایتی اور حاجی عبداللہ اور خدا بخش منجھاولی کو لیا اور دس آدمی اور لئے اُن کے نام یاد نہیں اور شیخ ولی محمد صاحب کی جماعت سے شیخ فلمند بخت اور ان کے بھائی شیخ علی محمد اور شیخ حفیظ اللہ کو کہ یہ تینوں رہنے والے وہیں کے ہیں اور کریم بخش پنجابی اور نظام الدین اولیا جی کو پنج ضلع کشمیر میں ہے اور شیخ نصرت بانس بریلی والے کو اور چراغ علی کو اور پیر خاں کو اور سلو خاں اور فتح خاں ان چاروں کا وطن نہیں معلوم اور مراد خاں اور اُن کے سالے بخش اللہ خاں اور ولی داد خاں اور ملک داد خاں اور شیخ نصر اللہ کو تو پانچوں خرچ کے تھے اور میاں الہی بخش رامپوری کو لیا جو اب سرکار دولتمدار ہمارے آقائے نامدار دام اقبالہ کے توشکخانہ کے داروغہ ہیں باقی چار شخصوں کے نام نہیں یاد ان کو لیا اور ارباب جمعہ خاں کے لوگوں کے نام یاد نہیں وہ سب ملکی تھے پھر ان سب کو ہمراہ لے کر مولانا ممدوح موضع ڈھیری کے رستے سے ہوکر لوشٹی کو گئے اور وہاں پانچ روز رہے پھر وہ دفینہ کھود کر اور دو خچروں پر کر وہ دو خچر سرکاری تھے لاد کر درگئی کے رستہ ہو کر خار میں آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کی پروانگی سے وہ روپے شیخ ولی محمد صاحب کی تحویل میں رکھ دئے پھر اس کے چند روز کے بعد مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور سید احمد علی صاحب حضرت کے بھانجے اور مولوی محمد حسن سنہاروں کے رامپور کے

اور میاں جی چشتی پیرہانی والے اور قاضی علاء الدین بگہری والے اور مولوی منظہر علی عظیم آبادی اور مولوی امام الدین بنگالوی وغیرہ صاحب آپس میں مشورہ کر کے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت سراپا برکت میں آئے اور آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ مناسب جانیں تو کسی کو کچھ لوگوں کے ہمراہ واسطے دعوت جہاد کے بخارے کو روانہ فرماویں آپ کو یہ صلاح بہت پسند آئی اور فرمایا کہ بہتر ہے کسی کو تجویز کرو ہر ایک نے اپنی رائے کے موافق ایک ایک شخص کو تجویز کیا اور آپ سے کہا آپ سنتے رہے پھر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے میاں جی چشتی صاحب کو تجویز کیا اور حضرت نے فرمایا کہ ہماری تجویز اور آپ کی مطابق پڑی ہم نے بھی انہیں کو تجویز کیا تھا جب حضرت نے یہ ارشاد کیا سب کا اتفاق اسی پر ہوا کہ میاں جی چشتی ہی کو بھیجئے پھر آپ نے میاں جی چشتی کو فرمایا کہ اب آپ بخارے کی تیاری کریں اور نو آدمی اور جن کو پسند کریں ان کو ہمراہ لیں اور رخصت ہوں پھر انہوں نے ایک تو اپنے سالے شیخ محب اللہ کو لیا جو اب یہاں وزیر گنج مبارک میں بساطی کی دکان کرتے ہیں اور یہ کہڑے کے رہنے والے ہیں جو کہنڈا اتکار پور مشہور ہے میاں دو آب کے اور ایک نصیر الدین کو جو پیرہانی سے چھ سات کوس ایک بستی ہے وہاں کے رہنے والے تھے اور رحیم بخش بڑہانوی کو اور اسمٰعیل خاں اور بہت خاں اور فتح یاب خاں کو یہ تینوں خانپور کے رہنے والے تھے اور ایک حکیم دہلوی کہ نام ان کا یاد نہیں لشکر میں حکیم جی

اونٹنی والے مشہور تھے اور دو قندھاریوں کو لیا ان کے بھی نام نہیں
معلوم اور جب حضرت علیہ الرحمۃ ہجرت کر کے ہندوستان سے بلدۂ اسلام
ٹونک میں آئے تھے تب کئی جلد قرآن مجید مطلا اور خوشخط نواب مستطاب
معلی القاب نواب امیر الدولہ محمد امیر خاں بہادر مرحوم و مغفور نے آپ کو دئے
تھے ان میں کا ایک قرآن شریف مطلا کمال خوشخط چھوٹی تختی کا آپ
نے واسطے نذر شاہ بخارے کے میاں جی چشتی کو دیا اور ایک اعلامنامہ دعوت
جہاد کا سپرد کیا اور دعائے خیر کر کے رخصت فرمایا **حکایت** میاں
خدابخش صاحب رامپوری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز قبل دوپہر کے غار سے
باہر جانب مغرب دفعۃً ایک شور اٹھا اور ہم لوگوں کا ڈیرہ اندر بستی کے
تھا ہم چند آدمی وہ غوغا سن کر بستی کے باہر گئے وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں
کہ دو غول جمع ہیں اور ان میں کچھ کچھ عورتیں بھی ہیں اور جانبین سے پتھر اور
سونٹے چل رہے ہیں اس عرصہ میں یہ حال کسی نے حضرت علیہ الرحمۃ سے جاکر
کہا اور آپ کا ڈیرہ غار کی جانب مشرق تھا یہ خبر سن کر آپ جلد پاپیادہ
روانہ ہوئے اُس وقت ساٹھ ستر غازی آپ کے پاس حاضر تھے آپ
کے پیچھے وہ بھی چلے جب تک آپ وہاں پہنچیں تب تک ایک غول شکست کھا کر
غار کی طرف بھاگا اور دوسرے غول نے ان کا تعاقب کیا اور دونوں
طرف کے کئی آدمی زخمی بھی ہو گئے تھے اُس وقت ایک عجیب حال دیکھنے میں آیا
ان بھاگنے والوں میں سے ایک نوجوان دبلا پتلا سولہ سترہ برس کا
مادے شاہ نام ہمارے آشناؤں سے کئی مخالفوں نے لکڑی پتھر لے کر

اُس کو گھیرا ایک عورت موٹی تازی پہلوان سی ایک ٹیلہ پر سونٹا لئے
کھڑی تھی اُس نے دیکھا کہ مادے شاہ گھر گیا جلد وہاں سے للکار کر
دوڑی کہ خبردار جس نے مادے شاہ پر ہاتھ ڈالا زندہ نہ چھوڑوں گی
اُس کی جرارت اور چالاکی دیکھ کر وہ لوگ رُکے رہے اُس نے جھپٹ
کر مادے شاہ کو اپنی گود میں اُٹھا لیا اور وہاں سے لاکر ہماری مسجد میں
بٹھا دیا اور آپ چلے گئے اس عرصہ میں حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ بھی جا
پہنچے جیسے لوگوں نے دُور سے آپ کو آتے دیکھا سب نے اپنے ہاتھ کے لکڑی
پتھر پھینک دئے آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا شور فساد تھا اُنھوں
نے عرض کیا کہ انھوں نے کچھ زمین ہمارے ایک بھائی کی کھیت کی زبردستی
اپنی طرف دبالی تھی جب اُس کو خبر ہوئی وہ مانع ہوا اس کو مار اپیٹا آخر
کو یہاں تک نوبت پہنچی اللہ تعالیٰ نے ہم کو غالب کیا اور وہ بھاگ گئے یہ
سُن کر حضرت نے فرمایا بڑی نادانی کی تم نے آپس میں لڑائی کرلی کیا
ضرور تھی ہم سے کہا ہوتا اس کا تصفیہ ہم کر دیتے اُنھوں نے کہا اچھی کیا
کچھ فیصلہ ہو گیا ہے یہاں کا جو زبیداللہ خاں ہے اس سے اُس زمین کا
حال دریافت کرکے فیصلہ کردیں ہماری زمین ہو تو ہم کو ملے اور جو اُن کی
ہو تو اُن کو ملے پھر اگلے روز جو حضرت نے زبیداللہ خاں سے دریافت کیا
تو وہ زمین اُسی کی ٹھہری جس کی وہ لوگ حضرت سے کہتے تھے اور آپ
نے زبیداللہ خاں سے کہہ کر اُسی کو دلائی اور مہدی شاہ صاحب ہماری

مسجد میں نماز پڑھنے آئے تھے ہم نے اُن سے پوچھا کہ تم تو کل مار پیٹ سے خوب بچ گئے وہ کون سی عورت نیک بخت تھی جو تم کو وہاں سے گود میں اُٹھا لائی وہ کچھ شرمندہ سے ہوئے ہم نے کہا بھائی مہدی شاہ بتاؤ تو سہی وہ تبسم کر کے کہنے لگے کہ وہ ہماری بی بی تھی ہم نے پوچھا کہ وہ تو عمر میں تم سے بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے کہا وہ پہلے ہمارے بڑے بھائی کے نکاح میں تھی اور ہم چھوٹے تھے بلکہ ہم کو اُسی نے پرورش کیا جب بھائی ہمارے قضا کر گئے بعد گذرنے ایام عدت کے کسی کسی نے اس نکاح کا پیام دیا اُس نے نہ مانا اور مجکو کہا کہ یہ میرا دیور ہے میں نے اُس کو پال کر چھوٹے سے بڑا کیا ہے اگر نکاح کروں گی تو اسی سے کروں گی پھر چند روز میں مجھی سے نکاح کر لیا میرے چھوٹے ہونے اور اُس کے بڑے ہونے کا یہ سبب ہے **حکایت** میاں الٰہی بخش جواب بلدہ اسلام ٹونک میں ہمارے حضور پیر نور دام اقبالہ کے توشک خانہ کے داروغہ ہیں بیان کرتے ہیں کہ کھار اور موضع پرم گولہ کے درمیان میں دریائے لنڈی جاری ہے اور وہی دریا دونوں بستیوں کا دُھرا ہے اُس پار کھار کے زمین اور اس پار پرم گولہ کے ایک سال ایام برشگال میں وہ دریا بڑھا اور بہت زمین زراعت کھار کی کاٹ گیا اُس زمین پر پرم گولے والوں نے قبضہ کیا اور وہ زمین کھار کی غریب زمینداروں کی تھی وہ کہتے تھے کہ یہ زمین ہماری ہے ہم اس میں غلہ بوئیں گے اور پرم گولے

والے کہتے تھے کہ یہ زمین ہماری حد میں آگئی ہے اس میں ہم بوئیں گے
ہمارا تمہارا دُھرا ہی دریا ہے یہ تنازع درمیان اُن کے بہت دنوں
رہا کسی کے طے کرنے سے یہ قضیہ طے نہ ہوا آخر کو وہ غریب لوگ جن
کی زمین تھی حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں آئے اور اُس
زمین کا حال بیان کیا آپ نے ان کی تسلی کی کہ تم آپس میں قصہ نہ کرو
اس کا حال دریافت کر کے انشاء اللہ تعالیٰ ہم تصفیہ کر دینگے اگر وہ تمہاری
زمین ہوگی تم کو مل جاویگی یہ سُن کر وہ لوگ اپنے گھر گئے پھر ایک روز
آپ نے زید اللہ خاں اور ملا کلیم اور محسن خاں وغیرہ کو جو خار کے سردار
سے تھے اور موضع ڈہری کے خان کو اُس کا نام نہیں یاد بلایا اور
عنایت اللہ خاں الا ڈنڈ والے کو کہ وہاں کے سب خانوں کا سردار تھا
بلایا اور بیرم گولے والے صحبوں نے اس زمین پر قبضہ کیا تھا ان کو بھی بلایا
اور حال اُس زمین مذکور کا اُن سرداروں مذکورین سے پوچھا اور
دعوی داروں اور جن پر دعویٰ تھا ان کو الگ بٹھایا وہاں کے سرداروں
نے کہا کہ حقیقت میں تو وہ زمین انہیں خار والے غریبوں کی ہے سب جانتے
ہیں کچھ حاجت شاہدی گواہی کی نہیں ہے اگر کسی زبردست نے زور سے دبائی
ہوتی تو ہم لوگ اُس کو معقول کر کے دلا دیتے اور دھرا ان بستیوں کا
یہ دریا ٹھہرا اس سبب سے ہم ناچار ہیں قضیہ ہمارے طے کرنے سے نہیں طے ہوتا
حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تمہاری زبانی بھی معلوم ہوا کہ یہ زمین انہیں
غریبوں کی ہے مگر بسبب دریا کے کہ سرحد ہے ناچار رہو یہ سرحد دریا کی

محض لغو ہے مستحق زمین کے وہی ہیں جن کی تھی سرحد تو اُسی کو کہتے ہیں
کہ اپنی جگہ سے تجاوز نہ کرے بھلا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ
یہ دریا اسی طرح سے کاٹتا کاٹتا تمام زمین خارہ کی کاٹ ڈالے اور برم گولے
کی طرف کردے تو مستحق اُس زمین کے برم گولے والے ہونگے یا خارہ والے
اس تقریر سے وہ سب لاجواب ہوگئے اور حضرت علیہ الرحمۃ تو وہاں بطور
مہمان کے تھے کچھ وہاں کے مختار یا حاکم نہ تھے جو اس پار کی زمین اُن غیروں
کو مستحق سمجھ کر دلا دیتے فقط بطور آشتی اور نصیحت کے آپ کا کہنا تھا
پھر آپ نے برم گولے والوں سے بطریق نصیحت کے سمجھا کر فرمایا کہ وہ زمین خارہ
کی ہے اور مستحق اُس کے یہ غربا ہیں اس کو چھوڑ دو وہ تم کو حلال نہیں ہے
اس لئے کہ ملک غیر کی ہے دریا کے دبا لینے سے کیا ایک کی زمین دوسرے کی ہوجائیگی
وہ غریب لوگ ہیں تم کو ان پر جبر نہ کرنا چاہئے اُنھوں نے نہ مانا اس لئے کہ انھوں نے
دیکھا کہ یہاں کے خان اور رئیس بھی ہماری سی کہتے ہیں اور سب کا اتفاق بھی
اسی پر ہے کہ دریا دونوں بستیوں کا دھرا ہے اور حضرت تو آج یہاں ہیں
کل چلے جاوینگے کچھ یہاں کے حاکم نہیں جو ہم پر زور کریں جب حضرت علیہ الرحمۃ
نے جانا کہ ان کو سمجھانا محض بے فائدہ ہے تب اس زمین کے دعویٰ
داروں سے کہا کہ بھائیو صبر کرو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو
وہ قادر مطلق سب حاکموں کا حاکم ہے اب وہی اس کا فیصلہ کردیگا،

اُنھوں نے کہ آپ کا فرمانا ہمارے سر آنکھوں پر ہے ہم نے صبر کیا اور ہم
لوگ غریب ہیں اگر صبر نہ کرینگے تو کیا کرینگے اللہ تعالیٰ ہی ہمارا مالک و
مختار ہے پھر آپ نے ان سب کو رخصت کردیا کئی روز کے بعد اس زمین کے
مالکوں کو پھر بلایا اور بہت اُن کی تسلی فرمائی اور کہا کہ تم جمع خاطر رکھو
انشاء اللہ تعالیٰ اگلے سال وہ تمہاری زمین تم کو ملجاویگی اور کل ہمارے
پاس بعد نماز عشا کے پھر آنا مگر تین پتھر چھوٹے چھوٹے لیتے آنا پھر دوسرے
روز موافق فرمانے آپکے وہ لوگ تین پتھر لے کر آپ کے پاس آئے آپ
نے ان پتھروں کو اپنے دست مبارک میں لیا اور طرح طرح سے اللہ تعالیٰ
جل شانہ کی حمد و ثنا اور عظمت و بزرگی بیان کرنے لگے اور کبھی اُن پتھر
کو اس ہاتھ میں لیتے اور کبھی اُس ہاتھ میں پھر بعد کچھ دیر کے وہ تینوں پتھر
اُن کو دئے اور فرمایا کہ لوگوں سے چھپا کر رات کو جہاں تک تمہاری زمین کی
حد ہو ایک پتھر ایک سرے پر دفن کردینا اور ایک دوسرے سرے پر اور
ایک بیچ میں اور یہ حال کسی سے ظاہر نہ کرنا پھر آپ نے ان کو رخصت
فرمایا اور موافق ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے انھوں نے وہ تینوں پتھر
اپنی زمین کی حد میں دفن کردئے پھر بعد چند روز کے حضرت امیر المومنین
علیہ الرحمۃ خار سے مع لشکر پنجبار میں تشریف لائے اور برسات
بھی پنجبار میں گذاری ایک تین آدمی اُنھیں لوگوں سے جن کو آپ نے

وہ تین پتھر دئیے تھے پنجتار میں آئے اور اپنی زمین کی خوشخبری حضرت کے پاس لائے کہ آپ کی برسات میں دریائے لنڈی کی طغیانی باران سے خوب بڑھا اور برم گولے کی طرف رجوع ہوا اور زمین کو کاٹتے کاٹتے اسی اُسی حد کو پہنچا جہاں پر ہمیشہ قدیم الایام سے بہتا تھا اور وہیں ٹھہر گیا وہ ہماری تمام زمین اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے پھر ہمارے قبضہ میں کردی اور وہ لوگ برم گولے والے پشیمان ہوکر رہ گئے یہ خبر فرحت اثر سُن کر آپ کمال خوش ہوئے اور طرح طرح سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور عظمت اور قدرت اور حکمت اور رحمت بیان کرنے لگے کہ وہ ایسا ہی احکم الحاکمین اور ارحم الرحمین عادل اور قادر اور کریم و رحیم ہے وہ کسی کی حق تلفی نہیں کرتا ہے پھر وہ تینوں آدمی بعد کئی روز کے آپ سے رخصت ہوکر گھر کو گئے راوی اخبار خاکسار ذرہ بے مقدار یعنی شیخ علی غفر اللہ الولی کہتا ہے کہ بارہا یہ بات ہم لوگوں کے تجربہ میں آئی ہے اور ہم نے بچشم اپنے دیکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین امام المجاہدین علیہ نے جس کو از روئے خیر خواہی اور نصیحت کے سمجھایا اور اُس نے اپنی شقاوت اور شرارت نفس سے نہ مانا آخر کو وہ پشیمان اور شرمندہ ہوا چنانچہ ایک یہی معاملہ جو مذکور ہو چکا آپ نے برم گولے والوں کو اس زمین کی بابت کس طرح سے وعظ و نصیحت سنا کر سمجھایا اور اُنھوں نے اپنی شامت سے نہ مانا آخر کو اُس قادر ذوالجلال لایزال نے اپنی قدرت سے اُس دریا کو ہٹا کر اُس کی

قدیم جگہ پر کر دیا اور وہ زمین اُن مستحقوں کو دلا دی اور وہ پشیمان
اور نادم ہو کر بیٹھ رہے اور اسی طور خادے خاں سنڈ والے سردار کو بطور
خوشامد اور دھمکی سے سمجھایا اور وہ اپنی شرارت سے کچھ خیال میں نہ لایا آخر
کو اُس نے اپنی نافرمانی کا ثمرہ پایا اور اسی صورت سے سردار یار محمد خاں
درانی کو اور پاینده خاں تنولی والے کو اور احمد خاں ہوتی والے کو
اور سلطان محمد خاں برادر یار محمد خاں اور سوا اُن کے اوروں کو طرح
طرح سے سمجھایا کسی کو وعظ و نصیحت سے اور کسی کو مال و زر دے کر کسی
کو بندوق اور تیغ و سپر دے کر مگر اُن میں سے ایک نے نہ مانا اور آپ کی
نصائح کو افسانہ جانا آخر الامر ہر ایک بسبب آپ کی بے فرمانی کی اپنی
اپنی قرار واقعی سزا کو پہنچا حال ان سب کا اپنی اپنی جگہ آویگا انشاء اللہ
تعالیٰ **حکایت** ایک روز خار میں شیخ بلند بخت دیوبندی اور اُن کے بھائی
شیخ علی محمد اور آخوند ظہور اللہ جہانگیری والے اور اولا علی خاں سید جو
اکثر ہندوستانی قافلوں کے راہبر تھے ضلع کنڈوہ کے رہنے والے اور آخوند
عصمت اللہ رہنے والے جری بنگ کے موضع جری بنگ قریب ٹیکرے درّے
کے ملک ندہیار میں ہے اور آخوند گل رہنے والے پیشور کے اور مولوی
حبان ولایتی اور اکبر خاں ہندوستانی وطن اُن کا یاد نہیں اور کئی
شخصوں اور نے آپس میں مشورہ کر کے منشی خواجہ محمد حسین میوری اور

سید احمد علی بریلوی سے جو حضرت کے بھانجے تھے کہا کہ آپ دونوں صاحب ہم لوگوں کی طرف سے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت میں عرض کریں کہ بسبب چلے جانے مولوی سید محبوب علی دہلوی کے آپ کے لشکر ظفر پیکر کے بھی بہت لوگ چلے گئے اور اہنیں کے بہکانے سے ہندوستانی بھی قافلے آنے موقوف ہوگئے اگر آپ اس وقت میں دو ڈھائی سو آدمی پردیسی چار چار روپے کی شرح والے نوکر رکھ لیویں تو خوب ہے کہ بسبب اس کے ہماری جماعت بھی کثیر ہوگی اور شاید کہ اللہ تعالیٰ کا کچھ کام بھی نکلے اُن دونوں صاحبوں نے یہی حال اُن کی طرف سے حضرت کی خدمت بابرکت میں جاکر گزارش کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کام آپ بناتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں چاہے جماعت قلیل کو اپنی قدرت سے جماعت کثیر پر غالب کردے اور چاہے عکس اس کے اُس کو سب قدرت ہے وہ اپنا کام آپ بے اعانت اور شرکت دوسرے کے بناتا ہے مگر خیر اگر اُن کی رائے میں یہی ہے تو دو سو آدمی نوکر رکھ لیویں پھر ان دونوں صاحبوں نے اُن لوگوں سے کہا کہ حضرت کی مرضی تو نہ تھی مگر تم لوگوں کی خاطر سے آپ نے اجازت دو سو آدمیوں کی دی ہے پھر اُن سب نے اخوند ظہور اللہ کو تجویز کیا اور حضرت علیہ الرحمۃ سے جاکر عرض کی کہ آپ اخوند ظہور اللہ کو رخصت فرماویں کہ وہ اپنے وطن میں جاکر پردیسی لوگ پنجابی وغیرہ نوکر رکھ لاویں آپ نے ان کو رخصت دی وہ اپنے وطن کو تشریف

لے گئے اور کوئی ڈیڑھ یا پونے دو مہینے کے بعد پاس ان کی عرضی آئی،
خلاصہ مضمون اُس کے کا یہ تھا کہ میں نے موافق اجازت آپ کے دو سو
پنجابی سلمان چار چار روپے شرح کے یہاں نوکر رکھے ہیں جہاں کہیں ارشاد
ہو لے کر حاضر ہوں اس کے جواب میں آپ نے ان کو لکھا کہ تم ان کو لے کر
موضع کاٹ لنگ میں آؤ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی وہیں آوینگے جب یہ
جواب اُن کے پاس پہنچا تب ان کو لے کر وہ کاٹلنگ میں آئے اور وہاں سے
آدمی بھیجا کہ موافق حکم آپ کے میں یہاں حاضر ہوں اور اُن کا دو ماہہ تنخواہ
چڑھی ہے سو یہ لگتے ہیں کچھ خرچ آپ روانہ فرماویں کہ ان کو دیا جاوے
آپ نے بطور مدد خرچ کے دو دو روپے سراسم حساب سے بھیجے اور کہلا
بھیجا کہ جب تک ہم آویں تب تک تم وہیں ٹھہرے رہو انشاء اللہ تعالیٰ چند
روز میں ہم بھی آتے ہیں اور ان دنوں وہاں عنایت اللہ خاں الاڈانڈ
والے اور اُن کے بھتیجے خیر اللہ خاں ہیٹ خیل والے کے درمیان بابت زمین
کچھ تنازع تھا اور جانبین سے بندوقیں چلتی رہتی تھیں کبھی وہ اُن کی
زراعت خام کاٹ جاتے اور کبھی یہ اُن کی اس رفع فساد کے لئے حضرت
علیہ الرحمۃ موضع ہیٹ خیل کو خیر اللہ خاں کے مکان پر چند لوگوں سے
تشریف لے گئے اور رات بھر وہاں رہ کر اور خان موصوف کو باخوبی
دوسرے دن موضع الاڈانڈ میں عنایت اللہ خاں کو سمجھانے کو گئے
ان کو بھی باخوبی فہمائش کرکے درمیان دونوں کے صلح کرادی

پھر وہاں سے خار میں تشریف لائے اور پنجتار کے چلنے کو تیاری کرنے لگے پہلے یہ تجویز ٹھہری کہ بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ کو پنجتار میں پہنچاویں بعد اس کے آپ کوچ فرماویں پھر بی بی صاحبہ کو پہنچانے کو چار آدمی مقرر ہوئے میاں عبدالقیوم اور اُن کے بھائی کریم بخش اور نظام الدین اولیا اور صبغۃ اللہ ولایتی کہ وہ بڑے حضرت کے معتقدوں اور معتمدوں اور خادموں سے تھے اور بی بی صاحبہ موصوفہ کے ساتھ دو عورتیں اور بھی تھیں ایک تو خمار زئی نام جو اب تک بی بی صاحبہ کی خدمت بابرکت میں موجود ہے جس کو لوگ ائی کہتے ہیں اور دوسری کوئی نیک بخت اور تھی پھر بی بی صاحبہ موصوفہ کو ٹٹو پر سوار کر کے وہ چاروں صاحب بنیر کے رستہ سے پنجتار کو لے گئے اُس کے کئی دن کے بعد میاں دین محمد صاحب کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو ہندوستان میں بھیجا تھا خار میں حضرت کے پاس آئے اور چند خطوط مجاہدین کے گھروں سے اور کئی ہنڈیاں اور کچھ زر نقد لائے آپ اُس وقت دوپہر کو لیٹے تھے میاں دین محمد کی خبر سُن کر جلد اٹھے اور دیکھ کر ان کو بہت خوش ہوئے اور لپٹ کر ملے اور خیر و عافیت مزاج کی پوچھی اور اُس وقت کھانا تیار تھا منگوا کر کھلایا پھر جو کچھ وہ ہندوستان سے زر نقد اور کاغذ یا ہنڈوی کے اور لوگوں کے خطوط لائے تھے آپ کو حوالہ کئے پھر اس وقت وہاں سے ہم لوگوں میں آئے ملاقات کی اس میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمۃ ملے اُن سے ملاقات کی اور بعد خیر و عافیت پوچھنے مزاج کے

ذکر کیا کہ یہ جو دو سو سپاہی کاٹلنگ میں آخوند ظہور اللہ صاحب کے پاس
ہیں یہ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیوں رکھے ہیں یہ صلاح آپ کو کس نے دی
تھی مولانا صاحب نے بیان کیا کہ فلانے فلانے صاحب اس امر کے باعث
ہوئے تھے بلکہ ایک اُن میں میں بھی تھا پھر حضرت سے کہا گیا آپ کی مرضی
شریف تو نہ تھی پھر آخوند ظہور اللہ صاحب اپنے وطن سے جاکر نوکر رکھوائے
یہ معاملہ اس صورت سے ہوا یہ تقریر سن کر میاں دین محمد صاحب نے مولانا
صاحب کو کچھ جواب نہ دیا پھر اسی دن بعد نماز مغرب کے حضرت علیہ الرحمۃ کے
پاس گئے آپ نے کچھ حالات ہندوستان کے پوچھے اُنہوں نے بیان کئے اور
کہا کہ حضور میں کچھ اور بھی عرض کرنی ہے آپ نے فرمایا کیا عرض ہے اُنہوں
نے کہا کہ اور سے جب میں پرسوں موضع کاٹلنگ میں آیا وہاں کے ایک شخص
نے مجکو بتایا کہ یہ غازیوں میں ہے اور کہا کہ تمہارے کچھ لوگ یہاں بھی اُترے
ہیں میں نے پوچھا کہاں اُترے ہیں اُس نے کہا یہاں مسجد میں میں اُسطرف
گیا آخوند ظہور اللہ صاحب مجکو دور سے دیکھ اُٹھے اور میرے پاس آئے اور
کمال اشتیاق سے گلے لگ کر ملے اور مجکو وہاں سے مسجد میں لے گئے جہاں اُترے
تھے میں وہاں بیٹھا وہ مجھ سے باتیں کرنے لگے وہاں دو ایک نشان کھڑے تھے
اور لوگوں کا مجمع تھا میں نے پوچھا یہ کس کے لوگ ہیں اُنہوں نے مجکو وہاں
سے ایک گوشہ میں الگ بٹھا کر اور کہا کہ یہ لوگ حضرت کی اجازت سے میں نے

نوکر رکھے ہیں اور اُن کا دو ماہہ چڑھا ہے سومانگتے ہیں اور نہایت
مجکو تنگ کر رکھا ہے اور مجھسے کہا کہ تم کچھ ہندوستان سے لائے ہو میں
نے وہ دونوں ہمیانیاں اشرفیوں کی انگرکھے کے بند کھول کر دکھاویں
کہ ان میں تین سو اشرفیاں ہیں اور کہا کہ یہ میرے بازو پر کی ہنڈیاں ہیں
اُنھوں نے کہا کہ کچھ اشرفیاں دو تو ان لوگوں سے میرا گلا خلاص ہو میں
نے کہا کہ تم خود جانتے ہو کہ میں بے اجازت حضرت کے اپنی طرف سے کچھ نہیں
کر سکتا اُنھوں نے کہا کہ اس امر حضرت تم کو کچھ نہ کہینگے میں نے کہا چار
یا پنج منزل کا فاصلہ ہوتا تو بھی ایک بات تھی اب تو حضرت یہاں سے نزدیک
ہیں یہ بات مجھ سے نہ ہوگی مگر تم ان لوگوں کی دلجمی کر دیں ان کی طرف
سے حضرت کے پاس وکالت کرونگا اور ان کا تصفیہ کرا دونگا اور یہی میں نے
ان لوگوں سے بھی کہا کہ تم خاطر جمع رکھو میرے جانے ہی کی دیر ہے انشاء
اللہ تعالیٰ تمہاری تنخواہ تم کو مل جاویگی پھر اس روز میں وہیں رہا صبح کو
وہاں سے میں ورگہی میں آکر بیرخاں کے ڈیرے میں رہا اور آج آپ کی
خدمت میں آکر حاضر ہوا اور مقصود میرا اس عرض سے یہ ہے کہ جو اتنے
لوگ آپ نے نوکر رکھے ہیں تو کس پرگنہ کی جائداد پر اور کون سے
ملک کی آمدنی پر رکھے ہیں دو ڈھائی ہزار روپے ان کی تنخواہ کے
چڑھ گئے ہیں اور ابھی تک ایک پیسہ کا بھی کام اُن سے نہیں نکلا اتنے
روپے اگر مجاہدین کی خوراک و پوشاک میں صرف ہوتے تو سات

آٹھ مہینے کے بخوبی فراغت ہوئی اب میرے نزدیک مناسب یہی معلوم
ہوتا ہے کہ ان کا جو کچھ چڑھا ہو ان کو دے کر جلد آپ برطرف کر دیں نہیں تو ہر
روز ان کی تنخواہ چڑھتی جاویگی اور آپ کو دینی پڑیگی اور آپ کی دو طرح
کی باتیں ہوتی ہیں ایک تو الہامی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور دوسری طبعی
اپنی رائے سے اگر یہ نوکر رکھنا آپ کا اُسی الہامی قسم سے ہے تو میری توبہ ہے
میں اس میں کچھ دخل نہیں دے سکتا اس کو آپ ہی خوب سمجھتے ہیں اور جو دوسری
طرح کی ہے تو میری رائے ناقص میں یہ بات خلاف مصلحت کے معلوم ہوتی ہے
اور آپ بارہا ارشاد کر چکے ہیں کہ جو میں کام کروں اور تمہارے کسی صاحب کے
نزدیک نامناسب معلوم ہو وہ بے تکلف مجھکو اطلاع کر دیا کرے پھر میں یا تو
اس کا جواب دے کر اُس کی تسلی کر دونگا یا میں اُس کام کو نہ کرونگا اور اس
امر میں جو کوئی جان بوجھ کر مجھ سے نہ کہیگا تو روز قیامت کے اُس کا دامن
گیر ہونگا سو میں صرف اس خوف سے آپ کی خدمت شریف میں گزارش
کرتا ہوں' آپنے فرمایا کہ تم نے خوب کیا اور میری بات اس قسم کی نہیں ہے اس
امر میں اپنے غازیوں سے چند لوگوں نے آکر مجھ سے کہا کہ ان دنوں اپنے لشکر
سے بہت شخص ہندوستان کو مولوی محبوب علی صاحب کے جانے سے چلے گئے اگر
کچھ لوگ رکھ لیجئے تو لوگ لشکر میں زیادہ ہو جاوینگے ان کے کہنے سے میں نے
انکار کرنا مناسب نہ جانا اور کہا کہ دو سو آدمی نوکر رکھ لئے جاویں اس
صورت سے یہ معاملہ ہوا اس وقت تم نے بہتر صلاح دی اب تم جا کر اپنے

لوگوں میں اس کا مشورہ کرو پھر جو کچھ مشورت میں ٹھہرے ہم سے آکر کہو
پھر میاں دین محمد صاحب آپ کے پاس سے اُٹھے اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
کے پاس گئے اور وہ حال بیان کیا مولانا صاحب نے سید احمد علی صاحب اور
مولوی محمد حسن صاحب اور ارباب بہرام خاں اور قاضی احمد اللہ صاحب میرٹھی
اور منشی خواجہ محمد صاحب حسین پوری وغیرہم کو بلایا اور اُسی امر کی جو حضرت
نے فرمایا تھا مشورت کی آخر الامر ہر کسی کو رائے میاں دین محمد صاحب کی
پسند آئی کہ بالفعل ان روزوں یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو
تنخواہ دے کر برطرف کردیں پھر آئندہ جیسا ہوگا ویسا دیکھ لیا جاوے گا پھر
میاں دین محمد اور وہ سب حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس گئے اور جو مشورت کرکے
ٹھہرایا تھا وہی آپ سے عرض کیا آپ نے فرمایا جو سب کی صلاح یوں ہی
ہے تو بہتر ہے ان کو تنخواہ دے کر رخصت کرنا چاہئے مگر اس طور سے کہ ہم
چل کر ان لوگوں کی تسلی کرکے اور اُن کا حق ان کو دے کر رخصت کریں
پھر جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ خارے کو پیچ کرکے پنجتار کو چلے اور موضع ڈھُمگ
میں داخل ہوئے اور آخوند ظہور اللہ صاحب سے ملے اور فرمایا کہ بالفعل ہماری
یہی اور بہت مجاہدین بھائیوں کی بھی یہی مرضی ہے کہ ان لوگوں کو ان کا حق
دے کر رخصت کردیں آخوند صاحب نے عرض کی کہ یہی بہتر ہے اور بالفعل
ان کی کچھ حاجت بھی نہیں ہے اور کوئی تین مہینے ان کے چڑھے ہیں پھر
آپ نے آخوند صاحب سے فرمایا کہ ان کے افسروں سے کہو کہ اپنے

اپنے لوگوں کو لیتے آویں اور اپنا حق لے کر رخصت ہوں پھر آخوند صاحب نے
اُن کے افسروں کو بلایا اور یہ حکم سنایا انہوں نے سب کو لاکر حاضر کیا اُس وقت
میاں دین محمد صاحب نے جاکر حضرت علیہ الرحمۃ کو اطلاع کی کہ سب موافق فرمانے
آپ کے حاضر ہیں آپ نے فرمایا بہتر ہے منشی خواجہ محمد اور منشی محمدی کو لے جاؤ
کہ وہ ہر ایک کا چہرہ پڑھ کر بتاتے جاویں اور تم گن کر روپے دیتے جاؤ اور منشی
محمدی صاحب ہمارے لشکر میں بھائی محمدی کر کے مشہور رہتے اور حضرت علیہ الرحمۃ
ان کو انصاری بھائی کہتے تھے اور سرددان کے رہنے والے تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ
کے بڑے مخلصوں اور نہایت معتقدوں اور کمال معتبروں اور معززوں سے تھے اور
پچیس چھبیس برس کی ان دنوں اُن کی عمر تھی پھر میاں دین محمد صاحب اور
دونوں منشیوں کو وہیں لے گئے اور وہ ہر ایک کی فرد پڑھ کر بتلاتے گئے اور میاں
دین محمد صاحب گن کر روپے دیتے گئے جب سب لوگ اپنا اپنا حق لے چکے تب
میاں دین محمد صاحب نے حضرت کو جاکر اطلاع کی کہ سب لوگ اپنی اپنی تنخواہ لے
چکے اب کوئی باقی نہیں رہا یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ ان سب صاحبوں کو یہاں ہمارے
پاس لاؤ پھر موافق ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے میاں دین محمد صاحب ان کو
آپ کے حضور پر نور کرامت ظہور میں لائے آپ نے پوچھا کہ تم سب صاحب اپنا
اپنا حق تھا پا چکے سب نے عرض کی پا چکے پھر آپ نے ان کے سامنے خدا تعالیٰ
جہاد فی سبیل اللہ کے بیان کئے کہ اس میں عنداللہ واسطے مجاہدین مخلصین کے
ایسا ایسا ثواب ہے اور واسطے شہید کے ایسے ایسے مراتب اور مدارج عالیہ

ہیں اور جو کوئی نوکر ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے اور کفار اشرار کے ہاتھوں مارا جاتا ہے کم درجہ کا وہ بھی شہید ہوتا ہے بہ نسبت اور موتوں کے اُس کی موت بہتر ہوتی ہے مگر جو لوگ خالصاً لوجہ اللہ جہاد کرتے ہیں اور مقابلہ کفار میں مارے جاتے ہیں اُن کے درجۂ شہادت کو کوئی نہیں پہنچتا خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ جو یہ غازی لوگ ہمارے ہمراہ خدا کے واسطے ہیں یہ ہر ایک اپنے اپنے گھر کے کھانے پینے خوشحال تھے کوئی تو بیش قرار نوکری چھوڑ کر آئے ہیں اور کوئی اپنی جاگیر اور زراعت اور کوئی پیشہ اور تجارت چھوڑ کر آئے ہیں اور یہاں ہمارے پاس صرف واسطے اللہ کے رہتے ہیں اور فقر و فاقہ سہتے ہیں اور خوش و خرم راضی برضا ہیں بقضا ہیں اگر اسی طور تم صاحب بھی رہو جو کچھ ہمارے لوگ کھاویں پہنیں وہ تم کھاؤ پہنو اس امر میں ہم حاضر ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو کچھ اور کسی طور کی فراغت دیگا ہم تم کو سوا اس کے اور بھی دینگے اور وہ تم کو تمہاری نوکری سے زیادہ پڑیگا مگر اس کا ہم ابھی سے اقرار نہیں کرتے ہیں کہ کل کو کوئی ہم سے دعویٰ کرے، احمد بیگ نام ایک مرزا پنجاب کے اُن میں سے بولے کہ میں واسطے اللہ تعالیٰ کے حاضر ہوں اور آپ کے ساتھ رہونگا یہ بات سُن کر اُن میں سے تیس چالیس آدمی اور بھی بولے کہ ہم بھی خدا کے واسطے آپ کے ہمراہ حاضر ہیں پھر جب آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا وہ سب کے سب دو سو آدمی آپ کے ہمراہ رکاب پنجتار تک آئے پھر وہ تیس چالیس آدمی تو رہے اور باقی رفتہ رفتہ چند روز میں اپنے اپنے گھر کو روانہ ہوئے

حکایت سنایں نے میاں دین محمد ریتا سے کہ وہ کہتے تھے کہ جب میں ہندوستان سے جاتے جاتے موضع ڈُہیری میں سید فیض اللہ کے مکان پر پہنچا اور وہ موضع ملک چھچھ کا بین کنارے دریائے اباسین کے کچھ تھوڑے فاصلہ سے واقع ہے اور وہ سید موصوف حضرت امیر المومنین علیہ الرحمہ کے بڑے معتقدوں اور کمال مخلصوں سے تھے اُنھوں نے میری بہت سی مہمانداری اور خدمتگزاری کی دوسرے دن میں نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایات بیغایات سے مجکو ساتھ خیر و عافیت کے یہاں آپ کے مکان تک پہونچایا اب دریائے اباسین سے پار اتروا دو تو میں چلا جاؤں اُنہوں نے کہا کہ ابھی چار روز تک ہم تم کو رخصت کرینگے ماندگی تمہاری خوب سی دفع ہو لے تب تم کو اُتروا دینگے میں نے اُن سے کہا کہ میرا تو جی یہاں رہنا دشوار ہے اس لئے کہ عملداری سکھوں کی ہے مجکو صرف دریا ہی اُترنا ہے پھر کچھ ڈر نہیں اس امر میں آپ سُستی نہ کریں اُنہوں نے کہا کہ میں سُستی تو نہیں کرتا ہوں مگر بات یہ ہے کہ یہاں میرے پاس ہر قسم کے آدمی بھلے بُرے دوست دشمن آتے ہیں اور تم کو وہ دیکھتے ہیں اور تمہارے آنے کی خبر سکھوں کو ہو گئی ہے اور وہ سید بادشاہ کے لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں کہ پاویں تو لوٹ لیویں اور قید کریں اور جبتک تم یہاں میرے مکان پر ہو اگر دو ہزار سکھ چڑھ کر آویں تو یہ مجال نہیں کہ تم کو پکڑ لیجاویں اور تمہارے یہاں سے باہر جانے کے بعد میرا قابو نہ رہیگا کہ جو میں ان کو روکوں سو تم اس امر میں جلدی نہ کرو میں اپنی تدبیر سے تم کو دریا سے اُتروا دونگا جیسے اُن

اُنھوں نے سوضع نقارچی کے کئی ملاحوں کو بلوایا اور اس ملک میں ملاح لوگ سب مسلمان ہوتے ہیں پھر ان سے اُنھوں نے کہا میری طرف اشارہ کرکے کہ یہ بھائی سندوستان سے آئے ہیں اور بخارمیں سید بادشاہ کے پاس جاوینگے سوان کو منارے تک پہنچانا ہے رات کو خواہ دن کو جس وقت تمہارا موقع ہو ان کو پار اُتار دو اُنھوں نے کہا کہ جس وقت آپ فرماوینگے انشاء اللہ تعالیٰ ہم اُن کو اُتار دینگے یہ کہہ کر وہ اپنی بستی کو گئے اس عرصہ میں تین آدمی تین شکلیں لئے ہوئے وہیں سید فیض اللہ خاں کے مکان پر آئے اور سلام کرکے بیٹھے اور مجھ سے پوچھا کہ سندوستان سے تمہیں آئے ہو میں تو نہ بولا مگر سید فیض اللہ خاں صاحب نے اُن سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اُنھوں نے کہا کہ ہم منارے سے آتے ہیں ہم کو موتی اور سنتو صاحبوں نے بھیجا ہے پوچھا کس لئے اُنھوں نے میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ سید بادشاہ کے آدمی ہیں اُن کے لینے کو بھیجا ہے پوچھا کہ موتی اور سنتو کو اُن کے آنے کی خبر پہنچائی اُنھوں نے کہا کہ خار سے سید بادشاہ نے اپنا آدمی اُن کے پاس بھیجا تھا کہ فلانا ہمارا آدمی دُھیری سندوستان سے آکر اُترا ہے سو تم اپنے آدمی بھیج کر بمحافظت تمام دریا سے اُتار کر اپنے پاس بلا لو اس لئے ہم آئے ہیں اُنھوں نے کہا کہ ہم کیونکر جانیں کہ تم کو موتی اور سنتو نے بھیجا ہے اُنھوں نے اُن کی چٹھی اپنے پاس سے نکال کر سید فیض اللہ خاں کو حوالہ کی اُس وقت میں نے کہا کہ اس چٹھی کے سوا اور بھی کچھ پتا بتایا ہے ایک نے ان میں سے اٹھ کر میرا داہنا پہنچا پکڑ لیا اور کہا کہ یہ پتا ہے اور دوسرا پتہ یہ ہے کہ تمہارے سینہ پر دو داغ بھی ہیں میں نے

میں نے کہا بلاشک دونوں پتے ٹھیک ہیں میرے اور اُن مہاجنوں کے درمیان خفیہ یہ بات ٹھہری تھی کہ میرے بھیجے ہوئے آدمی کا پتہ یہ ہے کہ جب تم اس سے نشانی طلب کرو تو وہ تمہارا داہنا انگوٹھا پکڑ لے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے آدمی کا یہ نشان ہے کہ تمہارا پہنچا پکڑ لے پھر ان تینوں آدمیوں نے کہ وہ منارے کے ملاح تھے مجکو تو وہیں چھوڑا اور آپ چلے گئے کچھ دیر میں اُن میں سے ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہا کہ کمر باندھ کر چلو جا لا تیار ہے پھر میں کمر باندھ کر اور اپنا اسباب لے کر سید فیض اللہ خان صاحب سے رخصت ہونے لگا اُنھوں نے کہا کہ دریا تک میں بھی تمہارے ساتھ چلونگا وہاں رخصت ہو لینا میں نے کہا کہ آپ کیوں تکلیف کرینگے اب میں یہیں سے رخصت ہونگا پھر انھوں نے اپنی بستی کے ایک ملک کو میرے ساتھ کر دیا کہ دریا تک تم ان کو پہنچا آؤ پھر وہاں سے میں جیسے دریا پر جا کر پہنچا ایک اور دوسرا آدمی ڈہیری سے دوڑا ہوا آیا کہ ہمارے یہاں کے کسی بنیے نے جا کر تقارچی کے تھانے کے سکھوں کو خبر کر دی کہ جو سید بادشاہ کا آدمی ڈہیری میں سید فیض اللہ خاں کے یہاں کئی دن سے اُترا تھا وہ آج جاتا ہے یہ سُن کر یا ان چار سکھ بندوقیں باندھے تمہاری فکر میں آتے ہیں تم جلد پار اُتر جاؤ میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو فی الحقیقت یا ان چار سکھ بندوقیں باندھے ہوئے دُور سے معلوم ہوئے کہ آتے ہیں میں جلد جالے پر سوار ہوا اور وہ تینوں ملاح جالے کو پار لے چلے جب بیچ دریا میں

جا لاگیا تب وہ سکھ دریا پر آکر کھڑے ہوئے ملاحوں نے کہا کہ اب کچھ
اندیشہ نہیں اللہ تعالیٰ تم کو سلامت بچا لایا اور وہاں وہ جانے کو حکم
دینے لگے میں اپنے دل میں ڈرا کہ یہ کیا مجھکو ڈبا دینگے اور میں نے اُن سے
کہ تم یہ کیا کرتے ہو ایک نے اُن میں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو خطرہ
کی جگہ سے نکال لایا سلامت سو یہ خوشی کرتے ہیں اور اپنا حق مانگتے ہیں میں نے
کہا کہ پار چل کر مجھ سے اپنا حق لو جو کہوگے میں دونگا اُنھوں نے نہ مانا اور
کہا کہ ہم تو ابھی لینگے میرے پاس چھپا ہوا ایک رومال تھا اور ایک روپیہ
بھی اُس میں بندھا تھا میں نے ان کو دیا پھر اُنھوں نے خوش ہو کر جالے
کو کنارے پر جا کر لگایا اور میں اُتر کر اُس پار گیا اور وضو کرکے وہاں دو
رکعت نماز شکرانہ کی میں نے پڑھی پھر وہاں کے یاروں دوستوں سے
ملاقات کرتا ہوا منارے میں موتی مہاجن کے گھر گیا میرے آنے کی خبر پاکر
سنتو بھی وہیں آگیا جو کچھ نقد اشرفیاں اور ہنڈیاں ہندوستان سے
میں لے گیا تھا اُن کے آگے دہریں اور کہا کہ اگر مناسب جانو تو ان کو
اپنے پاس رکھ لو اُنھوں نے کہا یہاں رکھنے کی کچھ ضرورت نہیں تم اپنے
ساتھ لیتے جانا پھر جیسا ہوگا دیکھ لیا جاویگا پھر میں نے اُن سے پوچھا
کہ ڈیہری میں میرے آنے کی خبر تم کو کیونکر معلوم ہوئی جو میرے لینے کو
تم نے آدمی بھیجے اُنھوں نے کہا کہ سید بادشاہ کے آدمی نے ہم سے آکر
کہا تھا میں نے کہا کہ ان کو کیونکر خبر ہوئی اُنھوں نے کہا کہ یہ ہم نہیں
جانتے مگر اتنی بات وہ آدمی کہتا تھا کہ سید بادشاہ فرماتے تھے کہ دین محمد

کے ڈھیری میں آنے کی خبر مجکو میرے رب نے دی ہے پھر میں رات کو
وہاں رہا دوسرے دن وہاں سے طرف خار کے روانہ ہوا وہاں سے دو
کوس زیدہ ہے وہاں پہنچا وہاں کا خان جو اشرف خان خدوخیل تھا اُس
سے ملاقات کی بہت اہل مروت چھوٹا بھائی لطف اللہ خاں کہ بڑا نیک بخت اور صاحب
مروت تھا میرے واسطے مرغ کڑہی اور خمیری روٹیاں لایا پھر میں کھانا
کھا کر وہاں سے روانہ ہوا لطف اللہ خاں میرے ساتھ موضع پنج پیر
تک کہ وہاں سے دو کوس ہے آیا دو بندوقچی میرے ہمراہ کردئے اور کہا کہ جب
ان کو رخصت کرنا تب اپنی رسید بھی ان کے ہاتھ بھیجدینا کہ مجکو تسلی ہو
میں نے کہا رسید لکھنے والا کہاں تلاش کرونگا رسید میری یہ ہے کہ جب تم
اُن سے رسید طلب کرو تو یہ تمہارا داہنا پہنچا پکڑلیں کہا واہ بہت خوب
ہے تم نے بتایا پھر میں بندوقچیوں کو لیکر آگے چلا وہاں سے کچھ دور
موضع کنڈا تھا وہاں جا کر دو بندوقچی اور لئے اور آگے چلا وہاں سے کئی
کئی کوس تک بیابان میدان تھا پھر اِس روز جا کر میں موضع ڈاگئی میں رہا اگلے
دن وہاں سے چل کر موضع امان زئی کی گڑہی میں نصر اللہ خاں کے مکان
پر رہا جب صبح کو پہلی بستی کے دو بندوقچیوں نے مجہہ سے رسید مانگی کہ اب ہم
چاروں یہاں سے رخصت ہوتے ہیں میں نے کہا کہ میر لطف اللہ خاں سے سلام
کہنا اور جب وہ تم سے رسید مانگیں تب تم ان کا داہنا پہنچا پکڑلینا یہی
رسید ہے پھر وہ چاروں وہاں سے پیچھے پلٹ گئے اور میں آگے چلا اُس

روز جا کر وقت ظہر کے موضع کاٹلنگ میں آخوند ظہور اللہ کے پاس میں پہنچا پھر اور وہاں جو کچھ واقعہ گذرا وہ اوپر کی حکایت میں لکھا گیا ہے اس کے اعادہ کی یہاں حاجت نہیں پھر اگلے روز وہاں سے چل کر موضع درگئی میں رہا منارے سے یہاں تک جو بستیاں رستہ میں ملیں وہ سب ملک سیمے کی ہیں پھر اس کے اگلے دن وہاں سے غار کو روانہ ہوا درگئی کا جو پہاڑ ہے اُس پر چڑھ کر اُس طرف میں اُترا وہاں اُتار میں ایک چھوٹا سا پانی کا چشمہ جاری تھا وہاں جا کر بیٹھا وہاں سے غار صاف نظر آتا تھا میرے دل میں آیا کہ اس چشمہ میں وضو کر لوں پھر میں وہاں بیٹھ کر وضو کرنے لگا اس عرصہ میں غار کی طرف سے ایک اُسی ملک کا آدمی آیا اور میرے ہی قریب سلام علیک کر کے وہیں بیٹھ گیا اور میری طرف خوب غور کر کے دیکھا اور مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو میں نے کہا زیدہ سے یہ سُن کر پھر وہ جدھر سے آیا تھا ادہر کو روانہ ہوا میرے دل میں ایک خوف سا معلوم ہوا کہ اُس نے میری طرف بغور دیکھا بھی اور پوچھا بھی کہ کہاں سے آتے ہو ایسا نہ ہو کہ یہ راہزنوں سے ہو پھر میں اُسی جگہ کئی گھڑی تک بیٹھا رہا کہ اگر ادہر ہی کوئی اُس کے ساتھ کا ہوگا تو وہ بھی معلوم ہو جاویگا پھر جب کوئی نظر نہ آیا تب میں جلد خدا پر توکل کر کے وہاں سے غار کو روانہ ہوا اور جا کر بخیر و عافیت حضرت علیہ الرحمۃ سے ملا اور مصافحہ اور معانقہ کیا آپ نے پوچھا کیا پیدل ہی آئے ہو میں نے عرض کی کہ ہندوستان سے موضع سرہان تک کہ ملک چھچھ میں ہے ٹٹو پر آیا وہاں سے محمد خاں کابلی کو جو

میرا رفیق تھا ساٹھ اشرفی اور سات روپے اور چند تھان کپڑا اور ٹٹو دے کر پشور کے رستہ سے روانہ کیا اور وہاں سے میں پیدل موضع ڈہیری میں سید فیض اللہ خان صاحب کے مکان پر آیا اور وہاں کئی روز تک رہا دریا اُترنے کا موقع نہ ملا اُس وقت کئی شخص جو آپ کے پاس حاضر تھے وہ مجھ سے کہنے لگے کہ تمہارے آنے کی خبر ہم کو پہلے سے معلوم ہوئی تھی میں نے کہا کس کی زبانی، اُنھوں نے کہا حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ مجکو الہام الٰہی سے خبر ہوئی کہ دین محمد موضع ڈہیری میں رکے ہیں سومنارے میں کوئی آدمی موتی کے پاس بھیجو کہ وہ اپنا آدمی بھیج کر وہاں سے بلوالیں حضرت نے پوچھا کہ بھائیو چپکے چپکے کیا باتیں کرتے ہو اُنہوں نے عرض کی کہ جو آپ اُس دن فرماتے تھے کہ دین محمد موضع ڈہیری میں رکے ہیں وہی باتیں کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ہاں مجکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا اور ایک طالب العلم کو اُن کی خبر کے لئے ہم نے بھیجا تھا، اس کو یہ درگہی کے چشمہ پر ملے تھے مگر اُن سے ملاقات کر کے ہمارے پاس چلا آیا

حکایت حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ خار میں کچھ کم یا زیادہ ایک سال رہے رمضان بھی وہیں ہوا اور عیدین بھی اور محرم بھی وہیں ہوا پھر وہاں سے تیاری پنجتار کے جانے کی کی، جناب بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ کو تو چند روز پیشتر سے چار آدمیوں کے ہمراہ روانہ کر دیا تھا اس کا حال آگے لکھا گیا ہے پھر آپ نے لشکر کو درگہی کے رستہ سے روانہ کیا کہ تم چل کر کاٹلنگ میں ٹہرو پیچھے سے ہم بھی آتے ہیں، اور کوئی دو سو سوار و پیادہ اپنے ساتھ رکھ لئے پھر اُس روز

درگہی کا گھاٹا پار ہو کر لشکر ایک تالاب پر اُترا اور چند لوگ گھاٹے کے نیچے ٹھہر گئے اس لئے کہ شیخ شیر علی احمد حسین کے والد رہنے والے سیر پور ضلع عظیم آباد کے بہت روزوں سے بیمار تھے وہاں فوت ہوئے پھر وہ تین کوہ میں لوگ ان کو دفن کر کے اپنے لشکر میں آئے اور وقت ظہر کے لشکر والوں نے اُسی تالاب میں وضو کیا درگہی کے رہنے والوں نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمۃ سے کہا کہ اس تالاکا پانی ناپاک ہے اور تمام آپ کے لشکر والوں نے اس میں وضو کیا ہے اور اس تالاب کے پال پر فراش اور چنار وغیرہ کے درخت بہت تھے سو انھیں درختوں کے پتوں سے پانی متغیر ہو گیا تھا مولانا ممدوح اُن لوگوں کے ساتھ تالاب پر تشریف لے گئے اور اُس پانی کو ہاتھ میں لیا کر اُس کا رنگ اور بو اور مزہ دریافت کیا اور اُن لوگوں سے کہا کہ یہ پانی تو پاک ہے جو پانی نجاست پڑنے سے مبدل ہو جاتا ہے وہ البتہ ناپاک ہوتا ہے اور یہ تو سبب گرنے پتوں کے متغیر ہو گیا اس سے کچھ مضائقہ نہیں مولانا صاحب سے یہ بات سن کر اُن لوگوں کے بھی دل کا وسوسہ جاتا رہا اور ہمارے لشکر والے تو اس مسئلہ سے خبردار ہی تھے پھر عصر و مغرب اور عشا اور فجر کا اُسی تالاب میں سب نے وضو کیا پھر صبح کو وہاں سے کوچ کر کے موضع لوند خوڑ میں آئے اگلے روز وہاں سے کوچ کر کے موضع کاٹلنگ میں آخوند ظہور اللہ صاحب کے پاس آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ خار سے کوچ فرما کر الا ڈانڈ میں عنایت اللہ خاں کے مکان پر آئے اگلے دن وہاں سے روانہ ہوئے پہاڑ کا گھاٹا اُتر کر موضع بلیئی میں آئے اُسی بستی سے شروع ملک سیمے کا ہے وہاں سے

لگئے دن موضع کاٹلنگ میں داخل ہوئے اور جو دو سو سپاہی نوکر آخوند ظہور اللہ صاحب کے پاس تھے اُن کی تنخواہ کا فیصلہ کیا جس کا حال اوپر کی حکایات میں لکھا گیا ہے پھر وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ رکاب لے کر موضع جارگلی کو جانب چپ چھوڑکر موضع مچنی میں آئے اگلے دن وہاں سے کوچ فرما کر موضع شیوہ میں آئے موضع مذکور کے ورے کوئی سوا سو قدم کے فاصلہ سے ایک جنگل زیتون کا تھا بسبب سایہ کے لشکر تو وہیں اُترا اور حضرت علیہ الرحمۃ کوئی دو سو آدمیوں سے بستی میں اسند خاں اور مسکار خاں کے مکان پر تشریف شریف لے گئے اور وہ دونوں بھائی حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقدوں اور کمال مخلصوں سے تھے اور وہی اُس بستی کے خان بھی تھے پھر اُنہوں نے اپنے یہاں ایک مقام کرایا اور موافق دستور اپنے ملک کے تمام لشکر کی دعوت کی پھر وہاں سے آپ نے پہر رات رہے سے کوچ کیا نماز صبح کی موضع سلیم خان میں آکر پڑھی کہ وہ موضع درۂ پنجتار کے منہ پر واقع ہے وہاں سے پنجتار کوئی دو کوس ہوگا پھر بعد فراغ نماز کے ادہر سے تو حضرت علیہ الرحمۃ مع لشکر چلے اور ادہر سے فتح خاں چند سوار لے کر واسطے استقبال آپ کے آیا ایک جگہ بیر کے درختوں کا باغ تھا وہاں آکر ملاقات کی اور وہاں سے آپ کو مع لشکر لے کر پنجتار میں آیا اور پنجتار کے شہر پناہ کے مشرق اور شمال کے کونے پر جو برج تھا اُس میں حضرت علیہ الرحمۃ اُترے مع جماعت خاص کے اور دوسرا برج جو شمال اور مغرب کے کونے پر تھا اُس میں آپ کا

باورچی خانہ اور تقسیم غلہ کا کوٹھا مقرر ہوا اور واسطے غلہ بانٹنے کے مولوی،
عبدالوہاب لکھنوی کو جو شاہ یقین اللہ کے بیٹے تھے مقرر کیا سبب اُن کے مقرر
کرنے کا یہ ہوا کہ پیشتر ان کے میر امانت علی صاحب رہنے والے پیران ساڈھورہ
ضلع پٹیالہ کے غلہ بانٹتے تھے اور محمود لکھنوی اور میاں عبداللہ خریدتے تھے اور
وہ میر صاحب ممدوح بڑے پیرزادے خاندانی اور بڑے محتاط اور صاحب
تقوٰی تھے اور حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے نہایت معتقدوں اور کمال
مخلصوں سے تھے اس قدر ان کے مزاج وطبع میں احتیاط تھی کہ اکثر اوقات
اُن کو دیکھا کہ وہ غلہ تقسیم کرتے ہوتے اور کوئی بہلیہ دار اُن سے کہتا کہ
آج میرے بہلیہ میں ایک یا دو مہمان آئے ہیں اُن کا بھی غلہ دو تو وہ غلہ بانٹنا
موقوف کر کے وہاں سے حضرت کے پاس چلتے اور آپ سے اجازت لاتے
تب مہمانوں کے حصہ کا غلہ دیتے باوجودیکہ حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے اُن
کو اس بات کی اول سے اجازت تھی آپ نے اُن سے فرمادیا تھا کہ یہ مال اللہ تعالیٰ
کا ہے اس کی خیرخواہی اور حفاظت جیسی مجھ پر ہے ایسی ہی تم پر جس کو جانو
کہ اس کا مستحق ہے مجھ سے بے پوچھے دیا کرو تم کو اس کی اجازت ہے مگر
تسپر بھی وہ اپنی احتیاط نہیں چھوڑتے، لوگ تو غلہ لینے کو اپنے تھیلے لئے ہوئے
بیٹھے ہوتے اور وہ دو دو بار تین تین بار اجازت لینے جاتے لوگوں کو حرج ہوتی
تنگ ہو جاتے آخر ش کئی بار اس کی شکایت حضرت سے جا کر کی پھر آپ نے
لوگوں سے فرمایا کہ واسطے اس کام کے اور کسی کو تجویز کر کے ہم سے کہو پھر

لوگوں نے آپس میں مشورت کر کے کئی شخصوں کو تجویز کیا اُن میں
ایک مولوی عبدالوہاب صاحب کو بھی تجویز کیا اور وہ مولوی صاحب بڑے
بردبار اور پرہیزگار اور سلیم المزاج اور نیک کردار اور حضرت علیہ الرحمہ
کے نہایت معتقدوں اور مخلصوں سے تھے پھر لوگوں نے جن کو جن کو تجویز
کیا تھا آپ کی خدمت فیضدرجت میں جاکر عرض کیا آپ نے مولوی عبدالوہاب
صاحب کو پسند کیا اور اُن کو بلوایا اور وہ مولوی صاحب روزوں سے
بیمار اور دائم المرض تھے اور نہایت لاغر اور چہرہ زرد تھے اور اُسی حالت
بیماری میں قرآن مجید بھی حفظ کرتے تھے حضرت نے اُن سے فرمایا کہ ہم نے
آج سے تم کو میر امانت علی صاحب کے عہدے پر قائم کیا تم بھی لوگوں کو غلّہ اور
آٹا تقسیم کیا کرو اُنھوں نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں مگر کئی عارضوں میں گرفتار
ہوں اور اسی حال میں تھوڑا تھوڑا قرآن مجید بھی حفظ کرتا ہوں اور جو آپ فرماتے
ہیں یہ محنت کا کام ہے اس کے واسطے طاقت اور تندرستی چاہئیے یہ عذر سُن کر
کچھ دیر آپ نے سکوت کیا پھر فرمایا مولوی صاحب تم بسم اللہ کر کے مسلمان
بھائیوں کی خدمت میں کمر باندھو ہم تمہارے واسطے دعا کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ
سب عارضے تمہارے جاتے رہینگے اور طاقت اور توانائی بھی آجاویگی
اور اسی خدمت عظمیٰ کے کرنے میں تم کو قرآن شریف بھی حفظ ہو جاویگا۔
بشارت فیض اشارت زبان ہدایت ترجمان حضرت علیہ الرحمۃ کی سے سُن
کر سُن کر خوش ہوئے اور اسی روز سے غلّہ لوگوں کو بانٹنے لگے اور تمام

لوگ اُن سے راضی تھے اور حضرت سے اُن کی خوبیاں بیان کرتے تھے پھر چند روز میں اسی خدمت کے اندر حضرت علیہ الرحمۃ کی دعا کی برکت سے تمام امراض ان کے اللہ تعالیٰ نے دُور کر دیئے اور خوب صحیح و سالم موٹے تازے طاقتور ہو گئے اور اسی خدمت عظمیٰ کے اندر قرآن مجید بھی ان کو تمام و کمال حفظ ہو گیا، ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ خوش ہو کر فرمانے لگے کہ مولوی صاحب اب تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تم کو خوب تندرست اور توانا کر دیا اور قرآن مجید بھی تم کو یاد ہو گیا اُنھوں نے عرض کیا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے دونوں مرادیں پوری کر دیں اب میرے واسطے آپ دعا کریں کہ قرآن شریف میرا پختہ ہو جاوے اور میری آرزو ہے کہ ایک بار میں قرآن مجید تراویح میں اول سے آخر تک آپ کو سُنا دوں آپ نے فرمایا کہ بہت خوب ہم دعا کرینگے اور اب انشاء اللہ تعالیٰ قرآن شریف تم نہ بھولوگے یہ تو اللہ تعالیٰ نے گویا تم کو مزدوری میں عنایت کیا ہے جو خالصاً للہ تم مسلمان بھائیوں کی خدمت کرتے ہو اور مولوی عبدالوہاب صاحب کا ہر روز یہ معمول تھا کہ قرآن شریف پڑھتے جاتے تھے اور غلہ یا آٹا لوگوں کو تقسیم کرتے جاتے تھے اور بیس بیس پچیس پچیس آدمیوں کا آٹا یا غلہ ایک شخص کو بعضے وقت دیتے اور زبان سے نہ گنتے مگر کبھی کسی کے غلہ یا آٹے میں کمی بیشی نہ ہوتی ایسی مہارت ان کو ہو گئی تھی اور وہ مولوی صاحب ایسے سلیم الطبع اور بردبار اور بے شر تھے کہ ایک روز آٹا تقسیم کر رہے تھے اور میر امام علی عظیم آبادی نووارد کہ بڑے قوی اور جسیم تھے آٹا لینے کو آئے اور آٹا وار

سے تقسیم ہوتا تھا یعنی جو پہلے آتا وہ پہلے پاتا اور جو پیچھے آتا وہ پیچھے
پاتا اور وہ پہلے مانگنے لگے مولوی صاحب نے کہا کہ تمہارا بھی وار چلا آتا
ہے ٹھہر جاؤ تم کو بھی ملیگا اس میں وہ جلدی کرنے لگے اُنھوں نے نہ مانا
آخر کو یہ نوبت آئی کہ انھوں نے مولوی صاحب کو دھکا دیا وہ آٹے کی طرف
جھک گئے بلکہ گر پڑے وہاں قندھاری لوگ بھی آٹا لینے کو بیٹھے تھے ان کو برا معلوم
ہوا سب مل کر میر امام علی کے مارنے پر تیار ہوئے یہ دیکھکر مولوی صاحب قندھاریوں
سے لڑنے لگے کہ وہ ہمارا بھائی ہے دھکا دیا تو ہم کو دیا تم سے کیا کام وہ سب نادم
ہو کر چپ ہو رہے پھر مولوی صاحب نے اُن کو آٹا دیا وہ اپنے ڈیرے کو گئے
یہ حال لوگوں نے جا کر حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا جب اُس دن مولوی صاحب رات
کو حضرت کے پاس گئے آپ نے پوچھا کہ مولوی صاحب آج میر امام علی نے تم سے
کیا قصہ کیا اُنھوں نے کہا کہ میرے نزدیک تو اُنھوں نے کچھ نہیں قصہ کیا وہ تو بڑے
نیک بخت آدمی ہیں اس وقت وہ آٹا لینے آئے اور مجھ سے مانگا اُس وقت ان کا وار
نہ تھا اُنہوں نے جلدی کی اس میں انکا دھکا میرے لگ گیا اور تو کچھ نہیں تھا
حضرت یہ بات سن کر خاموش ہو رہے یہ خبر کسی نے میر امام علی کو پہنچائی کہ مولوی
عبدالوہاب صاحب نے تمہارے مقدمہ میں اس وقت حضرت علیہ الرحمۃ سے ایسا
ایسا کلام کیا وہ اپنے دل میں اس حرکت سے بہت نادم ہوئے اور اُسی وقت
حضرت کے سامنے آکر مولوی عبدالوہاب صاحب سے اپنی خطا معاف کرائی اور مصافحہ کیا
اور ملے پھر کئی سال کے بعد جب حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ موضع راج دواری

ہیں گئے وہ بستی ملک مذ پہاڑ میں ہے اور وہیں رمضان شریف ہوا اور
وہیں مولوی عبدالوہاب صاحب نے تراویح میں حضرت علیہ الرحمۃ کو قرآن
شریف سنایا اور بعد اس کے ماہ ذیقعدہ کی چوبیس تاریخ کو خنگ بالاکوٹ
میں شہید ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون یہاں تک تو مولوی عبدالوہاب صاحب
کا بیان ہوچکا اب یہاں سے باقی لشکر کے ڈیرہ کرنے کا حال بیان کرتا ہوں
کہ جس برج میں حضرت علیہ الرحمۃ کا باورچی خانہ تھا اُس کے جنوب کی جانب فتح
خاں کا حجرہ تھا اُس میں شیخ ولی محمد صاحب نے مع جماعت ڈیرہ کیا اور شیخ
صاحب کا درمیان ملک میان دوآب کے پھلت میں مکان ہے اور حضرت کے بڑے
معتقدوں اور مخلصوں سے ہیں اور بعد حضرت علیہ الرحمۃ کے تمام کاروبار لشکر مجاہدین
نصرت قرین کا اُن کے ذمے رہا اور جو کوشش اور جانفشانی جہاد فی سبیل اللہ میں
اُن سے ظہور میں آئی اظہر من الشمس ہے کچھ حاجت بیان کی نہیں اور وہاں پنجتار میں
اُن روزوں حضرت علیہ الرحمۃ کی اجازت سے تمام کاروبار اور کل اختیار حضرت
کے توشک خانے کا انھیں کے ذمے تھا اور شیخ صاحب ممدوح کے پیشتر سفر
دہلی سے یہ تمام کاروبار ذمے مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم ومغفور کے تھا۔
مولوی صاحب بھی پھلت کے رہنے والے تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے کمال معتقدوں
اور نہایت مخلصوں سے تھے اور جو کچھ حق فرماں برداری اور خدمتگزاری حضرت
علیہ الرحمۃ کا اُن سے ادا ہوا دوسرا شخص تو اس رتبے کا میرے خیال میں نہیں
آتا آگے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اور مولوی صاحب مرحوم کے زمانے میں
بھی شیخ ولی محمد صاحب اکثر کاروبار بطور پیشکار کے کرتے تھے جب مولوی صاحب

ممدوح انتقال فرما گئے تب تمام یہ کاروبار اُنہیں کے ذمے ہوا اور اُس حجرہ
کے جنوب کی طرف دو حجرے مسجد کے تھے ایک اُن میں جو طرف مشرق کے
تھا اُس میں منشی خانہ مقرر ہوا اور اُس میں میر منشی قاضی احمد اللہ صاحب میرٹھی
قاضی حیات بخش صاحب کے بیٹے تھے اور وہ بڑے عالم دیندار اور پرہیزگار
اور حافظ قرآن اور حضرت علیہ الرحمۃ کے کمال معتقد اور نہایت مخلص اور مطیع
تھے اور وہ مع اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے سفر حج میں
بھی شریک تھے اور لشکر میں نماز جمعہ اور نماز عیدین وہی پڑھاتے تھے اور خطبہ
بھی وہی پڑھتے تھے اور کبھی کبھی نماز پنجگانہ سے بھی وہی پڑھاتے تھے اور دوسرے
حجرے میں جو طرف مغرب کے تھا اُس میں پیر خان صاحب مورائش والے مع
جماعت اپنی کے اُترے اور وہ خان موصوف فن سپہ گری میں بڑے چست و
چالاک اور شجاع اور دلاور تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقدوں اور
مخلصوں سے اور مطیع تھے اور اس مسجد مذکور کی جانب جنوب جو برج تھا اُس
میں مولوی سید مظہر علی صاحب عظیم آبادی مع اپنی جماعت کے فروکش ہوئے
اور وہ مولوی صاحب بھی بڑے عالم اور متقی اور ذکی الطبع اور شجاع اور صاحب
اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ اور حضرت علیہ الرحمۃ کے کمال معتقد اور
مخلص صادق اور محب راسخ تھے اور برج جنوب اور مشرق کے کونے پر
پر تھا اُس میں مع اپنی جماعت کے حضرت مولانا محمد اسمعیل علیہ الرحمۃ اُترے
اور مولانا صاحب ممدوح کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ تمام

ملک ہند اور سند اور ولایت افغانستان اور خراسان وغیرہ میں اظہر
من الشمس وابین من الامس ہیں حاجت بیان کی نہیں کہ ایسا عالم باعمل
فاضل بے بدل صاحب اخلاق شہرۂ آفاق المعی زبان لوذعی دوران واقف
علوم معقول ومنقول کاشف دقائق فروغ واصول رافع اعلام توحید و
سنت قامع بنیان شرک وبدعت فتوت کردار شجاعت شعار اس
وقت میں تو ہم نے کسی ملک میں نہیں سنا اور دیکھا تو کیا اور جو پنجتار کی
فصیل کا دروازہ جانب مشرق تھا اس کے متصل مسجد اور ایک حجرہ تھا
اُس میں مولوی احمداللہ صاحب ناگپوری مولانا عبدالحئی صاحب کے بھائی
جو دوسری ماں سے تھے چند آدمیوں سے اُترے اور وہ مولوی صاحب
بڑے سپاہی دلاور جرار نامدار اور بڑے دیندار اور پرہیزگار اور حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے نہایت معتقدوں اور کمال مخلصوں سے تھے اور جو
برج حضرت علیہ الرحمۃ کا تھا اُس کے متصل جانب مغرب مولوی وارث علی صاحب
بنگالوی ساتھ اپنے قبیلہ کے اُترے اور وہ مولوی صاحب بھی بڑے عالم باعمل
اور صوفی بے بدل دیندار پرہیزگار زکی الطبع اور حضرت علیہ الرحمۃ کے کمال مخلص
اور معتقد اور صحبت یافتہ اور خلفائے نامی سے تھے اور جب بعد لڑائی بالاکوٹ
کے وہ اپنے وطن تشریف میں تشریف لائے ان کی ذات بابرکات سے اللہ تعالیٰ
نے بیشمار لوگوں کو ہدایت نصیب کی اور علم باطنی سے بہرہ یاب کیا اور اُن
کے جانب مغرب ملے ہوئے سید احمد علی صاحب اور سید ابو محمد صاحب اور دادا سید ابوالحسن صاحب اور سید

موسیٰ صاحب فرزند ارجمند سید محمد علی صاحب ممدوح کے ساتھ اپنے رفیقوں کے حجروں میں فروکش ہوئے اور یہ سب حضرت علیہ الرحمۃ کے قریبوں میں تھے اور صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ میں سے ایک سے ایک اعلیٰ اور افضل اور اوحد اور اکمل تھے اور اس حجرے کی جانب جنوب جو مکان تھا اُس میں امان اللہ خاں صاحب لکھنوی کہ حضرت کا توشہ خانہ اُن کے حوالہ تھا اُترے اور وہ خاں صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کے کمال معتقد اور مخلص اور مطیع تھے اور فن سپہ گری میں یگانہ اور مستثنائے زمانہ تھے اور اُن کے مشرق اور جنوب کے کونے میں حافظ جانی اور حافظ مانی صاحب پانی پتی ساتھ اپنے بہلے کے اُترے اور یہ دونوں صاحب کمال دیندار اور متقی و پرہیزگار اور حضرت کے مطیع فرماں بردار اور مخلص جان نثار تھے اور اُن کی جانب مشرق قاضی حمایت اللہ صاحب اور قاضی برہان الدین صاحب اور شیخ عبدالوہاب صاحب یہ تینوں قاضی منجھاولی کے اُترے اور ان میں بہلہ دار قاضی برہان الدین صاحب تھے اور یہ تینوں صاحب بڑے دیندار اور متقی و پرہیزگار اور عاقل و ہوشیار تھے اور حضرت کے نہایت معتقد اور فرماں بردار تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ کا جو برج تھا جس میں بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ فروکش تھیں اُس کے آگے ایک وسیع میدان تھا وہیں حضرت علیہ الرحمۃ کا ملنگ بچھا تھا جس میں اُس ملنگ شریف کے گرد شیخ عبدالحکیم صاحب پھلتی اور سید اسمٰعیل صاحب رائے بریلوی دونوں خاص جماعت کے بہلہ دار ساتھ اپنے بہلے کے اُترے اور یہ دونوں صاحب بڑے شجاع اور طاقتور اور بہادر تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے نہایت معتقد صادق

اور مخلص بے ریا اور یار جان نثار اور محب راست کردار اور خیر خواہ فرماں بردار تھے اور دینداری و پرہیزگاری میں یگانہ اور دانش و ہوشیاری میں یکتائے زمانہ تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک بڑے معزز و ممتاز اور ہمدم و ہمراز تھے جو صاحب اندر شہر پناہ کے اُترے تھے ان کا تو بیان ہو چکا اب آگے اُن کا مذکور ہے جو صاحب فصیل کے متصل باہر اُترے تھے قریب برج حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے ابراہیم خاں خیرآبادی اور اُن کے بھائی امام خاں ساتھ اپنے بہلہ کے اُترے اور ابراہیم خاں کارخانۂ جہاد کے پیشتر سے حضرت علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقد اور مخلص صادق تھے اور حضرت کے نزدیک بڑے صاحب اعتبار اور معزز اور ممتاز اور پرہیزگار اور امانت دار تھے اور یہ چھ بھائی تھے اور جوان کے بڑے بھائی گوہر خاں تھے وہ تکیہ شریفہ سے واسطے ہجرت کے اپنے اہل و عیال کو لینے خیرآباد کو گئے تھے قضائے الٰہی سے وہیں فوت ہوئے اور باقی ابراہیم خاں اور امام خاں اور احمد خاں اور ارادت خاں اور اُن کے والد پنجتار میں سب موجود تھے اُن میں سے امام خاں تو عشرہ کی لڑائی میں شہید ہوئے اور محمد خاں موضع پھولڑی کی لڑائی میں ہمراہ سید احمد علی صاحب کے شہید ہوئے اور احمد خاں اور ارادت خاں بیمار ہو کر مرے اور والد ان کے جنگ بالاکوٹ میں شہید ہوئے اور ابراہیم خاں بعد جنگ بالاکوٹ کے کئی سال کاروبار جہاد میں ہمراہ شیخ ولی محمد صاحب کے رہے پھر وہاں سے آکر بلدہ اسلام ٹونک میں ہمارے آقائے نامدار دولتمدار حضور پرنور دام اقبالہ کی سرکار فیض آثار میں کئی برس نوکر رہے جب جناب عالیہ والدہ امجدہ معظمہ مکرمہ ہمارے

حضور پر نور کے واسطے ادائے حج بیت اللہ کے تشریف لے گئیں وہی
ہمراہ گئے اس سفر ظفر میں ابراہیم خاں فوت ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون
اور یہ سب بھائی ابراہیم خاں کے اور اُن کے والد ماجد بڑے حضرت علیہ الرحمۃ
اور معتقد اور مطیع تھے اور سپہ گری میں بڑے چالاک اور ہوشیار اور شجاع
و جرار تھے اور اُن کے ڈیرے کے متصل جانب جنوب شیخ حسن علی صاحب سلمہ اللہ
تعالیٰ ساتھ اپنے بھائی کے اُترے اور یہ شیخ صاحب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
کے کمال معتقد اور مخلص صادق اور محب راسخ ہیں اور شیخ صاحب کے پیچھے
جو اُن کے بھائی شیخ عبد العزیز صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ عبد الرحمن
صاحب مرحوم اپنے گھر کا مال و متاع زیور وغیرہ فروخت کر کے زر نقد لے
گئے تھے شیخ صاحب موصوف نے وہ سب حضرت علیہ الرحمۃ کی نذر کیا اور
شیخ صاحب کی وہاں بہ عادت اول یہی تھی کہ جس غازی بھائی کو حاجتمند
خرچ کا دیکھتے تو اکثر اوقات کچھ نقد دیدیا کرتے تھے چنانچہ اب تک اس
للہیت اور خدا ترسی طبیعت میں موجود ہے اور اسی
طرح سے خواہ للہ فی اللہ خواہ بطور حسنہ وغیرہ لوگوں کو دیا کرتے ہیں اور اس
عادت شریف اُن کی سے حضرت علیہ الرحمۃ بھی واقف تھے اس سبب سے حضرت
نے وہ زر نقد جو انھوں نے نذر کیا تھا آپ نے انھیں کو سپرد کیا اور فرمایا
کہ جس طور سے تم لوگوں کی للہ فی اللہ روپے پیسے سے خدمت کرتے ہو اس کو
بھی اس میں صرف کرنا اور موقع بے موقع تم خود سمجھتے ہو اس امر میں آپ کو

کچھ ہماری تعلیم کی حاجت نہیں اور یہ شیخ صاحب چھ بھائی تھے ایک
حاجی پیر محمد صاحب اور دوسرے عبدالرحمن تیسرے عبدالعزیز چوتھے اور
عبدالباقی پانچویں عبدالصمد اور چھٹے آپ اور ایک برادر زادے عبدالقادر
تھے سو حاجی پیر محمد اور عبدالصمد صاحب جناب بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ کے ہمراہ
ملک سندھ میں تھے اور وہیں فوت ہوئے اور عبدالقادر اُن کے بھتیجے بھی سندھ میں
فوت ہوئے اور شیخ عبدالرحمن سلمہ اسلام ٹونک میں فوت ہوئے اور شیخ
عبدالعزیز اور شیخ عبدالباقی اور شیخ حسن علی اب یہاں موجود ہیں اور اُن کے
متصل صوفی نور محمد صاحب بنگالوی ساتھ اپنے بھیلے کے اُترے اور وہ صوفی
بھی حضرت علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقد صادق اور مخلص بے ریا اور دیندار پرہیزگار
تھے اور اپنے وطن سے جو کچھ زرنقد اور اسباب لائے تھے سب حضرت کی پیشکش
کیا مگر کچھ حضرت علیہ الرحمۃ نے آپ ہی کو اس میں سے بقدر ضرورت واسطے خرچ
کے عنایت فرمایا اور باقی بیت المال میں داخل کیا اور صوفی صاحب کے متصل مولوی خیرالدین
صاحب شیرکوٹی سلمہ اللہ تعالیٰ ساتھ اپنے بھیلے کے اُترے اور مولوی صاحب موصوف
بڑے عاقل صاحب تدبیر اور خوش اخلاق ہیں بے نظیر اور بڑے امانت دار راست گفتار
اور نہایت حلیم الطبع اور بردبار اور بڑے بہادر فتوت شعار ہیں اور حضرت علیہ الرحمۃ
کے کمال مطیع فرماں بردار تھے اور آپ کے نزدیک بڑے لائق اور صاحب اعتبار
تھے اور جہاد فی سبیل اللہ میں حضرت نے بڑے بڑے کام اُن سے لئے ہیں جب
حضرت علیہ الرحمۃ نے سردار یار محمد خاں درانی کی لڑائی ماری اور وہاں سے
چھ ضرب توپ اور ستره ضرب شاہین مع ستره راس شتر لائے تب اُس

مولوی خیرالدین

توپخانہ کا کاروبار آپ نے انھیں کو سپرد کیا پھر بعد چندمدت کے آپ
نے انتظام توپخانہ کا مولوی احمداللہ صاحب ناگپوری کو سونپا اور اُن کو
قاضی کیا چندمدت آپ نے یہ کام لیا پھر جب پایندہ خاں تنولی کی لڑائی ہاری
اور گڑہی موضع چیرپانی کی ہاتھ آئی اُس وقت مولوی صاحب کو وہاں کا
قلعدار کیا وہاں کا انتظام باخوبی موافق مرضی شریف حضرت علیہ الرحمۃ انہوں
نے کیا اور سب لوگ وہاں کے اُن سے راضی وخوشنود رہے کبھی کوئی نالش اور
شکایت اُن کی حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس نہ آئی پھر اس کے بعد جب سردار
سلطان محمد خاں درانی حضرت علیہ الرحمۃ پر فوج کشی کرکے قریب ملک سمہ
کے آیا اُس وقت آپ نے حافظ مصطفےٰ کاندہے والے کو چیرپانی کا قلعدار کیا اور
مولوی صاحب کو اپنے ہمراہ لیا اور واسطے مقابلہ سردار مذکور کے غازیوں
کو لے کر طرف سمہ کے کوچ فرمایا پھر جب اس مہم سے فارغ ہوکر ادہر سے
مراجعت فرماکر امان زئی کی گڑہی میں تشریف لائے اور ملک سمہ والوں نے
عشر دینا قبول کیا اور کئی تحصیلدار عشر کے آپ نے جابجا روانہ فرمائے اُس
وقت مولوی صاحب ممدوح کو ضلع لونڈخر کا تحصیلدار کرکے بھیجا اور سمہ
والوں نے غازیوں کو دغا سے قتل کیا اور حضرت علیہ الرحمۃ مع لشکر مجاہدین
نصرت قرین سمہ سے ہجرت کرکے طرف درۂ نندہیاڑ کے کوچ کیا اور
موضع راج دواری میں جاکر اُترے اس وقت آپ نے کوئی پانسو غازیوں
کا امیر کرکے مظفرآباد کو رخصت فرمایا اس کے سوا اور بہی بہت کام جرأت
اور بہادری کے مولوی صاحب موصوف سے ظہور میں آئے وہ سب اپنی اپنی

جگہ پر مذکور ہونگے انشاءاللہ تعالیٰ اور یہاں پر عبارت کو طول دنیا منظور
نہیں اسی پر اختصار کیا اور مولوی صاحب ممدوح کے متصل شیخ صلاح الدین
صاحب پھلتی مولانا عبدالحئی صاحب کے خسر پوڑی کی جماعت خاص کے پہلیہ دار تھے
ساتھ اپنے پہلے کے اُترے اور وہ شیخ صاحب موصوف حضرت علیہ الرحمۃ کے
کمال معتقد اور نہایت مخلص اور بڑے مطیع تھے اور بڑے دیندار اور پرہیزگار
تھے اور حضرت کی اطاعت کے باب میں کامل اور ثابت قدم تھے بعد مولوی محمد یوسف
صاحب کے اگرچہ تو یہی تھے جب پنجتار میں اُن کی وفات ہوئی حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ شیخ صلاح الدین صاحب ہمارے لشکر کے
قطب تھے اور حاجی زین العابدین خاں صاحب رامپوری ساتھ اپنے رفیقوں
اور چند قندھاریوں وغیرہ کے موضع قاسم خیل میں کہ جانب شمال قریب پنجتار
کے ہے اُترے اور وہ حاجی صاحب ممدوح بڑے حضرت علیہ الرحمۃ کے قدیم معتقد
اور بڑے مخلص بے ریا تھے اور بڑے عابدزاہد صاحب باطن اور صاحب تاثیر اور
بڑے دیندار اور پرہیزگار تھے اور ہندوستان میں اُن کی ذات بابرکات
سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی اور خصوصاً ملک بنگالہ اور شہر کلکتہ میں بیشمار
لوگ اُن کے فیض باطنی سے مستفید ہوئے اور پنجتار سے جانب مغرب تھوڑے
فاصلے سے چند درخت شیشم کے تھے ایک نالہ پر اور اُس نالہ میں پانی بھی
جاری تھا اور وہیں نماز جمعہ بھی ہوتی تھی اُن درختوں کے سایہ میں مرزا
احمد بیگ پنجابی ساتھ اپنے لوگوں کے اُترے اور وہیں چھاؤنی ڈالی اور

حضرت علیہ الرحمۃ کی رفاقت میں جنگ بالاکوٹ تک ساتھ اپنے لوگوں کے
رہے اور مرزا صاحب ممدوح سے ایک بندوق کی زد پر موضع گرگشتی
طرف جنوب کے ہے وہاں حاجی حمزہ علی خاں صاحب لہاری کے ساتھ اپنے
رفیقوں کے اُترے اور وہ حاجی صاحب ممدوح پر فتوح حضرت علیہ الرحمۃ
کے نہایت مخلص اور کمال معتقد صادق تھے اور بڑے عابد و زاہد صاحب تاثیر
تھے اور فن سپہ گری اور نیزہ بازی میں بے نظیر تھے اور جب عبدالحمید خاں صاحب
رسالدار امیوری جنگ میار میں زخمی ہوئے اور وہاں سے پنجتار کو آئے
تب حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کی جگہ حاجی حمزہ علی خاں صاحب ممدوح کو رسالدار
کیا اور اُن کے جنوب طرف اُسی بستی میں مولوی نصیر الدین صاحب منگلوری
ساتھ اپنے بہلہ کے اُترے اور وہ مولوی صاحب موصوف بھی حضرت
علیہ الرحمۃ کے بڑے معتقدوں اور مخلصوں اور مطیعوں سے تھے اور بڑے سپاہی شجاع
جرار صاحب تدبیر اور دانائے روزگار تھے اور جب ملک سمہ والوں سے عشر
لینا مقرر ہوا تب مولوی صاحب موصوف کو حضرت علیہ الرحمۃ نے موضع
ٹوپی وغیرہ کا تحصیلدار مقرر کیا اور بعد واقعہ بالاکوٹ کے ولی محمد صاحب
کے ہمراہ کوئی چھ برس تک مولوی صاحب نے جہاد فی سبیل اللہ کا کاروبار کیا اور
مولوی صاحب کی جانب جنوب ایک تیر کی زد کی تاب پر موضع
سنگ بٹی میں قندھاری لوگ اُترے ان میں چار سردار بڑے نامی
تھے ایک لعل محمد دوسرے ملا قطب الدین تیسرے ملا نور محمد چوتھے ملا عزت

اور وہ سب کے سب قندھاری حضرت علیہ الرحمۃ کے یار وفادار اور
مخلص جاں نثار تھے اول سے آخر تک ایک دیترے پر رہے ان میں جو کوئی
تقدیر الٰہی سے بچے سو بچے باقی سب نے جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان نثار
کی اور ان قندھاریوں کی جانب جنوب ایک تیر کی زد پر موضع خیالی
کلی میں جو متفرقات ولایتی وغیرہ تھے اُترے اور پنجتار کے مغرب اور جنوب
کے کونے سے ایک تیر کی زد پر شہتوت کا باغ تھا اُس میں ارباب بہرام خاں
اور اُن کے بھائی ارباب جمعہ خاں اور اُن کے بھتیجے محمد خاں اپنے رفیقوں کے
ساتھ اُترے ارباب بہرام خاں صاحب حضرت علیہ الرحمۃ کے کمال معتقد صادق
اور مخلص بے ریا تھے اور اپنے وطن کے بڑے رئیس نامدار اور تونگر تھے جب حضرت
کے لشکر سے اپنے وطن کو گئے اور وہاں سے مع اہل وعیال ہجرت کرکے آئے
اور حضرت علیہ الرحمۃ سے ملے تمام اپنا مال واسباب ہتھیار وغیرہ جو لائے تھے
سب حضرت علیہ الرحمۃ کی نذر کیا کہ آپ اس کو بیت المال میں داخل کریں
یہاں تک کہ ایک روز اپنی بی بی کا پائجامہ کمخابی لاکر دیا کہ اس کو بھی آپ
بیت المال میں داخل فرماویں حضرت علیہ الرحمۃ نے دو گھوڑے اور دو تلواریں
رکھ لیں اور باقی سب مال واسباب ہتیار و گھوڑے وغیرہ انھیں کو حوالہ کیا کہ
اپنے لوگوں کو گھوڑے اور ہتیار تقسیم کردو کہ ان کو بھی سواری اور ہتیار کی
کی حاجت ہے اور ایک تلوار سیسی کی بہت بہتر بارہا جو زنگوں پر آزمائی ہوئی
اپنے پاس سے ارباب بہرام خاں کو دی کہ اس کو باندھا کرو اور وہ تلوار
میاں دین محمد صاحب ہندوستان سے خاص واسطے حضرت علیہ الرحمۃ

لے لے گئے تھے اور جس طور سے سب غازیوں کو بیت المال سے کھانا کپڑا
ملتا تھا اسی طور ارباب بہرام خاں کو بھی ملتا تھا اور جو باقی ہندوستانی
متفرق پانچ پانچ دس دس بیس بیس لوگ تھے وہ بھی پنجتار کے اندر اور باہر جہاں
کہیں جگہ ملی وہیں چھپر ڈال کر اُترے **حکایت** جن دنوں حضرت
علیہ الرحمۃ خار سے پنجتار کو آئے اس کے چھ سات مہینے پیشتر سے فتح خاں
اور اُن کے چھوٹے بھائی ناصر خاں سے بگاڑ ہو گیا تھا فتح خاں تو اپنے پنجتار
میں تھے اور وہاں سے پانچ کوس جانب شمال موضع جنڈلی میں ناصر خاں تھے
اور جتنے رئیس اور سردار اس گرد و پیش کے دیہات والے فتح خاں کے طرفدار اور
مددگار رہتے تھے ان سب کو توڑ پھوڑ کر ناصر خاں نے اپنی طرف کر لیا اور فتح خاں
کو یہاں تک تنگ کیا کہ یہ مجال نہ تھی کہ پنجتار سے نکل کر قدم باہر دھریں حضرت
علیہ الرحمۃ نے فتح خاں سے پوچھا کہ ناصر خاں تو بڑے نیک بخت اور تمہارے
فرماں بردار رہتے تھے ہمارے پیچھے یہ کیا معاملہ ہو گیا کہ اس قدر تمہارے اور اُن
کے درمیان خصومت اور نزاع واقع ہو گئی فتح خاں نے آپ کو الگ لیجا کر تمام
حال ان کے جھگڑے بکھیڑے کا مفصل بیان کیا کہ یہ سبب ہے حضرت کو یہ
اُن کی آپس کی خصومت اور نا اتفاقی کمال ناپسند معلوم ہوئی اور چاہا کہ
کہ ان دونوں کو مصالحہ کر کے کسی تدبیر سے ملا دیویں اور دریافت کیا کہ
اس میں سراسر زیادتی اور سرکشی ناصر خاں کی ہے فتح خاں کی طرف سے
کچھ نہیں اور جو جو رئیس اور سردار ناصر خاں کے طرفدار تھے وہ سب

حضرت علیہ الرحمۃ کے معتقد اور فرماں بردار تھے آپ نے دریافت کیا کہ سبب انھیں سب کے ناصر خاں زو بگڑ گیا ہے ان کو فتح خاں کے موافق کیا چاہئے پھر ناصر خاں عاجز ہو کر آپ ہی فتح خاں کا تابع ہو جاویگا پھر آپ نے ایک ایک دو دو کو بلا کر اور وعظ و نصیحت سے سمجھا کر فتح خاں سے ملانا شروع کیا یہاں تک کہ سب کو ملا دیا فقط خدلئی کے لوگ رہ گئے جب انھوں نے دیکھا کہ دیہات کے رئیس مل گئے اگر ہم نہ ملیں گے تو ساری بلا اور بدنامی ہمارے ہی سر پر ہو یگی تب اپنا اپنا موقع پا کر خفیہ وہ بھی آ کر فتح خاں سے مل گئے پھر چند روز کے بعد فتح خاں نے سب کو جمع کر کے خدلئی کی تیاری کی مخبر نے ناصر خاں کو خبر کی کہ فتح خاں لشکر لئے ہوئے تم پر آتے ہیں ناصر خاں نے خدلئی والوں کو بلا کر کہا کہ اب کی کیا تدبیر کرنی چاہئے خان لشکر لئے آتا ہے وہ تو خفیہ سب فتح خاں سے ملے ہی ہوئے تھے اُنھوں نے کہا کہ اس امر میں اب کون سی تدبیر بتاویں ایک تو سید بادشاہ کا لشکر خان کے موافق ہے دوسرے آپ کے طرفدار بھی خان سے مل گئے ہم اتنے لوگ خان سے مقابلہ کر کے کب پیش جاوینگے اب سوا اس کے کوئی تدبیر بہتر ہمارے نزدیک نہیں کہ تم یہاں سے نکل جاؤ جب خان لشکر لے کر یہاں آوینگے تب جیسا ہم مناسب دیکھینگے سمجھ لینگے یہ جواب سن کر ناصر خاں اپنے چند رفیقوں کو لے کر ملک چملہ میں کہ ایک پہاڑ درمیان تھا گھاٹا اتر کر چلے گئے جب فتح خاں لشکر لے کر قریب خدلئی گئے بستی والے لوگ استقبال کر کے اپنے گاؤں میں لائے اور وہاں پانچ چھ روز فتح خاں رہے اور اپنا خوب انتظام قرار واقعی کیا اور اپنے ہمراہیوں کو وہیں سے رخصت

کردیا اور حیدلوگ اپنے ہمراہ کے کر بخارمیں آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے بڑے احسانمند اور شکر گذار ہوئے کہ آپ ہی کی تدبیر اور طفیل سے اللہ تعالیٰ نے میرا یہ کام بنادیا اور ناصر خاں کئی مہینے ادہر ادہر لوگوں کو ملاتے رہے جب کسی نے تندہی نہ کی تب عاجز ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس خط بھیجا مضمون اُس کا یہ تھا کہ میں قصورمند ہوں اب کسی طور آپ میری خطا خان سے معاف کرادیں اور مجھکو ملادیں پھر آپ نے فتح خاں سے ملاکر فرمایا کہ ناصر خاں تمہارا بھائی ہے اور جو اُسنے شرارت کی تھی اُس کی سزا کو باخوبی پہنچ گیا اور تم کو مناسب یہ ہے کہ دونوں آپس میں مصالحہ کرلو اور ہم اس ملک میں اسلئے آئے ہیں کہ مسلمانوں میں اتفاق کرادیں جس سے کچھ اللہ تعالیٰ کا کام نکلے فتح خاں نے عرض کی کہ میں ہر نوع حاضر ہوں جو آپ فرماویں میں جان و دل سے بجالاؤں پھر ایک روز آپ نے رات کو ناصر خاں کو اپنے پاس بلایا پھر اگلے دن جب نماز عصر کو مسجد میں تشریف لے گئے وہیں نماز پڑہنے کو فتح خاں بھی آئے پھر آپ نے دونوں کو ملادیا اور ناصر خاں کی خطا معاف کرادی اور فرمایا کہ اب آپس میں اتفاق کرکے کفار پر کمر باندہو اور ان کو مارو اس کے چند روز کے بعد لطف اللہ خاں چھوٹے بھائی اشرف خاں زیدی والے کے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت میں آئے کہ جب آپ طرف خار کے تشریف لے گئے تھے اس کے پیچھے سے خادے خاں نے ہمارے بھائی کے ساتھ شرارت اور فساد کرنا شروع کیا اور جو زمین ہماری زیدی کے متعلق منڈ کی تھی اُسے بزور دبالیا سو بھائی اشرف نے عرض کی ہے کہ آپ ہمارے اور اُن کے ملک سب کے پیر و مرشد اور امام

نہیں ہوتے ہوئے آپ کے اس کا تصفیہ ہم نہیں کر سکتے ہیں والا خادے خاں ہم کسی بات میں کم نہیں ہیں سو آپ ہمارا فیصلہ کر دیں' آپ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے اپنے بھائی صاحب کی تسلی اور دلجمعی کر دینا ان کا تصفیہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم باخوبی کر دینگے اور یہ قصہ تمہارا ہم کو معلوم ہے اور ہم جانتے ہیں کہ خادے خاں مفسد اور شر انگیز آدمی ہے پھر آپ نے لطف اللہ خاں کو رخصت کر دیا اس کے چند روز کے بعد موضع سواتی اور موضع نیری کے خادے خاں کی اور تعدی کی نالش حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لائے اور عرض کی کہ خادے خاں کے سوار ہمارے عمل کے جنگل میں آتے ہیں مواشی اور رعایا کے ہانک لیجاتے ہیں اور لوگوں کو لوٹ بھی لیتے ہیں اور زراعت بھی کاٹ کر گھوڑوں کو کھلا دیتے ہیں اور کئی مہینہ سے اُن کے لوگ ہم پر یہ ظلم و زیادتی کرتے جاتے ہیں اور ہم لوگ کو طرح دیتے چلے جاتے ہیں اس کا تدارک آپ ہی کریں اس لئے کہ آپ ہمارے پیر و مرشد اور امام ہیں' آپنے اُن کا یہ حال پر ملال سُن کر فرمایا کہ تم اپنے مکان پر تسلی اور دلجمعی سے بیٹھے رہو انشاء اللہ تعالیٰ ہم تمہارا بھی تصفیہ کر دینگے اور اُن کو رخصت کیا اور فی الحقیقت خادے خاں ایسا ہی ستمگار اور مردم آزار اور مفسد و مکار تھا اُن لوگوں سے تو اُس کے پتنہ داری میں رہتے تھے ان سے جو کرتا کچھ عجب نہ تھا وہ مفسد تو جو ہندوستانی اور پنجاب وغیرہ کے غازی لوگ اکّے دُکّے حضرت کے پاس جاتے تھے ان کو لٹوا لیا کرتا تھا ایک بار تین غازی ہندوستان سے حضرت کے پاس جاتے تھے جب وہ ملک سمہ کے موضع لاہور میں پہنچے وہاں

میں پہنچے وہاں غلام خاں اور امیر خاں خادے خاں کے بھائی رہا کرتے تھے اُن کے نوکروں نے ان تینوں غازیوں کا سب مال و اسباب لوٹ لیا اور اُن میں سے کئی آدمی تلواریں نکال کر مارنے پر مستعد ہوئے اور کئی آدمی بچانے لگے اور کہنے لگے کہ غازی بھائیو تم اپنا مال و اسباب وغیرہ ان کو بخش دو اور معاف کر دو نہیں تو یہ تم کو مار ڈالینگے وہ تو مارنے پر تیار تھے اور یہ بخشانے اور معاف کرانے کی ترغیب دیتے تھے آخر الامر اُنہوں نے ان کو چھوڑا وہ وہاں سے پنجتار میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور اپنا وہ سب ماجرا بیان کیا حضرت یہ واقعہ سُن کر ہنسنے لگے اور فرمایا کہ بڑے مفسد مال مردم خوار خلق آزار ہیں وہ اپنے زعم فاسد میں یہ جانتے ہیں کہ اس طور پر زور معاف کرانے سے معاف ہو جاتا ہے تم نے خوب کیا جو اپنی جان بچا کر چلے آئے اللہ تعالیٰ آپ ان کو باخوبی اُن کے اعمال کی سزا دیگا اور انشاء اللہ تعالیٰ جو تمہارا اسباب لیا ہے اس سے زیادہ مل جاویگا اور اسی طور ایک بار ایک اور غازی ہندوستان سے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آتا تھا وہاں کے فساد کا حال اُس کو معلوم نہ تھا بےخبری سے سندھ کے گھاٹ پر آیا اور ناؤ پر سوار ہو کر اُترا وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہاں سے آتے ہو اور کہاں جاؤ گے اُس نے کہا ہندوستان سے آتا ہوں اور سید صاحب کے لشکر میں جاؤنگا اس کو پکڑ کر خادے خاں کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ ہندوستانی سید بادشاہ کے پاس جاتا ہے معتر

کا نام سُن کر اُس مفسد نے اس کا سب اسباب چھنوا لیا اور اپنے لوگوں سے
کہا کہ اس کو اباسین میں دو چار غوطے دے کر یہاں سے نکال دو اور اباسین کا
پانی وہاں اس قدر سرد ہے کہ اگر کوئی دو چار گھڑی اُس میں رہے تو عجب
نہیں کہ ہلاک ہو جاوے آخر کو ان نامعقولوں نے اس کو غوطے دے کر اپنے
عمل سے باہر نکال دیا وہ بیچارہ لوٹا مارا حیران و پریشان پنجتار میں حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس آیا اور اپنی مصیبت کا حال بیان کیا آپ کو
اس کا حال پُر ملال سُن کر کمال رنج و قلق ہوا اور فرمایا کہ اب خادے خاں
کا ظلم حد سے تجاوز کر گیا ہے عجب نہیں کہ اس پر کچھ آفت الٰہی نازل ہو اور
بہت اسی طور طرح طرح کی حرکتیں بیجا اُس نے کی تھیں القصہ بعد چند روز کے
خادے خاں نے اپنا لشکر واسطے لڑائی اشرف خاں زیدی والے کے ہنڈ میں
جمع کرنے لگا یہ خبر اشرف خاں کو ہوئی اُنھوں نے اپنا آدمی بھیج کر حضرت
علیہ الرحمۃ کو اطلاع کی کہ خادے خاں ہمارے زیدی پر آنے کو لشکر جمع
کرتا ہے آپ نے اُس آدمی سے فرمایا کہ اپنے خان کو ہماری طرف سے سلام
پہنچانا اور کہنا کہ آپ خاطر جمع رکھیں ہم کل صبح کو کچھ غازیوں سے مولانا محمد
اسمٰعیل صاحب کو روانہ کرینگے کہ وہ تم دونوں کے درمیان مصالحہ کر دینگے یہ خبر
لے کر وہ خان کا آدمی تو زیدی کو روانہ ہوا اس کے اگلے دن آپ نے مولانا
صاحب ممدوح کو بلا کر اور فرمایا کہ تم آج کچھ مجاہدین لے کر زیدی کو
جاؤ اور اشرف خاں اور خادے خاں کے درمیان میں صلح کر دو اور حتی الامکان

جنگ و جدال نہ ہونے دینا اور کوئی دو سو یا پونے دو سو غازیوں سے مولانا
صاحب کو روانہ فرمایا پنجتار سے کوئی دو کوس موضع سلیم خاں ہے اُس
روز مولانا صاحب جا کر وہاں رہے ہیں صبح کو وہاں سے روانہ ہوئے کوئی چار
گھڑی دن چڑھے موضع مانیری میں پہنچے اس عرصہ میں موضع شاہ منصور
کی طرف سے آوازیں بندوقوں کی آنے لگیں سب کو گمان ہوا کہ شاید لڑائی
دونوں جانب سے شروع ہو گئی مولانا صاحب جلد لوگوں کو لے کر روانہ
ہوئے جب تک شاہ منصور کو پہنچیں تب تک آوازیں بندوقوں کی موقوف
ہو گئیں اور دیکھا کہ اشرف خاں میدان جنگ سے ساتھ اپنے لوگوں کے طرف
زیدی کے چلے آتے ہیں مولانا صاحب کو دور سے دیکھ کر اشرف خاں اپنے
گھوڑے سے اُترے اور آ کر ملے اور آ کر ملے مولانا صاحب نے پوچھا کہ خان
بھائی یہ تمہاری لڑائی کیونکر جھٹ پٹ ہو گئی اور ہم کو تو حضرت نے تمہارے
اور خادے خاں کے درمیان میں صلح کرانے کو بھیجا تھا اشرف خاں نے کہا کہ
ہم تو موافق فرمانے سید بادشاہ کے اپنی گڑہی میں بے فکر بیٹھے تھے یہ نہیں معلوم
کہ خادے خاں ہنڈ سے اپنا لشکر لے کر کس وقت چلا تھا کہ اس میدان میں
سورج نکلتے ہی آ پہنچا جب ہم نے اس کے لشکر کی نشان دیکھے تب ہم بھی اپنے
لوگ لے کر جو موجود تھے گڑہی کے باہر نکلے اور اپنی بستی کی حد تک بھی نہ پہنچنے
پائے کہ اس کے لوگ بندوقیں مارنے لگے پھر ہماری طرف سے بھی بندوقیں
چلنے لگیں کوئی چار پانچ گھڑی لڑائی رہی اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے سید
بادشاہ کی برکت سے اس کو شکست نصیب کی وہ بھاگ کر طرف

بنڈ کے چلا گیا ہم زیدی کو جاتے تھے اس عرصہ میں آپ تشریف لائے
اور عنایت الہی سے ہماری طرف کا نہ کوئی آدمی مارا گیا اور نہ کوئی زخمی ہوا
اور حادے خاں کی طرف کا حال بس معلوم کہ کوئی مارا گیا یا زخمی ہوا یہ گفتگو
کر کے پھر اشرف خاں اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مولانا صاحب کو
ہمراہ لے کر طرف زیدی کے روانہ ہوئے اور اُس وقت جو حادے خاں منہزم
ہو کر بھاگ گیا تھا اشرف خاں کا دل کمال بشاش اور خوش تھا اپنے گھوڑے
کو پھیرتے ہوئے اور کداتے ہوئے چلے جاتے تھے جب قریب شاہ منصور کے
پہنچے یکبارگی گھوڑا اُن جھکا اور دونوں پیروں سے کھڑا ہوا اور اُلٹا گر پڑا
اشرف خاں تو نیچے ہوئے اور گھوڑا اوپر اور گھوڑے کی زین کا سنبا خان
کے سینہ میں گڑ گیا تمام لوگ گھوڑے کے گرد ہو گئے اور خان کو اُٹھایا کچھ قدرے
رمق جان باقی تھی مگر ہوش نہ تھا پھر کچھ دیر میں فوت ہو گئے پھر ہم لوگ
موضع شاہ منصور سے ایک چارپائی لائے اس پر اشرف خاں کی لاش لے
کر زیدی کو گئے اُس وقت جتنے لوگ اُس بستی کے تھے کیا مرد کیا عورت سب
کو اس خان کی اس ناگہانی موت سے کمال رنج و ملال ہوا اور حقیقت میں خان
ممدوح ایسا ہی نیک بخت اور سخی خوش اخلاق اور محسن خلائق تھا اُس کے
مرنے کا غم کیونکر نہ ان کو ہوتا سوا ہم لوگوں کے خان کے مرنے کا کمال افسوس
اور غم ہوا پھر فتح خاں اور اسلام خاں دو بیٹے اشرف خاں کے وہاں
اُس وقت حاضر تھے ان کی تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے تب تک

مولانا صاحب ہم لوگوں کو لے کر خان مرحوم کی مسجد میں جا کر بیٹھے جب
جنازہ تیار ہوا تب ہم لوگوں کو لے کر وہاں گئے پھر ہم سب جنازہ لے کر
قبرستان کو چلے اس عرصہ میں خادے خاں بھی تیس چالیس سوار اور اسی قدر
پیادوں سے آ پہنچا اور خان کی نماز اور دفن میں شریک ہوا اور بعد دفن کے
ہم لوگوں کے ساتھ آکر خان مرحوم کی مسجد میں بیٹھا اور مولانا صاحب سے خان
مرحوم کے فضائل اور اوصاف حمیدہ مغموم ہو کر بیان کرنے لگا پھر کچھ دیر
کے بعد مولانا صاحب سے کہا کہ خان کے واسطے دعائے خیر کرئے پھر سب نے
دعا کی بعد اس کے اپنے سب لوگوں کو لئے ہوئے منڈ کو چلا گیا ہم سب غازیوں
کو اُس وقت بڑا تعجب ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو تو آج خادے خاں
آپ ہی اشرف خاں پر چڑھ کر لڑنے آیا اور شکست کھا کر بھاگا بھی اور اس
وقت خان مرحوم کے دفن میں آکر موجود ہوا ان ولایت والوں میں عجب دستور ہے
پھر ایک رات وہاں مولانا صاحب نے قیام کیا اگلے دن وہاں سے رخصت ہو کر
موضع مانیرئی میں ہوتے ہوئے پنجتار کو آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے
اشرف خاں اور خادے خاں کی لڑائی اور اشرف خاں کی موت کا تمام
حال عرض کیا پھر اشرف خاں مرحوم کی سوم کو پنجتار سے فتح خاں
واسطے ماتم پرسی اور فاتحہ کے پچاس ساٹھ سواروں اور اسی قدر پیادوں
سے چلنے لگا حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی کچھ کم زیادہ ساٹھ آدمی اپنے ساتھ

کردئے اس احتمال سے کہ خادے خاں بھی اپنے لوگوں سے آویگا کچھ
شر وفساد اُن کے سبب سے نہ ہونے پاویگا پھیر فتح خاں سب کو لے کر زیدی تی
کو گئے اور بہت رئیس اور سردار اپنی اپنی بستیوں کے وہاں ماتم پرسی کو آئے
تھے پھیر بعد ماتم پرسی اور فاتحہ کے سب نے مشورہ کیا کہ اشرف خاں کے
کسی بیٹے کو سرداری کی پگڑی بندھا دیں اور خان مرحوم کے تین بیٹے تھے
سب میں بڑا مقرب خاں تھا اور اُس کی طبیعت میں جنون سا تھا ادہر ادہر
آوارہ سرگرداں مارا مارا پھیرتا تھا اور دیوانوں کے سے کلام واہی تباہی کرتا تھا
اور کسی وقت ہوش کی بھی باتیں کرتا تھا اور مہینوں ادہر اُدہر بستیوں میں رہا کرتا
تھا اور کبھی کبھی زیدی میں بھی آجایا کرتا تھا اسی سبب سے اشرف خاں اپنی
حین حیات میں اس کو نکما اور ناقابل سمجھ کر کچھ سروکار نہیں رکھتے تھے اور اس
سے چھوٹا فتح خاں تھا اور یہ بڑا لیق اور دانشمند اور صاحب تدبیر اور صاحب
مروت تھا اور وہ ایک بار ملک ہند کے اکثر بلاد لاہور اور شاہجہان آباد
وغیرہ کی سیر کر گیا تھا اور اس سے چھوٹا ارسلان خاں تھا وہ بھی بڑا
ہوشیار اور بامروت تھا اور خان مرحوم نے اپنے حیات میں فتح خاں کو
اپنا ولی عہد کیا تھا اسی خیال سے فتح خاں پنجبار والے اور خوانین کو اپنا ولی عہد
کیا تھا اسی خیال سے فتح خاں پنجبار والے اور خوانین اور ملک وغیرہ نے جو وہاں
حاضر تھے سب نے فتح خاں کو پگڑی سرداری کی بندھائی کا مشورہ
کیا اور اُس وقت وہاں مقرب خاں اور خادے خاں بھی موجود تھے

اور مقرب خاں خادے خاں کا بہنوئی تھا اور خادے خاں اشرف خاں
مرحوم کا داماد تھا خادے خاں نے کہا کہ یہ بڑا بیٹا خان مرحوم کا مقرب خاں
ہے پگڑی سرداری کی اس کا حق ہے سب نے کہا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ بڑا
بیٹا مقرب خاں ہے مگر خان مرحوم نے اپنے جیتے دیوانہ اور ناقابل جان کر
گھر سے نکال دیا تھا اور اپنا ولی عہد فتح خاں کو کیا تھا اُنھیں کے فرمانے کے
موافق ہم نے عمل کیا یہ گفتگو سن کر خادے خاں رنجیدہ و ناخوش ہوا
اور مقرب خاں کو اپنے ہمراہ لے کر سندھ کو چلا گیا پھر سب نے اس کے
پیچھے فتح خاں کو پگڑی بندھائی پھر اُس دن تو سب وہیں رہے لگے دن
رنجیت سنگھ حاکم لاہور کی فوج کا برسوں سے یہ دستور تھا کہ بعد دسہرہ
کے ہر سال ایک بار ملک پکھلی میں آتے تھے اور اُس کا افسر کلاں ملک کے
کے رؤسا اور خوانین سے بطریق نعلبندی کے گھوڑے اور باز اور شکاری
کتے واسطے رنجیت سنگھ مذکور کے لیجاتا تھا مگر فتح خاں پنجتار والا کبھی نہیں
دیتا تھا اور یہ نعلبند دوسرے خوانین اس خوف سے دیتے تھے کہ فوج
سکھوں کی ہمارے ملک میں دریا اُتر کر نہ آوے جو رعایا کو ایذا پہنچاوے
جب حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ اس ملک میں واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے
مع لشکر مجاہدین نصرت قرین رونق فرما ہوئے اور سب رؤسا اور
خوانین اور سادات اور علما وغیرہ نے اُس ملک کے حضرت کو اپنا امام اور

پیر و مرشد بنایا بتت سے بسبب آپ کی برکت کے نہ کسی نے اُن سے وہ نعلبندی طلب کی اور نہ اُنھوں نے دی جب حضرت علیہ الرحمۃ واسطے لڑائی موضع سیدو کی تشریف لے گئے اور سردار یار محمد خاں درانی نے فریب کر کے حضرت کو زہر دلایا اور آپ اُس کے خلل سے بیہوش اور بیمار ہو گئے اور ہم لوگ سب آپ کو وہاں سے دریائے لنڈی اتر کر موضع چنڈئی میں لائے اُس وقت موقع پاکر فوج سکھوں کی دریائے مذکور اُتری اور جو بستیاں اُس دریا کے قریب وجوار میں تھیں اُن کو لوٹ لیا اور جلا دیا اور پھیر دریا اُتر کر اپنی راہ لی پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ کو اُس زہر کی بیماری اور بیہوشی سے افاقہ ہوا اور واسطے دعوت جہاد اور ہدایت عباد کے وہاں سے ملک بنیر اور سُوات کو تشریف لے گئے جس کا حال ہم اپنی جگہ پر آگے لکھ چکے ہیں اور ان دونوں ملکوں کا دورہ کر کے کچھ دنوں میں پنجتار کو آئے تب آپ نے اُنھیں سب خانوں رئیسوں وغیرہ کو جو سکھوں کو نعلبندی دیا کرتے تھے بلا کر جمع کیا اور فرمایا کہ اب تک تم لوگ کفار کی اطاعت کیا کئے اور اُن کو نعلبندی دیا کئے آپ آگے کو اللہ تعالیٰ وہ بلا تم سے دور کرے اور اب تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کر کے وہی مال اور جو تم سے ہو سکے جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کیا کرو یہ تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں بہتر ہے پھر اس آپ کے فرمانے کو سب نے قبول کیا اور دعائے خیر کر کے اپنی اپنی بستیوں کو رخصت ہوئے پھر اس بات کو ایک مدت گذری یہاں

تک کہ اشرف خاں گھوڑے سے گر کر فوت ہوئے اور ان کا بیٹا فتح خاں
ان کی جگہ سردار ہوا اس کے چند روز بعد اپنے موسم میں انتور نام ،
فرانسیس ملازم حاکم لاہور کا فوج لے کر ملک چھچھ میں آیا اور موافق اپنے
معمول ملک سمی والے رئیسوں سے نعلبندی طلب کی کسی رئیس نے نہ دی
مگر خادے خاں کہ اس کی ایک غرض اس سے اٹکی تھی ایک گھوڑا اور ایک
باز اور ایک شکاری کتا موافق دستور کے اُس فرانسیس مذکور کو بھیجا
اور یہ اس کو لکھا کہ اگر تم اپنی فوج لے کر اس پار ہمارے یہاں آؤ تو جو
جو رئیس تم کو نعلبندی دینے میں انکار کرتے ہیں اُن سے دلوانے کا میرا ذمہ
ہے اس کے جواب میں انتور انے خادے خاں کو لکھا کہ تمہارا بلانا ہم کو قبول ہے
مگر تم ولایتی لوگوں کے قول و اقرار کا کچھ اعتماد نہیں ہماری کسی طور سے تسلی کردو
تو ہم آویں اس پر خادے خاں نے اپنے بھائی امیر خاں کو بطور اول کے اس کے
پاس بھیجا جب وہ اُس کے پاس پہنچا اور اُس کو تسلی ہوئی تب وہ فرانسیس
مع فوج اباسین اُتر کر ہنڈ میں آیا یہ خبر سُن کر ملک سمی کے لوگ بھاگنے
لگے اور خادے خاں نے جا بجا اپنے اور نواح کے رئیسوں کو لکھا کہ جو تم حاکم لاہور
کو ہمیشہ سے سالیانہ دیتے تھے لے کر حاضر ہو سب نے جواب دیا کہ ہم تو کچھ
نہ دینگے اور اپنا اسباب لے کر پہاڑوں پر چڑھ گئے اور موضع شاہ منصور
اور کالی دری اور موضع سوابی اور مانیری کے لوگ بھاگ کر پنجتار
میں آئے اور زیدی سے اشرف خاں مرحوم کے بیٹے فتح خاں اور ارسلان

خاں بھی مارے خوف کے پنجتار میں چلے آئے جب خادے خاں کو معلوم ہوا کہ زیدی سے فتح خاں اور ارسلاں خاں بھی بھاگ گئے تب وہ کچھ لوگوں سے مقرب خاں اپنے بہنوئی کو لے کر زیدی میں آیا اور خانی کی پگڑی بندھا کر وہاں کا سردار بنایا اور فرانسیس مذکور کو گھوڑا اور باز وغیرہ نذرانہ مقرب خاں سے دلایا پھر اپنے لوگوں کو لے کر زیدی سے ہنڈ کو گیا اور مقرب خاں نے خفیہ حضرت علیہ الرحمۃ کو کہلا بھیجا کہ جس طور سے میرے بھائی فتح خاں اور ارسلاں خاں آپ کے خادم اور فرماں بردار ہیں اسی طرح سے آپ مجھکو بھی جانیں خادے خاں نے بزور مجھکو سردار بنایا ہے اور میں نے بھی بمصلحت وقت جان کر انکار کرنی مناسب نہ جانی اس خیال سے کہ رعیت تباہ نہ ہو جاوے پھر خادے خاں نے فتح خاں پنجتار والے کے پاس واسطے گھوڑے اور باز وغیرہ کے پیام بھیجا کہ تم بھی نذرانہ لے کر فرانسیس کے پاس حاضر ہو اور نہیں تو لشکر سکھوں کا تمہارے پنجتار پر آویگا اس کے جواب میں فتح خاں ممدوح نے خادے خاں کو کہلا بھیجا کہ گھوڑا اور باز وغیرہ نہ ہم نے کسی کو دیا ہے اور نہ انشاءاللہ تعالیٰ دینگے اور جو تم سکھوں کی فوج پر دھمکاتے ہو اس کا ہم کو کچھ اندیشہ نہیں اُن سے کہو کہ شوق سے جب چاہو تب چلے آؤ ہم بھی جو کچھ بن پڑیگا دیکھ لینگے یہ جواب سخت سُن کر خادے خاں نے انتور فرانسیس سے کہا کہ فتح خاں نے ایسا سخت جواب دیا ہے اور وہ سید بادشاہ کے زور پر ایسی باتیں کرتے ہیں ورنہ ان کی کیا مجال تھی اب اس کی جو تدبیر

مناسب جانو سو کرو۔ یہ تقریر سن کر انتور مع فوج وہاں سے کوچ
کر کے کالی دری کی جانب مغرب میدان میں اترا اور وہ شخص دانا اور
بڑا مدبر تھا وہاں سے اُس نے ایک خط حضرت علیہ الرحمۃ کو لکھ کر ارسال
کیا خلاصہ مضمون اُس کے کا یہ تھا کہ آپ سید عالی خاندان اور حاجی و
غازی اور خدا والے اور بڑے صاحب تاثیر ہیں اور لاکھوں آدمی ملک
کے آپ کے مُرید ہیں اور ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کی ذات بابرکات
میں کسی طور کا شر و فساد اور خیال ایذا رسانی خلق اللہ کا مطلق نہیں ہے
اور یہ ملک زیر حکومت ہمارے خالصہ جی رنجیت سنگھ کا ہے اور یہیں
والے رئیس ہمارے خالصہ کو جی ہمیشہ سے نعلبندی دیتے رہے ہیں مگر
جب سے آپ اس ملک میں تشریف لائے ہیں تب سے یہ تمام لوگ ہم
سے پھر گئے ہیں اور نعلبندی دینے میں چون و چرا کرتے ہیں اور علاوہ اس
کے آج تک ہم کو آپ کا ارادہ اس ملک میں آنے کا صاف نہیں معلوم
ہے کہ کیا ہے اس کا جواب آپ تحریر فرما کر مع اپنا وکیل ہمارے پاس روانہ
کریں فقط۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس سوال کے جواب میں اُس کو لکھا کہ خط
تمہارا آیا اور مضمون اُس کا دریافت ہوا اور جواب تمہارے سوال کا یہ ہے
کہ جس طرح سے تم اپنے حاکم کے تابعداروں سے ایک تابعدار ہو جہاں کہیں
کہ وہ تم کو حکم کرتا ہے وہاں تم جاتے ہو اور حتی الامکان اُس کے فرمان
کو بجا لاتے ہو تا کہ وہ تم سے راضی ہو اُسی طرح سے میں بھی اپنے آقائے عالیجاہ

شاہنشاہ عالم پناہ کا ایک ادنیٰ فرماں بردار ہوں جو کچھ وہ احکم الحاکمین
فرماتا ہے اُس کو بجالاتا ہوں اور اُسی حاکم برحق اور قادر مطلق کے حکم سے
میں اس ملک میں آیا ہوں اب یہاں جو کچھ ارشاد اس رب العباد کا
ہوگا اُس پر عمل کرونگا اور اُسی کی طرف سے ہر کسی کو دعوت اسلام
کرتا ہوں جو کہ قبول کریگا وہ میرا بھائی ہے اور میں اس کا اور خصوصاً تم
اہل کتاب ہو ان باتوں کو خوب سمجھتے ہو یہی دعوت تم کو ہی ہے اور تمہارے
آقا رنجیت سنگھ کو بھی اور یہی اعلام نامہ دعوت اسلام کا پہلے ہم نے
بدھ سنگھ کو لکھا تھا اور یہ بھی سنا تھا کہ وہ خط بدھ سنگھ نے رنجیت سنگھ
کو بھیجدیا تھا اور جو تم نے لکھا کہ یہ ملک ہمارے خالصہ جی کا ہے سو یہ تمہارا
دعویٰ بے دلیل ہے اس لئے کہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے اس میں تمہارے
خالصہ جی کا کیا دخل اور دوسرے یہ کہ تمام ملک مشرق سے مغرب تک
اللہ تعالیٰ کے قبضہ تصرف میں ہے وہ جس کی تلوار کو زور دیتا ہے وہ لیتا
ہے اور یہاں جو ہم لوگ آئے ہیں تو کچھ سمجھ بوجھ کر آئے ہیں اور اس بات
کو تم بھی جانتے ہو کہ جہاد کرنا کفار سے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ
اگر قوت اور ہمت دے تو حتی الامکان کفر سے ملک کو پاک کریں اور
اسلام کو رواج دیں اور کافروں کے ظلم سے مسلمانوں کو بچاویں سو
تم لوگوں نے اکثر مسلمانوں کو اپنے ظلم اور زور سے تباہ کر دیا اور
بے شمار مسجدوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا خصوصاً اس ملک میں ہم

اسی واسطے آئے ہیں کہ اول تو ہم تم کو دعوت اسلام کریں اس میں
اگر تم قبول کرو گے تو ہمارے بھائی ہو گے تمہارا ملک تم کو مبارک
رہے اور جو نہ مانو گے تو ہم تم پر جہاد کرینگے ارادہ ہمارا یہ ہے فقط اور
یہ تحریر ہماری تم کو پہنچتی ہے اور پیچھے سے وکیل بھی ہم بھیجتے ہیں اس سے
جس طور کی گفتگو چاہنا بالمشافہ کر لینا پھر آپ نے وہ خط انتورا ہی کے
آدمی کے ہاتھ روانہ کیا اور اُس کے اگلے روز چند آدمیوں سے مولوی خیرالدین
صاحب کو بخوبی فہمائش کر کے انتور کے پاس روانہ فرمایا جب مولوی
صاحب وہاں گئے اور اُس سے ملاقات کی اُس وقت انتورا نے مولوی
خیرالدین صاحب سے وہی سوال کیا جو خط میں حضرت علیہ الرحمۃ سے کیا
تھا اور جو جواب حضرت علیہ الرحمۃ نے دئے تھے وہی مولوی صاحب نے ساتھ
نرمی اور تقریر معقول کے دئے اور سوا اُس کے جو انتورا نے سوال کیا اُس
کا جواب باصواب مولوی صاحب نے دیا یہاں تک کہ جب وہ تقریر میں
لاجواب ہوا تب خفا ہو کر اُس نے کہا کہ یہ ملک ہمارے خالصہ جی کا ہے
اور ہم ہمیشہ یہاں کے رئیسوں سے نعلبندی لیتے آئے ہیں اور اب بھی
لینگے اور تمہارے واسطے یہی بہتر ہے کہ تم اس ملک سے کوچ کر جاؤ اور
نہیں تو ہوشیار ہو جاؤ ہم تیار ہو کر آتے ہیں جب اُس نے ایسی سخت بات
کہی تب تو مولوی صاحب بھی بیباکانہ کڑی کڑی باتیں کرنے لگے اور
کہا کہ تم غلط کہتے ہو کہ ملک ہمارے خالصہ جی کا ہے اور ہم کو یہاں کے

رئیس نعلبندی ہمیشہ دیا کئے ہیں یہ ملک یہاں کے مسلمانوں کا ہے
اس میں تمہارے خالصہ جی کا کچھ دعوی نہیں محض ظلم اور زیادتی
سے تم ان سے نعلبندی لیا کئے ہو اور یہ اب انشاء اللہ تعالیٰ کبھی نعلبندی
تم کو نہیں دینے کے اب تمہارے حق میں یہی خوب ہے کہ اپنی فوج لے کر
یہاں سے اپنے عمل میں چلے جاؤ اور جو تم اس پر مغرور ہو کر ہمارے خالصہ
جی کی بہت فوج ہے اور یہ تھوڑے ہیں سو اس بات کا ہم کو خطرہ نہیں ہمارے
اللہ تعالیٰ کا لشکر بڑا قوی اور غالب ہے ہمارا اسی پر اعتماد ہے اور جو
پنجتار پر آنے کا تم کو خیال ہے تو بسم اللہ ہم بھی تیار ہیں اور اس کے سوا
اور بھی مولوی صاحب نے کڑی کڑی اس سے گفتگو کی تھی مگر وہ مجھکو یاد
نہیں رہی پھر مولوی صاحب وہاں سے سوار ہو کر پنجتار میں حضرت علیہ الرحمۃ
کے پاس آئے اور جو انتورا سے گفتگو ہوئی تھی سب آپ کے روبرو عرض کی
پھر اگلے روز آپ نے مولوی صاحب ممدوح کو کوئی تین سو غازیوں پر امیر کر کے
فرمایا کہ تم جا کر پنجتار کے درے کا بندوبست کرو اور وہیں اترو اور اول
تو انشاء اللہ تمہارے اس سے مقابلہ کی نوبت ہی نہ آوے گی اور اگر آئی
تو کچھ اندیشہ نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور ہم بھی وہیں آجاوینگے
پھر آپ نے دعا کر کے مولوی صاحب کو روانہ کیا وہ درہ پنجتار سے کوئی
دو کوس پر ہے پھر مولوی صاحب گئے اور اس درہ سے باہر نکل کر میدان

میں ڈیرہ کیا وہاں سے کوئی ڈھائی کوس کے فاصلہ سے انتورا کی
فوج پڑی تھی یہ خبر ملکیوں کی زبانی انتورا کو پہنچی کہ سید بادشاہ کا
لشکر درہ سے نکل کر میدان میں آگیا اور درہ کا بخوبی انتظام کر لیا
اس کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو رات کو ہم لوگوں پر شبخون ماریں اس خیال
سے اُس نے بھی اپنی فوج کا خوب بندوبست کیا اور جو رعایا لوگ موضع
اور بانیری کے اُس کے خوف سے پنجتار کو چلے آئے تھے اور کچھ ادہر ادہر
پہاڑ پر چڑھ گئے تھے جب اُنہوں نے معلوم کیا کہ لشکر غازیوں کا درہ کے
میدان میں اُترا ہے ان کو تسلی ہوئی کوئی آدمی رات کو جا بجا سے کوئی سوار
کوئی پیادے اپنے گھروں کی خبر گیری کو چلے انتورا کی فوج کا شبینہ اُس
وقت پھرتا تھا ان لوگوں کو دُور سے دیکھ کر انتورا کو جا کے خبر کی کہ خلیفہ کا
چھاپا آپہنچا ہوشیار ہو جاؤ یہ خبر وحشت اثر سُن کر سردست جو اسباب
لیا گیا وہ تو لیا اور باقی ڈیرہ خیمہ سلاح و اسباب چھوڑ کر مع فوج فرار
کر گیا یہاں تک کہ اباسین کے پار اُتر گیا اور جو خیمے ڈیرے اونٹ گھوڑے
نشاہین وغیرہ اسباب چھوڑ گیا تھا صبح کو اُسی نواح کی بستیوں کے لوگ
جو جو خادے خاں کے شریک تھے لوٹ لے گئے اور زیدی والوں نے بھی
لوٹا اور جو بھاری اسباب قابل چھپانے کے نہ تھا جیسے خیمے ڈیرے اونٹ گھوڑے
نشاہین، اس کی مقرب خاں کو خبر ہوئی کہ یہ یہ اسباب فلانے فلانے نے لوٹا ہے
جہاں تک خبر پائی سب کے یہاں سے منگا کر اپنے گھر میں جمع کیا اور خفیہ اپنا

آدمی پنجتار میں حضرت کے پاس بھیجکر اطلاع کی کہ انتورا فرانسیس کی فوج کا اس قدر اسباب میں نے لوگوں سے لے کر اپنے پاس جمع کیا ہے اگر اجازت ہو تو آپ کے پاس بھیج دوں اس لئے کہ میں آپ کا فرماں بردار اور خیرخواہ جان نثار ہوں آپ نے اُس آدمی کی زبانی کہلا بھیجا کہ ہماری طرف سے مقرب خاں کو شاباش دینا کہ خوب تم نے خیرخواہی کا حق ادا کیا تم سے ہم بہت راضی ہوئے و لیکن اُس اسباب کی ہم کو حاجت اور ضرورت نہیں ہے اور از راہ مصلحت بہتر یہ ہے کہ وہ اسباب تم خادے خاں کے پاس پہنچادو اس میں خادے خاں کے نزدیک تمہاری خیرخواہی بھی ثابت ہوگی اور لوٹنے اسباب کے الزام سے بھی بچوگے یہ خبر لے کر وہ آدمی تو مقرب خاں کے پاس زیدی کو روانہ ہوا اور آپ نے مولوی خیرالدین صاحب کو مع لشکر پنجتار میں اپنے پاس بلالیا پھر اس کے کئی دن کے بعد خبر معلوم ہوئی کہ موافق فرمانے حضرت کے مقرب خاں نے وہ تمام اسباب اپنے یہاں سے خادے خاں کے پاس ہنڈ میں بھیج دیا اور جو حضرت علیہ الرحمۃ نے بر وقت رخصت کے مولوی خیرالدین صاحب سے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو انتورا کی فوج سے نوبت مقابلہ کی نہ آویگی سو فضل الٰہی سے ویسا ہی ہوا کہ بے لڑے بھڑے ہیبت الٰہی سے وہ آپ ہی بھاگ گیا

حکایت

خیرالدین نام ایک شخص بہت روزوں سے بلکہ بہت مہینوں سے پنجتار میں حضرت کے پاس قلعہ اٹک سے آتا تھا اور خفیہ آپ سے یہ اظہار کرتا تھا کہ ہم بہت لوگ مسلمان آپس میں یکدل اور متفق ہیں اور اس قلعہ میں بندوبست اور

انتظام ہمارے ہی لوگوں کا ہے اگر آپ سو پچاس مجاہدین یہاں سے
روانہ کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اُن کے قلعہ کے اندر داخل کر سکتے ہیں خواہ
کسی کھڑکی کے رستے سے یا سیڑہی لگا کر دیوار پر سے اور جو آپ کے یہاں سے
کچھ خرچ ہتھیاروں کے واسطے امداد ہو تو ہم اور بھی لوگوں کو اپنے موافق اور
اپنے ساتھ متفق کر سکتے ہیں اسی اقسام کی باتیں اکثر مرتبہ آکر حضرت سے کیا کرتا تھا
پھر ایک بار آپ نے امام الدین بنیئی والے کو کہ وہ بڑے دیانت دار اور
آپ کے نزدیک بڑا صاحب اعتبار تھا اور دو آدمی اور بھی اُن کے نام
یاد نہیں ہیں خیر الدین موصوف کے ساتھ وہاں کا حال دریافت کرنے کو روانہ
کیا وہ تینوں شخص آٹھ دس روز وہاں جا کر رہے اور وہاں کا حال دیکھ
کر آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے موافق اظہار خیر الدین کے بیان کیا کہ
فی الحقیقت اگر آپ وہاں لوگ بھیجیں تو وہاں کے آدمی قلعہ میں داخل کر سکتے
ہیں پھر کئی بار آپ نے امام الدین کو وہاں بھیجا اور وہ دس دس بیس
بیس روز بلکہ کسی بار مہینہ بھر وہاں رہ کر آئے اور قلعہ اٹک پنجتار
سے چودہ پندرہ کوس ہے جب امام الدین کئی بار وہاں گئے اور حال وہاں
کے مسلمانوں کا اور قلعہ کی ہیئت کا تفصیل بیان کیا تب یہ بات آپ
کے بھی خیال شریف میں آئی اور خیر الدین اُس وقت وہیں حاضر تھا آپ
نے واسطے خرید ہتھیاروں وغیرہ کے پانسو روپے دئے اور فرمایا کہ اب

کی بار جب تم وہاں کی تدبیر خاطر خواہ کر کے آؤ گے اسی روز ہم لیے آدمی جتنے کہو گے ساتھ کر دینگے پھر خیرالدین کو تو اٹک کو رخصت فرمایا اور آپ نے دوسرے یا تیسرے روز واسطے دورہ کرنے کے پنجتار سے کوچ کیا ادہر ادہر دورہ وسیر کرتے ہوئے قریب ڈیڑھ مہینہ کے عرصے کے جب موضع امان زئی گڑہی میں داخل ہوئے تب وہیں اٹک سے آکر خیرالدین بھی آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں موافق فرمانے آپ کے وہاں کی سب تدبیر اور درستی کر آیا ہوں اور وہاں سپاہی اور رعایا ملا کر قریب پانسو آدمیوں کے میں نے متفق کئے ہیں اور جن لوگوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں اُن کے واسطے ہتھیار بھی خرید رکھے ہیں اور کئی سیڑہیاں رسّوں کی بھی بنا کر رکھ آیا ہوں اور اس امر کی بابت بانی مبانی میرا بھائی اور سید جمیل شاہ اور اُن کے بہنوئی سید محبوب شاہ اور شیخ شیر خاں اور اُن کے بھائی منگا خاں اور محمود اور قادر بخش اور محمد بخش ہیں اُن سے کہہ آیا ہوں کہ تم سب برات لانے کے بہانے سے فلانے روز رات کو قلعہ سے نکل کر دریا کے کنارے فلانے وقت اور فلانی جگہ آنا میں وہیں حضرت کے لوگوں کو لے کر آؤنگا سو آپ لوگ بھیجنے کی تدبیر کریں کہ میں اُن کو لے کر اپنے وعدے پر وہاں پہنچوں یہ تقریر سن کر آپ نے اپنے لشکر سے ساٹھ ستر اچھے اچھے جوان چُست وچالاک کار آزمودہ انتخاب کئے اور ارباب بہرام خاں کو امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ ان کے بعد حاجی بہادر شاہ امیر ہیں اور اُن کے بعد امام الدین خاں اور بعد ان کے جس کو لوگ اتفاق کر کے امیر بنا دیں وہ امیر ہے اور آخوند ظہور اللہ

صاحب اس ملک کے واقف کار تھے ان کو اسیر کیا اور سب کو حکم دیا
کہ کوئی دو دو دو وقت کی روٹیاں لیکا کر باندھ لے اور ڈیڑھ پہر رات گئے
دو دو چار آدمی یہاں سے نکل کر بستی کے باہر فلانی جگہ ارباب بہرام خاں
کے پاس جمع ہوں اور آخوند صاحب جدہر لیجاویں اُدہر جاویں بموجب تحریر
ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے تیار ہو کر سب اُسی جگہ پر جمع ہوئے اور
قریب آدہی رات کے آخوند صاحب سب کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے
موضع جلیٹی کے ورے دو کوس ایک نالے پر فجر ہو گئی دن بھر وہیں سب
لوگ ادہر اُدہر چھپے رہے رات کو بعد عشا کے وہاں سے چلے اور جا کر جہانگیرہ
گھاٹ پر پہنچے اُس وقت فتح شیر خاں اور سید جیل شاہ اور سید محبوب شاہ
اور محمود اور قادر بخش وہاں بیٹھے انتظار کر رہے تھے پھر دریا اُترنے کو
جالے باندہنے کی تدبیر کرنے لگے اس عرصے میں تنائی پر سوار ہو کر محمد بخش
اس پار سے ادہر آیا اور کہا کہ وہاں تو معاملہ بگڑ گیا اب یہاں سے پلٹ چلو
خیرالدین نے پوچھا کہ بیان تو کرو کیا حال ہوا محمد بخش نے کہا کہ فلانا پنجابی
جو ہم لوگوں کی مشورت میں شریک تھا اُس نے جا کر لالہ خزانہ مل قلعدار سے
کہا کہ فلانے ملانے تمہارے نوکر جو آج برات لانے کو تم سے پوچھ کر گئے
ہیں وہ سید بادشاہ کے چھاپے کو لینے گئے ہیں تم ہوشیار ہو جاؤ قلعدار نے
یہ بات سن کر اُس سے کہا کہ تم دیوانہ ہو سید بادشاہ کے چھاپے لانے
کی ان کو کیا غرض وہ ہمارے نوکر نمک حلال اور معتبر ہیں اُن سے ایسی
حرکت ہرگز نہ ہو گی اُس نے کہا خیال آپ کا کدہر ہے یہ بات میں سچ کہتا ہوں

دو چار گھڑی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا اگر اس میں فرق ہو تو آپ
مجکو توپ سے اُڑا دویں اور اسی واسطے اُنھوں نے بہت سے ہتیار خریدے
ہیں اور کئی رسیوں کی سیڑہیاں بنائی ہیں اگر یہ سامان اُن کے گھر میں
نہ نکلے تب تو مجکو سچا جانوگے اور اس خیر خواہی کا انعام دوگے اسی عرصہ
میں ایک آدمی خادے خاں کا آیا اور تلعدار سے کہا کہ ہمارے سردار خادے
خاں کو کسی کی زبانی خبر ملی ہے کہ سید بادشاہ کا چھاپا ملک چھچہ میں
جاتا ہے سو تمہارے پاس مجکو واسطے خبر کے بھیجا ہے یہ حال سنتے ہی تلعدار
کو پنجابی کی تمام باتوں کا یقین ہوا اور اس پنجابی کے ساتھ اپنے چند لوگوں
کو بھیجا کہ جا کر فلانے فلانے کے گھر کی تلاشی لو اور اُن لوگوں کو جلد
تلاش کر کے لاؤ یہ خبر سُن کر میں تو وہاں سے چل دیا کہ ایسا نہ ہو کہ میں
بھی گرفتار ہو جاؤں وہاں کا یہ حال ہے یہ خبر وحشت اثر سُن کر ارباب
بہرام خاں مع مجاہدین وہاں سے روانہ ہوئے اور صبح کو اُسی نالے میں اُتر
جہاں سے گئے تھے پھر تمام دن وہیں لوگ رہے پھر وہاں سے رات کو
روانہ ہوئے امان زئی کی گڑہی میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور
محمد بخش نے وہی تمام ماجرا وہاں کا آپ کی خدمت میں عرض کیا،
آپ کو یہ واقعہ سُن کر کمال افسوس ہوا اور فرمایا کہ اُس پنجابی مفسد

نے مسلمانوں سے مِل کر بڑا فریب کیا خدا خیر کرے دیکھا چاہئے کہ
وہاں کے باقی مسلمان بھائیوں سے وہ قلعدار کیونکر پیش آوے
اور کیا آفت اُن پر لاوے اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے پھر اگلے روز
حضرت وہاں سے کوچ کر کے موضع شیخ جانا میں رہے اُس کے دوسرے
دن پنجتار میں آکر داخل ہوئے پھر اُس کے کئی دن کے بعد خیر آباد سے
خیر الدین کے پاس آیا اُنھوں نے قلعہ اٹک کا مفصل حال پوچھا اُس
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی خیر کی کہ تم کئی آدمی وہاں سے سلامت بیشتر
سے نکل آئے تمہارے پیچھے ملا نے پنجابی کے کہنے سے قلعدار نے تمہارے
مکانوں کی تلاشی لی جب وہاں سے ہتھیار اور سپر ہیاں لوگ اُس کے
پاس لے گئے اُس نے اُسی وقت تمہاری عورتوں کو اور تمہارے لڑکے
بالوں کو گرفتار کر لیا اور تمہارے بھائی کو توپ سے اُڑا دیا اور منگا
خاں نظر بند ہیں اب دیکھئے ان قیدیوں کا کیا انجام ہو اللہ تعالیٰ اس
موذی کے ظلم سے محفوظ رکھے اور تکملہ اس قصہ کا یہ ہے کہ منگا خاں
کچھ کم یا زیادہ ایک مہینہ قلعہ اٹک میں نظر بند رہے وہاں ایک سید ظہور
شاہ نام بڑے نیک بخت تھے اُنھوں نے منگا خاں سے کہا کہ آج کل
یہاں سکھوں کی فوج کی آمد ہے اگر تم کسی صورت سے یہاں سے نکل
جاؤ تو خوب ہے خان موصوف نے کہا کہ میرے نکلنے کی یہاں سے کونسی

صورت ہے اور کیونکر نکلوں اُنھوں نے کہا کہ کل سویرے صبح کو جب
قلعہ کے کواڑ کھلیں تب تم اپنی رضائی لپیٹ کر چارپائی پر ڈال دو
اور اُوپر سے چادر اُڑھا کر ایک گھڑا خالی ہاتھ میں لے کر چلدو اگر
کوئی پوچھے تو کہنا کہ نالے سے پانی لینے جاتا ہوں اس حیلہ سے صاف
نکل جاؤ گے پھر یہی تدبیر کر کے منگا خاں اگلے دن فجر کو قلعہ سے نکل
کر چلے وہاں سے ڈیڑھ کوس پر ایک فقیر کا تکیہ تھا وہاں جا کر ٹھہرے اور
اُس فقیر سے بہت دنوں سے ملاقات تھی اُس نے ان کو بدحواس اور خوفزدہ
سا دیکھ کر حال پوچھا اُنھوں نے بیان کیا کہ یہ معاملہ ہے اُس نے
دن بھر اپنے مکان میں چھپا رکھا اور کھانا کھلایا اور رات کو لئے ایک
معتبر آدمی سے کہا کہ ان کو موضع غیر غشتی میں فلانے شخص کے پاس پہنچا دو
اور میری طرف سے اُن سے کہنا کہ ان کو ساتھ حفاظت کے اباسین اُتار
کر منارے تک پہنچا دو پھر وہ آدمی فقیر کا منگا خاں کو اُس موضع
مذکور میں اُس شخص موصوف کے پاس لے گیا اور جو کچھ فقیر نے کہا تھا
کہہ دیا اُس نے دریا اُتار کر منارے تک پہنچا دیا ان روزوں حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ زیدہ میں رونق فرما تھے منگا خاں وہاں سے
جا کر حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اُنھوں نے تو اس طور اس
بلا سے رہائی پائی اور باقی عورتوں اور لڑکوں کی اس صورت سے مخلصی
ہوئی کہ منگا خاں کے آنے سے سات آٹھ مہینے کے انتزاع فرانسیس

قلعہ اٹک میں آیا اور وہاں قیدخانے میں عورتوں اور لڑکوں کو مقید دیکھا لالہ خزانہ مل قلعدار سے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کی عورتیں اور لڑکے ہیں اور کس علت اور جرم میں گرفتار ہیں اُس نے وہ تمام ماجرا بیان کیا کہ فلانے فلانے لوگوں نے جو خلیفہ صاحب کے لشکر سے چھاپا لانے کی تدبیر کی تھی یہ سب اُن کے اہل وعیال ہیں اُس نے پوچھا کہ وہ لوگ مفسد کہاں ہیں اُس نے کہا کہ وہ تو اُسی روز بھاگ گئے انہوں نے کہا کہ جنہوں نے وہ فساد کیا تھا وہ تو بھاگ گئے تمہارے ہاتھ نہ آئے ان بیچاریوں نے کیا قصور کیا اور اُن کے لڑکوں کیا خطا کی یہ بات بے مناسب ہے ان کو چھوڑ دو پھر اس قلعدار نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ ان کو یہاں سے نکال کر دریا کے پار اُتار دو جہاں چاہیں چلے جاویں پھر اُنھوں نے ویسا ہی کیا وہ سب دریا سے اُتر کر اکوڑی میں گئیں یہ خبر جب اُن کے وارثوں کو ملی تب وہ حضرت علیہ الرحمۃ سے اجازت لے کر اکوڑی میں گئے اور وہاں سے اُن عورتوں اور بچوں کو پنجتار میں حضرت کے پاس لائے

حکایت

جب بعد چھاپے اٹک کے حضرت علیہ الرحمۃ امان زئی کی گڑہی سے پنجتار میں تشریف لائے بعد چھہ سات روز کے مولانا محمد اسمٰعیل اور سید احمد علی اور ارباب بہرام خاں اور مولوی محمد حسن اور فتح خاں پنجتار والے کو اپنے پاس بلایا اور خان موصوف کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ خان بھائی ہم نے اس مشورت کے واسطے بلایا ہے کہ تم خوب جانتے ہو کہ ہم لوگ اتنی مدت

سے صرف اس ملک میں جہاد فی سبیل اللہ کے آئے ہیں اور مسلمانوں کی ریاست سمجھ کر یہاں اُترے ہیں فقط اس نیت سے کہ سب مسلمان بھائیوں کے اتفاق سے کچھ دین اسلام کا کام درست ہو اور یہاں کے مسلمان بھائیوں کی نااتفاقی کا یہ حال ہے کہ اگر ہم کوئی صورت کفار کے زیر کرنے کی نکالتے ہیں تو انھیں مسلمانوں سے ایک نہ ایک ان کا حامی بن کر بیچ میں حارج ہو جاتا ہے اور ان کو خبر دیتا ہے چنانچہ ایک سردار یار محمد خاں کہ اس کا فساد تم سب جانتے ہو کہ سیدو کی لڑائی کو اسی نوے ہزار آدمی ہماری طرف سے جمع تھے اسی کی شرارت سے لڑائی شکست ہو گئی اور جمعیت مسلمانوں کی پراگندہ ہو گئی اور دوسرا اُن میں سے خادے خاں ہے کہ چند مہینے سے کیسی کیسی حرکتیں بیجا کرنی شروع کیں چنانچہ تم کو خود معلوم ہے کہ غازی ہندوستان سے واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے ارادہ کرتا ہے سکھوں کے ملک سے تو سلامت چلا آتا ہے مگر اُن کے ہاتھ سے کسی طور سلامت نہیں بچتا کسی کو لوٹ مار کر اباسین میں غوطے دلاتے ہیں اور کسی کا مال و اسباب چھین کر بزور بخشلاتے ہیں اور سردار اشرف خاں مرحوم پر جو انھوں نے فوج کشی کی سو فقط اسی عداوت سے کہ وہ خاں مرحوم ہم سے موافق تھے، اس کے بعد یہ فساد کیا کہ انٹورا فرانسیس کو چڑھا لائے اس میں اپنی طرف سے حتی المقدور اُنھوں نے تو کچھ درگذر نہیں کی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے اس کو دفع کیا اور اُس کے ایک تازہ فساد یہ کیا کہ ادھر سے اٹک پر

ہمارا چھاپا چلا اُدھر سے خادے خاں نے اپنا آدمی بھیج کر وہاں کے قلعدار کو
خبر کردی اسی طور کے اور بہی فساد اُنھوں نے کئے ہیں اور ابھی دیکھا چاہئے
اور کیا فساد کریں اور اُنھوں نے شرارتیں ہمارے ساتھ کی ہیں اس کی
کدُورت ہمارے دل میں اصلا نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کیا اپنے واسطے کیا
وہ جانیں ان کا خدا جانے جو جیسا کریگا ویسا پاویگا حاصل کلام کا یہ ہے
کہ اب کوئی ایسی تدبیر تجویز کرو کہ مسلمانوں میں اتفاق ہو جس کے سبب
سے کچھ اللہ تعالیٰ کا کام نکلے دین اسلام کی ترقی ہو یہ تمام کلام ہدایت
التیام سُن کر سردار فتح خاں نے عرض کی جو کچھ آپ نے فرمایا بجا فرمایا
سبحان اللہ اس سے اور کیا بہتر اس کی تدبیر میری رائے ناقص میں یوں
آتی ہے کہ آپ ملک بھی کے سادات اور علما اور خوانین کو جمع کریں اور
بطور نصیحت کے یہی بیان آپ اُن سے کریں اس لئے کہ انھیں سب نے آپ
کے دست مبارک پر بیعت امامت کی کی ہے اور امیر المومنین گردانا ہے انشاء
اللہ تعالیٰ آپ کے فرمانے سے کوئی باہر نہ ہوگا اس لئے کہ آپ تو صرف اللہ
تعالیٰ کے واسطے یہ تدبیر کرتے ہیں اس میں کچھ آپکی غرض متعلق نہیں اور جو
کوئی نہ مانے گا یا بد عہدی کریگا وہ اس کی سزا اپنے خدا سے پاویگا
یہ تقریر اور تدبیر فتح خاں کی سب کو پسند آئی اور اسی پر مشورت ٹھہری
حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ خان بھائی آپ یہاں کے رئیس ہیں ہماری
طرف سے آپ ہی سب کو بلاویں خان ممدوح نے اس بات کو قبول کرکے

اپنے مکان کو تشریف لے گئے اور اپنے آدمی جابجا ہر طرف روانہ کئے یہ پیام دے کر کہ یہاں ایک دینی کام کی مشورت کرنی ضرور ہے ملانے دن تمہاں سب صاحب تشریف لاویں پھر اسی وعدے پر تمام سادات اور علماؑ اور خوانین ملک سمہ کے پنجتار میں جمع ہوئے اور اُس روز پنجتار کی پانچوں بستیوں والوں نے اُن کی دعوت کی اور وہیں اپنے مکانوں میں اُن کو اُتارا اور وہ تمام لوگ دس گیارہ سو تھے پھر اُس روز بعد نماز مغرب کے اُن کی ضیافت کے لئے حضرت علیہ الرحمۃ نے عبدالقیوم سے فرمایا کہ صبح کو قبل طلوع آفتاب کے کھانا پک کر تیار ہو جاوے اور واسطے اہتمام سامان دعوت کے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو مقرر کیا پھر مولانا صاحب ممدوح نے چند بکرے ذبح کرا کے قریب دس من کے گوشت حضرت کے باورچی خانہ میں بھیج دیا اور آٹھ من گھی تھا اُس میں سے دو من گوشت میں ڈلوایا اور چار من داغ کر کے دیگچوں میں بھروا دیا اور قریب پندرہ سولہ من کے آٹا تھا اس کو پہلے پہلے تقسیم کر دیا پھر علی الصباح سب کھانا پک کر تیار ہو گیا اور طاش اور کونڈے ہر پہلے سے منگا کر اُن میں گوشت نکالا گیا اور لوٹوں میں گھی پھر بعد نماز اشراق کے لوگوں کو کھلوانا شروع کیا اور اپنے لوگ جابجا گھی کے لوٹے لے کر کھڑے ہو گئے اور بجائے شوربے کے ڈالنے لگے اور اسی طرح سے گھی ڈال کر کھانا اُس ملک والوں کا دستور ہے پھر جب سب لوگ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تب مولانا صاحب موصوف نے سب سے کہا کہ آج جمعہ کا روز ہے سب

بھائی لوگ یہاں کے نالے پر شیشم کے درختوں کے نیچے ہماری مسجد میں
نماز جمعہ پڑہیں پھر اُس وقت سب لوگ اپنے اپنے مکانوں پر چلے گئے اور
وقت نماز کے سب آکر وہیں حاضر ہوئے پھر قاضی احمد اللہ صاحب میرٹھی
نے خطبہ پڑھا اور نماز حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے پڑھائی پھر بعد
فراغ نماز کے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ سب بھائی اپنی اپنی جگہ پر جہاں
بیٹھے ہیں وہیں بیٹھے رہیں اور جو کچھ ہم کہیں کان دے کر سب سنیں اور کابل
آخوندزادہ ننگل تھانے والے کو اپنے برابر کھڑا کیا اور وہ آخوندزادے
صاحب بڑے سیاح اور جہاں دیدہ اور زبان پنجابی اور پشتو اور
فارسی اور ترکی اور ہندی کے ترجمان تھے اور بڑے بزرگ آدمی تھے مکے
مدینے بیت المقدس کی زیارت بھی کر آئے تھے اور حضرت کے مرید اور بڑے
معتقد بھی تھے آپ نے فرمایا کہ میری زبان ہندی ہے میرا کلام جس بھائی
کی سمجھ میں نہ آوے وہ ان اخوند صاحب سے دریافت کرلے اور آخوند صاحب
سے کہا کہ جو کچھ میں کہوں تم ان بھائی کی زبان میں اُن کو سمجھاتے جاؤ پھر
آپ نے اول اللہ تعالیٰ و تقدس کی بڑائی اور عظمت اور قدرت طرح طرح
سے بیان فرمائی بعد اس کے سب کی طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ تم
سب بھائی اس بات کو خوب جانتے ہو کہ دنیا میں لوگ اپنی معاش اور
میراث کے حاصل کرنے میں کیسی کیسی کوشش اور جانفشانی کرتے ہیں اور
طرح طرح کی محنت و تکلیف اُٹھاتے ہیں بلکہ اس رنج کو راحت جان

کہ ہرگز نہیں گھبراتے ہیں فقط اس خیال سے کہ اگر وہ معاش و میراث ہاتھ
لگے تو چین سے کھاویں اور یہ امر موہوم ہے اگر یہ امر موافق خواہش کے
حاصل ہوا تو فبہا والا کچھ نہیں اور واسطے حاصل کرنے دولت دین کے کہ وہ
جہاد فی سبیل اللہ ہے کہ جس کے باعث فلاح دنیا اور آخرت کی اور ترقی
اسلام کی اور رضامندی رب انام حاصل ہوتی ہے اور یہ امر چاہئے سو
لوگ ایسے غافل ہیں سو مجکو جناب باری سے ارشاد ہوا کو تو دار الحرب ہند
سے ہجرت کرکے دار الامن میں جا اور کفار سے جہاد فی سبیل اللہ کر سو
میں نے ھندوستان میں خیال کیا کہ کوئی جگہ ایسی مامون ہو کہ وہاں مسلمانوں
کو لے کر جاؤں اور تدبیر جہاد کی کروں باوجود اس وسعت کے کہ صدہا کوس
میں ملک ھند واقع ہے کوئی جگہ لائق ہجرت کے خیال میں نہ آئی لیکن کتنے
لوگوں نے صلاح دی کہ اسی ملک میں جہاد کرو جو کچھ مال و خزانہ سلاح
وغیرہ درکار ہو ہم دیوینگے مگر مجکو منظور نہ ہوا اس لئے کہ جہاد موافق
سنت کے چاہئے بلوا کرنا منظور نہیں ہے اور تمہارے اس ملک کے ولایتی
بھائی بھی وہاں حاضر تھے اُنھوں نے کہا کہ ہمارا ملک اس امر کے واسطے
بہت خوب ہے اگر وہاں چل کر کسی ملک میں قیام پکڑیں لاکھوں مسلمان
وہاں کے جان و مال سے آپ کے شریک ہونگے خصوصاً اس سبب سے کہ
رنجیت سنگھ سکھ والی لاہور نے وہاں کے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا
ہے اور طرح طرح کی ایذا پہنچاتا ہے اور ہتک حرمت اسلام کی کرتا ہے

جب اُس کی فوج کے لوگ اس ملک میں آتے ہیں مسجدوں کو جلا دیتے
ہیں کھیتی تباہ کرتے ہیں مال و اسباب لوٹ لیتے ہیں بلکہ عورتوں بچوں کو
پکڑ لیجاتے ہیں اور اپنے ملک پنجاب میں جاکر بیچ ڈالتے ہیں اور اپنے
ملک پنجاب وغیرہ میں تو وہ کفار نابکار مسلمانوں کو اذان بھی نہیں کہنے
دیتے اور مسجدوں میں گھوڑے باندھتے ہیں اور وہاں گاؤکشی کا تو
کیا ذکر جہاں سنتے ہیں کہ کسی مسلمان نے گائے ذبح کی اس کو جان سے
مار ڈالتے ہیں یہ گفتگو سُن کر میرے خیال میں آیا کہ یہ سچ کہتے ہیں اور یہی
مناسب ہے کہ ہندوستان سے ہجرت کرکے وہیں چل کر ٹھہریں اور سب
مسلمانوں کو متفق کرکے کفار سے جہاد کریں اور اُن کے ظلم سے مسلمانوں
کو چھڑاویں سو محض اسی ارادہ سے تمہارے اس ملک میں ہم آئے ہیں اور
تم سب نے اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ہاتھ پر بیعت امامت کی کی ہے اور
اپنا امام گردانا اور تمہیں سب نے کار جہاد کا مجھ سے شروع کرایا اور اب
تم ہی لوگ اس میں کوشش اور تندہی نہیں کرتے ہو بلکہ تمہیں لوگوں سے بعضے
بعضے اس امر کے خارج ہوتے ہیں اور تم عالم وارث الانبیا کہلاتے ہو تم کو
لازم ہے کہ سب مل کر اس میں کوشش اور جانفشانی کرو کہ ترقی اسلام
کی ہو اور اُس حضرت علیہ الرحمۃ کے کلام ہدایت التیام میں ایک عجیب رقت
اور تاثیر بھی کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور طبیعت فیض طویت
میں حمیت اسلام کا ایک جوش تھا اور جس خوبی اور فصاحت و بلاغت

کے ساتھ آپ اُس روز تقریر فرماتے تھے اور طرح طرح کی مثالوں سے سمجھاتے تھے اُس کی عشر عشیر بھی تقریر ہم لوگوں نے ہونی دشوار ہے اور جو لوگ وہاں حاضر تھے کیا عالم اور کیا عامی سب پر ایک حال سا واقع تھا بلکہ بعضے بعضے گویا اپنی ہستی سے گذر گئے تھے اور بعضے لوگ روتے تھے اور بعضے غمزدہ سے عالم سکوت میں تھے پھر آپ نے دعا کی اور فرمایا کہ باقی جو کچھ گفتگو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اس امر میں کریں وہ سنو اور اُس کا جواب دو اور میں تو اس وقت مکان پر جاتا ہوں یہ فرما کر پھر آپ تو رخصت ہوئے مولانا صاحب ممدوح بیچ میں اُن صاحبوں کے بیٹھے اور اُن سے امام کی اطاعت کے باب میں گفتگو شروع کی اور یہ مثال بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ عالیجاہ نے اپنے ملازمین سے ایک شخص کو افسر کیا اور ایک جماعت کو اپنے ملازمین سے فرمایا کہ فلانی مہم پر اس کے ہمراہ جاؤ اور جو کچھ یہ افسر تم کو واسطے تعمیل احکام ہمارے کے کہے بلا انکار بجا لاؤ حکم عدولی نہ کرنا اور اس مہم پر اس کو مع جماعت کے روانہ فرمایا اُس افسر نے وہاں جا کر اس جماعت میں سے ایک کو افسر کیا اور اُس سے چند لوگ اُس کے ساتھ کئے اور اُن سے کہا کہ واسطے تعمیل احکام بادشاہی کے جو کچھ یہ افسر تم سے کہے تامل اس کو کرنا اور کسی کام پر مع چند لوگ اس کو روانہ کیا اُس نے وہاں جا کر اپنے لوگوں سے ایک کو افسر کیا اور کئی شخص اُس کے تابع کئے

اور اُن سے کہا کہ واسطے دُرستی کار پادشاہی کے جو حکم تم کو کرے
بے انکار بجالانا اور کسی کام پر روانہ کیا اگر ان لوگوں میں سے بعضوں نے
اُن افسروں کی نافرمانی کی اور خلاف حکم ان کے کام کئے اور اپنے زعم
میں یہ سمجھیں کہ ہم نے تو پادشاہ کی حکم عدولی نہیں کی اگر کی اُس افسر
کی کی اب اُن کو کوئی عاقل صاحب تمیز نہ کہے گا کہ اُنھوں نے بادشاہ
کی نافرمانی نہیں کی اُس کے افسروں کی کی اس لئے کہ افسر اول کو اُس
پادشاہ عالیجاہ نے اپنی طرف سے مختار کیا تھا اور واسطے اطاعت اُس
کی کے سب کو حکم دیا تھا اور اُس نے اپنی طرف سے واسطے تعمیل اُسی
حکم کے دوسرے کو افسر کیا اور اُس دوسرے نے تیسرے کو اسی طور پہ
سلسلہ جہاں تک چلا جاوے حقیقت میں حاکم ایک ہے اور حکم بھی ایک
ہے جنھوں نے اُن افسروں کی اطاعت کی تو فی الحقیقت اُسی بادشاہ کی
اطاعت کی اور جنھوں نے اُن افسروں کی نافرمانی کی تو اُس پادشاہ کی
کی اور اُن افسروں کے مطیع بادشاہ کے مطیع ہیں اور اُس پادشاہ کے
نزدیک وہ لائق شاباشی اور مستحق خلعت اور انعام کے ہیں اور وہ جو اُن
افسروں کی نافرمانی میں ہیں وہ حقیقت میں نافرمان اُس پادشاہ
کے ہیں اور اُس کے نزدیک لائق ملامت اور سزا وار تعزیر عذاب
کے ہیں سو میں علمائے دین کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہوں کہ جو
میں نے یہ مثال بیان کی بجا ہے یا بیجا اس کا جو کچھ جواب باصواب

ہو ارشاد کریں یہ تمام تقریر کامل آخوندزادے نے اُن سب عالموں کی زبان میں سمجھائی وہ سب مولانا صاحب کو آفریں کر کے کہنے لگے کہ سبحان اللہ آپ نے خوب ہی مثال بیان فرمائی بات یوں ہی ہے یعنی اُن افسروں کے مطیع مطیع بادشاہ کے ہیں اور لائق بخشش و انعام شاہی کے ہیں اور جنھوں نے اُن افسروں کی نافرمانی کی وہ نافرمان بادشاہ کے ہیں اور لائق تعزیر و عذاب کے ہیں اس میں کچھ شک و شبہہ نہیں پھر آخوندزادے ممدوح نے یہ جواب علمائے ولایت افغان کا زبان ہندی میں مولانا صاحب سے بیان کیا کہ سب صاحب یوں فرماتے ہیں پھر مولانا صاحب نے کہا کہ ان سب بھائیوں نے اس مثال کو پسند کیا اور ان مطیعوں کے انعام اور نافرمانوں کے عذاب کے مقر ہوئے اب ہمارا سوال اُن سے یہ ہے کہ اس کا جواب سمجھ بوجھ کر فرماویں کہ جب دنیا کے بادشاہ کے تابعدار اور فرماں بردار اُس کے نزدیک لائق انعام اور عذاب کے ہوئے تو بھلا وہ اللہ تعالیٰ جل و اعلیٰ شاہنشاہ عالیجاہ مالک الملک و عالم پناہ قادر مطلق معبود برحق اپنے قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم الآیہ یعنی اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو صاحب حکومت

ہیں تم میں سے اُن کی یعنی اللہ اور رسول کے حکم کے بموجب عمل کرو پھر
جو مسلمان حاکم ہو اُس کی اطاعت کرو اور مسلمان حاکم قاضی مفتی امام
جہاد ہے سو حاصل کلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک نے ہمارے جناب مستطاب
امیر المومنین سید احمد صاحب کو امام زماں اور ہادی دوراں کیا ہے اور
تم سب علمائے کرام اور سادات عظام اور خواتین ذوی الاحترام نے
اُن کے دست مبارک پر بیعت امامت کی ہے اب جو کوئی باوجود بیعت
کرنے اور اپنا امام گرداننے کے اطاعت نہ کرے بلکہ خلاف اس کے عمل میں
لاوے تم سب علمائے دین کے نزدیک اُس کا کیا حکم ہے یہ تمام گفتگو آخوند
زادے موصوف نے جو لوگ اُن میں زبان ہندی نہیں سمجھتے تھے اُن کی
زبان میں سمجھائی سب نے اقرار کیا کہ وہ شخص مجرم اور قصور مند ہے عند اللہ
اور عند الناس بھی اس کے جواب میں مولانا صاحب نے فرمایا مجرم اور قصور مند
کیا وہ صاف صاف باغی ہیں اگر اپنی بغاوت اور نا فرمانی سے تائب نہ ہو
تو اس پر جہاد ہے اور یہ مسئلہ امام کی بغاوت اور نا فرمانی کا فلانی فلانی
فقہ کی کتاب میں اور فلانے باب اور فلانی فصل میں نکال کر دیکھو اور وہ
کتابیں اُن عالموں کے پاس وہیں موجود تھیں سب نے دیکھ کر عرض کی
کہ آپ حق فرماتے ہیں بیشک یوں ہی ہے بعد اس کے مولانا صاحب نے
ایک پرچے سے کاغذ میں وہی اپنی تقریر بطور سوال کے لکھ کر فرمایا کہ اس
پر اپنی اپنی کتاب کی عبارت اور دلیل لکھ کر مہر اور دستخط کر دو پھر سب
نے موافق سوال آپ کے جواب تحریر کر کے اپنی اپنی مہر اور جن کے پاس

مہر نہ تھی اُنہوں نے دستخط کئے اور وہ کاغذ مولانا صاحب کو دیا
آپ نے ان سب کے جواب باصواب کو دیکھ فرمایا کہ حق کتابوں کی
یہ عبارتیں لکھ کر تم نے مہریں اور دستخط کئے ہیں یہ کتابیں تو تم نے
بہت مدت سے پڑھی ہیں اور ان مسائل کے تم عالم تھے آج تم نے یہ
کتابیں نہیں پڑھی ہیں کئی سال کا عرصہ گذرا جب سے حضرت امیرالمومنین
سید احمد صاحب تمہارے اس ملک میں واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے تشریف
لائے ہیں اور تم سب نے اپنا امام گردانا اور یہاں کے رؤسا اور خوانین
بے علم طرح طرح کی شرارت از روئے بغاوت کے اس کار خیر میں کرتے
ہیں اور کافروں کے شریک ہیں اور تم لوگ علمائے دین وارث الانبیا
کہلاتے ہو اور تمہیں لوگوں کا اس ملک میں غلبہ بھی ہے اور امر دین میں
سب خان اور رئیس تمہارے محتاج اور مطیع ہیں اور تم نے اب تک ان
لوگوں کو اس مسئلہ سے آگاہ نہ کیا یہ ساری خطا اور غفلت تمہاری
ہے اور تم سب واجب التعزیر ہو اگر تم لوگ حق پوشی نہ کرتے اور اُن کو
خدا اور رسول کا حکم صاف صاف سُناتے اور سمجھاتے رہتے تو یہ نوبت
بغاوت کی کاہے کو پہنچتی اب تم سب مل کر خوب سمجھ اور سوچ کر جواب
معقول ارشاد کرو ہر ایک عالم نے مولانا صاحب کے سامنے اپنا اپنا
عذر بیان کیا اور اپنی خطا اور غفلت کے معترف ہوئے کہ بیشک ہم سب
اس امر میں خطاوار ہیں اور ہم سے غفلت ہوئی اور بے شبہ غلبہ بھی ہم
لوگوں کا یہاں ہے مگر اب ہم اپنی خطا سے توبہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس

کا مواخذہ ہم سے نہ کرے اور آپ بھی ہماری خطا معاف کریں اب
ہم اس کار خیر میں آپ کے شریک ہیں اور حتی الامکان ہر ایک کے سمجھانے
میں تغافل اور تساہلی نہ کرینگے اور وعظ و نصیحت سے راہ راست پر لاوینگے
اور جو نہ ملنے گا وہ اپنی بغاوت کی سزا پاوے گا بعد اس کے مولانا
صاحب دعائے خیر کرنے لگے خادے خاں بھی اس مجلس میں حاضر تھا شریک
دعا میں نہ ہوا ناخوش ہو کر اٹھ گیا اس عرصہ میں اذان عصر کی ہوئی
اپنے مکان سے حضرت علیہ الرحمۃ تشریف لائے نماز پڑھائی بعد فراغ نماز
کے علما اور خان و ملک نزدیک کے تھے حضرت سے رخصت ہو کر اپنی
بستیوں کو گئے اور باقی جو دور دور کے تھے وہ رہے پھر وہ ساری گفتگو
مولانا صاحب کی اور علما کی کامل آخوند زادے نے حضرت سے بیان کی
اور یہ بھی کہا کہ خادے خاں وقت دعا خیر کے اٹھ گیا دعا کرنے میں شریک
نہ ہوا سب بیان سن کر حضرت بہت خوش ہوئے مگر خادے خاں کا
حال سن کر ملول ہوئے کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسا شخص دانا
اور ہوشیار کہ ہمارے انصار سابقین سے ہے اور اس نے پہلی بغاوت
میں سبقت کی پھر اسی روز بعد نماز مغرب کے آپ نے خادے خاں کو
بلوایا اور باقی جو علما وہاں موجود تھے انھیں کے درمیان میں بٹھایا
اور سمجھانا شروع کیا کہ خادے خاں بھائی تم ہی نے ہم لوگوں کو اس
ملک میں ٹھہرایا تھا اور تم ہی ہمارے انصار بھی سب کے پہلے تھے
اور آج اس مجلس علما کی مشورت سے تم ہی منحرف ہو کر اٹھ گئے

یہ بات تمہاری دانشمندی سے نہایت بعید ہوئی تم کو لازم تھا کہ
اگر کوئی منحرف ہو کر اُٹھتا اس کو تم سمجھاتے نہ کہ تم ہی نے سبقت کی تم
کو لائق ہے کہ جس بات پر علمائے اتفاق کیا ہے اس سے مخالفت نہ کرو اس
میں تمہاری دین و دنیا دونوں کی بہتری ہے اور اس کے خلاف میں دنیا و عقبیٰ
دونوں کی خرابی بھی ہے اور ہم تمہاری خیرخواہی کے ارادہ سے کہتے ہیں آگے
ماننا نہ ماننا تمہارا اختیار ہے خادے خاں نے عرض کی کہ حضرت ہم تو ڈھان
لوگ کار ریاست کا رکھتے ہیں اور یہ مشورہ ملاؤں نے مل کر کیا ہے اور یہ
لوگ ہمارے یہاں اسقاط اور خیرات کے کھانے والوں میں ہیں کار ریاست
کا ان کو کیا شعور ان کا مشورہ جو ہمارے ذہن میں آتا ہے اس کو ہم تسلیم
کرتے ہیں اور جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا اُس کو ہم نہیں مانتے اور اُن کی صلاح
و مشورت کی ہم کو پروا نہیں خود ہماری قوم اور جمعیت بہت ہے کسی طور ہم
پر ان کا دباؤ بھی نہیں ہے یہ ہمارے تابع ہیں ہم اُن کے تابع نہیں یہ گفتگوئے
بیہودہ سُن کر حضرت علیہ الرحمۃ کو کمال غصہ آیا کہ چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ
کا یہ خاصہ تھا کہ کیسا ہی کوئی دوست ہوتا جہاں اُس نے ادنیٰ بات خلاف
حکم خدا اور رسول زبان سے نکالی پھر آپ اپنے جلسے سے نکل جاتے تھے اور
اُس کو دشمن جانتے تھے آپ نے غصہ کو تھام کر نرمی سے فرمایا کہ یہ لوگ
علماء وارث الانبیا اور ہادی دین ہوتے ہیں اُن کی شان میں کلام اہانت
کا کرنا کمال نادانی اور بے ادبی دینی ہے معاملات دینی اور دنیوی بھی
لوگ خوب سمجھتے ہیں جو کچھ لوگ واسطے اصلاح دین یا دنیا کے موافق حکم خدا

اور رسول کے فرماویں سب مسلمانوں کو جان و دل سے بلا انکار ماننا چاہیئے
اگرچہ وہ حکم اپنے نفس اور عادت کے خلاف ہو بہرحال مسلمان کو پابند شریعت
کا ہونا چاہیئے خادے خاں نے کہا کہ ہم لوگ پشتون بے علم ہیں ہماری سمجھ میں
یہ باتیں نہیں آتیں حضرت نے فرمایا کہ خادے خاں ہم پر جو حق سمجھانے کا
تھا وہ ہم نے ادا کیا چاہو مانو یا نہ مانو اب اخیر ایک بات یہ ہے سن لو کہ تم
نے حد شریعت سے اپنا قدم باہر نکالا فقط اس خیال خام سے کہ ہم اس ملک کے
خان ہیں ہماری قوم اور جمعیت بہت ہے ہمارا کوئی کیا کر سکیگا سو یہ محض
گمراہی ہے اور شیطان کا فریب اللہ تعالی بڑا قادر بڑے سرے کی طاقت والا
ہے بڑے بڑے سرکشوں مفسدوں کے ایک دم میں اس نے سر توڑے ہیں
انشاء اللہ تعالی اس بات کو یاد رکھنا کہ کسی روز تم سوتے سوتے اٹھوگے
اور دیکھوگے کہ ہمارے قلعہ میں کس کا انتظام اور بندوبست ہو رہا ہے
اور کسی جگہ کتے کی طرح مردار پڑے ہوگے پھر بعد نماز عشا کے خادے
خاں حضرت کو سلام کر کے جہاں اترا تھا وہاں گیا اگلے روز کچھ
دن چڑھے واسطے رخصت کے آیا آپ نے فرمایا کہ کل ہم نے تم کو اتنا
سمجھایا مگر تمہارے خیال میں نہ آیا خیر ہم ناچار ہیں تم جانو پھر وہ رخصت
ہو کر ہنڈ کو گیا پھر کئی مہینے کے بعد جب سکھوں کے دورے کا موسم آیا
وہی انٹورا فرانسیس جو سال گذشتہ میں آیا تھا اسی کی پھر کمان ہوئی
اور سکھوں کا یہ دستور تھا کہ جب ان کا لشکر ملک پنجہ میں فریب موضع
ہجرو کے اترتا تو ایک بارہ توپوں کی سر کرتے تھے آواز توپوں کی

سُن کر تمام رئیس اور رعایا ملک سمی تہرا جاتی اور جابجا بھاگنے
لگتی لوٹنے کے خوف سے سواب کی بار جب اُنھوں نے موضع مذکور
میں آکر توپیں چلائیں ملک سمی والے تہ وبالا ہونے لگے کہ لشکر سکھوں
کا آپہنچا اور مخبروں نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ کو خبر دی کہ انٹورا فرانسیس
مع لشکر کے موضع بحیرہ میں داخل ہوا اور سردار خادے خاں نے جاکر گھوڑا
اور باز اور کتّا اس کو نذر دیا اور اُس سے کہا کہ بسبب رفاقت سید بادشاہ
کے تمام خوانین سمی کے تم سے منحرف ہیں کوئی تمہارا سالیانہ نہیں دینے کے
اگر تم کو لینے کی قدرت ہو تو پار چلو میں تمہارا شریک ہوں اور وہ فرانسیس
پر کے سال اپنا خیمہ ڈیرہ اسباب وغیرہ چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اس بات پر
رنجیت سنگھ والی لاہور نے اس کو الزام دیا تھا کہ خلیفہ صاحب سے ملا ہے
ورنہ بے لڑے بھڑے تو اسباب ہتھیار چھوڑ کر کیوں بھاگ آیا اس بات کی
اس کو کمال ندامت تھی جب خادے خاں نے یوں اس کو غیرت دلائی تب
وہ پار اُترنے پر راضی ہوا اور کم زیادہ کوئی دس ہزار کی جمعیت اس
کے ہمراہ تھی سو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پنجتار پر آنے کا ارادہ ہے اور
یہ تمام شرارت خادے خاں کی ہے اور یہ بھی سنا تھا کہ آج وہاں سے
کوچ کرکے منڈ کے گھاٹ پر آویگا پھر اُس کے دوسرے دن خبر آئی
کہ سردار خادے خاں فرانسیس کو مع لشکر اس پار اتار لایا حضرت علیہ
الرحمۃ نے سردار فتح خاں کو بلا کر فرمایا کہ فرانسیس کو خادے خاں اس
پار اُتار لایا ہے اور قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے پنجتار پر اُس

ف... کی دوبارہ آمد

کو لا دیگا اور اب کی بار وہ بہت تمہاری جمعیت سے آیا ہے ریاس
کی تدبیر جو کچھ تم سے ہو سکے جلد کرو خان موصوف نے کہا کہ میں
حاضر ہوں جو کچھ آپ کا ارشاد ہو بجا لاؤں آپ نے فرمایا کہ تمہاری
قوم کے لوگ جو تمہارے شریک ہوں اُن کو خطوط لکھ کر بھیجو اور
سوا اس کے جو علماء اور سادات اور خوانین ہم سے مشورہ کر کے اتفاق
کر گئے ہیں اُن کو خطوط لکھ کر بلواؤ پھر خان موصوف نے اسی روز خطوط
لکھ کر جا بجا قاصدوں کے ہاتھ روانہ کئے نزدیک کی بستیوں کے
لوگ تو دوسرے ہی روز آ کر حاضر ہوئے اور ملے آتے تھے پھر حضرت
علیہ الرحمۃ سوار ہو کر لڑائی کی جگہ تجویز کرنے کو طرف درہ پنجتار
کے نکلے اور فتح خاں بھی ہمراہ تھے موضع خالی کلی کے پاس جو دو پہاڑ
ہیں اُس کے درمیان کا میدان آپ کو پسند آیا فتح خاں سے فرمایا کہ
اس پہاڑ سے اس پہاڑ تک برابر قد آدم کے چار ہاتھ کی چوڑی
سنگین دیوار جلد تیار کراؤ اور تمہاری ہی حکومت اور کوشش سے یہ کام
ہوگا پھر اس کے اگلے روز صبح کو خان ممدوح تمام رعایا کو لے کر گئے اور
سب میں اُس زمین کو ناپ کر تقسیم کر دیا ان لوگوں نے پتھر لا کر
اٹھانا شروع کر دیا صدہا مزدور تھے پھر فتح خاں پنجتار کو آئے اور
یہ حال حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کیا پھر آپ نے اُن سے فرمایا کہ
چلے اور بنیر کے علماء اور سادات اور خوانین کو بھی خطوط بھیجو کہ خادے
خاں فرانسیس کو ہم پر چڑھا لایا ہے تم بھی آ کر ہمارے شریک ہو اور
یہ خیال نہ کرنا کہ ہمارا ملک پنجتار سے الگ کوہستان میں ہے یہ پنجتار

تمہارے ملک کا دروازہ ہے اگر خدانخواستہ انھوں نے اس پر قبضہ کرلیا تو پھر تمہارے واسطے بھی قباحت ہوگی سو مناسب ہے کہ خط دیکھتے ہی یہاں آکر ہمارے شریک ہو پھر اُسی وقت خان موصوف نے خطوط لکھکر دونوں ملکوں میں قاصد روانہ کئے اس کے اگلے روز بعد نماز عصر کے خان ممدوح حضرت علیہ الرحمۃ کو واسطے دیوار دکھانے کے لے گئے کہیں کہیں اُس میں کام باقی تھا اور سب تیار ہوگئی تھی آپ اُس دیوار کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور خان مذکور کو بہت شاباشی دی اور فرمایا کہ خان بھائی اللہ تعالیٰ فرانسیس کے لشکر کو یہاں نہ لاوے اُدہر سے ادہر ہی دفع کردے اور اگر آوے تو ہم عاجز اور ضعیف بندوں اپنے کو ثابت قدم رکھے اور یہ دیوار کا سنگر تم نے خوب بنوایا ہے اور اس کی آڑ میں خوب لڑنے کا موقع ہے پھر آپ نے وہاں چار جگہ چار پہرے مقرر کئے دو بندوقچیوں کے اور دو تیر اندازیوں کے پھر وہاں سے پنجتار میں آئے اور رات کے لئے چار چور پہرے مقرر کئے دو داہنی طرف درہ پنجتار کے اور دو بائیں جانب اور ان کو حکم دیا کہ جب کہیں یقینی کھٹکا دیکھنا تب بندوق چلاکر دیوار کے پہروں میں آجانا اور فتح خاں کے سوار واسطے شبینے کے مقرر فرمائے اور مولانا محمد اسمعیل صاحب سے کہا کہ جو دیوار فتح خاں نے بنوائی ہے خوب موقع پر ہے مگر اس کے ورے جو موضع تنالی کی آمد کا رستہ ہے اس کا بھی بندوبست ضرور کرنا چاہیئے اگر کوئی بھیدی لشکر مخالفین کو ادہر سے نکال لاوے تو لا سکتا ہے مولانا صاحب نے عرض کی

کہ بہتر کل آپ تشریف لے چلیں اس کا بھی انتظام ہو جاوے پھر اگلے روز بعد نماز فجر آپ مع تمام مجاہدین وہاں تشریف لے گئے اور اُس کے روکنے کا موقع تجویز کیا آخر کو قریب پنجتار کے نالے پر شیشم کے درختوں کے پاس جہاں نماز جمعہ ہم لوگ پڑہتے تھے وہ جگہ پسند آئی کہ نالے کے کنارے سے داہنی جانب کے پہاڑ تک ایک دیوار سنگین بنائی جاوے اور اُس فاصلے کا طول چالیس پچاس گز ہوگا پھر آپنے اُس زمین کے پانچ حصے کئے چار حصے تو اپنی چاروں جماعتوں کو دئے اور ایک حصہ متفرق لوگوں کو اور جماعت خاص کے حصے میں آپ شریک ہوئے اور نالے سے پتھر غازی لوگ لانے لگے اور دیوار بننی شروع ہوئی اور آپنے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں روز غزوۂ احزاب کے بمشورت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرد اپنے لشکر ظفر پیکر کے خندق بنانی چاہی اور تھوڑی تھوڑی زمین ہر جماعت کو تقسیم فرمائی اور ایک حصہ اپنا رکھا پھر سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے مل کر وہ خندق تیار کی سو اُسی طرح ہم بھی واسطے روکنے کفار نابکار کے دیوار بناتے ہیں وہی سنت حضرت خیرالانام علیہ الصلوۃ والسلام کی اللہ تعالی و تقدس نے ہم سے ادا کرائی جو اس کے کاروبار میں شریک ہوگا اور محنت و مشقت اُٹھاویگا عنایت الٰہی سے ویسا ہی ثواب پاویگا یہ بیان آپ کی زبان ہدایت ترجمان سے سُن کر ہندوستانیوں کے صدہا ولایتی آکر شریک ہوئے اور بعضے بعضے بھاری پتھر کئی کئی آدمی اُٹھا کر لاتے تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ اپنے دست مبارک سے ان کو دیوار پر جماتے تھے

پھر کئی روز کے اندر فضل الٰہی سے وہ دیوار بن کر درست ہوئی اُس کے دوسرے یا تیسرے روز ہم لوگ نماز فجر کی تیاری کر رہے تھے یکایک شبینے کے سواروں نے آکر خبر دی کہ فرانسیس لشکر لے کر درے کے اُس طرف تکیہ سے آپہنچا حضرت نے نماز پڑھ کر جلد فراغت کی اور لوگوں کو کمر بندی کا حکم دیا سب مجاہدین نصرت قرین ہتھیار باندھ کر تیار ہوئے تب تک اور زیادہ اُجالا ہو گیا اس میں موضع مانیری اور موضع سواہٹی کی طرف دُھواں اُٹھنے لگا لوگوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بستیوں میں سکھوں نے آگ لگا دی پھر جب وہ لشکر درۂ پنجتار میں آکر داخل ہوا لوگ اُس کے نظر آنے لگے اور درۂ مذکور کے مونہ پر موضع سلیم خاں بھی ہے اُس کو بھی جلا دیا اور اُس موضع مذکور کے میدان میں فرانسیس نے اپنے لشکر کو جمایا اور وہاں سے آگے بڑھا پھر ادھر پنجتار سے حضرت علیہ الرحمۃ سب غازیوں کو لے کر باہر نکلے اور جو دیوار غازیوں نے بنائی تھی وہاں تشریف لے گئے اور سب ملکی لوگ بھی وہیں آکر جمع ہوئے اگلے سنگر پر جہاں چار پہرے آپ نے مقرر کئے تھے مرزا احمد بیگ پنجابی کو سو جوانوں سے وہاں یہ کہہ کر روانہ کیا کہ ان چاروں پہروں کو وہاں جاتے ہی ہمارے پاس بھیج دو اور جب لشکر فرانسیس کا تمہارے قریب آوے تب تم اپنے لوگوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ جانا اور تم ان سے مقابلہ نہ کرنا جب وہ ہم سے آکر مقابلہ کریں تب تم اُتر کر اُن کی پشت مارنا اور فتح خاں سے فرمایا کہ تم تو ہمارے پاس رہو اور اپنے چالیس پچاس

سوار مرزا احمد بیگ کی تقویت کو بھیج دو اور جو تمہارے پیادہ لوگ ہیں
ان کو بائیں جانب کے پہاڑ کے روانہ کرو کہ درہ تتالی کا بند وبست کریں
اور چمل اور بنیر کے لوگوں کو داہنے پہاڑ پر بھیجو اور اُن سب سے کہہ دو
کہ خبردار تم کوئی مقابلہ سکھوں کا نہ کرنا جب ہمارے مقابلے پر آویں اور
جانبین سے لڑائی شروع ہو تب تم اُن کے دونوں طرف سے پہلو مارنا
پھر خان موصوف نے یہی تقریر سب کو سمجھا کر دو پہاڑوں پر روانہ کیا اور
قندھاری اور ہندوستانی اور چند علماء اور سادات وغیرہ اس ملک کے حضرت
علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر رہے اُس وقت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے اُس
مسجد میں جہاں نماز جمعہ پڑھتے تھے کھڑے ہو کر آیت بیعت الرضوان کی
تلاوت فرمائی اور اُس کا ترجمہ کیا اور اس بیعت کے فضائل بیان کیے اور
سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس وقت سب صاحب جو حاضر ہیں حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر اس نیت خالص سے بیعت کریں
کہ انشاء اللہ تعالیٰ زندہ جان آج ہم مقابلہ کفار سے نہ ہٹیں گے یا اُن کو
مار کر فتح پاوینگے یا اسی میدان میں شہید ہو جاوینگے اس میں جو صاحب مشیت
ایزدی سے شہید ہوں گے وہ درجہ شہادت کبریٰ کا پاوینگے اور جو لوگ
زندہ بچیں گے وہ اعلیٰ مرتبے کے غازی ہونگے یہ تقریر مولانا صاحب کی
زبان اعجاز بیان سے سن کر لوگ نہایت بشاش اور حالت سرور میں
ہو گئے اور ہر ایک کو یہی اشتیاق ہوا کہ میں ہی شہید ہو کر سید صاحب کو
چلا جاؤں اور سب واسطے بیعت کرنے کے مستعد ہوئے اول سب کے

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنا ہاتھ حضرت کے دست مبارک پر رکھا بعد
اس کے اور صاحبوں نے رکھے پھر جب ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا وار نہ ملا
تب جنہوں نے ہاتھ رکھے تھے ان کی پشتوں پر اور کندھوں پر لوگوں نے ہاتھ
رکھا اور اُن کے پیچھے والوں نے اُن کی پیٹھوں اور کندھوں پر ہاتھ رکھا
اور حضرت سب کے بیچ میں تھے اسی طور سب نے بیعت کی اور جو الفاظ بیعت
کے حضرت اپنی زبان فیض ترجمان سے بآواز بلند فرماتے تھے وہی سب کہتے جاتے
تھے جب بیعت لینے سے آپ فارغ ہوئے تب سر کھول کر دعا کرنے لگے اور بعد حمد و
ثنائے جناب باری کے ساتھ کمال عجز و زاری کے کہنے لگے کہ الٰہی ہم تیرے بندے
عاجز و ناچار صرف تیری مدد کے اُمیدوار ہیں کہ ہم پر ان کو کافروں کو نہ لا اور
ہم کو اُن کے شر سے بچا اور اگر تیری مشیت ازلی میں لانا ہی منظور ہے تو ہم عاجزوں
اور ضعیفوں کو صبر اور استقامت عطا کر اور اُن کے مقابلے میں ثابت قدم رکھ اور
اُن پر فتحیاب کر اسی قسم کے الفاظ بیشمار اپنی زبان فیض ترجمان سے نکالے تھے
بیان اس کا بعینہٖ ہم لوگوں سے ہونا امر محال ہے اُس دعا کی برکت و اثر کا اُس
وقت یہ حال تھا کہ ہر ایک شخص گویا اپنی ہستی سے گذر گیا تھا اور ہر کسی کا ایک اور
ہی عالم تھا کہ بیان اُس کا حیطہ تقریر اور حیز تحریر سے باہر ہے پھر بعد
فراغ دعا کے ہر شخص آپس میں ایک دوسرے سے گلے لگ کر کمال
اور اشتیاق سے ملنے لگے اور اپنی خطائیں معاف کرانے لگے اور کہنے لگے کہ
اللہ تعالیٰ نے فتحیاب کیا اور ہم کو تم کو زندہ رکھا والا جنت میں اگر اللہ
تعالیٰ ملا دیگا تو ملیں گے اور آپس میں سب نے ایک دوسرے کو وصیت
کی کہ بھائیو جو کوئی شہید ہو جاوے یا زخمی اُس کے اُٹھانے اور
سنبھالنے کا خیال نہ کرنا آگے ہی بڑھنے کا ارادہ رکھنا بعد اس کے

وہیں حضرت علیہ الرحمہ نے پوشاک خنگی پہنی اور ہتھیار لگائے پائجامہ
آپ کا تو سپید تھا اور ارخالق سیاہ سُرمئی سرخ تافتے کی سنجاف لگی
ہوئی اور آبی ٹپکا اور کانگریزی پگڑی جندیری کی سر مبارک پر
باندھے تھے اور آپ کا ساز مع سنگڑ الیمخی تھا اور انگریزی جوڑی
پستور کی اور دونوں میں سابری تسمے لگے ہوئے تھے اور ایک چھری فولاد
ولایتی کہ شیخ غلام علی الہ آبادی نے نذر کی تھی وہ آپ نے کمر میں لگائی
اس کا بھی تسمہ سابری تھا اور ایک تلوار جو ارباب بہرام خاں نے سنہرے
قبضہ اُلٹے کٹورے کی نذر کی تھی وہ آپ نے زیب کمر کی اور پرتلہ اس
کا کاکڑ کا تھا اور بڑے پیر کا رنفل چھوٹا سا تین ہزار اور تین سو کا خرید
جو دیوان عنایت اللہ باشندہ موضع سالار ضلع مرشد آباد کے نے شیخ
باقر علی کے ہاتھ تکیۂ شریفہ پر واسطے نذر آپ کے بھیجا تھا اور آپ کی اجازت
سے میاں دین محمد صاحب اُس کو اکثر باندھا کرتے تھے اُن روزوں
آپ نے میاں دین محمد کو واسطے کسی کام کے ہندوستان میں بھیجا تھا
وہ رنفل وہیں لشکر میں تھا اُس روز آپ نے وہ باندھا اور سب غازی
ہندوستانی اور قندھاری وغیرہ ملاکر آٹھ نو سو ہوں گے ان کو لے
کر دیوار کے قریب گئے اور موقع موقع پر صف باندھ کر سب کو کھڑا
کیا اور سب سے کہا کہ جب تک ہم بندوق نہ چلاویں تم کوئی نہ
چلانا اور جب تک ہم دیوار کود کر اُس پار نہ جاویں کوئی تم میں سے نہ جاوے
اور صف کے آگے آپ ادھر سے اُدھر چہل قدمی کرتے تھے اور یہی کلام فرماتے تھے اور

یہ ہی سب سے فرمایا کہ سب بھائی جن کو سورۂ لایلاف ہو گیا ہو گیارہ بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیں اور اُسی کا ورد رکھیں اور جن کو یاد نہ ہو اُن پر اور بھائی پڑھ کر دم کر دیں یہ فرما کر اپنا زمل تو دیوار سے کھڑا کر دیا اور آپ متوجہ الی اللہ ہوئے اور آپ کے لشکر فیروزی اثر میں تین نشان سیاہ تھے جو خاص جماعت کا نشان تھا اُس کا نام آپ نے صبغۃ اللہ رکھا تھا اور اُس پر اخیر رکوع پارۂ الم کا و من یرغب عن ملۃ ابراھیم سے تمامی پارہ مذکور تک ابریشم سُرخ سے دوختہ تھا اور وہ سیدوا دا ابوالحسن نصیر آبادی کے پاس تھا جس لڑائی میں حضرت علیہ الرحمہ خود تشریف لیجاتے تھے وہاں وہ نشان جاتا تھا اور نہیں تو کہیں نہیں جاتا اور دوسرا نشان جو ابراہیم خاں خیر آبادی اٹھاتے تھے اُس کا نام آپنے مطیع اللہ رکھا تھا اور اُس پر اخیر رکوع سورہ بقر کا للہ ما فی السموات سے آخر تک ابریشم سرخ سے دوختہ تھا اور تیسرا نشان جو محمد عرب کے پاس تھا اُس کا نام آپ نے فتح اللہ رکھا تھا اور اخیر رکوع سورۂ صف کا یا ایھا الذین آمنوا ہل ادلکم علی تجارۃ سے تمامی تک اُس پر ابریشم دوختہ تھا اور محمد عرب آپ کے بڑے مخلص اور نہایت معتقد تھے اور وہ سفر حج میں عرب سے آپکے ہمراہ رکاب آئے تھے ادہر کا تو لشکر ظفر پیکر ساتھ اس انتظام اور بندوبست کے تھا جیسا کہ بالاختصار مذکور ہوا بعد اس کے فرانسیس کی فوج ہزیمت موج کا یوں حال تھا کہ اُدہر موضع سلیم خاں کے میدان سے فرانسیس اپنی فوج شقاوت موج کا پرہ باندہے ہوئے چلا آتا تھا جب موضع تتانی کے برابر

آیا وہاں اُس کی داہنی طرف ایک پہاڑی تھی کچھ فوج ساتھ لے کر
اُس پر چڑھا اور وہاں بیٹھ کر حاضری کھانے لگا تب تک خادے خاں کچھ
سکھوں کو لے کر تُستالی میں گیا اور وہاں کے گھروں میں آگ لگا کر چلا آیا جب
وہ فرانسیس حاضری کھا کر فارغ ہوا تب دوربین لگا کر دائیں بائیں دونوں
پہاڑوں پر اور سامنے درے کے دیر تک خوب نگاہ کرنے لگا اس کثرت سے
ہمارے لشکر کے لوگ دونوں پہاڑوں پر اور سامنے درے کے اُس کو نظر آئے
کہ گھبرا کر رُعب میں آگیا اور خادے خاں سے کہا تم نے ہمارے ساتھ بڑا فریب
کیا اور ہم کو دھوکا دیا یعنی ہم سے کہا کہ وہاں پنجتار میں لوگ تھوڑے ہیں اس
وقت تو داہنے بائیں دونوں پہاڑوں پر اور سامنے درے میں سواروں
اور پیادوں اور نشانوں کے ہم کو کچھ نظر نہیں آتا یہ الزام خادے خاں کو دے
کر اور وہاں سے اپنے لوگ لے کر نیچے اُترا اور فوج اپنی قریب اُس
دیوار سنگین کے لا کر کھڑی کی مرزا احمد بیگ پنجابی موافق تعلیم حضرت علیہ الرحمۃ
کے اپنے لوگ لئے پہاڑ پر چڑھ گئے اور سکھوں نے دیوار گرانی شروع کی مخبر
نے حضرت کو آکر خبر دی کہ سکھ اگلی دیوار گراتے ہیں آپ نے سواروں کو حکم
بھیجا کہ آگے بڑھیں اور مرزا حسین بیگ کو کہلا بھیجا کہ شاہینیں ماریں
اور اُن کو وہیں روکیں پھر سواروں نے گھوڑے آگے بڑھائے اور مرزا
شاہینیں سر کرنے لگے اور دائیں بائیں دونوں پہاڑوں کے بھی ہلہ کر کے
اُترنے لگے ہر طرف سے لوگوں کی یورش دیکھ کر وہ فرانسیس گھبرایا
اور تاب مقابلے کی نہ لایا اور اُس کو یقین کلی ہوا کہ میں ان کی لڑائی میں
فتحیاب نہ ہونگا اور اُس وقت کوئی ڈیڑھ پہر دن چڑھا ہوگا کہ اپنی

فوج ہزیمت موج کو لے کر بے ساختہ ہوش باختہ بھاگا اور لوگوں نے
درہ پنجتار تک اس کا تعاقب کیا اور پیچھا لیا اس میں کئی آدمی اُس کے
واصل جہنم ہوئے اور حالانکہ اس قدر ہماری طرف لوگوں کی کثرت اور
جمعیت نہ تھی کہ اُس نے دوربین سے دیکھ کر خادے خاں سے بیان کئے تھے
یہ محض تائیدِ غیبی اور امدادِ الٰہی تھی جو اس کو نظر آئی اور اُس کی ہیبت
سے فرار کر گیا الغرض جب اُس کے بھاگنے کی خبر مخبروں نے حضرت
علیہ الرحمۃ کو پہنچائی ہم لوگوں کو کمال خوشی ہوئی سب نے وہیں نالے
سے وضو کر کے نماز شکرانے کی ادا کی کہ اللہ تعالیٰ نے ساتھ خیر کے اس بلا
کو دفع کیا پھر حضرت علیہ الرحمۃ اپنے لوگوں کو لے کر وہاں سے پنجتار میں آئے
اُس وقت وہاں کے تمام علماء اور سادات اور خوانین خادے خاں کو
ملامت کرنے لگے کہ اب تو صاف صاف بے شرعی باغی ہوگیا اور یہ تمام
فتنہ انگیزی اُسی کی تھی ہزاروں مسلمانوں کے گھر اس نامراد نے تباہ اور
برباد کرائی پھر اگلے روز سردار فتح خاں نے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض
کی کہ اب تو یہاں سے فرانسیس کو اللہ تعالیٰ نے دفع کیا اب اگر اجازت
ہو تو سب لوگوں کو رخصت کردیویں' آپ نے فرمایا کہ ابھی توقف کرو کہ تحقیق
خبر اُس کی معلوم ہوجاوے کہ ڈیرہ اُس کا کہاں ہے پھر اس کے اگلے
روز شام کو مخبروں نے آکر خبر دی کہ آج فرانسیس اپنے اسباب اور
سامان سے دریائے اباسین اُتر گیا اور خادے خاں کو اُس نے
بہت تسلی دی کہ تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرنا جس وقت تم پر کچھ دباؤ پڑے

خبر کرنا خالصہ جی کی فوج تمہاری کمک کو آویگی یہ خبر سن کر آپ نے
سردار فتح خاں سے فرمایا کہ اگلے روز سب صاحبوں کو رخصت کردو پھر
صبح کو سب لوگ آپ سے رخصت ہو کر اپنی اپنی بستیوں کو گئے اور اُن لوگوں کے
کھانے پینے کا بیاں جو ہم نے نہیں کیا سبب اُس کا یہ ہے کہ اُس ملک کا دستور
ہے کہ وہ لوگ جہاں کہیں واسطے غزا لڑائی کے جمع ہوتے ہیں تو اپنے اپنے گھروں سے
چار چار یا پنج پانچ روز کا آٹا وغیرہ لاتے ہیں اور آپ ہی پکا کر کھاتے ہیں اور
لڑتے ہیں بلانے والے کے ذمہ پران کے کھانے کا بار نہیں ہوتا فقط پھر اس کے کچھ دنوں کے
بعد چاند رمضان المبارک کا دیکھا گیا اور سفر ہجرت سے یہ چوتھا رمضان تھا
چنانچہ پہلے رمضان کا چاند مالپوری میں دیکھا تھا اور عید مرکوٹ اور پالے
کے درمیان میں ہوئی تھی اور دوسری رمضان کا چاند موضع خیدلئی علاقہ پنجتار
میں دیکھا تھا اور عید کوٹی گرام ملک ملک سوات میں ہوئی تھی اور تیسری رمضان
کا چاند خاریٹ خیل میں جو اقع ملک سوات میں ہے ہوئی تھی اور عید بھی وہیں
ہوئی اور چوتھی رمضان کا چاند یہ پنجتار میں دیکھا جس کا مذکور ہے الغرض ختم
قرآن مجید کا حضرت علیہ الرحمۃ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے سنا بعد اس
کے آپ نے کسی معتبر آدمی کو خادے خاں کے بلانے کو بھیجا کہ یہاں آؤ
تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں پھر وہ آدمی خادے خاں کے پاس گیا اور حضرت کا
پیغام پہنچایا اور وہاں سے جواب لایا اور حضرت سے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں
کہ پنجتار میں ہمارا آنا نہ ہوگا اگر آپ موضع سلیم خاں پر تشریف لاویں

تو وہاں ہم آسکتے ہیں یہ سُن کر آپ اگلے روز پنجتار سے کوچ کرکے کوئی تین سو آدمیوں سے سلیم خاں میں گئے اور وہیں قریب درے کے ڈیرہ کیا اور ایک آدمی خادے خاں کے بلانے کو بھیجا کہ ہم موافق تمہارے کہنے کے سلیم خاں میں آئے ہیں تم بھی یہاں آؤ اور کسی بات کا خطرہ اپنے دل پر نہ لاؤ پھر چوتھے یا پانچویں روز خادے خاں پچاس ساٹھ سواروں اور چار سو پیادوں سے باسامان جنگی تیار ہو کر آیا اور باہر درۂ پنجتار کے میدان میں کھڑا ہوا ادہر سے حضرت نے تیاری کی کہ ہم وہاں جا کر ملاقات کریں مولانا محمد اسمعیل صاحب نے عرض کی کہ آپ کا جانا وہاں مناسب نہیں اس سے تو مجھکو اجازت ہو یہ بات مولانا صاحب کی سب کو پسند آئی پھر آپ نے مولانا صاحب کو چند باتیں سمجھا کر دو سو غازیوں سے بھیجا اور سو غازی اپنے پاس رکھے درے ایک ~~سنتی~~ کوس کے فاصلہ پر اپنے لوگوں سے خادے خاں کھڑا تھا اس کے ورے ایک بندوق کی گولی پڑنے کی زد پر مولانا صاحب اپنے غازیوں کو لے کر کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ کامل آخوند زادے اور مولوی ملک الرحمن تورو کے اور ایک مولوی اور موضع ڈاگئی کے تھے ان تینوں کو واسطے بلانے خادے خاں کے بھیجا اُنھوں نے خان موصوف سے جا کر کہا کہ مولانا صاحب کو سید بادشاہ نے سلیم خاں سے تمہاری ملاقات کو بھیجا ہے سو وہ تم کو بلاتے ہیں خادے خاں نے کہا کہ جو سید بادشاہ کی طرف سے مولانا صاحب کو باتیں کرنی منظور ہیں تو وہ دو چار آدمیوں سے آویں ادہر سے

میں دو چار آدمیوں سے چلونگا اور وہاں تو میں نہیں جانے کا اُنھوں نے
آکر یہ حال مولانا صاحب سے بیان کیا آپ چار قرابینچی لے کر تیار ہوئے اور
غازیوں نے کہا اس طرح چار آدمیوں سے آپ کو ہم نہ جانے دینگے وہ
شخص بڑا فریبی دغاباز ہے خدا جانے وہاں کیا واقعہ پیش آوے ہم بھی چلینگے
مولانا صاحب نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ہم کو کسی چیز کا اندیشہ
نہیں اور تم اس وقت اس کار خیر میں حارج نہ ہو یہ کلام سُن کر سب خاموش
ہو رہے اور آپ انھیں چار غازیوں سے تشریف لے چلے اودھر سے چار پانچ
آدمیوں سے خادے خاں بھی آیا ایک جگہ میدان میں دونوں صاحب تھوڑی دیر
بیٹھے اور کچھ گفتگوے مختصر دونوں میں ہوئی پھر مولانا صاحب اپنے آدمیوں سے
اس طرف سلیم خاں سے حضرت کے پاس آئے اور خادے خاں اپنے لوگوں میں گیا
اور وہاں سے ہنڈ کو روانہ ہوا ہم لوگوں نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے پوچھا
کہ وہاں مولانا صاحب اور خادے خاں سے کیا کیا باتیں ہوئیں اُنھوں نے کہا کہ
وہاں تو فقط اتنا ہی کلام ہوا اور کچھ نہیں کہ مولانا صاحب نے حضرت کی طرف سے
کہا کہ خادے خاں ہم کو تم سے یہ اُمید نہ تھی کہ تم مسلمانوں پر کفار کو چڑھا
لاؤ گے اور اُن کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کرو گے اب تم نے بالکل
بغاوت پر کمر باندھی اب یہی خیر ہے کہ ان کی شراکت سے توبہ کرو اور دائرہ
شریعت سے قدم باہر نہ دھرو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے تمہارا اسعاف
کریگا اور نہیں تو دنیا میں بھی ذلیل اور رُسوا ہو گے اور آخرت میں بھی اُس نے

کہاکہ مولانا صاحب خفانہ ہونا ہم لوگ رئیس اور حاکم ہیں سید بادشاہ کی طرح ملا مولوی نہیں ہیں ہماری شریعت جدی اور اُن کی جدی اُن کی شریعت پر ہم پٹھان لوگ کب چل سکتے ہیں اور بار بار سید بادشاہ کیوں ہمارے درپے ہیں ہمارے حق میں جو کچھ اُن سے ہو سکے درگذر نہ کریں یہ کلام کرکے وہ اُس طرف چلا گیا اور مولانا صاحب ادہر تشریف لائے فقط حضرت علیہ الرحمۃ اس روز وہاں سلیم خاں میں رہے اگلے روز سب کو لے کر وہاں سے پنجتار میں تشریف لائے اور باقی رمضان بھر وہیں رہے اور وہیں عید بھی کی پھر اس کے کئی مہینے کے بعد مبین خاں اور اُن کے بھائی میر خاں شدم سے پنجتار میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور بطور نالش کے منصور خاں چار گلی والے کی شکایت کی یعنی ہمارے ملک کے تربوروں کا یہ دستور ہے کہ ایک گاؤں ایک کے پاس ہے اور دوسرا گاؤں دوسرے کے پاس اور ان دونوں گاؤں میں ایک زیادہ فائدہ کا ہے اور دوسرا کم فائدہ کا اور موافق حصے کے دونوں تربور برابر فائدہ لیا چاہیں اس واسطے ویش مقرر ہے یعنی بدلی کرنا مثلاً جو دو برس فائدے والے گاؤں میں رہے وہ دو برس کم فائدے والے گاؤں میں بھی رہے سو منصور خاں ہمارا تربور ہے اور چار گلی اور کڑپالی سے ویش ہوا کرتا ہے اب کی سال چار گلی میں آنا ہمارا وار ہے اور کڑپالی میں جانا منصور خاں کا وار ہے سو منصور خاں ان روزوں ہم سے زور آور زیادہ ہے اور ہم کمزور ہیں اس سبب سے بدلی نہیں کرتا سو اس کا تصفیہ منصور خاں کو بلا کر آپ کر دیویں آپ نے ان کی تسلی کی اور فرمایا کہ اب تو تم اپنے مکان

کو جاؤ بعد چند روز کے ہم امان زئی کی گڑہی میں جاوینگے انشاءاللہ تعالیٰ
وہیں لوگوں سے دریافت کر کے تمہارا فیصلہ کردینگے یہ بات سن کر وہ دونوں
بھائی آپ سے رخصت ہوکر اپنے مکان کو گئے پھر بعد چند روز کے حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے پنجتار سے کوچ کی تیاری کی جو لوگ لشکر میں مریض
یا سفر کرنے سے معذور تھے ان کو تو پنجتار میں رہنے دیا باقی سب مجاہدین کو
لے کر کوچ کیا اور فتح خاں کو بھی ساتھ لیا اس روز جاکر شیوہ میں رہے
آنند خاں اور تشکار خاں نام دو بھائی جو وہاں کے خان تھے اُنھوں نے مع
لشکر آپ کی دعوت کی اس کے اگلے روز وہاں سے آپ نے کوچ کیا اور آنند خاں
اور تشکار خاں کو بھی ساتھ لیا اور جاکر امان زئی کی گڑہی میں داخل ہوئے سرور خاں
نام وہاں کا خان تھا اس کی مسجد میں ساتھ جماعت خاص کے اُترے اور
باقی لشکر کو اور مسجدوں اور حجروں میں اُتارا حضرت علیہ الرحمۃ کے خاص باورچی خانے
کا خرچ تو سرور خاں نے اپنے ذمہ لیا اور باقی لشکر کی دعوت موافق دستور
ملک کے رعایا کے ذمے ہوئی یعنی جس جس مسجد اور حجرے میں مجاہدین اُترے
تھے اُسی علاقہ کے لوگوں نے چار چار یا پانچ پانچ مہمان تقسیم کر لئے پھر اس
کے اگلے روز آپ نے سرور خاں سے فرمایا کہ بابت دِشِیں چار گلی کے مبین
خاں اور مغفور خاں نے ہم سے نالش کی ہے سو اس کا حال دریافت کر کے ان
کے درمیان کی نزاع مٹانی ضرور ہے سو تم ہماری طرف سے اپنی معرفت اس
اطراف اور نواح کے خوانین کو بلوالو اور مبین خاں اور مغفور خاں کو بھی یہیں
بلوالو اور یہ قضیہ طے ہو جاوے تو خوب ہو پھر خان موصوف نے اپنے نامے

جابجا بھیجے اور وہاں کے خانزں کو بلوایا ایک دو روز میں سب آکر حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوئے اور مبین خاں اور میر خاں مدعی اور منصور خاں مدعا علیہ بھی آئے پھر آپ نے مجلس سے الگ منصور خاں کو بٹھا کر فرمایا کہ مبین خاں اور میر خاں نے بابت بدلی کرنے موضع چارگلی کے ہم سے تمہاری نالش کی ہے کہ منصور خاں ہمارے ترپور ہیں اور ایکی سال چارگلی میں آنے کا ہمارا وارہے اور گھڑیالی میں جانے کا منصور خاں کا وار ہے اور چارگلی میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور گھڑیالی میں کم اس سبب سے منصور خاں ہم پر زیادتی کرتے ہیں اور بدلی کرنا نہیں مانتے ہیں سو یہ کیسا معاملہ ہے حال مفصل اس کا ہم سے بیان کرو اس کے جواب میں منصور خاں نے کہا کہ مبین خاں سچ کہتے ہیں بات یوں ہی ہے مگر ہمارے ملک میں (کے فرنوں میں) یہ بھی ہوتا ہے کہ ہمیشہ بدلی کرتے رہتے ہیں اور جب چاہتے ہیں تب نہیں بھی کرتے ہیں اگر میں اس میں کچھ خلاف کہتا ہوں تو آپ اس کا حال خوانین سے دریافت کرلیں اور کئی بستیوں کے ترپوروں کا نام لیا کہ فلانے فلانے خان نے فلانے فلانے گاؤں کے نہیں بدلی کی جس میں بدلی کرکے آئے اسی میں اب تک موجود ہیں اسی طرح میں بھی نہیں بدلی کرتا ہوں آگے آپ کو اختیار ہے جیسا آپ فرماویں اس سے عدول نہ کرونگا جو حال اور دستور یہاں کا ہے اُس سے میں نے آپ کو اطلاع کردی۔ پھر آپ منصور خاں کو لے کر مجلس میں آئے اور سب حاضرین مجلس کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ ہم نے تم صاحبوں کو واسطے تحقیقات قانون اس ملک تمہارے کے بلایا ہے مبین خاں اور میر خاں نے معلوم کرلیا اب بات یہ ہے کہ اگر تم دونوں صاحب ہمارے فیصلے

کرنے پر راضی ہو تو ہم موافق حکم خدا اور رسول کے فیصلہ کر دیں دونوں صاحبوں نے
سر مجلس سب کے روبرو اقرار کیا کہ ہم راضی ہیں کسی طور حکم خدا اور رسول کے
باہر نہیں ہونگے پھر پہلے آپ نے منصور خاں سے کہا کہ خان بھائی حق بجانب
مبین خاں کی ہے اور تمہاری زیادتی ہے اس طور پر ور کسی کا حق دبا لینے سے
اپنا نہیں ہو جاتا اور یہ کارخانہ دنیا چند روزہ ہے محض بے ثبات اور لا اصل
مسلمان کو لحاظ باز پرس آخرت کا ضرور چاہئے وہاں ذرہ ذرہ چیز کا ہر
کسی سے مواخذہ ہونا ہے سو اب تم چارگلی کو چھوڑ دو گھڑیالی کو چلے جاؤ اس میں
مبین خاں آ دیں اگر اللہ تعالٰی نے اپنی عنایت بے غایات سے ہم کو ملک کفار
پر فتحیاب کیا تو ایسے ایسے بہت گاؤں ہم تم کو دیوینگے منصور خاں نے عرض کی
کہ آپ کا فرمانا بہر طور مجکو قبول ہے میں چارگلی سے دست بردار ہوا اور باوجودیکہ
منصور خاں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا بڑا مخلص بے ریا اور محب باوفا اور
معتقد فرماں بردار مطیع جان نثار تھا کہ اول سے آخر تک الکے آئین پر آپ
کا معاون اور مددگار رہا یہ بات کسی کے خیال میں نہ تھی کہ حضرت چارگلی
منصور خاں سے مبین خاں کو دلادیوینگے پھر آپ نے مبین خاں سے فرمایا کہ خان
بھائی حق تمہارا ہے تم گھڑیالی سے چلے آؤ اپنی چارگلی پر قبضہ کر لو اور دونوں
کو اُسی مجلس میں سب کے سامنے ملادیا کہ آپس میں قصہ قضیہ نہ کرو اتفاق
سے رہا کرو پھر آپ نے دعا خیر کی اور اُس کے اگلے روز سب کو ساتھ لے کر
گھڑیالی کو گئے اور منصور خاں کا اس پر قبضہ کرا دیا اس روز منصور خاں نے
موافق دستور اس ملک کے سب کی دعوت کی اور وہاں حضرت نے ان کے لئے

دعا کی کہ تم نے موافق خدا ورسول کے فیصلہ قبول کیا اللہ تعالیٰ تم کو اسی بستی میں برکت کریگا پھر اس کے اگلے روز وہاں سے سب کو ہمراہ لئے ہوئے چارگلی میں تشریف لے گئے اور اس پر مبین خاں اور میر خاں کا قبضہ کرا دیا وہاں آپ نے دو مقام کئے اور وہاں کے سب لوگوں نے موافق دستور کے سب کی عزت کی پھر وہاں سے تیسرے روز مبین خاں اور میر خاں کے سدم میں لے گئے وہاں حضرت علیہ الرحمۃ نے بیس یا اکیس مقام کئے اور حضرت علیہ الرحمۃ پنجتار میں تشریف رکھتے تھے تب سے مولوی امیر الدین ولایتی کبھی کبھی حضرت سے خفیہ مشورہ کرکے موضع تنگی کو جایا کرتے تھے اور اسی طور گاہ گاہ چار یا پنج آدمی تنگی کے حضرت کے پاس آیا کرتے تھے مگر ہم لوگوں کو اس کا بھید نہیں معلوم تھا کہ مولوی امیر الدین تنگی میں کیوں جاتے ہیں اور تنگی والی پنجتار میں کس لئے آتے ہیں اور وہی چار یا پنج آدمی تنگی والے وہاں سدم میں بھی آئے تھے اب تک بھی ہم لوگوں کو اس کا مفصل حال معلوم نہیں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ حال تب ہم کو معلوم ہوا جب کہ ایک روز حضرت نے اپنے ہمراہ کے خانوں سے مصلحۃً پوچھا کہ بہت روزوں سے یہ کئی آدمی موضع تنگی سے ہمارے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سے ہماری بستی میں درانیوں کا عمل ہوا ہے تب سے ہم لوگوں کو ستاتے ہیں اور اب کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے تمام بستی والوں کو کوشش کرکے ملایا ہے اگر آپ کچھ مجاہدین ہمارے ہمراہ کر دیں تو ہم اپنی بستی پر آپ کا قبضہ کرا دیں اس سے پیشور کا رستہ بھی کھل جائیگا پھر آپ تو اپنی

جگہ پر بیٹھے رہیں پیشور جانے اور ہم جائیں سو تم صاحب اس امر میں کیا
صلاح دیتے ہو سب نے آپس میں مشورت کر کے عرض کی کہ بات تو بہت
خوب ہے ضرور آپ ان کے ہمراہ لوگ بھیجیں پھر آپ نے اُن کے کہنے
سے لوگوں کے بھیجنے کی تیاری کی اور اس کے اگلے روز اپنے لشکر ظفر پیکر سے
اچھے اچھے آدمی کوئی تین سو انتخاب کئے اور اُن سب پر مولانا محمد اسمعیل صاحب
کو امیر کیا اور ارباب بہرام خاں اور مولوی امیرالدین صاحب کو فرمایا کہ تم بھی مولانا
صاحب کے ہمراہ جاؤ بعد نماز عشا کے مولانا صاحب کو دعا کر کے اول رخصت
فرمایا کہ تم بستی کے باہر فلانی جگہ چل کر ٹھہرو پیچھے سے ہم سب کو بھیجتے ہیں پھر
مولانا صاحب وہاں گئے تب آپ نے دس دس پندرہ سب غازی روانہ فرمائے
پھر وہاں سے چلتے چلتے ایک جگہ پانی تھا وہاں سب نے وضو کر کے فجر کی نماز
پڑہی پھر وہاں سے روانہ ہوئے پہر سوا پہر دن چڑہے ایک بستی کے
ورے ایک نالہ تھا وہاں جا کر ٹھہرے اور وہیں سب نے اپنی اپنی روٹی کھائی
اور وہیں سے تنگئی والوں نے دو آدمی اپنے آگے روانہ کروئے کہ تم جا کر
لوگوں سے خبر کرو کہ چھاپا آپہنچا پھر اس نالے میں ہم سب لوگ وقت
عصر تک لیٹے بیٹھے رہے پھر نماز عصر کے پڑہ کر وہاں سے کوچ کیا چلتے
جاتے پھر رات گئے کے ورے ورے ایک جگہ پہنچے کہ وہاں سے موضع
تنگئی کوئی پاؤ کوس ہوگا دو یا تین آدمی تنگی والے جو ہمارے ہمراہ

تھے اُنہوں نے ہم لوگوں کو تو وہیں کھڑا کیا اور آپ آگے بڑھے وہاں سے کوئی تیس چالیس قدم پر چار سو زرہ پوش نیزے باندھے ہوئے ہم لوگوں کا انتظار کر رہے تھے ان کے پاس گئے اور اُن سے کچھ باتیں کر کے ان کو بلایا اور ہم لوگوں سے کچھ دُور ان کو کھڑا کیا اور یہاں سے مولانا محمد اسماعیل صاحب اور ارباب بہرام خاں اور مولوی امیر الدین صاحب وغیرہ کو اُن کے پاس لے گئے اور بہت دیر تک اُن سے اور اُن سے آپس میں باتیں ہوا کیں اور ہم سب وہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہے ہم لوگوں کو تردد ہوا کہ وہاں کیا باتیں ہو رہی ہیں اس میں میاں دین محمد صاحب چند غازیوں کو لے کر وہاں گئے کہ چل کر سنیں تو کیا گفتگو ہو رہی ہے اور قریب جا کر کھڑے ہوئے وہ لوگ مولانا صاحب سے یہ کلام کر رہے تھے کہ جن لوگوں کی صلاح اور مشورت سے ہم نے آپ کو بلایا تھا اُن سب نے ہم کو صاف صاف جواب دیا اور سب جا کر درانیوں سے مل گئے اگر ہم آپ کو وہاں لے چلیں تو سوائے بربادی اور خرابی ہم لوگوں کے اور کچھ نہیں حاصل ہوگا اب یہی ہم لوگوں کی صلاح ہے کہ آپ اپنے لوگوں کو لے کر ملیٹ جاویں اُنہوں نے تو ہم سے فریب کیا مگر ہم آپ کے قصور مند ہیں آپ ہم کو جو چاہیں سو کریں صبح کو ہم بھی دہیں آ کر حاضر ہوں گے یہ تقریر پر تزویر سُن کر مولانا صاحب نے اُن سے غصہ ہو کر فرمایا کہ تم جھوٹے ہو یہ تمام شرارت اور دغابازی تم ہی لوگوں کی ہے کہ ہم لوگوں کو اتنی دور سے بلا کر حیران اور سرگرداں کیا اور اپنا مطلب نکال

کر ہم کو صاف جواب دیا بیشک تم لائق تعزیر اور ملامت کے ہو اس میں
میاں دین محمد صاحب کو تاب نہ آئی غصہ ہو کر کہنے لگے کہ مولانا صاحب کیسی
تعزیر اور کہاں کی ملامت میں ان نامعقولوں کو مشکیں باندھ کر سُدم میں سید صاحب
کے پاس لیجاؤنگا اور محمد عرب سے پکار کر کہا کہ جلد میرے گھوڑے کی پچھاڑی لا
اور اُن کی مشکیں باندھ یہ سُن کر دس بندرہ غازی تیار ہو کر میاں دین محمد صاحب
کے پاس آئے اس عرصے میں ارباب بہرام خاں اور مولوی امیرالدین وغیرہ
نے آکر کہا کہ بھائی دین محمد یہ کیا حرکت کرتے ہو یہ بات تم کو مناسب نہیں امیر کی
صلاح کے موافق کام کرو اُنھوں نے کہا کہ اگر اس میں کچھ الزام اور بدنامی ہو وہ
میرے ذمے اور جو حضرت کے سامنے نیکنامی اور خیرخواہی ہو وہ تمہارے لئے مگر
امیر کی اطاعت کے لئے میں ناچار ہوں والا اس کی جواب دہی تو میں حضرت سے کر
لیتا پھر مولانا صاحب اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر وہاں سے طرف سُدم کے
روانہ ہوئے جس نالے میں آتے ہوئے ٹھہرے تھے وہیں آکر پھر ٹھہرے موسم
برسات کا تھا کچھ لوگ تو نالے کے پار اُتر گئے تھے اور کچھ باقی اسی پار تھے اس
عرصے میں ہر طرف سے سیل آیا نالہ بھر گیا جو لوگ اُتر گئے تھے وہ اُس پار
رہے اور جو نہیں اُترے تھے وہ اس پار رہے ایک دن اور ایک رات
وہاں سب لوگ رُکے رہے جب پانی نالے کا پایاب ہوا تب باقی
لوگ وہ بھی اُترے اور وہاں سے روانہ ہوئے آتے آتے مع الخیر
سُدم میں حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوئے آپ

نے وہاں کا حال پوچھا مولانا صاحب نے اول سے آخر تک جو کچھ معاملہ گذرا تھا حضرت بہت ناخوش ہوئے کہ اتنے مہینوں سے وہ نامعقول آتے جاتے تھے بڑے فریبی اور دغاباز نکلے حافظ امام الدین مصطفیٰ آبادی عرف رامپوری اور محمد عرب وغیرہ نے آپ سے عرض کی کہ وہاں دین محمد نے تو غصہ ہو کر کہا کہ میں ان چاروں یا پانچوں دغابازوں کو مشکیں باندھ کر سید صاحب کے پاس لیجاؤنگا اگر آپ خفا ہونگے تو مجھ پر ہونگے کوئی اس میں تو بولے مگر دو چار شخص ارباب بہرام خاں وغیرہ مانع ہوئے کہ ایسا نہ چاہیئے پھر وہ خاموش ہو رہے آپ نے فرمایا کہ دین محمد نے خوب تدبیر کی تھی اُن فریبیوں کی یہی سزا تھی مگر خیر جو کچھ ہوا سو ہوا پھر اس کے کئی دن کے بعد مبین خاں نے آپ سے عرض کی کہ یہاں سے کوس سوا کوس پہاڑ کا درہ ہے وہاں تشریف لے چلئے پھر دوپہر میں سیر کر کے چلے آئیے آپ نے کہا بہت خوب چلیں گے پھر اگلے روز بعد نماز فجر کے آپ دو ڈھائی سو غازیوں سے مبین خاں کے ساتھ تشریف لے چلے جب جا کر اس درہ کے نزدیک پہنچے وہاں پہاڑ پر بہت مکان پرانے خدا جانے کس مدت کے بنے ہوئے تھے نظر آئے آپ نے پوچھا کہ یہ مکان ویران کس کے ہیں مبین خاں نے عرض کی کہ ہم لوگ اپنے بزرگوں سے سنتے آتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں یہاں کفار لوگ رہتے تھے یہ ان کے بنائے ہوئے مکان ہیں اور یہ بھی سنتے آتے ہیں کہ یہاں جو ایک غار ہے اُس میں انھیں اگلے لوگوں کفار کا بہت سا

خزانہ ہے اگر آپ چاہئے تو وہاں بھی تشریف لے چلئے آپ نے فرمایا خان
بھائی اس بات کا کچھ تعجب نہیں اللہ تعالیٰ کے زمین ہے بیشمار ہر جگہ اس
میں خزانے اور دفینے ہیں وہاں جانے کی اور دیکھنے کی کچھ حاجت نہیں
اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بہت خزانے میں بھی جانتا ہوں کہ فلانی فلانی جگہ
مدفون ہیں میرا تو کارخانہ صرف توکل پر ہے میں طالب اللہ تعالیٰ کی رضامندی
کے خزانے کا ہوں اس کے روبرو سارے خزانے ہیچ اور بے اصل ہیں پھر کچھ
دیر ادہر اُدہر کی سیر کر کے اپنی جائے اقامت پر تشریف لائے **بیان شبخون**
ہنڈ کا جس میں خادے خاں مارا گیا جب چھاپا موقع تنگی
سے پلٹ کر موضع سدم میں آیا اس کے کئی روز کے بعد وہیں سدم
میں حضرت علیہ الرحمۃ بستی کے کنارے بہین خاں سے کہہ کر کسی کی ایک
حویلی خالی کرائی اور یہ مشورہ کیا کہ چار دن جماعت کے واسطے ایک
ایک سیڑھی بنائی جاوے تو خادے خاں پر چھاپا بھیجیں پھر اسی حویلی کے
گرد کئی پہرے مقرر کر دئے اور گھائیوں کو بلا کر چیڑ کی لکڑی کی سیڑیاں
چار چار ہاتھ کی لمبی اور دو دو ہاتھ کی چوڑی قلابے دار بنانے کا حکم دیا اور
یہ خفیہ معاملہ سوا دو چار امانت دار شخصوں کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہاں اس
حویلی میں کیا ہوتا ہے پھر کئی روز میں وہ چاروں سیڑیاں بن کر درست
ہوئیں تب آپ نے اپنی چاروں جماعتوں سے کچھ اوپر پانسو نمازی چست و
چالاک بہادر وجرار آزمودہ کار انتخاب کئے اور ہم لوگ کوئی سوا چند آدمیوں
کے واقف نہ تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے پھر آپ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور

ارباب بہرام خاں کو اُن کا نائب اور مولانا صاحب سے سب کو سنا کر فرمایا کہ تم
امان زئی کی گڑہی میں سو کر جانا پیچھے سے ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ بیچار کو آتے
ہیں اور اپنے باورچی خانے کا اسباب اور سامان بھی خچروں پر لدوا کر اُن کے
ساتھ کر دیا اور تسلیتوں میں لپیٹ کر وہ چاروں سپہ سالار دو اونٹوں
پر لدوائیں اور اُن اُونٹوں کو ارباب بہرام خاں کے ساتھ کیا پھر اس کے
اگلے روز بعد نماز فجر کے دعا کر کے سب صاحبوں کو رخصت فرمایا پھر وہاں
سے کوس سوا کوس چل کر آٹھ دس آدمیوں سے دونوں اونٹوں کے ساتھ
ارباب بہرام خاں نے مولانا صاحب سے مشورہ کر کے شیوے کا رستہ لیا اور
مولانا صاحب طرف امان زئی کی گڑہی کے روانہ ہوئے اور اُس روز
جا کر وہیں رہے اور ارباب بہرام خاں جا کر شیوے میں اُترے اُس کے
اگلے روز مولانا صاحب وہاں سے کوچ کر کے چھ سات گھڑی دن چڑھے
موضع ترکئی میں جا داخل ہوئے اور اُدہر سے ارباب بہرام خاں بھی شیر سیو
کے اونٹ لے کر وہیں آ کر ملے اور اُسی روز حضرت علیہ الرحمۃ والسلام
سے منصور خاں کے ہمراہ گھڑیالی میں تشریف لائے پھر وہاں ترکئی میں
مولانا صاحب نے سب لوگوں میں دو دو وقت کا آٹا تقسیم کرایا اور
سب سے تاکید فرمایا کہ سویرے دو دو وقت کی روٹیاں پکا کر تیار
ہو رہو آج بعد نماز مغرب کے کوچ ہوگا پھر موافق فرمانے آپ
کے سب نے روٹیاں پکا کر فراغت کی پھر بعد نماز مغرب کے سب نے
وہاں سے کوچ کیا اور ہنڈ وہاں سے گیارہ بارہ کوس تھا کوئی دو

کوس پنجتار کی جانب چل کر ایک جگہ ٹھہرے اور وہیں نماز عشا کی سب
نے پڑھی پھر دونوں اونٹ جن پر سیڑھیاں تھیں اور جن جن کے پاس
گھوڑے ٹٹو تھے چند آدمیوں کے ساتھ پنجتار کو روانہ کر دئے سب لوگ پیدل
پنجتار کا رستہ چھوڑ کر جماعت والوں نے لی رستہ جنگل کا تھا اور اندھیری
رات، لوگوں نے بہت تکلیف پائی آخر شب جاتے جاتے پچھلے پہر موضع لاہور
اور ہنڈ کے درمیان میں پہنچے اور سب اکٹھا ہو کر آگے ایک نالے پر گئے وہاں
سے ہنڈ کو کوس یا سوا کوس تھا تھوڑی دیر مولانا صاحب وہاں ٹھہرے لوگ
نالے میں پانی پینے لگے کوئی جائے ضرور گئے پھر مولانا صاحب پچاس ساٹھ
غازیوں سے آگے بڑھے اور سب لوگوں سے کہا کہ تم بھی جلد ہمارے پیچھے
چلے آؤ محمد بیگ جو خادے خاں کے رشتہ داروں میں تھا وہی ہم لوگوں
کا راہبر تھا اور خادے خاں پر کسی خون کی بابت اُس کا دعویٰ تھا اور
حضرت علیہ الرحمۃ کا بڑا معتقد اور بڑا رفیق تھا سو اس کو ہمراہ لے کر مولانا
صاحب تو آگے گئے اور شیخ ولی محمد صاحب بھی آپ ہی کے ساتھ تھے ایک
گولے کی زد پر ہنڈ کے نزدیک جو تالاب ہے وہاں جا کر ٹھہرے اور پچھلے لوگوں
کی انتظار کرنے لگے کہ سب آلیویں تو آگے چلیں اور یہاں یہ لوگ نالے سے
نکلتے ہی رستہ بھول گئے نہ تو کوئی مارے تاریکی کے ایک دوسرے کو دیکھتا
تھا اور نہ کوئی کسی کو پکار سکتا اسی سبب سے جو جس طرف چلا اسی
جانب گیا نہ میری تم کو خبر نہ تمہاری مجھکو اور صبح کاذب ہونی شروع

ہوئی مولانا صاحب کو تشویش ہوئی کہ اب رات قدرے باقی ہے اور
پچھلے لوگوں کا پتہ نہیں کہ اُسی نالے میں ہیں یا کسی اور طرف رستہ بھول کر
چلے گئے اور چاروں سیڑھیاں انھیں کے پاس ہیں اب نہ تو پیچھے ہٹا جاتا
ہے اور نہ یہاں رہا جاتا ہے آخر الامر آپ نے لوگوں کے پانچ غول کئے ان
میں سے ایک غول تو اپنے پاس ہی تالاب پر رکھا اور چار غول شیخ ولی محمد صاحب
کے ساتھ کئے کہ تم توخدا پر توکل کر کے ان کو لے کر چلو اور رستہ میں جہاں
جہاں مناسب جاننا وہاں ایک ایک غول بٹھا دینا اور ایک غول لے
کر تم قلعہ کے دروازے کی بغل میں چھپ کر بیٹھنا اور محمد بیگ کو بھی
اپنے ساتھ رکھنا اور جو تدبیر مناسب جانی شیخ صاحب کو بتائی اور
کہہ دیا کہ جس وقت تمہاری کسی کی بندوق یا قرابین چلے ہم کو فوراً
وہیں اپنے پاس ہی جاننا اور اس عرصہ میں اگر پچھلے لوگ آ گئے تو اُن کو
بھی لیتے آوینگے پھر شیخ صاحب مولانا صاحب سے رخصت ہو کر چلے اور
وہاں قلعہ کے دروازے پر دو کھیت گنوں کے تھے اور رستہ ان دونوں
کے بیچ میں ہو کر تھا پھر شیخ صاحب نے جا کر ایک غول کو اول کونے پر
بائیں طرف کھیت مذکور کے بٹھایا اور کہہ دیا کہ جب قلعہ میں بندوق
یا قرابین چلے آواز کے سنتے ہی باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے چلے آنا کسی
کا رستہ نہ دیکھنا پھر آگے چل کر پچیس تیس قدم پر دوسرا غول اُسی
جانب اُسی کھیت میں بٹھایا اور اسی طرح ان کو بھی سمجھا دیا اور محمد بیگ

اور آپ ایک غول لے کر قلعہ کے دروازے کی بغل میں اُسی کھیت کے
کونے پر گنوں میں چھپ کر بیٹھے اس عرصہ میں صبح صادق ہونے لگی اور ایک
گدھا قلعہ کے اندر بولا اور قلعہ کی مسجد میں اذان ہوئی اس عرصہ میں ایک
طالب العلم اندر سے دروازے پر آیا اور چوکیدار سے کہا کیواڑ کھول میں
حاضر ہو جاؤنگا اُس نے کہا کہ آج بہانہ چھاپا آنے کی خبر شام سے تھی
سو میں بے حکم خادے خاں کے کیواڑ نہ کھولونگا اُس نے کہا اب تو فجر
کی اذان ہوگئی چھاپا آنا تو رات کو آتا اب کیا رات ہے اُس نے ایک اور آدمی
سے کہا کہ کوٹھے پر چڑھ کر ادہر ادہر میدان میں دیکھ تو کہیں کوئی لوگ تو
نظر نہیں آتے اُس نے کوٹھے پر چڑھ کر ادہر ادہر خوب نگاہ کی اور کہا کوئی
کسی طرف نہیں معلوم ہوتا اور اب تو فجر ہوگئی اور یہ سب باتیں شیخ ولی محمد
صاحب اور اُن کے لوگ وہیں کھیت کے کونے پر بیٹھے سُن رہے تھے اس
میں چوکیدار نے زنجیر کھولی اور تھوڑا سا کواڑ سرکایا وہ طالب العلم دروازے
سے نکل کر بائیں طرف چلا گیا اگر کھیت کے کونے کی طرف جاتا تو لوگوں کو
دیکھ لیتا اس کے بعد ایک ہلواہا ہل کندھے پر دھرے دو بیل لئے اندر سے
دروازے پر آیا اور کواڑ کا ایک پٹ کھول کر باہر نکلا اور سیدھا
رستے رستے دونوں کھیتوں کے بیچ میں ہو کر چلا گیا یہاں تک کہ تین
غول گذر گیا اور کسی کو نہ دیکھا جب چوتھے غول کے قریب گیا تب اُس
نے لوگوں کو دیکھا اور چاہا کہ شور کرے اس عرصہ میں عبداللہ خاں امیری

نے لپک کر ایک تلوار ماری وہ وہیں گرا اور اس طرف شیخ ولی محمد صاحب جھٹ لوگوں کو لے کر دروازے میں گھس گئے اور قطب الدین قندھاری نے ایک قرابین فیر کی اور دروازے پر اپنا بند و بست کر لیا قرابین کے چلتے ہی مانند برق کے مولانا صاحب چاروں غولوں کو لے کر باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے شیخ صاحب کے پاس قلعہ میں داخل ہوئے اور وہاں تمام میدان میں جہاں پچھلے لوگ تھے اللہ اکبر اللہ اکبر کا سارے میدان میں شور مچ گیا اور وہ بھی سب لوگ آپہنچے پھر یہاں قلعہ میں مولانا صاحب نے باآواز بلند پکار کر کہہ دیا کہ خبردار کوئی دروازے کے باہر نہ نکلے نہیں تو مارا جاویگا اور سب کو امن ہے ہم فقط خادے خاں کے لئے آئے ہیں اور کسی سے کچھ سروکار نہیں یہ سن کر سب کے سب اپنے اپنے گھروں میں رہ گئے کچھ لوگ دروازے کے بندوبست کو چھوڑ کر محمد بیگ لوگوں کو لے کر سیدھے خادے خاں کے مکان پر گئے اور ہر طرف سے محاصرہ کر لیا یہ شور و غل سن کر خادے خاں تلوار اور چھوڑی تمنچے کی لئے ہوئے اپنے کوٹھے پر چڑھا اور پکار کر کہا کہ جلد نقارہ کرو اور کمریں باندھو اس عرصہ میں غازیوں نے چار بندوقیں جوڑ کر ماریں خدا جانے گولی کس کی لگی خادے خاں اُچھل کر دھم سے باہر گرا اور پھر سے محمد بیگ نے کئی تلواریں ماریں کہ وہ مردار ہوا اس وقت بعضے بعضے آپس میں کہنے لگے کہ بھائیو یاد ہے کہ اس روز پنجتار میں سب کے سامنے سید صاحب نے خادے خاں کو کس طور سے سمجھایا جب کسی طرح نہ مانا تب آپ نے فرمایا کہ خادے خاں اللہ تعالیٰ بڑا قدرت والا ہے یاد رکھنا کہ کسی وقت سوتے

سوتے اٹھوگے اور دیکھوگے کہ تمہارے قلعہ میں بندوبست اور انتظار
ہو رہا ہے اور کسی جگہ کتے کی طرح مرے ہوے پڑے ہوگے سو وہی فرمانا
آپ کا آج اس وقت ظہور میں آیا پھر لاش تو خادے خاں کی وہیں پڑی
رہی وہاں سے مولانا محمد اسمعیل صاحب اُس کے دروازے پر آئے اور ایک
پہرہ جماعت خاص کا واسطے محافظت اہل و عیال اور اسباب مال خادے خاں
کے مقرر کر دیا کہ کوئی اندر زنانے میں نہ گھسنے پاوے اور اس پہرے لگنے
کے قبل خادے خاں کے بڑے بیٹے نے جب دیکھا کہ باپ مارا گیا اُسی شور و
غل میں گھر سے نکل کر کسی طرف بھاگ گیا بعد اس کے تمام قلعہ میں رعایا کو
حکم پہنچا دیا کہ خبردار کوئی ہتھیار باندھ کر نہ نکلے اور نہ کہیں بھاگ کر جاوے
سب کو امن ہے کوئی کسی سے مزاحم اور متعرض نہ ہوگا جب بندوبست ا
با خوبی کر لیا بعد اس کے مولانا صاحب نے ایک معتبر آدمی کی زبانی کہہ بھیجا
میں حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو کہلا بھیجا کہ فضل الٰہی سے قلعہ ہنڈ میں
ہم نے بندوبست اپنا کر لیا اور خادے خاں مارا گیا اور ایک بلوا اور
عنایت الٰہی سے ہماری طرف کا کوئی زخمی بھی نہیں ہوا سب لوگ سلامت
ہیں اور باقی کیفیت پیچھے سے لکھ کر روانہ کرینگے فقط بعد اس کے چار چھ
گھڑی دن چڑھے طالب علموں سے ایک چارپائی پر وہاں سے خادے خاں
کی لاش اٹھوا کر اس کے مکان کے پچواڑے حجرے میں رکھوا دی اور شیخ
ولی محمد اور ارباب بہرام خاں اور حمید غازی اور وہاں کے چار پانچ ملا

نامی نامی لے کر خادے خاں کے دروازے پر گئے دروازے کے پہرے
والوں نے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ خادے خاں کا ایک بیٹا پانچ چھ
برس کا یہاں بھُس میں اندر چھپا تھا سو ہم نے اس کو اندر عورتوں میں
پہنچادیا اور عورتیں خدا کے واسطے دلانے لگیں کہ یہ بچہ معصوم ہے اس کو
کوئی نہ مارے ہم نے اُن سے کہا کہ تم جمع خاطر رکھو اب نہ کوئی تم سے
مزاحم ہوگا نہ تمہارے لڑکوں بالوں سے مگر ان کی دلجمعی اب تک نہیں ہوئی
آپ نے فرمایا کہ خیر تم نے بہت خوب کام کیا پھر ان عورتوں کی تسلی کے واسطے
ان چار پانچ ملاؤں کو اندر بھیجا کہ عورتوں سے جا کر کہو کہ جو کچھ ہونا تھا وہ
ہوگیا اب تم کوئی کسی بات کا اندیشہ نہ کرو ہم کو تم سے کچھ غرض نہیں تم اپنے
گھر میں بیٹھی رہو اور تمہاری طبیعت گھبرائی ہو اپنے پڑوس کسی ملا کے گھر جا بیٹھو پھر
یہی پیام مولانا صاحب کا ملاؤں نے عورتوں کو جا کر پہنچایا وہ سب کی سب
اور اُداس ہو رہی تھیں یہ سن کر جا اسباب اور نقد اور کپڑا زیور اُن سے لیا گیا اس
کو لے کر اپنے پڑوس ایک ملا کے یہاں جا بیٹھیں اور مولانا صاحب نے اُن سے
کسی امر میں تعرض نہیں کیا پھر باقی جو اثاث البیت خادے خاں کا تھا اس کو جا
بجا سے جمع کرا کے اور ایک کوٹھی میں بند کر کے دروازے میں قفل ڈلوادیا
اور دو گھوڑے اور پانچ پھیرے اور تین خچر تھے ان کو غازیوں کی تحویل
میں رکھا کہ ان کے چارے دانے کے خبر گیراں رہیں پھر دو پہر کے ورے
ورے خادے خاں کے بھائی امیر خاں اور غلام خاں نے موضع ہریان -

سے حیدملاؤں کو خادے خاں کی لاش اور اہل وعیال لینے کو بھیجا انھوں
نے آکران دونوں باتوں کی مولانا صاحب سے عرض کی آپ نے فرمایا
کہ لاش تو اُٹھالیجاؤ جہاں چاہو وہاں دفن کرو مگر خادے خاں کے
اہل وعیال بے اجازت حضرت امیرالمومنین کے ہم نہیں بھیجیں گے وہاں سے
کچھ حکم ہوگا ویسا کرینگے یہ جواب سُن کر اُنھوں نے عرض کی ہم کو تو دونوں
کام کے لئے اُنھوں نے بھیجا تھا اور آپ یوں فرماتے ہیں اب ہم جاکران کو
اس بات کی اطلاع کرینگے اگروہ پھر ہم کو فقط لاش ہی لینے کو بھیجیں تو
ہم آکر لیجاوینگے یہ کہہ کر وہ چلے گئے وقت ظہر کے پھر آکر مولانا صاحب سے
عرض کی کہ امیرخاں اور غلام خاں نے کہا ہے کہ خیر ہمارے بھائی کے اہل و
عیال نہیں بھیجتے ہیں تو نہیں سہی ان کی لاش ہی اٹھالاؤ اور یہ بھی عرض کی
ہے کہ اگر اجازت ہو تو ہیں سنڈ میں جہاں خان کے گھرانے کا گورستان ہے ا
وہاں اُن کو بھی دفن کر جاویں آپ نے فرمایا کہ ان کو اجازت ہے جہاں
چاہیں دفن کریں پھیروہ لوگ لاش اُسی چارپائی پر جس پر تھی اُٹھالے
گئے مولانا صاحب نے اپنے لوگوں سے کہہ دیا کہ ہشیار رہنا وہ لوگ خادے
خاں کو کسی وقت دفن کرنے آوینگے کوئی اُن سے مزاحم نہ ہو اور وہ
گورستان قلعہ سنڈ سے آٹھ نو سوقدم کے فاصلہ پر تھا پھر وہ لوگ رات کو
مشعلیں جلا کر خادے خاں کا جنازہ لائے اور اُسی گورستان میں دفن
کرکے چلے گئے اور ہم سب لوگ قلعہ سے دیکھتے تھے اور اُسی دن شام کو جو

خادے خاں کا مودی تھا اُس نے اپنا مال و اسباب ادہر اُدہر اپنے پڑوسیوں کے یہاں رکھ دیا اور اپنے بھائی اور بیٹے کو لے کر بھاگا کچھ دور قلعہ سے نکل کر گیا تھا مولانا صاحب کو خبر ہوئی تینوں کو پکڑوا منگایا اور اُن سے پوچھا کہ سب رعایا کو ہم نے امن دی تھی تم کیوں بھاگے جاتے تھے اُنھوں نے عرض کی کہ ہم کو اس بات کا خوف ہوا کہ خادے خاں کے مودی ہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کو کسی الزام سے آپ کے لوگ گرفتار کریں کہ خان کی سرکار کے محاسبے دار ہیں آپ نے کہا کہ ایسے تو ہم کو تم سے کچھ غرض نہ تھی مگر اب تم بھاگنے کے سبب سے مجرم ہوا اب ضرور تم کو قید کرینگے پھر ان تینوں کے پیروں میں بیڑیاں ڈلوادیں پھر مولانا صاحب نے تمام حال جو کچھ اس وقت گذرا تھا اور خادے خاں کے اہل و عیال کو امیر خاں اور غلام خان کا مانگنا لکھ کر حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں قاصد کے ہاتھ روانہ کیا اور یہ بھی اُس میں لکھ دیا کہ اب آگے جو کچھ کہ ارشاد ہو وہ عمل میں لایا جاوے جبکہ وہ قاصد مولانا صاحب کی عرضی لے کر گیڑیالی میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس گیا اور آپ نے اس کو پڑھا یا سب نے سُنا اور جو کچھ حال تھا معلوم ہوا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے عرضی کا جواب بعد القاب اور سلام و دعا کے لکھا کہ عرضی آپ کی ہمارے پاس آئی اور مندرجہ کیفیت اُس کی معلوم ہوئی اور جو آپ نے لکھا تھا کہ خادے خاں کے اہل و عیال امیر خاں اور غلام خاں طلب کرتے ہیں سو اب کی بار جو وہ طلب

کریں تو اُن کے حوالے کرنا وہاں مقید رکھنا کچھ ضرورت نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ قلعہ میں جو رعایا لوگ ہیں اُن سے ہتھیار لے کر اپنے قبضہ میں کرلو اور ہر وقت قلعہ میں اپنی خوب انتظام اور بندوبست اور ہوشیاری رکھا کرو اب کل یا پرسوں ہم بھی یہاں سے کوچ کرکے پنجتار کو جاوینگے اب جو کوئی قاصد بھیجنا تو وہیں بھیجنا فقط پھر وہ قاصد ہنڈ کو روانہ ہوا اور اُس کے دوسرے روز آپ نے گھریالی سے کوچ کرکے پنجتار کو تشریف لے گئے بعد ایک ہفتہ کے ہنڈ سے مولانا صاحب کی عرضی ایک قاصد لے کر حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آیا مضمون اُس کا بعد القاب آداب کے یہ تھا کہ ہم نے موافق ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے اہل وعیال خادے خاں کے امیر خاں کے لوگوں کے کہ طلب کرتے تھے بلا کر سپرد کردیئے وہ یہاں سے لے گئے اور بعد لیجانے کے مخبروں سے سنا کہ امیر خاں اور غلام خاں دونوں بھائی جابجا سمی کے خانوں کے یہاں جاکر پگڑیاں پیروں پر دہرتے ہیں اور خوشامد کرتے ہیں کہ ہمارا بھائی مارا گیا اور ہماری ریاست چھین گئی تم ہماری شراکت کرو کہ ہم اپنا عوض لیویں آج کو سید بادشاہ نے ہم سے یہ معاملہ کیا ہے کل کو تمہارے ساتھ کرینگے اور عجب نہیں کہ وہ مفسد رئیسوں کو توڑ پھوڑ کر ملاویں اور کچھ فساد لاویں اس کا جس طرح آپ مناسب جانیں بندوبست کریں اور اُن کے سوار ہر روز گرد ہنڈ کے کوس کوس دو دو کوس کے فاصلے سے گشت کرتے پھرتے ہیں جو وہاں آپ کے پاس شاہین ہیں جلد

مع گولی بارود انکی کے محافظت کے ساتھ اس طرف روانہ فرماویں زیادہ
حدادب، یہ عرضی پڑھ کر اگلے روز آپ نے دو ضرب شاہین مع ساز و
سامان دو خچروں پر لدواکر دس آدمیوں کے ہمراہ ہنڈ کو روانہ کیا ان
دس شخصوں میں ایک کالے خاں شاہنچی اور سید شاہ حیری ننگ والے
تھے اور باقی صاحبوں کے نام یاد نہیں کیونکہ وہ ملکی تھے اور تھوڑے آدمی
شاہینوں کے ساتھ آپنے اس لئے بھیجے کہ پنجتار سے ہنڈ تک سب بستیوں
کے لوگ اپنے موافق تھے بظاہر کسی امر کا اندیشہ نہ تھا پھر وہ اُس روز
پنجتار سے جاکر شاہ منصور میں رہے اور یہ خبر وہیں کے کسی جاسوس نے
جاکر امیر خاں اور غلام خاں کو پہنچائی کہ دس غازی دو ضرب شاہین
لئے ہوئے ہماری بستی میں آج اُترے ہیں اور کل صبح کو ہنڈ کو جاوینگے یہ
خبر سنتے ہی اُنھوں نے پچیس تیس سواروں سے تیاری کی شاہ منصور سے جہاں
وہ تھے کوئی چار کوس کا فاصلہ تھا پھر صبح کو بعد نماز فجر کے ادہر سے یہ
دسوں غازی ہنڈ کو روانہ ہوئے اور اُدہر سے امیر خاں سوار لے کر چلا
جب کوئی آدہ کوس ہنڈ رہا وہاں آکر اُنھوں نے مقابلہ کیا اور جانبین سے
بندوقیں چلنے لگیں اس عرصہ میں ہمارے دس غازیوں میں دس بارہ برس
کا ایک لڑکا تھا وہ وہاں سے بھاگ کر ہنڈ کو پہنچا اور لوگوں سے کہا کہ ہم
دس آدمی فلانے فلانے دو شاہین خچروں پر لے کر پنجتار سے چلے تھے
رات کو شاہ منصور میں رہے آج وہاں سے چلے سو یہاں سے آدہ کوس

پر خلا نی جگہ پچیس تیس سواروں سے امیر خاں نے آکر مقابلہ کیا جب دونوں طرف سے بندوقیں چلنے میں ہیں وہاں سے دوڑکر یہاں آیا جلد جاکر ان لوگوں کی خبر لو یہ خبر سنتے ہی دفعتہً کئی سو غازی دوڑ پڑے جبتک یہ لوگ وہاں پہنچیں تب تک وہ مارکوٹ کر چلدئے دریا تین شخصوں میں تو قدرے دم باقی تھا اور باقی جا بجا لاشیں پڑی تھیں وہ جو جان بلب تھے اُن سے لوگوں نے اس واقعہ کا حال پوچھا اُنھوں نے کہا کہ پچیس تیس سواروں سے خادے خاں کا بھائی امیر خاں آکر ہم لوگوں پر حملہ آور ہوا کچھ دو جانبین سے بندوقیں چلیں پھر تلوار کی نوبت آئی کالے خاں نے خچروں سے دونوں شاہین کو مع ساز و سامان اتار کر کوئیں میں ڈال دیا اور سید شاہ پر جب تلواریں لے کر اُنھوں نے حملہ کیا کئی سواروں کو اُنھوں نے مارا اور زخمی کیا اس کوئیں کی ان کو یاد نہ رہی دیکھتے دیکھتے کوئیں میں جا رہے ان موذیوں نے دو تین بڑے بڑے پتھر اوپر سے اور ڈال دیئے خدا جانے وہ اس میں جیتے ہیں یا مر گئے غرض کہ ہم لوگوں نے بھی اُن کے یاں چھ سوار بندوق اور تلوار سے مارے کوئی دس بارہ زخمی کئے پھر ادہر تم لوگوں کا شور و غل ہوا وہ اپنے مردے اور زخمی لے کر چل دیئے بس اتنا حال کہہ کر کوئی لحظہ میں اُن کی بھی جان تمام ہوئی پھر اُس کوئیں سے سید شاہ کی لاش کو اور مع سامان دونوں شاہینوں کے لوگوں نے نکالا اور پنڈ سے اپنے لوگ چارپائیاں لائے اور اُن

نوؤں لاشوں کو سب مل کر منڈ میں لے گئے ان لاشوں میں دو حقیقی
بھائی سید تھے اور دونوں کو مولانا صاحب نے ایک قبر میں دفن کیا
اور سات لاشوں کو ایک قبر میں دفن کرایا بعد اُس کے اُسی وقت آپ نے
عرضی میں یہ تمام حال تحریر کر کے قاصد کے ہاتھ حضرت علیہ الرحمۃ کے
پاس پنجتار میں روانہ کیا کہ جو آپ نے دو ضرب شاہین کے ہمراہ دس غازی
روانہ فرمائے تھے جب آدہ کوس منڈ باقی رہا وہاں امیر خاں برادر خادے خاں
پچیس بتیس سوار لے کر آیا ایک لڑکا اُن میں سے بھاگ کر بچا اور سب
کو اُنھوں نے شہید کیا انا للہ وانا الیہ راجعون اور یہ ان مفسدوں نے شروع
فساد کیا ہے ابھی روز بروز اگر قابو پاوینگے تو زیادہ کرینگے اس کا تدارک
آپ جلد کریں فقط جب یہ عرضی حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس قاصد لے گیا
اور آپ نے پڑہی اُسی وقت فتح خاں کو بُلایا اور یہ تمام واقعہ پڑہ کر سنایا
کہ وہاں یہ حال گذرا اور وہ مفسد جابجا خانوں رئیسوں کو بہکاتے پھرتے ہیں
ایسا نہ ہو کہ توڑ پھوڑ کر لوگوں کو ملالیویں اور آمادۂ فساد ہوں جلد اس
کی تدبیر معقول کرو پھر فتح خاں نے اُسی روز جابجا وہاں کے خانوں
اور رئیسوں کے پاس جو عہد و پیمان میں شریک تھے اس مضمون کے خط روانہ
کئے امیر خاں اور غلام خاں خادے خاں کے بھائی مفسد اور باغی ہیں جو
کوئی ان کی جماعت اور شراکت کریگا اس کا بھی وہی انجام ہوگا جو کچھ
کہ خادے خاں کا ہوا اور ہم کو خبر ملی ہے کہ وہ دونوں مفسد ند کو تمہارے
پاس آکر درخواست کرتے ہیں کہ ہماری شرکت کرو خبردار کوئی اُن

کا شریک نہ ہو والا واسطے اُس کے بھی قباحت ہو گی فقط اس کے
جواب میں اُن سب نے لکھا کہ بلا شک وہ ہمارے پاس آئے تھے خادے
خاں کی نالش لے کر کہ ہمارے شریک ہو ہم نے ان کو صاف جواب دیا
کہ تمہارے بھائی خادے خاں نے سید بادشاہ سے عہد کر کے اور اپنا امام
بنا کے بد عہدی اور بغاوت کی آخر کو اس کا یہ انجام ہوا ویسا ہی بد عہد اور
باغی ہم کو بنانا چاہتے ہو اور تمہارے بھائی خادے خاں نے کون سا احسان
اور سلوک ہمارے ساتھ سوائے بدخواہی اور خانہ خرابی کے کیا جس پر
ہم تمہارے شریک ہوں اس بات کی اُمید ہم سے نہ رکھو یہ مقدمہ دین کا
ہے آپ کی تیغہ داری کا نہیں یہ کام ہم سے ہرگز نہ ہوگا جب اس بات سے
مایوس ہوئے تب ہم کو دھمکا کر چلے گئے کہ خیر کیا مضائقہ اب ہم پیشور سے
درانیوں کو جا کر چڑھا لاوینگے اور تم سب کو تباہ کرینگے پھر وہ ہمارے
پاس سے چلے گئے اور بعد کئی دن کے ہم نے سنا کہ امیر خاں پیشور کو گیا ہے
اور ہم نے تو عہد کیا ہے اُسی پر ہیں ہم سے اب خاطر جمع رکھیں فقط پھر جب
یہ جواب خطوں کے جا بجا سے آئے اس کے کئی روز کے بعد پیشور سے گل بادشاہ
نے جس نے ایک بار چپان آپ کو بھیجا تھا لکھا کہ یہاں دس بارہ روز
سے امیر خاں بھائی خادے خاں کا آیا ہے اور سردار یار محمد خاں سے
کہتا ہے سید بادشاہ نے میرے بھائی خادے خاں کو مار کر ہنڈ چھین
لیا ہے اس کا تمہارے پاس نالشی ہوں کہ میرے ساتھ لشکر لے کر چلو

اور میرا قلعہ خالی کرا دو آخر بعد قیل و قال کے بارہ ہزار روپے پر سردار
موصوف کو راضی کیا سوان کا پیش خیمہ نکلا ہے اور یہاں ایک جوڑی توپ
کی ڈھالی جاتی ہے جب تیار ہو گی تب سردار یار محمد خاں یہاں سے آپ کی
طرف کوچ کریگا آپ بھی ہوشیار رہیں اطلاعاً آپ کو لکھا ہے اس لئے
کہ یہ درانی لوگ بڑے دغاباز اور منافق ہیں کسی طور آپ اُن کے فریب
میں نہ آنا فقط جب یہ خط آپ کے پاس آیا اور پڑھا گیا اس وقت سید
احمد علی صاحب نے آپ کے روبرو عرض کی کہ میں ایک مدت سے بارہا کہتا رہا
کہ آپ ایک جوڑی توپ ڈھلوالیں یا بقیمت روپے دے کر کہیں سے منگالیویں
اور آپ ٹلتے ہی رہے اگر اس وقت توپیں ہوتیں تو قلعہ ہنڈیر چڑھا دی
جاتیں اور ان درانیوں سے برابر کی لڑائی ہوتی اس لئے توپ کا جواب توپ
اور بندوق کا جواب بندوق' آپ نے یہ گفتگو سُن کر فرمایا کہ میاں احمد علی حق بات
تو یہ ہے کہ ہمارا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر ہے نہ توپوں پر ہے اور نہ بندوقوں
پر امداد اللہ تعالیٰ کی جناب سے ہم کو قوی اُمید قوی ہے کہ وہ ہم کو توپیں بنی بنائی
ساز و سامان سے دُرست عنایت کریگا اور ہم کہیں گے کہ میاں احمد علی یہ
توپیں لو اور تم ہانپنے لگو اور ہمارے نزدیک وہ توپیں ایسی نکمی اور بے
مصرف ہو نگی جیسے ساکھو کے ٹھٹے یہ جواب باصواب سُن کر سید احمد علی صاحب
چپ ہو رہے پھر اس کے تیسرے یا چوتھے روز آپ پنجتار سے کوچ کر کے
زیدہ میں تشریف لائے پھر بعد سولہ سترہ روز کے مخبروں سے خبر معلوم
ہوئی کہ سردار یار محمد خاں نے دو ہزار پیادے و سوار سے حاجی کاکڑ کو
افسر کر کے اس طرف روانہ کیا ہے پھر اس کے تیسرے یا چوتھے روز خبر

معلوم ہوئی کہ حاجی کاکڑ مع لشکر موضع ہریان میں داخل ہوا آپ نے
مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو کہلا بھیجا کہ حاجی کاکر مع لشکر ہریان میں آیا ہے
ہوشیار رہنا مولانا صاحب ممدوح نے آپ کو کہلا بھیجا کہ ہاں حاجی کاکر
لشکر لے کر آیا ہے کچھ اندیشہ نہیں آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ فضل کریگا اور
ہم یہاں ہوشیار ہیں اور زیدی سے جہاں حضرت علیہ الرحمۃ تھے ہنڈ دو
کوس ہے پھر اس کے دوسرے یا تیسرے روز حاجی کاکڑ اور امیر خاں برادر
خادے خاں چھ سات سو سواروں سے ہریان سے ہنڈ کو چلے اور ادہر مولانا
صاحب نے سو سوا سو غازیوں کو قلعہ کے جنوبی دروازے کی جانب جدہر
ایا سین ہے ڈیڑہ دو سو قدم پر قلعہ سے باہر ٹیلوں کی آڑ میں بٹھادئے
اور اُن سے کہہ دیا کہ جب سوار قلعہ کے قریب آویں اور ہم لوگ ان کو شاہین
یا بندوق ماریں تب تم اُن کے پہلو مارنا اور اُن ٹیلوں کی آڑ کے مورچوں
کی خبر ان سواروں کو نہ تھی جب وہ سوار آتے آتے قلعہ کے سامنے شاہین
کی زد پر آئے اور ادہر سے شاہینیں چلنے لگیں مگر وہ چلے ہی آتے تھے یہاں تک
کہ بندوق کی زد پر آئے اور قلعہ سے بندوقیں چلنے لگیں اس عرصہ میں
ان ٹیلوں کے آڑ والے غازیوں نے اٹھ کر ایک باڑہ ماری تمام سوار
منتشر ہو کر سیدھے ہریان کو بھاگ گئے مگر نہ کوئی ان کا مارا گیا نہ ہمارا
بعد اس کے دو دو تین تین روز درمیان دے کر تین بار اور اسی طور آئے
اور ہزیمت کھا کر چلے گئے پانچویں بار اپنے پیادہ و سوار اور اپنے جتنے دار ر

لے کر کوئی ڈھائی تین ہزار کی جمعیت سے آئے اور ادہر مولانا صاحب نے
جو ٹیلوں پر مورچے تھے ان کو تو وہیں قائم رکھا اور جو قلعہ کا شمالی دروازہ
تھا اُس جانب وتنے ہی فاصلے سے شیخ بلند بخت کو افسر کرکے ڈیڑہ سو
غازیوں سے بھیجا اور اُن سے کہہ دیا کہ جس وقت تم سے لڑائی شروع
ہو گی تب ہم بھی قلعہ سے باہر آجاوینگے کیونکہ وہ ناسعقول ہر روز چھیڑ چھاڑ
کرتے رہتے ہیں سو آج جس کو اللہ تعالیٰ فتح دے وہ لے کون ہر روز کا
بکھیڑا رکھے باہر کے سب مجاہدین اپنے اپنے مورچوں پر ہوشیار اور تیار تھے
جب قلعہ والوں نے فصیل پر دیکھا کہ درانیوں کے سوار نمودار ہوئے تب پکار
کر آواز دی کہ باہر والے غازیو ہوشیار اور خبردار رہنا لشکر درانیوں کا
آتا ہے یہاں تک کہ پیڑی سواروں کی جب بندوق کی زد پر آئی اور
جانبین سے بندوقیں چلنے لگیں اس عرصہ میں مولانا صاحب قلعہ کے
غازیوں کو لے کر باہر آئے اور باآواز بلند تکبیر کہتے ہوئے سب نے طرف
سے سواروں کا تعاقب کیا اور بندوقوں پر دہر لیا اور وہ تاب مقابلہ
کی نہ لا سکے اور پسپا ہو کر طرف ہریان کے بھاگے پاؤ کوس تک غازیوں
نے ان کا پیچھا کیا آخر الامر وہ ہریان کو چلے گئے پھر مولانا صاحب سب
مجاہدین نصرت قرین کو ساتھ لے کر قلعہ میں آئے فضل الٰہی سے اپنی
طرف کا نہ کوئی مارا گیا اور نہ زخمی ہوا اور اُن کی طرف کا حال نہیں
معلوم مگر اُس روز سے اُنھوں نے ہنڈ پر آنے کا ارادہ نہیں کیا

لیکن بعد کئی روز کے مخبروں نے آکر خبر دی کہ اُنھوں نے ہریان سے سردار یار محمد خاں کو لکھا ہے کہ ہم پانچ بار سنڈیر لشکر لے کر گئے اور کسی بار قابو نہ پایا کہ ان پر غالب ہوں بغیر آنے آپ کے کوئی صورت درستی کی نظر نہیں آتی یہ خبر سُن کر سردار موصوف نے مع لشکر پشور سے اس طرف کو کوچ کیا فقط اس عرصہ میں اس پچھلی لڑائی کی خبر حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے پاس پہنچی کہ اب کی بار مولانا صاحب نے خود قلعہ سے نکل کر درانیوں کا سامنا کیا اور بندوقیں مار کر اُن کو بھگا دیا آپ نے مولانا صاحب کو لکھ بھیجا کہ ہم نے ایسی ایسی خبر سُنی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے فتحیاب کیا مگر آپ کو قلعہ سے باہر نکل کر لڑنا مناسب نہیں اب ایسا کام نہ کرنا اگر ایسا ہی موقع ہو تو اور غازیوں کو بھیجدینا اس کا مضائقہ نہیں پھر بعد ایک ہفتہ کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس زیدی میں خبر آئی کہ سردار یار محمد خاں نو دس ہزار کی جمعیت سے دریائے لنڈی اُتر کر نوشہرے میں داخل ہوا اور اُس کے لشکر میں چھ ضرب توپ ہیں ایک بھاری بڑی اور ایک ہلکا گردہ اور چار ضرب اوسط یہ خبر سُن کر آپ نے مولانا صاحب کو لکھا کہ ہم کو خبر ملی ہے کہ یار محمد خاں اس قدر جمعیت اور توپوں مذکور سے نوشہرے تک آپہنچا سو تم اپنے وہاں کے انتظام کے لئے کوئی دو سو بندوقچی جن کو مناسب جانو رکھ کر باقی سب کو یہاں لے آؤ مولانا صاحب نے آپ کا یہ فرمان واجب الاذعان

بڑھ کر مولوی مظہر علی عظیم آبادی کو مع جماعت اور پیر خاں صاحب مولائیں والے کو مع جماعت اور مرزا احمد بیگ پنجابی کو وہاں رکھا اور مولوی صاحب موصوف کو سب پر امیر کیا اور باقی مجاہدین نصرت قرین کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت سراپا برکت میں حاضر ہوئے اس کے بعد چوتھے یا پانچویں روز سردار یار محمد خاں مع لشکر موضع ہریان میں آکر داخل ہوا اور وہیں ڈیرہ کیا اور تین چار روز وہاں رہ کر اُس نواح کے خوانین کو دھمکا کر اپنی طرف کر لیا سوائے فتح خاں پنجتار والے اور فتح خاں اور ارسلان زیدی والے کے کوئی تو اس کے ڈر سے ملے کہ ہماری ریاست کو تباہ نہ کردے اور کوئی خاد خاں کی جانب داری سے جب سب کو متفق کر لیا تب وہاں سے کوچ کیا اور پہلے وہاں سے طرف ہنڈ کے آیا اور پاؤ کوس کے فاصلے پر ہنڈ سے اپنا لشکر جمایا اور دو گھڑی تک وہاں کھڑے ہو کر طرف قلعہ ہنڈ کو دیکھا مگر نہ ہماری طرف سے کوئی بندوق چلی نہ اُس کی طرف سے پھر وہاں سے مع لشکر طرف زیدی کے آیا اور زیدی سے کوئی پون کے فاصلے پر بدری نام ایک ندی ہے وہاں اپنے لشکر کو موقع موقع پر جمایا اور وہیں آپ بھی کھڑا ہوا اور ادہر زیدی میں حضرت امیر المومنین سید المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب غازیوں کو لے کر نکلے اور باہر بستی کے درانیوں کے مقابلے پر کھڑے ہوئے کچھ کم پانسو تو غازی تھے اور باقی جس قدر ہوں

زیدی اور نیجبار والے ملکی لوگ تھے مگر تخمیناً وہ ملکی قریب ہزار کے ہونگے
وہاں سے موضع شاہ مسفور کے قریب تک مولانا صاحب نے اپنی صف
قائم کی اس میں کوئی چار گھڑی تک ہمارے لوگ منتظر رہے کہ اگر وہ آگے
بڑہیں تو ہم بھی آگے بڑھیں جب اُنھوں نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی تب
امام خاں خیرآبادی ابراہیم خاں کے بھائی نے مولانا صاحب سے عرض کی
کہ وہ لوگ سب وہیں جمے ہوئے کھڑے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ اپنے
ڈیرے کرنے کی تدبیریں ہیں اگر اجازت ہو تو ہم لوگ آگے بڑھیں اور
ان کو وہاں ڈیرہ نہ کرنے دیں، آپ نے فرمایا ابھی توقف کرو جلدی کرنی
نہ چاہئے پھر اس کے دو گھڑی کے بعد ادہر ایک خیمہ کھڑا ہوا پھر دوسرا خیمہ کھڑا
ہوا پھر تیسرا کھڑا ہوا امام خاں نے مولانا صاحب سے عرض کی کہ میں نے
آپ سے نہ کہا تھا کہ وہ ڈیرے کرنے کی تدبیریں ہیں دیکھئے وہ تین خیمے
کھڑے ہوگئے آپ نے فرمایا کیا مضائقہ خیمے کھڑے کرنے دو پھر جب وہ لوگ
سب خیمے کھڑے کر چکے تب کئی فیر توپوں کے سر کئے اور ہمارے لوگ اسی
طرح اپنی جگہ پر کھڑے رہے اس عرصہ میں پندرہ سولہ سو سوار اُن کے
لشکر سے نکل کر ہمارے داہنے نیجبار کی جانب چلے ہمارے لوگوں نے جانا
کہ ہماری پشت پر آتے ہیں اور وہ گھاس لکڑی وغیرہ کے لئے نکلے تھے
مولانا صاحب نے دو سو غازی اُن کے مقابلے کو طرف موضع شاہ مسفور

کے روانہ کئے پھر تین چار گھڑی کے بعد چند لوگوں نے آکر حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کو خبر دی کہ درانیوں کے سوار موضع ستوائی اور مانیری کے گائے
بیل جو رولڑ کے لوگوں کے پکڑے لئے جاتے ہیں آپ نے کچھ دیر سکوت کرکے
فتح خاں پنجتاری سے بلاکر فرمایا کہ تم جلد پچیس تیس سوار لیجے اور ان فتح خاں
کے بھیجو کہ جو کچھ اسباب اور ڈھور ڈنگر وہ لوٹے لئے جاتے ہیں چھوڑا لاویں
خان ممدوح نے عرض کی کہ حضرت وہ پندرہ سولہ سو سوار ہیں اُن کے مقابلہ
پر پچیس تیس سوار جاکر کیا کام نباونیگے؟ آپ نے فرمایا انشاءاللہ تعالیٰ یہی
سوار اُن سے چھوڑا لاوینگے تم اس امر میں کچھ چون وچرا نہ کرو اور اپنے سواروں
سے کہہ دینا کہ بے گولی کے بندوقیں ماریں یہ کلام سُن کر خان ممدوح کو اور
بھی تعجب معلوم ہوا مگر کچھ نہ تکرار کی موافق فرمانے آپ کے پچیس تیس سواروں
کو فہمائش کرکے روانہ کیا جب سوار زیدی سے نکل کر ان سواروں کے مقابلے
میں گئے اور خالی بندوقیں مار مار کر اُن پر حملہ کیا جو کچھ جانور اور اسباب
وہ لئے جاتے تھے ہیبت الٰہی سے سب چھوڑ کر اپنے لشکر کی طرف بھاگ گئے
ہمارے سوار وہ سب اسباب اور جانور زیدی میں حضرت کے پاس لائے
آپ نے فتح خاں سے فرمایا کہ جن کا یہ مال واسباب ہو ان کو بلاکر حوالہ کردیجیو
وہ دونوں بستیوں کے لوگ اپنے اپنے جانور اور اسباب پہچان پہچان کر لے گئے
اس عرصہ میں چار ملّا گھوڑوں پر سوار بطور وکالت کے سردار یار محمد خاں

کے بھیجے ہوئے حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور پیام خان
موصوف کا لائے کہ سردار یار محمد خان نے آپ کو سلام عرض کیا ہے
اور کہا ہے کہ آپ کے واسطے یہی مناسب اور بہتر ہے کہ آپ زیدی سے
پنجتار کو چلے جاویں اور قلعہ ہنڈ کو خالی کر دیویں اور وہاں سے اپنے لوگوں
کو بلا لیویں اس میں ہمارے اور آپ کے درمیان میں صلح ہے والا ہم صبح کو
مارے توپوں کے زیدی کو مسمار کر کے تمہارے لوگوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں
سے روند ڈالیں گے کہ ہر ایک کی کھوپڑی کا بھیجا نکل جاویگا آپ نے یہ سخت
جواب سن کر بہت نرمی اور عاجزی کے ساتھ فرمایا کہ تم سردار یار محمد خان
کو ہماری طرف سے بعد سلام کے کہنا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہندوستان سے
ہجرت کر کے اس مسلمانوں کے ملک میں آئے ہیں صرف اس لئے کہ سب مسلمانوں
کو متفق کر کے کافروں سے جہاد کریں دین اسلام کی ترقی اور قوت ہو اور
تم بھی مسلمان اور رئیس والی ملک نامور ہو تم کو لازم ہے کہ ہم مسلمانوں کے
شریک ہو کر کافروں اور باغیوں کو زیر کرو نہ کہ کافروں اور باغیوں کے
حامی اور دعویدار بن کر ہم مسلمانوں سے لڑو ہم نے جو خاوے خان کو قتل
کیا اور اس کا قلعہ چھین لیا وہ ہمارے ہاتھ پر بیعت امارت کی کر کے باغی
ہو گیا تھا اور کئی بار سکھوں کو ہم مسلمانوں پر چڑھا لایا اور اپنی ارشت
میں اس نے ہماری خونریزی اور بدخواہی میں درگذر اور کوتاہی نہیں کی

مگر اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ و ناصر تھا اُس نے ہم لوگوں کو اُس کے شر سے
محفوظ رکھا اب تم اس باغی مفسد دین کے خون کے دعویدار بن کر ہم سے
لڑنے کو آئے ہو یہ حرکت لایعنی تمہاری شان سے بعید ہے تم کو واجب ہے
کہ اس بات سے توبہ کرو اور خدا سے ڈرو اور اپنے ملک کو چلے جاؤ اور
دائرہ اسلام سے باہر قدم نہ دھرو اور حد شریعت سے تجاوز نہ کرو اور
جو نہ مانو گے تو دنیا میں بھی رُسوا اور شرمسار ہو گے اور قیامت کو بھی عذاب
الٰہی سے گرفتار ہو گے اور تم جانتے ہو یہ لوگ تھوڑے ہیں اور ہم لوگ
بہت یہ تمہاری خام خیالی اور متکبری ہے ہمارا اعتماد صرف اللہ تعالیٰ پر ہے
لوگوں کی کثرت پر نہیں ہے اور تمہاری دہمکی سے ڈرنے والے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ
ہمارا حافظ اور مددگار ہے فقط اور اُن چاروں شخصوں سے فرمایا کہ اپنے
سردار کے پاس جاؤ اور ہمارا پیام پہنچاؤ اور پہر چھ گھڑی میں اس کا جواب
ہمارے پاس لاؤ اس کے بعد وہ رخصت ہو کر اپنے لشکر کو گئے اور پہر
سے زیادہ عرصہ ہو گیا وہ نہ آئے اُس وقت قریب پہر کے دن باقی ہوگا
حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے واسطے اتمام حجت اپنی کے چار آدمی یار محمد
خاں کے پاس بھیجنے کو تجویز کر کے بلائے ایک تو کابل آخوند زادے
منگل تہانے والے کو اور دوسرے مولوی عبدالرحمٰن تورو والے کو اور
تیسرے مولوی ڈاگئی والے کو اور چوتھے ملا محتشم کہائی والے کو
اور وہی تمام تقریر جو ان کے وکیلوں سے کی تھی ان کو سمجھا دی کہ اسی طرح

جا کر کہنا اور یہ چار شخص اس ملک میں بڑے نامی اور صاحب اعتماد تھے اور
پانچ آدمی اُن کے ساتھ گئے ایک منشی خواجہ محمد حسین پوری کو اور چار
قرابتی اور انسے کہہ دیا کہ تم ان کے لشکر کے ورے کچھ دور بیٹھنا اُن
کے ساتھ نہ جانا پھر ان سب کو رخصت کیا وہ طرف لشکر درانیوں کے روانہ
ہوئے جب بندوق کی زد پر لشکر رہا تب اُن پانچوں صاحبوں کو وہاں
میدان میں بٹھا دیا اور آپ وہ چاروں سردار یار محمد خاں کے پاس گئے اور
اُس سے گفتگو کر کے اپنے پانچوں شخصوں کو لیتے ہوئے حضرت علیہ الرحمۃ
کی خدمت میں آئے آپ نے حال پوچھا اُنہوں نے عرض کی کہ وہ تو مردک
صاف کافر ہو گیا آپ نے پوچھا کیونکر اُنہوں نے عرض کی کہ جو کچھ آپ
نے تقریر ہم کو تعلیم فرمائی تھی سب ہم نے اُس کے آگے بیان کی جب ہم نے
یہ کہا کہ تم دائرۂ اسلام سے باہر قدم نہ دہرو اور حد شریعت سے تجاوز
نہ کرو تب اُس نامعقول نے غصہ ہو کر کہا کہ اس ہاتھ سے شریعت کو
مارونگا اور اس ہاتھ سے سید کو مارونگا اور تم یہاں سے چلے جاؤ خبردار
پھر نہ آنا پھر آگے ہم نے کچھ کلام نہ کیا وہی آپ بیہودہ باتیں یکبارگی ہم
اٹھ کر اس طرف چلے آئے یہ تقریر سُن کر اُس وقت کچھ تھوڑا سا دن
قریب دو گھڑی کے تھا آپ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو کہلا بھیجا
کہ سب مورچوں سے غازیوں کو یہاں بستی کے اندر لے آؤ پھر مولانا
صاحب موافق ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے وہاں سے مجاہدین نصرت

قریب کو اٹھا کر بستی میں آئے اس عرصے میں ایک قلندر فقیر جو ہماری
قندھاریوں کی جماعت میں رہا کرتا تھا درانیوں کے لشکر کی طرف سے آیا
اور اُس کے پیچھے خوف جاری تھا ہمارے لوگوں نے کہ ان میں میاں خدا بخش
رامپوری میاں الٰہی بخش کے بڑے بھائی تھے پوچھا میاں قلندر کہاں سے
آتے ہو اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہا بھائیو خیر ہے میرا خون بہا اب تمہارا
خون نہ بہیگا یہ کہتے ہوئے حضرت امیر المومنین کے پاس چلا گیا آپ نے
حال پوچھا کہا میں یہاں سے جا کر درانیوں کے لشکر میں ادہر اُدہر توپخانے
وغیرہ کی سیر کرتا پھرتا تھا کچھ لوگ مجکو پکڑ کر سردار محمد خاں کے پاس لے
گئے اُس نے مجھ سے پوچھا کہ قلندر تم کہاں رہتے ہو اور ہمارے لشکر میں
کیا دیکھتے پھرتے ہو میں نے کہا مسلمانوں کے لشکر میں رہتا ہوں اُس نے
پوچھا یہ لشکر کس کا ہے یہ بھی مسلمانوں کا ہے میں نے کہا کہ نہیں یہ لشکر
باغیوں کا ہے اُس نے خفا ہو کر کہا ادہر اُدہر کیا دیکھتا پھرتا تھا میں
نے کہا کہ مسلمانوں کا مال و اسباب دیکھتا پھرتا تھا اُس نے کہا کہ تو تو یہ
لشکر باغیوں کا بتاتا ہے اسباب کن مسلمانوں کا کہتا ہے میں نے کہا کہ یہ
سب اسباب اُنھیں مسلمانوں کا ہے جہاں میں رہتا ہوں اُس نے کہا
ایسا کلام منہ سے نہ نکال ہمارے لئے دعا کر نہیں تو قتل کیا جاویگا میں
نے کہا کہ قتل سے میں نہیں ڈرتا ہوں مگر دعا انھیں مسلمانوں کے لئے
کرونگا تیرے واسطے نہ کرونگا تو باغی ہے اور باغیوں کا شریک اس

پیر اُس نے غصہ ہو کر اپنے لوگوں سے کہا کہ اس کو یہاں سے لیجاؤ اور مار ڈالو یہ حکم سُن کر اُس کے کئی مصاحبوں نے عرض کی کہ سردار اس کے کہنے کا آپ کچھ خیال نہ کریں یہ قلندر دیوانہ یوں ہی جو جی میں آتا ہے بکتا پھرتا ہے اس کو مارنا مناسب نہیں تب اُس نے کہا خیر اگر جان سے نہ مارو تو اس کے ہاتھ اور ناک کاٹ ڈالو انھوں نے یہ حکم سُن کر پھر بخوشامد اس سے عرض کی کہ دیوانہ فقیر ہے یہ بھی بات کرنی آپ کو نہ چاہیئے تیسرا کر اُس نے غصہ ہو کر ان لوگوں سے کہا کہ خبردار اب جو کچھ میں کہوں اُس میں چوں وچرا نہ کرنا اس کو لیجاؤ اور دونوں کان کاٹ کر ہمارے لشکر سے اس کو نکال دو یہ حکم سُن کر وہ چپ رہے پھر ایک نے میرے دونوں کان کاٹ ڈالے اور مجکو لشکر کے باہر کر دیا میں وہاں سے اس طرف آپ کے پاس چلا آیا یہ حال ہے، حضرت علیہ الرحمۃ یہ تمام واقعہ سُن کر دیر تک سکوت میں رہ گئے بعد اس کے فرمایا کہ وہ بڑا ظالم بیدرد ہے خیر کچھ مضائقہ نہیں منظور الٰہی یوں ہی ہے تمہارا انتقام وہ منتقم حقیقی اس سے لیگا اور آپ نے اُسی وقت نور بخش جراح کو بلا کر فرمایا کہ جلد ان کو لیجاؤ اور ان کا مرہم پٹی کرو پھر نور بخش اپنے ساتھ ان کو لے گئے پھر کچھ دیر کے بعد اذان مغرب کی ہوئی آپ نے نماز پڑھائی اور بعد نماز کے ساتھ کمال عجز اور انکساری اور بر الحاح وزاری کے جناب باری میں دعا کی کہ الٰہی تو بڑا قادر کارساز عاجز نواز ہے ہم تیرے بندے عاجز و ناچار تیرے کرم و فضل کے اُمیدوار

میں تو ہی ہم عاجزوں کا حامی و مددگار ہے دشمنوں کے شر و فساد سے
ہم لوگوں کو محفوظ اور مامون رکھ اور اپنی مدد سے ناتوان کو ان پر منصور و مظفر
کر پھر بعد فراغ دعا کے اپنے خاص خاص چند لوگوں کو بلا کر مشورت کی
کہ درانیوں کے مقابلے کی کیا تدبیر کرنی چاہئے ہر کسی نے جو حسب کے خیال
میں تدبیر پڑی عرض کی سب کے بعد آپ نے فرمایا کہ بھائیو اب سب
تدبیریں اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو اور اسی کے مدد کے اُمیدوار رہو صبح کو یہی
بستی کے کنارے جو قبرستان کا میدان ہے اسی میں ہمارا ان کا مقابلہ ہے
یا تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم و فضل سے ہم کو ان پر فتحیاب کرتا ہے یا اسی جگہ ہم
سب کی شہادت ہے اور وہ مہینہ بہادون کا تھا اور چودویں تاریخ
کی رات مگر چاند نہیں یاد ہے کہ کون تھا اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے
فرمایا کہ بستی کے شہر پناہ کے گرد جابجا پہرہ بندی کر دو کہ خوب ہوشیاری
سے رہیں اور باقی لوگ کمر باندہے اور ہتھیار لگائے ہوئے آرام کریں مولانا
صاحب موافق ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے سب جگہ پہرہ بندی کر کے آپ
کے پاس آئے اور آپ کو اطلاع کی اس عرصے میں اذان عشا کی ہوئی
حضرت نے اور سب نے نماز پڑہی بعد فراغ نماز کے آپ نے کھانا منگایا
اور سید احمد علی صاحب اور مولانا صاحب کے ساتھ تناول فرمایا پھر مولانا
صاحب سے کہا کہ اب آپ بھی اپنے مکان پر جا کر آرام کریں مولانا صاحب
اپنے ڈیرے میں گئے اور ادہر حضرت آپ بھی آرام کرنے لگے اس کے

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ یکبارگی اٹھ بیٹھے اور فرمایا کوئی ہے اُس وقت آپ کے پلنگ کے پہرے پہر میں تھا اور حافظ صاحب تھانوی حافظ صاحب نے کہا کہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا میاں صاحب کو بلالاؤ وہ جاکر مولانا صاحب کو بلا لائے آپ نے فرمایا کہ اس وقت محکمۂ جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ تو کیوں اپنی تدبیر سے غافل ہے تیرے دشمن تیری تدبیر کر رہے ہیں فتح اور شکست تو ہمارے ہاتھ میں ہے تو بھی کچھ تدبیر ہو سکے کر یہی وقت ہے فقط' مولانا صاحب نے عرض کی کہ تو جناب باری سے ہم لوگوں کے لئے بشارت فتح کی ہے جو کچھ آپ ارشاد کریں ہم بجالاویں' آپ نے فرمایا کہ اسی وقت چھلیے کی تیاری کرو اور جاکر بستی کے باہر جو گڑہی ہے وہاں ٹھہر و پیچھے سے ہم وہیں لوگوں کو روانہ کرینگے یہ بات سُن کر مولانا صاحب اُسی گڑہی میں تشریف لے گئے اس عرصے میں سردار یار محمد خاں کے کئی افسروں نے جو حضرت علیہ الرحمۃ سے اخلاص اور اعتقاد رکھتے تھے آپس میں صلاح کر کے اور ایک خط لکھ کر اپنے آدمی کے ہاتھ کہ نام اُس کا عبدالحلیم ہے آپ کے پاس بھیجا ان افسروں میں ایک تو ارباب جمعہ خاں بھائی ارباب بہرام خاں کے تھے اور ایک فیض اللہ خاں اور ایک حاجی کاکڑ اور باقی صاحبوں کے نام نہیں معلوم اب اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت کرے آپ نے اس کو پڑھا خلاصہ

مضمون اُس کے کا یہ تھا کہ یہاں ہمارے لشکر میں تیاری ہو چکی ہے
کہ صبح کو مارے توپوں کے زیدی کا نشان باقی نہ رکھیں گے اور سید کے
لوگوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندکر مار ڈالیں گے سو آپ بھی جو
کچھ آپ سے ہو سکے تساہل نہ کریں اور ہمارے ڈیرے نبڈ کی جانب ہیں
اطلاعاً آپ کو لکھا ہے فقط آپ نے اس کے جواب میں ان کو لکھا کہ خیر اک
اللہ تعالیٰ خوب خیر خواہی تم نے کی جناب الٰہی میں دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنا
فضل کرے اور آگے جو کچھ منظور الٰہی ہوگا وہی ظہور میں آویگا فقط پھر اس
آدمی کو رخصت کیا اور وہ مولانا صاحب کو بھیجدیا اور ادہر لوگوں کو مولانا
صاحب کے پاس تیار کرکے بھیجنے لگے اور سب سے کہہ دیا کہ ہر کوئی گیارہ گیارہ
بار سورۂ لایلاف پڑھ کر دم کرلے اور یہ بھی فرمادیا کہ جن بھائیوں کے
پاس توڑے دار بندوقیں ہیں وہ توڑے اپنے چھپائے رہیں جب تک بندوق
چلانے کی نوبت نہ آوے اور قریب تین سو کے اپنے لشکر کے غازی بھیجے اور
باقی قریب چار سو کے ملکی لوگ اور اُس رات کو خوب ہی صاف چاندنی تھی
پھر مولانا صاحب نے اس گڑہی سے سب کو نکال کر ایک میدان میں کھڑا کیا
اور ننگے سر ہوکر دیر تک ساتھ کمال گریہ وزاری اور الحاح وانکساری کے
جناب باری میں دعا کی پھر بعد فراغ انھیں ملکیوں میں سے ایک کو راہبر کیا
اور اُسی کے پیچھے پیچھے سب وہاں سے روانہ ہوئے جب چلتے چلتے دیر ہوئی
درانیوں کے لشکر کا پتہ نہ ملا بعضوں کو احتمال ہوا کہ اتنی دور ہم آگئے اور

اُن کا ڈیرہ خیمہ کہیں نظر نہیں آتا شاید وہ آج کوچ کر گئے اور بعضوں کو
یہ خیال ہوا کہ شاید راہبر راہ بھول کر اور طرف ہم لوگوں کو لایا اور اُس سے
کہنے لگے کہ تو ہم لوگوں کو کدھر لئے جاتا ہے اُس نے کہا تم کیوں گھبراتے ہو لشکر
درانیوں کا ابھی دُور ہے اور میں تم کو سیدھے رستے پر لایا ہوں تم سب پیچھے
میرے چلے آؤ میں تم کو لشکر کے متصل کھڑا کر دونگا پھر سب اُسی کے پیچھے
روانہ ہوئے آخر الامر چلتے چلتے کیا دیکھتے ہیں کہ چار پانسو طلائے کے سواروں
کا پیرہ کچھ فاصلے سے ہنڈ کی جانب نظر آیا مولانا صاحب سب لوگوں کو لے کر
وہیں کھڑے ہو گئے کہ جب یہ چلے جاوینگے تب ہم آگے بڑھینگے اس عرصے میں وہ
ہماری بائیں جانب سے آتے آتے سامنے آئے اُنھوں نے بھی ہم لوگوں کو
دیکھا اور کھڑے ہو گئے اور پشتو میں کہا کہ سو کی یعنی کون ہو ہماری طرف
سے شیخ علی محمد دینی نے کہا اَخیل یعنی اپنے ہی لوگ ہیں پھر اُنھوں نے کہا دُکم
جانی راعلئ" یعنی کہاں سے آتے ہو اُنھوں نے کہا لنگر اُتمان زئی یہ جواب
سُن کر ایک سواروں میں کا گھوڑا بڑھا کر ہمارے لوگوں کے قریب آیا اور
پہچانا اور شور کرتے ہوئے گھوڑے کو بھگایا و اغازیان دی و اغازیان دی
یعنی غازی ہیں اُس کی آواز سُن کر وہ تمام سوار اپنے لشکر کی طرف بھاگے
ہمارے لوگوں نے یہ خیال کر کے کہ لشکر اُن کا یہاں سے قریب ہے ایک
بارہ بندوقوں کی ماری اور با آواز بلند تکبیر کہتے ہوئے ان کا پیچھا کیا ایک

دم بھر خوب دوڑے اور لشکر کا پتہ نہ ملا پھر لوگ اس عرصے میں اُن
کے گولہ اندازوں نے دو گولے مارے ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ اُن کا
لشکر ہے اس میں کچھ ملکی ہماری طرف کے زیدی کی طرف بھاگے اُنھیں
کے ساتھ مولوی امیر الدین بھی چلے گئے ہمارے لوگوں کے تین غول ہو کر دوڑے
ایک غول توپوں کے داہنے اور ایک بائیں اور ایک سامنے جس میں مولانا صاحب
تھے اس عرصے میں تین توپیں پھرے کی چلیں چوتھی توپ نہ چلنے پائی کہ مدد اللہ تعالیٰ
شانہ کی سے مولانا صاحب نے جا لیا اور وہ پانچ ضرب توپ تھیں اور دونوں
طرف سے دو غول وہ بھی وہیں آ گئے اور گولہ اندازوں کی کسی نے نہ سُنی اور
کارتوس چھین لئے اور کسی نے پہتابیں چھین کر اُن سب کو پکڑ لیا اور پانچوں توپوں
پر اپنا بندوبست کیا اس عرصے میں چھٹی توپ تھی وہاں سے تھوڑی دور جانب
شمال موضع کنڈی کی طرف وہ چلنے لگے اور وہ بہت جلد جلد چلتے تھے مولانا صاحب
نے چالیس پچاس بندوقچی اور قرابین والے اس طرف بھیجے کہ جا کر ان کی پشت
مارو وہ لوگ وہیں سے بہ ماریاں کرتے ہوئے اُس طرف کو بڑھے اور جا کر
اس پر بھی اپنا قبضہ کیا اور ایک نجاجب یار محمد خاں کا کہ اُس کی پشت پر تلوار لگی
تھی اس کو بھی پکڑ لیا اور دو گولہ اندازوں کو پکڑ لیا اور تیسرا بھاگ گیا
ان دونوں سے پوچھا کہ سردار یار محمد خاں کہاں ہے اُن دونوں میں ایک
زخمی تھا وہ نہ بولا دوسرے نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا سردار تو اسی
توپ پر تھے اُن کے گولی لگی سو وہ لوگ اُٹھائے لئے جاتے ہیں یہ بات

سُن کر ہمارے مجاہدین اس توپ کو اُدہر پھیر کر مارنے لگے بعد اس کے
غازی لوگ اُن کے لشکر میں گھُسے تمام ڈیرے خیمے داروں سے خالی پڑے
تھے مگر کسی کسی خیمے سے دو دو چار چار درانی بھاگتے ہوئے نظر آتے تھے اور
باقی لوگ خدا جانے غازیوں کی پہلی تکبیر سُن کر فرار ہو گئے یا بعد زخمی ہونے
سردار یار محمد خاں کے بھاگے اور صدہا ملکی لوگ جو درانیوں کی کمک کو آئے
تھے وہی اُن کا مال و اسباب سلاح وغیرہ لوٹ لوٹ کر اپنے اپنے گھروں ۱
کو چلنے لگے اس بات کی اطلاع غازیوں نے مولانا صاحب کو کی کہ تمام
ملکی اسباب لشکر کا لوٹے لئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا بلا سے لیجانے دو اور اپنے
غازیوں سے کہا کہ تم کوئی توپوں کے پاس سے کہیں نہ جاؤ سواروں کا
لشکر ہی کیا عجب ہے کہیں پھر نہ آجاوے جب کچھ دیر میں ہنڈ کی طرف بندوقیں
چلیں اور تواتر لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ سب درانی فرار ہو گئے اور ہنڈ
سے مولوی مظہر علی عظیم آبادی اور پیر خاں مؤائش ولے ستر اسی مجاہدین لے
کر آپہنچے اور اُن کے بھاگنے کا حال بیان کیا کہ ہماری طرف ہو کر بھاگ
گئے اور ہم نے بھی بندوقیں اُن پر ماریں تب آپ نے اپنے غازیوں سے فرمایا
کہ لشکر کا اسباب جلد جمع کر کے اپنے قبضہ میں کرو لوگ تو اسباب جمع کرنے
میں مشغول ہوئے اور آپ نے مولوی مظہر علی اور پیر خاں کو کہا کہ اس وقت
قلعہ چھوڑ کر آنا موقع نہ تھا خیر آگئے تو بہتر کیا اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتحیاب
کیا مخالف منہزم بھاگ گئے اب تم بھی اسی وقت اپنے قلعہ کو چلے جاؤ

اور ہوشیاری سے رہو پھر وہ تو ہنڈ کو روانہ ہوئے اور ادہر اسباب لشکر کا
جمع ہونے لگا ایک تو ہاتھی آیا اُس کی سونڈ پر تلوار لگی تھی اور ساتھ ستر
اونٹ اور کچھ کم تین سو گھوڑے آئے اور چھ ضرب توپ اور پندرہ یا سولہ
ضرب شاہین اور تلواروں بندوقوں وغیرہ ہتھیاروں کا شمار یاد نہیں اور
اُن کی طرف مُردوں اور زخمیوں کا حال معلوم نہیں مگر اپنی طرف ایک تو
محمد حسن بارود سے جل کر شہید ہوئے اُنکے لنگر میں آگ لگ گئی تھی اور
ایک غازی اور شہید ہوا نام اُس کا نور محمد تھا اور چار غازی زخمی ہوئے
ایک تو دفعدار کہ اُن کے ہاتھ میں تلوار لگی چار انگلیاں جدی ہو گئیں اور
پانچواں انگوٹھا بھی کچھ کٹ گیا اور کچھ لگا رہا اور دوسرے دفعدار خاں
اُن کی پشت پر یعنی داہنے مونڈھے پر تلوار لگی اور تیسرے مرزا وزیر بیگ
اور چوتھے شیخ علی محمد دینی اُن کے سر میں تلوار لگی اور سردار پائندہ محمد خاں کے
باورچی خانے میں پلاؤ کی دیگیں پکی ہوئی تیار دہری تھیں اور اکثر درانیوں
کے دیروں میں بھی پلاؤ تیار تھا وہ پلاؤ غازیوں نے خوب کھایا اور
مٹوں ہر قسم کا میوہ تھا وہ بھی باخوبی لوگوں نے کھایا اور وہاں لشکر
میں چند عورتیں بھی تھیں اُن سے غازیوں نے پوچھا کہ تم کہاں کی ہو اُنہوں
نے اپنی اپنی بستیوں کے نام بتائے اور کہا کہ درانی لوگ ہم کو پکڑ لائے
تھے یہ خبر مولانا صاحب کو ہوئی آپ نے فرمایا کہ اُن سے کہو کہ تم اپنے گھروں

کو چلی جاؤ پھر لوگوں نے اُن سے کہا وہ اُسی وقت . بیچاریاں اپنی
اپنی بستیوں کو دعا دیتی ہوئی روانہ ہوئیں اس عرصہ میں کئی آدمی زیدی کے
جو مال واسباب لشکر کا لوٹ کر اپنے گھروں میں لے گئے تھے اور رکھ کر پھر
آئے اُنھوں نے مولانا صاحب سے کہا کہ سید بادشاہ کو تو تمہارے غازی
لوگ پنجتار کو لے گئے مولانا صاحب نے پوچھا کس واسطے اُنہوں نے کہا کہ
یہ حال ہم کو نہیں معلوم شاید کسی نے وہاں یہ خبر اُڑائی کہ جو مجاہدین چغیانے
کو گئے تھے وہ سب شہید ہو گئے یہ خبر سنتے ہی مولانا صاحب نے سید عبدالرؤف
بابری والے کو اور مومن خاں خیبری کو کہا کہ تم جلد جا کر سید صاحب کو فتح
کی خبر دو اور جہاں ملیں وہیں سے زیدی میں لوٹا کر لاؤ وہ تو دونوں صاحب
اُدہر روانہ ہوئے اور ادہر مولانا صاحب نے حکم دیا کہ اسباب لادو اس میں
لوگوں نے کہا کہ جا بجا ڈیروں میں صدہا جوڑے جوتے جو لشکر والے چھوڑ
گئے تھے پڑے ہیں اُن کے لئے کیا حکم ہے مولانا صاحب نے فرمایا کہ ان کو
بھی جمع کر کے لاؤ پھر کوئی تین سو جوڑے جوتے لوگوں نے لا کر حاضر کئے
آپ نے اونٹوں کے شلیتوں میں بھروا کر وہ بھی لدوائے جہاں اور
سب اسباب لاد اگیا اور ہمارے غازیوں میں ایک شخص نواب کر کے
مشہور تھے اس ہاتھی پر سوار ہو کر مولانا صاحب کے ہمراہ زیدی کو
چلے اور اُن کے نواب کہلانے کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت علیہ الرحمۃ

ملک سوات کے غار میں تشریف رکھتے تھے ان دنوں ہندوستان سے جاکر
وہاں لشکر میں وہ شامل ہوئے تھے اصلی نام ان کا خدا جانے ایک دن حضرت
کے پاس وہ آئے حضرت نے فرمایا کہ آؤ نواب بھائی وہ ہنس کر کہنے لگے
کہ آپ نے مجکو نوابی کا خطاب دیا اور نواب تو ہاتھی پر چڑھتے ہیں یہ خطاب
مجکو جو آپ نے دیا ہے تو ایک ہاتھی بھی حضور سے مجکو عنایت ہو آپ نے فرمایا
کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بات کیا دور ہے کہ وہ تم کو ہاتھی پر چڑھاوے
پھر اس دن سے ان کا لشکر میں نواب مشہور ہوا پھر آپ نے وہاں سے چلنے
کی تیاری کی چار توپیں تو آپ نے آگے کیں اور پچاس غازیوں اور سب
ملکیوں کو ان کے ساتھ کیا اور سو نمازیوں کے ساتھ وہ توپیں سب کے
پیچھے رکھیں اور ستراسی غازیوں کو داہنی طرف کیا اور اسی قدر غازیوں کو
بائیں جانب کیا اور تمام مال و اسباب کے اونٹ خچروں اور قیدیوں کو بیچ میں
کیا اور وہاں سے روانہ ہوئے جب زیدی کے آدھی دور پہنچے اُس وقت تا
صبح صادق بہت روشن ہو گئی تھی مولانا صاحب نے سب کو واسطے نماز کے
وہاں ٹھہرایا سب نے وضو کیا اذان ہوئی ہر ایک غول نے اپنے اپنے وارسے
نماز پڑھی بعد فراغ نماز کے سب کو لے کر مولانا صاحب وہاں سے روانہ ہوئے
دو گھڑی دن چڑھے ساتھ خیر و عافیت کے زیدی میں داخل ہوئے اور مال
و اسباب غنیمت کا انھوں نے خچروں سے اُتروایا اس عرصے میں مومن
خاں بھی آیا اور مولانا صاحب سے کہنے لگا کہ ہم نے اور عبدالرؤف خاں نے

حضرت کو موضع مانیرئی میں جا کر لیا اور حال فتح کا عرض کیا پھر آپ نے
سید عبدالرؤف خاں کو اپنے پاس رکھ لیا اور مجھ سے فرمایا کہ اب جو کچھ دیر
میں ہم بھی آتے ہیں تم میاں صاحب کو جا کر خبر دو یہ خبر فرحت اثر سن کر
مولانا صاحب نے واسطے استقبال حضرت امیرالمومنین کے دو سو سوار مع
نقارہ و نشان روانہ کئے اور ادہر مرزا حسین بیگ اور کئی غازیوں کو
فرمایا کہ جب حضرت کی سواری نزدیک آوے تب اکیس فیر خوشی کے
چلانا اور توپوں کے پیچھے غازیوں کی صف آراستہ کر کے کھڑی کی جب موضع
شاہ منصور میں حضرت کی سواری نمودار ہوئی تب مولانا صاحب چند غازیوں
کو ہمراہ لے کر آپ کے ملنے کو آگے بڑھے اور جا کر نزدیک حضرت کے پہنچے آپ
مولانا صاحب کو دیکھ کر اپنے ٹٹو یابو سے اُترے اور آ کر مولانا صاحب کو اپنے
سینہ سے لگا لیا اور ہاتھی پر سوار وہ نواب بھی حاضر ہوئے اور آپ کو سلام
کیا اور عرض کی کہ نواب تو ہاتھی پر سوار ہوتے ہیں مجکو بھی آپ ہاتھی،
عنایت کریں اور آپ نے فرمایا تھا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک کیا دشوار
جو تم کو ہاتھی دیوے سو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے آج ہاتھی پر سوار کیا آپ
نے فرمایا کہ نواب بھائی یہ ہاتھی تم ہی اپنے پاس رکھو اور خدمت کیا کرو اور
سوار ہوا کرو اور ادہر توپیں چلنی شروع ہوئیں جب اکیس فیر ہو چکے تب
غازی لوگ بندوق اور قرابین کی بھرماری کرنے لگے یہاں تک کہ حضرت

قریب توپوں کے تشریف لائے اور فرمایا کہ بھائی اب بھرماری موقوف کرو پھر بھرماری موقوف ہوئی حضرت ننگے سر ہو کر جناب باری میں ساتھ عجز و زاری والحاح وانکساری کے دعا کرنے لگے اور طرح طرح سے اللہ تعالیٰ و تقدس کی ثنا وصف اور قدرت و عظمت اور اپنی مسکینی اور خاکساری اور محتاجی اور انکساری بیان کرتے تھے اور سب لوگ آمین آمین کہتے تھے پھر بعد فراغ دعا کے آپ تو بستی میں جہاں رہتے تھے وہاں آکر اترے اور مولانا صاحب سب غازیوں کے ساتھ توپوں کے پاس اترے اور وہیں سب مال واسباب غنیمت کا جمع تھا اس عرصہ میں ہم لوگوں نے حضرت کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ بھائیو ہم لوگ تو مولانا صاحب کے ساتھ شبخون مارنے گئے تھے وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم و فضل سے ہم کو فتحیاب کیا اور تم موضع مایری میں کیوں چلے گئے اس کا تو مفصل حال بتاؤ ان میں سے میاں دین محمد اور میاں پیر محمد صاحب کہنے لگے کہ یہاں سے ہم لوگوں کے چلے جانے کا یہ سبب ہوا کہ تم لوگوں کو تو سید صاحب نے مولانا صاحب کے ساتھ ادہر رخصت فرمایا اور آپ ادہر مسجد میں گئے اور ننگے سر ہو کر بہت دیر تک ساتھ کمال گریہ وزاری اور عجز و انکساری کے جناب باری میں دعا کرتے رہے پھر بعد فراغ دعا کے وہاں سے آکر گرہی کے برج پر بیٹھے اور فرمانے لگے کہ شاید ابھی ہمارے مجاہدین بھائی درانیوں کے لشکر تک نہیں پہنچے بعد اس کے کچھ دیر میں ایک باڑہ بندوقوں کی چلی پھر کچھ عرصے میں پانچ آوازیں توپوں کی ہوئیں اور پھر توپیں

چلنی کچھ دیر میں موقوف ہوگئیں اُس وقت آپ پھر دعا کرنے لگے اس میں
کچھ عرصے کے بعد کسی ملکی نے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سید بادشاہ کو فتح دی
یہ بات سُن کر اور یہاں کے ملکی لوگ مارے خوشی کے شور مچانے لگے اور پھر اُدھر
سے توپ کی آواز آنے لگی بعد اس کے مولوی امیر الدین صاحب ولایتی نے آکر
حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ وہاں تو جتنے مجاہدین آپ نے بھیجے تھے اُن
میں سے ایک نہیں بچا سب شہید ہوگئے یہ خبر وحشت اثر سُن کر سب کے یکبارگی
ہوش جاتے رہے کہ یہ کیا ہوا اور یہاں کے سردار فتح خاں نے آپ کے سامنے
ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اب آپ یہاں سے پنجتار کو تشریف لیجاویں اگر آپ زندہ رہیں گے
تو اللہ تعالیٰ پھر سامان جہاد کا درست کر دیگا اور میں بھی اپنے اہل و عیال یہاں
سے نکالتا ہوں اس وقت یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں آپ نے فرمایا کہ خان
بھائی ابھی آپ توقف کریں تعجیل کرنی خوب نہیں اور یہ خبر غلط ہے اللہ
تعالیٰ نے ہماری فتح کی ہے سید احمد علی صاحب جو آپ کے بھانجے تھے
وہ کہنے لگے کہ آپ کس دلیل سے فرماتے ہیں کہ ہماری فتح ہوئی مولوی
امیر الدین صاحب جو خود وہاں سے دیکھ کر آئے ہیں وہ تو خبر دیتے ہیں
کہ وہاں آپ کا ایک غازی نہیں بچا آپ نے فرمایا کہ اول تو اللہ تعالیٰ کی
طرف سے ہم کو اُمید قوی ہے کہ فتح ہماری ہوگی اور دوسری عقلی
دلیل یہ ہے کہ پہلے جو بعد بارہ بندوقوں کے توپیں چلتی تھیں شعلہ

رنجک کا اُس طرف نظر آتا تھا اور شعلہ کا رُتوس اس طرف جب اُن
توپیں کچھ دیر بند ہو کر پھر چلنے لگیں تب اس کے برعکس معاملہ نظر آنے
لگا یعنی اس طرف شعلہ کا رتوس اس دلیل سے ہم کہتے ہیں کہ فتح اللہ
تعالیٰ نے ہم کو دی جبکہ توپیں اُن کے قبضے میں تھیں اور وہ چلاتے تھے
تب اس طرح معلوم ہوا یعنی شعلہ رنجک اس طرف اور شعلہ کا رتوس اس
طرف اور جب ان توپوں پر ہمارے نمازیوں کا تسلط ہوا اور یہ چلانے
لگے تو حال اس کے برعکس ہو گیا یہ گفتگو سُن کر سید احمد علی صاحب اور
فتح خاں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا ہو ہم بھی تو یہی چاہتے ہیں کہ آپ
کی فتح ہوئی ہو مگر اب آپ کی قیاسی دلیل پر عمل کریں یا اس پر جو مولوی
امیر الدین صاحب بچشم خود دیکھ کر آئے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح
نصیب کی ہوگی تو بھی یہاں سے چلنے میں قباحت نہیں پھر چلے آنا اور اگر
خدا نا خواستہ اس کے عکس معاملہ ہو تو بھی چلنا بہتر ہے اور سید احمد علی صاحب
آپ کا ہاتھ پکڑ کے اُس بُرج سے نیچے اُتار لائے آپ نے فرمایا کہ میاں
احمد علی ہم کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے یقین کامل ہے کہ ہماری فتح
ہوئی اور اگر خدا نا خواستہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ مولوی امیر الدین کہتے ہیں
تو ہم ان تھوڑے غازیوں کو لے کر کہاں جاویں اس سے تو یہی خوب
ہے کہ خدا پر توکل کر کے یہیں رہیں جو کچھ منظور الٰہی ہو گا وہ ہو رہیگا
سید احمد علی صاحب نے عرض کی کہ اب تو جو کچھ ہو سو ہو مگر یہاں سے

آپ کو چلنا مناسب ہے اور جلد یا بو لاکر آپ کو بزور سوار کیا اور
طرف موضع مایزئی کے روانہ ہوئے زیدی سے نکل کر کچھ دور گئے ہونگے
کہ پیچھے کچھ فاصلے سے دس بارہ برس کے لڑکے کی سی آواز آنے لگی کہ
حضرت پلٹ آئیے آپ ہی کی فتح ہوئی ہے اور یہ آواز پے در پے بار
بار آتی رہی بلکہ آپ نے سید احمد علی صاحب سے فرمایا کہ سنو تو یہ کیسی
آواز آتی ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ ہاں میں بھی سنتا ہوں کوئی لڑکا سا
پکار رہا ہے خدا جانے کون ہے اُس کے کہنے کی کیا سند پھر جب کالی دریا
تک پہنچے تب وہ آواز موقوف ہوگئی اور ہم لوگوں میں کسی کو ثابت
نہ ہوا کہ وہ پکارنے والا کون تھا اور نہ کچھ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس امر میں
فرمایا پھر جب موضع مایزئی میں ہم لوگ آپ کو لے کر مع الخیر داخل ہوئے
اس کے کچھ دیر کے بعد دو سوار مولانا صاحب کے پاس سے آئے ایک
سید عبد الرؤف اور دوسرے مومن خاں اور کہا کہ حضرت آپ کو فتح
مبارک ہو یہ خبر فرحت اثر سُن کر جلد وہاں سے حضرت ادہر تشریف
لائے فقط پھر اسی روز نماز ظہر کے وقت آخوند ظہور اللہ جہانگیری والے اور
امیر خاں خٹک دو ڈیر والے واسطے مبارکبادی کے آئے اور یہ خبر لائے
کہ ہم نے اکثر معتبر لوگوں سے سنا کہ سردار یار محمد خاں موضع ہریان

اور موضع دوڈہیر کے درمیان میں فوت ہوگیا اور یہ ہی لوگوں سے سُنا
کہ درانی سردار موصوف کے لشکر کے کہتے تھے کہ جس وقت ہم اپنے ڈیرے
خیمے چھوڑ کر بھاگے وہاں سے موضع دوڈہیر تک ہم کو معلوم ہوا کہ سید
بادشاہ کے غازی اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہمارے پیچھے آتے ہیں اور
اسی ہیبت سے افتاں وخیزاں ہم بھاگتے تھے اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ
نے موضع پانیرئی سے آکر زیدی میں تین روز رہے اس عرصے میں
ملک سمی کے تمام رؤسا وخوانین جن کو سردار یار محمد خاں نے دھمکا دھمکا
کر اپنی طرف کر لیا تھا واسطے مبارکبادی فتح کے حضرت کے حضور فیض گنجور
میں آئے اور لوگ دف بجاتے تھے اور پشتو میں چار بیت گاتے تھے
اور ننگی تلواریں لئے اُچھلتے کودتے تھے اور یہ ہر وقت خوشی کے وہاں کا
دستور ہے اور ہر ایک خان اور ملک کے ساتھ ایک ایک نشان تھا
اور سب اپنا اپنا عذر حضرت سے بیان کرتے تھے کہ سردار یار محمد خاں
کے خوف ظلم سے برائے نام ہم مل گئے تھے مگر دل وجان سے ہم آپ
ہی کی خیر اور فتح جناب الٰہی سے چاہتے تھے آپ ان کی تسلی اور دلجمعی
کرتے تھے کہ تم ہمارے بھائی ہو کچھ مضائقہ نہیں اگر مصلحتاً تم اس
کی طرف ہوگئے جب سب رخصت ہو کر اپنی بستیوں کو گئے تب
چوتھے روز حضرت علیہ الرحمۃ مع لشکر فیروزی اثر زیدی سے کوچ
کر کے پنجتار کو چلے آپ کی سواری کے آگے زیدی کی تمام عورتیں

غول باندہ کر دف بجاتی اور جاربیت گاتی خوشی کرتی ہوئی آئیں آپ
نے بطور انعام کے سید اسمٰعیل بریلوی سے پانچ پانچ روپے دلوائے پھر
وہاں سے جب موضع شاہ منصور اور کالی دری اور موضع سنگ بٹی اور
موضع گستی غرغشتی میں آئے وہاں کی عورتوں کا بھی یہی حال تھا مگر ان
بستیوں کی عورتوں کو آپ نے دو دو روپے دلوائے اور جب مع الخیر پنجتار
میں داخل ہوئے سب کہیں سے زیادہ یہاں کی عورتوں نے اسی طور دف ا
بجاتی اور جاربیت گاتی ہوئی ہجوم کیا ان کو بھی آپ نے پانچ پانچ روپے
دلوائے پھر آپ اول سواری سے اُتر کر مسجد میں گئے اور دو رکعت نفل
پڑہی پھر آپ کے بعد بعضے بعضے اور صاحبوں نے بھی پڑہی پھر وہاں سے آپ
بُرج میں تشریف لے گئے جہاں رہا کرتے تھے اور ہر ایک جماعت کے مجاہدین
اپنے اپنے قدیمی ٹھکانوں پر جا اترے اور پنجتار کے غربی دروازے کی طرف
جو ایک ٹیلہ تھا اس کے پاس توپیں اور شاہینیں رکھیں اور توپ خانے
کا منتظم مولوی خیرالدین صاحب کو کیا اور مولوی صاحب کا نائب مولوی احمداللہ
صاحب کو کیا اور جتنے ہندوستانی اور قندہاری وغیرہ سوار تھے وہ سب
توپ خانے کے کچھ دور آگے جو شیشموں اور توتوں کا ایک باغ تھا اس میں
اُترے اور سردار یار محمد خاں کا ایک مصاحب زخمی مقید تھا اس کو پنجتار
کے شمالی فصیل کے اندر ایک خیمے میں اپنے نزدیک اُتارا اور نور بخش
جراح اس کی مرہم پٹی کرتا تھا اور وہی ہر روز حلوا پکا کر کھلاتا تھا
پاؤ سیر گھی اور پاؤ سیر گڑ اور آدہ سیر آٹا حضرت کے باورچی خانے

سے ہر روز اُس کے لئے مقرر تھا جب چند روز میں اس کا زخم اچھا ہوا
تب حضرت نے اُس سے فرمایا کہ اب اگر تمہارا دل چاہے تو ہمارے لشکر میں
رہو جو سب بھائیوں کو کھانا کپڑا ملتا ہے وہ تم کو ملیگا اور اگر کہیں جانے
کا ارادہ ہو تو وہاں تم کو پہنچوا دویں اُس نے کہا میں پشور کو جاؤنگا پھر
آپ نے کئی جوڑے عمدہ کپڑے بنوادئے اور سواری کو ایک گھوڑا عنایت کیا
اور کچھ راہ خرچ دیا اور کئی ملکیوں سے کہا کہ ان کو نوشہرے تک پہنچا آؤ
وہاں سے یہ آپ پشور کو چلے جاوینگے پھر موافق فرمانے آپ کے وہ ملکی نوشہرے
تک پہنچا آئے اور جو ہمارے چار غازی زخمی تھے فضل الٰہی سے وہ بھی
اچھے ہو گئے اور جس روز حضرت علیہ الرحمۃ زیدی سے پنجتار میں داخل ہوئے
اُس کے اگلے روز مولانا صاحب سے فرمایا کہ جو کچھ مال و اسباب غنیمت
توپوں کے وہاں جمع ہے اُس کو وہاں سے منگا کر یہاں اپنے پاس حجرے
میں دھروا دو اور ہر ایک جماعت میں خبر کر دو کہ جن صاحبوں کے پاس جو جو
مال و اسباب غنیمت ہو وہ بھی لاکر آپ کے پاس جمع کر دیں پھر لوگوں
میں حساب کر کے تقسیم کیا جاوے پھر مولانا صاحب نے توپ خانے سے
سب مال و اسباب غنیمت کا منگا کر اپنے پاس حجرے میں رکھا پھر اسی باب
میں غازیوں کو جمع کر کے وعظ فرمایا اور کہا بھائیو جس کے پاس
اسباب غنیمت سے جو کچھ ہو وہ لاکر حاضر کرے یہاں تک کہ اگر چھڑے

کا تسمہ بلکہ سوئی کا دھاگہ ہو اُس کو بھی لاوے اس میں سے کچھ نہ چھپاؤ
اس لئے کہ یہ مال خدا کا ہے جو نہ لاویگا روز قیامت کے پکڑا جاویگا اور
سخت عذاب پاویگا یہ وعید شدید سُن کر جن جن صاحبوں کے پاس
تھوڑا بہت جو کچھ مال و اسباب تھا ان سب نے لاکر حجرے میں داخل کیا
یہاں تک کہ کسی کے پاس سیر آدہ سیر کشمش تھی کسی کے پاس ستو یا چاول
تھے یا ناس تھا سب لاکر حاضر کیا اور جو کچھ مال و اسباب خادے خاں کا ہنڈ
سے لوگ مولانا صاحب کے ہمراہ مجاہدین لائے تھے وہ بھی جدا وہیں حجرے
میں رکھا گیا اور باقی جو اسباب خادے خاں کا ہنڈ میں تھا اُس کے لانے کو
حضرت کی اجازت سے مولانا صاحب نے مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی
اور پیر خاں مورائیں والے کو لکھا کہ واسطے بندوبست قلعہ کے پچاس ساٹھ
آدمی مرزا احمد بیگ پنجابی کے پاس چھوڑ کر باقی سب کو ہمراہ اسباب خادے خاں
کے یہاں لے آؤ اور مولوی مظہر علی صاحب بعد شکست یار محمد خاں موضع
ہریان اور موضع لاہور میں امیر خاں اور غلام خاں کے مکان سے تاخت
کرکے اُن کا بھی مال و اسباب لائے تھے وہ بھی قلعہ ہنڈ میں جمع تھا غرض بعد
کئی روز کے مولوی مظہر علی صاحب مع اسباب مذکورہ لوگوں کو لے کر
پنجتار میں حاضر ہوئے اور خادے خاں کے اسباب میں وہ بھی اسباب داخل
کیا پھر خادے خاں کا مال و اسباب ایک فرد میں جدا لکھا گیا اور

سردار یار محمد خاں کا جدا ایک فرد میں لکھا گیا پھر جن کے ہتھیار توپ تباین بندوق تلوار پستول تمنچے وغیرہ اور دیرے خیمے اور اونٹ خچر دونوں فردوں سے جدے کر کے بیت المال میں داخل کئے گئے اور باقی جو کچھ رہا ہر ایک کی قیمت کا تخمینہ کیا گیا اور ہر ایک گھوڑے کی قیمت جدا جدا تخمینہ کیا گیا پھر سب مال و اسباب کے پانچ حصے لگائے گئے ان میں سے ایک حصہ بیت المال میں داخل کیا گیا اور چار حصے غازیوں میں تقسیم ہوئے ایک ایک حصہ پیادوں کو ملا اور دو دو سواروں کو جو مال و اسباب گراں قیمت تھا وہ اکثر ملکی لوگ لوٹ لے گئے تھے باقی کچھ اُس وقت سر دست ملا وہ مولانا صاحب جمع کرا کر لے آئے تھے اور اُس کا تخمینہ کل بائیس ہزار یا تیئیس ہزار روپے کا کیا گیا تھا حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کر خیر پچیس ہزار کا رکھو پھر جب تمام غنیمت تقسیم ہو چکی ملکی لوگ جو شریک چھاپے میں تھے وہ تو اپنے اپنے حصے لے گئے ہندوستانی غازیوں نے کہا کہ ہم تو بیت المال سے کھاتے پیتے ہیں حصے لے کر کیا کریں یہ بھی بیت المال میں داخل کرنا چاہئے یہ خبر حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کو ہوئی آپ نے سب کے سامنے فرمایا کہ بھائیو یہ حصہ حق تمہارا ہے تم جو چاہو سو کرو اس میں جو کوئی اپنی خوشی سے بیت المال میں داخل کر دے ہم اُس کو روکتے بھی نہیں اس کا ثواب اُس کو جدا ہو گا اس امر میں کسی پر جبر نہیں ہے اور نہ فرض و واجب ہے یہ بات سن کر اکثروں نے تو داخل کر دیا اور کمتر لوگوں نے جن کو حاجت تھی اُنھوں نے رکھ لیا اور اپنے خرچ

میں لائے پھر اس کے بعد ایک روز نتیجار اور زیدی کے دونوں فتح خاں
آپس میں مشورت کر کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے،
کہ حضرت اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو اس ہمارے ملک کا بادشاہ
کیا اب ہم برضا و رغبت یہ چاہتے ہیں کہ ایک اپنا قاضی ہمارے یہاں مقرر
کریں وہ ہم لوگوں کو احکام شرعی جاری کرے اور ہماری بستیوں سے
آپ کے واسطے عشر بھی مقرر ہو اور ہم تمام خوانین ملک سمی کے سے کہیں گے
انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی اس باب میں چون وچرا نہ کرینگے آپ نے کہا جزاکم
اللہ تعالیٰ فی الدارین مسلمانوں کو ایسا ہی چاہیئے مگر ہم بھی یہ بار گراں کسی بھائی
پر نہیں ڈالتے ہیں اگر کوئی برضا و رغبت تمہارے کہنے سے قبول کرے بہتر
ہے اللہ تعالیٰ تم کو اجر دیگا پھر دونوں فتح خاں آپ سے رخصت ہو کر
اپنے اپنے مکانوں کو گئے اور ملک سمی کے تمام خوانین کو جو حضرت سے
اقرار کر آئے تھے اُسی مضمون کے خط لکھ کر روانہ کئے پھر بعد کئی روز کے
اپنی اپنی بستیوں سے دو دو چار چار ملک اور خان حضرت علیہ الرحمۃ کے
پاس آنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نے احکام شریعت کے قبول کئے بخوشی
اور ہمارے یہاں آپ قاضی مقرر کر دیں کہ ہم لوگوں میں موافق شرع
شریف کے احکام جاری کرے اور ہم آپ کو عشر بھی موافق شریعت

کے دیوینگے اور آپ اُن سے فرمانے لگے تم اپنی اپنی بستیوں کے علماکو
یہاں ہمارے پاس بھیجو انہیں تمہاری بستیوں کا قاضی کردیں پھر وہ
خوانین اپنی بستیوں میں جاکر اپنے علماء کو بھیجنے لگے اور آپ اُن کو قاضی کرکے
روانہ کرنے لگے پھر بعد چند روز کے فصل بُجری جوار اور ماش موٹھ کپاس
وغیرہ کی آئی اس میں ہر ایک ملک اور خان نے اپنی اپنی بستیوں سے
خچروں گدہوں پر عشر کا غلہ وغیرہ لاد لاد بھیجنا شروع کیا مگر اپنی ہی مرضی کے
موافق اور حضرت بھی کسی سے کچھ کمی بیشی کے امر میں تعرض نہیں کرتے تھے جو وہ بھیجاتے
تھے وہ آپ لے لیتے تھے اور جو بعضے ہندوستانی مخالفین متبدعین کہتے ہیں کہ سید
صاحب نے واسطے تحصیل عشر کے اپنے مجاہدین ہر بستی میں مقرر فرمائے تھے اور وہ اس
طرح کی تعدی اور زیادتی کھیت والوں پر کرتے تھے یہ محض افترا اور بہتان
مخالفین کا تراشا ہوا ہے اس کی کچھ بھی اصل نہیں ہے سچی بات یہ ہے کہ اس فصل
میں آپ نے ایک ہی تحصیلدار عشر کا اپنے غازیوں سے مقرر نہیں کیا تھا وہی لوگ
اپنی رضا و رغبت بھیجدیتے تھے بلا تعرض آپ لے لیتے تھے فقط اور جب ہر
بستیوں سے آنا شروع ہوگیا تب انہیں روزوں ایک دن حضرت علیہ الرحمۃ
سوار ہوکر چند غازیوں سے موضع چنگلئی کی طرف جو پنجتار سے قریب آدہ
کوس کے دورہ ہے وہاں تشریف لے گئے اور وہاں ایک چھوٹا سا پہاڑ کا
ٹیکرا ہے اور اوپر اُس کے میدان برابر ہموار ہے واسطے توپخانہ کے آپنے

اس کو پسند کیا اور فرمایا کہ وہاں سے توپیں لاکر اسی پر لگائی جاویں اور بقدر
حاجت گولہ بارود وغیرہ رکھنے کو اور گولندازوں کے رہنے کو مکان بنائے جاویں
پھر آپ وہاں سے مکان پر تشریف لائے اور کئی روز کے بعد غازیوں نے موافق
فرمانے آپ کے وہاں مکان بنانے شروع کئے جب چند روز میں بن کر درست
ہوئے آپ کو اطلاع کی تب آپ نے اجازت دی غازیوں نے پنجتارسے توپوں
کو لیجا کر اسی ٹیکرے پر چڑھادیں اور توپوں کے علاوہ کے لوگ وہیں جا کر
رہنے لگے اور ہر ایک توپ کی پیٹی میں کچھ کچھ جنگی کارتوس تھے پھر حضرت نے
مولوی خیرالدین اور مولوی احمد اللہ صاحب سے فرمایا کہ توپوں کے گولے کم ہیں ہر توپ
کے پان پانسو گولے پورے کر لئے جاویں پھر بعد چند روز کے دونو صاحبوں
نے موضع قاسم خیل میں کارخانہ گولے بنوانے کا جاری کر دیا جو سب
میں بڑی توپ تھی اس کا پان سیر کا تیر تھا اور چار جو اوسط تھیں
ان میں دو کا سوا تین سیر کا تیر تھا اور دو کا تین سیر کا اور جو چھوٹا گردہ
تھا اس کا تیر ڈیڑہ سیر کا تھا ایک روز حضرت بھی چند غازیوں
سے وہاں تشریف لے گئے اور جا کر بیٹھے گولے تاؤ دے کر
کوٹے جاتے تھے اس کی چنگاری اچھل کر ملک داد خاں)
خورجے والے کے قرابین کی پیالی میں جا پڑی قرابین

چل گئی منہ اس کا اوپر تھا خدا نے خیر کی سب گولیاں اوپر ہی نکل گئیں سب لوگ محفوظ رہے فقط اور عشر جاری ہونے کے پہلے لشکر میں غلہ مع دال تین تین یا دُسرا سم تقسیم ہوا کرتا تھا اور آپ ہی غازی لوگ پیس لیتے تھے اور بعضے کچھ غلہ دے کر پسوا لیتے تھے پھر جب عشر جاری ہوا اور غلہ کی افراط ہوئی تب لوگوں نے صلاحاً حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ یہاں اپنے غازیوں کو غلے کے پیسنے پسانے میں تکلیف ہوتی ہے اور یہاں سے سات کوس پر موضع مینئی میں پنچکیاں ہیں اگر چند لوگ مقرر کئے جاویں کہ وہ اونٹوں یا خچروں پر غلہ لیجایا کریں اور وہاں سے مزدوری دے کر پسوالایا کریں تو خوب ہو حضرت علیہ الرحمۃ کو یہ صلاح بہت پسند آئی اور آپ نے شیخ ولی محمد صاحب کو بلا کر فرمایا کہ اونٹ اور خچر تمہارے حوالات میں ہیں اب غلے پسوانے کا بھی تمہیں انتظام کرو اور وہ لوگوں کی تقریر سب اُن سے بیان کی شیخ صاحب نے عرض کی کہ بہتر بات ہے جیسا ارشاد ہو میں حاضر ہوں مگر یہ محنت و مشقت کا کام ہے اور اس کے اہتمام کو بہت آدمی چاہئیں ان کے لئے موافق ان کی محنت کے کچھ کھانے پینے کی اجازت ہو جاوے تو یہ کام بنے آپ نے فرمایا کہ بہتر بات ہے جن بھائیوں کو اس خدمت پر مقرر کرو ڈیوڑھا حصہ

تو غلّے میں اور سراسم چھٹانک بھر اُن کو گھی دیا کرنا اور باقی
اور خرچ ضروری دینے میں تم کو اجازت ہے پھر شیخ صاحب نے
اس کا منتظم سید حامد علی جھنجھانوی کو کیا اور پچیس تیس غازی اُن
کے ہمراہ کئے اور اونٹوں اور خچروں پر غلہ لدوا کر اور تین چھوٹے
چھوٹے خیمے دے کر موضع مینئی کو روانہ کیا اُنھوں نے موضع مذکور
میں جا کر وہاں کے خان معز اللہ خان سے تین کوٹھی خالی کرائیں کر
ایک غلہ رکھنے کو اور ایک آٹا جمع کرنے کو اور ایک لوگوں کے جمع کو
اور وہاں کی پانچ چکیاں اپنے تحت میں کیں اور وہیں تینوں پال
کھڑے کئے اور چکیوں کا کرایہ جو بیسواں حصہ گیہوں میں اور سولہواں
حصہ بڑی جوار میں مقرر کیا اور یہاں پنجتار میں حضرت کے باورچی خانے
کے متصل ایک کوٹھا تھا جب وہ لوگ آٹا لاتے تھے اس میں انبار
کرتے تھے اور یہاں سے غلہ لیجاتے تھے جب وہاں سے آٹا آنا شروع
ہوا تب حضرت نے فرمایا کہ اب ہمارے لشکر میں ظفر تکیہ سراسم آٹا دال ملا کر
سیر سیر جنس تقسیم ہوا کرے اور عبد القیوم کو جو آپ کے باورچی خانے
کے داروغہ تھے بلا کر فرمایا کہ یہاں پنجتار میں جو مسکین و محتاج
اور معذور لوگ ہیں ان کو ہر روز ہمارے باورچی خانے سے کھانا ملا کرے اور جو

مہمان ومسافر ہمارے لنگر میں آویں وہ بھی ہمارے یہاں کھاویں
عبدالقیوم نے عرض کی کہ آپ کے مطبخ میں تو دس آدمی ہیں اور اُس
کے اہتمام کو بہت آدمی ہوں تب یہ کام ہو آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے
جتنے درکار ہوں گے ہم مقرر کر دینگے تم بسم اللہ کر کے اس کام کو شروع
کرو عبدالقیوم تو باورچی خانہ کو گئے پھر اسی روز آپ نے بعد نماز ظہر کے بطور
ترغیب کے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج ہم نے عبدالقیوم کو
واسطے کھانے مسکینوں محتاجوں مہمانوں مسافروں کے حکم کیا اور وہاں
باورچی خانے میں کاروبار کو لوگ کم ہیں اور یہ کار ثواب ہے جو بھائی
للہ فی اللہ اس کار میں شریک ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دیگا یہ بات
سن کر ہر پہلے سے ایک ایک دو دو کر کے کوئی بیس آدمی حاضر ہوئے
کہ ہم یہ کام کرینگے آپ نے عبدالقیوم کو اُن کے سپرد کیا کہ ان کو باورچی خانے
میں داخل کرو اور آج سے ان کے واسطے میاں عبدالوہاب سے ڈیوڑھا حصہ
آٹے کا لیا کرنا پھر اُس دن سے وہ کارخانہ جاری ہوا

حکایت

سردار یار محمد خاں کے مارے جانے کے تین روز پیشتر میاں جی چشتی صاحب
ملک بخارا سے مع الخیر تشریف لائے تھے اور قصہ سردار یار محمد خاں کی لڑائی
کا رہا جاتا تھا اس لئے اس کو تمام کر کے یہاں بخارا کے حالات میں
تحریر ہوتا ہے اور یہیں بخارا میں آکر تسکین خاطر سے مفصل حضرت

کے روبرو میاں جی صاحب نے بیان کیا تھا اور ہم لوگوں نے بھی سنا
تھا اور شیخ محبب اللہ صاحب سے بھی جدا پوچھا میں نے کہ اس سفر
کا حال بیان کرو اُنھوں نے کہا کہ حال یہ ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ
نے ملک سوات میں خار سے ہم دس آدمیوں کو میاں جی چشتی کے ہمراہ
کر کے طرف ملک بخارا کے روانہ فرمایا تب خار والوں میں سے بعض
بعض دوستوں نے کہا کہ اگر تم خرچ راہ روپیہ اشرفی لئے جاتے ہو تو ملک
قاشقار میں بہت تکلیف پاؤ گے اس لئے کہ وہاں اس کا چلن نہیں ہم نے
کہا کہ پھر اس کی کیا تدبیر کریں اُنھوں نے کہا کہ ہلدی سونٹھ نمک
نیلری سوئی کپڑا ان چیزوں کی وہاں بڑی قدر ہے پھر ہم نے نمک
تو موافق حاجت اپنے لوگوں کے لیا اور باقی تھوڑی تھوڑی سب چیزیں
لے کر روانہ ہوئے اور ملک باجوڑ میں پہنچے پھر وہاں سے چلتے چلتے ملک
قاشقار میں داخل ہوئے شاہ کشور نام وہاں کا بادشاہ تھا حضرت
علیہ الرحمۃ نے اپنا خط دیا تھا میاں جی چشتی اور ہم سب اُن کی ملاقات
کو گئے اُس روز وہ اپنے باغ میں تشریف رکھتے تھے جب ہم لوگوں
کی خبر ان کو کی گئی پھر وہیں ہم سب کو بلایا اور واسطے تعظیم کے اٹھ
کھڑے ہوئے اور ہر ایک سے مصافحہ کیا اور اپنے پاس بٹھالیا اور ہر
ایک سے عافیت مزاج کی پوچھی مگر ہم ان کی زبان نہیں سمجھتے

تھے مگر جو فارسی وہ کلام کرتے تھے وہ ہم کچھ کچھ سمجھتے تھے پھر میاں جی صاحب نے حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کا خط ان کو دیا اس کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور جو کچھ میاں جی صاحب سے زبانی حال پوچھا اُنھوں نے بیان کیا پھر ایک مکان میں ہم سب کو اُتارا چار مقام وہاں ہم سب نے کئے اور کھانا انھیں کے مطبخ سے ہم لوگوں کے واسطے آتا تھا اور وہاں کا حال ہم نے عجیب رنگ کا دیکھا ایک تو اُن کا کارخانہ ہم نے نہایت سادہ اور بے تکلف دیکھا جیسے یہاں کے ادنی رئیسوں کا مگر حکم اس قدر نافذ جیسے بڑے جلیل القدر بادشاہوں کا کیا مجال کہ ذرہ فرق پڑے اور دوسرے اس ملک میں زمین ہموار زراعت کی کہیں نہیں دیکھنے میں آئی زمین بہت ہی کم اور اسی سبب سے غلہ بھی وہاں قلیل نظر آیا کہیں کچھ جو یا مونگ یا چاول اور کچھ نہیں وہاں کے لوگوں کی اوقات بسری صرف میوے پر ہے اور غلہ وہاں ایسا جیسے یہاں ولایتی میوہ اور بہت بادشاہی اصطبل میں گدھے دیکھے جیسے دو دو کلے گھوڑے اور جوتے نمک نہیں دیکھا یہاں تک بادشاہی مطبخ میں بھی، پانچویں کسی کو اُمرا اور فقرا میں سے سوتی کپڑا پہنے نہیں دیکھا سوائے پشمینے کے اور چھٹے روپے پیسے اشرفی کا وہاں مطلق رواج نہ تھا اور ساتویں اور بکری دنبے کے گوشت کی بڑی افراط، اور ہم نے جو اپنے پاس

کا سوداگری اسباب بیچنے کو نکالا تو ہم لوگوں کے گرد وہاں کے آدمیوں
کا ہجوم ہو گیا نہ وہ ہماری بولی سمجھتے تھے اور نہ ہم ان کی ہاتھوں کے
اشارے سے خرید و فروخت کرتے تھے ایک ایک سوئی پچیس تیس
سیب یا ناسپاتی یا بہی دے کر لیجاتے اسی طور سونٹھ ہلدی ایک ایک
گرہ چار چار یا پانچ پانچ خوشے انگور کے دے کر خوشی خوشی لیجاتے
اور جو یہاں سے تھان بارہ آنے تیرہ آنے کی خرید کالے گئے تھے جو
ایک تھان لیجاتا ایک عمدہ پشمینہ کا چوغا دے جاتا اسی طور سب مال
ہم نے بیچا اور جس کی فجر کو ہم وہاں سے رخصت ہونگے اس رات کو
شاہ کتور جہاں ہم اُترے تھے اپنے چند نوکروں چاکروں سے وہاں تشریف
لائے اور اُن کے ہمراہ بجائے مشعلوں کے مشعلچی چیڑ کی لکڑیاں جلاتے
تھے شاید کہ تیل بھی اس ملک میں نہ ہوتا ہوگا پھر وہ فارسی میں میاں جی
صاحب سے باتیں کرنے لگے کہ کالے کافروں کا ملک ہمارے قاشقارسے
ملا ہوا ہے ہم بھی اُن پر ہمیشہ جہاد کیا کرتے ہیں اور اُن کو پکڑ بھی لایا
کرتے ہیں بہت لوگ اُن کے اب بھی ہمارے یہاں قید میں جو اُن
میں مسلمان ہو جاتے ہیں ان کو ہم چھوڑ دیتے ہیں اور اپنے یہاں
ان کو کھانا کپڑا مقرر کر دیتے ہیں اور یہ اس وقت ہمارے ساتھ
اکثر لوگ اُنھیں میں کے ہیں جو ان کو دیکھا تو کمال حسین اور شکیل اور

سرخ و سفید تھے پھر میاں جی صاحب نے اُن سے رخصت چاہی اُنھوں نے اُسی وقت رات ہی کو اپنا راہبر ہمارے ساتھ کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ ان کو بدخشاں کی سرحد تک پہنچا دینا اور میاں جی صاحب سے کہا کہ جب آپ مع الخیر اس سفر سے مراجعت کرنا تو اسی طرف آنا پھر وہ اپنے مکان کو تشریف لے گئے اور ہم سب سو رہے پھر بعد نماز فجر کے اُس راہبر کے ساتھ ہم سب روانہ ہوئے اُس روز شام کو کلے کافرستان کے ملک کے پہاڑ پر پہنچے اور رات بھر وہیں رہے صبح کو وہاں سے چلے شام کو بدخشاں کے ملک کے ایک شہر میں کہ نام اس کا فیض آباد ہے پہنچے اور وہاں کے قلعہ کے دروازے پر گئے اور وہاں کے حاکم کو اطلاع کرائی اُس نے دو آدمیوں کو بلایا پھر میاں جی چشتی اور عبدالحکیم دہلوی اندر قلعہ کے گئے اور ہم سب آدمی دروازے پر رہے پھر بعد کچھ عرصے کے دونوں صاحب آئے اور ایک آدمی اُس حاکم کا ہمراہ تھا اُس نے اُترنے کو ایک مکان بتا دیا وہاں ہم سب اُترے پھر میاں جی صاحب نے وہاں کے حاکم کی خوبی اور خوش اخلاقی کا بیان کیا کہ ہم دونوں آدمی اندر گئے حاکم یہاں کا بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور اپنے پاس ہم کو بٹھایا اور بہت خاطرداری کی ہم نے اعلامنامہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمہ کا دیا اس کو سر آنکھوں سے لگایا اور پڑھا اور خوش

ہوا کہ حضرت نے ہم کو سرفراز فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی توفیق
عنایت کرے کہ اس کارِ خیر میں شریک کرے فقط پھر ہم لوگوں نے
وہاں بھی چار ہی مقام کئے اور دونوں وقت کھانا اُسی حاکم کے مطبخ سے
ہم سب کے لئے آتا تھا خمیری روٹیاں اور بے نمک کا گوشت، اور چار
روز میاں جی صاحب کو بلاکر دو ملاقاتیں اور بھی اُس حاکم نے کیں پھر
جب پانچویں دن ہم نے وہاں سے چلنے کی تیاری کی تب اُس حاکم نے اپنا
ایک راہبر ہمارے ساتھ کردیا کہ ہماری سرحد تک ان کو پہنچا آؤ اور
وہاں کی بھی زبان فارسی تھی پھر اس راہبر کے ساتھ ہم وہاں سے چلے
تیسرے روز سرحد ترکستان میں داخل ہوئے وہ راہبر فیض آباد کو پلٹ
گیا اور ہم سب آگے روانہ ہوئے چھٹے روز جاکر شہر قندز میں پہنچے
لوگوں سے وہاں کے حاکم کا نام پوچھا اُنہوں نے کہا محمد مراد بیگ،
دیہات کی زبان ترکی تھی اور شہر والے ترکی بھی بولتے تھے اور فارسی
بھی پھر ہم سب لوگ وہاں کے قلعہ کے دروازے پر گئے اور حاکم کو اطلاع
کرائی اُنہوں نے دو آدمی طلب کئے پھر میاں جی چشتی صاحب اور عبدالحکیم
اندر قلعہ کے ان کے آدمی کے ہمراہ گئے اور نو آدمی ہم دروازے پر رہے
بعد پہر سوا پہر کے ایک شخص ذی عزت رودار ان کو اپنے ساتھ لے کر باہر
آیا اور ہم کو بھی لیکر مکان پر گیا اور ایک بڑے عمدہ وسیع مکان میں اُتارا ہم میاں جی صاحب

سے امیر کی ملاقات کا حال پوچھا کہ بہت ہماری تعظیم و توقیر کے ساتھ
مزاج پوچھے ہم نے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کا اعلامنامہ دیا
اس کو بڑی تعظیم سے لیا اور اپنے سر پر رکھا اور اُس کو پڑھا اور
خوش ہوا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اُن کی اطاعت اور نصرت ا
نصیب کرے اور اس اپنے رسالدار سے فرمایا کہ ان سب صاحبوں کو
لیجاکر اپنے یہاں اُتارو اور اُن کی بہت خاطرداری کرنا کسی طرح کی
تکلیف نہ ہونے پاوے ہم نے پوچھا رسالدار صاحب کا نام کیا ہے کہا
اُستانقلُ منباشی ان کو کہتے ہیں شاید استانقل ان کا نام ہوا ور
منبگباشی رسالدار کو کہتے ہیں ہزار سوار کے یہ رسالدار ہیں فقط پھر
ہم سب اس مکان میں رہنے لگے اُس کے صحن میں ایک نہر جاری تھی اور
وہی نہر ان کے زنانے محل میں گئی تھی اور ہر روز وہ رسالدار صاحب ہمارے
مکان میں تشریف لاتے تھے اور اُن کے غلام نمکین چائے کا دیگچہ لاتے
تھے سو وہ آپ بھی پیتے تھے اور ہم کو اور اپنے لوگوں کو بھی پلاتے تھے اور
کھانا ایک وقت خمیری روٹی اور دُنبے کا گوشت اور دوسرے وقت
فقط پلاؤ آتا تھا اور قسم قسم کا خشک و تر میوہ بھی دونوں وقت
کھانے کے ساتھ آتا تھا پستہ بادام اخروٹ چلغوزہ کشمش انار انجیر
انگور خوبانی سیب بہی ناشپاتی وغیرہ اور بتیس ۳۲ یا تینتیس ۳۳ اُن

کے یہاں لونڈیاں تھیں اور اسی قدر غلام، اُن میں سے اٹھائیس
لونڈیاں تو ریشمی کپڑے بُنا کرتی تھیں انھیں کے مکان میں اور باقی چار
پانچ اور خدمت میں رہتی تھیں اور غلام باہر کی خدمت میں رہتے
تھے قریب ایک مہینے کے ہم وہاں رہے اس عرصے میں امیر محمد بیگ
نے اپنے قلعہ میں بلا کر میاں جی چشتی صاحب سے کئی بار ملاقات کی پھر
میاں جی صاحب نے رخصت چاہی کہ اب ہم بخارا کو جاوینگے اُنھوں
نے کچھ خرچ راہ دیا اور موسم برف پڑنے کا قریب آیا تھا اور خرچ
بھی نہ تھا جو سب کے لئے اونٹ کرایہ کر لیتے اس لئے دو اونٹ کرایہ
کئے اور چار آدمی رسالدار کے مکان پر چھوڑے اُنھیں میں میں بھی
تھا چار آدمی اپنے ساتھ لے کر ایک قافلے کے ہمراہ بخارا کو روانہ
ہوئے اور ہمارے لئے اُسی دستور رسالدار کے یہاں سے کھانا دونوں
وقت آتا تھا اور وہاں کے کئی دستور ہم نے عجیب و غریب دیکھے ایک
تو یہ کیا شرفا اور کیا غربا سب کی عورتیں پردہ کرتی ہیں اگر کہیں
برادری میں شادی غمی ہوتی تو گھوڑے یا خچر پر برقع اوڑھ کر سوار
ہو لیتیں اور چلی جاتیں ڈولی پینس وغیرہ سواری کا وہاں رواج
نہ تھا اور دوسرے یہ کہ وہاں کسی فقیر امیر کے یہاں چارپائی
پلنگ پر سونے کا دستور نہیں اور نہ کہیں کوئی چارپائی دیکھنے،

میں آئی سب لوگ زمین پر نمدے قالین وغیرہ بچھا کر سوتے بیٹھتے ہیں
اور تیسرے یہ کہ جو کوئی کسی کی ضیافت مہمانی کرتا ہے اور کھانا اُس
کے آگے دھرتا ہے کھانے کے بعد جو کچھ میوہ کھانا باقی رہا مہمان کو اختیار
ہے چاہے اپنے گھر لیجاوے چاہے وہیں کسی اور کو کھلاوے اس میں
کچھ شرم وحقارت نہیں خلاف ہمارے ہندوستان کے اگر کوئی ایسی حرکت
کرے تو اس کو حقیر اور لے شرم جانیں اور چوتھے یہ کہ سوائے مسلمانوں
کے وہاں ہندو نہیں اگر کہیں سیٹھ ساہوکار مہاجن کھتری لوگ ہیں
حاکم کی طرف سے ان کو حکم ہے کہ جو پوشاک چاہیں پہنیں مگر مسلمانوں
کی طرح سپید پگڑی نہ باندہیں اور نہ ڈھیلے پائچوں کا پائجامہ
پہنیں اور نہ مسلمانوں کے سامنے گھوڑے خچر پر سوار ہو کر نکلیں اور اگر
کہیں شہر کے باہر سوار ہو کر جاتے ہوں اور راہ میں مسلمان مل جاوے تو اُتر
کھڑے ہوں مگر ایک مہاجن آتمارام نامی وہاں تھا اس کو تو البتہ شہر میں
سوار ہوتے دیکھا تھا پھر میں نے ایک آدمی سے پوچھا کہ یہاں تو کوئی
ہندو شہر میں سوار ہوتے نہیں پاتا اور یہ سوار ہو کر کوچہ و بازار میں
پھرتا ہے اس کی کیا وجہ اُس نے کہا امیر محمد بیگ ایک بار ایک لڑائی پر
گئے تھے وہاں اپنی طرف سے بے کہے سُنے اُس نے رسد پہنچائی تھی اور

کھانے پینے کی وہاں بہت قلت تھی پھر جب وہ لڑائی فتح کر کے یہاں
آئے اور آتمارام سے بلا کر فرمایا کہ تم نے ہماری بڑی خیر خواہی کی ہم تم سے
بہت راضی ہیں تم نے یہ کام لائق انعام کے کیا کہو تم کو کیا چیز انعام دیں
اُس نے عرض کی کہ بدولت سرکار کے میرے گھر میں سب کچھ ہے مگر میرے
واسطے یہ پروانگی ہو جاوے کہ شہر میں سوار ہو کر میں نکلا کروں یہی میرے
لئے بڑا انعام اور سرفرازی ہے پھر امیر نے پروانگی سواری کی دی تب
سے اس کو اختیار ہے جہاں چاہے سوار ہو کر جاوے کوئی مزاحم نہیں ہوتا
اور ایک بات یہ بھی وہاں دیکھی کہ ہفتے میں دو بازاریں باہر شہر کے
میدان میں ہوتی ہیں اور شہر کے تمام دوکاندار اپنا اپنا سودا لیجا کر
وہاں بیچتے ہیں شام کو جو چیز لائق لانے کے ہلکی اس کو تو اُٹھا لاتے
ہیں باقی بھاری چیز وہیں میدان میں چھوڑ آتے ہیں دوسرے دن ،
وہاں سے اُٹھوا لاتے ہیں میں نے رسالدار کے غلاموں سے پوچھا
کہ یہاں بازار میں راتوں کو بے چوکی پہرے مال و اسباب پڑا رہتا ہے
کوئی چور ٹھگ نہیں لیجاتا اُنھوں نے کہا یہاں چور ٹھگ کا منزلوں
تک پتہ نہیں کیا مجال کوئی لے سکے اور اگر شاید کسی نے ایسی حرکت
کی محمد مراد بیگ اس کو جیتا نہیں چھوڑتا مار ہی ڈالتا ہے اس خوف
سے کوئی کسی کی چیز نہیں چوراتا سونا اُچھالتے منزلوں چلے جاؤ

کوئی نہ پوچھیگا کیا تمہارے پاس ہے اور وہاں کئی بار ہم نے محمد مراد بیگ
کی سواری کا تماشا ہی دیکھا کہ کبھی کبھی آٹھویں دسویں روز اپنے قلعہ
سے چار پانسو سواروں کے ساتھ شہر میں اور شہر کے باہر کوس دو کوس
گشت کر کے اپنے قلعہ کو چلا آتا اور سوا سواروں کے پیادوں کی فوج
وہاں ہم نے نہیں دیکھی پھر بعد پانچ مہینے کے بخارا سے ملا الخیر میاں جی
چشتی صاحب آئے اور ایک ترکی دو سالہ گھوڑا اور تین پاپو اور تین
تھان کتان اور سات سات روپے کے تین پاپو اور تین اور دو
طالب العلم قریب فضیلت کے بخارا سے اپنے ساتھ لائے پھر ہم نے
وہاں کا ماجرا پوچھا کہ کیا حال گذرا اُنھوں نے بیان کرنا شروع
کیا کہ ہم نے یہاں سے جا کر شاہ بخارا سے ملاقات کی بہت اخلاق اور
خوبیوں کے ساتھ پیش آیا اور ہماری بڑی عزت و توقیر کی حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے جو کلام اللہ شریف بھیجا تھا وہ ہم نے دیا
اور حضرت کا اعلامنامہ پیش کیا اُس نے پڑھا اور اُس کو اپنی
آنکھوں سے لگایا اور جو کچھ زبانی حال حضرت کا اور حضرت کے لشکر
کا پوچھا ہم نے بیان کیا سن کر بہت خوش ہوا اور ہم پانچوں آدمیوں
کو اپنے ایک مکان میں اُتارا اور دونوں وقت اپنے باورچی خانے
سے ہمارے لئے کھانا بھجواتا تھا اکثر کھانا پلاؤ آتا تھا اور کبھی زردہ

اور نان و گوشت یا قورمہ بھی آتا تھا اور کھانے کے ساتھ ہر روز
خشک و تر میوہ بھی ہوتا تھا مغز پستہ مغز بادام مغز اخروٹ کشمش
انجیر خوبانی انگور انار سیب ناسپاتی بہی وغیرہ اور ساتویں آٹھویں روز
ہم کو بلوا لیتا تھا اور حضرت کے حالات پوچھتا تھا پھر بعد چند روز کے
کچھ رُک سا گیا اگر کبھی بلاتا تو اول کی تپاک ہم نے نہ پائی ہم کو تردد ہوا
کہ یہ کیا سبب ہے آخر الامر بعض بعض شخص وہاں کے جو آشنا ہو گئے تھے
اُن سے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اپنے مشیروں سے پوچھا کہ یہ لوگ
سید صاحب کے بھیجے ہوئے اتنی منزلوں سے اعلان نامہ جہاد کا ہمارے
پاس لائے ہیں اس کا کیا جواب لکھنا چاہیئے اُنھوں نے عرض کی کہ
جہاں پناہ اس زمانے میں جہاد کرنے کا کس کو حوصلہ ہے اور خصوصاً ہندوستان
میں جہاں جابجا حکومت اور عملداری نصاریٰ کی ہے یہ سب مکر و
فریب انگریزوں کا معلوم ہوتا ہے اُنھیں نے اپنی طرف سے یہ بھی
ایک دام فریب پھیلایا ہے جواب لکھنا کیا ضرور کچھ خرچ راہ دے
آپ اُن کو رخصت فرمادیں یہ وسوسہ اُن مشیروں کا بادشاہ
کے دل میں اثر کر گیا یہ سبب اُن کے رُکنے کا ہے یہ حال سُن کر ہماری
طبیعت گھبرائی کہ اب یہاں رہنا لے فائدہ ہے کسی طور یہاں سے چلا
چاہیئے مگر ان روزوں بارش برف کی طغیانی تھی والا اُمیں

دنوں ہم چلے آتے پھر بناچاری اتنی مدت اور رہنا پڑا اس عرصہ
میں چند شرفا غربا نے ہمارے ہاتھ پر چھپے چھپے بادشاہ کے خوف
سے بیعت کی ہم نے چند بار ان کو توجہ دی عنایت الٰہی سے کئی شخصوں
کو فائدہ ہوا یہ تین یابو اور تین تھان کتاں کے انھیں لوگوں نے دئے
تھے پھر جب موسم برف کا جاتا رہا اور رستے آمدرفت کے صاف
ہوئے تب ایک روز ہم نے بادشاہ سے رخصت طلب کی تب اُس نے
یہ ترکی گھوڑا واسطے سید صاحب کے دیا اور ہمارے خرچ راہ کو پچاس
اشرفیاں سات سات روپے کی ان کو طلا کہتے ہیں پھر ہم وہاں سے
ہمراہ ایک قافلے کے روانہ ہوئے یہاں آئے وہاں کا یہ حال تھا پھر وہاں
کئی روز کے بعد اس زور وشور سے وبا شروع ہوئی کہ صدہا آدمی شہر کے
ہر روز مرنے لگے کہ تمام اہل شہر گھبرا گئے میاں جی چشتی صاحب نے استانقل
رسالدار سے کہا کہ واسطے محفوظ رہنے آسیب وبا کے ہمارے پاس
سید صاحب کا بتایا ہوا ایک عمل ہے اگر اجازت ہو تو ہم کریں وہ بہت
خوش ہوئے اور کہا کہ آپ ضرور کریں پھر میاں جی صاحب نے اُن
سے ایک سیاہ بکری بے داغ منگائی اور اس کو وہیں نہر میں نہلایا اور
کچھ سورتیں کان میں دم کیں پھر اس کو ذبح کیا پھر اس کا گوشت
پکوا کر تھوڑا تھوڑا ان کے سب لوگوں کو کھلوایا اور اپنے ہمراہیوں کو

بھی کھلایا اور آپ نے بھی کھایا اور رسالدار کو بھی کھلایا اُن کے
یہاں لونڈی غلام اور گھر کے عورت و مرد لڑکے بالے ملاکر قریب اسّی
آدمیوں کے ہوں گے پھر عنایت الٰہی سے سب کے سب سلامت اور
محفوظ رہے کوئی اس بلا میں مبتلا نہ ہوا **فائدہ** کاتب الحروف بندہ
خاکسار محمد علی کہتا ہے کہ عجب نہیں کردہ میاں جی چشتی صاحب مرحوم
ومغفور کا بھی ہو کہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کہ عنایت اللہ نام ایک شخص کلکتہ کا رہنے والا مجھ سے نقل کرتا تھا کہ حضرت
خاتم المفسرین والمحدثین مولانا ومرشدنا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز
فرماتے تھے کہ واسطے دفع وبا اور طاعون کے یکرنگ سیاہ بیداغ ایک
بکری لیوے اور سہ شنبہ کے دن پاک پانی سے نہلا کر اس کو کسی جگہ
باندھ دیوے اور مال حلال سے اس کو چارہ دانہ کھلاوے پھر چوتھے دن
جمعہ کے روز اول درود پڑھے پھر سورہ فاتحہ پھر سورہ کافرون
اور سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس ایک ایک بار پڑھے اور
تین بار یہ آیت پڑھے ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون اور
داہنے کان میں اس کے دم کرے اور روئی سے کان اُس کا بند کردے
بعد اس کے ایک آدمی یا چند آدمی مگر طاق آدمی ہوں ایک ہزار بار
یہ دعا پڑھ کر اس کے کان میں دم کریں اعوذ بوجہ اللہ الکریم

وبکلمات اللہ التامات التی لایجاوزھن برّ و فاجرٌ من شر ما خلق و ذرأ و برأ و من شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیہا و ممّا ذرأ فی الارض و من شر ما یخرج منہا و من شر فتن اللیل والنہار و من شر کل طارق الاطارقا یطرق بخیر یا رحمٰنُ پھر یہی سب کچھ بطور مذکور کے پڑھ کر اُس کے کان میں دم کرے پھر اس کو ذبح کرے اور جو چیز اُس میں قابل کھانے کے نہ ہو اس کو زمین میں دفن کر دے پھر اس کو پکا کر جتنے لوگوں کو تھوڑا تھوڑا گوشت کھلاوے ساتھ فضل اللہ تعالیٰ کے وہ صدمۂ وبا سے محفوظ رہیگا اور یہ دعائے مذکور کھڑے ہو کر پڑھیں بیٹھ کر نہ پڑھیں اور اگر پنجشنبہ کے روز بکری کو غسل دے کر یکشنبہ کو روز یہی سب پڑھ کر اور کانوں میں دم کر کے ذبح کریں تو بھی درست ہے انتہیٰ۔ بخارا سے میاں جی صاحب پندرہ یا سولہ روز رہے تھے پھر وہاں سے چلنے کی تیاری کی امیر محمد مراد بیگ سے ملنے کو گئے اُس نے حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے واسطے ایک خط دیا اور دس عدد طلے واسطے خرچ راہ کے دے کر میاں جی صاحب کو رخصت کیا پھر وہاں سے گیارہ آدمی ہم اور دو طالب العلم بخارا سے کوچ کر کے کئی روز میں بدخشاں کے فیض آباد میں آئے اور وہاں کے امیر سے ملے اُس نے حال سفر کا پوچھا اُنھوں نے بیان کیا پھر وہاں

ایک ہفتہ رہے اس عرصہ میں عبدالحکیم دہلوی کئی دن بیمار رہ کر فوت
ہوئے اُن کو دفن کیا پھر جب وہاں سے چلنے لگے امیر نے بھی ایک
خط اور کچھ خرچ دے کر رخصت کیا پھر وہاں سے قاتسقار میں شاہ
کٹور کے مکان پر آئے اور وہاں بھی کوئی آٹھ یا نو دن رہے وقت
رخصت کے بادشاہ ممدوح نے بھی ایک خط دیا پھر وہاں سے ملک سوات
اور ملک بنیر اور ملک چملے میں ہوتے ہوئے یہاں پنجتار میں آئے **حکایت**
میاں جی چشتی صاحب جو بخارا سے ایک گھوڑا اور تین اس پابو لائے تھے
پابو تو حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے خاصوں میں بندھوا دئے اور وہ گھوڑا
بہت بلند دور کا یہ اور زردہ بہار جب خاں ٹیے باڑہری والے کو
دیا کہ تم اس پر سوار ہو کرو اور جو گھوڑے سردار یار محمد خاں کے لشکر سے
غنیمت میں آئے تھے وہ اور غازیوں کو واسطے سواری کے دئے اور فرمایا
کہ ہر روز ان کو پھیرا کرو اور اُن کی خدمت کیا کرو ہر کوئی اپنا اپنا
گھوڑا آپ ہی ملتا تھا اور آپ ہی اُس کی گھاس لاتا تھا اور ہر روز
سوار ہو کر پھیرتا بھی تھا اُنہیں روزوں عبدالمجید خاں جو حضور پر نور
نواب معلی القاب امیر الدولہ محمد امیر خاں بہادر مرحوم و مغفور کے ملازموں
سے تھے بلدۂ اسلام ٹونک سے پانچ گھوڑے اور دو ٹٹو اور ایک جوڑی
پستول انگریزی اور ایک تھیلا خشک پانوں کا اور دس آدمی ہمراہ لے کر

پنجاب میں حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں جا کر حاضر ہوئے
ایک تو ان کے ہمراہ مستقیم خاں اور سلطان خاں رامپوری تھے اور
شیر محمد خاں اور رستم خاں اور رمضانی اور شیخ بکھو اور شیخ کلو اور
عبدالرحیم سرونجی اور ایک لڑکا کہ کالیا کہتے تھے اور ایک اور شخص اُس کو
سائیں کہتے تھے نام اس کا نہیں معلوم اور ایک عبدالحمید خاں صاحب کا
قرابتی برادر زادۂ مبارک شاہ خاں مگر یہ خوب مجکو یاد نہیں کہ مبارک شاہ
خاں ان کے ساتھ ہی گیا تھا یا اُن کے پیچھے سے اور یہ سب آدمی سلاح
پوشاک سے خوب آراستہ تھے اور اُن پانچوں گھوڑوں میں ایک گھوڑا
سمند میانہ اور خوبصورت ساز و یراق سے دُرست تھا اُس کی دُمچی اور
پوزی میں سنہری پھلیاں جڑی ہوئی تھیں اور باناتی چارجامہ اور
باناتی ہی اس کا زین پوش تھا خان موصوف اس کو حضرت کے پاس
آراستہ کر کے لے گئے اور عرض کی کہ صاحبزادۂ بلند مکان محمد وزیر خاں بہادر
نے یہ گھوڑا نذر بھیجا ہے اور وہ جوڑی ولایتی بستور کی دی مگر یہ مجکو
یاد نہیں کہ وہ جوڑی صاحبزادۂ ممدوح کی طرف سے نذر کی یا اپنی طرف
سے اور وہ خشک پانوں کا تھیلا بھی آپ کو دیا ہدایت اللہ بانس بریلی کے
اُس وقت وہیں حاضر تھے آپ نے وہ تھیلا ان کو حوالہ کیا کہ ہمارے لشکر
میں جو غازی بھائی پان کھاتے ہوں ان کو تھوڑے تھوڑے بانٹ دو ،

ہدایت اللہ تو وہ ٹھیلا لے کر اپنے ڈیرے میں گئے اور سب کو وہ پان
تقسیم کئے اور جوڑی پستو رکی آپ نے سید اسمٰعیل کو آپ کے ہم وطن
تھے باندھنے کو بطور امانت کے دی پھر حضرت علیہ الرحمۃ اٹھ کر اس گھوڑے
کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے اور بہت بشاش ہوکر فرمانے لگے کہ خان بھائی
یہ گھوڑا تو صاحبزادہ محمد وزیر خاں نے بہت اچھا بھیجا ہے اس کا راتب کیا ہے
انہوں نے عرض کی کہ صاحبزادہ کی سرکار کا راتب تو مجھکو نہیں معلوم وہ
امیر کبیر ہیں جو کچھ دیتے ہوں وہ تھوڑا ہے مگر میں ٹونک سے یہاں تک
چار سیر دانہ اور سیر بھر آٹا اور آدھ سیر گڑ اور پاؤ سیر گڑ گھی ہر روز
کھلاتا آیا ہوں اب یہاں آپ کو اختیار ہے جو چاہیں سو راتب مقرر
کریں مولوی احمد اللہ صاحب ناگپوری مولانا عبدالحیٔ صاحب کے بھائی
بھی وہیں حاضر تھے اور گھوڑے کی سواری کے وہ بڑے استاد تھے اُن
سے آپ نے فرمایا کہ اس کو تم لیجاؤ اور اس کی خدمت اور پرورش
کرو اس پر ہم سوار ہوا کرینگے اور حضرت نے اُس کا دانہ تو چار ہی
سیر رہنے دیا مگر آٹا اور گڑ اور گھی موقوف کردیا پھر آپ نے اُسی
محفل ہدایت منزل میں دیر تک دعا کی کہ الٰہی جس نے یہ گھوڑا اپنی
نیت خالص سے محض تیری رضا جوئی اور خوشنودی کے واسطے مجھکو بھیجا
ہے تو اس سے راضی ہو اور ہمیشہ اپنی رضامندی کے کاموں پر جیت

و چالاک رکھ اور خیر ائے خیر عطا کر اور ہر ایک بلائے آسمانی حادثہ
ناگہانی سے اس کو محفوظ اور مامون رکھ اور بہت الفاظ اسی طرح
کے اُس دعا میں حضرت نے فرمائے تھے مگر وہ بعینہ مجکو کہاں یاد ہیں
پھر اس گھوڑے کو مولوی احمد اللہ صاحب اپنے ڈیرے پر لے گئے اور اُس
کی خدمت کرنے لگے پھر ایک روز دس بارہ دن کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ
برچھا لے کر اس پر سوار ہوئے اور مولوی احمد اللہ صاحب بھی اپنے گھوڑے
پر سوار ہو کر آئے اور نالے پر میدان میں شیشموں کے درختوں کے وہاں
تشریف لے گئے اور اُس کو پھیرنا شروع کیا اور کاوے اور ایڑیں پر
پھرنے لگے اور اُس کی طبیعت اور چال آپ کو بہت پسند آئی اُس کو
ٹھہرا کر مولوی احمد اللہ صاحب سے فرمانے لگے کہ ماشاءاللہ یہ گھوڑا بہت
تیز ہے اور مجکو عنایت الٰہی سے کئی چیزوں کی ایسی پہچان ہے کہ ان میں
بہت کم خطا واقع ہوتی ہے ایک تو میں گھوڑے کو خوب پہچانتا ہوں اور
دوسرے تلوار کو اور تیسرے آدمی کو ان تینوں کی شناخت بخوبی
اللہ تعالیٰ نے مجکو عطا کی ہے اور حضرت علیہ الرحمۃ کی عادت شریف تھی
کہ جس فن اور ہنر میں آپ مہارت کامل رکھتے تھے اور اُسی فن کا اور
بھی کوئی ماہر ہوتا تو اُس پر اپنی اُستادی نہیں جتلاتے تھے چنانچہ گھوڑے
پر سوار ہو کر برچھا ہلانا اور مولوی احمد اللہ صاحب بھی اس ہنر کی مہارت
رکھتے تھے اس روز آپ فرمانے لگے کہ مولانا صاحب آپ برچھا تو

ہلاتے ہیں ہم کو بھی دو چار ہاتھ سکھلائیے مولوی صاحب عذر کرنے لگے
کہ سبحان اللہ آپ اس فن میں خود اُستاد کامل ہیں آپ مجکو تعلیم فرماویں
میں کیا آپ کو سکھلاؤنگا آپ نے فرمایا کہ مولانا صاحب اللہ تعالیٰ
نے ایک سے ایک زیادہ کیا ہے اور فضل و ہنر دیا ہے اور خصوصاً اس ہنر
کے اُستاد تمہارے ہی ملک میں اکثر ہوتے ہیں پھر آپ اور مولوی صاحب اُس
میدان میں نیزہ بازی کرنے لگے اور بیشمار لوگ ہندوستانی اور ولایتی ہاں
تماشا دیکھتے تھے اور اس چستی و چالاکی سے دونوں صاحب اپنے اپنے گھوڑے
پر نیزہ بازی کے پیچ کرتے تھے کہ لوگ دیکھنے والے حیرت میں تھے نہ وہ
اُن کی چوٹ کھاتے نہ یہ ان کی پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنا گھوڑا
پھیر کر لٹھ دار بوٹی ہاتھ میں لی اور ایک مولوی صاحب کو دی اور
فرمایا کہ مولانا صاحب خوب ہوشیار رہنا اب ہم تم پر چوٹ کرینگے
اور تم بھی اپنا وار کرنے میں درگذر نہ کرنا پھر دونوں صاحبوں نے
کسرت برچھی کی کرنی شروع کی اور پیچ کرتے کرتے کبھی مولوی صاحب
کی کمر میں بوٹی لگا دیتے اور کبھی پہلو میں اور کبھی شانے میں اور کبھی
گردن میں اور مولوی صاحب بہتیری ہوشیاری کرتے تھے مگر نہیں بچ
سکتے تھے پھر قریب شام کے آپ نے کسرت موقوف کی مولوی صاحب
نے عرض کی کہ حضرت نیزہ بازی میں نے کئی اُستادوں سے سیکھی مگر جو

بیچ آپ نے اس وقت مجھ پر کئے ان کہنوں کو آج تک مجکو کسی نے
نہ بتایا یہ پیچ تو آپ ضرور مجکو تعلیم فرماویں آپ نے فرمایا ماشاء اللہ
مولانا صاحب اس فن میں آپ کو بھی خوب مہارت ہے اور آپ کے ہاتھ
بھی خوب صاف منجے ہوئے ہیں اور جو نکات اس کے مجکو معلوم ہیں اگر
آپ سیکھیں گے تو میں ضرور آپ کو سکھلاؤنگا پھر وہیں مسجد میں اذان
ہوئی سب نے نماز پڑہی بعد اس کے حضرت اپنے مکان پر آئے اور
مولوی احمد اللہ صاحب اپنے ڈیرے میں گئے مگر اُسی روز سے کسرت نیزہ
بازی کی شروع ہوئی تیسرے چوتھے روز حضرت اُسی گھوڑے پر سوار
ہو کر تشریف لیجاتے اور درمیان عصر اور مغرب کے مولوی احمد اللہ صاحب
کے ساتھ بونٹی لے کر نیزہ بازی کی کسرت کرتے اور مولوی صاحب
کو تعلیم فرماتے کچھ کم یا زیادہ دو مہینے تک اُسی گھوڑے پر آپ نے برچھا
ہلایا اور مولوی صاحب کو سکھایا فقط اور چار گھوڑے جو عبد الحمید خاں صاحب
کے پاس تھے ان میں سے ایک تو خان ممدوح نے واسطے سواری کے
مستقیم خاں کو دیا اور ایک رستم خاں کو اور ایک سلطان خاں کو اس لئے
کہ یہ تینوں صاحب جوان چست و چالاک اور مردانہ تھے اور جو چوتھا گھوڑا
تھا اُس پر خان ممدوح خود سوار ہوتے تھے اور دو ٹٹو پر تل رہتے تھے
اسباب لادنے کو مگر وہ گھوڑا بھی خان صاحب موصوف کا سیکڑوں

میں ایک تھا سبزہ رنگ کا ہتیا وار کا تھا نہایت خوبصورت اور تیز گام
اور خوشخرام تعلیم کیا ہوا اگر چاہتے تو اس پر سوار ہو کر اپنے مخالف کے ساتھ
چھری کٹار سے لڑ لیتے اس کرتب کا ہمارے لشکر میں کوئی گھوڑا نہ تھا
اور خاں صاحب ممدوح کہتے تھے کہ چوبیس برس کا ہے اور وہ خاں صاحب
موصوف خود فن سپہ گری میں اور جرات و دلاوری میں یکتائے روزگار
تھے اور طبیعت کے نہایت تند اور تیز تھے ذرا سخت کلام کی اُن کو
برداشت نہ تھی جب احمد اللہ صاحب حضرت کے ساتھ کسرت نیزہ بازی
کی کرتے تھے اُنھیں دنوں ایک روز خاں صاحب نے بھی حضرت سے
عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو میں بھی آپ کے ہمراہ گھوڑا پھیرا کروں
اور کسرت بہت روزوں سے چھوٹی ہے تازی ہو جاوے آپ نے فرمایا
بہتر ہے آپ بھی آیا کیجئے پھر وہ بھی حضرت کے ساتھ کسرت کرنے
لگے حضرت نے فرمایا کہ خاں بھائی تم خود اس فن میں اُستاد ہو ہمارے
ساتھ کسرت کرنے کی تم کو کچھ ضرورت نہیں اب تم ہمارے نمازی
بھائیوں کو سواری اور سپہ گری کی تعلیم کیا کرو اُنھوں نے عرض کی
کہ حضرت اُستاد تو آپ ہی ہیں مجکو کیا سلیقہ مگر فرمانبرداری آپ کی
مجکو منظور ہے جو کچھ مجکو آتا ہے میں بھائیوں کو سکھاؤنگا پھر جہاں
حضرت کسرت کرتے تھے وہاں سے ساٹھ ستر قدم کے فاصلے سے

طرف جنوب کے دوسرے روز سے غازیوں کو لے کر وہ چلنے لگے اور سواری اور نیزہ بازی اور بندوق چلانی اور تلوار لگانی سکھانے لگے اور اُن کا یہ کرتب دیکھ کر فتح خاں اور اُن کے سوار بھی جا کر سب غازیوں کے ساتھ اس کسرت میں شریک ہوئے اور سیکھنے لگے اور اُسی میدان میں ایک جگہ شیخ عبدالوہاب اور خدا بخش سنجاونی پھری گدکے کا اکھاڑا مقرر کیا اور رستم خانی بینک لوگوں کو سکھانے لگے اور مرزا احمدی بیگ شاہجہان آبادی نے بھی وہیں اپنا ایک اکھاڑا جدا بنایا اور وہ آڑ دبیح بینکتے تھے اور سید لطف علی اور امام الدین رامپوری نے ایک اکھاڑا غفور خانی بینک کا ٹھہرایا اور وہیں اُستاد رجب خاں سرہی والے نے ایک اکھاڑا اپنے کا جمایا اور سب کے شاگرد جدے جدے تھے اور یہ کسرت ہر روز عصر کی نماز کی بعد سے شام تک لوگ کرتے تھے اور وہیں نالے میں وضو کرکے نماز مغرب پڑھ کر اپنے اپنے ڈیرے پر جاتے تھے پھر اس کے چند روز کے بعد دو سکھ رنجیت سنگھ والی لاہور کے سے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور ملے آپ نے اُن سے آنے کا سبب پوچھا اُنھوں نے عرض کی کہ صرف آپ کی ملاقات کو آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ خیر تم ہمارے مہمان ہو جب تک چاہو رہو اور اُن کے واسطے اپنے یہاں

سے دو سیر آٹا اور پاؤ سیر دال اور آٹھ پیسے بھر گھی مقرر کردیا
وہ دونوں ہر روز بعد نماز فجر کے اور عصر کے آکر آپ کے پاس دو
چار گھڑی بیٹھتے تھے اور آپ کی باتیں سن کر اپنے بستر پر چلے جاتے
تھے، آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تمہاری حاجت ضروری ہوا کرے ہم سے
کہہ دیا کرو کسی بات کا اندیشہ نہ کرنا مگر وہ کچھ نہیں کہتے تھے پھر دس
بارہ روز کے بعد ایک دن اُنہوں نے عرض کی کہ حضرت اتنے روزوں
ہم نے آپ کی خدمت میں آکر خوب آپ کی باتیں سنیں اور جو کچھ لوگوں
سے آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ سنے تھے اُس سے بڑھ
کر پایا اور آپ کا طریقہ اور دین ہم کو بہت پسند آیا اب ہم چاہتے ہیں
کہ ہم کو بھی یہی دین اور طریق آپ تعلیم کریں حضرت یہ بات سُن کر بہت
خوش ہوئے اور اُسی وقت ان کو کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کیا اور
آپ نے جوان میں بڑا تھا اس کا نام عبدالرحمٰن رکھا اور چھوٹے کا
عبدالرحیم، اور میاں جی چشتی صاحب سے فرمایا کہ ان کو اپنے ڈیرے
میں لے جاکر نماز سکھلاؤ، اور شیخ ولی محمد صاحب سے فرمایا کہ ان کو
دو دو جوڑے کپڑے بنوا دو پھر میاں جی چشتی صاحب نے ان کو لیجا کر
ان کے سر کے بال منڈوائے اور ان کی لبیں کترائیں اور اُن کو نہلایا

اُس وقت کسی غازی بھائی نے اپنا پاجامہ دیا اور کسی نے انگرکھا اور کسی نے دوپٹا اور کسی نے عمامہ کوئی تین تین چار چار جوڑے کپڑے ان کے پہننے کو ہو گئے اور تیسرے روز چار جوڑے کپڑے نئے شیخ ولی محمد صاحب نے جدے بنوا دئے اور اُسی روز حضرت علیہ الرحمۃ نے نور بخش جراح کو بلا کر ان کا ختنہ کرا دیا اور ہر ایک کے کھانے کو پاؤ سیر گڑ اور پاؤ سیر گھی اور آدھ سیر آٹے کا حلوا مقرر کر دیا میاں جی چشتی ہی صاحب حلوا پکا کر ان کو کھلانے لگے جب چند روز میں زخم ختنے کا اچھا ہو گیا تب میاں جی چشتی صاحب نے حضرت کی اجازت سے پانچ یا چھ روز ایک ایک مرغ کا شوربہ ان کو پلایا پھر ایک روز نہلا کر اور نئی پوشاک پہنا کر حضرت کے پاس لائے آپ نے اُن سے عافیت مزاج کی پوچھی اور اُن سے باتیں کیں اُس وقت اُن دونوں نے اپنا صاف صاف حال حضرت کے سامنے عرض کیا کہ ہم کو خیر آباد سے ہمارے افسر لہنا سنگھ نے آپ کے پاس بھیجا تھا کہ ہم لوگوں سے خلیفہ صاحب کی خوبیاں اور بزرگیاں بہت سنتے ہیں سو تم خود جا کر اپنی آنکھ سے دیکھ آؤ اور ہم سے بیان کرو اسی واسطے ہم آپ کو دیکھنے آئے تھے یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل سے ہم کو یہ نعمت اسلام کی عنایت فرمائی حضرت یہ تقریر ان کی سن کر بہت خوش ہوئے اور

دو گھوڑے اُن کو دئے اور فرمایا کہ اگر تمہاری خوشی ہو یہاں
ہمارے لشکر میں رہو اور چاہو خیرآباد میں لہنا سنگھ کے پاس جاؤ
تم کو اختیار ہے پھر وہ قریب دو مہینے کے لشکر میں رہے اور
نماز سیکھی پھر حضرت سے رخصت ہو کر وہ خیرآباد کو یا اور کہیں
اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے پھر مجکو ان کا پتہ نہ معلوم ہوا کہ
کہاں گئے اور جن دنوں وہ دونوں ہمارے لشکر میں تھے تب ایک
شخص نوجوان خوبصورت سولہ سترہ برس کی عمر کا حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ کے پاس آکر سائل ہوا کہ آپ مجکو مسلمان کریں آپ نے
پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اور تمہارا اور بھی کوئی ہے یا
نہیں اُس نے عرض کی کہ میں قوم کا کھتری اور رہنے والا ملک ہزارے
کے شہر سکندرپور کا ہوں میرا باپ بڑا سیٹھ مالدار ہے اور میری ماں
بھی زندہ ہے میرا بہت روزوں سے خیال تھا کہ میں مسلمان ہوں بعضے
بعضے مسلمانوں سے میں نے اس کی صلاح پوچھی اُنہوں نے کہا کہ تو بڑے
آدمی کا بیٹا ہے اور یہاں رنجیت سنگھ کا عمل ہے اس خوف سے
کوئی تجکو مسلمان نہ کر سکیگا اگر مصمم تیرا یہی ارادہ ہے تو یہاں
سے تو خلیفہ صاحب کے پاس چلا جاوہ تجکو مسلمان کرینگے اور
انھیں کے پاس تیرا مسلمان ہونا بہتر ہے یہ صلاح ان کی مجکو بہت پسند

آئی پھر کئی روز کے بعد میں اپنے گھر سے اس طرف روانہ ہوا اللہ
تعالیٰ نے آپ تک مجکو پہنچادیا یہ گفتگو اس کی سن کر حضرت بہت
خوش ہوئے اور اسی وقت اس کو کلمہ شہادت پڑھاکر آپ نے
اس کو مسلمان کیا اور ہدایت اللہ اس کا نام رکھا اور جو جماعت
خاص کے ہیلہ دار شیخ عبدالحکیم صاحب ہیلتی تھے اُن سے فرمایا
کہ تم میاں ہدایت اللہ کو اپنے ہیلے میں لیجاؤ اور اُن کو نہلاکر نماز
تعلیم کرو اور اُن کا ختنہ بھی کرادینا اور شیخ ولی محمد صاحب سے فرمایا
کہ ان کو دو جوڑے کپڑے بنادو پھر شیخ عبدالحکیم صاحب ان کو اپنے ہیلے
میں لے گئے اور اُس کے سر کے بال منڈوائے اور نہلایا اُس وقت نمازیوں
میں سے کسی نے اپنا پاجامہ دیا کسی نے انگرکھا کسی نے دوپٹا کسی نے
عمامہ کئی جوڑے کپڑے میاں ہدایت اللہ کے واسطے ہوگئے پھر شیخ صاحب
ممدوح نے میرامان علی جالیسی سے کہا کہ تم اپنے بستر کے پاس ان کا بھی
بستر لگاؤ اور اُن کو نماز سکھلاؤ پھر میر صاحب موصوف ان
کو اپنے پاس لے گئے اور کئی روز کے بعد نور بخش جراح کو بلاکر ان
کا ختنہ کرایا اور پاؤ سیر گڑ اور پاؤ سیر گھی اور آدہ سیر آٹے کا
حلوا ہر روز میرامان علی اپنے ہاتھ پکاکر ہدایت اللہ کو کھلانے
لگے پھر جب زخم ختنے کا اچھا ہوگیا ان کو بھی چھ سات روز ایک
ایک مرغ کا شوربہ پلایا اور ایک روز ان کو نہلا کر اور

نئی پوشاک پہنا کر حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت فیضدرجت میں لائے
حضرت میاں ہدایت اللہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خیر و عافیت
پوچھی اور شیخ عبدالحکیم سے فرمایا کہ میاں ہدایت اللہ کو شیخ ولی محمد صاحب
سے ایک تلوار اور ایک بندوق دلوا دو اور اپنے ہی بہلے میں ان کو رکھو اور
مسائل ضروری نماز روزے وغیرہ کی تعلیم کیا کرو پھر شیخ صاحب نے
میاں ہدایت اللہ کو اپنے ڈیرے پر لائے اور شیخ ولی محمد صاحب تلوار
اور بندوق دلوادی پھر وہ اُنہیں کے پاس رہنے لگے اور وہ میاں ہدایت اللہ
بہت ہی صالح اور نیکبخت اور حلیم الطبع اور بے شر شخص تھے اور نہایت
کم سخن اور باحیا اور بامروت تھے اور کار خدمت میں بہت چست و چالاک
تھے اور اپنی باری سے حضرت علیہ الرحمۃ کے پلنگ کا پہرا دیتے تھے اور
یہاں تک میاں ہدایت اللہ نے حضرت کی رفاقت کی کہ جب سے آئے تھے
تا واقعہ جنگ بالاکوٹ ایک دستور پر رہے پھر بعد لڑائی بالاکوٹ کے
سب غازیوں کے ساتھ درۂ نندہیار میں آئے اور موضع بٹ گرام
میں چند روز رہے پھر جب اکثر لوگ بے سر و سامان ہو کر اپنے اپنے وطن
چلنے لگے اُنھیں دنوں وہ بھی سکندر پور کو جہاں گھر تھا چلے گئے اور اپنے
والدین سے جا کر ملے وہ ان کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور چاہتے تھے
کہ ہمارے ہی پاس رہے اگرچہ مسلمان ہو گیا ہے مگر میاں ہدایت اللہ

کو یہ بات پسند نہ آئی وہاں سے تھوڑی دیر ایک موضع تھا نام اُس کا دہنڈہ تھا وہاں مولوی سید حسین شاہ رہتے تھے اُنھیں کی مسجد میں یہ بھی جا کر اُترے اور وہیں رہنے لگے اور خرچ ضروری ان کو انھیں کا باپ دیا کرتا تھا اور یہ اپنے طریقے پر قائم رہے یہاں تک بیان ملّا ہدایت اللہ کا ہو چکا اب باقی احوال پنجتار کے سے یہ ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ برج کے کوٹھے پر بیٹھے تھے اور آپ کے حضور پر نور میں سید احمد علی صاحب آپ کے خواہر زادے اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور ارباب بہرام خاں صاحب اور سردار فتح خان پنجتاری حاضر تھے آپ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کسی صاحب کو تجویز کرو تو اپنے سواروں میں رسالدار کریں سید احمد علی صاحب نے عرض کی کہ میری رائے میں اس عہدہ کے واسطے حمزہ علی خاں تمہاری والے مناسب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ رودار اور مرد ہوشیار اور بردبار ہیں مولانا صاحب نے عرض کی کہ میرے خیال میں تو اس کے لائق عبد الحمید خان معلوم ہوتے ہیں اور ارباب بہرام خاں نے بھی انہیں کو پسند کیا اس لئے کہ وہ بڑے ہوشیار فن سپہ گری میں تجربہ کار اور بہادر شخص ہیں سید احمد علی صاحب نے کہا کہ مولانا صاحب آپ بجا فرماتے ہیں مگر عبد الحمید خاں مزاج کے تیز اور تند ہیں بات ہی بات میں ناخوش اور درہم برہم ہو جاتے ہیں یہ اُن میں بڑا نقصان ہے اور حضرت کو بھی یہی بات ،

پسند آئی آپ نے فرمایا کہ سید احمد علی صاحب میاں صاحب اور
بہرام خاں کی تجویز مجکو بھی بہتر معلوم ہوتی ہے اور جو تم کہتے ہو کہ مزاج
کے تند ہیں کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نقصان ان کا دور کر دے اور وہ
سلیم الطبع اور متحمل ہو جاویں اور تو کوئی برائی ان میں نہیں ہے اُنہوں
نے کہا ہاں اور کچھ نقصان نہیں معلوم ہوتا آخر شب یہی بات ٹھہری پھر
اگلے روز آپ نے سید احمد علی صاحب اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور
ارباب بہرام خاں اور شیخ عبد الحکیم اور شیخ ولی محمد اور سب خاصوں کو
جمع کیا اور عبد الحمید خاں کو بلایا اور فرمایا کہ خان بھائی چند روز سے ہمارے
خیال میں تھا کہ لشکر کے سواروں میں کسی کو رسالدار کر دیں سو تم ان
بھائیوں کو سواری اور سپہ گری تعلیم کرتے ہو آج سے ہم نے ان کا
رسالدار بھی تمہیں کو کیا خاں صاحب ممدوح یہ بات سُن کر عذر کرنے
لگے کہ حضرت میں آپ کے فرمانے سے باہر نہیں ہوں مگر بات یہ ہے کہ
میری طبیعت تُند ہے اور یہ امر اختیاری نہیں کہ چھوڑ دوں کہ شاید
بھائیوں کو اس سبب سے میری افسری گراں معلوم ہو اور یہاں یہ کام
خدا کے واسطے ہے اور رئیسوں کی فوج کا سا نہیں ہے آپ نے فرمایا
کہ خان بھائی اس کا تم اندیشہ نہ کرو ہم تمہارے لئے دعا کرینگے اُمید
ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نقصان دور کر دے اور تابعداری تو خدا ہی والے
کرتے ہیں رئیسوں حاکموں کی تابعداری تو کیا کرینگے خاں صاحب موصوف

نے عرض کی کہ اگر یہی بات ہے تو میں حاضر ہوں پھر آپ نے میاں دین محمد صاحب سے فرمایا کہ ہمارے یہاں سے جاکر ایک دوشالہ اور ایک رومال لے آؤ' اُنھوں نے لاکر حاضر کیا' آپ نے اپنا خاص عمامہ اپنے دست مبارک سے عبدالحمید خاں کے سر پر باندھا اور فرمایا کہ خان بھائی یہ دوشالہ اور رومال ہے اس میں سے ایک جو تم کو پسند ہو وہ لو اُنھوں نے عرض کی کہ مجکو تو رومال خوش معلوم ہوتا ہے آگے جو آپ کے پسند ہو آپ نے فرمایا کہ مجکو بھی یہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہی خاں صاحب کو اُڑھا دیا اور ایک سرخ سنہری قبضہ کی جو آپ ان دنوں باندہتے تھے اور سابری اُس کا پرتلہ تھا آپ کے آگے دہری تھی اُس کو پرتلے میں کر کے رسالدار کے گلے میں ڈال دی اور وہی گھوڑا سمند صاحبزادہ ممدوح دام اقبالہ کا بھیجا ہوا ان کو عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ تم کو مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ تم کو کفار پر فتحیاب کرے پھر آپ نے ہاتھ اُٹھا کر جناب الٰہی میں برہنہ سر ہو کر کمال خلوص اور تفرع والحاح کے دیر تک دعا کی پھر بعد فراغ دعا کے رسالدار نے پانچ روپے اور ایک اشرفی نذر کی پھر تمام حاضرین مجلس نے رسالدار صاحب کو مبارک دی پھر وہ رخصت ہو کر مسجد میں گئے وہاں دو رکعت نفل شکرانے کی پڑھ کر اپنے ڈیرے میں آئے اور اُسی روز سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو ایسا حلیم الطبع

اور سلیم المزاج اور خوش اخلاق کر دیا کہ گویا ہمیشہ کے یوں ہی تھے
وہ تندی اور تیزی مطلقاً ان کی طبیعت سے جاتی رہی اور وہ رسالدار
صاحب کا عمامہ جو حضرت نے عنایت کیا سپید تھا اور رومال سرخ زمین
کا بوٹی دار اور حاشتی اُس کے آبی تھے اور وہ سروہی وہ تھی جو حضور
پر نور نواب مستطاب معلی القاب نواب امیر الدولہ محمد امیر خاں بہادر والی
ٹونک مرحوم و مغفور نے حضرت امیر المومنین سید المجاہدین کو نذر دی
تھی اور میاں دین محمد صاحب سے میں نے سنا کہتے تھے کہ وہ سروہی نواب
صاحب بہادر ممدوح کو راجہ مان سنگہ والی جودہ پور نے دی تھی انتہی
پھر ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے نماز جمعہ کی پڑھ کر مولوی محمد حسن صاحب
جماعت دار سے فرمایا کہ ہمارے لشکر میں اکثر بھائیوں کو بغیر مکان کے
تکلیف ہوتی ہے اور ان روزوں بھائیوں کو فرصت بھی ہے اگر موافق
حاجت ضروری کے اپنے اپنے بسیلے میں کوٹھے بنالویں تو بہتر ہے اور ہمارا
بھی ارادہ ہے کہ ایک کوٹھا ہم بھی بنالیں اُنہوں نے عرض کی کہ بات
تو مناسب ہے پھر جب حضرت وہاں سے مکان پر آنے لگے تو نالے
سے دو پتھر اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لئے آپ کو دیکھ کر ہر کسی نے
موافق طاقت اپنی کے ایک ایک دو دو اٹھالئے اور سب نے لا کر
حضرت ہی کے مکان پر جمع کئے اور سب کی نیت تھی کہ پہلے حضرت

کہ پہلے حضرت کا کوٹھا بنایا جاوے بعد اس کے اور بنیں پھر اس کے
اگلے روز سے گارے اور پتھروں کی دیوار اٹھانی شروع کردی ،
کوئی تو پتھر لاتے تھے اور کوئی گارا کرتے تھے اور کوئی اُٹھاتے تھے
اور وہ دالان کوئی دس گز کا لمبا تھا اور قبلہ رخ اس میں تین در رکھے
گئے جب چند روز میں وہ دالان بن کر درست ہوا تب چیڑ کی کڑیوں سے
اس کو پاٹا اور آگے اس کے چھپر کا ایک سائبان ڈالا بعد اس کے اپنے اپنے
پیلے میں میں اور صاحبوں نے بھی بنانے شروع کئے چنانچہ ایک کوٹھا
شیخ عبدالحکیم پھلتی نے بنایا اور ایک سید اسمٰعیل رائے بریلوی نے اور ایک مولوی
امام الدین صاحب بنگالوی نے اور ایک مولوی وارث علی صاحب پوربی نے
اور ایک نور بخش جراح نے اور یہ سب کوٹھے پاس ہی پاس خاص جماعت
والوں کے تھے اور ایک کوٹھا شیخ ولی محمد صاحب نے بنایا اور ایک
سید احمد علی صاحب کا بنایا گیا قریب مسجد کے اور ایک مولوی مظہر علی
عظیم آبادی نے بنایا اور ایک کوٹھا بستی کے باہر جانب مشرق واسطے
بارود رکھنے کے بنایا گیا اور یہ تمام مکانات مذکورہ غازیوں نے
اپنے ہی ہاتھوں سے اُٹھائے اور اُن سب کے پاٹنے کی کڑیاں
سردار فتح خاں کی معرفت منگائی گئیں ایک ایک روپے بتیس ۳۲ ،
بتیس ۳۲ چیڑ کی بہت عمدہ کڑیاں پھر بعد تعمیر مکانات کے حافظ

ملہو خاں رامپوری اٹو را فرانسیس کے لشکر سے کہ حضرو میں پڑا تھا
نیجبار میں ایک ٹٹو پر سوار دو یا تین آدمیوں کے ساتھ آئے اور اُن
کے لشکر میں جو سولوی اسمٰعیل کپتان خورجوی اور محمد خاں اجیٹن خورجوی
روشن خاں کپتان اور شاہ میر خاں رسالدار نہاری کے اور محمد خاں رسالدر
سوخیل تھے ان افسروں کا ایک خط لائے اور حضرت علیہ الرحمۃ کو دیا اور
وہ پڑھا گیا خلاصہ اس کا یہ تھا کہ ہم سب حضرت کے فرمانبردار اور مخلص
جاں نثار ہیں اگر ارشاد ہو تو ہم چند افسر حضور عالی میں آکر حاضر ہوں
والا جس وقت آپ دریائے اباسین کے اُس طرف ساتھ فوج کے
رونق افزا ہونگے اس وقت ہم سب اپنے پیادہ و سوار سے آپ کے
ہمراہ رکاب ہو جاوینگے کوئی (بیان) آپ کی رفاقت سے انحراف نہیں کرنے کا
مختصر (جب) بعد جب نو دس روز کے حافظ ملہو خاں نے رخصت چاہی تب
آپ نے اُن کے خط کے جواب میں لکھا حاصل اس کا یہ تھا کہ الحمد للہ
خط مسرت نمط تم سب بھائیوں کا معرفت ملہو خاں کے ہم کو پہنچا کیفیت
اس کی معلوم ہوئی اور جو تم نے لکھا تھا کہ حکم ہو تو یہاں چلے آویں
سو ابھی آنے کی کچھ ضرورت نہیں تمہارا وہیں رہنا مناسب اور
مصلحت ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو اس پار دریا

کے لے چلے گا تب جو کچھ مناسب ہو سو دیکھ لیتا فقط اور ایک گھوڑا
آختہ سمند بڑا تیز گام اور خوش خرام چہار گوشی شیخ غلام علی
صاحب نے آپ کو دیا تھا آپ اکثر اُس پر سوار ہوا کرتے تھے جو
سید ابو محمد صاحب آپ کے قریبوں سے تھے جب سفر ہجرت میں اُن
کا گھوڑا اسقط ہو گیا ہو گیا تب آپ نے وہ چہار گوشی آختہ
واسطے سواری کے سید ابو محمد صاحب کو دیا سو وہی گھوڑا سید ابو محمد صاحب
سے لے کر حافظ ملھو خاں کو عنایت فرمایا اور رخصت کیا اور دو گھوڑے
کابل میں سردار سلطان محمد خاں نے آپ کی نذر کئے تھے ان میں ایک
گھوڑا کمیت دوند نام بہت تیز گام سید ابو محمد صاحب کو دیا اُس
چہار گوشی کے عوض میں اور ملھو خاں کے آنے کے چند روز پہلے سے پاینده
خاں تنولی حاکم امب کے دو شخص معزز ایک سید حسن شاہ مصاحب خان
ممدوح کے رہنے والے موضع تیتر کے جو واقع ملک ہزارے میں
ہے اور دوسرا شامہ نام جمعدار خاں موصوف کا یہ دونوں کبھی
کبھی بطور وکالت کے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آتے تھے اور پاینده
خاں کی خوبی اور اخلاص مندی بیان کرتے تھے کہ آپ کا خیر خواہ
اور فرماں بردار مخلص جاں نثار ہے اور چھ سات روز ہمارے لشکر
میں رہ کر چلے جایا کرتے تھے اس عرصہ میں محمد زماں خاں گنگر والے

نے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے بڑے مخلصوں اور معتقدوں
سے تھا اپنے عزیزوں میں سے ایک شخص کو خط دے کر حضرت کی
خدمت سراپا برکت میں بھیجا اور حاصل مضمون اس خط کا یہ تھا کہ
یہاں ہماری تمام بستیوں کی قوم تنولی سب اس بات پر متفق
اور یکدل ہیں کہ تربیلہ ان روزوں سکھوں کی فوج سے خالی ہے اگر
آپ کچھ مجاہدین نصرت قرین سے کہبل پر تشریف لاویں تو ہم اسی روز
حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیں اور وہاں کے سب مسلمان بھی ہمارے
شریک ہیں فقط اس کے جواب میں آپ نے محمد زماں خاں کو لکھا کہ تم
اپنے اس مکان کی تیاری میں ہوشیار رہو انشاءاللہ تعالیٰ اسی ہفتہ میں
ہم کہبل پر آ ونیگے پھر وہ آدمی جواب لے کر گنگر کو روانہ ہوا اس
کے چوتھے یا پانچویں روز آپ نے چلنے کی تیاری کی اور عبدالحمید خاں
رسالدار سے فرمایا کہ ڈیڑھ سو سواروں سے تم کو ہمارے ہمراہ
چلنا ہوگا اور چاروں جماعتوں سے تین سو پیادوں کو فرمایا خاص
جماعت تمام اور کچھ لوگ شیخ ولی محمد صاحب کی جماعت سے اور کچھ
لوگ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی جماعت سے اور کچھ قندھاریوں
کی جماعت سے اور آٹھ ضرب شاہیں اپنے ساتھ لیں اور باقی لوگ

جو پنجتار میں رہے ان پر مولوی احمد اللہ صاحب کو امیر کیا کے آپ
نے کوچ کیا اس روز جا کر مینئی میں رہے اگلے روز پھر وہیں مقام
کیا اور وہاں کے لوگوں نے موافق دستور اپنے ملک کے سب غازیوں کی
دعوت کی اور وہاں پنچکیوں پر حضرت تشریف لے گئے جہاں اپنے لوگ
آٹا پسواتے تھے اور فرمایا کہ یہ لوگ جن کی چکیاں ہیں بہت کار ثواب
کرتے ہیں کہ ان سے بیشمار مخلوق کو آرام ہے اور ان لوگوں کے واسطے
دعا کی اور سید حامد علی صاحب جو غلہ پسوانے پر متعین تھے فرمایا کہ
پنجتار کے لوگوں کو بھی آٹا پہچانا اور ہمارے لوگوں کو بھی کہبل میں پہنچانا
اور اس میں تساہلی نہ کرنا پھر اگلے روز وہاں سے کوچ کر کے آپ گمبدی
باڑی میں پہنچے اور رات کو جالی بند ہو کر موضع بیہور کے گھاٹ سے
پچاس ساٹھ قندہاری اور جو ملکی لوگ تھے دریا سین کے پار اتروائے
وہ گنگر میں محمد زماں خاں کے پاس گئے اور صبح کو کوچ کر کے حضرت
مع لشکر کہبل میں جا داخل ہوئے پھر سب کو بٹھایا پھر محمد زماں
خاں تربیلی پر چھاپا لے گئے اور جو سکندر پور سے آنے کا رستہ
تھا کوئی دو سو آدمی اس کے بندوبست کو بھیجے کہ ادھر سے سکھوں
کی کمک نہ آنے پاوے اور وہ گھاٹا پہاڑ کا تھا یہ لوگ تو
گھاٹی کی محافظت پر رہے اور انہوں نے تربیلی پر جا کر

اپنا قبضہ کرلیا اور بستی کے باہر گڑہی تھی اس میں سوا سو سکھ تھے وہاں
ہمارے قندہاریوں اور کچھ اپنے ملکیوں کے محمد زماں خاں نے
مورچے لگا دئے اور جانبین سے بندوقیں چلنے لگیں اور ہری نلوا
ہری سنگھ پانچ چھ ہزار فوج سے وہاں سے چار کوس پر پہاڑ کوٹ
میں پڑا تھا اس کو خبر پہنچی کہ محمد زماں خاں نے تربیلی میں قبضہ کرلیا
اور گڑہی میں جو سکھ ہیں اُن سے لڑائی ہو رہی ہے وہ فوراً اس خبر
کے سنتے ہی اپنی فوج لے کر دوڑا جب قریب گھاٹے کے آیا گھاٹے والوں
نے روکا اور جانبین سے بندوقیں چلنے لگیں چار گھڑی کامل اُنہوں
نے روکا مگر وہ پانچ چھ ہزار اور یہ دو سو آدمی جب اُن کے مقابلے کی
تاب نہ لا سکے تب گھاٹا چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہ آکر گھاٹے
میں گھُسے ادہر یہ خبر محمد زماں خاں کو پہنچی کہ ہری سنگھ پانچ چھ ہزار
فوج سے گھاٹے میں گھُس آیا اور ہمارے لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے یہ
خبر وحشت اثر سُن کر وہ بھی اپنے لوگوں سے تربیلہ خالی کر کے گنگر
کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور رات تک گڑہی کے مورچے قائم تھے جب
وہاں مورچوں میں ان قندہاریوں اور ملکیوں کو یہ خبر پہنچی کہ
ہری سنگھ اس قدر فوج سے آپہنچا اور محمد زماں خاں تربیلہ

خالی کر کے پہاڑ پر چڑھ گئے تب ملکی لوگ تو مورچے چھوڑ کر محمد زماں
خاں کی طرف چلے گئے اور قندہاری لوگ کہیل کی طرف روانہ ہوئے
اور کہیل سے تربیلے تک ایک کوس کا فاصلہ ہے اور کہیل سے ہمارے
غازی لوگ دیکھ رہے تھے جب ہمارے قندہاری تربیلے سے نکل کر
آدہ کوس آئے ہونگے تب ہری سنگھ کے سوار تربیلے میں آکر داخل
ہوئے اور ہمارے قندہاریوں کو دیکھا کہ کہیل کی طرف جاتے ہیں
یکبارگی ان کے پیچھے گھوڑے ڈالے اور بندوقیں مارتے ہوئے
چلے اور ادہر یہ بندوقیں مارتے ہوئے کہیل کو چلے آتے تھے لوگوں نے
حضرت کو اطلاع کی کہ ہمارے قندہاریوں کے پیچھے سوار سکھوں کے
بندوقیں مارتے چلے آتے ہیں آپ نے شیخ عبداللہ جمعدار اور شیخ وزیر
کو بلا کر فرمایا کہ تم بھی ادہر سے شاہینیں مارو اور کہیل کے لوگ بھی
اپنے اپنے پلے دار بندوقیں لے کر تیار ہوئے اس عرصہ میں قندہاریوں
نے آکر اباسین کا کنارا پکڑا اور جابجا آڑ میں مورچے لگا کر بیٹھ گئے
اور کہیل سے شاہینیں اور بندوقیں چلنے لگیں اور سوار سکھوں کے
بیدھڑک بندوقیں سر کرتے ہوئے چلے آتے تھے جب اور قریب
آئے تب قندھاریوں نے اٹھ کر ایک باڑہ ماری وہ سوار وہیں
رکے آگے نہ بڑہ سکے مگر دو گھڑی تک جانبین سے خوب بندوق

چلی آخرالامر تربیلے کی طرف سے مایوس ہو کر روانہ ہوئے اور
ادہر کہل سے شاہینیں اور بندوقیں چلتی رہیں اس عرصہ میں ایک
شاہین پھٹ گئی مرزا احمد بیگ پنجابی وہاں سے دس بارہ قدم پر
بیٹھے تھے ایک ٹکڑا شاہین کا اُن کی پنڈلی میں لگا صاف پنڈلی کی
نلی قلم ہو گئی لوگوں نے حضرت کو اطلاع کی آپ نے اُسی وقت نور بخش
جراح کو بلا کر مرزا احمد بیگ کے پاس بھیجا اُنھوں نے وہیں جا کر اُن
کا پیر ہڈی بٹھا کر باندھا اور لوگوں نے چارپائی پر ڈال کر مرزا صاحب
کو ڈیرے پر پہنچایا پھر حضرت نے پاؤ سیر گھی اور پاؤ سیر گڑ اور آدہ
سیر آٹے کا حلوا مقرر کر دیا بعد اس کے آپ نے پیر خاں صاحب سے
جو جماعت دار تھے فرمایا کہ قندہاریوں کو کشتی لے جا کر اس پار سے
اُتار لاؤ خاں صاحب موصوف گئے آدمیوں سے ناؤ لے کر اس پار
گئے اور سب کو ناؤ پر سوار کر کے اُتار لائے حضرت نے اُن سے
وہاں کا حال پوچھا اُنھوں نے جو کچھ ماجرا تھا آپ کے روبرو عرض
کیا کہ تربیلے میں جو محمد زماں خاں اور اُن کے لوگ تھے جب ہری سنگھ
کا لشکر قریب آیا تب وہ صحیح و سالم گنگر کے پہاڑ پر چڑھ گئے
اور ہمارے اور کچھ ملکیوں کے مورچے گڑہی کے مقابلے میں تھے جب
زماں خاں کا حال ہم لوگوں کو معلوم ہوا تب ہمارے مورچوں کے

ملکی بھی اُنھیں کی طرف سب کے سب صحیح و سالم چلے گئے اور ہم
لوگ ادہر چلے آئے اور جو دو سو آدمی محمد زمان خاں کے گھاٹے پر
تھے ان کا حال ہم کو نہیں معلوم کہ ان میں کوئی زخمی ہوا یا مارا گیا اور
نہ سکھوں کے لشکر کا حال معلوم ہوا کہ کتنے مارے گئے یا زخمی ہوئے
پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اب تم جاکر اپنے ڈیرے پر کمر کھولو
آرام کرو وہ تو اپنے اپنے ڈیرے پر گئے اور اسی روز سکھوں میں تریلے
سے باہر نکل کر جو وہاں کہیل کی طرف سرن نام ندی ہے اُس کے
کنارے ڈیرہ کیا اور ادہر جب ہم سب نماز ظہر پڑھ کر فارغ ہوئے
اس اُدہر کوئی تین چار سو سوار سکھوں کے اپنے لشکر سے نکل کر کہیل
کے سامنے آئے حضرت علیہ الرحمۃ نے شیخ عبداللہ جمعدار اور شیخ وزیر
سے فرمایا کہ تم بھی شاہینیں پہاڑ کے ٹیکرے پر جاکر لگاؤ اگر سوار
سکھوں کے نزدیک شاہین کی زد پر آویں تو ان کو مارنا اور
جو وہیں سے لوٹ جاویں اور ادہر نہ آویں تو ان سے کچھ تعرض نہ کرنا
مگر وہ چلے ہی آتے تھے اُنھوں نے جلد جاکر ٹیکرے پر شاہینیں
لگادیں اور ان کو مارنے لگے اس میں دو یا تین سوار ان کے
شاہین کی گولی سے گرے وہ پراگندہ ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے
اور اپنے لشکر میں جا ملے اور اُسی روز ام سے پائندہ خاں کے

کے بھیجے ہوئے سید حسن شاہ اور شاہ محمد جمعدار آئے اور خان ممدوح
کے اشتیاق ملاقات کا پیام حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس لائے آپ
نے ان کی تسلی کی کہ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے خان سے ضرور ملاقات
کرینگے ہم کو بھی اس کا خیال ہے اور اُن کو اپنے پاس ٹھہرایا اور
ان روزوں جاڑے کا موسم تھا اس قدر سخت سردی تھی کہ خدا
کی پناہ اور اباسین کا پانی مارے سردی کے یخ کو شرمندہ کرتا
تھا اگر کوئی صبح کو اس میں نہاتا تو عجب نہ تھا کہ اکڑ جاتا آپ نے
رات کو بعد نماز عشا کے سب غازیوں کی طرف خطاب کرکے فرمایا
کہ بھائیو جس کو حاجت نہانے کی ہو جاوے فجر کو دریا میں نہ نہاوے
تیمم کرکے نماز پڑھے جب دھوپ نکلے تب نہا ڈالے پھر رات بھر
سب مجاہدین موافق دستور کے اپنے چوکی پہرے سے ہوشیار رہے
اور اسی رات کو سکھوں کے کوئی دو سو آدمی آکر اس پار کنارے
اباسین کے چھپ کر بیٹھ رہے اور ہم لوگوں کو یہ حال معلوم نہ تھا
جب سویرے صبح کو ہمارے لوگ وضو کرنے دریا پر گئے اُنہوں نے
لوگوں کی آواز سُن کر ایک باڑھ بندوقوں کی ماری مگر خدا نے
خیر کی گولی کسی کے نہ لگی پھر ہمارے لوگ بھی بندوقیں مارنے
لگے اور شاہینوں میں ایک شاہین بھری ہوئی اور گولی دیا

ہوئی دہری تھی اس گھبراہٹ میں ایک شاہنچی پنجابی اپنی خالی
شاہین سمجھ کر اس کو لے گیا اور پھر بارود اور گولی بھر کر اس کو سر
کیا وہ پھٹ گئی اور ایک اس کا ٹکڑا اچھل کر اس کی کنپٹی میں لگا
سر کے اندر گھس گیا دو تین گھڑی کے بعد وہ بیچارہ فوت ہو گیا باقی
اور شاہینیں اور بندوقیں اس طرف سے کوئی تین گھڑی دن چڑھے
تک چلائیں اور ادہر سے سکھ بھی مارے گئے پھر جب انھوں نے ادہر کا
بہت زور دیکھا تب وہ بھاگ کر اپنے لشکر میں چلے گئے اسی روز ایک
ملکی تربیلے کا اباسین اتر کر ہمارے لشکر میں آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے
مقابلے میں آج اور کل ملا کر دس یا گیارہ سکھ مردار ہوئے اور اس سے
زیادہ زخمی ہوئے فقط پھر اسی روز ستھیانی سے سید اکبر صاحب
بیس پچیس اپنے لوگوں سے اور ان کے بھائی اصغر صاحب اور منڈی
والے سید نور جمال صاحب اور سید کابل شاہ حضرت علیہ الرحمۃ کی
ملاقات کو تشریف لائے اور سید اکبر صاحب کی تب تک حضرت
علیہ الرحمۃ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی فقط خطوں سے یا زبانی لوگوں
کے سلام و پیام آتا تھا اور سید اکبر صاحب کے اخلاق حمیدہ اور
اوصاف پسندیدہ کا بیان کہاں تک کروں جس نے ان کو دیکھا
ہے اور ان کی صحبت اٹھائی ہے وہ ہی خوب واقف ہے کہ ایسا خوش

خُلق خندہ رو کشادہ پیشانی حلیم الطبع سلیم المزاج سخی اور شجاع
صاحب تدبیر صاف دل راست گفتار اور حضرت علیہ الرحمۃ کا مخلص
بے ریا اور محب باوفا اور معتقد صادق کوئی رئیس اس ولایت میں
نہ تھا حضرت علیہ الرحمۃ کو بھی غائبانہ ان کی خوبیاں سُن کر
کمال شوق ملاقات کا تھا جب وہاں ملاقات ہوئی وہ بھی
نہایت راضی ہوئے اور حضرت بھی کمال خوش ہوئے پھر سید اکبر شاہ
نے حضرت سے عرض کی کہ میں اُمیدوار ہوں کہ ادہر سے آپ میرے
غریب خانے پر تشریف لے چلیں اور میں اسی ارادہ سے یہاں آپ
کی خدمت میں آیا ہوں آپ نے اُن کی تسلی کی اور فرمایا کہ سید
بھائی انشاءاللہ تعالیٰ کل ہم یہاں سے کوچ کرکے تمہارے ہی مکان
کو چلینگے پھر حضرت علیہ الرحمۃ اس روز بھی کہتل میں رہے صبح
کو سید حسن شاہ اور شاہ محمد جمعدار سے فرمایا کہ آج ہم سید اکبر کے
ساتھ چل کر ستھیانی میں ٹھہرینگے تم جاکر اپنے خان سے ہمارے
ستھیانی میں جانے کی خبر کردو جو کچھ پائندہ خاں تم سے کہیں
وہ تم ہم سے ستھیانی میں آکر کہنا یہ فرماکر آپ نے اُن
دونوں کو رخصت کیا پھر کچھ دن چڑھے آپ نے بھی تیاری

چلنے کی کی سب لشکر کو کہیل میں رہنے دیا کوئی ڈیڑھ سو غازیوں سے سہیانی کو کہیل سے پانچ کوس ہے سید اکبر صاحب کے ساتھ تشریف لے گئے اور سید ممدوح کے مکان پر اُترے اور سید موصوف چہہ بھائی تھے ایک سید اعظم ان سے چھوٹے سید اکبر ان سے چھوٹے سید عمران اُن سے چھوٹے سید مدار اور ان سب کی والدہ بھی زندہ تھیں ان سب نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور منڈی والے سید نور جمال اور سید کابل شاہ نے بھی بیعت کی پھر شام کو سید اکبر صاحب نے سب کی ضیافت کی پلاؤ دیکایا اور سب کو کھلایا پھر بعد فراغ نماز عشا کے حضرت نے سید اکبر صاحب کو الگ بلا کر بٹھایا اُس وقت آپ کے پاس مولانا اسمٰعیل صاحب اور منشی خواجہ محمد حسن پورٹی بھی حاضر تھے آپ نے سید اکبر صاحب سے صلاحاً پوچھا کہ پائندہ خاں کے دو وکیل کئی بار پنجتار میں بھی آئے اور یہاں کہیل میں آئے جن کو ہم نے تمہارے سامنے رخصت کیا اور ہر بار یہی پیام لائے کہ ہمارے خان کو آپ کی ملاقات کا بڑا اشتیاق ہے اور آرزو ملنے کی رکھتے ہیں تمہارے خیال میں یہ بات کیسی ہے یہ سن کر سید اکبر صاحب عذر کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امیر المومنین اور امام المسلمین کیا ہے اور اپنی عنایت سے علم

باطنی دیا ہے ان باتوں کو جو آپ سمجھتے ہیں وہ مجھ میں مادہ کہاں
ہے مگر جو آپ نے اس مشورت میں مجکو سرفراز فرمایا تو جو کچھ میری
رائے ناقص میں ہے وہ عرض کرتا ہوں یہ جو قوم تنولی خصوصاً اس
ملک تنول کی ہیں اکثر بڑی غدار اور مکار ہیں بلکہ لوگوں میں ضرب المثل
ہیں تنولی بے قولی اور یہ جو پاینده خاں ہے یہ توسب دغا بازوں کا
سردار ہے ہمارا اس کا تو ڈانڈہ پنیڈہ ہے اکثر معاملہ اس سے پڑا ہے سوائے
بدعہدی کے کسی کے ساتھ اُس نے وفاداری نہیں کی یہ جو اس نے آپ سے ملاقات
کا ڈول ڈالا ہے یہ بھی مکر و فریب سے خالی نہیں ہوگا آپ اُس
کی ملاقات سے الگ ہی رہیں او آپ لوگ تو محض اللہ والے صاف
دل اور پاک طبیعت ہیں اور اس ملک میں نووارد ہیں آپ کو یہاں
کے حال سے کیا خبر اور ہم یہاں کے بھیدی ہیں اور ہم تو آپکے خرد
ہیں اطلاعاً یہ باتیں عرض کی ہیں اور سید نادر شاہ اور سید مردان
منڈی والے ہمارے عزیزوں میں بڑے سالخوردہ جہاندیدہ شخص ہیں
اور ان میں جو سید نادر شاہ ہیں وہ پاینده خاں کے بڑے مشیر اور مصاحب
ہیں بلکہ پاینده خاں کے باپ نواب خاں کے مصاحب وہی تھے
جو وہ پاینده خاں کے حال سے واقف ہیں اتنا میں بھی نہیں ہوں
یہاں سے پاؤ کوس اُن کا مکان ہے اگر ارشاد ہو تو سواری

بھیج کر ان کو یہاں بلالوں اُن کے پاس سواری نہیں ہے ورنہ وہ آپ
کی خدمت میں آپ ہی آکر حاضر ہوتے مناسب ہو تو اس امر میں آپ
اُن سے بھی مشورہ کرلیں دیکھیں تو وہ کیا کہتے ہیں' حضرت نے فرمایا
کہ سید بھائی تم نے بہی باتیں معقول دانائی اور خیر خواہی کی کی ہیں
اور جو ان سے مشورت لینی کہتے ہو یہ بھی بہتر بات ہے مگر وہ بڑھے ضعیف
آدمی ہیں ان کو تکلیف دینی کیا ضرور ہم آپ اُن کے مکان پر چل کر
ملاقات کریں اور جو باتیں کرنی ہیں وہیں کرلیں سید اکبر نے عرض کی
آپ کیوں تصدیعہ کرینگے وہ خود بخود آکر حاضر ہونگے پھر انہوں نے
اپنا آدمی بھیجا وہ گھوڑا لے گیا اور ان دونوں صاحبوں کو سوار کر کے
لے آیا اور اُن کو گھوڑے سے اُتارا حضرت علیہ الرحمۃ نے اٹھ کر اُن
سے معانقہ اور مصافحہ کیا اور عافیت مزاج کی پوچھی مسجد میں لیئے پاس
بٹھایا آپ کی خوش اخلاقی اور ملاقات سے وہ دونوں صاحب کمال
خوش ہوئے پھر جو سوال آپ نے پائندہ خاں کی ملاقات کے امر میں
سید اکبر صاحب سے کیا تھا وہی ان دونوں صاحبوں سے کیا اس میں
سید مردان شاہ کچھ نہ بولے خاموش بیٹھے رہے اور وہ کم سخن
بھی تھے اور سید نادر شاہ سے عمر میں چھوٹے بھی تھے شاید اس
لحاظ اور ادب سے نہ بولے ہوں سید نادر شاہ نے کہا کہ حضرت

اس مقدمہ کی داستان تو بہت طویل ہے کہتے کہتے دیر چاہئے مگر
بغیر اول سے بیان کرنے سے مفصل حال پائندہ خاں کا آپ کے خیال
شریف میں نہ آویگا پہلے آپ اس کو تمام و کمال سن لیویں پھر جیسا
مناسب جانیں ویسا کریں خلاصہ مضمون کا یہ ہے کہ جو پائندہ خاں
آج تک کسی سردار رئیس سے صاف دل ہو کر نہیں ملتا ہے اور اُس کے
دل کا چور نہیں نکلتا ہے سبب اس کا یہ ہے کہ جب اس کا باپ نواب
خاں زندہ تہا ان دنوں یہ پائندہ خاں لڑکا تھا اور میں اکثر اوقات
نواب خاں کے ہمراہ رہتا تھا ان روزوں وزیر فتح خاں وزیر
عظیم خاں کا بھائی کشمیر کا ملک اور سردار تھا اور یہاں سے پانچ
کوس کنارے اباسین کے جو دربند ہے وہیں ہو کر پیشور سے کشمیر کا
اور کشمیر سے پیشور کا رستہ تھا اور اکثر اوقات ادہر سے اُدہر ادہر
سے ادہر درانیوں کی آمد رفت رہتی تہی اور نواب خاں کا یہ وتیرہ
اور رویہ تھا کہ اسی کی سازش اور منصوبے سے تنولی لوگ اس
کے عمل میں راہزنی اور ٹھگی کیا کرتے تھے اور جو ان سے اپنا حصہ
مقرر کر لیا تھا وہ اس کو دیتے تھے یہ کسی چور ٹھگ سے مزاحمت اور
باز پرس نہ کرتا تھا مگر وزیر فتح خاں کے لوگوں کی کشمیر اور
پیشور سے آمد رفت رہتی تھی اُس نے بطور انعام کے راہداری کچھ

مقرر کر دی تھی ان کے لوگوں سے کوئی تنولی مزحم نہیں ہوتے تھے
ایک بار کچھ خزانہ اور چند بدریاں دوشالوں کی اور کئی زنانی سواریاں
وزیر فتح خاں کے بندرہ بیس سپاہی کشمیر سے لئے آتے تھے اور پشور کو
جاتے تھے انہیں رہزنوں نے ام میں آکر نواب خاں کو اطلاع کی کہ
ایک چھوٹا سا قافلہ درانیوں کا کشمیر آتا ہے اور ان کے پاس اس قدر
خزانہ اور مال واسباب ہے اُس کے دل میں بدگمانی سمائی کہ ان کو
لیا چاہیئے اُس نے اُن سے کہا کہ مجکو تو الگ رکھو جس میں میرا نام ظاہر
نہ ہو اور تم اگر موقع پاؤ تو اپنا کام کر لو پھر جو کچھ ہو گا دیکھ لیا
جاویگا یہ سُن کر وہ لوگ اُن کی تاک میں ہوئے آتے آتے جب تلی ہائی
میں آئے اور بے اندیشہ وہاں اُترے اور وہ بہت سخت جگہ اور تنگ
راہ تھی تب رات کو انہیں رہزنوں نے ان پر دھاڑا مارا ان میں جو سپاہی
تھے اُنہوں نے ہتھیار لے کر سامنا کیا اور لڑے اس میں کئی تو آدمی مارے
گئے اور کئی زخمی ہوئے مگر ان نامعقولوں نے کچھ اسباب نہ چھوڑا عورتوں
کے زیور تک ملکہ عورتوں کے ازاروں میں قیمتی ازار بند تھے لئے وہ لوٹے
مارے اگلے روز وہاں سے کوچ کر کے ام میں آئے اور نواب خاں سے
اپنا حال اظہار کیا کہ تمہاری عملداری میں ہمارا یہ حال ہوا ہے اُس نے
ظاہر داری کو جھوٹ سچ ان کی تسلی اور خاطر داری کی کہ میں اس بات کا

ضرور تدارک کرونگا پھر وہ سب بیچارے لوٹے مارے اسی طور پشور
کو چلے گئے اور وزیر عظیم خاں سے اپنی سرگذشت بیان کی انہوں نے
کشمیر میں وزیر فتح خاں اور عطا محمد خاں کو لکھا کہ یہاں نواب عطا محمد خاں
کی عملداری میں یہ واقعہ گذرا انھوں نے بھی بظاہر نواب خاں کو اس کا
شکوی تک نہ لکھا کہ یہ کیا معاملہ گذرا یہاں تک کہ پانچ یا چھ مہینے
گذر گئے پھر وزیر فتح خاں کوئی تین ہزار سواروں اور چار پانچ ہزار
پیادوں کو ساتھ لے کر کشمیر سے پیشور کو روانہ ہوا آتے آتے جب سرگڑہ
کی گلی میں پہنچا اور ڈیرہ کیا اور اپنے کئی سوار وہاں سے موضع ام میں نواب
خاں سے جاکر کہا کہ وزیر فتح خاں نے فرمایا ہے کہ تمہاری عملداری میں ہم
آکر داخل ہوئے ہیں تم آؤ اور ہم سے ملاقات کرو اور جو تمہاری حق راہداری
کا ہو وہ لو اور ہم کو اپنے عمل سے دوسرے عمل تک پہنچا دو یہ پیغام سُن کر
اُس نے اپنے مصاحبوں سے صلاح کی کہ تم اس میں کیا کہتے ہو وہاں میرا
جانا مناسب ہے یا نہیں کس واسطے کہ جو تنولیوں نے بیشتر حرکت کی ہے
مجھکو اس کا دغدغہ ہے کہ بلا کر دغا نہ کرے اور نواب خاں کا مدت سے
معمول تھا کہ جو کسی سردار رئیس کا قافلہ آتا تو آپ جاکر ان سے اپنا
حق لیتا اور اُن کو اپنی حد تک سلامت پہنچا دیتا تھا ان صلاح کاروں
نے کہا کہ موافق معمول قدیم کے تم کو اُن کے پاس جانا لازم ہے اگر نہ

جاؤگے تو جان بوجھ کر حیور ہوگے اور ملزم ہوگے یہ سُن کر یہی بات
اس کو بھی پسند آئی اور پچیس بیتس سوار اور پیادوں سے اسی پائندہ خاں
کو ساتھ لے کر گیا اور شیر گڑھ میں جاکر وزیر فتح خاں سے ملا اُس نے بہت
تسلی اور خاطرداری کی اور جو دستور راہداری کا مقرر کیا تھا وہ دیا جو
کچھ اندیشہ اور دغدغہ اس کے دل میں تھا جاتا رہا پھر اگلے روز وزیر فتح
خاں کی فوج و لشکر کو وہاں سے کوچ کرواکے درنبید پر لایا اور ڈیرہ
کروایا اور وہ اباسین کا کنارہ ہے وہاں وزیر فتح خاں نے اپنے
لوگوں کو اشارہ کر دیا کہ نواب خاں اور اُس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لو
انھوں نے سب کو پکڑ لیا چند آدمی جو اس کے پاس اس وقت نہ تھے
وہ بھاگ کر قریب آدھی رات کے امب میں آئے اور نواب خاں کی
گرفتاری کی خبر لائے یہ بات سنتے ہی تمام بستی میں ہول پڑ گیا جس
نے جدھر اپنا بچاؤ دیکھا ادھر کا رستہ لیا اور نواب خاں کے اہل و عیال
تہ و بالا اور بدحواس ہونے لگے اور جن کو نواب خاں مکان پر چھوڑ
گیا تھا چنانچہ ان میں میں بھی تھا ان سے کہا کہ ہم کو یہاں سے جلد
کسی طرف نکال لے چلو ایسا نہ ہو کہ ہم بھی گرفتار ہو جاویں اور اس وقت
جو مال و اسباب اور نقد سردست ساتھ لیا گیا تھا اس کو تو لیا ادھر
باقی چھوڑ دیا اور کچھ اسباب مجکو سپرد کیا کہ اس کو ستھانے میں لیجاؤ

میں وہ اسباب لے کر ادہر آیا اور ان کو لوگ وہاں سے لے کر چھہ
سات کوس پیر مداخیلوں اور حسن زیئوں میں گئے پھیر وہاں در بندمیں
نواب خاں نے پائندہ خاں سے کہا کہ اب تو ہم یہاں گرفتار ہوئے
دیکھئے کیا انجام اسکا کیا ہو مگر اس وقت ایک تدبیر مجکو سوجھی ہے اگر
وہ چل گئی تو تجکو میں صاف نکالے دیتا ہوں تو تو نکل جانا ولیکن یہ
وصیت میری عمر بھر یاد رکھنا کہ کیسا ہی کوئی رئیس سردار حاکم صاحب
ارادہ ہو اور تجکو بلایا چاہے تو اس سے بے کھٹکے اور صاف دل سے
نہ ملنا اور اُس کی باتوں کے فریب میں نہ آنا والا خطا کھاویگا
اور پچھتاویگا وصیت پائندہ خاں کو کر کے پہر وہ یہ مکر لایا کہ وزیر فتح
خاں سے جاکر عرض کی کہ اب میں تو تمہاری قید میں ہوا اور تم مجکو اپنے
ساتھ پیشور کو لیجاؤگے اور یہاں اہل وعیال میرے بربادا ور تباہ
ہونگے ایسا ہی ہے تو میرے ساتھ ان کو بھی لے چلو وہاں جو میرا حال
ہوگا وہ ان کا بھی ہوگا وزیر فتح خاں کے خیال میں یہ بات اُس
کی آگئی اور فرمایا کہ بہتر ہے ان کو بلالو اور لے چلو تب اُس نے اپنے
دل سے تراش کر کہا کہ اہل وعیال میرے تو مدخیلوں اور حسن زئیوں
میں ہیں اور واقع میں یہ بات ٹھیک تھی کہ وہیں اس کے اہل وعیال
لوگ لے گئے تھے اگر اپنے لوگوں کے ساتھ میرے بیٹے پائندہ خاں
کو بھیجو تو وہاں سے لے آوے اور اگر فقط تمہارے لوگ لینے کو جاوینگے

تو وہاں کے پٹھان جاینگے کہ شاید ان کو بھی گرفتار کرنے آئے
ہیں عجب نہیں کہ کشت وخون ہو اور جو میرا بیٹا ساتھ جاویگا تو ان
کو سند ہوگی پھر وزیر فتح خاں نے کچھ اپنے لوگ پاینده خاں کے ساتھ
کر دئے وہ درتید سے اس طرف کو روانہ ہوا جب دریائے اباسین پر
چھتر بائی کے گھاٹ پہنچا تب اپنے ساتھ کے درانیوں سے کہا کہ تم اُسی
اسی پار ٹھہرو میں پار جاکر چھتر بائی کے لوگوں کو سمجھادوں کہ میرے باپ
کو وزیر فتح خاں نے گرفتار نہیں کیا ہے بلکہ تنبیہاً نظر بند کیا ہے
اور مجھکو لڑکے بالے لینے کو بھیجا ہے اور کچھ لوگ اپنے میرے ساتھ کے
ہیں سو وہ میں اسی پار چھوڑ آیا ہوں سو ان کو بھی اُتار لو پھر وہ تم کو بھی
اُتار لینگے اس فریب میں پاینده خاں کے وہ درانی آگئے اور وزیر
فتح خاں نے بھی چنداں تاکید درانیوں کو نہیں کی تھی کہ اکیلا اس کو
چھوڑیں پھر سپاہیوں نے اس کو اجازت دی وہ پار اتر گیا اور چھتر بائی
میں داخل ہوا اور وہاں اپنے لوگوں کی خبر پائی کہ فلانی جگہ ہیں پھر وہ
درانی تو اسی پار اباسین کے پاینده خاں کے انتظار میں رہے اور یہ اپنے
لوگوں میں جا پہنچا اور مداخیلوں اور حسن زئیوں کو جمع کیا اور اپنے باپ
کی گرفتاری کا حال اُن سے مفصل کہا اور اُن سے درخواست کی کہ
اگر تم سب مل کر لشکر کشی کرو اور میرے باپ کو چھوڑاؤ تو چھوٹ

سکتا ہے والا کوئی صورت رہائی کی نہیں معلوم ہوتی ہے ان سب
نے مل کر اتفاق کیا اور کہا کہ ہم لوگ تو لڑنے مرنے کو تیرے ساتھ
موجود ہیں مگر تیرے باپ نواب خاں کا بڑا یار اور جتنے دار بنجارہ والا
فتح خاں کا باپ الف خاں ہے اور وہ بڑے جتنے والا ہے تو اس کے
پاس بھی جاکر یہ ماجرا بیان کر اگر وہ تیرا ساتھ دے تو شاید تیرے
باپ کی رہائی کی کوئی صورت نکلے پاىندہ خاں اُدہر گیا اور ادہر وہ درانی
لوگ کنارے آبا سین کے انتظار میں پاىندہ خاں کے بیٹھے تھے ان کو
جہتر بائی والوں نے بندوقیں ماریں ان کو معلوم ہوا کہ پاىندہ خاں
فریب کر کے بھاگ گیا پھر وہاں سے دربند میں آئے اور حال بھاگ جانے
پاىندہ خاں کا وزیر فتح خاں سے بیان کیا تب اُس نے نواب خاں
کو مضبوط کر کے مقید کیا اور جانا کہ اس نے فریب کر کے اپنے بیٹے کو بہگا دیا
اور وہاں سے کوچ کر کے موضع ام میں آیا اور اُس کو لوٹا اور جلایا
اگلے روز ام سے کوچ کر کے موضع بہور کے میدان میں دیرہ کیا اور
ادہر پاىندہ خاں نے بنجار میں جاکر سردار الف خاں سے اپنے باپ
کی سرگذشت بیان کی اور کہا کہ میں ملاخیلوں اور حسن زیئوں کو متفق
کر آیا ہوں یہ ماجرا سُن کر الف خاں نے اپنے جتنے داروں اور
موافق لوگوں کو جمع کیا پھر الف خاں نے اپنے جتنے داروں اور

اور موافق لوگوں کو جمع کیا پھر الف خاں اور مداخیل اور حسن زئی متفق ہو کر وزیر فتح خاں پر چڑھے اور وہ بت تک پھور سے کوچ کر کے منڈ اور منارے کے درمیان پہنچے وہیں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور جانبین سے بندوقیں چلنے لگیں کچھ دیر لڑائی ہوئی پھر وہ وزیر فتح خاں کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے پسپا ہو کر اور شکست کھا کر بھاگ گئے اور وزیر فتح خاں نے وہاں سے آ کر موضع جہانگیری پر خیوں کی عملداری میں کنارے دریائے لنڈی کے دیرا کیا اور اپنے مصاحبین سے کہا کہ نواب خاں کو اب پیشور میں لیجانا کچھ ضرور اور مناسب نہیں اس نامعقول کو یہیں مار ڈالو اور اس کے ہمراہ جو سپاہی گرفتار ہیں ان کو چھوڑ دو جب یہ حال اپنے مارنے کا نواب خاں کو لوگوں سے معلوم ہوا تب اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرا حال تو تم سن ہی چکے ہو کہ مارا جاؤنگا مگر تم جو ان درانیوں سے رہائی پا کر وہاں جانا تو میرا حال پائندہ خاں سے کہنا اور یہی کہہ دینا کہ جو کچھ وصیت تمہارے باپ نے تم کو کی ہے اسکو یاد رکھنا اور نہ بھولنا الغرض پھر اسی رات کو وزیر فتح خاں نے گھڑے کمر میں بندھوا کر نواب خاں کو دریائے لنڈی میں ڈلوا دیا اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور اگلے روز وہاں سے طرف پیشور کے کوچ کیا جب مداخیلوں اور حسن زئیوں اور الف خاں نے یہ حال سنا یت پائندہ خاں کو امیں

لاکر خانی کی پگڑی بندھوائی اور سردار بنایا جب کئی سال میں اس کا
عروج ہوا تو پہلے انہیں کے ساتھ بے وفائی کی چنانچہ الف خاں
بنجاری کا عشرہ دبالیا اور حسن زئیوں کی چیتر بائی چھین لی اور
مداخیلوں کی بہیٹ گلی، حاصل اس تمام کہانی کا یہ ہے کہ حسن نے اس
کی رفاقت اور خیر خواہی کی اسی کو اُس نے دغادی ملکہ کئی بار اس سیتھانی
کے لینے کا ارادہ کیا مگر سید اکبر کی قسمت زور آور تھی اللہ تعالیٰ نے بچالیا
اور میں تو بہت اس کی مجلس میں رہتا ہوں اکثر اوقات میں نے سُنا ہے
خود اس کی زبانی کہ مجکو لینے والد نواب خاں کی وصیت اور فہمائش
یاد ہے اور کسی حاکم اور رئیس کی طرف سے میرا دل مطمئن اور صاف نہیں
اور جو آپ سے اُس نے ملاقات کا پیام سید حسن شاہ کی زبانی بھیجا
ہے سو وہ رافضی مذہب ہے خدا جانے وہ کیا پیام بھیجا ہے اور یہ کیا
آپ کے پاس پہنچاتا ہے میرے نزدیک یہ بھی بات اُس کی مکروفریب
سے خالی نہ ہو گی اگر آپ کو اس سے ملاقات ہی کرنی ہے آپ تو دو منزل
سے تشریف لائے ہیں اور وہ تو یہاں سے تین ہی کوس پرے ہے یہاں
سے جو آدہ کوس پر پہاڑ کی گڑہی ہے وہاں اس کو بلاکر ملاقات
کر لیجئے اگر اس کی طبیعت میں مکروفریب نہ ہو گا تو بے دغدغہ چلا آ

آویگا اور جو کچھ آپ کی طرف سے اُس کو اندیشہ ہوگا تو نہ آویگا میری
رائے ناقص میں تو یہ صلاح بہتر معلوم ہوتی ہے آگے آپ کو اختیار ہے جو
بہتر جانئے وہ کیجئے آپ نے فرمایا جزاک اللہ سید بھائی تم نے نشیب و فراز
اس امر کا خوب بیان کیا عقل کی رو سے یوں ہی بجا ہے اور جو سردار اور
رئیس جاہ طلب دنیا دار ہیں ان سب کا یہی برتاؤ ہے کہ ان کو اول تو
بڑا خطرہ اپنی جان کا ہوتا ہے دوسرے زوال ریاست کا اور ہمارا تو تمام
معاملہ دین کا ہو خواہ دنیا کا اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر موقوف ہے اس
کی رضامندی کے کار میں جان و مال صرف کرنا ہم سعادت ابدی جانتے
ہیں جو کوئی ہم سے دغا اور فریب کریگا تو اس سے ہمارا دین بگڑ سکیگا
نہ ایمان اس کا عوض وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے پاویگا پھر ہم کو خطرہ کس
بات کا اور ہم جو پاینده خاں سے ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں تو صرف
اس نیت سے کہ وہ بھی ہمارا مسلمان بھائی ہے اور رئیس نامی اور مردانہ
آدمی ہے اگر ہم سے موافق ہو جاوے تو اس کے عمل میں ہو کر ہمارے لئے
رستہ کشمیر کا صاف ہو جاوے بے اندیشہ اپنے لوگ آنے جانے لگیں کچھ
کام اللہ تعالیٰ کا نکلے اپنا تو یہی مدعا ہے اور جو وہ ہم سے مکر و فریب
لاویگا اس کا بدلہ خدا سے پاویگا اور ہم تو اپنا حامی و مددگار فقط اللہ تعالیٰ
کو جانتے ہیں اور جو سید بھائی تم یہ کہتے ہو کہ اس کو یہاں گڑھی پر
بلا کر ملاقات کرو اگر اس کا پیام ہم بھیجیں تو اور بھی بھڑک جاوے اور

نہ آوے کہ مبادا کچھ مجھ سے دغا فریب کریں سو اس امر کو ہم نے
اس کی رائے پر موقوف رکھا جہاں وہ بلاویگا ہم وہیں جاوینگے اور
جو کہتے ہو کہ سید حسن شاہ رافضی ہے اس کی بات کا کیا اعتبار سو کیا
عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کرے وہ سنی ہو جاوے یہ تقریر آپ
کی سن کر سید نادر شاہ صاحب نے کہا کہ حضرت اگر آپ کی خالصاً للہ
یہی نیت ہے تو ہر طور آپ کو فائدہ ہے نقصان کسی طور کا متصور نہیں پھر
اسی بات پر آپ نے فرمایا کہ سید بھائی اب جناب الٰہی میں دعا کرو وہ
سب معاملہ درست کر دیویگا پھر سید نے مل کر دعا کی اس کے
اگلے روز قریب پہر دن چڑھے کے سید حسن شاہ اور رشامہ جمعدار
اور پائندہ خاں کا پیام لائے کہ خان موصوف موضع ام سے عشرے
میں آیا ہے اور بعد سلام کے عرض کی ہے کہ آپ عشرے کے میدان
میں نالے پر درخت بڑ کے نیچے تشریف لاویں مگر تھوڑے لوگوں
سے آویں تو میں آپ کی قدمبوسی سے شرفیاب ہوں حضرت یہ پیام
سن کر بہت خوش ہوئے اور ان دونوں کو کھانا کھلایا اور فرمایا کہ
تم آگے چل کر اپنے خان کو خبر کرو ہم نماز ظہر پڑھ کر آوینگے یہ سن
کر وہ رخصت ہوئے آپ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے فرمایا کہ
پائندہ خاں کے دل میں خوف زیادہ ہے اسی خیال سے اُس نے

کہلا بھیجا ہے کہ آپ کے ہمراہ تھوڑے آدمی آویں اور لوگ خوگر ہو رہے ہیں جہاں میں جاتا ہوں سب کے سب چلنے پر مستعد ہوتے ہیں سو آج میرے ہمراہ کوئی پچیس یا تیس آدمی چلیں مجکو تو اس سے راہ پیدا کرنا اور اس کو ملانا منظور ہے مولانا صاحب نے عرض کی کہ جیسا آپ مناسب جانئے بہتر ہے مگر میرے نزدیک یہ خوب ہے کہ یہاں سے جو لوگ ساتھ چلیں آپ مانع نہ ہوں جب پہاڑ کی گڑہی کے پار ہوں وہاں سب کو ٹھہرا دیویں پھر ان میں سے جو کچھ منظور ہوں اپنے ہمراہ لیجاویں آپ نے فرمایا کیا مضائقہ یہ بھی بہتر ہے پھر مولانا صاحب اپنے ڈیرے پر گئے اور معتبر لوگوں سے کہہ دیا کہ آج بعد نماز ظہر کے سید صاحب پائندہ خاں کی ملاقات کو چلیں گے سب بھائیوں سے خبر کر دینا کہ سب چلیں اور اور بطور اطلاع کے اُن سے کہا جو گفتگو سید اکبر صاحب اور سید بادشاہ صاحب نے کی ہے میرے دل میں وہ مثال نقش کے ہو گئی ہے کہ وہ شخص فریبی اور مکار ہے ایسا نہ ہو کہ کچھ دغا کرے اس لئے اور بھی کہتا ہوں کہ سب لوگ چلیں پھر ظہر پڑھ کر حضرت نے چلنے کی تیاری کی اور رسالدار عبد الحمید خاں کو کہلا بھیجا کہ اپنا سمند گھوڑا صاحبزادہ محمد وزیر خاں سلمہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا تیار کر کے ہمارے پاس بھجوا دو اور تم یہیں ستھانی میں رہو رسالدار موصوف نے اسی وقت گھوڑا کھچوا کر بھیجدیا پھر آپ

نے کمر باندھی تلوار تمنچہ لگایا اور سوار ہوئے اور برچھا ہاتھ میں لیا اور
چلے سب مجاہدین آپ کے ہمراہ رکاب ہوئے جاتے جاتے جب پہاڑ کی گڑھی
کے پار ہوئے وہیں سید حسن شاہ اور شامہ جمعدار اُدھر سے آکر ملے اور عرض
کی کہ آپ تو بہت لوگ ساتھ لائے آپ نے فرمایا آنے میں کیا مضائقہ تب
یہاں ٹھہر جاوینگے یہاں سے جتنے آدمی کہو گے اتنے چلینگے اُنہوں نے کہا کہ
دس بارہ آدمی سے تشریف لے چلئے اُس وقت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
نے شیخ محمد دینی اور ابراہیم خاں اور اُن کے بھائی امان خاں اور محمد خاں
کے کان میں چپکے سے کہہ دیا کہ جب سید صاحب یہاں سے آگے چند آدمیوں
سے روانہ ہوں تب تم بیس پچیس مجاہدین سے اس اباسین کے کڑارے کی آڑ
میں ہو کر چلے جانا اور جہاں سید صاحب سے ملنے کی جگہ مقرر ہوئی ہے اسی کے
نزدیک کڑارے کے نیچے چھپ کر بیٹھ رہنا اگر وہاں پائندہ خاں کی طرف
سے کچھ فساد کی کوئی صورت دیکھنا تو وہیں تم ہی سید صاحب کی مدد کو وہاں
سے نکل کر حاضر ہونا والّا آپ کو کسی پر ظاہر نہ کرنا یہ تدبیر بتا کر آپ سید صاحب
کے پاس گئے پھر حضرت علیہ الرحمۃ اور مولانا صاحب اور منشی خواجہ محمد حسن پوری
اور حافظ صابر تھانوی اور مولوی امام الدین صاحب اور شیخ شرف الدین
بنگالوی اور حافظ عبدالرحمٰن اور شیخ ناصرالدین ضلع بنارس کے اور
زبردست خاں اور شیخ عبدالرحمٰن رائے بریلوی اور شیخ عبدالرحمٰن

خیرآبادی کو اپنے ساتھ لے کر اس طرف روانہ ہوئے اور اُدہر)
شیخ علی محمد دینی اور ابراہیم خاں اور آنام خاں اور محمد خاں تینوں
بھائی خیرابادی یہ چاروں صاحب اپنے ساتھیوں سے قرابین والے
اور چھماق والے جدا کئے وہ یہ تھے گلاب خاں میاں دو آپکے معزخاں
لکہنوی کریم بخش بنارسی چراغ علی اور شیخ نجم الدین اور حاجی عبداللہ
تینوں رامپوری اور شیخ نصرت بانس بریلوی اور مرداں خاں اور
بخش اللہ خاں ولی داد خاں شیخ نصر اللہ چاروں خورجے والے اور سید
ظہور اللہ لطف اللہ قاضی مدنی تینوں بنگالہ کے اور ملا بازار اور ملا عزت
اور ملا طور خاں اور لعل محمد چاروں قندہاری اور بیر خاں بہکیت نام ان
کا یا دہیں اور یہ ایک خاکسار فتح علی عظیم ابادی سوان کے جو دو تن اور ہاں
ان کا نام مجکو یاد ہیں اور ان سب کو لے کر سید صاحب کے پہنچنے سے پیشتر
اباسین کے کراڑے کی آڑ میں جا بیٹھے پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ سے
وہ درخت بڑ کا پچاس ساٹھ قدم پر رہا تب آپ نے دس آدمیوں کو
وہاں ٹھہرا دیا فقط مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور منشی خواجہ محمد کو ساتھ
لیا اور وہاں سے پیادہ پا چلے اور سید حسن شاہ اور شامہ جمعدار سے
فرمایا کہ تم آگے بڑھ کر ایتے خان کو لاؤ اور اُس وقت وہاں سے
بندوق کی یا گولے کی زد پر پاینده خاں تین چار سو سوار لئے ہوئے

کھڑا تھا اور جہاں ملاقات کی جگہ مقرر ہوئی تھی وہاں سے ایک گولے
کی زد پر جانب مغرب دامن کوہ میں گڑاس کے درختوں کا جنگل تھا
پانسو پیادے اس کے اندر چھپا دئے تھے اور کچھ ان سے اشارہ کر
رکھا ہوگا اور اسی طور اپنے سواروں کو کچھ فہمائش کردی ہوگی پھر جب
سید حسن شاہ اور شامہ جمعدار اس کے پاس گئے تب وہ ہی سب سواروں
کو وہیں چھوڑ کر اکیلا پیادہ پا سید حسن شاہ اور شامہ جمعدار کے ساتھ
درخت بڑ کے ایک ٹیلہ سا تھا پہنچا اور دوہی آدمیوں سے حضرت علیہ الرحمۃ
بھی وہیں پہنچے پھر دونوں میں سلام علیک اور مصافحہ ہوا پھر اسی
ٹیلے پر سید حسن شاہ نے اپنی پشوری لنگی بچھادی اسی پر حضرت بھی
اور پائندہ خاں بھی اور سب بیٹھے اور پائندہ خاں زرہ پہنے تھا اور
چہار آئنہ اور خود فقط دو آنکھیں تو کھلی تھیں اور کچھ نہیں اور ایک
جوڑی پستول اور ایک شیر بچہ کشمیری اور ایک تلوار باندھے تھا اور
کچھ باتیں سید صاحب اور پائندہ خاں سے ہو رہی تھیں اس عرصہ میں وہ
سوار تین چار سو جن کو پائندہ خاں کھڑے کر آیا تھا انھوں نے
گھوڑوں کی باگیں اٹھائیں زمین سنگستانی تھی یکبارگی اُن کی ٹاپوں
کی آواز اُٹھی جیسے اولے پڑتے ہیں جب تک پائندہ خاں کے پاس

آویں آویں تب تک وہ اباسین کے کنارے کے مجاہدین اچانک اوپر چڑھی آئے اور قرابنیں اور چقماقیں چڑھاکر سید صاحب اور پائندہ خاں کے گرد کھڑے ہوگئے اور اُن کے پیچھے وہ دس آدمی جن کو سید صاحب کچھ دور چھوڑ آئے تھے وہیں آپہنچے اور ان سواروں نے آکر سب کا محاصرہ کرلیا مگر جو کہ اپنے خان کو نمازیوں کے قابو میں دیکھا اور جانا کہ اگر اب ہم نے کچھ بھی چوں وچرا کیا تو خان مذکور کو زندہ نہ چھوڑینگے اس خیال سے جہاں کے تہاں پریشان خاطر اور پراگندہ دل کھڑے رہے اور یہ حال پر ملال خیال کرکے پائندہ خاں کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا اور حواس برجا نہ رہے اور گویا مردنی چہرے پر چھا گئی کہ اب مارا گیا اس سبب سے کہ اس کا فریب کھل گیا اور نہ چلا بلکہ معاملہ عکس ہوگیا حضرت علیہ الرحمۃ نے ہوش باختہ دیکھکر فرمایا خان بھائی تم کسی بات کا اندیشہ نہ کرو تم تو ہمارے بھائی ہو اور ہم نے جو تم سے ملاقات کی ہے محض خدا کے واسطے کہ تمہاری عملداری میں ہوکر کشمیر کا رستہ ہے اور اباسین کے گھاٹ کی کشتیاں بھی تمہارے قابو میں ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے لوگ اگر واسطے کاروبار اللہ تعالیٰ کے تمہاری عملداری میں آویں جاویں کوئی ان کا حارج راہ اور مزاحم نہ ہو اور

اگر تم بھی للہ فی اللہ اس کار خیر میں شریک رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے
واسطے دنیا اور آخرت میں دونوں کی خیر اور فلاح کریگا اُس نے عرض
کی کہ حضرت آپ تو ہمارے پیر و مرشد اور امام ہیں اور ہم آپ کے
مطیع اور فرماں بردار ہیں جو کچھ آپ فرماتے ہیں سب کو مجکو منظور ہے
اور اُسی وقت اصل مدعائے دلی اُس کا یہ تھا کہ میں کسی طور اس کشتی
سے رہائی پاکر اپنے مکان کو سلامت جاؤں اسی لئے جو کچھ آپ فرماتے
تھے سب بلا انکار قبول کرتا تھا اور اپنی جان کو ڈرتا تھا اور حضرت
نے ستھانی سے چلتے وقت اپنی باندھی پگڑی منشی خوالہ محمد کے حوالے
کر دی تھی اُس وقت فرمایا کہ منشی جی وہ ہماری دستار لاؤ اُنہوں
نے رومال میں لپٹی ہوئی آپ کے سامنے رکھ دی آپ نے اس کا سرا
کھول کر اپنے ہاتھ سے اُٹھایا اور فرمایا کہ خان بھائی بسم اللہ کر کے
اس کو باندھ لو اُس نے مع رومال اپنے ہاتھ میں اُٹھالی اور عرض کی
کہ مکان پر جاکر باندھ لونگا' آپ نے فرمایا کہ ابھی باندھ لو پھر اُس
نے وہی عرض کی تین بار بتکرار آپ نے فرمایا اور تینوں بار اُس نے
وہی جواب دیا پھر سید حسن شاہ کو حوالے کی انہوں نے اپنی بغل
میں داب لی پھر حضرت نے فرمایا کہ خان بھائی تم اللہ تعالیٰ کے

واسطے ملے ہو اور کار خیر میں شریک ہوئے ہو اور تمہاری عملداری کی
سرحد سکھوں کی سرحد سے لگی ہے تم کو ایک ضرب توپ کہ بہت
بھاری ہے اور ایک ہاتھی دیوینگے اور وہ بھی خدا ہی کا مال ہے توپ
اور ہاتھی کا نام سُن کر بہت خوش ہوا کہ آپ نے میرے حال پر پرورش
اور عنایت ہے اور آپ سے رخصت چاہی اُس وقت گھڑی دن باقی
تھا اور آپ نے بھی چلنے کی تیاری کی اور پوچھا کہ خان بہائی ستھانہ
دُور ہے ہمارے لوگوں کو تکلیف ہوگی اگر کہو تو تمہارے عشرے میں سات
پھر اُتر رہیں اس کو اس بات سے اندیشہ ہوا کہ مبادا وہاں جاکر اپنا
قبضہ کرلیں پھر ان کے ہاتھ سے کون چھڑا سکے اس خیال سے اُس نے
ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ آپ تو ستھانے تشریف لیجاویں میں وہیں آپ
کے لئے دعوت بھیجوں گا اور وہ جو گڑ اس کے جنگل میں کئی سو پیادے
چھپا رکھے تھے وہ اس وقت تک چھپے ہی رہے جب حضرت وہاں سے
طرف ستھانے کے روانہ ہوئے اور پائندہ خاں طرف امب کے چلا تب
وے اس جنگل سے نکلے اور اُس کے سواروں کے شامل ہو لئے اُس
وقت ہم سب نے ان کو دیکھا اور آپس میں ایک دوسرے سے
کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر کی کہ اس کا کوئی مکر و فریب پیش نہ

گیا والا اُس نے اپنی دانست میں کچھ کوتاہی نہ کی تھی اور جو سید اکبر
شاہ اور سید نادر شاہ نے حضرت علیہ الرحمۃ سے اس کے مکر و فریب کا
بیان کیا تھا وہی اُس وقت پیش آیا اگر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب یہ تدبیر
نہ کرتے تو خدا جانے کیا انجام اس ملاقات کا ہوتا اور اسی وقت ایک
دوسری شرارت پاینده خاں کی ہم سب نے بچشم خود دیکھی کہ سید صاحب جب
تو وہاں سے ادہر طرف ستھانی کے روانہ ہوئے اور وہ اپنے سوار
پیادے لے کر اباسین کے کنارے کنارے چلا جب مقابلے گڑہی
قادر آباد کے کہ اس پار دوسرے کنارے اباسین کے سکھوں کے عمل
میں تھی پہنچا اپنے شاہین والوں سے اشارہ کر دیا وہ اس گڑہی
مذکور پر گولے مارنے لگے پھر ادہر سے سکھ بھی بندوقیں مارنے لگے
جب سید صاحب سب لوگوں سے گڑہی کے منہ پر پہنچے جہاں اپنے
باقی مجاہدین اور کھڑے تھے تب شاہینیں چلنی موقوف ہوئیں
اور وہیں حضرت نے نماز مغرب پڑہی پھر سوار ہوئے اور وقت عشاء
کے مع الخیر ستھانی میں جا داخل ہوئے پھر بعد نماز عشاء کے دو سپاہی
پاینده خاں کے ایک خچر پر باریک چاول اور دو مزدوروں کے
سر پر دو مٹکے شہد اور دو کے سر پر دو مٹکے گھی لے کر حضرت

علیہ الرحمۃ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے خان نے آپ کو سلام
عرض کیا ہے اور یہ سامان مہمانی کا دیا ہے اُس وقت مولوی
محمد حسن صاحب جماعت خاص کے جماعتدار حاضر تھے ان سے فرمایا
کہ اس کو اپنی جماعت میں رکھ دو پھر وہ اٹھوا لے گئے اور اُن سپاہیوں
اور مزدوروں کو کھانا کھلوایا اگلے روز آپ نے ستھانی میں مقام کیا
اور وہ جنس دعوت کی پہلے پہلے سب کو تقسیم کروادی مگر کچھ شہد رہنے
دیا کہ پھر کسی وقت کام آویگا پھر سید اکبر شاہ نے ہم لوگوں سے پوچھا
کہ سید بادشاہ اور پائندہ خاں کی ملاقات کیونکر ہوئی ہم لوگوں
نے جو کچھ حال وہاں گذرا تھا بیان کیا وہ سُن کر خاموش ہو رہے
کچھ نیک وبد اس کا جواب نہ دیا پھر اس کے اگلے روز حضرت علیہ الرحمۃ
نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ یہاں سے چار
کوس پہاڑ پر جو موضع چنئی ہے وہاں ایک عالم بڑے دیندار اور
پرہیزگار رہتے ہیں اور موضع مانسیرا جو سکھوں کے عمل میں ہے اول
وہ وہاں رہتے تھے سو وہاں سے ہجرت کر کے چند سال سے چنئی
میں چلے آئے ہیں ان سے ملنے کا ہم کو اشتیاق ہے تم تو سب
لوگوں کو لے کر کمبل کو چلو اور وہاں اپنے لوگ ہیں ان کو بھی ساتھ

لے کر پنجتار کو روانہ ہو اور ہم بتیس چالیس آدمی سے چینی میں ہوتے ہوئے ان سے ملاقات کرتے ہوئے پنجتار کو چلتے ہیں مولانا صاحب نے کہا کہ بہت مناسب بات ہے پھر سب کو لے کر مولانا صاحب موافق ارشاد ہدایت بنیاد آپ کے طرف کہل کے روانہ ہوئے اور آپ چینی کو چلے جاتے جاتے جب درے سے نکل کر موضع برگوں میں پہنچے وہاں ایک جگہ آپ ٹھہرے اور ہم سب لوگ اپنی اپنی روٹی بیٹھ کر کھانے لگے اور حضرت بھی کھانے لگے اور وہ شہد پائندہ خاں کی دعوت کا ہمراہ تھا آپ نے مولوی محمد حسن صاحب کو فرمایا کہ وہ تھوڑا تھوڑا شہد سب کو تقسیم کردو کہ روٹی کے ساتھ کھاویں اُنہوں نے ایک ایک لوندا سب کو دیا اس طور کا سپید اور شفاف اور خشک وہ شہد تھا جیسا کہ برف ہوتا ہے پھر جب روٹی کھاکر اور پانی پی کر فارغ ہوئے تب وہاں سے چلے قریب چینی کے پہنچے ان مولوی صاحب کو حضرت کے آنے کی خبر پہنچ گئی تھی وہ چند طالب علموں سے حضرت کے استقبال کو آئے اور وہاں سے لے گئے اور اپنی مسجد میں اُتارا اور وے اس ملک کے بڑے علمائے نامور سے تھے اور اسی ملک میں انھیں کا فتوی معتبر اور جاری تھا اور وہ رات دن اپنے

حجرے ہی میں بیٹھے درس تدریس میں مشغول رہتے تھے سوائے حاجت
ضروری کے باہر نہیں جاتے تھے حضرت بھی ان کی ملاقات سے بہت
خوش ہوئے اور وہ بھی حضرت کے ملنے سے کمال رضی ہوئے رات
حضرت وہاں رہے اس عرصہ میں ایک دن اُسی بستی میں کسی شخص کا
اسقاط تھا بہت ملا جمع تھے حافظ عبداللطیف صاحب بنوتنی کے رہنے
والے مولوی عبدالحق صاحب کے بھائی بھی حضرت کے ہمراہ وہاں تھے بڑی
سی ایک چادر اپنے سر میں باندھ کر وہیں مجلس اسقاط میں وہ بھی جا بیٹھے
اُس وقت تمام ملا حلقہ باندھے قرآن مجید دست بدست پھرا رہے تھے
جب حافظ عبداللطیف کے ہاتھ میں آیا تب وہ بغل میں داب کر وہاں
سے چلے اور وہ تمام پیچھے آپ نے حافظ عبداللطیف صاحب سے پوچھا
کہ یہ کیا معاملہ ہے اُنھوں نے کہا کہ آج اس وقت فلانی جگہ یہ ملا لوگ
بہت جمع تھے اور حلقہ باندھے ہوئے بیٹھے تھے میں بھی اُن میں جا بیٹھا
اس میں قرآن مجید ہبا کرنے کا دورہ شروع ہوا ایک نے دوسرے
سے کہا کہ یہ قرآن مجید فلانے مردے کی عمر میں ایام بلوغت سے
جو نماز روزے فوت ہو گئے ہیں اس کے فدیہ میں تجکو ہبہ کرتا ہوں
تو نے قبول کیا اُس نے کہا میں نے قبول کیا پھر اس نے اسی گفتگو مذکورہ
کے ساتھ دوسرے کو ہبا کیا اُس نے تیسرے کو یہاں تک مجکو

دیا اور کہا کہ یہ بہا فلانے فدیہ میں قبول کیا میں نے کہا قبول کیا اور
پھر میں نے اور کو بھی بہا کیا مجکو قرآن شریف کی حاجت تھی میں لے کر
وہاں سے اٹھایہ سب لوگ شور وغل کرتے ہوئے میرے پیچھے واسطے
چھیننے کے چلے میں یہاں آپ کے پاس آیا یہ معاملہ ہے یہ گفتگو زبانی حافظ
جی صاحب کے سُن کر اور اُن کی چالا کی دیکھ کر سب ہنسنے لگے مگر حضرت
امیرالمومنین علیہ الرحمۃ حافظ صاحب پر بہت خفا ہوئے کہ تم نے غیر بستی میں
یہ حرکت بیجا کس واسطے کی اگر کوئی تم کو مار ڈالتا تو تم کیا کرتے اور
خبردار پھر کبھی بار دیگر ایسا کام نہ کرنا اور وہ کلام اللہ شریف حافظ
صاحب سے ان کو دلوا دیا اور حافظ صاحب کا قصور معاف کروایا اور
راضی کر کے ان کو رخصت کیا اور وہیں جنبئی میں لشکر انٹورا فرانسیس کے
کہ ہفرو میں پڑا تھا حافظ ملھو خاں رامپوری آئے اور حضرت علیہ الرحمۃ
سے ملے آپ نے بعد خیر و عافیت کے پوچھا کہ حافظ صاحب یہاں آنا
تمہارا کیونکر ہوا اُنھوں نے عرض کی کہ میں نے اپنے لشکر میں خبر پائی
تھی کہ ان روزوں آپ کہیل میں تشریف فرما ہیں سو میں آپ کی ملاقات
کو وہاں سے آیا اور ساٹھ ستر روپے کا سپید کپڑا بھی ساتھ لایا
جب کہتیل میں پہنچا وہاں خبر ملی کہ آپ جنبئی میں ہیں پھر میں اپنا

ٹٹو اور اسباب وغیرہ میاں دین محمد کے پاس سپرد کر کے ادہر آیا اور وہیں ایک آدمی قلعہ ہنڈ خالی ہونے کی خبر آپ کے پاس لایا کہ سردار سلطان محمد خاں کو اُن کی ماں نے غیرت دلائی کہ تو بڑا بے غیرت ہے کہ تیرا بھائی یار محمد خاں مارا گیا تجہہ سے اُس کا کچھ بھی تدارک نہ ہوا اس غیرت پر سردار سلطان محمد خاں اپنے بہائی پیر محمد خاں اور سید محمد خاں کو متفق کر کے ہنڈ پر فوج چڑہا لایا اور ایک فرنگی کیول نام جولن کا نوکر بھی ہے وہ بھی ساتھ آیا اور جو قلعہ ہنڈ میں پچاس ساٹھ آپ کے نوکر چاکر وغیرہ تھے اُنہوں نے مقابلہ کیا اور جانبین سے خوب بندوقیں اور شاہینیں چلتی رہیں درانیوں نے قابو نہ پایا کہ قلعہ خالی کرلیں اور متردد ہوئے کہ اب کیا تدبیر کریں اس میں اس فرنگی مذکور نے سردار سلطان محمد خاں سے کہا کہ ابہی تو پچاس ساٹھ ہی آدمیوں سے مقابلہ ہے ان سے تم قلعہ نہیں لے سکتے ہو جب کسی طرف سے اور اُن کی مدد آجاویگی بات اور بھی دشوار ہوگا اگر مجہہ سے تم پکا عہد و پیمان کرو کہ بعد خالی ہونے قلعہ کے ہم قلعہ والوں سے مزاحم نہ ہونگے تو میں اس کی کوئی راہ نکالوں خان ممدوح نے عہد کیا کہ ہم کو قلعہ خالی ہونے سے کام ہے ان کی مزاحمت سے کیا غرض تم سے جو تدبیر ہو سکے کرو پھر

اس کیول فرنگی نے اپنی حکمت عملی سے قلعہ والوں سے پیام لگا لیا اور سمجھایا کہ تم چند آدمی کیوں مفت میں اپنی جانیں درانیوں کے مقابلے میں ہلاک کرتے ہو بہتر یہ ہے کہ تم قلعہ خالی کر دو ہم تمہاری جانیں بچا دیں گے سو اس کے عہد و پیمان پر ان لوگوں نے قلعہ خالی کر دیا بعد اس کے بد عہدی کرکے سلطان محمد خاں نے ان کو گرفتار کر لیا اور قلعہ میں اپنا بندوبست کر لیا یہ سب معاملہ میرے سامنے ہو چکا تب میں ادہر آپ کے پاس آیا ہوں اور اسی مضمون کا ایک خط فتح خاں پنجتاری نے آپ کو ستھانی میں جان کر اپنے آدمی کے ہاتھ بھیجا تھا وہ آدمی ستھانی ہوتے ہوئے یہاں آیا مگر اس میں درانیوں کے لشکر لانے کا ذکر تھا قلعہ لینے کا حال نہ تھا یہ حال پر ملال سُن کر حضرت علیہ الرحمۃ اسی دم کہبل میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم و مغفور کو قلعہ ہنڈ خالی ہونے کا ماجرا لکھا اور یہ تاکید کی کہ اس خط کے دیکھتے ہی تم سب آدمیوں کو ساتھ لے کر موضع گندف میں آؤ ہم بھی وہیں گندف میں آئے اس کے اگلے روز جنیئ سے کوچ کرکے حضرت علیہ الرحمۃ بھی وہیں تشریف لے گئے اگلے روز وہاں سے سب لوگ کوچ کرکے پنجتار کو روانہ ہوئے جب جہنڈے بوکی میں پہنچے اور وہاں سے آگے بڑھے چند سواروں نے

فتح خاں بنجاری حضرت کی آمد کی خبر سن کر استقبال کو چلا وہیں
میدان میں ملاقات ہوئی بعد اس کے اس نے حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض
کی کہ آپ کو قلعہ ہنڈ خالی ہونے کا حال تو معلوم ہی ہوگا جبکہ درانیوں
نے ہنڈ کا محاصرہ کیا تھا تب میں نے ستھانی میں اطلاعاً مختصر حال آپ
کو لکھا تھا خلاصہ اس کا یہ ہے اور مخبر لوگوں کی زبانی سننے میں آیا
ہے کہ سلطان محمد خاں اور پیر محمد خاں اور سید محمد خاں کی والدہ نے ان کو
کئی بار طعنہ دیا اور ملامت کی کہ جس کے تین بھائی ایسے صاحب لشکر اور
شمشیر بہادر زندہ جان موجود ہوں اور بھائی مارا جاوے اور نامردی سے
اس کے خون کا دعویٰ نہ کریں بڑی غیرت کی بات ہے اور اگر تم اس کا
تدارک نہ کروگے تو میں خود لشکر لے کر جاؤنگی اس غیرت پر انھوں نے
آپس میں مشورہ کیا اور پیش خیمہ اپنا باہر نکالا اور لشکر لے کر وہاں سے
کوچ کیا اور ان کی والدہ بھی ساتھ ہوئی اور موضع ہریان کے میدان
میں آکر ڈیرہ کیا اس کے اگلے روز قلعہ ہنڈ کا آکر محاصرہ کیا اور
جانبین سے شاہینیں اور بندوقیں چلنی شروع ہوئیں آخر کو درانیوں
سے کچھ نہ بن پڑا کچھ دن رہے اٹھ کر اپنے ڈیروں پر گئے اور کیول
فرنگی سے بلا کر مشورہ کیا کہ اس قلعہ کو کسی طور خالی کرنا چاہئے
اس نے کہا قلعہ سخت ہے اگر حملہ کروگے تو ضرور ہی سو دو سو

آدمی ضائع ہونگے پھر بھی دیکھا چاہیئے خالی ہویا نہ ہو اور بغیر بلائے
ان لوگوں کے خالی ہونا قلعہ کا دشوار ہے اگر تم قسمیہ ہوکر مجھ سے
عہد مضبوط کرو کہ ہم ان سے کسی نوع دغا نہ کرینگے تو میں ان کے بلانے
کی کوئی راہ نکالوں اگر یہ راہ نکل آئی تو فہو المراد والا اور کوئی تدبیر
کی جاویگی اور جو ان کی کسی طرف سے مدد آجاویگی تو پھر اور زیادہ مشکل
ہوگا یہ گفتگو کیول کی سن کر ان تینوں بھائیوں نے اس سے عہد مضبوط
کیا کہ ہم ہرگز عہد شکنی نہ کرینگے اور جو کچھ تو کریگا ہم کو منظور ہے اس کے
اگلے روز صبح کو کیول چھ یا سات سواروں سے گیا اور دور قلعہ سے کھڑا
ہوا اور پیام دے کر ایک سوار کو بھیجا اُس نے قلعہ کے دروازے پر
جاکر آواز دی کہ کیول فرنگی سردار سلطان محمد خاں کی طرف سے بطور
وکالت کے آیا ہے اس قلعہ کے سردار سے کہہ دو اگر تمہاری مرضی ہو
ہو تو یہاں آکر تم سے دو چار باتیں کرلیوے لوگوں نے آخوند ظہور اللہ
خٹک کو جن کو آپ نے قلعدار کیا تھا خبر کی وہ اور محمد خاں پنجابی جمعدار
دروازے پر آئے اور اُسی سوار سے آنے کا حال پوچھا اُس نے ان
سے بھی وہی حال بیان کیا آخوند صاحب نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے تم جاکر
کہو کہ دو ۲ سواروں سے آوے جو کچھ بات کہنی ہو کہہ جاوے پھر اسی

سوار نے کیول سے جا کر کہا وہ دو سواروں سے قلعہ کے دروازے پر آیا اور اخوند صاحب سے کہا کہ خلیفہ صاحب تمہارے مع لشکر طرف کابل تشریف لے گئے ہیں اس وقت وہ تمہاری کمک کو نہیں آسکتے اور تم تھوڑے آدمی ہو اور درانی بہت ہیں تم ان سے عہدہ برا نہوگے کس واسطے مفت میں اپنی جانیں ہلاک کرو گے اگر میری بات مانو تو میں تم کو امن دے کر اپنے ہاں سے نکال لے چلوں تم قلعہ خالی کر صحیح و سالم جہاں چاہو وہاں چلے جاؤ آخوند صاحب کو اُمید تھی کہ شاید آج کسی وقت ہماری مدد آجاوے یہ بات خیال کر کے اس سے وعدہ کیا کہ آج ہم اپنے لوگوں سے دریافت کر کے کل اتنے ہی وقت تم کو اس کا جواب دیوینگے یہ بات سُن کر کیول درانیوں کے لشکر کو گیا آخوند صاحب نے اپنے لوگوں کو جمع کر کے کیول فرنگی کا سوال بیان کیا اور کہا کہ بھائیو اسباب ظاہری کی رو سے تم سب کو معلوم ہے کہ درانیوں کی جمعیت بہت ہے اور ہم لوگ تھوڑے ہیں مقابلے میں اُن سے پیش نہ جاوینگے مگر بات یہ ہے کہ آج سے کل فجر تک اگر ہماری کچھ مدد آگئی تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ لڑینگے والا جیسا اس وقت مناسب ہوگا ویسا کیول کو جواب دیوینگے سب لوگوں کو یہی بات پسند آئی پھر آپ کی مدد

تو بہنچی ہی نہیں وہ پچاس ساٹھ آدمی ان کے مقابلے میں کیا کرتے آپ کی
مدد سے نا اُمید ہو کر اور بہی ہراساں ہو گئے لگا روز کیول فرنگی اپنے
وعدے پر پھیر جا کر موجود ہوا اور آخوند صاحب کو بلا کر جواب اپنے
سوال کا طلب کیا آخوند صاحب نے کہا کہ ہم لوگوں کو درانیوں کے عہد
وپیمان پر ہرگز اعتماد نہیں وہ بڑے مکار دغاباز ہیں کسی کے ساتھ
اُنہوں نے وفاداری نہیں کی اور تم ان کے نوکر ہو ان پر حاکم ہو نہیں جو
تمہارا ان پر دباؤ ہوا اور ہم لوگ اگرچہ تھوڑے ہیں اور وہ بہت مگر ہم
کو اس کا کچھ پس وپیش نہیں ہم تو خدا کی راہ میں اپنی جانیں گویا ہاتھ
میں لئے پھرتے ہیں اگر مارے گئے تو انشاءاللہ تعالیٰ درجہ شہادت پاوینگے
اگر مارے گئے تو انشاءاللہ تعالیٰ درجہ شہادت پاوینگے اور زندہ
رہیں گے تو غازی کہلاویں گے ہمارے لئے دونوں باتیں بہتر
ہیں تم اس مقابلے میں نہ پڑو اپنا رستہ لو ہم ان سے لڑینگے پھر
جو کچھ اللہ تعالیٰ کرے یہ گفتگو سن کر اس نے کہا کہ آخوند صاحب تم
سچ کہتے ہو درانی لوگ فی الحقیقت فریبی اور دغاباز ہیں اس میں
کچھ شبہہ نہیں اور ہم بہی جانتے کہ خلیفہ صاحب کے لوگ بڑے مردانے
اور شجاع اور خدا والے ہیں اور اپنی جان ہتیلی پر لئے پھرتے ہیں

اور یہ بات جو ہم تم سے کہتے ہیں سو تم دونوں کی خیر خواہی کے لئے کہ کشت و خون نہ ہو اور درانیوں کو تو فقط تمہارے قلعے سے غرض ہے تم سے کچھ مطلب نہیں اور اس کا عہد و پیمان ہم ان سے خوب پختہ لے چکے ہیں اور ہم اپنی ضمانت سے کہتے ہیں اگر اس میں وہ کچھ بد عہدی کرینگے تو اس وقت ہم تمہارے شریک ہیں یہ سُن کر آخوند صاحب نے کہا کہ خیر اگر تم اُن سے وقت اپنی تسلی اور دلجمعی اس امر میں پختہ کر لی ہے تو کچھ مضائقہ نہیں ہم قلعہ خالی کر دینگے پھر اس نے کہا کہ تم ذاتی اسباب اپنا اور اپنے ہتیار لے کر نکل آؤ پھر یہی صلاح ٹھہری اخوند صاحب نے اپنے سب لوگوں سے یہی کہہ دیا وہ سب اپنا اسباب اور ہتیار لے کر قلعہ سے باہر نکلے اور میدان میں کھڑے ہوئے کیول نے اپنے دو سوار بھیج کر سردار سلطان محمد خاں کو کہلا بھیجا کہ قلعہ خالی کر لیا ہے تم آجاؤ پھر سلطان محمد خاں ایک ہزار سواروں سے آیا اور قلعہ پر اپنا تسلط کر لیا اور کیول فرنگی سے کہا ان کو ہریان میں لے چلو وہاں دریائے لنڈی اُتار کر خٹکوں کی عملداری میں کر دینگے پھر سلطان محمد خاں اور کیول اپنے ہمراہ آپ کے سب لوگوں کو ہریان میں لے گیا اور سب کا اسباب اور ہتیار چھین لئے اور گرفتار کر لیا کیول یہ بد عہدی

ان کی دیکھ کر بہت ناراض ہوا اور کہا سردار یہ بات تم بے مناسب
کرتے ہو ہیں نے ان کو اپنے ہاتھ سے نکالا ہے اور تم نے مجکو زبان
دی تھی ان کو چھوڑ دو اُس نے کچھ نہ سنا تب کیول ناخوش ہوکر
وہاں سے تو شہرے کو چلا گیا اور اُسی رات کو خدا جانے کس تدبیر سے
آخوند ظہور اللہ قید سے نکل گئے اور اس کے بعد انہوں نے صبح کو تین
سواروں کے ضابطہ کے ساتھ سب قیدیوں کو ہشت نگر کو بھیج دیا
اور سب کے سامنے پکار کہہ دیا کہ ان سب کو اپنے بھائی سردار محمد
خاں کی قبر پر ذبح کرینگے اور اب لشکر درانیوں کا ہریان سے
آکر ہنڈ کے میدان میں پڑا ہے اور زیدی اور کنڈی اور شاہ منصور
وغیرہ کو اُنہوں نے لوٹ لیا اور جلا دیا حضرت علیہ الرحمہ نے یہ تمام
حال سُن کر فرمایا کہ خان بھائی یوں ہی معاملہ گذرا ہے جیسے تم کہتے
ہو کیا مضائقہ مرضی الٰہی یوں ہی تھی اور جو انہوں نے مسلمانوں کے
ساتھ بد عہدی کی ہے اس کا عوض اللہ تعالیٰ ان سے آپ لیگا
اور اللہ تعالیٰ سے مجکو اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ سب ان
موذیوں کے چنگل سے صحیح و سالم چھوٹ جاوینگے پھر آپ مع لشکر
پنجتار میں آکر داخل ہوئے اور سب لوگ اپنے اپنے مکانوں میں

اُترے اس کے اگلے روز بعد نماز ظہر کے حضرت نالے پر شیشموں کے درختوں کے تلے جہاں نماز جمعہ کی ہوتی تھی اور صدہا لوگ اپنے لشکر کے اور اُس نواح کے حاضر تھے اس میں بعضے بعضے ملکیوں کی زبانی افواہاً خبر معلوم ہوئی کہ درانیوں کا ارادہ یہاں پنجتار پر آنے کا ہے یہ خبر سُن کر حضرت نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور رسالدار عبد الحمید خاں اور ارباب بہرام خاں اور سردار فتح خاں اور اپنے خواہرزادے سید احمد علی صاحب کو بلایا اور علیحدہ بیٹھ کر کچھ مشورہ کیا اور بعد اس کے بآواز بلند سب کے سامنے فرمایا کہ درانی لوگ ہم پر یہاں پنجتار میں تو کیا آوینگے ہم ان کے پیشور پر لشکر کھینچنے کی تیاری اور تدبیر کی ہے اور مولانا صاحب ممدوح اور عبد الحمید خاں رسالدار کی طرف مخاطب ہوکر بآواز بلند فرمایا کہ ہمارے لشکر میں قریب پانسو کے گھوڑے ہیں ایک گھوڑے پر دو دو آدمی ہتیار لگا کر سوار ہوں اور آج رات کو بعد نماز عشاء کے پیشور کا رستہ لیں اور انشاء اللہ تعالیٰ کل صبح کو ہم جا کر سلیم خاں پر ڈیرہ کرینگے اور سب سواروں کو خبر کردو کہ جلد دو دو روز کی روٹیاں پکالیویں اور تیار ہو رہیں پھر یہ خبر جماعت جماعت میں گئی اور وہ سب موافق ارشاد فیض بنیاد حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے روٹیاں پکانے لگے اور یہ خبر مخبروں نے درانیوں

کو جا کر خبر پہونچائی کہ سید بادشاہ نے اپنے لشکر میں یہ تدبیر
کی ہے اور ہم اُن کے سواروں کو روٹیاں پکاتے ہوئے چھوڑ
آئے ہیں آج رات ضرور اُن کے سوار طرف پیشور کے روانہ
ہونگے یہ خبر وحشت اثر سُن کر اُن کے لشکر میں ہول پڑ گیا
اور تمام لوگ متردد ہو گئے کہ ایسا نہ ہو وہاں جا کر ہمارے
اہل و عیال کو پکڑ لیں اور شہر کو تباہ کریں اسی وقت سردار
سلطان محمد خاں اور سردار پیر محمد خاں نے اپنے بھائی سردار
سید محمد خاں کو کے چھوڑا اور آپ دونوں بھائی سٹک گئے ،
اور درمیان میں کہیں نہ ٹھہرے جا کر پیشور میں دم لیا اور
اُن کے پیچھے سردار سلطان سید محمد خاں بھی نگاہ لے
کر تیار ہوا اور خادے خاں کے بھائی امیر خاں کو بلا کر کہا
کہ اب ہم تو یہاں سے روانہ ہوتے ہیں اگر تم سے ہو سکے تو
اپنے بھائی خادے خاں کے قلعہ کو سنبھالو ورنہ تم جانو یہ کہہ
کر اُس نے بھی کوچ کیا اور جا کر ہشت نگر میں دم لیا اور قلعہ
ہنڈ میں کوئی درانی نام کو نہ رہا سب بدحواس ہو کر چلے گئے
اور ادہر پنجتار میں ہم لوگ سوار روٹیاں پکا کر اور کمریں باندھ

کر اپنے ساز وسامان سے تین پہر رات گئے تک منتظر حکم کوچ کے تیار رہے اس عرصے میں حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے پاس خبر آئی کہ لشکر درانیوں کا میدان ہنڈ سے طرف پیشور کے کوچ کر گیا اور اب وہاں کوئی بھی نہیں یہ خبر فرحت اثر سن کر حضرت علیہ الرحمۃ نے کہا الحمدللہ اور سر کھول کر ساتھ کمال الحاح وزاری کے جناب باری میں دعا کرنے لگے کچھ دیر میں یہی خبر دوسرا شخص لایا بعد اس کے اذان صبح کی ہوئی تیسری خبر آئی کہ سردار سید محمد خاں قلعہ ہنڈ خادے خاں کے بھائی امیر خاں کو سپرد کر کے اور اس میں سے اپنے لوگوں کو لے کر چلا گیا پھر نماز فجر کی پڑھ کر سب کے ساتھ حضرت نے دوسرا کر پھر دعا کی اور سواروں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بلا دفع کر دی اب کمریں کھول ڈالو اس وقت ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے شاید یہ تدبیر صرف درانیوں کے بھگانے کو نکالی تھی پھر اس کے اگلے روز ایک ملکی نے آکر خبر دی کہ میں نے بعضے بعضے لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ قلعہ ہنڈ سے جن لوگوں کو نکال کر درانیوں نے قید کر کے ہشت نگر میں پہونچا دیا تھا سو وہ قبل پہونچنے سردار سید محمد خاں کے نکل

گئے یہ خبر فرحت اثر سُن کر حضرت علیہ الرحمۃ بہت خوش ہوئے
اور فرمایا کہ الحمد للہ کیا عجیب ہے کہ اس قادر مطلق نے اپنے عاجز
بندوں کو ان موذیوں کی گرفتاری سے رہائی بخشی ہو اور
جناب الٰہی سے ہم کو یہی بھی اُمید ہے پھر اُس کے دوسرے یا تیسرے
روز محمد خاں جمعدار پنجابی اٹھارہ یا بیس آدمیوں سے آئے
اور حضرت علیہ الرحمۃ سے ملے اور سب لوگوں سے ملاقات کی
تمام لوگ لشکر کے ان دیکھ کر خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان
موذیوں سے بچا لیا پھر حضرت نے محمد خاں سے پوچھا کہ اور
باقی لوگ تمہارے ہمراہ کے کہاں ہیں انھوں نے عرض کی
کہ ان کی قید سے نکلے تو ہم سب مگر اتنے لوگ ہم آپ کی
خدمت فیضدرجت میں آکر حاضر ہوئے اور انھوں سے جو ہم
نے کہا کہ تم بھی چلو انھوں نے جواب دیا کہ اب تو ہم مارے
ندامت کے حضرت کے پاس نہیں جا سکتے اب وہاں جاکر
کیا منہ دکھاویں بلکہ وہ ہم کو غیرت اور شرم دلاتی ہے کہ
تم بھی نہ جاؤ مگر ہم نے کہا کہ ہم تو وہیں جاوینگے ہمارا تو مرنا
جینا انھیں کے ساتھ ہے حضرت نے فرمایا کہ جزاکم اللہ
تم نے خوب کام کیا جو یہاں چلے آئے اس میں شرم اور

ندامت کی کیا بات ہے پھر حضرت نے اُن سے وجہ خلاص
کی پوچھی اُنہوں نے عرض کی کہ قلعہ ہنڈ خالی ہونے کا قصہ تو
آپ نے سنا ہی ہوگا اس کا اعادہ کرنا کیا ضرور مگر جب ہم
کو ہنڈ سے ہریان میں لے گئے اور وہاں ہتیارے چھین لئے
اور گرفتار کیا اسی رات کو آخوند ظہور اللہ صاحب تو خدا
جانے کس تدبیر سے نکل گئے جب یہ خبر سلطان محمد خاں کو
ہوئی بیت آدمیوں نے اس کے اگلے روز ہم سب کو سخت
قید کرکے تین سو سواروں کے ضابطہ کے ساتھ ہشت نگر
کو روانہ کردیا اور ہم سب کو سنا کر کہا کہ ان لوگوں کو بڑی
محافظت کے ساتھ لیجاؤ جب ہم ہشتو میں جا وینگے ان
سب کو اپنے بھائی یار محمد خاں کی قبر کے گرد پھرا کر ذبح
کرینگے پھر ہم کو لے گئے جب ہشت نگر میں پہنچے وہاں ایک
مکان میں قید کیا اور اس کا دروازہ بند کرلیا اور دروازے
پر پہرہ لگا دیا اور ہم لوگوں کو جو سردار سلطان محمد خاں نے
قتل کرنے کی خبر سنادی تھی اس سبب سے ہم سب مارے خوف
جان کے حواس باختہ تھے آخر کو سب نے مل کر مشورت کی کہ
کوئی تدبیر یہاں سے نکلنے کی کیا چاہیے پھر اس پر سب کا اتفاق

ہوا کہ آخر تو یہ موذی درانی ہم لوگوں کو ساتھ ذلت
کے ماریںگے اس سے تو بہتر یہ ہے کہ اگر ہم یہاں سے کسی تدبیر
سے نکلیں اور یہ حال ان پر ظاہر ہو جاوے تو اینٹ پتھر
لکڑی وغیرہ جو ہاتھ لگے لے کر تیار ہو جاؤ اور لڑتے بھڑتے
نکل چلو پھر سب نے مجھ سے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو اب
تمہیں کوئی تدبیر یہاں سے نکلنے کی کرو پھر میں نے اس چھری
سے اس مکان کے پچھواڑے کی دیوار کہ مٹی اور پتھر کی تھی
کھودنی شروع کی اور وہ چھری محمد خاں نے حضرت علیہ آلہ
کے آگے رکھ دی کہ یہ چھری تھی پھر قریب آدھی رات کے
کھودتے کھودتے موافق نکلنے آدمی کے اس میں رستہ کیا
اور جو چھوٹے چھوٹے پتھر اس میں نکلے وہ سب لوگوں نے
ایک ایک دو دو اٹھا لئے اور اس رستے سے ایک ایک
ہم سب نکلے اور اپنی ٹولی باندہ کر چلے جب بستی کے باہر پہنچے
تب شاید کسی نے بستی والوں سے ہم کو دیکھ لیا کہ یکبارگی
بستی میں شور و غل ہونے لگا کہ سید بادشاہ کا چھاپا آپہنچا
پھر ہم کو وہاں کا حال نہیں معلوم کہ وہاں کیا ہوا مگر ہم

سب فرصت پاکر وہاں سے روانہ ہوئے اور آٹھ کوس
پر ہم کو صبح ہوئی پھر وہاں سے اپنے آدمی ہم ادہر آپ
کے پاس آئے اور باقی لوگ وہیں ہم سے چھوٹے ہمارے
وہاں سے نکلنے کا اس صورت سے حال ہوا جو مذکور ہو چکا
پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے اُن سے فرمایا کہ اب جا کر اپنے اپنے
مکانوں میں اُترو پھر وہ سب لشکر میں رہنے لگے اور
اس کے کئی روز کے بعد اسی ملک کے لوگوں کی زبانی سننے
میں آیا کہ امیر خاں خادے خاں کا بھائی حضور میں
انٹوا فرانسیس کے پاس گیا ہے کہ قلعہ مجھ سے تھم نہیں
سکتا تم کچھ لوگ اپنے میری مدد کو بھیجو اور زبانی میاں
دین محمد صاحب کے باقی حال حافظ ملھو خاں رامپوری کا
یہ ہے کہ اس کے کئی روز کے بعد حافظ ملھو خاں نے حضرت
علیہ الرحمۃ سے رخصت طلب کی آپ نے فرمایا کہ حافظ بھائی
وہ جو کپڑا لائے ہو ہم کو دکھاؤ پھر حافظ صاحب وہ
سب تھان حضرت کے پاس اٹھا لائے آپ نے ان
میں سے کئی تھان اٹھا کر دیکھے اور فرمایا کہ کپڑا بہت

اچھا ہے اور سب تھانوں کی قیمت پوچھی اُنھوں نے عرض
کی کہ آپ قیمت کس واسطے پوچھتے ہیں میں تو آپ کی نذر کو
لایا ہوں آپ نے فرمایا کہ ہم نے نذر تمہاری قبول کی اور قیمت پوچھنے
میں کیا مضائقہ ہے قیمت بھی بتا دو انھوں نے عرض کی کہ سب
تھان میں نے ستر روپے کے خریدے ہیں پھر آپ نے وہ سب
تھان شیخ ولی محمد صاحب کے پاس رکھوادئے اور فرمایا کہ حافظ
بھائی اب ایک بات ہم کہیں مگر آپ انکار نہ کریں انھوں نے
عرض کی کہ میں آپ کا خادم ہوں انکار کس لئے کرونگا آپ نے
فرمایا کہ ہم اس کپڑے کے ایک سو بیس روپے تم کو دیونگے مگر
یہاں نہیں اور جہاں کہو وہاں دین محمد وہ روپے پہنچادیں
انھوں نے عرض کی کہ آپ کا فرمانا مجکو بہر طور منظور ہے اس کا
حال میں دین محمد سے کہہ دونگا پھر حافظ صاحب نے ایک خط
لکھکر مجکو دیا اور کہا کہ جب رامپور میں جانا تو یہ خط میاں مقیم
کو دینا وہ تم کو میرا مکان بتادینگے وہاں جاکر روپے جو کچھ
حضرت فرماتے ہیں حوالے کردینا اور اُن سے رسید لے کر
مجکو پہنچادینا پھر اس کے تین یا چار روز کے بعد حضرت نے مجکو
طرف ہندوستان کے روانہ کرنا تجویز کیا اور حافظ لہو خاں

سے فرمایا کہ حضرت تک دین محمد کو اپنے ساتھ لیتے جاؤ وہاں سے
پھر یہ چلے جاوینگے پھر آپ نے مجھ سے جو کچھ زبانی فرمانا تھا
وہ فرما دیا اور جن کو جن کو وہ خط دینے تھے وہ خطوط مجھکو سپرد
کئے تتمہ اس کا یہ ہے کہ میں حافظ ملھو خاں کے ہمراہ پنجتار سے
روانہ ہوا پھر ہنڈ کے گھاٹ ناؤ پر سوار ہو کر دریائے اباسین
اُترا اور رستے میں میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ سید صاحب
نے فرمایا ہے کہ لشکر میں یا تو وزیر خاں تو مسلم سکھہ کے ڈیرے پر
اُترنا یا محمد سعید خاں جمعدار سوخیل کے اور جو یہاں موقع
نہ ہو تو شاہ میر خاں رسالدار لہاری والے کے ڈیرے میں
اترنا سو اب اس میں تمہاری کیا صلاح ہے میں کہاں اُتروں
انھوں نے کہا کیا تم ہمارے ڈیرے میں نہ اُترو گے میں نے کہا تمہارے
ڈیرے میں اُترنے سے کیا مجھکو انکار ہے مگر سبب یہ ہے کہ تم
سید صاحب سے ملاقات تو کر چکے ہو تم سے تو اور کوئی نئی بات
کہنی نہیں ہے اور اُن سے کچھ حضرت علیہ الرحمۃ کا پیام پہنچانا
ہے اور ان کے خطوط میرے پاس ہیں وہ دینے ہیں وہاں جانا
ضرور ہے اُنھوں نے کہا کہ ہمارا ڈیرہ اور وزیر خاں اور شاہ
میر خاں رسالدار کا لشکر کے پرلے سرے ہے اور جمعدار محمد سعید خاں

کا ڈیرہ ورلے سرے ہے جہاں تمہارا جی چاہے وہاں اُترو میں
نے کہا میں تو ورلے سرے پر محمد سعید خاں کے ڈیرے میں اُتروں گا
وہیں سے اپنے آنے کی خبر سب کو کہلا بھیجونگا یا تم ہی جا کر اُن
سے کہہ دینا پھر حافظ ملہو خاں نے مجکو جا کر محمد سعید خاں کے ڈیرے
پر کھڑا کر دیا اور آپ اپنے ڈیرے کو گئے اور میں جا کر محمد سعید خاں
سے ملا اور وہاں اُترا پھر انھوں نے مجہہ سے سید صاحب اور
لشکر کا حال پوچھا میں نے بیان کیا اور جو درانیوں کی قید سے لوگ
چھوٹے تھے ان کی سرگذشت کہی پھر انھوں نے اور اپنے بڑے
کے افسروں کو جو سید صاحب سے اعتقاد اور اخلاص رکھتے تھے
کہلا بھیجا کہ سید صاحب کا فلانا شخص آیا ہے یا تو تم آپ یہاں
آکر ملاقات کر جاؤ یا اپنے ڈیرے پر بلا بھیجو پھر سب نکے پہلے بت
عصر کے وزیر خاں کمر باندھے ہتیار لگائے ہوئے آئے اور مجہہ سے
بعد سلام علیک کے مصافحہ اور معانقہ کیا اور پچاس روپے واسطے
راہ خرچ کے مجکو دئے اور اپنا عذر بیان کرنے لگے کہ میں سید صاحب
کے روبرو بہت کچھ اقرار کر آیا تھا مگر اس وقت یہی حاضر ہے اور
میں اس وقت برسر راہ ہوں ٹھہر نہیں سکتا اتوا فرانسس
کا اس وقت حکم ہوا ہے کہ سات سو سکھ اپنے ساتھ لے

جا کر قلعہ ہنڈ میں پہنچا آؤ اس لئے کہ میر خاں خادے خاں کا
بھائی کئی روز سے یہاں لشکر میں آیا ہے اور انؤرا زفر انسس
سے کہتا ہے کہ اکیلے مجھ سے قلعہ ہنڈ نہیں سنبھلتا تم کچھ مدد بھیجو
سو میں ان کو پہنچا کر پچھلی رات کو آجاؤنگا اس وقت تم سے
اور باتیں کرونگا پھر میں نے اپنے جی میں کچھ سوچ کر وہ پچاس روپے
ان کے واپس کر دئے انھوں نے کئی بار تکرار اس پر اصرار
کیا مگر میں نے نہ لئے پھر وہ مجھ سے رخصت ہو کر چلے گئے
پھر بعد نماز عشاء کے چند افسر جن کو محمد سعید خاں نے کہلا بھیجا
تھا وہ آئے اور مجھ سے ملے پھر جو کچھ سید صاحب نے جن جن کو
جن کو زبانی پیام کہا وہ میں نے ان کو پہنچا یا اور بتیس خط
سید صاحب کے دئے ہوئے میرے پاس تھے وہ میں نے کھول
کر اپنے تھیلے سے دہر دئے اور کہا کہ جن کے جن کے نام خط ہوں
وہ اپنے پہچان کر لیویں پھر وہ سب افسر اپنے اپنے ڈیروں
پر چلے گئے اور اسی رات کو پچھلے پہر اپنے وعدے پر وزیر خاں
بھی آئے اور مجھ سے باتیں کرتی تھیں وہ کہیں اور اپنے
ڈیرے پر گئے پھر میں محمد سعید خاں کے ڈیرے میں تین روز

رہا چوتھے روز وہاں سے رخصت ہوا اور آتے آتے دہلی
میں آیا اور مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم ومغفور کے مدرسے
میں ایک ہفتہ ٹھہرا اور جو کچھ سلام و پیام سید صاحب کا
تھا وہ ان کو پہنچایا اور جو کچھ حال سید صاحب اور لشکر کا
انھوں نے پوچھا وہ بیان کیا پھر ان سے رخصت ہوکر روانہ
ہوا اور گڑھ مکتیسر اور امروہہ اور مرادآباد میں ہوتے ہوئے
رام پور میں داخل ہوا اور حضرت مولانا محمد حیدر علی صاحب مرحوم
ومغفور کے مکان پر اترا اور سید صاحب کا سلام و پیام اُن
کو پہنچایا اور جو کچھ حال خیر آل سید صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا
انھوں نے پوچھا میں نے بیان کیا پھر اگلے روز اُن سے میں نے
عرض کی کہ آپ مجکو میاں مقیم صاحب کے مکان پر پہنچا دیجیے
حافظ طھو خاں کا رقعہ اور خط ان کو دینا ہے مولانا صاحب
ممدوح نے فرمایا کہ مہینہ رمضان کا ہے روزے میں کہاں
حیران ہوں گے میاں مقیم تو اکثر اوقات نواب صاحب کے
دربار میں بنے رہتے ہیں مکان پر کم ٹھہرتے ہیں اُن سے
ملاقات ہونی دشوار ہے جو کچھ تم دوگے ہم ان کے پاس

بھجوادینگے پھر میں نے مع خط حافظ ملھو خاں کے ایک سو بیس
روپے مولانا صاحب ممدوح کو حوالہ کئے کہ آپ میاں مقیم کے
پاس کسی کے ہاتھ بھجوادیویں اور اس کی رسید منگوادیویں اور
جو آپ سے کسی وقت ان کی ملاقات ہو اور وہ کچھ حال سید صاحب
کا اور لشکر کا پوچھیں تو آپ ان سے وہی بیان کر دیویں جو میں
نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے پھر مولانا صاحب نے وہ روپے
اور خط ان کے پاس بھیج کر مجکو رسید حافظ صاحب کے گھر کی
منگا دی پھر بعد ایک ہفتہ کے وہاں سے روانہ ہوا طرف بلاد
شرقیہ لکھنؤ والہ آباد وغیرہ کے اور اس سفر میں بہت مدت مجکو
لگی یہاں تک کہ واقعہ بالاکوٹ کا بھی ہو گیا انتہیٰ اور باقی حال پنجتار
کا یہ ہے کہ جس روز دین محمد صاحب ہمراہ حافظ ملھو خاں کے روانہ
ہوئے اس کے اگلے روز حضرت امیر المؤمنین علیہ الرحمۃ نماز عصر کی پڑھ
کر مسجد میں بیٹھے تھے اس وقت زبانی کئی ملکیوں کے متواتر
خبریں آئیں کہ امیر خاں بھائی خادے خاں کا حضرو سے سات
سو سکھ لایا ہے اور انھیں کا اب قلعہ ہنڈ میں بندوبست
ہے یہ سن کر حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کیا مضائقہ اس
میں بھی کچھ حکمت الٰہی ہے اب کی بار انشاء اللہ تعالیٰ سکھوں

سے ہم سنہڈ خالی کریونیگے پھراس کے کئی روز کے بعد جابجا
سے خبریں آنے لگیں کہ اکثر ملک سمہ کے ملک اور خوانین
سکھوں سے مل کران کے تابعدار ہو گئے اور جن لوگوں کو اطاعت
سکھوں کی اطاعت ناگوار معلوم ہوئی چنانچہ فتح خاں اور
ان کے بھائی ارسلان خاں زیدی والے اور ابراہیم خاں
اور اُن کے بھائی اسمٰعیل خاں کلاٹ والے اور مردان خان
عشرہ والے اور ملا سید میر کوٹھے والے وغیرہم وے سب
اپنے گاؤں چھوڑکر پہاڑوں پر چلے گئے جب یہاں تک نوبت
پہنچی تب پاینده خاں نے اپنے بھائی امیر خاں کو کراس کو
حضرت علیہ الرحمۃ کی ملاقات کے پنجتار میں بھیجا تھا سو وہ
لشکر میں اپنے سواروں سے رہا کرتا تھا بلا لیا بعد اس کے حضرت
علیہ الرحمۃ کے امر اطاعت میں قصور کرنے لگا اور آثار بغاوت
کے سے اس کی طرف سے ظہور کرنے لگے مگر سید صاحب کو یہ
خبریں سن کر اس کی طرف سے کسی نوع کی بدگمانی نہ تھی
پھر بعد چند روز کے نامر خاں بہٹ گرام والے اور مدد خاں
برادر پاینده خاں اور راجہ پارس وکیل سلطان وزیر دست

مظفر آبادی کے نے سوا ان کے اوروں نے بھی حضرت علیہ الرحمۃ
سے عرض کی کہ یہاں تک ملک سے کام بگڑ گیا اور اپنے قابو کا نہ
رہا اگر آپ کے خیال شریف میں آوے تو طرف ملک کشمیر کے
چلنے کا ارادہ کریں اکثر اس ملک کے سرداروں سے عرضداشت
ایک مدت سے آتے ہیں کہ آپ ادہر تشریف فرما ہوں یا اپنے کچھ
لوگ روانہ فرماویں ہم آپکے سب فرمان بردار ہیں آپ نے
فرمایا کہ جو سب بھائیوں کی صلاح ہو بہتر ہے پھر اسی پر سب کا
اتفاق ٹھہرا اور حضرت سے عرض کی کہ اول آپ چند لوگ مظفر آباد
کو روانہ فرماویں کہ وہ گویا دروازہ ملک کشمیر کا ہے اس سے
حال رستے کا بھی کھل جاویگا اور اس ملک کا بھی بعد اس کے پھر آپ
تشریف لے چلئے بعد اس کے حضرت علیہ الرحمۃ نے مولانا محمد اسمٰعیل
کو مظفر آباد بھیجنے کی تجویز ٹھہرائی اور تمام قندہاری اور پنجابی
اور چند ہندوستانی قریب دوسو آدمیوں کے واسطے ہمراہی ان کی
کے مقرر کئے اور مولوی خیرالدین صاحب کو مولانا صاحب کا نائب کیا
اور ان دنوں مولوی صاحب ممدوح لشکر کے قاضی تھے جب ان
کو مولانا صاحب کے ہمراہ بھیجنے کی تجویز ہوئی تب ان کی جگہ
مولوی حبان صاحب کا نزاغنر ہندوالے کو قاضی کیا پھر پہلے

راجہ پارس کو روانہ فرمایا کہ تم چل کر وہاں اپنے لوگوں کو خبر
کرو تمہارے پیچھے میاں صاحب یعنی مولانا محمد اسمٰعیل صاحب بھی
آتے ہیں اور کمال خاں کو بھی رخصت کیا کہ اپنے مکان پر گردور
میں چل کر ٹھہرو اس لئے کہ اگر ور وہاں سے مظفر آباد کے رستے
میں ہے پھر اس کے کئی دن کے بعد مولانا صاحب کو روانہ فرمایا
وہاں سے تیسرے روز مولانا صاحب ساتھ اپنی جمعیت کے جاکر
ستھانے میں سید اکبر صاحب کے مکان پر پہنچے سید صاحب بہت
تعظیم و تواضع سے پیش آئے اور سب لوگوں کی مہمانی کی اس کے
اگلے روز مولانا صاحب اپنا ایک آدمی خط دے کر پاینده خاں
کے پاس روانہ کیا کہ کل ہم اتنے آدمیوں سے تمہارے وہاں آوینگے
کشتیاں تیار رکھنا ہم کو حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ نے طرف
پکھلے کے روانہ کیا ہے اس کے جواب میں اُس نے اپنا خط دے
کر ایک آدمی کو روانہ کیا اور زبانی یہ پیام دیا کہ میں تو سید
بادشاہ کا تابعدار ہوں آپ کا یہاں آنا میرے لئے سرفرازی
تھی مگر جو آپ اس طرف سے ہوکر دریا اُتر جاوینگے تو ہری سنگھ
سکھ ہم کو تکلیف دیگا ادھر سے جانا آپ کو مناسب ہیں ہے
اور یہ سب باتیں پاینده خاں کی محض فریب کی تھیں اس لئے

کہ ہمیشہ اس کے اور سکھوں کے درمیان جنگ و جدال اور ناموافقت رہتی تھی اگر صلح ہوتی تو یہی ایک بات ہے حقیقت یہ تھی کہ سندھ کے چھین جانے اور وہاں امیر خاں کے سکھوں کے لانے سے اکثر خوانین سمہ کے اس طرف مل گئے تھے انھیں سب کا ساتھ اس نے بھی دیا تھا اور علاوہ اس کے اپنی سستی کا بھی دغدغہ اُس کو تھا کہ ایسا نہ ہو کہ وہا بیٹھیں پھر اس کے جواب میں مولانا صاحب نے اس کو دوسرا خط لکھا اس مضمون کا کہ خاں صاحب جو تم نے یہ لکھا ہے کہ ہم سید بادشاہ کے فرماں بردار ہیں اور یہ بھی کہتے ہو کہ ادھر ہماری طرف ہو کر نہ آؤ کہ سکھ ہمارے مخالف ہو جاوینگے اور ہم کو تکلیف دیوینگے اس کے کیا معنی یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے اس تقریر سے تو صاف تمہارا فریب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ سکھوں سے اور تم سے صلح اور موافقت کب تھی جواب تم کو ان کی مخالفت کا خوف ہے اور سید بادشاہ کی فرماں برداری کے یہی معنی ہیں جو تم کہتے ہو اس سے تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ تم ہری سنگھ کے فرمانبردار ہو جس کی ناموافقت اور ایذا رسانی کا تم کو ڈر ہے سو ایسی تقریر پوچ کرنی تمہاری شان کے لائق نہیں ہے ہم کو تو حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے بھیجا ہے ہم کو تو جانے سے غرض ہے خواہ تمہاری طرف ہو کر خواہ اور کسی طرف سے اگر تم اپنے اَمُم میں ہو کر نہ جانے دو گے تو ہم ہمیں نگی

میں ہو کر چلے جاوینگے مگر تم کو ہمارے لئے خارج راہ ہونا نہ چاہیئے
کہ تم نے ہمارے سید صاحب کی اطاعت کا اقرار کیا ہے اور انکا امام
گردانا ہے سوا اس کے اور باتیں اسی قسم کی جو مناسب جانیں وہ لکھیں
اور وہ خط انھیں کے آدمی کے ہاتھ بھیجا جب یہ خط اس کے پاس
پہنچا اور اُس نے پڑھا تب وہ بہت درہم برہم ہوا اور سمجھ گیا کہ میرا فریب
مولانا صاحب پر ظاہر ہو گیا آخر الامر دوسرا جواب اُس نے صاف صاف
لکھ کر بھیجا اس مضمون کا کہ بہتر بات یہی ہے کہ آپ میری عملداری میں
ہو کر نہ جاویں خواہ آم ہو خواہ بہت گلی اور جو آپ نہ مانینگے تو بیشک
لڑائی ہو گی ہم نے آپ کو اطلاع کر دی ہے اب آگے آپ جانیں جب یہ
خط مولانا صاحب کے پاس آیا تب آپ نے اس خط اور پہلے خط کا مضمون
تحریر کر کے عنایت اللہ خاں تو تالی والے کے ہاتھ پنجتار میں حضرت علیہ الرحمہ
کے پاس ارسال کیا کہ یہاں یہ معاملہ ہے اب جیسا کہ ارشاد ہو ویسا کیا
جاوے جب یہ خط عنایت اللہ خاں حضرت کے پاس لائے تب ہم نے یہ
تمام تقریر زبانی عنایت اللہ خاں کے سُنی اور اس کے سوا جو کچھ اُس
خط میں اور مضمون ہو وہ ہم کو نہیں معلوم پھر اس خط کا مضمون
دریافت کر کے حضرت علیہ الرحمۃ کو بڑا افسوس اور تردد ہوا پھر آپ
نے انھیں سب صاحبوں کو جنھوں نے اُدھر لوگ بھیجنے کو حضرت کو صلاح

دی تھی بلایا اور تمام مضمون خط کا سنایا اور فرمایا کہ اب اس
میں تم صاحب کیا کہتے ہو سب نے آپس میں مشورت کر کے حضرت سے
التماس کی کہ ہماری رائے ناقص میں تو یہ بات آتی ہے کہ مولانا صاحب
کو ادھر پلٹ آنا مناسب تو نہیں ہے جس طور سے بنے اس طور سے
مولانا صاحب وہاں سے آگے روانہ ہوں بعد اس کے یہاں سے آپ
تشریف لے چلیں آگے اس کے جو کچھ آپ کے مزاج شریف
میں آوے وہ کریں مختار ہیں اس کے جواب میں حضرت امیرالمومنین
علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بھائیو ہم کو تو مسلمان سے لڑائی کرنی منظور
نہیں مگر اس طرف چلنا ضرور ہوا اس کے لئے یہ تدبیر ہے کہ میاں صاحب
یعنی مولانا صاحب کو یہاں بلا لیویں بعد اس کے ہم پائندہ خاں کو خط
لکھ کر للہ فی اللہ ایک دوبار سمجھاوینگے اگر اس نے مان لیا فہوالمراد
والا جیسا کچھ ہوگا دیکھا جاویگا یہی گفتگو حضرت علیہ الرحمۃ
کی سب کو پسند آئی کہ یہی بہتر ہے پھر آپ نے مولانا صاحب کو
لکھا کہ آپ اب تو اس خط کے دیکھتے ہی سب کو لے کر یہاں چلے آویں
یہاں سے پھر ہم اس کا تدارک کرینگے پھر جو کچھ منظور الٰہی ہوگا
وہ ظہور میں آویگا پھر جب یہ خط وہاں گیا تب مولانا صاحب سب کو

لے کر وہاں سے پنجتار میں چلے آئے اور حضرت سے ملے پھر مولانا
صاحب کے ہمراہیوں سے یہ بھی بات سننے میں آئی کہ جب مولانا
صاحب نے پائندہ خاں کو لکھا تھا کہ اگر آپ اپنے امب میں ہو کر ہم کو
نہ جانے دوگے تو بھیٹ گلی ہو کر ہم جاوینگے ہم کو تو ادہر جانے سے
غرض ہے سو یہ خبر مولانا صاحب کے پاس آئی تھی کہ اسی روز
پائندہ خاں نے عشرہ اور بھیٹ گلی کا یا خوبی لڑائی کا بندوبست
کر لیا اور اپنے لوگوں سے کہہ دیا کہ اس طرف سید بادشاہ کے لوگ اگر
آویں تو ان سے لڑنا اور نہ جانے دینا اور یہ خبر بھی آئی تھی کہ جب
مولانا صاحب اپنا خط سید صاحب کو اس طرف روانہ کر چکے تھے پھر جب
سید صاحب کا خط یہاں سے گیا تب مولانا صاحب ہم سب کو لے کر
ادہر چلے آئے **حکایت** لشکر مجاہدین نصرت قرین میں لاہوری
نام ایک غازی رہنے والا غازی پور کا قاضی مدنی بنگالوی کہ مدنی ان
کا نام تھا اور وہ قاضی زادوں میں سے تھے انکے گھوڑے کی خدمت حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی اجازت سے کیا کرتا تھا شکل و صورت میں اگرچہ
کم رو اور حقیر تھا مگر صلاحیت اور خوش اخلاقی میں بے نظیر تھا اور ایک
شخص عنایت اللہ خاں رہنے والے منڈیا ہو کے جماعت خاص حضرت
علیہ الرحمۃ کے پلنگ کے قریب رہا کرتے تھے اور وہ حضرت کے پرانے

رفیقوں میں تھے اور وہ حضرت کے ہمراہ بیت اللہ شریف کو بھی
گئے تھے اور حضرت اُن سے کمال محبت رکھتے تھے ایک روز لاہوری
کے ڈیرے پر گئے اور لاہوری اُس وقت ڈیرے پر نہ تھے گھوڑے
کے دانے بھگانے کا ایک طاس وہاں دھرا تھا سو وہ عنایت اللہ
واسطے آٹا گوندھنے کے اپنے ڈیرے پر اٹھا لائے بعد اس کے لاہوری
اپنے ڈیرے پر آئے اور دانہ بھگانے کو طاس تلاش کیا تو نہ پایا
لوگوں سے پوچھا کسی نے کہا طاس تمہارا عنایت اللہ لے گئے ہیں
پھر وہ عنایت اللہ کے پاس گئے اور کہا کہ تم ہمارا طاس بے پوچھے
اٹھا لائے اور ہم کو دانہ بھگانا ہے طاس ہمارا ہم کو دو اور اس وقت
عنایت اللہ نے خشک آٹا واسطے گوندھنے کے طاس میں نکال کر
رکھا تھا عنایت اللہ کے مزاج میں ذرا تندی بھی تھی لاہوری سے
کہنے لگے کہ تمہارا طاس کیسا طاس سرکاری ہے ہم اپنا کام کر کے
دیوینگے لاہوری نے کہا کہ طاس بیشک سرکاری ہے مگر قاضی مدنی
کی تحویل میں ہے اور انھوں نے ہم کو سپرد کیا ہے اور تم ہماری بغیر
اجازت کے لائے ہو تسپر اُلٹے گرم ہوتے ہو اور ہمارا حرج ہوتا
ہے ہم تو اپنا طاس لیجاوینگے عنایت اللہ نے کہا بھلا دیکھیں تو

کیونکر تم لیجاؤ گے لاہوری نے طاس کا آنا عنایت اللہ کے گرنے
پر رکھ دیا اور طاس لے کر اپنے ڈیرے کو چلے عنایت اللہ نے اٹھ کر
دو گھونسے لاہوری کے پہلو میں مارے اور طاس چھین لیا لاہوری
بیتاب ہو کر گر پڑے اور نالۂ و فریاد کرنے لگے لوگوں نے اُن کو اُٹھایا
اور پانی پلایا اور یہ قصہ حضرت کے خاص برج کے تلے ہوا اس میں کسی
نے حضرت کو خبر کی کہ لاہوری کو عنایت اللہ نے مارا یہ بات سُن کر آپ برج
کی چھت سے سیڑہی پر آئے اور لاہوری اور عنایت اللہ کو بلایا حال
پوچھا جو ماجرا تھا وہ لاہوری نے آپکے سامنے گزارش کیا آپ نے
عنایت اللہ سے پوچھا کہ یہ ماجرا یوں ہی ہوا یا اس میں کچھ فرق ہے انہوں
نے عرض کی کہ ہاں فی الواقعی یونہی ہوا یہ بات سنتے ہی آپ کمال
ناخوش اور خفا ہوئے اور کہا کہ تم اپنے دل میں یوں جانتے ہو گے کہ
ہم سید صاحب کے پُرانے رفیق اور اُن کے پلنگ کے پاس رہتے
ہیں اور تم کو یہ خیال ہے کہ ہم یہاں اللہ کے واسطے آئے ہیں اور
کام ایسے نیکے کرتے ہو اور لاہوری کو جانتے ہو کہ قاضی بدنی کا
سپیس اور کم رو اور حقیر ہے یہی جان کر تم نے اس کو مارا یہ تم نے
بڑی زیادتی اور حرکت بیجا کی ہمارے نزدیک تم اور لاہوری بلکہ
سب برابر ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں سب لوگ یہاں خدا کی

کے واسطے آئے ہیں بعد اس کے حافظ صابر تھانوی اور شرف الدین نیگانوی سے فرمایا کہ ان دونوں کو قاضی حبان صاحب کے پاس لیجاؤ عنایت اللہ کی زیادتی ہے اور اُن سے کہنا کہ اس میں کسی طور سے کسی کی رواداری اور رعایت نہ کرنا موافق شرع شریف کے فیصلہ کردو جب حضرت علیہ الرحمۃ نے سب کے سامنے یوں فرمایا تب پھلت والے لوگ جن کی جماعت میں عنایت اللہ تھے آپس میں کہنے لگے کہ اب لاہوری کو کسی طور راضی کرنا چاہیئے اگر وہ راضی ہو کر معاف کردے تو بہتر ہے یہ بلا ٹل جاویگی اورنہیں تو عنایت اللہ پر ضرور تعزیر آویگی پھر انھوں میں سے دو تین شخص لاہوری کو سمجھانے لگے کہ بھائی صاحب اب تو عنایت اللہ سے یہ زیادتی تم پر ہوئی اور انھوں نے بہت برا کام کیا مگر تمہارا بھائی ہے بہتر یہی ہے کہ یہ قصور اس کا معاف کردو بلکہ بطور خوشامد کے کچھ دینے پر بھی راضی ہوئے مگر لاہوری نے کسی طرح نہ مانا اور کہا کہ بھائیو اب تو جو کچھ سید صاحب نے فرمایا میں اسی پر راضی ہوں وہاں چل کر جیسا کچھ ہوگا ہو رہیگا یہاں اس امر میں مجھ سے کچھ نہ بولو وہ ناچار ہو کر چپ ہو رہے اور حافظ صابر اور شرف الدین ان دونوں کو قاضی حبان صاحب کے پاس

لے گئے قاضی صاحب بستی کی مسجد میں تھے اور اُس وقت گھڑی
ڈیڑھ گھڑی دن باقی ہوگا قاضی صاحب نے پوچھا کہ بھائیو اس
وقت سب مل کر کہاں آئے ہو حافظ صابر اور شرف الدین نے
ان دونوں کا حال بیان کیا کہ اس طور سے لڑائی ہوئی ہے اور جو
سید صاحب نے ان کے مقدمے میں ارشاد کیا تھا وہ بھی عرض
کر دیا پھر قاضی صاحب نے لاہوری سے معاملہ پوچھا انھوں نے
شروع سے جو کچھ گذرا تھا بیان کیا پھر عنایت اللہ سے پوچھا انہوں
نے بھی ویسا ہی کہا جیسا لاہوری نے کہا تھا قاضی صاحب نے فرمایا
کہ اب تو شام ہو گئی اس وقت جاؤ کل بعد نماز اشراق کے آنا ہم
تمہارا فیصلہ کر دینگے پھر وہ اپنے اپنے ڈیرے پر آئے اور بعد نماز مغرب
کے شیخ عبدالرحمن صاحب رائے بریلی والے قاضی صاحب ممدوح
کے پاس گئے اور وہ ان کے بڑے یار تھے اور کہا کہ قاضی صاحب
کوئی تدبیر آپ ایسی کریں کہ جس میں لاہوری راضی ہو جاوے
اور عنایت اللہ ذلت نہ پاوے اور اس امر میں زیادتی ضرور
عنایت اللہ کی ہے اور جو لاہوری کسی طور نہ مانے تو امر ناچاری
کا ہے پھر جو حکم شرع شریف کا ہو وہ آپ جاری کریں قاضی

صاحب نے فرمایا کہ شیخ صاحب آپ بہت اچھا فرماتے ہیں ہم
اول لاہوری کو خوب سمجھاوینگے حتی الامکان اس میں قصور نہ
کرینگے اگر اس نے مان لیا تو بہتر ہے والا موافق حکم خدا اور رسول کے
انصاف کیا جاویگا پھر شیخ عبدالرحمن وہاں سے اپنے ڈیرے
پر آئے پھر اگلے روز دو تین گھڑی دن چڑھے حافظ صابر اور
شرف الدین لاہوری اور عنایت اللہ کو لے کر قاضی صاحب کے پاس
گئے انھوں نے لاہوری اور عنایت اللہ کو اپنے سامنے بٹھایا اور پہلے
عنایت اللہ کی طرف مخاطب ہو کر خوب ملامت کی کہ بہت بری
حرکت کی تو نے اور قابل سزا کے ہے پھر دوسرا کے لاہوری کی طرف
متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ بھائی صاحب تم بہت نیکبخت اور بے شر
آدمی ہو اور تم سب صاحب ہندوستان سے اپنا اپنا گھر بار
خویش و تبار چھوڑ کر محض واسطے جہاد فی سبیل اللہ کے آئے ہو کہ
اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو اور آخرت میں ثواب ملے اور کارخانہ دنیا
کا تو واسطے چندروز کے مانند خواب و خیال کے ہے بے اصل اور
بے بنیاد سو بات یہ ہے کہ عنایت اللہ تمہارا بھائی ہے اور اس سے
بسبب شامت نفس کے یہ قصور ہو گیا جو اس نے تم کو مارا اگر اس
کا قصور معاف کردو اور دونوں مل جاؤ تو بہت خوب بات

ہے اللہ تعالےٰ کے یہاں اس کا اجر پاؤ گے اور جو تم اپنا عوض
لو گے تو برابر ہو جاؤ گے جو معاف کرنے میں ثواب ہے وہ نہ ملیگا
اور معاف کرنا بھی خدا اور رسول کا حکم ہے اور عوض لینا بھی
مگر معاف کرنے میں ثواب اور عوض لینے میں اپنے نفس کی خوشی ہے
یہ بات سُن کر لاہوری نے کہا قاضی صاحب اگر ہم عنایت اللہ کو
معاف کر دیویں تو ثواب پاوینگے اور جو اپنا عوض لے لیویں تو برابر
ہو جاوینگے بھلا کسی طرح کا گناہ تو نہیں ہے اُنھوں نے کہا کچھ
گناہ نہیں دونوں حکم خدا و رسول کے ہیں جو چاہو منظور کرو لاہوری
نے کہا کہ میں تو اپنا حق چاہتا ہوں قاضی صاحب نے کچھ دیر سکوت
کر کے فرمایا کہ بھائی لاہوری حق تمہارا تو یہ ہے کہ تم بھی عنایت اللہ
کے اسی جگہ دو گھونسے مار لو اور عنایت اللہ کو لاہوری کے سامنے کھڑا
کر دیا کہ اپنا عوض لے لو لاہوری نے کہا کہ حق ہمارا یہی ہے کہ ہم بھی
اسی جگہ دو گھونسے ماریں قاضی صاحب نے کہا کہ ہاں بیشک یہی،
بات ہے اس وقت ہم لوگ جو وہاں حاضر تھے سب کی اُمید
منقطع ہو گئی کہ اب لاہوری بے عوض لئے نہ چھوڑیگا لاہوری
نے کہا کہ سب بھائیو جو حاضر ہو گواہ رہو کہ قاضی صاحب نے
ہم کو ہمارا عوض دلایا اور اب ہم لے سکتے ہیں مگر ہم نے محض

واسطے رضامندی اللہ تعالے کے چھوڑ دیا اور عنایت اللہ
کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور مصافحہ کیا تمام لوگ جو وہاں تھے
لاہوری کو آفریں کہنے لگے اور شاباشی دینے لگے کہ تم نے بڑے مردوں
اور دینداروں کا کام کیا پھر سب وہاں سے اپنے ڈیروں پر آئے
اور لاہوری اور عنایت اللہ اپنے ڈیرے پر آئے یہ خبر سید صاحب
کو ہوئی کہ لاہوری نے عنایت اللہ کی خطا معاف کر دی آپ نے
لاہوری کو بلایا اور اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ تم نے یہ کام
بڑے دیندار مردوں کا کیا کہ اپنے بھائی کا قصور معاف کر دیا
اور عوض نہ لیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ تم کو آخرت میں دیگا اور فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بھی توفیق نیک عطا کرے اور
لاہوری کے لئے آپ نے دعا کی پھر لاہوری وہاں سے اپنے
ڈیرے میں پھر آئے

جب مولانا محمد
اسمٰعیل صاحب ستھانے سے لوٹ آئے اور پائندہ خاں نے اپنے
ملک میں ہو کر نہ جانے دیا تب حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے خاص
لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ جس بات کا ارادہ کرتے ہیں یہاں
کے ایک نہ ایک مسلمان بھائی حارج ہو جاتے ہیں اور وہ کام
نہیں ہونے پاتا چنانچہ یہی پائندہ خاں کہ اس نے ہمارے

لوگوں کو اپنی عملداری میں آنے سے روکا اور ہم کو مسلمانوں
سے لڑنا حتی الامکان منظور نہیں اور جو وہ اپنی شرارت اور خباثت
سے باز نہ رہیں تو مرنا جاری ہے دیکھو تو اس پائندہ خاں
نامعقول نے پہلے تو ہم سے ملاپ کیا اور کہا کہ میں بہر صورت
آپ کا فرمانبردار ہوں اور آپ کی کیسی سخت سخت نامعقول
باتیں بغاوت کی لکھیں اور لڑائی پر مستعد ہوا مگر ہم چاہتے ہیں
اب کی ایک بار اس کو فہمائش کرلیں اور حجت شرعی اُس پر
قائم کردیں پھر جو راہ راست پر نہ آویگا تو اپنی سزا پاویگا
سب لوگوں نے آپ کی بات کو پسند کیا اور عرض کی کہ یہی
بات بہتر ہے پھر مولانا صاحب سے آپ نے فرمایا کہ آپ
ہماری طرف سے پائندہ خاں کو اس مضمون کا خط لکھ کر
بھیجدیں کہ ہم واسطے کارِ دین کے تمہاری عملداری میں ہو کر
جانے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ دریا اُتر کر چلے جاویں سو اس کے
اور ہماری کچھ غرض نہیں ہے اور تم نے ہماری اطاعت کا
اقرار کیا ہے تم کو لازم ہے کہ تم خود ہماری شراکت
کرو اور جو تم سے یہ نہ ہو سکے تو ہمارے حاتج یہی نہ ہو

ایک نوع یہ بھی تمہارا احسان ہے اور کشمیر کی طرف جانے
کا ارادہ کوئی اس رستے کے سوا رستہ نہیں ہے کہ ہم ادہر
کو جاویں اور اب ہم تمہاری طرف ہو کر جاوینگے اگر اس میں تم
اپنی شرارت کی راہ سے چون وچرا کروگے تو تمہارے لئے بہتر
نہ ہوگا اور اپنی حرکت بیجا سے پشیمان ہوگے اگر تم کو دعوی اسلام
کا ہے تو ایسی حرکت سے توبہ کرو اور خدا سے ڈرو فقط پھر
مولانا صاحب نے موافق ارشاد ہدایت بنیاد حضرت علیہ الرحمۃ
ایک خط لکھ کر ایک آدمی کے ہاتھ پاینده خاں کے پاس بھیجدیا
پھر اس کے جواب میں اس نے لکھا خلاصہ مضمون اس کے کا
یہ ہے کہ اور تو سب طرح سے میں آپ کا خادم اور فرمانبردار
ہوں مگر یہ مجکو منظور نہیں کہ آپ ادہر تشریف لاویں آپ
ہرگز ہرگز اس طرف آنے کا ارادہ نہ کریں اور جو آپ آوینگے
تو ہوشیار ہو کر آویں بسم اللہ میں بھی لڑنے کو تیار ہوں اور یہی
اسی طور کے نا معقول کلام اس نے کہے اور ایسے کلام لکھنے اس
کے کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی تبکری اور دعوی بہادری سے
کسی کو خیال میں نہیں لاتا تھا پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کے

جواب کو اس ملک کے علماء کے سامنے جو وہاں لشکر میں تھے
پڑھوایا انھوں نے کہا کہ اس خط کے مضمون سے تو وہ صاف
باغی ہو گیا اس پر جہاد کرنا درست ہے پھر اس کے بعد حضرت نے
اپنے خاص لوگوں سے مشورہ کیا کہ جو ہمارے لشکر میں توپیں ہیں
ان کو موقع سے کسی جگہ دبا دینا چاہئے بعد اس کے آپ نے ان
کے دبانے کی جگہ تجویز کر کے چند معتبر اور امانت دار لوگوں کو بلایا
اور ان سے عہد و پیمان لیا کہ اس راز کو سوائے تمہارے دوسرا
نہ جانے یہ اللہ تعالےٰ کی امانت ہے اس میں جو کوئی تم میں
سے خیانت کریگا وہ اللہ تعالیٰ کا خائن ہو گا پھر آپ نے
ان کو توپوں کے دبانے کی جگہ بتا دی وہ اس کے کھودنے میں
مشغول ہوئے اور حضرت کی طرف سے سب لشکر میں حکم بھیجا
گیا کہ لوگ اپنے اسباب ضروری کی درستی کر لیں آمد پر (
چیڑھائی ہے اور شیخ ولی محمد صاحب کو حکم بھیجا دیا کہ سید صاحب
نے فرمایا ہے کہ جو سامان ضروری لشکر میں جس بھائی کے پاس
نہ ہو اس کو بنوا دو پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے مولوی احمد اللہ
صاحب سے جو توپخانہ کے داروغہ تھے فرمایا کہ سب توپیں

توپخانے سے یہاں لشکر میں کھینچ لاؤ ان کا بھی ساز و
سامان دکھلیا ہے پھر مولوی صاحب ممدوح موافق فرمان
واجب الاذعان آپ کے سب توپیں وہاں سے لاکر لشکر
میں کھڑی کردیں حضرت نے ان کو دیکھا اور فرمایا کہ یہاں ان
کو رہنے دو پھر دو روز وہ توپیں لشکر میں رہیں تیسرے
روز بعد نماز عصر کے حضرت نے مولوی احمد اللہ صاحب سے
فہمائش کرکے فرمایا کہ اب توپیں لیجاؤ اور وہی چند معتمد لوگ
جن سے عہد و پیمان لیا تھا توپوں کے ہمراہ کردیئے کہ ان کو
جاکر مولوی صاحب کے ساتھ پہنچاؤ اور سوا ان کے چند
آدمی اور بھی تھے پھر سب لوگ توپوں کو توپخانے کی طرف
لے کر روانہ ہوئے جاتے جاتے رستے میں رات ہوگئی اور کئی اونٹ
بھی ہمراہ تھے پھر رستے میں ایک جگہ ٹھہرے پھر وہاں جو لوگ
شریک عہد و پیمان میں نہ تھے ان کی آنکھوں میں پٹیاں باندھی
گئیں اور ان معتمد لوگوں نے توپوں کو چرخ سے اتار کر اونٹوں
پر لادا اور پھر بیٹھے اور گولے ان کے جدے لادے اور وہاں
سے لے چلے اور جہاں جہاں ان کے دفن کرنے کے ٹھکانے بتائے
تھے وہیں لے گئے اور وہیں ان کو دفن کیا توپیں جدی جگہ

اور پھر بیٹھے جیدی جگہ اور گولے جیدی جگہ اس کام سے
فارغ ہوکر پھر وہاں آئے جہاں توپوں کو چرخ سے اتار
کر اونٹوں پر لادا تھا اور جن لوگوں کی آنکھوں میں پٹیاں
بندہی تھیں کھول دیں پھر وہاں سے سب لوگ اپنے اپنے ڈیرے
پر آئے اور مولوی احمد اللہ صاحب نے حضرت سے جاکر اطلاع
کی کہ توپوں کو دبا آئے اور ان توپوں کے دبانے کی جگہ کے
کھود کھادیں گیارہ بارہ روز کا عرصہ لگا تھا تب تک
لشکر میں اسباب ضروری کی درستی بھی ہوگئی اس کے بعد
ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے بھانجے سید احمد علی
صاحب اور عبدالحمید خاں رسالدار کو بلایا اور سید احمد علی صاحب
سے فرمایا کہ ہم نے تم کو عبدالحمید خاں صاحب اور اُن کے
سواروں پر امیر کیا کل یہاں سے ان سب کو ساتھ لے کر کہل
میں ہوتے اور وہاں سے پیر خاں کو مع ان کی جماعت کے
لیتے ہوئے یا اُن سے کہتے ہوئے ستھانے میں جاؤ اور وہاں
ٹھہرو تمہارے بعد ہم باقی لوگوں کو لئے ہوئے چینئی کے
رستے ہوکر آوینگے اور وہاں جو کچھ ہمارا حکم تم کو پہنچے اس

کے موافق کام کرنا پھیر اگلے روز سید احمد علی صاحب اور
عبدالحمید خاں رسالدار حضرت سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے
اس روز جا کر موضع لوہیئی میں ڈیرہ کیا اگلے روز پیر خاں
کے پاس کہتّل میں جا کر داخل ہوئے اور ایک روز وہاں مقام
کیا اور پیر خاں صاحب سے کہا کہ سید صاحب نے فرمایا ہے کہ
مع جماعت پیر خاں کو بھی اپنے ساتھ لیتے جانا یا کہتے جانا
سو تمہارا ہمارے ہمراہ چلنا ابھی چنداں ضرورت نہیں ہم سچھانے
کو چلتے ہیں مگر تم اپنے ساز و سامان سے تیار رہنا جس وقت
ہمارا خط یا آدمی تمہارے پاس آوے فوراً اسی وقت وہیں
پہنچنا دیر نہ کرنا پھیر اگلے روز وہاں سے کوچ کر کے سچھانے
کو روانہ ہوئے چند آدمیوں سے سید اکبر صاحب کچھ دور استقبال
کر کے سب کو لے گئے اور باہر بستی کے اس کی جانب جو میدان
ہے جہاں ان کے آبا و اجداد کا گورستان ہے قریب دریا کے
وہاں سب کا ڈیرہ کروایا اور دو دن سید اکبر صاحب نے
سب لشکر کی مہمانی کی پھیر موافق دستور کے آٹے کا ٹکو
ٹنے لگا وہی ہم سب لوگ کھانے لگے اور یہ بھی خبر زبانی

معتبر ملکیوں کے ہمارے لشکر میں آئی کہ تم لوگوں کی خبر
پائندہ خاں کو پہنچی ہے کہ لشکر سید بادشاہ کا ستھانے میں
داخل ہوا یہ سن کر اُس نے بھی تیاری لڑائی کی کی ہے
یہ خبر سن کر سید احمد علی صاحب نے حضرت علیہ الرحمۃ کو لکھا
کہ ہم یہاں ستھانے میں خیر و عافیت سے پہنچے اور سید اکبر صاحب
ہم سب کو استقبال کر کے لے گئے اور دو روز انھوں نے
ہم سب کی ضیافت کی اور یہاں یہ بھی خبر زبانی معتبر ملکیوں
کے سُنی کہ ہم لوگوں کی خبر پاکر کہ ستھانے میں ہیں پائندہ خاں
نے بھی ساز و سامان لڑائی کا درست کیا ہے فقط اس کے
جواب میں حضرت علیہ الرحمۃ نے سید احمد علی صاحب کو لکھا کہ
جبتک ہم یہاں سے کوچ کر کے تم کو خبر نہ بھیجیں تم ستھانے
سے آگے نہ بڑھنا اور وہیں اپنی ہوشیاری سے رہنا بعد کئی
روز کے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی کوچ کرتے ہیں فقط پھر اس
کے اگلے روز آپ نے سردار فتح خاں کو بلاکر فرمایا کہ خان بھائی
پہلے تو ہماری اور کچھ تدبیر تھی مگر سید احمد علی کے خط سے معلوم
ہوا کہ پائندہ خاں آمادہ فساد اور برسر جنگ ہے سو اب

ہمارا ارادہ یہ ہے کہ یہاں سے ڈھائی تین کوس پہاڑ پر پہاد
عمل میں موضع دکھاڑا ہے اس میں اپنے اور اپنے غازیوں کے اہل
وعیال کو رکھ دیں اور ہم لوگوں کو لے کر یہاں سے طرف چینی کے
کوچ کریں اس امر میں تمہاری کیا مرضی ہے خان ممدوح نے عرض
کی کہ میری عین خوشی اور سعادتمندی ہے آپ بلا تامل ان کو وہاں
پہنچا دیویں کہ وہ سب بآرام تمام وہاں رہیں اس میں مجھ سے
بھی جو کچھ ہو سکے گا ان کی خدمت گزاری میں نہ کرونگا پھر حضرت نے بی بی
صاحبہ معظمہ مکرمہ اور سب عورتوں کو خدمت گزاری کے لئے شیخ حسن علی
صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ساتھ چند آدمیوں اور کو تجویز کیا
اور شیخ صاحب ممدوح کو بلاکر فرمایا کہ تم اپنے لوگوں سے ہمارے
اور سب غازیوں کے اہل وعیال لے کر موضع دکھاڑے میں جاکر
رہو اور جو کچھ کہنا تھا اُن سے کہہ دیا اور اس کے اگلے روز شیخ
صاحب ممدوح کو سب کے ہمراہ کر کے رخصت فرمایا جب ان
کے وہاں پہنچنے کی خبر حضرت کے پاس آئی تب آپ نے سب غازیوں
کو ہمراہ لے کر پنجتار سے کوچ کیا اور موضع بائی بنئی میں جا رہے
اگلے روز چنئی کے پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے جاکر چنئی میں داخل ہوئے
اور سب لشکر نے وہاں دو مقام کئے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے

تمام معزز لوگوں کو جو افسر تھے جمع کیا چنانچہ ان میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور ارباب بہرام خاں اور مولوی محمد حسن منہاروں کے رامپور والے اور شیخ ولی محمد اور شیخ عبدالحکیم پھلت والے اور لعل محمد اور آخوند قطب الدین اور ملا عترت قندھاری اور شیخ بلند بخت اور ان کے بھائی علی محمد دیبن والے اور صوفی نور محمد اور مولوی وارث علی اور مولوی امام الدین نیگالوی اور مولوی خیرالدین صاحب شیرکوٹی اور سید اسمٰعیل صاحب رائے بریلوی اور مولوی مظہر علی اور مولوی قمرالدین اور مولوی عثمان علی اور مولوی باقر علی عظیم آبادی اور جعفر خاں ترین ہزارہ والے اور مرزا احمد بیگ پنجابی اور حاجی عبداللہ اور حافظ امام الدین رامپوری اور امام خاں اور ان کے بھائی ابراہیم خاں خیرآبادی اور حافظ مصطفےٰ کاندھلوی نواسے مولوی مفتی الٰہی بخش صاحب کے اور قاضی علاءالدین بگھری والے اور میاں جی چشتی بڑہانے والے اور منشی خواجہ محمد حسن پوری اور قاضی احمداللہ میرٹھی اور قاضی حمایت اللہ اور قاضی برہان الدین سجاوتی اور امان اللہ خاں خیل عشرے والے اور باقر خاں سواتی بہٹ گرام والے اور منشی امان زئی والے نام ان کا یاد نہیں اور ملا عظیم اور قاضی حیان اور پائندہ خاں بھائی مدد خاں اور

بھی تھے ان سب کی طرف مخاطب ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا
کہ تم پر اور تمہارے سب لوگوں پر ہم نے میاں صاحب یعنی مولانا
محمد اسمٰعیل صاحب کو امیر کیا جو کچھ میاں صاحب تم کو حکم کریں بلا انکار
بجا لانا اور مولانا صاحب ممدوح سے فرمایا کہ تم اپنی طرف سے
لڑائی کرنے میں سبقت نہ کرنا اور جو طرف ثانی والے پیشی کرے اس
وقت تمکو اختیار ہے جیسا مناسب جاننا ویسا کرنا سوا اس کے
اور جو جو باتیں مناسب تھیں وہ سب فہمائش کر کے اور دعا خیر
کر کے طرف مداخیلوں کے رخصت فرمایا اور فقط سات یا آٹھ
آدمی اپنے ساتھ رہنے دئے اور اس روز مولانا صاحب ممدوح
سب لوگوں سے جا کر موضع گیا لئی میں رہے اور وہاں کے لوگوں
نے موافق دستور ملک کے سب غازیوں کی ضیافت کی پھر اگلے روز
وہاں سے کوچ کر کے چلے راہ میں مدد خاں برادر پائندہ خاں نے
مولانا صاحب سے عرض کی کہ یہاں سے آگے چل کر کئی کوس پر
پاڑ نام ایک بستی پائندہ خاں کے عمل کی آویگی اس کے کنارے
ہو کر رستہ ہے ایسا نہ ہو کہ وہاں کے رعیت لوگ کچھ تعرض کریں
کچھ اس کی تدبیر کرنی چاہئے مولانا صاحب نے فرمایا کہ تم یہاں کے
واقف کار ہو چند آدمیوں سے پہلیں آگے جاؤ اور ان کو سمجھا دو
کہ سید صاحب کا لشکر دیگرے کو جاتا ہے تم کسی نوع کا اُن سے

تعرض نہ کرنا والا تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا آگے تم جاؤ اور ہم آگے
چل کر باڑے کی سرحد کے ورے ٹہر جاوینگے جب تمہارا آدمی خبر لاویگا
تب ہم آگے بڑھینگے پھر بیس بائیس آدمیوں سے مددخاں باڑے کو
روانہ ہوا اور اس کے پیچھے تمام لشکر چلا جب وہ بستی کوئی پاؤ کوس
کے فاصلے پر رہی تب مولانا صاحب سب کو لے کر وہاں ٹھہر گئے کچھ دیر
کے بعد مددخاں کا آدمی مولانا صاحب کے پاس خبر لایا کہ مددخاں نے
وہاں کے لوگوں سے سمجھا کر کہہ دیا کہ خبردار سید بادشاہ کے لوگوں سے
کسی طور کا چھیڑ چھاڑ نہ کرنا والا مفت میں برباد ہو جاؤگے اُنھوں نے
کہا کہ ہم غریب رعیت ہیں ہم کو چھیڑ چھاڑ سے کیا غرض وہ شوق سے
چلے جاویں سو اب آپ یہاں سے روانہ ہوں پھر مولانا صاحب فوج لے
کر آگے چلے اور اس بستی کے کنارے ہو کر جب سب گذر گئے تب مددخاں
بستی سے جا کر سب میں شریک ہوا پھر جب فوج موضع ڈگیر آپہنچی
تب وہاں کا خان مددخاں نام آکر مولانا صاحب سے ملا اور ہمراہ ہوا اور
سوا اس کے اور تین خان اور اس چڑھائی میں شریک تھے ایک ڈگیری
کا رحمت خاں اور دوسرا مداخیلوں کا سرور خاں اور تیسرا مداخیلوں
کا غلام خاں پھر مولانا صاحب نے قریب دو سو غازیوں کے جو خاص
اور معتمد لوگ تھے وہاں ڈگیری میں چھوڑے اور لوگ ہمراہ اپنے لے کر
فروسے میں گئے کہ وہاں سے کوس یا سوا کوس ہے اور وہاں دو مقام

گئی یہ خبر پائندہ خاں کو ہوئی کہ دیگری اور فردوسے میں سید بادشاہ کا لشکر داخل ہوا پھر اس نے اپنے مشیروں سے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر کیا چاہیئے کہ ادہر دیگری اور فردوسے میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب پیادوں کی فوج لے کر آگئے اور ادہر ستھانے میں سید احمد علی صاحب سواروں کے لشکر سے ہیں مشیروں نے عرض کی کہ ہم خان کے فرمانبردار ہیں جو کچھ ہم کو حکم ہو بجا لاویں مگر ہمارے ذہن میں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگ موضع کینزی کے پہاڑ پر بھیجے جاویں کہ غازیوں کی کمک آنے کا رستہ بند ہو جاوے اور ستھانہ کے سواروں کے مقابلے کو عشرے کے میدان میں سوار بھیجے جاویں اور باقی لشکر لے کر دیگری اور فردوسے کی فوج کا مقابلہ آپ کیجئے یہ تمام خبر مخبر والے نے آکر مولانا صاحب کو دی پائندہ خاں کے بھائی مدد خاں نے مولانا صاحب سے عرض کی کہ آپ اسی وقت اپنے لوگ موضع کینڑی کو روانہ کریں کہ اس کو اپنے قبضہ میں کرلیں اور جو پائندہ خاں کے لوگ وہاں آجاویں گے تو پھر ویسا ہی ہوگا جیسا کہ انھوں نے مشورہ کیا ہے مولانا صاحب نے اسی وقت اپنا آدمی بھیج کر دیگری کے غازیوں کو اپنے پاس فردوسے میں بلوالیا اور ان سب سے پکار کر کہا ہم نے تم سب پر ارباب بہرام خاں کو امیر کیا اور ان کے بعد مولوی خیرالدین کو اور ان کے بعد شیخ بلند بخت دیبنی کو اور ان کے بعد امام خاں خیرآبادی کو امیر کیا

اور جب یہ کوئی نہ ہوں تب تم سب کو اختیار ہے جس کو چاہنا اپنا
امیر بنالینا پھر ارباب بہرام خاں اور مولوی خیر الدین اور شیخ بلند بخت
اور امام خاں کو الگ بلا کر فرمایا کہ تم یہاں سے سب لوگوں کو ساتھ لئے
ہوئے مدد خاں کے ہمراہ کینڈی کے پہاڑ پر جاؤ اور جس جگہ مدد خاں
تم کو مقرر کردیں وہاں اپنا بند و بست کر کے ہوشیاری سے جمے رہنا
کل صبح کو تم اُدھر عشرے کو اترنا اور ہم ادھر سے ام کی طرف اترینگے
اور اب سید احمد علی صاحب کو لکھتے ہیں وہ بھی تمہاری مدد کو طرف
عشرے کے آوینگے پھر دعائے خیر کر کے درمیان عصر اور مغرب کے
مدد خاں کے ہمراہ ان کو طرف کینڈی کے روانہ کیا اور ادھر سید احمد علی
صاحب کو لکھا کہ اگلے روز صبح کو آپ سب سواروں اور پیدلوں
سے عشرے کے میدان میں آکر داخل ہوں ادھر آج ہم نے ارباب بہرام
خاں کو امیر کر کے دو سو غازیوں سے کینڈی کے پہاڑ پر بھیجا ہے
کل صبح کو وہ بھی طرف عشرے کے اترینگے اور ہم سب یہاں سے ام کی
طرف اترینگے فقط اس خط کو دیکھتے ہی سید احمد علی صاحب نے کٹبل
سے پیر خاں کو مع جماعت اپنا آدمی بھیج کر بلوا لیا رات کو
اس تدبیر کی خبر پاینده خاں نے کو مخبروں نے پہنچائی اس نے
یہ تمام حال اپنے مشیروں سے بیان کیا کہ تم نے جو ہم کو تدبیر بتائی

بھی وہ تو ہمارے ہاتھ سے جاتی رہی وہاں سید بادشاہ کے لوگوں
نے اپنا دخل کر لیا اب اس کی کیا تدبیر کی جاوے انھوں نے کہا کہ اب
یہ تدبیر ہمارے خیال میں آتی ہے کہ ایک خط سید بادشاہ کو بھیجو اور
ایک مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو اس مضمون کا کہ ہم تمہارے فرمانبردار
ہیں جو کچھ ہم سے آپ کی جناب میں قصور ہوا اللہ آپ معاف ا
کریں اور ہم اپنی گستاخی سے توبہ کرتے ہیں اور آپ سے صلح چاہتے
ہیں اور کل آپ فروسے سے دس یا پانچ آدمی لے کر ادھر بھانڈے میں
تشریف لاویں اور اسی قدر آدمیوں سے میں بھی وہیں واسطے آپ کی
ملاقات کے آکر حاضر ہونگا فقط اور جو تم اس وقت خط بھیجنے میں
تساہل کروگے تو پھر کوئی تدبیر نہ بن پڑیگی اور اس مضمون کا خط ا
ارسال کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ جب یہ خط مولانا صاحب کو پہنچیگا
تو اس کو دیکھ کر جا بجا اپنے لوگوں کو آنے سے روک دیوینگے اور
صبح کو وہ آپ تمہاری ملاقات کو بھانڈے میں آنے کے منتظر رہینگے
اور تم خود صبح کو اپنے سوار و پیادے لے کر کنیڑی کے پہاڑ پر چلو وہاں
سو دو سو جوان کے غازی ہیں ایک ایک کو حملہ کر کے مار لو وہی
لوگ ان کے خاصوں اور معتمدوں میں ہیں جب تم نے ان کو مار لیا تب
تمام لشکر ان کا پراگندہ ہو جاویگا اور تمہارے مقابلے کو نہ آویگا اور

رحمت خاں بہیٹ گلی والا جو یہاں حاضر ہے اس کو اسی وقت کچھ
لوگوں سے یہ کہہ کر بہانڈے میں بھیجدو کر جب مولانا صاحب صبح
کو وہاں آویں تب کسی حکمت عملی سے گرفتار کر لینا اس تدبیر کے
سوا اس وقت اور کوئی تدبیر نہیں ہے اگر یہ فریب چل گیا تو پھر
کیا کہنا ہے اور جو نہ چلا تو پھر جیسا کچھ ہوگا دیکھا جاویگا ۔
پایندہ خاں نے ان کے فریب کو بہت پسند کیا اور اسی وقت رات
ہی کو ایک خط اسی مضمون مذکور کا لکھکر مولانا صاحب کے
پاس اپنے آدمی کے ہاتھ روانہ کیا اور ایک خط اپنے عذر و معذرت
اور تابعداری و اطاعت کا لکھکر سید صاحب کے پاس ارسال
کیا اور رحمت خاں کو اسی وقت چند آدمیوں سے وہی تدبیر مذکور
فہمائش کر کے بہانڈے کو روانہ کیا پھر جب مولانا صاحب کو وہ
خط رات ہی کو پہنچا اس کو پڑھ کر نہایت خوش ہوئے اور اپنے
لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ ہم بھی خدا سے یہی چاہتے ہیں کہ
پایندہ خاں ہم سے موافق ہو جاوے اور جنگ و جدال درمیان میں
نہ ہو تو خوب بات ہے سو ویسا ہی ہوا اور اسی وقت ایک خط اپنا اور وہی
پایندہ خاں کا خط نقل کر کے ارباب بہرام خاں کے پاس روانہ کیا
کہ کل صبح کو وہیں اپنی ہوشیاری سے رہنا نیچے نہ اُترنا جبتک

ہمارا دوسرا خط تمہارے پاس نہ آوے اس لئے کہ پائندہ خاں نے
پیام صلح کا بھیجا ہے اور ہم کو بھی یہی منظور ہے اور اسی مضمون کا ایک
خط سید احمد علی صاحب کو لکھا کہ آپ بھی ستھانے سے ابھی کوچ نہ کریں
جبتک ہمارا دوسرا خط آپ کو نہ پہنچے اور جو شاید کوچ کیا ہو تو وہیں
کو پلٹ جاویں اور وہی پائندہ خاں کا خط بھی نقل کر کے اپنے خط میں
لپیٹ کر ایک آدمی کے ہاتھ روانہ کیا اور وہاں سید احمد علی صاحب نے
موافق مضمون خط اول کے کہ تم صبح کو عشرے کے میدان میں آ کر داخل
ہونا اور اُدھر کیٹرٹی کے پہاڑ سے ارباب بہرام خاں اپنے لوگ لے کر
طرف عشرے کے اتر ینگے اپنے تمام سواروں میں حکم بھجوا دیا تھا کہ
صبح کو سب اپنے اپنے گھوڑے تیار کر کے ہتھیار لگا کے نماز فجر پڑھیں
سو ہم سب نے اسی حکم کے موافق گھوڑے تیار کر کے ہتھیار لگا کے
نماز فجر کی اول وقت پڑھی اور سب ڈیرے ڈنڈے لپیٹ کر سید
اکبر صاحب کے مکان پر رکھ دئے اور آٹھ آدمی کا ایک پہرا وہاں
مقرر کر دیا پھر سید احمد علی صاحب نے سب سواروں اور پیادوں سے
کوچ کیا اور سید اکبر صاحب بھی اپنے چند لوگوں سے ہمراہ لشکر کے ہوئے
جب وہاں سے چلتے چلتے ستھانے کے کھڑے یعنی کمر کوہ کے رستے سے
پار ہو گئے اور عشرہ وہاں سے قریب آدھ کوس یا پون کوس کے رہا
ہم سب نے طرف ام کے دیکھا کہ تمام لشکر پائندہ خاں کا وہاں ام کے

میدان میں جما ہوا کھڑا ہے اس عرصے میں مولانا صاحب کا آدمی
وہی خط لے کر جس کا آگے ذکر ہو چکا ہے سید احمد علی صاحب کے
پاس آیا اور دیا سید احمد علی صاحب ممدوح نے اس کو پڑھا اور اپنے
دل میں بہت متردد ہوئے اور رسالدار عبدالحمید خاں اور سید اکبر صاحب
کو بلایا اور اس خط کو پڑھ کر سنایا اور کہا مولانا صاحب نے اس میں
لکھا ہے کہ تم ستھانے سے ابھی کوچ نہ کرنا جبتک ہمارا دوسرا خط
نہ آوے اور جو کوچ کیا ہو تو پلٹ جانا سو اب تو مناسب یہی ہے
کہ یہاں سے پلٹ چلیں رسالدار اور سید اکبر صاحب نے کہا کہ یہ
پائندہ خاں کا محض فریب ہے اسی نے مولانا صاحب کو دھوکا دیا
ہے کیونکہ لشکر اس کا وہ سامنے ہم کے میدان میں تیار کھڑا ہے سو
یہاں سے پلٹنا تو مناسب نہیں معلوم ہوتا ایسا ہی ہے تو آپ اسی جگہ
ٹھہر جاویں دیکھیں تو آخر کو کیا معاملہ ہوتا ہے سید احمد علی صاحب نے
کہا کہ ہم کو اس بات سے کچھ کام نہیں ہم تو ان کے حکم کے موافق کام
کرینگے دوسرا اکر پھیر سید اکبر صاحب نے کہا کہ سید احمد علی صاحب آپ
کہتے ہیں کہ مولانا صاحب نے ہم کو اس طرح سے لکھا خیر بجا لکھا ہے
ہم آپکے فرماں بردار ہیں اور بہر حال شریک کار ہیں ولیکن پائندہ خاں
کی حیلہ سازی اور فریب بازی سے ہم خوب ماہر ہیں کیونکہ ہمارا اور

اس کا تو ڈنڈہ بنیڈہ ہے اور میں اس کے اس فریب کو کسی اس طرح
بالیقین دیکھتا ہوں جس طرح اپنا ہاتھ دیکھتا ہوں کہ یہ میرا ہاتھ ہے
میرے نزدیک یہی مناسب ہے کہ آپ اسی جگہ ڈیرہ کردیں اور میرے
کہنے کا حال دو چار گھڑی میں بچشم خود دیکھ لیں اور جو میرا کہنا پیش نہ
آوے تو مجکو الزام دیں اور جو آپ کے خیال شریف میں یہی ہے کہ یہاں
سے سٹھانے کو چلیں وا لا امر اطاعت میں فرق آویگا تو بسم اللہ چلیے
ہم آپ کے ہمراہ ہیں مگر انشاء اللہ تعالیٰ کچھ دیر میں آج ہی آپ اس کا
فریب سُن لیوینگے کہ کیا ہوتا ہے سید احمد علی صاحب نے فرمایا کہ بھائی
سید اکبر آپ بجا کہتے ہیں میرے بھی خیال میں یہی بات ہے مگر کیا کروں
امر اطاعت سے ناچار ہوں اور یہ فرما کر وہاں سے گھوڑے کی باگ پھیری
اور سب کو لے کر طرف سٹھانے کے روانہ ہوئے اور وقت ظہر کے جا کر
سٹھانے میں داخل ہوئے اور وہاں سب نے وضو کر کے نماز ظہر پڑھی
اور بعد فراغ نماز کے سب سوار اپنے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کوئی
کھڑے رہے کوئی بیٹھ گئے اور سید احمد علی صاحب اور رسالدار اور سید
اکبر ایک جگہ بیٹھ کر کچھ باتیں کرنے لگے اس میں دو تین گھڑی کا عرصہ
ہوا ہوگا کہ کینڈی کی طرف سے ٹپکا ٹپکی ایک ایک دو دو بندوق کی
آوازیں آنے لگیں سید اکبر صاحب نے سید احمد علی صاحب سے کہا کہ دیکھیے

کینڈی میں لڑائی شروع ہو گئی اور یہی اکثر لوگوں نے اپنے لشکر والوں سے
آکر یہی کہا یہ سُن کر سید احمد علی صاحب نے فرمایا خدا جانے ایک ایک دو
دو بندوقیں کہاں چلتی ہیں کسی کے یہاں لڑکا بالا ہوا ہو وہاں چلتی ہونگی
اگر لڑائی کی بندوقیں ہوتیں تو بار چلتی انھیں باتوں کی رد و بدل آپس
میں دیر تک رہی یہاں تک کہ سب نے نماز عصر کی پڑھی پھر
بندوقیں زیادہ چلنے لگیں رسالدار عبد الحمید خاں نے خفا ہو کر کہا
کہ سید احمد علی صاحب وہاں کینڈی میں لڑائی ہو رہی ہے ہمارے
بھائی لوگ کٹے جاتے ہونگے آپ تو یہاں تشریف رکھئے اب ہم
تو وہیں جاتے ہیں یہ کہہ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور جتنے
سوار تھے سب سوار ہوئے اس وقت سید احمد علی صاحب نے بڑھ
کر رسالدار کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور مولانا صاحب کا وہی خط دکھا
اور فرمایا کہ تم ان کا حکم نہیں مانتے ہو اور اپنی رائے سے کام کرتے ہو
یہ بات اچھی نہیں ہے وہ جھنجھلا کر کہنے لگے کہ سید احمد علی صاحب بڑے
تعجب کی جگہ ہے نہ تو آپ جاتے ہو اور نہ ہم لوگوں کو جانے دیتے ہو
تم جانو ہم بری الذمہ ہیں یہ کہہ کر اپنے گھوڑے سے اُتر پڑے ان کے
ساتھ اور سب سوار اُتر پڑے اور رسالدار اسی طور غصہ میں چپ
چاپ بیٹھے رہے یہاں تک کہ وقت مغرب کا قریب آیا اس عرصے میں لنے

لشکر کے کئی آدمی رسالدار کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس وقت
ایک سوار عشرے کی طرف سے تیز چلا آتا ہے اور پہاڑ کے کھڑے
سے اس طرف نکل آیا ہے خدا جانے کچھ خبر لئے آتا ہے یا کیا بات ہے یہ
بات سنتے ہی رسالدار گھوڑے پر چڑھ بیٹھے اور سب لوگوں سے باآواز
بلند پکار کر کہہ دیا کہ بھائیو ہوشیار اور تیار ہو جاؤ یہ سُن کر سب لوگ
اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور پیادے خبردار ہو گئے اور ہر کوئی
اسی سوار کی طرف دیکھنے لگا کچھ عرصے میں وہ قریب آ پہنچا دیکھا تو
وہ جعفر خاں کے ساتھ کرم خاں تھا اور خچر پر سوار تھا اور دور ہی سے
پکارتے ہوئے آیا کہ جلد تیار ہو کر چلو وہاں غازیوں نے لڑائی پائندہ
خاں کی مار کر عشرہ پر اپنا قبضہ کر لیا اور کوٹلہ بھی لے لیا ہو گا کیونکہ
جب عشرہ لے کر ہمارے لوگ کوٹلہ پر گئے تھے تب مجھکو جعفر خاں نے
ادہر بھیجا اور یہ خچر عشرہ کی لوٹ کا ہے اور سید احمد علی صاحب اور
رسالدار سے کہا کہ جلد چل کر لوگوں میں شامل ہو دیر نہ کرو اتنی خبر
دے کر آپ اسی طرف اسی خچر پر سوار روانہ ہوا اور اس وقت کچھ
بھی دن باقی نہ تھا پھر سید احمد علی صاحب سب سوار پیدل سے جلد
عشرے کو روانہ ہوئے اور ستھانے کے کھڑے سے اس پار نکل کر
نماز مغرب پڑھی اور سید احمد علی اور سید اکبر صاحب عشرے کو روانہ

ہوئے ان کے پیچھے سب فوج ولشکر لئے ہوئے رسالدار عبدالحمید
خاں چلے وقت عشا کے عشرے میں جاکر داخل ہوئے اور وہاں سنا
اپنے لوگوں سے کہ کوٹلہ بھی لے لیا اور ام میں جاکر شیخ ولی محمد صاحب
نے ڈیرہ کیا اور پائندہ خاں ام سے بھاگ کر چھتر بائی کے گھاٹ سے اباسین
اُتر گیا مگر ام کی گڑھی سے ابھی مورچے لگے ہیں اور وہاں جو بندوقیں
جانبین سے چلتی تھیں وہ ہم سب عشرے میں سنتے تھے اور نہایت بیقرار
تھے کہ کسی طرح ہم بھی سب وہاں پہنچیں مگر اباسین کے کنارے کنارے
کا رستہ یعنی کمر کوہ کا رستہ نہایت دشوار اور خوفناک تھا کہ رات
کو سواروں کا جانا اس سے مشکل تھا اسی تردد میں تھے کہ کیا تدبیر
کریں جو ام کو پہنچیں اس میں رسالدار نے کہا کہ سب بھائیو پہلے نماز
عشا کی پڑھ لو پھر جیسا کچھ ہوگا دیکھا جاویگا پھر سب نے نماز پڑھی
بعد فراغ نماز کے سید اکبر صاحب نے سید احمد علی صاحب سے کہا کہ
آپ لوگ بیقرار کس لئے ہیں میرے ساتھ پیادوں کو کہہ دو میں
ام کو روانہ ہوں اور سواروں کے ساتھ تم یہاں رہو سید احمد علی
صاحب نے فرمایا کہ تم نے بات خوب کہی مگر میں بھی تمہارے ساتھ
چلونگا یہ سُن کر رسالدار عبدالحمید خاں نے کہا سید احمد علی صاحب
سے کہا کہ آپ تو کھڑے پیر ہو کر تشریف لیجاوینگے اگر اجازت ہو

تو میں ہیبٹ گلی کے درے ہو کر سواروں کو لے چلوں انھوں نے کہا
کہ رات کو ہیبٹ گلی کے درے ہو کر جانا مناسب نہیں تم اپنی ہوشیاری
سے یہیں رہو ہم وہاں جاکر شیخ ولی محمد صاحب سے کہیں گے پھر جو
کچھ وہ فرماوینگے ویسا ہم تم کو کہلا بھیجینگے انھوں نے کہا کہ خیر یوں
ہی سہی پھر رسالدار تو سواروں کے ساتھ وہیں رہے اور سید احمد علی
صاحب سید اکبر صاحب کے ہمراہ پیر خاں کی جماعت لے کر کہرے کے رستے
سے ام کو روانہ ہوئے پھر اس کے یان چھ گھڑی کے بعد دو آدمی
سید اکبر صاحب کے رسالدار کے پاس آئے اور شیخ صاحب کا حکم
لائے کہ یہاں سے سید احمد علی صاحب نے جاکر شیخ صاحب سے جاکر
عرض کی کہ وہاں عشرے میں رسالدار صاحب بہت بیقرار ہیں کہ تم ہی
کسی طور اپنے سوار لے کر ام کو پہنچیں بلکہ چاہتے تھے کہ ہیبٹ گلی کے درے
سے آویں میں نے ان کو روکا سو جیسا آپ فرماویں ویسا میں ان کو
کہلا بھیجوں یہ سن کر شیخ صاحب نے فرمایا کہ ان کو کہلا بھیجو کہ صبح
کی پڑھ کر جدھر سے چاہیں چلے آویں ان کو اختیار ہے اس وقت رات
کو آنے کی کچھ ضرورت نہیں ہم لوگ یہاں فضل الٰہی سے ساتھ خیر و
عافیت کے ہیں کسی بات کا اندیشہ اور خطرہ نہیں ہے تب ہم
کو سید احمد علی صاحب نے یہ حکم دے کر تمہارے پاس بھیجا سو

تم لعد نماز فجر کے یہاں سے کوچ کرنا یہ حکم سنا کر وہ دونوں
اسی وقت بھیرام کو چلے گئے پھر ہم سب سوار رسالدار کے
ساتھ رات بھر کمریں باندھے ہوشیاری سے اپنے اپنے گھوڑے
کی باگ ڈور پکڑے ہوئے بیٹھے رہے اور ادہرام کی گڑہی میں
ایک ایک دو دو بندوقیں رات بھر چلتی رہیں پھر نماز فجر کی پڑھ کر
رسالدار نے ہم سب سواروں کو لے کر کوچ کیا اور کھڑے
پر آئے اس طرح کا وہ تنگ رستہ تھا کہ مجال نہ تھی گھوڑے پر
سوار ہو کر کوئی شخص اس سے گذر جاوے بائیں طرف تو سیدھا پہاڑ
گویا آسمان سے لگا ہے اور داہنی طرف بانسوں نیچے اباسین اگر
خدانا خواستہ وہاں سے لغزش کھا کر کوئی گھوڑا یا سوار گرے تو نیچے
جاتے جاتے رستہ ہی میں پتھروں کی ٹکروں سے پارہ پارہ ہو جاوے
اور مردہ ہو کر اباسین میں آوے الغرض پھر تمام سوار اپنے گھوڑوں
سے اُترے اور گھوڑے کی باگ ڈور پکڑ کر ایک ایک آگے پیچھے چلنے
لگے پان چھ گھڑی میں سب کھڑے سے سلامت پار ہوئے پھر وہاں
سے گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے مع الخیر ام میں جا پہنچے اور
مولانا صاحب سے ملے اور اس وقت تمام تک ام کی گڑہی خالی
نہیں ہوئی تھی پھر لعد تھوڑی دیر کے گڑہی والوں نے چار رہائی

اور امن مانگی پھر مولانا صاحب نے شیخ ولی محمد صاحب اور
شیخ بلند بخت کو آٹھ آدمیوں سے ان کے پاس بھیجا اور وہ سب
آدمی جماعت خاص کے تھے پھر وہ وہاں گئے اور ان سے پوچھا
کہ تم کیا کہتے ہو انھوں نے کہا کہ ہم امن چاہتے ہیں کہ اپنا اسباب
اور اپنے ہتیار لے کر سلامت نکل جاویں شیخ ولی محمد صاحب نے
مولانا صاحب سے آکر ان کا سوال عرض کیا مولانا صاحب نے فرمایا
کہ ان سے کہو کہ جو تمہارا خاص مال و اسباب ہو اور جو تمہارے
اپنے ہتیار ہوں تم کو ہم نے امن دی وہ لے کر باہر نکل آؤ اور جو
مال و اسباب یا ہتیار سرکاری ہو وہ گڑہی میں رہنے دو اگر اس میں
سے کچھ لیجاؤ گے تو مجرم ہوگے مگر ان کو گڑہی سے نکال کر دریا کے
پار اتار دینا پھر شیخ صاحب نے یہی بات جاکر ان سے کہی کہ تم کو امن
ہے تم اپنے ہتیار لے کر نکل آؤ اُنھوں نے کہا تمہارا فرمانا ہم کو
منظور ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم سید بادشاہ کے لوگ بدعہدی
نہیں کرو گے مگر بات یہ ہے کہ تم بھی آؤ اور مولانا صاحب کو بھی
بلاؤ پھر ہم دروازہ کھولیں اور دروازہ گڑہی کا انھوں نے بند
کرکے چن لیا تھا پھر شیخ صاحب نے جاکر یہ حال مولانا صاحب سے
عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں اُنھوں نے کہا کہ بہتر ہے چلو شیخ ولی محمد صاحب

اور مولانا صاحب گڑہی کے دروازے پر گئے جو گڑہی کے پھاٹک میں کھڑکی
تھی اُنھوں نے وہ چنی ہوئی دیوار توڑ کر کھڑکی بھر کا رستہ کیا پھر
دونوں صاحب گڑہی کے اندر گئے وہاں دیکھا کہ سب لوگ اپنا اپنا
اسباب لئے اور ہتیار باندہے ہوئے تیار کھڑے ہیں مگر سب ہراساں
ہیں مولانا صاحب اور شیخ ولی محمد صاحب نے ان کو تسلی دی کہ اب تم
سے ہمارا کوئی غازی مزاحم نہ ہوگا انھوں نے کہا کہ ہماری محافظت کو
آپ چند غازی ادہر کھڑے کر دیں پھر ہم نکلیں مولانا صاحب نے چند غازی
کھڑے کر دئے وہ تولی قریب دوسو کے تھے پھر وہ سب نکلے پھر ان کو
دریا پر لے گئے اور دو یار ناؤ پر سوار کروا کر اباسین کے پار اُتار دیا پھر
وہاں سے آکر واسطے بندوبست گڑہی کے شیخ ولی محمد صاحب اور شیخ بلند بخت
اور میاں الہی بخش رامپوری اور میاں عبدالقیوم اور نظام الدین اولیاء
اور دو تین آدمی اور گڑہی کے اندر گئے وہاں کچھ گولی بارود تھی اور کچھ
غلّہ تھا اور چار پائیاں تھیں پھر شیخ ولی محمد صاحب نے مولانا صاحب کو
بلوا بھیجا کہ اب آپ یہاں تشریف لادیں پھر مولانا صاحب سب لوگوں
سے گڑہی کے اندر گئے یہ تو حال یہاں تک ہو چکا اب شروع سے اس
لڑائی کا حال سنا چاہئے وہ یہ ہے کہ پائندہ خاں نے رتب گذشتہ
میں فریب کر کے مصالحت کی درخواست کا خط مولانا صاحب کے

کے پاس فروسہ میں بھیجا تھا کہ ادہر سے مولانا صاحب آٹھ دس
آدمیوں سے بھانڈے میں صبح کچھ دن چڑہے تشریف لاویں اور ادہر
سے اسی قدر آدمی لے کر میں وہیں بھانڈے میں آؤنگا اور ملاقات
کرونگا سو اسی خط کے موافق مولانا صاحب نے وقت موعود پر لئے ہی
آدمی لے کر فروسہ سے قصد بھانڈے کا کیا شیخ ولی محمد صاحب اور
قاضی جان صاحب نے مولانا صاحب سے کہا کہ ہم تو اس قدر تھوڑے
لوگوں سے آپ کو نہ جانے دینگے اس لئے کہ پائندہ خاں فریبی اور دغاباز
شخص ہے اُس کے لکھنے کا کیا اعتماد شاید اس میں کچھ فریب ہو اگر ایسا
ہی آپ کو منظور ہے کہ بھانڈے کو جاویں تو ابھی کچھ دیر آپ یہاں توقف
کریں جب پائندہ خاں خود اپنے وعدے کے موافق آوے تب آپ بھی
وہاں تشریف لے جاویں اور اگر آپ لے گئے اُس کے کے جاوینگے تو
ہم سب لوگ آپ کے ہمراہ رکاب چلینگے سو مولانا صاحب تو فروسہ میں
اس طرح رُکے اور ادہر ام کے میدان میں پائندہ خاں اپنا تمام لشکر
لئے ہوئے تیار کھڑا تھا اور موافق اپنی رات کی مشورت کے کیرڑی کے
غازیوں پر جانے کا ارادہ رکھتا تھا اس عرصے میں سید احمد علی صاحب
کے سواروں کا لشکر ستھانے کی گڑہی یعنی کمرہ کوہ سے اُتر کر نمودار
ہوا اور ستھانے سے لشکر آنے کا سبب یہ ہوا کہ سید احمد علی صاحب
کو دوسرا خط مولانا صاحب کا کوچ کی ممانعت کا نہ پہنچا

تھا سو پائندہ خاں لشکر اپنے دل میں متردد ہوا کہ شاید رات
کا فریب نہ چلا وہ اسی پس و پیش میں تھا کہ ادہر مولانا صاحب
کا وہی خط مذکور سید احمد علی صاحب کے پاس آیا اس کو پڑہ کر سید
صاحب ممدوح مع لشکر ستھانے کو پھرے اس کا حال مفصل آگے
بیان ہو چکا ہے سو پائندہ خاں نے امب سے دیکھا کہ لشکر سواروں
کا طرف ستھانے کے پلٹ گیا اس کو یقین ہوا کہ بیشک میرا فریب مولانا
صاحب کو اثر کر گیا شاید کہ ان کا خط واسطے ممانعت کے اسی میدان
میں آیا ہے اسی جہت سے لشکر پلٹ گیا پھر وہ خوش ہو کر اپنے لوگوں
سے کہنے لگا کہ بھائیو یہی موقع ہے اب کیا دیکھتے ہو گھوڑوں کی باگیں
اٹھاؤ اور عشرے کو چلو یہ کہہ کر اس نے اپنا گھوڑا آگے بڑہایا اور
چلا اور تمام سوار و پیادے اس کے پیچھے ہوئے اور تمام سوار و پیادے
قلمی نوکر اس کے کچھ کم ہزار تھے دو سو تو سوار باقی پیادے اور جو
اطراف اور جوانب کے اس روز کمکی لوگ آئے ہوں ان کا حال
نہیں معلوم اور سواروں کے ساتھ تین ضرب زنبورک اونٹوں پر
تھے اور گھوڑے پر ایک نقارہ پھر عشرے کی گڑہی اتر کر عشرے
کے جنوب کی طرف میدان میں سوار آئے اور پیادے عشرے میں گئے
اور عشر لستاہی پہاڑ کی چڑہائی پر اس طور سے ہے کہ نیچے والوں کا

جو کوٹھا ہے وہی اوپر والوں کا صحن ہے تلے اوپر تلے اوپر بستی بھر کے مکان ہیں اس وقت غازیوں نے جو کینڑی کے پہاڑ پر تھے ان کے نشان دیکھے اور عشرے کی چھتوں پر جو دیکھا تو نرے آدمی ہی آدمی نظر آئے تب انھوں نے پائندہ خاں کے بھائی مدو خاں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ عشرے کے میدان میں نرے سوار ہی سوار نظر آتے ہیں اور بستی کے کوٹھوں پر تمام پیادوں کا ہجوم ہے اور مولانا صاحب نے ہم لوگوں کو لکھ بھیجا ہے کہ پائندہ خاں ہم سے صلح چاہتا ہے اور یہاں تو تمام جنگی لشکر چڑھا لیا ہے یہ کیسا صلح ہے مدو خاں نے کہا کہ یہ تو خان نے مولانا صاحب سے فریب کیا ہے تم سب لوگ ہوشیار ہو گھڑی ساعت میں لڑائی ہوئی چاہتی ہے اور اس وقت ہم لوگوں میں سے کوئی تو ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور کوئی وضو کرتا تھا اور کوئی مکئی بھون رہا تھا اور کوئی کچی مکئی چاب رہا تھا اس لئے کہ اس دن ہم لوگوں کو آٹا نہیں ملا تھا مدو خاں سے یہ بات سن کر سب نے مکئی بھونی اور چابنی موقوف کی اور جلد نماز ظہر سے فراغت کر کے اپنے اپنے ہتیار لے کر سب کھڑے ہو گئے کہ دیکھا چاہیئے کہ کیا معاملہ ہوا اس عرصے میں دفعتہً ان کا نقارہ بجا اور تمام لشکر ان کا عشرے سے نیچے اُترنے لگا ایک نالہ تھا اس میں آیا اور وہاں سے اس کے چار غول ہوئے کینڑی کے

کے غازیوں کی داہنی طرف ایک بلند پہاڑ تھا ایک غول اُن
میں سے اس پر چڑھنے لگا مدد خاں اور رسول خاں تتولی نے
ارباب بہرام خان سے کہا کہ ایسا نہ ہو یہ غول اس پہاڑ کی چوٹی پکڑ
لے تو ہم لوگوں کو یہاں ٹھہرنا دُشوار ہو جاویگا ہم کو اجازت ہو تو ہم
پندرہ بیس آدمی لے کر اس پہاڑ کے سر پر جاویں اور ان کو روکیں
انھوں نے کہا بسم اللہ جلد جاؤ پھر مدد خاں اور رسول خاں پندرہ
بیس غازیوں سے اس پہاڑ کی چوٹی پر گئے اور اس غول کو روکا اور
ان کے دو غول ہوئے ایک غول فروسہ کی طرف جدہر سے مولانا
صاحب کی آمد تھی جا کر کھڑا ہوا اور دوسرا غول سواروں کا تھانے
کے رستے کو روک کر کھڑا ہوا جدہر سے سید احمد علی صاحب کے لشکر آنے
کا رستہ تھا اور تین غول ان کے پیادوں کے غازیوں کی طرف چیخیں
مارتے اور ہلہ کرتے ہوئے چلے اِدہر سے غازیوں نے ان کو ڈانٹا اور
للکار کر کہا کہ خبردار آگے قدم نہ بڑھانا مگر وہ کب سنتی تھے گالیاں
دیتے ہوئے پہاڑ سے پلٹ گئے اور بندوقیں مارنے لگے ادہر ارباب بہرام
خاں نے اپنے غازیوں سے کہا کہ بھائیو دیکھتے ہو تکبیر کہہ کر تم بھی بندوقیں
مارو یہ حکم سُن کر جماعت خاص کے غازیوں نے جو صبغۃ اللہ نشان
کے پاس تھے تکبیر کہہ کر پہلی باڑ بندوقوں کی انھوں نے ماری پھر اور

غازی مارنے لگے اور وہ لوگ پہاڑ کی چڑھائی پر تھے اور غازی
پہاڑ کے سر پر برابر میدان میں تھے اور وہ اسی طور سے حملہ کرتے اور
بندوقیں مارتے ہوئے بیدھڑک چڑھتے چلے آتے تھے اس عرصے میں
ہمارے چھ غازی شہید ہوئے ایک سید ظہور اللہ بنگالی دوسرے
فیض الدین بنگالی تیسرے حاجی عبداللہ رامپوری چوتھے سید دلاور علی
اور دو غازیوں کے نام یاد نہیں اور وہ یہاں تک قریب آپہنچے تھے کہ
سید دلاور علی کے گولی لگی اور وہ گرے تو انھوں نے ادہر سے پیر
پکڑے اور ادہر سے غازی نے ہاتھ پکڑے اور دونوں جانب سے
کشاکش ہونے لگی اس میں امام خاں خیرآبادی نے بائیں طرف جاکر
ایک بندوق ان پر سر کی اس کے ساتھ ہی اُدہر سے ایک نے گولی ماری
وہ امام خاں کی کنپٹی میں لگی وہ اسی جگہ شہید ہوئے اور میاں عبدالقیوم
صاحب اس جگہ بندوق لگا رہے تھے پھر اپنے غازیوں نے سید دلاور علی
کی لاش کو ان سے چھڑالیا جب امام خاں شہید ہوئے تب غازی لوگ
گھبرائے کہ لڑائی سخت پڑی وہ نشیب میں ہیں ہماری بندوق کام نہیں
کرتی اور یہاں میدان میں ہم ان کے نشانہ میں ہیں تھم بعضے بعضے صاحب کہنے لگے
کہ پیچھے ہٹ کر ان کو میدان دو کہ وہ اوپر آویں پھر تلوار پکڑ کر جس
کو اللہ تعالیٰ فتح دیوے وہ لیوے اور اس طرح مفت میں اپنے لوگ
ضائع ہوتے ہیں اس عرصے میں شیخ بلند بخت دینی نے ارباب بہرام

خاں سے کہا کہ خاں صاحب تم تو نشاں اسی جگہ سے نہ ہٹاؤ
اور سب کو لئے ہوئے اسی جگہ جمے رہو اور مجکو اجازت دو تو
میں جو کچھ اس کی تدبیر بنے سو کروں اُنھوں نے کہا بسم اللہ
آپ کو اجازت ہے پھر جلد شیخ بلند بخت کئی بہیلوں سے چند غازی
اپنے ساتھ لے کر مولوی خیرالدین صاحب شیرکوٹی کے پاس گئے اور
ان کا مورچہ بائیں طرف تھا اور ان سے کہا کہ لڑائی تو بگڑ گئی اور
امام خاں شہید ہوئے اب ایک یہ تدبیر میرے خیال میں آئی ہے
کہ اتنے آدمی میں لایا ہوں اور آپ اپنے سب آدمیوں سے میرے
آگے ہوں اور نیچے اُتر کر ان کی کمر ماریں مولوی صاحب نے فرمایا کہ
بسم اللہ چلو تدبیر خوب ہے پھر مولوی صاحب اپنے مورچے کے سب
لوگ لے کر آگے ہوئے اور شیخ بلند بخت ان کے پیچھے جیسے نیچے اُتر
کر تنولیوں کی کمر پر پہنچے اس عرصہ میں نیچے نالے میں قرابین چلی
اپنے لوگ دیکھنے لگے کہ قرابین کہاں چلی دیکھا تو معلوم ہوا کہ اپنے
قندہاریوں کا نشان آپہنچا اور سب قندہاری پائندہ خاں کے سواروں
کے پیچھے ننگی تلواریں لئے ہوئے چلے جاتے ہیں اور ہم لوگوں کو دیکھ کر
اُنھوں نے کپڑا ہلایا اور اشارہ کیا کہ تم بھی جلد اُتر کر ہمارے نزدیک
ہوا اور عرصے میں پائندہ خاں اپنے لوگوں کو للکار للکار کر لڑا رہا تھا اس نے اپنے

سواروں کو دیکھا کہ بدحواس بھاگے آتے ہیں اور قندہاری اُن کے
تعاقب میں ہیں دفعتہً آپ ہی بھاگا اس میں ادہر سے مولوی خیرالدین
صاحب اور شیخ بلند بخت کے لوگوں نے تولیوں کی کمر پر ایک یا لڑ ماری
اور ان کا پیچھا کیا اور وہ بھاگے اور اس کے ساتھ ہی ادہر سے ارباب
بہرام خاں اپنے لوگوں سے ہلہ کر کے دوڑے پھر تو بہ لے لے تولیوں
پر پڑی کہ ان کو ہتیار سنبھالنے دشوار ہو گئے اور بھاگنا پڑا بھاگتے
جاتے تھے اور اپنی بولی میں کہتے جاتے تھے کہ خان چل گئے اور کوئی کہتے
تھے خان تنگئے رے اور کوئی کہتے تھے کہ خان گئے رے خان گئے رے
اور ان تینوں لفظوں کے معنی یہ ہیں کہ خان چلا گیا اور اس کہنے سے
ان کی غرض یہ تھی کہ جو لوگ اپنے جا بجا جھاڑیوں اور تھیروں کی آڑ
میں دبلے ہوں ان کو خبر ہو جاوے اور بھی چل دیویں اور پاتیدہ خاں
کے ہمراہ عظیم نام ایک نائی بندوق (چلانے میں) بڑا اُستاد تھا کہ اکثر گولی اس
کی خطا نہیں کرتی تھی جب پاتیدہ خاں ام سے عشرے میں آیا تھا تب
اس نائی نے کہا تھا کہ خان آج پچیس گن کر پچیس گولیاں دیویں اور
پچیس ہی غازی گن کر مجھ سے لیویں اور ہمارے جو غازی اس کے
مورچے کے مقابلے شہید اور زخمی ہوئے سو اسی کی گولیوں سے ہوئے
اس نے اس وقت ایک جگہ پاندہ رکھی تھی جو غازی اس جگہ سے نکلتا وہ

گولی سے گرا دیا تھا جبکہ تنولیوں کی لڑائی بگڑ گئی اور شکست فاحش
کھا بھاگے اور پہاڑ پر سے لئے سب غازیوں نے ہلہ کرکے ان کا پیچھا
کیا اور مدد خاں بھی جس پہاڑ پر تھے وہ بھی اپنے لوگوں سے سب
غازیوں میں آملے تب وہ نائی بھی سب تنولیوں کے ساتھ بھاگا
اور ایک غازی نے اس کا تعاقب کیا دامن کوہ میں ایک کھیت کے
کنارے خار بندی تھی اور وہ نائی کشادہ پائچوں کا پاجامہ پہنے
تھا ایک خار دار لکڑی اس کے پاجامہ میں اُلجھ گئی وہ اوندھا گر
پڑا اوپر سے اس غازی نے چار پانچ تلواریں مار کر اس کو دہیں مردار
کیا اور اس وقت یہ حال تھا کہ غازی اور پاینده خاں کے تنولی اس
طرح رَل مِل گئے آپس میں کہ اپنے بیگانے کی تمیز نہ رہی جو ہمارے غازی بھائی
ان سے پوچھتے کہ تم پاینده خاں کے لشکر کے ہو تو وہ خوف جان سے
کہتے کہ ہم تو مدد خاں کے ہمراہی تمہارے شریک ہیں غازی لوگ کہتے کہ
جو مدد خاں کے ہمراہی ہو تو تکبیر کہو والا کوئی غازی دھوکے سے مار ڈالے گا
پھر غازیوں کے ساتھ وہ بھی تکبیر کہنے لگے اور یہ ان لوگوں کا مذکور ہے
جو اپنے لشکر کے ساتھ بھاگنے نہ پائے اچانک غازیوں کے گھیرے میں پڑ گئے
تھے پھر تمام غازی پہاڑ سے اُتر کر عشرے کے نالے میں آئے اور جو کچھ دیر
ٹھہرے کہ اگلے پچھلے لوگ وہاں اکٹھا ہوں اس عرصے میں شیخ ولی محمد صاحب

اور قاضی حبان صاحب اور مولوی نصیر الدین صاحب منگلوری قندہاریوں
اور پنجابیوں کو لئے چلے آتے تھے اور ادہر نالے سے اوپر چڑھ کر تمام یہ غازی
بھی اُنھیں میں جا ملے جو باینده خاں کے لوگ غازیوں میں رلے ملے تھے
وہ فرصت پاکر عشترے کے گھروں میں جا بجا چھپ گئے اور عشترے کے
پہاڑ کے سر پر ایک گڑہی تھی وہاں کے لوگ اس کو کوٹلہ کہتے تھے اس
میں کے لوگ غازیوں پر بندوقیں مارنے لگے شیخ ولی محمد صاحب نے
غازیوں سے کہا کہ بھائیو اب کیا کہتے ہو حملہ کر کے کوٹلا بھی خالی کر لو
فراغت ہو یہ سُن کر سب غازیوں نے تکبیر کہہ کر نشان اُٹھائے اور
حملہ کر کے کوٹلے پر چلے اور ادہر سے بندوقیں چلنے لگیں اور گولیاں آنے
لگیں مگر غازی لوگ اصلا خیال میں نہیں لاتے تھے اور مانند شیروں کے
چلے جاتے تھے جب بہت قریب اس کے پہنچے تب اس میں کے لوگ دیواریں
پھاند کر بھاگنے لگے اس میں نشان غازیوں کا اس کے برج میں داخل
ہوا اور چند لوگ معذور بڈہے مریض وغیرہ جو دیوار نہ کود سکے اُنھوں
نے امن چاہی ان کو امن دے کر سلامت نکال دیا اور اس گڑہی کی
گولیوں سے کئی آدمی زخمی ہوئے سب کے پہلے ایک تو میاں خدا بخش
رامپوری زخمی ہوئے ان کی پنڈلی میں گولی لگی اور دوسرے حافظ صابر
تھانوی کہ ان کے ہاتھ کے گٹے میں گولی لگی اور تیسرے عبد القادر نگانوی
ان کے مونڈھے پر گولی لگی اور جو سوا ان کے زخمی ہوئے ان کے نام یاد

ہنیں مگر شہید کوئی نہیں ہوا پھر ایک نشان کوٹلے میں چھوڑ کر
شیخ ولی محمد صاحب تمام غازی لے کر پہاڑ ہی پہاڑ ام کو روانہ ہوئے
ام وہاں سے قریب آدہ کوس کے ہے پھر جب اس پہاڑ سے سب
غازیوں کو لے کر اُترے اُدہر ام سے پائندہ خاں نے دیکھا کہ لشکر
آپہنچا ام چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور شیخ صاحب سب کو لے کر ام میں
جا کر داخل ہوئے اور اس پر اپنا قبضہ کیا اور وہیں سب نے نماز مغرب
پڑہی اس عرصے میں مدد خاں اور سربلند خاں تنولی کے لوگوں نے
گھروں میں وہاں کے آگ لگادی شیخ ولی محمد صاحب ان پر خفا ہوئے کہ
یہ کیا تم نے سکھوں کا طریقہ اختیار کیا بڑے ظلم کی بات ہے مسلمانوں کو
ایسا نہ چاہئے پھر اسی وقت لوگوں کو بھیجکر وہ آگ بجھوادی پھر عشا کے
وقت سید احمد علی صاحب کی خبر آئی کہ سب سواروں اور پیادوں سے
عشرے میں داخل ہوئے شیخ ولی محمد صاحب نے آدمی یہ پیام دے کر بھیجا
کہ ہم یہاں خیر و عافیت سے ہیں۔ تم رات بھر وہیں رہو یہاں رات کو
تمہارا آنا کچھ ضرورت ہنیں اور اسی وقت شیخ صاحب نے ایک عرضی حضرت
امیر المومنین کے پاس فتح خاں کی خوشخبری کی چینی میں آدمی کے ہاتھ
بھیجی حضرت نے ایک جوڑا انعام میں اس کو عنایت کیا اور ایک خط اسی
مضمون کا مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو دوسرے آدمی کے فروسے میں بھیجا
اور اس میں یہ لکھا کہ آپ رات کو ادہر آنے کا ارادہ نہ کریں یہاں

سب طرح سے فضل الٰہی ہے پھر صبح کو سورج کے طلوع ہوتے ہی
فروسے سے مولانا صاحب اپنے آدمیوں سے آکرام میں داخل ہوئے
اور تب تک ام کی گڑہی میں بندوقیں چل ہی رہی تھیں پھر گڑہی والوں
نے چادر ہلائی اور امن چاہی پھر مولانا صاحب نے ان کو امن دے
کر سلامت دریا کے پار اتروا دیا اور گڑہی پر اپنا قبضہ کیا اس کا
مفصل حال آگے بیان ہو چکا ہے انتہی اور **شیخ ولی محمد صاحب**
کا آنا فروسے سے عشرے میں اس طور سے ہوا شیخ ولی محمد
صاحب کی زبانی سن کر میں بیان کرتا ہوں کہ وہ فرماتے ہیں کہ
جب کینڑی کے پہاڑ پر بندوقیں چلنے لگیں اس وقت میں نے مولانا
محمد اسمٰعیل صاحب سے کہا کہ بندوقیں کینڑی کی طرف چلتی ہیں شاید
وہاں لڑائی شروع ہو گئی آپ اگر فرماویں تو میں لوگوں کو لے کر ادہر
روانہ ہوں اور خود مجکو بھی حضرت کی طرف سے اجازت تھی کہ جو بات
مولانا صاحب کے خیال میں نہ آوے اور تمہاری سمجھ میں آوے تو
اس کے نہ کرنے کا تم کو اختیار ہے سو مولانا صاحب نے فرمایا کہ
تنولیوں کی عادت ہے کہ بندوقیں یوں ہی چلایا کرتے ہیں اور
وہاں لڑائی کیونکر ہو گی پائندہ خاں نے تم کو مصالحت کا خط لکھا
ہے پھر میں نے ان سے کہا کہ دیکھئے تو اسی پہاڑ پر بندوقیں چلتی ہیں جہاں

ہمارے غازی ہیں مگر مولانا صاحب نے نہ مانا تب میں قاضی جان
صاحب کو ساتھ لے کر قریہ سے نیچے آیا مولوی لفیرالدین صاحب
کے پاس کہ وہ پچاس ساٹھ پنجابیوں کو لئے ہوئے وہاں ٹکے تھے
اور قندہاری بھی وہیں اترے ہوئے تھے پھر مولوی لفیرالدین صاحب
سے میں نے کہا کہ چلو معلوم ہوتا ہے کہ کینڑی کے پہاڑ پر لڑائی کی
بندوقیں چلتی ہیں انھوں نے کہا کہ ہم تو سب تیار ہیں فقط حکم کے
منتظر تھے پھر میں وہاں سے سب کو لے کر طرف کینڑی کے روانہ ہوا
چلتے جاتے جب کینڑی کے پہاڑ کے تلے پہنچے اور دیکھا کہ لڑائی ہو رہی
ہے اور غازی لوگ اور تنولی آپس میں گٹ پٹ ہیں وہاں سے میں
جو کچھ آگے بڑھا تو دیکھا کہ پاینده خاں کے سوار رستہ روکے کھڑے ہیں
ادہر سے ہمارے قندہاریوں نے کئی قرابینیں ماریں اور ان پر حملہ کیا
وہ بھاگے عشرے کے میدان میں پاینده خاں تھا سواروں کو بھاگتے
دیکھ کر وہ بھی بھاگا اس عرصے میں کینڑی کے پہاڑ پر ایک بار تڑ
بندوقوں کی چلی تنولی شکست کھا کر بھاگے اور ہم لوگ عشرے میں
جاکر داخل ہوئے اور وہیں کینڑی کے پہاڑ والے غازی بھی آ ملے اتنی

اور باقی قصہ اس کا یہ ہے کہ جب گڑھی امب کی خالی ہوئی اور
مولانا محمد اسمٰعیل صاحب غازیوں کو لے کر گڑھی میں داخل ہوئے پھر
کچھ دیر کے بعد زبانی ملکیوں کے تواتر خبر آئی کہ چیتر بائی کی گڑھی

خالی پڑی ہے اور اس کے خالی ہونے کا سبب یہ ہوا کہ جب پایندہ خاں یہاں سے بھاگ کر چھتر بائی میں گیا اور وہاں جا کر ٹھہرا اور اس کو معتبر خبر پہونچی کہ غازیوں کا لشکر امب میں داخل ہو گیا اور گڑہی پر انھوں نے مورچے لگا دئے تب وہ بدحواس ہو کر وہاں سے بھی بھاگا۔ اس کے ساتھ مارے خوف کے چھتر بائی والے بھی فرار کر گئے کہ ایسا نہ ہو کہ غازیوں کا لشکر یہاں بھی آ پہنچے یہ خبر فرحت اثر سن کر مولانا صاحب نے اسی وقت عبدالحمید خاں رسالدار سے فرمایا کہ تم جلد اپنے اپنے سواروں کو لے کر چھتر بائی کو روانہ ہو تمہارے پیچھے کچھ دیر میں ہم بھی آتے ہیں یہ حکم سن کر رسالدار ممدوح تو اپنے سواروں کو لے کر ادہر کو روانہ ہوئے اور ادہر مولانا صاحب نے شیخ ولی محمد صاحب کو فرمایا کہ تم یہیں امب میں اپنی ہوشیاری سے اور ساتھ بندوبست کے رہو ہم بھی وہیں جا وینگے اور یہاں کے جو رعایا لوگ اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں جو غلہ ان کے گھروں میں ہو وہ سب وہاں سے گڑہی میں منگوا لینا اور اسی کو موافق دستور کے لوگوں میں تقسیم کیا کرنا اور جو لوگ اپنے زخمی ہیں ان کو عشرے میں بھجوا دینا وہیں ان کا معالجہ ہوگا اس عرصے میں کسی نے آکر کہا کہ اباسین کے کنارے پانی میں گاڑی کے پہئے نظر آتے ہیں شاید کہ پایندہ خاں توپ ڈال گیا ہے مولانا صاحب نے فرمایا لوگوں سے کہ اس کو جا کر نکالو دیکھو

تو کیا ہے پھر لوگوں نے جاکر اس کو پانی سے باہر نکالا وہ چھوٹی سی
لوہے کی توپ تھی پھر وہاں سے کھینچ کر انھوں نے اس کو گڑہی کے دروازے
پر کھڑا کر دیا پھر مولانا صاحب لوگ لے کر چہتر بائی کو روانہ ہوئے اور
چہتر بائی کی گڑہی یعنی کمرکوہ پر پہنچے وہاں رسالدار عبدالحمید خاں اپنے ا
سواروں کو ایک ایک دو دو کر کے اتروار ہے تھے اور وہاں سے چہتر بائی
کی گڑہی نظر آتی تھی لوگوں نے جو دیکھا تو اس میں آدمی ہونے لگے اور ایک
مخبر نے آکر خبر دی کہ گڑہی چہتر بائی کی خالی پڑی تھی جب تمہارا لشکر وہاں
نہ گیا تب پھر پایندہ خاں کے لوگ آکر داخل ہوئے اور اس گڑہی کے
دو رستے تھے ایک اوپر کا اور ایک نیچے کا اوپر والے رستے میں سوار اترے
تھے مولانا صاحب نیچے کے رستے سے اپنے پیادوں کو اتار لے گئے اور
گڑہی سے نیچے اتر کر نشیب میں ڈیرہ کیا اور وہاں سے گڑہی چہتر بائی
کی اتنی دُور تھی کہ وہاں کی گولی مولانا صاحب کے ڈیروں میں ٹھنڈی گرتی
تھی اور اس گڑہی کا دروازہ ہمارے ڈیروں کے سامنے تھا پھر ڈیرے
کرنے کے بعد مولانا صاحب نے جاکر تین طرف اس گڑہی کے مورچے لگائے
اور ہم لوگوں کے ڈیرے چہتر بائی سے جنوب طرف تھے اور چہتر بائی
ہمارے ڈیروں سے جانب شمال تھے پھر دونوں جانب سے بندوقیں

چلنے لگیں اور لڑائی شروع ہو گئی اور ہمارے موریوں سے اس گڑھی کا رستہ ایسا ایچ پیچ کا تھا کہ کچھ قابو نہیں چلتا تھا کہ اس پر حملہ کرکے فتحیاب ہوں اور نہ اپنی گولیاں وہاں کام کرتی تھیں غرضکہ وہ گڑھی بہت سخت اور بے موقع تھی پھر مولانا صاحب نے وہی اپنی توپ لانے کو جس کا آگے ذکر ہو چکا ہے آدمی بھیجے کہ جلدام سے جاکر لاویں وہ لوگ اسی روز تین چار گھڑی دن چڑھے وہ توپ لائے پھر اس توپ کا گولہ چلنے لگا دس بارہ گولے چلائے گئے مگر کوئی موقع پر نہ لگا اور لڑائی جم گئی وہاں سے مورچے ہٹانے بھی مناسب نہ ہوئے اور وہاں سے لڑنا بھی بے فائدہ ہوا پھر مولانا صاحب نے حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کو لکھا کہ یہاں ایسا ایسا حال ہے آپ جلد چنئی سے کوچ کرکے ام میں تشریف لاویں تو اس امر کی کچھ تدبیر فرماویں پھر جو یار محمد خاں کے لشکر سے غنیمت میں دس گیارہ خچر آئے تھے ان میں جو ایک خچر زیادہ تیز خرام تھا اگلے روز اس پر سوار ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ چنئی سے عشرے کے گورستان میں جہاں ہمارے غازی لوگ دفن تھے تشریف لائے اور وہاں واسطے ان کے دعا کی پھر وہاں سے کینڑی کے پہاڑ پر گئے جہاں لڑائی ہوئی تھی اور اپنے لوگ زخمی اور شہید ہوئے تھے اس جگہ کو دیکھ کر پھر عشرے میں زخمیوں کے پاس آئے اور ان کی تسلی

کی اور حال ان کا پوچھا بلکہ جو میاں خدابخش رامپوری کی پنڈلی
میں گولی کا زخم تھا اس پر اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا کہ انشاء
اللہ تعالیٰ تمہارا پاؤں جیسا تھا ویسا ہی درست ہو جاویگا کچھ نقصان
باقی نہ رہے گا پھر آپ اُسی تخیر پر سوار ہو کر مع الخیر روانہ ہوئے اور
ام کی گڑہی میں داخل ہوئے اس وقت آپ کے ہمراہ رکاب کوئی پینتیس
پینتیس آدمی تھے پھر سب لوگ گڑہی کے آپ سے ملے اور سب نے فتح کی مبارکباد
دی اور آپ سے اجازت لے کر سب نے خوشی کی بندوقیں چلائیں
پھر حضرت نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو واسطے تسلی اور دلجمعی کے اس
مضمون کا خط لکھوا کر روانہ کیا کہ عنایت الٰہی سے ام کی گڑہی میں آکر
داخل ہوئے اور تم لڑائی میں تعجیل نہ کرنا ہم یہاں اس کی تدبیر کرتے
ہیں اور شیخ بلند بخت کو پچیس سواروں سے اُدہر روانہ کرد و کہ ہم
ان کو بھیجیں کہ وہ پنجتار سے جا کر توپیں لے آویں پھر یہ خط مولانا
صاحب کے پاس آیا اور آپ نے پڑھا اور خوش ہوئے اور لوگوں
کو سنایا اور حضرت کی طرف سے سب کی تسلی اور دلجمعی کی پھر رسالدار
عبدالحمید خاں اور شیخ بلند بخت کو بلا کر وہ خط حضرت کا سنایا اور
رسالدار سے فرمایا کہ اسی وقت پچیس سواروں سے شیخ صاحب ممدوح
کو حضرت کے پاس روانہ کرد پھر رسالدار صاحب نے فوراً پچیس سواروں

سے شیخ صاحب ممدوح کو حضرت کے پاس روانہ کرو پھر رسالدار
صاحب نے فوراً پچیس سواروں سے شیخ صاحب موصوف کو روانہ
کیا اور وہ پچیس سوار یہ تھے ایک شیخ بلند بخت دہنی اور
عنایت اللہ تتاولی والے اور معمور خاں لکھنوی اور کریم بخش پانی پتی
اور عبدالرحمن سروبجی اور ملا بازار اور نور خاں قندہاری اور عبدالرحمن
اور نجم الدین رامپوری اور عبدالقادر لہاری کا اور نوراں شاہ ولایتی
اور میر جمعیت علی اور نورداد خاں لہانی پوری کے اور مومن خاں خسری
اور خان بہادر خاں غلزئی اور سلطان خاں رامپوری اور مستقیم خاں
رامپوری اور عبداللہ خاں اور نور خاں اور عبدالحکیم خاں اور محمد زماں
خاں اور گلاب خاں اور شیر خاں اور حافظ امام الدین اور نصیرالدین
اور ایک یہ خاکسار فتح علی انتہیٰ پھر ان سب کو مولانا صاحب نے
ہمراہ شیخ بلند بخت کے بعد نماز ظہر کے روانہ کیا اور شیخ صاحب
ممدوح کو تاکید مزید فرما دیا کہ توپوں کے لانے میں درنگ نہ کرنا
اور بہت ہوشیاری سے لانا پھر شیخ صاحب موصوف کوئی دو گھڑی
دن رہے امب میں پہنچے اور گڑھی اور امب کے بیچ میں جو میدان ہے
اس میں ڈیرہ کیا پھر آدھے لوگوں سے شیخ بلند بخت صاحب حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی ملاقات کو گڑھی میں گئے اور بعد سلام

سنت الاسلام کے حضرت سے مصافحہ کیا عافیت مزاج کی پوچھی
پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے ان سے چھتر بائی کی گڑہی کی کیفیت پوچھی
انھوں نے عرض کی کہ دیوار شرقی اس کی دریائے ایاسین کے اندر
ہے اور تین طرف اس کے ایک خشک نالہ ہے جب دریا بھرتا ہے تب
وہ نالہ بھی بھر جاتا ہے اور گڑہی کے تین طرف ہم لوگوں کے مورچے
ہیں تین تو شمال اور مغرب کے کونے میں اور انھیں مورچوں کے سامنے
اس پار ایاسین کے ایک مورچہ پایندہ خاں کے لوگوں کا ہے وہ
ادہر سے شاہنیں اور بندوقیں مارتے ہیں مارے خوف کے ہمارے
لوگ اپنے مورچوں سے سر نہیں اٹھا سکتے اور پایندہ خاں موضع
بلوئی میں ہے کہ وہاں سے پار دریا کے آدہ کوس ہے اور تین مورچے
ہمارے مغرب اور جنوب کے کونے میں ہیں اور دو مورچے اس
گڑہی کے دروازے کے سامنے طرف جنوب کے ہیں وہیں ہماری
آہنی توپ ایک مورچے میں لگی ہے اور گڑہی تمام سنگین اور بہت
سخت ہے مگر عنایت الٰہی سے ہمارے لوگوں کو کسی نوع کا
اندیشہ اور ہراس نہیں ہے یہ تمام حقیقت سن کر حضرت نے فرمایا
کہ شیخ بھائی انشاء اللہ تعالیٰ وہ گڑہی بے لڑائی کے خالی ہو جاوےگی

توڑ کر
اور تم پنجاب سے توپیں لاؤ اور ہم یہاں کچھ اور بھی تدبیر کریں گے پھر
شیخ بلند بخت اپنے ڈیرے پر گئے باقی لوگ جو ڈیروں پر تھے
وہ حضرت کی ملاقات کو آئے اور ملاقات کر کے اپنے ڈیروں پر
گئے اور گڑہی کے دروازے کے آگے بڑا بھاری ایک درخت بڑ
کا تھا اسی کے تلے پانچوں وقت نماز جماعت ہوتی تھی پھر وہاں اذان
مغرب کی ہوئی حضرت علیہ الرحمہ نے آکر نماز پڑھائی اور بعد فراغ
نماز کے جہاں ہم لوگ اُترے تھے وہاں حضرت تشریف لائے اور
شیخ بلند بخت کو ایک راہبر کر دیا اور فرمایا کہ یہ جس رستے سے لیجاوے
اس کے ساتھ جانا اور دو کدال اور دو پھاوڑے ہمراہ کر دئے اور آپ
گڑہی کو تشریف لے گئے پھر ہم لوگ نماز عشا پڑھ کر سو رہے صبح کو
بعد نماز کے اس راہبر کے ساتھ کوچ کیا امب سے مغرب اور شمال
کے کونے پر ایک درہ ہے اس میں ہو کر چلے عشرے کو گئے وہاں سے
ستھانے کو گئے وہاں سے آگے بڑھے موضع بال ڈھیری اور موضع
کیا کے درمیان جو درہ ہے اس میں راہبر لے گیا جاتے جاتے ایک
جگہ اس درے میں ایک بڑا بھاری پتھر حائل تھا ایسا نظر آتا تھا
کہ گویا ہاتھی بیٹھا ہے پھر سب سوار گھوڑوں سے اُترے اور
ایک طرف اس پتھر کے پھاوڑے اور کدال سے کھود کر گھوڑا نکلنے کا

رستہ بنایا گیا پھر سب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک ایک اُس
رستے سے نکلے اور روانہ ہوئے شام کو موضع گندت میں جا کر اُترے
نماز مغرب پڑھی وہاں کے خان کو خبر ہوئی وہ حضرت امیر المومنین علیہ
الرحمۃ کا معتقد اور مخلص تھا اس نے دانہ اور گھاس دینے کو بلایا ہم
سب سواروں سے اپنے اپنے سروں پر اٹھا لائے کیونکہ ہم لوگ
آپ ہی سوار تھے اور آپ ہی سئیس پھر گھوڑوں کو گھاس دانہ ہم
نے کھلایا اور ان کو ملا پھر اس بستی کے لوگ موافق دستور اپنے ملک کے واسطے
دعوت کے تین تین چار چار آدمی ہم میں سے لے گئے اور کھانا کھلایا
پھر وہاں سے آکر ہم لوگوں نے نماز عشا پڑھی پھر شیخ بلند بخت نے
وہاں کے خان سے بلا کر کہا کہ ہم اپنے سوار تمہارے پاس چھوڑے
جاتے ہیں تم اپنی بستی کے چند مزدور اُن کو کر دینا مزدوری ان کی
جو ہو گی ہمارے آدمی دیویںگے جو درہ میں بڑا پتھر حائل ہے اس کے
ایک جانب زمین کھود کر اونٹوں کے نکلنے کے موافق رستہ بنا دیویں
اس خان نے قبول کیا پھر شیخ صاحب ممدوح نے حافظ امام الدین
رامپوری اور عنایت اللہ خاں تتالی والے کو ان کے سپرد کیا پھر
ان کو لے کر خان اپنے مکان کو گیا اور ہم سب چوکی پہرے کا
بندوبست کر کے سو رہے پھر پہر رات رہے سے روانہ ہوئے موضع

بابلینی میں ہو کر پہاڑ کے کنارے چھ سات گھڑی دن چڑھے پنجتار
میں جاکر داخل ہوئے آٹھ سوار تو فتح خاں کے حجرے میں اُترے
اور باقی سوار حضرت علیہ الرحمۃ کا جہاں مکان تھا اُس میدان میں اُترے
پھر اسی روز بعد نماز ظہر کے شیخ بلند بخت نے آٹھ سواروں سے کہا کہ
گھوڑے تو یہیں چھوڑ دو پیدل موضع ڈکاڑے کو جاؤ وہاں شیخ
حسن علی صاحب ہیں ان سے کہنا کہ سید صاحب نے توپیں لینے کو
شیخ بلند بخت کو پچیس سواروں سے بھیجا ہے سو وہ پنجتار میں ہیں وہاں
سے ہم کو اونٹوں کے واسطے بھیجا ہے دس اونٹ زور آور باربردار
سب اونٹوں سے چھانٹ دو پھر وہ آٹھوں آدمی اُدھر ڈکاڑے
کو گئے اور ادھر رات کو جب بستی والے لوگ اپنے اپنے گھروں میں
سو رہے اس وقت ہم لوگوں نے تین توپیں مع سامان جہاں دبی ہوئی
تھیں نکال لیں اور جس برج میں سید صاحب رہا کرتے تھے اس
کے شرقی اور شمالی کونے پر شہر پناہ کے باہر طرف میدان میں درخت
شیشم تھا وہاں رکھ دیں پھر اگلے روز چار گھڑی دن چڑھے
دسوں اونٹ لوگ لے آئے شیخ بلند بخت نے ان کے پالان اور
شلیتے اُتروا کر ان کو چرنے کو چھوڑوا دیا اور سردار فتح خاں کے
یہاں سے کئی گٹھے جو کا بھس بھر دیا اور سوا اس کے جو سامان ضروری

بارود گولا وغیرہ تھا شام تک سب کو بوروں میں باندہ اور
شلیتوں میں رکھ کر فراغت کی پھر بعد نماز مغرب کے شیخ بلند بخت
نے سردار فتح خاں سے کہا کہ آج بعد نماز عشا کے ہمارا کوچ ہے ا
اُنھوں نے کہا کہ بہتر ہے پندرہ سوار ہمارے بھی لیتے جاؤ کہ گندف
تک تم کو بحفاظت تمام پہنچا کر چلے آوینگے اور حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ
کی خدمت سراپا برکت میں ہماری طرف سے سلام عرض کرنا پھر
اپنے مکان پر جا کر انھوں نے پندرہ سوار تیار کر کے بھیجدئے پھر
ہم لوگوں نے کھانا پانی کھا پی کر بعد نماز عشا کے اونٹوں پر گھڑے
بورے بھس کے کسے پھر تین اونٹوں پر تین توپیں بنڈی بنڈی
لادیں اور اس پر سطرنجیاں ڈال دیں اور تین اونٹوں پر پہیے
لادے اور چار اونٹوں پر بارود گولہ وغیرہ لادا پھر وہاں سے
پہر رات گئے ہم سب جس راہ سے آئے تھے اسی راہ پر روانہ ہوئے
پانبٹی اور گندف کے درمیان میں نماز فجر کی پڑہی اور کوئی دو
گھڑی دن چڑہے گندف میں جا کر اُترے اور شیخ بلند بخت نے
اونٹوں کو چرنے کے لئے چھوڑوا دیا اور چرانے والے سے کہہ دیا کہ
بعد نماز عصر کے اونٹ لانا اور ہم لوگوں نے اپنے گھوڑوں کے دانے گھاس

کی تدبیر کی اور گندت والوں نے ہم سب کی دعوت کی اور وہیں گندت میں زبانی ایک ملکی کے سنا کہ وہاں چیپر بائی کی گڑھی پر غازیوں کا حملہ ہوا اور کئی غازی شہید ہوئے مگر حملہ گڑھی سے ہٹ آیا یہ خبر سن کر ہم سب کو بڑی تشویش ہوئی اسی وقت شیخ بلند بخت نے آٹھ دس سوار لے کر درے میں رستہ دیکھنے گئے اُس وقت تک وہ رستہ بنانے میں کچھ باقی تھا جب عصر ہالکے درست ہوا تب شیخ بلند بخت نے وہاں سے اونٹوں کو لدوا کر تیار کیا اور نماز مغرب پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے اور فتح خاں کے سوار وہیں گندت میں رہے پھر جاتے جاتے پھر رات رہے ہم سب ستھانے میں داخل ہوئے اور وہیں اُترے اور نماز صبح کی پڑھ کر شیخ بلند بخت نے دو سوار حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کے پاس امب کو روانہ کیے یہ پیام دے کر کہ ہم سب توپیں لے کر مع الخیر ستھانے میں داخل ہوئے پھر وہ دونوں سوار تو اُدھر امب کو گئے باقی ہم سب ستھانے میں رہے بعد نماز ظہر کے وہی دونوں سوار شیخ بلند بخت کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اب یہاں سے رات کو کوچ نہ کرنا کچھ آدمی ہمارے آوینگے اُن کے ہمراہ کل بعد نماز صبح کے اس طرف روانہ ہونا اور کہا کہ یہ بھی وہیں امب میں سنا کہ حافظ عبد اللطیف نے مولانا صاحب کی اجازت کے بغیر موریچوں میں جا کر کہا کہ مولانا صاحب

کا حکم ہے چھتر بائی گڑھی پر حملہ کرو سو وہ لوگ ان کے کہنے سے
حملہ کر کے قریب گڑھی کے جا پہنچے مگر گڑھی کے اندر نہ جا سکے اس میں
کئی غازی شہید ہوئے اور آپ کے بھائی شیخ علی محمد بھی شہید ہوئے
اور اب مولانا صاحب وہاں سے ہٹ کر کھیل بائی میں آگئے اور حملہ
کے دوسرے روز چھتر بائی والے ایک غازی کو بھی پکڑ لے گئے یہ
خبر سن کر شیخ بلند بخت نے افسوس کیا اور کہا الحمد للہ ہمارا بھائی
جس مراد کو آیا تھا اللہ تعالیٰ نے وہ مراد اس کی پوری کی اور ہم
سب مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ شہادت نصیب کرے پھر اس روز
تو وہیں رہے اگلے دن نماز فجر کی پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے
جیسے ستھانے کی گڑھی اترے ویسے ہی حضرت علیہ الرحمۃ کے بھیجے ہوئے
پچیس غازی آملے پھر وہاں سے ہم سب روانہ ہوئے عشرے کو تو
داہنے ہاتھ پر چھوڑا اور ہٹ گلی کے درے میں گھسے اور جس رستے
سے آئے تھے اسی رستے سے کرام میں جا داخل ہوئے اور گڑھی کے
دروازے کے سامنے میدان میں اونٹوں سے توپیں اور سب ان
کا سامان اتار کر رکھا گیا اس وقت دوپہر تھے حضرت سوتے
تھے جب ظہر کی اذان ہوئی حضرت اٹھے لوگوں نے عرض کی کہ

تو ہیں بیچتا رہے آ گئیں آپ نے کہا الحمد للہ جلد وضو کر کے بڑ کے
نیچے نماز کو تشریف لائے ہم سب سواروں نے سلام اور مصافحہ
کیا حضرت علیہ الرحمۃ نے ہم سب کو شاباشی دی اور ہم لوگوں کے
لئے دعا کی اور کمال خوش ہوئے پھر ہم سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی
بعد فراغ نماز کے آپ تو پوں کے پاس آئے اور شیخ مولا بخش جو
گولہ انداز تھے ان سے فرمایا کہ اب تو ہیں تمہارے سپرد ہیں ان
کو آج ہی چرخ پر چڑھواؤ اور حضرت آپ ہی وہیں کھڑے رہے
اور چند غازیوں نے مل کر ان کو چرخ پر چڑھوایا پھر حضرت نے وہاں
غازیوں کا ایک پہرا لگا کر نماز عصر کی پڑھی پھر وہیں آپ رہے یہاں تک
کہ اذان مغرب ہوئی نماز مغرب پڑھ کر آپ گڑھی میں تشریف لے
گئے اور شیخ بلند بخت کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور سوا ان کے اور
بھی لوگ وہاں حاضر تھے پھر حضرت کچھ دیر سکوت میں رہے بعد اس کے
ان کے بھائی علی محمد کی آپ نے ماتم پرسی کی اور شیخ بلند بخت کی تسلی
کی اور فرمایا کہ تمہارے بھائی صاحب جس مراد کو اپنے وطن سے اللہ
تعالیٰ کی راہ میں نکلے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی مراد کو پہنچایا
اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی کی راہ میں صرف کرے اور
ہم سب سے راضی ہو یہی ہم سب بھائیوں کی مراد دلی ہے اسی طور کے

اور چند کلام بتسلی الیتام فرما کر آپ نے ان کے بھائی کے لئے دعا مغفرت کی اور شیخ بلند بخت سے فرمایا کہ صبح بعد نماز کے اپنے سواروں کو کہیل بائی میں میاں صاحب یعنی مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے پاس بھیج دینا اور تم یہیں ہمارے ساتھ رہنا یہ فرما کر آپ نے کھانا منگایا اور شیخ بلند بخت کو اپنے ساتھ کھلایا اس عرصے میں اذان عشا کی ہوئی آپ وضو کر کے واسطے نماز کے پڑھنے کے تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور گڑہی کو تشریف لے گئے اور شیخ بلند بخت اپنے ڈیرے میں آئے اور حضرت کا حکم اپنے سواروں کو سنایا کہ تم صبح کو نماز پڑھ کر کہیل بائی کو جانا اور مجکو یہیں رہنے کا حکم ہے پھر ہم سب سویرے ہی صبح کو نماز پڑھ کر حضرت سے رخصت ہو کر پچیس سوار کہیل بائی کو گئے اور مولانا صاحب سے ملے اور توپیں لانے کا حال بیان کیا پھر آپ نے فرمایا کہ اپنے اپنے ڈیروں میں جاکر کمریں کھولو پھر ہم اپنے اپنے ڈیروں میں گئے گھوڑے باندھے کمریں کھولیں اپنے اپنے یاروں دوستوں سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ چتر بائی کی گڑہی پر کیونکر حملہ ہوا تھا انھوں نے کہا کہ جب شیخ بلند بخت تم لوگوں کو لے کر حضرت کے پاس روانہ ہوئے اور وہاں سے پنجتار کو گئے ادہر ہم لوگوں کو حضرت علیہ الرحمۃ کا حکم پہنچا کہ جبتک پنجتار سے توپیں نہ آلیں تب تک تم کسی میں تعجیل نہ کرنا

اور یہ بھی زبانی لوگوں کے سنتے تھے کہ امام میں حضرت علیہ الرحمۃ سیڑھیاں اور رن گڑہ بنواتے ہیں اور ایک سیڑہی بن کر وہاں سے مولانا صاحب کے پاس آئی بھی اس کے اگلے روز سویرے یہ بات زبانی بعضے لوگوں کے سننے میں آئی کہ آج کچھ کمک اباسین کے پار سے آویگی اور یہ کسی کسی نے کہا کہ آج ہم لوگوں کا ہلہ بھی ہوگا مگر اس کی کچھ اصل نہ معلوم ہوئی کہ پہلے کس نے یہ خبر اڑائی خدا جانے یہی خبر سُن کر یا اپنی طرف سے حافظ عبداللطیف صاحب نے ہر مورچے میں جا کر لوگوں سے کہا کہ مولانا صاحب کا حکم ہے کہ آج بعد عصر کے ہلہ کردو ہم لوگوں نے جانا کہ شاید مولانا صاحب نے ان کو اس خبر کرنے کو بھیجا ہے اور مولانا صاحب اپنے ڈیرے میں تھے سب نے حافظ صاحب کو معتبر جان کر مولانا صاحب سے بھی اس بات کو نہ تحقیق کیا اور جلد نماز عصر پڑھ کر تیار ہوگئے اور حافظ جی کے ساتھ یکبارگی تکبیر کہہ کر ہلہ کردیا اور گڑہی کے تین طرف دو سنگر کانٹوں کے تھے اور ان کے ورے برابر دور تک زمین میں کانٹے گڑے تھے اور سیڑہی مولانا صاحب کے ڈیرے میں تھی آخر الامر تمام غازی دونوں سنگر کو دیکھاند کر گڑہی کے نیچے جا پہنچے اور پکارنے لگے کہ جلد سیڑہی لاؤ سیڑہی وہاں کہاں اس میں چار پانچ گھڑی کا عرصہ ہوا اس وقت مولانا صاحب کے

ڈیرے سے آئی اور گڑہی میں لگائی مگر سیڑہی چھوٹی تھی گڑہی
کی منڈیر تک نہ پہنچی اس میں کوئی چار گھڑی رات جاتی رہی مگر گڑہی
کے نیچے ان کی گولیوں سے امن تھی جو ہمارے لوگ شہید اور زخمی ہوئے
سو حملہ ہی کے ساتھ ہوئے پھر فضل الہٰی رہا جب کوئی تدبیر گڑہی میں
داخل ہونے کی نہ بنی تب تھوڑے تھوڑے غازی چپکے چپکے وہاں سے
اپنے مورچوں کو چلنے لگے پھر رات گئے تک سب وہاں سے نکل آئے اور
شہیدوں اور زخمیوں کو بھی اُٹھالائے وہیں مولانا صاحب بھی اُس وقت
آئے اور سب لوگوں سے خفا ہو کر کہنے لگے کہ تم نے کس کے حکم سے حملہ
کر دیا جو لوگ شہید اور زخمی اس میں ہوئے ہیں سب کا وبال تمہیں
لوگوں پر ہوگا اور بڑی نافرمانی تم نے کی جب مولانا صاحب خشم و غضب
فرما کر چپ ہوئے تب لوگوں نے عرض کی کہ ہم نے تو آپ ہی کا حکم پا کر
حملہ کیا آج سویرے سے خبر سنتے تھے کہ اباسین کے پار سے گڑہی میں
کمک آویگی اس میں عصر کے وقت حافظ عبداللطیف نے آکر ہمارے
مورچوں میں کہا کہ مولانا صاحب کا حکم ہے کہ نماز عصر کی پڑھ کر حملہ
کر دو یہ حکم سن کر سب تیار ہو گئے اور حافظ جی تکبیر کہتے ہوئے آگے
ہوئے ان کے پیچھے ہم بھی سب چلے آپ ان سے دریافت کیجئے کہ ہم
کچھ خلاف تو نہیں کہتے ہیں یہ سن کر مولانا صاحب نے حافظ جی کو بلا کر پوچھا

کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں حافظ جی نے کچھ جواب نہ دیا مولانا صاحب کو یقین ہوا کہ انھیں کی شرارت ہے پھر توان کو ملامت کرنی شروع کی اور جو کچھ زبان پر سخت وسست کلام آیا وہ کہا اور فرمایا کہ جو لوگ بیچارے شہید اور زخمی ہوئے اور لوگوں کو ایذا پہنچی ان سب کا وبال تمہاری گردن پر ہے ناحق اتنے مسلمانوں کا خون تم نے کروایا اس وقت اگر کچھ بھی حافظ جی بولتے تو بندوک کو لے جاتے یہی خیر ہوئی کہ وہ خاموش رہے پھر مولانا صاحب شہیدوں اور زخمیوں کو ڈیروں کے وہاں اٹھوالائے اور جلد یہ واقعہ لکھ کر ایک آدمی کے ہاتھ سید صاحب کے پاس ام کو روانہ کیا اور ادہر شہیدوں کے دفن کو لوگ قبریں کھودنے لگے پھر کوئی پہر سوا پہر رات رہے پانچ چھ آدمیوں سے شیخ ولی محمد صاحب حضرت کے پاس سے آئے اس وقت تک شہیدوں کو ہم لوگ دفن نہیں کر چکے تھے پھر شیخ صاحب بھی ان کے دفن میں شریک ہوئے جب دفن سے فراغت ہوئی تب شیخ صاحب مولانا صاحب سے اپنے آنے کا حال کہنے لگے کہ میں گڑھی میں لیٹا تھا کہ آپ کا آدمی خط لے کر سید صاحب کے پاس پہنچا آپ نے اس کو پڑھ کر مجھکو بلایا اور خط کا مضمون سنایا اور

مجھ سے فرمایا کہ تم جلد اسی دم پانچ چھ آدمی لے کر میاں صاحب
کے پاس جاؤ اور ان کے ڈیرے وہاں سے کھل پائی میں اٹھوا لاؤ
میں اسی وقت وہاں سے آپ کے پاس آیا پھر کوئی چار گھڑی دن
چڑھے مولانا صاحب اور شیخ ولی محمد صاحب اور سید اکبر صاحب نے
صلاح و مشورہ کر کے لوگوں کو وہاں سے اس طرف روانہ کرنا شروع
کیا پہلے کچھ لوگوں کے ساتھ زخمیوں کو روانہ کیا پھر اور اسباب ڈیرے
ڈنڈے وغیرہ کچھ لوگوں کے ساتھ روانہ کئے اسی طرح بڈھوں اور
بیماروں معذوروں وغیرہ کو روانہ کرتے کرتے ظہر کا وقت ہوا سب
نے نماز پڑھی اور سب جریدہ لوگ ڈھائی تین سو رہ گئے پھر پوربیوں
کے غازیوں کو بلوا کر اور سب کو لے کر مولانا صاحب اور شیخ صاحب
وہاں سے روانہ ہوئے گڑھی پر آئے تمام سوار اور پیدل ایک
ایک آگے پیچھے اوپر کے رستے سے چڑھنے لگے اور سب دوگرے مع
ان کا جمعدار اور کچھ غازی اور مولانا صاحب اور شیخ صاحب نیچے
کے رستے سے ایک ایک آگے پیچھے روانہ ہوئے اس عرصے میں اباسین
کے پار سے پائندہ خاں کے لوگ بندوقیں مارنے لگے دوگروں کا
جمعدار شیخ ولی محمد صاحب کے ساتھ پیچھے پیچھے اپنے لوگوں کو لئے چلا

آتا تھا اس میں اُدھر سے ایک گولی آکر اس کی کلائی میں
لگی اس کا چٹاخا سن کر شیخ صاحب نے پوچھا جمعدار یہ کیا ہوا
اُس نے کہا گولی لگی اور جیب سے رومال کھول کر اپنے زخم پر
لپیٹ لیا مگر بڑا مردانہ تھا کچھ خیال میں نہ لایا پھر مولانا صاحب
اور شیخ صاحب وہاں اوپر چڑھ کر دوسرے رستے میں ہو گئے بہت
لوگ تو گڑہی سے پار ہو گئے تھے تھوڑے لوگ باقی تھے اس میں،
جھپر بائی سے نکل کر تنولیوں نے پیچھا کیا فقط سپریں تلواریں
اُن کے پاس تھیں اور قریب آگئے اور پتھروں سے مارنے لگے جب
ہماری طرف والے دو تین بندوقیں ان کی طرف مار دیتے تب وہ
رُک رہتے اور جب قابو پاتے پھر پتھر پھینکنے لگتے اس عرصے میں
جو وہ غازی رامپوری جو بیمار تھے وہ سب کے پیچھے تھے ایک
پتھر ان کے لگا وہ گر پڑے جو نیچے کے رستے سے ہمارے لوگ چلے
آتے تھے اوپر والوں کا شور وغل سن کر کہا کہ ہراساں نہ ہونا ہم
بھی آتے ہیں اور اوپر چڑھنے لگے اس میں تنولی ڈر کر بھاگے اور
جن کے پتھر لگا تھا ان کو پکڑ لے گئے اور مولانا صاحب سے پہاڑ
پر چڑھا نہیں جاتا تھا ایک قندھاری نے کہا کہ آپ میری پشت پر
سوار ہو لیں آپ نے فرمایا کیا ضرور ہے اسی طرح چلا چلونگا

اس نے نہ مانا اپنی پشت پر سوار کر لیا پھر گڑہی اتر کر سب میدان
میں آگئے اُس وقت قدرے دن باقی تھا کہ جلد سب نے عصر کی نماز
پڑھ لی اور وہیں نماز مغرب بھی پڑہی پھر وہاں سے سب مل کر چلے
یہاں کہسل بائی میں داخل ہوئے اور ڈیرے خیمے کھڑے کئے اور وقت
عشائے پانی برسنا شروع ہوا رات بھر بڑے زور کا مینہ برسا اور
نہایت تاریکی تھی کہ نزدیک کا آدمی بدشوار نظر آتا تھا اور تنولیوں کے
چھاپے آنے کا جدا خوف بشینے کے سوار کھڑے تک اُسی میدان میں
پھرتے تھے تمام رات لوگوں کو بے چینی اور بے آرامی رہی پھر صبح کو
نماز پڑھ کر شیخ ولی محمد صاحب ام کو حضرت کے پاس تشریف لے گئے
اور جو لوگ تھوڑے تھوڑے بہتر پالی سے مولانا صاحب نے یہاں کہسل بائی
کو روانہ کئے تھے ان میں کچھ ام کو چلے گئے تھے انھیں میں حافظ عبداللطیف
صاحب اور کالے خاں مئو والے بھی تھے جب اس بات کی سید صاحب
کو خبر ہوئی تب آپ نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ تم یہاں کیوں چلے آئے
وہیں کہسل بائی میں جاؤ یہ حکم سن کر وہ سب وہاں سے یہاں
چلے آئے مگر حافظ عبداللطیف کو آپ نے یہاں نہ بھیجا اور سب کے
سامنے ان کو بہت ملامت کی اور جھڑکی دی کہ تم بڑے فتنہ انگیز
اور مفسد آدمی ہو ناحق بیٹھے بٹھائے لتنے آدمی شہید اور زخمی کروائے

خبردار اب تم وہاں لشکر میں نہ جانا اور کالے خاں نے خود سید صاحب سے عذر کیا کہ میں تو لشکر میں نہ جاؤنگا میرا وہاں کیا کام ہے سید صاحب نے پوچھا کہ خان بھائی آپ کیوں نہیں جاوینگے کیا سبب انھوں نے عرض کی کہ آپ کے لشکر میں ہمارا کیا قدر جہاں ڈنڈا سا آدمی فتح میرخاں گڑہی کی سیڑہی پر چڑہے اور ہم دیو سے جوان کھڑے تماشا دیکھیں اور جو تین پاؤ آٹا ان کو ملے وہی ہم کو ملے سواب تو ہم اپنے وطن ہندوستان کو جاتے ہیں سید صاحب نے بہتیرا ان کو سمجھایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے سب لوگ آئے ہیں جیسی جس کی نیت اور ہمت ہے وہ ویسا کام کرتا ہے یہ کچھ عار و ننگ کی جگہ نہیں ہے آپ کو ایسا خیال نہ کرنا چاہئے ولیکن وہ کسی طرح نہ سمجھے اور نہ راضی ہوئے آخر کو اپنی بات پر قائم ہو کر جہالت سے چلے گئے اور جو تتولی گڑہی پر سے رمیوری بھیر مار کو جہتر بائی میں پکڑ لے گئے تھے وہاں سے پھر اس کو پائندہ خاں کے پاس پہنچایا اس نے ان کی سپر تلوار اور بندوق تو لے لی اور اپنے ایک آدمی کے ساتھ کر کے گڑہی تک ان کو بھجوایا وہاں سے پھر وہ یہاں اپنے لشکر میں چلے آئے اور جو جو زخمی لوگ یہاں تھے ان کو سید صاحب نے اپنے پاس امب میں بلوا لیا تمہارے پیچھے یہاں یہ واقعہ گذرا انتہی اب یہ خاکسار فتح علی

کہتا ہے کہ زخمیوں میں ایک تو شیخ حسن علی صاحب کے بہلے کے
نہال خاں تھے ان کے داہنے ہاتھ میں چلتی ہوئی گولی لگی تھی اور
دوسرے زخمی آخوند عفران پکیلے وال ان کے سنگرڑے میں آگ
لگ گئی وہ جل کر زخمی ہوئے اور تیسرے ملا گلزار قندہاری ان
کے بازو میں گولی لگی اور چوتھے رحیم بخش نبارسی جواب ہمارے آغائے
نامدار دولتمدار کے توشکخانے کے متعلقوں میں ہیں ان کے گلے کے دونوں
مسلیوں کے بیچ میں گولی لگی اور بائیں بازو میں ہو کر نکل گئی اور
ان کو ہلہ میں قریب تھے گولی لگی تھی اور پانچویں رامپوری بھیرمار کے سر
میں پتھر لگا تھا اور چھٹے ڈوگروں کے جمعدار کا حال اول مذکور ہو چکا
ہے سوا ان کے اور جو پانچ یا چھ زخمی ہوئے تھے ان کے نام یاد نہیں
اور شہیدوں میں ایک شیخ علی محمد بھائی شیخ بلند بخت کے اور
دوسرے سب سواروں کے کمبل پائی میں کچھ کم یا زیادہ دو مہینے رہے
اور مینہ اکثر رات کو برستا تھا اور دن کو کم اور سوار عشا کے بعد
سے صبح تک رون پھرتے تھے اور سورج نکلے جاتے اور ڈاتی لے
کر پہاڑ پر گھاس کاٹنے جاتے تھے رات دن اسی تکلیف اور مشقت
میں رہتے تھے اور اسی عرصے میں پاندہ خاں کو خبر پہنچی کہ سید صاحب
نے کئی توپیں بھاری پنجتار سے منگوائی ہیں اور کئی رن گرہ بھی
بنوائے ہیں اور سیڑھیاں بھی اور اب چھتر بائی پر چڑھائی کی تیاری

کرتے ہیں اور یے گڑہی خالی کئے نذر ہینگے اوران دنوں یارکے
سکھوں سے بھی کمال اس کی ناموافقت تھی جب اس نے جاتا کہ
اب بچاؤ کسی طور نہیں ہے تب اس نے یہ فریب گانٹھا کہ موضع
تیر کے سید حسن شاہ کو اور اپنے منشی غوث محمد کو اپنی طرف سے
وکیل کرکے امب میں سید صاحب کے پاس بھیجا وہ آکر حضرت سے ملے
اور کہا تمہارے خان نے سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم آپ کے
بہرصورت مطیع اور فرماں بردار ہیں اگر آپ کہل بائی سے اپنا لشکر
بلالیں تو ہم آپ کی دلجمعی اور رفع شک کے لئے اپنا بیٹا اول میں
آپ کے پاس بھیجدیں اور جہتر بائی کی گڑہی بھی خالی کردیں اور آپ
کا کوئی شخص معتبر آوے ہم اپنے بیٹے کو ساتھ کردیں یہ تمام گفتگو
سن کر سید صاحب نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے تمہارے خان کا
کہنا ہم کو منظور ہے اور پندرہ بیس قرابینچی اور چقماق والے ساتھ
کرکے اپنے بھانجے سید احمد علی صاحب کو پائندہ خاں کے پاس بھیجا
انھوں نے جاکر اس سے ملاقات کی اس نے بڑی تعظیم و تکریم سے ان
کو بٹھایا اور ایسی لسانی اور چاپلوسی کی باتیں ان سے کیں کہ سید احمد علی
صاحب بہت اس سے راضی ہوئے اور جانا کہ یہ صلاحیت پر ہے شر
وفساد اس کی طبیعت میں اصلا نہیں پھر اس نے وہی سوال کیا
کہ سید بادشاہ اپنا لشکر کہل بائی سے اٹھالیں تو میں جہتر بائی کی

گڑھی بھی خالی کر دوں اور اپنا بیٹا بھی سید بادشاہ کے پاس اول
میں بھیج دوں سید احمد علی صاحب نے اس بات کا اس سے اقرار کیا
کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں اس امر میں کوشش کرونگا اور سید صاحب کو
سمجھا کر وہاں سے لشکر اٹھوا دونگا اس طرح سے اس کی تسلی کرکے وہاں
سے سید صاحب کے پاس امب میں آئے اور سب اس کا عہد و پیمان اور اس
کی صلاحیت اور خوبی کا حال سید صاحب سے عرض کیا آپ کو تو بہر طور اس
سے صلح کرنی منظور تھی کہ کچھ کاروبار جہاد کا اجرا ہونا نہ تو اس کی جہیز بانی
لینے کی حاجت تھی اور نہ کچھ کھبل بائی میں لشکر رکھنے کی ضرورت آپ
کی تو صرف یہ غرض تھی کہ اباسین کے وار پار آنے جانے کا رستہ ہم لوگوں کے واسطے
کے خالی رہے اس لئے کہ اصل مقابلہ تو سکھوں سے تھا آپ نے سید احمد علی
صاحب کی گفتگو سن کر فرمایا کہ خیر کیا مضائقہ ہم کھبل بائی سے لشکر
بلا لینگے پھر آپ نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو کھبل بائی سے اپنے پاس
امب میں بلوایا اور ساری گفتگو پائندہ خاں کی جو سید احمد علی صاحب
کی زبانی سنی تھی بیان کی اور فرمایا کہ تم کھبل بائی کی گڑھی کا بندوبست
باخوبی کرکے اور کچھ لوگ اپنے وہاں چھوڑ کر باقی سب لشکر یہاں
اٹھا لاؤ پھر مولانا صاحب کھبل بائی میں تشریف لے گئے اور وہاں کا
بند و بست کرکے پچاس ساٹھ غازی تو وہاں بجائے تھانے کے
بٹھا دیئے اور امیر اور باقی سب سوار و پیادے لے کرامب کو چلے آئے

اور آٹھ دس روز تمام لشکر ام میں رہا اس عرصے میں قاضی
حبان صاحب نے سید صاحب سے عرض اور درخواست اس
بات کی کی کہ یہاں ہم لوگ سب سوار و پیادے معطل بیٹھے ہیں اور
تمام ملک سمہ کا نا موافق اور باغی سا ہو رہا ہے اگر آپ میرے
ہمراہ کچھ لشکر کر دیویں اور مجھکو امیر کر کے اُدھر کو روانہ فرماویں تو
میں وعظ و نصیحت کر کے وہاں کے لوگوں کو موافق کروں اور جو لوگ
نہ مانیں ان کو بزور راہ پر لاؤں اور اس اطراف و نواح کی بستیوں
کے ملک اور خوانین تو خدا و رسول کا حکم سُن کر ان دنوں سید ہے
ہو گئے ہیں مگر اس میں شرط یہ ہے کہ آپ مجھکو اختیار کل دیویں جیسا
میں مناسب جانوں ویسا کروں اس لئے کہ میں اس ملک کا بہیدی
ہوں جو کچھ میں ان پشتونوں کی طبیعت سے واقف ہوں ایسا
آپ کے یہاں اور کوئی نہیں ہے اور مولانا صاحب کو بھی آپ میرے
ہمراہ کر دیں اس واسطے کہ جو کام خلاف حکم خدا و رسول کے کروں وہ مولانا
صاحب مجھکو نہ کرنے دیں سید صاحب نے یہ تمام تقریر قاضی صاحب
کی بہت پسند کی اور فرمایا کہ بہتر ہے ہم آپ کو بھیجیں گے پھر اگلے روز
بعد نماز فجر کے سب کے سامنے فرمایا کہ ہم نے قاضی حبان صاحب کو واسطے
جانے ملک سمہ کے امیر کیا اور جو سوار و پیادے ہم ان کے ہمراہ کریں وہ

بلا انکار ان کی اطاعت کریں اور قاضی صاحب کو بھی آپ نے
بہت نصیحت کی کہ خبردار یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس میں کوئی کام
اپنے نفس کی خواہش کا خلاف خدا و رسول کے نہ کرنا اور جو جو بات
مناسب تھی خوب سی سمجھاوی پھر مولانا صاحب سے فرمایا کہ آپ بھی
قاضی صاحب کے ہمراہ جاویں پھر آپ نے دعائے خیر کی اور رسالدار
عبدالحمید خاں کو مع تمام سوار کوئی ساڑھے چار سو پیادے اپنے
پاس رکھ لئے اور باقی قاضی صاحب کے ساتھ کر دئے پھر اس کے اگلے
روز بعد نماز صبح کے سید صاحب سے مصافحہ کرکے قاضی صاحب رخصت
ہوئے باقی یہ حال قاضی صاحب کا بعد حالات موضع امب کے بیان ہوگا
انشاء اللہ تعالیٰ اب حال امب کا سنا چاہئے کہ قاضی صاحب تو لشکر
لے کر ملک سمہ کو روانہ ہوئے اس کے چند روز کے بعد سید صاحب نے
اپنے کئی خاص لوگوں کو اپنے پاس بٹھا کر صلاحاً فرمایا کہ پائندہ خاں
کے کہنے سے ہم نے اپنا لشکر کھل بائی سے اٹھا لیا اور اس نے اب تک
اپنا اقرار پورا نہ کیا اب اس کے پاس کسی کو بھیجیں دیکھیں تو اب
وہ کیا کہتا ہے اپنے اس اقرار پر ہے یا نہیں سب نے عرض کی کہ
ہاں مناسب تو ہے ضرور آپ کسی کو بھیجیں اور اس کی مشورت
میں شیخ ولی محمد صاحب پھلتی اور مولوی خیرالدین صاحب شیرکوٹی اور

ہتھیاروں کے رامپور کے مولوی محمد حسن صاحب بھی تھے ان سے آپ نے فرمایا کہ تمہیں جاؤ اور اس سے کہو کہ سید صاحب نے تمہارے اقرار پر اپنا لشکر کھیل بائی سے اٹھالیا اور تم نے اپنا اقرار اب تک پورا نہ کیا اس کا کیا سبب ہے اس کا ہم کو جواب دو یا اپنا اقرار پورا کرو اور خوب کڑے ہو کر اس سے گفتگو کرنا کسی بات میں ہر گز نہ دبنا اور چھتر بائی تو اللہ تعالیٰ کی تائید سے بے لڑے بھڑے آپ خالی ہو جاویگی وہ ہم کو کیا چھتر بائی خالی کر دیگا اور ہم کو تو اپنے پروردگار کی رضامندی کے کام سے کام ہے نہ اس کی چھتر بائی سے غرض ہے اور نہ اس کے بیٹے کو اول لینے سے اگر تمہارے وعظ و نصائح سے وہ صاف صاف خدا اور رسول کا تابعدار بن جاوے تو ہمارا بھائی ہے وہ بھی اس کار خیر میں شریک رہے والا وہ جانے اور شیخ ولی محمد صاحب سے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے جس قدر آدمی مناسب جانو اپنے ساتھ لیجاؤ پھر شیخ صاحب بیس غازی جیت و چالاک مسلح اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور جا کر اس سے ملاقات کی اس نے بڑی تعظیم و تکریم سے ان سب کو اپنے پاس اتارا پھر شیخ صاحب اور مولوی نصیر الدین اور مولوی محمد حسن صاحب نے سید صاحب کا پیغام اس کو پہنچایا اور طرح طرح کے وعظ و نصیحت سے سمجھایا اس کے جواب میں اس نے کہا میں

سید بادشاہ کا فرماں بردار اور غلام ہوں جس بات میں وہ راضی
ہوں میں بلا عذر حاضر ہوں اور اپنی لسانی اور چرب زبانی سے تملق
اور چاپلوسی کرنے لگا اور کہا کہ تم یہاں میرے پاس ٹھہرو تم کو
راضی کرکے رخصت کرونگا پھر یہ سب وہاں رہے ہر روز با خوبی
ضیافت کرنے لگا اور ہر روز کہتا تھا کہ آج رخصت کرتا ہوں کل
رخصت کرتا ہوں اسی لیت ولعل میں نو دس دن گذرے اور وہاں
سوائے چکنی چپڑی مکر و فریب کی باتوں کے کچھ نہ تھا اس عرصے میں
شیخ صاحب کی طلبی کا حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس سے نوشتہ گیا کہ
اگر کام ہو گیا ہو تو سب کو لے کر چلے آؤ ورنہ تم اکیلے آجاؤ یہاں
ایک کام ضرور ہے فقط سو وہاں تو تب تک کچھ کام نہیں ہوا تھا
سب کو وہاں چھوڑ کر شیخ صاحب فقط چار آدمی سے حضرت کے پاس
چلے آئے اور پایندہ خاں کی لسانی اور لیت ولعل کا بیان کیا کہ وہاں
تو اس کے قول و قرار کا ہم کو تو کچھ ٹھکانا نہیں معلوم ہوا یقین ہے دو
چار روز میں یوں ہی وہ سب بھی خالی چلے آویںگے پھر یوں ہی ہوا کہ
شیخ صاحب کے آنے کے بعد سات یا آٹھ روز میں مولوی خیرالدین
اور مولوی محمد حسن صاحب بھی سب کو لے کر حضرت کے پاس چلے آئے اور
اس کا مکر و فریب بیان کیا کہ ہم کو تو اس نے یوں ہی خالی رخصت

کردیا مگر اُس نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے جانے کے بعد دس بارہ
روز میں اپنے بیٹے جہاندار کو اس کی ماں کی تسلی اور دلجمعی کر کے ضرور
سید بادشاہ کے پاس بھیج دونگا آپ نے فرمایا کہ تم نے بہتر کیا
جو چلے آئے اب جیسا ہوگا دیکھا جاویگا پھر کوئی پندرہ روز کے
بعد دس آدمیوں سے جہاندار کو پایندہ خاں نے سید صاحب کے
پاس بھیجا اور جہاندار ان روزوں دس گیارہ برس کا تھا سید صاحب
نے اس کی بہت خاطرداری کی اور سید صاحب گڑہی کی اس حویلی میں
رہتے تھے جو خاص پایندہ خاں کے رہنے کی تھی پھر سید صاحب نے
جہاندار سے فرمایا کہ یہاں جس جگہ تمہاری خوشی ہو رہو اس کے
ہمراہیوں نے عرض کی کہ آپ ہی کے قریب اُتریںگے آپ نے فرمایا کہ
نہیں جہاں یہ چاہیں اُتریں ان کو اجازت ہے انکے حضرت کی کوٹھری
کے مقابلے میں جانب مغرب اور کوٹھری تھی اس میں قاضی علاءالدین
بگہڑے والے اُترے تھے اس لڑکے نے وہ کوٹھری پسند کی اپنے کے
پاس دوسری کوٹھری میں قاضی صاحب کو فرمایا وہ اس میں تشریف
لے گئے اور جہاندار اپنے آدمیوں سے اس میں اُترا اور سید صاحب
نے اپنے باورچیخانے سے ان سب کے لئے دونوں وقت کھانا مقرر

کر دیا اور وہ سب اسی کوٹھری میں رہنے لگے اور کوئی پندرہ
سولہ روز کل وہاں رہے انھیں روزوں کے اندر جہاندار کے
ساتھیوں نے ایک دن حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ جہاندار
کی والدہ نے آپ کو نیاز نامہ لکھا ہے اور جہاندار کو واسطے دیکھنے
کے بلایا ہے اگر آپ رخصت کریں تو دو چار روز کے لئے ہم لیجاویں
اور پھر ہم ساتھ لے کر چلے آوینگے اور وہ خط حضرت علیہ الرحمۃ کو دیا
خلاصہ مضمون اُس کے کا بعد القاب و آداب کے یہ تھا کہ جہاندار کے
والد نے وقت رخصت جہاندار کے مجھ سے اقرار کیا تھا کہ جب تم کہو گی
تب میں سید بادشاہ کے پاس سے جہاندار کو بلوا دونگا سو میرا وہی
ایک بیٹا ہے بے دیکھے اس کے میرا دل بہت بے قرار ہے اس امر میں
نے جہاندار کے والد سے کہا اُنھوں نے جواب دیا کہ ابھی کے روز اس
کو گئے ہوئے ہیں ہم تو ابھی سید بادشاہ سے اس امر میں عرض نہیں
کرینگے تب میں نے بے چین ہو کر آپ کی خدمت بابرکت میں یہ گذارش
کی سو مجھ پر آپ للہ رحم کر کے دو چار دن کے لئے اگر اس کو بھیجدیں
تو میرے حق کمال سرفرازی فرماویں فقط حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کو
پڑھ کر ان سے فرمایا کہ خیر کیا مضائقہ ہم رخصت کر دینگے اور
پائندہ خان نے جو اپنی بی بی سے صلاح و مشورت کر کے ..... بھیجا تھا

کہ یہاں گڑھی کے اندر اسی کوٹھری میں جس میں جہاندار اُترا تھا
کچھ اس کا نقد روپیہ یا زیور گڑا تھا اُس کے کھودلانے کو اُس نے
جہاندار کو بھیجا تھا بلکہ جب جہاندار حضرت کے پاس آیا تھا تب اکثر
لوگ آپس میں کہنے لگے کہ پائندہ خاں نے اپنا اقرار پورا کیا یہ سُن
کر بعضے بعضے جو اس کی تو خصلت سے واقف تھے چنانچہ سید اکبر وغیرہ
انھوں نے کہا کہ اس نے اپنا اقرار تو بیشک پورا کیا مگر تم ہماری
بات یاد رکھنا کہ اس میں بھی کچھ اس کا فریب ہو گا اور اس وقت
تک کوئی شخص ہمارے لوگوں میں اس دفینے اُس کے سے مطلق
واقف نہ تھا پھر جب حضرت علیہ الرحمۃ نے جہاندار کی رخصت کا
اقرار کیا تب اس کے ہمراہی ایک روز واسطے گوشت کھانے کے
ایک گائے کسی کی مول لائے اور حضرت سے اجازت لے کر اپنی کوٹھری
کے آگے اس کو ذبح کیا اور گوشت تو اکثر وقت حضرت کے مطبخ سے
ان کے لئے پکایا آتا تھا مگر ان لوگوں کی عادت ہے کہ اکثر بھونے ہوئے
تکے کھاتے ہیں اور حضرت نے یہی سبب جانا اور اصلی مطلب اُن کا یہ
تھا کہ اس کی کھال میں وہ اپنا دفینہ لپیٹ کر لیجاویں اور کوئی خبر
نہ ہو پھر اس گوشت کو انھوں نے کباب کر کے کھایا اور لوگوں کو،
کھلایا اور کچھ رکھ چھوڑا دوسرے وقت حضرت سے واسطے رخصت کے

عرض کی آپ نے فرمایا کہ اچھا کل تم کو رخصت کرینگے پھر انھوں
نے اسی رات کو وہ دفینہ کھود کر گائے کے چمڑے میں لپیٹ رکھا اور
اس گائے کی ہڈیاں جس گڈھے میں دفینہ تھا اس میں ڈال کر زمین
برابر کردی پھر بعد نماز صبح کے وہ جہاندار کو واسطے رخصت کرانے
حضرت کے پاس لائے حضرت نے ایک پگڑی اور تین تھان سپید دے
کر رخصت کیا پھر وہ اپنا سب اسباب اور وہ چمڑا لے کر چلے گئے سید
اکبر صاحب اس کوٹھری میں گئے اور وہ کھدی ہوئی جگہ دیکھی پھر
اس کو کھودا تو اس میں ہڈیاں نکلیں وہ دریافت کر گئے کہ اس میں
سے کچھ مال کھود لے گئے پھر انھوں نے اور لوگوں کو بلا کر وہ گڈھا
دکھلایا اور کہا دیکھو یہاں سے وہ لوگ کچھ مال کھود لے گئے ہیں اب
وہ ہمارا کہنا سچ ہوا یا نہیں جہاندار کے بھیجنے میں پاینده خاں کا کچھ
فریب ہے وہ یہی تھا اس وقت لوگوں کو یقین ہوا کہ سید اکبر صاحب
سچ کہتے تھے بعد اس کے پھر پاینده خاں نے جہاندار کو نہ بھیجا انتہیٰ
اور دوسرا حال امام کا یہ ہے کہ جب چند روز گذر گئے اور جہاندار نہ
آیا بند و خاں برادر خرد پاینده خاں اور سر بلند خاں نے حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ پاینده خاں تو اسی طور مکر و فریب
کیا کریگا اور اپنی لسانی اور چرب زبانی سے آپ کو لیت و لعل میں

رکھے گا اور انجام اس کا کچھ نہ ہوگا دیکھئے اب تک اُس نے جہاندار
کو آپ کے پاس بھیجا اور نہ گڑہی چھتربائی کی خالی کی اور آپ نے
دیکھا کہ کس مکر و فریب سے جہاندار کو بھیج کر یہاں سے اپنا دفینہ
منگالیا سو ہمارے نزدیک یہ تدبیر بہتر معلوم ہوتی ہے کہ آپ کچھ
اپنے غازی دریا کے پار اُتارئے کہ وہ جاکر سری کوٹ اور موضع
پہلڑے کو اپنے قبضے میں کریں یہی دونوں ٹھکانے ملک تنول کے گویا
سر ہیں اگر ہاتھ آگئے تو انشاء اللہ تعالیٰ سب درستی ہو جاویگی یہ
تقریر ان دونوں صاحبوں کی حضرت نے اور جو آپ کے پاس سید احمد علی
صاحب اور سید اکبر اور ارباب بہرام خاں اور مولوی محمد حسن اور شیخ
ولی محمد وغیرہم حاضر تھے سب کو پسند آئی پھر حضرت نے سب سے مخاطب
ہو کر فرمایا کہ کسی صاحب کو تجویز کرو تو بھیجیں اس میں سید احمد علی صاحب
آپ بولے کہ اگر مجکو اجازت ہو تو میں جاؤں مگر اس شرط سے کہ جس
کو میں چاہوں لیجاؤں یہ بات حضرت علیہ الرحمۃ کے خیال میں اصلا نہ تھی
کہ ان کو بھیجیں مگر بسبب درخواست ان کے آپ نے فرمایا کہ خیر جاؤ
اور تم کو اجازت ہے جس کو چاہو اپنے ہمراہ لیجاؤ بلکہ شیخ ولی محمد صاحب
نے الگ ہو کر سید احمد علی صاحب سے پوچھا کہ وہاں تو حضرت نے سب
سے کسی کو تجویز کرنا فرمایا تھا تم نے اپنے جانے کی کیوں درخواست کی

م اس کو اپنے ہمراہ

اور کبھی تو تم نے اپنے جانے کو درخواست نہیں کی انھوں نے
کہا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ وہاں دریا اُترتے ہی پہلے سکھوں
سے مقابلہ ہے جب ان سے نپٹ لینگے تب کہیں وہاں تک جانا ہوگا
یہ جواب سُن کر شیخ صاحب چپ ہو رہے پھر سید احمد علی صاحب
اپنے ڈیرے میں بیٹھ کر غازیوں کے نام کی فرد لکھی اپنے ساتھ
لیجانے کو اور حضرت کے سامنے پیش کی آپ نے اس کو پڑھ کر
چند آدمی فرد سے نکال ڈالے اور اُن کے عوض اور کردئے اور
فرمایا کہ ان کو لیجاؤ اور شیخ ولی محمد صاحب سے کہا کہ ان کو جو
جو چیز اور اسباب ضروری گولی بارود وغیرہ مانگیں حوالے کرنا اور سی
فرد کے مطابق پہلے پہلے حکم پہنچا دیا گیا کہ فلانے فلانے شخص سید احمد علی
صاحب کے ہمراہ جاویں ملکی لوگوں کے سوا کوئی سو یا سوا سو غازی
تھے ان میں سے جن کے نام یاد ہیں وہ یہ ہیں منہاروں کے رام پور
کے مولوی محمد حسن اور محمد خان خیر آبادی بھائی ابراہیم خاں کے
اور نشان فتح اللہ انھیں کے پاس تھا اور دوسرے جوڑی وال
ان کے نگراؤں کے سید عبد الرزاق سید نور احمد کے بھائی اور
موٹے کریم بخش سہارنپوری اور رحیم بخش جراح قصبہ نستا کے
اور سید احمد علی اور عبد الکریم عظیم آبادی اور زبردست خاں

رائے بریلوی اور کالے خاں جو خیزیوں کے محافظ تھے اور منیر
اور مہربان خاں وطن اُن کے یاد نہیں اور مدد خاں اور سربلند
خاں اور امان اللہ خاں عشرے والے اور جعفر خاں ہزارے والے
اور یہ چاروں سردار جتھے والے تھے ہر ایک کے ہمراہ تیس تیس،
چالیس چالیس آدمی تھے پھر سید احمد علی صاحب چار پانچ گھڑی
دن چڑھے سب ہمراہیوں کو لے کر روانہ ہوئے اس وقت ہندوستانی
اور ملکی ملا کر قریب ڈھائی سو کے تھے موضع کرپلے کے مقابل ایک
اترنے کا قصد کیا اس کے پار کرپلے کی گڑہی سے نکل کر سکھ
بندوقیں مارنے لگے اس خوف سے کہ شاید دریا اتر کر ہم پر آویں
ادہر سے بھی لوگ ان کو بندوقیں مارنے لگے پھر وہ پتھروں کی
آڑ میں ہو کر گولیاں مارنے لگے اور ادہر ہماری طرف برابر میدان
تھا نہ کوئی ٹیلہ نہ کوئی نالہ کہ اس کی آڑ میں چھپیں کئی غازی
ان کی گولیوں سے زخمی ہوئے یہ حال دیکھ کر سید صاحب علیہ الرحمۃ
نے اپنی گڑہی کے دروازے سے دو توپیں کھچوا منگائیں اور مرزا
حسین بیگ بانس بریلوی سے جو گولہ انداز تھے فرمایا تم بھی گولے
مارو انھوں نے ایک ان پتھروں کے سامنے شست باندہ کر ماری
گولہ پتھروں میں جا لگا پتھر ٹوٹ کر اڑے تمام سکھ جو پتھروں کی آڑ

میں تھے بھاگ کر گڑہی میں گھسے دوسری توپ اُنھوں نے،
گڑہی کے سامنے ماری وہ گولہ گڑہی کے گھونگھٹ کی دیوار توڑکر
نکل گیا سکھوں نے چادر ہلائی اور امن مانگی پھر اس طرف سے توپ
چلنی موقوف ہوئی اور سید احمد علی صاحب اپنے لوگوں کو کشتیوں
پر سوار کروا کے پار اُترے اور کریلے کی گڑہی کے پاس ہو کر نکلے
اور وہی رستہ تھا وہاں کے سکھوں نے گڑہی پر سے پکار کر کہا کہ
ہمارے لوگوں کو یہ گمان تھا کہ غازی لوگ ہم پر آتے ہیں اس
خوف سے بندوقیں ماریں یہ ہم لوگوں سے بڑی خطا ہوئی اور
اس طرف حضرت علیہ الرحمۃ لوگوں کو لئے کھڑے رہے جب تک
تمام غازی کریلے کے آگے نکل گئے پھر حضرت وہاں سے گڑہی میں
تشریف لائے پھر اگلے روز خبر آئی کہ سید احمد علی صاحب قریب
آدہی رات کے سری کوٹ میں اپنے لوگوں سے پہنچے اور یکبارگی
گڑہی کا محاصرہ کر لیا اور گڑہی والے غافل سوتے تھے جب ادہر
کا شور و غل سن کر جگے تب دو چار بندوقیں چلائیں پھر جب جانا
کہ ہم مفت میں مارے جاوینگے اور یہ غازی گڑہی کو نہ چھوڑینگے
تب انھوں نے امن مانگی کہ ہم اپنے ہتیار لے کر نکل جاویں سید احمد علی
صاحب نے ان کو اجازت دی وہ اسی وقت اپنے ہتیار لے کر نکل

گئے سید احمد علی صاحب نے گڑہی میں اپنا بند و لبست کر لیا انتہیٰ
اور اس کے اگلا روز چار گھڑی دن چڑہے سید حسن شاہ اور
منشی محمد غوث محمد جو بیشتر پاینده خاں کی طرف سے وکیل ہو کر
آئے تھے گڑہی کے دروازے پر آئے اور دروازے کے پہرے
والے سے کہا کہ سید بادشاہ سے جاکر عرض کرو کہ فلانے فلانے
شخص کچھ خوشخبری لے کر آئے ہیں اجازت ہو تو آپ کے پاس
آویں اور یہ دونوں صاحب بہت دنوں آگے سے حضرت علیہ الرحمۃ
کے معتقد اور موافق تھے اور پوشیدہ سید حسن شاہ سے بیعت
بھی کر چکے تھے مگر اس امر سے بعض لوگ واقف تھے اور کوئی
نہیں خبر تھا پھر حضرت کو اطلاع ہوئی آپ نے اپنے پاس بلالیا
انھوں نے جاتے ہی کہا کہ حضرت آپ کو مبارک ہو موضع بلوئی
سے پاینده خاں بھاگ گیا اور کل شام سے گڑہی چھتر بائی کی ہی
خالی پڑی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کا حال تو بیان کرو انھوں نے
عرض کی کہ کل صبح کو سری کوٹ کے سپاہی بھاگ آئے اور گڑہی
چھٹ جانے کا بیان کیا اور کہا کہ عجب نہیں جواب آکر آپ کے
شیر گڑہ کو وہ لے لیویں آپ جلد اس کا تدارک جو کچھ ہو سکے
کریں اور وہی شیر گڑہ اس کے بھاگنے کا ایک رستہ تھا یہ خبر وحشت

اثر ان سے سن کر ہم دونوں سے کہا کہ میں تو شیر گڑھ کو چلتا
ہوں اور تم جاکر جہتر بائی کا بند وبست کر دو یہ کہہ کر خان تو
شیر گڑھ کو گیا اور ہم دونوں جہتر بائی میں آئے اور ہم تو یہی بات
چاہتے تھے مگر کیا کریں موقع نہیں پاتے تھے پھر ہم نے جہتر بائی
والوں سے کہا کہ جلد اسباب اور ہتیار لے کر گڑھی سے نکل جاؤ اور
خان تو بلوئی سے شیر گڑھ کو چلا گیا یہ خبر سن کر وہ تمام آدمی اپنا
اپنا اسباب لے کر نکل گئے جب گڑھی خالی ہو گئی تب ہم آپ کے
پاس آئے کہ یہ خوشخبری آپ کو سنادیں سو اب آپ جلد اپنے لوگ
جہتر بائی کو روانہ فرمادیں کہ جاکر گڑھی پر اپنا قبضہ کریں یہ تمام
گفتگو سن کر آپ کو یقین ہوا اور مولوی خیر الدین صاحب کو بلا کر سو
آدمی مسلح ان کے ساتھ کئے اور فرمایا کہ جہتر بائی خالی ہے جلد جاکر
اُس پر اپنا قبضہ کرو مولوی صاحب ممدوح نے اسی وقت جاکر
جہتر بائی کی گڑھی میں اپنا بند وبست کیا اُس وقت اپنے لوگ کہنے
لگے کہ سید صاحب نے یہاں سے ہمارا پلہ بھر گیا تھا فرمایا تھا کہ انشاء
اللہ تعالیٰ جہتر بائی بے لڑے بھڑے خالی ہو جاویگی سو اللہ تعالیٰ نے
ویسا ہی کیا یہ کرامت حضرت علیہ الرحمۃ کی تھی کہ پہلے سے فرمادیا تھا اور

پائندہ خاں ہیبت الٰہی سے شیر گڑھ میں بھی جا کر ٹھہر نہ سکا وہاں
سے چار کوس اگرور تھا وہاں بھاگ گیا اور تب سے سید حسن شاہ
اور منشی غوث محمد بھی پائندہ خاں کے پاس کبھی نہ گئے حضرت علیہ الرحمۃ
کے لشکر میں رہے اور اول تو سید حسن شاہ رافضی مذہب تھے مگر
جب سے حضرت علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر توبہ کی تب سے
پکے سنی مسلمان ہو گئے مگر انھوں نے پوشیدہ بیعت کی تھی اُس دن
آشکارا سب کے سامنے انھوں نے بیعت کی اور کھلے سنی ہو گئے اور
سید حسن شاہ جو حضرت علیہ الرحمۃ کے معتقد ہوئے سبب اس کا یہ تھا
کہ جب حضرت پائندہ خاں کی ملاقات کو گئے تھے اور ملاقات کی آپ
نے اس کو تبرک ایک اپنی پگڑی دی اور فرمایا اس کو پائندہ لو اس
نے اپنی شامت اعمال سے نہ پائی تو سید حسن شاہ کو حوالے کی انھوں
نے اپنی بغل میں داب لی پھر وہ پگڑی انھیں کے پاس رہی اسی کی برکت
کا سبب ہوا کہ انھوں نے رفض بھی چھوڑ دیا اور بیعت بھی کی اور یہ
حال وہ خود اپنی زبان سے بیان کرتے تھے یہ کرامت حضرت
علیہ الرحمۃ کی تھی **اور ایک حال ام کا یہ ہے** کہ جب سید
احمد علی صاحب ام سے سری کوٹ کو گئے ادھر ایک حکیم عزیز الدین نام دہلی
کے رہنے والے رنجیت سنگھ والی لاہور کی طرف سے وکیل ہو کر آئے

اور وزیر سنگھ نو مسلم جو پوشیدہ حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر
بیعت کر گیا تھا وہ بھی حکیم کے ہمراہ تھا اور وہ رنجیت سنگھ کا
سالا تھا اور حافظ ملھو خان رامپوری اور چند آدمی اور بھی تھے
اور جو راجہ رنجیت سنگھ کا نوشتہ حکیم لائے تھے وہ حضرت علیہ الرحمۃ
کو دیا وہ پڑھا گیا خلاصہ مضمون اس کے کا یہ تھا کہ خلیفہ صاحب آپ
سید اور حاجی وغازی اللہ والے ہیں اور آپ کی دعا کے اُمیدوار
ہیں اگر آپ ہندوستان سے اس ملک میں بارادۂ ملک گیری کے
تشریف لائے ہیں تو آپ اس پار دریائے اباسین کے نو لاکھ روپے
کی جاگیر ہم سے لیویں اور پار اباسین کے جہاں آپ تشریف رکھتے
ہیں اس ملک کی تعلقیدی ہم لیتے آئے ہیں سو وہ بھی ملک ہم آپ
ہی کی نذر کریں بے کد و کاوش اتنا ملک آپ اپنے تحت تصرف
میں رکھیں اور با فراغت اپنے صاحب کی بندگی میں مشغول رہیں اور
ہم سے لڑنے بھڑنے کا خیال نہ کریں اور جو یہاں لاہور میں ہمارے
پاس آویں تو ہم آپ کو اپنی کل فوج کا افسر بناویں انتہی حضرت
امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے اس مزخرفات واہیات کے جواب میں
ان حکیم صاحب بعو وکیل ہو کر آئے تھے یوں فرمایا کہ ہم جو اس
مسلمانوں کے ملک میں اتنے لوگوں سے آئے ہیں سو نہ تو کسی کی ریاست

چھیننے کے ارادے سے آئے ہیں اور نہ ملک گیری کے شوق سے ہم تو محض واسطے جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے یہاں آئے ہیں اور جو رنجیت سنگھ اتنے ملک دینے کا لالچ دکھاتا ہے اگر وہ اپنا تمام ملک دے تو بھی ہم کو کچھ غرض نہیں اور جو وہ مسلمان ہو جاوے اور اسلام لاوے تو ہمارا بھائی ہو اور پھر تائید الٰہی سے جو ملک ہمارے ہاتھ لگے ہم اس کو دے دیویں اور جو اس کا ملک ہے وہ بھی اس کے پاس رہے ہمارا مطلب تو یہ ہے جہاد کر کے کفار کو مغلوب کریں اور اسلام کو غالب اور اسی کار خیر میں اپنی عمر صرف کریں اس کے سوا اور ہماری کچھ غرض نہیں ہے اور بہت الفاظ اسی مضمون ہدایت مشحون کے آپ نے فرمائے وہ حکیم صاحب سن کر لاجواب ہوئے اور عرض کی کہ جیسا کہ ہم غائبانہ آپ کا حال خیر مآل زبانی لوگوں کے سنتے تھے اس سے زیادہ آپ کو ہم نے پایا اور آپ کا سب دعوی سچا ہے سوائے آمنّا اور سلّمنا اس کا جواب ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور حضرت نے حکیم صاحب کو بہت خاطر داری اور عزت و توقیر سے اپنے یہاں اُتارا اور مہمانی کی صرف مسلمان جان کر نہ بخیال وکالت رنجیت سنگھ اور وہ رنجیت سنگھ کے یہاں بڑے معزز و ممتاز اور بجائے وزیر کے تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے لشکر ظفر پیکر میں پچاس ساٹھ دو گروں کا جمعدار تھا اور وہ رنجیت سنگھ

کے یہاں سے کسی امر میں ناخوش ہوکر چلا آیا تھا آپ نے اُن
سب کو نوکر رکھ لیا تھا سواس کے نام کا بھی ایک پروانہ راجہ
رنجیت سنگہ کا وہ حکیم صاحب لائے تھے کہ اپنے لوگوں سے ہمارے
یہاں چلا آوے سوجب حکیم صاحب نے وہ پروانہ اس جمعدار
کو دیا اور اپنے ساتھ لیجانا چاہا اُس نے آکر یہ حال حضرت سے عرض
کیا آپ نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے چلے جاؤ اور جو کچھ اس جمعدار
اور اس کے یاروں کی تنخواہ چڑھی تھی آپ نے سب اپنے یہاں
سے دلوادی اور جب بعد کئی روز کے حکیم عزیزالدین نے آپ سے
رخصت چاہی تب آپ نے راجہ رنجیت سنگہ کے نوشتے کے جواب
میں بطور دعوت اسلام کے وہی مضمون ہدایت مشحون جو حکیم سے بیان
کیا تھا لکھوادیا اور حکیم صاحب کو رخصت کیا پھر وہ سب دوگروں
کو ساتھ لے کر لاہور کو روانہ ہوئے انتہیٰ **اور ایک حال ام کا یہ**
ہے کہ بعد لینے ام کے حضرت علیہ الرحمۃ نے موضع دکھاڑے سے
اپنی بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ کو ام میں اپنے پاس بلوالیا انتہیٰ اور
باقی حال سید احمد علی صاحب کا یہ ہے کہ جب سید احمد علی
نے سری کوٹ کو خالی کرلیا اور پاینده خاں نے بلوئی سے بھاگ کر اگرور
کو گیا اور ہر طرف سے اس کا زور ٹوٹا اور کسی خان نے اسکا ساتھ نہ دیا تب اسنے

ہری سنگھ سکھ سے جو جاگیردار راجہ رنجیت سنگھ کا تھا جاکر فریاد
کی کہ ہمارا ملک سید یاد شاہ نے چھین لیا ہے اور ہم آوارہ ادہر
اُدہر پھرتے ہیں کہیں ٹھکانا نہیں ہے جو وہاں ٹھہریں اگر تم ہماری
اعانت کرو تو ہمارا ملک مل جاوے ہری سنگھ نے کہا کہ خان تم
بیوفا اور فریبی شخص ہو تمہارے عہدو پیمان کا ہم کو اعتماد نہیں
تب اس نے اس کی تسلی کے لئے اپنے بیٹے جہاندار کو اول میں دیا
اور ہری سنگھ کو موافق کیا ادہر تو پایندہ خاں نے یہ تدبیر کی
اور ادہر سید احمد علی صاحب سری کوٹ کا بندوبست کرکے پہلڑا
پر لشکر لے کر روانہ ہوئے اور وہاں جاکر اپنا قبضہ کیا کسی سے
جدال وقتال کی نوبت نہ آئی اُسی روز یا اگلے روز کسی مخبر نے خبر دی
کہ ہری سنگھ سکھ شبخون تم پر لانے والا ہے وہاں سے تھوڑی دور
پہاڑ کا درہ تھا جدہر سے شبخون آنے کا دغدغہ تھا سید احمد علی صاحب
نے اس درے پر اپنے کچھ لوگ ملکی متعین کردئے کہ جب کچھ خطرہ معلوم
ہو بندوقیں مارنا ادہر ہم لوگ بھی ہوشیار ہو جاوینگے اور سید احمد علی
صاحب بستی کے باہر اسی درے کی طرف میدان میں اپنے لوگوں سے
اُترے تھے اور مدد خاں برادر پایندہ خاں اور سربلند خاں اپنے اپنے
آدمیوں سے بستی کے اندر اُترے تھے اور کچھ غازی بھی وہیں تھے
دو روز تک یہی خبر رہی کہ آج چھاپا آویگا تمام رات لوگ ہوشیار

اور بیدار رہے مگر نہ کوئی آیا نہ گیا لوگوں کو احتمال ہوا کہ یوں
ہی جھوٹ خبر لوگ اڑاتے ہیں اس میں غافل ہوئے پچھلے پہر صبح کو
اذان ہوئی لوگ اٹھ کر کوئی جا ضرور پیشاب کو گئے کوئی وضو
کر کے سنتیں پڑھنے لگے کوئی وضو کرتے تھے کہ اُدھر درے پر
بندوقیں چلیں اور وہ درے والے سکھوں کے مقابلے کی تاب
نہ لا سکے پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہ ایک دم میں قریب آپہنچے
لوگوں نے سید احمد علی صاحب سے کہا کہ چھاپا آپہنچا آپ چل کر
پہاڑ پکڑیں وہاں سے لڑیں اگر نکلتے تو باخوبی نکلجاتے مگر
انھوں نے کہا کہ اب ان کافروں سے ہٹ کر کہاں جاویں جو کچھ
ہوگا یہیں دیکھ لینگے اور اسی عرصے میں سکھوں نے آکر گھیر لیا جو
لوگ جا ضرور پیشاب کو گئے تھے وہ باہر کے باہر رہے اپنے لوگوں
تک نہ آنے پائے اور یہ حال خیال کر کے جو لوگ بستی میں اُترے
بھی وہ تمام بستی سے نکل کر پہاڑ پر چڑھ گئے کسی نے تندہی نہ
کی فقط سید احمد علی صاحب اور جو غازی اس وقت ان کے پاس
حاضر تھے انھیں سے ان سکھوں کا مقابلہ کیا پہلے تو کچھ دیر جانبین
سے بندوق کی لڑائی رہی اس میں بھی جانبین کے کچھ لوگ کام آئے
بعد اس کے تلوار کی نوبت آئی مگر غازیوں نے بہت سکھ مردار کئے

اور چند غازی اپنے بھی شہید ہوئے جب سید احمد علی صاحب
شہید ہوئے تب جو غازی صحیح و سالم تھے وہ فرصت پاکر پہاڑ
کی طرف چلے گئے پھر ان سکھوں نے جاکر بستی کے گھروں میں آگ
لگادی مگر وہاں کوئی نہ تھا سب لوگ اول ہی نکل کر پہاڑ
پر چڑھ گئے تھے پھر اسی روز گھڑی ڈیڑھ دن رہے ایک ملکی معتبر
یہ خبر لے کرام میں جا پہنچا پہلے اس سے میاں عبدالقیوم ملے انھوں
نے پوچھا کہو کیا خبر ہے اس نے ان کے کان میں کہا کہ وہاں پھلڑے
ہری سنگھ نے شبخون مارا سید احمد علی صاحب اور فلانے فلانے صاحب
شہید ہوئے یہ خبر وحشت اثر سن کر میاں عبدالقیوم اسی جگہ بیٹھ گئے
وہاں سے کچھ دور قریب برج گڑہی کے اباسین کی جانب حضرت
علیہ الرحمۃ بیٹھے تھے دیکھا کہ اس آدمی نے کیا بات کہی جو عبدالقیوم
بیٹھ گئے کسی سے فرمایا کہ اس آدمی کو ہمارے پاس لاؤ وہ بلا لایا
آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں آئے سو اس نے عرض کی کہ پھلڑوں سے
آیا ہوں اور آج بعد نماز فجر کے ہری سنگھ سکھ چھاپا لایا اور سید
احمد علی صاحب نے چند آدمیوں سے اس کا مقابلہ کیا اس میں سید
احمد علی صاحب اور مولوی محمد حسن اور ابراہیم خاں خیرآبادی کے
بھائی محمد خاں نشان بردار اور ان کی جوڑی والا سید عبدالرزاق

نگرانوی اور احمد علی عظیم آبادی اور مولے کریم بخش سہارنپوری
اور فیض الدین بنگالوی اور رحیم بخش جراح اور علی خاں اور اسی
طور کے کئی نام اس نے لئے مگر مجکو فراموش ہوگئے اور تمام کیفیت
چھاپے کی جو آگے مذکور ہو چکی ہے بیان کی حضرت علیہ الرحمۃ نے سُن
کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑہا اور فرمایا کہ الحمد للہ جس مراد کو آئے
تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مراد کو پہنچایا اور بہت دیر تک آپ
سکوت میں رہے اس میں اذان مغرب ہوئی آپ نے وہاں سے
آکر نماز پڑہائی پھر گڑہی میں تشریف لے گئے جہاں بی بی صاحبہ
تھیں پھر کچھ دیر میں عشا کی اذان ہوئی آپ نے آکر نماز پڑہائی
اور بعد فراغ نماز کے آپ گڑہی میں گئے اور وہیں چند آدمیوں
کو بلایا جیسے سید موسی اور ابراہیم خاں نور بخش جراح وغیرہم
کو اور وہ سب شام ہی کو سُن چکے تھے کہ وہاں چھاپے میں
فلانے فلانے شہید ہوئے پھر حضرت علیہ الرحمۃ نے بیان کیا
کہ فلانے فلانے صاحب آج پہلے دن میں شہید ہوئے اور وعظ
ونصیحت اور فضائل شہدا بیان کرکے ان کی تسلی کی اور ان
کو صبر فرمایا اور وقت کھانے کا تھا وہیں آپ نے کھانا منگوایا
اور اپنے ساتھ ان سب صاحبوں کو کھلایا اور بعد اس کے فرمایا

کیا
کسی آدمی کی رو داری اور خوشامد کا خیال نہ کریں خلاصہ اس
کا یہ ہے کہ جب اس وقت میں نے کہا کہ کوئی جا کر پانی لے آوے اپنی
سادہ مزاجی اور غفلت طبیعت سے کوئی نہ گیا اور جب میں مشک
لے کر چلا تو ہر ایک میری خاطر داری سے ساتھ چلا سو ایسی بات نہ
چاہئے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ سب بھائی یہاں اللہ تعالیٰ کے واسطے
آئے ہیں بمقتضائے بشری کے ایسا کام ہو جاتا ہے مگر اس کو خیال رکھنا
چاہئے یہ گفتگو حضرت سے سن کر سب لوگ حضرت سے سن کر اپنی کوتاہی
اور غفلت سے نادم ہوئے کہ آپ بجا فرماتے ہیں پھر میاں عبداللہ نے
کھانا پکا کر ان سب کو کھلایا اور آکر حضرت سے عرض کی کہ سب
مہمان کھانا کھا چکے اور حضرت کو مہمانوں کی خاطر داری کمال منظور تھی
اس میں کوئی ہو آشنا ہو یا غیر آشنا تمام گفتگو آپ نے اسی واسطے
کی تھی **اور ایک حال امام کا یہ ہے** کہ امام کی گڑہی کے دروازے
پر ایک مکان بطور برج کے تھا اس میں دس بارہ آدمی رہا کرتے تھے
بسبب کثرت بارش کے وہ مکان ٹپکنے لگا سب آدمی وہاں سے نیچے چلے
مگر تین شخص وہیں رہے ان میں ملک داد خاں نام ایک شخص خسرے کے
بیمار تھے اور دو شخص ایک میاں حفیظ اللہ دیتی اور ایک پیر خاں
شاہجہاں پوری یہ تندرست تھے تمام رات تینوں صاحب وہاں رہے صبح کو

میاں حفیظ اللہ نے پیر خاں سے کہا کہ اس مکان سے مٹی گرتی ہے
یہاں سے نکل چلو ایسا نہ ہو کہ گر پڑے انھوں نے کہا کہ مکان مضبوط ہے
گرنے والا نہیں معلوم ہوتا ہے اس بات کا اندیشہ نہ کرو اور مٹی تو گرا ہی
کرتی ہے اسی طور دونوں میں گفتگو رہی اس میں دوپہر دن آیا اور وہ مکان
بہت ٹپکنے لگا فقط اس میں ایک چارپائی کی جگہ سلامت رہی اس وقت
پیر خاں نے میاں حفیظ اللہ سے کہا کہ تم اپنے ہتیار اور اسباب لے کر نیچے
جاؤ کچھ کام یہاں ہوگا تو تم کو بلا لونگا پھر وہ اپنے ہتیار اور اسباب
لے کر نیچے چلے آئے اور پیر خاں اور ملک داد خاں وہیں رہے اس میں ایک
گھڑی بعد وہ مکان یکبارگی شق ہو کر گر پڑا پیر خاں تو بچ گئے اور نکل
بھاگے اور ملک داد خاں دب گئے حضرت کو خبر ہوئی فرمایا کہ جلد بھائیو مٹی
ٹال کر ملک داد خاں کو نکالو اور آپ بھی کمر باندہ کر تیار ہوئے اور اس
وقت نہایت سردی اور جاڑا تھا پھر تمام لوگ پھاوڑے اور کدال
لے کر کھودنے لگے اور ان کو نکالا کچھ رمق جان باقی تھی پھر روئی دُھنی
ہوئی میں ان کو لٹایا مگر کوئی ڈیڑھ پہر زندہ رہے پھر مر گئے پھر
اپنے لوگوں نے قبر کھود کر ان کو دفن کیا پھر پیر خاں سے لوگوں نے پوچھا
کہ تم آپ تو سلامت نکل بھاگے اور ملک داد خاں کو کیوں نہ نکال لائے
انھوں نے کہا کہ میں نے کئی بار ان سے کہا کہ یہاں سے چلو انھوں نے

کہا مجکو تکلیف ہو گی میں تو یہیں رہونگا کسی طور اُنھوں نے نہ مانا اور میں جو وہاں سے نکلا سو اس کا سبب ہوا کہ میں بیٹھا تھا کہ یکایک میرے کان میں آواز آئی کہ مکان گرتا ہے جلد نکل جاؤ میں کچھ خبر نہ ہوا پھر تیسری آواز آئی اور میں نے بھی مکان کو دیکھا کہ ہلتا ہے پھر میں وہاں سے جیسے باہر نکلا ویسے ہی مکان بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے خبر کی کہ وہ مکان اوپر چھت ہی کے بیٹھ کر رہ گیا اور جو نیچے کا مکان اس کے ساتھ گرتا تو چالیس پچاس آدمی دب جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے خیر کی اور حال ام کا یہ ہے کہ گڑھی کے جس مکان کے اندر حضرت علیہ الرحمۃ رہتے تھے اس کے صحن میں ایک درخت عظیم شیشم کا تھا اور دالان میں غازیوں کے بستر تھے اور شیخ منور علی قدوائی نواب گنجی ضلع لکھنو کے ان کا بھی بستر وہیں تھا ایک دن کسی غازی نے ان کا بستر ہٹا دیا اور وہاں آپ سو رہا اور حضرت کے وہاں یہ دستور تھا کہ جو جہاں جگہ پاتا وہیں سو رہتا کسی کی جگہ مقرر نہ تھی شیخ منور علی نے کہا کہ بھائی یہاں تو میں سویا کرتا ہوں تم میری جگہ کیوں سوتے ہو انھوں نے کہا کہ یہاں جگہ تو کسی کی مقرر نہیں ہے اگر تم ہوتے تو تم ہی سوتے جگہ خالی تھی اس سبب سے میں لیٹ گیا اب تم جہاں خالی جگہ پاؤ تم بھی وہاں سو رہو انھوں نے خفا ہو کر اسی وقت ایک چارپائی رسی سے باندھ کر شیشم کے درخت پر چڑھ گئے اور اس کو کھینچ کر

ایک جگہ تین تسا جیں تھیں ان پر چار پائی رکھی اور اسی پر آپ لیٹے
تھے صاحبوں نے پوچھا کہ شیخ جی یہ کیا تم نے کیا انھوں نے مارے غصے
کے کچھ جواب نہ دیا اور وقت رات کا تھا جب باہر سے حضرت تشریف
لائے تو لوگوں نے آپ سے اطلاع کی آپ نے پوچھا کہ شیخ منور علی تم
نے چار پائی درخت پر کیوں بچھائی انھوں نے عرض کی کہ حضرت میں کیا
کروں میرے واسطے اب زمیں میں جگہ نہیں رہی اس لئے میں نے آج پہلی
منزل طرف آسمان کے کی ہے کل جو کچھ ہوگا دیکھونگا یہ لطیفہ سن کر،
سب لوگ ہنسنے لگے حضرت نے فرمایا کہ شیخ بھائی اُترآؤ تمہارے
لئے زمین ہی میں جگہ ہوجاویگی پھر وہ اُتر آئے آپ نے ان کو جگہ بتاوی
وہ وہاں لیٹے اور ایک حال اُنکا یہ ہے ملک سمے میں جو
موضع ٹوپئی ہے پہلیلہ نام ایک شخص اُس میں رہتا تھا تمام ٹوپئی والے
اس سے تنگ اور آزردہ تھے آخر الامر سب نے متفق ہوکر اس کو
ٹوپئی سے نکال دیا وہ وہاں سے دریائے اباسین اُترکر سکھوں میں
جا رہا اور سکھوں سے موافقت پیدا کی انھوں نے کنارے اباسین
کے اُس کے لئے ایک برج بنادیا اور کچھ زمین واسطے زراعت کے دی
پھر وہ اسی برج میں رہنے لگا اور پچاس ساٹھ آدمی تو اس کے ہمراہ

ہر وقت موجود رہتے تھے اور جب کہیں دہاڑا لیجاتا تھا تب کوئی
سو سوا سو آدمی ہو جاتے تھے اور وہ اکثر ٹوپئی کے ضلع میں دہاڑا
مارا کرتا تھا اور وہاں بیٹھ کر کھاتا تھا اور اباسین کے جزیرے میں
ایک بستی تہائی نام تھی اس میں اکثر مشوانی قوم رہتی تھی اور کچھ
لوگ اس میں ملک سے اور ملک تہرارے وغیرہ کے رہتے تھے اور وہ بستی
بہت آباد تھی اور جزیرہ تہائی کا بیلہ کر کے مشہور ہے اور ٹوپئی
والوں کے قبضے میں تھا بہیلیہ نے اس کے لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن سنگہ سکھ
جو حاکم سکدر پور رکا تھا اس سے مشورہ کر کے اس نے کچھ سکھ سکدر پور
کے لئے اور کچھ حضرو سے بلوائے اور کوئی سو سوا سو آدمی خود اس کے
تھے ایک روز ان سب کو لے کر واسطے لوٹنے موضع تہائی کے گیا اور
ان روزوں وہاں اباسین پایاب تھی پھر اس نے اباسین اتر کر تہائی
کو خوب لوٹا اور اسی آدمی اس بستی کے مارے گئے اور اس بستی پر
اُس نے قبضہ کر لیا اور ایک بھائی بہیلیہ کا احمد علی نام وہ بھی اسی
دہاڑے میں مارا گیا اور کوئی پندرہ سولہ سکھ مردار ہوئے پھر باقی
سکھوں کو وہاں سے رخصت کر دیا اور آدمیوں کو لے کر آپ وہاں
رہنے لگا اور ایک چھوٹی سی گڑہی وہاں بنالی پھر ادہر سکھوں کی
بستیوں میں بھی دہاڑا مارنے لگا اور ادہر ٹوپئی اور مینئی اور ہنارہ

اور کھیل وغیرہ میں بھی دھاڑا لانے لگا جب حضرت علیہ الرحمۃ کا
قبضہ ام پھیر ہوا تب لوٹی اور مینئی وغیرہ لبستیوں کے لوگ آکر
حضرت کے پاس نالشی ہوئے اور تمام پھلیلہ کے لوٹنے مارنے کا حال
آپ کے روبرو عرض کیا کہ آپ ہمارے امام اور بادشاہ ہیں آپ
اس کا تدارک کر کے اس بلا کو دفع کریں حضرت نے یہ تمام گفتگو
ان کی سن کر ان کی تسلی اور دلجمعی کی اور فرمایا کہ اب تو تم اپنے
مکان کو جاؤ ہم اس کی با خوبی تدبیر کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ یہ بلا
دفع ہو جاویگی پھر وہ سب نالشی لوگ اپنی اپنی لبستیوں کو گئے اور
ادہر حضرت نے ایک اپنا خط ایک ملا کے ہاتھ پھلیلہ کے پاس
موضع تہائی میں بھیجا اور حاصل مضمون اس خط کا یہ تھا کہ تم مسلمان
ہو اور دعوے اسلام کا کرتے ہو تم کو لائق نہیں ہے کہ اپنے بھائی
مسلمانوں کو لوٹ مارو اور ایذا دو اب تم یہاں ہمارے پاس چلے
آؤ تم کو تمہاری بستی میں لبسا دیوینگے اور جو تمہاری زمین جاگیر
ہوگی وہ تم کو دلا دیوینگے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک گاؤں اور
تم کو ہم دیوینگے اور اسی طور تسلی اور دلجمعی لکھی انتہیٰ جب یہ خط اُس
کے پاس گیا اور اس نے اس کو پڑھوا کر اس کا مضمون معلوم کیا

اور اپنے لوگوں کو جمع کر کے اس کا حاصل بیان کیا اور کہا کہ تم
اب اس میں مجھکو کیا صلاح دیتے ہو سب نے کہا چلنا ہی مناسب
ہے کیونکہ وہ سید ہیں اور ہم سب کے امام اور بادشاہ ہیں ہم سب
کو تو پکڑنے سے رہے اور اگر دو چار کو ہم میں سے گرفتار کر لینگے تو ہم
جیسا ہوگا ویسا دیکھ لینگے پھر بہلیلہ نے چلنے کی تیاری کی اور اس کے
ایک روز پیشتر سکھوں کی عملداری سے دھاڑا مار کر مال و اسباب لایا
تھا اسی میں سے مال و اسباب کچھ لے کر کوئی پچاس ساٹھ آدمیوں سے حضرت
کے پاس چلا اور شیخ محمد جواب یہاں قافلہ شریف میں ہے یہ ان کے
ہمراہ تھا پھر بہلیلہ امب میں آکر حضرت سے ملا حضرت علیہ الرحمۃ بہت
خوش ہوئے پھر اس نے تین گھوڑے اور چار بندوقیں اور نو تلواریں
آپ کی نذر کیں پھر حضرت نے اس کے آدمیوں کو ایک ایک پگڑی اور
ایک ایک لنگی عنایت کی اور بہلیلہ کو ایک سبز دوشالہ اور بہت سے
کپڑے اور کچھ نقد روپے دئے پھر بہلیلہ نے اور اس کے سب آدمیوں نے
حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور فسق و فجور اور برے کاموں
سے توبہ کی اور تین روز حضرت نے اس کو اپنے پاس رکھا اور خوب اس کو
وعظ و نصیحت سے سمجھایا اور اس کی تسلی کی پھر اس کو رخصت کیا پھر
وہ سب آدمیوں سے موضع تہائی کو گیا اور شیخ محمد نور الصدر حضرت

کے لشکر میں رہے پھلیلہ کے ساتھ نہ گئے پھر اس کے کئی دن کے بعد حضرت
نے موضع ٹوئی کے رئیسوں کو بلایا اور پھلیلہ کو بھی بلایا اور سب کو ملا دیا
اور جو موضع ٹوئی میں پھلیلہ کا حق تھا وہ سب ان رئیسوں سے دلا دیا
اور ایک گاؤں کیبل سے کوس بھر جانب مغرب کنارے اباسین کے
ایک ٹیکرے پر ویران پڑا تھا اور وہاں اکثر مسافر لوگ لٹ جاتے تھے
اور وہ گاؤں ٹوئی والوں اور گندف والوں اور گیاری یا ڑے والوں
نے ان کو سمجھا کر پھلیلہ کو دلوا دیا اور پھلیلہ سے فرمایا کہ اب تم اس میں
رہا کرو پھر حضرت نے ٹوئی والوں کو رخصت کر دیا اور پھلیلہ حضرت کے
پاس رہا اس کے دوسرے یا تیسرے روز کسی مخبر نے آکر پھلیلہ سے کہا کہ
سکھوں کی رسد سکدرپور سے دربند کو جاتی ہے یہ حال سن کر پھلیلہ نے
حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کی کہ مجھکو خبر لگی ہے کہ سکدرپور سے سکھوں
کی رسد چلی ہے سو کل سویرے دربند میں داخل ہوگی اگر مجھکو اجازت ہو
تو میں آپ کو اس کا تماشا دکھاؤں آپ نے فرمایا کہ بہت خوب تم کو
اجازت ہے پھر پھلیلہ نے کوئی سو سوا سو آدمی بلا کر جمع کئے اور حضرت
سے عرض کی کہ میں نے اپنا بندوبست کر لیا ہے اگر ہم لوگوں پر کچھ سکھوں
کا دباؤ ہو تو آپ ادہر سے توپ مارنا حضرت نے فرمایا کہ بہت خوب پھر
آپ نے دعا کر کے پھلیلہ کو رخصت کیا پھر اس نے اپنے آدمی تیترے کے

کوٹلے پر بٹھائے اور اُس نے کہا کہ ہم لوگ جا کر نالے میں چھپیں گے جب سکھوں کی رسد ہمارے مقابل آوے تب تم بندوق چلا دینا پھر وہ رات ہی کو نشاچوں پر سوار کر کے اپنے سب لوگوں کو اباسین کے پار اتار لے گیا اور دامن کوہ میں جو نالہ تھا اس میں جا چھپے پھر اس کے اگلے روز کوئی تین گھڑی دن چڑھے رسد لئے ہوئے سکھ آئے کوئی پانسو سوار و پیادے رسد کے آگے تھے اسی قدر پیچھے تھے اور رسد بیلوں اور خچروں اور گدہوں پر تھی اور وہ کیا اسباب تھا گیہوں تھے اور گھی کے کپے تھے اور آٹا تھا اور شکر تھی ایک سال کا سامان تھا پھر وہ لوگ جب آتے آتے اس نالے کے مقابل آئے تب کوٹلے والوں نے دو بندوقیں چلائیں اور ادہر ہیلیلہ کے لوگوں نے نالے سے نکل کر ایک بارڑ بندوقوں کی ماری اور تلواریں کھینچ کر ان پر دوڑے یہ لوگ جا کر رسد پر گرے سر دست جس سے جو اسباب لیا گیا تو وہ لیا اور باقی اسباب چھوڑ کر جلد آ کر اباسین کا کنارا پکڑا اور ادہر سے سکھوں نے ان کا پیچھا کیا اور بندوقیں مارنے لگے جب ان پر سکھوں کا زیادہ دباؤ ہوا اور حضرت علیہ الرحمۃ توپوں کے پاس کھڑے یہ تمام واقعہ دیکھ رہے تھے فرمایا کہ ہاں اب گولہ مارو تب ادہر ام سے شیخ وزیر گولہ انداز نے کوئی چار گولے سکھوں کے ایک غول کی طرف مارے اور پانچ یا چھ گولے دوسرے غول کی جانب مارے وہ تمام پراگندہ ہوگئے اس فرصت میں یہ لوگ اپنے اپنے شناچے سو پھونک کر دریا میں سوار ہوئے

اسباب غنیمت اور اپنے ہتیار لے کر اور پیرنے لگے اور ادہر سے سکھ گولیاں گولیاں مارکئے یہاں تک کہ سلامت پار اتر آئے پھر بہلیلے نے اس مال غنیمت میں سے دو کپے گھی کے اور ایک گون شکر اور ایک گھٹری کپڑے لاکر حضرت علیہ الرحمۃ کی نذر رکئے اور باقی اسباب جنھوں نے لوٹا تھا وہ لپنے اپنے گھر لے گئے اور اس چھاپے میں بہلیلہ کی طرف کے تین آدمی شہید ہوئے اور دو زخمی اور ادہر سکھوں کے چو وہ آدمی مُردار ہوئے اور زخمیوں کا حال معلوم نہیں ہوا انتہی اور ایک حال ام کا یہ ہے کہ دریائے اباسین کے کنارے دامن کوہ میں ایک بڑا عظیم درخت آم کا تھا وہاں کے لوگوں سے ایک بار حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے پوچھا کہ یہ درخت پھلتا بھی ہے انھوں نے کہا کہ ہماری یاد میں تو کبھی نہیں پھلا پھول تو آتا ہے مگر گرجاتا ہے آپ نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب جو بور آتا ہے اور پھل نہیں لگتے انھوں نے عرض کی کہ ہم اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ وہ نقل کرتے تھے کہ اگلے زمانے میں جب یہاں کا حاکم دیانت دار اور نصفت اور رعیت پرور تھا اس کی خوش نیتی اور برکت کے سبب سے یہ درخت پھلا کرتا تھا اس کے بعد جب سے یہاں کے حاکم لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنے لگے تب سے ان کی شامت ظلم سے یہ درخت نہیں پھلتا ہے اس کے سوا اور کوئی سبب ہم کو نہیں معلوم حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ تقریر ان کی سُن کر فرمایا اگر اس کے نہ پھلنے کا سبب یہی ہے جو تم کہتے ہو تو ہم اپنے پروردگار سے دعا کرینگے کہ جو ہمارے غازی بھائی اپنا اپنے

گھر بار خویش و تبار چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو آئے ہیں
کیا عجب ہے یہ درخت ان سب بھائیوں کی نیک نیتی اور برکت سے پھلے
اور جناب الٰہی سے مجھکو اُمید قوی ہے کہ یہ درخت پھلے گا اور ان روزوں
آموں کے پورنے کی فصل شروع تھی پھر ایک روز بعد نماز عصر کے حضرت
علیہ الرحمۃ بطور سیر کے اس درخت کے وہاں گئے اور آپ کے ہمراہ اور بھی
بہت لوگ اپنے لشکر کے اور اس بستی کے تھے پھر حضرت نے اس درخت کو
ہر طرف سے خوب دیکھا پھر آپ سر برہنہ ہو کر ساتھ کمال عجز و انکساری
اور الحاح و زاری کے جناب باری میں دعا کرنے لگے اور تمام حاضرین لوگ
بھی سر برہنہ ہو کر آمین کہنے لگے مگر خواص خاں خٹک اکوڑے والا اس نے
اپنی ٹوپی نہیں اُتاری اور اُس وقت یہ حال تھا کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے
ایسے ایسے الفاظ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت اور ربوبیت کے اور اپنی عاجزی
اور محتاجی اور مسکینی کے زبان الہام بیان سے نکلتے تھے کہ اس سے آپ کے
بھی اور سب لوگوں کے آنسو جاری تھے اور ایک حالت اور ہی ہر کسی کی
ہو گئی تھی کہ وہ بیان تقریر اور تحریر میں نہیں آسکتا ہے پھر بعد فراغ دعا
کے آپ نے میاں جی سید محی الدین پھلتی سے فرمایا کہ تم کل سے اپنے شاگردوں
کو اسی درخت کے نیچے پڑھایا کرو اس لئے چڑیاں اس کا بور نہ گراویں پھر
آپ وہاں سے مکان پر تشریف لائے اس وقت ارباب بہرام خاں نے
خواص خاں سے کہا کہ وہاں وقت دعا کے ہمارے حضرت امیر المومنین اور

سب بھائی مسلمانوں نے اپنے اپنے سر برہنہ کئے اور تم نے اپنی ٹوپی
نہ اتاری ہم کو تمہاری یہ حرکت بہت ناپسند معلوم ہوئی خواص خاں یہ
بات سن کر بہت نادم ہوا اور کہا کہ ہاں یہ تو مجھ سے خطا ہوئی پھر
ارباب بہرام خاں نے یہی حال حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کیا آپ نے فرمایا
کہ خواص خاں سے کہو کہ وہ پھر ہمارے ہاتھ پر تازہ بیعت کرلیں اللہ تعالیٰ
یہ خطا ان کی معاف کرے پھر ارباب بہرام خاں نے یہ حال خواص خاں
سے کہا انھوں نے حضرت سے اپنی خطا کا عذر کیا اور تجدید بیعت کی کی
پھر اس کے اگلے روز سے میاں جی سید محی الدین اسی آم کے تلے اپنے
شاگردوں کو پڑھانے لگے یہاں تک کہ اس میں کیریاں ہوئیں اور لوگ ٹھنی
کھانے لگے اور حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی کھائی اور تکملہ اس کا یہ ہے کہ
انھیں روزوں حضرت علیہ الرحمۃ نے عشرہ اور چہتر پائی اورام میں
کوئی دوسو یا سوا دوسو غازیوں کو چھوڑ کر باقی سب کو ہمراہ لے کر
کوچ کیا اور پنجتار کو تشریف لے گئے اور یہاں ام میں شیخ ولی محمد
صاحب نے اس آم کے درخت کے تلے غازیوں کا ایک پہرا بٹھا دیا اور
بی بی صاحبہ معظمہ مکرمہ بھی وہیں ام میں تشریف رکھتی تھیں پھر وہ آم
قریب پکنے کے آئے اور ٹپکنے لگے سو وہ اکثر ٹپکے بی بی صاحبہ کے پاس
جاتے تھے پھر شیخ صاحب ممدوح نے سب آم توڑوا کر پال رکھوادئے
جب پال تیار ہوا تب کئی ٹوکرے آم حضرت کو پنجتار میں پہنچے اور کئی ،

ٹوکرے اپنے پاس رکھ لئے ان میں سے بی بی ماجیہ کو خوب سے کھلائے اور ایک ایک دو دو آم غازیوں کو دئے پھر جب آم حضرت علیہ الرحمۃ سے چھوٹ گیا اور یا تیدہ خاں وہاں کا حاکم ہوا پھر ہم نے کسی سے نہ سنا کہ وہ درخت پھر پھیلا ہوا تھی اور ایک حال ام کا یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کے لشکر ظفر پیکر میں ہاتھی تھا حضرت کا یہ ارادہ تھا کہ اس کو سردار فتح خاں بنجاری کو دیویں ا انھیں روز وں شیخ ظہور اللہ بڑھانوی نے ایک شب خواب دیکھا کہ گویا وہ ہاتھی آدمی کی صورت بن کر زار زار روتا ہے انھوں نے پوچھا کہ تو ا کیوں روتا ہے اس نے کہا کہ میں اس لئے روتا ہوں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ الرحمۃ کا ارادہ اپنے پاس میرے جدا کرنے کا ہے کہ کسی کو دے ڈالیں سو مجھکو حضرت کے یہاں کا فاقہ قبول ہے اور کہیں کے پیٹ بھر ا تیت کھانے سے خدا جانے میں کس منافق بیدین کے قابو میں پڑونگا پھر وہ جگ پڑے اور صبح کو حضرت علیہ الرحمۃ سے بیان کیا آپ نے فرمایا خواب تمہارا سچا ہے بیشک ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اس ہاتھی کو فتح خاں بنجاری کو دیں سو ان شاء اللہ تعالیٰ نہ دیوینگے پھر آپ نے نہ دیا اور اپنے ہی لشکر میں رکھا تکملہ اس کا یہ ہے کہ وہ قدرت الٰہی سے ایسا وفادار اور حق شناس نکلا کہ جب بعد قتل ہے کے حضرت علیہ الرحمۃ مع تمام لشکر بنجار سے ہجرت کر کے طرف ملک ندہیار کے روانہ ہوئے بیونں کے پہاڑ کے رستے ہو کر جب

قریب اس پہاڑ کے رستے ہو کر جب قریب اس پہاڑ کے پہنچے اور
اور اس پہاڑ کی چڑھائی بھی نہایت سخت تھی اور اُتار بھی سخت تھا
کہ گھوڑے خچر اونٹ پر سوار ہو کر اس پہاڑ سے گذرنا بہت دُشوار تھا
اور حضرت علیہ الرحمۃ اسی ہاتھی پر سوار تھے پھر وہ ہاتھی اس پہاڑ پر
چڑھنے لگا کہیں تو وہ گھٹنے ٹیک کر چڑھتا تھا اور کہیں پاؤں جما کر
چڑھتا تھا کہ تمام لوگ دیکھنے والے حیران تھے پھر اسی طور سنبھل سنبھل
کر اس پہاڑ پر چڑھا بھی اُترا بھی پھر جہاں پہاڑ رستے میں پڑتا تھا وہاں
وہ اسی طور چڑھتا اُترتا تھا اور وہ ہاتھی بالاکوٹ کی لڑائی تک حضرت کی
سواری میں رہا تھا۔ اور ایک حال ام کا یہ ہے کہ گڑہی کی
جانب شمال کے کنارے دریائے اباسین کے بہت زمین مزروعہ پڑی تھی
حضرت علیہ الرحمۃ نے غازیوں سے فرمایا کہ اس زمین میں تربوز بوئیں پھر
اکثر صاحبوں نے اپنے اپنے جدے تربوز بوئے اور حضرت علیہ الرحمۃ
کے لئے ایک کھیت جدا بویا گیا سب کی باڑیاں ملا کر کم زیادہ کوئی دس بیگھہ
زمین کے اندر ہو نگی پھر خوب تربوزوں کی بیلیں پھیلیں اور خوب
پھلیں اور خوب لوگوں نے کھائے اور یاروں دوستوں کو کھلائے
اور حضرت علیہ الرحمۃ نے بھی کھائے اور لوگوں سے فرمایا کہ تربوز
تو کھایا کرو اور چھلکوں کی ترکاری پکایا کرو خوب مزے کی ہوتی

ہے پھر لوگ چھلکوں کی ترکاری بھی پکا کر کھاتے تھے چند روز میں
جب تربوزوں کی فصل آخر ہوئی آپ نے فرمایا کہ تربوزوں کی بیلیں
نہ اجاڑو انشاء اللہ تعالیٰ دوسری فصل میں پھر پھیلیں گی پھر لوگوں نے
اپنے اپنے کھیتوں کی بیلیں اسی طور سے چھوڑ دیں بعد چند روز کے حضرت
علیہ الرحمۃ تو پنجتار کو تشریف لے گئے اور یہاں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور
شیخ ولی محمد صاحب اور شیخ بلند بخت دینی کو دوسو یا سوا دوسو غازیوں کے
چھوڑ گئے پھر جب دوسری فصل آئی تو وے کھیت تربوزوں کے اس
کثرت سے پھلے کہ ہم لوگوں نے اس قدر تربوز پھیلتے کبھی نہیں دیکھے تھے کہ
جو لوگ امب میں باقی رہے تھے سب نے باخوبی کھائے اور لوگوں کو کھلائے
اور کئی خچر اور اونٹ لدوا کر پنجتار میں حضرت علیہ الرحمۃ کو بھیجے وہاں حضرت
نے لشکر میں تقسیم کئے اور آپ نے بھی کھائے اور ایک حال امب کا
یہ ہے کہ جب پائندہ خاں نے لڑائی سے شکست کھائی اور امب کو چھوڑ کر
اباسین کے پار اتر گیا اور اپنے بیٹے کو اول دے کر سکھوں سے ملا اور ان کو
اپنے موافق کیا تب اس کا یہ ارادہ ہوا کہ موقع پاؤں تو امب کو چھاپا لیجاؤں
اور غازیوں کو وہاں سے نکال کر اپنا قبضہ کروں اور یہ بات مشہور ہوئی
اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ نے لشکر اپنا ان دنوں قاضی حبان صاحب
کے ساتھ طرف پنجتار کے روانہ کر دیا تھا فقط آپ کئی مجاہدین سے امب

یں رہ گئے تھے اور توپخانہ گڑہی کے باہر میدان میں تھا آپ کو یہی ،
دغدغہ ہوا کہ مبادا پایندہ خاں سکھوں کو چڑہا لاوے اور توپیں لیجاوے
اس سبب سے آپ نے گڑہی کی جانب شمال کہیل بائی کی سمت کو خندق
کھدوانی تجویز کی اور فرمایا کہ یہ طریقہ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کا ہے آپ نے روز غزوہ احزاب کے گرد لشکر اپنے کے خندق کھدوائی تھی
سو ہم بہی واسطے دفع اعدا کے خندق بناوینگے یہ تدبیر آپ کی سب
لوگوں کو نہایت پسند آئی پھر اگلے روز نماز فجر کی پڑہ کر اور سب
غازیوں کو ساتھ لے کر گئے اور پہلے آپ نے اپنے دست مبارک
سے خندق کھودنی شروع کی پھر سب غازی کھودنے لگے پھر ہر روز
آپ وہاں تشریف لیجاتے اور تمام غازی کھودتے اور اکثر اوقات
آپ ہی کھودتے تھے کوئی چار گز کی تو چوڑی تھی اور قریب ڈہائی گز
کے گہری پھر بعد چند روز کے حضرت آپ تو پنجتار کو تشریف لے گئے
اور یہاں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور شیخ ولی محمد صاحب اور شیخ ،
ملند بخت وغیرہ کو دوسو یا سواد وسو آدمیوں سے چھوڑ گئے آپ کے
بعد بہی لوگ اس خندق کو بہت روزوں تک کھدوا گئے پھر جہاں
جہاں خندق نہ کھد سکی وہاں سنگر بنا دیا گیا مگر چھاپا پایندہ خاں
کا کبہی نہ آیا اور ایک حال اہم کا یہ ہے کہ ایک بار

ہری سنگھ سکھ راجہ رنجیت سنگھ والی لاہور کا جاگیردار سکدرپور سے کوئی دو ڈھائی ہزار سکھوں کی جمعیت سے واسطے دورہ ملک تنول کے نکلا تھا اور آکر متصل قادر آباد کے ڈیرہ کیا پھر ایک روز سورج کے نکلتے ہی ہزار بارہ سو سکھوں سے دربند کو پہاڑ پر ہوکر چلا اور موضع کرپلے کے نیچے ہوکر دربند کو گیا اور قلعہ دربند کو دیکھا اور وہاں پائندہ خان سے ملاقات کی پھر خان موصوف اس کو ساتھ لے کر طرف چھتر بائی کے گیا اور چھتر بائی اور دربند کے درمیان اباسین ہے پھر اس نے پان سات شاہین کے گولے چھتر بائی پر مارے یہ خبر لوگوں نے آکر حضرت علیہ الرحمۃ کو کی تکہ ادہر سے آپ نے پچاس ساٹھ غازی چھتر بائی والوں کی کمک کو بھیجے مگر یہ غازی وہاں تک پہنچنے نہ پائے کہ ہری سنگھ ادہر سے اپنے لوگ لئے ہوئے ادہر کو پھرا جب آتے آتے مقابل کرپلے کے آیا غازیوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کو اطلاع کی کہ ہری سنگھ وہاں سے پلٹ کر برابر کرپلے کے آیا ہے اگر اجازت ہو تو ہم بھی ادہر سے دو چار توپیں اس کے لوگوں پر ماریں آپ نے فرمایا کہ اگر موقع ہوں تو پان چار گولے تم بھی مارو اور توپیں تو اپنی بھری ہوئی تیار رکھیں مرزا حسین بیگ بانس بریلوی نے ایک توپ کو سواروں کے غول کی طرف سیدھا کیا اور نشانہ باندہ کر سر کیا اس میں سے سکھوں کا ایک سوار اڑ گیا اور

ایک شخص ہری سنگھ کے سر پر سرخ بانات کی چھتری لگائے ہوئے
تھا دوسرا گولہ جو مارا تو وہ چھتری اڑ گئی وہ وہاں سے پراگندہ
ہو کر اپنے ڈیروں پر جا پہنچے اور دو گولے انھوں نے اور مارے
مگر وہ خالی گئے اب یہاں سے باقی حال قاضی حبان صاحب
کا بیان ہوتا ہے کہ جو حضرت علیہ الرحمۃ نے ان کو
امیر کر کے طرف پنجتار کے رخصت فرمایا تھا چنانچہ
قاضی حبان صاحب اور مولانا محمد اسمعیل صاحب حضرت علیہ الرحمۃ سے
رخصت ہو کر طرف پنجتار کے مع لشکر روانہ ہوئے کوئی تین سو تو سوار
تھے اور قریب ڈھائی سو کے پیادے ہونگے اور ایک اونٹ پر
نقارہ تھا اور چھ ضرب اونٹوں پر رہنورک تھے اس روز وہاں
سے گیارہ باڑہ میں جاکر ڈیرہ کیا کہ ام سے آٹھ نو کوس وہ بستی
ہے اگلے روز وہاں سے گندف میں ہوتے ہوئے موضع یابیی میں گئے
یہ جگہ گیارہ باڑہ سے کوئی چھ کوس ہے اور وہاں رہے وہاں کے
لوگوں نے موافق دستور اپنے ملک کے تمام لشکر کی ضیافت کی اور
گھوڑوں کی گھاس کا وہاں یہ دستور ہے کہ وے لوگ مہمان سے
کہہ دیتے ہیں کہ ہر کھیت سے جاکر ایک ایک پولا موافق اپنی حاجت کے
کاٹ لاؤ سو وہاں کے خان نے رسالدار عبدالحمید خاں سے کہا کہ
اپنے سواروں کو بھیجو کہ اپنے اپنے گھوڑے کے واسطے ہر ایک کھیت

سے ایک ایک بولا جو گیہوں کاٹ لاویں اور ہمارے لشکر میں ہر
ایک سوار ایک کھرپا اور ایک دراتی ضرور رکھتا تھا پھر رسالدار
ممدوح نے سب سواروں کو یہی حکم بھجوادیا پھر ایک سوار دراتی
لے کر کھیتوں میں گئے جو بستی کے نزدیک کھیت تھا اس میں گل شیر اور
شاہباز ضلع کالی باغ کے اور پانچ سات سوار اس کھیت میں جاکر
کاٹنے لگے اس عرصے میں مالک کھیت کا آیا اس نے ان سے کہا کہ
تم تو کھیت ہی تباہ کئے ڈالتے ہو اب اور کھیت میں جاؤ اس میں وے
پانچ سات سوار تو اس کھیت سے نکل گئے مگر گل شیر اور شاہباز
اس سے جھگڑا کرنے لگے اس غل و شور میں بستی کے چند آدمی وہاں آکر
جمع ہو گئے اور ان سے لڑنے پر مستعد ہو گئے یہ خبر رسالدار عبدالحمید خاں
کو پہنچی کہ وہاں کھیت میں اپنے سواروں اور بستی والوں سے جھگڑا ہو رہا
ہے یہ سن کر خود رسالدار ممدوح وہاں گئے اور دیکھا کہ لڑائی ہونے
پر ہے اس میں انھوں نے گل شیر اور شاہباز کو منع کیا کہ جھگڑا نہ کرو
اس میں گل شیر نے نہ مانا گفتگو کرنے لگے رسالدار نے الٹی تلوار مع
میان گل شیر کے کندھے پر ماری وہاں کے لوگوں نے دیکھا کہ رسالدار
ہماری طرف ہیں پھر وہی لوگ گل شیر کو بچانے لگے کہ رسالدار صاحب
جانے دیجئے یہ ہمارے مہمان ہیں ہم نے ان کو معاف کیا اور رسالدار
کی بھی مرضی تھی پھر رسالدار گل شیر اور شاہباز کو وہاں سے لے کر ڈیرے

پیر آئے پھر جب سب کھانا کھاکر اور گھوڑوں کو گھاس دانہ کھلاکر
فارغ ہوئے اور کوئی ڈیڑھ پہر رات گئے اس وقت وہاں سے کوچ،
کیا نماز فجر کی سب نے پنجتار میں جاکر پڑھی اور دیوان شاہ باغبان
کے باغ میں سب نے ڈیرا کیا جب سب ڈیرہ کرکے فارغ ہوئے اُس
وقت وہاں کے خان فتح خاں قاضی صاحب اور مولانا صاحب ہی کے ملاقات
کو آئے اور خیر وعافیت پوچھ کر اور تسلی دے کر عرض کی کہ آج آپ
کی میرے یہاں دعوت ہے پھر وہ اپنے مکان کو گئے پھر اُس روز
تمام لشکر نے ان کی دعوت کھائی اگلے روز پھر انھوں نے سب کی
دعوت کی بعد اس کے تمام اپنی بستیوں سے دعوت خام کا غلہ منگوانے
کا غلہ منگوانے کا حکم بھیجا پھر غلہ ہر روز آنے لگا اور وہی تمام
لشکر میں تقسیم ہوتا تھا کوئی تو پنچکیوں سے پسوا لاتے تھے اور کوئی،
بستی میں پسو لیتے تھے اور گھاس تمام سوار پہاڑ سے آپ کاٹ لاتے
تھے پھر کئی روز کے بعد قاضی صاحب نے فتح خاں کو ایک دن بلایا اور
ان سے کہا کہ خان بھائی ہم جو یہاں آئے ہیں ہمارا ارادہ یہ ہے کہ سکھوں
نے جو یہاں سمہ میں مسلمانوں کا ملک کہیں کہیں دبا لیا ہے ہم ان پر لشکر کشی
کریں اور ملک ان سے خالی کرلیں اس میں تمہاری کیا صلاح ہے خان
موصوف نے کہا کہ میں آپ کا فرمانبردار اور ہر حال میں شریک ہوں
ولیکن اس کے واسطے تدبیر یوں کرنی مناسب ہے کہ فتح خاں اور

ارسلاں خاں اشرف خاں کے بیٹے زیدہ والے جو بھاگے ہوئے ہیں آپ
ان کو بلادیں اور کلابٹ والے ابراہیم خاں اور اسمٰعیل خاں کو بھی بلاویں
اور مرغز والے سرفراز خاں کو بلادیں اور سوا ان کے اور جو خان
اور ملک سکھوں سے بھاگے ہوئے ہیں ان سب کو بلا کر جمع کریں اور
ان سے اس کی تدبیر کا مشورہ کریں اس لئے کہ وہ اپنی اپنی بستی کے
مدعی ہیں اگر وہ سب اس بات پر متفق ہوں تو اُمید قوی ہے کہ
یہ مقصود بآسانی حاصل ہو قاضی صاحب اور مولانا صاحب نے یہ
تقریر فتح خاں کی بہت پسند کی اور خان ممدوح سے کہا کہ آپ اُن
کو بلاکر جمع کریں پھر فتح خاں نے جابجا ہر سردار کے پاس جہاں جہاں
تھے خط لکھ کر آپ نے آدمی کے ہاتھ روانہ کئے چار یا پنج روز کے
اندر سب ملک اور خوانین پنجتار میں آکر جمع ہوئے فتح خاں نے سب
کو ایک جگہ بٹھا کر وہی تقریر قاضی صاحب کی اُن سے کی وہ سب
اس بات پر راضی ہوئے اور انھوں نے اپنی اپنی بستی کے علما کو بلوایا
اور سب سے وہی تقریر بیان کی وہ سب اس پر متفق ہوئے اور کہا
ہم سب اس امر میں تمہارے شریک ہیں پھر فتح خاں نے اُن سب
علمأ اور خوانین سے کہا کہ ہم اپنی قوم سے قاضی صاحب کو عشر بھی
دلوادینگے اور تم سب کو بھی دینا پڑیگا جبکہ تم اپنی اپنی بستی پر قابض
ہوگے ان سب نے برضا و رغبت قبول کیا اور کہا کہ ہم سب

آپ کو دیوینگے اور جن سے جن سے قاضی صاحب عشر طلب کرینگے ان سے دلاتے میں ہم شریک ہیں یہ گفتگو خانوں کی سن کر جو بستی کے علما تھے اور کچھ آپس میں قیل وقال کرنے لگے اور ان کو یہ امر گران معلوم ہوا اس لئے کہ عشر وہاں کا موافق دستور کے علما لیتے تھے اور یہی ان کا معاش تھا اور انھوں نے ان خوانین سے کہا یہ خبر قاضی صاحب اور مولانا صاحب کو ہوئی کہ عشر لینے کے مقدمے میں علما گفتگو کرتے ہیں کہ یہ حق ہمارا ہے یہ سن کر قاضی صاحب ناخوش ہوئے اور اگلے روز ان سب عالموں کو بلا کر جمع کیا اور اس عشر کے باب میں اُن سے بہت گفتگو کی کہ تم جو عشر کا دعوی کرتے ہو کہ یہ ہمارا حق ہے سو یہ دعوی تمہارا غلط اور بے دلیل ہے اس لئے کہ عشر حق امام کا ہے اور امام پر سب غازیوں اور محتاجوں اور مساکین کا حق ہے تم کو اس امر میں فساد ڈالنا اور جھگڑا کرنا مناسب نہیں اور اگر نہ مانوگے تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا آگے تم جانو اس لئے کہ تم سب حضرت امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت امامت کی کر چکے ہو اور تمھیں اس کا رضیر میں خارج ہوتے ہو اس میں ایک صورت بغاوت کی معلوم ہوتی ہے تم کو لازم ہے کہ تم سب مل کر اس امر میں معاون اور مددگار ہو کر اس کام کو درست اور ایسی ناشائستہ باتوں سے توبہ کرو اور بہت علمی تقریر سے اور کتابوں فقہ کا حوالہ دے کر معقول کیا آخر الامر وہ سب اپنے دعوے

سے دست بردار ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم سب آپ کے شریک ہیں
پھر اس کے اگلے روز قاضی صاحب نے وقت رخصت کرنے کے کہا کہ
اب تم اپنی بستیوں میں جاکر اور جو علما اور ملک اور خوانین ہوں ان ا
کو فہمائش کرو کہ تم سکھوں کی اطاعت کو چھوڑو اور مسلمانوں کے شریک
ہو ان کو اپنے ملک سے نکالو اس کے جواب میں جیسا کہ وے کہیں ہم
کو اطلاع کرو اگر وے نہ مانیں گے تو ہم آکر ان کو سمجھالیوینگے پھر
وے سب علما رخصت ہو کر اپنی اپنی بستیوں کو گئے اور وہاں کے
خوانین کو جاکر فہمائش کی وہاں کسی نے نہ مانا یتن یا چار روز کے
بعد ملا سید میر نے موضع کوہاٹ سے قاضی صاحب کو خط لکھا خلاصہ
مضمون اس کے کا یہ تھا کہ اگر آپ کے خیال شریف میں یہ بات
ہے کہ یہاں کے ملک اور خوانین وعظ و نصیحت سن کر صلاحیت پر آجاویں
اور حکم خدا اور رسول میں گردن جھکاویں سو یہ امر دشوار ہے یہ لوگ
اس اندازہ کے نہیں جب تک مار کوٹ کر مغلوب نہ کئے جاوینگے ہرگز
راہ راست پر نہ آوینگے اپنے علما کو یہاں واسطے فہمائش ان کی
کے بھیجا ہے اور یہاں کلا بٹ میں وے لوگ آپ کے مقابلے کو لشکر ا
جمع کرتے ہیں اطلاعاً ہم نے آپ کو یہ لکھا ہے جو کچھ اس کی تدبیر آپ
سے ہو سکے اس کے کرنے سے درگذر نہ کریں انتہیٰ یہ مضمون خط کا
قاضی صاحب نے سب خانوں سے جو وہاں حاضر تھے بیان کیا کہ وہاں

یہ معاملہ ہو رہا ہے اب تم سب صاحبوں کی کیا صلاح ہے اور ہمارے
خیال میں آتا ہے کہ وے لشکر اپنا نہ جمع کرنے پاویں کہ ہم یہاں سے کوچ
کرکے ان سے مقابلہ کریں یہ سن کر سب نے عرض کی کہ یہی صلاح ہماری
بھی ہے آپ اس میں درنگ نہ کریں جلد یہاں سے کوچ ہی کر دیں اور یہ
سب صلاح و مشورت پندرہ سولہ روز کے عرصے میں درست ہوئی
تھی اور سب سامان خنگی لشکر میں تو تیار ہی تھا ملا سید میر کے خط آنے
کے بعد تیسرے روز قاضی صاحب نے کوچ کی تیاری کی اور ہندوستانیوں
اور ملکیوں کے ملاکر قریب ساڑھے چار سو کے سوار تھے اور کوئی پانسو
پیادے تھے اور پنجتار سے کلابٹ سات کوس ہے پھر بعد نماز فجر کے
جناب الٰہی میں دعا کرکے قاضی صاحب اور مولانا صاحب نے مع لشکر کوچ
کیا اور وقت نماز ظہر کے کلابٹ کے میدان میں جا پہنچے کلابٹ وہاں
سے قریب ایک کوس کے تھا مگر نظر آتا تھا پھر اسی میدان میں سب نے
نماز ظہر پڑھی اور دعائے خیر کرکے وہاں سے آگے بڑھے جب موضع
کلابٹ قریب پاؤ کوس کے رہا تب قاضی صاحب نے سب لشکر کو
وہیں ٹھہرا دیا کہ اب آگے نہ بڑھو پھر اسی میدان میں تمام سوار و پیادے
جم گئے اور قاضی صاحب اور مولانا صاحب سب خانوں کو ساتھ لے کر
الگ مشورہ کرنے کو بیٹھے اور ادھر سے ہم سب کلابٹ والوں کا نقارہ
بھی سنتے تھے اور ان کا نشان بھی دیکھتے تھے پھر بعد مشورت کے

قاضی صاحب نے رسالدار عبدالحمید خاں سے فرمایا کہ تم اپنے سوار لئے ہوئے ابھی اسی جگہ چھپے رہو ہم پیادوں کو لے کر کلاٹ کی جانب شمال چلتے ہیں جب ہماری اور ان کی طرف سے بندوقیں چلے تب تم یہاں سے گھوڑوں کی باگیں اٹھا کر کلاٹ کے جنوب طرف سے آنا یہ کہہ کر سب پیادوں کو لے کر قاضی صاحب اور مولانا صاحب آگے بڑھے کلاٹ کے جانب شمال جو ایک ٹیلہ ہے وہاں پہنچے تب شاہین اس طرف سے چلی اور وہاں رسالدار عبدالحمید خاں کے ہمراہ مومن خاں نام ایک سوار تھے ان کو اس وقت حاجت پیشاب کرنے کی ہوئی اپنی صف سے آگے گھوڑا بڑھا کر اور گھوڑے سے اتر کر اور اس کی باگڈور پاؤں کے نیچے داب کر پیشاب کرنے لگے اس عرصے میں گھوڑا ابھڑکا اور باگڈور پاؤں تلے سے نکل گئی اور کلاٹ کی طرف بھاگا اور ادھر سے رسالدار نے لوگوں سے بآواز بلند کہا کہ لینا لینا جانے نہ پاوے یہ سن کر دو دو چار چار کر کے سواروں نے اس کا تعاقب کیا اور ایک شور اٹھا ادھر قاضی صاحب کے ہمراہیوں نے جانا کہ سواروں نے ہلہ کر دیا انھوں نے بھی شاہینیں مارنی موقوف کیں اور بندوقیں مارتے ہوئے ہلہ کر دیا اور قریب بستی کے جا پہنچے اور ادھر سے تمام سوار بھی آپہنچے اور بستی سے بھی بندوقیں چلتی تھیں پھر جب دونوں طرف بستی میں یہ گھسے تب وے دروازہ شرقی سے نکل کر بھاگے اور ہمارے پیادے جا کر بستی میں

داخل ہوئے کلاٹ والوں سے باہر نکل کر فقط دو آدمیوں نے
سواروں کا مقابلہ کیا وے دونوں مارے گئے ایک تو گولی سے اور
دوسرا تلوار سے ایک شخص سلطان خاں نام رسالدار عبدالحمید خاں
کے ڈیرے میں رہتا تھا تلوار سے اسی نے مارا تھا اور ان دونوں کے
ہتیار بھی ہمارے میں لشکر میں اٹھ آئے تھے اور ہماری طرف والوں
سے نہ کوئی شہید ہوا اور نہ کوئی زخمی ہوا اور جب وے لوگ کلاٹ
سے نکل کر بھاگے میدان میں ہم لوگوں نے ان کو دیکھا تخمیناً قریب پانچ
ہزار کے ان کی جمعیت تھی پھر ہمارے لشکر میں سے کسی سوار و پیادے
نے ان کا تعاقب نہ کیا اور ابراہیم خاں و اسمٰعیل خاں یہ دونوں بھائی
تھے اور کلاٹ کے بھی دونوں خان بھی تھے پھر قاضی صاحب نے اس
کا بند و بست کیا اور ابراہیم خاں کو کلاٹ سپرد کر دیا اور چار سوار واسطے
حفاظت اور نگہبانی کے لئے خان مذکور کے پاس معین کئے اور اسمٰعیل
خاں ہمارے لشکر کے ساتھ رہے پھر وہاں سے مرغز کو روانہ ہوئے
جب لشکر قریب مرغز کے پہنچا وہاں کا خان لشکر کی خبر سن کر اپنے
گھر سے بھاگ گیا اور تمام رعایا خوف عزت اور جان کے سے لشکر
میں آکر حاضر ہوئے اور کہا ہم مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اور اپنے ساتھ
گاؤں میں لے گئے قاضی صاحب نے ان کو امن دی اور اپنا بندوبست
کیا اور سرفراز خاں کو کہ وہ قدیم سے وہاں کے ملک تھے ان کو ان

کی جگہ پر بٹھایا اور چار سوار وہاں بھی چھوڑے پھر موضع ہنڈ کوئی کو روانہ ہوئے جب اُس کے قریب پہنچے وہاں کا خان بھی مارے خوف کے بھاگ گیا اور رعیت وہاں کی اپنی خرابی اور بربادی سمجھ کر حاضر ہوئی اور کہا ہم تابعدار ہیں اور امان مانگی قاضی صاحب نے ان سب کو تسلی و دلاسا دے کر امن دی اور چار سوار وہاں بھی چھوڑے اس واسطے کہ مبادا کوئی ملکی بعد چلے جانے لشکر کے ان کو لوٹ مار کرے پھر وہاں سے آگے کو چلے جب قریب موضع کڈا کے گئے اور خبر وہاں کے خان کو پہنچی کہ لشکر سید بادشاہ کا آپہنچا پھر وہ چند لوگوں کو ساتھ لے کر قاضی صاحب کے پاس حاضر ہوا اور عذر و معذرت کی اور امن چاہی قاضی صاحب نے اس کی بہت سی تسلی اور تشفی کی اور اس کو اُس کی جگہ پر بٹھایا اور امن دی اور چار سوار اپنے وہاں بھی چھوڑے کہ ہمارے لشکر سے کوئی اُن کا مزاحم نہ ہو اس میں وقت مغرب کا قریب آیا وہاں سے کوئی پاؤ کوس پر ایک نالہ تھا درمیان کڈا اور زیدے کے وہاں جا کر سب نے نماز پڑھی اور بعد فراغ نماز کے وہیں نالے پر ڈیرہ کیا اس عرصے میں موضع پنج پیر کا خان دس پانچ آدمیوں کے ساتھ لشکر میں قاضی صاحب کے پاس آکر حاضر ہوا اور کہا کہ میں ہر طرح سے مطیع و فرمانبردار ہوں اور امن کی درخواست کی قاضی

صاحب نے اس کی بہت سی دلجمعی کی اور اس کو رخصت کیا اور
ان گاؤں کو سکھوں نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور یہ چاروں بستیاں
کوئی چار کوس کے گرد میں واقع تھیں اور جس وقت ڈیرا ہوا نہ کسی نے
کمر کھولی نہ گھوڑوں سے زین اُتاری اسی طرح مع سلاح سب لیٹ
بیٹھ رہے اس میں وقت عشا کا ہوا سب نے مل کر نماز پڑھی پھر
ان چاروں بستیوں سے ابراہیم خاں اور سرفراز خاں اور پھنڈ گوئیں
والوں اور کنڈے والوں نے روٹیاں جمع کر کے اپنے اپنے گاؤں کے
آدمیوں کے سر پر رکھ کر اور گدھوں خچروں پر دانہ بار کر کے لشکر
میں بھیجا اور وہ سوار اپنے ہمراہ لے کر آئے کہ جن کو قاضی صاحب ان
گاؤں میں چھوڑ آئے تھے پھر ایک جا جم بچھا کر اس پر دانے کا
انبار کیا اور روٹیاں بھی رکھ دیں پھر ایک طرف دانہ گھوڑوں کا
بٹنا شروع ہوا اور دوسری طرف روٹیاں تقسیم ہونے لگیں ادہر
گھوڑوں کو دانہ چڑھا دیا ادھر لوگوں نے روٹی کھائی کر فراغت
کی پھر عبد الحمید خاں رسالدار مولانا صاحب اور قاضی صاحب کے
پاس گئے اور کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے سب سوار اور چار شاہین
لے کر منھڈ کو جاؤں اور دیکھوں تو کہ طور اس کا کس طرح پر ہے
اگر مناسب جانونگا تو وہیں ٹھہر جاؤنگا پھر آپ سب پیدلوں کو
لے کر صبح کو تشریف لاویں اور اگر کچھ فائدہ نہ معلوم ہو تو واپس

آجاؤنگا یہ صلاح رسالدار ممدوح کی دونوں صاحبوں نے پسند
کی بسم اللہ ہماری طرف سے اجازت ہے جاؤ پھر رسالدار بیس
سواروں اور شاہین والوں کو لے کر سنڈ کی طرف روانہ ہوئے اور
اس جگہ سے سنڈ کوئی تین کوس پر واقع ہے جاتے جاتے جب سنڈ
کوئی ایک گولی کے فاصلہ پر رہا اس میں دو چار گھوڑے ہماری
طرف کے ہنہنائے سنڈ والوں نے گھوڑوں کی آواز سن کر اپنی
گڑھی کے چاروں برجوں پر روشنی کر دی اس کے اجالے میں دور
کا آدمی نظر آنے لگا رسالدار ممدوح نے یہ حرکت ان کی دیکھ
کر سواروں کو آگے جانے سے روک دیا اور اسی جگہ پر ایک تالاب
جانب جنوب واقع تھا سب سوار اس کے پال کی اوٹ میں جاکر
کھڑے ہوئے پھر دفعتہً قلعہ والوں نے گھوڑوں کی آواز پر ایک ،
ایک دو دو بندوقیں سر کرنی شروع کیں اور سوار کوئی دو
گھڑی تک اسی پال کی آڑ میں کھڑے رہے پھر رسالدار نے شاہین
والوں سے کہا کہ تم ان برجوں کی روشنی پر چار چار پانچ پانچ
گولے شاہین کے لگاؤ انھوں نے بموجب حکم رسالدار کے سولہ
گولے چاروں برجوں پر لگائے پھر وہاں سے رسالدار نے اپنے
گھوڑے کی باگ پھیری اور سواروں کو ساتھ لے کر چار پانچ گھڑی
رات رہے اپنے ڈیرے پر آداخل ہوئے پھر سوار اسی طرح سے

گھوڑوں کی باگ ڈور پکڑ کر بیٹھ رہے اس میں صبح صادق
نمودار ہوئی اور موذن نے اذان کہی لوگوں نے حاجت ضروری سے
فراغت کر کے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر کوئی چار یا پانچ گھڑی دن چڑھے
دو طالب العلم کھنڈ سے ہمارے لشکر میں آئے اور قاضی صاحب کو
پوچھا لوگ ان کو قاضی صاحب کے پاس لے گئے انھوں نے جا کر
سلام علیک کیا اور بیٹھے اور کہا کہ حضرت قلعہ سنہڈ کا خالی پڑا ہے
قاضی صاحب یہ گفتگو ان کی سن کر حیران ہوئے اور سمجھے کہ اس میں
کچھ فریب ہے پھر مولانا صاحب اور رسالدار عبد الحمید خاں کو بلایا
اور کہا کہ یہ دونوں طالب العلم کہتے ہیں کہ قلعہ سنہڈ کا خالی پڑا ہے
مجکو تو ان کے کہنے پر اعتماد نہیں آتا آپ دونوں صاحبوں کے خیال
میں کیا آیا انھوں نے کہا کہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آتا کس واسطے کہ
ایسا کونسا ان پر دباؤ پڑا کہ وے خود بخود قلعہ خالی کر کے چل دئے خدا
سچ کرے اسی گفتگو میں ایک ملا شاداں و فرخاں چار یا پانچ طالب العلم
اپنے ساتھ لئے ہوئے اسی مجلس میں وارد ہوا اور سلام علیک کیا
اور کہا کہ لو قاضی صاحب مبارک ہو خدائے تعالی نے غیب سے قلعہ
سنہڈ کا خالی کر دیا اب وہ خالی پڑا ہے آپ جلد تشریف لے چلیں
اور اس میں کچھ تردد اور درنگ نہ کریں قاضی صاحب نے ملا سے

کہا کہ اس کے خالی ہونے کی حقیقت تو بیان کرو کہ اس میں جو
لوگ تھے وے کیا ہوئے ملا نے کہا کہ حضرت صورت اس کے
خالی ہونے کی یہ ہوئی کہ جس وقت آپ نے کلاہٹ کی لڑائی
ماری اور اس پر فتح پائی یہ خبر سنڈ والوں کو ہوئی کہ غازیوں
نے کلاہٹ پر فتح پائی اور اس پر اپنا قبضہ کیا یہ سنتے ہی اُن کے
ہوش وحواس اُڑ گئے اور ایک تہلکہ عظیم اُن میں واقع ہوا
پھر جس وقت آپ نے مُرغترُ اور ہینڈ کو تُس کو لے کر کڈے پر
قبضہ کیا اور یہ بھی خبر ان کو پہنچی اور متواتر پہنچنے لگی پھر تو ان پر
عجب ایک عالم ہیبت حق کا غالب آیا پھر انھوں نے آپس میں ایک
دوسرے سے مشورت کی کہ اب کیا تدبیر کی جاوے انھوں نے ان
چاروں گاؤں کو لینے قبضہ میں کر لیا اور یہ سب مسلمان آپس میں
ایک ہو جاوینگے اور ہم مفت میں خراب ہونگے اب یہاں رہنا ہم کو
مناسب نہیں پھر اسی وقت سے انھوں نے اپنا اسباب اور سامان
قلعہ سے دریائے اباسین کے پار بھیجنا شروع کیا اور سب جریدہ
اور صلاح رہ گئے پھر جس وقت آپ کے سوار وہاں گئے اور
برجوں پر شاہینوں کے گولے مارے پھر تو اسی وقت سے دو
دو چار چار دس دس یا پنج یا پنج قلعہ سے نکل کر جانے لگے ،

یہاں تک کہ صبح تک ایک ہی سکھ قلعہ میں نہ رہا سب پار اباسین کے اُتر گئے پھر قاضی صاحب نے پوچھا کہ وہ لوگ کتنے تھے ملا نے کہا کہ قریب سات سو کے ان کی جمعیت تھی پھر قاضی صاحب نے رسالدار عبدالحمید خاں سے کہا کہ تم اپنے سب سواروں کو لے کر جلد ہنڈ کو روانہ ہو ہم پیچھے سے پیدلوں کو لے کر آتے ہیں پھر وہاں سے رسالدار اُٹھے اور سواروں میں آئے اور کہا کہ نقارہ کوچ کا بجاؤ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر آپ تو چل دئے اور یہاں نقارہ ہوا اور وہ نقارہ شتری تھا کہ ہر کوچ و مقام میں بجا کرتا تھا پھر سوار دو دو تین تین سب رسالدار کے پیچھے روانہ ہوئے جاتے جاتے جب قریب ایک گولے کے فاصلے پر ہنڈ کے پہنچے تب رسالدار نے سواروں کو آگے جانے سے روک دیا اور آپ بیس سوار ساتھ لے کر دوسرے دروازے کی طرف کہ وہ جانب شمال کنارے دریائے اباسین کے واقع ہے گئے اور جا کر دروازے پر کھڑے ہو اور دروازہ قلعہ کا کھلا تھا اور سکھوں کا اس میں کچھ بھی اثر نہ معلوم ہوا جب رسالدار نے دو سواروں کو بھیجا کہ جا کر ان سب سواروں کو بلالاؤ پھر یہاں سے سب اسی دروازے پر رسالدار کے پاس گئے اور وہاں سے دیکھتے تھے کہ دریا کے اس پار تمام اسباب

سکھوں کا اور سکھ بزرو کی طرف چلے جاتے ہیں پھر رسالدار نے سواروں سے کہا کہ جب تک قاضی صاحب نہ آلیں اور ان کا حکم نہ ہو، تب تک کوئی اندر نہ جاوے پھر فصیل کے تلے سواروں کا پیرا باندہ کر کھڑا کر دیا اس عرصے میں قاضی صاحب اور مولانا صاحب پیدلوں کو لے کر دروازے جنوبی سے آکر داخل ہوئے اور دروازوں پر پہرے لگا کر بند و بست کیا اور رعایا کی تسلی کی اور امن دی اور اپنے لشکر میں کہہ دیا کہ کوئی ان لوگوں سے تعرض نہ کرے پھر سکھوں کے اسباب کی تلاشی لی سو تین کوٹھے گیہوں کے بھرے ہوئے اور دو کوٹھے آٹے کے اور کچھ گھی اور گڑ اور کچھ میوہ مقدار ان کی معلوم نہیں کہ کس قدر تھا پھر قاضی صاحب نے رسالدار صاحب کو بلوایا پھر رسالدار صاحب سلطان خاں اور مستقیم خاں کو ساتھ لے کر پیادہ قاضی صاحب کے پاس گئے اس وقت قاضی صاحب اور مولانا صاحب قلعہ کی مسجد میں بیٹھے تھے رسالدار بھی سلام علیک کر کے ان کے پاس جا بیٹھے پھر مولانا صاحب نے قاضی صاحب اور رسالدار صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس وقت امیرا اور علاما خادے خاں کے بھائی سکھوں کو لے کر یہاں داخل ہوئے تھے اور اس بات کی خبر حضرت امیر المومنین کو پہنچی تھی اس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب کی بار سنڈ ہم کو بے جنگ

وجدال کے سکھوں کے ہاتھ سے ملیگا سو الحمدللہ ویسا ہی ہوا کہ کسی کہ
کسی کی نکسیر تک نہ پھوٹی بلکہ لڑائی کی نوبت بھی نہ آئی اور قلعہ مل گیا
پھر قاضی صاحب نے جو غازیوں کے پہرے جابجا واسطے بندوبست کے
قلعہ میں تھے ان کو تو وہیں رکھا باقی سب سواروں کو لیکر جنوبی
دروازے کی طرف کنارے اباسین کے ڈیرا کیا اور جو زراعت ربیع
رعایا کی سوا خادے خاں کے بھائیوں امیر خاں اور غلام خاں کے تھے
رسالدار سے فرمایا کہ اپنے سواروں سے کہہ دو کہ موافق حاجت ضروری کے
ان کھیتوں سے کاٹ کاٹ کر گھوڑوں کو کھلاؤ پھر رسالدار نے یہ حکم
اپنے سواروں میں پہنچا دیا وہ سب انھیں کھیتوں سے خوید کاٹ
لائے اور گھوڑوں کے آگے ڈال دی اور جو قلعہ کے اندر امیر خاں اور
غلام خاں کے دو کوٹھوں میں جو تھے اس میں سے گھوڑوں کو دانہ
تقسیم کر دیا اور جو دو کوٹھوں میں سکھوں کا آٹا تھا اس میں سواروں
پیادوں کو آٹا موافق کے معمول تقسیم ہوا پھر اس کے اگلے روز بعد نماز عصر کے
فتح خاں پنجتاری اور فتح خاں اور ارسلان خاں دونوں بھائی زیدے
والے واسطے مبارکباد کے آئے پھر اس رات کو قاضی صاحب نے فتح خاں
پنجتاری اور فتح خاں اور ارسلان خاں زیدے والے اور اسمٰعیل خاں
کلابٹ والے اور مولانا صاحب اور رسالدار عبدالحمید خاں کو بٹھا کر

مشورہ کیا کہ اس قلعہ کو کھود کر مسمار کر دینا چاہئے کیونکہ اس کے
رہنے سے بڑے بڑے فساد واقع ہوتے ہیں کبھی یہ مفسدوں کو لا کر
اس میں رکھتے ہیں اور ان سے اطراف کے دیہات کو تباہ کروا تے ہیں
اور کبھی یہ مفسد اس میں آپ بیٹھ کر بستیوں کو لوٹتے ہیں جب یہ قلعہ
یہاں نہ ہوگا تب یہ سب فساد مٹ جاویگا یہ تقریر سب کو بہت
پسند آئی اور یہی بات ٹہری پھر قاضی صاحب نے چاروں خانوں سے
کہا کہ کل کو مایر ئی اور سوآبئی اور کالا درہ اور شاہ منصور اور
پنج پیر اور زیدہ اور رکڑا اور ہنڈ کوئی اور کلابٹ اور مرغز اور
باجا اور بام خیل اور منارہ اور کنڈہ سے لوگوں کو بلواؤ اس کے کھودنے
کو پھر اس کے اگلے روز بعد عصر کے ہزار ہا آدمی پھاوڑا کدال لے کر موجود
ہوئے تخمیناً قریب پانچ ہزار آدمی کے ہونگے پھر قاضی صاحب نے
فتح خاں تخاری سے فرمایا کہ قلعہ کی دیواروں کو ہر بستی والوں کی ،
جماعت کو تقسیم کر دو کہ کھودنا شروع کردیں پھر خان ممدوح نے ناپ
ٹاپ کر دیواروں کے حصے ہر بستی والوں کو بتادئے پھر انھوں نے کھودنا
شروع کیا مگر ایسے عمدہ مصالح سے پتھر چنے گئے تھے کہ صدہا کدال
اور پھاوڑے ایک جگہ پر پڑتے تھے بدشوار کوئی ٹکڑا پتھر کا پتھر
سے جدا ہوتا تھا وہاں کے لوگوں کی زبانی سنتے تھے کہ یہ قلعہ اکبر شاہ ،

بادشاہ کے حکم سے راجہ بیربل نے بنوایا تھا پھر آٹھ دس روز
تک بلاناغہ کھودا کئے سوکسی طرف کی منڈیر ایک ہاتھ بھر کھدی اور
کسی طرف ایک بالشت اور کھودنے والے تنگ آگئے اور ہاتھوں
میں چھالے پڑ گئے اس لئے کہ وہ ہزاروں کھودنے والے زمیندار
لوگ تھے سنگتراش نہ تھے ورنہ کچھ تو کھودا جاتا مگر اس قلعہ کی
ہئیت اور رونق بگڑ گئی پھر ان کھودنے والوں نے فتح خاں
پنجباری سے شکوہ کیا کہ تمام تمام دن کھودتے ہیں اور ہاتھ بھر
دیوار نہیں کھدتی ہے ہم لوگ تابعدار ہیں جو حکم ہو حاضر ہیں اور
جو کھانا خوراک موافق اپنے دستور کے لائے تھے وہ بھی ہو چکا پھر
خان ممدوح نے جا کر یہ حقیقت قاضی صاحب سے عرض کی قاضی
صاحب نے فرمایا کہ اتنے دنوں ان لوگوں نے کھودنے میں جانفشانی
کی اور نہ کھدا رہنے دو اور کل سے کھودنا موقوف کرو اور لوگوں
کو رخصت کر دو جا کر اپنا کام کریں پھر اگلے روز خان ممدوح نے
سب کھودنے والوں کو رخصت کر دیا وہ اپنی اپنی بستیوں کو
چلے گئے پھر اس کے بعد قاضی صاحب نے مع لشکر و تمام رہتن مقام اور
کئے اور فتح خاں پنجباری اور اسمٰعیل خاں کلاہٹ والے اور فتح خاں
اور ارسلان خاں زیدے والے کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور

اُن سے فرمایا کہ یہ مُلک فضل الٰہی اور حضرت امیر المومنین علیہ الرحمۃ کی
دعا سے سکھوں کے قبضے سے چھوٹا اور مستحق لوگ اپنے حق کو پہنچے اور
عُشر شرعی سب نے قبول کیا اب خلاصہ تقریر کا یہ ہے کہ فتح خاں
اور ارسلان خاں دونوں بھائی اپنے زیدے کو آباد کریں اس قلعہ سنڈ
کی بخوبی حفاظت کریں اس لئے کہ قوم رزجٹر اب تک پھرے ہوئے
ہیں ان کو سیدھا کرنا ضرور ہے سو ہم لوگوں کو لے کر اس طرف جاوینگے
پھر یہ بات چاروں خانوں نے پسند کی اور ان دونوں بھائیوں نے
قبول کیا اور وہاں سے زیدے کو گئے اور فتح خاں رخصت ہو کر پنجتار
کو گئے اور اسمٰعیل خاں کلابٹ کو روانہ ہوئے پھر اس کے تیسرے روز قاضی
صاحب اور مولانا صاحب نے سب لشکر کو لے کر وہاں سے کوچ کیا
اس روز موضع شیوہ کو گئے باہر بستی کے جانب شمال مائل بہ مغرب
بندوق کی گولی کی زد پر جنگل ہی ہیں اور وہیں شیوہ کا گورستان ہے
وہیں سب لشکر جا کر اُترا اور ڈیرا ہوا بعد نماز عصر کے شیوہ کے خان
نشکار خاں اور اُن کے بھائی آنند خاں قاضی صاحب اور مولانا صاحب
کی ملاقات کو آئے اور بعد سلام و کلام کے اُنھوں نے عرض کی کہ آج
ہماری بستی میں آپ کے سب لشکر کی ضیافت ہے قاضی صاحب نے
قبول کیا اور فرمایا کہ کھانا دعوت کا تم جمع کر کے یہیں پہنچا دینا ہم
لوگوں کو تقسیم کر دینگے ہمارے لوگ وہاں نہ جاوینگے اُنھوں